

فہرست مضامین

جولائی سنہ ۱۹۴۰ء | جلد۲ نمبر

یو، پی گورنمنٹ کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف ایڈیٹر

منوہر داس چترویدی

(بی۔ ایس۔ سی (آکسن) آئی۔ ایف۔ ایس آفیسر محکمہ گرام سدھار یو، پی)

جائنٹ ایڈیٹر

شری ناتھ سنگھ

(سابق ایڈیٹر "سرسوتی")

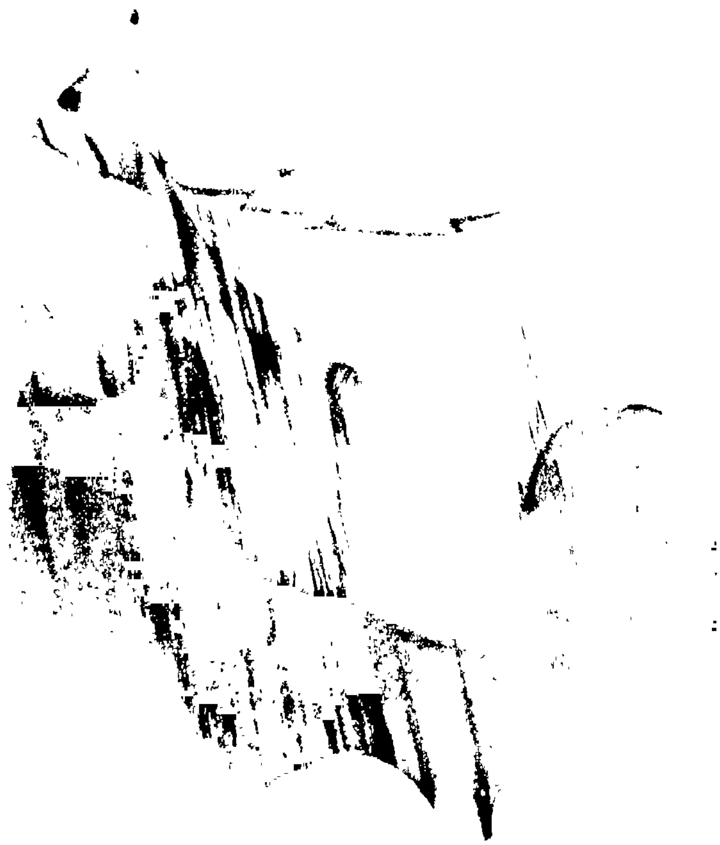
بورڈ آف ایڈیٹرز

پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

سالانہ قیمت ؏ | سنہ ۱۹۴۰ء | ایک پرچہ ۸

باہتمام کالی کے متراپرنٹر پبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ - الہ آباد



वर्षा-ऋतु · चित्रकार, श्रीयुत पी० मुकर्जी

موسم برسات – مصور مسٹر پی مکرجی

رسالہ ماہوار باتصویر
نمبر جلد ۲ جولائی سنہ ۱۹۴۰ء

پیغام حیات

(از حضرت مختار بن نظم لکھنوی)

عشرت و غفلت کے بندے اے اسیر کائنات
سن کہ تجھکو دے رہی ہے موت پیغام حیات

زندگی سمجھا ہے جس کو وہ سماں کچھ بھی نہیں
رنگ و بو ہے فصل گل تک بعد ازاں کچھ بھی نہیں

فخر ہے رستم صفت پیکر پہ بے حد و حساب
تا بہ کے یہ زور بازو چند روزہ ہے شباب

دیدہ و دانستہ کہتا ہے بقا ہر شے کو ہے
دیکھ تو چشم بصیرت سے فنا ہر شے کو ہے

کون سی شے ہے جہاں میں جس کو حاصل ہے ثبات
پھر بتا ہے زندگی کی کون سی راہ نجات

نغمۂ عشرت نہ چھیڑ اے سنے نواز زندگی
ایک دن خاموش ہو جانے گا ساز زندگی

مدعی زہد و تقوی سالک راہ نجات
سچ بتا تیری سمجھ میں آگیا راز حیات

دہر میں جو کچھ بھی ہے پیش نظر وہ کچھ نہیں
جس میں سرگرداں ہے تو شام و سحر وہ کچھ نہیں

سن کہ دنیا میں عمل ہی زندگی کا نام ہے
دل وہی دل ہے کہ جو گویا چھلکتا جام ہے

جس کی ہستی سے نہ ہو دنیا میں کوئی فیضیاب
زندگی وہ اس جہان آب و گل میں ہے نیاب

جو نہ کانپ اٹھے کسی مظلوم کی فریاد سے
جس کی فطرت ہو مرتب جور و استبداد سے

خون پی کر مفلسوں کا جو کرے تن پروری
ظلم کر کے جس کو حاصل ہو جہاں میں سروری

ایسی عزت ایسی ثروت اس جہاں کی خاک ہے
ہے عمل وہ نیک" جو ظلم و جفا سے پاک ہے"

جس کے دل میں عشق کی چنگی نہ ہو کوئی شعلہ
غرۂ پندار ہستی ہو نہ جس دل سے وداع

وہ سمجھتا ہی نہیں ہے درد کس کا نام ہے
ساری دنیا اک مسرت کا اسے پیغام ہے

زندگی ہے اصل میں مختار اس کی زندگی
عشق کی درگاہ میں کرتا رہے جو بندگی

جامۂ الفت پہن کر قوم پر قربان ہو
تا دم آخر یہی مشرب یہی ایمان ہو

قدیم ہندوستان میں گرام سدھار

(مضمون نگار [illegible] شاستری [illegible] ایم [illegible] گاؤں سدھار انسپکٹر)

تحریک گاؤں سدھار نئی نہیں ہے۔ قدیم زمانے میں بھی ہندوستان میں دیہاتوں کی ترقی کے لئے تحریکیں ہوتی تھیں۔ ان کی کیا شکل تھی؟ یہی بات مضمون ذیل میں خاص مضمون نگار نے بڑی خوبی سے بتائی ہے۔

یہ کہاوت بالکل ٹھیک ہے کہ اصلی ہندوستان دیہات میں ہے چنانچہ صرف گاؤں ہی کی ترقی پر ہندوستان کی ترقی منحصر ہے۔ گاؤں والوں کی فارغ البالی پر تمام پیشہ والوں کی فارغ البالی کا انحصار ہے۔ ان کی خوشحالی کی فکر مقدم ہے۔ اصلاح دیہات یا گرام سدھار کی تحریک حقیقتہً ایک اخلاقی تحریک ہے جس میں پائیدار اور مستقل کامیابی اسی وقت ہوگی جبکہ کاشتکاروں میں خود اپنی اصلاح کا احساس پیدا ہو جاوے اور وہ اپنے بھلے و برے کی شناخت کرنے لگیں۔ زمین محنت و سرمایہ کی حالت دگرگوں ہے۔ قانون قدرت نے پیداوار پر پورا پورا مخالفانہ اثر ڈال دیا ہے۔ ہندوستان کا زراعت پیشہ طبقہ جو اپنے اس وسیع ملک کے باشندوں کے رزق کا سامان مہیا کرتا ہے اور جس کی جد وجہد پر تجارتی ترقی کا بہت کچھ دار و مدار ہے وہ زیادہ تر دیہات میں آباد ہے اس لئے دیہات کی اصلاح کا مسئلہ خاص اہمیت رکھتا ہے اور زمانہ سلف سے اس امر کی اہمیت تسلیم کی جا چکی ہے کہ دیہات کے باشندوں کے لئے ایسے ذرائع و وسائل بہم پہنچائے جائیں کہ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں خاطر خواہ ترقی کر سکیں اور خوشحال و فارغ البالی کے ساتھ بسر کر سکیں۔

گورنمنٹ ہند نے بھی اس معاملہ میں غیر معمولی فراخ دلی و حسن تدبیر سے کام لیا ہے اور دیہات کی اصلاح کے لئے ایک عظیم اور مفید اسکیم مرتب کی۔ بعد ازاں تمام صوبوں میں بڑی سرگرمی کے ساتھ کام ہونے لگا۔ اور یہ بات ہمارے لئے باعث فخر ہے کہ ہمارے صوبہ میں حالات و مقتضیات کے مطابق ہر ذمہ دار شخص اس اسکیم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ صوبہ قابل تقلید نمونہ بن جاوے۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان کی دیہاتی آبادی پستی و تاریکی کے عالم میں ہے اور اس کی لاانتہائی ضرورت کا تکملہ فی الفور نہیں کیا جا سکتا بلکہ ترقی و بہبود کی راہیں رفتہ رفتہ ہی نکالی جا سکتی ہیں۔ ہندوستان کے بیشتر دیہات اپنے جائے وقوع کے لحاظ سے فطرتاً ایسے ذرائع و وسائل سے محروم ہیں جن سے شہری آبادی بآسانی متمتع و بہرہ ور ہو سکتی ہے۔ علاوہ بریں دیہات والوں کو خود اپنی ترقی کی فکر نہیں۔ جن وسائل کا میسر ہونا ان کی ذاتی کوشش پر منحصر ہے۔ ان کے حاصل کرنے کی طرف بھی وہ متوجہ نہیں ہوتے۔

اس وقت دنیا کے وہ ممالک مثلاً امریکہ و روس وغیرہ جہاں اب سے بیس پچیس برس قبل بہت کچھ بھی پیداوار نہیں ہوتی تھی اور وہاں کے باشندے ایک ایک دانہ کے لئے دوسرے ملکوں کا منہ تکا کرتے تھے۔ آج وہاں کی زمین جدید طریقہ کاشت اور نئے نئے آلات کشاورزی کی بدولت نہایت زرخیز ہو گئی ہے۔ اور وہاں کے باشندے نہ صرف اپنی ضروریات کو پورا کر رہے ہیں بلکہ دوسرے ملکوں کے لئے بھی غلہ بہم پہنچا رہے ہیں اور تجارتی فوائد حاصل کر رہے ہیں۔ لیکن ہمارا ہندوستان جو زمانہ قدیم سے زراعتی ملک ہے اسی طرح لکیر کا فقیر بنا ہوا ہے۔ اور سائنس کی ایجادات سے جو بنجر زمینوں کو زرخیز بنا رہی ہیں ان کے فوائد سے آج تک محروم ہے۔

الغرض یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ہندوستان کے اصلی باشندے جن کا وطن دیہات ہے جب تک ان تمام اسکیموں اور تدابیروں سے جو کہ ان کی زندگی کو خوشگوار بنانے کا دعویٰ رکھتی ہیں مستفید اور بہرہ ور نہ ہوں گے اپنے ملک کی سیاسی زندگی میں شامل اپنے آباؤ اجداد کے حصہ لینے کے قابل بھی نہ ہوں گے۔ ہندوستان میں ایک وہ زمانہ تھا جب گاؤں کی مجلس ہی ہر طرز حکومت کا مرکز تھی۔ قدیم کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی جماعتیں جنوبی ہندوستان میں سبھا اور مہا سبھا کہلاتی تھیں اور شمالی ہندوستان میں شرتی یا گرام کے نام سے موسوم تھیں۔ لفظ پنچایت اور پنچ وغیرہ اسی قدیم زمانہ کا ترکہ ہے گاؤں کی یہ جماعتیں اپنے اختیارات کے لئے مرکزی حکومت کی دست نگر نہ تھیں بلکہ سر جارج برڈوڈ کی رائے کے مطابق مکمل طور سے موجودہ میونسپلٹیوں کا سا اختیار و اقتدار رکھتی تھیں۔ گاؤں کے لوگ عدالت، ملازمت، تعلیم کا انتظام ہی نہیں کرتے تھے بلکہ آبپاشی۔ خیرات خانہ۔ اسپتال کا بندوبست بھی بغیر کسی بیرونی مداخلت یا نمائشی دلچسپی کے خود ہی کرتے تھے۔ اور ضروری قوائد و قوانین بھی خود ہی بنا لیتے تھے۔ ترقی دیہات کی موجودہ اسکیم کا پہلا مقصد یہی ہے کہ گاؤں میں اتحاد قائم ہو اور ایسی مضبوط جماعت بنائی جائے جو کہ گاؤں کے لئے ہر حالت میں وفادار رہنما و محافظ قرار پائے۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہی قدیم جماعتیں تھیں جنھوں نے ہندوستان کی تہذیب و تمدن۔ تعلیم و تربیت کو زمانے کی گردشوں اور سلطنت کے انقلابوں سے محفوظ رکھا۔ اس وقت ہم انھیں جذبات کو ابھارنے اور ان میں جان ڈالنے کے لئے ہر چہار طرف سے جد و جہد میں مصروف ہیں جن سے زمانہ قدیم کے اہل دیہات ہر وقت سیر و آسودہ رہتے تھے تاریخ اس زمانہ کی قابل اطمینان سیاسی و اقتصادی حالت کی شہادت دیتی ہے۔

آجکل چاروں طرف اصلاح دیہات کے نقارہ کی صدا سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے کانوں میں گونج رہی ہے۔ بغیر گاؤں کی کافی ترقی کے کسی ملک کی ترقی زیادہ دن تک قائم نہیں رہ سکتی شہر والے ہر فن میں ماہر خیال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً پانی میں لاکھوں من بوجھ سے چلنے والے جہاز تیرا سکتے ہیں۔ ہوا سے باتیں کرنے والے ہوائی جہاز اڑا سکتے ہیں ڈرامہ اور ایسے ہجوم میں پرلطف شرکت ہر وقت کر سکتے ہیں سینما۔ کارنوال

یا نمائش کا انتظام بخوبی انجام دے سکتے ہیں لیکن وہ چیز جس کے سہارے تمام دنیا کی زندگی قائم ہے وہ کبھی نہیں پیدا کر سکتے اُن سے گیہوں کے کھیت کی جوتائی نہیں کرائی جا سکتی۔ چنا ربیع کی فصل میں ہوتا ہے یا خریف کی اِس کا ان کو کما حقہ علم نہیں تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ شہریوں کی زندگی دیہاتیوں کے سہارے نہیں ہے اور بغیر دیہاتیوں کے ترقی کے وہ لوگ صرف اپنی ترقی سے حقیقی ترقی پا سکیں گے کسان کتنے ہی ناخواندہ ہوں۔ کتنے ہی گنوار ہوں اور کتنے ہی کالے کلوٹے ہوں لیکن وہ ہمارے پوجنے کے قابل حقیقتاً اَن داتا ہی ہیں۔ یہ بیچارے غریب کسان ہی ہیں جو خود کسی کے محتاج نہیں ہیں بلکہ انکے ہم آپ سب محتاج ہیں۔ جب ہمارے ترادون پور میں اتناس بخوبی ہو سکتے ہیں تو کیا ضرورت ہے کہ وہ باہر سے ہندوستان میں لائے جائیں؟ ہمارا فرض تب یہ ہوا کہ

سب کی بہبود کو ہر فرد رکھے مد نظر
اور ہر فرد کی بہبود ہو لازم سب پر

تبدیلی قدرت کا قانون ہے۔ زمانہ کی رفتار سے گاؤں کی موجودہ حالت بالکل بدل گئی ہے گذشتہ زمانہ میں یہی مواضعات متمول اور آسودہ تھے اپنی جملہ ضروریات خود ہی فراہم کرتے تھے۔ اور حسب ضرورت استعمال کرتے تھے۔ دودھ گھی۔ گاؤں ہی کی ضروری اشیاء رہتی تھیں۔ ذاتی ضرورتیں دن دونی رات چوگنی نہیں ہوتی تھیں اپنے فرائض کا انجام دینا ہی سب کی پیش نظر رہتا تھا۔ نہ کہ اپنے اختیارات میں بتدریج اضافہ کراتے رہنا۔ گو کہ تعلیم کا موجودہ طرز نہ تھا لیکن شاہ اشوک نے سچا نند گیہ میں کسی کو بھی غیر تعلیم یافتہ نہیں بتلایا ہے۔

ترقی دیہات کا خاص منشا یہ ہے کہ لوگ اپنی پرانی دستکاری پھر شروع کریں۔ مگر اس زمانہ میں کامیابی کی کنجی اپرنٹس اور اقرارنامہ تھی اور صرف اسی کے ذریعہ سے ہندوستان کا تجارتی بازار یلغیں کے وقت تک مغربی و مشرقی حصہ میں خوب گرم تھا۔ یہاں تک کہ ہجّاد لوگ بھی دستکاری کے مزدوری کرگھوں کو استعمال میں رکھتے تھے۔ جس طرح ہم آج نمونے کے گاؤں ازسرنو آباد کرنے یا موجودہ گاؤں کو نمونے کے قابل بنانے میں مصروف ہیں اسی طرح ہم کو دکھنی ہندوستان کے کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ بسا اوقات نمونے کے گاؤں یا گذشتہ آباد کئے جاتے تھے۔ جنمیں مختلف جگہیں تفریح اور چراگاہ کے لئے ضرور مخصوص کر دی جاتی تھیں۔ کیونکہ اُس زمانے میں بھی مثل اس وقت کے گاؤں کی اقتصادی ترقی کا مرکز مویشی ہی تھے۔ تجارتی جماعتوں یا گاؤں کی علٰحدہ علٰحدہ مہریں اور سکّے ہوتے تھے جن سے اس زمانہ کی ترقی اور اقتصادی حالت بخوبی ظاہر ہے۔ دیہاتی بینک اپنا سرمایہ اُو سر زمین کو شاداب بنانے میں صرف کرتے تھے موجودہ اسکیم سے یہی مقصد ہے کہ لوگ اپنی مدد آپ کرنا سیکھیں جسکی ایک مثال اس زمانہ کی یہ ہے کہ موضع او ترا مسور کی سڑک کو گاؤں کی اسمبلی نے (کسی صوبہ کے نئے گاؤں کی اسمبلی نہیں) اپنے باشندگان سے زمین خرید کر اسکا انتظام گارڈن سپرویزن کمیٹی کے سپرد کرکے خود ہی تیار کر لیا تھا۔ اس زمانہ کے ایسے اور ہمارے لئے آج زندہ مثالیں ہیں۔ گاؤں کی بہتری میں رخنہ پیدا کرنے والا گرام کنٹک کہلاتا تھا اور جلا وطنی اس کی سزا تھی خلاصہ یہ ہے گذشتہ زمانہ میں لوگوں میں کافی طاقت اور سکت تھی کہ مشکلات پر غلبہ حاصل کر سکیں اور رفاہ عام کا وہ جذبہ تھا جس کو اُبھارنے کے لئے اب ایک مدت درکار ہے پھر بھی گرام سدھار کی موجودہ اسکیم کو جس کا ایک ایک جز دگذشتہ زمانہ میں بدرجہا ترقی پر تھا اور جو آپ حضرات پر بخوبی روشن ہے اصل طریقہ سے اپنا لیں صدیوں کا کام کچھ ہی عرصہ میں ہو سکتا ہے۔

اچھی کھاد کسان کا دھن ہے

محمد شفیع الدین نیّر استاد ماڈرن ہائی اسکول نئی دہلی

لید ہو یا ہوں مینگنیاں تم ان کو مت پھکواؤ
پودوں اور پیڑوں کے پتّوں کے بھی ڈھیر لگاؤ
گلی سڑی چیزیں ہوں، یا گوبر ہو، کام میں لاؤ
جتنی گندی چیزیں پاؤ۔ ان کی کھاد بناؤ
اچھی کھاد کسان کا دھن ہے بات یہ بھول نہ جاؤ

گھر سے گڑھے کھود کر ان چیزوں کو دباؤ
بیت چکیں چھ سات مہینے تب اُن کو کھدواؤ
کھاد یہ تو تیار ہے۔ اس کو کھیتوں میں پھیلاؤ
کھیتوں میں پھیلا کر اپنی پیداوار بڑھاؤ
اچھی کھاد کسان کا دھن ہے بات یہ بھول نہ جاؤ

کھاد ہی دھن دولت ہے تمھاری کھیتوں میں ڈلواؤ
ہاتھ سے اس دولت کو گنوا کر پیچھے کیوں پچھتاؤ
دیکھنے میں تو کچھ بھی نہیں یہ، پر یہ بھول نہ جاؤ
اچھی کھاد ہے جڑ کھیتی کی، اچھی کھاد بناؤ
اچھی کھاد کسان کا دھن ہے بات یہ بھول نہ جاؤ

کام ہے یہ کس طور سے آتی، اس پر دھیان لگاؤ
کیسے ہے پیداوار بڑھاتی، سوچ کے یہ بتلاؤ
سمجھو سوچو ان باتوں کو، اوروں کو سمجھاؤ
نیّر نے جو بات کہی ہے دل میں اس کو بٹھاؤ
اچھی کھاد کسان کا دھن ہے بات یہ بھول نہ جاؤ

گھریلو صنعت و حرفت

از مسٹر ایل - ایم بھاٹیہ - پی - سی - ایس - سکریٹری گاؤں
سدھار ایسوسی ایشن ، مین پوری

صرف کھیتی سے کسانوں کی غریبی کبھی دور نہیں ہوسکتی کسانوں کو خوش حال دیکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ گھریلو دستکاریوں کو پھر سے جاری کیا جائے مضمون ذیل میں اس موضوع پر غور کرنے کے لئے قارئین کو کافی مواد ملے گا۔

ادھر کچھ دنوں سے دیہاتوں میں گھریلو صنعت و حرفت کی ترقی کی طرف کافی توجہ کیجا رہی ہے ۔ محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے بھی یہ کوشش کیجا رہی ہے کہ گھریلو صنعت و حرفت کو از سر نو رائج کیا جائے اور لوگ ان میں دلچسپی لیں۔ ہمارے ملک کے کسان صرف کھیتی ہی پر قناعت کر کے اپنی مالی حالت کی کبھی اصلاح نہیں کر سکتے اسکے کئی سبب ہیں



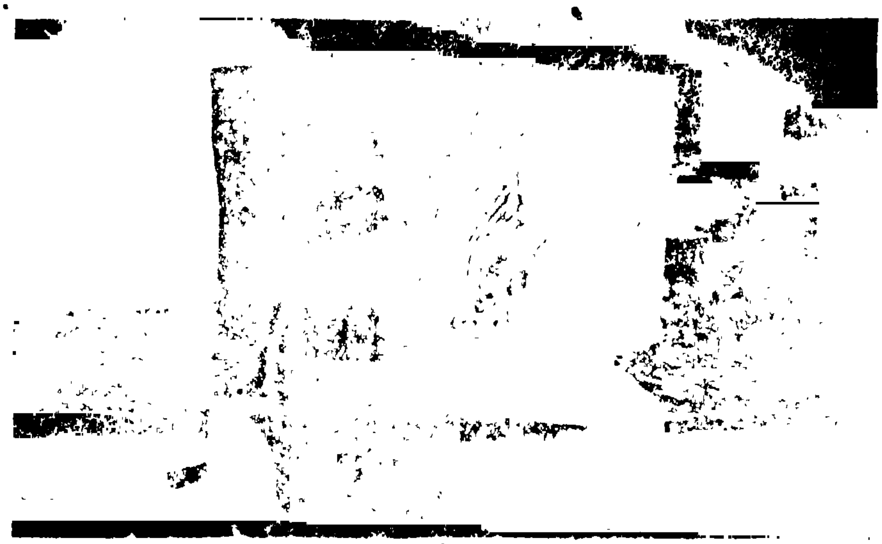
سوت کاتنا بہت پرانا گھریلو دستکاری ہے اسے از سر نو زندہ کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش ہو رہی ہے ۔ یہ تصویر ضلع مین پوری میں عورتوں کے چرخہ دنگل کی ہے ۔



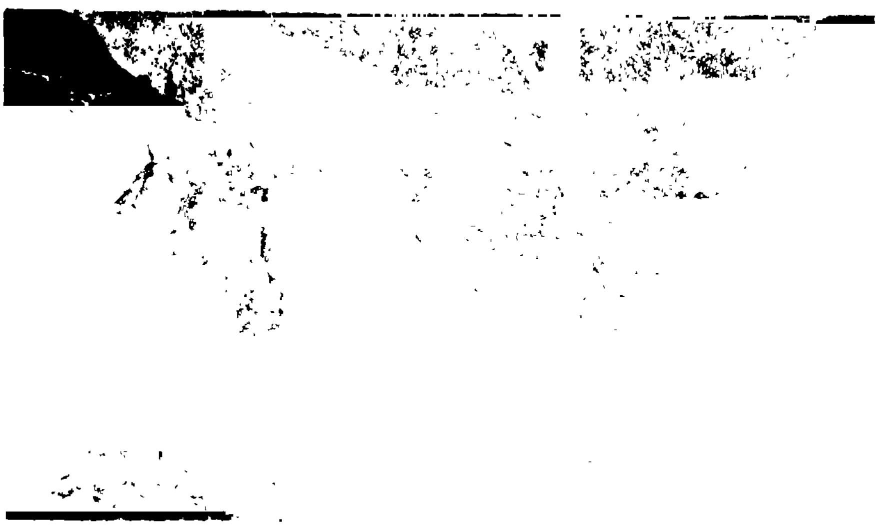
چرخے کی دستکاری کو از سر نو زندہ کرنے میں مردوں کا کم ہاتھ نہیں ہے مین پوری چرخہ دنگل کا ایک اور نظارہ

مسٹر ایل - ایم بھاٹیہ - پی - سی - ایس

ہمارے ملک کی آبادی برابر بڑھتی جارہی ہے زرخیز زمین کا زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جارہا ہے ساتھ ہی ایسے لوگوں کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے جو صرف کھیتی ہی پر قناعت کرتے ہیں اس کے علاوہ کھیتوں کے برابر ٹکڑے ہوتے جاتے ہیں اس سے یہ واضح ہے کہ ایسی حالت میں کسانوں کے لئے خوشحالی کے ساتھ زندگی گزارنا تو دور میری کے ساتھ شکم پروری کرنا بھی مشکل ہوگیا ہے نتیجہ ظاہر ہے ۔ چاروں طرف غریبی کا تسلط بڑھتا جا رہا ہے کسان افلاس کے دلدل سے نکلنے کی جتنی ہی کوشش کرتا ہے اتنا ہی وہ اُس میں اور پھنستا جاتا ہے ۔ اس میں شبہ نہیں کہ زراعت کے پُرانے طریقوں کی اصلاح کی کافی کوشش کی جا رہی ہے ۔ پھر بھی خواہ کتنے ہی سائنٹفک طریقوں پر کھیتی کیوں نہ کی جائے اور کتنی ہی زیادہ محنت کیوں نہ کی جائے صرف کھیتی کے ذریعے کسان کی مالی حالت کی اصلاح کی توقع کرنا فضول ہے مشکل یہ ہے کہ بہت سی مشکلوں کے باعث اور ملک کی غریبی کی وجہ سے ہمارے ملک میں نئے طریقے سے وسیع پیمانے پر کھیتی کرنا مستقبل قریب میں آسان نہیں نظر آتا۔ اسلئے اُن باتوں کی طرف توجہ کرنے کی سخت ضرورت



جونپور کا ایک پُرانا کولھو۔



جونپور کا ایک نیا کولھو۔



لکڑی کے کھلونے جو گاؤں میں بیٹھکر بنائے جاسکتے ہیں

ہے جن سے کسان کو کچھ بالائی آمدنی ہوسکے۔ زرعی قانون کے بدل جانے سے اور کوآپریٹو سوسائٹیوں کے اچھا کام کرنے پر بھی کسان کی مشکلوں کے کم ہونے کی کوئی خاص اُمید نہیں ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کی تدبیر کیا ہے؟

اسکا صحیح جواب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کی حتی المقدور کوشش کی جائے کہ دیہات میں جو پرانی گھریلو صنعت و حرفت جواب قریب بالکل مٹی جارہی ہیں اُنھیں پھر سے جاری کیا جائے اور انکی اہمیت و ضرورت کی طرف لوگوں کی خاص توجہ دلائی جائے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ نئی صنعت و حرفت میں بھی جاری کیجائیں اور ان کو مقبول عام بنانے کی کوشش کی جائے۔ اس میں شبہ نہیں کہ پرانے زمانے میں ہمارے دیہات میں ایسی بہت سی صنعتیں ہوتی تھیں جن کے ذریعے دیہاتی باشندے صرف اپنی ہی ضروریات نہیں پوری کرتے تھے بلکہ باہروالوں کی ضرورتیں بھی پوری کرتے تھے اس لئے اب اس کی ضرورت ہے کہ یہ سبھی صنعتیں از سرنو جاری کیجائیں۔ مہاتما گاندھی نے انکی اہمیت بخوبی سمجھ لی تھی۔ اس لئے وہ اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ گاؤں گاؤں میں کتائی بنائی کا پرچار ہو۔ اس میں شبہ نہیں کہ کھادی تیار کرنے سے دیہات کے باشندے جہاں اپنے لئے کپڑا تیار کریں گے وہاں کھادی بجکر وہ چار پیسے بھی بچاسکیں گے اس طرح دیہاتی اپنے اوقات فرصت کا بہترین استعمال کرسکتے ہیں۔ میرے خیال میں ایسی گھریلو صنعتوں اور اعلیٰ پیمانے پر ملوں کی صنعتوں میں نہ تو کوئی مقابلہ ہے اور نہ ہونا چاہئے۔ ہمارے ملک میں ابھی ان دونوں کے لئے کافی ترقی کا میدان ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے لئے معاون ہیں نہ کہ مخالف۔ کھدر بنانا گھریلو صنعتوں میں سے صرف ایک صنعت ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی ایسی صنعتیں ہیں جو جگہ بہ جگہ رائج کی جاسکتی ہیں۔ اس ضلع کے گاؤں سدھار مرکز والا میں لوگوں کو کئی قسم کی چیزیں بنانے کے لئے ترغیب دی جارہی ہے۔ چمڑے کی چیزیں بنانے کے کام میں کافی کامیابی حاصل ہوئی ہے ایک مرکز میں اچھی چپلیں، پیٹیاں وغیرہ تیار ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے مرکز میں موٹے اونی کمبل بھی اچھے بنتے ہیں۔ کچھ مرکزوں میں اچھی دریاں



موضع بیدان (ضلع متھرا) کے دیہاتی صنعت گھر میں بنائی ہو رہی ہے

بن جاتی ہیں اور چھپائی و رنگائی کا بھی اچھا کام ہوتا ہے۔ یہ سب صنعتیں ابھی حال ہی میں شروع کی گئی ہیں۔ انھیں ترقی کرنے کا پورا موقع نہیں ملا ہے لیکن ان باتوں سے کم از کم یہ پتہ تو ضرور لگے گا ایسی صنعتوں کے لئے میدان کتنا وسیع ہے اور ان صنعتوں میں کتنی ترقی کی گنجائش ہے۔ قریب قریب ہر ضلع ایسی کچھ مفید صنعتیں جاری کر سکتا ہے۔

لیکن دوسرا سوال یہ ہے کہ ان صنعتوں کی ترقی کیونکر ہو؟ ابھی تک سرکاری طور پر ان باتوں پر کافی غور نہیں کیا گیا ہے بغیر اس کے اس میدان میں کامیابی حاصل ہونا کچھ مشکل چیز ضرور معلوم ہوتی ہے۔

جگہ جگہ گورنمنٹ کی طرف سے جگہ جگہ پر اسٹور ضرور کھل گئے ہیں اور یہاں ادھر تھوڑا بہت کچھ کام بھی ہونے لگا ہے لیکن اب تک جو کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ بہت زیادہ اطمینان بخش نہیں کہی جا سکتی۔ اسٹور کھل گئے ہیں لیکن ان کے لئے کافی سامان نہیں ملتا اور ابھی ہے اس کے فروخت کرنے کا کوئی اچھا سب انتظام نہیں ہے مین پوری میں۔ اور میرا خیال ہے کہ یہ بات دیگر مقامات کے لئے بھی صحیح ہوگی۔ اس قسم کی کافی مشکلات ہیں اگر یہ سبھی دقتیں دور ہو جائیں تو اس میں شبہ نہیں کہ یہ کافی مفید ہو سکتے ہیں ان اسٹوروں میں سیکڑوں قسم کی چیزیں آ سکتی ہیں۔ اگر ان سب چیزوں کے تیار ہونے اور فروخت ہونے کا انتظام ہو سکے تو بلاشبہ افلاس سے زوردار لڑائی لڑی جا سکتی ہے اس کام کے لئے پروپیگنڈے اور عمل کی ضرورت ہے ان گھریلو صنعت و حرفت کی پوری ترقی ہو جانے پر یقیناً دیہات کی بیکاری اور غریبی دور ہو جائیگی۔

خانگی باتیں

نازک اور باریک کپڑے کو کاشنت سے پہلے قینچی کو ایک منٹ کے لئے کھولتے ہوئے پانی میں رکھیں اس سے صاف وسیدھا کنارہ مل سکے گا۔

× × ×

گرمی کے موسم میں مکھیاں ناک میں دم کر دیتی ہیں یہاں تک کہ کھانا پینا دشوار ہو جاتا ہے لیکن اگر کمرے میں کسی جگہ پودینہ لٹکا دیا جائے تو مکھیاں کمرے کے قریب نہ آئینگی۔

× × ×

کپڑے میں لونگ باندھکر رکھ دی جائے تو بھی مکھیاں نظر نہ آئینگی کیونکہ مکھیاں لونگوں کی خوشبو سے دور بھاگتی ہیں۔

× × ×

کافور کے ٹکڑے چاندی کے سامان کے ساتھ رکھنے سے چاندی کو زنگ نہ لگے گا۔

× × ×

سلک یا اونی کپڑے پر امونیا کے داغ پڑ جائیں تو انھیں فوراً سرکے یا لیموں کے رس میں بھگو کر دھو لینا چاہئے۔

× × ×

چاندی کے برتن پر داغ پڑ گیا ہو تو اسے اس پانی میں دھوئیں جس میں آلو ابالے گئے ہوں۔

× × ×

پھولوں کو زیادہ دیر تک تازہ رکھنا ہو تو گلدان کے پانی میں سفید صابن کے چھوٹے ٹکڑے ڈال دیجئے

× × ×

مشین کی سوئی کند ہو جائے تو اسکو چینی کے برتن کے ٹوٹے ہوئے کنارے پر رگڑیں سوئی از سر نو تیز ہو جائے گی۔

× × ×

جو لیموں بہت دنوں تک پڑے رہنے سے سوکھ جاتے ہیں اگر دو گھنٹے تک گرم پانی میں چھوڑ دئے جائیں تو ہو جائینگے اور پورا رس بھی نکلیگا۔ لیکن پانی ابلتا ہوا نہ ہونا چاہئے۔ استعمال کرنے سے پہلے لیموں کو ٹھنڈا کر لیں

کھاد کے طور پر شیرے اور پریس مڈ کا استعمال

(از جناب مسٹر اکرام اللہ خاں بی۔ ایس۔ سی (اے جی) اسسٹنٹ انسپکٹر محکمہ زراعت یو۔ پی لکھنؤ)

گنے کی فصل میں شیرے کا استعمال

شکر سازی کے کارخانوں میں شیرہ بہت زیادہ مقدار میں بچ رہتا ہے اور اس کا کوئی استعمال نہ ہونے کی وجہ سے پھینک دیا جاتا ہے۔ شکر سازی کی اس بائی پروڈکٹ کو ضائع ہوتے ہوئے دیکھ کر اپنے صوبہ کے محکمہ زراعت نے ۱۹۳۴ء سے اس کی کوشش کی کہ تجربات کے ذریعہ یہ بات معلوم کی جائے کہ اس کا استعمال بطور کھاد کے کس حد تک ممکن ہے۔ سرکاری شکر تجرباتی فارم شاہجہانپور میں شیرے کا گنے کی فصل میں بطور کھاد استعمال کیا گیا اور نیچے لکھے ہوئے نتیجے ظاہر ہوئے۔

نقشہ نمبر ۱

تعداد شیرہ	پیداوار فی ایکڑ منوں میں: ۱۹۳۳-۳۴ء گنا کوئمبٹور نمبر ۳۰۰	۱۹۳۵-۳۶ء گنا کوئمبٹور نمبر ۳۰۰	۱۹۳۶-۳۷ء گنا کوئمبٹور نمبر ۳۰۰	۱۹۳۷-۳۸ء گنا کوئمبٹور نمبر ۲۹۰	۱۹۳۸-۳۹ء گنا کوئمبٹور نمبر ۴۲۱	کنٹرول کے مقابلہ میں کتنی زیادہ پیداوار ہوئی۔
۱۔ کنٹرول (بغیر شیرے کا ٹکڑہ)	۶۰۱٫۵۰	۵۲۳٫۶۲	۳۷۳٫۰۰	۵۲۷٫۴۶	۷۹۸٫۰۶	
۲۔ شیرہ ۹۰ من فی ایکڑ	۹۵۳٫۱۲	۹۳۱٫۱۲	۳۰۳٫۱۰	۵۵۹٫۴۴	·	۴۰٫۹۰
۳ ،، ۱۸۰ ،،	۷۷۹٫۵۰	۹۹۳٫۱۴	۴۴۳٫۰۹	۶۰۳٫۵۵	·	۱۵۳٫۷۲
۴ ،، ۲۷۰ ،،	۸۱۴٫۰۶	۷۴۰٫۶۲	۴۵۱٫۱۰	۹۲۰٫۵۵	·	۱۵۳٫۲۹
۵ ،، ۶۱۶٫۲۹ من فی ایکڑ (یعنی ۱۰۰ پونڈ نائٹروجن فی ایکڑ)	·		·	·	۹۸۳٫۷۹	۲۱۷٫۰۴

اوپر لکھی ہوئی اعداد سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ گنے کی فصل میں شیرہ کا استعمال پیداوار کو فی صورت بڑھاتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ شیرہ کو گنے کی بوائی سے کم از کم دو مہینہ پہلے کھیت میں ڈال دیا جائے تاکہ گنے کے بڑھاؤ پر شیرے کا خراب اثر نہ پڑے۔ سرکاری شکر تجرباتی فارم مظفر نگر میں پہلے سال بوئے ہوئے گنے اور پیڑی کی فصل پر شیرے کے استعمال کا اثر نیچے لکھا جاتا ہے۔

سال تجربہ	پچھلی فصل	نیا بویا ہوا گنا: کنٹرول یعنی بغیر شیرہ ڈالے ہوئے ٹکڑوں کی پیداوار	نیا بویا ہوا گنا: ۲۰۰ من فی ایکڑ شیرہ ڈالنے سے پیداوار کتنی بڑھی	سال تجربہ	گنے کی پیڑی: کنٹرول یعنی بغیر شیرہ ڈالے ہوئے ٹکڑوں کی پیداوار	گنے کی پیڑی: ۱۴۳ من فی ایکڑ شیرہ ڈالنے سے پیداوار کتنی بڑھی	کیفیت
۱۹۳۵-۳۶ء	سنئی کی کھاد	۵۹۵ من	۱۸ من	۱۹۳۶-۳۷ء	۱۱۰ من	۲۳۳ من	
	کپاس	۹۲۴ ،،	۶۵ ،،	۱۹۳۶-۳۷ء	۶۷۲ ،،	۲۱۰ ،،	
۱۹۳۶-۳۷ء	سنئی کی کھاد	۱۲۵۵ ،،	۶۷ ،،	۱۹۳۷-۳۸ء	۶۸۵ ،،	۲۱۸ ،،	
	کپاس	۱۱۱۹ ،،	۱۳۳ ،،	،،	۲۸۶ ،،	۲۹۱ ،،	

نئے گنے میں شیرہ بوائی کے دو مہینہ پہلے ڈالا جاتا تھا۔ مگر جس گنے کے کھیت کو بطور پیڑی کے آئندہ سال استعمال کرنا تھا۔ اس میں جنوری کے مہینہ میں آخری آبپاشی کے ساتھ شیرہ ڈالا گیا تھا۔ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیڑی کے لئے شیرے کا استعمال نئے گنے کے مقابلہ میں زیادہ فائدہ مند ہے۔

سرکاری شکر تجرباتی فارم شاہجہانپور
(Government Sugar Cane Research station, Shahjahanpur)

سے ایک۔ اور تجربہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیرے کا استعمال اسی حالت میں اور کھادوں کے مقابلہ میں کم خرچ ثابت ہو سکتا ہے۔ جبکہ شیرے کی قیمت ایک آنہ فی من سے زیادہ نہ ہو اور شیرے کا گاڑی کے ذریعہ سے ڈھونے کا کرایہ ڈیڑھ آنہ من سے زیادہ نہ پڑے۔ اگر شیرے کی قیمت ایک آنہ [illegible] سے زیادہ ہو تو شیرہ کا استعمال کسان کے لئے مہنگا پڑے گا اور ایسی حالت میں منڈی کی کھلی، گوبر کی کھاد، امونیم سلفیٹ یا ہری کھاد کا استعمال ہی ٹھیک ہوگا۔

اگر شیرے کی قیمت ایک آنہ فی من رکھی جائے اور گنے کی قیمت سات آنہ چھ پائی فی من ہو تو گنے کی فصل میں ۵۰ من فی ایکڑ شیرہ ڈالنے پر کنٹرول کے مقابلہ میں گنے کی قیمت مبلغ چھ روپیہ دس آنہ زیادہ وصول ہوتی ہے۔ ۱۰۰ من فی ایکڑ شیرہ ڈالنے پر کنٹرول کے مقابلہ میں گنے کی قیمت مبلغ بیس روپیہ گیارہ آنہ وصول ہوتی ہے اور ۲۰۰ من فی ایکڑ شیرہ ڈالنے پر مبلغ چوبیس روپیہ پانچ آنہ وصول ہوتی ہے۔ ۴۰۰ من فی ایکڑ شیرہ ڈالنے پر کنٹرول کے مقابلہ میں مبلغ پندرہ روپیہ پندرہ آنہ کا نقصان ہوتا ہے۔

دھان کی فصل میں شیرہ کا استعمال

دھان کے سرکاری تجرباتی فارم نگینہ میں شیرہ کا استعمال دھان کی فصل میں تین سال یعنی ۳۷-۱۹۳۶ء سے ۳۹-۱۹۳۸ء تک کر کے دیکھا گیا۔ جتے ہوئے کھیت میں دھان کی بیاوڑ (بیرن) لگانے سے دو مہینہ پہلے شیرہ سو من فی ایکڑ کی مقدار میں ڈالا گیا اور کنٹرول کے مقابلہ میں مبلغ دس روپیہ چھ آنہ فائدہ ہوا۔

اس کے مقابلہ میں شیرے کا ۲۰۰ من فی ایکڑ کے حساب سے استعمال بیٹر لگانے سے دو مہینہ پیشتر پودوں کے لئے مضر ثابت ہوا اور بجائے فائدہ کے دو روپیہ ایک آنہ فی ایکڑ نقصان ہوا۔

اس تجربہ سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ دھان میں شیرے کا سو من فی ایکڑ استعمال بیٹر لگانے سے دو مہینہ پیشتر مفید ثابت ہوا۔ اس سے زیادہ مقدار پودوں کی نشوونما کے لئے نقصان دہ ثابت ہوئی۔ دھان کے کھیتوں میں شیرے کا استعمال اسی حالت میں کارآمد ہو سکتا ہے جبکہ پلیوہ کے لئے کافی پانی مل سکے تاکہ ایک پلیوہ شیرہ چھڑکنے کے بعد کیا جائے اور دوسرا پلیوہ بیٹر لگانے سے پہلے اور شیرے کی قیمت اور ڈھلائی کا خرچہ مل کر تین آنہ فی من سے زیادہ نہ ہو۔

شکر سازی کے کارخانوں کی ”پریس مڈ“ کا استعمال گنے کی فصل میں

سرکاری نیشکر تجرباتی فارم شاہجہانپور میں ۴۰-۱۹۳۹ء میں ”پریس مڈ“ امونیم سلفیٹ منڈی کی کھلی۔ محکمہ زراعت کا کمپوسٹ نمبر ۲ گھورے کی کھاد کمپوسٹ کی کھاد اور شیرہ کا مقابلہ بغیر کھاد دئے ہوئے ٹکڑے (کنٹرول) سے کیا گیا اور نیچے لکھے ہوئے نتائج برآمد ہوئے۔

نام کھاد	مقدار کھاد ۱۰۰ پونڈ نائٹروجن فی ایکڑ کے حساب سے من میں	پیداوار گنا من میں	کنٹرول کے مقابلہ میں فرق	فرق (کمی یا زیادتی) کی قیمت بشرح ۷ر من روپیوں میں	کھاد کا کل خرچہ روپیوں میں	کھاد ڈالنے سے فائدہ یا نقصان روپیوں میں
۱۔ کنٹرول (بغیر کھاد کا ٹکڑہ)	۰	۷۶۸٫۰۶	۰	۰		۰
۲۔ امونیم سلفیٹ بشرح پانچ روپیہ من	۵٫۹ من	۹۰۱٫۱۴	۱۳۳٫۰۸	۵۸٫۲ روپیہ	۳۲٫۸	۲۵٫۴ روپیہ
۳۔ انڈی کی کھلی بشرح ۱½ روپیہ من	۲۵٫۹۱ ″	۹۲۷٫۷۶	۱۵۹٫۷۰	۶۹٫۹ ″	۴۲٫۴	۲۷٫۵ ″
۴۔ محکمہ زراعت کا کمپوسٹ نمبر ۲ بشرح ۲½ روپیہ من	۱۸٫۹۳ ″	۹۵۸٫۱۷	۱۹۰٫۱۱	۸۳٫۲	۴۹٫۸	۳۳٫۴ ″
۵۔ گھورے کی کھاد بشرح ایک روپیہ گاڑی (۲۰ من)	۲۷۰ ″	۸۳۲٫۷	۶۴٫۶۴	۲۸٫۳	۱۶٫۰	۱۲٫۳ ″
۶۔ کمپوسٹ کی کھاد بشرح ایک روپیہ ۲ آنہ گاڑی (۱۰ من)	۲۰۸٫۱۲ ″	۸۷۸٫۳۳	۱۱۰٫۲۷	۴۸٫۲	۱۸٫۲	۳۰ ″
۷۔ پریس مڈ بشرح چار آنہ من	۱۳۶٫۹۳ ″	۸۷۸٫۳۳	۱۱۰٫۲۷	۴۸٫۲	۵۲٫۲	۴ ″
۸۔ شیرہ بشرح چار آنہ من	۶۱۶٫۷۸ ″	۹۸۴٫۷۹	۲۱۶٫۷۳	۹۴٫۸	۲۱۱٫۷	۱۱۶٫۹ ″

اس تجربہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ ”پریس مڈ“ کا استعمال گنے کی کاشت کے خرچہ کو بہت بڑھاتا ہے۔ اور اس لئے کسان کو اس کے استعمال کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے۔ اگر دو آنہ من کے حساب سے کارخانہ سے مل سکے تو یہ کھاد کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔

سرکاری تجرباتی فارم کان پور میں بھی شیرہ ڈالنے کا تجربہ گنا نمبر ۳۲ کی فصل میں کیا گیا اور نیچے لکھے ہوئے نتائج برآمد ہوئے جو کہ امید افزا نہیں تھے۔

تجربہ سال	قسم کھاد	پیداوار فی ایکڑ منوں میں	کھاد ڈالنے کا کل خرچ	کل آمدنی جو کھاد ڈالنے سے حاصل ہوئی	فائدہ	کنٹرول (بغیر کھاد پڑے ہوئے ٹکڑے) کے مقابلہ میں فائدہ یا نقصان
۱۹۳۲-۳۳ء	۱۔ شیرہ ۶ ٹن فی ایکڑ بونے سے دو ماہ پہلے ڈالا گیا	۹۰۳	۶۴	۲۸۲	۲۰۸	۲۶ فیصدی نقصان
	۲۔ شیرہ ۱۲ ٹن فی ایکڑ بونے سے دو ماہ پہلے ڈالا گیا	۹۰۹	۱۳۴	۲۸۴	۱۵۰	۴۷ ، ،
	۳۔ کنٹرول یعنی بغیر شیرے کا ٹکڑہ	۹۰۶	۰	۲۸۳	۲۸۳	—
	۱۔ شیرہ ۶ ٹن فی ایکڑ بونے سے دو ماہ بعد ڈالا گیا	۸۷۳	۶۴	۲۷۳	۱۹۹	۲۹ فیصدی نقصان
	۲۔ شیرہ ۱۲ ، ، ، ،	۷۲۸	۱۳۴	۲۵۹	۱۲۵	۵۵ ، ،
	۳۔ کنٹرول یعنی بغیر شیرے کا ٹکڑہ۔	۹۰۰	۰	۲۹۱	۲۹۱	—
۱۹۳۳-۳۴ء	۱۔ شیرہ ۶ ٹن فی ایکڑ بونے سے دو ماہ پہلے ڈالا گیا	۵۶۰	۶۴	۱۶۵	۱۰۱	۴۶ فیصدی نقصان
	۲۔ شیرہ ۱۲ ، ، ، ،	۵۷۲	۱۳۴	۱۰۹	۴۵	۷۶ ، ،
	۳۔ کنٹرول یعنی بغیر شیرے کا ٹکڑہ۔	۶۰۰	۰	۱۸۸	۱۸۸	—
	۱۔ شیرہ ۶ ٹن فی ایکڑ بونے سے دو ماہ بعد ڈالا گیا۔	۸۲۵	۶۴	۲۵۸	۱۹۴	۳۹ فیصدی نقصان
	۲۔ شیرہ ۱۲ ، ، ، ،	۷۰۳	۱۳۴	۲۲۰	۸۶	۷۱ ، ،
	۳۔ کنٹرول یعنی بغیر شیرہ پڑا ہوا ٹکڑہ	۹۶۷	۰	۳۰۲	۳۰۲	—

۱۔ نتیجہ۔ تجرباتی فارم شاہجہانپور کے نتائج سے معلوم ہوتا ہے کہ گنے کی فصل میں شیرے کے استعمال سے اسی حالت میں مالی فائدہ ہو سکتا ہے جبکہ شیرے کی قیمت ایک آنہ من سے زیادہ نہ ہو۔ اگرچہ سرکاری تجرباتی فارم کان پور کے نتائج یہ ظاہر کرتے ہیں کہ شیرے کا استعمال گنے کی فصل میں مفید نہیں ہے۔

۲۔ بہ نسبت پہلی سال کے گنے کے پیڑی کی فصل میں شیرے کا استعمال کارآمد ہے۔ اگر شیرے کی قیمت ایک آنہ من سے تجاوز نہ کرے۔

۳۔ "پریس مڈ" کی کھاد کے متعلق ابھی کوئی رائے نہیں قائم کیجا سکتی۔

آموں کی صوبجاتی نمائش

یوپی فروٹ ڈیولپمنٹ بورڈ کی جانب سے لکھنؤ میں ۲۰ جولائی ۱۹۴۱ء سے ۲۲ جولائی ۱۹۴۱ء تک آموں کی ایک نمائش ہوگی اس نمائش میں اس صوبے کے زراعت اور دیگر محکمے امداد دینگے۔ پھلوں کے پیدا کرنے اور فروخت کرنے کی صنعت کو ترقی دینے کے لئے موقع بموقعہ پھلوں کی نمائش کرنا ضروری ہے اور ایسی نمائشیں کرنا بورڈ کا خاص کام ہے۔ آم اس صوبے کا خاص پھل ہے۔ اسلئے باغبانی کے پروگرام میں اسے خاص جگہ دینا ضروری ہے اس خیال سے اس سال بہت بڑے پیمانے پر آم کی نمائش منعقد کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے ہز ایکسیلنسی گورنر صاحب یوپی نے ازراہ کرم اس نمائش کی سرپرستی فرمانا منظور کر لیا ہے۔ معمولی کسانوں کو پھل لگانے کے لئے راغب کرنے کے خیال سے نمائش میں کسانوں اور گاؤں والوں کے ذریعے بھیجے جانے والے پھلوں کی نمائش کے لئے ایک فاضل شعبہ کا انتظام ہوگا۔ توقع کیجاتی ہے کہ اس صوبے کے ایسے لوگ جو باغبانی کرتے یا ذخیرے قائم کرتے ہیں اس نمائش کو کامیاب بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں نمائش کے لئے چیزیں بھیجینگے۔ دوسرے صوبوں کے باشندوں سے تعاون کے لئے درخواست کی جا رہی ہے۔ اس نمائش میں آنیوالے بہترین پھلوں کے لئے انعامات بھی دیئے جائینگے۔

زمیندار کواپریٹو سوسائٹیز کی مدد کس طرح کر سکتے ہیں

از جناب سید حسن رضا صاحب وائس چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ اناؤ

کسانوں سے صرف قرض کا بھاری بوجھ اتارنے کا ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ممبر بنیں۔ اس کام میں زمیندار بھی مدد دے سکتے ہیں یہی بات مضمون ذیل میں فاضل مضمون نگار نے بڑی خوبی سے سمجھائی ہے۔



مسٹر سید حسن رضا

رائل ایگریکلچر کمیشن کی رپورٹ ہے کہ ہندوستانی کاشتکار مقروض پیدا ہوتا ہے عمر بھر مقروض رہتا ہے اور قرض کا بار آئندہ نسلوں پر چھوڑ کر دنیا کو خیر باد کہتا ہے اس صورت سے ہندوستانی کاشتکار کا قرض روز بروز بڑھتا چلا جا رہا ہے اور پراونشل بینکنگ انکوائری کمیٹی کا بیان ہے کہ ہندوستانی کاشتکار کا قرض نو سو کروڑ سے بھی زیادہ ہے جو روز افزوں ترقی کر رہا ہے اور تقریباً ۹۰ سے ۹۵ فیصدی کاشتکار مقروض ہیں اس قرض کی ایک وجہ نہیں بلکہ متعدد اسباب بیان کئے جاتے ہیں اور یہ اسباب نتائج سے اس طرح متعلق ہیں کہ بتایا نہیں جا سکتا کہ نتیجہ سبب کی وجہ سے ہے یا سبب نتیجہ کی وجہ سے ہے۔

سب سے بڑا سبب ہندوستانی کاشتکار کے مقروض ہونے کا یہ ہے کہ زراعت نے ہندوستان میں ایسی صورت اختیار کر لی ہے کہ اس سے کسی کو کوئی خاص فائدہ نہیں ہو سکتا۔ فرسودہ طریقہ کاشت موجودہ زمانہ کی ایجادات کی برکتوں سے ناواقفیت، آبپاشی کے مدد انتظام کا فقدان ایسی چیزیں ہیں جس سے کاشتکاری کی حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ اگر ہم مغربی ممالک کی ایک ایکڑ زمین کی کاشت سے ہندوستان کی ایک ایکڑ زمین کی کاشت کا مقابلہ کریں تو ہمیں پتہ چلیگا کہ مغربی ممالک خصوصاً امریکہ کی پیداوار ہندوستان کی پیداوار سے دوگنی اور تگنی ہے جس کی وجہ ہندوستانیوں کی اصول کاشت سے عدم واقفیت ہے۔ اس کے علاوہ زمین کے ذرا ذرا سے ٹکڑوں کے لئے مقدمہ بازی اور کاشتکار کی ناعاقبت اندیشی سے ان کی قسمت کا چاند گہناتا جا رہا ہے۔ سب سے زیادہ قرض کی ضرورت اور مہاجنوں کے ظالمانہ رویوں نے ہندوستانی کاشتکاروں کو زندہ درگور کر دیا۔ ہندوستانی ساہوکار اور مہاجن شائیلاک کی طرح ظاہری صورت میں تو ظالم نہیں کہے جا سکتے لیکن ان کا ظلم اگر بنظر غور دیکھا جائے تو شائیلاک سے کہیں زیادہ ہے۔

کاشتکاری ایک ایسا پیشہ ہے جس میں ہر ملک میں قرض کی ضرورت پڑا کرتی ہے جس میں ہندوستانیوں کی تخصیص نہیں کی جا سکتی کیونکہ کاشتکاروں کی آمدنی صرف فصل کی تیاری پر ہی منحصر ہے۔ اسکے علاوہ سال کے زیادہ حصہ میں ان کو قرض کی رقم پر زندگی گزارنا ہوتی ہے۔ ہندوستان میں بینک وغیرہ کی شہروں میں بہت کمی ہے تو دیہات کا ذکر ہی بیکار ہے اس لئے کاشتکاروں کو مجبوراً مہاجن کے گھر جانا پڑتا ہے اور ایک دفعہ بھی مہاجن کے آہنی پنجے سے آ جانے کے بعد غریب کاشتکار کو موت سے قبل نجات حاصل کرنی مشکل ہو جاتی ہے۔ دیہات میں تعلیم کی کمی نے مہاجن کو کاشتکاروں کا خون چوسنے میں اور مدد دی۔ مہاجن ہمیشہ اس کو قرض لینے کی اور وکیل مقدمہ لڑانے کی دعوت دے کر اس کی گاڑھی کمائی کو پانی کی طرح بہانے پر مجبور کرتے ہیں۔ ہندوستان کی اگر معدنی اور زراعتی پیداوار کو دیکھا جائے تو کوئی ملک بھی اس کے مقابلہ میں شاید مل سکے۔ لیکن سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ جتنی چیزیں ہیں وہ بے ترتیب اور کسی چیز کا بھی ٹھیک مصرف ہم کو نہیں معلوم۔ قدرت کے فیاض ہاتھوں نے ہندوستان کی سرزمین میں جو کیمیائی تاثیر بخشی ہے اس سے ہم نے کبھی ٹھیک فائدہ نہیں اٹھایا۔ ہندوستان کی زمین کا ۲۳ فیصدی جنگلات کی دولت سے مالا مال ہے لیکن ہم جب استعمال کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ صرف ½ پیداوار کام میں لائی جا رہی ہے اور بقیہ پیداوار بالکل بیکار ہے۔

دوسری چیز جو خدا نے ہندوستانیوں کو بخشی ہے وہ اس کی آبادی اور ہر قسم کے کام کرنے والے آدمیوں کی کثرت۔ لیکن ہندوستانی مزدور مغربی ممالک کے مزدوروں سے کئی گنا کام کرتا ہے مگر ہندوستانی مزدور دنیا بھر کے مزدوروں سے زیادہ کمزور، بیمار جاہل اور بیکار رہتا ہے محض اس لئے کہ وہ قدرت کی دی ہوئی طاقتوں کو کبھی بھی ٹھیک طریقہ سے استعمال نہیں کرتا۔

سرمایہ جس کی ضرورت ہر کام میں پڑا کرتی ہے ہندوستان میں بہت بری طرح سے برباد کیا جا رہا ہے حالانکہ ۸۵ فیصدی ایسے لوگ بھی ہیں جن کو ایک وقت کا کھانا بھی ٹھیک سے نصیب نہیں ہوتا۔ ہم مستقبل کی ضروریات کو حال کی حاجتوں پر ترجیح دینے کو کنجوسی سے تعبیر کرتے ہیں ہم اپنے سرمائے کا ٹھیک استعمال کرنے والوں کو بہت بری نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہم کو پونجی یعنی بچائی رقم کا استعمال ہی نہیں معلوم کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اب بھی آدھے سے زیادہ آدمی اپنے سرمائے کو کسی تجارت میں لگانے کے بجائے زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔

ہندوستانی کاشتکاروں کی اس ناگفتہ بہ

حالت کو دیکھکر گورنمنٹ برطانیہ نے بھی ان کی مدد کی بہت سی اسکیمیں بنائیں لیکن ان میں سے بہتوں کو ناکامیابی ہوئی آخر گورنمنٹ مدراس نے سر فیڈرک نکلسن سے کاشتکاروں کی اس بُری حالت کو سنبھالنے کیلئے رپورٹ مرتب کرنے کو کہا اور نکلسن نے ہندوستان کے اندر کوآپریٹیو سوسائٹیوں کے قائم کئے جانے پر بہت زیادہ زور دیا اور اس طرح ۱۹۰۴ء میں کوآپریٹیو سوسائٹیز کریڈٹ ایکٹ پاس ہوا۔

اگر ہم کوآپریٹیو سوسائٹیز کی ابتدائی تاریخ دیکھیں تو ہمیں پتہ چلیگا کہ یہ اہل جرمن کی ایجاد ہے جن کا خاص مقصد کاشتکاروں اور پیشہ وروں کو مالی امداد پہنچانا ہے اور اس کا کام سرمایہ داری کے خلاف محاذ قائم کرنا ہے اور ہندوستان کی کوآپریٹیو سوسائٹیاں بھی کم و بیش انھیں اصولوں پر قائم کی گئی ہیں اور اس طرح ہندوستان میں یا ریاستوں کو ملاکر ایک لاکھ سے زیادہ اس قسم کی سوسائٹیاں ہیں جس میں ۸۰ کروڑ سے زیادہ روپیہ موجود ہے اور ممبروں کی تعداد تقریباً چالیس لاکھ ہے اور اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کے اندر جماعتیں ابھی تک کتنی محدود ہیں جس کی خاص وجہ یہ ہے کہ کاشتکار تعاون اور اتحاد کی برکتوں سے محروم ہیں۔ وہ ان جماعتوں کو خالص گورنمنٹ کی جماعت سمجھتے ہیں جسکا خاص سبب جہالت ہے۔ ہندوستان کی جہالت ہر عمدہ کام میں مانع رہی ہے اور ان جماعتوں کو بھی اگر ہندوستانیوں نے بیجا معنی پہنائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

سب سے بڑی بات جو ان سوسائٹیز کی ترقی کے راستہ میں حارج ہوتی ہے وہ سرمائے کی کمی ہے۔ کاشتکاروں نے ابھی تک کفایت شعاری نہیں سیکھی حالانکہ وہ موت کے گھاٹ اترا چاہتے ہیں ہندوستانی کاشتکار سال بھر بھوکا رہیگا ہندوستانی کاشتکار جو جاڑے جیسی سرد پہاڑ راتیں آگ تاپ تاپ کر گذار دیتا ہے۔ اگر کسی شادی میں جاتا ہے تو ہمیشہ ناعاقبت اندیشی سے خرچ کرتا ہے۔ گھر پھونک کر تماشہ دیکھنا ہندوستانی کاشتکاروں کی ایک طرح کی عادت ہوگئی ہے۔ اسے کبھی مستقبل کا خیال نہیں رہتا وہ اپنی تمام آمدنی موجودہ ضروریات پر کل کی کل ختم کردیتا ہے اور کبھی آئندہ کے لئے نہیں سوچتا اس لئے ان کوآپریٹیو سوسائٹیز کو روپیہ کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ کوآپریٹیو سوسائٹیز کے پاس بھی اتنا سرمایہ نہیں ہے کہ وہ ہندوستان کی بڑھی ہوئی ضرورت کو پورا کرسکے۔ آج قریب قریب ہر جگہ زراعت کو موجودہ ایجادات کے اصولوں کے مطابق ترقی دیا ہے۔ ہم جن چیزوں کو اپنے یہاں استعمال کرتے ہیں وہ محض بیکار ہیں۔ ہمارے ہل زمین کو کھودتے نہیں بلکہ نشان بنا دیتے ہیں۔ ہندوستانی کاشتکار جو کھاد استعمال کرتا ہے عموماً وہ نہایت خراب قسم کی ہوتی ہے جس سے سوائے نقصان کے فائدہ نہیں ایسی صورت میں ہندوستان کی زراعت جیسی ترقی کرسکتی ہے اس کے بیان کرنے کی ضرورت بالکل بیکار ہے اس لئے کاشتکاری کے طریقوں میں ایک انقلاب پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور یہ انقلاب بغیر کافی سرمائے کے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اس جگہ پر کوآپریٹیو سوسائٹیز کو زمینداروں کی امداد لینا پڑے گی اور کوآپریٹیو سوسائٹیز ہندوستان میں زمینداروں کی مدد کے بغیر کام چلانے کا خواب دیکھیں گی تو شاید ان کا عدم وجود دونوں برابر ہو جائے گا۔

حالانکہ گورنمنٹ ان جماعتوں کو ہر قسم کی مدد پہنچا رہی ہے۔ لیکن تب بھی سود کی شرح بہت زیادہ ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان جماعتوں میں کسی قسم کی جاذبیت باقی نہیں رہے گی۔ جب کاشتکاروں کو کافی رقم سود میں ادا کرنا پڑتی ہے تو وہ کبھی بھی ان جماعتوں میں شریک ہونے کا خیال نہ کریں گے۔ اس لئے کہ اس صورت سے وہ اس سے زیادہ آسانی سے اور جگہوں سے قرض لے سکتے ہیں سود کی رقم زیادہ ہونے کی وجہ بھی محض سرمائے کی کمی ہے اگر زمیندار ان سوسائٹیز کی مدد کرنا شروع کردیں تو اس مشکل کا حل ہو جانا دشوار نہ ہوگا۔

سب سے زیادہ خرابی جو ان سوسائٹیز میں ہے گورنمنٹ کی زبردست نگرانی۔ گورنمنٹ کی اس نگرانی سے لوگوں نے ان سوسائٹیز کو سرکاری بینک سمجھ لیا ہے جو کہ تعاون اور خودداری کے اصولوں کے خلاف ہے ان کوآپریٹیو سوسائٹیوں کا مقصد اپنی مدد آپ کرنیکا ہے اور گورنمنٹ کی نگرانی اس کے لئے سم قاتل ثابت ہوگی۔ یہ صرف پبلک کی جماعت ہے جس سے گورنمنٹ سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ ہونا چاہیئے اور اگر گورنمنٹ کی نگرانی کے بجائے اس کے دیکھ بھال زمینداروں کے سپرد کردیجائے تو گورنمنٹ کی آہنی گرفت کا لوگوں کو کسی قسم کا خیال بھی نہ رہیگا اور ہر قسم کی ترقی میں آسانی بھی ہوگی۔

کوآپریٹیو تحریک خالص جمہوری تحریک ہے جو کہ دیہات میں لوگوں کو اپنا انتظام خود کرنے کی تبلیغ کرتی ہے اور اس طرح لوگوں میں آزادی اور خودداری کی لہر دوڑتی ہے۔ لیکن حکومت کی نگرانی نے اس فائدے کو بھی ختم کر دیا ہے اور لوگوں نے کبھی ان کی بابت کوئی اچھی بات سوچنے کی زحمت ہی نہیں اُٹھائی کہ آج ہندوستانی کاشتکار ہر قسم کے سیاسی لیڈروں کے ہاتھ دھوکا کھا رہے ہیں۔ اگر ان کوآپریٹیو سوسائٹیز نے اپنا کام کرنے کی کوشش کی ہوتی تو ہندوستان آج کب کا معراج ترقی پر پہنچ چکا ہوتا۔ کوآپریٹیو سوسائٹیز کا مقصد صرف ہندوستان میں مہاجنی کا کام کرنا رہیگا اگر واقعی کوآپریٹیو سوسائٹیز کا مقصد محض مہاجن کی جگہ لینا ہے تو ہندوستان میں ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن کوآپریٹیو سوسائٹیز کا کام محض کم سود پر قرض ہی دینا نہیں بلکہ دیہاتوں کی بگڑی ہوئی حالت کو درست کرنا تو یہ کام بغیر زمینداروں کی مدد کے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

آج کوآپریٹیو سوسائٹیز ہندوستان بہتوں کو تعلیم دینے کا دعویٰ کرتی ہیں کتنی کوآپریٹیو سوسائٹیز ہیں جو یہ کہہ سکتی ہیں کہ انھوں نے عام دیہاتیوں کا ذکر ہی بیکار ہے اپنے ممبروں کی جہالت دور کردی ان سوسائٹیز کے کتنے ممبر تعلیم یافتہ

ہیں۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جس پر ہندوستان کے مستقبل کا انحصار ہے۔ جاہل کاشتکار کبھی بھی ان سوسائٹیز کی قدر نہیں کرسکتا اور یہی وجہ ہے کہ ان جماعتوں کو ہندوستان میں ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی اور ان میں شاید ۱۰ فیصدی ایسے ممبر ہوں گے جو اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوں گے اس لئے ان سوسائٹیز کا فرض دیہاتوں کی جہالت دور کرنا ہے اور ان کو اس قابل بنانا ہے کہ وہ اس کے فوائد سمجھ سکیں اور اس کام کے لئے سرمایہ سے زیادہ قربانیوں کی ضرورت ہے۔ کوآپریٹیو سوسائٹیز کبھی بھی بغیر زمینداروں کی مدد کے اپنے حلقوں میں جہالت دور کرنے کے کام نہیں کرسکتی ہیں۔

ابھی ہندوستان کے کاشتکاروں نے اتنی ترقی نہیں کی ہے کہ وہ ایسی جماعتوں کی خوبیاں سمجھ سکیں۔ ابھی کاشتکاروں میں اتنی استعداد نہیں پیدا ہوئی ہے کہ وہ اپنی رائے سے کوئی کام کرسکیں۔ ابھی ان کو باہری مدد کی بہت سخت ضرورت ہے اور اس سلسلے میں ان کی مدد زمیندار سے زیادہ اور کوئی نہیں کرسکتا زمیندار اور دیہاتوں میں اب بھی وہی وقعت ہے جو بادشاہ کی ـ زمیندار کی رائے ہر شخص دیہاتوں میں ماننا ضروری سمجھتا ہے۔ اس سے زمیندار کی مدد کے بغیر کوآپریٹیو سوسائٹیز کا کام چلنا مشکل ہی نہیں بلکہ غیر ممکن ہے۔

سال بھر کے لئے رضائی

لوگ جاڑے کے دنوں میں ہی رضائی کا استعمال کرتے ہیں۔ بیساکھ جیٹھ کی گرمی میں اگر کوئی رضائی اوڑھ کر سوئے تو لوگ اسے پاگل کے سوا اور کیا سمجھیں گے۔ مگر اب سے کوئی بیساکھ جیٹھ کی گرمی میں پاؤں سے سر تک رضائی تان کر سو جائے تو نہ اسے آپ بیمار کہہ سکتے ہیں نہ پاگل۔ اب امریکہ میں ایسی رضائی تیار ہونے لگی ہے جسے تمام سال استعمال کرسکتے ہیں۔

کوآپریٹو بیج و مارکیٹنگ یونین

از شری امیر دی پنت - انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز پرتاب گڑھ

کھیت کی پیداوار بڑی حد تک بیج پر منحصر ہے۔ بیج اچھا نہیں ہے تو اچھی پیداوار کی امید نہیں کی جاسکتی۔ یہ سب کسان جانتے ہیں کہ کھیتی کی پیداوار بڑھانے کے لئے اچھے بیج کا ہونا کتنا ضروری ہے۔ پھر بھی عام طور سے گاؤں والوں کو اچھا بیج نہیں ملتا۔ کسان جو بیج بوتے ہیں۔ اوّل تو اس کا کچھ حصہ اکثر گھنا یا سڑا ہوتا ہے۔ دوسرے وہ صاف نہیں ہوتا۔ یعنی اس میں اور دوسرے اناجوں کے دانے بھی ملے ہوتے ہیں۔ بلا ملاوٹ کا صاف بیج بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ ان خرابیوں کی وجہ سے کسان کو زیادہ بیج ڈالنا پڑتا ہے کیونکہ اس میں بہت سے دانے تو جمتے ہی نہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کی پیداوار کم ہوتی ہے اور ناقص ہوتی ہے اس لئے اس کو بازار میں دام کم ملتے ہیں ان سب خرابیوں کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ کاشتکار خود اپنا بیج آپ رکھنے کا مناسب انتظام نہیں کرتا۔ وہ اپنے گاؤں یا پڑوس کے کسی مہاجن یا زمیندار کے یہاں سے سوائی اور کہیں کہیں ڈیوڑھے سود پر غلہ بیج کے لئے لاتا ہے۔ یہ مہاجن بیج کے چھانٹنے یا صاف کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور کل گھنا سڑا غلہ بھی بیج میں اٹھا دیتے ہیں۔ انھیں اس سے مطلب نہیں ہے کہ جو بیج انھوں نے دیا ہے وہ جمے گا یا نہیں۔

محکمہ زراعت یوپی نے برسوں کے تجربے اور آزمائش کے بعد کچھ ایسے بیج تیار کئے ہیں جن سے پیداوار زیادہ ہوتی ہے اور جن پر موسمی اوقات کا اثر بھی کم پڑتا ہے۔ یہ بیج سرکاری بیج گوداموں سے کاشتکاروں کو سوائی سود پر دیئے جاتے ہیں۔ لیکن ان میں دقت یہ ہے کہ ایسے گودام تعداد میں اتنے کم ہیں کہ بہت تھوڑے سے کاشتکار ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ زیادہ تر کسانوں کو تو ان کا پتہ بھی نہیں ہے۔ جب مہاجن سے اچھا بیج ملتا نہیں اور سرکاری گوداموں سے سب کو مل نہیں سکتا تو کون سی ایسی تدبیر کی جائے کہ یہ دقت دور ہو۔ سب سے اچھا طریقہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بجائے دوسروں کا منہ دیکھنے کے کسان اپنے بیج رکھنے کا خود انتظام کرے۔ ہم دیکھتے بھی ہیں کہ جو اچھے کاشتکار ہیں وہ اپنے بیج کا خود بندوبست رکھتے ہیں لیکن ہر کسان ایسا نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اوّل تو ہر ایک کے غلہ حفاظت سے رکھنے کا انتظام نہیں ہے۔ دوئم اسکے کسی خاص موقع پر خرچ ہو جانیکا اندیشہ ہے اس سے اچھا تو یہ ہے کہ گاؤں کے سب کسان ملکر ایک جگہ اپنا سب بیج رکھنے کا انتظام کریں۔ اب سوال یہ ہوگا کہ گاؤں میں یہ اکٹھا بیج رکھا کہاں جائے ممکن ہے کوٹھا کچا ہونیکے باعث بیج نمی سے خراب ہو جائے بند کوٹھا نہ مل سکنے کے باعث اناج میں گھن لگ جائے، چوری ہو جائے یا اور کسی وجہ سے نقصان ہو جائے بیج کی حفاظت بہت ضروری ہے اور اس کے رکھنے کے لئے ایک ایسے کوٹھے کی ضرورت ہے جو دیہاتوں میں آسانی سے مل سکتا ہو۔ اس کے لئے الگ سے مکان بنانا بہتر ہوگا۔ بیج تقسیم کرنے اور وصول کرنے کے واسطے ترازو اور باٹوں کی ضرورت ہوگی حساب کتاب رکھنے اور غلے کی حفاظت کا انتظام کرنا ہوگا۔ یہ سب خرچ بیج گودام میں ہوتے ہیں۔ خواہ گودام بڑا ہو یا چھوٹا ایک گاؤں کا چھوٹا سا گودام ان سب اخراجات کو مشکل سے برداشت کرسکے گا۔ جسکے باعث لوگوں کو بیج مہنگا پڑے گا۔ اگر پڑوس کے دس پندرہ گاؤں ملکر ایک بڑا بیج گودام بنائیں تو یہ تمام اخراجات دیہاتوں پر تقسیم ہو جائینگے اور بیج سستا مل سکے گا۔

بہت سے دیہاتوں میں قرضے کی کوآپریٹیو سوسائٹیاں کام کر رہی ہیں ایسی جگہوں میں

ایک حلقے کی دس پندرہ یا بیس سوسائٹیاں ملکر ایک سنٹرل یونین یا بڑا بیج گودام قائم کریں۔ ایسی یونین بنانے میں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ یونین صرف وہیں بنائی جائے جہاں لوگ امداد باہمی کے اصولوں کو سمجھتے ہوں، کام میں دلچسپی لیتے ہوں اور جہاں کچھ ایسے سمجھدار اور ہوشیار پنچ مل سکیں جو یونین کے کام کے لئے اپنا کچھ وقت دے سکیں۔ اگر سوسائٹیاں پرانی ہیں تو ان سے غلہ گودام کے کاروبار کے لئے کچھ سرمایہ بھی مل سکے گا۔ بیج گودام بنانے اور بیج کا غلہ خریدنے کے لئے یونین کو کافی روپئے کی ضرورت ہوگی۔ اس میں کچھ روپے کا انتظام کوآپریٹیو سوسائٹیوں کو خود کرنا پڑے گا اور باقی روپیہ ضلع کے کوآپریٹو بینک سے قرض مل جائے گا۔ ایسے کاموں کے لئے یہ بینک کم سود پر روپیہ دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ عمارت بنانے کے لئے رجسٹرار صاحب بہادر کوآپریٹو سوسائٹیز، لکھنؤ ڈائریکٹر صاحب بہادر محکمہ زراعت اور ضلع گاؤں سدھار سوسائٹی سے درخواست کرنے پر ممکن ہے کچھ مالی امداد مل سکے۔ یونین کو غلہ گودام کا انتظام کرنے کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ سوسائٹیوں کے نمائندوں میں سے پانچ یا سات آدمیوں کی ایک پنچایت بنائی جائے جس میں سے ایک سرپنچ اور ایک خزانچی چنا جائے۔ پنچایت کا یہ کام ہوگا کہ ہر گاؤں سے ضرورت معلوم کر کے بیج خریدے اور اس کے رکھنے کا انتظام کرے۔ شروع میں کچھ محکمہ زراعت یا کسی دوسرے معتبر ذریعہ سے آزمایا ہوا عمدہ اور صاف بیج منگانا ہوگا۔ اگر ایسا بیج کافی مقدار میں نہ مل سکا تو بہتر ہوگا کہ شروع میں صرف ایسے چند کاشتکاروں کو دیا جائے جو اس بات پر راضی ہوں کہ اپنی کل پیداوار جو بیج سوائی واپس دینے سے بچے گی اس کو یونین کے ہاتھ بیچ دیں گے۔ ایسی پیداوار کی قیمت بازار نرخ سے کچھ زیادہ دینی چاہئے۔ کیونکہ کاشتکاروں کو بیج کو یونین کی ہدایت کے مطابق بونے، سینچنے، اور کھیت میں دوسرے قسم کے کام، پودے نکالنے اور پیداوار کو الگ کھلیان میں بانٹنے سے زیادہ محنت اور خرچ کرنا پڑے گا۔ اس لئے اس کا مال بھی بازاری مال کے مقابلے میں اچھا ہوگا۔ اچھے مال کی اچھی ہی قیمت دینی چاہئے اس طریقے سے اپنی دیکھ بھال کے اندر دو تین سال میں یونین عمدہ قسم کا اتنا بیج اکٹھا کر لیتی ہے جو اس کے حلقے کی ضرورتوں کے واسطے کافی ہوگا۔

ہم اوپر کہہ آئے ہیں کہ بیج گودام چلانے میں کیا کیا خرچ ہوتے ہیں۔ اس کے لئے حساب کتاب رکھنے کے لئے ایک منشی اور رکھوال اور تولائی کے لئے ایک چوکیدار رکھنا ہوگا۔ غلہ تولنے کے لئے کانٹا اور باٹ رکھنے اور غلے کے لئے بورے خریدنے ہوں گے۔ اس کے علاوہ بھوسا اور ایسی ہی کچھ ضروری چیزوں میں خرچ کرنا پڑتا ہے اور قرض لی ہوئی رقم پر سود بھی دینا پڑتا ہے۔ یہ سب خرچ بیج پر جو سود لیا جاتا ہے۔ اس میں سے نکالنا چاہئے۔ اگر بیج کی مقدار گودام میں کم ہے تو یہ سب خرچ پورے نہ ہو پائیں گے اور گودام میں گھاٹا ہوگا جو آخر میں کسانوں کو ہی پورا کرنا ہوگا۔ تجربہ بتاتا ہے کہ اگر دو ہزار من غلہ گودام میں رکھا جائے تو سب خرچ آسانی سے پورے ہو جاتے ہیں۔ اگر شروعات ہزار من سے بھی کی جائے تب بھی تین چار سال میں کام اچھی طرح چل سکے گا۔ یونین کو ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ بیج کے لئے عمدہ سے عمدہ غلہ رکھا جائے اور اس کا انتظام اس طریقے سے کیا جائے کہ گودام کے قریب کے کچھ اچھے کسان چن کر ان سے یہ طے کریں کہ وہ اپنے کھیتوں کی دیکھ بھال یونین کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کریں اور یونین ان کی پیداوار بیج کے لئے بازار نرخ سے کچھ زیادہ قیمت پر خرید لیا کرے اور سوائی کا غلہ جو کاشتکاروں سے وصول ہو اس کو بیچ دیا کرے۔ بیج کے علاوہ جہاں ضرورت ہو اور انتظام بھی ہو سکے یونین گزر اوقات کے واسطے بھی غلہ ادھار دے سکتی ہے۔ لیکن یہ غلہ بیج سے الگ رکھا جائیگا۔

بیج رکھنے کے لئے ایسے گھر کی ضرورت ہے جس کا فرش اور دیواریں پختہ ہوں تاکہ زمین کی سیلن غلے کو خراب نہ کر سکے اور چوہے و کیڑے نقصان نہ پہنچا سکیں۔ دوسرے اس میں کھڑکی یا روشن دان بھی نہ ہونے چاہئیں ورنہ برسات کی نم ہوا اندر جا کر غلے کو خراب کر دے گی دیہات میں ایسا مکان ملنا مشکل ہے اس لئے یونین کو اپنے حلقے کے بیچ کے کسی گاؤں میں ایک عمدہ پختہ بیج گودام بنوانا چاہئے۔ مکان کے بنوانے میں حسب ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

۱۔ عمارت جہاں تک ہو سکے اونچی جگہ پر بنوانی چاہئے تاکہ بارش کا پانی اس کے قریب کہیں جمع نہ ہو سکے۔ اگر ایسی جگہ نہ ملے تو مکان کی کرسی اونچی کروا دینی چاہئے۔

۲۔ جس کمرے میں غلہ رکھنا ہے اس کا فرش اور دیواریں پختہ ہوں اور سیمنٹ کی ٹیپ یا پلاسٹر کیا جائے۔ اس میں دروازے کے علاوہ اور کوئی کھڑکی یا روشن دان نہ ہو۔

۳۔ دروازہ چوڑا ہو تاکہ بورے آسانی سے لائے جا سکیں۔ اگر کواڑ باہر کی طرف کھلنے والے ہوں گے تو سہولیت ہوگی۔

۴۔ اگر پانی کی سطح اونچی نہ ہو تو برآمدے کے فرش سے کمرے کا فرش اگر قریب تین فیٹ نیچا رکھا جائے تو غلہ رکھنے میں آسانی رہتی ہے۔

۵۔ اگر چھت کھپریل کی ہے تو اوپر کوٹھا رکھنا ضروری ہوگا تاکہ برسات میں دیکھا جا سکے کہ پانی اندر تو نہیں گرتا۔

۶۔ برآمدہ کافی چوڑا رکھا جائے اور عمارت کے ساتھ اتنی خالی زمین ضرور ہو جس پر ضرورت پڑنے پر غلہ رکھا یا صاف کیا جا سکے۔ گودام میں غلہ رکھنے سے پہلے کمرے کا فرش اور دیواریں تار کول سے پتوا لینی چاہئیں اور سوکھ جانے پر فرش پر قریب دو فیٹ تک بھوسہ بچھوا دینا چاہئے۔ غلہ بوروں میں بھر کر اس طرح رکھا جائے کہ ہر طرف دیوار اور بوروں کے درمیان کم از کم

چھ انچ کا فاصلہ رہے جو بعد میں بھر دیا جائے۔
جب بورے رکھے جائیں تو ان کے اوپر بھوسے
کی ایک تہ بچھا دیا جائے تاکہ وہ کسی طرف سے
کھلے نہ رہیں۔ گودام کا دروازہ ہرگز نہ کھلنا چاہئے
بیج کے بورے ایک ہی وزن کے ہونے چاہئیں
بیج کی بوائی شروع ہونے سے کم سے کم دس
روز پہلے گودام کھول جانا چاہئے تاکہ جو بیج تقسیم
ہونے کو ہو اس کے اُگنے کی جانچ بھی پہلے سے
کی جا سکے۔ بیج تقسیم کرنے کے پندرہ روز قبل
سے یونین کو چاہئے کہ اپنی سوسائٹیوں سے فہرست
منگائے کہ کس ممبر کو کتنا غلہ گودام سے دیا
جائے تاکہ بیج تقسیم کرنے میں کوئی دقت نہ
ہو۔ سوسائٹیوں کو جتنا بیج انھوں نے
مانگا ہے سب دیا جائے یا اس سے کم یہ بات
پنچایت طے کرے گی۔ ہر سوسائٹی کے لئے
ایک تاریخ مقرر کر دینی چاہئے جس روز
اس کے ممبران کو یونین سے بیج دیا جانے
والا ہو۔ تاریخ مقررہ پر جب کسی سوسائٹی
کے ممبران بیج گودام پر آئیں تو شناخت کے
لئے اپنے کسی پنچ یا [illegible] کو بھی لیتے آئیں
یونین کا منشی ہر ممبر سے اقرار نامے پر دستخط
لیتا جائیگا اور اسی کے مطابق ان کو بیج
دیتا جائیگا۔ بیج کی ٹھیک تول ہونی چاہئے
تاکہ کسی شخص کو اس میں شکایت کا موقعہ
نہ ملے۔ اگر ممبر چاہے تو خود اپنا بیج تول سکتا
ہے۔ تولائی کی نگرانی اور تقسیم کی دیکھ
بھال کے لئے یہ ضروری ہے کہ یونین کی
پنچایت کے ایک یا دو ممبر بیج کی تقسیم کے
وقت بیج گودام میں ہوں۔ تولائی ختم ہونے
پر یونین کا منشی ہر سوسائٹی کا ممبروار کھاتا
تیار کرے گا جس میں اقرار ناموں کے بموجب
اندراج کیا جائے گا۔ اس کے بعد سوسائٹی
کو یکجائی اقرار نامہ تیار کر کے وہ حلقے کے
سپروائزر کے پاس پنچایت کے دستخط کے لئے
بھیجے گا۔ سپروائزر پنچایت کے دستخط کرا کے
اقرار نامہ یونین کو واپس بھیج دے گا اور یہ
جو ممبروار اقرار نامے یونین میں بیج تقسیم کرتے
وقت لئے گئے تھے ان کو لے کر ایک ماہ کے
اندر ہر سوسائٹی میں اس بات کی تحقیقات
کرے گا کہ آیا ہر ممبر کو اس کے اقرار نامے
کے مطابق ہی بیج ملا ہے اور اس بات کی
رپورٹ بھی یونین کے پاس بھیج دے گا۔
ممبروں کے اقرار نامے سوسائٹی میں رہیں گے
اس کے علاوہ وہاں اور کوئی حساب رکھنے
کی ضرورت نہیں ہے۔ سوسائٹیوں کی طرف
پنچایتوں کو توجہ رکھنی چاہئے۔ کہ بیج کی تقسیم
میں وہ ان کاشتکاروں کو بیج نہ دے جو خود کھیتی
نہیں کرتے۔ یا جو یونین کے دین میں کھرے نہیں
ہیں۔ کسی ایک ممبر کو زیادہ بھی نہیں دینا چاہئے
اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ کاشتکار
ایک بیج کو گاؤں کے ایک ہی طرف بو دیں
تاکہ وہ ایک چک سا بن جائے اس میں دیکھ
بھال میں آسانی ہوگی۔ فصل تیار ہونے سے
کچھ روز پہلے یونین کا منشی ہر سوسائٹی کو ایک
فہرست بھیج دیگا جس میں یہ درج ہوگا کہ
اس سے کتنا غلہ بابت بیج یا گزر اوقات
معہ سود کے اس فصل میں واجب ہے۔ غلہ
کی وصولیابی کے دنوں میں بھی یونین کی
پنچایت کے ایک دو ممبران کا گودام پر رہنا
ضروری ہے غلہ لیتے وقت گودام کے کارکنوں
کو دیکھنا چاہئے کہ غلہ صاف ہے یا نہیں۔
یعنی اس میں مٹی کنکر اور دوسرے اناجوں
کا میل تو نہیں ہے اور یہ کہ وہ اسی
قسم کا ہے جیسا کہ بیج دیا گیا تھا۔ اگر غلہ
صاف نہیں ہے تو اس کو تولانے کے
پہلے صاف کرا لینا چاہئے۔ جیسا غلہ
جس ممبر سے ملے اُسے ٹھیک تول کر اس کی
رسید اُسے فوراً دینی چاہئے۔ اس طریقے
سے جس قدر غلہ گودام میں اکٹھا ہوگا وہ
سب یا تو بیچ دیا جائے گا (یا اگر گودام میں
گذر اوقات کے لئے غلہ دینے کا انتظام بھی
کیا ہے تو اس کا کچھ حصہ اس کام کے لئے
روک لیا جائے گا) اس بکری سے جو روپیہ
ملے گا اس سے آئندہ سال کے بیج کے
لئے یونین اُن کاشتکاروں سے غلہ خریدے گی
جنھوں نے یونین کی ہدایتوں کے مطابق
بیج بویا اور سینچا ہے۔ کھیتوں کی صفائی
کی ہے اور فصل کی الگ الگ مڑائی کی
ہے فصل کے زمانے ہی میں یونین کو اپنی
سوسائٹیوں سے اس بات کا اندازہ لے
لینا چاہئے کہ ان کو آئندہ سال کے لئے
کتنے بیجوں کی ضرورت ہوگی۔ تاکہ اس کے
مطابق وہ اس وقت غلہ خریدے اور
اس کو ایک وزن کے بوروں میں بھر بھر
کر اوپر بتلائے ہوئے طریقوں کے بموجب
گودام میں رکھ دے۔ فصل خریف اور ربیع
کا بوجھ ہمیشہ الگ الگ کمروں میں رکھنا چاہئے
علاوہ بیج اور گزر اوقات کے بیج گودام کے
ذریعے سے کاشتکاروں کے غلے کی فروخت
کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔ فصل تیار
ہو جانے کے بعد ہر ایک کسان کو لگان
کی ادائیگی، مہاجن کے سود اور دیگر گھریلو ضروریات
کے لئے اپنی پیداوار کا بہت سا حصہ فروخت
کرنا پڑتا ہے۔ لیکن خرید فروخت کے
معاملے میں بہت سے کسان کچے ہوتے
ہیں۔ ان کا ہمیشہ کا کام تو کھیتوں میں
محنت کرنے اور فصلیں پیدا کرنے کا ہے
اور اسی میں ان کا دھیان رہتا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ وہ تجارتی اصولوں سے
بہت کم واقفیت رکھتا ہے۔ جن تاجروں
دوکانداروں اور آڑھتیوں سے اس معاملہ میں
ان کا سابقہ پڑتا ہے وہ کئی پشت سے
اسی کام کو کرتے آتے ہیں۔ اس واسطے
ان کا تجربہ اور واقفیت بہت بڑھی ہوئی
ہے۔ ان کے ساتھ سودا کرنے میں کسان
کی ہمیشہ ہار ہی ہوتی ہے اور وہ بہت کم
اپنے مال کی پوری قیمت پاتا ہے۔ اس لئے
ہوشیار اور تجربہ کار لوگوں کے ساتھ کاروبار
کرنے کے لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ
کسان تنظیم کر کے اپنا مال اکٹھا فروخت
کرنے کا انتظام کریں۔ اچھی کھاد اور اچھے
بیج سے اس وقت تک پورا فائدہ کسان
کو نہیں ہو سکتا جب تک کہ ان کو اپنے مال
کی اچھی قیمت نہ ملے۔ اور یہ اُس وقت
نہ ملے گی جب تک کہ یہ آپس میں مل کر اس
بات کا کوئی انتظام نہیں کرتے۔ یہ کام
ایک آدمی کے بس کا نہیں ہے۔ بیج گودا

پندرہ بیس دیہاتوں کا یونین ہے یہ غلے کی فروخت کے انتظام میں کس طرح مدد دے سکتا ہے یہ ذیل میں بتلایا گیا ہے۔

فصل کے وقت سب کاشتکار اپنا اپنا غلہ بیچتے ہیں۔ اُس وقت بیچنے والے زیادہ اور خریدنے والے کم ہوتے ہیں جسکی وجہ سے اکثر بھاؤ سستا ہو جاتا ہے۔ یعنی کسان کو روپیہ کم ملتا ہے اور بعد میں جب خود اُسے خریدنے کی ضرورت پڑتی ہے تو بھاؤ مہنگا ہو جاتا ہے اور اس کو دام زیادہ دینے پڑتے ہیں فصل پر کسان کو روپئے کی اتنی سخت ضرورت ہوتی ہے کہ بھاؤ کتنا ہی سستا ہو، اسے اپنا مال بیچنا ہی پڑتا ہے۔ وہ اچھے بھاؤ کا انتظار کر ہی نہیں سکتا۔ اس کی یہ دقت بیج گودام سے دور ہو سکتی ہے اور اس کے کئی طریقے ہیں:-

ایک طریقہ تو یہ ہے کہ جو کسان بیج گودام کے ممبر ہیں وہ اپنا بِکری کا کل غلہ گودام پر جمع کر دیں اور اس وقت اپنی ضرورت کے لئے وہاں سے نقد روپیہ لے لیں۔ یونین مال کی بازاری قیمت کی دو تہائی سے تین چوتھائی تک جیسا طے ہو جائے روپیہ دے سکیگا اور اس روپئے پر تقریباً ساڑھے سات فی صدی کے حساب سے سود لیگا۔ کسان کو یہ اختیار ہوگا کہ جب مال کا بھاؤ اچھا دیکھے تو اس کو فروخت کر دے اور جو دام ملے اُس میں سے یونین کا روپیہ اور اس کا سود اور گودام کا کرایہ وغیرہ کاٹ کر باقی روپیہ اس کو مل جائے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسان گودام میں غلہ جمع کرکے یونین سے اس وقت بازار نرخ کے مطابق قیمت حاصل کرے اور پھر یونین اس مال کو اکٹھا کسی تاجر کے ہاتھ جب مناسب سمجھے فروخت کرے اور جو منافعہ ہو اس کا کچھ حصہ آئندہ کے نقصان کے لئے نکال کر باقی ان سب کسانوں میں جنھوں نے یونین کے ہاتھ اپنا غلہ فروخت کیا تھا اس طریقے سے تقسیم کر دے کہ جس کا مال زیادہ تھا اُس کو اتنا ہی زیادہ منافع ملے۔ اس طریقے سے کام کرنے میں کسان کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اس میں جہاں زیادہ نفع کی اُمید ہے وہاں کبھی کبھی نقصان کا بھی خطرہ ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ فصل پر غلہ مہنگا ہو اور بعد کو سستا ہو جائے۔ جو نفع کا مالک ہوگا وہی نقصان کا بھی ذمہ دار ہوگا۔ اس کام کو چلانے کے لئے سرکار نے پانچ سال کے لئے یہ رعایت کر دی ہے کہ وہ غلے کی قیمت خرید دو فیصدی تک جتنا بھی نقصان ہوگا اس کو پورا کر دے گی۔

حلقے کے کسانوں کو ان دونوں طریقوں میں سے جو پسند ہو وہ اختیار کریں۔ اگر دوسرا طریقہ پسند کیا گیا ہے تو اس میں یونین کو شروع میں اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ مال بہت دنوں تک نہ روکا جائے یعنی جوں ہی بھاؤ اچھا ہو فوراً فروخت کر دیا جائے۔ زیادہ منافع کے پھیر میں پڑکر زیادہ دنوں تک غلہ روکنا اس وقت تک درست نہ ہوگا جب تک کہ یونین کے پاس نقصان پورا کرنے کے لئے کافی سرمایہ نہ اکٹھا ہو جائے۔ جب کچھ تجربہ ہو جائے اور سرمایہ بھی جمع ہو جائے تو یہ ممکن ہے کہ اگر فصل پر مہینہ بیس روز انتظار کرنے پر بھی اچھا بھاؤ نہیں ملتا تو اور زیادہ دنوں تک مال روکا جا سکے۔ لیکن شروع میں تو مال جلد نکالنا ہی اچھا ہوگا۔

غلہ کی خرید فروخت کا انتظام صرف انھیں علاقوں میں شروع کرنا چاہیئے جہاں خریدے ہوئے مال کو حفاظت سے رکھنے کے لئے مناسب انتظام ہو۔ یا تو وہاں کوئی بیج گودام ہو یا قریب میں کوئی منڈی ہو جہاں کسی معتبر آڑھتیے کے یہاں غلہ رکھا جا سکے گاؤں میں غلہ کا بھاؤ قریب کے بازار یا منڈی کے بھاؤ پر منحصر ہوتا ہے۔ اس واسطے یونین کی پنچایت کو غلے کی خرید کے زمانے میں اس بات کا انتظام کرنا ہوگا کہ منڈی یا بازار کارخانہ کا نرخ معلوم ہوتا رہے اور اسی کے مطابق کسانوں سے غلہ خریدا جا سکے۔ بہتر تو یہ ہوگا کہ کسانوں سے غلے کی خرید گودام پر یا منڈی میں یعنی جہاں پر غلہ اکٹھا کرکے رکھنا ہو وہیں کی جائے اس میں یونین اور کسان دونوں کو سہولیت ہوگی تولائی کانٹے سے ہو سکیگی غلے کی قیمت فوراً دی جا سکے گی اور یونین کتنے ہی جھنجھٹوں سے بچ جائیگا۔ کہیں کہیں رواج یہ ہے کہ کسان اپنے گاؤں ہی میں غلہ بیچنے کے عادی ہیں اور ان کے پاس گاڑی یا اور کوئی دوسرا ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے وہ اپنا مال گودام یا منڈی تک لے جائیں۔ ایسی حالت میں مجبوراً مال گاؤں ہی میں خریدنا ہوگا۔ اور اس کی ڈھلائی کا انتظام یونین کو کرنا ہوگا۔ مال کی تلائی اور اس کی قیمت کی ادائیگی اس طرح سے کی جائے کہ کسی کو شکایت کا موقع نہ رہے گاؤں کی خرید میں قیمت دینے کا سب سے اچھا طریقہ تو چیک کے ذریعہ ہوگا۔ جسے کسان یونین کے دفتر میں جاکر بھنا لیں۔ علاوہ بیج اور کھیت کی پیداوار کی فروخت کا انتظام کرنے کے یونین اپنے حلقے کی سوسائٹیوں کے ممبروں کے لئے اُن کو ضرورت کی اور بھی کتنی ہی دوسری چیزوں کا انتظام کر سکتا ہے۔ مثلاً نمک یا ہڈی کی کھاد یا مسٹن یا سلطان کولھو۔ رس پکانے کے اچھے کڑھاؤ اور اسی قسم کے دوسرے آلات زراعت نقد بیچنے یا کرائے پر دینے کے لئے گودام سے منگائے جا سکتے ہیں۔ پہلے سے ہر ممبر سے سوسائٹی اس کی کپڑے کی ضرورت معلوم کرکے کانپور دہلی یا دیگر مقامات سے کپڑے منگا سکتی ہے۔ اسی طرح مٹی کا تیل نمک اور تمباکو بھی منگائی جا سکتی ہے۔

دیہاتی زندگی کی ایک دردناک کہانی

غریبوں کی جنت

(از ٹھاکر شری ناتھ سنگھ)



چاندنی رات میں مجبور رمیش اور اس سے بھی زیادہ مجبور اس کی بیوی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

اگر زندہ رہنے کی خواہش ختم ہو جائے تو انسان ایک منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اپنے معین وقت پر اگر موت نہ آئے تو انسان خودکشی کر کے مر سکتا ہے۔ رمیش خواہش ہونے پر بھی خودکشی نہ کر سکا۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ ابھی شاید وہ اپنے لئے نہیں تو کم از کم اپنی بیوی 'رانی' کے لئے زندہ رہنا چاہتا تھا۔

تیس سال کا نوجوان، ہاتھ پیر مضبوط، دل و دماغ درست زندگی جوش و مسرت میں گزارنے کے لئے گھر میں ایک سلیقہ شعار رفیق حیات کی زندگی۔ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی وہ دنیا سے متنفر کیوں ہے؟ اس سوال پر اس نے متعدد بار مختلف زاویوں پر غور کیا مگر اسے کوئی اطمینان بخش جواب نہ ملا۔

اس کے دل میں کوئی بہت بڑی آرزو۔ کوئی بہت بڑا ارمان نہیں تھا اور ہوتا کیونکر؟ سارا وقت تو صرف ایک سوال حل کرنے میں صرف ہو جاتا تھا۔ اور وہ سوال تھا اپنے اور رانی کے لئے پیٹ بھر روٹی حاصل کرنا۔ گاؤں کے باہر اپنے وسیع کھیتوں کی سلیٹ پر اپنی جفاکشی کی پنسل سے وہ روزانہ صبح سے یہ شام تک یہ سوال حل کرنے میں مصروف رہتا تھا لیکن جوں جوں اس نے اس کے حل کرنے کی زیادہ کوشش کی یہ سوال اور بھی پیچیدہ ہوتا گیا۔

بچپن میں رمیش نے اچھے دن دیکھے تھے۔ اچھے دنوں سے مراد ہیں وہ دن جب کبھی کبھی اسے پیٹ بھر کر کھانا مل جایا کرتا تھا۔ گھی اور دودھ کا ذائقہ بھی اسے ابتک کچھ کچھ یاد تھا لیکن وہ ماں باپ کی بدولت تھا جنھوں نے اپنے شباب کو کھیتوں پر قربان کر کے اس کے لئے سکھ کے دن حاصل کئے تھے کسی کے ماں باپ ہمیشہ نہیں رہتے اور رمیش کے بھی نہیں رہے۔

ادھر غلہ کی ارزانی سے مشکلیں دونی ہو گئیں کھیتوں پر زمیندار کا قبضہ تھا۔ کئی پشتوں سے کھیت جوتنے کے باوجود ان کھیتوں پر اس کا کوئی حق نہیں تھا زمیندار اپنی مرضی سے جتنا چاہتا لگان وصول کرتا اور اسے مجبور ہو کر دینا پڑتا تھا ادا نہ کرتا تو کرتا کیا؟ کسان کا لڑکا تھا بغیر محنت کئے زندہ رہنے کا اسے کوئی حق بھی تو نہیں حاصل تھا۔

ہر سال کے اختتام تک اتنا قرض جمع ہو جاتا تھا کہ اسے ساری پیداوار کھلیان ہی میں مہاجن کے حوالے کر دینی پڑتی جس طرح دوسرے کسان نیا اناج نہیں بلکہ نئی نئی فکروں کا بار لے کر گھر لوٹتے ہیں اسی طرح وہ بھی خالی ہاتھ گھر لوٹتا۔ رفتہ رفتہ حالت بد سے بدتر ہوتی گئی، بیل فروخت ہوئے، مویشی نیلام ہوئے، تھالی لوٹا قرق ہوا صرف ایک چھپر اور اس کے نیچے وہ اور رانی دو نفوس باقی بچے۔

یہ سب ہوتے ہوئے بھی اس نے کھیتی کا کام کسی طرح جاری رکھا۔ منگنی کے بیل مل گئے پتلوں اور مٹی کے برتنوں سے کھانے پکانے کا سوال حل ہوتا رہا۔ اس بار بھی جب ہمیشہ کی طرح جب تک فصل کھڑی رہی اس کی امیدیں بندھی رہیں۔ شام کو جب گھر آتا تو رانی

ہے کہتا ہے "رام چاہے گا تو اس سال ساون تک چولھا سلگے گا۔ اس کے بعد ساون ہرا ہو جائیگا۔ بین کر رانی کہتی پیٹ تو کسی طرح پال لیں گے لیکن لاج ڈھانکنے کے لئے کپڑا ؟"

اس پر دونوں خاموش ہو جاتے۔ پھر کچھ اسی قسم کی باتیں کرتے۔ جاڑے کی راتیں بھیں کپڑے کافی تھے نہیں۔ غریب آگ کے سہارے اسی قسم کی باتیں کرتے۔ رات گذار دیتے تھے۔

ہولی پر رمیش پکے گیہوں لایا۔ اور رانی نے اُس روز کوٹ پیس کر پہلے سے رکھی ہوئی تھوڑی سی سرسوں سے تیلی کے یہاں سے تیل کا تبادلہ کرکے تیل کی پوریاں پکائیں۔ پیچے کو بھنگ نہ ملی نہ سہی۔ کپڑوں پر رنگ کے چھینٹے نہ پڑے نہ سہی پیٹ تو بھر گیا۔ اور رمیش جب کھانے بیٹھا تو بولا "بڑی مزیدار ہیں جیسے گھی کی ہوں رانی یہ تیرے ہاتھوں کی کرامت ہے۔ دیکھ پڑوسی کے لڑکے کو دو پوریاں ضرور دیدینا۔ کیا پتہ شاید انکے یہاں چولھا بھی نہ جلا ہو۔ غریب بچے کیسے جانیں گے کہ آج ہولی کا تیوہار ہے"۔

"وہ تو صبح ہی کھا گیا" رانی نے کہا۔

"دھنہ ہے رانی۔ تو بڑی دیالو ہے' میری ایک بات مانے گی؟"

"کہو!"

"کیا معلوم اب پوریاں پکیں۔ اس لئے آ! آج میرے ساتھ بیٹھ کر ۲ پوریاں کھالے"۔

"نہیں پوریاں بہت ہیں تم کھاؤ" میں پھر کھالوں گی۔

فصل کٹ کر کھلیان میں پہنچی۔ جس روز غلہ تیار ہوا اسی روز مہاجن آپہنچا سال بھر کا حساب کیا گیا تو یہ معلوم ہوا کہ دو من غلہ ابھی رمیش اور گھر دے تو قرض ادا ہو۔ یہ دو من غلہ نے قرض کی صورت میں لکھ کر مہاجن نے غلہ پر اپنا قرضہ کر لیا۔

رات کو رمیش اپنے بھوسے پر لیٹا اور مہاجن کا ملازم رمیش کے غلے پر۔

چیت کی چاندنی رات تھی۔ دور سے پھولوں کی خوشبو آرہی تھی۔ سب کسان اپنے اپنے کھلیانوں میں بے خبر پڑے سو رہے تھے۔ صرف رمیش جاگ رہا تھا۔ اس کی دولت اس سے چھین لی گئی تھی اسے نیند کیسے آتی؟

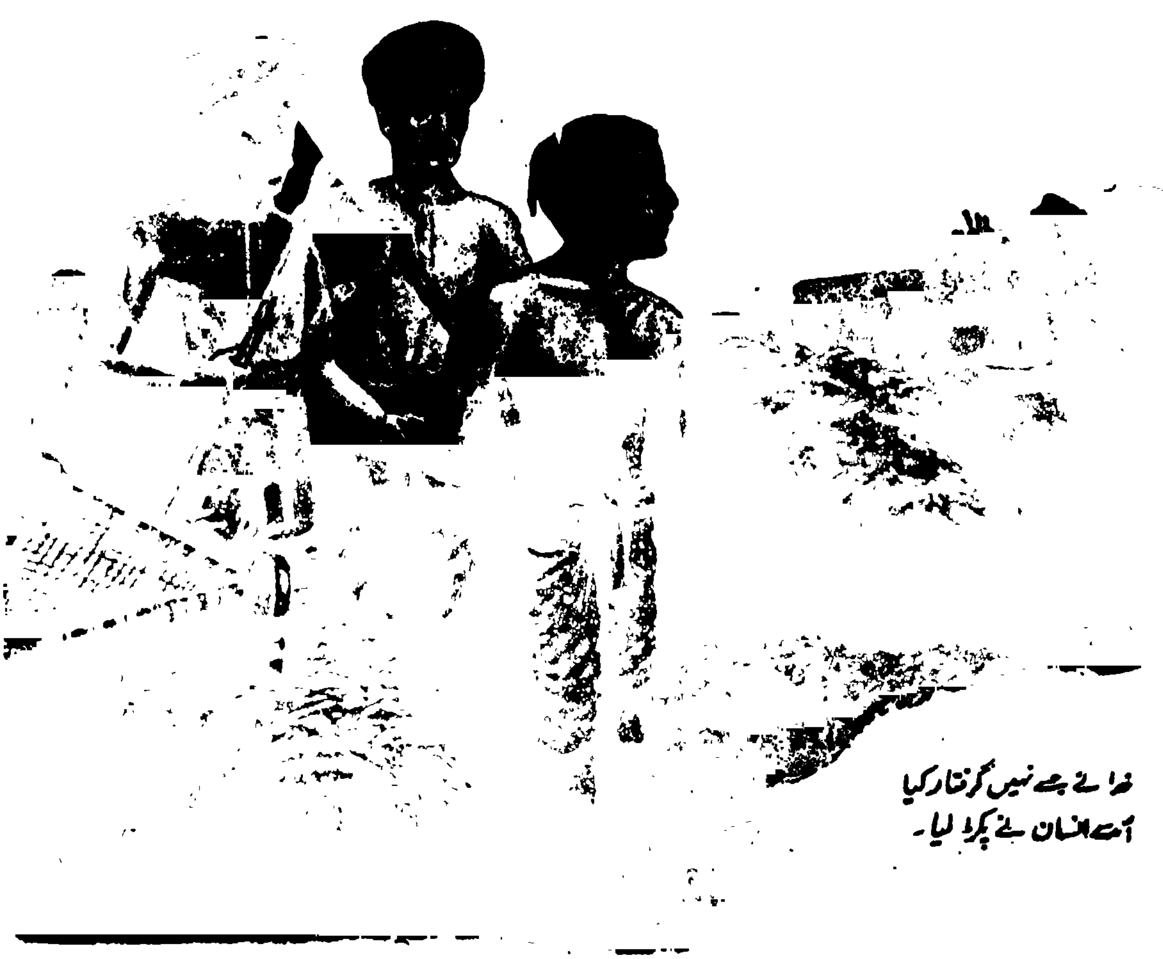
وہ پڑا پڑا اپنی مصیبتوں پر غور کرتا رہا اور اپنے بھوسے کے ڈھیر سے اپنے غلہ کے ڈھیر کی طرف اس طرح حسرت بھری نظروں سے دیکھتا رہا جس طرح بچھڑا اپنی ماں کی تھن میں سے دوسروں کو دودھ دیتے وقت دیکھتا ہے۔

رمیش نے ہر چند دل کو سمجھایا مگر اس کے دل کو یقین نہیں ہوا کہ وہ غلہ اس کا نہیں ہے۔ بویا اس نے، سینچا اس نے، کاٹا اس نے، ماڑا اس نے، اور مالک بن بیٹھا مہاجن۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ مہاجن نے اُسے قرض دیا تھا پھر جتنا دیا تھا اس کا ڈیڑھ گنا لے گیا۔ اور اب بھی قرض ادا نہیں ہوا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟

رمیش نے سوچا کہ سب لوگ تو سو رہے ہیں کیوں نہ ایک بار میں جتنا غلہ لے جا سکوں گھر لے جاکر رکھ آؤں۔ لیکن فوراً ہی ضمیر نے کہا۔ کیا چوری کرے گا؟ ایشور سب کچھ دیکھتا ہے انسان کی آنکھ بچا کر لے جائے گا مگر ایشور سے بچ کر کہاں جائے گا؟

رمیش کے پیٹ میں بھوک کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اس نے کہا ایشور کوئی چیز نہیں ہے؟ اور بھوکے کو ایشور سے کیا غرض! اگر واقعی ایشور ہے تو وہ بھوکے کو روٹی کیوں نہیں دیتا؟

ان دلائل کا جواب دینے اور گناہ و ثواب سورگ و نرک کا فلسفہ



خدا نے جسے نہیں گرفتار کیا اُسے انسان نے پکڑ لیا۔

سمجھانے کے لئے وہاں کاشی کا کوئی عالم نہیں تھا۔ "کل" کی فکر نے اسے بیقرار کر دیا۔ اور رمیش بغیر کچھ سوچے سمجھے اُٹھ کر اپنے جھابے میں غلہ بھرنے لگا۔

لیکن جیسے ہی وہ جھابا اُٹھا کر چلا تھا کہ مہاجن کا ملازم جاگ گیا اور چور، چور کہہ کر چلانے لگا۔ جتنے اینٹ و رستے گرفتا نہ کیا اسے انسان نے پکڑ لیا۔

بات کی بات میں وہاں گاؤں والوں کا زبردست اجتماع ہو گیا کسی نے رمیش کو بُرا بھلا کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی کسی نے مارا پیٹا بھی مہاجن کے نوکروں نے اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کر کے باندھ دئے اور اسے گھسیٹتے ہوئے تھانے کی طرف لے چلے۔

رانی بھی روتی سسکتی ہوئی وہاں پر آئی اس نے کہا مہاجن ڈیڑھی لیتا ہے تو اُسے کوئی نہیں پکڑتا اور کسان اپنی ہی کمائی سے تھوڑا لیتا ہے تو باندھا جاتا ہے مگر اس کی کون سنتا!

چاندنی رات میں غریب بیکس رمیش اور اس سے زیادہ مجبور اس کی بیوی نے ایک دوسرے کو دیکھا دونوں کی آنکھیں پُر نم تھیں اور دونوں کے چہروں پہ حسرت و یاس برس رہی تھی۔ بسنت رت کی اس چاندنی کو ذرا بھی رحم نہ آیا اور اس نے ان دونوں میاں بیوی کو زبردستی علیحدہ کر دیا۔

(۲)

صبح ہوئی۔ آج سال بھر کی محنت و مشقت کا صلہ گھر آنے والا تھا۔ مگر آج رانی اس صلے کے ساتھ اس محنت کرنے والے کو بھی کھو بیٹھی تھی ایسے مواقع پر دیہاتوں کے عورتوں میں خصوصیت کے ساتھ ہمدردی و محبت کی کمی نہیں ہوتی پاس پڑوس کی عورتیں رانی کے گھر آ بیٹھیں اور اُسے سمجھانے لگیں۔ مگر رانی کی یہ حالت تھی کہ وہ گویا بالکل تباہ ہو گئی۔ اُس کا سب کچھ لٹ گیا۔ وہ رہ رہ کر کہتی۔ وہ چور نہیں ہیں وہ کسی کا ایک دانہ بھی نہیں چھو سکتے۔ اپنا غلہ تھا اپنے گھر لا رہے تھے۔ مہاجن کھلیان میں لینے والا کون ہوتا ہے؟ اُس نے گھر میں دبا تھا گھر میں لیتا۔ کہیں بھاگے تھوڑی جا رہے تھے مر اس سال نہیں تو پار سال تک اس کا ادا کر دیتے۔

آہ! اس کا نام رانی کس نے رکھا تھا؟ رانیاں کہیں اتنی مجبور ہوتی ہیں ایسی بیکس ہوتی ہیں۔ اُسے دولت یا عزت و جاہ کی خواہش نہیں تھی۔ وہ صرف اپنے شوہر کو چاہتی تھی۔ وہی اس کا اس دنیا میں واحد سہارا تھا۔ مشقتوں سے چور، بھوک کی ماری اس سے بھی زیادہ برداشت کرنے کی عادی۔ غریب۔

"وہ کب آئیں گے؟" رانی نے اپنے پڑوسیوں سے پوچھا

ایک نے کہا۔ آج تھوڑی چلے آتے ہیں۔ ابھی ان کے ہاتھ میں ہتکڑی پڑے گی۔ وہ جیل خانے میں بند ہوں گے۔ وہاں سے عدالت میں لے جائے جائیں گے۔ وہاں حاکم ان سے پوچھے گا تم نے چوری کی؟ وہ کہیں گے ہاں۔ بس وہ سزا کا حکم سنا دے گا۔ وہ جیل میں بند ہو جائینگے اور جب سب سزا بھگت لیں گے تو چھوٹ کر آئیں گے۔

دوسری بولی۔ بالکل ٹھیک۔ پار سال میرے دیوتا پکڑے گئے تھے۔ میں انکے ساتھ ساتھ جیل کے پھاٹک تک اور پھر عدالت تک گئی تھی۔ میں نے اپنے گہنے بیچ ڈالے تھے اور پولیس والوں کو مٹھائی کھلائی تھی تب میں ان کے ساتھ ساتھ چلنے پائی تھی۔ عدالت میں جا کر میں نے بھی چاہا کہ کچھ کہوں مگر کچھ بولنے نہ پائی۔ معلوم ہوا کہ کچھ بولوں گی تو منہ پکڑ لیا جائے گا۔ مجھ سے کہا گیا اپنا وکیل لاؤ۔ وکیل لیتا ہے پیسہ۔ پھر جیسا پیسہ ہو ویسا ہی وکیل ملتا ہے۔ میں نے دیکھ لیا کہ عدالت میں اُسی کی جیت ہوتی ہے جس کے پاس زیادہ پیسہ ہوتا ہے۔ پیسہ دے کر وہ بہت سے آدمی جمع کر لیتا ہے جو اس کی طرف سے بولتے ہیں۔ غریب آدمی کی طرف سے کون بولے۔ میرے دیوتا کو سزا ہو گئی مگر انھوں نے زمیندار کو مارا تھا۔ وہ مار کر جیل گئے تھے لیکن رمیش نے تو چوری کی ہے۔ کوئی اس کا منہ بھی دیکھنا پسند نہیں کرے گا۔

رانی کو یہ سُن کر جوش آ گیا۔ بولی اپنی چیز اپنے گھر لا رہے تھے بہن! چوری کا ہے کی؟

ایک اور پڑوسن نے کہا جھنگا پاسی کو پار سال چھ مہینے کی سزا ہوئی تھی مگر اس کا قصور کیا تھا؟ اس نے زمیندار کے کھیت میں سے صرف باجرے کی بیس بالیں توڑی تھیں رمیش کو اس سے کم سزا نہ ہو گی۔

اسی طرح روزانہ رانی کے گھر میں گاؤں کی عورتوں کا اجتماع ہوا کرتا تھا۔ اور جیل۔ عدالت اور سزا کا ذکر ہوا کرتا تھا۔ رانی اپنے پتی کو دیکھنے، اس سے ملنے کے لئے بیقرار تھی۔ اس کے پاس بیچنے کے لئے زیور بھی نہیں تھے۔ سپاہی کو کیا دیتی؟ وکیل کو کیا دیتی؟

ایک پڑوسی کا لڑکا شہر میں پڑھتا تھا۔ اس نے رانی کو بغیر کسی خرچ کے اس کے پتی کے درشن کرا دینے کا وعدہ کیا اور لے کر شہر کو روانہ ہوا۔

جیل کا پھاٹک دیکھ کر رانی خوف سے لرز اُٹھی۔ پہرے دار نے کہا۔ "ایک روپیہ دو تو رمیش سے ملاقات کرا دوں"!

رانی اپنی جان دے سکتی تھی، اپنا سر دے سکتی تھی، لیکن روپیہ اس کے پاس کہاں تھا؟ پڑوسی کا لڑکا اس کا اضطراب دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "میرے پاس ایک روپیہ ہے۔ پتا جی نے خرچ کے لئے دیا تھا لیکن چاچی تم یہ سپاہی کو دیدو۔ میں اپنا کام کسی طرح چلا لوں گا۔

پتی کے درشن کے اشتیاق میں رانی کی سوچنے سمجھنے کی طاقت بھی جیسے کسی نے چھین لی ہو۔ اُس نے لڑکے سے روپیہ لیکر پہرے دار کو دیدیا۔ رمیش جیل کے پھاٹک پر لایا گیا۔

شادی کے بعد رانی نے آج پہلی بار اُسے سپیر سے پیر تک ملبوس دیکھا تھا۔ گھٹنوں تک جانگیا جانگیے کے اوپر قمیض اور سر پر ٹوپی۔ شوہر کو اس صورت میں دیکھ کر رانی کو بڑی مسرت ہوئی۔ اس کے دل کی گہرائیوں سے دُعا نکلی، بھگوان یہ جہاں رہیں انھیں سکھی رکھنا۔

رمیش سے کہا "رانی تو نے شہر تک میرے لئے آنے کی جرأت کی۔ یہ دیکھ کر آج مجھے اپنے اوپر بہت فخر ہو رہا ہے۔ میری فکر مت کرنا۔ کل مجھے چھ مہینے کی سزا ہوگئی ہے۔ یہ بیساکھ ہے ایک ماہ کی رعایت ملے گی۔ بھادوں تک گھر آجاؤنگا۔

رانی نے پوچھا۔ یہاں کھانے کو کیا ملتا ہے؟

یہ نہ پوچھ رانی۔ بڑا سکھ ہے۔ دونوں وقت روٹی دال اور ساگ ملتا ہے۔ امیروں کی جنت تو مجھے نہیں معلوم لیکن غریبوں اور کسانوں کی جنت تو یہی جیل خانہ ہے۔ رامو، کالکا اور چودھری سے میری طرف سے کہہ دینا کہ چوری کرنے سے جنت ملتی ہے۔ وہاں خالی ہاتھ خالی پیٹ بیٹھے کیا کر رہے ہیں؟ قصور کریں اور یہاں آکر کچھ دنوں مہمانی کا لطف اُٹھائیں۔ میری پوشاک دیکھ اپنے ہوش میں تو میں نے کبھی اتنے کپڑے پہنے نہیں۔ اوڑھنے بچھانے کو کمبل ملتے ہیں رانی! تیری فکر نہ ہوتی تو مجھے آرام سے یہیں زندگی گزار دیتا۔"

لڑکے نے پوچھا۔ یہاں کچھ کام نہیں کرنا پڑتا چاچا؟

کام! بیٹا کام تو جان توڑ کر کرنا پڑتا ہے۔ دن بھر چکی پیسنی پڑتی ہے بادھ بٹنے پڑتے ہیں اور پانی کھینچنا پڑتا ہے۔ لیکن اس محنت کے عوض خراب ہی سہی لیکن پیٹ بھر کھانا تو ملتا ہے! اور وہاں گاؤں میں کیا ہے؟ محنت بھی کرو اور بھوکے بھی رہو۔

پھر وہ رانی سے بولا،" چھ مہینے برہما کے دن نہیں ہوتے برسات میں گھر گرے گا۔ چھانے دینا۔ گرمی میں کھیتی باری کی فکر نہ کرنا گرمی میں آم گٹھلی، برسات میں ساگ پات کھا کر گزار لینا۔ میں آؤں گا تو دیکھا جائیگا۔

پھاٹک کے سپاہیوں نے کہا بہت باتیں کرچکے چلو اندر چلو۔

رانی نے اپنے بغل سے ایک پوٹلی نکالی۔ رمیش نے کہا کیا ہے؟

"تھوڑے سے چنے لائی تھی۔ وہی بھل کر لائی اور سکے کے لئے تمہارے واسطے۔

"رانی تو ہمیشہ مجھے بچہ ہی سمجھے گی! خیر لا۔

رمیش نے پوٹلی لے لی۔

سپاہی نے اس سے پوٹلی چھین کر پھاٹک سے دور راستے میں پھینک دی اور اس کے گلے میں ہاتھ لگا کر بولا۔ بس بہت ہوا۔ چل اندر چل جیل میں باہر کا کھانا نہیں لیا جاتا۔

سپاہی کی بات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے رمیش نے پھر کہا۔ رانی! فکر نہ کرنا۔ چھ مہینے برہما کے دن نہیں ہوتے۔

سپاہی ڈھکیلتا ہوا اسے اندر لے گیا۔ رانی اپنا دل تھام کر رہ گئی آہ! کاش دُنیا رمیش کو رانی کی نظر سے دیکھتی۔ کاش عدالت اس سے دریافت کرتی کہ تو نے چوری کیوں کی؟ حکومت جیل کے اندر اس کے کھانے کی جیسی فکر کرتی ہے ویسی ہی باہر بھی کرتی۔

رانی نے پوٹلی اٹھالی۔ جس طرح کوئی بھگت دیوتا کو کوئی کھانے کی چیز بھینٹ کرتا ہے اور پجاری دیوتا کے پاس لیجاکر پھر وہ سامان بھگت کو واپس کرتا ہے اسی عقیدت سے رانی نے اس پوٹلی کو اُٹھایا تھا۔ اس میں اُس کے شوہر کا ہاتھ لگا تھا۔ اس کے پتی دیوتا کا۔ پھر کیوں نہ اس کے لئے ایک متبرک چیز ہو جاتی۔

(۲)

گاؤں میں آنے پر رانی پتی کے واپس لوٹنے کے دن گننے لگی اس کا چار سال کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا جو نانی کے گھر رہتا تھا۔ وہاں اسے کھانے پینے کا آرام تھا۔ رمیش کی گرفتاری اور سزایابی کی خبر سُن کر اس کی ضعیفہ ماں نے ایک آدمی بھیجکر اُسے اپنے یہاں بلا لیا لیکن رانی نے جانے سے انکار کر دیا۔ کیا معلوم پتی دیو کب آجائیں؟ تب وہ کہاں جائینگے، کیا کھائیں گے اس کشمکش نے اسے گھر نہ چھوڑنے دیا اپنے کھانے پہننے کی اسے خاص فکر نہ تھی اور پھر اپنی ماں کی حالت سے بھی وہ باخبر تھی۔ وہ غریب بزرگوں کی کمائی سے کسی طرح گزر اوقات کر رہی تھی۔ اپنی دلبستگی کے لئے اس نے نواسے کو بلا لیا تھا اور اس کی پرورش کر رہی تھی یہی اس پر کیا کم بار تھا۔

چھ مہینے کوئی برہما کے دن نہیں ہوتے رانی نے پتی کے گھر پر رہ کر ہی یہ ایام گذارنے کا فیصلہ کر لیا۔

رمیش کا آموں کا ایک باغ تھا۔ لیکن قرض میں وہ بھی ہاتھ سے جا چکا تھا۔ مہاجن نے اُس سال وہ باغ کنجڑے کے ہاتھ بیچ دیا تھا کنجڑہ باغ میں اپنا ڈیرہ ڈال کر پڑا تھا۔

بیساکھ کے بعد جیٹھ آیا۔ جیٹھ کی لمبی دوپہر کاٹے نہ کٹتی تھی جی گھبراتا تو رانی اُسی باغ میں چلی جاتی۔ وہ اُس کا باغ تھا بہت سے درخت اس کے سسر کے لگائے ہوئے تھے۔ وہ مہاجن کے قبضہ میں تھا تو کیا۔ اس کا تو اس باغ سے خاندانی رشتہ تھا۔ کوئی حق نہ ہونے ہوئے بھی وہ اس باغ کو اپنا سمجھتی تھی۔ وہاں جانے میں وہ کسی قسم کی شرم نہیں محسوس کرتی تھی۔

وہ کنجڑے کے لڑکوں کو اُس باغ کی کہانیاں سنایا کرتی تھی کس درخت کے آم کتنے میٹھے ہیں یہ بتاتی، کس درخت کے آموں کا اچار اچھا ہوتا ہے یہ بتاتی۔ ایک درخت ایسا بھی تھا جس میں بھادوں میں آم پکتے تھے وہ درخت بھی اس نے کنجڑے کو بتایا۔ کنجڑے نے اُس درخت سے اور بھی فائدہ اٹھانے کا خیال کیا۔

رانی کنجڑے کے بچوں کا دل باتوں ہی سے نہیں بہلایا کرتی بلکہ باغ سے جانوروں کو بھگانے اور آم چننے کے بھی ان کی مدد کیا کرتی۔ یہ سب کام وہ اپنا ہی سمجھ کر کیا کرتی اور کرتی کیوں نہ؟ باغ اسی کا تھا اس پر اس کا قبضہ خواہ نہ رہا ہو؟ پھر مہاجن اسے دام مل جانے پر واپس کرنے کو تیار تھا اُسے یہ بھی اُمید تھی کہ کبھی پاس میں پیسے ہوں گے تو باغ اُسے پھر واپس مل جائیگا۔

شام کو چلنے لگتی تو کنجڑن اسے کسی روز چار، کسی روز پانچ، اور کسی روز دس آم تک مفت دیدیتی۔ یہی آم اس کی زندگی کا سہارا تھے۔ ان آموں کو وہ مزہ کے لئے نہیں بلکہ زندہ رہنے کے لئے اور پتی کا درشن کرنے کے لئے کھاتی تھی لیکن ایک روز کے آم ہمیشہ دوسرے روز کھاتی

کیا معلوم سرکار کو ترس آ جائے اور وہ اس کے شوہر کو چھوڑ دے۔ اسی خیال سے روزانہ تازے آم پتی کے لئے رکھ چھوڑتی تھی۔ رات کو وہ بستر پر لیٹی لیٹی پتی کے آنے کی آہٹ لیا کرتی۔ ذرا بھی کسی کے آنے کی آہٹ پاتی تو چونک کر اٹھ بیٹھتی۔ آنگن سے نکل کر دروازے تک آتی چاروں طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھتی اور پھر مایوس ہو کر لوٹ جاتی۔

اس کے دروازے پر نیم کا ایک درخت تھا اس کے گھنے سائے میں پڑوسی دوپہر میں بیٹھا کرتے تھے۔ ان کی خاطر کرنے کے لئے گھر میں پان سپاری نہ تھی لیکن گرمیوں میں وہ ایک گھڑا ٹھنڈا پانی بھر کر رکھ جاتی اور پڑوسی کے لڑکوں سے کہہ جاتی کہ کوئی پانی مانگے تو اپنے گھر سے لوٹا لا کر پلا دینا۔

اس کے گھر تک کسی کے رہنے کی ممانعت نہیں تھی۔ چوپال میں داخل ہونے پر ایک پرانا کواڑ دروازے میں لگا رہتا تھا۔ اس سال رمیش کے سامنے ہی کسی نے اسے نکال کر ہولی میں جلا دیا تھا۔ اس وقت ایک ریڑا کی لکڑی کا ٹٹّر کواڑ کی جگہ لگا دیا گیا تھا جو خود رانی نے لڑکوں کی مدد سے تیار کیا تھا۔ ایک کھاٹ تھی جو دن بھر باہر نیم کے نیچے بیٹھنے والوں کے لئے بچھا دیتی تھی اور رات میں اس کے سونے کے لئے آنگن میں آ جاتی تھی۔

گاؤں والوں میں سے کسی نے یہ پوچھنے کی زحمت گوارا نہ کی رانی کیا کھا کر زندہ رہتی ہے۔ انھیں خیال تھا کہ رمیش ضرور کچھ گھر میں چھوڑ گیا ہوگا۔ جب چوری میں پکڑا گیا ہے تو ضرور اس نے پہلے بھی چوری کی ہوگی۔ کیا معلوم گھر میں کچھ نقدی بھی گڑی ہو، اس لئے رانی پر کیا گزر رہی ہے اس کے متعلق کبھی کسی نے کچھ نہ سوچا۔

جیٹھ گزرا اور اساڑھ آیا۔ کھیت اور راستے سبزی سے ڈھک گئے۔ اس نے سوچا شاید سرکار جوتائی بوائی کا خیال کر کے اس کے شوہر کو چھٹی دیدے۔ وہ اور زیادہ بے چینی سے پتی کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔

گاؤں میں سب کے گھر چھائے گئے لیکن رانی کا گھر بغیر مرمت کے رہ گیا اور برسات میں گرنے لگا۔

غریب عورت ہل بیل کا بھی انتظام نہ کر سکی اس کے کھیت زمیندار نے دوسروں کے حوالے کر دیئے۔ کوئی ہل وغیرہ درست کراتا۔ کوئی کھیتوں میں کھاد پھینکنے کے لئے جاتا۔ کوئی بیلوں کے لئے گھاس کاٹ کر لاتا۔ لیکن رانی کے پاس کوئی کام نہیں تھا۔ وہ اپنے دروازے پر بیٹھی ہوئی یاس بھری نظروں سے سب کو کام کرتے ہوئے دیکھتی اور پتی کے واپس کا انتظار کرتی رہتی۔

چولہا اسی روز سے نہیں جلا تھا جس روز سے رمیش پکڑا گیا تھا۔ گھر میں کچھ تھا ہی نہیں جو وہ پکاتی اور اگر ہوتا بھی تو شاید اس سے کچھ پکایا نہ جاتا۔ تنہا اپنے لئے اس نے کھانا نہیں پکایا تھا۔ اس طرح وہ روز بروز دبلی اور کمزور ہوتی گئی۔ اب چلنے میں اس کے پیر لڑکھڑانے لگے۔ آموں کی گٹھلیاں اس نے گھر کے ایک کونے میں جمع کر رکھی تھیں جب بھوک بہت بے چین کر دیتی تو وہ دو چار گٹھلیاں توڑ کر کھاتی اور ایک لوٹا پانی پی لیتی۔ گھر کے آنگن میں اس کے پتی وسن نے یہاں سے بیج لیکر ککڑی بوئی تھی۔ یہی اس کی کھیتی تھی بقیہ زندگی کا وہی سہارا تھیں۔ وہ اپنے دل میں کہا کرتی۔ جب تک وہ آئیں گے ککڑیاں تیار ہو جائیں گی۔ دس پانچ دن آرام سے کھائیں گے پھر دیکھا جائے گا۔ کھیتوں میں دانا پڑ گیا ہے۔ محنت مزدوری مل ہی جائے گی۔

اب اس کے لئے دروازے سے اٹھنا بھی مشکل ہو گیا۔ چوپال میں بھی جھاڑو لگاتی تو ہانپ اٹھتی۔ ایک دن کا بھرا ہوا پانی کئی روز پیتی معلوم ہوتا کہ اب صرف پتی کا درشن کرنے کے لئے ہی اس کے جسم میں طائر روح مقید تھی۔ لیکن خود غرض انسانوں کی اس بستی میں رانی کو اس طرح موت سے لڑتے ہوئے دیکھ کر بھی کسی نے اس سے اس کے جی کا حال نہ پوچھا۔

گنتے گنتے آخر وہ دن بھی آ گیا جس کا رانی کو انتظار تھا گاؤں کے لڑکوں نے آ کر خبر دی کہ رمیش آ رہا ہے۔ رانی کے جسم میں خدا معلوم کہاں سے قوت آ گئی۔ پتی کو اس کا بھیس دیکھ کر صدمہ نہ ہو اس لئے اس نے پانی لگا کر بالوں میں کنگھی کی۔ شادی کے وقت کی ایک ساری جو کہیں کہیں جھینگروں نے کاٹ ڈالی تھی پہن لی اور مانگ میں سیندور لگا کر آنگن میں ادھر ادھر گھومنے لگی۔ وہ پتی کو کھلانے کے لئے ملائم ملائم ککڑیاں توڑنے لگی۔ یکایک رمیش نے باہر ہی سے آواز دی۔ "رانی میں آ گیا۔"

رانی دوڑ کر اس کے پیروں سے جا کر لپٹ گئی لیکن رو نہ سکی آج اس مسرت کے موقعہ پر وہ دل کے سارے غم و اندوہ کو دل سے نکال کر بہت دور پھینک دینا چاہتی تھی۔ اس کی گھگھی بندھ گئی وہ کچھ بول نہ سکی۔

رمیش نے اُسے اٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن ارے یہ کیا؟ وہ اٹھتی کیوں نہیں گاؤں کے ایک بوڑھے مرد نے کہا "اس کے جسم میں جان نہیں ہے جو اٹھے۔ رمیش نے زور سے پکارا رانی! رانی! اب تو بھی مجھے اس مصیبت میں اکیلا چھوڑ دیگی؟

لیکن رانی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے پژمردہ چہرہ پر ایک عجیب قسم کی مسرت رقص کر رہی تھی گویا وہ خاموشی سے کہہ رہی تھی "پیارے تم مرد ہو، میں نہ رہوں گی تو تمہیں کمانے کی زیادہ فکر بھی نہ رہے گی اور جب کسی طرح پیٹ نہ بھریگا تو میرا ہی اسی "غریبوں کی جنت" میں چلے جاؤ گے۔

وہ صرف اپنے پتی کے درشن کے لئے زندہ تھی۔ آج وہ تمنا پوری ہو گئی۔ شاید اسی لئے جان بھی نکل گئی۔

رمیش نے اسے آہستہ سے زمین پر لٹا دیا اس کے آنچل سے ملائم ملائم ککڑیاں اور کی بتیاں زمین میں گر پڑیں۔ یہ آخری نذر تھی جو اس نے اپنے دیوتا کے چرنوں کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

گنّے کے واسطے سنئی کی کھاد

ازجناب اے۔ کے مترا صاحب۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ذی ڈکنیٹب اکونمک بوٹینسٹ (گنا اور دھان)
اگورنمنٹ۔ شاہجہان پور

گنے کی فصل سے بہ نسبت اور فصلوں کے کاشتکاروں کو آج کل بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اسلئے ہر کاشتکار یہی کوشش کرتا ہے کہ جس قدر رقبہ میں ممکن ہو سکے گنے کی کاشت کرے۔ جب زیادہ رقبے میں گنا بویا جاویگا تو زیادہ پیداوار لازمی ہے۔ لیکن چونکہ شکر بنانے کے کئی کارخانے اس صوبے میں لگ گئے ہیں۔ اسلئے جسقدر گنا پیدا ہوگا وہ سب یہ کارخانے خرید لیں گے اور اس سے شکر بنالیں گے۔ لہذا یہ مشکل کہ اسقدر گنے کا کیا ہوگا کاشتکاران کہاں فروخت کرینگے کیا کرینگے درپیش نہیں آتی۔ البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کھیت کمزور ہو جاویں گے اور چونکہ کاشتکاران عموماً غریب ہوتے ہیں وہ کوئی قیمتی طریقہ زمین کو زرخیز بنانے کا کام میں نہیں لاسکتے ہیں۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ ان کو کوئی طریقہ کھیتوں کو زرخیز بنانے کا ایسا بتایا جاوے جو بہت سستا ہو۔ وہ طریقہ سنئی کی کھاد استعمال کرنے کا ہے سنئی کی کھاد حسب ذیل طریقے سے دیجا سکتی ہے

عام طور سے کاشتکاران جس کھیت میں گنا بوتے ہیں۔ اس کھیت میں گنا بونے سے سال بھر قبل کوئی فصل نہیں لیتے ہیں اور اسکو پرتی چھوڑ دیتے ہیں۔ محض اس میں وقتاً فوقتاً جوتائی کرتے رہتے ہیں۔ لہذا کاشتکاران کو چاہئے کہ جب بارش اتنی کافی ہو جاوے کہ کھیت میں جوتائی ہو سکے تو کھیت کو دو مرتبہ جوت کر اس میں سنئی ایک من فی ایکڑ کے حساب سے چھٹکوا ں بو دیں پھر کھیت میں پاٹا دیدیں اگر بارش وقت سے شروع نہ ہو تو کھیت میں آبپاشی کر دینا چاہئے پھر جوت کر سنئی بو دینا چاہئے۔ جب پودے قریب دو ماہ کے ہو جاویں تو ان کو اسی کھیت میں مٹی پلٹنے والے ہل جیسے پنجاب ہل یا وکری ہل سے جوت دینا چاہئے۔ یہ کام اگست میں ضرور ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ اگر سنئی کے پودے دو ماہ سے زیادہ کے ہو جاوینگے تو اوّل تو پودوں کے تنے اتنے سخت ہو جاویں گے کہ مٹی میں سڑنے میں انھیں بہت دیر لگے گی۔ دوسرے ستمبر۔ اکتوبر کی بارش جو کہ سنئی کو مکمل طریقہ سے سڑا دیتی ہے بیکار ہو جاویگی۔ بلکہ نقصان دہ ثابت ہوگی کیونکہ اکتوبر۔ نومبر میں ہی سب سے زیادہ نائٹریٹس زمین میں موجود ہوتے ہیں۔ وہ سب برساتی پانی میں گھل کر بہ جاوینگے اور پھر پودوں کو سڑانے کے لئے ایک آبپاشی کرنی پڑے گی۔ جس کا خرچہ فضول ہوگا۔ یہ بات نہایت ضروری ہے کہ سنئی کے پودے کھیت میں اچھی طرح سے سڑ جاویں ورنہ کچھ فائدہ نہ ہوگا اس طرح سنئی کی کھاد دینے میں خرچہ بہت کم ہوگا اور جو کچھ خرچہ ہوگا وہ ہر کاشتکار برداشت کر سکیگا محض اس طرح کھاد دینے سے گنے کی پیداوار میں ڈیڑھ سو من سے لیکر دو سو من تک فی ایکڑ کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

ایک اور طریقہ ہے جس سے سنئی کی فصل کھاد کے کام میں آسکتی ہے وہ یہ ہے کہ پودوں کے تنوں کو علیحدہ کر لیا جاوے اور ان سے سن نکالا جاوے صرف جڑیں اور پودوں کا اوپری حصہ کھاد کے کام میں لایا جاوے۔ اس طریقہ میں سنئی سڑانے کے لئے زیادہ پانی کی ضرورت نہیں ہوتی اور جلد سڑ بھی جاتی ہے۔

گنے کی فصل کو تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے (۱) نائٹروجن (۲) فاسفیٹ (۳) پوٹاس۔ سنئی کی کھاد صرف نائٹروجن پہنچاتی ہے اور وہ بھی جتنی ضرورت ہوتی ہے اس کا ۶۰ فیصدی۔ اس لئے اگر سنئی کی کھاد کے ساتھ تھوڑا سا گوبر بھی دیدیا جاوے تو بہت اچھا ہوگا۔ کیونکہ گوبر کی کھاد سے زمین کو باقی ماندہ نائٹروجن ملجاویگا۔ اوّل تو ہمارے صوبہ کی زمین کو فاسفیٹ اور پوٹاس کی ضرورت کھاد کی شکل میں ہوتی نہیں ہے پھر بھی اگر کوئی کھیت کمزور ہوا تو جسقدر فاسفیٹ اور پوٹاس کی ضرورت ہوگی وہ گوبر کی کھاد سے پوری ہو جاویگی اگر ملسکے تو ایک دو من امونیم سلفیٹ فی ایکڑ کے حساب سے گنے کے پودوں کو شروع میں دیا جاسکتا ہے۔

اس مسئلہ کو مدنظر رکھکر سرکاری تجرباتی فارم شاہجہاں پور پر چند تجربے کئے گئے ہیں۔ ان سے حسب ذیل نتیجے پیدا ہوئے ہیں جو کہ فی ایکڑ حساب لگا کر درج کئے گئے ہیں۔ تجربات بھی ایسے کھیتوں میں کئے گئے ہیں جو کہ زرخیزی میں عام کاشتکار کے کھیت کے برابر تھے۔

(۱) اگر سنئی کے پورے پودے زمین میں جوت دئے جاویں تو زمین کو تقریباً ۲۵۰ من ہرا چارہ ملجاویگا اور نائٹروجن ۶۰-۶۵ پونڈ ملے گی لیکن زمین کی نائٹروجن میں ۶۰ پونڈ سے کافی زیادہ اضافہ ہوگا۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زمین میں نائٹروجن فکزیشن ہوتا ہے گنے کی پیداوار تقریباً ۶۰۰ من ہوگی۔

(۲) اگر صرف سنئی کا اوپری حصہ جوتا جاویگا تو تقریباً ۲۰۰ من ہرا چارہ زمین کو ملیگا اور نائٹروجن ۵۵-۶۵ پونڈ ملیگی۔ لیکن زمین کی نائٹروجن میں اس سے کافی زیادہ اضافہ ہوگا جس سے یہ بات ثابت ہے کہ زمین میں اس طرح کھاد دینے سے بھی نائٹروجن فکزیشن ہوتا ہے گنے کی پیداوار تقریباً ۵۰۰ من ہوگی۔

(۳) صرف جڑوں کو ہی جوتنے سے ۲۲ من ہرا چارہ زمین کو ملیگی اور نائٹروجن ۲،۴ سے ۲،۷ پونڈ ملیگی۔ لیکن زمین کی نائٹروجن میں اضافہ اتنا ہی ہوگا جتنا کہ پورے پودے کے جوتنے سے ہوتا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جڑوں کے جوتنے سے نائٹروجن فکزیشن اتنا ہی ہوتا ہے جتنا کہ پورے پودے کے سڑنے سے۔ گنے کی پیداوار تقریباً ۵۰۰ من ہوگی۔

(۴) اگر کوئی کھاد نہ دیجاویگی تو گنے کی پیداوار تقریباً ۴۰۰ من ہوگا۔

(۵) جس کھیت میں سنئی کے پودے ۵۰ دن کے بعد جوتے گئے انمیں گنے کی پیداوار ۷۲۳ من ہوئی اور جس کھیت میں کچھ کھاد نہ دیگئی انمیں صرف ۵۸۰ من گنے کی پیداوار ہوئی یعنی سنئی کی کھاد استعمال کرنے سے گنے کی پیداوار میں تقریباً ۱۵۰ من کا اضافہ ہوا۔

دھان کی کاشت میں کھاد کا استعمال

(از جناب پی۔ ایس گپتا ایم ایس۔ سی اور جناب ایس۔ ایم۔ اعجاز حسین۔ بی۔ ایس۔ سی)

عام طور پر دھان کے کھیتوں میں کوئی کھاد نہیں ڈالی جاتی۔ اس کی صرف دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ کاشتکاروں کو اس بات کا بالکل اندازہ نہیں کہ اگر وہ دھان کے کھیتوں میں کھاد کا استعمال کریں تو ان کو کوئی فائدہ بھی ہوگا یا نہیں۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ جانتے ہوئے کہ کھاد سے فائدہ ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اُن کی غریبی کھاد کے خرچ کو برداشت نہ کرسکے گی مگر یہ صرف اُن کی ناسمجھی ہے۔ اِن غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے ہم کاشتکاروں کو چند ایسی باتیں بتلانا چاہتے ہیں جو کہ ہمارے صوبہ میں سرکاری تجرباتی فارموں پر ایک کافی عرصہ تک تجربات کے بعد حاصل ہوئی ہیں ہم امید کرتے ہیں کہ کسان بھائی اس مختصر مضمون کو مطالعہ کرکے اس سے فائدہ اُٹھاویں گے۔

ہمارے صوبہ میں جگہ جگہ سرکاری تجرباتی فارم قائم ہیں اور ان فارموں پر کاشت کے متعلق ہر قسم کے تجربے ہر سال ہوا کرتے ہیں۔ دھان کی کاشت کے معلومات کے متعلق ایک بڑا فارم نگینہ ضلع بجنور میں اور ایک چھوٹا فارم گورکھپور میں ہے۔ ان فارموں پر دھان کی کاشت کے متعلق ہر طرح کے تجربے ہوتے ہیں چنانچہ ایک کافی عرصہ کے تجربوں کے بعد یہ بات اچھی طرح سے معلوم ہوگئی ہے کہ اگر دھان میں کھاد کا استعمال کیا جاوے تو کافی فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔ مندرجہ ذیل اعداد سے آپ خود اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں:-

قسم دھان	کوئی کھاد نہیں استعمال کی گئی پیداوار فی ایکڑ	کھاد استعمال کی گئی پیداوار فی ایکڑ	پیداوار میں خاص فرق
[illegible] دھان	۷ من [illegible] سیر	۲۱ من ۱۲ سیر	۱۳ من ۳۶ سیر
[illegible] ۲۲	۸ من ۲۰ سیر	۲۳ من ۸ سیر	۱۴ من ۲۸ سیر
چانسا ۱۰	۱۱ من ۱۲ سیر	۲۵ من ۰ سیر	۱۳ من ۳۶ سیر
ٹائپ نمبر ۱۳۶	۱۱ من ۱۲ سیر	۲۵ من ۳۶ سیر	۱۴ من ۲۴ سیر
ٹائپ نمبر ۲۱	۱۳ من ۰ سیر	۲۹ من ۱۲ سیر	۱۶ من ۴ سیر

نوٹ: کھاد [illegible] کے کھیت میں ڈالنے کا کل خرچ صرف سترہ روپیہ فی ایکڑ ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ کھاد ڈالنے سے پیداوار پر کیا اثر پڑا یعنی پیداوار [illegible] ڈیوڑھی دگنی ہوگئی۔ اور کھاد کا کل خرچ نکالنے پر بھی ایک حالت میں کافی فائدہ ہوا۔

اس اوپر دی ہوئی مثال میں کھاد کی قیمت کچھ زیادہ ہے جو کہ عام کاشتکار شائد ناپسند کریں حالانکہ اس کی کوئی گنجائش نہیں جبکہ کھاد کا کل خرچ نکالنے پر بھی ایک معقول رقم بچتی ہے مگر اس مضمون میں آگے چل کر آپ یہ ملاحظہ فرمائیں گے کہ سات روپیہ سے دس روپیہ فی ایکڑ کھاد کے لئے خرچ کرنے سے کافی فائدہ ہوتا ہے۔

اب ہم آپ کو یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ دھان کے لئے کون کون سی کھادیں مفید اور کارآمد ہو سکتی ہیں جنکو آپ اپنے کھیتوں میں استعمال کرکے ایک اچھی رقم پیدا کر سکتے ہیں۔

دھان کی بہترین کھاد معلوم کرنے کے لئے نگینہ فارم پر کئی قسم کی کھادیں ایک عرصہ تک زیر تجربہ رہیں۔ مثلاً امونیم سلفیٹ۔ ناتیفاس۔ سپر فاسفیٹ۔ شیرے کی کھاد۔ سنئی کی ہری کھاد۔ گوبر یا کوڑا کرکٹ کی کھاد۔ انڈی کی کھلی وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام کھادوں میں سنئی کی ہری کھاد کا استعمال سب سے زیادہ مفید ثابت ہوا۔ حسب ذیل اعداد سے آپ یہ معلوم کرسکتے ہیں کہ اس کھاد کا اثر پیداوار پر کیا پڑتا ہے:-

	پیداوار ۱۹۳۶ء	پیداوار ۱۹۳۷ء
سنئی کی ہری کھاد	۳۰ من ۳۲ سیر فی ایکڑ	۳۸ من ۳۶ سیر فی ایکڑ
کوئی کھاد نہیں	۱۶ من فی ایکڑ	۱۰ من فی ایکڑ
پیداوار میں فرق	۱۵ من ۳۲ سیر	۲۸ من ۳۶ سیر
قیمت	۳۹ روپیہ ۸ آنہ	۷۲ روپیہ ۴ آنہ
کھاد کا خرچ	۱۰ روپیہ	۱۰ روپیہ
زائد آمدنی	۲۹ روپیہ ۸ آنہ فی ایکڑ	۶۲ روپیہ ۴ آنہ فی ایکڑ

نوٹ: اس کھاد سے پیداوار دوگنی اور تگنی ہوگئی ہے۔ اور کھاد کا خرچ صرف سات روپیہ سے دس روپیہ فی ایکڑ تک ہوتا ہے۔

سنئی کی ہری کھاد کا استعمال

اس کھاد کو استعمال کرنے کے لئے سنئی موسم گرما میں بوئی جاتی ہے اس موسم میں پانی کی کمی ہوتی ہے اسلئے اس کھاد کا استعمال صرف وہیں ہو سکتا ہے جہاں کہ اس فصل کے لئے کچھ پانی کا انتظام کیا جا سکے۔

جن علاقوں میں نہریں ہوں۔ اُن میں اس کا فائدہ اُٹھانا بہت ہی آسان ہے کھیت کو پلیوہ کرنے کے لئے ایک تر جوت دو اور ایک من فی ایکڑ کے حساب سے سنئی کا بیج چھٹکواں بو دو۔ بیج بوتے وقت یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اس کی مقدار کم نہ ہو۔ اسلئے کہ اس موسم میں عام طور پر سنئی کم اُگتی ہے۔ اور اگر بیج کھیت میں کم پڑا تو کھیت میں کھاد کی کمی رہ جاوے گی۔

یہ فصل بہت جلد بڑھتی ہے اور سات سے نو ہفتہ میں اس قابل ہو جاتی ہے کہ اس سے اچھی سے اچھی اور زیادہ سے زیادہ کھاد لیجا سکے۔

پود لگانے یا چھٹکواں بیج بونے سے ایک ہفتہ قبل یہ فصل کھیت میں ہی جوت دی جاتی ہے۔ اسلئے بیج بوتے وقت یہ خیال رکھنا چاہئے کہ کھیت میں پود لگانے یا چھٹکواں بیج بونے



پاٹا چلاکر سنئی کے پودوں کو گرانا۔



مٹی پلٹنے والے ہل سے سنئی کو دبانا۔

...ماناً آٹھ یا دس ہفتہ پہلے اس کا بیج بو دیا جاوے تاکہ ...سے کم ایک ہفتہ کا وقفہ مل جاوے۔ جوکہ اس فصل کو کھیت میں ...نے کے لئے ضروری ہے جس وقت یہ فصل ساٹھ سے نو ...نہ کی ہو جاوے۔ اس کو کھیت میں جوت دینا چاہئے۔ ...کا آسان طریقہ یہ ہے کہ پہلے کھیت میں پاٹا چلاکر پودوں کو ...دیا جاوے۔

(تصویر نمبر ۱ کو دیکھئے) اسکے بعد مٹی پلٹنے والے ہل سے ...س رخ میں جوت دیں جس رخ میں پودے گرائے گئے ہوں۔ (تصویر نمبر ۲ کو دیکھئے) اس طرح قریب قریب نوے فیصدی ...مل مٹی کے اندر دب جاویگی اور جلد سڑ جاویگی۔ جوتنے ...ے بعد کھیت کو پانی سے بھر دینے میں سنئی کا پودا وقت پر ...ڑکر زمین میں مل جاتا ہے۔ اور ایک ہفتہ بعد کھیت بوائی کے ...ابل ہو جاتا ہے۔

گیہوں یا دوسری فصلوں میں جب سنئی کی ہری کھاد استعمال ...جاتی ہے تو ان فصلوں کے بیج بونے سے پہلے سنئی کے پودوں کا ...یت میں سڑ جانا ضروری ہوتا ہے۔ مگر دھان کے لئے یہ ضروری ...یں۔ اسلئے کہ دھان کے کھیتوں میں بیج ڈالنے کے وقت سے ...انی تک کافی سنئی رہتی ہے۔ اور شروع میں زیادہ تر پانی ہی ...برابر رہتا ہے جوکہ سنئی کے پودوں کو سڑانے کے لئے کافی ہوتا ...ہے اس نمی یا پانی کی موجودگی کی وجہ سے سنئی جلد سڑکر فصل ...کے لئے وقت پر تیار ہو جاتی ہے۔ جن علاقوں میں پود لگائی ...جاتی ہے یا کھیت میں پانی بھرنے کے بعد چھٹکواں بوائی کی جاتی ...ہے وہاں سنئی کو ایک ہفتہ قبل جوت کر چھوڑ دینا ہی کافی ...ہوگا۔

سنئی کی ہری کھاد کا استعمال ایک اور طریقہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ سنئی کو دھان کے کھیتوں کے علاوہ اور دوسرے کھیتوں میں بویا جاوے۔ پھر پود لگانے یا چھٹکواں بوائی کرنے سے ایک ہفتہ قبل سنئی کے اوپری حصوں کو کاٹ کر دھان کے کھیتوں میں ڈیڑھ سو سے دو سو من فی ایکڑ کے حساب سے چھوڑ دیا جاوے اور پھر کھیت میں پانی بھر کر جوت دیا جاوے تاکہ سڑنے میں آسانی ہو۔

سنئی کی کھاد کے علاوہ چند اور کھادیں

سنئی کی کھاد کے علاوہ چند اور کھادیں بھی ایسی ہیں۔ جنکو کاشتکار استعمال میں لاکر ان سے کافی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

امونیم سلفیٹ ۔ سنئی کی کھاد کے علاوہ اور کھادوں میں یہ کھاد بہترین ثابت ہوئی ہے۔ یہ کھاد بہت آسانی سے دستیاب ہو سکتی ہے۔ اس کھاد کے استعمال میں کوئی دقت طلب بات نہیں ہے اور کافی فائدے کے ساتھ استعمال کی جا سکتی ہے۔ ایک ایکڑ کھیت میں کم از کم ڈیڑھ من کھاد ڈالنا چاہئے۔ جس کی قیمت ساڑھے سات روپیہ ہوگی۔ اس سے تقریباً آٹھ یا دس من فی ایکڑ پیداوار بڑھ جاتی ہے جس کی قیمت قریب بیس سے پچیس روپیہ تک ہوگی۔ اس طرح سے اس کھاد کے استعمال سے فی ایکڑ کافی رقم بچ سکتی ہے۔

حسب ذیل اعداد قابل ملاحظہ ہیں

امونیم سلفیٹ کی کھاد دی گئی	۲۶ من ۸ سیر فی ایکڑ
کوئی کھاد نہیں دی گئی	۱۶ من فی ایکڑ
پیداوار میں فرق	۱۰ من ۸ سیر فی ایکڑ
قیمت	۲۵ روپیہ ۸ آنہ
کھاد کا خرچ	۱۵ روپیہ ۸ آنہ فی ایکڑ
زائد آمدنی	۱۰ روپیہ فی ایکڑ

یہ کھاد چھٹکواں بوائی کرنے کے ایک ہفتہ بعد اور پود لگانے کے دو ہفتہ بعد کھیت میں چھینٹی جاتی ہے۔

کھیت میں کھاد چھڑکتے وقت مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

۱۔ کھاد ڈالتے وقت کھیت میں نمی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ جوکہ عام طور پر دھان کے کھیتوں میں کافی ہوتی ہے۔ اگر کھیت خشک ہو تو کھاد چھڑکنے سے قبل کھیت میں ہلکی سینچائی کر لی چاہئے۔ کھیت میں ایک یا دو انچ سے زیادہ پانی نہ ہو۔ اور اگر کچھ پانی زیادہ بھی ہے تو بہتا ہوا پانی ہرگز نہ ہونا چاہئے ورنہ اول تو کھاد کے کھیت کے باہر نکل جانے کا اندیشہ ہے۔ دوسرے کھاد کھیت کے نیچے والے کنارے پر کل جمع ہو جاویگی اور تیسرے کھیت میں زیادہ پانی ہونے سے کھاد پانی میں گھل کر کافی نیچے چلی جاتی ہے جوکہ دھان کے پودوں کی جڑوں کی پہنچ سے باہر ہو جاتی ہے۔ ایسی صورتوں میں کھاد ضائع ہو جاتی ہے لہذا اسکا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

۲- کھاد کا کھیت میں ہموار پڑنا بہت ضروری ہے۔

۳- پتیوں پر زیادہ مقدار میں کھاد گر جانے سے اکثر پتیاں جل جاتی ہیں اور فصل کے بڑھاؤ میں خلل ہوتی ہیں۔

۴- جہاں تک ہو سکے پودوں کی جڑوں میں کھاد چھوڑنی چاہئے۔

۵- جب تیز ہوا چلتی ہو تو اس دن کھیت میں کھاد نہ چھوڑنا چاہئے۔

اس کھاد کا پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لئے بہتر یہ ہوگا کہ ایک حصہ کھاد اور پانچ یا چھ حصہ مٹی کو خوب مل کر لیں اس ترکیب سے کھاد ہلکی ہو جاوے گی۔ اور حسب منشا کھیت میں پڑ سکے گی۔ اس کو دو حصوں میں کرکے ایک حصہ اتر دکھن اور دوسرا حصہ پورب پچھم رخ سے چھینٹنا چاہئے۔ اس طرح سے کھاد بالکل ہموار بکھرے گی اور پتیاں بھی جلنے سے بچ جاویں گی۔

تالاب کی مٹی یا گوبر یا کوڑا اکرکٹ کی کھاد

یہ کھادیں بھی بہت فائدہ کے ساتھ استعمال کی جا سکتی ہیں۔ گوبر یا کوڑا اکرکٹ کی اچھی سڑی ہوئی کھاد اگر دستیاب ہو سکے تو سو من یا دس گاڑی فی ایکڑ کے حساب سے ڈالی جاوے۔ ان کھادوں کو جوتائی میں ہی پانی کی موجودگی میں کھیت میں ڈال کر جوت دینا چاہئے۔

کبھی کبھی زمین کی کمزوری یا دھان کے لئے غیر موزوں کھیت ہونے سے دھان کی اچھی فصل نہیں لی جا سکتی۔ ایسی صورتوں میں اگر ہری کھاد وغیرہ کا استعمال ممکن نہ ہو تو نزدیک کے تالاب کی مٹی دس گاڑی فی ایکڑ کے حساب سے ڈالنا بہت فائدہ مند ہوگا۔

شیرہ کی کھاد

تجربوں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ دھان کے لئے شیرہ بھی بطور کھاد فائدہ کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ شکر کے کارخانوں کے نزدیک کے کھیتوں میں اور جہاں بھی شیرہ آسانی سے دستیاب ہو سکتا ہے اُس کا استعمال بطور کھاد کافی فائدہ مند ثابت ہوگا۔ یہ کھاد پود لگانے یا چھٹکواں بیج بونے سے ایک یا ڈیڑھ مہینے قبل ۲۰ من فی ایکڑ کے حساب سے کھیت میں ڈالی جاوے۔

فصلوں کی روٹیشن یا ہیر پھیر

فصلوں کی روٹیشن یا ہیر پھیر سے بھی کھیت کو طاقتور یا زرخیز بنایا جا سکتا ہے۔ جن کھیتوں میں دھان سے قبل لوبیا گوار کی فصل بوئی گئی ہو۔ اُس میں کھاد دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

دو دال والی فصلیں بھی کھیت کو زرخیز رکھنے کے لئے کافی ہوتی ہیں۔ اس لئے جہاں کے دھان کے بڑے بڑے رقبہ ہوں وہاں دھان کے بعد بیچ میں چنا یا مٹر کی کاشت بھی کھاد کا کام انجام دیتی ہے اور برسیم بھی سبز چارہ کے لئے بو کر جس کی پیداوار ۳-۴ مرتبہ کے کاٹنے پر تقریباً چار سو من سبز چارہ فی ایکڑ مل جاتا ہے اس کو بھی مندرجہ بالا خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے بونا کھیت کی طاقت کے لئے بہت مفید ہے۔

مین پوری میں گرام سدھار کے دو نظارے



مین پوری کی نمائش کی کبڈی میں حصہ لینے والی دیہاتی ٹیم



گرام سدھار مرکز سے آئے ہوئے دیہاتی آدمی بیل کی دوڑ میں حصہ لے رہے ہیں۔

بدایوں میں گاؤں سدھار کے کچھ تجربے

(از جناب رگھو بیر سہائے)

یہ امر طے شدہ ہے کہ گاؤں سدھار کا کام بہت ہی مشکل ہے۔ اس میں بڑی بڑی دقتیں پیش آتی ہیں۔ اس کا مقصد عظیم ہے، اتنے عرصے میں جتنا کام لوگ چاہتے تھے اُتنا نہیں ہوا ہے پھر بھی بیج بو دیا گیا ہے، وہ اُگ بھی آیا ہے۔ اب اُسکے بڑھنے کے دن ہیں، سخت احتیاط اور نگرانی کی ضرورت ہے۔ یہ کام اُنھیں لوگوں کے کرنے کا ہے جن کو اس سے دلچسپی اور عقیدت ہو، جنکی زندگی کا مقصد ہی گاؤں سدھار ہو، جو اس محکمے کو دوسرے سرکاری محکموں سے بالکل جُدا سمجھتے ہوں۔ ایسے لوگ سرکاری ملازموں میں بھی ہیں۔ صرف غیر سرکاری لوگوں ہی سے اس بات کی توقع نہیں کی جاتی۔

بدایوں گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹری مسٹر جگنا تھ ترپاٹھی ڈپٹی کلکٹر جن کا تبادلہ گورکھپور کو ہو گیا ہے ایسے ہی لوگوں میں سے تھے۔ جب میں قریب ۲ سال ہوئے ضلع ایسو سی ایشن کا چیرمین بنایا گیا تھا اور میں نے اس کام میں ہاتھ ڈالا تو اُس وقت مجھے چاروں طرف مشکلیں ہی مشکلیں نظر آئیں بعض وقت تو میں سوچنے لگتا تھا کہ کہاں جنجال میں پھنس گیا۔ اس کام کی کوئی انتہا نہیں، ہے بالکل نئی چیز ہے اس پر کوئی لٹریچر نہیں ہے۔ سرکاری قاعدے قانون بھی کسی تجربے کی بنا پر نہیں بنائے گئے ہیں۔ بہت سی باتیں تو بالکل بے تکی سی کی جا رہی ہیں۔ آرگنائزرس اپنی طرف گھسیٹتے ہیں ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ اپنی راگ الگ الاپ رہے ہیں۔ انسپکٹر اپنی سابق حکومت کے نشے میں مست ہیں جو اصلی کام ہے اُس کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دیتا ہے۔ یہ تمام باتیں مجھے پریشان کیا کرتی تھیں۔ اگرچہ میں شروع ہی سے اپنا دماغ کھپاتا تھا، وقت دیتا تھا، سوچتا تھا، گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کرتا تھا، پھر بھی ہر طرف پریشانی ہی پریشانی نظر آتی تھی۔ لیکن میری اس تمام پریشانیوں کو دور کرنے میں اگر کسی نے مدد دی تو وہ مسٹر جگناتھ ترپاٹھی کی موجودگی تھی۔ آپ خدا معلوم کس قدر پختہ ارادے اور آہنی عزم کے انسان ہیں کہ کام سے گھبرانا تو جانتے ہی نہیں۔ ڈپٹی کلکٹر کا کام بحیثیت ایک حاکم پرگنہ کے، دفتر سرکاری کا کام بجائے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے، ڈسٹرکٹ اسپورٹس ایسوسی ایشن کا کام بحیثیت ایک سکریٹری کے اور گاؤں سدھار کا کام بھی بحیثیت سکریٹری کے سب آپ کے ذمہ تھا۔ اور گاؤں سدھار کے کام میں آپ کو اتنی زیادہ دلچسپی تھی کہ کسی وقت کوئی شخص بھی آپ سے اس سلسلے میں گفتگو کرنے کو چلا جائے آپ بات کرنے کو تیار رہتے تھے اور صلاح مشورہ دیتے تھے۔ مجھے دو سال میں کبھی بھی ایسا موقعہ نہیں پڑا کہ ترپاٹھی صاحب سے مشورہ لیا ہو اور آپ صحیح و صائب مشورہ نہ دے سکے ہوں۔ کوئی سنٹر ایسا نہ ہوگا جس میں موصوف میرے ساتھ خود گشت کرنے نہ گئے ہوں اور وہاں جاکر پیدل چار چار، پانچ پانچ گاؤں میں گھوم کر وہاں کی حالت نہ دیکھی ہو۔ آپ بڑی بڑی ہدایتیں لکھتے تھے اور پھر وہیں سے مختلف آرگنائزروں سے ضروری کام کراتے تھے آپ ایسوسی ایشن اور اس کی کمیٹی کی کارروائی خود اُردو اور ہندی دونوں زبانوں میں لکھتے تھے دفتر کا کام، حساب کتاب، اسٹور وغیرہ کی دیکھ بھال دو دو تین تین دن کی چھٹیوں میں کلرک آرگنائزر اور انسپکٹر کو بلا کر کیا کرتے تھے۔ گاؤں سدھار کا ایسا کوئی کام نہ تھا جس سے آپ کو پوری واقفیت اور دلچسپی نہ ہو۔ آپ اپنے ہر عمل سے اس بات کا ثبوت دیتے تھے کہ آپ اس محکمے کو محض کاغذی یا ڈھرے کی چیز نہیں سمجھتے تھے بلکہ آپ کا خیال تھا کہ یہ



جناب رگھو بیر سہائے

ہر ہندوستانی کو خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، سرکاری ہو یا غیر سرکاری حسب حیثیت مدد کرنی چاہئے۔ آپ نے یہ بات بخوبی ثابت کرکے دکھلا دی کہ سرکاری عہدیدار جتنا ہی بڑا ہو اتنا ہی زیادہ گاؤں سدھار کے کام میں دلچسپی دکھا کر فائدہ کرا سکتا ہے۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ اس دو سال کے عرصے میں ترپاٹھی صاحب اور میرے درمیان کبھی بھی اختلاف رائے ہوا ہو۔ اگر کبھی ہوا بھی ہوگا تو اُنھوں نے اپنی شیریں کلامی اور اپنے صحیح استدلال سے نیز اپنے انتظامی تجربات کی بنا پر مجھے اپنا ہمخیال بنا لیا۔ میں نے اور انھوں نے بحیثیت چیرمین اور سکریٹری کے کام نہیں کیا بلکہ اس طرح کام کیا کہ ہم دونوں اپنے کو محکمہ گاؤں سدھار کا ادنیٰ خادم سمجھتے رہے نہ کسی کو اپنی برتری کا احساس ہوا نہ کمتری کا۔ میری رائے میں ترپاٹھی صاحب جیسے سرکاری حاکم اس محکمے کو بہت عروج دے سکتے ہیں۔ غیر سرکاری لوگ انکے تجربے اور انکی سوجھ بوجھ سے بہت فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ ترپاٹھی صاحب نے یہ سب چیزیں محکمے کے مفاد پر قربان کر دی تھیں۔ میں جانتا ہوں کہ موصوف جہاں بھی جائینگے وہاں انکے محاسن چھپے نہیں رہینگے۔ اگرچہ وہ اُسے چھپانے کی بہت کوشش کرینگے۔ بدایوں کو ضرور آپکی جدائی سے نقصان ہوا ہے لیکن گورکھپور آپکی موجودگی سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ ایسے ہی حضرات سرکاری عہدوں پر پہنچ کر محکمہ کو اور زیادہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

لَلّی گھوڑی

(از جناب مارکنڈے باجپئی ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی)

شہروں سے تو اب لَلّی گھوڑی اُٹھ ہی گئی۔ ہاں دیہاتوں میں اب بھی کبھی کبھی دیکھنے کو مل جایا کرتی ہے۔ میں نے لَلّی گھوڑی بچپن میں دیکھی تھی اور بڑے شوق سے کود کود کر دیکھی تھی۔ وہ دن بھی کیا خوب تھے۔ اس وقت دنیا سے کوئی واقفیت نہیں تھی۔ رنج و غم دیکھے ہی نہیں تھے۔ مصیبت اور آفت کے نام سے نا واقف تھے۔ دھوکا، دغا، فریب یہ سب الفاظ اُس وقت بے معنی تھے۔ دن بھر بندروں کی طرح خوب اُچھلنا کودنا اور رات تک اُدھم مچانا بس یہی آتا تھا۔ اور اسی کی فکر تھی۔ سب سے بڑی مصیبتیں یہ تھیں گولی یا گیند کا کھو جانا۔ لیکن یہ آسانی سے ٹل جاتی تھیں۔ ماں کے پاس جاکر ذرا سا مُنہ بگاڑ دیا بس نئی گولی آجاتی تھی یا نیا گیند آجاتا تھا۔ ہر وقت نئی نئی شرارتیں سوجھا کرتی تھیں۔ یہ اسلئے کہ جتنی ہی زیادہ شرارتیں کرتا تھا اُتنا ہی مجھے پیار کیا جاتا تھا اُس وقت میں ہی گھر میں اکیلا لڑکا تھا اور سب کا لاڈلا تھا۔ ایک رنگین ڈنڈا ہاتھ میں لئے سب کو مارتا پھرتا تھا اور ہر کوئی میری ان شرارتوں پر ہنستا تھا۔

اس روز میرے اوپر ایک نئی افتاد نازل ہوئی تھی۔ محلے کے کچھ لڑکے اپنی اپنی ماؤں کے ساتھ میرے گھر آئے تھے۔ اگر میری پرورش لاڈ پیار میں ہوئی تھی تو وہ بھی اپنے گھروں میں لاڈ پیار میں پلے تھے۔ لیکن اس وقت یہ سوچنے کا تمیز کسے تھا۔ تاش کا کھیل ہونے لگا۔ تاش میرے ہی تھے مگر مجھے تاش کھیلنا اچھی طرح نہ آتا۔ دوسرے لڑکے سب مجھ سے بڑے تھے تھوڑی ہی دیر بعد وہ سب آپس میں کھیلنے لگے اور مجھے کھیل سے الگ کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر تو میں منتظر رہا کہ شاید ابھی یہ مجھے بھی بلائیں گے لیکن کسی نے نہ پوچھا۔ کچھ کہا سنی ہوئی اور میں نے بگڑ کر اپنے تاش مانگے۔ لیکن کھیل زوروں سے ہو رہا تھا چنانچہ مجھے تاش نہ ملے۔ مایوس اور غصہ میں بھرا ہوا میں اپنی ماں کے پاس پہنچا اور لگا مُنہ بگاڑ کر ٹھنکنے۔ وہ باتوں میں مشغول تھیں۔ میرے تھوڑے دیر ٹھنک چکنے کے بعد اُنھوں نے پوچھا "کیا ہے؟" میں نے کہا "مجھے کوئی کھلاتا نہیں۔" وہاں بیٹھی ہوئی ماؤں میں سے ایک نے اپنے لاڈلے کو آواز دی کہ اسے کیوں نہیں کھلاتے اور پھر باتیں ہونے لگیں۔ تھوڑی دیر انتظار کے بعد میں پھر ٹھنکا۔ اس بار ایک دوسری ماں نے اپنے بیٹے کو مجھے کھلانے کا حکم دیا۔ اس نے جواب میں کہا کہ انھیں کھیلنا نہیں آتا لیکن شاید انھوں نے جواب سُنا بھی نہیں۔ محلے کی عورتیں ایک جگہ جمع ہو جائیں اور پھر بچوں کی باتوں میں پڑ کر وہ محلے کی گندی نالیاں کریدنا چھوڑ دیں بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کسی کے یہاں جاکر بیٹھنے سے پھر فائدہ ہی کیا ہوا؟ لیکن میں بھی سیدھا نہیں تھا۔ اپنی ماں کا میں نے پیچھا نہ چھوڑا۔ مجھے وہاں سے بھگانے کی غرض سے انھوں نے کہا کہ وہ لوگ نہیں کھلاتے تو باہر بھالو کا ناچ ہو رہا ہے دیکھ آؤ۔ بھالو کا ناچ، بندر کا ناچ، سانپ کا ناچ، کٹھ پتلیوں کا تماشہ اور مداری کا کھیل یہ ایسی چیزیں ہیں جنھیں دیکھنے کا مجھے بیحد شوق تھا۔ اب بھی جب یہ کھیل سڑک پر ہونے لگتے ہیں اور اپنے مکان کے چھجے سے چھپ کر انھیں دیکھ سکتا ہوں تو میں ضرور دیکھتا ہوں۔ باجہ بھی کہیں بجتا ہے تو میں دیکھنے دوڑتا ہوں۔ بیوی صاحبہ کی ڈانٹ کا ضرور ڈر رہتا ہے لیکن ان کی آنکھ بچاکر اگر دیکھ سکتا ہوں تو ضرور دیکھنے دوڑتا ہوں۔ پھر اس زمانے میں تو اس ڈانٹ کا بھی ڈر نہ تھا۔ میری ماں میری کمزوری جانتی تھیں اور وقت بے وقت مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لئے اس کا پورا فائدہ بھی وہ اُٹھاتی تھیں۔ اکثر بھالو کا ناچ نہیں بھی ہوتا تھا تو بھی وہ مجھے دیکھنے کا مشورہ دیا کرتی تھیں اور سڑک پر جاکر بھالو کا ناچ نہ سہی کوئی اور دلچسپی کا سامان مجھے مل ہی جاتا تھا اور اس طرح وہ کچھ دیر کے لئے میرے ٹھنکنے سے فرصت پا جاتی تھیں۔

بھالو کا ناچ سنتے ہی میں بے تحاشہ گھر سے باہر بھاگا۔ باہر جاکر دیکھا تو وہاں بھالو والوں کا کہیں کچھ نام و نشان نہیں تھا ہاں ایک نئے قسم کا ناچ ضرور ہو رہا تھا ایک شخص ایسی شکل بنائے ہوئے تھا گویا وہ گھوڑے پر سوار ہو۔ کمر سے کچھ اوپر تک تو وہ انسان تھا۔ لیکن نیچے وہ کپڑے سے ڈھنکا تھا۔ اس کے پیٹ کی طرف ایک گھوڑے کا سر تھا اور پیٹھ کی طرف ایک گھوڑے کی دم تھی۔ سر مٹی کا بنا تھا یا لکڑی کا یہ میں نہیں کہہ سکتا۔ دُم ضرور گھوڑے کے بالوں ہی کی تھی۔ اس نقلی گھوڑے کو ڈھکے ہوئے دھاری دار سرخ و سفید کپڑا پڑا ہوا تھا اور اس گھوڑے اور انسان کی مجموعی شکل دیکھنے سے یہی دھوکا ہوتا تھا کہ کوئی شخص گھوڑے پر سوار ہے۔ میرے پہنچتے ہی گھوڑا کودا اور میں بھاگ کر چبوترے پر پہنچ گیا۔ اونچے چبوترے پر کھڑا ہو کر میں بڑی دیر تک اس لَلّی گھوڑی کا ناچ دیکھتا رہا۔ گھنگھروؤں کی جھنکار کے ساتھ ساتھ وہ گھوڑی پھدک رہی تھی اور سوار چابک لئے ہوئے "ہیں ہیں۔ کہاں جاتی ہے؟ کہاں کودتی ہے؟" وغیرہ کی آوازوں سے اُسے قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آس پاس بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ جیسے وہ گھوڑی کودتی تھی ویسے ہی محلے کے لڑکے اُس کے آس پاس کودتے تھے۔ میں چبوترے پر کھڑا کھڑا ایک تپائی پکڑے کودتا تھا۔ جب کوئی لڑکا اس گھوڑی کے بہت نزدیک پہنچ جاتا تھا تو گھوڑی تڑپ کر اُسے روندنے کی نیت سے آگے کودتی تھی اور وہ لڑکا ڈر کر اُسی طرح بھاگتا تھا جس طرح میں بھاگا تھا۔ جب تک تماشہ ہوتا رہا بڑا لطف رہا۔ لڑکے پوچھتے تھے "اے سوار تمھاری گھوڑی کیا کھاتی ہے؟ گھاس کھاتی ہے؟" جواب میں سوار کہتا کہ میری گھوڑی گھاس نہیں کھاتی یہ لڑکے کھاتی ہے لڑکے۔ سمجھے؟ "ہٹو گھوڑی کود رہی گی" اور گھوڑی گھنگھروؤں کی جھنکار کے ساتھ کودتی تھی اور سوار "ہیں ہیں" کرتا ہوا اُسے سڑاسڑ ایک دو چابک رسید کرتا تھا۔ وہ اُسے آگے بڑھانے کی کوشش کرتا تھا

لیکن وہ بچی ہنستی تھی۔ بڑی عمدہ گھوڑی تھی۔ بچپن کے یہ واقعات میں بھول سا گیا تھا۔ لیکن ایک روز یہ یاد آ گئے۔ یاد بھی آئے ایک مزیدار بات سے۔ رات کو ایک ڈاکٹر دوست دیکھنے آئے۔

میری طبیعت اس دن کچھ خراب تھی۔ لیکن ایسی خراب نہیں تھی کہ میں انھیں موٹر تک پہنچانے نہ جاتا۔ میں سرخ اور نیلی چوڑی پٹیوں کا ایک پاجامہ اور کوٹ پہنے تھا۔ انگریز رات کو سوتے وقت یہی لباس پہنتے ہیں۔ ایک بار مجھے انگریزی ہوٹلوں میں ٹھہرنے کی خاص ضرورت پڑی تھی۔ میں نے اسی زمانے میں وہ کپڑے بنوائے تھے۔ دھوبی کو آنے میں دیر ہو گئی تھی اس لئے میرے پاس ایسی کوئی دُھلی دھوتی نہ تھی جسے پہن کر میں ڈاکٹر صاحب سے مل سکتا۔ اس لئے اُس رات میں نے اپنا وہ پاجامہ نکالا تھا۔ اُسے پہن کر اپنے سونے کے کمرے کے باہر کوئی نہیں جاتا۔ میں بھی نہ گیا ہوتا اگر ڈاکٹر صاحب کو پہنچانا نہ ہوتا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ میرے ایک بزرگ وید دوست بھی اُسی وقت مجھے مل جائیں گے۔ میرا خیال تھا کہ وہ اس وقت اپنے دواخانے سے چوہے نکالنے میں پھنسے ہونگے۔ انھیں چوہے بہت پریشان کرتے ہیں۔ انکی ساری دوائیں پی جاتے ہیں اور وید جی بیچارے انھیں بھگانے کی نت نئی تدبیریں سوچا کرتے ہیں اس رات اتفاق سے انھوں نے چوہوں سے رخصت لے لی تھی اور میرے یہاں آ رہے تھے۔ چوہے تو چوہے۔ انھیں کیا تمیز کہ کس دن وید جی کو رخصت دینا چاہئے اور کس روز نہیں اُس دن کمبختوں نے وید جی کو خوب دیکر میرا بڑا مذاق اُڑایا۔ ڈاکٹر صاحب کے چلے جانے پر وید جی نے مجھے بہت غور سے سر سے پیر تک دیکھا اور پھر زور سے ہنس پڑے۔ لوگ جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ وید جی کیوں ہنس رہے ہیں۔ لیکن وید جی اپنی ہنسی بند ہی نہیں کر رہے تھے ہنستے ہنستے ان کے پیٹ میں بل پڑے جا رہے تھے۔ بڑی مشکل سے انھوں نے سانس لی اور میری طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ ”تلی گھوڑا!“ اُسی جگہ پر پچیس سال ہوئے میں نے تلی گھوڑی کا ناچ دیکھا تھا۔ فوراً میرے سامنے وہ تصویر، لڑکوں کا وہ مجمع، ان کی وہ ہنسی اور میرا وہ کودنا یاد آ گیا۔ میں جان لیکر اوپر اپنے کمرے میں بھاگا اور سب لوگ باہر کھڑے ہنستے رہے۔

اس کے بعد میں نے تحقیق کی کہ آخر تلی گھوڑی کا تماشہ شروع کیونکر ہوا۔ معلوم یہ ہوا کہ اس کا تعلق آلہا کے قصے سے ہے۔ آلہا اودل کی بہادری کے قصے سب نے سُنے ہیں اور اب بھی برسات کے زمانہ میں چوپالوں پر آلہا گایا جاتا ہے اور ڈھولک ایسی تیزی سے بجتی ہے جیسے آج بھی آلہا اودل لڑائی کو جا رہے ہوں۔ مہاراجا پرتھی راج کے زمانے میں مہوبے کے راجا پرمار کا راج بہت بڑا تھا۔ آلہا اودل اُن کے سامنت تھے اور مشہور لڑنے والے تھے۔ ان کی تلوار کا لوہا سارا ملک مانتا تھا اور مہوبے کی حکومت انھیں تلواروں پر قائم تھی۔ راجا پرمار کے سالے اورئی کے راجہ ماہل تھے جو اپنی دغابازی بزدلی اور کمینے پن کے سلئے آج بھی مشہور ہیں انھیں کی گھوڑی کا نام ”تلی گھوڑی“ تھا۔ راجہ پرمار کے گھر میں راجہ ماہل کا رسوخ تھا اور اس سے زیادہ ذلیل آدمی دُنیا میں دوسرا کوئی نہیں ہے جو کسی کے گھر میں پہنچکر پھر گھر کو دھوکا دے۔ ہمارے ملک میں دغا بازی، فریب، پرائی بہو بیٹی کا تاکنا اور دُنیا کو اپنی نقلی شکل دکھانا یہی حرکتیں سب سے ذلیل بھی جاتی رہی ہیں۔ اور یہ صحیح سمجھی گئی ہیں۔ ماہل اور ان کی ”تلی گھوڑی“ کی شکل صدیوں اسی لئے سوانگ کی شکل میں ہمارے ملک میں بنی رہی ہے کہ دُنیا ان کے نام کو تھوکے۔ جہاں آلہا اودل کی تعریف آج بھی دیہاتوں میں کی جاتی ہے وہاں آج ماہل کے نام پر آج بھی زمانہ تھوکتا ہے۔ ماہل تو کب کے مر کر چلے گئے لیکن ان کے نام کا سوانگ بنا رہا۔ ”تلی گھوڑی“ پر چوڑی پٹیوں والا کپڑا ڈالے اہل شہروں اور دیہاتوں میں آتے رہے اور زمانے کی لعنت پا کر اپنے گناہوں کی سزا پاتے رہے۔ اب دھیرے دھیرے زمانہ رُخ بدل رہا ہے۔ شہروں میں دھوکے بازی، مکاری، فریب انھیں کا اب بول بالا ہے۔ اونچی اونچی جگہوں پر بڑے بڑے گھروں میں سبھی کہیں رنگے سیار گھومتے ہیں۔ شہروں میں اب کسی کی ایمانداری یا بھلائی کا یقین نہیں ہے۔ کیا جانے اب کون کس کے گھر میں گھس کر کس وقت کیا کر بیٹھے؟ شیطانوں کی دُنیا ہے۔ بھولے بھالوں کو پھسلانے اور بہکانے کا پیشہ ایسے ایسے لوگوں نے اختیار کیا ہے جن کا کوئی کبھی خواب میں بھی یقین نہیں کر سکتا۔ ایسے زمانے میں ”تلی گھوڑی“ کی گزر شہروں میں کہاں؟ اگر کہیں اب وہ بچ بھی گئی ہے تو بھولے بھٹکے دیہاتوں میں رہ گئی ہے۔ جہاں سے ایمانداری اور بھلائی کو دُنیا ابھی بڑی ہی مشکل سے نکال پا رہی ہے۔

گوبر کی کھاد

ہوگا گوبر تم نے دیکھا
اُس کو سمجھے ہوگے نکما
بکھرا پڑا رہتا ہے باہر
ڈھیر لگا ہے اس کا گھر گھر
کنڈے لوگ بنا لیتے ہیں
اس کی راکھ بہا دیتے ہیں
رکھا ایندھن نام ہے اسکا
کیا اتنا ہی کام ہے اسکا
آؤ تمھیں اک بات بتائیں
دولت یہ کیوں آپ گنوائیں
اس کو ایک گڑھے میں بھر کر
گاڑ دو سب مٹی کے اندر
اوپر سے بھی اسے چھپاؤ
مینہ سے اور ہوا سے بچاؤ
گوبر کی یوں کھاد بناؤ
تب کھیتی کے کام میں لاؤ
وقت کے اوپر اسے نکالو
گاڑی بھر کر کھیت میں ڈالو
ناج بہت سا پیدا ہوگا
بھر جائیگی کوٹھی کٹھیا
جو گوبر سے کھاد بنائے
دولت اپنے کھیت سے پائے

(گہوارہ)

صوبہ بمبئی کے بندوق کلب

(از قلم پی۔ این۔ بھیڈے۔ شکار افسر۔ احاطہ بمبئی۔ پونہ)

صوبہ بمبئی کی حکومت نے سنہ ۱۹۲۳ء میں ایک کمیٹی اس بات کی تحقیقات کے لئے مقرر کی تھی کہ جنگلی جانوروں سے کاشتکاروں کی فصلوں کو کس طرح محفوظ رکھا جائے۔ اس کمیٹی کی ایک خاص سفارش یہ تھی کہ جن مقامات پر شکر اور قیمتی فصلیں زیادہ رقبے میں بوئی جاتی ہوں اور جہاں جنگلی جانوروں سے فصلوں کو نقصان پہنچتا ہے وہاں اس نقصان کو روکنے کے لئے شکاریوں کے گروہ باقاعدہ بنائے جائیں جن کا نصف خرچہ گرد و نواح کے کسان ادا کریں اور نصف خرچہ حکومت بمبئی برداشت کرے۔

شکار پارٹیاں حکومت بمبئی کے محکمہ زراعت کی نگرانی میں رہیں اور ایک شکار افسر ان شکار پارٹیوں کے کام کو دیکھنے کے لئے مقرر کیا جائے۔ شکار افسر اور شکار پارٹیوں کی متفقہ کوشش سے بمبئی سے دکھنی حصے کی نیشکر کی فصل کا رقبہ جنگلی جانوروں کے حملوں سے ایک بڑی حد تک محفوظ ہو گیا۔ اس کامیابی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بمبئی کے جن مقامات میں جنگلی جانور فصلوں کو بہت نقصان پہنچاتے تھے۔ وہاں بھی شکار پارٹیاں بنائی گئیں۔

شکار افسر کی تقرری کے بعد شکار پارٹیاں "بندوق کلب" کے نام سے موسوم کی گئیں۔ یہ پارٹیاں امداد باہمی اصول پر قائم ہوئیں۔ جو کسان جانور مارنا معیوب نہیں سمجھتے تھے ان کے ممبر ہوئے اور جہاں پر جانوروں کو اپنے ہاتھ سے مارنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ وہاں ممبران نے شکاریوں کو مزدوری پر اس کام کے لئے مقرر کیا۔ کلبوں نے بندوقیں اور کارتوس خریدے۔ ممبران نے اپنے کتوں کو شکار کرنے کی تربیت دی اور محکمہ زراعت کے افسران کی ہدایت کے مطابق نیل گائے اور سور مارنے شروع کئے۔

صوبہ بمبئی کے بندوق کلبوں کے ممبران نے اب تک جتنے قسم کے جنگلی جانور شکار کئے ہیں انکی تعداد نیچے لکھی جاتی ہے۔

نام رقبہ	شکار کئے ہوئے جانوروں کی تفصیل: نیل گائے	جنگلی سور	بھیڑیا	کیفیت
۱۔ گجرات	۴۴۳	۴۱۹	۰	
۲۔ مشرقی خاندیش	۱۲۶	۶۵۱	۰	
۳۔ نگر	۰	۱۳۲۲	۰	
۴۔ ضلع پونہ	۰	۴۴۰	۰	
۵۔ ضلع ستارہ	۰	۶۲۳		
دھارواڑ		۲۱۰۰	۴۰	
میزان کل	۵۶۹	۵۵۹۵	۴۰	

بمبئی کے ایک بندوق کلب کے شکار کا ایک منظر نیچے بیان کیا جاتا ہے۔

پیر یعنی دوشنبہ کا دن شکار کے لئے مقرر کیا جاتا ہے اسلئے کہ کسان اس روز مہادیو کا دن ہونے کی وجہ سے ہل نہیں جوتتے ہیں۔ شکار پارٹی میں شکاری لوگ اور کتے شامل ہیں۔ کتے آس پاس کے گاؤں سے مرکزی گاؤں میں اکٹھا کئے گئے ہیں یہاں سے بندوق کلب کی پارٹی شکار کے لئے روانہ ہوتی ہے۔ ایک سور کے نئے نشانوں کے پیچھے (جو ایک ایسے طبیعت میں ملے ہیں جہاں رات کو سور آیا تھا) پارٹی نہایت چستی و چالاکی کے ساتھ روانہ ہوتی ہے۔ کچھ دور چلنے کے بعد کتے بہت تیزی کے ساتھ قریب کی جھاڑی دار نشیب جگہ میں گھس جاتے ہیں اور وہاں پہنچ کر ان کی آواز بلند ہو جاتی ہے۔ آگے بڑھنے پر ایک سور دکھائی دیتا ہے جسکے چاروں طرف کتے ایک حلقہ بنائے ہوئے بھونک رہے ہیں۔ ایک بندوقچی سور کے پیچھے جا کر فائر کرتا ہے بندوق کی مار سے سور گر پڑتا ہے اور مر جاتا ہے۔ کچھ کتے مرے ہوئے سور پر جھپٹتے ہیں، دو کتے قریب کی جھاڑی میں سے سور کے دو چھوٹے بچوں کو اپنے دہانوں میں دبائے ہوئے باہر نکلتے ہیں۔ کتے سور کے بچے جھاڑیوں میں سے برآمد کر لاتے ہیں اور اس طرح ایک مادہ سور اور پانچ بچوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ شکار اس جگہ کی رسم کے بموجب شکاریوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

بندوق کلب میں مندرجہ ذیل رجسٹر رکھے جاتے ہیں۔

۱۔ ماہواری کام کا رجسٹر جس میں چار خانے ہوتے ہیں۔

(ا) جنگل کے کس حصہ میں شکار کیا گیا۔

(ب) کتنے سور وغیرہ بندوق سے شکار ہوئے۔

(ج) کتنے کارتوس استعمال ہوئے۔

(د) کتنے سور وغیرہ کتوں یا بھالوں سے مارے گئے

اس رجسٹر کی نقل ہر مہینہ محکمہ جات زراعت۔ مال اور جنگلات کو بھیجی جاتی ہے۔

۲۔ کلب کے بندوق رکھنے والے ممبروں کا رجسٹر اس میں مندرجہ ذیل باتیں درج ہوتی ہیں۔

ا۔ فہرست ممبران۔

ب۔ بندوق کی تفصیل۔

ج۔ دیگر سلاحات کی تفصیل۔

د۔ لائیسنس کے ختم ہونے کی تاریخ۔

۳۔ بندوق کلب کے جلسوں کی کارروائی لکھنے کا رجسٹر۔

بندوق کلب قائم کرنے میں بعض اوقات یہ دقت ہوتی ہے کہ قیمتی فصل بونے والوں میں سے کچھ لوگ کلب کے خرچہ سے بچنے کے لئے ممبر ہونے سے انکار کر دیتے ہیں۔ باوجودیکہ وہ فصل کے جانوروں سے محفوظ رہنے کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پندرہ سال کے عرصہ میں بندوق کلبوں نے صوبہ بمبئی کی قیمتی فصلوں کے ایک بڑے رقبہ کو جنگلی جانوروں کے نقصان سے بچا کر چھ لاکھ روپیہ سال کسانوں کا فائدہ کیا ہے۔

بہت جگہوں پر بندوق کلب جنگلی جانوروں کو قریب قریب ختم کر چکے ہیں اور شکار کا کام ختم ہو جانے کی وجہ سے ان کو بند کر دیا گیا ہے۔ اور دوسری جگہوں پر نئے کلب کھولے گئے ہیں*۔

---

* ماخوذ از انگریکلچر لائیو اسٹاک ان انڈیا نومبر ۱۹۳۹ء

چکبندی کے ذریعے کسانوں کی ترقی

از جناب ویرسین ورما، انسپکٹر چکبندی سہارنپور

"کیا چھوٹی بلی بڑے چھید سے نکل سکتی ہے؟"
مذکورہ بالا بات ایک بہت بڑے سائنس داں کی کہی ہوئی ہے جنکے کمرے میں چھوٹی اور بڑی بلی کے نکلنے کے لئے دو چھید چھوٹے اور بڑے بنے ہوئے تھے۔ کسی کے پوچھنے پر انھوں نے بتلایا کہ بڑے چھید میں سے بڑی بلی نکلتی ہے اور چھوٹے چھید میں سے چھوٹی بلی۔ سائل نے کہا کہ جس چھید میں سے بڑی بلی نکل جاتی ہے اس میں سے چھوٹی بھی نکل سکتی ہے۔ سائنس داں یہ سنکر بہت متعجب ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ سنتے ہی سائل نے چھوٹی بلی پکڑ کر بڑے چھید سے نکال دی۔ سائنس داں کو بڑی حیرت ہوئی اور کہنے لگے کہ اتنی چھوٹی بات میرے ذہن میں نہ آئی۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ معمولی سی بات بھی بڑے بڑے عقلمندوں کی سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ وہ اپنے دماغ کو بڑی باتوں کے سوچنے میں مصروف رکھتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح آج ہمارے سامنے گاؤں سدھار اسکیم کا سوال درپیش ہے۔ اس کو کامیاب بنانے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں روزانہ تبلائی جاتی ہیں۔ تاکہ ہمیں اسمیں کامیابی حاصل ہو۔

گاؤں سدھار

گاؤں سدھار کا کام کرنے میں ہمیں حسب ذیل باتوں کی طرف خاص دھیان دینا پڑتا ہے۔

(۱) امداد باہمی
(۲) حفظان صحت
(۳) سدھار
(۴) زندگی سدھار

اب میں انھیں چاروں باتوں پر اپنے خیالات ظاہر کروں گا۔

(۱) امداد باہمی۔ مل جلکر کوئی کام کرنا امداد باہمی کہلاتا ہے۔ اگر دو آدمیوں میں آپس میں لڑائی ہے تو اُن میں اس وقت تک امداد باہمی کا جذبہ بیدار نہیں ہو سکتا جب تک کہ ان کی لڑائی کسی نہ کسی طرح ختم نہ کرا دی جائے۔

گاؤں میں لڑائی کی بنیاد کیا ہے؟ وہ ہے گاؤں والوں کی زمین۔ جس سے وہ لوگ اپنا رزق پیدا کرتے ہیں گاؤں کے لوگوں کا خاص پیشہ کھیتی ہے کھیتوں کے بے ترتیب ہونے کی حالت میں اُن لوگوں کو کتنی دقت رہتی ہے یہ آج سب پر عیاں ہے۔ ہم روزانہ یہ دیکھتے ہیں کہ کبھی دیہاتی آپس میں مینڈ پر لڑتے ہیں تو کبھی کنوئیں پر اور کبھی نہر کی نالی پر تو کبھی گارڈی لٹ جاتے ہوئے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ گاؤں والوں کے جھگڑے کی بنیاد زمین ہی ہے اور اس سے ان کو کتنا مالی نقصان اُٹھانا پڑتا ہے اگر اس کو اعداد شمار کے ذریعے ظاہر کیا جائے تو ہر شخص متحیر رہجائیگا یہ صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ چکبندی کے ذریعے ہم نئے سرے سے کھیتوں کو ترتیب دے کر ایک کسان کے کم سے کم کھیت گاؤں میں بنائیں۔ چکبندی ہونے سے پہلے ہر ایک کسان کو اندیشہ رہتا ہے کہ خدا معلوم اس کا کس پڑوسی سے جھگڑا ہو جائے کیونکہ ہر ایک کھیت کے پاس اس کے کھیت بھی لگے ہوئے ہیں چکبندی ہونے پر اس کا یہ تعلق سب سے ٹوٹ کر صرف ایک دو کے ساتھ ہی رہ جاتا ہے۔

(۲) حفظان صحت۔ آج دیہاتوں میں انسانوں اور مویشیوں کی صحت عام طور پر خراب نظر آتی ہے۔ دونوں کو دیکھکر افسوس ہوتا ہے کہ جس کے اوپر تمام دنیا کو رزق بہم پہنچانے کا بار ہو وہ اس قدر کمزور ہو۔ وہ کیوں تندرست نہیں ہے؟ یہ تحقیق کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں میں صفائی نہیں ہے جگہ جگہ کوڑے کے ڈھیر ہیں۔ چھوٹے چھوٹے پانی کے گڈھے ادھر اُدھر گاؤں میں بھرے ہوئے ہیں۔ بارش کا پانی کوڑے کے ڈھیر میں سے گندہ عرق نکالکر اپنے ساتھ بہاکر لیجاتا ہے اور گڈھوں وتالابوں میں اکٹھا ہو جاتا ہے وہاں پر سڑکر طرح طرح کی بیماریاں پیدا کرتا ہے۔ وہی پانی کسان کے مویشی پیتے ہیں اور بیمار ہو جاتے ہیں۔ انھیں تالابوں کا پانی سڑکر ملیریا پھیلاتا ہے اور گاؤں کے باشندے اس میں مبتلا ہوکر اپنی صحت سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ بیمار آدمی یا مویشی کبھی بھی آسانی کے ساتھ اپنا کام نہیں کر سکتے۔ چنانچہ کھیتی کی حالت خراب ہو جاتی ہے اور جب کھیتی کی حالت خراب ہو جاتی ہے تو اس سے متعلق کسان کا تمام ڈھانچہ ہی بگڑ جاتا ہے۔

جس وقت چکبندی ہوتی ہے اس وقت چکوں کی مینڈیں اونچی اونچی اور مضبوط بندھوائی جاتی ہیں بارش کے وقت جنگل کا پانی مینڈیں مضبوط ہونے کے باعث گاؤں کی طرف بہ کر نہیں آتا۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ گاؤں کے گرد ایک دو گٹھے چوڑی اور ایک فیٹ اونچی ایک سڑک بنادی جاتی ہے جو کہ پانی کے راستے میں مضبوط باندھ بنکر کھڑی ہو جاتی ہے۔ چکبندی ہو جانے پر کسان اپنے مویشیوں کا انتظام اپنے چک پر ہی کر لیتا ہے اور تمام کوڑہ ایک کوڑی کی شکل میں اس طرح اکثر گاؤں سے دور چک میں پہونچ جاتا ہے۔ اور گاؤں کی صفائی خود بخود نظر آنے لگتی ہے۔ کسان کا زیادہ وقت اسکے چک ہی میں گزرتا ہے۔ ہر وقت کھلی ہوا۔ سرسبز ماحول بیفکری کی زندگی اُس کی صحت کے لئے مفید ثابت ہوتا ہے۔ کھاد کا عرق بہہ کر تالاب میں نہیں سڑتا۔ مویشی بھی تندرست ہو جاتے ہیں۔ ہر کسان اپنے اپنے کھیت پر رہ کر گاؤں سے دور خالص ہوا کھاتا ہے اور بیچین کی بنسی بجاتا ہے۔ اس طرح چکبندی سے صفائی ہوتی ہے اور صحت درست ہوتی ہے۔

(۳) مالی اصلاح۔ کسی شخص کی آمدنی کتنی ہی کیوں نہ بڑھ جائے لیکن اس کی مالی ترقی نہیں ہو سکتی اگر اس کا خرچ کمی کے ساتھ نہیں ہوتا اگر ایک آدمی سو روپئے کماتا ہے اور وہ ۱۰۱ روپیہ خرچ کرتا ہے تو اسکو غریب ہی کہا جائیگا اور دوسری طرف اگر ایک شخص ۵۰ روپئے کماتا ہے اور ۴۹ خرچ کرتا ہے تو وہ شخص امیر کہلائیگا

کسان کی آمدنی کیسے بڑھے اور خرچ کیونکر گھٹے یہ ایک قابل غور مسئلہ ہے کسان کی آمدنی بڑھانے کے لئے اُسے مندرجہ ذیل چیزوں کی ضرورت ہے۔

(۱) اچھے بیل

(۲) اچھے آلات زراعت

(۳) اچھی کھاد

(۴) اچھے بیج

(۵) آبپاشی کا اچھا انتظام

(۶) اچھی زمین۔

اگر مذکورہ بالا چیزوں میں سے ایک چیز بھی خراب ہے تو کھیتی کی اچھی پیداوار نہیں ہو سکتی۔ اگر مذکورہ بالا پانچ چیزیں کسان کے پاس اچھی ہوں اور چھٹی چیز ناقص ہو تو وہ اچھی کاشت نہیں کر سکتا کیونکہ جس چیز میں کھیتی کی جاتی ہے اس کے خراب ہونے سے سب کچھ خراب ہو جاتا ہے اسلئے اسکے کھیتوں کا اچھی زمین میں ہونا ضروری ہے چکبندی ہو جانے سے کسان کے کھیتوں کی حالت سدھر جاتی ہے۔ اور مندرجہ ذیل فائدے پہنچتے ہیں

(۱) چھوٹے چھوٹے بکھرے ہوئے کھیت رقبے میں بڑے ہو جاتے ہیں۔

(۲) بہت سی مینڈیں بیچ میں سے دور ہو کر رقبہ بڑھ جاتا ہے۔

(۳) کھیتی آسانی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

(۴) کھیتی کرنے میں خرچ کم ہوتا ہے۔

(۵) کھیتی تباہ ہونا بالکل بند ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کسان کوئی نہ کوئی کام کرتا ہوا اپنے کھیت پر موجود رہتا ہے۔

(۶) آبپاشی کا انتظام آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔

(۷) صحت درست ہوتی ہے۔ کیونکہ تمام گاؤں کی آبادی دور دور بستی ہے۔

(۸) مالی حالت اچھی ہو جاتی ہے کیونکہ مزدوری میں کفایت ہوتی ہے۔

(۹) مقدمہ بازی قطعی بند ہو جاتی ہے

(۱۰) اونچی اور مضبوط مینڈیں ہونے کے باعث بارش کا تمام پانی کھیتوں میں جذب ہو کر کھیتوں کی پیداوار بڑھاتا ہے۔

(۱۱) کھیتوں پر آنے جانے کے لئے راستے اونچے اور سیدھے ہونے کے باعث ڈھلوائی وغیرہ میں سہولیت ہو جاتی ہے۔

(۱۲) آگ لگنے کا اندیشہ کم ہو جاتا ہے۔

(۱۳) کچی آبپاشیوں کی نالیاں پختہ نالیوں میں تبدیل ہو سکتی ہیں۔ اور پانی خراب ہونے سے بچ جاتا ہے۔

(۱۴) خراب کھیت جنکی پہلے دور ہونے کے باعث اچھی طرح دیکھ بھال نہیں ہو سکتی تھی وہ اب کسان کے نزدیک ہونے کے باعث اچھے زرخیز ہو سکتے ہیں۔

(۱۵) کھیتوں کا رقبہ بڑا ہو جانے کی وجہ سے زراعتی مشینوں سے کام لینے میں آسانی ہو جاتی ہے

مذکورہ بالا باتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چکبندی ہو جانے پر کسان کی ترقی ضروری ہے۔ جھگڑے مٹ کر مقدمہ بازی سے اُسے چھٹکارا ملتا ہے اور بہت سی دولت فضول خرچ ہونے سے بچ جاتی ہے جس کو وہ اپنی اور دوسری ضروریات پوری کرنے میں صرف کر سکتا ہے۔

(۱۶) زندگی سدھار۔ آجکل جبکہ زندگی سدھار سوسائٹی قائم کرنے کا کافی ذکر ہو رہا ہے کسی انسان کی زندگی کے چار پہلو ہوا کرتے ہیں (۱) جسمانی (۲) ذہنی (۳) عقلی اور (۴) سماجی۔

چکبندی ہو جانے کے بعد کسان کے پاس دولت ہونی ضروری ہے۔ جسکی مدد سے وہ خود اور اپنے بچوں کی تعلیم دلا سکتا ہے۔ جس سے کہ سوچنے کی قوت میں ترقی ہو کر ذہنی و سماجی ترقی ہو۔ اس وقت جو بڑی باتیں دیکھنے میں آتی ہیں وہ سب خود بخود درست ہو سکتی ہیں۔ جس روپے کو کسان پہلے اپنے پڑوسی کو برباد کرنے میں خرچ کرتا تھا۔ اسی سے وہ اچھے بیل اچھی گائے بھینس۔ عمدہ بیج و کھاد اور اپنے بچوں کو پڑھانے وغیرہ میں خرچ کرتا ہے۔

صوبے کی حکومت نے ہماری خوش قسمتی سے چکبندی کی طرف خاص توجہ کی ہے۔ چکبندی کا قانون پاس ہوا ہے جسکے ذریعہ کام کرنے میں کافی سہولیت ملے گی۔ اس کام کو وسیع شکل میں اور بہتر طریقے سے چلانے کے لئے ایک خاص رقم مقرر کی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ مستقبل میں یہ کام بہت اچھے پیمانے پر ہوگا۔

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

وقت سات بجے شام سے پونے آٹھ بجے رات تک

۱ر جولائی ۱۹۴۰ء۔ ہے بھگوان (کورس) پنچایت گھر کے پنچ۔ سالگرہ۔ دیہاتی پروگرام کی سالگرہ پر ایک تقریر۔ ساون اور ملار۔ شری آر۔ این۔ ترپاٹھی۔ ہمیں سوپینشو دن۔ دیہاتی براڈکاسٹ کی سالگرہ کے سلسلے کا ایک مضمون۔ گرام جیون۔ (نظم) شری بنسی دھر۔ بارہ ماسہ۔ شری دھرم ناتھ خبریں اور موسم کے متعلق پیشینگوئی۔

۲ر جولائی ۱۹۴۰ء پنچولی (ڈرامائی) جنگ بہادر خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ اگنی کنڈ۔ سری بنسی دھر مشری۔ شری رامیشور باجپئی۔ قرض۔ شری کے۔ ڈی شکل کی تقریر۔ ایک اچنبھا۔ شری رامیشور باجپئی۔

۳ر جولائی ۱۹۴۰ء گیت جناب مختار احمد یتیمی کاکا کا سندیسہ (۱) خود اعتمادی۔ خبریں اور بازار نرخ۔ پاہن آوا (ناٹک) شری آر۔ ڈی شکل راگ رنگ دیہاتی غزل۔ جناب مختار احمد دادرا شری رامیشور۔ مچکا۔ شری جنگ بہادر نقل۔ ممتاز اور گھسو۔

۴ر جولائی ۱۹۴۰ء بھجن جناب جنگ بہادر خبریں اور بازار نرخ۔ دیہاتی کرچھڑا۔ دیہاتی سڑکیں اور راستے۔ تقریر جناب عبدالحیٔ عباسی باجوں کا راجہ۔ جناب ممتاز علی۔ کاف لام کا جھگڑا (نظم) شری بنسی دھر۔ مذاقیہ گانا۔ متی، گھسو اور ممتاز۔

۵ر جولائی ۱۹۴۰ء۔ قوالی۔ جناب مرتضیٰ حسین خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ سرد وسولو شری بدھی بھدر اصلاح شدہ قسم کی دیہاتی تقریر شری کالی پرشاد بھٹناگر۔ گیت شری مختار احمد کسانوں کی کہاوتیں۔ شری بنسی دھر نعت۔ شری مرتضیٰ حسین۔

۶ر جولائی ۱۹۴۰ء۔ چکمٹ دیہاتی عورتوں کے لئے آدھ گھنٹے کا خاص پروگرام۔ گانے۔ محترمہ شانتا اور شیلا۔ عورتوں کی دلچسپی کی خبریں۔ سوکر محترمہ سوشیلا۔ ثانیہ ثانیہ۔ محترمہ پدماوتی کی تقریر بھجن محترمہ سوشیلا و پدما۔ سیوری کے بیر۔

(ناٹک) محترمہ پدماوتی معہ پارٹی۔

۸ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء گیت شری۔ بی۔ پی۔ شریواستو خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ مور کا ناچ۔ (نظم) شری بنسی دھر۔ برہا۔ جناب مختار احمد۔ اَرملا۔ جناب جنگ بہادر۔ سنو پنچ (پنچس) گھسو اور لپینے گیت جناب مختار احمد۔

۸ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء بھجن۔ شری۔ جی۔ پی۔ کرجی کھیت کی مینڈیں۔ تقریر۔ جناب امین سلونوی۔ بچاری۔ شری دھرونرائن۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ دیہاتی گانا۔ شری جی۔ پی۔ کرجی ہیرا متئی اور گھسو۔ کجری۔ جناب جنگ بہادر

۹ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء رامائن شری رامیشور باجپئی۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں مینڈک کی پکار۔ (نظم) شری بنسی دھر۔ بچارن کہروا اور برہا۔ ممتاز اور رامیشور۔ کل کلنک (ناٹک) شری آر۔ ڈی۔ شکل

۱۰ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء پرارتھنا۔ دیہاتی آرٹسٹ گرام پوتھی (رجسٹری) شری سیتلا سہائے رام رحیم شری بدھی بھدر۔ خبریں اور بازار نرخ۔ منہ بولی جنگ بہادر انمول موتی (کبیر، تلسی، اور رحیم کے چنے ہوئے دوہے) شری بنسی دھر گانے ممتاز اور گھسو

۱۱ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء کہروا اور لچاری۔ شری کرشن لال معہ پارٹی۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ جناب مختار احمد۔ چیر ہرن (ناٹک) شری آر۔ ڈی۔ شکل۔ بھجن اور لچاری۔ شری کرشن لال معہ پارٹی۔

۱۲ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء۔ نعت۔ جناب مرتضیٰ حسین خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ فوٹوگرافی اور ٹیلی ویژن تقریر جناب حیات اللہ انصاری رام کہانی۔ جناب جنگ بہادر۔ بانسری۔ جناب ممتاز علی۔ گیت جناب مرتضیٰ حسین بھگتی مین (نعت اور قوالی) جناب مرتضیٰ حسین مختار احمد۔

۱۳ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) سوہر۔ محترمہ سدھا ماتھر۔ سوال جواب۔ محترمہ شانتا دیوی عورتوں کی دلچسپی کی خبریں۔ بھجن۔ محترمہ پدماوتی معہ پارٹی بیوقوفی (ناٹک) محترمہ پدماوتی۔

۱۴ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء بھجن جناب جنگ بہادر خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ مجبوری۔ دستوری (ناٹک) جناب۔ ڈی۔ جی۔ قمر سرود سولو۔ شری بدھی بھدر گیت جناب رشید احمد۔ اب آگے کا سنو حوال (آلہا) شری بنسی دھر۔

۱۵ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء ساہتہ سنگیت کلا۔ نظم شری بنسی دھر گانا۔ جناب جنگ بہادر۔ تصویر شری بدھی بھدر۔ اب آگے کا سنو حوال (آلہا) شری رام ہزاری تیواری۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں دیہاتی گیت۔ شری رامیشور باجپئی۔

۱۶ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء سنکٹ موچن (آر۔ ق) دیہاتی آرٹسٹ جو لکھنؤ گیا۔ (کہانی) جناب او۔ اے ادیب۔ سولو۔ جناب ممتاز علی۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں برسودرا ایک خاص پروگرام (۱) گیت شری گومتی پرشاد (۲) نظم شری بنسی دھر شکل (۳) گانا جناب جنگ بہادر۔

۱۷ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء اشوک باٹیکا (رامائن) جناب جنگ بہادر۔ اچھا اور خراب۔ متئی اور بڑے بھیا کا مکالمہ۔ گیت۔ جناب ممتاز علی خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ دیہاتی گانا۔ متئی کاکا۔ ہریالی (نظم) شری بنسی دھر۔ غزل۔ جناب جنگ بہادر میری سنو۔ شری آر۔ ڈی۔ شکل کی تقریر۔

۱۸ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء چندراولی (پہلا حصہ آلہا کھنڈ کی مشہور کہانی) شری رام ہزاری تیواری۔ جاپان کی بنیادی تعلیم۔ شری آر۔ ڈی۔ چترویدی کی تقریر۔ ہنر کٹ گنجار (کورس) دیہاتی آرٹسٹ۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں برہا اور لچاری۔ جنگ بہادر اور متئی۔

۱۹ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء خدا کی یاد میں (حمد) جناب مرتضیٰ حسین۔ نعت۔ جناب مختار احمد خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ چندراولی (دوسرا حصہ۔ آلہا) شری رام ہزاری تیواری شکنتلا (ناٹک) شری آر۔ ڈی۔ شکل۔

۲۰ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) کالی کوئلیا۔ (گانا) کماری شیلاوتی۔ ناری جیون محترمہ پدماوتی کی تقریر۔ بھجن۔ محترمہ سوشیلا دویا۔ انجیان۔ (ناٹک) خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔

۲۱ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء پرکھن پرکھا۔ شری سکھدیت رام اپادھیائے کی مذاقیہ تقریر راگ رنگ (دیہاتی آرکیسٹرا) سوہر اور منگل شری گومتی پرشاد کا پردن کی سبھا (نظم) شری بنسی دھر بھجن اور گیت۔ جناب جنگ بہادر میں نے کیا سُنا۔ شری آر ڈی۔ شکل۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔

۲۲ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں کنھیا لال۔ دیہاتی گیت سا رکھو۔ شری آر ڈی شکل کجری شری مرتضیٰ حسین برسات کے کام۔ تقریر شری بنسی دھر۔ ساون جناب جنگ بہادر۔ بہار شری بدھی بھدر۔

۲۳ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء کجری اور ساون خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ بن گمن (رامائن) جناب جنگ بہادر۔ کسانوں کی کہاوتیں۔ اب آگے کا سنو حوال (آلہا) شری بنسی دھر آپن دکھ سکھ بڑے بھیا اور متئی۔ تال سر جنگی، ممتاز، متئی اور گھسو۔

۲۴ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء دنیش وندن (کورس) دیہاتی آرٹسٹ۔ بیماریوں سے بچو۔ شری آر۔ ڈی۔ شکل انمول موتی۔ گھاگھ بھڈری رحیم اور کبیر کی نظمیں چنی ہوئی جناب جنگ بہادر برکھا کی بات شری بچا لال۔

۲۵ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء اب آگے کا سنو حوال (آلہا) بنسی دھر۔ مہوبہ کی تاریخ۔ شری بھاسکر پردیسی ساجن (گانا) شری گومتی پرشاد۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں لاونی۔ جناب جنگ بہادر۔ موجودہ خبریں۔ شری آر ڈی۔ شکل۔ گیت شری گومتی پرشاد۔

۲۶ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء۔ نعت مرتضیٰ حسین چارہ۔ تقریر۔ شری کامیشور ناتھ۔ آلہا کی ہنکار۔ شری رام ہزاری تیواری۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ کہروا۔ شری رام ہزاری تیواری اور مرتضیٰ حسین۔ آپن سکھ۔ دکھ۔ دیہاتی آرٹسٹ۔ گیت۔ جناب ممتاز علی۔

۲۷ر جولائی سنہ ۱۹۴۰ء پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام)

من کی آس - محترمہ پدماوتی سہ پارتی۔ عورتوں کی دلچسپی کی خبریں - میرے بھیا (گانا) کماری سدھا ماتھر۔ وی بالا - کماری خیلا - کلنے - محترمہ سوشیلا ویدی۔

۲۸ جولائی سنہ ۱۹۴۰ء۔ کال گھٹا۔ جناب ایم ایچ بیگ - بادل برسو - دیہاتی آرٹسٹ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں سوہر اور ساون شری گومتی پرشاد۔ کسانوں کی کہاوتیں۔ شری بنسی دھر - ملار اور ہنڑولن - جناب جنگ بہادر

۲۹ جولائی سنہ ۱۹۴۰ء۔ دیس دیس کے کسان (پہلا حصہ۔ ڈرامائیک) تقریر از شری ایل پی بھاردواج۔ سنگیت لہ جناب ممتاز علی خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں - برکھارت نظم شری بنسی دھر۔ انمول موتی دادرا اور ٹھمری جناب مرتضیٰ حسین - کاج گیری - شری آر ڈی شکل

۳۰ جولائی سنہ ۱۹۴۰ء بھجن کیرتن - شری رامیشور اور رجنگ بہادر - دیہاتی رقبوں میں ڈاکٹری امداد تقریر - از شری بام دیو رائے گیت اور قوالی - جناب مرتضیٰ حسین - خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں بھجن اور ٹھمری شری رامیشور، مرتضیٰ و مختار -

۳۱ جولائی سنہ ۱۹۴۰ء - گانا - جناب مختار احمد خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں - ملار (گانا) شری - آر - ڈی شکل - رام کے بھروسے (دیہاتی پروگرام) مثنیٰ کاکا۔

رباعی

از جناب شاکر میرٹھی

اب ہوش کو ختم عمر فانی آئی
اب زیر اجل کی زندگانی آئی
پیچھا دیا پیری نے جب گویا میں
برباد نہ ہو جبھی تو جوانی آئی

(سہیل)

صوبے کے کونے کونے سے

شری سورج کمار دویدی، گاؤں سدھار انسپکٹر دہرہ دون رقمطراز ہیں:-

گذشتہ ۲ اپریل سنہ ۱۹۴۰ء کو شری منوہر داس چترویدی افسر صاحب محکمہ گاؤں سدھار گرام سدھار کے کام کا معائنہ فرمانے کے سلسلے میں دہرہ دون تشریف لائے۔ اسی روز شام کو آپ کالاگڑھ گئے آپ نے وہاں کے بنائی آشرم کی لڑکیوں کو چرخے چلاتے ہوئے دیکھا اور ان کے بنے ہوئے مختلف اقسام کے کپڑے ملاحظہ فرمائے اور لڑکیوں میں سے ایک کو آپ نے ۵۰ روپیہ انعام دینے کا اس شرط پر وعدہ فرمایا کہ وہ آشرم کی دیگر لڑکیوں کو بھی کپڑا بنائی کرنا سکھلا دے۔ وہاں کی زندگی سدھار سوسائٹی کی طرف سے پیش کئے ہوئے سپاسنامہ کے جواب میں چترویدی جی موصوف نے فرمایا کہ حکومت کا مقصد سوتے ہوئے باشندگان دیہات کو جگا کر انھیں ترقی دینے میں کچھ امداد دیکر انکی حوصلہ افزائی کرنا ہے انھیں ہمیشہ مدد دیکر دوسروں کے بھروسے پر رہنے کی تعلیم حکومت نہیں دینا چاہتی۔

دوسرے دن آپ نے سہتیا آشرم کا معائنہ فرمایا - اس موقعہ پر پنڈت مہابیر تیاگی ایم۔ ایل۔ اے۔ بھی موجود تھے۔ آپ نے چترویدی جی کو آشرم کی کتائی بنائی کی بابت بہت سی باتیں بتائیں اور ایک نئی اسکیم پیش کی - جس پر چترویدی جی نے بہت توجہ فرمائی - سہتیا جاتے وقت آپ نے بھیا والا نامی گاؤں بھی دیکھا جو اس مرکز کا بہترین گاؤں ہے۔

تیسرے دن چترویدی نے نجیب پور کے بنائی آشرم کا معائنہ فرمایا اور زندگی سدھار سوسائٹی کی طرف سے ہونے والے کام بھی ملاحظہ فرمائے وہاں کے اسکاؤٹوں نے آپ کی آمد کے موقعہ پر کھیل دکھلائے اور گانے گائے چوتھے روز چترویدی جی کنڈ سول کی زندگی سدھار سوسائٹی کے پنچوں سے ملے اور پنچایت کے کاموں کا معائنہ فرمایا آپ نے پنچایت کی طرف سے چلنے والے کتائی کے اسکول کا معائنہ فرما کر اظہار اطمینان فرمایا اور لڑکیوں کے بنائے ہوئے غالیچے اور دیگر دستکاریاں بہت پسند کیں پانچویں روز آپ نے گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے کچھ ممبروں سے ملکر گاؤں سدھار کے کاموں پر اظہار خیال فرمایا۔ آپ نے ایک اسکیم تیار فرمائی جس کا مقصد یہ ہے کہ محکمہ امداد باہمی، محکمہ زراعت اور محکمہ گاؤں سدھار ملکر سارے ضلع میں اس طرح کام کریں کہ سب محکمہ کا کام ساتھ ہی ساتھ ہوتا رہے اس اسکیم پر کامیابی سے عمل کرنے کے لئے آپ نے پنڈت مہاویر تیاگی شری سریش چند۔ داس ایڈوکیٹ اور پنڈت ہری رام جوشی کو منتخب کیا۔

× × ×

شری رام پال سنگھ، چرخہ ماسٹر - پالی کلاں (کانپور) مطلع فرماتے ہیں:-

میلہ پالی کلاں میں گذشتہ ۷ جون کو صبح آٹھ بجے چرخہ دنگل ہوا - پالی کلاں کے چرخہ اسکول کی لڑکیوں نے اس میں حصہ لیا انھیں مقامی رئیس ٹھاکر مہین سنگھ نے انعام دیا - آپ نے ۱۰ لڑکیوں کو چرخے کا ایک ایک پورا سیٹ دیا اور یہ بھی اعلان فرمایا کہ یہ لڑکیاں اگر کتائی پر سوت کاتیں تو انھیں کتائی دیکر سوت کتایا جائے گا۔ شرط یہ ہے کہ چرخے برابر چلتے رہیں - اس گاؤں میں لوگ جتنے چرخے لینا چاہیں اسی شرط پر لے سکیں گے۔ پالی کلاں کے میلے میں گاؤں سدھار کی ایک کانفرنس بھی ہوئی جس میں کئی تقریریں ہوئیں۔

رباعی

از جناب شاکر میرٹھی

طفلی کھوئی، شباب کھویا تو نے
سرمایۂ لاجواب کھویا تو نے
رکھا نہ کہیں کا ضعف پیری نے بھی
بچگانہ خراب کھویا تو نے

(سہیل)

تحریک امداد باہمی اور نئے قانون

جناب بند باشنی پرشاد۔ ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی افسر ان سپیشل
ڈیولپمنٹ ڈپارٹمنٹ



شری بند باشنی پرشاد۔ ایم اے۔ایل ایل۔ بی

میں ۴۴ سال سے تحریک امداد باہمی کا کام کر رہا ہوں اور میرا تجربہ روز بروز میرے اس یقین کو پختہ کرتا ہے کہ اس ملک کی ترقی صرف تحریک امداد باہمی کے اصولوں پر عمل کرنے سے ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں کوئی کام چاہے بڑا ہو یا چھوٹا بغیر ایک دوسرے کی مدد کے نہیں ہو سکتا غور کیجئے کہ جو کپڑا آپ کے تن پر ہے یہ کتنے ہاتھوں کی مدد کے بعد آپ کے تن پر پہنچا ہے۔ زمیندار کی زمین کاشتکار کی محنت۔ جولاہے یا کارخانہ کی کاریگری، ریلوے جس نے ایک جگہ سے دوسری جگہ پر اس کپڑے کو پہنچایا، دوکاندار جس نے آپ تک اس مال کو پہنچایا، درزی جس نے اس کپڑے کو تیار کیا۔ اور دھوبی جو اس کپڑے کو صاف کرتا ہے ان سب ہاتھوں میں پہنچکر وہ کپاس کا بیج آپ کو کتنا آرام پہنچاتا ہے جو اگر ان ہاتھوں میں نہ آتا تو بیکار محض ہوتا۔ کیا یہ کبھی ممکن ہے کہ کوئی ایک آدمی اکیلے ان سب کاموں کو کر سکتا ہے تحریک امداد باہمی اسی اصول پر قائم ہے آپ جانتے ہیں کچے سوت کا دھاگا الگ الگ کتنا کمزور ہوتا ہے لیکن وہی ایک سے زیادہ تاگے جب ملکر ایک موٹے رستے کی صورت میں ہوتے ہیں تو بڑے بڑے طاقتور ان کو نہیں توڑ سکتے ہیں یہی اصول آپ کے امدادی جماعتوں یا سہوگی سبھاؤں کا ہے آپ میں ہر ایک کے پاس کچھ نہ کچھ ہنر لیاقت محنت و پونجی ہے۔ الگ الگ یہ سب مثل کچے سوت کے دھاگے کے اتنے کارآمد نہیں ہیں۔ لیکن مجموعی حالت میں یعنی اگر آپ ملکر اس ہنر و طاقت و پونجی کو استعمال کریں تو موٹے رستے کے مانند آپ اس سے بہت کچھ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں دنیا کے تمام ملکوں نے اس اصول سے فائدہ اُٹھایا ہے آپ بھی اس سے فائدہ اُٹھائیے۔ بہت سی باتیں ہیں جو آپس کے میل جول سے آسانی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ فرض کیجئے کہ آپ کے گاؤں میں کنواں نہیں ہے گاؤں کے سب لوگ اگر ہاتھ بٹا دیں تو جلد ایک کنواں طیار ہو سکتا ہے الگ الگ کنواں بنوانے میں جو دقت ہوتی ہے اُسے آپ جانتے ہیں۔ جس کے پاس پونجی ہے وہ پونجی سے جسکے پاس پونجی نہیں ہے وہ محنت سے اور جس کے پاس معماری کا ہنر ہے وہ اپنے ہنر سے مدد کرے اسی طرح ہر ایک مشکل حل ہو سکتی ہے اسی طرح سڑک بن سکتی ہے بیماروں کے علاج لڑکوں کی تعلیم کھیتی کی ترقی مویشی کے نسل کی ترقی کا انتظام ہو سکتا ہے زیادہ تر کاشتکاروں کو قرضہ کی ضرورت ہوتی ہے الگ الگ اسکو قرضہ حاصل کرنے میں دقت ہے اور سود زیادہ دینا پڑتا ہے اور بھی پریشانیاں ہوتی ہیں آپ کو تجربہ ہے کہ آپ کی کوآپریٹیو سوسائٹیاں قرضہ کا کس طرح بندوبست کرتی ہیں اور آپ کی ایک بڑی ضرورت کو پوری کرتی ہیں۔

لیکن یاد رکھئے کہ کوآپریٹیو سوسائٹیاں خواہ وہ قرضہ والی ہوں خواہ گرام سدھار کی ہوں خواہ وہ کسی کام کے لئے ہوں بیکار ثابت ہونگی اگر آپ انکے چند موٹے موٹے اصولوں کو ذہن میں نہ رکھینگے۔ ان اصولوں سے ہر شخص واقف ہے لیکن عمل میں اکثر بھول ہو جاتی ہے وہ اصول کیا ہیں ؟ ملاحظہ فرمائیے :-

پہلی بات یہ ہے کہ ہر ایک ممبر سوسائٹی کے ساتھ اسکا جو فرض ہے اسے اور اپنی سوسائٹی کے قواعد پر عمل کرے اگر ممبران اسکے قواعد پر عمل نہیں کرتے تو سوسائٹی کے قیام سے کوئی فائدہ نہیں ہے دوسری ضروری بات ایمانداری ہے کوئی سوسائٹی چل ہی نہیں سکتی اگر اس کے ممبران ایمانداری کا برتاؤ نہیں کرتے تیسری بات یہ ہے کہ ہر ایک ممبر اپنی سوسائٹی کا خیرخواہ ہو اور جو بات سوسائٹی میں کثرت رائے سے طے ہو اسکو مانئے ممکن ہے کہ کسی معاملہ پر آپ کی کچھ رائے ہو اور دوسرے ممبران کی کچھ اور رائے ہو ایسی حالت میں سوسائٹی کے جلسے میں آپ اپنی رائے پیش کیجئے اور دوسرے ممبران کو اپنے دلائل سے قائل کرنے کی کوشش کیجئے لیکن ساتھ ہی ساتھ دوسری رائے والوں کی دلیل بھی سنئے ایسا کرنے سے زیادہ تر یہ ہوتا ہے کہ اتفاق رائے سے بات طے ہو جاتی ہے لیکن اگر ایسا نہ ہو تو جو بات کثرت رائے سے طے ہو اسکی پابندی اپنے اوپر سمجھئے اور اس پر عمل کیجئے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ سوسائٹی میں جب کوئی معاملہ پیش ہو تو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ایسا کرنے سے عام گاؤں والوں کا فائدہ ہے یا نہیں اور آخری بات یہ کہ ممبر کو اپنی زبان کا سچا ہونا چاہئے اگر آپ نے اپنی سوسائٹی سے کوئی وعدہ یا اقرار کیا ہے تو وقت پر اسکو پورا کیجئے اگر آپ نے قرضہ لیا ہے تو جو قسطیں مقرر ہوئی ہیں ان کو وقت مقررہ پر ادا کیجئے اگر کسی کام کرنیکا آپ نے وعدہ کیا ہے تو اس وعدہ کو پورا کیجئے اگر یہ چند موٹے اصول آپ اپنے سامنے رکھینگے تو آپ کی سوسائٹی کامیاب ہوگی ورنہ نہیں سوسائٹی آپ کی ہے اگر ٹھیک طرح سے چلائیگا تو وہ عام بھلائی کے لئے ایک بہت بڑی طاقت ہو سکتی ہے اگر آپ اس میں دلچسپی نہیں لینگے اور ٹھیک طور پر نہیں چلائینگے تو اسکی حالت وہی ہوگی جیسے اوسر میں بیج ڈالنا گاؤں کی غربت اور گری ہوئی حالت کو دور کرنے کے لئے کئی طرح سے کوشش ہو رہی ہے ان کوششوں میں سے ایک

طریقہ ان سوسائٹیوں کے بنانے اور ٹھیک اصول پر چلانے کا ہے۔ اس مسئلہ پر کچھ باتیں میں آپ سے ابھی کہہ چکا ہوں اب میں ان دو قانونوں کا کچھ ذکر کرنا چاہتا ہوں جو کہ حال ہی میں دیہات کی بھلائی کے لئے پاس ہوئے ہیں۔ پہلے اس صوبے میں دو قانون اراضیات کے بارہ میں تھے۔ ایک اودھ کے لئے اور دوسرا صوبہ آگرہ کے لئے ان دونوں کو منسوخ کرکے اب ایک قانون آراضی پورے صوبہ کے لئے بنا ہے جو کہ اس سال کے پہلی جنوری سے نافذ ہوگیا ہے اس سے کاشتکار کے حقوق ضرور بڑھتے ہیں اور میں ابھی بتلاؤنگا کہ کیا کیا نئے حقوق اس قانون نے کاشتکاروں کو دیئے ہیں لیکن یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ کاشتکار کو چاہئے کہ اپنے ذمہ کا لگان برابر زمیندار کو ادا کرے اگر ایسا نہیں کریگا۔ تو کسان مقدمہ بازی میں پڑ جائیگا اور یہ اس کی بربادی کا باعث ہوگا۔ آپ کی بھلائی اسی میں ہے کہ قرض لگان کو آپ برابر دیتے جائیں پھر آپ اپنی زمین سے پہلے سے بہت زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ اب زمین پر آپ کے زیادہ اختیار ہیں اب میں اس قانون کی نئی نئی باتوں کا ذکر کرتا ہوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ اس قانون نے ایک نئے قسم کے کاشتکار قائم کئے ہیں جنکو موروثی کاشتکار کہا گیا ہے۔ جو کاشتکار ساقط الملکیت یا دخیلکار ہیں ان کو تو اپنا حق حاصل ہی رہیگا ان کے علاوہ اور شکمی اور سیر کے اسامی کو چھوڑ کر باقی سب کاشتکار جو اس سال کی پہلی جنوری کو کاشت کرتے تھے اس نئے قانون کے مطابق موروثی کاشتکار ہوگئے اور اب اگر آئندہ زمیندار کسی اسامی کو زمین اٹھائیگا تو اس اسامی کو موروثی حق حاصل ہوگا۔ کچھ سیر کے اسامی کو بھی موروثی حق حاصل ہوں گے اس کو میں آگے چلکر بتلاؤنگا۔ لیکن کچھ زمین ایسی ہے۔ جس میں موروثی حق نہیں حاصل ہو سکتا اور وہ یہ ہیں۔

(۱) باغ کی زمین - چراگاہ۔ تال تلیا جس میں سنگھاڑہ وغیرہ بوتے ہیں۔

(۲) دریا کے زمین جس میں کبھی کبھی کاشت ہوتی ہے۔

(۳) وہ زمین جو کہ پبلک کے فائدہ کیلئے ہے جیسے فوج کے پڑاؤ کی اراضی کنٹونمنٹ یا چھاؤنی کے اندر کی آراضی ریل یا نہر کے حد کے اندر کی زمین امپرومنٹ ٹرسٹ یا میونسپلٹی نے جو آراضی حاصل کی ہو۔ سرکاری جنگل کے اندر کی آراضی اور مدرسہ میں کھیتی باڑی سکھلانے کے لئے جو زمین حاصل کی گئی ہو وغیرہ وغیرہ ان کے علاوہ کچھ اور ایسی آراضی ہیں جس میں موروثی حق نہیں پیدا ہوتا ہے لیکن وہ اودھ سے تعلق نہیں رکھتیں چند صورتوں میں سیر کے کاشتکار کو بھی موروثی حق ہو جائیگا۔ اب میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ ڈھائی سو روپیہ سالانہ تک مالگذاری دینے والے زمیندار کی سیر میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی جو ان کی سیر تھی وہ قائم رہے گی۔ لیکن اگر ایسی سیر کی آراضی کسی اسامی کے قبضہ میں ہے تو پانچ سال تک اس کو قبضہ رکھنے کا حق ہوگا پانچ سال بعد وہ بیدخل ہو سکتا ہے سال رواں کی یکم جنوری کو اسامی سیر کے تھے انکو حق ہوگا کہ اس تاریخ سے پانچ سال تک قبضہ رکھیں اور اس تاریخ کے بعد جن لوگوں کے ہاتھ سیر کا بندوبست کیا جائیگا وہ لوگ تاریخ بندوبست سے پانچ سال تک قبضہ رکھ سکتے ہیں جہاں سو روپیہ سالانہ سے زیادہ جو زمیندار مالگذاری دیتے ہیں ان کے بارے میں قانون اب یہ ہیں صوبہ ہذا میں ۱۹۲۶ء کے ایکٹ کے پہلے اور صوبہ اودھ میں ترمیمی ایکٹ ۱۹۲۱ء کے پہلے جو آراضی اسکی سیر میں تھی وہ اب سیر نہیں رہے گی۔ باقی سیر جو ان کی تھی۔ اس میں سے پچاس ایکڑ زمین میں تو ان کو ضرور حق سیر میں رہیگا اس کے بعد جو سیر بچی ہے وہ حصہ جو کسی آسامی کے قبضہ میں ہے اس کا موروثی کاشتکار قرار دیا جائیگا۔ اس بات کے طے کرنے کے لئے کہ کون حصہ سیر رہیگا اور کس حصہ میں اسامی کو موروثی حق ہوگا۔ قانون میں قاعدے بتلائے گئے ہیں موروثی کاشتکار کا یہ حق ہے کہ پشت در پشت وہ اپنے کھیت کو جوت سکتا ہے۔

اگر وہ زمین دار کو لگان دینا چاہے تو اسکو اپنی آراضی کی ترقی کرنے کے بہت کچھ اختیار دئیے گئے ہیں جن کو میں آگے چلکر بتلاونگا۔ بس آپ یاد رکھیں کہ اب آپ اپنی زمین سے زیادہ پیدا کر سکتے ہیں کیونکہ آپ کو اطمینان ہے کہ اگر آپ لگان دیتے جائیں گے تو آپ بیدخل نہیں ہونگے اور زمین کی ترقی کے لئے مثلاً کنواں بنا کر آپ روپیہ لگا سکتے ہیں اس کے لئے آپ کی کوآپریٹو سوسائٹیاں بہت کچھ کام کر سکتی ہیں اگر ان کو ان اصولوں پر چلائیں جنکو میں اوپر بتا چکا ہوں۔

دوسری بہت مفید بات جو اس قانون میں ہے وہ یہ ہے کہ آراضی کی ترقی کے لئے کاشتکاروں کو بہت زیادہ اختیار دیا گیا ہے۔ ترقی آزادی کسکو کہتے ہیں؟ قانون نے اس کی تعریف کی ہے ایسے کام جیسے کنواں یا تالاب یا نالی یا کوئی کام کھیت کے سینچائی کے واسطے کرنا۔ کاشتکار کے رہنے یا اس کے مویشی کے لئے یا کھیتی باری کے اور کاموں کے لئے گھر بنانا۔ اگر کھیت میں پانی جمع ہو جاتا ہے تو اس سے پانی نکالنے کے لئے کوئی تعمیر کرنا جیسے نالی وغیرہ کا بنانا زمین کو صاف کرنا یا ہموار کرنا۔ یا اس کے چاروں طرف پشتہ لگانا یہ سب ترقی کے تعریف میں آتے ہیں۔ غور کیجئے کہ کھیت میں اپنے یا مویشی کے رہنے کے لئے یا کاشتکاری کے کام کے واسطے گھر بنانا بھی ترقی کی تعریف میں اب سے یہ نئی بات ہے پہلے کھیت میں دوکان بنانے کے اوپر اکثر جھگڑا ہوتا تھا۔ ساقط الملکیت دخیلکار اور نئے موروثی کاشتکار یہ سب ترقی اب اپنے کھیت میں بغیر زمیندار کے اجازت کے کر سکتے ہیں لیکن شرط ہے کہ کوئی کام ترقی کا ایسا نہ کیا جائے کہ پاس والی زمین کو اس سے نقصان پہنچے۔ اگر دوسری زمین کو کوئی نقصان ہوتا ہے تو ترقی کا کام صرف اس کے مالک کے اجازت سے کیا جا سکتا ہے۔ اگر کسی وقت کاشتکار کی بیدخلی ہو تو اس کو ترقی کے کام میں جو خرچ ہوا ہے اس کا معاوضہ ملیگا۔ میں آپ صاحبان سے زوروں کے ساتھ کہونگا کہ کم سے کم آپ لوگ اپنے کھیت کی سینچائی کے لئے اس نئے قانون سے فائدہ اٹھائیے بلاکسی روکاوٹ کے آپ کنواں بنوائیے اور بارش کے اوپر جو سہارا ہے اس کو جہاں تک ہو سکے چھوڑیے

تیسری نئی بات اس قانون میں یہ ہے کہ کچی قرقی کو اب بالکل اٹھا دیا گیا۔ پہلے کچی قرقی سے کاشتکاروں کو بہت نقصان ہوتا تھا۔

چوتھی بات یہ ہے کہ موروثی دخیلکار اور ساقط الملکیت کاشتکار اپنے کھیت میں جو

رخت چاہیں بلا اجازت زمیندار لگا سکتے ہیں لیکن رخت اس طرح لگانا چاہیئے کہ پاس کے کھیت والوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے جیسے سایہ وغیرہ سے کھیتوں میں پھیلے ہوئے درخت اس وقت موجود ہیں ان کے لئے اب یہ قانون ہے کہ اگر کوئی اسامی کسی کھیت کو ۱۳۲۵ف یا اس کے پہلے سے برابر کاشت کرتا آیا ہے تو وہ اس درخت کا مالک ہوگا - یہ ایک قیمتی حق کاشتکاران کو ملا ہے۔ اب تک یہ قانون رہا ہے کہ اگر اسامی اپنے کھیت سے بیدخل ہو جائے تو وہ اپنے گھر سے بھی بیدخل ہو سکتا ہے نئے قانون کے مطابق اب وہ کھیت کی بیدخلی کی وجہ سے گھر سے نہیں بیدخل ہو سکتا لیکن اگر اس نے کوئی گھر اپنے کھیت میں بنایا ہے تو کھیت سے بیدخلی کے وقت اس گھر سے بیدخل ہو جائیگا آبادی کے اندر کے گھر سے نہیں بیدخل ہو سکتا بیدخلی کے بارہ میں جو نیا قانون ہے اب میں آپ کو بتلاتا ہوں - یہ ضرور ہے کہ بقایا لگان کی علت میں اس آسانی کے ساتھ اب بیدخل نہیں ہو سکتے جیسے کہ پہلے لیکن بیدخلی ضرور بقایا لگان کے علت میں ہو سکتی ہے - فرق صرف یہ ہے کہ بقایا ادا کرنے کے لئے اب آپ کو پہلے سہولیت سے ملے گی - یعنی قریب دو سال کے لیکن میں دوہرانا چاہتا ہوں کہ بقایا رہنے پر آپ کے اوپر طرح طرح کی قانونی کارروائی ہو سکتی ہے اور عدالت میں آپ کی زیر باری ہوگی -

دوسری وجہ بیدخلی کی یہ ہو سکتی ہے کہ آپ اپنے کھیت کو قانون کے خلاف شکمی کے بابتہ بندوبست کریں یا رہن وغیرہ کریں تیسری وجہ بیدخلی کی یہ ہو سکتی ہے کہ آپ اراضی پر کوئی ایسی بات کریں جس کی وجہ سے اس اراضی کو نقصان پہنچے اور اس کی پیداوار میں کمی ہو جائے یا اگر زمیندار سے کوئی آپ کا معاہدہ ہے تو اس معاہدہ کے خلاف آپ کوئی بات کرتے ہیں ان تینوں صورتوں کے علاوہ اور کسی صورت میں موروثی دخیلکار اور ساقط الملکیت کے کاشتکار کی بیدخلی نہیں ہو سکتی موروثی کاشتکار کے وارث کی فہرست بہ نسبت پہلے کے اب بہت بڑی ہے -

موروثی کاشتکار پانچ سال سے زیادہ کے لئے شکمیانہ بندوبست نہیں کر سکتا اور ایک دفعہ شکمی کے ساتھ زمین اٹھانے کے بعد کم سے کم تین برس تک خود جوتنا چاہیئے اس کے بعد پھر وہ دوبارہ شکمیانہ بندوبست کر سکتا ہے لیکن یہ قید عورتوں۔ نابالغ - اندھے اور پاگل یا ایسے کمزور آدمی جو اپنے ہاتھ سے کاشت نہیں کر سکتے ان کے واسطے نہیں ہے قانون ان کو اجازت دیتا ہے کہ پانچ سال سے زیادہ کے لئے بھی وہ شکمیانہ بندوبست کریں -

لگان

اب لگان کی بابت آپ چند باتیں سنئے - جب تک کہ آپ کی شرح لگان تبدیل نہ ہو تب تک وہی لگان آپ کو دینا ہوگا جو آپ دیتے آئے ہیں - لگان کی شرح تین طرح بدل جا سکتی ہے اوّل عدالت کی ڈگری سے دوسرے زمیندار سے رجسٹری کاغذ کرانے پر تیسرے عدالت میں راضی نامہ داخل کرنے سے - عام قاعدہ یہ ہے کہ ایک دفعہ جو لگان مقرر ہو جائیگا وہ شرح دس برس تک قائم رہے گی - لگان کم کرنے کی نالش آسامی اور بڑھانے کی نالش زمیندار چند صورتوں میں کر سکتے ہیں لگان بڑھانے کی نالش صرف چار حالت میں ہو سکتی ہے -

(۱) یہ کی آسامی کی شرح لگان عام شرح لگان سے کم ہو - (۲) کہ اراضی کی ترقی زمیندار نے اپنے خرچ سے کی ہو (۳) اراضی کی پیداوار پانی کے بہاؤ کی وجہ سے آسامی کے بلا کسی کوشش کے بڑھ گئی (۴) اراضی کا رقبہ دریا کے ہٹ جانے کی وجہ سے بڑھ گیا ہے -

اسی طرح کاشتکار لگان کے کم کرنے کے لئے چار صورتوں میں دعویٰ کر سکتا ہے (۱) اسامی کا لگان عام شرح لگان سے زیادہ ہو - (۲) اس کی اراضی کا رقبہ گھٹ گیا ہو - (۳) زمین کی پیداوار کسی ایسی وجہ سے گھٹ گئی ہو - جو کاشتکار کے اختیار کے باہر ہے (۴) یا کسی ایسی وجہ سے جو کہ اس کے پٹہ یا ڈگری میں کمی ہوئی ہو - عام شرح لگان وہ ہے - جو کہ پچھلے بندوبست یا کسی ایکٹ لگان کے مطابق مقرر کئے گئے ہوں یا اس نئے قانون کے مطابق مقرر کئے جاویں

اس نئے قانون میں عام شرح لگان مقرر کرنے کے لئے افسر مقرر ہو سکتے ہیں۔ اور وہ اس طرح مقرر کریں گے کہ سالانہ پیداوار کے پانچویں حصہ سے زیادہ یہ شرح نہ ہو - جنس کے بھاؤ اور رائج شرح لگان پر بھی دھیان رکھیں گے - اس طور پر آپ دیکھیں گے کہ قانون نے اس بات کے لئے کوشش کی ہے کہ ہر باتوں پر غور کرتے ہوئے اسامی وہ شرح لگان دے جو کہ انصافاً اس کو دینی چاہیئے۔ لیکن جب تک آپ کی شرح لگان قانوناً بدل نہ جائے تب تک آپ جو لگان دیتے ہیں وہی دیتے رہیں قانون نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ اسامی کو لگان کی رسید ملے سرکار رسیدوں کی کتابیں چھپوائیگی سو رسیدوں کی ایک کتاب ۲/ میں تحصیل میں ملے گی اگر کوئی زمیندار رسید نہیں دیوے گا - تو اس پر جرمانہ ہوگا - جو ادا کردہ رقم سے زیادہ نہیں ہوگا - اور اگر وہ عادتاً رسید نہیں دیتا تو پہلی بار اس پر سو روپیہ تک جرمانہ ہوگا اور دوسری بار یا اس کے بعد ہر جرم کرنے پر تین مہینہ کی قید یا پانچ سو روپیہ تک جرمانہ ہوگا - یا دونوں سزائیں ہو سکتی ہیں کاشتکار کو بھی یہ یہی حق ہے کہ وہ اپنے لگان کا حساب زمیندار سے طلب کرے - لگان کے سلسلہ میں ایک اور ضروری بات کا ذکر کرنا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ بقایا لگان کے علت میں اب کھاتہ کل یا جز نیلام ہو سکتا ہے اور اس طرح پر بقایا ادا ہو سکتا ہے - اور اگر بقایا سے زیادہ نیلام میں وصول ہو تو زاید روپیہ اسامی کو دیا جائیگا - اگر کھاتہ کے ایک ٹکڑے کے نیلام سے بقایا ادا ہو سکتا ہے تو صرف ایک ٹکڑا نیلام ہوگا - آپ جانتے ہیں کہ پہلے قانون یہ تھا - کہ بقایا لگان کے علت میں اسامی بیدخل ہو جاتا تھا - اور اس کو ایک پیسہ وصول نہیں ہوتا تھا - اور بقایا بھی باقی

کا باقی رہ جاتا تھا۔ بقایا لگان کی مد میں گرفتاری اب نہیں ہو سکتی۔ باغداری کے بارہ میں نئی بات قانون نے یہ کی ہے کہ اراضی پر اشجار لگانے پر باغدار کی حقیقت موروثی کاشتکار کی ہو جائے گی۔ اس نئے ایکٹ کی یہ خاص خاص باتیں ہیں اس ایکٹ میں ۲۹۶ دفعہ ہیں اگر سب باتوں کا ذکر کیا جائے تو یہ مضمون بہت طویل ہو جائے گا اور آپ بھی گھبرا جائینگے لیکن خاص خاص باتوں کا میں نے ذکر کیا ہے خلاصہ یہ کہ آپ کو اب اپنی زمین پر پہلے سے زیادہ اختیار ہے اور اگر آپ اپنا لگان برابر دیتے جائیں تو پشت در پشت زمین آپ کے اور آپ کے بچوں کے پاس رہے گی جو پیسہ آپ اپنے زمین کی ترقی میں لگائیں گے اس کا فائدہ آپ اٹھا سکتے ہیں بیدخلی کی صورت کم ہے لگان واجب شرح پر مقرر ہونے کا بندوبست کیا گیا ہے ابھی تک آپ کی حقیقت کم و بیش زمین کے کرایہ دار کی تھی۔ لیکن اب آپ کی حقیقت پہلے سے بہت مستقل ہو گئی ہے۔ اور آپ کے ہاتھ میں جو جائداد تھی اس کی مالیت بڑھ گئی ہے۔

دوسرا قانون جو ابھی نافذ نہیں ہوا ہے لیکن جو جلد نافذ ہوگا۔ وہ چک بندی کا قانون ہے آپ جانتے ہیں کہ اگر کسی اسامی کے پاس چار کھیت ہیں اور چار جگہ بکھرے ہوئے ہیں تو اس کے جوتنے میں زیادہ خرچہ زیادہ محنت اور زیادہ پریشانی ہوتی ہے۔ اگر یہی چاروں کھیت ایک جگہ پر ہوں۔ تو بہت آسانی ہو جاتی ہے چک بندی کے قانون نے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ گاؤں کے ایک تہائی سے زیادہ زمین جوتنے والے کاشتکار اگر مل کر درخواست دیں تو بعد تحقیقات عدالت سے چک بندی کا حکم ہو سکتا ہے اور آسامیوں کی زمین اسطور بدل جائے گی کہ جہاں تک ہو سکے۔ ایک جگہ پر ان کے سب کھیت ہو جائیں اور ہر اسامی کو اس طرح زمین ملے کہ ہر فصل اس میں ہو سکے مالیت کا خاص لحاظ رکھا جائیگا ہر اسامی کو اتنی مالیت کی زمین ملے گی جتنی اس کی پرانی زمین کی تھی۔ اور کمی بیشی معاوضہ سے پوری کی جائے گی ابھی یہ قانون نافذ نہیں ہوا ہے لیکن جب نافذ ہو تو آپ لوگوں کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اور جہاں تک ہو سکے مل کر سمجھوتے سے آپس میں زمین کا بدلہ کر لینا چاہئے۔ اس سے ہر ایک آدمی کی پیداوار کچھ نہ کچھ بڑھ جائے گی چک بندی کرنے میں اب تک یہ دقت ہوتی تھی۔ کہ کچھ کاشتکار زمین بدلنے کے لئے تیار ہوتے تھے اور کچھ نہیں۔ قانون نے اب اجازت دی ہے کہ اگر کافی تعداد میں کاشتکار چک بندی کے ذریعے زمین بدلنے کو تیار ہوں تو باقی کاشتکاروں کو بدلنے کے لئے مجبور کیا جا سکتا ہے آپ کی کوآپریٹو سوسائٹیاں اس چک بندی کے کام میں بہت کچھ مدد کر سکتی ہے ان کے ذریعہ سے کاشتکاروں کو چک بندی کے لئے راضی کیجئے۔ چک بندی کی عدالتی کارروائی پر جو خرچہ پڑے کوآپریٹو سوسائٹیوں کے منافع سے دیا جاوے گا اگر یہ کافی نہ ہو تو ممبران چندہ کر کے سوسائٹی میں جمع کریں۔ کیونکہ چکبندی کی کارروائی میں کچھ نہ کچھ خرچہ ضرور پڑیگا۔

نئے دو قانون کا مختصراً ذکر آپ سن چکے لیکن کوئی قانون اپنے مطلب کو پورا نہیں کر سکتا اگر وہ لوگ جن کے فائدہ کے واسطے قانون بنا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ میری رائے میں اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے پہلی یہ کہ اب جو قانون بنا ہے اس پر عمل کیجئے اور دوسری یہ کہ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعہ سے آپ فائدہ اٹھائیں ان سوسائٹیوں کے ذریعہ سے آپ اپنے کھیت میں کنواں بنوا کر سینچائی کا انتظام کریں عمدہ بیج و عمدہ ہل بیل استعمال کریں کم سود پر قرضہ حاصل کریں ان سوسائٹیوں کے ذریعہ اپنی پیداوار کو بیچیں تاکہ درمیانی لوگ جو نفع آپ سے اٹھاتے ہیں۔ وہ نفع سوسائٹی میں اور اسکے ذریعے سے آپکے ہاتھ میں آوے سوسائٹیوں کے ذریعہ سے لگان بھی ادا کریں اس طرح آپ کی آمدن کچھ نہ کچھ بڑھیگی اور بچت بھلا تھوڑا بہت شادی وغمی و بیماری اور دیگر ضروریات کے لئے بجائے اپنی سوسائٹی میں آپ جمع کریں تاکہ ضرورت کے وقت دوسرے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے اس امانت پر آپ کو سود ملے گا ساتھ ہی ساتھ آپ کے دوسرے بھائیوں کو اس سے فائدہ پہنچے گا۔ اس موقع پر میں گاؤں کے ان لوگوں سے جو لین دین کرتے ہیں۔ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ زمانہ بدل رہا ہے۔ قانون نئے نئے بن رہے ہیں وہ وقت جا رہا ہے جبکہ ار دو آنہ روپیہ پر ادھار چلتا تھا۔ اس طرح کاروبار کرنے میں اب جوکھم ہے لیکن وہی لوگ بجائے الگ الگ اسامی کو زیادہ سود پر قرضہ دینے کے اپنا روپیہ گاؤں کے سوسائٹی میں امانت کے اوپر جمع کریں تو بجائے ایک آسامی کے آپ کو تمام ممبران کی ساکھ ملتی ہے روپیہ میں جوکھم بہت کم ہوگا اور نالش اور عدالت کے خرچہ و دربدری سے بچیں گے میں مہاجنوں کو ان کی بھلائی کے لئے یہ صلاح دیتا ہوں کہ وہ گاؤں کے سوسائٹی میں روپیہ جمع کریں اور سوسائٹیوں کے ممبران سے زور دوں کے ساتھ کہونگا۔ کہ وہ ایمانداری سچائی اور ان اصولوں پر جو میں نے شروع میں بتلائے ہیں ان کے اوپر عمل کریں اس طرح گاؤں کے سب لوگ یعنی جو پونجی والے یا بغیر پونجی والے سب ملکر اپنی اور دیہات اور ملک کی بھلائی کریں آپکے بھلائی میں گاؤں کی بھلائی ہے۔ اور گاؤں کی بھلائی میں ملک کی بھلائی ہے۔

کمایوں کے سیب کے باغیچوں کی دیکھ بھال

(ازجناب ٹھاکر رام صورت سنگھ بی۔ ایس۔سی (رنڈنگ)

کسی باغیچہ کی بخوبی دیکھ بھال کا یہ نتیجہ ہونا چاہیئے پودے اچھی حالت میں رہیں او. اُن سے زیادہ سے زیادہ پیداوار لی جاسکے۔ جانور ہو یا پودا س کے لئے دو باتیں ضروری ہیں۔ (۱) اچھی وراک اور (۲) صحت بخش آب و ہوا۔ انھیں و پورا کرنے کو پودوں کی اچھی دیکھ بھال کرنا یاہیئے۔ ان دونوں میں اچھی خوراک پودے ی زندگی میں مقدم بات ہے۔ اگر اچھی خوراک ملتی رہے تو پودھا بہت سی بیماریوں سے بچ سکتا ہے۔ اس لئے ہر ایک باغبان لو پودے کی خوراک کے متعلق علم ہونا ضروری ہے۔ پودے کی خوراک خاص طور سے تین چیزوں سے بنی ہوتی ہے۔ نائٹروجن پوٹاس اور فاسفورک ایسڈ۔ چونہ کی ضرورت اس واسطے ہوتی ہے کہ اس کے ملانے سے زمین اس قابل ہو جاتی ہے کہ وہ ان مذکورہ بالا تینوں چیزوں کو پودے کو خوراک کی صورت میں دے سکے۔ اور بھی بہت سی چیزوں کی ضرورت پودوں کو ہوتی ہے۔ مثلاً لوہا۔ میگنیشیم اور بورن وغیرہ۔ لیکن یہ چیزیں یہاں کی مٹی میں ضرورت سے زیادہ مقدار میں موجود ہیں اور اُن کے لئے ہمیں سوچنے سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

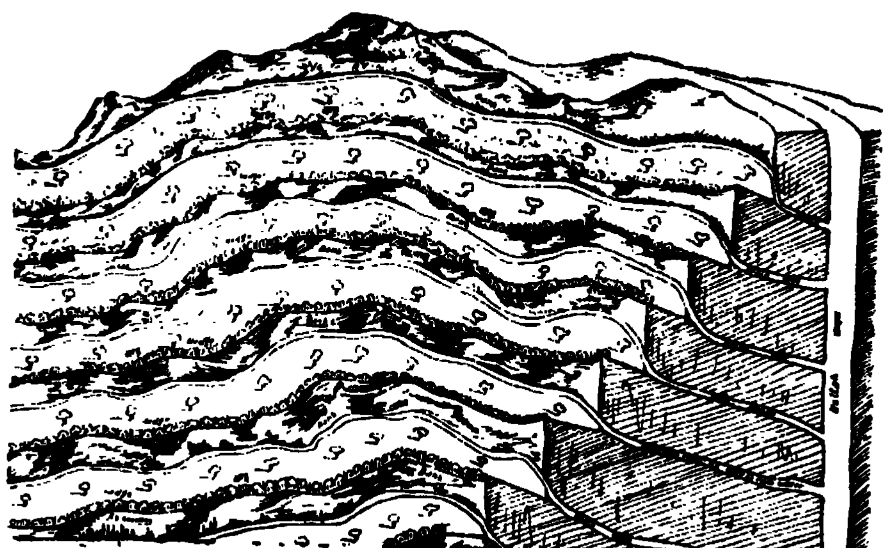
نائٹروجن۔ پوٹاش اور فاسفورک ایسڈ بھی زمین میں شروع میں موجود رہتے ہیں۔ لیکن اتنی مقدار میں نہیں کہ سال بہ سال وہ پودے کی ضروریات کو پوری کرسکیں اسلئے باہر سے بصورت کھاد ان کے پورا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ خاص کر پہاڑی ممالک میں جہاں ہر سال برسات میں اوپری مٹی بہ جاتی ہے اور زمین کی قوت زرخیزی کم ہو جاتی ہے پہاڑ میں ایک اور کمی ہے۔ سطح کے نیچے کی مٹی یہاں بہت کمزور ہوتی ہے اور ان میں کھانے والی چیزوں کی مقدار کافی صورت میں نہیں ہوتی۔ ان وجوہات سے پہاڑی حصوں پر ان کھانے والی چیزوں کو کھاد کی صورت میں دینے کی جلدی جلدی اور زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

برساتی پانی سے زمین کے کٹاؤ کے روکنے کی ترکیب

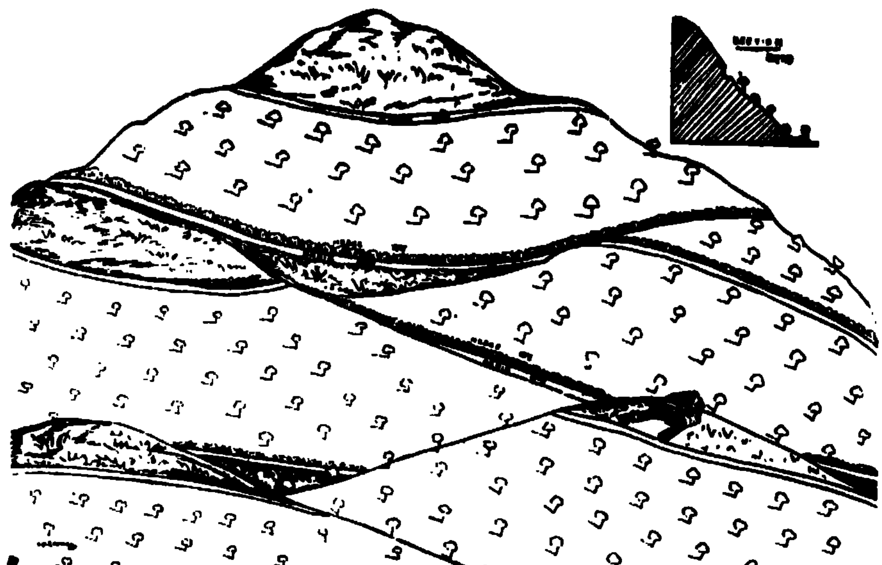
۱۔ جہاں تک ممکن ہو پودوں کو یوں ہی نہ لگا کر سیڑھی دار کھیت بنا کر لگانا چاہیئے۔

۲۔ ان کھیتوں کا ڈھال پہاڑ کی طرف ہو اور زیادہ پانی کو نکال دینے کے لئے پہاڑ کے کنارے کنارے نالی ہو۔ ایسا کرنے سے مٹی بہنے سے رک جائے گی۔ کیونکہ پانی زور سے نہ بہہ کر آہستہ آہستہ نالی کے ذریعہ نکلے گا۔

۳۔ کھیتوں کے کنارے گھاس لگا دینی چاہیے اور سالانہ گڑائی کے وقت تقریباً ایک فٹ کنارے



نمبر ۱



نمبر ۲

کی زمین ویسی ہی چھوڑ دینی چاہئے۔

۴۔ اگر ممکن ہو تو ان کے خلا درمیان جیسے پودوں کی گنجان باڑ کنارے پر لگا دینی چاہئے۔ لیکن یہ باڑ ایک فٹ سے اونچی نہ بڑھنے دینا چاہئے ورنہ یہ پودوں کی خوراک میں سے زیادہ حصہ لینے لگے گی اور انہیں کمزور کر دیگی۔

۵۔ ضرورت سے زیادہ زمین کو نہیں کوڑنا چاہئے۔

۶۔ کم بڑھنے والے تین پتی والے (ٹرائفولیم) Clover جیسے پودوں کو کھیتوں میں لگا دینے سے کٹاؤ کم ہو جاتا ہے اور پھلدار ہونے کی وجہ سے یہ زمین کی قوت زرخیزی بھی بڑھا دیتے ہیں جیسا کہ (ا) سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے۔

اگر پودے بغیر کھیت بنائے لگائے گئے ہیں تو زمین کے کٹاؤ کے روکنے کی تدبیر کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ ایسے مقامات میں مذکورہ بالا ترکیب نمبر ۶ سے کٹاؤ کم ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ نائٹروجن کی مقدار بھی زمین میں بڑھ جاتی ہے۔ کلاور (تین پتی والے) زیادہ بڑھتی نہیں بلکہ زمین سے اوپر پھیلتی ہے اور اس سبب سے پھلدار پودوں کو زیادہ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

ڈھال کا خیال کرتے ہوئے ۲۰ سے ۰۰ فٹ کے فاصلے پر نالیاں بنا دینی چاہئے۔ نالیوں کے سرے کو پہاڑ کی طرف ڈھالو بنا دینا چاہئے اور اسی جگہ ۳ ۴ فٹ تک گھاس لگا دینی چاہئے جس سے زمین نہ کٹ سکے۔ زیادہ اچھا ہو اگر نالیوں کے اوپری کنارے پر باڑ لگا دی جاوے یا اگر پتھر مل سکے تو اُن سے کنارا محدود کر دیا جائے کیونکہ یہ باڑ یا پتھر پانی کو کسی حد تک روکے گا۔ اور یہاں پر مٹی جمع ہوتی رہے گی۔ اگر باڑ کو بڑھنے دیا جائے۔ یا سال بہ سال کنارے کو اونچا کرتے رہا جائے تو کچھ دنوں میں مٹی کے جماؤ کے باعث زمین ہموار ہو جائے گی۔

مذکورہ بالا تدبیروں سے کیاریوں کی زمین کا کٹنا کسی حد تک روکا جا سکتا ہے۔

اگرچہ ان تدبیروں سے زمین کی قوت زرخیزی بہت کچھ قائم رکھی جا سکتی ہے تاہم ایسا کبھی نہیں خیال کرنا چاہئے کہ زمین اس قابل ہو جائے گی کہ پودوں کی ساری غذا کو پوری کر سکے۔ پودوں کو گوبر کی کھاد یا سائنٹفک کھاد کی تب بھی ضرورت ہوگی۔

گوبر کی کھاد سب سے عمدہ ہے۔ کیونکہ اس سے نائٹروجن پوٹاش اور فاسفورک ایسڈ تو ملتا ہی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ زمین میں ہیومس بھی مل جاتا ہے۔ جس سے پیداوار بڑھ جاتی ہے۔ لیکن پہاڑ میں گوبر کی کھاد کا ملنا مشکل ہے۔ کیونکہ افغانوں کے پاس اس قدر جانور نہیں ہوتے جن سے کافی گوبر ہو۔ یہ چیز روپیہ خرچ کرنے پر بھی کیاریوں میں نہیں مل سکتی۔ اس لئے گوبر کی کھاد کے عوض اور چیزوں کا استعمال کرنا چاہئے۔ پتیوں سے جو کہ پاس کے جنگلوں سے کافی مل سکتی ہیں کھاد بنائی جا سکتی ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو باغ کے کوڑا کرکٹ سے کمپوسٹ کھاد بنائی جا سکتی ہے۔ باغ کی گھاس پھوس۔ کوڑا کرکٹ سے کس طرح کھاد بنائی جا سکتی ہے اس کو جاننے کے لئے ناظرین کو رائل سوسائٹی آف آرٹس کے جرنل ۱۹۳۳ء حصہ ۸۲ کو پڑھنا چاہئے ایسی کھاد بنانے کے لئے بھی کچھ مویشیوں کی ضرورت ہے لیکن کہیں کہیں جانور رکھنا مشکل ہے۔ ایسی جگہ میں مندرجہ ذیل تدابیر کام میں لائی جانی چاہئیں۔

باغوں کا کوڑا خشک گری پڑی ہوئی یا تازی پتیاں اور نرم شاخیں جنگل سے اکٹھا کر کے اچھی طرح ملا دی جائیں اور اسے ۴ ۶ انچ تہ میں پھیلا دیا جائے۔ اس کو ۳ ۴ فی صدی امونیم سلفیٹ اور ۵ فی صدی کیلشیم کاربونیٹ کے پانی سے تر کر دیا جائے۔ اس کے بعد اتنی ہی موٹی دوسری تہ اس کے اوپر پھیلا کر پھر وہی پانی چھڑکا جائے۔ ایسا اُس وقت تک کیا جائے جب تک کہ کھاد کی تہ کی موٹائی ۴ - ۵ فٹ نہ ہو جائے۔ اسکو اگر درخت کی سایہ میں رکھا جائے تو نمی دیر تک رہ سکے گی۔ اس کو بخوبی الٹ پلٹ کر ہر آٹھویں یا دسویں روز ۵۰۰ گیلن فی ٹن کھاد کے حساب سے پانی ڈال دیا جائے۔ باغوں میں اتنے پانی کا ملنا کوئی مشکل نہیں۔ کھاد میں ہوا کے داخلہ کا کافی انتظام ہونا چاہئے اور نمی کی مقدار تقریباً ۶۰ فی صدی ہونی چاہئے۔

اگر کھاد بنانے کا کام مارچ یا اپریل میں شروع کیا جائے تو آخر برسات تک بہت اچھی کھاد تیار ہو جائے گی۔ چیڑ کے پتیوں کا استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ جلد سڑتی نہیں۔ اگرچہ پہاڑوں میں چیڑ کی پتیاں بہتائت سے ملتی ہیں تسپر بھی جب تک کہ ان کے سڑانے کا کوئی آسان طریقہ نہ معلوم کر لیا جائے انکا استعمال کھاد بنانے کے لئے ٹھیک نہیں۔ (رچو مٹیا کے سرکاری باغ میں اس پر ریسرچ کا کام جاری ہے)۔ میدان کی ہموار زمین پر ہری کھاد بہت مفید ثابت ہوئی ہے لیکن جن پہاڑی مقامات میں سیب کے باغ ہوتے ہیں۔ وہاں ہری کھاد کا استعمال ممکن نہیں کیونکہ یہاں پانی اور گرمی دونوں کی کمی ہوتی ہے۔ جس سے نہ تو سنئی کی فصل اچھی طرح پیدا ہو سکتی ہے اور نہ کٹی ہوئی فصل زمین میں دبانے پر سڑتی ہی ہے۔ ایسی حالت میں ہری کھاد کا استعمال اُس وقت کیا جائے جبکہ دوسرا کوئی چارہ نہ ہو۔

پہاڑ میں بھٹواس (Soya bean) بہ نسبت سنئی کے ہری کھاد کے لئے زیادہ اچھا ہے۔ برسات شروع ہوتے ہی بھٹواس کے بیج کو بو دینا چاہئے۔ اور یہ پودے جب پھولنے پر ہوں تب زمین میں دبا دئے جائیں۔ یہ پودے اُس سال تو شائد ہی سڑ سکیں کیونکہ پودوں کے دبانے کے بعد ہی جاڑا شروع ہو جاتا ہے اور ٹھنڈک میں پودے سڑ نہیں سکتے لیکن آئندہ گرمی اور برسات میں یہ بخوبی سڑ جائیں گے تب پھلدار پودوں کے لئے مفید ہوں گے۔

ہر حالت میں پھل والے پودوں کے لئے معمولی گوبر یا گھورے کی کھاد کا ہونا ضروری ہے۔ اور باغوں کو اچھی حالت میں رکھنے کے لئے کسی نہ کسی صورت میں اس کو دینا لازمی ہے۔

سائنٹفک کھاد کا استعمال کرنے کے لئے اسکے متعلق کافی واقفیت کی ضرورت ہے۔ اور اس کا کوئی ایک نسخہ نہیں دیا جا سکتا۔ کونسی اور کتنی مقدار میں سائنٹفک کھاد دی جانی چاہئے۔ اس کے لئے بغیچے کی زمین کا پورا علم ہونا چاہئے۔ اگر زمین میں مذکورہ بالا تین خاص خوردنی چیزوں میں سے محض ایک کی کمی ہے تو تینوں کو سائنٹفک کھاد کی صورت میں

دینا فضول خرچی اور نقصان دہ ہوگا - اسی طرح اگرچہ امونیم سلفیٹ ایک اچھی نائٹروجن دینے والی سائنٹفک کھاد ہے اگرچہ ہر قسم کی زمین میں نائٹروجن کی کمی پورا کرنے کے لئے اس کھاد کو نہیں دینا چاہیئے۔

ایسڈ والی زمین (acid soil) میں اگر چونے کی مقدار کافی نہ ہو تو امونیم سلفیٹ بجائے نفع کے نقصان پہنچا دے گا۔ مذکورہ بالا سے پتہ چل گیا ہوگا کہ کیوں سائنٹفک کھاد کے استعمال کے لئے ایک کوئی خاص نسخہ نہیں بتایا گیا۔ اُن باغبانوں کو جو سائنٹفک کھاد کا استعمال کرنا چاہتے ہیں اپنے باغ کی مٹی کی جانچ کرالینی چاہیئے اور ماہران فن سے دریافت کرکے یہ یقین کرنا چاہیئے کہ وہ کونسی اور کتنی کھاد کا استعمال کریں۔

باغوں کی دیکھ بھال میں دوسری بات جس کا خیال رکھنا چاہیئے صفائی ہے۔ پودھا کتنا بھی تندرست کیوں نہ ہو وہ کسی حد تک ہی اپنے کو بیماریوں سے بچا سکتا ہے۔ اگر بیماریوں کو موقعہ دیا گیا تو کبھی نہ کبھی پودے ضرور مرنے لگیں گے۔

پودوں کو بیماریوں اور کیڑوں سے بچانے کے لئے صفائی کا خیال رکھنا ضروری ہے اسکے لئے مندرجہ ذیل باتیں خیال میں رکھنی چاہئیں۔

۱ - بیمار اور خشک پھلوں کو توڑ کر گہرا گاڑ دیا جائے یا جلا دیا جائے۔

۲ - بیمار اور خشک شاخوں کو کاٹ کر جلا دیا جائے۔

۳ - بیمار اور خشک پتیوں کو اکٹھا کرکے جلا دیا جائے۔

۴ - مسی گھاس (moss) اور لیچن (lichen) کو شاخوں سے نکال دیا جائے ان میں کیڑے مکوڑے گھسے رہتے ہیں۔ ان کو تباہ و برباد کرنے کے لئے جاڑے میں کاسٹک سوڈے کا پانی (۱۰ گیلن پانی میں تین پونڈ کے حساب سے کاسٹک سوڈا) چھڑک دینا چاہیئے۔

۵ - کھیت سے گھاس پھوس نکال دیجائے۔ ان کا یا تو کھاد بنا دیا جائے یا انھیں فروخت کر دیا جائے بشرطیکہ ان کی مانگ ہو۔

۶ - باغ میں جو عمارتیں ہوں انھیں بھی صاف رکھنی چاہیئے۔

مختصراً اوپر کا مطلب یہ ہے کہ جہانتک ہوسکے صفائی ہونی چاہیئے۔ جن چیزوں سے بیماری بڑھنے اور کیڑوں کے لگنے کا امکان ہو ان کو دور کر دینا چاہیئے۔

اگر بیماری روکنے کی جملہ تدبیر کام میں لائی جائے اور پودوں کو تندرست رکھا جائے تو کسی پودے کو بیمار نہ ہونا چاہیئے۔ لیکن پودے پھر بھی بیمار ہو جاتے ہیں ہوشیار باغبان کو بیماری لگتے ہی فوراً اسکے روکنے کی تدبیر کرنی چاہیئے۔ جیسے ہی اسٹیم براؤن (Stem brown) اور اسٹیم بلیک (Stem black) (شاخوں کی لال اور کالی بیماریاں) - مثلاً پھپھوندی والی بیماریاں ظاہر ہوں۔ بیمار شاخوں کو جہاں تک بیماری کا اثر دکھائی پڑے اس کے ۲ انچ نیچے سے کاٹ دینا چاہیئے اور کٹے ہوئے حصے پر ریڈلیڈ (Red lead) و کاپر کاربونیٹ (Copper Carbonate) اور لینولین کی بنی ہوئی لیئی کو لگا دینا چاہیئے۔ ریڈلیڈ (Red lead) ۲ اونس - کاپر کاربونیٹ (Copper Carbonate) ۲ اونس۔

ان دونوں کے سفوف کو بخوبی ملادو۔ اسمیں لینٹی تل ۳ ½ اونس ملا کر لیئی تیار کرلو۔

اگر غلطی سے سارے پیڑ میں بیماری پھیل گئی ہے تو اُسے بغیر جھجک کاٹ کر اُسی جگہ جلا دینا چاہیئے۔ پھپھوندی والی بیماریوں کی چھوت لگتی ہے اس لئے تندرست پودوں کو بچانے کے لئے ان بیماریوں کی جڑ دور کر دینا ہی مناسب ہے۔ بیمار پودوں کے لئے باغوں میں کوئی الگ جگہ (Seggregation camp) تو بنایا ہی نہیں جا سکتا - اس لئے اور پودوں کو بچانے کے لئے بیمار پودوں کو برباد کردینا ہی اچھا ہے۔ اگر کسی جگہ بیماری لگی ہو تو بیمار شاخوں کو نکال کر کٹے ہوئے حصے پر مذکورہ بالا ریڈ لیڈ (Red lead) والی دوا لگا دینی چاہیئے جس سے بیماری بند ہو جائے۔ بیماریوں کو نہ لگنے دینا ہی پیڑوں کے بچانے کی بہتر ترکیب ہے۔

سیب کے باغوں کے سب سے بڑے نقصان دہ کیڑے اُولی افیس (Wooly aphis) اور ایپل روٹ بورر (Apple root borer) ہیں۔ ایپل روٹ بورر (Apple root borer) جڑ کو کھاتا ہے۔ اُولی افیس (wooly aphis) کو روکنے کے لئے جاڑے میں ریزم سوپ (rasim soap) (۱ گیلن پانی میں ۲ پونڈ) بیمار جگہوں پر چھڑک دیا جانا چاہیئے اور گرمی میں نکوٹن سلفیٹ (Nicotine sulphate) اور سافٹ سوپ (Soft soap) (ایک اونس نکوٹن سلفٹ - ۲ اونس سافٹ سوپ اور ۴ گیلن پانی) کو ملا کر چھڑکنا چاہیئے۔ ریزن سوپ "کیرلا سوپ انسٹیٹیوٹ" کالیکٹ (مدراس) یا سرکاری باغ چوبٹیا کے سپرنٹنڈنٹ کے یہاں سے مل سکتا ہے اور نکوٹن سلفیٹ جس کو بلیک لیف ۴۰ بھی کہتے ہیں "امریکن سیڈ اینڈ نرسری" لاہور (پنجاب سے) منگایا جاسکتا ہے۔ اگر پیڑ کی کچھ شاخیں یا پورا پیڑ بیمار دکھائی پڑتا ہے اور جدید شاخیں نہیں نکل رہی ہیں تو یہ سمجھ لیا جاسکتا ہے کہ پیڑ میں "روٹ بورر" (Root borer) لگ گیا ہے۔ ٹھیک پتہ لگانے کے لئے پیڑ کو ہلانے پر اگر یہ معلوم ہو کہ جڑ کے سہارے پر پیڑ مضبوط نہیں کھڑا ہے تو شرطیہ جڑ میں کیڑے لگ گئے ہیں ایسی حالت میں جڑوں کو کھود کر کیڑا نکال کر جڑوں کو پھر اچھی طرح ڈھک دینا چاہیئے۔

ایک اور نقصان دہ کیڑا "تنے میں سوراخ کرنے والا کیڑا" (Stem borer) ہے۔ یہ تنے میں سوراخ کردیتا ہے جس میں سے کیڑوں کا پاخانہ جو دیکھنے میں مالا کی طرح اور نارنگی کے رنگ کا ہوتا ہے نکلا کرتا ہے۔ اس سے پیڑ کو بچانے کے لئے کاربن بائی سلفائڈ (Carbon bysulphide) ہیں جو ہر ایک دواخانہ سے مل سکتا ہے۔ تھوڑی روئی بھگو کر سوراخ کے اندر ڈال دینی چاہیئے اور اسکے اوپر چکنی مٹی لگا دینا چاہیئے۔ جالے والے کیڑوں کے (Tent Catterpillars) جو کہ پیڑ کے اوپر جالا بنا دیتے ہیں۔ جالوں کو شروع مارچ میں کاٹ کر جلا دینے سے کیڑا تباہ کیا جا سکتا ہے۔ ان کے بہوت انڈے جو جاڑے میں سب ایک جگہ شاخوں پر لتے ہیں تراشی کرتے وقت نکال دینا چاہیئے جس سے بیماری رفع ہو جائے گی۔

اگر مذکورہ بالا باتیں باغبان خیال میں رکھکر کام کریں تو انھیں کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

امپیریل کونسل آف اگریکلچرل ریسرچ کو مبارکباد دیا جاتا ہے جس کی مہربانی سے مذکورہ بالا باتوں پر کھوج کا کام ہو رہا ہے۔



دودھ

[illegible]

دودھ قدرت کی بہترین اور مقوی غذا تسلیم کیا گیا ہے۔ اس میں جسمانی اور دماغی قوتوں کو بڑھانے والے سبھی اجزا اسی مقدار میں شامل ہیں جتنی کہ وہ جسم و دماغ کے لئے ضروری ہیں اس کے علاوہ یہ بہت جلد ہضم ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو انسان کی قوت ہاضمہ میں خلل انداز ہو۔ اسی لئے زمانۂ قدیم سے اس کی قدر ہوتی رہی ہے۔

لیکن بدقسمتی سے زمانۂ موجودہ میں ہمارے ملک میں اس چیز کی بہت کمی ہے۔ شہروں کی تو بات ہی دوسری ہے دیہاتوں میں بھی اسکی کافی کمی ہے۔ میرا مطلب صرف خالص اور صحت بخش دودھ سے ہے خالص دودھ وہ نہیں کہا جا سکتا جس سے کوڑا نکال کر صاف برتن میں رکھ دیا جاتا ہے۔ خالص دودھ درحقیقت وہی ہے جو تندرست اور صاف مویشیوں سے صفائی کے ساتھ دوہا جاتا ہے۔ اس قسم کے دودھ میں بیکٹریا کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ صفائی کا خیال رکھنے پر بھی بیکٹریا کی تعداد تقریباً ۳۰۰ و ۴۰۰ فی مکعب سینٹی میٹر ہوتی ہے اگر صفائی کا خیال نہ رکھا جائے تو یہی تعداد بڑھ کر ۳۰۰۰ اور ۴۰۰۰ فی مکعب سینٹی میٹر ہو جاتی ہے اس مختصر مضمون میں کچھ ایسے ضروری طریقوں کا ذکر کروں گا جس کی مدد سے ہمارے دیہاتی بھائی صاف دودھ پیدا کر سکیں گے۔

صاف دودھ کے لئے دودھ دینے والے مویشیوں کی صفائی اور تندرستی کی سخت ضرورت ہے کیونکہ بہت سے ایسے مرض ہیں جو دودھ کے ذریعے مویشیوں سے انسانوں میں منتقل ہو جاتے ہیں مثلاً تپ دق، دیاقوں اور مسوڑوں کی بیماریاں، ٹائیفائڈ بخار اور گھر پکا منہ پکا وغیرہ۔

جس مویشی کو ان امراض میں سے کوئی بھی مرض ہو ان کا دودھ کبھی بھی استعمال نہ کرنا چاہئے دودھ دوہنے کے پہلے مویشیوں کو صاف کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ ان کی گرد دودھ میں نہ گرے۔ ان کو پہلے ایک برش یا موٹے ٹاٹ کے ٹکڑے سے صاف کر کے پانی سے دھو لینا چاہئے خصوصاً انکا پچھلا حصہ اور تھن کے اوپر کا وہ حصہ جس میں دودھ جمع رہتا ہے پانی سے اچھی طرح دھو کر سوکھے کپڑے سے صاف کر لینا چاہئے۔ تھن کے اوپر آس پاس کے بال کاٹتے رہنا چاہئے۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ گرد بھرے ہوئے ایک بال کے بھی دودھ میں گرنے سے دودھ میں تقریباً ۲۵۰۰۰ بیکٹیریا تک ہو جاتی ہیں۔ اگر تھن کی صفائی کا خاص طور سے خیال رکھا جائے تو پچھتر فیصدی بیکٹیریوں کی کمی ہو جاتی ہے۔

جن برتنوں میں دودھ نکالنا ہو ان کی صفائی کا بھی خاص خیال رکھنا ضروری ہے ان میں جوڑ نہ ہونا چاہئے کیونکہ جوڑوں ہی میں جراثیم کا اڈا ہوتا ہے۔ ان کی بناوٹ اوپر تنگ اور نیچے چوڑی ہونی چاہئے تاکہ ان میں گرد وغیرہ گرنے سے کافی بچاؤ ہو سکے۔ دودھ نکالنے کے پہلے برتنوں کو گرم پانی اور سوڈے سے یا صرف گرم پانی سے اچھی طرح دھو کر سوکھنے کے لئے رکھ دینا چاہئے۔ دودھ دوہنے والے کی صفائی کی بھی سخت ضرورت ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ یہی بہت سی بیماریوں کو پھیلانے والا ہوتا ہے۔ اسکا تندرست ہونا نہایت ضروری ہے دودھ دوہنے کے پہلے اسے کہنیوں تک ہاتھ دھو لینا چاہئے اور صاف کپڑے پہننا چاہئے۔ تھنوں کا شروع کا قریب یا دو چھانٹ دودھ ایک علاحدہ برتن میں دوہنا چاہئے کیونکہ اس میں جراثیم بہت ہوتے ہیں اس کے بعد صاف برتن میں دودھ نکال کر صاف کپڑے میں ہی کر چھان لینا چاہئے۔

جانوروں سے دودھ نکالنے کے پہلے انھیں کوئی ایسا چارہ نہ دینا چاہئے جس میں بدبو آتی ہو مثلاً سائیلج وغیرہ۔ کیونکہ اس کی بو دودھ میں آجاتی ہے۔ انھیں اس قسم کے چارے دودھ دوہنے کے ۴ پانچ گھنٹے پہلے کھلانا چاہئے۔ دودھ نکالتے وقت سوکھی گھاس کبھی نہ دینی چاہئے۔ کیونکہ اس سے گرد اڑتی ہے۔ جس سے بہت جلد چھوت لگتی ہے۔ دودھ دینے والے مویشیوں کو ہمیشہ تازہ چارہ دینا چاہئے۔

دودھ دوہنے کی جگہ کی بھی کافی صفائی ہونی چاہئے اور روشنی کی۔ روشنی بھی خوب پہنچنی چاہئے فرش اگر پختہ ہو تو بہت ہی اچھا ہے اگر ایسا نہ ہو سکے تو سخت مٹی کا ڈھلوان ضرور ہونا چاہئے۔ تاکہ صفائی رہ سکے۔ فرش کو دن میں دو بار ضرور صاف کر لینا چاہئے اور گوبر وغیرہ ہمیشہ ہٹاتے رہنا چاہئے اور دودھ دوہتے وقت تو خاص خیال رکھنا چاہئے۔

مجھے امید ہے کہ دیہاتی بھائی ان موٹی موٹی باتوں پر عمل کر کے صفائی سے دودھ نکالنے کی کوشش فرمائیں گے۔

کھیتی باڑی

سوکھی گھاس سے دودھ گرم کرنے کا طریقہ گھی بنانے میں کفایت

محکمہ ویٹرینری صوبہ پنجاب کے ۱۹۳۶ء کے بلیٹن نمبر ۸ میں "مسٹر ڈبلو۔ ایس۔ ریڈ" نے دیسی طریقہ سے گھی تیار کرنے والوں کے لئے ایک دودھ گرم کرنے کا بہت کارآمد طریقہ بتلایا ہے۔ مسٹر ریڈ کے اس مضمون کا اقتباس ناظرین ہل کی معلومات کے لئے بیان کیا جاتا ہے۔

سوکھی گھاس کو ایک بکس میں رکھا جاتا ہے جس کو "گھاس کا بکس" کہتے ہیں۔ اس گھاس کے بکس میں گرمی بہت دیر تک رہ سکتی ہے جب ایندھن کم دستیاب ہو تو اس طریقہ سے کھانا زیادہ عرصہ تک گرم رکھا جاسکتا ہے۔ پرانے زمانے میں بھی دودھ اس طرح گرم کیا جاتا تھا۔ ایندھن کے استعمال کو کم کرنے کے لئے یہ طریقہ دودھ گرم کرنے کے لئے بھی کامیابی سے استعمال کیا گیا ہے۔

دودھ گرم کرنے کا ایندھن زیادہ تر کنڈوں اپلوں کی شکل میں ہوتا ہے جو کہ گوبر سے بنائے جاتے ہیں اگر اس گوبر کو بجائے جلانے کے کاشتکار اپنے کھیت میں ڈالے اور دودھ کو گھاس کے بکس میں گرم کرے تو بہت کفایت ہو۔ بکس میں سوکھی گھاس کے ذریعہ دودھ گرم کرنے سے گھی زیادہ نکلتا ہے۔

کسان عام طور سے گھی ایسے ہی بناتے ہیں کہ صبح کا دودھ دن بھر ہلکی آنچ پر اوٹتا رہتا ہے اور شام کا دودھ گرم کرکے اس میں ڈالا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ صبح کا دودھ ابال کر ٹھنڈا کر دیا جاتا ہے اور شام کو بغیر گرم کیا ہوا دودھ اس میں ڈالا جاتا ہے۔ کچھ لوگ صبح کے دودھ کو دن بھر کی ہلکی آنچ پر گرم کرتے رہتے ہیں اور شام کو بغیر گرم کیا ہوا دودھ اس میں ڈال دیتے ہیں۔ ان طریقوں کے نتیجے کام یکساں ہیں یعنی تھوڑا دہی یا لسی دودھ میں رات کو ڈالدیا جاتا ہے اور صبح کو متھانی کے ذریعہ مکھن نکال لیا جاتا ہے۔ اس مضمون کے آخر میں جدول دئے ہوئے اسٹیٹمنٹ سے دودھ گرم کرنے کے ان تینوں طریقوں کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ طریقہ نمبر ۲ اور نمبر ۳ گھاس کے بکس کے استعمال کے ساتھ کارآمد ثابت ہوئے۔ طریقہ نمبر ۳ (الف) سب سے بہتر نتائج دئے اور یہ طریقہ نمبر ۳ کے گھاس کے بکس کے ساتھ استعمال کا نتیجہ ہے۔ گھاس کا بکس ہر حالت میں دیسی طریقہ سے گرم کرنے کے مقابلہ میں بہتر ثابت ہوا ہے۔ اسلئے کہ اس سے ایندھن کی کفایت ہوتی ہے گھی زیادہ نکلتا ہے اور لسی زیادہ ذائقہ دار ہوتی ہے۔

یہ ظاہر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ "گھاس کے بکس" کے ان تجربوں کو ایک ہندوستانی خاتون نے اپنے ہاتھوں سے خود کیا۔ اور وہی معمولی اوزار اور برتن وغیرہ استعمال کئے جو کہ عام طور سے استعمال کئے جاتے ہیں۔ سرکاری فارم کا ایک اہلکار دودھ۔ لسی۔ گھی وغیرہ تول کر دیدیتا تھا۔ اور اس خاتون کو "گھاس کے بکس" کا استعمال بتاتا تھا۔ اس لئے یہ ظاہر ہے کہ دودھ گرم کرنے کا یہ طریقہ ہر کسان کے گھر میں کامیابی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ ہر تجربہ کئی مرتبہ کیا گیا تھا تاکہ نتیجہ نکلنے میں کسی قسم کی غلطی نہ ہو سکے۔

گھاس کے بکس بنانے کا طریقہ:۔

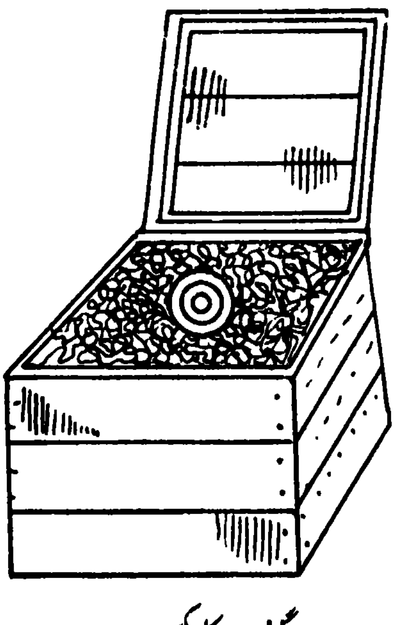
۱۔ ایک ایسا بکس مہیا کیا جائے جس کی لمبائی اور چوڑائی کہرنی کے بڑے سے بڑے قطر سے دگنی ہو اور اس کی اونچائی سے دس انچ زیادہ ہو۔ اگر بکس کے تختے ٹھیک طرح سے پیوست نہیں ہیں تو بڑھئی سے بکس کو اس طرح سے جوڑ دیا جائے کہ تختوں کے درمیان سے ہوا بہ آسانی نہ نکل سکے۔ ڈھکنے کے اوپر لکڑی کے کچھ ٹکڑے اندر کی طرف لگا دئے جائیں تاکہ وہ بکس کے اوپر اچھی طرح پیوست ہو کر لگ سکے۔

گھاس کے بکس کو استعمال کرنے کا طریقہ:۔

۱۔ چونکہ یہ ضروری ہے کہ صبح کا دودھ برتن (کہرنی) میں تقریباً اوپر تک بھر جائے۔ اس لئے برتن ٹھیک جسامت کا ہونا چاہئے۔

۲۔ صندوق کے پیندے پر سوکھی گھاس یا بھوسہ ڈالا جائے اور اس کو دبا کر (بہت زیادہ دبانا بھی ٹھیک نہیں) ایک چھ انچ کی تہ قائم کر دی جائے۔

۳۔ جو دودھ برتن میں ہے اس کو ابالا جائے اور جب یہ یقین ہو جائے کہ وہ ابل رہا ہے۔ برتن کو گھاس کے بکس کے اندر ٹھیک وسط میں رکھ دیا جائے سوکھی گھاس یا بھوسہ بکس کے کھلے ہوئے حصہ میں ڈالا جائے یہاں تک کہ برتن کے منہ کی سطح تک سب جگہ بھر جائے ایک لکڑی کا ڈھکن برتن کے منہ پر ڈھک دیا جائے اور اس کے اوپر بھی سوکھی گھاس لگا دی جائے جب برتن سب طرف سے سوکھی گھاس یا بھوسہ سے ڈھک جائے تو صندوق کو بند کرکے شام تک کے لئے علیحدہ رکھ دیا جائے۔



گھاس کا بکس

۴۔ شام کے دودھ کو بغیر اُبالے ہوئے ایک مٹی کے برتن میں رکھا جائے اور صبح کے دودھ کو "گھاس کے بکس" سے نکال کر اس بڑے برتن میں ڈال دیا جائے۔ صبح اور شام کے ملے ہوئے دودھ کو دہی یا لسی ملا کر صبح تک رکھ کر حسب معمول مکھن نکال لیا جائے۔

اوپر لکھا ہوا طریقہ بہت آسان ہے اور اگر سوکھی گھاس یا بھوسہ اچھی طرح خشک رکھے جائیں تو ہر شخص کامیابی کے ساتھ اس کو کر سکتا ہے۔ کچی یا پکی اینٹوں کے گھاس کے بکس بھی باورچی خانے کے قریب بنائے جا سکتے ہیں مگر اس بات کا خیال رہنا چاہئے کہ اس کے ڈھکنے ڈھیلے نہ ہوں اور بخوبی صندوق کے منہ میں پیوست ہو جائیں۔

اگر گھاس کے بکس عام طور سے رائج ہو گئے تو دودھ گرم کرنے کے چولھے بیکار ہو جائیں گے۔ بہت سے گھروں میں کھانا صبح کو تیار کیا جاتا ہے اس وقت کی آگ کو استعمال کر کے اور تھوڑا ایندھن اور صرف کر کے دودھ کو اُبال کر صندوق میں رکھدیا جائے تو ایندھن کا خرچ بھی برائے نام رہ جائیگا۔ چولھے پر دن بھر دودھ گرم کرنے سے ایندھن بہت ضائع ہوتا ہے۔ مگر صندوق کے استعمال سے بیکار خرچ ایک بڑی حد تک کم ہو سکتا ہے۔

سرکاری مویشی فارم حصار

"گھاس کے بکس" کے طریقہ سے دودھ گرم کرنے کا دیسی طریقہ سے مقابلہ

تفصیل	[illegible]	۱	۲	۲ الف	۳	۳ الف	کیفیت
		صبح کا دودھ اُبال کر ٹھنڈا کر لیا گیا۔ اور شام کا دودھ بغیر اُبالے اس میں ڈال دیا گیا۔	صبح کا دودھ ذرا گرم کیا گیا اور شام کا دودھ اُبال کر ڈال دیا گیا۔	صبح کا دودھ اُبال کر گھاس کے بکس میں رکھا گیا۔ اور شام کا دودھ اُبال کر صبح ملا دیا گیا	صبح کا دودھ تمام دن گرم کیا گیا اور شام کا دودھ بغیر اُبالے اس میں ملا دیا گیا۔	صبح کا دودھ اُبال کر گھاس کے بکس میں رکھا گیا۔ اور شام کا دودھ بغیر اُبالے اس میں ملا دیا گیا۔	
۱۔ کل صبح اور شام کا دودھ جو استعمال کیا گیا۔	پونڈ	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	دودھ میں چربی کا پرتو ہر حالت میں یکساں تھا۔
۲۔ جاگ کی مقدار۔	پونڈ	۰	۶	۰	۶	۰	
۳۔ دودھ گرم کرنے کے لئے ایندھن کی مقدار۔	پونڈ	۸	۱۴٫۵	۷٫۵	۱۵	۷٫۵	جو ایندھن گھی بنانے میں استعمال کیا گیا وہ اس میں شامل ہے۔
۴۔ کتنا مکھن حاصل ہوا۔	پونڈ	۳٫۱۵۹	۳٫۰۰۹	۳٫۴۹۵	۳٫۰۶۳	۳٫۴۰۴	اُپلے بطور ایندھن کے استعمال کئے گئے تھے
۵۔ کتنا پانی بلونے کے لئے ڈالا گیا۔	پونڈ	۱۸	۱۵	۱۸	۱۲	۱۸	
۶۔ کتنا گھی تیار ہوا۔	پونڈ	۲٫۳۸۳	۲٫۳۱۷	۲٫۴۷۸	۲٫۴۱۷	۲٫۵۳۷	
۷۔ کتنی لسی تیار ہوئی۔	پونڈ	۷۵	۷۱٫۵	۷۲٫۳	۶۹	۷۵	
۸۔ ایک پونڈ گھی کتنے دودھ سے بنا۔	پونڈ	۲۵٫۱۷۸	۲۵٫۵۶۴	۲۴٫۲۱۳	۲۴٫۸۲۴	۲۳٫۶۵	
۹۔ مکھن اور گھی کا ذائقہ۔	۔	اچھا	اچھا	اچھا	اچھا	اچھا	
۱۰۔ لسی کا ذائقہ۔	۔	"	"	بہت "	"	بہت "	

نتیجہ کا خلاصہ

۱۔ طریقہ نمبر ۳ الف سب سے بہتر ہے۔
۲۔ " نمبر ۲ الف دوسرے درجہ پر ہے۔
۳۔ " نمبر ۳ تیسرے درجہ پر ہے۔
۴۔ " نمبر ۱ چوتھے درجہ پر ہے۔
۵۔ " نمبر ۲ پانچویں درجہ پر ہے۔

(ماخوذ از ایگریکلچر لائیو اسٹاک ان انڈیا)

پیاز کی کاشت

از جناب پنڈت آنند وشیکھر فرما گورنمنٹ گارڈن
ہلدن پور

ہندوستان میں پیدا ہونے والی ترکاریوں میں پیاز بھی بہت فائدہ مند ہے ملک میں اسکے رواج ہونے کی ٹھیک ٹھیک تاریخ تو معلوم نہیں لیکن یہ بیشک کہا جاسکتا ہے کہ اس کی کاشت ہمارے ملک میں عرصہ دراز سے ہوتی چلی آرہی ہے۔

یوں تو عموماً کسی بھی قسم کی زمین میں جو خوب بنائی گئی ہو پیاز پیدا کیجا سکتی ہے۔ لیکن ہلکی دومٹ زمین اس کے لئے زیادہ موزوں ہے پیاز کو زیادہ کھاد کی ضرورت ہے اسلئے اس کو ایسے کھیت میں بونا چاہئے جس کی خوب جوتائی ہوئی ہو اور جس میں کھاد بھی کافی ڈالا ہو۔ کمپوسٹ یا بوسیدہ گوبر کی کھاد فصل کے لئے اچھی ہے کھیت میں پودے لگانے کے کئی ہفتہ پہلے کھاد چھوڑ کر جتائی کر دینا چاہئے۔

عام طور پر پیاز کی دو قسمیں بوئی جاتی ہیں۔ "ایک سفید اسکوائش" یا پٹنہ اور دوسری "کومن" یا بڑی لال دونوں طرح کی گانٹھیں ہلکی خوشبودار ہیں اور اچھی دیکھ بھال کرنے سے کافی بڑی ہوجاتی ہیں۔

وسط ستمبر سے لیکر وسط نومبر تک میدانوں میں اور شروع مارچ سے آخیر مئی تک پہاڑی علاقوں میں بوئی جاتی ہے اس کا بیج پہلے چھوٹی کیاریوں میں (سینبید) بویا جاتا ہے ایک ایکڑ زمین کے لئے ۶-۵ پونڈ بیج کافی ہوتا ہے۔ بیج کی کیاریاں ہوشیاری سے کھاد دیکر بنائی چاہئیں۔ ان کو تقریباً ایک ماہ پہلے تیار کرکے خوب کمائی کر دینی چاہئے تاکہ کھاد خوب اچھی طرح زمین میں مخلوط ہوجاوے۔ اگر احتیاط سے کام لیا جاوے تو بونے کے تقریباً ۶ ہفتہ بعد پودا بیج کی کیاریوں سے اٹھا کر کھیت میں لگانے کے قابل ہوجاتا ہے۔

چھوٹے پودوں کو بیج کی کیاریوں سے ہوشیاری سے اٹھانا چاہئے جس سے ان کی جڑوں پر کوئی نقصان نہ پہنچے پھر پودوں کو تقریباً ۶" × ۶" کے فاصلے پر لگا دینا چاہئے۔ زمین میں لگاتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جڑ زمین میں ٹھیک طرح بیٹھ گئی ہے اس میں جلدی کرنے سے گانٹھ ٹھیک ٹھیک نہیں بیٹھے گی۔ پودے لگانے کے بعد فوراً ہی کھیت میں پانی دیدینا چاہئے اور پھر ہفتہ میں ایک یا دو مرتبہ ضرورت کے مطابق پانی دینا چاہئے۔ کھیت میں نلائی گڑائی بھی کرتے رہنا چاہئے یہ چاہے کھرپی سے کیجاوے چاہے "ہنٹنگ ویل ہو" سے لیکن اس بات کا خیال رہے کہ گانٹھ میں اوزار سے گھاؤ نہ لگنے پائے۔

گرمی کے شروع میں فصل تیار ہوجاویگی یہ پتے کے خشک ہونے اور مرجھانے سے پتہ چل جاتا ہے اسوقت آبپاشی کم کر دینا ضروری ہے۔ جیوں ہی گانٹھیں پک جاویں اُن کو اکھاڑ کر چٹائیوں پر دھوپ میں خشک کرنے کے لئے پھیلانا چاہئے جب وہ بالکل خشک ہوجاویں تو ٹھیک طرح صاف کرکے ٹھنڈی اور خشک جگہ ریت میں دبا کر رکھدی جاویں۔ اسکی پیداوار تقریباً دو سو من سے دو سو پچاس من فی ایکڑ ہوسکتی ہے۔

اگر بیج لگانا ہے تو ٹھوس اچھی گانٹھیں چھانٹ کر قطاروں میں ۱½ × ۲ کے فاصلے پر اکتوبر کے مہینے میں بو دینا چاہئے۔ بونے کے پہلے گانٹھ کے اوپر کا ⅓ حصہ کاٹ دینا چاہئے اور صرف نیچے یعنی جڑ کی طرف کا ⅔ حصہ ہی بونا زیادہ اچھا ہے۔ اس سے پھول جلدی اور تندرست وعمدہ آتے ہیں۔

پیاز دوا کے کام بھی آتی ہے اس کے استعمال کے کئی فائدے ہیں۔ مثلاً بھوک کا بڑھانا پیچش کا بند کرنا وغیرہ۔ لو لگ جانے پر اگر اس کا عرق نکالکر جسم پر ملا جائے تو لو کا اثر کم ہوجاتا ہے گٹھیا کی بیماری میں اسکا عرق اور ریندی کا تیل برابر برابر حصے میں ملا کر لگانے سے درد کم ہوجاتا ہے۔

پودوں کی گذر بسر

از جناب مسٹر رام لال شاہ گورنمنٹ فروٹ ورسرچ اسٹیشن

چوتھیا

پودوں کی زندگی کے لئے تین خاص چیزیں نہایت ضروری ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) زرخیز مٹی (۲) موافق آب و ہوا (۳) آبپاشی

ان میں سے کسی ایک کے نہ ہونے یا بالکل نہ ہونے سے پودوں کی زندگی کا قائم رہنا یا قائم رہتے ہوئے بھی اپنا کاروبار ٹھیک ٹھیک طریقے سے کرتے رہنا ناممکن سا ہوجاتا ہے۔ حالانکہ کچھ قسمیں پودوں کی اس طرح کی بھی پائی جاتی ہیں کہ وہ بغیر مٹی و پانی کے بھی بہت عرصے تک زندہ رہ سکتی ہیں لیکن ناموافق آب و ہوا میں ان کی بھی کسی طرح گزر نہیں ہوپاتی۔ آکاش بیل اور اسی قسم کے دیگر پیڑوں پر گزر کرنے والے پودے بغیر مٹی و پانی کے ہی اپنی گزر کر لیتے ہیں اسی طرح کیکٹس قسم کے پودے بھی بغیر پانی کے بہت عرصے تک زندہ رہ سکتے ہیں لیکن موافق آب و ہوا کا ہونا ان کے لئے بھی نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ قدرت نے ان کا ڈھانچہ خاص خاص جگہوں اور آب و ہوا کے موافق بنایا ہے۔ جس سے علٰحدہ کر دینے پر وہ آزادی کے ساتھ اپنا کام نہیں کرنے پاتے۔ سائنس نے انھیں مخصوص حرکتوں کا پتہ لگا کر بہت قسم کے پودوں کا بالکل ڈھانچہ ہی بدل دیا ہے۔ تاکہ وہ انسانی ضروریات اور شوق کو پورا کرسکیں ایسا کیونکر ممکن ہوسکتا ہے اور سائنس نے کن ترکیبوں سے اس طرف کامیابی حاصل کی ہے یہ مضمون ہذا کے دائرے کے باہر کی بات ہے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ آخر پودوں کی زندگی سے مذکورہ بالا تین باتیں کیسا تعلق رکھتی ہیں۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے پہلے یہ معلوم کرلینا چاہئے کہ پودوں کے ڈھانچے کا مصالحہ دو بہت ضروری چیزوں کے میل یعنی اتفاق سے بنتا ہے۔ جن میں ایک تو مٹی سے لیا گیا عرق (رس) ہوتا ہے اور دوسری کاربن ڈائی اوکسائڈ گیس ہوتی ہے جو ہوا سے لیجاتی ہے۔

ہر پودے کو جب سورج کی روشنی ملتی ہے یہ ہوا میں سے کاربن ڈائی اوکسائڈ گیس کو لیتا ہے۔ تب یہ گیس مٹی سے کھینچے ہوئے رس سے ملکر سورج کی کرنوں کے ذریعے پودے کی پرورش کے لئے استعمال کیجاتی ہے جس طرح کہ ہمارا دل خون کو صاف کرکے تمام جسم کی ضروریات کو پورا کیا کرتا ہے۔ پودوں کے پتے بھی پودوں کی زندگی کے لئے دل کا کام کرتے ہیں۔ پتوں کا ہرا رنگ اس کام کے لئے نہایت ضروری ہوتا ہے کیونکہ یہ رنگ سورج کی روشنی کو باسانی اندر کھینچ لیتا ہے جس کی مدد سے مٹی سے جذب کیا ہوا کچا رس پکایا جاتا ہے۔ اور کاربن ڈائی اوکسائڈ گیس سے

ٹھیک کرکے شکر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ کاربن اور آکسیجن گیس ہوا میں ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ ایک حصہ کاربن گیس اور دو حصہ آکسیجن گیس ملکر کاربن ڈائی اوکسائڈ گیس بنتی ہے۔ جب یہ پودوں کے پتوں کے ذریعہ جذب کر لیجاتی ہے تو سورج کی روشنی کے اثر سے کاربن جس مٹی سے کھینچے گئے رس سے ملکر شکر میں بدل جاتی ہے اور آکسیجن گیس باہر پھینک دیجاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ ہم ہوا میں سے آکسیجن گیس تو اپنے اندر کھینچ لیتے ہیں۔ اور کاربن گیس کو باہر پھینک دیتے ہیں جس طرح ہمارے جسم میں خون سے گوشت ہڈیاں رگ ریشے وغیرہ بنتے ہیں۔ اس طرح پتوں میں تیار ہونے اس شکر سے بھی تمام پودوں میں پیڑ کا تنا، چھلکا گودا۔ کونپلیں پھول پھل جڑیں وریشے بنتے رہتے ہیں۔ ویسے ہی اس شکر کا دوران بھی پودے کے تمام ڈھانچے میں ہوتا رہتا ہے جس طرح کہ ہمارے جسم میں خون کا دورہ ہوتا ہے جب یہ شکر کافی تعداد میں تیار ہونے لگتی ہے تو یہ منجمد ہوکر کلف مانڈ (Starch) بن جاتی ہے اس شکر میں یہ وصف ہوتا ہے کہ منجمد ہوکر کلف (Starch) بن جاتی ہے اور پانی میں گھولکر پھر شکر بن جاتی ہے۔ اسی واسطے پتوں پر تیار شدہ رس کو شکر کہا گیا ہے۔ کیونکہ اس کے وصف گھلنے میں اور جم جانے میں مثل شکر کے ہی ہیں۔

بسنت رت یا موسم بہار میں جب پودوں میں نئی نئی پتیاں آنے لگتی ہیں تو ان پتیوں کے پوری طور سے کام میں لگ جانے کے وقت تک پچھلے موسم میں جمع کئے ہوئے کلف سے ہی پودوں کی گزر ہوتی ہے۔ جیسا اوپر کہا گیا ہے کہ سورج کی کرنوں کے ذریعے ہی پتوں پر شکر بنتی ہے۔ اسی لئے صبح کے وقت سورج نکلنے سے پہلے پتوں پر کلف اکثر نہیں رہتی کیونکہ رات کے وقت شکر کے نہ بننے سے دن میں منجمد ہوئی کلف سے ہی شکر کی کمی پودوں میں پوری ہوا کرتی ہے۔ جب سورج کی روشنی ملنے لگتی ہے تب شکر اور کلف بننے کا کام شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ پتوں کا ہر حصہ رات ہونے تک کلف سے بھر جاتا ہے جسکے ذرہ پھر شکر میں بدلکر پودوں کے ہر حصہ میں پہونچکر ان کی پرورش کرتے ہیں اور جو باقی رہ جاتے ہیں وہ آئندہ کے لئے کلف کی صورت میں منجمد رہتے ہیں۔

مذکورہ بالا باتوں سے اب یہ سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہونی چاہیئے کہ پودوں کی زندگی کے لئے سبز پتے کس قدر ضروری ہیں۔ اس واسطے پتوں کی کافی پیداوار پودوں کی بالیدگی کے واسطے نہایت ضروری ہے۔

اب یہ بات سمجھنی ہوگی کہ بڑھاؤ کو حسب ضرورت جاری رکھنے کے لئے کون کون سی چیزیں مٹی میں موجود رہنی چاہئیں جس سے کہ پودوں کی خوراک میں کمی نہ ہو اور زندہ خیزی قائم رہے پودوں کی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے مٹی میں جن چیزوں کا ہر وقت رہنا نہایت ضروری سمجھا گیا ہے۔ ان کا نام نیچے لکھا جاتا ہے۔

(۱) نائٹروجن (۲) فاسفورس -
(۳) پوٹاشیم (۴) کیلشیم (۵) گندھک
(۶) لوہا (۷) مگنیشیم۔ ان میں سے کسی بھی چیز کی مقدار کم ہو جانے سے پودوں کی بالیدگی میں کافی رکاوٹ ہوتی ہے۔

ان میں سے لوہا اور مگنیشیم پتوں کے ہرے رنگ کو قائم رکھتے ہیں کیلشیم یا چونا مٹی کو ڈھیلا رکھتا ہے اور پوٹاش کے ساتھ ملکر پودوں کی ہڈی کو بناتا ہے۔ فاسفورس۔ گندھک اور نائٹروجن ملکر اس رس کو تیار کرتے ہیں جس سے پودوں کی زندگی قائم رہتی ہے۔ یہ جملہ چیزیں آخر میں پروٹین کو تیار کرتی ہیں۔ جو کہ پودوں و جانوروں کی زندگی برقرار رکھنے کے لئے بہت ضروری ہوتا ہے۔

معمولی طور پر لوہا۔ گندھک اور مگنیشیم پودوں کی ضرورت کو ایک عرصہ تک پورا کرنے کے لائق سبھی قسم کی مٹی میں موجود رہتے ہیں اور اسی طرح کیلشیم بھی کم و بیش مقدار میں پایا ہی جاتا ہے اسکی کمی بعض اوقات پودوں کے بڑھاؤ میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے مگر نائٹروجن۔ فاسفورس اور پوٹیشیم کی ضرورت پودوں کو بہت زیادہ رہا کرتی ہے۔ کیونکہ غلہ۔ پھل اور ساگ سبزی کی پیداوار کو جاری رکھنے کے لئے یہ چیزیں زاید مقدار میں خرچ ہوتی ہیں۔ اور کسی قسم کی زمین اس خرچے کو ایک زیادہ عرصے تک نہیں پورا کر سکتی ہے۔ اسی سبب سے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے کھاد کی ضرورت زمین کو ہوا کرتی ہے یہ بہت خوش قسمتی کی بات ہے یہ تینوں چیزیں بوسیدہ اور سڑے ہوئے گوبر و پتوں وغیرہ کی کھاد میں پودوں کی ضرورت کے لائق کافی مقدار میں باسانی مل سکتی ہیں۔ اور اس کا استعمال کھیتی کے کام میں اچھی طرح کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا تمام چیزیں زمین میں خام حالت میں ہی پائی جاتی ہیں۔ اس لئے پودوں کو انھیں پہلے گلا سڑا لینا پڑتا ہے تب یہ گلی ہوئی حالت میں جڑوں کے ذریعے تنے سے ہوکر پودوں کے تمام ڈھانچے میں پہنچائی جاتی ہیں پودوں کی جڑیں دو قسم کا کام کرتی ہیں۔ موٹی جڑیں تو پودوں کو اپنی جگہ پر مضبوطی سے باندھے رکھتی ہیں اور ان موٹی جڑوں کے آس پاس سے نکلی ہوئی باریک ریشہ دار جڑیں پودوں کے لئے خوراک مہیا کرنے کا کام کیا کرتی ہیں جب زمین میں نمی رہتی ہے تو یہ باریک جڑیں مثل تیزاب کے کوئی چیز پیدا کرتی ہیں جس کی تیزی سے مٹی کا کچا مال گلکر نمی میں گھل جاتا ہے اور اس گھول یعنی مرکب کو جڑوں کے ذریعہ جذب کرکے پتوں کے اوپر پکنے کے لئے پہنچا دیا جاتا ہے۔

اس طرح یہ بات باسانی سمجھ میں آجاتی ہے کہ پودوں کی باریک جڑیں کس قدر ضروری ہوتی ہیں ان جڑوں کے بڑھاؤ میں کسی قسم کی رکاوٹ ہو جانے سے کتنا نقصان ہو سکتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ مٹی میں نمی کو قائم رکھنے کے لئے آبپاشی کا ہونا کتنا ضروری ہے



کسان کے لئے مویشی ایک بڑی دولت ہے

(از جناب پنڈت بالا پرشاد پانڈے ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ زراعت)

ہندوستان ایک زراعتی ملک ہے۔ اس کی ۰ فیصدی آبادی کا زراعت کے اوپر دارومدار ہے اسلئے ملک کی اصلی ترقی ناممکن ہے جب تک کہ زراعت کی ترقی نہ کیجائے۔ اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ اگر ملک کی ترقی کرنی ہے تو پہلے زراعت کی ترقی کیجائے۔

چونکہ مویشی کاشتکار کی اصلی دولت ہے۔ اسلئے ان کو زراعتی ترقی کا ایک بہت ضروری جز ماننا پڑے گا۔ محکمہ زراعت ممالک متحدہ نے اس طرف بہت ترقی کی ہے لیکن عوام کی طرف سے امداد نہ ملنے کی وجہ سے خاطر خواہ کامیابی نہیں حاصل ہوئی۔ ترقی یافتہ نسل کے مویشیاں کی تعداد بڑھانا اسلئے ضروری ہے کہ وہ کاشتکاری کی دولت کو بڑھائیں گے۔ زیادہ دودھ دینگے بھاری ہل کھینچ سکیں گے اور طاقتور بچے پیدا کرینگے مضبوط جانوروں سے اچھی جوتائی ہوگی اور ان کی ترقی یافتہ نسل کے بچے زیادہ قیمتی ہوں گے۔ دودھ اور مکھن کافی مقدار میں پیدا ہوگا اور اس سے نہ صرف مالی فائدہ ہی ہوگا بلکہ کسان کو اچھی اور طاقتور غذا کھانے کو ملے گی جس کی وجہ سے اس کی تندرستی اچھی ہوگی اور زندگی بڑھیگی جب کسان اور اس کی اولاد کی تندرستی اچھی ہوگی اور اس کے پاس اپنی دماغی طاقت کو بڑھانے اور اپنی کاشت کو ترقی دینے کے لئے کافی روپیہ ہوگا" وہ اپنے سماج گاؤں اور ملک کے لئے باعث فخر ہوگا جب کسان اپنے کھیت پر جاکر دیکھتا ہے کہ اس کی فصل اور لوگوں کی فصلوں کے مقابلہ میں (جو کہ کمزور جانوروں کی جوتائی سے بوئے گئے ہیں) بڑھی ہوتی ہے تو اس کے دل کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ اس خوشی کی کیفیت کو جو کہ مالی فائدہ کے پیمانہ پر نہیں تولی جاسکتی وہ ہی شخص سمجھ سکتا ہے جس کا پیشہ کاشتکاری ہو۔ اس مسرت کو حاصل کرنے کے لئے کاشتکار کا یہ پہلا فرض ہے کہ اپنے جانوروں کی بہتری کی تدابیر کی طرف متوجہ ہو۔

جہاں تک زراعت کا تعلق ہے ترقی مویشیاں کا مقصد یہ ہے کہ گائے بھینس اور بیلوں کی حالت کی درستی کیجائے۔ اس مضمون میں گائے کی نسل کی ترقی پر روشنی ڈالی جائیگی۔ ترقی کے ذرائع پہ بحث کرنے سے پہلے یہ بات ضروری ہے کہ مویشیاں کی نسل کی موجودہ گری ہوئی حالت کی وجوہات بتائی جائیں۔ مویشیاں کی گری ہوئی حالت کا خاص سبب ناقص سانڈوں کی موجودگی ہے جنھوں نے گایوں کی اولاد یعنی پروجینی (Progeny) کو کمزور اور ناقص کردیا۔ پہلے زمانہ میں جب کوئی آدمی مالدار مرتا تھا۔ اس کے عزیز و اقارب اس کی یادگار میں ایک اچھی نسل کا طاقتور سانڈ گاؤں کی پنچایت کی مرضی لیکر چھوڑ دیتے تھے یہ سانڈ آس پاس کے گاؤں میں گھوما کرتا تھا اور اس سے نسل افزائی کا کام نکلتا تھا۔ اچھا سانڈ ہونے کی وجہ سے اس کے ذریعہ پیدا کی ہوئی نسل بھی اچھی ہوتی تھی۔

لیکن اب ایک بہت عرصہ سے یہ ایک عام دستور ہوگیا ہے کہ سانڈوں کے چھوڑنے کی اس رسم کو لوگ اس طرح ادا کرتے ہیں کہ چھوٹے اور کمزور سانڈوں کو اس فرض کی برائے نام ادائیگی کے لئے چھوڑتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مویشیاں کم دودھ دینے لگتے ہیں اور نسل رفتہ رفتہ کمزور ہونے لگی ہے۔ دودھ کم ملنے کی وجہ سے کسان کو مالی نقصان ہوتا ہے اور وہ مجبور ہوا ہے کہ مویشیاں کا چارہ و دانہ کم کرے اور خود بھی سستی اور کم طاقت دینے والی چیزیں اپنی خوراک میں استعمال کرے۔ ان اسباب سے کسان کی تندرستی پر بُرا اثر پڑا ہے۔ اس کو مالی نقصان ہوا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ جانوروں کو رکھنا اپنے لئے ایک بڑا بوجھ سمجھنے لگا ہے۔ اگر ترقی نسل مویشیاں کے مسئلہ پر بہت جلد توجہ نہ دیگئی تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ اچھی نسل کے مویشی اس ملک سے ناپید ہوجائیں۔ نیچے لکھے ہوئے ذرائع اختیار کرنے سے ترقی مویشیاں میں بہت مدد ملیگی اور عوام کی بھی حالت سُدھر جائیگی۔

۱۔ اچھی نسل کے سانڈوں کو افزائش نسل کے

لئے استعمال کرنا۔

۲۔ کمزور مقامی سانڈوں کو آختہ کرنا۔

۳۔ مویشیاں کے لئے کافی مقدار میں خوراک کا انتظام۔

۴۔ اچھے قسم کی گایوں کی خریداری بیرونجات سے۔

اچھی نسل کے سانڈوں کو افزائش نسل کے لئے استعمال کرنا۔ محکمہ زراعت صوبہ متحدہ کی طرف سے اچھی نسل کے قیمتی سانڈ تقسیم کئے جاتے ہیں۔ گاؤں کے باشندوں سے ۲۲ روپیہ وصول ہونے پر ایک سانڈ ان کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ یہ سانڈ دس سال کے عرصہ میں کاشتکاروں کو بائیس ہزار روپیہ کا فائدہ پہنچاتا ہے۔

اس کا حساب اس طرح سے لگایا گیا ہے کہ ایک سال کے عرصہ میں ایک سانڈ تقریباً ۱۰۰ گایوں کے اوپر استعمال کیا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ ایک سانڈ کے ذریعہ سال بھر کے عرصہ میں ۱۰۰ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اس تعداد میں ۲۵ فیصدی ضائع شدہ مان لئے جائیں۔ تو ۷۵ بچے ترقی شدہ نسل کے ایک سال میں ملیں گے۔ اس میں سے ۵۰ فیصدی نر اور ۵۰ فیصدی مادہ فرض کئے جاسکتے ہیں۔ اچھے نسل کے نر بچوں کی پرورش قاعدے سے کیجائے تو ہر ایک چالیس اور پچاس روپیہ کے درمیان فروخت ہوسکتا ہے۔ مادہ بچھڑوں کی قیمت اس سے کچھ کم ہوگی۔ مادہ اور نر بچھڑوں کی قیمت کا اوسط تیس روپیہ رکھا جا سکتا ہے۔ پچھتر بچھڑوں کی قیمت بحساب تیس روپیہ فی بچھڑا ۲۲۵۰ روپیہ ہوتی ہے۔ یہ قیمت ایک سال کی ہے۔ دس سال کے عرصہ میں بچھڑوں کی فروخت سے ۲۲۵۰۰ روپیہ وصول ہوسکتے ہیں۔ دودھ کی مقدار میں زیادتی اور آمدنی کا سود ترقی یافتہ سانڈ کے رکھنے کے خورد و نوش کے خرچ کو پورا کرسکتا ہے۔

کمزور مقامی سانڈوں کو آختہ کرنا

خراب نسل کے مقامی سانڈ نسل افزائی کے کام میں بہت تیز ہوتے ہیں۔ اور ان کی موجودگی میں ترقی شدہ سانڈوں کو اس کام کا بہت کم موقع ملتا ہے۔ اگر کسی گاؤں میں ترقی شدہ سانڈ ڈالا بھی جاتا ہے تو اگر مقامی سانڈ گلہ میں موجود ہوتا ہے تو گائے پر مقامی سانڈ کا اثر پڑتا ہے اور اس نسل کے ہی بچھڑے پیدا ہوتے ہیں اور انہی سے نسل خراب رہتی ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر کمزور نسل کے مقامی سانڈوں کا آختہ کرنا ضروری ہے۔ آجکل یہ سوال بہت آسانی کے ساتھ حل ہو سکتا ہے جب کہ محکمہ جات زراعت اور ویٹرنری نے اس طرف توجہ کی ہے۔ گاؤں والوں کے درخواست دینے پر کمزور نسل کے مقامی سانڈ محکمہ ویٹرنری کے افسران آختہ کر دیتے ہیں۔ آختہ کرنے کے آلہ سے جس کو برڈیزو کاسٹریٹر (Burdizzo Castrator) کہتے ہیں۔ جانور کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی۔ آختہ ہونے کے بعد سانڈ کھیتی باڑی اور باربرداری کا کام بہت اچھی طرح کرسکتا ہے۔

مویشیان کے لئے کافی مقدار میں خوراک کا انتظام۔ آجکل یہ ایک عام رواج ہے کہ مادہ بچھڑوں کو اوائل عمر میں دودھ کافی مقدار میں نہیں دیا جاتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ زیادہ بڑھ نہیں پاتے اور جوان ہونے پر کافی دودھ نہیں دیتے اور ان کا دودھ دینے کا زمانہ بھی کم ہو جاتا ہے۔ اسلئے یہ بات ضروری ہے کہ گایوں کے لئے سبز اور خشک چارہ اور دانہ کا خاطر خواہ انتظام کیا جائے تاکہ وہ زیادہ دودھ دیں اور اس دودھ میں سے ایک کافی مقدار بچوں کی پرورش کے لئے مقرر کر دی جائے اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ جانوروں کی آئندہ نسلیں ترقی کرینگی بیل مضبوط ہونگے اور بھاری ہل کھینچ سکیں گے اور گائیں زیادہ دودھ دینگی اور اچھے مضبوط بچھڑے پیدا کرینگی۔ اس کام کے انجام دینے کے لئے شروع میں کافی محنت اور خرچہ کرنا پڑیگا۔ لیکن آخر میں اس کوشش کا نتیجہ بہت مفید ہوگا۔

اچھے قسم کی گایوں کی خریداری بیرونجات سے:۔ ترقی نسل مویشیان کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ اچھی نسل کی گائیں باہر سے خرید کر لائی جائیں۔ لیکن مالدار لوگ ہی ایسا کر سکتے ہیں۔ عوام اس قابل نہیں کہ باہر سے جانور خرید کر لاسکیں۔ اسکے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں کی آب و ہوا باہر کی گایوں کے موافق نہ آئے۔ چونکہ باہر سے کافی تعداد میں گایوں کے لانے کی اسکیم سے ہم اس حالت میں ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں جبکہ بہت زیادہ خرچ کرنے کے بعد کھیتی کے لئے بیل اور دودھ کیلئے باہر کی گائیں مہیا کرسکیں۔ اسلئے یہ اسکیم ناقابل عمل ہے ترقی نسل مویشیاں کا کم خرچ کا ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ باہر سے اچھی نسل کے سانڈ لائے جائیں۔ مقامی سانڈوں کو آختہ کیا جائے اور جانوروں کیلئے کافی مقدار میں چارے کا اچھا انتظام کیا جائے۔

ہاتھیوں کی عقلمندی

ہاتھی کتنے عقلمند ہوتے ہیں اس کی ایک مثال ابھی حال ہی میں جنوبی افریقہ میں ملی ہے۔ وہاں کے ایک پارک میں ہاتھیوں سے حفاظت کے لئے بجلی کے تار لگا دیئے گئے تھے۔ لیکن ہاتھیوں کو معلوم ہوا کہ تار کے لئے جو کھمبے لگے ہیں ان میں بجلی کا کرنٹ نہیں ہے۔ لہذا وہ کھمبوں کو توڑ کر اندر گھس گئے اور جب کھمبوں میں بھی بجلی کا کرنٹ لگا دیا گیا تو انھوں نے معلوم کرلیا کہ پارک کے ۲۰ میل کے گھیرے میں صرف ۱۰ میل تک کرنٹ لگایا گیا ہے اور اس طرح وہ اس جگہ سے جہاں پر بجلی کا کرنٹ نہیں تھا پارک میں داخل ہوگئے۔

ربر کے دودھ کے فائدے

بم کے دھماکوں سے کھڑکیوں کی حفاظت کرنے میں ربر بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ اسکے لئے کھڑکیوں کے شیشوں پر ربر کا دودھ پوت دیا جاتا ہے جو شیشے پر چمک پڑنے سے روکتا ہے۔ لیکن اس سے ایک طرف سے دوسری طرف کی چیزیں بدستور دکھائی دیتی رہتی ہیں۔ اگر اس دودھ میں سیاہ رنگ ملا کر شیشے پر پوتا جائے تو اس سے ہوائی حملے سے بچاؤ کے لئے اندھیرا کرنے میں بھی بڑی مدد ملتی ہے کیونکہ ایسا کرنے سے کھڑکیوں کے باہر سے روشنی نہیں نظر آتی۔ ضرورت پڑنے پر شیشے پر سے اس پالش کو آسانی سے صاف بھی کیا جا سکتا ہے۔ ربر کے درخت سے نکلنے والا گیلا مادہ بالکل دودھ کی طرح ہوتا ہے اور اس میں ۳۰ فیصدی سے لیکر ۴۰ فیصدی تک خالص ربر موجود رہتا ہے۔ اسی دودھ سے بچوں کے کھیلنے کے غبارے، دوا کی پچکاریاں وغیرہ ضروری چیزیں بھی تیار کی جاتی ہیں۔

گھاگھ کی ڈائری

اس ڈائری کے لکھنے والے جناب 'گھاگھ' ایک پرانے خیالات کے بوڑھے زمیندار ہیں اور کسی قسم کا سدھار نہیں پسند کرتے تحریک گاؤں سدھار نے ان کے دل میں کیسی کھلبلی مچا دی ہے اس کا اندازہ ان کے اس خط سے لگائیے۔

جناب اڈیٹر صاحب

ممکن ہے کہ جب میرے یہ نوٹ آپ کے پاس پہنچیں اس وقت تک کافی پانی برس جائے اور ٹھنڈک ہو جائے۔ لیکن اس وقت تو گرمی سے پریشان ہوں۔ روئیں روئیں سے پسینے کے فوارے "ایئر کریفٹ" گن کی طرح چھوٹ رہے ہیں۔ مگر کچھ اثر ہوتا نہیں نظر آتا۔ میرا ارادہ تھا کہ پانی برسنے پر ہی اکٹھا جو کچھ آپ کو لکھنا ہو لکھکر بھیجوں۔ لیکن پڑوس میں ایک ایسا واقعہ ہو گیا کہ لاکھ مصیبت ہونے پر قلم اٹھانے کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ اب مختصراً اس کا ذکر سن لیجئے۔

× × × ×

میرے گاؤں میں میرے مکان کے پاس ہی ایک کوڑھی صاحب آ ٹکے ہیں۔ خدا نے انھیں کوڑھ کا مرض دیکر انھیں فائدہ ہی پہنچایا تھا۔ کیونکہ جتنا کسان کو کھیتی میں نہیں ملتا اس سے کہیں زیادہ وہ شہر والوں کو اپنا کوڑھ دکھا کر پیدا کر لیتے تھے۔ پچھلے کئی برسوں سے وہ شہر ہی میں رہتے تھے لیکن اب دیہات میں آ بسے ہیں۔ پوچھنے پر فرمانے لگے کہ لڑائی کا زمانہ ہے شہروں میں خطرہ ہے دیہات میں کوئی ڈر نہیں ہے۔

× × × ×

کوڑھی صاحب کو خواہ کوئی ڈر نہ ہو لیکن ان کے آنے سے میری تو جان سوکھ گئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ کوڑھ ایک پھیلنے والا مرض ہے ایک آدمی سے دوسرے کو فوراً ہو جاتا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ یہ کوڑھی صاحب گاؤں چھوڑ دیں لیکن میری تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں انھیں اپنی جان کی پڑی ہوئی ہے گویا شہر میں سب سے قیمتی انھیں کی جان تھی اور سب سے خوبصورت انھیں کا جسم تھا جس کی حفاظت کے لئے یہ شہر میں آ بسے ہیں۔ میں نے جب سے ان کی صورت دیکھی ہے لڑائی کے سارے خطرے بھول گیا ہوں۔ بم برسانے والے جہاز اگر آتے تو دو گھڑی دو گھڑی میں چلے جاتے۔ کوئی مرتا کوئی نہ مرتا۔ سب کو اپنی جان بچانے کا موقعہ ملتا۔ لیکن یہاں تو ہر شخص کو چوبیسوں گھنٹے کوڑھ ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ میں نے اخباروں میں پڑھا ہے کہ جرمنی کی کوئی پانچویں فوج ہے جو لوگوں کو بھڑکا کر انکو خوفزدہ کیا کرتی ہے۔ حقیقتاً خواہ نہ ہوں لیکن عملاً یہ کوڑھی صاحب بھی جرمن پانچویں کالم سے کم نہیں ہیں۔ کیونکہ جب سے یہ آئے ہیں کم از کم میری تو نیند حرام ہو گئی ہے۔

× × × ×

معلوم نہیں گرام سدھار والے کوڑھیوں کے گاؤں میں آنے پر کیسا خیر مقدم کریں گے۔ پچھلی بار میں الہ آباد کا ماگھ میلہ دیکھنے چلا گیا تھا وہاں میں نے سو سو کوڑھیوں کی قطاریں دیکھیں تھیں۔ میں اپنے پڑوسی کوڑھی صاحب کی بات چیت سننے کے بعد یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہندوستان میں کسی کو اپنی جان سب سے زیادہ عزیز ہے تو وہ صرف کوڑھیوں ہی کو ہے۔ اگر کوئی سب سے زیادہ زندہ رہنا چاہتا ہے تو وہ کوڑھی ہی ہوگا۔ خدا معلوم اس زندگی میں کیا لطف ہے جو اس قسم کے لوگ موت سے بھاگتے ہیں۔ اب میں سوچتا ہوں کہ میرے پڑوسی کوڑھی کی طرح اور بھی تمام کوڑھیوں کے دلوں میں اپنی جان بچانے کا خیال پیدا ہو جائے اور وہ سب گاؤں کا رخ کریں تو شاید گاؤں کی رہی سہی زندگی کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

× × × ×

لڑائی سات سمندر پار ہو رہی جن کے ملک میں ہو رہی ہے۔ ان کے یہاں کسی مرد کسی عورت اور کسی بچے کے دل میں بھی کوئی خوف نہیں ہے۔ سب اپنا کام اسی طرح کر رہے ہیں جیسے پہلے کرتے تھے۔ لیکن اپنے ملک کی حالت دیکھئے۔ یہاں کے کوڑھی بھی جنھیں موت سب سے زیادہ عزیز ہونی چاہئے گھبرا اٹھے ہیں اور اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ نکلے ہیں اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟ کبھی کبھی تو جی میں آتا ہے کہ گاؤں چھوڑ کر شہر میں یا کسی ایسی جگہ جا بسوں جہاں لڑائی کا سب سے زیادہ خطرہ ہو۔ وہاں اگر مروں گا بھی تو آدمی کی موت تو مروں گا۔ خیر!

× × × ×

دوسرا مزیدار قصہ سنئے۔ ہمارے ایک پڑوسی کوڑھی رام کی وجہ سے بہت گھبرا اٹھے ایک بینک میں انکی جنم بھر کی کمائی جمع تھی۔ کوڑھی صاحب نے انھیں اکسایا اور کہا کہ بھائی بہت خراب دن آ گیا ہے۔ اول تو آپ کو بینک سے کچھ ملے ہی گا نہیں اور اگر ملا بھی تو کاغذ کے نوٹ ملیں گے۔ وہ آنسو پونچھنے کے لئے بھی ناکافی ہونگے۔ ہمارے یہ پڑوسی صاحب گھبرائے اور دوسرے ہی روز بینک جا کر اپنا سب روپیہ نکال لائے اور اسے اپنے مکان کے ایک کونے میں گاڑ دیا اب وہ رات رات بھر جاگ کر اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔ بینک میں سود ملتا تھا۔ یہاں وہ بھی نہ ملیگا۔ خطرہ پھر بھی کم نہ ہوا۔ اب پڑوسی صاحب پچھتا رہے ہیں کہ ناحق کوڑھی کے بہکانے میں آئے۔

× × × ×

میرا تو خیال ہے کہ اگر لوگوں میں یہی گھبراہٹ اور خوف و ہراس بنا رہا تو چاروں طرف ڈاکوؤں کے ہاتھ اچھا مال لگے گا کیونکہ لوگ بینکوں سے اپنا روپیہ لا لا کر گھر میں رکھیں گے اور یہاں چوروں کی بن آئیگی۔ کیا تعجب کہ چوروں اور بدمعاشوں ہی نے یہ خوف و ہراس پیدا کر دیا ہو تاکہ لوگ اپنا اپنا روپیہ گھر ہی میں رکھنے لگیں۔ اب آپ ہی خیال فرمائیے کہ جب تک امن و امان رہا تب تک تو لوگوں نے اپنا روپیہ بینکوں میں رکھا اور جب خطرے کا اندیشہ ہوا تو لوگ اسے لا کر اپنے گھروں میں رکھ رہے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس طرح خطرہ اور بڑھتا ہے یا گھٹتا ہے؟ یہ ہے ہندوستان!

آپکا

"گھاگھ"

دیش بدیش کی بات



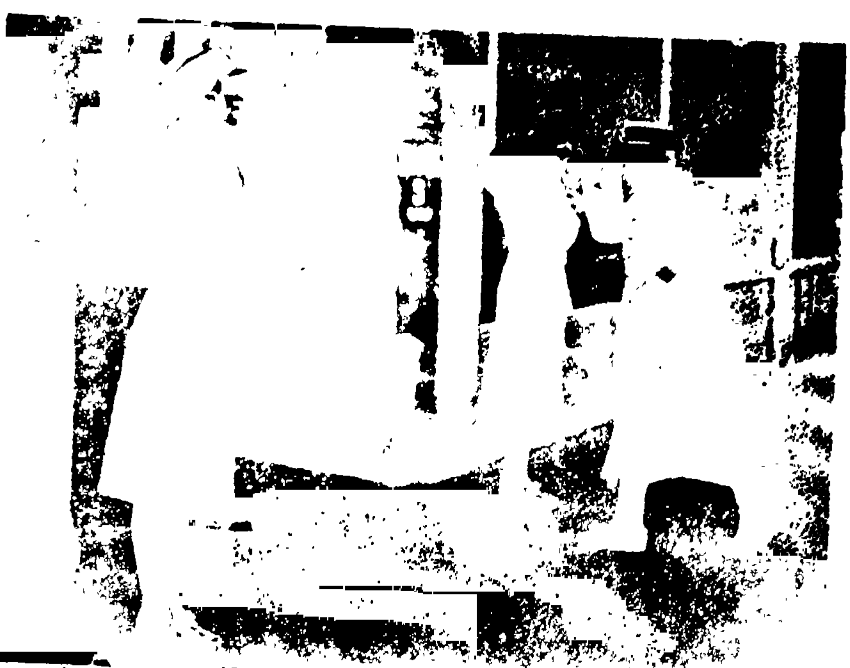
از راے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشر

۱۵، جون سنہ ۴۰ء

تقریباً ۱۰، مئی سنہ ۱۹۴۰ء سے یوروپ کی جنگ کی رفتار بہت تیز ہوگئی ہے۔ ہالینڈ، بلجیم اور شمالی فرانس پر جرمن کا قبضہ ہو جانے کے بعد برطانی فوج نے اپنی اور فرانس کی ۳۳۵،۰۰۰ فوج بچاکر انگلستان پہنچادی۔ یہ کام بڑی بہادری کا تھا۔ پھر بھی اسکے دوسرے ہی روز ۵، جون کے قریب جرمنی نے دریائے سوایسن پر فرانسیسی فوج پر زبردست حملہ کر دیا۔ جنرل ویگان کمانڈر انچیف فرانس کے پاس نہ تو جرمنی کی سی فوج تھی نہ ٹینک اور ہوائی جہاز۔ اپنی دونی قوت کا مقابلہ ہونے سے انھیں حملہ کرنے کا موقعہ تو ملا نہیں اور وہ بیچارے اپنی فوج کی حفاظت میں لگے رہتے۔ اس قسم کی لڑائی میں حملہ آور فوج بہت تیزی سے حملہ کرتی ہے۔ دشمنوں کا حملہ پیرس لینے کے لئے تھا۔ جو میدان جنگ سے ۵۰ میل کے فاصلے پر تھا۔ توقع کی جاتی تھی کہ زبردست نقصان ہوتے ہوتے جرمنی کمزور ہو جائے گا اور پیرس پہنچنے کے پہلے ایسا موقعہ آجائے گا جب آگے بڑھنے کے لئے وہ نئی پیدل سپاہ اور ٹینک وغیرہ نہ لاسکے گا اُس وقت فرنچ فوج کو حملہ کرنے کا موقعہ ملے گا لیکن بدقسمتی سے جرمنی کے پاس پیدل سپاہ اور موٹر سوار فوج اتنی جمع تھی کہ پیرس تک پہنچنے میں زبردست نقصان ہوتے ہوئے بھی وہ برابر تازہ دم فوج بھیج کر اپنے نقصانات کی تلافی کرتا رہا۔ اسی درمیان میں فرانس نے برطانیہ سے بھی نئی فوج منگائی اور اتحادیوں کی جو فوج ناروے میں لڑ رہی تھی اسے بھی ناروے چھوڑ کر فرانس آنا پڑا۔ امریکہ نے بھی بہت سامان جنگ ہوائی جہاز وغیرہ بھیجے لیکن جرمن حملہ نہ رک سکا۔ شاہ ناروے اپنا ملک چھوڑ کر انگلستان چلے آئے۔



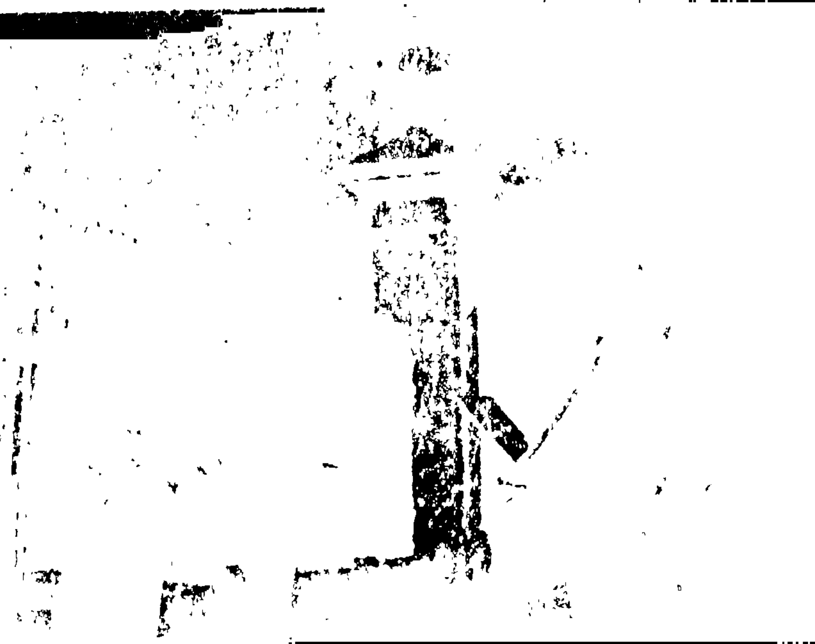
ہوائی حملے کے خوف سے شہر لندن کے بچے دیہاتوں میں رہنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ تصویر میں انھیں بچوں کو کھانا کھلایا جا رہا ہے۔ ان بچوں کو خاص قسم کی کچھ چھوٹی چھوٹی کرسیاں اور بینچ دی گئی ہیں۔



برطانی ایکس پیڈیشنری فورس کے ساتھ کچھ دوشیزائیں لائنوں کے پیچھے بہت سے تنظیمی کاموں کے لئے بھیجی گئی ہیں۔ سامنے سے دو تصویر میں ایک فرنچ افسر کو سلام کر رہی ہیں یہ تصویر پیرس کے زوال کے پہلے کی ہے۔

ہو رہے تھے ہوسکے جنہوں نے نارویک کو بغیر لڑے
چھوڑ کر اور وہاں سے جو بار کر کے اتحادیوں کی فوجوں
سے پورا ناروے جرمنی کے لئے مجبور ہو کر فرانس
کو بچانے کی غرض سے چھوڑ دیا۔

پیرس ایک بہت خوبصورت شہر ہے
اور وہی فرانس کا دارالسلطنت ہے ۔ میں نے
خود اُس کی سیاحت کی ہے ۔ وہاں رات
کی عام روشنی جو روزہ ہوتی تھی دلیسی میں نے



یہ تصویر تاریخی اہمیت رکھتی ہے ۔ یہ پہلا ہی موقعہ ہے جبکہ وہ فوجی جن کی مادری زبان انگریزی نہیں ہے،
بکنگھم محل کے دروازے پر مقرر ہوئے ہیں یہ کناڈا کے سپاہی ہیں اور فرنچ زبان بولتے ہیں۔



ناروے کے ایک قصبے اینڈالسنیز پر نازیوں نے اُس وقت بم گرائے جب برطانی فوجیں وہاں اُتر رہی
تھیں۔ اس سے گولہ بارود کے دو گوداموں میں آگ لگ گئی جو یہاں دیکھی جا سکتی ہے۔

کسی بھی موقعہ پر کہیں نہیں دیکھی ۔ سارا شہر
رات بھر جگمگایا کرتا تھا ۔ اب حکومت فرانس
کے سامنے یہ سوال درپیش ہوا کہ اگر شہر
کے اندر بھی لڑائی کی گئی تو یہ خوبصورت
شہر جنگ کے شعلوں میں جل کر خاک سیاہ
ہو جائے گا ۔ اس لئے یہ سوچ کر کہ لڑائی
میں اس شہر کو تباہ ہونے سے بچانا چاہئے۔
حکومت فرانس نے اُس کے اندر بغیر
جنگ کئے اُسے چھوڑ دیا اور ۱۴؍ جون کو
اُس پر جرمنوں کا تسلط ہو گیا ۔ فرانس
کی اس عقلمندی سے یہ بے نظیر شہر تباہی
سے بچ گیا ۔ کہا جاتا ہے کہ فرنچ افواج
کی قطار ابھی ہٹی نہیں ہے اور شمال
سے حملہ ہونے کے باعث شہر کے جنوب
میں جاکر وہ لڑائی کے لئے تیار ہے۔
حکومت فرانس نے جو میگنو لائن بنائی
تھی وہ اب تک بدستور فرانس کے قبضے
میں ہے ۔ اُس کا رُخ جرمنی کی طرف
مشرق کو ہے اور پُشت فرانس کی طرف
مغرب کو ہے ۔ اب جرمن افواج پیرس
میں اور اُس کے شمال میں پہنچ ہی چکی ہے۔
لہٰذا اُس کا خیال ہے کہ پُشت کی طرف
سے کوشش کر کے میگنو لائن پر بھی
قبضہ کیا جائے۔ فرنچ فوج اس حملے کو
روکنے کی کوشش کر رہی ہے۔ پیرس
چھوڑنے کے قبل حکومت فرانس نے
وہاں سے ضروری چیزیں ہٹا ہی لی ہیں
اور راجدھانی دوسری جگہ منتقل کر دی
ہے ۔ پیرس کے غیروں کے قبضے میں جانے
سے فرانس کو افسوس تو بہت ہوا ہے لیکن
کہا جاتا ہے کہ پیرس کے زوال سے فرانس
کو کوئی عظیم جنگی نقصان نہیں ہوا ہے ۔
اسکے بچانے کے لئے حکومت فرانس کو لڑائی

کا خیال چھوڑ کر بھی وہاں فرنچ افواج بھیجنی پڑی تھی اب یہ دقت کم ہوگئی ہے۔ جرمن افواج جس قدر آگے بڑھتی جاتی ہے اتنی ہی دور تک اُسے زیادہ سے زیادہ فوج اور سامان جنگ فوج کی حفاظت کے لئے رکھنا پڑیگا اور جتنا زیادہ حملہ کرتا جائیگا اتنا ہی فوجی نقصان ہوگا۔ پیرس کے زوال کے قبل جرمنی کی قوت کی کمی کی جو اُمید تھی وہی اب بھی ہے کسی نہ کسی دن بہم فوجی نقصانات سے اس کی طاقت کم ہوگی اور اس وقت فرانس کے لئے موقع کی اُمید ہے

اس وقت میگنو لائن کی حفاظت کا سوال مقدم ہے۔ دیکھنا چاہئے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے جب پیرس کا زوال ہونے ہی کو تھا تو فرانس نے امریکہ سے کئی بار کہا تھا کہ اب مدد کرنے کا خاص وقت آگیا ہے۔ اس نے اٹلی سے بھی کہا تھا کہ اگر وہ لڑائی میں شامل ہوا تو امریکہ ضرور جنگ میں شامل ہوگا۔ یہ سب ہوتے ہوئے بھی اٹلی میدان میں آگیا ہے۔ پھر بھی صدر امریکہ کی خواہش کے باوجود ابھی وہاں کے باشندے لڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ خیال ہے کہ امریکہ جلد یا بدیر لڑائی میں کود پڑے گا ضرور۔ لیکن اس میں جتنی بھی زیادہ دیر ہو رہی ہے اتنا ہی اتحادیوں کا نقصان ہو رہا ہے۔ اب تک امریکہ نے صرف یہ کہا ہے کہ فوجی امداد کے علاوہ وہ سبھی ذرایع سے اتحادیوں کی امداد کرے گا۔ وہ ایسا کر بھی رہا ہے اور مستقبل میں کرتا بھی رہیگا۔ یہ توقع ہے۔ جرمنی پیرس اور لندن دونوں پر حملہ کرنا چاہتا تھا انگلستان میں فوج بھیجنا اس کے لئے آسان نہیں ہے۔ کیونکہ جب تک برطانی بحری بیڑہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ موجود ہے تب تک اس ملک میں فوج اور ٹینکوں کا آملنا بہت ہی مشکل ہے۔ اگرچہ ایسی کوئی بھی بات ناممکن نہیں کہی جاسکتی پیرس کے زوال کے بعد بھی حکومت فرانس اور برطانیہ نے لڑائی جاری رکھنے اور اسے آگے بڑھانے کا ارادہ ظاہر کیا ہے انکا خیال ہے کہ ابھی کچھ بگڑا نہیں ہے۔

۱۰ ارجون سے اٹلی نے بھی اتحادیوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔ اٹلی کی کچھ شمال مغربی سرحد فرانس کے جنوب مشرقی سرحد سے ملتی ہے اس مقام پر وہ فرانس سے لڑائی چھیڑ کر بہت سی فرنچ فوج اس طرف معروف رکھنے کی فکر میں ہے۔ اگر اتنی فرنچ فوج ادھر نہ لگی رہتی تو شاید پیرس کے قریب اس کی مدد سے پیرس کی یہ نوبت نہ آتی۔ اٹلی کے تقریباً ۴۸ جہاز یا تو اتحادیوں نے گرفتار کر لئے ہیں یا گرفتاری سے بچنے کے لئے خود اطالویوں نے انھیں ڈبو دیا ہے افریقہ میں لیبیا، ابی سینیا وغیرہ جو اطالوی مقبوضات ہیں اُن پر اتحادیوں کے حملے ہو رہے ہیں۔ جنوبی افریقہ ابی سینیا کو فتح کرنے کی کوشش میں ہے۔ مصر بھی اب جنگی ممالک کی صف میں آگیا ہے۔ ترکی اتحادیوں سے ہمدردی تو ظاہر کرتا ہے لیکن وہ روس کے خیالات سے واقف ہوتے ہوئے بغیر جنگ میں نہیں شامل ہونا چاہتا اٹلی اور جرمن سفیر کوشش کر رہے ہیں کہ ترکی لڑائی میں نہ شامل ہو سر اسٹیفورڈ کرپس روس کے لئے برطانی سفیر مقرر ہوئے ہیں۔ ان کا روسیوں سے میل بھی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یوروپ میں جرمنی کا بہت زیادہ اثر بڑھنا روس کے لئے قابل برداشت نہ ہوگا اور وہ اسے اپنے مفاد کے خلاف سمجھے گا۔ اگر یہ قیاس درست نکلا اور اُس نے جرمنی کے خلاف کارروائی کی تو اتحادیوں کا بہت فائدہ ہوگا۔ اسپین نے ظاہر کیا کہ اٹلی کے جنگ میں ہو جانے پر بھی وہ غیر جانب دار رہے گا۔ سر سیموئیل ہور برطانیہ کی طرف سے اسپین کے سفیر مقرر کئے گئے ہیں اٹلی نے اسپین کی خانہ جنگی کے زمانے میں موجودہ ڈکٹیٹر جنرل فرینکو کی بہت مدد کی تھی۔ اسلئے یہ خطرہ ہے کہ شاید جلد یا بدیر اسپین اٹلی کی مدد کرنے لگے گا۔ بظاہر اس جنگ میں حکومت کا بہت نقصان ہوا ہے پھر بھی خیال ہے کہ معاملہ ایسا بگڑا نہیں ہے کہ کسی قسم کا شبہ برطانیہ یا ہندوستان کی حفاظت کے متعلق محسوس ہو۔ ہندوستان میدان جنگ سے کافی دور ہے اور وہاں خواہ کچھ ہو یہاں لڑائی کے اثرات پھیلنا دور کی بات ہے دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اگرچہ ہالینڈ پر جرمن قبضہ ہوگیا ہے تاہم اسکے مقبوضات ڈچ ایسٹ انڈیز



حال ہی میں مہاراجہ دربھنگہ نے مہاتما گاندھی کا یہ مجسمہ حضور وائسرائے کی نذر کی ہے۔ حضور وائسرائے نے اس تحفہ کو بخوشی قبول کیا۔ یہ مجسمہ مسز کلیر شیریڈن نے تیار کیا ہے۔

(جاوا، سماترہ، بورنیو اور سلیبیز) میں امن قائم ہے ہالینڈ کا انتظام بدستور قائم ہے۔ ڈچ اور بلجیم کے ہار جانے پر بھی وہاں کے بینکوں کی شاخیں ہندوستان میں قائم ہیں وہ بھی اب تک بدستور کام کر رہی ہیں ایسا سُنا جاتا ہے اگر جرمنی ان ملکوں کے کاروبار بگاڑ دے تو وہاں کے لوگ کھائیں گے کیا؟ ایسی حالت میں ملک کی حالت بد سے بدتر ہو جائیگی اور ان ملکوں پر قبضہ کرنے سے فائدہ کی جگہ پر جرمنی کو نقصان ہونے لگے اس لئے لوگوں کو سمجھنا چاہئے اس لڑائی میں ملک کی اندرونی حالت بگڑنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے نہ گھبرانے کی کوئی بات ہے۔ ہماری سرکار میں ابھی اتنی قوت باقی ہے کہ جرمنی سے اپنے ملک کو اچھی طرح بچا سکیں ہندوستان وہاں سے اتنی دور ہے کہ یہاں تک پہنچنے کی طاقت نہ اٹلی میں ہے نہ جرمنی میں بغیر زبردست بحری بیڑے کے وہ یہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ اور بحری بیڑے کی ان کے پاس بہت کمی ہے۔

جب سے اٹلی لڑائی میں کودا ہے تبھی سے

سوئز، اور جبرالٹر دونوں طرف سے بحر روم کے راستے بند کر دیئے گئے ہیں۔ اب اٹلی کی بحری فوج بحر روم کے باہر نکل ہی نہیں سکتی۔ نہ جرمنی فوج اس طرف آ سکتی ہے۔ نیوزی لینڈ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور کناڈا پوری قوت کے ساتھ حکومت کی مدد کر رہے ہیں۔ ان وجوہ سے یورپ کی جنگ میں لڑائی کی جو رفتار رہے ہندوستان کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

مسٹر ایمری کے وزیر ہند ہونے سے ہندوستان کے متعلق سرکاری پالیسی میں خوشگوار تبدیلی کی توقع کی جا رہی ہے سب سے بڑا جھگڑا کانگریس اور مسلم لیگ میں اتحاد کا تھا۔ آجکل صدر کانگریس مولانا ابوالکلام آزاد مسلم وزیر اعظموں سے گفت و شنید کر کے یہ مسئلہ حل کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ وزیر ہند نے کہا ہے کہ وہ بھی وائسرائے صاحب کی مدد سے اس جھگڑے کو مٹانے کی کوشش کریں گے۔ اگر ایسا وعدہ صدق دل سے پورا کرنے کی کوشش کی جائے تو معاملہ جلد طے ہو سکتا ہے۔ پھر بھی پرانا تجربہ ایسی امیدوں کے زیادہ مطابق نہ ہونے سے کچھ لوگوں کو پورا اعتبار نہیں ہوتا۔ پھر بھی اس بار کچھ امید ہو رہی ہے۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ مہاتما گاندھی نے کہا ہے کہ زمانۂ جنگ میں کانگریس حکومت کو پریشان نہیں کرنا چاہتی مسٹر بوس بھی سمجھوتے کی طرف جھکتے نظر آتے ہیں آجکل ہندوستان میں کوئی اور بڑا سوال درپیش نہیں ہے چین جاپان کی لڑائی اب بھی جاری ہے لیکن اس کا خاتمہ ہوتا نظر نہیں آتا۔ روس اور جاپان کا منچوکو اور منگولیا کی حد بندی کا جو جھگڑا تھا وہ اب امن و سکون کے ساتھ طے ہوتا نظر آتا ہے

۲۲ر جون ۱۹۴۰ء۔ ادھر جنگ کی رفتار بہت تیز ہو گئی ہے اس مضمون کا جو حصہ میں نے ۱۵ر جون کو سپرد قلم کیا تھا وہ ابھی سے بہت پرانا معلوم ہونے لگا ہے پیرس کی شکست کے بعد فرانس میں وزارت تبدیل ہو گئی اور اب نئی جگہ وزارت قائم ہوئی ہے اور مارشل پتیاں نئے وزیر اعظم مقرر ہوئے ہیں فرانس نے جرمنی سے علیحدہ صلح کی درخواست کی اور سائنور مسولینی سے مشورہ کر کے ہر ہٹلر نے شرائط صلح پیش کر دیئے ہیں جو ابھی ظاہر نہیں کی گئی ہیں فرانس کہتا ہے کہ اگر باعزت صلح ہوئی تبھی وہ منظور کرے گا ورنہ نہیں۔ لہٰذا ہر صلح کی شرائط سخت ہوں گی۔ ہو سکتا ہے کہ جرمنی فرنچ بحری بیڑہ مانگے لیکن فرانس نے پہلے سے بحری اور ہوائی افواج اپنی نوآبادیات میں بھیج دی ہیں فرنچ بحری بیڑے سے شائد یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ وہ فرانس کے ہتھیار ڈالنے کے متعلق فرانس کے حکم کے خلاف ورزی بھی کر سکتا ہے لیکن اگر فرانس میں لڑنے کی قوت ہوتی تو وہ ایسی ذلت آمیز باتیں کرتا ہی کیوں پھر بھی ابھی مستقبل کے متعلق کوئی پختہ رائے نہیں قائم کی جا سکتی۔ اگرچہ آثار بتاتے ہیں کہ فرانس کو اطاعت قبول ہی کرنی ہو گی۔ فرنچ نوآبادیات میں سے کچھ اب بھی لڑنا چاہتے ہیں اور سابق وزرا میں سے بھی کئی ہتھیار ڈالنے کے خلاف ہیں۔

فرانس کی یہ حالت دیکھ کر جاپان نے دھمکایا ہے فرنچ انڈوچائنا ہو کر چین کے لئے ہتھیار جاتے رہیں گے تو وہ اس کے خلاف فوجی کارروائی کرے گا۔ اس پر فرانس دب گیا اور فرنچ انڈوچائنا سے ایسی اشیاء کا جانا روک دیا بلکہ اس کی نگرانی کے لئے ایک جاپانی افسر کا تقرر بھی منظور کر لیا ہے اب جاپان برما سے بھی ایسا ہی مطالبہ کرنا چاہتا ہے۔ اگر حکومت برطانیہ نے بھی اس کے مطالبات منظور کر لئے تو چین کا مستقبل تاریک ہو جائیگا جب تک کہ اس کو روس سے وسیع پیمانے پر امداد نہ ملے۔

ہندوستان میں پنجاب و بنگال کے وزیر اعظم سر سکندر حیات اور مولوی فضل الحق کے ذریعے مسٹر جناح کی رائے کے خلاف کانگریس سے صلح کی کارروائی بڑھ رہی ہے جس میں کامیابی کی امید نظر آتی ہے۔ کیونکہ حکومت ہند و برطانیہ کی مرضی بھی یہی ہے اگر اس طرح ہندو مسلم اتحاد ہو گیا تو ملک کا مستقبل روشن ہونے کی امید ہے مہاتما گاندھی ہندوستان میں کسی اندرونی فساد اور بیرونی ممالک کے حملوں میں بھی امن و آشتی کے خواہاں تھے اس سلسلے میں ان کا کانگریس ورکنگ کمیٹی سے اختلاف ہو گیا ہے جس سے اس سلسلے کی کانگریسی پالیسی اور کارروائی ان کے ہاتھ سے باہر نکل گئی ہے آجکل داخلی فسادات سے بچانے کے لئے ہوم گارڈوں کا انتظام حکومت کر رہی ہے برطانیہ نے فرانس کے ہار جانے پر بھی لڑائی جاری رکھنے کا اعلان کیا ہے اور امید ہے کہ اس کی بحری فوج اور نوآبادیات کے باعث اخیر میں اسی کی فتح ہو گی۔ امریکہ بھی بیش از بیش امداد کرنے کا وعدہ کر چکا ہے اور وہاں کے صدر مسٹر روزولیٹ ملک کو بھی لڑائی میں کودنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ دنیا کے معاملات روز بروز پیچیدہ ہو رہے ہیں۔ روس اور جرمنی میں بھی کچھ کچھ کشیدگی نظر آتی ہے۔ جرمنی کا جنوبی امریکہ کی آزاد نامی ریاست پر بھی دباؤ پڑ رہا ہے اس نے ریاستہائے متحدہ امریکہ سے بھی کہا ہے کہ اس کی برطانیہ کے حق میں امداد جرمنی فراموش نہ کریگا۔

ہمارے صوبے میں گاؤں سدھار

مئی سنہ ۱۹۴۲ء کے کام کی تفصیل

اس ماہ کا خاص کام تھا زندگی سدھار سوسائٹیوں کے ذریعے سوائی پر دئے ہوئے بیجوں کی وصولیابی۔ ضلعوں میں زندگی سدھار سوسائٹیاں قائم کرنے کے لئے لوگوں کو ترغیب دلائی گئی اور ممبروں کا چندہ جمع کرکے اُن کی مالی حالت سدھارنے کی کامیاب کوششیں کی گئیں۔ اس ماہ ۱۴۸ زندگی سدھار سوسائٹیاں قائم ہوئیں۔ ۱۰۳ سوسائٹیوں کی رجسٹری ہوئی اور ۴ زندگی سدھار یونین قائم کئے گئے۔ سوسائٹیاں بہت مقبول ہو رہی ہیں۔ اُن کی رائے اور گاؤں کے جھگڑوں میں اُن کا دخل دینا گاؤں سدھار کے متعلق کاموں کو آگے بڑھانے میں امداد دے رہا ہے۔

کھاد کی حفاظت کے لئے کسانوں نے ۳۰۸۵ کھاد کے گڑھے اور ۱۷۲۸ پیشاب جمع کرنے کی کیاریاں تیار کیں۔ ۱۶۲ کنوئیں بور کئے گئے اور ۱۱۱ آبپاشی کے کنوئیں بنائے گئے۔ ۲۷۷ بندھیا بھی بنائی گئیں۔ پبلک کی صحت بہتر رہی بلکہ پلیگ ختم ہو گیا۔ پھر بھی چیچک گاؤں سدھار کے دو سنٹروں میں ابھی تک جاری ہے اور کارکن گاؤں سدھار اس کی روک تھام کر رہے ہیں۔ ۲۲۴۳ کنوئیں صاف کئے گئے۔ ۲۷۳ سوربالے آبادی سے ہٹائے گئے اور ۱۳۶۷ گز لمبی نالیاں بنائی گئیں۔ ۵۳۸ جاذب گڑھے بنائے گئے۔ تحفظ اطفال کے متعلق کام بخوبی ہو رہا ہے۔ گاؤں سدھار کے اسپتال بہت مفید ثابت ہو رہے ہیں۔ ۵۰۸۴۵ مریضوں کا علاج ہوا اور ۱۳۰۸۴ ٹیکے لگائے گئے۔ ۵۳۸ فرسٹ ایڈ روں کو ٹریننگ دی گئی اور ۱۷۰ دائیوں کو بھی ٹریننگ دی گئی۔

پنچایت گھر بنانے کا کام تیزی سے کیا گیا تاکہ برسات کے قبل کام پورا ہو جائے۔

گاؤں سدھار کے اسٹوروں کو مقبول بنانے کے لئے تیزی سے پرچار کیا گیا۔ چمڑا صاف کرنے کا کام ضلع الہ آباد میں پہلے کی طرح کامیابی کے ساتھ ہوتا رہا۔ اور کمبل بنانے کا کام نینی میں جاری کیا گیا۔ ضلع لکھنؤ میں ملی گنج کے مہابیر جی کے میلے کے موقع پر ایک اسٹال کھولا گیا جس میں صنعتی سٹور کی چیزیں برائے فروخت رکھی گئیں۔ ۲½ لاکھ اینٹیں گوری کے گاؤں سدھار بجاد سے میں تیار ہیں اور کام بخوبی ہو رہا ہے۔

جنگل لگانے کا کام تیزی سے شروع ہے۔ ایندھن کے درخت لگانے کی تحریک بنارس، بدایوں اور دیگر اضلاع میں شروع کی گئی ہے۔

۱۵ اضلاع میں مدرسہ بالغان ٹریننگ کیمپ اسکاؤٹ ماسٹروں کے ذریعے ضلعوں کے صدر دفتروں میں قائم کئے گئے۔ یہاں اسکاؤٹ ماسٹروں نے گورکھپور کیمپ کی ۱۰ ہفتے کی ٹریننگ ابھی حال ہی میں ختم کی ہے۔

ذیل میں اس ماہ میں ہونے والے گاؤں سدھار کے کاموں کی تفصیل درج کی جا رہی ہے۔

یوپی کی مختلف کمشنریوں میں مئی سنہ ۱۹۴۲ء میں گاؤں سدھار کے ہونے والے کاموں کی تفصیل

تنظیم	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الٰہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
زندگی سدھار سوسائٹیاں۔											
(الف) جتنی قائم ہوئیں۔	۹	۱۶	۲۰	۸	۱۶	۱۳	۷	۲	۱۰	۴۷	۱۴۸
(ب) جتنی رجسٹرڈ ہوئیں۔	۱۱	۳	۵	۳	۱۹	۸	۰	۰	۱۲	۴۲	۱۰۳
زندگی سدھار یونین قائم ہوئے۔	۰	۰	۰	۰	۰	۲	۰	۰	۱	۱	۴
فرنگی کی سوسائٹیاں قائم ہوئیں۔	۰	۰	۲۳	۰	۲	۰	۰	۰	۰	۴	۲۹
فراہمی کی سوسائٹیاں قائم ہوئیں۔	۰	۰	۰	۰	۹	۰	۰	۰	۰	۱	۱۰
قرضہ دینے والی رجسٹرڈ سوسائٹیاں۔	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۲	۰	۰	۰	۲
دیگر قائم ہونے والی سوسائٹیاں۔	۱	۰	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۱	۰	۳
۲۔ زراعت											
کھاد کے گڑھے کھودے گئے۔	۲۱۶	۱۶۹	۳۴۷	۳۰۶	۳۳۴	۲۲۱	۳۸۵	۱۵	۱۸۷	۸۸۵	۳۰۸۵
پیشاب جمع کرنے کے گڑھے بنائے گئے۔	۷۳	۲۵	۱۵۸	۱۹۴	۲۱۷	۲۴۸	۱۹۹	۰	۳۳	۵۸۱	۱۷۲۸
آبپاشی کے کنوئیں درست یا بور کئے گئے۔	۳	۱۸	۰	۱۴	۳۰	۴۵	۲	۲	۱۳	۳۴	۱۶۲
آبپاشی کے لئے کنوئیں کھودے گئے۔	۹	۱۰	۲	۱۷	۸	۲۱	۵	۰	۹	۳۰	۱۱۱

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
بنے ہوئے تالاب یا بندھیاں۔	۴	۱	۰	۴	۸	۲	۱۵۷	۰	۹۸	۳	۲۷۷
نئے آلات جو دیہاتوں میں رائج کئے گئے۔	۴۶	۳۰	۸۲	۲۸	۲۷	۱۲	۸	۱	۲	۳۴	۲۷۰
اصلاح شدہ نسلوں کے جو سانڈ دئیے گئے	۱	۱۰۶	۳	۲	۹	۰	۳	۰	۴	۳	۱۲۵
عمدہ نسل کے مویشی دئیے گئے۔	۳۲	۷	۳۵۴	۸۴	۴۵	۰	۱۲۶	۰	۲۹	۲۵	۷۰۱
بیل آختہ کئے گئے۔	۱۰۱	۱۵۶	۱۴۹	۱۵۲	۱۹	۳۲	۸۹	۰	۳۳۶	۱۴۸	۱۱۸۲
بیمار جانوروں کا علاج ہوا۔	۲۳۶	۱۰۸۹	۲۴۵	۱۲۷۲	۱۳۹۶	۲۷۰	۷۰۳	۰	۱	۵۵۴	۵۷۶۵
مظاہرے ہوئے۔	۱۷	۲۰	۳۴	۳	۳	۲۲	۱	۰	۰	۲۳	۱۲۳
نرسریاں کھلیں	۰	۲	۲	۰	۰	۱	۰	۰	۰	۵	۱۰
پھلوں کے پودے لگائے گئے۔	۵	۱۲۴	۰	۱۰	۱۲	۶	۴	۵	۰	۵۸	۲۲۴
جس زمین میں پھلوں کی کاشت ہوئی (ایکڑوں میں)	۵	۰	۰	۰	۰	۲	۰	۰	۰	۳	۱۰
ایندھن کے درخت لگائے گئے (ایکڑوں میں)	۱۴	۰	۸	۰	۰	۰	۰	۰	۶	۷۶۰	۷۸۸
اصلاح شدہ بیج جو دئے گئے (منوں میں)	۰	۰	۴۴۷	۴۰	۰	۵۶۳	۰	۰	۶	۸۲	۱۱۳۸
ایکھ کے بیج جو دئے گئے (منوں میں)	۷۹	۵۴	۶۷۵	۸۸	۰	۴۵	۷۳	۰	۲۹۱	۸۱۴	۲۱۱۹
۳۔ صحت عامہ۔											
سوکھنے والے گڑھے بنائے گئے۔	۵۱	۱۰۷	۸۴	۲۶۸	۱۳۱	۹۴	۳۰۶	۱	۱۴۷	۳۴۹	۱۵۳۸
روشندان بنے۔	۲۲۵	۳۴۵	۳۲۴	۱۶۱	۶۰۱	۲۲۸	۳۳۷	۰	۸۴	۵۸۷	۲۸۹۲
کنوئیں صاف کئے گئے۔	۱۸	۲۶	۹۶	۱۸	۳۱	۱۸	۲	۱۶	۵۵	۴۴	۳۲۴
عام غسل خانے اور گھیرے بنے۔	۱۲	۱۹	۲۵	۱۴	۸	۲۴	۹	۱	۸	۳۱	۱۵۱
نالیوں کی لمبائی (گزوں میں)	۴۰۶	۶۹	۲۴۰	۱۹۳	۱۱۲	۰	۳۳	۰	۱۲	۳۳۲	۱۳۹۷
گھورے آبادی سے دور کئے گئے۔	۳	۱۵۲	۱۶	۳۷	۲۷	۱۹	۳۷	۰	۱۲	۵۵	۳۶۷
گھور صاف کئے گئے۔	۶۹۲	۷۲۳	۶۲۷	۹۵۸	۱۴۵۰	۴۹۸	۵۷۳	۶۴	۵۹۶	۲۲۷۲	۸۴۵۱
پاخانے بنائے گئے۔	۰	۰	۲۳	۲	۱	۱	۰	۱۰	۰	۱۵	۲۵
پیشاب خانے بنائے گئے۔	۲	۶	۵	۲	۱۱	۲۴	۰	۱	۰	۱۳	۶۴
کھنڈر ہموار کئے گئے۔	۱۸	۳۴	۶۵	۳۵	۴۷	۳۱	۱۷	۰	۷	۱۰۲	۳۵۶
گڑھے پاٹے گئے۔	۵۵	۲۹	۹۶	۳۰	۱۰۹	۱۰۳	۹۰	۰	۷۷	۱۰۹	۶۹۸
راستے صاف کئے گئے۔	۱۵۶	۱۱۹	۲۴۵	۲۳۷	۶۰۹	۲۰۶	۴۶	۱۳	۷۹	۱۴۹	۱۸۵۹
گاؤں صاف کئے گئے۔	۱۰۳	۱۱۱	۱۳۷	۱۳۰	۳۶۸	۱۰۰	۳۲۶	۷	۰	۳۴۲	۱۶۲۴
دوا کے بکس رکھے گئے۔	۰	۱۶	۷۲	۰	۰	۶۵۵	۰	۰	۰	۸۷	۸۳۰
مریضوں کا علاج ہوا۔	۵۹۳۶	۵۴۹۱	۸۶۲۰	۸۱۵۳	۱۰۷۰۶	۲۸۷۱	۷۱۹۸	۴۳۹	۶۷۵۸	۴۷۱۹	۶۰۸۴۹
ٹیکے لگے۔	۴۳۰	۱۳۵	۲۴۶	۸۸۲	۲۳۹۴	۵۵	۰	۰	۵۰	۲۲۹	۴۴۲۱
دائیوں کو تربیت دی گئی۔	۸	۱۰	۱۹	۴۱	۱۱	۲۳	۴۵	۰	۲	۱۹	۱۷۸
نرسنگ کی تعلیم دی گئی۔	۷۳	۶۱	۴۷	۹۴	۳۲	۳۱	۹۰	۰	۱۸	۹۲	۵۳۸
زچہ بچہ گھر کھولے گئے۔	۰	۰	۱	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۲	۴
۴۔ تعلیم اور اشاعت											
جلسے ہوئے۔	۳۳۱	۲۵۱	۵۲۹	۳۵۲	۹۳۴	۲۸۶	۳۲۲	۳۳	۱۷۵	۷۹۳	۳۷۰۶

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
نمائشیں ہوئیں۔	۰	۲	۲	۰	۲	۵۲	۰	۰	۰	۰	۵۸
ناٹک ہوئے۔	۵	۱۱	۲۸	۱۴	۷	۶	۳۴	۱	۱	۸	۱۱۵
بھجن منڈلیاں قائم ہوئیں۔	۴	۱۴	۹	۲	۱۰	۱۴	۲۴	۰	۱	۳۹	۱۱۷
کتاب گھر چلائے گئے۔	۲	۵	۱۰	۰	۰	۲	۶	۰	۰	۹	۳۴
کلب قائم ہوئے۔	۱۰	۱۶	۹	۷	۳	۱۲	۴	۰	۰	۲۲	۸۳
(الف) اسکول بالغوں کے لئے	۲	۰۲	۱۶	۲۵	۰	۰	۲۷	۰	۷	۵۰	۲۲۹
(ب) اسکول لڑکیوں کے لئے	۰	۰	۴	۲۶	۹	۳	۳	۰	۱	۱۰	۶۵
سیوادل بنائے گئے۔	۴	۱۵	۱۰	۰	۲۴	۱۰	۲۷	۰	۳	۹	۱۲۰
اسکاؤٹوں اور گرام سیوکوں کو تعلیم دی گئی۔	۵۴	۳۶۰	۴۱	۹۲	۱۰۶	۲۰	۱۴	۰	۴	۳۱۶	۸۷۷
ریڈیو سٹ لگائے گئے۔	۰	۰	۰	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۱	۳
کھیل اور ٹورنامنٹ ہوئے۔	۲۵	۱۲	۵۲	۱۳	۴	۹	۵۳	۰	۴	۱۴	۱۸۶
۵۔ متفرق کام											
گھریلو دستکاری۔	۰	۹	۲۰	۰	۳۳	۲۰	۱	۰	۰	۷	۹۰
پنچایت گھر بنائے گئے۔	۳	۰	۱	۰	۵	۱	۷	۰	۰	۳	۹۱
نمونے کے گھر بنائے گئے۔	۱۵	۰	۵۸	۱	۳۱	۵	۴	۰	۱۳	۳۵	۱۶۲
صنعت وحرفت کی تعلیم دی گئی۔	۴۲	۵۱	۵۶	۱۰	۱۳۵	۳۰	۱۰	۱۰	۰	۳۶۴	۷۴۹
آلات دستکاری جاری کئے گئے۔	۸	۰	۵۴	۰	۹	۲۹	۷۰	۰	۰	۰	۱۶۳

گاؤں کے گیت

وِرہا

یہاں ہم ہر ماہ کوئی نہ کوئی ایسا گیت شائع کیا کریں گے جو کسی نہ کسی ضلع کے دیہاتوں میں رائج ہو۔ یہاں جو گیت شائع کیا جا رہا ہے وہ ضلع اعظم گڑھ میں بہت رائج ہے اور وہیں کی بولی میں لکھا گیا ہے۔

(از شری پوہاری پانڈے گاؤں سدھا۔ اسکاؤٹ ماسٹر اعظم گڑھ)

ای ہو دیش ہندوستان جہاں بسے کل کسان
تو سنے دیش کی سشن لیا ٹیکار
ایسے دیش رہیں سونے کی چڑیا
ہروا چلاویں راجہ جنک کنہیا
چرخہ کے گھرے گھرے ہوے خوب کتیا
دھوتی کرتا ڈوپٹہ بنے اور رجیا
اب تو چکلل رہیں کل رجگار
دنیا کے ان داتا ہمیں کسنواں
کتوں نہ دکھات ان وستر کے ٹھکنواں
ہمیں جوتائی کری سہیں لوہ گھمواں
موج کریں بابو لوگ ہم مری بے دلواں
اب تو مچل باٹے خوب ہاہاکار

گھر میں رووین لڑکا بنا میں رووین گیا
ان نہیں گھر میں نہ بن میں چرہیا
ایک ووٹ کھاتر جیکر ہوئے گوڑ دھر تیا
کھائے بنا مریں تیکر لڑکا مہریا
ہم سے تو اچھی باٹے بابو کی بلیا
موٹر پر چڑھیں کھاویں دودھ ملیا
ہمرے کسنواں کے نا کیو پچھو تیا
ایک ہو ویں داتا رام دوسر نیت بھیا
جو کرے لگیں گؤنواں کے سدھار
کھول کے سوسائٹی کرے کاربروا
گاؤں کا نیت بن توڑیہو جھگڑوا
بووہ بیسا بارہ بادل جو توہل مجرا

گئین کے سدھار کے کھاتر رکھو سانڈ چھروا
چرکھا کاتو پہنو دھوتی ساڑی اور لہنگوا
کھاؤ پیو موج کرو صاف رکھو گھروا
سیتئی میں دوائی ملیہے اور بنیہیں انروا
رتیا پڑھائی سانجھی کھیلو تم اکھڑوا
کہیلیں پوہاری دل کی بتیاں توہسے ساری
جوانوں بنکے اسکاؤٹ کرو بڈھون کے پار

ہڑبونگ

(از پنڈت وینکٹیش نرائن تیواری، ایم - ایل - اے)

اس جنگ کے زمانے میں جب ہٹلری لرزے کے دھکّے سے ملک کے بعد ملک تنکوں سے چھائی ہوئی کمزور دیہاتی جھونپڑیوں کی طرح دھڑا دھڑ گر رہے ہیں اور انگلینڈ تنہا میدان میں کھڑا ہوا اس طوفناک دیو کا مقابلہ کرنے کو تیار ہے اس وقت دروناچاریہ کی بھول بھلیاں میں گھرے ہوئے ابھیمنیو کی بکایک یاد آجاتی ہے آج بیٹھنے نہ تو ناظرین کو ابھیمنیو کا قصہ سنانے بیٹھا ہوں اور نہ رام راون کی لڑائی کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ میرا مقصد مختلف اور میرا مطمع نظر نرالا ہے۔ نہ جانے کیوں میرے سامنے لفظ "ہڑبونگ" آکھڑا ہوگیا ہے اور میں نے بغیر کچھ سوچے سمجھے اسی کو اس مضمون کا ہیرو بنا لیا ہے نووارد کا خیر مقدم کرنا آریہ تہذیب کا خاص وصف ہے۔ اسی لئے اس مہمان کا خیر مقدم کرنا میرے لئے بھی ناگزیر سا ہوگیا ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ "ہڑبونگ" پر لکھنے تو میں بیٹھ گیا لیکن اس لفظ کے مختلف معنوں کا صحیح صحیح پتہ نہ تھا۔ اسی لئے مضمون شروع کرنے کے بعد اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ لغتوں کی امداد لی جائے کئی لغتوں نے تو خشک جواب دیدیا اور ان کے یہاں سے مجھے اپنا سا منہ لیکر واپس آنا پڑا۔ مجھے یہ یقین ہونے لگا کہ اس مصیبت میں میری فریاد کوئی نہ سُنے گا اور مجھے خود اپنے کئے کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔ جیسے جیسے کوشش کی ویسے ویسے مایوسی بڑھتی گئی ۔ نہ کچھ ہاتھ آیا نہ کچھ پلّے پڑا۔ بدستور جھولی خالی ہی لئے ہوئے اِدھر سے اُدھر چکر لگاتا اور ہر طرح کی گلی کوچوں کی خاک چھانتا پھرا لیکن آخر میں رائے بہادر بابو شیام سندر داس اور پنڈت رامچندر شکل اور ان کے دیگر ساتھیوں کے دروازے پر میں نے دستک دی۔ دروازہ کھلا۔ ہندی شبد ساگر کا بحر بیکراں اپنے لامحدود الفاظ کی وسعت کو لئے ہوئے نظر آیا۔ اسی میں مجھے لفظ "ہڑبونگ" دکھائی دیا۔ پارس پتھر تلاش کرنے میں اتنی دشواری نہ ہوتی جتنی اس لفظ "ہڑبونگ" کی تلاش میں ہوئی۔ آیئے اپنے ناظرین کے ساتھ اپنی اس تحقیق کے نتیجوں کو دیکھیں اور لفظ "ہڑبونگ" کا انھیں بھی رازدار بنائیں۔ یہاں پر ایک بات بتانی ضروری ہے کاشی کے مرتب (مرتب لغت) صاحبان شیریں کلام ہیں اور گنگ دھرو وگنگ عصر ویوں کے ساتھ رہنے کے باعث نازک حروف کو زیادہ پسند کرتے ہیں اسلئے ہندی شبد ساگر میں "ہڑبونگ" نے "ہربونگ" کی شکل میں جگہ پائی ہے۔ کہتے ہیں کہ شری سترانندن پنت کی دیکھا دیکھی ہمارے بہت سے نوجوان شاعر کے سامنے اپنی گردن جھکا بیٹھے ہیں۔ یہ غلط تاریخ ہے۔ یہ رام سندری مایا کا پھل ہے کہ ہندی جگت میں "ر" اتنی بڑی جگہ پر بیٹھ گئی۔

× × × ×

"ہڑبونگ" یا ہندی شبد ساگر کے مطابق "ہربونگ" کے اس کوش (لغت) میں جو معنی دیئے گئے ہیں وہ ہم قارئین کی واقفیت کے لئے ذیل میں بجنسہٖ نقل کرتے ہیں۔

ہڑبونگ - گنوار - لٹھ مار - اکھڑ - بیوقوف - جڑ - اندھیر - بدنظمی - گڑبڑی -

مذکورہ بالا معنوں کو دیکھ کر قدرے اطمنان ہوا اور قلم نے ایک بار پھر سرپٹ دوڑنے کا ارادہ کر لیا۔ جان میں جان آگئی "ہڑبونگ" یا "ہربونگ" بلحاظ زمانہ کتنا موزوں لفظ ہے ہربونگ، گنوار، لٹھ مار، اکھڑ اور بیوقوف کو کہتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ہر ہٹلر اور ساٹو مسولینی وحشی ہیں، لٹیرے ہیں اور لٹھ مار ہیں۔ یہ بھی سب تسلیم کرینگے کہ وہ اکھڑ بھی ہیں اور اکھڑ بھی۔ ان کے گنوار ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ ان کی حماقت حیوانی ہے۔ یہ دونوں آزادی کے دشمن اور جمہوریت کے کٹر مخالف ہیں۔ حبش میں مسولینی نے اور پولینڈ میں ہٹلر نے جس بیدردی اور سفاکی کا مظاہرہ کیا اُسے دیکھکر دُنیا دنگ رہ گئی۔ یہ شیطانی تو



شری وینکٹیش نرائن تیواری

کے پجاری ہیں۔ سچ سے انھیں نفرت ہے۔ ان لوگوں کا تو جھوٹ اوڑھنا، جھوٹ بچھونا ہے چھل کپٹ اور بدمعاشی ان کے ہتھیار ہیں۔ جن کے ذریعے یہ دُنیا کے بھولے بھالے باشندوں کو پھسلا کر، بہکا کر، ڈرا کر اور دھمکا کر اپنے قابو میں کرنا چاہتے ہیں۔ آزادی کی پامالی اور مطلق العنان شخصی حکومت کے قیام کے لئے یہ لوگ خون کی ندیاں بہانے کے لئے تیار ہیں۔ اور امن و سکون کی خوشگوار نیند اچاٹ کرکے کمزوروں، زخمیوں، عورتوں اور شیرخوار بچوں کی آہ و زاری سے ساری دُنیا کو ہلادینے کے لئے یہ دونوں دیو تیار ہیں۔ ایسی حالت میں اگر ہم یہ کہیں کہ ان دونوں ہڑبونگوں نے "ہڑبونگ" مچا رکھی ہے۔ یعنی اندھیر مچا رکھا ہے تو کیا یہ نامناسب ہوگا؟ یورپ - بلکہ ساری دنیا ان دونوں ہڑبونگوں کے ننگے ناچ میں پیروں کی چاپ سے کانپ اٹھی اور حیرت و خطرے میں بیٹھی ہوئی بعید از خیال نقصان کے انتظار میں ایک ٹک لگائے بیہوش سی ہو رہی ہے۔ نہ جانے ابھی اور کیا اور کب ہو جائے۔ غیر مستقل مزاجی نے لوگوں کی خود اعتمادی کو کھوکھلا کر دیا۔ خوف و اندیشے کی بلا اس وقت لوگوں کا ٹینٹوا دبائے اُن کی چھاتی پر سوار ہے۔ بہادروں کی بزدلی اور بزدلوں کی حیوانی پر مرمٹنے کی بہادری اس وقت جھوٹی شرم و حیا کا گھونٹ اُٹھا کر بے باکی کے ساتھ راہ چلتے مسافروں سے آنکھیں لڑاتی ہے اور شرماتی نہیں۔

× × × ×

یورپ کے جن دونوں ہڑبونگوں کا نام اوپر لیا گیا ہے وہ تو ہڑبونگوں کے سردار ہیں۔ زمانۂ قدیم سے دُنیا میں لاکھوں کروڑوں ہڑبونگ پیدا ہوئے اور اپنے مظالم و سفاکی سے زمین کے بار کو بڑھاتے آئے ہیں۔ آج بھی ہر ملک میں ہڑبونگوں کی کافی تعداد ملے گی۔ دُنیا میں اتحاد و مساوات کا مسئلہ ہڑبونگوں کو لوہے کے مضبوط پنجرے میں بند کرنے کا سوال ہے۔ ہڑبونگ کی یہی پہچان ہے کہ وہ دوسروں کا اقتدار دیکھ کر جل بھن جاتا ہے۔ دوسروں کی آزادی اس کی آنکھوں میں کھٹکتی ہے۔ اپنی حکومت کا نشہ اسے پاگل بنا دیتا ہے۔ دوسروں کو اپنا غلام بنانے میں اُسے مزہ آتا ہے۔ ہٹلر شاہی ہڑبونگ شاہی کی ایک شکل ہے۔ مسولینی اسی ہڑبونگ کا ایک خاص چیلا ہے۔ دُنیا کی نجات اسی وقت ممکن ہے جب ان ہڑبونگوں کے پر کتر دئے جائیں۔

x x x x

ہڑبونگ کا ایک اور معنی بھی ہے۔ جس کی طرف ہم قارئین کی توجہ مبذول کرنی چاہتے ہیں۔ ہندی شبد ساگر کے مطابق۔ اندھیر۔ بدنظمی اور گڑبڑی بھی، ہڑبونگ کے معنی ہیں۔ آج کل اس معنی میں ہڑبونگ کا بازار بھی خوب بڑھا ہے۔ "اندھیر نگری ہڑبونگ راجہ۔" ٹھیک ہی جانئے یہ کہا جائے۔ ہڑبونگ، اندھیر کے ذریعے گڑبڑ مچا کر بدانتظامی پر اپنے اقتدار کی بنیاد ڈالتا ہے۔ بلجیم، ہالینڈ اور فرانس میں وہاں کی عام پبلک میں گڑبڑ مچا کر ہٹلری فوجوں نے ان ملکوں کی فوجی طاقت کو منتشر کر کے آسانی سے فتح حاصل کرلی۔ انھیں انگریزی میں ففتھ کالم کے نام سے کہتے ہیں۔ ففتھ کالم کے معنی ہوئے پانچواں دستہ یا پانچویں فوج۔ اس جماعت میں ان لوگوں کا شمار ہوتا ہے جو غیر ملکی فوج آنے پر اپنے ملک میں گڑبڑ مچاتے اور اپنے ہموطنوں کی روحانی طاقت برباد کر دیتے ہیں۔ گھبراہٹ اور سنسنی اس پانچویں دستے کے خاص ہتھیار ہیں جن کے ذریعے اپنے ملک میں یہ لوگ حملہ آور فوج کی مدد کرتے ہیں۔ اس سنسنی اور گھبراہٹ کو ہڑکمپ بھی کہتے ہیں۔

x x x x

ہم ہندی شبد ساگر میں ہڑکمپ یا ہلکمپ اور گوگا (سنسنی۔ گھبراہٹ) کے جو معنی دیئے گئے ہیں اُنھیں ہم ذیل میں بجنسہٖ نقل کرتے ہیں کیونکہ یہ ایک دیہاتی لفظ ہے اور اس کے معنی ہمارے بہت سے تعلیم یافتہ بابو لوگوں کو بھی نہیں معلوم۔ پہلے ہلکمپ یا ہڑکمپ کو لیجئے کوش میں اس کے معنی یہ ہیں۔

(۱) ہلکمپ۔ ہلنا (جانا) بھاری ہلہ۔ زیر و زبر۔ ہل چل۔ تحریک۔ ہڑکمپ۔ چاروں طرف پھیلی ہوئی گھبراہٹ۔ لوگوں میں پھیلا ہوا جوش یا تشویش۔

(۲) گوگا (غوغا) شور۔ غل غپاڑہ۔ ہلہ۔ افواہ۔ سنسنی۔

ہڑبونگ، یعنی سٹھ مارا آدمی۔ بادشاہ یا ملک دوسرے ملکوں میں غوغا پھیلا کر ہڑکمپ مچاتا ہے اور اس کے ذریعے ہڑبونگ یعنی بدامنی پیدا کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ آج کل جنگ کے باعث شہروں اور دیہاتوں میں غوغا (افواہوں) کا بول بالا ہے۔ اس لفظ کے معنی ہیں غل غپاڑہ یا افواہ جدھر دیکھئے اُدھر آپ لوگوں کی زبانوں پر عجیب عجیب افواہیں آپ کو ملیں گی طرح طرح کی افواہیں ایک منہ سے دوسرے منہ ہوتی ہوئی لوگوں میں فضول کھلبلی مچا رہی ہیں۔ اسی کھلبلی کو ہلکمپ یا ہڑکمپ کہتے ہیں۔ ہلکمپ کے معنی ہیں چاروں طرف پھیلی ہوئی گھبراہٹ یا لوگوں میں پھیلا ہوا جوش و تشویش۔ مہاتما گاندھی نے ہندوستانیوں کو حال ہی میں متنبہ کیا ہے کہ وہ نہ تو افواہوں پر یقین کریں اور نہ گھبراہٹ یا تشویش کے باعث کوئی اُلٹا سیدھا کام ہی کریں۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی افواہوں کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ ہندوستانیوں کو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لوگوں نے بجائے روپیئے جمع کرنے اور انھیں زمین میں دفن کرنے کی جو خبریں ہمیں روز سنائی دیتی ہیں اُن سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ ہمارے بھائی بند غوغوں اور افواہوں سے اتنے گھبرا اٹھے ہیں کہ انھیں صحیح یا غلط کا بھی ہوش نہیں رہ گیا۔ یہ سچ ہے کہ یورپ میں جنگ نے خوفناک صورت اختیار کرلی ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ اس وقت ہٹلری فوج فتح کی بڑھتی ہوئی موجوں پر سوار برابر آگے بڑھتی جا رہی ہے۔ لیکن اس موقعہ پر گھبرانے سے اور پیر اُکھڑ جانے دینے سے نہ تو ملک کی نجات ہوگی نہ ہمارا ہی کوئی فائدہ ہو سکتا ہے۔ ہندوستان کے اوپر اس وقت بھی اور زمانۂ قریب میں بھی اس قسم کے بیرونی حملے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ ناممکن ممکن ہو جائے اور ہماری سرحد پر توپیں گرجنے لگیں تو بھی ہمیں مردوں کی طرح اپنی اپنی جگہ پر جمے رہنا چاہیئے۔ گھبرانے سے، ہمت ہارنے سے، پیر اُکھڑ جانے دینے سے جو اپنے کو بچانا بھی چاہتے ہیں وہ تو یقیناً ڈوبیں گے ہی لیکن ساتھ ہی دوسروں کو بھی لے ڈوبیں گے۔

اس لئے ہم قارئین سے اس وقت یہی کہنا چاہتے ہیں کہ وہ ہڑبونگوں کے ہڑبونگ سے وہ اپنی حفاظت کریں اور افواہیں پھیلانے والوں کو فوراً روک دیں۔ تاکہ ملک میں ہڑکمپ نہ پھیلنے پائے۔ تبھی ہمارے درمیان گڑبڑ یا ہڑبونگ

ہماری کوآپریٹو سوسائٹیاں

یوپی کوآپریٹو کانفرنس، میرٹھ

یوپی کوآپریٹو کانفرنس کا تیئیسواں اجلاس گذشتہ ۱۵۔ ۱۸ اپریل کو میرٹھ میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ زیر صدارت سرڈی۔ وجے راگھواچاریہ منعقد ہوا۔ ٹاؤن ہال، جہاں کانفرنس ہوئی تھی، ضلع بینکوں و سوسائٹیوں کے نمائندوں، کوآپریٹو و دیگر محکموں کے افسروں، قرب و جوار کی سوسائٹیوں کے ممبروں و مقامی حاضرین سے کھچا کھچ بھرا تھا اس موقعہ پر سرٹی۔ وجے راگھواچاریہ، مسٹر پی۔ ڈبلو۔ مارش اور لیڈی مارش، مسز سیتارام، رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی، مسٹر این۔ فا۔ بنرجی۔ اور مسز بنرجی، خان بہادر شیخ وحیدالدین صاحب، چودھری وجے پال سنگھ۔ ایم۔ ایل۔ اے، شریمتی پرکاش وتی سود۔ ایم۔ ایل۔ اے، ڈاکٹر ڈی۔ ایل۔ دوبے، پنڈت راج ناتھ کنزرو، رائے صاحب دلیپ مان سنگھ، پنڈت پرمیشور ناتھ سپرو۔ رائے بہادر بابو ترلوکی ناتھ کپور، شری متی رائے جگادھری، مولوی محمد چشتی صاحب، رائے بہادر پنڈت سنکٹھا پرشاد باجپئی، رائے بہادر بابو رادھا موہن، کیپٹین کاشی ناتھ اور رائے بہادر برج نندن لال صاحب کے علاوہ دیگر معزز سرکاری اور غیر سرکاری کارکن شامل تھے۔

سرٹی۔ وجے راگھواچاریہ کی ہستی کسی تعریف کی محتاج نہیں ہے۔ موصوف کئی سال تک امپیریل کونسل آف اگریکلچرل ریسرچ کے وائس چیرمین رہ چکے ہیں اور اس وقت ادے پور کے وزیر اعظم اور گذشتہ سال حکومت کی طرف سے مقرر کی جانیوالی امداد باہمی کمیٹی کے چیرمین ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ موصوف نے اور دوسرے ضروری کام ہوتے ہوئے بھی اس سال ہماری کانفرنس کی صدارت منظور فرمائی۔ مسٹر پی۔ ڈبلو مارش مشیر کا حضور گورنر یوپی کی شرکت نے کانفرنس میں نئی جان ڈالدی۔ کانفرنس کے موقعہ پر محکمہ امداد باہمی کے



(مسٹر پی۔ ڈبلو۔ مارش۔ مشیر ہز ایکسلنسی گورنر یوپی آپ نے میرٹھ کی کانفرنس کا افتتاح فرمایا تھا۔)

ذریعے تیار کئے ہوئے چارٹوں اور پوسٹروں کا مظاہرہ ہوا۔ ٹاؤن ہال کے اندر اور باہر دیواروں پر کاغذ و کپڑے پر لکھے ہوئے کوآپریٹو موٹو و نعرے لگائے گئے اور امداد باہمی و گاؤں سدھار کے موضوع پر چھپے ہوئے پرچے و پمفلٹ کافی تعداد میں تقسیم کئے گئے۔

کانفرنس کی کارروائی پروگرام کے مطابق ۱۸ اپریل کو ۱۱½ بجے دن سے شروع ہوئی مسٹر پی۔ ڈبلو مارش نے کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص مقصد یہ ہے کہ وہ ایسے سنٹروں کی تنظیم کرے جن میں تیزی کے ساتھ امداد باہمی کا کام تیزی کے ساتھ کیا جا سکے۔ موصوف نے عورتوں میں زیادہ کام کرنے اور خصوصاً ٹیوب ویل کے علاقوں میں آبپاشی کی سوسائٹیاں قائم کرنے پر زور دیا۔ صدر مجلس استقبالیہ خان بہادر حاجی شیخ وحیدالدین صاحب کے نمائندوں اور حاضرین کے خیر مقدم کرنے کے بعد کانفرنس کے صدر سرٹی وجے راگھواچاریہ نے ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی آپ نے اپنی تقریر میں پہلے سارے ہندوستان سے تعلق رکھنے والے خاص خاص کوآپریٹو مسئلوں مثلاً کثیر المقاصد کوآپریٹو سوسائٹیاں تحریک امداد باہمی میں نوجوانوں کے شامل ہونے کی ضرورت اور ریزرو بینکوں کی امداد وغیرہ پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے یوپی میں تحریک امداد باہمی کی ترقی اور اس کے ماتحت خاص خاص سوسائٹیوں کے بارے میں بھی اپنا مشورہ دیا۔ اسی دن دوپہر کے بعد ۳½ سے ۵ بجے تک سبجیکٹس کمیٹی کی نشست ہوئی اور شام کو ۷ بجے سے ۹ بجے تک یونین کی صوبجاتی کمیٹی کی میٹنگ رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی کی صدارت میں ہوئی۔ کارروائی شروع ہونے سے پہلے رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی نے اپنی تقریر میں تحریک امداد باہمی کی ترقی کا مختصر ذکر کرنے کے علاوہ ممبروں و حاضرین کی توجہ جنگ کی طرف بھی مبذول کی اور بتلایا کہ لڑائی کا اثر تحریک امداد باہمی پر کیا پڑیگا اور ہمیں اس خطرے کے وقت کن کن باتوں پر خاص توجہ کرنی چاہئے۔

دوسرے روز کانفرنس کا کھلا اجلاس ٹھیک ۱۱½ بجے شروع ہوا۔ کئی اہم تجاویز منظور ہوئیں۔ یوپی کوآپریٹو یونین کی سالانہ گرانٹ بڑھانے محکمہ امداد باہمی یوپی کے جسٹرار اور جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں کے رجسٹرار کے عہدے اور دفتر علیحدہ کرنے اور پورے معائنے و کنٹرول کے واسطے محکمے کے ملازموں کی تعداد بڑھانے کے لئے پیش ہونیوالی تجاویز نے سب لوگوں کی متفقہ تائید حاصل کی۔ تجویز کے حق میں تقریر کرنے والے نمائندوں نے کہا کہ سرکاری سوسائٹیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد دیکھتے ہوئے محکمے کے ملازموں کی تعداد بڑھانی ضروری ہے۔ کیونکہ ایسا نہ ہونے پر سوسائٹیوں کی پوری دیکھ بھال نہ ہونے سے تحریک کی بدنامی ہوگی۔ پنجاب اور مدراس میں حکومت تقریباً ۱۲ لاکھ روپیہ سالانہ صرف کرتی ہے۔ وہاں کے ملازموں کی تعداد یوپی کے ملازموں کی تعداد سے دونی ہے۔ اب وہ وقت

آگیا ہے جب کہ تحریک چلانے اور اس کی نگرانی کے لیے زیادہ رقم کا انتظام ہونا چاہئے اور یوپی کو آپریٹو یونین کی سالانہ گرانٹ بڑھادینی چاہئے۔ کیونکہ اس کے اندر کام کرنے والے سپروائزروں کی تعداد سہ گنی سے بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ نمائندوں نے اس بات پر بھی بہت زور دیا کہ محکمہ امداد باہمی یونین کے رجسٹرار اور جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں کے رجسٹرار کے عہدے الگ کر دیئے جائیں کیونکہ ایک افسر کے لئے دونوں دفتروں کے بڑھتے ہوئے کاموں کا سنبھالنا ممکن نہیں ہے۔

دوسری جو اہم تجویز منظور ہوئی وہ تھی چکبندی قانون کے پاس ہو جانے سے کھیتوں کی چکبندی کے لیے محکمہ کا آئندہ پروگرام۔

پنجاب کی صوبہ کوآپریٹو یونین کے سکریٹری نے اس سلسلے کی ضروری باتیں بتائیں۔ آپ نے محکمہ امداد باہمی کے ذریعے چکبندی کا کام جاری رہنے کی تائید کی۔ آپ نے فرمایا کہ پنجاب میں پچھلے کئی سال سے چکبندی کا کام محکمہ امداد باہمی و محکمہ مال کے ذریعے ہو رہا ہے ملازمان محکمہ امداد باہمی کے ۱۹ ضلعوں میں کام کر رہے ہیں اور اب تک ۱۱ لاکھ ایکڑ زمین کی چکبندی کی ہے لیکن محکمہ مال کے ملازم صرف ۔ ضلعوں میں کام کر رہے ہیں اور صرف پچاس ہزار ایکڑ زمین کی چکبندی کی ہے۔ دونوں محکموں میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ ان میں اتنا باہمی اتفاق ہے کہ ملازمان محکمہ مال ایسی حالتوں میں جب آرڈروں کے ذریعے کام ہونا ممکن نہیں ہے محکمہ امداد باہمی کی امداد طلب کرتے ہیں۔

ریزرو بینک آف انڈیا کے ذریعے ایک اسکیم بنانے کے سلسلے میں، جس کے مطابق کوآپریٹو بینکوں کے لیے ریزرو بینک کے ذریعے جلد ہی مالی انتظام ہو سکے۔

ریزرو بینک آف انڈیا کے ذریعے ایک مقررہ اسکیم بنانے کے سلسلے میں، جس کے مطابق کوآپریٹو بینکوں کے لیے ریزرو بینک کے ذریعے فوراً ہی مالی انتظام ہو سکے کافی بحث ہوئی تقریباً تمام غیر سرکاری نمائندوں نے اس خیال کی تائید کی کہ ریزرو بینک نے ابھی تک تحریک کے لیے

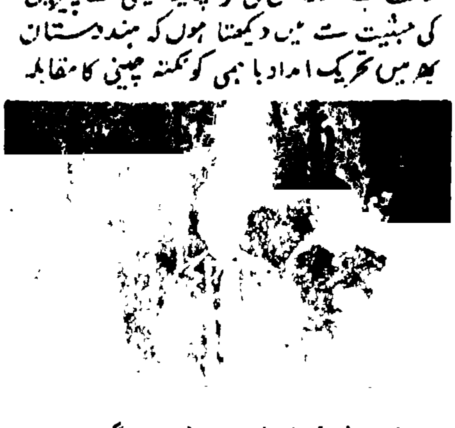


(یوپی کوآپریٹو کانفرنس کے صدر... صاحب راگھواچاریہ کے۔ ...)

مالی انتظام نہیں کیا اور نہ ہی ... اس کام کے لئے جب ... اس سے کہا تو اس نے کوآپریٹو لیجسلیشن کی ضروریات کی طرف بھی توجہ نہ کی اور اس نے کچھ غیر ممکن شرائط پوری کرنے کیلئے کہا۔ کچھ نمائندوں نے رائے دی کہ ریزرو بینک سے فوراً کچھ لینے کے لئے کچھ مقررہ تجویزیں ہونی چاہئیں حسب ذیل ترمیم شدہ تجویز منظور ہوئی ہیں:

اس کانفرنس کا یہ خیال ہے کہ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے مالی انتظام کے لئے ریزرو بینک آف انڈیا نے جو اسکیم بنائی ہے وہ موجودہ حالت کی ضروریات پوری نہیں کرتی اور اس میں جو شرطیں رکھی گئی ہیں وہ کافی سخت ہیں اور ان میں پوری اصلاح ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ کانفرنس کوآپریٹو یونین یوپی کی ورکنگ کمیٹی کو اختیار دیتی ہے کہ وہ ریزرو بینک کے غور کے لئے ایک میمورنڈم تیار کرے۔

سرٹی۔ وجے راگھواچاریہ نے اپنی تقریر کے آخر میں فرمایا کہ میں آپ کو زیادہ دیر تک روکنا نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ میرے یہ دو روز بڑی مسرت کے ساتھ گذرے ہیں۔ مجھے ان دونوں کی کارروائیاں دیکھ کر اس بات کا کافی ثبوت مل گیا کہ اس صوبے کی تحریک امداد باہمی میں کافی طاقت ہے۔ مدراس کی کوآپریٹو کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے میں دیکھتا ہوں کہ ہندوستان بھر میں تحریک امداد باہمی کو نکتہ چینی کا مقابلہ



(یوپی کوآپریٹو کانفرنس کے صدر ٹی وجے راگھواچاریہ (وسط میں) رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی رجسٹرار محکمہ امداد باہمی (داہنی طرف) ڈاکٹر ڈی۔ ایل۔ دوبے جوائنٹ سکریٹری مجلس استقبالیہ (بائیں طرف)

کرنا پڑتا ہے لیکن یہ ہوتے ہوئے بھی لوگوں کو یہ خیال ہو چلا ہے کہ شرح سود کے کم ہو جانے کا واحد سبب تحریک امداد باہمی ہی ہے۔

میں بات بڑھا کر نہیں کہتا۔ بلکہ حقیقتاً ملک کی اقتصادی حالت کو از سر نو زندگی بخشنے کا بہت بڑا مسئلہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ابھی تک ہم نے آبادی کا ایک کنارہ ہی چھوا ہے۔ مسٹر ... کے الفاظ میں یہی رائے "دیہات یا گاؤں کی طرف جائیے اور ریفرنس تلاش کیجئے" ماہران اقتصادیات اور معلمان قوم کو دیہاتوں میں جاکر وہاں چھوٹی چھوٹی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کرنے کو لامحدود اہمیت رکھتی ہیں۔ دیہاتوں کی ترقی کا کام کرنا چاہئے۔ شروع شروع میں سوسائٹیوں کی تعداد بہت کم تھی لیکن اب آپ کے صوبے میں ۱۵ ہزار سے زیادہ سوسائٹیاں کام کر رہی ہیں اس لئے مجھے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ امداد باہمی اصولوں کے دیہاتی زندگی میں آنے کی یہ ابتدا ہی ہے۔ لیکن مجھے اس بات سے اطمینان ہوتا ہے کہ یہ تحریک دیگر تحریکوں کی نسبت ملک کی اقتصادی حالت کی از سر نو زندگی کی زیادہ توقع رکھتی ہے۔

میں مسٹر مارش سے کافی عرصے سے واقف ہوں۔ آپ ایسے لوگوں سے جن کے لئے آپ کام کر رہے ہیں حقیقی ہمدردی رکھتے ہیں۔ مجھے یقین کامل ہے کہ مسٹر مارش کے گورنر یوپی کے مشیر کار اور محکمہ امداد باہمی کے انچارج ہونے کی وجہ سے تحریک ضرور ترقی کرے گی۔ سرکاری اور غیر سرکاری لوگوں کا کندھے سے کندھا ملا کر کام کرنے کا طریقہ مجھے بہت پسند آیا۔ یہ بات قابل تعریف ہے کہ آپ لوگوں اور رجسٹرار صاحب کے درمیان اتنی باہمی محبت اور ہمدردی ہے۔ یہ یو۔ پی۔ کی خوش قسمتی ہے کہ اسے جناب چترویدی صاحب قابل رجسٹرار ملے۔ آپ میں کرداری مضبوطی ہے اور آپ تحریک کے لئے مناسب فضا پیدا کر سکتے ہیں۔ کام کرا لینا اور ہر سرکاری و غیر سرکاری لوگوں کو مطمئن رکھنا جناب چترویدی صاحب کا خاص وصف ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہاں موجودہ ان نوجوان افسران اور آپ کے



یوپی کوآپریٹو کانفرنس، میرٹھ۔ سری۔ دے رانگھو اچاریہ خطبۂ صدارت پڑھ رہے ہیں۔ ان کی داہنی جانب صدر مجلس استقبالیہ خان بہادر حاجی شیخ محمد وحید الدین صاحب اور بائیں جانب مسٹر پی ڈبلو مارش اور رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی تشریف فرما ہیں۔



یہ زرعی کمیٹی کے ممبروں کی اُس وقت کی گروپ تصویر ہے جب وہ دہرہ دون کی بسومتی رائس سوسائٹی دیکھنے گئے تھے۔ وسط میں کمیٹی کے چیرمین چودھری مختار سنگھ ایم۔ ایل۔ اے (سنٹرل) تشریف فرما ہیں۔ آپ کی داہنی جانب شری وشنو سہائے۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ ڈائریکٹر محکمہ زراعت اور بائیں جانب مسٹر مایا داس جوائنٹ ڈائریکٹر محکمہ زراعت تشریف فرما ہیں۔

رجسٹرار صاحب جیسے قابل اور تجربہ کار افسر کی موجودگی سے اس تحریک کے لئے کافی اُمید ہے۔ یہاں جو پُرجوش اور محب وطن کارکن جمع ہوئے ہیں وہ ہمارے دل میں اس یقین کو پختہ کرتے ہیں کہ تحریک کامیاب ہوگی۔
جس حُسن و خوبی کے ساتھ سب کارروائیاں ہوئی ہیں اُسے دیکھ کر مجھے بیحد مسرت ہوئی۔ میں اُس غیر معمولی مہمان نوازی کے لئے مجلس استقبال کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو اُس نے میرے ساتھ کی۔ مجھے امید ہے کہ میں اکثر اس صوبے کے کارکنان امداد باہمی کے قرب میں آتا رہوں گا۔ کیونکہ ایک طرح سے پنجاب و یوپی ہمارا گھر ہے۔

دہرہ دون بسومتی رائس سوسائٹی کا زرعی کمیٹی کی طرف سے معائنہ

چودھری مختار سنگھ ایم۔ ایل۔ اے (مرکزی) چیرمین زرعی کمیٹی مسٹر وشنو سہائے۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ ڈائریکٹر محکمہ زراعت، مسٹر مایا داس جوائنٹ ڈائریکٹر محکمہ زراعت، وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی اور دیگر ممبران کمیٹی ضلع دہرہ دون میں شیولا بسومتی رائس سوسائٹی کو دیکھنے کے لئے گئے۔ انکا استقبال وہاں کے ضلع بینک کے ڈائریکٹروں، چیرمین سوسائٹی اور دیگر ممبران نے کیا۔

کمیٹی نے سوسائٹی کی کارروائی کی تحقیقات کی اور اُس کے ممبروں سے جو وہاں پر موجود تھے دریافت کیا کہ ان کو سوسائٹی کے ہونے سے کونسی سہولتیں حاصل ہوئیں اور کن کن دقتوں کا ان کو اب بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ رجسٹری یتا شری رام سنگھ، اسسٹنٹ مارکٹنگ افسر نے کمیٹی کو بتایا کہ سوسائٹی میں چاول کی گریڈنگ ہوتی ہے اور اس کو گودام میں رکھنے اور بیچنے کا بھی اچھا انتظام ہے۔ مسٹر ایچ۔ آر۔ جوش، ڈپٹی کین ڈیولپمنٹ افسر اور مسٹر بی۔ آر چترویدی انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز نے سوسائٹی کی تنظیم اور روزمرہ کے کام کے بارے میں بہت سی باتیں کافی تفصیل کے کمیٹی کو بتلائیں۔ کمیٹی کو یہ بھی بتایا گیا کہ ۳ ½ سال کے اندر ہی اندر سوسائٹی کے حصے کا سرمایہ ۳ ہزار اور کاروبار کا سرمایہ ۹۳۰۰ ہوگیا ہے۔ سوسائٹی نے اسی قلیل عرصے میں اپنے ممبروں کا ۱۹۴۱ر۳۳ روپئے کی قیمت ۴۵۳۰ من چاول فروخت کیا ہے اور اس میں ۱۱۰۰ روپئے کمیشن کے سلے ہیں۔

اس سوسائٹی کے دیکھنے کے بعد کمیٹی نے دیرہ دون کی انگلو انڈین ڈیسانلمڈ یوریین کوآپریٹو سوسائٹی کا بھی معائنہ کیا۔



یو پی کوآپریٹو کانفرنس ... راے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز یو پی ... حاجی شیخ حمید الدین تبسیر بن مجلس استقبالیہ تشریف فرما ہیں ۔

اناؤ کی کوآپریٹو کانفرنس

ضلع اناؤ کے سنبھم نامی شہر میں پچھلے مہینے پر نواب گنج میں ایک کوآپریٹو کانفرنس اور نمائش ہوئی۔ اناؤ کے ڈپٹی کمشنر مسٹر ار. بی. و بینارجی آئی. سی. ایس اس کانفرنس کے صدر تھے اس کانفرنس میں کسان بہت بڑی تعداد میں موجود تھے اور قرب وجوار کی سوسائٹیوں کے ممبر بھی آئے تھے۔ کانفرنس میں آنے والے سرکاری اور غیر سرکاری لوگوں میں شری جگدیش پرشاد چیرمین گاؤں سدھار ایسوسی ایشن اناؤ، شری جے. بی. شریواستو اسسٹنٹ رجسٹرار لکھنؤ۔ شری جے. بی. مشر پبلسٹی افسر محکمہ امداد باہمی یو پی اور اناؤ کے بینک کے ڈائرکٹروں کے نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی رجسٹرار محکمہ امداد باہمی یو پی نے ایک اہم تقریر فرمائی جس میں موصوف نے امداد باہمی کے کئی پہلوؤں کی طرف حاضرین کی توجہ دلائی۔ آپ نے اپنی تقریر میں مارکیٹنگ کی اُس اسکیم کا ذکر بھی کیا جو محکمہ کی طرف سے جاری ہے اور لوگوں سے اس بات کا اصرار کیا کہ وہ اچھی قیمت حاصل کرنے کے لئے مارکیٹنگ یونین کے ذریعے ہی اپنی پیداوار فروخت کریں۔ اس طرح جو آمدنی بڑھ جائیگی وہ رقم سماجی رسم و رواج یا شادی یا غمی کی تقریبوں میں نہ خرچ کی جانے بلکہ اقتصادی اصلاح، تعلیم اور صفائی میں اس کا استعمال ہونا چاہئے چترویدی جی نے آخر میں فرمایا کہ لڑائی کے باعث کھیتی سے پیدا ہونے والی چیزوں کی قیمت بڑھ جانے سے کسانوں کو قرض ادا کرنے کھیتی میں اصلاح کرنے اور اپنی عام حالت پہلی ہی کی طرح بنا لینے کا موقع ملا ہے چترویدی جی کے بعد شری جے. بی. شریواستو نے تقریر فرمائی آپ نے ضلع میں فروخت کے سلسلے میں ہونے والی دقتوں کا مفصل ذکر فرمایا اور یہ بھی کہا کہ ممبر اس آمدنی کا کچھ حصہ بچائیں جو لڑائی کی وجہ سے انھیں اس وقت مل رہی ہے۔

کانفرنس میں سوسائٹیوں کے ممبروں نے فرد ختگی تعلیم بالغان، کثیر المقاصد کوآپریٹو سوسائٹیاں، پرچار اور کفایت شعاری کے متعلق کئی تجویزیں پیش کیں جو منظور ہو گئیں۔ شری جے. بی. مشر پبلسٹی آفیسر محکمہ امداد باہمی نے کچھ تجویزوں پر تقریر فرمائی اور انھیں عملی جامہ پہنانے کی لوگوں سے اپیل کی۔ آخر میں جناب صدر نے انعامی مقابلوں میں کامیاب ہونے والوں کو انعام تقسیم کئے۔ آپ نے اپنی تقریر کے آخر میں فرمایا کہ کوآپریٹو سوسائٹیاں دیہاتوں کو از سر نو زندگی بخشنے کے لئے بہت بڑی جماعت ہیں۔

محکمہ امداد باہمی کا نتیجہ امتحان

انسپکٹر اور آڈیٹر کی جگہ کے لئے امتحان دینے والے اُمیدواروں میں سے مندرجہ ذیل امیدوار محکمہ امداد باہمی کی طرف سے ٹریننگ کے بعد ہونے والے امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں:-

انسپکٹر

۱۔ جگناتھ اگروال۔
۲۔ گوری شنکر شکل۔
۳۔ دیش دیپک۔
۴۔ گرد نرائن۔
۵۔ اندو شیکھر کنسل۔
۶۔ ترلوک چندر۔
۷۔ رام چندر گوئل۔
۸۔ رام سنگھ شری واستو۔

۹۔ قاضی منظور احمد صدیقی۔
۱۰۔ رام آگیا سنگھ۔
۱۱۔ ویریندر پرتاپ سنگھ۔
۱۲۔ محمد اصغر پنجابی۔
۱۳۔ سبپت پرشاد شری واستو۔
۱۴۔ سید ارشاد احمد۔
۱۵۔ رام دلارے گپتا۔
۱۶۔ بھگوتی پرشاد ویشیہ۔
۱۷۔ راجندر شنکر اوستھی۔
۱۸۔ مہندر بہاری لال۔
۱۹۔ راجبیر سنگھ سنگھل۔
۲۰۔ کیلاش چندر ورما۔
۲۱۔ مادھو رام۔
۲۲۔ محمد عبدالقادر۔
۲۳۔ گرجا کرشن ٹنڈن۔
۲۴۔ کیلاش نرائن۔
۲۵۔ وشنو نرائن۔
۲۶۔ کرشن چندر۔
۲۷۔ کرشن پرتاب نرائن۔
۲۹۔ جینتی سروپ مہروترا۔

شری اندو شیکھر کنسل، راجندر شنکر اوستھی اور کرشن چندر جو اُردو میں فیل ہیں جون ۱۹۴۰ء کے آخر میں اُردو کا امتحان دینگے۔ یہ لوگ اسوقت تک بحال نہ کئے جائینگے جب تک مذکورہ امتحان میں ۴۰ فیصدی نمبر نہ حاصل کرینگے۔ مسٹر ڈی لے لائل کوآپریٹو قانون اور زراعت کی تھیوری و پریکٹس میں اور شری کرشن نرائن مہروترا زراعت کی تھیوری اور پریکٹس میں فیل ہوئے ہیں ان سے ان موضوعات کا اسی وقت امتحان لیا جائیگا۔

(آڈیٹر جو ترجیح کے ذریعے بھرتی کئے گئے)

۱۔ کامتا پرشاد بھٹناگر۔
۲۔ خلیل احمد۔
۳۔ بھگوانداس ورما۔
۴۔ گجادھر مشر۔
۵۔ ہر بیر سنگھ۔
۶۔ برج بہاری رام۔
۷۔ اودھ بہاری لال
۸۔ لچھمی پرشاد جوہری۔

۹۔ شری کرشن رائے۔
۱۰۔ شنبھو دیال۔
۱۱۔ کالکی پرشاد سنگھ۔
۱۲۔ لوک مان داس جین۔
۱۳۔ نرہری سہائے اگروال۔
۱۴۔ صدیق حسین۔
۱۵۔ شفقت حسین۔
۱۶۔ رام چندر شرما۔
۱۷۔ کرشن سروپ سکسینہ۔
۱۸۔ گنیش پرشاد سکسینہ۔
۱۹۔ راجندر سروپ گرگ۔
۲۰۔ شیام نرائن تیواری۔

شنبھو دیال، اور صدیق حسین جو ہندی میں فیل ہیں، اخیر جون ۱۹۴۰ء میں ہندی کا امتحان دینگے۔ یہ لوگ جب تک اس امتحان میں ۴۰ فیصدی نمبر نہ حاصل کرینگے تب تک بحال نہ کئے جائینگے۔ رئیس سنگھ شرما، جو کوآپریٹو بک کیپنگ، دیہاتی اقتصادیات، شہریت اور ہندی میں فیل ہوئے ہیں، وہ بھی اُسی وقت ان موضوعات پر پھر امتحان دینگے۔

(آڈیٹر قرضہ سوسائٹیوں کے لئے)

۱۔ رام گوپال گپتا۔
۲۔ ہردت شرما۔
۳۔ رمیش چندر چودھری۔
۴۔ مہابیر مہتا۔
۵۔ کیشو پرشاد ورما۔
۶۔ وشنو ناتھ سنگھ۔
۷۔ شری کرشن سہائے۔
۸۔ بندھیا چل رائے۔
۹۔ چندر موہن شریواستو۔
۱۰۔ جگدیش پرشاد اگروال۔
۱۱۔ شنکر لال دکشت۔
۱۲۔ پریم بہادر سکسینہ۔
۱۳۔ مارکنڈے سنگھ۔
۱۴۔ وشنو دیال مشر
۱۵۔ کرشن بہاری لال نگم۔
۱۶۔ رام دین مشر۔
۱۷۔ یگل کشور تیواری۔
۱۸۔ محمد یونس۔
۱۹۔ بھگوان دت پاٹھک۔
۲۰۔ محمد احمد رضوی۔

شنکر لال دکشت اور مارکنڈے سنگھ جو اردو میں فیل ہوئے ہیں اخیر جون ۱۹۴۰ء میں اُردو کا امتحان دینگے۔ یہ لوگ اس امتحان میں جب تک ۴۰ فیصدی نمبر نہ حاصل کریں گے تب تک بحال نہ کئے جائیں گے۔ سرتاج سنگھ جو اڈٹ، دیہاتی اقتصادیات شہریت میں فیل ہوئے ہیں ان کا بھی ان موضوعات میں امتحان لیا جائے گا۔

(آڈیٹر (ایکھ سوسائٹیوں کے لئے)

۱۔ راجکشور شری واستو
۲۔ رماکانت شرما۔
۳۔ سیتلا پرشاد اگروال۔
۴۔ کرشن سروپ بھٹناگر۔
۵۔ رام پال سنگھ راٹھور۔
۶۔ تہذیب حسین جعفری۔
۷۔ بالگوبند پرشاد شری واستو۔
۸۔ شری نرائن ناگر۔
۹۔ وشنو شرن شریواستو۔
۱۰۔ جگدیش پرشاد شریواستو۔
۱۱۔ پی۔ ڈی۔ مالویہ۔
۱۲۔ دیانند شریواستو۔
۱۳۔ ہیرا لال اگروال۔
۱۴۔ سید ابن حسن شاد۔
۱۵۔ رنجیت سنگھ۔
۱۶۔ گیان پرکاش شری واستو۔
۱۷۔ مشیر احمد انصاری۔
۱۸۔ علی مظفر۔
۱۹۔ کیشو تیواری۔

سیتلا پرشاد اگروال اور ہیرا لال اگروال جو اُردو میں اور علی مظفر جو ہندی میں فیل ہیں اخیر جون ۱۹۴۰ء میں امتحان دینگے۔ جب تک یہ لوگ امتحان میں ۴۰ فیصدی نمبر نہ حاصل کریں گے تب تک بحال نہ کئے جائیں گے۔ انوپ چند جین کوآپریٹو قانون، کوآپریٹو اصول اور آر۔ ڈی۔ ایس۔ شکل کوآپریٹو قانون، کوآپریٹو اصول، دیہاتی اقتصادیات و شہریت اور ریاض احمد انصاری کوآپریٹو قانون، کوآپریٹو اصول، دیہاتی اقتصادیات اور شہریت میں فیل ہوئے ہیں۔ یہ بھی اُن موضوعات کا اُسی وقت امتحان دینگے۔

یوپی کوآپریٹو یونین کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس

یوپی کوآپریٹو یونین کی ورکنگ کمیٹی کا اٹھائیسواں اجلاس گذشتہ ۱۹ مئی کو رجسٹرار صاحب کے دفتر میں ہوا۔ دیگر باتوں کے علاوہ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے اقتصادی انتظام کے لئے ریزرو بینک آف انڈیا کی اسکیم کے اور مارکٹنگ کی دیگر سوسائٹیوں پر جن کے پاس ذاتی حصے کا سرمایہ نہیں ہے اور جن کا ذریعہ آمدنی ہے اور سپروائزروں کو ضلع میں متعینات کرنے کے سلسلے میں ایک قرضہ پالیسی قائم کرنے وغیرہ پر غور کیا جائیگا۔



فلینڈرس کی لڑائی کے بعد مسٹر چرچل کی تقریر

فلینڈرس کی لڑائی کے بعد مسٹر چرچل نے پارلیمنٹ میں جو تقریر فرمائی وہ تاریخی اہمیت رکھتی ہے۔ آپ نے اپنے نقصانات کا صاف گوئی کے ساتھ اعتراف کیا اور آئندہ ارادوں کا اظہار کیا۔ آپ نے بتایا کہ فلینڈرس سے انگریز اور فرانسیسی کل ۳۳۵ ہزار فوج واپس لائی گئی ہے زخمیوں اور ہلاک یا لاپتہ لوگوں کی تعداد ۳۰ ہزار ہے۔

جب مئی کے دوسرے ہفتے میں سیڈان اور میوز پر فرانسیسی مورچے توڑ دیئے گئے تو بڑی جلدی اور جنوب کی جانب پسپا ہو جانے سے ہی وہ برٹش فرانسیسی فوجیں بچ سکتی تھیں جو شاہ بلجیم کی اپیل پر اس کی مدد کے لئے بلجیم میں داخل ہوئی تھیں لیکن پہلے پہلے اس بات کا احساس نہ کیا گیا فرنچ ہائی کمانڈ کا خیال پہلے یہ تھا کہ اس شگاف کو جو جرمنوں نے ان کے لائنوں میں پیدا کر دیا ہے بند کر سکیں۔ شمال کی فوج ان کے زیر کمان تھی مزید برآں اگر اس وقت پیچھے ہٹا جاتا تو بلجیم کی ساری فوج جو ۲۰ ڈویژنوں پر مشتمل تھی بالکل تباہ ہو جاتی اور بلجیم بھی تباہ ہو جاتا۔ اس لئے جب جرمن حملہ کی وسعت اور رفتار کا احساس کیا اور جب فرانس کے کمانڈر انچیف جنرل ویگان نے چارج لیا تو بلجیم میں مقیم فرانسیسی اور برٹش فوجوں نے کوشش کی کہ بلجیم کی فوجوں کے دائیں بازو کے ساتھ تعلق قائم رکھا جائے اور ان کا دایاں بازو اس نئی فوج کے ساتھ ہو جائے

جو سومی ندی پر مورچے بنا رہی تھی لیکن جرمن حملہ دائیں طرف سے ہوا اور جرمن فوجیں شمال کی فوجوں کے پیچھے گھس گئیں۔ آٹھ یا نو فولادی ڈویژن جن میں سے ہر ایک کے پاس مختلف قسم کی چار سو فولادی گاڑیاں تھیں اس کام کے لئے استعمال کئے جا رہے تھے۔ انھوں نے ہماری اور فرانسیسی



وزیر اعظم برطانیہ مسٹر چرچل

فوج کے مابین سلسلہ منقطع کر دیا۔ اور ہمیں خوراک وغیرہ پہنچنے کا راستہ بھی جو پہلے امینز سے اور پھر ایبی ول سے آتا تھا کاٹ دیا گیا جرمن بولون اور کیلے سے ہوتے ہوئے ڈنکرک تک پہنچ گئے۔ اس متعین فوج کے پیچھے جرمن پیدل فوج لاریوں میں آ رہی تھی۔ جرمن لوگوں کو خود آزادی نہیں۔ اس لئے وہ اپنے پڑوسی ملکوں میں بھی آزادی و انسانیت کو پاؤں

تلے روندنے میں کوئی خفت محسوس نہیں کرتے۔

مسٹر چرچل نے آگے چل کر فرمایا

قریباً ۴ ہزار سپاہیوں نے کیلے کی آخری دم تک حفاظت کی (تالیاں) برٹش بریگیڈر کو ہتھیار ڈالنے کے لئے ایک گھنٹہ کا الٹی میٹم دیا گیا جس نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ ۴ دن گلیوں اور بازاروں میں خوفناک لڑائی کے بعد سکون قائم ہوا۔ صرف ۳۰ اشخاص صحیح سلامت بچے۔ جنھیں بحری جہاز لے آئے۔ ان کے ساتھیوں کا کیا بنا یہ معلوم نہیں لیکن ان کی قربانی رائیگاں نہیں گئی۔ کم از کم دو جرمن ڈویژن فوجوں کو انھوں نے روکے رکھا۔ جو بصورت دیگر برٹش فوجوں کے مقابلہ پر جاتے ہماری ملٹری کی تاریخ میں یہ ایک شاندار باب تھا اور اس طرح وقت حاصل کرکے فرانسیسی فوجوں کے لئے راستہ کھلا رکھا گیا ہے۔ جس کے نتیجہ کے طور پر ڈنکرک کی بندرگاہ استعمال کی جاتی رہی۔ جب فرانس کی سنٹرل آرمی کے ساتھ نامہ و پیام ناممکن ہو گیا تو فوج کے لئے ایک ہی چارہ باقی رہ گیا۔ برطانوی۔ فرانسیسی اور بلجیمین فوجیں قریباً گھر گئی تھیں وہ صرف ایک ہی بندرگاہ سے واپس آ سکتی تھیں دوسرے تمام راستے مسدود تھے ان پر دشمن کی جانب سے زبردست حملے ہو رہے تھے اور دشمن کی فوجیں بھی تعداد میں زیادہ تھیں جب ایک ہفتہ پیشتر میں نے جنگی حالات کے متعلق بیان دینا ملتوی کیا تھا تو میں ڈرتا تھا کہ یہ برطانوی جزیرہ کی تاریخ میں خوفناک ترین ملٹری تباہی ثابت ہوگی اگر بلجیم کا بادشاہ اپنے ساتھیوں کو جنھوں نے گذشتہ جنگ میں اس کی تباہ شدہ اور کھوئی ہوئی سلطنت کو اسے پھر واپس دیدیا نہ چھوڑتا اور شروع شروع میں غیر جانبداری کا ڈھونگ

نہ بچتا۔ تو ہم نہ صرف ہالینڈ کو بھی بچا لیتے۔ لیکن جب بلجیم پر حملہ ہوا تو ہم سے مدد مانگی گئی۔ اور ہم آخری وقت پر مدد کے لئے پہنچ گئے۔ بلجیم کی پانچ لاکھ فوج مشرقی پہلو پر ہماری حفاظت کرتی تھی اور اس طرح سمندری راستہ ہماری پسپائی کے لئے باقی تھا۔

اس کے بعد ہم کو اطلاع دیئے بغیر ہم سے مشورہ لئے بغیر اور اپنی وزارت کو اعتماد میں لئے بغیر شاہ بلجیم نے ہتھیار ڈال دیئے جسکی وجہ سے ہماری فوجوں کو سخت خطرہ لاحق ہوگیا (شیم شیم)

بلجیم کی غداری کے بعد

بلجیم کی غداری کے بعد برٹش فوج بالکل گھر گئی اور ساحل تک پہنچنا مشکل ہوگیا۔ دشمن نے چاروں طرف سے اپنی پوری طاقت سے حملہ شروع کیا اور ہوائی جہازوں سے بھی حملے ہونے لگے۔ توپیں بھی دنادن گولے برسانے لگیں۔ بندرگاہوں کے سامنے اور سمندر میں مقناطیسی سرنگیں بچھا دی گئیں۔

بندرگاہوں کو تباہ کرنے کے لئے ایک ایک سو یا اس سے بھی زیادہ ہوائی جہاز اچانک حملے کرتے تھے۔ چار پانچ روز تک زبردست لڑائی ہوتی رہی۔ اتحادی جان توڑ کر لڑتے رہے۔ ان کا گھیرا روز بروز زیادہ تنگ ہوتا گیا بحری بیڑہ ان فوجوں کو فرانس سے لے آنے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔ ۶۰ جہاز اس کام میں مصروف تھے اوپر سے بم برستے تھے۔ نیچے سمندر میں سرنگیں اور آبدوزیں چھپی ہوئی تھیں رات دن ہمارے بحری سپاہیوں کو کام کرنا پڑا۔ ہسپتال جہازوں پر نازی جان بوجھکر حملہ کرتے تھے لیکن وہ بھی اپنے فرض سے پیچھے نہ ہٹے ہمارے ہوائی جہاز بھی حتی الامکان حصہ لے رہے تھے اور دشمن کی ہوائی طاقت کے ساتھ زبردست مقابلہ ہو رہا تھا۔ یہ لڑائی لمبی اور بڑی سخت تھی لیکن آخر وقت گذر گیا۔ دشمن کو ناکامی ہوئی۔ وہ ہماری فوج کو تباہ نہ کر سکا۔ دشمن کو بار بار شدید نقصان کے ساتھ پسپا کیا گیا ہوائی جہازوں نے اس کی ہوائی طاقت کو ایک اور چار کے تناسب سے نقصان پہنچایا۔ اور بحری بیڑہ قریباً ایک ہزار جہازوں کی مدد سے تین لاکھ ۳۵ ہزار سپاہیوں کو واپس لانے میں کامیاب ہوگیا انھیں موت کے منہ سے نکال لیا گیا۔

ہمیں اپنی اس بحفاظت واپسی کو فتح نہیں سمجھنا چاہئے جنگ پسپائیوں سے نہیں جیتی جاتی لیکن اس پسپائی میں بھی ہماری فتح پنہاں ہے اور اس کا کریڈٹ ہے ہماری ہوائی طاقت کو جن لوگوں نے اسے کام کرتے نہیں دیکھا ان کو کیا احساس ہے برٹش اور جرمن ہوائی طاقتوں کے درمیان آزمائش جنگ تھی۔ سمندر میں ہزاروں جہاز کھڑے تھے جو فوجوں کو واپس لا رہے تھے جرمن فورس کا مقصد یہ تھا کہ ان سب کو تباہ کر دیا جائے۔ انھوں نے کوشش بھی بڑی کی۔ ان کی بہادری بھی ضرب المثل ہے۔ لیکن اس کے باوجود انھیں ناکامی ہوئی۔ انھیں پسپا کر دیا گیا اور اپنے نقصان سے چار گنا زیادہ نقصان پہنچایا گیا۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا کہ تین لاکھ ۳۵ ہزار برطانوی اور فرانسیسی سپاہی فلینڈرس سے واپس لائے جا چکے ہیں۔ تیس ہزار اشخاص یا تو ہلاک ہو چکے ہیں یا مجروح یا لاپتہ ہیں۔ مجروحین میں سے بہت سے واپس لائے جا چکے ہیں اور مجھے امید ہے کہ برطانوی مہماتی فوج کے تمام گمشدہ آدمی واپس لائے جائیں گے۔ ہمارے ان نقصانات کے مقابلہ میں دشمن کو پچاس ساٹھ ہزار آدمیوں کا نقصان ہوا۔

جہاں تک سامان جنگ کا تعلق ہے آپ نے کہا۔ یہ نہایت بھاری نقصان ہے۔ قریباً ایک ہزار توپیں اور باربرداری کی لاریاں اور تمام مسلح گاڑیاں ہم گنوا چکے ہیں۔

عظیم ترین تباہی

مسٹر چرچل نے فلینڈرس کی جنگ کو عظیم ترین فوجی تباہی سے تعبیر کیا۔

یہ سامان جنگ، جو ضائع ہوا ہمارے کارخانوں کا سب سے پہلا سامان تھا۔ یہ ہمارے ہاتھ سے چلا گیا اور اب پھر مزید التوا ہو گیا ہے۔ یہ التوا کب تک رہیگا اس کا انحصار ان کوششوں پر ہے جو ہمارے ملک میں کی جائیں گی۔ ایسی کوششیں ہماری ساری تاریخ میں کبھی نہیں ہوئیں۔ بلکہ دن رات اتوار اور آخری ہفتوں کی رخصتوں میں بھی کام جاری ہے سرمایہ داروں اور مزدوروں نے اپنے مفاد ترک کر دیئے ہیں۔ گولہ بارود سیلاب کی طرح تیار ہو رہا ہے کوئی وجہ نہیں کہ چند ماہ میں ہی ہم اس نقصان کی تلافی نہ کر دیں۔ تاہم اس مرحلہ پر ہمیں اطمینان ہونا چاہئے کہ ہماری فوج اور اتنے آدمی بچ گئے۔ لیکن ہمیں یہ نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ فرانس اور بلجیم میں جو کچھ ہوا وہ ایک عظیم بربادی ہے فرانس کی فوج کمزور ہو گئی ہے۔ بلجیم کی فوج تباہ ہو گئی ہے ان قلعہ بندیوں کا ایک بہت بڑا حصہ جس پر ہمارا بہت اطمینان تھا ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ہے قیمتی کانوں کے کئی ضلع اور فیکٹریاں دشمن کے قبضہ میں چلی گئی ہیں۔

رودبار انگلستان کی تمام بندرگاہیں اس کے ہاتھوں میں ہیں جسکے فوجی نتائج نہایت اہم ہوسکتے ہیں اور ہمیں توقع کرنی چاہئے کہ فوری طور پر ہم پر یا فرانس پر کوئی ضرب پڑے گی۔

برطانیہ پر حملہ کا اندیشہ

ہمیں بتایا گیا ہے کہ ہٹلر نے جزائر برطانیہ پر حملہ کی اسکیم بنائی ہے۔ اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ یہ خیال کیا گیا ہے۔ کسی بھی حملہ کے خلاف ملک کی حفاظت کا مضبوط ترین پہلو یہ ہے کہ برطانیہ میں ہمارے پاس اس قدر مضبوط فوجیں ہیں جو کسی وقت بھی اس جنگ یا گذشتہ جنگ میں نہیں تھیں لیکن یہ حالت جاری نہیں رہیگی۔ ہم مدافعتی جنگ پر قناعت نہیں کرینگے۔ اتحادیوں کے تئیں ہمارے فرائض بھی ہیں ہمیں ایک مرتبہ پھر اپنے بہادر کمانڈر انچیف لارڈ گورٹ کی نگرانی میں اپنی مہماتی فوج کو از سر نو منظور کرنا ہے۔

مسٹر چرچل نے کہا کہ اگرچہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی یقین نہیں کرتا لیکن اگر ہمارا یہ جزیرہ دشمن کے قبضہ میں آجا تو وہ لوگ بھوک سے مرجانے لگیں۔ ہماری سلطنت نئی نو آبادیات اور برطانی بیڑے کی مدد سے اس وقت تک لڑتی رہے گی جب تک کہ نئی اور طاقتور دنیا پرانی دنیا کو اس مصیبت سے نجات نہ دلائے۔

دو پارٹیاں

مہاتما گاندھی ہریجن سیوک میں لکھتے ہیں۔

خانگی اور پبلک طور پر مجھ سے اپیل کی جارہی ہے کہ

میں سب پارٹیوں کو ایک جگہ بلاؤں اور سب کے ساتھ ملکر ایک ہی باہمی سمجھوتہ کر لوں - اُن کا کہنا ہے کہ اسوقت ہم برطانیہ سے جو کچھ چاہتے ہیں وہ ہمیں ملجائیگا لیکن یہ حضرات ایک مرکزی نقطے کو بھول جاتے ہیں -
کانگریس جو ہندوستان کے تمام پر بولنے کا دعویٰ کرتی ہے اور آزادیٔ کامل کی طالب ہے، ان لوگوں کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتی جو ابھی آزادی نہیں چاہتے۔ اس کا ایسا کرنا اپنے نصب العین کے ساتھ غداری کرنا ہوگا - اسلئے جبتک سب کا ایک ہی مقصد نہ ہو اس وقت تک کوئی آل پارٹیز کانفرنس نہیں ہو سکتی
اگر حکومت برطانیہ سمجھتی کہ کوئی ایک جماعت آزادی لے لینے کی طاقت رکھتی ہے تو وہ اب تک سب کے سمجھوتے کا مطالبہ نہ کرتی - یہ مان لینا چاہئے کہ آج کانگریس میں وہ طاقت نہیں ہے اپنی موجودہ حالت تک وہ مخالفوں کا مقابلہ کر کے ہی پہنچی ہے۔ اگر وہ اپنے کو کمزور نہ بنائے گی اور کامل استقلال سے کام لے گی تو آزادی کرنیکے لئے وہ اپنے اندر کافی طاقت بڑھائے گی۔ یہ خیال ہمیں لوگوں کا پیدا کیا ہوا ہے کہ کوئی قدم اُٹھانے کے پہلے سب جماعتوں کے ساتھ کوئی اقرارنامہ کر لینا ضروری ہے -
اس ملک میں جمہوری طریقے سے منتخب صرف ایک ہی سیاسی نظام ہے - کانگریس دوسرے سب یا تو خود بن بیٹھے ہیں یا شخصیت سے زیادہ ان پر منتخب ہوئے ہیں۔ مسلم لیگ کا نظام ضرور ایسا ہے جو کانگریس کی طرح جمہوری طریقے سے منتخب ہے لیکن ظاہر ہے کہ وہ فرقہ وارانہ ہے اور ہندوستان کو ہندو مسلم دو حصوں میں تقسیم کر دینا چاہتا ہے میں نے ایک مسلم رہنما کی اپیل پڑھی جس میں کہا گیا ہے کہ حکومت برطانیہ کو مسلمانوں کے ساتھ سمجھوتہ کر لینا چاہئے اور انکی امداد پر بھروسہ کرنا چاہئے - یہ سوال حل کرنیکا، مگر ساتھ ہی حکومت برطانیہ کو قائم رکھنے کا بھی ایک طریقہ ہوگا - اس میں کیا شبہ ہے کہ ہندو مہاسبھا بھی ہندوؤں کے ساتھ جن میں ہندو ریاستیں بھی شامل ہوں گی، رعایتیں برتاؤ کی خواہش کرے گی - اسطرح اس مقصد کے لئے تو دو ہی پارٹیاں ہیں - ایک کانگریس اور اسکے اصولوں کے ماننے والوں کی اور دوسری ان سب پارٹیوں کی جو کانگریس کے ساتھ نہیں ہیں ان دونوں کے درمیان اتحاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے جب تک کہ ایک یا دوسرا اپنے



مہاتما گاندھی

مقصد کو چھوڑ نہ دے - یہ مان لینا چاہئے کہ دوسرے فریق بھی اپنے نصب العین کو اتنا ہی مانتے ہیں جتنا کانگریس اپنے نصب العین کو مانتی ہے اسلئے یہ جمود - رکاوٹ ہے - لیکن یہ لیڈر ہے متفقہ مطالبہ کو چھوڑ کر اور اس طرح سے سمجھوتے کی کوشش کانگریس کو ضرور کرنی چاہئے اور اس طرح کی کوشش کی بھی ہے یہ تبدیلیٔ خیال کا سلسلہ ہے - کانگریس کی اہنسا اُسے الگ کھڑی رہنے اور جیسا کہ مخالف کہتے ہیں اونچے گھوڑے پر چڑھنے سے منع کرتی ہے - اسکے برعکس کانگریس کو تو سب جماعتوں کی طرف اظہار محبت ہی کرنا ہے، اُنکے شکوک رفع کرنا ہے اور اپنی صداقت کا اُنھیں یقین دلانا ہے لیکن یہ وہ تبھی کر سکتی ہے جب وہ اپنے گھر کی صفائی کرے - اس میں وقت صرف ہوگا اور یہ وقت اُسے دینا چاہئے - یہ وقت کی بربادی نہیں ہوگی - لیکن کانگریس اگر اپنی اُمید اور اعتماد کو چھوڑ کر اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ایک متفقہ راضی نامے پر پہنچنے کیلئے اسے اپنی اصلی حالت کو چھوڑ دینا چاہئے تو اُس کی جو طاقت ہے وہ نذر ہو جائیگی - آج تو وہ ہندوستان کی اُمید و اعتماد کا خاص لنگر ... پناہ ہے - خواہ وہ اقلیت میں ہو یا اکثریت میں مگر وہ اپنی پناہ گاہ سے ہٹنے سے انکار کرتی ہے تو یہ اس کے لئے اچھا ہوگا -

---

ایک بیوہ کی دقتیں

گزشتہ کئی ماہ سے ہریجن سیوک میں لوگوں کے بھیجے ہوئے سوال اور مہاتما گاندھی کے ذریعے دیئے جانے والے ان سوالات کے جواب شائع ہوتے ہیں - یہاں ہم اُنہی سے ایک بیوہ کا سوال اور اس کا جواب نقل کرتے ہیں۔

سوال - میں ایک بنگالی برہمن بیوہ ہوں اپنے رنڈاپے کے دن سے - ان ۲۴ برسوں میں اپنے کھانے کے متعلق سخت قواعد کی پابندی کی عادی ہوں - اپنے کنبے کے اندر میری مجھ بیوہ کا علٰحدہ چولھا ہے اور علٰحدہ میرے برتن بھی ہیں - میں آپ کے عدم تشدد اور صداقت پر اعتماد رکھتی ہوں ۱۹۳۰ء سے میں عادتاً کھدر پہنتی ہوں اور باقاعدہ کتائی کرتی ہوں - ڈھاکہ کے ایک ہریجن گاؤں میں ہمارے مہیلا سماج نے ایک ہریجن اسکول کھول رکھا ہے - میں وہاں جاتی اور ہریجنوں میں شریک ہوتی ہوں - میں اپنی مسلمان بہنوں سے بھی کھلے طور پر ملتی جلتی ہوں جن کے لئے میرے دل میں نیک خواہشیں ہیں - لیکن میں ہریجنوں یا دوسری غیر برہمن ذاتوں کے ساتھ کھا پی نہیں سکتی -

کیا میری جیسی کٹر بیوائیں ستیہ گرہ کرنے والوں، عملی یا معاون میں نہیں بھرتی ہو سکتیں

جواب - کانگریس آئین کے لحاظ سے بھرتی ہونے کا تمہیں پورا اختیار ہے - تم اپنے اختیار پر عمل بھی کر سکتی ہو - لیکن جب تم نے مجھ سے پوچھا ہے تو میں تمہیں بھرتی ہونے کی رائے نہ دوں گا - میں جانتا ہوں کہ بنگالی بیوائیں کس سختی سے ان قواعد کی پابندی کرتی ہیں جو رسم و رواج نے اُن پر عائد کر دیئے ہیں - لیکن جن بیواؤں نے اپنے کو ملک کی خدمت کے لئے وقف کر دیا ہے اور وہ بھی عدم تشدد کے اصولوں کے مطابق اُنھیں کسی کے ساتھ کھانے پینے میں کوئی ہچک نہ ہونی چاہئے میں اس بات کو نہیں مانتا کہ لوگوں کے ساتھ کھانے پینے سے خواہ وہ کوئی ہو، روحانی ترقی میں

رکاوٹ ہوتی ہے۔ خاص چیز تو دلی خیالات ہیں۔ اگر کوئی بیوہ ہر ایک کام خدمت خلق کے خیال سے کرتی ہے تو اس کا فائدہ بھی ہوگا۔ کوئی بیوہ کھانے پینے اور دیگر قواعد پر بڑی سختی سے عمل کرتی ہے پھر بھی اس کا دل صاف نہیں ہے تو وہ سچی بیوہ نہیں ہے اسے تم بھی باتی ہو اور میں بھی جانتا ہوں کہ کسی سماجی کنٹرول کرنے کے لئے جو قاعدے ہوتے ہیں ان پر ظاہراطور پر عمل کر کے کتنے ہی پاکھنڈی اپنے کو چھپا لیتے ہیں۔ اس لئے میں تمہیں مشورہ دونگا کہ سب ذاتوں کے ساتھ کھانے پینے اور ایسی دیگر باتوں پر جو پابندیاں ہیں انھیں روحانی اور قومی ترقی میں رکاوٹ سمجھ کر ان کی پروا مت کرو ستیاگرہ جماعت میں میں خود اطمینان لوگوں کو نہیں بلکہ ان کو لینا پسند کروں گا جنھوں نے کہ اپنی عقل سے کام لیا ہے اور زندگی کا ایک ایسا راستہ چن لیا ہے جو ان کے دماغ اور دل دونوں کو مفید معلوم ہوتا ہے۔

ڈیڈ لیٹر آفس

اکثر لوگ خطوط پر صحیح یا صاف پتہ نہیں لکھتے۔ ایسے خطوط کو ان کے مستحقین کے پاس پہنچانے کیلئے محکمہ ڈاک کی طرف سے ایک دفتر قائم ہے جسے ڈیڈ لیٹر آفس کہتے ہیں۔ اس کے متعلق بھارت میں ایک دلچسپ نوٹ شائع ہوا ہے جس کا اقتباس درج ذیل ہے۔

ہندوستان کے ڈیڈ لیٹر آفسوں کے جادوگر اپنی تیز فہمی اور دور اندیشی سے ایسی گتھیوں کو سلجھاتے ہیں جو پیچیدہ عجیب اور اکثر نہایت مضحکہ خیز ہوتی ہیں۔

ڈاک کے ذریعے خط یا رسل وغیرہ بھیجنے میں لوگ کتنی لاپروائی سے کام لیتے ہیں یہ اسی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ پیچھے تین برسوں میں ہندوستان کے تمام ڈیڈ لیٹر آفسوں میں تقریباً ۰۰۰،۰۰۰،۰۰،۱ خط یا رسل وغیرہ پہنچے تھے ان کے اندر چیک، کرنسی نوٹ، ہنڈیاں ٹکٹ اور دوسری اشیا تھیں جنکی قیمت ۰۰۰،۰۰،۱۸ روپئے سے زیادہ تھی۔ لیکن ڈیڈ لیٹر آفسوں کے ملازم اپنے کام کو اس ہوشیاری سے کرتے ہیں کہ تقریباً ۸۰ فیصدی چیزیں پانے والے یا بھیجنے والے کو مل جاتی ہیں۔ صرف کلکتہ بمبئی اور مدراس کے ڈیڈ لیٹر آفس کے حلقوں ہی روزانہ ۱۰۰ سے زیادہ خطوط وغیرہ بغیر کوئی پتہ لکھے چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔

ہندوستان میں کل ۶ ڈیڈ لیٹر آفس ہیں یہ بمبئی، کلکتہ، مدراس، لکھنو اور لاہور میں ہیں۔ ان کے عملے میں ۲۰۰ سے زیادہ آدمی ہوتے ہیں جو ۳۱ زبانیں اور ۴۴ رسم الخط سے واقف ہوتے ہیں۔ غیر ملکی زبانوں کے لا پتہ خطوط پڑھنے کے لئے بمبئی اور کلکتے میں خاص انتظام کیا گیا ہے۔

جو خط بھی ڈیڈ لیٹر آفس میں پہنچتا ہے اس کی بڑی باریکی سے چھان بین ہوتی ہے ٹکٹ، مہر اور پتہ کا ہوشیاری سے امتحان لیا جاتا ہے۔ اگر خط کے اوپر پتہ نہیں ہوتا تو اندر کی عبارت کا ایک ایک لفظ پڑھا جاتا ہے دستخط عموماً صاف نہیں ہوتے۔ کبھی کبھی یہ پتہ لگانا ہی دشوار ہو جاتا ہے کہ خط بھیجنے والا مرد ہے یا عورت۔ جو خط پڑھے نہیں جاتے انھیں ٹھیک پتے پر پہنچنے میں خاص محنت کرنی پڑتی ہے۔

اکثر پورا پتہ نہ لکھنے سے بھی بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔ ایک بار ایک عورت نے اپنے شوہر کے نام نصیرآباد راجپوتانے میں رہتا تھا ایک خط لکھا تھا جس میں اپنے بیمار لڑکے کے علاج کے لئے شوہر سے ۵۰ روپئے منگائے تھے یہ عورت نصیرآباد کے آگے راجپوتانہ لکھنا بھول گئی تھی جس کی وجہ سے خط نصیرآباد راجپوتانہ نہ پہنچکر نصیرآباد خاندیش پہنچ گیا۔ اور وہاں دس روز تک ادھر ادھر مارا مارا پھرتا رہا۔ اور جب جب لوٹ کر نصیرآباد راجپوتانہ پہنچا اس وقت کافی دیر ہو چکی تھی اور لڑکا مرچکا تھا۔

لڑائی میں پیراشوٹ اور چھتریاں

ہوائی جہاز سے سپاہی زمین پر کیسے اترتے ہیں؟ اس سلسلے میں کماری پدما شالگرام ایم۔ اے کا ایک مضمون دیش دوت میں شائع ہوا ہے جس کا اقتباس ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

موجودہ یوروپین جنگ میں جرمنی کی طرف سے دشمن کی سرحد کے اندر پیراشوٹ کے ذریعے فوج اتارنے کا ایک نیا تجربہ کیا جارہا ہے۔





انیسویں صدی کا پیراشوٹ سے گر کر جان دینے والا رابرٹ کاکنگ

پیراشوٹوں کے ذریعے فوج اتارنے کا پہلا مظاہرہ ۱۹۳۶ء میں کیا گیا تھا روس نے پیراشوٹ کے ذریعہ اترنے والی فوج کا استعمال فن لینڈ کی جنگ میں کیا تھا لیکن اس کا زیادہ ذکر نہیں ہوا جرمنی نے اس کا زیادہ استعمال ناروے اور ڈنمارک میں کیا۔ ہالینڈ اور بلجیم کی لڑائی میں بھی ان کا استعمال کیا گیا۔ ہالینڈ میں تو جرمن سپاہی پیراشوٹوں کے ذریعے ڈچ لباس میں اترے تھے۔

ہوائی جہاز سے پیراشوٹ کے ذریعے

اترنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا سمجھا جاتا ہے۔ عام طور پر ہوائی جہازوں کے دروازے سے اترنا آسان نظر آتا ہے لیکن ایک ٹوٹے پھوٹے یا دشمن کے ذریعے تباہ شدہ ہوائی جہاز سے اترنا کھیل نہیں ہے۔

دوسری قسم کی پیراشوٹ پیٹھ پر بندھے ہوتے ہیں۔ ان کا استعمال ٹریننگ کے لئے کیا جاتا ہے نومشقوں کے لئے دوسری قسم کے ہوائی جہازوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اسکے چھاتی پر کا پیراشوٹ کہتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے اگر پیٹھ پر کا پیراشوٹ کام نہ دے تو حفاظت کے لئے چھاتی پر کا پیراشوٹ تو رہے گا لیکن ایسا موقع نہیں آتا۔ کرسی بن جانے والے پیراشوٹ کے ساتھ بم، معائنہ کرنے والوں اور بندوق چلانے والوں کے لئے گود میں رکھے رہنے والے پیراشوٹ ایجاد ہونے ہیں اس کی رانوں سے لٹکتا رہتا ہے۔

اُسے بہت کم بار معلوم ہوتا ہے کام دیکھنے والوں کے لئے تو یہ اور بھی آرام دہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اسکے اوپر کاغذ رکھکر خاص خاص باتیں لکھ سکتا ہے۔

جیسا کہ ہم اوپر عرض کر آئے ہیں پیراشوٹ سے اترنا آسان کام نہیں ہے پیراشوٹ پہنکر ہوائی جہاز سے اترنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ یہ مشکل کچھ حد تک دور ہی نہیں کیجا سکتی۔ کئی قسم کے ہوائی جہازوں سے پیراشوٹ پہنکر صحیح سلامت اترنا تو قسمت والوں ہی کا کام ہوتا ہے جہاز لانے والے یا بم گرانے والے اکثر اترنے کے لئے پرانے طریقوں ہی کو کام میں لاتے ہیں وہ جہاز کے باہر اوپر پہنچ جاتے ہیں اور وہاں سے ہوا کے ذریعہ اڑکر جہاز کے آخری سرے تک لائے جاتے ہیں۔ لیکن اس حالت میں اگر جہاز سیدھا اڑتا رہا تو اس بات کا خطرہ ہوگا کہ پیراشوٹ کو جہاز کی دم نوک لگ جائیگی۔ اسکا سبب یہ ہے کہ انسان کا جسم جب چار سو میل کی رفتار سے اڑنے والے جہاز پر دھکے گا تو اسے چوٹ لگنے کا امکان ہوگا اگرچہ اس طرح اترنے والوں کے مرنے کی مثالیں ایک حاجی سے طبق ہیں نہیں تاہم پیراشوٹوں کو کافی چوٹ عموماً لگ جاتی ہے۔

یہ طریقہ اکثر ٹوٹے ہوئے جہازوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن مان لیجئے کہ جہاز کو اتنی چوٹ نہیں پہنچی کہ دروازے سے اترنا ناممکنا ہوگیا ہو تو ہر دروازے اور کھڑکیوں سے لوگ اترتے ہیں۔ وہ پیراشوٹ کے چھلے کو مضبوطی سے پکڑکر اترتے ہیں اور ایک دو تین گنتے ہی چھلے کو کھینچ لیتے ہیں۔

اس کے بعد تین چار سکینڈ کے اندر ہی پیراشوٹ کھولنا چاہئے۔ جیسے ہی پیراشوٹ جہاز سے الگ ہوتا ہے ویسے ہی اس کے گرنے کی رفتار چھلے کو کھینچتے ہی کم ہونے لگتی ہے۔

آسمان سے اترتے ہوئے پیراشوٹ کی رفتار بہت تیز نہیں ہوتی۔ پرانا سائنٹفک اصول تھا کہ اگر کوئی شخص بہت بلندی سے گرے تو وہ زمین پر پہنچنے کے پہلے ہی مر جائیگا کیونکہ ہوا کا دباؤ اتنا زیادہ ہوگا کہ انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ پیراشوٹ کی عام رفتار ۱۸۰ میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔ اگر پیراشوٹ یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے مقررہ حلقے سے باہر جا رہا ہے تو وہ اپنی اترنے کی رفتار کم کر سکتا ہے اور پیراشوٹ کو دائیں بائیں طرف بھی کر سکتا ہے۔

سائنسدانوں کے خیال کے مطابق پیراشوٹ کے ذریعے زمین پر اترنا بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ ۱۰ فیٹ کی بلندی پر سے کودنا۔ اگر پیراشوٹ سیدھا اترے تو اس کے لئے یہ ایک مشکل کام ہوگا لیکن چونکہ وہ اسی رفتار سے اترتا ہے جو زمین پر چلنے والی ہوا کی رفتار ہوتی ہے۔ اس لئے اُسے براہ راست چوٹ نہیں لگتی۔

پیراشوٹ کا کھولنا

اس طرح ہم یہ بخوبی سمجھ گئے کہ پیراشوٹ کو بخوبی کھول لینا ہی خاص کام ہے ریشمی چھاتا بڑی ہی ہوشیاری سے تہ کرکے رکھا جاتا ہے تاکہ اس کی رسیاں ایک دوسرے سے الجھ نہ جائیں ریشمی چھاتے کے اوپر ایک اور چھوٹا پیراشوٹ ہوتا ہے جسے پائیلیٹ پیراشوٹ کہتے ہیں اسکا چھیلا کھینچا جاتا ہے ویسے ہی پائیلیٹ پیراشوٹ کھل پڑتا ہے اور اس کے بعد بڑا پیراشوٹ کھولا جاتا ہے۔ پیراشوٹ کی تیاری میں بہت خرچ ہوتا اس کا ایک ایک سوت بڑی ہوشیاری سے تیار کیا جاتا ہے تھوڑی تھوڑی دور پر ریشم کا امتحان لیا جاتا ہے پیراشوٹ خواہ کام میں لائے گئے ہوں یا نہ لائے گئے ہوں لیکن مہینے میں انھیں ایک بار ضرور کھولکر پھر سے تہ کر لیا جاتا ہے۔

موجودہ جنگ میں جرمنی پیراشوٹ بہت استعمال کر رہا ہے اگرچہ ناروے وغیرہ میں اسے ان کے استعمال میں کافی کامیابی حاصل ہوئی ہے لیکن فرانس اور انگلینڈ میں اسے پیراشوٹوں کے ذریعے آدمی اتارنے میں کامیابی نہ ہوگی۔ کیونکہ جس ملک کو ہوائی حملے کا خطرہ ہوگا اس کے ہوائی جہاز شکن توپوں سے بچکر نکلنا ناممکن ہے یہی وجہ ہے کہ پیراشوٹ رات کی تاریکی میں اترنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔



سب سے پہلا پیراشوٹ استعمال کرنے والا
اینڈرسن میکس گرفیس

ں سے اسے چھاتی یا پیٹھ پر پیراشوٹ کی بہ نسبت

اپنے خیالات

فرانس کی شکست

ہالینڈ اور بلجیم کے بعد بالآخر فرانس بھی ہار گیا۔ ایک ماہ پہلے فرانس کی اس شکست کا کوئی خیال بھی نہیں کرسکتا تھا فرینچ قوم بہت بہادر قوم ہے اور حب الوطنی میں بھی اپنی مثال نہیں رکھتی جس بہادری کے ساتھ فرانسیسیوں نے اس لڑائی میں دشمنوں کا مقابلہ کیا اور قربانی کی ہے جو تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ لیکن فرانس کی اس شکست سے اس کی کوئی توہین نہیں ہوئی۔ نہ یہ اُس کے لئے کوئی شرم کی بات ہے۔ دراصل یہ انسان اور مشین کا مقابلہ تھا اور مشین کے مقابلے میں انسان کا تھک جانا قدرتی امر تھا۔

جس بیرحمی کے ساتھ جرمنی نے اپنے ہمسایہ ملکوں پر حملہ کیا ہے اور وہاں کے امن پسند باشندوں عورتوں بچوں، بوڑھوں اور بیماروں کا شکار کھیلا ہے وہ دُنیا کی تاریخ میں بالکل نئی بات ہے۔ لیکن ان ممالک نے جس استقلال سے جرمنی کے اس وحشیانہ حملے کا سامنا کیا ہے وہ بھی تاریخ میں ایک نئی بات ہے۔ ضبط وصبر میں فرانس کے باشندوں نے حیرت انگیز قوت برداشت کا ثبوت دیا۔ ایک امریکن نامہ نگار نے میدان جنگ سے بھاگتے ہوئے فرینچ باشندوں کا ذکر اس طرح کیا ہے:۔

"چھ میل تک مجھے فرانس کے باشندے بھاگتے ہوئے نظر آئے۔ اُن کے چہروں پر فکر اور مایوسی چھائی ہوئی تھی اور جسم بھی تھکا ہوا نظر آتا تھا۔ پھر بھی اُن میں ایک قسم کا استقلال تھا۔ اور گھبراہٹ کا تو نام ونشان بھی نہ تھا۔ راستے میں جہاں بھی چھوٹے چھوٹے ہوٹل وغیرہ ملتے تھے وہاں پہلے ہی سے سائن بورڈ لگے ہوئے تھے کہ جگہ اور کھانا نہیں ہے۔ بھوکے اور تھکے ہوئے لوگ اُن ہوٹلوں کی طرف دیکھتے اور بغیر کسی شکایت کے آگے بڑھ جاتے ہیں"

آج جبکہ ہم یہ سطور لکھ رہے ہیں پیرس پر جرمنوں کا قبضہ ہوگیا ہے۔ نپولین کی قبر اور پیرس کی خاص خاص عمارتوں پر جرمنی کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ فرانس کے سابق وزیروں نے استعفیٰ دیدیا ہے۔ اور مارشل پیٹن کی صدارت میں فرانس کی نئی وزارت قائم ہوئی ہے۔ مارشل پیٹن لڑائی ختم کرکے جرمنی سے صلح کرنے جارہے ہیں۔ جو کام وہ کرنے جارہے ہیں وہ کوئی قابل تعریف نہیں ہے۔ فرانس کی پبلک اُنھیں بُرابھلا بھی کہہ رہی ہے۔ برطانیہ فرانس کو اپنا ایک حصہ بناکر باقی لڑائی لڑنے کو تیار ہے لیکن فرانس میں اب مستقل مزاجی نہیں رہی۔ یہ فرانس کی شکست نہیں ہے بلکہ ساری دنیا کی ہار ہے اور یہ واقعہ "جس کی لاٹھی اسکی بھینس" والی کہاوت کو ایک بار پھر صادق کرتی ہے۔

تواریخ اور مذہبی کتابوں میں بھی ہم نے انسانی قتل وخونریزی کی داستانیں پڑھی ہیں۔ لیکن ہٹلر کے مظالم کے آگے وہ سب کہانیاں پھیکی پڑجاتی ہیں۔ ہمیں تعجب صرف اس بات کا ہے کہ یورپ کے بڑے بڑے ہوشیار ممالک جان بھی نہ پائے اور ہر ہٹلر نے چپکے چپکے یورپ کی بربادی کی اتنی تیاری کرلی۔

جس وقت جرمنی نے پولینڈ پر حملہ کیا تھا اس وقت شہنشاہیت کے دشمن روس نے پولینڈ کو کمزور پاکر اُس پر حملہ کردیا تھا اور اب جب جرمنی نے فرانس کو کافی زخمی کردیا تو اٹلی نے جس کو کہ فرانس نے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا اس کی پشت میں چُھرا گھونپ دیا۔ یہ دونوں ملک اپنے گناہوں کا کھُلا لئے کب تک چل سکتے ہیں یہ مستقبل ہی بتائیگا۔ اس طرح فرانس آج شکست کے تاریک غار میں چلا گیا۔ انگلستان کے بعد اس کو مدد کی سب سے زیادہ توقع امریکہ سے تھی لیکن جب امریکہ نے کانی جواب دیدیا تو فرانس کو شکست کا اظہار کرنا پڑا۔ آج دُنیا فرانس کی شکست سے دنگ ہے اس بُرے وقت میں ہماری اُس کے ساتھ پوری ہمدردی ہے۔ اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ ایک نہ ایک روز وہ پھر اپنے پیروں پر کھڑا ہوگا۔

لوگ پوچھتے ہیں کہ اب کیا ہوگا؟ کیا جرمنی انگلینڈ پر حملہ کرے گا؟ جرمنی کے لئے انگلینڈ پر حملہ کرنا کوئی تعجب انگیز بات نہیں ہے۔ لیکن انگلستان کے پاس ذرائع کی کمی نہیں ہے اور اس کی قوت بھی لامحدود ہے۔ اب تک ہمارے سامنے جو خبریں ہیں اُن سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ انگلینڈ اس وقت تک دم نہ لے گا جب تک اُس کو جنگ میں کامیابی نہ ہوگی وہ اپنی نوآبادیات اور سامراج سے برابر لڑائی جاری رکھے گا۔ انگلینڈ اور اس کی نوآبادیوں میں لڑائی کی تیاری بھی بڑی تیزی سے ہورہی ہے۔ اب ہٹلر کو فرانس سے بھی زبردست اور طاقتور ملک کا مقابلہ کرنا پڑیگا۔ اگلے مہینوں میں یہ واضح ہوجائیگا کہ اس کی طاقت کتنی زبردست ہے۔

جنگ اور ہندوستان

اِدھر یورپ میں ایک کے بعد دوسرے ملک جرمنی کے شکار ہوتے جارہے ہیں اور اُدھر ہندوستان میں یہی سوال حل نہیں ہوسکا کہ ہندوستان اپنے پورے جوش وخروش کے ساتھ میدان میں کودے۔ ایک ایسے وقت میں جب کہ بہت تیزی سے واقعات پیش آرہے ہیں ہندوستان اور برطانیہ عظمیٰ کے لوگ یہی نہیں طے کر پاتے کہ دونوں کا باہمی تعاون کس طرح ممکن ہوسکتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اُن میں باہمی اعتماد کی کمی ہے اگر دونوں ایک دوسرے پر اعتماد کرتے اور نیت ٹھیک ہوتی تو یہ سوال کب کا حل ہوگیا ہوتا۔

جنگ میں جرمنی سے لڑے جانے کے لئے ہی نہیں، ہندوستان پر حملہ ہونے کی حالت میں بھی مدافعت کے لئے لڑنے کا سوال ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ سارا ہندوستان

متفق ہوکر ان مسائل پر غور کرے۔ جو ملک اپنی حفاظت کے لئے پچھلے دنوں اپنی آزادی کے لئے جرمنی سے لڑے اُن کے ایثار و قربانی اور ان کی باہمی تنظیم سے سبق لے۔ یہ زمانہ اپس کی تو تو میں میں کا نہیں ہے۔ ایک ایک منٹ قیمتی ہے۔ اس لئے آج ملک کے سامنے جو پہلا کام ہے۔ وہ یہ ہے کہ سارا ملک متفقہ طور پر کوئی مضبوط فیصلہ کرے۔ جب ہم یہ سطور سپردِ قلم کر رہے ہیں واردھا میں کانگریس ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ ہو رہی ہے۔ اُس میں وزیرِ ہند مسٹر ایمری کے حال ہی کے بیان پر غور ہوگا۔

وزیرِ ہند کا اعلان ہندوستان کے مطالبہ کے مطابق نہیں ہے۔ اُنھوں نے دیگر الفاظ میں وہی بات کہی ہے جو برطانیہ کی طرف سے بارہا کہی گئی ہے۔ اُن کے اعلان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ہندوستان میں بہت سی جماعتیں ہیں اور ہندوستانیوں کے لئے کوئی آئین اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب یہ سب جماعتیں آپس میں متحد نہ ہو جائیں۔ ادھر کانگریس کا یہ مطالبہ ہے کہ ہندوستان میں بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں ہو سکتی ہیں لیکن برطانیہ کو اسی جماعت سے سمجھوتہ کرنا چاہئے جو ہندوستانیوں کی سب سے زیادہ نمائندگی کرتی ہو۔ اس لحاظ سے کانگریس ہی پبلک کی واحد نمائندہ ہے۔ اس طرح ہندوستان کی سیاست میں یہ دونوں نظریے سامنے آتے ہیں۔ دونوں اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہو سکتے ہیں لیکن سمجھداری کا تقاضہ ہے کہ کانگریس اور برطانیہ میں جلد ہی کوئی نہ کوئی سمجھوتہ ہو جائے۔ اس موقع پر ہم مسٹر آرتھر مور اڈیٹر اسٹیٹسمین کی دوراندیشی کی تعریف کرینگے۔ موصوف نے کلکتہ کے روٹری کلب میں تقریر فرماتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت برطانیہ جلد از جلد ہندوستان کی نوآبادیاتی آزادی کا اعلان کر دے۔ حکومت کا اس اعلان ایک ایک منٹ کی تاخیر لڑائی کے کار میں رکاوٹ پیدا کر رہی ہے۔ 'اسٹیٹسمین' اینگلو انڈین اخبار ہے۔ اس کی آواز عموماً حکومت ہند کی آواز ثابت ہوئی ہے۔

اخباروں میں ہم پڑھ رہے ہیں کہ حضور وائسرائے اور مہاتما گاندھی دونوں ہی ایک باعزت سمجھوتے کے لئے کوشاں ہیں۔ لیکن اس سمجھوتے کی کوئی قدر و قیمت اُسی وقت ہو سکتی ہے جب یہ سمجھوتہ وقت سے پہلے ہو جائے۔ وقت گذر نے پر تو پچھتانا ہی ہاتھ لگے گا۔

افواہوں سے بچئے

یورپ میں لڑائی جیسے جیسے بڑھتی جا رہی ہے ویسے ویسے ہندوستان میں افواہیں بھی پھیلتی ہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ۔ ان افواہوں پر یقین کرنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ ہندوستان میں حکومت برطانیہ اتنی مضبوط ہے کہ وہ پوری مستعدی سے حالات کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ لڑائی کے زمانے میں عوام کی جان کو بھی خطرہ رہتا ہے۔ لیکن کیا پلیگ، انفلوئنزا وغیرہ وباؤں سے عوام کو واسطہ نہیں پڑتا۔ لڑائی بھی ایک وبا ہی ہے جب یہ وبائیں آتی ہیں تو لوگ ان سے ڈر کر بھاگتے نہیں بلکہ ان سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جنگ کی حالت میں بھی گھبراہٹ کے مقابلہ میں ضبط و استقلال اور باہمی تنظیم سے زیادہ مدد ملتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اوپر، اپنے پڑوسیوں پر، اپنے لیڈروں پر اور حکومت پر بھروسہ رکھیں اور جب ہمیں جیسا حکم ملے تو ہم ویسا ہی کام کریں۔ بہت سے لوگ اتنے خوفزدہ ہو گئے ہیں کہ بینکوں سے اپنا روپیہ نکال نکال کر اپنے گھروں میں رکھ رہے ہیں۔ جن کے پاس دس یا پانچ روپئے کے بھی نوٹ ہیں وہ اُنھیں بھنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور انھیں اپنے گھروں میں رکھ رہے ہیں۔ اگرچہ بینکوں کی طرف سے یا حکومت کی طرف سے کبھی بھی اس قسم کی اطلاع نہیں ملی کہ لوگوں کو نوٹ کے روپئے ملنے میں دقت ہوگی یا ہو سکتی ہے پھر بھی لوگ روپیہ جمع کرنے لگے ہیں۔ وہ لوگ یہ نہیں سوچتے کہ جب روپیہ بینکوں میں حفاظت سے نہیں رہ سکتا تو گھر میں اس کی حفاظت کیونکر ممکن ہے۔ مہاتما گاندھی نے ہریجن میں ایک مضمون لکھا ہے اس کا یہ حصہ قابل غور ہے۔

"جو لوگ میری بات پر کان دیتے ہیں میں اُن سے کہوں گا کہ ہمیشہ کی طرح اپنا روزگار یا کام کرتے جاؤ۔ جمع کئے ہوئے روپیوں کو نکالو۔ نہ نوٹوں کو نقدی میں بدلنے کی کوشش کرو۔ اگر تم ہوشیار ہو تو تمھیں کوئی نیا خطرہ نہ اٹھانا پڑیگا۔ اگر ہم میں بلوہ ہو جائے تو زمین میں گڑے ہوئے یا گھروں میں رکھے ہوئے روپیوں کو بینک یا کاغذ کی بہ نسبت زیادہ محفوظ نہ سمجھنا چاہئے۔ یوں تو اس وقت ہر چیز خطرے میں ہے۔ ایسی حالت میں جیسے رہو ویسے ہی بنے رہنا ہی سب سے اچھا ہے۔ ہمارا استقلال اگر زیادہ لوگ اس کی تقلید کریں، بازار میں اطمینان و استقلال پیدا کریگا۔ لاقانونی کے خلاف وہ سب سے بڑی پابندی ہوگی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایسے وقت میں غنڈہ شاہی کا خوف رہتا ہے۔ لیکن اُس کا مقابلہ کرنے کے لئے تمھیں خود تیار رہنا چاہئے۔ غنڈے صرف بزدلوں کے درمیان پنپ سکتے ہیں۔"

ہمیں اُمید ہے کہ 'ہل' کے قارئین مہاتما گاندھی کی ان ہدایتوں پر عمل کریں گے۔ اور افواہوں پر یقین نہ کریں گے۔

برطانیہ عظمیٰ میں ترقی زراعت

جب سے لڑائی شروع ہوئی ہے برطانیہ عظمیٰ میں زراعت کی ترقی کا کام بھی شروع ہو گیا ہے بہت سی ایسی زمینیں جوتی گئی ہیں جہاں صدیوں سے ہل نہیں گیا تھا۔ شہروں میں دیہاتوں میں راستوں کے کنارے کوئی بھی ایسی جگہ باقی نہیں بچی ہے جہاں انگلینڈ کے باشندوں نے کچھ نہ کچھ بونے کی کوشش نہ کی ہو۔ کھیتی کے کام کو بھی اُتنی ہی اہمیت دیگئی ہے جتنی جنگ کو جو لوگ کھیتی کی طرف رجوع ہوئے ہیں اُن کا درجہ بھی اُتنا ہی سمجھا گیا ہے جو لڑنے کے لئے مورچہ پر گئے ہیں۔ کوشش یہ ہو رہی ہے کہ اس زرعی تحریک کے ذریعے برطانیہ عظمیٰ اپنی ضرورت کے لئے غلہ اور ترکاریاں وغیرہ پیدا کرے۔ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی اس کام میں بہت حصہ لے رہی ہیں۔

برطانیہ نے اپنے ملک میں مجبور ہو کر یہ تحریک شروع کی ہے۔ اگرچہ ہمارے ملک میں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے تاہم ہمارا ملک زراعت پیشہ ملک ہے اور زراعت ہی ہمارے ہموطنوں کا ذریعہ معاش ہے اسلئے اگر ہم انگلینڈ کی اس زراعتی تحریک سے سبق لیں تو اپنے ملک میں بھی کھیتی کی کافی ترقی کر سکتے ہیں اور اپنے پاس پڑوس کو بہت خوبصورت بنا سکتے ہیں۔

ہندوستان کے کسی بھی گاؤں میں یا شہر میں آپ چلے جایئے، بہت سی زمین آپ کو ایسی ملے گی جو بیکار ہے اگر ایسی زمینوں میں انسان کا ہاتھ لگ جائے تو وہ خوبصورت بن سکتی ہے وہ اس میں کچھ بونے کی کوشش کرے تو پاس پڑوس کی نحوست تو دور ہو ہی جائے گی ساتھ ہی ساتھ بونے والے کو کچھ فائدہ بھی ہوگا۔ اس بات پر گاؤں میں خاص طور سے توجہ دینے کی ضرورت ہے برسات آگئی ہے۔ ہر گاؤں میں ایسی بیکار زمین ڈھونڈنی پڑے گی۔ کیا اچھا ہو کہ ایسے مقامات جنکے قبضے میں ہوں وہ ان میں کچھ بونے کی کوشش کریں اس سے ان کی آمدنی بھی بڑھیگی اور انھیں کچھ مالی فائدہ بھی ہوگا۔

خاکسار کیا بلا ہے؟

ادھر کچھ ماہ سے ہم خاکساروں کے متعلق برابر پڑھ رہے ہیں پچھلے دنوں جب اس صوبے میں کانگریسی حکومت تھی لکھنؤ میں خاکساروں نے اسکے خلاف خوب مظاہرہ کیا تھا۔ یہاں تک کہ شہر لکھنؤ کے باشندوں کی زندگی خطرے میں پڑ گئی تھی۔ اس وقت مسلم لیگ کی طرف سے یہ کہا جاتا تھا کہ خاکسار مسلمانوں کی ایک سوشل جماعت ہے اور انکا نصب العین محض خدمت خلق ہے۔ اب خاکساروں نے لاہور میں کافی اودھم مچا رکھا ہے اور سر سکندر حیات خاں کی حکومت کو بھی کافی پریشانی اٹھانی پڑی ہے۔ شہر لاہور میں کتنی ہی بار خاکساروں اور پولیس سے مڈبھیڑ ہو چکی ہے اور یہ جھگڑا ابھی تک جاری ہے۔

خاکسار فوجی لباس میں رہتے ہیں۔ کندھوں پر بیلچے لیکر چلتے ہیں۔ فوجی طریقوں پر شہر دلہیا مارچ کرتے ہوئے چلتے ہیں اور موقعہ بے موقعہ جھگڑا کرنے پر بھی آمادہ ہو جاتے ہیں۔ خدمت خلق کرنے



برف پگھل جانے پر انگلینڈ کے کھیتوں میں ہل چل رہے ہیں حکومت نے انگلینڈ کے ہر کسان کو گھاس والی زمین جوتنے کے لئے فی ایکڑ دو پونڈ کے حساب سے انعام دینے کا وعدہ کیا ہے تصویر میں کینٹ کے کچھ کھیت دکھلائے گئے ہیں پچھلے سال یہ کھیت پرتی تھے۔ لیکن اس سال ان میں آلو کی فصل بوئی جائیگی۔



برطانوی کسانوں کے پاس اس قسم کے ۵۰ ہزار ٹریکٹر ہیں۔ جتنے وہ لڑائی کے زمانے میں برطانیہ کے لئے خوردنی اشیاء پیدا کرینگے تصویر میں ایک عورت ٹریکٹر چلا رہی ہے۔ ایسی کتنی ہی عورتیں مردوں کے فوج میں بھرتی ہو جانے پر ان کی جگہ پر کام کر رہی ہیں۔

والوں کے لئے اس قسم کے قومی مظاہروں کی ضرورت نہیں ہے کہ عوام خوفزدہ ہو جائیں۔ شروع میں لوگوں کا خیال تھا کہ خاکسار ایک پراسرار جماعت ہے۔ اب یہ پتہ چلا ہے کہ خاکساروں کا تعلق جرمنی کے محکمہ سراغرسانی سے ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ہر چھوٹے بڑے خاکسار اس بات کو نہ جانتے ہوں لیکن خاکساروں کے لیڈر اس بات سے واقف ہیں اور اسی مقصد سے خاکساروں کو منظم کرتے ہیں کہا جاتا ہے کہ ان کو باہر سے اس تنظیم کے لئے کافی مدد ملتی ہے۔ خاکسار لیڈر علامہ مشرقی جرمنی ہو آئے ہیں اور جب آپ برلن میں تھے اس وقت آپ کی بڑی خاطر مدارات ہوئی تھی۔ جو وردی خاکساروں کی ہے وہی جرمن نازیوں کی ہے۔ خاکساروں کے خاص اخبار اصلاح میں جرمن سپاہیوں اور خاکساروں کی تصویریں عموما شائع ہوا کرتی ہیں ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خاکساروں کا تعلق نازیوں سے ضرور ہے خود وزیر اعظم پنجاب جو کسی وقت خاکساروں کے حامی تھے اپنے ۱۲ جون کے اعلان میں کہتے ہیں۔

حکومت کو یقین ہو گیا ہے کہ خاکساروں اور اس ملک کے دشمنوں کے درمیان تعلق ہونے کے ثبوت موجود ہیں ممکن ہے کہ عام خاکسار اس بات کو نہ جانتا ہو لیکن پھر بھی انھیں اپنے لئے کا پھل ملے ہی گا۔

خدمت خلق کا ہر ایک کو آزادی ہے لیکن فوجی طریقے پر تنظیم کرنا اور قوت کا مظاہرہ کرنا عوام کی خدمت نہیں ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اس قسم کے عوام کے خادموں سے ہوشیار رہیں اور ان کے ساتھ کسی قسم کی کوئی ہمدردی نہ رکھیں

گڑ سدھار اسکیم

گڑ سدھار اسکیم اس صوبے کے دیہاتوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ یہ اسکیم ۱۹۳۶ء سے اس صوبے میں جاری ہے اس سال آزمائش کے طور پر صرف ۲۰۰۰ گاؤں میں جاری کی گئی تھی اس کے بعد اس سے ہونے والے فائدوں کو دیکھ کر یہ دوسرے سال ۴۵۰۰ دیہاتوں میں جاری کر دی گئی اور اس سال یہ اس صوبے کے ۲۷ اضلاع یعنی ۶۲۴۴ گاؤں میں جاری ہے۔ اس بات کی توقع کی جاتی ہے کہ ہر سال اس اسکیم سے ایکھ بونے والوں کو تقریباً ۲ کروڑ روپئے کی آمدنی ہوگی۔ اصلاح شدہ طریقے جاری کرنا فروخت کرنا آزمائش و تحقیق اشاعت و تبلیغ ان کا کام اس اسکیم میں رکھا گیا ہے۔ ایکھ کے اصلاح شدہ کولھو جاری کرنے کا کام اس صوبے کے محکمہ امداد باہمی زراعت اور گاؤں سدھار نے باہم تعاون سے کیا گیا اصلاح شدہ اوزار خریدنے کے لئے ایکھ بونے والوں کو خاص مالی سہولتیں دی گئی ہیں۔ کچھ سمجھ دار ایکھ بونے والوں کو اصلاح شدہ قسم کے کھیتی کرنے اور گڑ بنانے کی تعلیم دی گئی۔ ایسے لوگوں نے بلا کسی معاوضہ لئے اپنے اور اپنے پڑوس کے دیہاتوں میں کام کیا۔ ایسے لوگوں میں کافی جوش تھا پچھلے سال ایسے آنریری کارکنوں کی تعداد ۵۵۰ تھی اس سال ۸۵۰ دیہاتیوں کو گڑ سدھار کی تعلیم دی گئی ہے ان کارکنوں نے دیہاتوں میں اصلاح شدہ بھٹیاں جاری کرنے رس صاف کرنے اور عمدہ قسم کا گڑ صاف کرنے میں بہت مدد دی۔ انکی امداد کا یہ نتیجہ تھا کہ پچھلے سال ۹۰۰۰ بھٹیوں کے معیار اور عمدہ قسم کا تقریباً ۱۵ لاکھ من گڑ بنوانے میں کامیابی حاصل کی۔ ایسے علاقوں میں رس صاف کرنے والے ایجنٹوں کا انتظام کیا گیا جہاں پہلے وہ نہیں پائے جاتے تھے

گڑ سدھار اسکیم کے مطابق گڑ کی فروخت کا بھی انتظام کیا گیا۔ اس سے ایکھ بونے والوں کو کافی فائدہ ہوا غازی پور، بلیا، کانپور اور بجنور میں گڑ کی فروخت کے لئے کوآپریٹو ایجنسیاں قائم کی گئیں۔

اضلاع بجنور فیض آباد، بنارس اور مرزاپور کی کوآپریٹو سوسائٹیوں نے ایکھ بونے والوں کو کافی مالی امداد دی ضلع بلیا اور غازی پور میں کالے رنگ کا گڑ تیار ہوتا تھا اس قسم کا گڑ کھانے کے لئے نہیں بلکہ چینی تیار کرنے کے لئے بنایا جاتا تھا گڑ سدھار اسکیم کے مطابق ان ضلعوں میں کھانے کا اچھا گڑ تیار کیا جانے لگا۔ لیکن وہاں ایسے گڑ کی کھپت نہ ہونے سے وہ منافع پر نہیں فروخت ہو سکتا تھا۔ اس لئے ایسا گڑ مزید کرمت ان بازاروں میں فروخت کرنے کا انتظام کیا گیا جہاں اسکی کھپت تھی اب اس بات کی کوشش ہو رہی ہے کہ مذکورہ اضلاع ہی میں کھانے والے گڑ کی کافی کھپت ہونے لگے۔

گڑ سدھار اسکیم کے مطابق گاؤں والوں کو ایسے آسان طریقے بتائے جاتے ہیں جو بہت آسان ہیں اور جن کے عمل میں لانے میں بہت کم خرچ ہوتا ہے اس سلسلے کے کئی لاکھ اشتہار دیہاتوں میں تقسیم کئے گئے۔ گاؤں والوں کا فرض ہے کہ وہ اس اسکیم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں

ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے چیرمین

ہل کی گذشتہ اشاعت میں ہم حکومت یو۔ پی کے ذریعے نامزد کئے ہوئے اس صوبے کے گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کے ۳۵ چیرمینوں کے نام شائع کر چکے ہیں۔ بقیہ ۱۲ چیرمینوں کے نام ذیل میں شائع کئے جا رہے ہیں۔ یہ چیرمین اور ان کی کمیٹیاں ۲۸ مئی ۱۹۴۰ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۴۱ء تک کام کریں گی۔

ضلع اور چیرمینوں کے نام

(۱) باندہ کنور ہر پرشاد سنگھ ایم۔ایل۔اے
(۲) آگرہ رائے صاحب پنڈت لالتا پرشاد
(۳) اٹاوہ۔ رائے صاحب۔ بابو سورج پرشاد اگروال۔
(۴) بجنور۔ رانی پھول کماری صاحبہ ایم۔ایل سی۔ شیر کوٹ
(۵) گونڈہ۔ پنڈت کملا پرشاد شکل
(۶) بہرائچ سردار جوگیندر سنگھ۔ ایم۔ایل اے۔ ریرکوی
(۷) متھرا۔ بابو رام ناتھ صاحب مختار۔
(۸) بارہ بنکی۔ راجہ پرتاب بہادر سنگھ ہرہا
(۹) گورکھپور۔ ڈاکٹر کے۔ این۔ اری
(۱۰) سہارنپور۔ شری بیلا رام بیرسٹر
(۱۱) حمیرپور۔ پنڈت لکھمی چند پالیوال۔
(۱۲) بلندشہر۔ راؤ بہادر ٹھاکر حکم سنگھ۔

اُردو مطبوعات انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

روری ہدایات

(۱) صاحب فرمائش کو اپنا اور پتہ خوش خط اور مفصل لکھنا چاہیئے۔

(۲) جو کتابیں کسی فرمائش کی بنا پر روانہ ہوں گی سی صورت میں واپس نہ ہو سکیں گی۔

(۳) بعض کتابیں بہت کم تعداد میں باقی رہ گئی اس لئے اگر فرمائش میں دیر کی گئی اور وہ کتابیں ہو گئیں تو ان کا مہیا کرنا مشکل ہوگا۔

(۴) کتابیں منگا کر ان کو بہ مدانکاری واپس کر دینا قسم کا دھوکا دہی کا جرم ہے۔ اگر کسی وجہ سے ر ایسا کرنا پڑے تو صرفہ روانگی بھیج دینا چاہیئے۔

(۵) چھوٹی قیمت کی فرمائشوں کی تعمیل کرنے میں ں کچھ عذر نہیں مگر مناسب یہ ہے کہ اگر فرمائش ۔ رو پیہ سے کم کی ہے تو قیمت نقد بھیجدی جانے

(۶) اگر آٹھ روز تک آپ کی فرمائش کا جواب ئے تو خیال کر لینا چاہیے کہ ہمیں آپ کا آرڈر نہیں ملا۔

(۷) صرفہ روانگی (پیکنگ و محصول ڈاک وغیرہ) ۔خریداران ہوگا۔

(۸) جملہ فرمائشات پتہ ذیل پر روانہ کیجائیں:—
منیجر صاحب بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

رُوحِ انیس مرحوم

فردوسی ہند میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے بہترین ثیوں، سلاموں اور رباعیوں کا مجموعہ۔ ملک کو سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم۔ اے (صدر عبہ فارسی و اُردو لکھنؤ یونیورسٹی) کا شکر گذار ہونا ہیئے کہ انھوں نے متعدد قلمی نسخوں کے مقابلہ کے بعد س مجموعہ کو مرتب فرمایا ہے۔ شروع میں ۲۴ صفحات مقدمہ ہے جس میں میر انیس مرحوم کے حالات ندگی اور کلام پر مختصر تبصرہ کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ الصلاۃ والسلام کی شہادت کا مختصر یان، مرثیہ اور اشخاص مرثیہ کے تحت میں نہایت ضروری اور قابل قدر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ خر میں ۰۶ صفحات میں ضروری فرہنگ اور توضیحی واشی ہیں۔ کتاب کا یہ حصہ اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ شروع میں میر انیس مرحوم کی سہ رنگی تصویر ہے

علاوہ ازیں جناب انیس مرحوم کی تحریر، مکان، مدفن اور ایک مجلس کی تصویر دی گئی ہے۔ جلد پر کربلائے معلیٰ کا سنہرا نقشہ ہے۔ دیدہ زیب طباعت، خوبصورت جلد ۰۰۰ ۳ صفحات تقطیع کلاں۔ قیمت تین روپئے۔

جذباتِ بسمل

منشی سُکھدیو پرشاد صاحب سنہا بسمل الہ آبادی کا مجموعہ کلام "کتاب کا نام جذبات بسمل بہت موزوں ہے کیونکہ جذبات ہی مصنف کے کلام کا بہترین امتیاز ہیں۔ زبان کی سادگی اور سلاست ان کے کلام کی دوسری خصوصیت ہے اور کیوں نہ ہو، فن شاعری میں آپ ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی مدظلہ کے شاگرد ہیں جو فصیح الملک حضرت داغ دہلوی مرحوم کے بلند پایہ تلامذہ میں ہیں"۔

جناب بسمل زمانہ حال کے مقبول شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں۔ زبان کی سادگی کی وجہ سے انکا کلام بہت پسند کیا جاتا ہے۔ آجکل جتنے اچھے اُردو رسالے چھپتے ہیں وقتاً فوقتاً بسمل صاحب کے کلام سے مزین ہوتے ہیں۔ شروع کتاب میں آنریبل جسٹس سر عبدالقادر جج ہائی کورٹ لاہور نے مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ ۲۱ تصویروں سے "جذبات بسمل" مزین ہے جس میں زیادہ سہ رنگی تصاویر ہیں اور بعض ہندوستانی فن تصویر کا بہترین نمونہ ہیں۔ لکھائی چھپائی کے متعلق صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ایسی نفاست و خوشنمائی سے کوئی کتاب اُردو زبان کی آج تک شائع نہیں ہوئی کوئی کتب خانہ اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہئے۔ قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ (۸/۴)

پیامِ رُوح

یعنی مجموعہ کلام مسٹر حامد اللہ افسر بی۔ اے "مع تقریب" از آنریبل سر شاہ محمد سلیمان صاحب ایم۔ اے ایل۔ ایل۔ ڈی چیف جسٹس الہ آباد ہائیکورٹ و "مقدمہ" از میاں بشیر احمد صاحب بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایڈیٹر رسالہ "ہمایوں" لاہور۔

میرے خیال میں ظاہری صورت اور باطنی خوبیوں کے لحاظ سے یہ مجموعہ اس قابل ہے کہ اُسے زبان اُردو کی بہترین اور پائدار تصنیفات کے ساتھ جگہ دیجائے اس ظاہری و معنوی محاسن پر میں لائق شاعر کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ ملک انھیں وہ داد دے گی، جس کے وہ مستحق ہیں"۔ (میاں بشیر احمد بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر، ایڈیٹر "ہمایوں" لاہور۔

"افسر کا نام اور کلام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اُن کی شہرت خود ان کی مقبولیت کا ثبوت ہے۔ پیام رُوح ان کی تمام نظموں اور غزلوں کا مجموعہ ہے۔ اس کی اشاعت سے شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا"۔

(آنریبل سر شاہ سلیمان صاحب ایم۔ اے ایل ایل ڈی چیف جسٹس ہائی کورٹ الہ آباد)۔

کاغذ دبیز لکھائی چھپائی دیدہ زیب چھ ہاف ٹون تصویریں جن میں تین سہ رنگی ہیں۔ اس مجموعہ سے کتب خانے خالی نہ رہنا چاہئے۔ قیمت صرف تین روپیہ۔

صبح وطن و مضامین چکبست

صبح وطن یعنی مجموعہ نظم پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی (مرحوم) "چکبست کی شاعری کی تحریک کا باعث کبھی تو حب وطن کا جوش ہوتا ہے اور کبھی کوئی گزشتہ یا حال کا تاریخی واقعہ اُن کے طائر خیال کو پرواز میں لاتا ہے کبھی قدرت کے نظاروں یا مذہبی رازوں کے انکشاف سے وہ اپنی نظموں کو آراستہ کرنے میں مدد لیتے ہیں اور کبھی انسانی جذبات اور احساس کی سچی تصویر کھینچ کر عبرت کا سبق دیتے ہیں۔ قومیت کا خیال ان کی شاعری کی ساخت کا جزو اعظم ہے۔ برج نرائن چکبست دور جدید کے صرف ترجمان ہی نہیں بلکہ اس دور کے نمائندوں میں ان کا پایا بہت بلند ہے جس قدر زمانہ گذرتا جائیگا اور اُردو شاعری مصنوعی قیود سے آزاد ہوتی جائیگی نیز آزادی کی ہوا میں اس کو نشو و نما پانے کا موقع

منیجر بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

ملے گا اسی قدر برج نرائن چکبست کی شہرت بتدریج بڑھتی جائے گی اور آئندہ نسلیں اس امر کو تسلیم کریں گی کہ وہ دور جدید کے رہنماؤں میں سے ہیں۔ (سرتیج بہادر سپرو)

مضامین چکبست۔ پنڈت برج نرائن چکبست مرحوم بلند پایہ شاعر ہونے کے علاوہ بہترین مضمون نگار بھی تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے مضامین نثر کا مجموعہ بھی شائع کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں سوانحی، تنقیدی، تاریخی، قومی وغیرہ مضامین ہیں، اور بہت خوب ہیں۔

صبح وطن مجلد قیمت دو روپئے (عہ)

مضامین چکبست۔ حجم ۳۵۰ صفحات قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

یادگار نسیم

یعنی منشی دیاشنکر نسیم کی مشہور و معروف مثنوی "گلزار نسیم" وانتخاب "دیوان نسیم" مع حواشی و تبصرہ کلام مرتبہ مولوی اصغر حسین صاحب اصغر گونڈوی آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ ڈی، چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ تحریر فرماتے ہیں:—

"یادگار نسیم جو مولوی اصغر صاحب نے تصحیح کے بعد شائع کی ہے مشہور و معروف شاعر نسیم کی مثنوی جسے انہوں نے مصلحتاً نامناسب اشعار کو حذف کرنے کے بعد شائع کیا ہے۔ غزلیات میں سے جن غزلوں کا انتخاب کیا ہے وہ شاعر موصوف کی بہترین غزلیں ہیں...... حواشی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے...... اس کتاب کا مقدمہ بجائے خود ایک عالمانہ تصنیف ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اس کتاب کی قدر کما حقہ ہوگی جو اس کے شایان شان ہے"۔ طباعت دیدہ زیب، خوشنما جلد۔ قیمت دو روپئے (عہ)

کلام الملوک

یعنی شہزادگان دہلی کے کلام کا مجموعہ۔ ایک زمانہ میں قلعہ دہلی زبان اردو کا مرکز تھا۔ یہاں وہ لوگ جمع تھے جو الفاظ کو بہت ہی ... کے ساتھ بولتے اور بہت ہی اچھے اور ... روزمرہ معنی میں استعمال کرتے تھے اور انہیں کی زبان آج صحیح اور مستند سمجھی جاتی ہے۔ شہزادگان دہلی کا کلام بھی اسی لحاظ سے قابل قدر ہے۔ محاورات و اصطلاحات روانی، صحت وزن، سلسلہ خیالات، بلند آوازی نازک خیالی، جوش بیان، نشست الفاظ اور عمدہ بندش کے علاوہ زبان صاف اور فصیح تکلف اور ابتذال نام کو نہیں۔ اگر زبان کا خاص رنگ اور شاعری کی اصل حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس مجموعہ کو ضرور ملاحظہ فرمایئے۔ قیمت دس آنہ۔

معراج سخن

جناب سید خورشید حسن صاحب عروج مرحوم المتخلص بہ "دولہا صاحب" نبیرہ ناخدائے سخن میر انیس علی اللہ مقامہ کے تین مرثیوں کا نادر مجموعہ۔ مجموعہ میں حسب ذیل مراثی ہیں:—

۱۔ ہے زیور عروس فصاحت سخن مرا۔ ۱۱۹ بند

۲۔ خلق میں خلعت آدم کا سبب کون ہوا۔ ۱۴۴ بند

۳۔ صبح عاشور محرم ہے قیامت کی سحر۔ ۹۵ بند

اس کتاب پر ہندوستانی اکیڈیمی صوبجات متحدہ نے قابل مصنف کو پانسو روپیہ انعام عطا فرمایا ہے۔ زبان کے فدائیوں کے لئے نادر تحفہ ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟

(مرتبہ و مولفہ منشی کنھیا لال صاحب ایم۔ اے۔ آر۔ اے۔ ایس)

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟ اس کتاب کا موضوع اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ مختصر فسانوں کے باب میں ساری باتیں بہت اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔ مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے۔ ایڈیٹروں، مضمون نگاروں اور مبتدیوں کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ قیمت آٹھ آنہ (۸)

بہترین ناول و افسانے

فردوس خیال

منشی پریم چند کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ

منشی پریم چند کے افسانے ہمیشہ اصلاح اخلاق معاشرت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور ان کا مقصد شریفانہ جذبات مثلاً غیرت، حیا، خوف خدا، محبت اور آزادی ضمیر وغیرہ کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے غیر ممکن ہے کہ کوئی سمجھدار منشی صاحب موصوف کی تصنیف پڑھے اور آپ کی جادو بیانی اور سحر نگاری کا قائل نہ ہو جائے اگر آپ نے اب تک اس مجموعہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا تو آج ہی طلب فرمایئے۔ سرورق پر تین رنگ کی نہایت خوبصورت تصویر ہے۔ ۳۰۴ صفحہ کی کتاب ہے اور قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

جلوۂ ایثار

بالاجی کے قومی کارناموں سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ "جلوۂ ایثار" میں ان حالات اور واقعات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو اس کارنامے کے متحرک ہوئے تھے حالات اور واقعات دلچسپ و دلکش ہونے کے علاوہ حب قومی و جودت روحانی سے معمور ہیں اس پر منشی پریم چند صاحب کی جادو نگاری ! سونے پر سہاگہ ہے واقعی قابل مطالعہ ناول ہے ۳۰۰ صفحات کی کتاب اور قیمت صرف بارہ آنہ

ڈالی کا جوگ

(اور دوسرے افسانے) مسٹر حامد اللہ افسر میرٹھی کے گیارہ فسانوں کا مجموعہ۔ یہ تمام فسانے مختلف اوقات میں بعض اردو جرائد میں شائع ہو کر خلعت قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ ان میں سے بعض اس قدر مقبول ہو گئے ہیں کہ انگریزی، ہندی، اور گجراتی میں ان کے ترجمے ہوئے فوٹو بلاک کی چند تصویریں بھی شامل ہیں۔

قیمت ایک روپیہ

شاما

مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی لکھنؤ ۔

یہ ایک دکھیاری کی درد بھری داستان ہے ۔ اقبال کا یہ شعر اس پر صادق ہے ۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

سرورق پر سہ رنگی تصویر اور کتاب کے شروع میں بھی ایک تصویر (فوٹو بلاک) لگائی گئی ہے ۔

قیمت ڈیڑھ روپیہ

سادھو اور بیسوا

یعنی دو حیران نصیبوں کی کایا پلٹ ۔ ایک جگ بیتی کہانی مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی فرانسیسی اناطول فرانس کے ایک تاریخی ناول "تائیس" کو پڑھنے کے بعد اسکی تصنیف کا خیال پیدا ہوا ۔ "سادھو اور بیسوا" میں اسی خیال کی پیروی اور مقصد کے تائید کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو "تائیس" کا امتیازی جوہر ہے ۔ اس کے باوجود نہ یہ اس کا ترجمہ ہے نہ خلاصہ ۔ نہایت دلچسپ ناول ہے ۔ سرورق پر سہ رنگی تصویر ہے ۔

قیمت بارہ آنے

" انور "

"شمیم" کے مشہور و معروف مصنف مسٹر فیاض علی ایڈووکیٹ فیض آباد کا دوسرا بے نظیر ۔ دلپذیر ۔ انقلاب انگیز شاہکار ۔ اور . . . . زبان اردو کا بہترین ناول . . . .
۵۰۷ صفحے ۔ کاغذ ۔ کتابت ۔ طباعت نہایت عمدہ جلد نفیس ۶ عدد تصویریں بہت ہی دلکش اور خوبصورت

قیمت ؏

گھر بیٹھے دنیا کی سیر

کرنے والوں کو "تحفہ سیریز" کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے ! اس سلسلہ کی ایک ایک کتاب ایک ایک ملک کے متعلق ہے ۔ ملک کی مفید اور کار آمد معلومات ہر کتاب میں بہم پہنچائی گئی ہیں ۔ کوئی ضروری بات نظر انداز نہیں کی گئی ۔ کتابوں کو زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کے لئے مکالمہ کا طرز اختیار کیا گیا ہے جسکے باعث نو عمر لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کے مضامین پر بہت جلد عبور ہو جاتا ہے ۔

مندرجہ ذیل کتابیں تیار ہیں ۔

(۱) تحفۂ جاپان	(۲) تحفۂ چین ۔
(۳) تحفۂ مصر و حبش	(۴) تحفۂ لندن
(۵) تحفۂ فرانس	(۶) تحفۂ جرمنی
(۷) تحفۂ آسٹریلیا	(۸) تحفۂ فلسطین
(۹) تحفۂ امریکہ	(۱۰) تحفۂ روس

ہر کتاب میں متعدد تصاویر ہیں اور سرورق نہایت خوبصورت ۔ قیمت ہر کتاب کی چھ آنے ۔

آئی ۔ سی ۔ ایس

اردو کے بہترین فسانہ نگار پروفیسر علی عباس حسینی ایم ۔ اے ۔
مصنف رفیق تنہائی ، سید احمد پاشا ، وغیرہ کے چودہ انقلاب انگیز افسانوں کا تازہ ترین مجلد دیدہ زیب مجموعہ ۔

قیمت صرف عہ

خدمت خلق

(مرتبہ مولوی نیاز محمد خاں صاحب معلم نارمل اسکول الہ آباد) اس کتاب میں خدمت خلق کے عملی طریقے بتائے گئے ہیں جس سے دل پر اثر ہوتا ہے ۔ کتاب بہت اچھی اور عجیب و غریب اخلاقی نکات و روحانی لطائف پر مشتمل ہے حکومت صوبجات متحدہ نے اس کتاب پر مولف کو انعام بھی عطا فرمایا ہے ۔

قیمت صرف بارہ آنہ

بچوں کی دلچسپی

کا لوگ بہت کم خیال کرتے ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ اردو زبان میں ایسی کتابیں بھی بہت کم ہیں جنھیں بچے دلچسپی اور شوق سے پڑھیں ۔ تاہم انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد نے چند کتب خاص طور پر بچوں کے لئے چھاپی ہیں ۔ جن کو بچوں کی دلچسپی کا سامان کہا جا سکتا ہے ۔

الف بے کا کھلونا

یہ پیاری کتاب ننھے ننھے بچوں کے لئے ہے ۔ کھیل ہی کھیل میں وہ حروف تہجی سے آشنا ہو جاتے ہیں ۔ ہر حرف کے لئے ایک رنگین تصویر اور ایک شعر ہے ۔ زبر ، زیر اور پیش وغیرہ کا بھی خیال رکھا گیا ہے چھپائی رنگین اور بہت صاف ۔ ۴۴ عکسی تصویریں ۔ اگر آپ کے یہاں کئی بچے ہوں تو متعدد نسخے طلب فرمایئے ورنہ بچے آپس میں جھگڑیں گے

قیمت صرف تین آنے

انوکھی کہانیاں

یہ کتاب بہت پسند کی گئی ہے گیارہ نصیحت آموز کہانیاں اس میں درج ہیں ۔ زبان بہت آسان ۔ ممکن نہیں کہ کوئی بچہ اسکو ختم کئے بغیر چھوڑ دے ۔ ہر کہانی کے ساتھ ایک تصویر ہے ۔ خوبصورت کتاب ہے بچے اس کو دیکھتے ہی مچل جاتے ہیں ۔ سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے

قیمت ۴ر آنہ

مفید ایجادات کی کہانی

" یہ منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) کی قابل قدر تصنیف ہے یہ کتاب اردو میں اپنی وضع کی بالکل انوکھی تصنیف ہے اور مفید معلومات کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ہر شخص کے مطالعہ میں آئے ۔ کاغذ ، کتابت ، طباعت اور سرورق بے انتہا نفیس ہے ۔ اس قدر اچھے اہتمام سے بہت کم کتابیں اردو میں چھپی ہیں ۔ تشریح مطالب کے لئے جا بجا بے شمار تصاویر دی گئی ہیں "

قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۲ر

ایسپ کی کہانیاں

ایسپ ایک مشہور حکیم گزرا ہے جو مورخین کے بیان کے مطابق حضرت مسیح سے ۶۰۰ برس قبل پیدا ہوا تھا حکیم ایسپ انسان کی پند و نصیحت کے لئے مختلف قسم کی فرضی حکایات اور کہانیاں بیان کیا کرتا تھا ۔ انھیں کہانیوں کی وجہ سے دنیا میں اس کا نام اب تک زندہ ہے ۔ اس مجموعہ میں ایسپ کی تین سو کہانیاں یکجا شایع کی گئی ہیں چھیاسی تصویریں بھی شامل کتاب ہیں جن کے باعث یہ کتاب اور زیادہ دلچسپ ہو گئی ہے ۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے یہ ایک اچھا تحفہ ہے ۔ کتاب مجلد ہے ۔

قیمت دو روپے

میرے وطن کی کہانی

تاریخ ہند کے کئی خاص اور روشن ابواب طلبا

واسکولوں میں نہیں پڑھائے جاتے، حالانکہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اس کتاب میں بعض اسی قسم کے واقعات نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کے تفریحی مطالعہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ ہاف ٹون عکسی تصویریں۔ قیمت ۱۰/

شیخ چلی کی کہانیاں

شیخ چلی کا نام آپ نے ضرور سنا ہوگا۔ یہ وہ جاودانہ ہستی ہے جو ہر ملک اور ہر زمانہ میں ہمیشہ موجود رہی ہے۔ اس کتاب میں آپ ہی کے کارنامے درج ہیں جو کہ بارہ کہانیوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ ہر کہانی اس قدر پر لطف ہے کہ انسان بھوک پیاس بھول جاتا ہے۔ پڑھتے جائیے اور ہنستے جائیے۔ لکھائی چھپائی ایسی عمدہ ہے کہ بچوں کو بطور انعام دی جا سکتی ہے۔ دو سو صفحات کی کتاب کی قیمت صرف دس آنے۔

داستانِ عجم

بچے بادشاہوں کے قصے بہت شوق سے پڑھتے ہیں لیکن جھوٹے بے اصل قصوں سے یہ بہتر ہے کہ انھیں بادشاہوں کے تاریخی قصے پڑھنے کو دئے جائیں۔ اس مقصد کے لئے داستانِ عجم بہت اچھی کتاب ہے خلاقِ سخن فردوسی کے شاہنامہ میں جن بادشاہوں اور بہادروں کے کارنامے بیان کئے گئے ہیں انھیں کو اس کتاب میں بچوں کے لئے بہت سلیس اور عام فہم عبارت میں لکھا گیا ہے۔ ضرور منگائیے۔

قیمت حصہ اول دس آنے

" حصہ دوم دس آنے

رابنسن کروسو

ایک نوعمر لڑکا گھر سے فرار ہو کر بحری سفر اختیار کرتا اور طرح طرح کے مصائب اٹھاتا ایک غیر آباد جزیرہ میں پہنچتا ہے اور وہیں پچیس برس تک مجبوراً وہیں رہتا ہے اتنی مدت اس نے کیونکر بسر کی؟ اور پھر یہاں سے کیسے نکلا؟ وغیرہ واقعات نہایت دلچسپ ہیں۔ اس کتاب کو نوعمر بچے بہت شوق اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ ہاف ٹون بلاک کی چھ تصویریں شامل کتاب ہیں جن میں ایک سہ رنگی ہے حجم ڈھائی سو صفحات سے زیادہ اور قیمت صرف بارہ آنے۔

لال کٹھور

اس کتاب میں "بہرام" کو بالکل نئے لباس میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے جدید کارنامے اس قدر دلچسپ ہیں کہ کتاب شروع کر کے ختم کئے بغیر ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

کھیل تماشا

یہ کتاب کچھ نظم میں ہے اور کچھ نثر میں۔ اس میں چھوٹی چھوٹی نصیحت آمیز کہانیاں اور چٹکلے ہیں۔ بچے اس کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں کیونکہ یہ انھیں کی زبان میں اور ان کے مذاق کے موافق لکھی گئی ہے۔ مضمون کی وضاحت کے لئے تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ چھپائی رنگین اور صاف۔

قیمت ۸/ آنہ

ہونہار لڑکا

(مؤلفہ مشاکر میرٹھی)

یہ کتاب ایک غریب لڑکے کی سچی داستان پر مشتمل ہے جس نے اپنی بلند ہمتی اور نیک طبعی کے باعث بڑی عزت و شہرت حاصل کی۔ عبارت سلیس اور عام فہم۔ قصہ اتنا دلچسپ کہ بچے نہایت شوق سے پڑھتے ہیں۔ بچوں کی دلچسپی کے لئے کتاب کو تصاویر سے مزین کیا گیا ہے، اور سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے۔

قیمت صرف پانچ آنے

تالیفات مولوی ظفر عمر

بہرام کی گرفتاری

"نیلی چھتری" کے نامور مؤلف ظفر عمر صاحب بی۔اے نے اس کتاب کے ہیرو "بہرام" کو اس عمدگی سے اردو پبلک سے روشناس کرایا ہے کہ دیگروں نے اپنے فسانوں میں اس کا چربہ اتارنے کی خوب خوب کوشش کی مگر وہ بات کہاں؟ اصل ہے "بہرام کی گرفتاری" نہایت دلچسپ اور پسندیدہ ناول ہے۔ ضرور منگائیے۔

قیمت ایک روپیہ

چوروں کا کلب

اس کلب کے ممبر دنیا بھر کے لہو و لعب سے سیر ہو گئے ہیں اور معمولی مشاغل میں چندان تفریح حاصل نہیں ہوتی ...... اور محض دل بہلانے اور چوری کے خطرات سے لطف اٹھانے کے لئے یہ کلب قائم کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اس قدر دلچسپ ہے کہ تیسری بار شائع ہوئی ہے۔

قیمت ۹/ آنے

علم قدرت کی تعلیم

رائے صاحب ڈی۔ این۔ کرجی۔ سکریٹری یو۔پی ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ بورڈ

قیمت بارہ آنہ

ادبی افسانہ

محسن محی الدین عباسی

قیمت ایک روپیہ چار آنہ

مختصر تاریخ اردو ادب

سید اعجاز حسین اعجاز ایم۔اے لکچرر شعبہ اردو الہ آباد یونیورسٹی مصنف آئینہ معرفت وغیرہ۔

قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ۔

نذر احباب

جناب شیخ مہدی حسین صاحب ایم۔اے ناصری لکھنوی۔

قیمت دو روپیہ۔

دنیا کی سچی کہانیاں

حصہ ۱، ۲، ۳، ۴

علیم الدین نیرنگ ہاشمی

قیمت آٹھ آنہ

ثمرۂ تجارت

(منشی پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی)

قیمت چھ آنہ۔

یورپ کے سیارے

مولوی سید ظفر حسن صاحب امروہوی فاضل و منشی فاضل۔ ہیڈ مولوی پارکر ہائی اسکول مظفر نگر

قیمت چھ آنہ

مونگے کا جزیرہ

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت بارہ آنہ۔

بالشتیوں کی سرزمین

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت دس آنہ۔

آئینۂ قدرت

سید وقار عظیم صاحب ایم۔اے

قیمت چھ آنہ۔

اچھوتی کہانیاں

سید وقار عظیم صاحب ایم۔اے

قیمت چھ آنہ

افسانۂ ادب

سید وقار عظیم صاحب ایم۔اے

قیمت چھ آنہ۔

انوار حیات

سید وقار عظیم صاحب ایم۔اے

قیمت چھ آنہ۔

دیوزادوں کا مُلک

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت آٹھ آنہ

رسیلی کہانیاں

سنت رام، بی۔اے

قیمت چھ آنہ۔

نیک بچوں کی کہانیاں

سنت رام، بی۔اے

قیمت چھ آنہ۔

نصیحت بھری کہانیاں

سنت رام، بی۔اے..... قیمت آٹھ آنہ۔

ہل کے قواعد

۱۔ 'ہل' ہر ماہ میں ہندی، اُردو دونوں زبانوں میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ محصول ڈاک سمیت اس کی سالانہ قیمت پانچ روپیہ آٹھ آنہ پیشگی ہے۔ ایک نمبر کی قیمت ۸/ ہے۔ ہندوستان کے باہر سالانہ قیمت ۶ روپیہ ۱۲ آنہ ہے۔ برہما کے لئے پانچ روپیہ آٹھ آنہ ہے (پیشگی)

۳۔ جن صاحب کو کسی ماہ میں 'ہل' نہ ملے انھیں پہلے اپنے ڈاک خانہ میں دریافت کرنا چاہئے پتہ نہ لگنے پر ڈاک خانہ کے جواب کے ساتھ ہمیں اگلے ماہ کی ۱۵ تاریخ تک لکھنا چاہئے۔

۴۔ خط لکھتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہئے ورنہ جواب ملنا مشکل ہوگا۔

۵۔ مضمون، تصویر، تبصرہ کے لئے کتابیں اور تبادلے کے لئے اخبارات وغیرہ بنام اڈیٹر ہل، انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد، بھیجنا چاہئے۔

۶۔ 'ہل' میں صرف دیہاتیوں کی دلچسپی اور گاؤں سے تعلق رکھنے والی چیزیں چھپتی ہیں اور اسکی زبان ہندوستانی یعنی آسان اُردو یا آسان ہندی ہے۔ 'ہل' کے لئے مضامین بھیجنے والوں کو اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔

۷۔ کسی مضمون یا نظم کے شائع کرنے یا نہ کرنے اور اُسے واپس کرنے یا نہ کرنے کا اختیار بھی اڈیٹر کو ہے۔ واپس شدہ مضامین کا ڈاک خرچ اور رجسٹری خرچ مضمون نگار کے ذمہ ہوگا۔ بغیر اس کے مضامین نہ واپس ہوں گے۔

۸۔ نامکمل مضامین نہیں شائع ہوتے۔ جگہ کے مطابق مضامین ایک یا زیادہ تعداد میں شائع ہوتے ہیں

۹۔ جن مضامین میں تصاویر ہوں گی اُن تصاویر کے بنے کا جب تک مضمون نگار انتظام نہ کر دیں گے تب تک وہ مضامین نہ شائع ہوں گے۔ اگر تصاویر حاصل کرنے میں خرچ ضروری ہوگا تو دیا جائیگا۔

ہل کی اُجرت اشتہارات

سرورق کا دوسرا صفحہ	۶۰	روپیہ ماہوار
" " تیسرا "	۶۰	" "
" " چوتھا "	۱۰۰	" "
مضامین کے اختتام کے ساتھ کا صفحہ	۴۵	" "
" " کا ایک کالم	۱۵	" "
" " ۲ کالم	۳۰	" "
" " ۳ کالم یا صفحہ	۴۵	" "

عام اُجرت

ایک صفحہ یا ۳ کالم کی اُجرت	۴۰	روپیہ ماہوار
$\frac{1}{2}$ کالم " "	۲۵	" "
$\frac{1}{4}$ " " "	۱۲	" "
$\frac{1}{8}$ " " "	۶	" "

۱۔ 'ہل' میں مخرب اخلاق اشتہارات نہیں شائع ہوتے۔ لہٰذا گندے اور عُریاں اشتہار نہ بھیجئے۔

۲۔ ایک کالم یا اس سے زیادہ اشتہار دینے والے کو 'ہل' بلا قیمت بھیجا جاتا ہے۔

۳۔ اُجرت اشتہارات جو اوپر درج کی گئی ہے وہ مکمل (Final) ہے۔ اس کے لئے خط و کتابت کرنی بیکار ہے۔

۴۔ اشتہار کی اجرت پیشگی لینے کا قاعدہ ہے۔

خط کتابت کا پتہ

مینیجر ہل شعبہ اشتہار۔

انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

مکتبہ جامعہ کے تیار کردہ قاعدے

تعلیم بالغان کے قاعدے۔ از ڈاکٹر سید ظفر خاں صاحب قیمت حصہ اوّل ۸ر حصہ دوم ۱ر حصہ سوم ۱ر مدرس کا قاعدہ نا ۲ر

حرفہ کا قاعدہ۔ بنیادی حرفے کے ذریعہ تعلیم دینے کے لئے ایسی جماعتوں کے لئے تو مواد مل جاتا ہے۔ جہاں بچے لکھنے پڑھنے کے طریقے سے واقف ہو جاتے ہیں لیکن دشواری تو ان بچوں کے لئے ہے جو کچھ جانتے ہی نہیں ہیں۔ موجودہ قاعدوں میں سے کسی کو بھی بنیادی حرفے سے تعلق نہیں رکھتے۔ ان باتوں کو پیش نظر رکھ کر "حرفے کا قاعدہ" تیار کیا گیا ہے۔ جو ہے تو کہانی کا طریقہ اور طریق الصوت کے اصولوں پر لیکن تمام مواد بنیادی حرفے سے تعلق رکھتا ہے جس میں تکلی کا کام نمایاں ہے اور گنتی کا کام سبزیوں کا کام ضمنی حیثیت رکھتا ہے۔ ابتدا ہی سے بچہ جو کچھ کریگا وہ پڑھ سکے گا اور جو پڑھے گا وہ کر سکے گا۔ جن مقامات پر وار دھا اسکیم جاری ہے وہاں کے لئے تو یہ ہر حیثیت سے سنگ بنیاد کا کام دے گا۔ کپاس، تکلی، کھدر، دھنئے پر چھوٹے چھوٹے دلچسپ سبق ہیں $\frac{20 \times 30}{16}$ سائز کے ۸۰ صفحات پر دیدہ زیب اور خوشخط چھپوایا گیا ہے۔ قیمت ۳ر

آسان قاعدہ۔ جہاں تک مواد کا تعلق ہے۔ اس میں بھی وہی چیزیں ہیں جو حرفے کے قاعدے میں ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ "حرفہ کا قاعدہ" کہانی کے طریقہ اور طریق الصوت کی بنا پر ہے۔ ہر جگہ کہانی کا اہتمام مشکل ہے۔ ایسے لوگوں کی دشواریوں کو پیش نظر رکھ کر مندرجہ بالا عنوان سے اسی کا دوسرا ایڈیشن تیار کرایا گیا ہے۔ گھروں میں نج کے طور پر پڑھانے کے لئے بہت موزوں ہے ضخامت اور لکھائی چھپائی کی تمام خصوصیات حرفے کے قاعدے کی طرح ہیں قیمت بھی ۳ر ہے۔

بچوں کا قاعدہ۔ یہ قاعدہ کہانی کے طریقہ اور طریق الصوت کے اصولوں پر لکھا گیا ہے۔ کہانی کے طریقہ کا یہ مقصد ہے کہ ابتدا ہی سے بچوں کے سامنے ایسا مواد پیش کیا جائے جو اُن کی زندگی سے متعلق ہے۔ مدرسہ اور گھر کی زندگی ملتی جلتی ہو، بچہ مدرسے سے گھر کی طرف بھاگنے کی بجائے گھر سے مدرسے کی طرف بھاگنے لگے۔ کھیل کود کے ذریعہ لکھنے پڑھنے کا کام کرنے لگے۔ لفظوں کے جوڑ توڑ اور ہجے کے لئے طریق الصوت سے کام لیا گیا ہے تاکہ آوازوں کے ذریعہ جلد سے جلد لفظ پہچاننے لگے۔ پڑھانے والوں کا تجربہ ہے کہ ۶ مہینے کے عرصے میں بچہ بے تکان پڑھنے لگتا ہے $\frac{20 \times 30}{16}$ سائز پر کھلے کھلے لفظوں میں خوشخط اور دیدہ زیب چھپوایا گیا۔ ضخامت ۸۰ صفحے ہے قیمت ۲ر۔ رہنمائے قاعدہ ۴ر

نیا قاعدہ۔ یہ قاعدہ لفظوں کے طریقہ اور طریق الصوت کے اصولوں پر لکھا گیا ہے۔ جس جگہ کہانی کے طریقے کا اہتمام ہے وہاں بچوں کا قاعدہ رائج ہے لیکن جو لوگ اُس کا اہتمام نہیں کر سکتے ہیں۔ اُن کے لئے موجودہ قاعدے غیر تسلی بخش ہیں۔ کام کی دشواریوں اور دوسری شکایتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ قاعدہ مرتب کیا گیا ہے۔ ابتدا میں تصویر اور اُس سے متعلق بامعنی لفظوں کے ذریعے صرف سکھائے گئے ہیں۔ پھر ہندی کے طرز پر بتدریج آوازوں کی اونچ نیچ بچوں کے سامنے لائی گئی ہے۔ اسباق کی عبارت مربوط ہے زبان میں شیرینی ہے گھروں میں نجی تعلیم دینے کے لئے بہت مفید ہے۔ قیمت ۲ر

ہندوستانی کی پہلی کتاب - ایک اہم مسئلہ ان بچوں کی تعلیم کا بھی ہے جن کی مادری زبان ہندوستانی ہیں۔ ظاہر ہے ان کا طریقہ تعلیم ان کی کتابوں کا ابتدائی مواد مادری زبان والوں سے جُدا رہے گا۔ فی الحال اس قاعدہ کو اس طرح مرتب کیا گیا ہے کہ شروع میں سیدھے سادے طریقے سے حروف یاد کرائے گئے ہیں۔ اس کے بعد اُن کے جوڑ توڑ بتلائے گئے ہیں۔ اسباق "قواعد اُردو" کو پیش نظر رکھ کر لکھے گئے ہیں جو غیر مادری زبان والوں کے لئے ضروری ہے۔ لطف یہ ہے کہ ان سب پابندیوں کے ساتھ دلچسپی کا عنصر شروع سے اخر تک ہے قیمت ۲ر۳ر

نئی کتابیں - ان قاعدوں میں سے جو قاعدہ آپ چاہیں منتخب فرمالیں اس کے بعد بچوں کی ہماری تیار کردہ نئی کتابیں پڑھایئے جو ہر اعتبار سے اُردو کی تمام موجودہ کتابوں سے بہتر ہیں۔

قیمت - پہلی کتاب ۱۲ر دوسری کتاب ۱۰ر تیسری کتاب ۸ر چوتھی کتاب ۱۰ر

صدر دفتر:- مکتبہ جامعہ، نئی دہلی۔

شاخیں :- ۱- جامع مسجد، دہلی۔ ۲- لوہاری دروازہ، لاہور۔ ۳- آمین آباد لکھنؤ

۴- پرنسس بلڈنگ جے جے اسپتال، بمبئی۔

ایجنسیاں :- ۱- کتاب خانہ عابد شاپ۔ حیدر آباد دکن۔

۲- اقبال بکڈپو، پیر بھور، مہندرو، پٹنہ

۳- سرحد بک ایجنسی، بازار قصہ خوانی، پشاور۔

تاریخی ہستیوں کے پلاستر کے مجسمے

ایک کمرے کی زینت و آرائش کو دو بالا کرنے میں مجسموں سے زیادہ کوئی چیز کامیاب نہیں ہو سکتی - یہ مجسمے صرف خوبصورت ہی نہیں ہیں بلکہ یہ اپنی موجودگی سے ہر پیر و جوان کے دل میں ایک خاص جوش بھی پیدا کرتے ہیں -

حسب ذیل مشہور ہستیوں کے پلاسٹر کے مجسمے تیار کئے گئے ہیں جو برائے فروخت موجود ہیں - ہر اسکول کے "ہسٹری روم" میں ان مجسموں کا ایک سٹ ضرور رہنا چاہئے -

۱۰ انچ مجسمہ قیمت دو روپیہ ۱۲ انچ تین روپیہ علاوہ محصول ڈاک

اکبر	لارڈ کلایو	ملکہ وکٹوریہ
اہلیا بائی	لارڈ ریپن	ملکہ میری
الیگزینڈر	لالہ لاجپت رائے	راجہ مان سنگھ
اورنگزیب	لارڈ ولزلی	مہاراجہ رنجیت سنگھ
اشوک کی لاٹ	ملہار راؤ ہلکر	رویندر ناتھ ٹیگور
گوتم بدھ	مہارانا پرتاپ	شیواجی
بابر	مہاتما گاندھی	شیر شاہ سوری
بال گنگا دھر تلک	موتی لال نہرو	سر سید احمد خاں
گوبلے	پنڈت مدن موہن مالویہ	شاہجہاں
گرو گوبند سنگھ	ممتاز بیگم	ٹیپو سلطان
گوپال کرشن گوکھلے	مادھو راؤ سندھیا	وارن ہیسٹنگز
شہنشاہ جارج ششم	نور جہاں	سوامی وویکانند



سر سید احمد خاں



پنڈت موتی لال نہرو







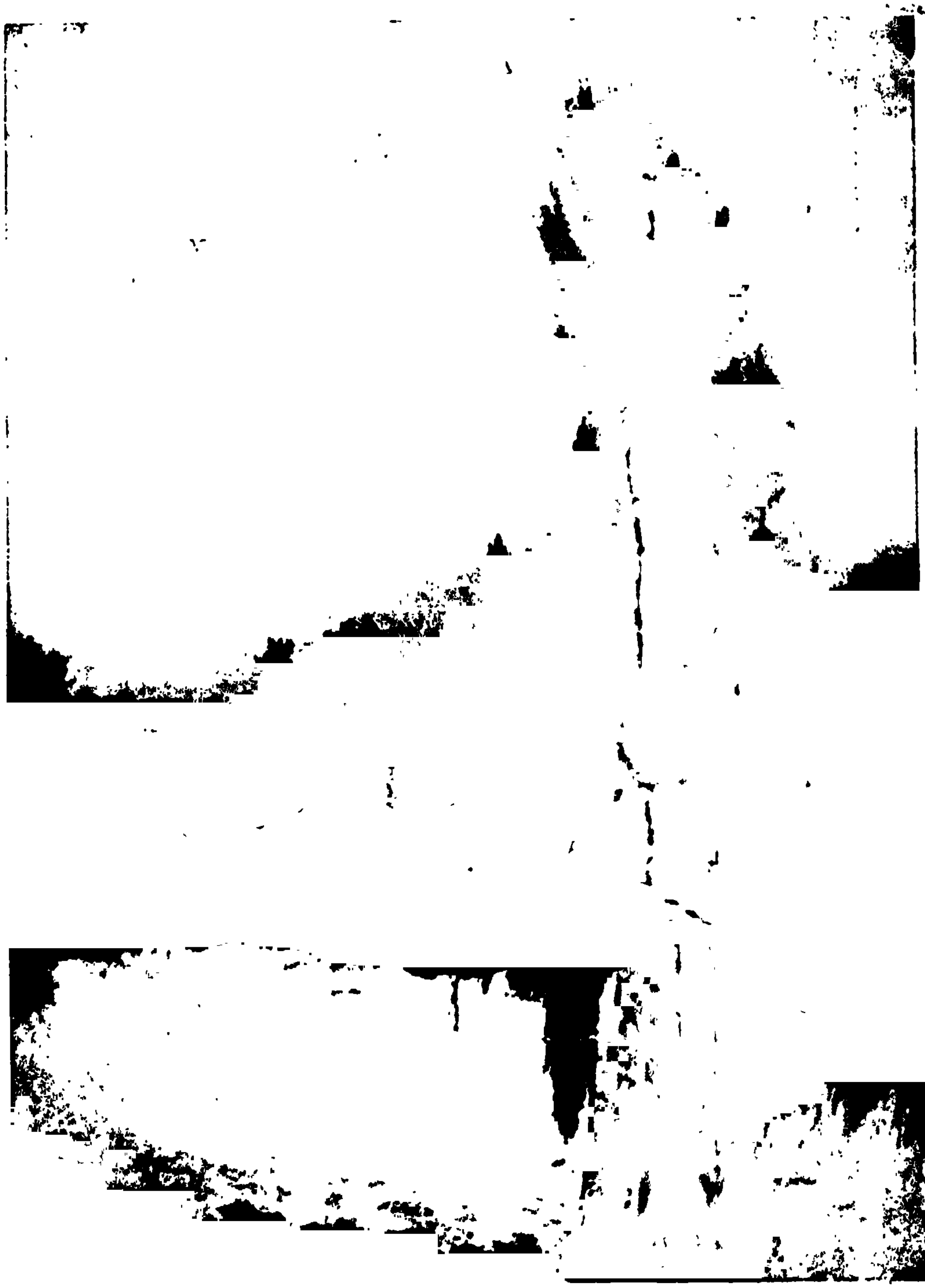
ملنے کا پتہ

انڈین پریس

لمیٹڈ، الہ آباد

بال گنگا دھر تلک   مہاتما گاندھی   پنڈت مدن موہن مالویہ

Regd. No. A—294.



ڈل جھیل (کشمیر)



ہل

باتصویر ماہوار رسالہ

جلد ۲ نمبر ۸ — اگست سنہ ۱۹۴۰ء

فہرست مضامین

اگست سنہ ۱۹۴۰ء — جلد ۲ نمبر ۸

یو۔پی گورنمنٹ کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف ایڈیٹر

منوہر داس چترویدی

(بی۔ایس۔سی (آکسن) آئی۔ایف۔ایس آفیسر محکمۂ گرام سدھار یو۔پی)

جائنٹ ایڈیٹر

شری ناتھ سنگھ

(سابق ایڈیٹر سرسوتی)

پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

سالانہ قیمت عہ — سنہ ۱۹۴۰ء — ایک پرچہ ۸ر

باہتمام کالی کے متر اپرنٹر پبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ ۔ الہ آباد



शाहजहाँ और ताजमहल
चित्रकार, श्री शम्भूनाथ मिश्र

شاهجہاں اور تاج محل
مصور - شري شمبهو ناتهه مشر

ہل

باتصویر ماہوار رسالہ

اگست ۱۹۴۰ء جلد ۲ نمبر ۸

گاؤں کی صبح

جناب احمد ندیم قاسمی

مشرق کے چھلکتے ساغر میں سورج کی شعاعیں تیرتی ہیں
مغرب میں افق کے سینے پر متوالی گھٹائیں تیرتی ہیں

چڑیوں کی قطاریں کھیتوں کی وسعت میں چہکتی جاتی ہیں
مسجد کی مقدس دیواریں کرنوں سے دمکتی جاتی ہیں

گاؤں سے صدائیں آتی ہیں ننھے بچوں کے رونے کی
اور گونج رہی ہیں ہر جانب آوازیں دودھ بلونے کی

لاٹھی کو جما کر کاندھے پر گھر سے نکلا ہے چرواہا
گلے کی چاپ سے دیکھو ابتک گونج رہا ہے چوراہا

پنہاریاں پنگھٹ کی جانب تیزی سے تھرکتی جاتی ہیں
اور ہولے ہولے اوڑھنیاں سینوں سے سرکتی جاتی ہیں

ایک تنگ گلی میں کھلتے ہیں دروازے چند دکانوں کے
قسمت کے نوشتے رکھے ہیں جن میں مفلس دہقانوں کے

چوپال پہ رونق ہے۔ شاید تھانے کے سپاہی آئے ہیں
مقروض غریب کسانوں کے وارنٹ بنا کر لائے ہیں

وہ ایک بوسیدہ کٹیا سے فریادوں کا طوفان اُٹھا
تھانے کی طرف جانے کے لئے ایک خستہ دل دہقان اُٹھا

فریاد کی ایک گھنگھور گھٹا گاؤں کی فضا پر چھائی ہے
آنکھوں سے شرارے برساتی کیا صبح کی دیوی آئی ہے

دیہاتی بینک

از جناب منی شنکر مشرا، انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز، یو۔ پی

قرض لینا کسی کو اچھا نہیں لگتا۔ ایسے بہت کم لوگ ہیں جو عیش و آرام یا فضول خرچی کے لئے قرض لیتے ہوں۔ زیادہ تر لوگ شادی بیاہ، مقدمہ بازی، بیل یا بیج خریدنے یا گھر کا خرچ چلانے کے لئے قرض لیتے ہیں۔

ہندوستان بہت غریب ملک ہے۔ خصوصاً کسانوں کی حالت تو بہت ہی خراب ہے۔ کھیت کم ہیں، شرح لگان زیادہ۔ کوئی دوسرا روزگار نہیں ہے، کھیتی نہ کریں تو کریں کیا خواہ نفع ہو یا نقصان کھیتی ہی کا آسرا ہے کسان کے پاس اپنا سرمایہ تو بہت کم ہوتا ہے۔ قرض ہی کے سہارے کام چلتا ہے۔ حیثیت کم ہونے کے باعث چھوٹے چھوٹے کسانوں کو شہر کے بڑے بڑے مہاجن قرض دیتے ہی نہیں۔ رہے دیہاتی معمولی مہاجن تو وہ کسانوں کو غرض مند پا کر ذرا دیکھ کر من مانا سود لیتے ہیں۔ دیتے ہیں پانچ تو رسید دس کی لکھاتے ہیں۔ بہت سے مہاجن قسطوں میں قرض کی واپسی نہیں چاہتے۔ بلکہ سود در سود جوڑ کر یکمشت سب روپیہ واپس مانگتے ہیں۔ بھلا کسان کے پاس اتنی بچت کہاں جو کل قرض معہ سود کے ادا کر سکے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دعویٰ ہوتا ہے۔ ڈگری ہوتی ہے لوٹا تھالی، بیل، گائے مٹی کے مول نیلام ہو جاتے ہیں اور قرض لینے والے کی تباہی آ جاتی ہے۔

سب مرضوں کا کوئی نہ کوئی علاج ضرور ہوتا ہے۔ پرہیز کے ساتھ اچھے حکیم کی دوا کچھ دنوں کھائی جائے تو اگر مرض جڑ سے دور نہیں ہو جاتا تو اس کا زور تو ضرور کم ہی ہو جائیگا۔ غریبی اور بیکسی بھی سماج کے مرض ہیں۔ ان کا علاج ہے تنظیم، ایسی تنظیم جو آمدنی بڑھانے میں مدد دے سکے اور اس کا پرہیز ہے فضول خرچی سے بچنا۔ کلجگ میں تنظیم ہی قوت ہے۔ تنہا ہم جو کام رکر بھی نہیں کر سکتے اسے کئی آدمی مل کر کریں تو بڑی آسانی سے کر سکتے ہیں۔ اپنی ضرورتوں کو آپس میں تنظیم کر کے اور ایک دوسرے کی مدد کر کے رفع کرنے کا نام ہے اشتراک باہمی یا امداد باہمی۔

تعلیم یافتہ لوگوں کے علاوہ عام لوگ اکثر یہ نہیں جانتے کہ حکومت نے امداد باہمی کی اشاعت کے لئے بھی ایک محکمہ قائم کیا ہے جس پر ہر صوبے میں لاکھوں روپئے صرف کئے جاتے ہیں۔ اس محکمے کا کام ہے لوگوں کو یہ سکھانا کہ اپنی امداد باہمی سوسائٹی قائم کر کے قرض کا انتظام کیونکر کیا جا سکتا ہے۔ کھیتی کی پیداوار کیسے فروخت کی جا سکتی ہے، کھیتوں کی چک بندی، دستکاری کی ترقی، گاؤں سدھار وغیرہ کا کام کیسے کیا جا سکتا ہے۔

قرض ہی کا مسئلہ لیجئے۔ شہر کے مہاجن اگر اچھی ضمانت ملے تو بہت کم سود پر قرض دے سکتے ہیں مگر کسانوں کے پاس ضمانت دینے کے لئے جائداد بھلا کہاں سے آئے۔ اس سے کسان اپنے گاؤں میں اپنے میل کے ۲۵ یا ۳۰ آدمیوں کو شریک کر کے ایک جماعت یا سوسائٹی بناتے ہیں اور یہ طے کرتے ہیں کہ سب لوگ مشترک ذمہ داری پر اپنی ضرورت کے لئے کہیں سے قرض لیں گے۔ جب قرض کی ادائیگی کے لئے سب لوگ مل کر ذمہ دار ہو جاتے ہیں تو مہاجن کو بھی اطمینان ہو جاتا ہے کہ اس کا روپیہ ڈوبے گا نہیں اور وہ کم سود پر قرض دیدیتا ہے۔ اسی طرح کئی گاؤں کی سوسائٹیاں مل کر شہر یا قصبے میں ایک بڑی سوسائٹی قائم کرتے ہیں جسے سنٹرل کوآپریٹو بینک کہتے ہیں۔ یہ بینک مہاجنوں سے اور بھی کم سود پر قرض پا سکتا ہے اور پھر سوسائٹیوں کو حسب ضرورت قرض دے دیتا ہے۔

سوسائٹیوں میں ایماندار و نیک چلن لوگ ہی شریک ہو سکتے ہیں گاؤں والے خود جسے چاہیں شریک کریں یا نہ کریں۔ صرف ضروری کاموں کے لئے قرض دیا جاتا ہے وہ بھی حیثیت دیکھ کر۔ ایک قرضدار کی دو آدمی ضمانت کرتے ہیں اور اگر قرضدار سے قرض وصول نہ ہو تو ضامن سے وصول کیا جا سکتا ہے۔ اگر ضامن سے بھی وصول نہ ہو تو سوسائٹی کے منافع سے نقصان پورا کیا جاتا ہے۔ اگر پھر بھی نقصان نہ پورا ہو تو سوسائٹی توڑ دی جاتی ہے اور سب سے مساوی رقم لے کر نقصان پورا کیا جاتا ہے۔

بہت سے گاؤں میں بینک کا کام خوب اچھی طرح چلتا ہے۔ سوسائٹی کے حصے دار اپنی حیثیت کے مطابق سوسائٹی میں حصہ خریدتے ہیں۔ اور فصل پر روپئے دو روپئے جمع کرتے ہیں۔ دس سال میں حصے پورے ہونے پر انھیں منافع ملتا ہے اور سوسائٹی کا اپنا سرمایہ جمع ہو سکتا ہے۔ سنٹرل بینک سوسائٹیوں کو عام طور سے ۶ سے ۹ فی صدی سالانہ سود پر قرض دیتا ہے۔ اور سوسائٹیاں اپنے حصے داروں کو ۹ سے ۱۲ فیصدی سالانہ سود پر قرض دیتی ہیں۔

جب سوسائٹیاں کچھ دن اچھی طرح کام کر کے اپنی سرمایہ جمع کر لیتی ہیں تو سود کی شرح اور بھی کم ہو جاتی ہے۔

روزمرہ کے کام کے لئے سب لوگ ایک پنچایت بنا لیتے ہیں۔ سب لوگ ہر مہینے جمع ہو کر بینک کے کام کی ترقی کی تدبیریں سوچتے ہیں۔

بینک کا کام صرف قرض ہی دینا نہیں ہے بلکہ فضول خرچی روکنا، کھیتی کی پیداوار بڑھانے کی تدبیر کرنا مثلاً اچھے بیج و کھاد کا انتظام کرنا، گاؤں کی صفائی پر توجہ دینا، چھوٹے چھوٹے جھگڑے آپس میں طے کرا دینا دستکاری کی تعلیم دینا، کھیتی کی پیداوار فروخت کرانا وغیرہ بہت سے فائدے کے کاموں کی اشاعت کرنا ہے۔

ان بینکوں میں سرکار کا روپیہ نہیں لگایا جاتا اگر حکومت ان کی نگرانی اور حساب کتاب کی جانچ کراتی ہے اور اگر کوئی آدمی قرض نہ ادا کرے تو قرض بقایا مالگذاری کی طرح تحصیل کی معرفت وصول کرا دیتی ہے۔

لیکن بینک اسی وقت تک اچھی طرح چلتا ہے جب تک قرضداروں کے دلوں میں بے ایمانی نہیں آتی۔ جہاں دل میں بے ایمانی آئی وہاں سمجھو بینک ٹوٹا۔

اگر کسی گاؤں کے رہنے والے اپنے گاؤں میں قرض یا دوسرے کام کی سوسائٹی قائم کرنا چاہیں تو انھیں چاہئے کہ اپنے ضلع کے سنٹرل کوآپریٹو بینک میں جائیں یا وہاں کے کوآپریٹو سوسائٹیز کے انسپکٹر سے خط و کتابت کر کے یا وہاں جا کر سب باتیں دریافت کریں۔

آم کے پودے پر چشمہ چڑھانا

از جناب علی محمد علوی - بی - اے - اسے جی - آئی ڈی - آئی سندھ
ایگریکلچرل سروس

ہندوستان میں آم پھلوں کا بادشاہ مانا گیا ہے۔ یہ عزت اُسے زمانۂ قدیم سے حاصل ہے شاہان مغلیہ کئی قسم کے آموں کی بڑی قدر کرتے تھے اور انکا باغ لگانے کے لئے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔

آم لگانے کے سلسلے میں کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ڈاکٹر ڈبلیو برنس کی "دی کلچر آف مینگو" ایک ایسی ہی کتاب ہے۔ ڈاکٹر برنس حکومت بمبئی کے اکنامک بوٹونسٹ تھے۔ آپ نے یہ کتاب راؤبہادر ایس۔ ایچ۔ پرایاگ کی مدد سے لکھی تھی۔ اس کتاب میں ڈاکٹر برنس نے دکن اور ہندوستان کے دوسرے حصوں میں آم لگانے کا مفصل ذکر کیا ہے۔

اس مضمون میں اُن طریقوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کے مطابق سندھ کی آب وہوا میں چشمے چڑھا کر آم کے درخت لگائے جا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر برنس اور مسٹر پرایاگ نے قلم باندھنے اور چشمے چڑھانے کے مختلف طریقوں سے آم کے پودے لگانے کے بڑے بڑے تجربے کئے ہیں۔ موصوف نے کھیت میں لگائے جانے والے اور گملوں میں لگائے جانے والے آم کے پودوں میں شیلڈ بڈنگ اور پیچ بڈنگ کرنے کی کوششیں کی تجربے نے آپ کو بتایا کہ چشمے چڑھانے کے لئے گملوں میں لگائے جانے والے پودے ٹھیک نہیں ہوتے۔ آپ کھیت میں لگائے ہوئے دو ڈھائی سال سے لیکر تین سال تک کے پودے کام میں لائے۔ اخیر ستمبر سے وسط نومبر تک کی خشک آب وہوا میں آپ کو چشمے چڑھانے میں کافی کامیابی حاصل ہوئی۔ آپ چشمے چڑھانے کے متعلق حسب ذیل رائے دیتے ہیں۔

"مختصراً کہا جاتا ہے کہ پونا میں ابھی تک آم پر چشمہ چڑھانا پیڑ بڑھانے کا ایک غیر معین ذریعہ ہے۔ اس کے لئے کوئی قابل اطمینان جواب نہیں دیا جا سکتا سہارنپور اور ناگپور سے بھی اس قسم کی کامیابی کی اطلاع ملی ہے فلوریڈا میں بھی ۸۰ فیصدی تک کامیابی حاصل ہو چکی ہے اس لئے ہندوستان میں اس کی سفارش اس وقت تک نہیں کی جا سکتی جب تک اتنی ہی کامیابی کا یقین نہ ہو جائے۔ اچھی طرح پر چشمہ تیزی سے بڑھنے لگتا ہے۔ ہم لوگوں نے ایک ایسے درخت کو چار سال اور تین مہینے ہی میں پھولتے دیکھا ہے جس پر چشمہ چڑھایا گیا تھا۔ لیکن اس میں پھل نہیں لگے تھے۔

درختوں کی تعداد بڑھانا

ہندوستان میں عام طور پر آم کے درخت لگانے کے لئے بیج ہی کام میں لائے جاتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس طرح جو درخت تیار ہوتے ہیں۔ ان کے پھل اُس قسم کے نہیں ہوتے جس قسم کے پھل ان درختوں میں پائے جاتے ہیں جن کے بیج سے یہ درخت اگائے جاتے ہیں اس لئے آم کے باغ میں کئی قسم کے آم پائے جاتے ہیں جن کی قیمت عملی طور پر کچھ نہیں ہوتی۔

اس لئے عمدہ قسم کے آم کے درختوں کی نسلیں بڑھانے کے لئے قلم باندھنے کا طریقہ بہت دنوں سے کام میں لایا جا رہا ہے ایسی جگہوں میں قلم باندھنے میں بہت نقصان ہوتا ہے جہاں کا سلسلۂ حرارت صوبہ سندھ کی طرح بہت بڑھ جاتا ہے اور بارش کم ہوتی ہے۔ ایسی جگہوں میں ہاتھ سے آبپاشی کرنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔

سندھ کی سی آب وہوا میں یہ طریقہ بہت بیش خرچ معلوم ہوتا ہے۔ وہاں پودوں کو گملے میں لگانے، روزانہ تقریباً دو بار سینچنے اور قلم کے لئے درخت کے پاس مچان یا چبوترہ تیار کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ مٹی کا گولہ بنانے اور اسے بھیگی گھاس سے لپیٹنے میں حال میں جو اصلاحات ہوئی ہیں ان سے قلم کرنے کے لئے پودے کو گملے میں لگانے کے طریقے کی کمی میں مدد ملی ہے۔ پھر بھی گرمی میں روزانہ دو تین بار کی سینچائی بیش خرچ ہوتی ہے۔

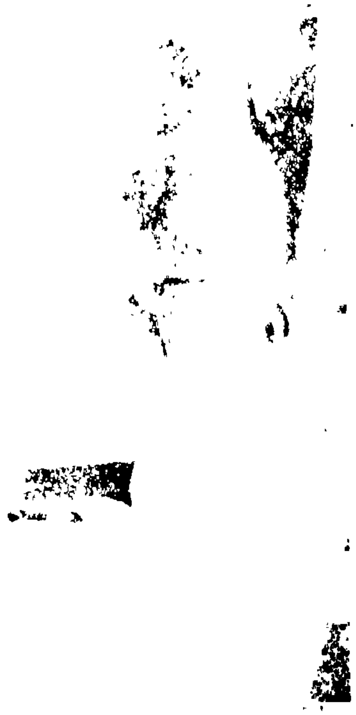
ہر سال زیادہ تعداد میں قلم لینے سے ان درختوں کی پھلنے کی طاقت اور تندرستی پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے جن سے قلمیں لی جاتی ہیں۔ یہ اثر گورنمنٹ فروٹ فارم میرپور خاص کے آم کے درختوں پر دیکھا گیا ہے۔ پچھلے ۴ - ۵ سال سے ان پیڑوں میں سے فی درخت ۵۰ سے سو تک قلمیں لی جاتی تھیں۔ ان پیڑوں کی طاقت کم ہو گئی ہے اور ان میں پھل نہیں لگتے۔

پودوں کی بہت بڑی مانگ

صوبہ سندھ میں لائڈ باندھ اور نہر بنانے کی اسکیم کے مطابق ہمیشہ پانی ملنے کی سہولتیں ہو جانے سے باندھ کے رقبے میں پھل کے باغ لگانے کے لئے آم کے پودوں کی بہت زیادہ مانگ ہے یہ مانگ پوری کرنے کے لئے راقم کو چشمہ چڑھائے ہوئے پودے تیار کرنے کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ گملے اور کھیت کے درختوں پر چشمہ چڑھانے میں کئی سال تک ناکامی ہوئی۔ لیکن آخر میں اور ریجنل طریقے کام میں لانے پر کھیت میں لگائے جانے والے درختوں پر چشمے چڑھانے میں کامیابی ہوئی۔ میرپور خاص کے گورنمنٹ فروٹ فارم کے آم کے درختوں پر چشمے چڑھانے میں اب ۶۰ فیصدی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ ۱۹۳۰ء کے موسم میں پہلی بار حسب ذیل تعداد میں عمدہ قسم کے آم کے چشمے ضلع میں اور باہر تقسیم کئے گئے۔

گورنمنٹ فروٹ فارم میرپور خاص	۵۲
فضول بھابھر و تعلقہ ڈگری	۱۰۲
تعلقہ نواب شاہ	۴۰
سندھ کے دیگر حصے	۳۵
بوٹونیکل گارڈنس سہارنپور	۲
گورنمنٹ فروٹ فارم میرپور خاص کے پاس ایک باغ	۱۳
میزان	۲۴۴

۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۹ء میں بھی ٹھیک اسی تعداد میں چشمے تقسیم کئے گئے۔ ۱۹۳۷ء میں گورنمنٹ فروٹ فارم میرپور خاص میں جو درخت لگائے گئے تھے ان میں سے کچھ درختوں میں ۱۹۳۹ء نئی آم کی



۲ - الف لمبا تیار چشمہ
فصل میں پھولوں کے کچھ گچھے لگے ہیں۔ یہ پھل نیلم اور سنہری دھاریوں کی نسل کے ہیں۔

چشمہ چڑھانے کا طریقہ

نرسری کا رقبہ ۔ نرسری کی زمین گہری جوتی جانی چاہئے تاکہ مٹی کے ٹکڑے اچھی طرح چور چور ہو جائیں اس میں سڑا ہوا گوبر ڈالنا چاہئے ایسا کرچکنے پر اسی سائز کی کیاریاں بنانی چاہئیں جو درست ہو اور انھیں سینچ دینا چاہئے اس کے بعد ہر کیاریوں کی گڑائی کر کے ان میں پکے آم کی گٹھلیاں بو دینی چاہئیں۔

گٹھلیاں لگانے کا طریقہ ۔ نرسری کے کام کے لئے آم کی گٹھلیاں ایسے ہی دیسی آم کے درختوں سے لی جائیں جو کافی بڑے ہوں اور ہر سال پھلتے ہوں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ پودا اچھی طرح اُگے تو ہمیں بیج کے آموں کو تب تک پیڑ پر رہنے دینا چاہئے جب تک درخت کے بیشتر پھل پک نہ جائیں۔ پھلوں کے پک جانے پر انھیں اکٹھا کر کے ان کی گٹھلیاں نکال لینی چاہئیں : ان گٹھلیوں کو دو کو

دو فیٹ کے فاصلے پر کیاریوں میں بو دینا چاہئے حسب ضرورت انھیں تین چار دن میں ہلکے طور پر پانی دینا چاہئے۔

عام طور پر دو تین ہفتے میں کونپل نکلنے لگتی ہے اور پودے کی باقاعدہ نرائی اور گوڑائی کرنی چاہئے نومبر دسمبر میں پودے تقریباً ڈیڑھ فیٹ اونچے ہو جاتے ہیں۔



آم کا پودا جس پر چشمہ چڑھایا جاتا ہے۔

ایسے رقبوں میں جہاں پالا پڑتا ہے، دسمبر اور فروری میں پودوں کی حفاظت ہونی چاہئے۔ بہار میں پودوں کے بڑھنے کی طاقت بڑھانے کے لئے جاڑے میں ایک دو بار سڑا ہوا گوبر ہلکے طور پر چھڑک دینا چاہئے۔ ایسا کرنے سے تقریباً سال بھر کے اندر ہی اندر پودے کے تنے کا

قطر سیڈ پنسل کا سائز کا ہو جاتا ہے اور ایسا پودا چشمہ چڑھانے کے قابل ہو جاتا ہے ۔ اس پر نرسری میں ہی چشمہ چڑھانا چاہئے ایک سال کا مضبوط پودا تقریباً تین فیٹ اونچا ہوتا ہے اور چشمہ چڑھانے کے لئے کافی موٹا ہوتا ہے ۔ چھوٹے پودے فروری تک بڑھنے کے لئے چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔

انکوا نکلنے کا وقت

آم کے پودوں میں مقررہ وقت پر انکوے نکلتے ہیں۔ سب سے پہلے انکوے نکلتے ہیں جو بعد میں پھیکے بیگنی رنگ کی پتیوں کے فصل کے ہو جاتے ہیں۔ یہ پتیاں معمولی سائز کی ہوتی ہیں اور دھیرے دھیرے جب انکوا نکلنا بند ہو جاتا ہے، ہرا رنگ پکڑ لیتی ہے آم کے پودوں میں سال کے حسب ذیل مہینوں میں انکوے نکلتے ہیں۔

پتیاں کاٹنے کے لئے چاقو اوپر سے نیچے چلانا چاہئے۔ تصویر میں یہ طریقہ دکھلایا گیا ہے جس ٹہنی کی پتیاں کاٹی گئی ہیں اسکے بیچ کا ایک چشمہ بھی نکالا گیا ہے۔

(الف) فروری ۔ مارچ (ج) اگست ۔ ستمبر
(ب) جون ۔ جولائی (د) اکتوبر ۔ نومبر

چشمے اسی وقت چڑھائے جا سکتے ہیں جب پودے میں انکوے پیدا ہوتے ہیں ۔ اس لئے فروری مارچ

اور اگست ستمبر کا وقت ہی جب درجۂ حرارت کافی گرا رہتا ہے اور فضا میں زیادہ نمی نہیں رہتی، چشمے چڑھانے کے لئے مناسب ہے۔ ۱۹۳۸ء میں فروری کے آخری ہفتے میں گورنمنٹ فروٹ فارم میرپور خاص (سندھ) میں پودوں پر چڑھائے جانے والے چشموں کی تفصیل درج ذیل ہے

چشمے جو ٹھیک طور پر لگائے گئے	چڑھائے ہوئے چشموں کی تعداد	آم کی قسم	چشمہ چڑھانے کی تاریخ
۳۰	۴۵	سنہری مدراسی	۲۳ رفروری ۱۹۳۸ء
۵۰	۶۶	مدراس افوز	۲۴ رفروری ،،
۷۴	۹۶	بانگاپلی	۲۵ ،، ،،
۴۰	۵۴	مدراس افوز	۲۹ ،، ،،

نوٹ۔ ان چشموں کی جانچ ۲۹ رجون ۱۹۳۸ء کو کی گئی تھی

کامیابی حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس وقت نرسری کے پودوں میں انکوے نکلتے ہوں اس وقت ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کی جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ پودوں میں انکوے پھوٹنے لگیں صرف ان پودوں پر چشمے چڑھائے جا سکتے ہیں جن میں خوب انکوے نکلتے ہیں۔

انکوا نکلتے وقت پودے کا رس سرے تک دوڑتا رہتا ہے۔ اسلئے تھوڑا سا چھید کرنے پر چھلکا آسانی سے اتر آتا ہے جو چشمہ چڑھانے میں سہولت دیتا ہے جب انکوے نہیں نکلتے رہتے تو پودے کا چھلکا مشکل سے اترتا ہے۔ اس لئے ایسی حالت میں جو چشمے باندھے جاتے ہیں وہ ٹھیک طور پر نہیں لگتے۔ کیونکہ اس طرح لگائے گئے چشمے سے انکوا خراب ہو جاتا ہے۔ لگانے کے لئے پودوں کا انتخاب کرتے وقت مندرجہ ذیل ضروری باتوں کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔

(الف) پودا ڈیڑھ سال پرانا اور ایک معمولی پنسل کی موٹائی کا ہونا چاہیئے۔

(ب) پودے میں انکوے نکلتے رہنے چاہئیں جس سے معلوم ہو کہ اس میں رس موجود ہے۔ جب پودے کے سرے پر پھیکے بیگنی رنگ کی پتیاں نکل رہی ہوں تو سمجھنا چاہیئے کہ پودا انکوے نکلنے کی حالت میں ہے۔

چشمے کی ٹہنیوں کا انتخاب

ایسے درخت جن سے چشمے کے لئے ٹہنیاں منتخب کی جائیں کافی اچھے مضبوط اور زیادہ پھل دینے والے ہونے چاہئیں پرانے درختوں کی ٹہنیاں بھی چشمے کے لئے منتخب کی جا سکتی ہیں جو کافی بڑے ہوں۔

چشمے کے لئے ٹہنیوں کا انتخاب کرتے وقت حسب باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔

(الف) ٹہنی نئی نکلنے کی حالت میں نہ ہونی چاہیئے

(ب) ٹہنی تندرست اور معمولی ہرے یا بھورے رنگ کی ہونی چاہیئے۔

(ج) اس کی پتیاں عام سائز کی ہونی چاہئیں

(د) انکوا معمولی چنے کے سرے کے سائز کا ہونا چاہیئے۔

(ہ) ٹہنی اس طرح ہونی چاہیئے کہ باہر کے چھلکے کا تعلق اندر کی لکڑی سے آسانی سے قطع کیا جا سکے۔

(و) ٹہنی اس طرح ہونی چاہیئے جو تین بار پنپ چکی ہو۔ بالائی حصہ چھوڑ کر نیچے چشمے صاف صاف نظر آئیں گے۔

چشمے کی ٹہنیاں رکھنے کا طریقہ

تخمی پیڑ سے الگ کرنے پر چشمے کی ٹہنیاں حسب ذیل طریقے پر رکھنی چاہئیں۔

(۱) بالائی حصہ کاٹ دینا چاہیئے کیونکہ وہ کچا ہوتا ہے۔

(۲) پتی دار سب حصہ چھانٹ دینا چاہیئے۔ لیکن پتی کا ڈنٹھل ٹہنی سے لگا رہنے دینا چاہیئے۔

(۳) یہ دیکھا گیا ہے کہ پتی کے تازے ڈنٹھل کاٹ دینے پر انکووں میں رس نہیں رہ جاتا اور وہ کمزور پڑ جاتے ہیں۔ یہ باتیں سندھ کی آب وہوا کے لئے درست ہو سکتی ہے

(۴) چشمے کی ٹہنیوں کے ایک ایک فیٹ کے ٹکڑے کرنے چاہئیں اور انہیں ٹھنڈا اور نم رکھنے کے لئے کیلے کے درخت کے تازے چھلکے میں رکھ دینا چاہیئے۔

(۵) صبح اور شام دونوں وقت کام میں لانے کیلئے چشمے کی ٹہنیاں تازی ہونی چاہئیں ماہ ستمبر میں پانچ بجے شام کو علیحدہ کیا ہوا چشمہ جو دوسرے روز ۱۰۰ میل کے فاصلے پر ۱۰ بجے لگایا گیا تھا ٹھیک نہیں لگا۔ لیکن اس آزمائش کے ساتھ کئی اور باتیں بھی ملی ہیں۔ لہٰذا یہ بات پوری طرح طے کرنے کے لئے ایک اور آزمائش کی ضرورت ہے۔

چشمہ نکالنے کا طریقہ

انکوے کو بیچ میں رکھکر اس کے گرد نشان بنا دینا چاہیئے۔ پھر اوپر سے نیچے کی طرف تیز چاقو سے دو انچ تک کاٹ دینا چاہیئے پھر انکوے کو اس طرح الگ کرنا چاہیئے کہ وہ آسانی سے بغیر چھال کو نقصان پہنچائے الگ ہو جائے پھر ریشے وغیرہ ہٹا کر انکوے کا کنارہ صاف کر دینا چاہیئے۔

چشمہ چڑھانے کا طریقہ

ایسے ہی پودوں پر چشمے چڑھائے جا سکتے ہیں۔ جو ایک سال پرانے ہیں اور جن کی موٹائی پنسل برابر ہے۔ دو سال کے پودوں پر بھی چشمے چڑھائے جا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کی ڈالیاں کافی موٹی ہوں اور انکوے نکلا کرتے ہوں۔ اسلئے پودوں پر چشمہ چڑھانے کے خیال سے پودوں کی کیاریوں کی دیکھ بھال ہفتے میں ایک دو بار ضرور ہونی چاہیئے۔

چشمہ اس طرح چڑھایا جاتا ہے تیز چاقو سے پودے کے دھڑ پر زمین سے ایک فیٹ اونچا اور ۲ یا ۲½ انچ لمبا چڑھائے جانے والے چشمے کے سائز کا ایک نشتر لگانا چاہیئے۔ اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اندر کی لکڑی نہ کٹے۔

چاقو کی نوک سے چھال اور اس کے نیچے کی لکڑی کا تعلق قطع کر دینا چاہیئے ایسا کرنے کے لئے پودے کو ہلکے طور پر جھکا بھی دینا چاہیئے۔ کھلی ہوئی جگہ میں ٹہنی کا انکوا بٹھال دینا چاہیئے۔ پھر پودے کو کیلے کے گیلے ریشے سے کس کر باندھ دینا چاہیئے موم یا مٹی استعمال نہ کرنا چاہیئے۔ چشمہ چڑھانے میں کچھ منٹوں سے زیادہ وقت نہ لگنا چاہیئے۔

چشمے کا بڑھنا

اگر چشمہ چڑھانے میں پوری احتیاط کی گئی تو انکوا ایک ہفتے تک ہرا رہیگا۔ اور دو ہفتے میں پھٹنا شروع کر دیگا۔ کچھ انکوے دیر میں بھی بڑھتے ہیں جب انکوا بڑھنے لگے تو پودے کا بالائی حصہ دھیرے دھیرے چھانٹ دینا چاہیئے۔ لیکن جب وہ اچھی طرح بڑھ جائے تو بالائی حصہ بالکل کاٹ دینا چاہیئے چشمہ چڑھائے جانے والے پودوں کی نرائی،

سینچائی اور ان کے مالائی حصوں کی کانٹ چھانٹ کی طرف خاص توجہ دینی چاہیئے سموچے تنے پر فالتو انکھوے اگ آتے ہیں - انھیں جہاں تک ہو سکے شروع میں تین بار توڑ دینا چاہیئے - اس طرح انکھوے اچھی طرح اگیں گے - چشمے چڑھائے ہوئے پودوں کی جاڑے میں ٹھنڈی ہوا سے حفاظت کرنی چاہیئے اگرچہ چھوٹے انکھوؤں کے لئے زیادہ گرمی ٹھیک نہیں ہوتی تاہم زیادہ روشنی اور دھوپ سے انکھوؤں کو بڑھنے کی طاقت ملتی ہے۔

ایسے پودے جن پر چشمہ چڑھایا گیا ہے ایک سال میں دو فیٹ بڑھ جاتے ہیں اور اس حالت میں وہ مستقل طور سے کھیت میں لگنے کے قابل رہتے ہیں - مستقل صورت میں لگائے ہوئے دو تین سال کے پودوں پر بھی چشمہ چڑھایا جا سکتا ہے ایسے پودوں کو دوسری جگہ لگانے کی ضرورت نہ ہوگی -

چشمہ چڑھائے ہوئے پودوں کا ہٹانا

چشمہ چڑھائے گئے پودے سال بھر بعد دوسری جگہ ہٹائے جا سکتے ہیں - یہ کام تبھی کیا جا سکتا ہے جب پودے انکھوا نکالنے کی حالت میں نہ ہوں - کیونکہ جو پودے ایسی حالت میں ایک جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ لگائے جائینگے ان کا نرم بالائی حصہ سوکھنے کی وجہ سے خراب ہو جائیگا۔

بڑے پودے کو جسکا تنہ موٹا ہو گیا ہو پہلے ایک طرف سے کھود کر اس کی جڑوں کو مٹی سے ڈھک دینا چاہیئے - آٹھ دس دن بعد اس کی دوسری طرف بھی کھدائی کر کے پودے کو نکال لینا چاہیئے ہر حالت میں پودے کی پنڈی اتنی بڑی ہونی چاہیئے کہ اس میں پودے کی بڑی جڑیں رہ سکیں۔ پنڈی کو ٹاٹ اور رسّی سے کس کر باندھ دینا چاہیئے

گورنمنٹ فروٹ فارم میرپور خاص میں پودے ہٹائے جانے پر وہ سایہ میں قطار میں رکھ جاتے ہیں پنڈی سوکھی گھاس سے ڈھکی رہتی ہے - جس پر روزانہ دو بار پانی چھڑکا جاتا ہے اس طریقے سے سندھ میں گرمیوں میں تقریباً ۲ ماہ تک پودے تندرست حالت میں رکھے گئے ہیں پودوں کو تین مہینے سے زیادہ رکھنا ضروری نہیں - اسٹور میں رکھنے سے پودوں کو مستقل طور پر کھیت میں لگانے کا کافی وقت ملنے میں مدد ملتی ہے۔

ہلدی صاف کرنے کی مشین

از جناب مسٹر ان - جی - چاری - بی - اے - ایم - آئی - ٹی - سابق - بیرعا اغیبز محکمہ زراعت مدراس

ہلدی بھی دیگر زراعتی پیداوار کی طرح سے بازار کے لئے تیار ہونے میں کافی محنت چاہتی ہے۔ کھدائی کے بعد ہلدی کو نالندوں میں ابالا جاتا ہے اور اس کے بعد دھوپ میں خشک ہونے کے لئے پھیلا دیا جاتا ہے - اس کے بعد اس کی صفائی کر کے باریک جڑوں مٹی کے ذرّوں، چھلکے وغیرہ کو رگڑ کر صاف کر دیا جاتا ہے - جس سے ہلدی کھردا پن اور میلی خاکی رنگت سے چکنے اور چمکتے رنگ کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

صوبہ مدراس میں ہلدی صاف کرنے کا عام طریقہ یہ ہے کہ ایک بانس کی ٹوکری کمر کی برابر اونچائی پر کسی اوپر لگے ہوئے بانس یا پیڑ کی موٹی ڈال سے رسّی کے ذریعہ ٹانگ دیجاتی ہے - اور پندرہ یا بیس پونڈ خشک ابلی ہوئی ہلدی ایک بورے کے اندر ڈھکی ہوئی اس ٹوکری کے اندر رکھ دی جاتی ہے - اس کے بعد اس ٹوکری کو دو آدمی آمنے سامنے کھڑے ہو کر خوب اچھی طرح آگے پیچھے جھونکا دیکر ہلاتے ہیں - یہ ہلانے کا عمل اس وقت تک جاری رکھا جاتا ہے - جب تک کہ ہلدی کا چھلکا باریک جڑیں اور مٹی کے ذرّہ وغیرہ نکل نہ جائیں - اور جب تک کہ وہ چکنے ہوئے پیلے رنگ کی نہ ہو جائے - بعض اوقات کچھ کھردرے پتھر ہلدی کی ٹوکری میں رکھ دئے جاتے ہیں تاکہ وہ صفائی کرنے کے عمل میں مدد دیں -

محکمہ زراعت مدراس نے اس کے مقابلہ میں ایک بہتر طریقہ ہلدی صاف کرنے کے لئے نکالا ہے وہ یہ ہے کہ بڑے خانے کی لوہے کی جالی کا بنا ہوا ایک خول یا ڈرم جسکا قطر تین فٹ ہوتا ہے اور لمبائی دو فٹ ہوتی ہے اور جس کے دونوں طرف ہینڈل ہوتے ہیں - دو لکڑیوں کے اوپر جو قریب پانچ فٹ اونچی ہوں - زمین کی سیدھ میں کھڑا کیا جاتا ہے - اور مشین کے ہتھے کو دو آدمی گھماتے ہیں - اس ڈرم میں ۷۰ پونڈ ابلی ہوئی خشک ہلدی ایک دفعہ میں پڑ سکتی ہے جو کہ ۷ اور ۱۰ منٹ کے درمیان صاف ہو جاتی ہے جبکہ ڈرم کو تیس گھماؤ فی منٹ کی رفتار سے چلایا جائے بڑے خانے کی لوہے کی جالی میں سے ہلدی کے ٹکڑوں کے نیچے گر جانے کو روکنے کے لئے ایک تار کی جالی ڈرم کے اوپر منڈھ دی جاتی ہے - اس جالی کے خانے ہلدی کو نیچے گرنے سے روکتے ہیں - مگر مٹی اور چھوٹی جڑیں ان سے نکل سکتی ہیں - جب ہلدی کی صفائی ہو چکتی ہے تو ایک دروازہ جو کہ ڈرم کی پوری چوڑائی میں ہوتا ہے ہٹا دیا جاتا ہے اور صاف کی ہوئی ہلدی ٹوکری یا بورے میں بھر لیجاتی ہے۔

یہ مشین آٹھ گھنٹے کے عرصہ میں ایک ٹن سے زائد ہلدی صاف کر سکتی ہے ضلع کوئمبتور (مدراس) میں اس مشین کا تین سال متواتر تجربہ کیا گیا - جس سے یہ معلوم ہوا کہ اس سے مزدوری کے خرچ میں دو روپیہ سے تین روپیہ فی ٹن تک کفایت ہوتی ہے - اس کے علاوہ مشین سے صاف کی ہوئی ہلدی کی قیمت بازار میں دیسی طریقہ سے صاف کی ہوئی ہلدی کے مقابلہ میں تین روپیہ سے سات روپیہ فی ٹن تک زیادہ ملتی ہے - مدراس میں ہلدی کی پیداوار کا اوسط دو ٹن فی ایکڑ ہے۔ یہ ہلدی صاف کرنے کی مشین بہت سستی ہے اور لکڑی کے پائے علیحدہ سے لگائے جائیں تو صرف ۳۵ روپیہ میں تیار ہو سکتی ہے - مشین کا وزن بغیر لکڑی کے پایوں کے ۱۶۵ پونڈ ہے ہلدی پیدا کرنے والے مرکزوں میں یہ مشین بہت پسند کی گئی اور محکمہ نے اسے آٹھ آنہ روز کرایہ پر کسانوں کو دیا

ماخوذ از رسالہ اگریکلچر لائیو اسٹاک جلد ۶ حصہ ۲ - نومبر ۱۹۳۶ء

کھیتی کی پیداوار بڑھانے کی ترکیب

(از جناب مسٹر پیارے لال گرگ پروفیسر زراعت، زراعتی کالج کان پور)

سرکاری فارموں پر کئے گئے تجربات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کسانوں کے کھیتوں کی بہ نسبت سرکاری کھیتوں سے زیادہ پیداوار لیجا سکتی ہے۔ مندرجہ ذیل خاکہ اس بات کو بخوبی ظاہر کرتا ہے۔

پیداوار فی ایکڑ

فصل	کسان	سرکاری فارم
ایکھ	۲۰ من گڑ	۹۰ من گڑ
گیہوں	۱۰ من	۲۰ من
کپاس	۵ من	۸ من
دھان	۱۵ من	۳۰ من

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فارموں پر ایسے کون سے کام کئے جاتے ہیں جن سے کہ پیداوار بڑھ جاتی ہے۔ آپ لوگوں کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ صرف معمولی باتوں کی طرف خاص توجہ دینے سے ہی ایسا ہونا ممکن ہوجاتا ہے۔

ہمارے کسان فصل کاٹ لینے کے بعد اپنے کھیتوں سے کچھ بھی رشتہ نہیں رکھتے۔ آئندہ فصل بونے تک اُن میں کھر پتوار پیدا ہوا کرتے ہیں جو ان کی قوت زرخیزی کو برابر برباد کرتے رہتے ہیں۔ اگر اس دوران میں بارش ہوجاتی ہے تو اس کا پانی بہہ کر نکل جاتا ہے کھیتوں میں کھار پڑ جاتے ہیں اور ان کی طاقت بھی کم ہوجاتی ہے۔ اگر فصل کاٹ لینے کے بعد کھیتوں کو جوت ڈالیں تو کھر پتوار ہی نہ دور ہوگا بلکہ برساتی پانی بھی کھیت ہی میں جذب ہو جائیگا۔ اس سے آئندہ فصل کو کافی نمی ملیگی اور آبپاشی کم کرنی پڑیگی۔ دھوپ اور ہوا کا گذر ہوتے رہنے سے پودوں کے لئے خوراک کافی مقدار میں تیار ہو جائیگی۔ اسلئے یہ ضروری ہے کہ خریف اور ربیع کے کھیتوں کو خالی ہونے کے بعد جوت دیا جائے۔ کسان کے بیل برابر چارہ کھاتے ہی ہیں اگر اُن سے اتنا کام اور لے لیا جائے تو کوئی خاص خرچ نہیں ہوتا۔

فصلیں زمین سے ہی خوراک پا کر بڑھتی ہیں اس سے فصلوں کو بڑھانیوالا حصہ کم ہوجاتا ہے۔ اگر پوری فصل زمین میں پھر ملا دیجائے تو کمی جزیں کی تیوں پوری ہو جائے لیکن ایسا ہو نہیں سکتا۔ غلہ دور دراز ممالک میں چلا جاتا ہے۔ بھوسہ مویشیوں کے کام آجاتا ہے سخت ڈنٹھل والے ننے ٹوکریاں۔ ٹٹیاں۔ اور چھت بنانے کے کام آجاتے ہیں یا انھیں ایندھن کے کام میں لاتے ہیں۔ ایسی حالت میں یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ کھیتوں میں کھاد ڈالا جائے۔ گھر کا کوڑا کرکٹ اور مویشیوں کا گوبر اور پیشاب ملی ہوئی مویشی خانے کی مٹی۔ پاخانہ اور مردہ جانوروں کی ہڈیاں سفوف کر کے کھیتوں میں ڈالتے رہنا چاہیئے اس سے پیداوار بڑھ جائیگی۔ اگر اس پر بھی کھاد کی کمی ہو تو دالدار فصلیں مثلاً گوار سنئی۔ نیل۔ ڈھینچہ خریف میں بو کر برسات کے وسط میں جوت دینی چاہیئے۔ اس سے پیداوار بڑھ جائیگی۔

مٹی پلٹنے والے ہلوں کا استعمال کرنے سے پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے۔ کانپور زراعتی فارم پر ایسا کرنے سے مندرجہ ذیل پیداوار ہوئی :-

مٹی پلٹنے والے ہل سے جوتائی ۲۰ من گیہوں
دیسی ہل سے جوتائی .... ۱۵ من گیہوں

ایسا کرنے سے ۵ من گیہوں کی زیادہ پیداوار ہوئی جس کی قیمت آج کل کے نرخ سے مبلغ بیس روپیہ ہوتی ہے۔ اس سے ایک مسٹن ہل مبلغ پانچ روپیہ نو آنہ میں خریدا جا سکتا ہے اور مبلغ چودہ روپیہ سات آنہ کی بچت ہوجاتی ہے یہ ہل ۵-۶ سال تک جوتائی کا کام دے سکتا ہے۔

فارموں پر جو بیج بویا جاتا ہے اُس سے کسانوں کے بیج کی بہ نسبت زیادہ پیداوار ہوتی ہے اور قیمت دونوں کی برابر ہوتی ہے آج کل ہر ایک ضلع میں محکمۂ زراعت کے گودام موجود ہیں۔ وہاں سے باسانی ہر قسم کا بیج خریدا جا سکتا ہے ایک دفعہ خرید لینے کے بعد آئندہ سال کے لئے اپنا بیج پیداوار میں سے رکھا جا سکتا ہے۔

کھڑی فصل میں نکائی گوڑائی کر کے پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے اس سے کھر پتوار برباد ہوجاتے ہیں اور زمین کی کل خوراک پودوں ہی کے کام آتی ہے۔ اگر زمین میں کافی قوت نہ ہو تو پہلی آبپاشی کے ساتھ فوراً اثر کرنیوالی کھادیں مثلاً نوتا مٹی۔ امونیم سلفیٹ۔ سوڈیم نائٹریٹ۔ شورہ۔ راکھ۔ سڑی ہوئی گوبر کی باریک کھاد باریک پسی ہوئی اڈی۔ نیم۔ مونگ پھلی وغیرہ کی کھلی دینی چاہیئے۔

بوقت آبپاشی کیاری۔ برہا بنا کر پانی دینا چاہیئے۔ زیادہ پانی دینے سے زمین سخت پڑ جاتی ہے۔ پودوں کی جڑیں چھوٹی رہ جاتی ہیں اسلئے پانی اتنا دینا چاہیئے کہ رات بھر میں کھیت میں جذب ہو جائے نہری آبپاشی میں اس بات کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے۔

جہاں تک ہو سکے کھیتوں کو ہموار بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے اونچے نیچے کھیتوں میں اوپر کی کھاد بہہ کر نیچے چلی جاتی ہے۔ جوتائی یکساں نہیں ہوتی۔ بارش یا آبپاشی کے بعد اوپری حصہ پہلے اور نیچے کا بعد کو جوتنا پڑتا ہے کیونکہ پورا کھیت ایک دم جوتائی کے قابل نہیں ہوتا۔ پانی اچھی طرح سے نہیں لگتا۔ نشیبی حصے میں پانی زیادہ بھر جاتا ہے اور اوپری حصے میں بہت کم رہتا ہے۔ اس سے پودوں کی بالیدگی ایک سی نہیں ہوتی۔ پیداوار گھٹ جاتی ہے۔ ایسی صورت میں زیادہ پیداوار لینے کے لئے کھیتوں کو ہموار بنانا چاہیئے۔ چھوٹے کھیتوں کی جوتائی میں مشکل ہوتی ہے اور بہت سی زمین مینڈوں میں گھر جاتی ہے۔ اسلئے اپنی جوت کے کھیت بڑے بنانے چاہئیں۔ جہاں تک ہوسکے مینڈیں سیدھی حسب ضرورت اونچی اور موٹی بنانی چاہئیں۔

کھیتوں میں پیڑ نہ لگانے چاہئیں ان کی سایہ سے زمین اوسر ہوجاتی ہے۔ اور پیداوار کم ہوجاتی ہے۔ اگر پیڑ لگانے ہی ہوں تو اپنی کاشت کے اس حصے میں لگانی چاہئیں جہاں کہ کھیتی نہ ہوسکتی ہو۔ ایسا کرنے سے بیکار زمین بھی کام آجائیگی۔

آبپاشی کرنے سے پیداوار میں ہمیشہ اضافہ ہوتا ہے۔ اگر کسان کے کھیتوں میں آبپاشی کا کوئی انتظام نہ ہو تو پختہ چاہ بنانے یا نہر کی گول لانے کی ضرور کوشش کرنی چاہیئے۔ آبپاشی کا انتظام ہونا ضروری ہے۔

وقت پر کام کرنا نہایت ضروری ہے دوسرے کسانوں نے کسی کام کو شروع نہیں کیا ہے یہ خیال کر کے کام نہ کرنا غلطی ہے۔ کھیت کو جب جوتنے کی ضرورت سمجھو جوتو۔ کھاد دینے کی ضرورت سمجھو۔ کھاد دو آبپاشی کی ضرورت سمجھو۔ آبپاشی کردو۔ کاٹنے کی ضرورت سمجھو کاٹو۔ دوسروں کی نقل مت کرو۔ اپنے نفع و نقصان کے تمہیں ذمہ دار ہو۔ اسلئے وقت پر اپنا کام خود شروع کردو۔ کامیابی انہیں کو ہوتی ہے جو اپنے کاموں کو خود سنبھالتے ہیں۔

کوآپریٹو سوسائٹی کے ذریعے گنّے کی فروخت

(از جناب رام راج [illegible] اسسٹنٹ کین ڈیولپمنٹ افیسر، بستی)

ٹیکہ ہی سے تعلق رکھنے والی بےشمار دقتیں جو کسانوں کو تقریباً سات آٹھ سال قبل ہوتی تھیں اور جو ابھی تک قطعی دور نہیں ہوئی ہیں جن کو دیکھ کر کس کا دل نہیں پسیجتا تھا۔ اس وقت ان دقتوں کو دور کرنے کے لئے کوئی سہولت ہاتھ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ مل مالکوں کی توجہ صرف اس بات پر مرکوز تھی کہ وہ کسی نہ کسی صورت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ اس وقت کارکنان محکمہ امداد باہمی کی کوششوں سے کئی مقامات پر ایکھ والی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کی گئیں۔ اور ان کا نصب العین یہ رکھا گیا کہ اجتماعی طور سے اپنی شکایت دور کرنے کے لئے وہ خود اپنی مدد کریں۔ ایسی کوآپریٹو سوسائٹیوں کی ترقی دن بدن ہوتی گئی اور ان کی توسیع ہوتی گئی۔ پہلے سوسائٹیوں کے پیش نظر صرف یہ کام تھا کہ کسانوں کی ایکھ کی پیداوار کم سے کم دشواریوں کے ساتھ فروخت ہو جائے اور ان کو زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو۔ لیکن ایکھ کی فصل کسانوں کی غریبی اور ناواقفیت کے باعث دن بدن خراب ہوتی جارہی تھی۔

ہندوستان میں شکر کی تجارت بچانے کے لئے ٹیرف بورڈ نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ کاشت کی اصلاح شکر کی تجارت کی ترقی کے لئے بہت ہی ضروری ہے۔ چنانچہ حکومت ہند نے ۱۹۳۳ء سے شکر کے ٹیکس میں سے ایک بڑا حصہ نکال کر گنّے کی ترقی کے لئے دینے کا فیصلہ کیا۔

مذکورہ ایکھ والی سوسائٹیوں کی کامیابی کو دیکھ کر صوبہ کی حکومت نے ۱۹۳۵ء میں محکمہ ترقی نیشکر قائم کیا جس کا مقصد امداد باہمی اصول پر ایکھ کی فصل کی ترقی اور فروخت کا انتظام کرنا ہے۔

اس محکمہ کی منشاء یہ ہے کہ کسانوں کو وہ طریقے مشق کرائے جائیں جن سے کم سے کم محنت میں زیادہ سے زیادہ پیداوار ہو سکے۔

ہر ایک شکر مل اور ہر ایک اسٹیشن جہاں سے گنا ملوں میں جاتا ہے مانکے آس پاس کاشتکاروں کی ایک کوآپریٹو سوسائٹی قائم کی گئی ہے جس کا کام ایک پنچایت کے ذریعے ہوتا ہے اور جو سب ممبروں کی رائے سے چنی جاتی ہے۔

ہر ایک ضلع میں کام کے لئے کئی حلقے بنا دیئے جاتے ہیں ہر ایک حلقے کے لئے ایک اسسٹنٹ کین ڈیولپمنٹ افیسر رکھے گئے ہیں۔ یہ لوگ قریب قریب سب کے سب زراعتی کالجوں کے تعلیم یافتہ ہیں۔ اور ان کی مدد کے لئے کچھ سپروائزر دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ بھی زراعتی اسکولوں کے تعلیم یافتہ ہیں۔ ہر ایک سپروائزر کی مدد کے لئے اور گاؤں میں کاشتکاروں میں پرچار کرنے کے لئے کچھ کامدار دیئے گئے ہیں۔ ان لوگوں کا کام یہ ہے کہ دیہاتوں میں جاکر کسانوں کو منظم کریں اور کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کریں۔ یہ سب لوگ گاؤں میں جاکر ایکھ بونے کے ایسے طریقوں کی اشاعت کرتے ہیں جو ایکھ کی پیداوار کو بڑھانے کے لئے مفید ثابت ہو چکے ہیں۔ ایکھ کی اچھی کھیتی کے لئے گورنمنٹ فارموں سے منگاکر عمدہ قسم کے بیج اور زمین کو زرخیز بنانے والی عمدہ قسم کی کھادیں اور عمدہ کھیتی کے اوزار منگا کر دیئے جاتے ہیں۔ اس طرح ایکھ کی اچھی پیداوار کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ان سب کو منگا کر دینا اور ان طریقوں کی اشاعت کرنا اس محکمہ کا خاص مقصد ہے۔

بہت سے دیہاتوں میں ایکھ کی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم ہو گئی ہیں۔ جن کے جلسے قریب قریب ماہوار ہوا کرتے ہیں۔ ان جلسوں میں دیہاتوں کی ترقی اور کھیتی کی ترقی کے بارے میں بہت سی باتیں سمجھائی جاتی ہیں اور ان کی ضرورتیں معلوم کی جاتی ہیں۔ ایکھ کی تخم ریزی سے پہلے ہر ایک کسان سے جلسوں میں پوچھ لیا جاتا ہے کہ اُسے عمدہ قسم کے بیج اور کھاد کی کتنی ضرورت ہے۔ یہ دریافت کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ کوئی بھی قسم کی ایکھ زیادہ نہ بوئیں جو دیر میں پکتی ہیں اس کے ساتھ ساتھ پیڑی نہ رکھنے کے لئے اور فصل کے موافق کھاد دینے کے لئے سمجھایا جاتا ہے۔ آغاز سال میں ہر ایک سوسائٹی کا ایک بڑا جلسہ کیا جاتا ہے۔ جس میں وہ لوگ ایک پنچایت منتخب کرتے ہیں۔ یہی پنچایت ہر ایک ممبر کی حالت جانتے ہوئے ان سے دریافت کرنے کے بعد یہ طے کرتی ہے کہ:-

۱۔ کون کتنا اور کس قسم کا بیج بوئے گا؟

۲۔ اسے کتنی کھاد کی ضرورت ہوگی؟

۳۔ کون ممبر کتنی پیڑی رکھے گا؟

۴۔ کون ممبر کتنی ایکھ کی کھیتی کرے گا؟

کیونکہ کل رقبے کا چوتھائی سے زیادہ ایکھ بونا خطرناک ہے۔ اس سے فصلوں کا الٹ پھیر بخوبی ہو جاتا ہے۔ بیماری سے فصل محفوظ رہتی ہے اور ساتھ ساتھ اس بات کا خطرہ بھی دور ہو جاتا ہے کہ زیادہ پیداوار سے فصل بیچ نہ جائے اور فروخت نہ ہو سکے۔

۵۔ کون کاشتکار بیج کے لئے کتنا بوئے گا؟ تاکہ دوسرے سال کم سے کم بیج باہر سے منگانا پڑے۔

اس طرح ہر ایک کسان کی مانگ کا میزان موضع وار کر لیا جاتا ہے۔ اور پھر کل موضعوں کی مانگ کا میزان لگانے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کتنی کھاد اور بیج منگایا جائے جس سے ان کی مانگ پوری ہو جائے اور تقسیم کرنے کے بعد بیج بھی نہ بچ جائے۔ جو بیج منگایا جاتا ہے اس میں تین قسموں کے بیج ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو فصل شروع ہونے کے وقت پکتا ہے اور دوسرا وہ جو فصل کے بیچ میں پکتا ہے۔ اور تیسرا وہ جو فصل ختم ہونے کے وقت مارچ اور اپریل میں پکتا ہے۔ اس طرح ان دونوں باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے کہ کسان کی پیداوار بھی اچھی ہو اور مل کو ٹھیک پکا ہوا گنا ملے۔ بونے کے وقت اور بعد میں موقعہ بموقعہ ان طریقوں کی اشاعت کی جاتی ہے جس سے پیداوار بڑھتی رہے۔ محنت کم کرنی پڑے اور خرچ بھی کم ہو۔

جون جولائی میں ہر ایک کسان کے کھیت کا رقبہ بطور پیمائش کے پنچایت دریافت کرتی ہے جس کو درج کر لیا جاتا ہے۔ اور اس کی جانچ

پٹواری کی دی ہوئی پیمائش سے کرلی جاتی ہے۔ اس طرح میزان کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ حلقے کے کل رقبے میں کتنا گنّا ہے اور اس سے یہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ کل کتنی پیداوار ہوگی اور فیکٹری کو کتنا گنّا ملے گا۔ فصل تیار ہونے پر یعنی ستمبر اور اکتوبر میں پنچایت ہر ایک کسان سے دریافت کرلیتی ہے کہ وہ کتنا گنّا فیکٹری کے ہاتھ فروخت کرے گا اور کتنا ذاتی طور پر استعمال کرے گا۔ اس طرح فیکٹری کے ہاتھ فروخت کرنے والے گنّے کا ہر ایک گاؤں کا میزان کرکے یہ معلوم کرلیا جاتا ہے کہ حلقے سے کتنا گنّا اس سال فیکٹری کے ہاتھ فروخت کیا جائے گا۔ یہ معلوم ہونے پر فیکٹری کے افسران کو مطلع کیا جاتا ہے۔ فصل کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ کرلیا جاتا ہے کہ فیکٹری کتنے دنوں چلے گی اور کتنا ایکھ فیکٹری کو روزانہ دیا جائیگا۔ فیکٹری سے یہ بات طے ہوجانے پر گنّے کی مقدار کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک نقشہ بنایا جاتا ہے جس میں ہر ایک گاؤں اور ہر ایک کسان کی باری مقرر کردی جاتی ہے۔ تاکہ اُن کا گنّا اچھی طرح ختم ہو۔ اور ساتھ ہی ساتھ فیکٹری میں اُتنا ہی گنّا آسکے جتنا اس کو اُس دن چاہیئے ہو۔ اس طرح کسانوں کو یہ اطمینان ہوجاتا ہے کہ اُن کی پیداوار فروخت ہوجائیگی اور فیکٹری کو معلوم ہوجاتا ہے کہ کتنا گنّا اس کو مل جائیگا۔ فیکٹری کی ضرورتوں کا اندازہ موقع بہ موقع کرلیا جاتا ہے۔ اور اُس کے مطابق ٹکٹ دیکر کسانوں کو بلایا جاتا ہے جس سے انھیں زیادہ دیر تک ٹھہرنا نہیں پڑتا اور ساتھ ہی ساتھ فیکٹری کو اپنی ضرورت کے مطابق روز گنّا مل جاتا ہے۔ ہر ایک کسان کی باری مقرر کردینے سے ایکھ کی حیثیت کے مطابق انھیں بیچنے کا موقع ملتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ فروخت کرنے سے انھیں زیادہ خرچ بھی نہیں کرنا پڑتا۔ باری مقرر کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ چھوٹے کاشتکاروں کو جو اپنا گنّا جلد فروخت کئے بغیر اپنی ضروریات نہیں پوری کرسکتے اُن کی باری جلد آجائے لیکن اسکے ساتھ ساتھ یہ خیال بھی رکھا جاتا ہے کہ بڑے کسانوں کو بالکل آخر میں نہ رکھا جائے۔ کیونکہ ایک ساتھ زیادہ مقدار میں کاٹنے اور بونے میں انھیں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا ہوگا۔ مل گیٹ یا اسٹیشن پر گاڑی بانوں کے پہنچنے پر انھیں ایک نمبر دیدیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی گاڑی کس نمبر پر تولی جائیگی۔ وہاں پر کچھ سپاہی اور چوکیدار بھی رکھے جاتے ہیں جو عموماً اکثر اوقات پر گاڑی بانوں کی مدد کیا کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھتے رہتے ہیں کہ آیا گاڑی بان اپنی باری ہی پر گنّا تلواتا ہے؟ اس کے لئے حسب ضرورت انتظام کیا جاتا ہے تاکہ وہ آپس میں جھگڑا نہ کریں اور سب کی تول پوری ہو۔ مل کے کانٹے پر ایک آدمی اس لئے رکھا جاتا ہے کہ وہ کانٹے کو دیکھتا رہے کہ تول ٹھیک ہوتی ہے یا نہیں۔ کیونکہ کاشتکار جاہل ہونے کے باعث کانٹے کے داؤں پیچ نہیں جانتے۔ اور اس وجہ سے اُن کا نقصان ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ یہ آدمی کسانوں کی طرف سے حسب ضرورت کانٹے کو ٹھیک بھی کرایا کرتا ہے تاکہ نہ فیکٹری کو نقصان ہو نہ کسان کو۔ انتظام کے لئے گاؤں کے سب کسانوں کو اور خاص کر ایکھ بونے والوں کو منظم کیا جاتا ہے ان سب کو امداد باہمی کے اصول سمجھائے جاتے ہیں اور اسی اصول پر اُن کی اصلاح کی سب اسکیموں کو عمل میں لانے کے طریقوں پر غور کیا جاتا ہے۔ ہر ایک گاؤں میں ایک کوآپریٹو سوسائٹی قائم کی جاتی ہے اور یہ کوشش کی جاتی ہے کہ گاؤں کا ہر ایک کسان اُس سوسائٹی کا ممبر ہو۔ اس سوسائٹی میں سب سے بڑا اختیار اُس عام جلسے کو ہوتا ہے جس میں ہر ممبر کو رائے دہی کا مساوی حق حاصل ہوتا ہے۔ یہ جلسہ روز مرّہ کے کام کے لئے ایک پنچایت منتخب کرتا ہے۔ پنچایت ان کے بیچ کا انتظام، اس کی ترقی کے کام اور گاؤں کے چھوٹے چھوٹے جھگڑوں کا تصفیہ کرتی ہے۔ اور یہ بھی طے کرتی ہے کہ کس کسان کا گنّا پہلے لیا جائے اور کس کا بعد میں۔ اس طرح گاؤں والوں کو اپنا سب کام کرنے کا موقعہ دیا جاتا ہے۔ ہر ایک گاؤں سے منتخب ہوکر ایک ممبر بڑی پنچایت کے لئے نامزد کیا جاتا ہے اور ہر ایک گاؤں کے نامزد ممبروں کی جن کو ڈیلیگیٹ کہتے ہیں ایک ایک مرکزی کمیٹی مقرر کی جاتی ہے۔ اس مرکزی کمیٹی میں ایک پنچایت کا انتخاب ہوتا ہے، جسے بورڈ کہتے ہیں۔ یہی بورڈ گاؤں کے لئے اُن کی ضروریات اور خیالات اجتماعی طور پر معلوم کرکے بیج اکٹھا کرتا ہے۔ ترقی شدہ طریقے سے اس کو بوانے کی کوشش کرتا ہے۔ ایکھ بھی بوانے کا انتظام کرتا ہے اور ترقی کی سب باتوں کی گاؤں میں اشاعت کرتا ہے۔ اس سنٹر کا اسسٹنٹ کین ڈیولپمنٹ افسر اس سنٹرل بورڈ کا سکریٹری ہوتا ہے اور گاؤں میں کام کرنے والا کامدار اپنے حلقوں کی دیہاتی پنچایت کا سکریٹری ہوتا ہے۔ مل کے ہاتھ جو گنّا فروخت کیا جاتا ہے اُس پر مل فی من ایک پیسہ کمیشن دیتی ہے۔ اس کمیشن سے فصل کے وقت کام کرنے کے لئے کچھ کلرک اور چوکیدار رکھے جاتے ہیں۔ جو باقی بچتا ہے وہ دیہات کی ترقی کے کاموں میں صرف کیا جاتا ہے اسی مد میں سے دوا کے بکس منگا کر گاؤں میں رکھے جاتے ہیں۔ عمدہ قسم کے سانڈ منگا کر مویشیوں کی ترقی کے لئے چھوڑے جاتے ہیں۔ سڑکوں کی مرمت بھی کی جاتی ہے اور اسی طرح دیگر گاؤں سدھار کے کام کئے جاتے ہیں۔ ہر طبقے کے لوگ اپنی کم سے کم آمدنی میں سے کچھ نہ کچھ بچا کر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ہمارا زراعت پیشہ طبقہ نہ تو اس طرف توجہ کرتا ہے نہ بچا کر رکھنے کی سہولیتوں سے جاہل ہونے کے باعث فائدہ اُٹھاتا ہے۔ اس کا دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ اس کی آمدنی کے مقابلے میں اس کی ضرورت اتنی زیادہ ہیں کہ اُسے یہ سوچنے کا موقعہ ہی نہیں ملتا کہ اپنی آمدنی میں سے کچھ بچا کر رکھے۔ لیکن ان سب دشواریوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے بھی میں تو یہی کہوں گا کہ اُسے اپنی آمدنی کا کچھ حصہ ضرور بچا کر رکھنا چاہیئے۔ اور اگر وہ کوشش کریں تو وہ کامیاب ہوسکتی ہے۔ اسی خیال کے پیش نظر یہ قاعدہ بنادیا گیا ہے کہ ہر ایک کسان اپنے ایکھ کی قیمت میں سے کچھ نہ کچھ بچا کر رکھے لیکن اگر یہ کسانوں کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا تو شاید اس پر کبھی عمل نہ ہوتا۔ چنانچہ یہ قاعدہ بنادیا گیا ہے کہ ایکھ کے دام میں سے تھوڑا کاٹ کر رکھ لیا جائے۔ شکر کی تجارت کی ترقی کے لئے

ہ بہت ضروری ہے کہ اس قسم کے گنے کی بوائی زیادہ کریں جس میں شکر کا حصہ زیادہ ہو اور ساتھ ہی ساتھ اسکی پیداوار بھی زیادہ ہو۔ اس وقت جو گنا بویا جاتا ہے وہ ماہ فروری میں اس قابل نہیں ہوتا کہ فیکٹری اسکی پیرائی منافعہ کے ساتھ کرسکے اور اپریل کے بعد گنا خراب ہونے لگتا ہے۔ ان دونوں باتوں کے پیش نظر اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اس قسم کے گنے کی کاشت کرائی جائے جو جلد سے جلد پکتا ہو اور ساتھ ہی ساتھ اس قسم کے گنے کے بونے کی ضرورت ہے جو دیر میں پکے اور زیادہ دن تک دھوپ میں خراب نہ ہو۔ اس کے علاوہ کئی قسم کے گنے منگا کر کسانوں کو دیئے گئے ہیں اور اس کا تجربہ انھیں کے کھیتوں میں کیا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس کا تجربہ بھی کیا جا رہا ہے کہ کس طرح کم سے کم خرچ میں زیادہ سے زیادہ پیداوار ہو سکے اور کھیت بھی کمزور نہ ہو۔ ایک جاہل کسان کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ اُسے موقعہ بموقعہ ضروری مشورہ دیا جائے اور ساتھ ساتھ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ وہ طریقے اور چیزیں جو ان کو بتائی جائیں اُن کے لئے آسان ہوں جگہ بجگہ محکمۂ زراعت کی طرف سے فارم قائم ہونے کا یہی مطلب تھا لیکن اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا کیونکہ نہ تو فاصلے کی وجہ سے وہاں تک سب کاشتکار پہنچ سکتے تھے اور نہ انکی سمجھ میں یہ آتا تھا کہ وہ طریقے اُن کے لئے مفید ہیں۔ محکمۂ کین ڈیولپمنٹ کی طرف سے اسکی اشاعت کی کوشش ہو رہی ہے۔ اسکے لئے ہر ایک گاؤں میں تجربے کے طور پر انھیں لوگوں کے ذریعہ ترقی شدہ طریقوں کی مشق کرائی جا رہی ہے۔

گنے کی فصل کو خراب کرنیوالی کئی بیماریاں اور کیڑے ہوتے ہیں۔ اسکو دور کرنا بھی سہل نہیں ہے جب تک اجتماعی طور پر اسکے لئے کوشش نہ کی جائے۔ امداد باہمی اصول پر عمل کرکے ہی اسمیں کامیابی ہوسکتی ہے جس کے لئے کوشش کرنا اس محکمہ کا خاص مقصد ہے۔ اس محکمہ کو قائم کرکے حکومت نے کسان اور مل مالکان کے فائدوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ مقصد بھی سامنے رکھا ہے کہ ہندوستان کی صنعت شکر سازی زیادہ سے زیادہ ترقی کرے۔

مٹی پلٹنے والے ہلوں کا دیسی ہلوں سے مقابلہ

(مسٹر ڈی۔ پی۔ جانسٹن۔ اسسٹنٹ ڈائرکٹر زراعت۔ پنجاب)

یہ بات معلوم کرنے کے لئے کہ مٹی پلٹنے والے ہل دیسی ہلوں کے مقابلہ میں کاشتکاری کے کام کے لئے کہاں تک موزوں ہیں سرکاری فارم کانپور پر ۱۹۳۵ء میں ایک تجربہ کیا گیا۔ دیسی ہل سے کم گہرائی پر جوتے ہوئے ٹکڑوں کی پیداوار کے مقابلہ میں مٹی پلٹنے والے ہلوں سے گہرے جوتے ہوئے ٹکڑوں کی پیداوار ۲۵ فیصدی زیادہ رہی۔ اور مٹی پلٹنے والے ہل سے اتھلے جوتے ہوئے ٹکڑوں کی پیداوار ۳۳ فیصدی زیادہ رہی اور دیسی ہل سے گہری جوتائی کئے ہوئے ٹکڑوں کی پیداوار ۳ فیصدی زیادہ رہی۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صوبہ متحدہ میں مٹی پلٹنے والے ہلوں سے گہری جوتائی فائدہ مند ہے۔ لیکن لائل پور صوبہ پنجاب کے ایک تجربہ سے اس کے برعکس نتیجہ نکلتا ہے۔ وہاں پر یہ معلوم ہوا کہ مٹی پلٹنے والے ہل سے جوتے ہوئے ٹکڑے دیسی ہل سے جتے ہوئے ٹکڑوں کے برابر ہی پیداوار دیتے ہیں۔ اگرچہ مٹی پلٹنے والے ہلوں سے جتائی کرنے میں مزدوری اور وقت کی ۲۰ فیصدی بچت ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ کانپور فارم پر سال میں ۳۶ انچ بارش ہوتی ہے۔ اور کھیتوں میں گھاس بہت ہو جاتی ہے۔ مٹی پلٹنے والے ہل استعمال کرنے سے گھاس نیچے دب کر کھاد بن جاتی ہے۔ اور دیسی ہل کی جوتائی کے مقابلہ میں جب سے کہ گھاس اچھی طرح سے صاف نہیں ہو پاتی کھیت اچھی حالت میں ہو جاتا ہے لائل پور میں سالانہ بارش صرف ۱۳-۱۴ انچ ہوتی ہے۔ اور چونکہ گھاس کھیتوں میں زیادہ نہیں ہوتی ہے اسلئے دیسی ہل اور مٹی پلٹنے والے ہل سے جتے ہوئے ٹکڑوں میں زیادہ فرق نہیں معلوم ہوتا۔

لائل پور فارم میں یہ تجربہ ابھی چند سال تک اور جاری رہیگا اور اس کے بعد آخری نتیجہ معلوم ہوسکے گا۔

(ماخوذ از رسالہ اگریکلچر
اینڈ لائیو اسٹاک ان انڈیا
ماہ مارچ ۱۹۳۸ء)



مدرسہ تعلیم بالغان، اسکاؤٹ ماسٹرس ٹریننگ کیمپ، گورکھپور کا ایک منظر
(کرسی پر بیٹھے ہوئے بائیں طرف سے) مسٹر ایم۔ بی۔ رونالکر (کیمپ ڈائرکٹر) مسٹر ایچ۔ ایس روس۔ آئی۔ سی۔ ایس (کلکٹر) مسٹر اے۔ بی۔ مانڈلے (افسر تعلیم بالغان)

روہیلکھنڈ ڈویژن میں لمبے ریشے والی کپاس کا پرچار

(از جناب ایس۔ سی۔ رائے۔ ایم۔ ایس سی، بی۔ ایس سی (زراعت) ڈپٹی زراعت (دالیٰ)
ڈپٹی آئی۔ اے آر۔ آئی۔ اور کے۔ این ماتھر۔ سپرنٹنڈنٹ زراعت بدایوں

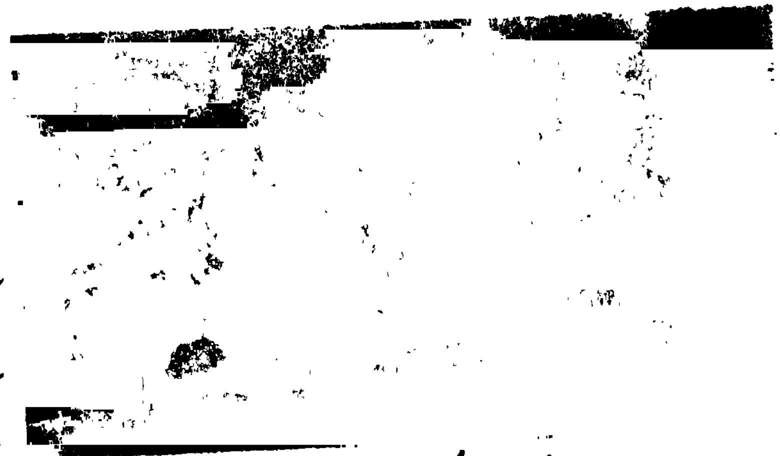
تاریخ۔ یو پی میں کپاس کی ترقی کے لئے بہت عرصے سے کوششیں ہوتی رہی ہیں اور اس لئے اس صوبے کے ہر ایک کپاس پیدا کرنے والے ضلع میں ترقی یافتہ قسموں کی اشاعت کے لئے کچھ نہ کچھ کام ہو چکا ہے۔ اس زمانے سے جب کہ ۱۹۲۶ء میں ڈاکٹر رویل نے سہارنپور کے بوٹنیکل گارڈنس میں پہلی بار کپاس کی مختلف قسموں کو بویا گیا تھا۔ متعدد تجربوں سے جو کہ عمدہ ولایتی قسموں کی روئی پیداوار کرنے کے لئے یہاں کئے گئے بہت سے اہم سبق حاصل ہوئے۔ بد قسمتی سے ان سے یہ ثابت ہوا کہ ہلکی زمینوں کے لئے دیسی کپاس ہی سب سے زیادہ موزوں ہے۔ اگرچہ اچھی اور زرخیز زمینوں میں ہوشیاری کے ساتھ کاشت کرنے پر لمبے ریشے والی امریکن قسمیں بھی بخوبی اگائی جا سکتی ہیں۔ ۱۹۰۶ء میں مسٹر ہبین، ڈپٹی ڈائریکٹر محکمۂ زراعت کانپور نے پہلی بار ملک کی مختلف کپاسوں کو جمع کرکے ان کے استعمال میں لانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد مسٹر لیک اور مسٹر پارے لمبے ریشے والی کپاس کو ترقی دینے اور پھیلانے کے لئے کافی مفید کام کیا۔ رفتہ رفتہ یہ تجربہ ہوا کہ لمبے ریشے والی کپاس دیر میں پھولنے اور زیادہ جو تائی چاہنے کے باعث اس کو پلیوے کے ساتھ جلدی بونا ضروری ہے۔ اس کام کو تاریخی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ولایتی قسموں کو پیدا کرکے اس صوبے کے لئے لمبے ریشے والی قسم رائج کرنے کے لئے جو کوششیں ہوئیں وہ بہت ناکام رہیں۔ اس کے بعد کپاس کے متعلق تحقیقات مسٹر ہنگ مین اور مسٹر لیک نے شروع کی، اور بعد میں مسٹر رام پرشاد نے جاری رکھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مقامی قسموں ہی کو بعد تحقیقات چھانٹا جائے اور انھیں میں مناسب قسم نکال کر اس صوبے کی لمبی ریشے والی کپاس کی ضرورت کو پورا کیا جائے۔ مسٹر رام پرشاد گھوسے نے یہ معلوم کیا کہ ان کی ایجاد کردہ پانچ قسموں میں سے جن کا استعمال مغربی اضلاع میں کئی مقامات پر کیا گیا ہے۔ کپاس نمبر ۴۰۲ سب سے اچھا ہے۔ اس محکمے کے ایک اشتہار نمبر ۴۹ میں آپ نے بتایا ہے کہ کپاس نمبر ۴۰۲ کی پیداوار دوسری کپاسوں سے مقابلہ کرنے پر کافی اطمینان بخش رہی ہے اور روئی کے پرتے اور ریشے کی لمبائی میں بھی یہ قسم نہ صرف علیگڈھ نمبر ۱۹ سے ہی بلکہ ہندوستان کے دیگر حصوں کی اچھی اچھی کپاسوں سے بھی اچھی ثابت ہوئی ہے۔

پچھلے برسوں کا کام۔ پچھلے برسوں میں اس صوبے میں کپاس کی ترقی کے لئے جو کام کیا گیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ ترقی یافتہ کپاس کپاس سی ۴۰۲ (لمبے ریشے والی) اور سی ۵۲۰ کا پرچار اور ان کے مقابلہ میں کئی دوسری لمبے ریشے والی اور دیسی کپاسوں کی تحقیقات کرنے کا ہے۔ سی ۴۰۲ میں روئی کا پرتہ اچھا بیٹھتا ہے اور دوسری باتوں کو دیکھتے ہوئے بھی یہ کپاس کافی اچھی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کے لئے اچھی دیکھ بھال اور کاشت کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ لمبے ریشے والی کپاسیں زیادہ تر دیر میں تیار ہوتی ہیں۔ اسلئے یہ ضروری ہے کہ ان کو بہت جلد پلیوے کے ساتھ بو دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ انھیں زیر انتظام حلقوں میں کامیاب ہو سکتی ہیں جہاں آبپاشی کے لئے پانی نہروں سے یا بجلی کے کنوؤں سے مئی میں آسانی کے ساتھ مل سکے۔ دوسرے یہ بھی ضروری ہے کہ لمبے ریشے والی کپاس کو یکجائی چکوں میں بویا جائے تاکہ ان کی سب پیداوار ایک جگہ اوٹی جا سکے اور روئی بھی ملکوں کے ہاتھ اکٹھا فروخت کی جائے تاکہ مل والے دوسری قسم کی معمولی کپاسوں سے زیادہ قیمت دے سکیں۔ میرا یہ خیال ہے کہ اگر قیمت کے بڑھنے کا یقین نہیں دلایا جا سکے گا تو لمبے ریشے والی کپاس کا پرچار مشکل ہو جائیگا کیونکہ کسان بونے کے وقت پلیوے وغیرہ کی پریشانی اور زیادہ اٹھانے کو تیار نہیں ہونگے جب تک کہ انھیں یہ یقین نہ ہو جائے کہ ایسا کرنے سے انکی آمدنی میں کافی ترقی ہوگی۔

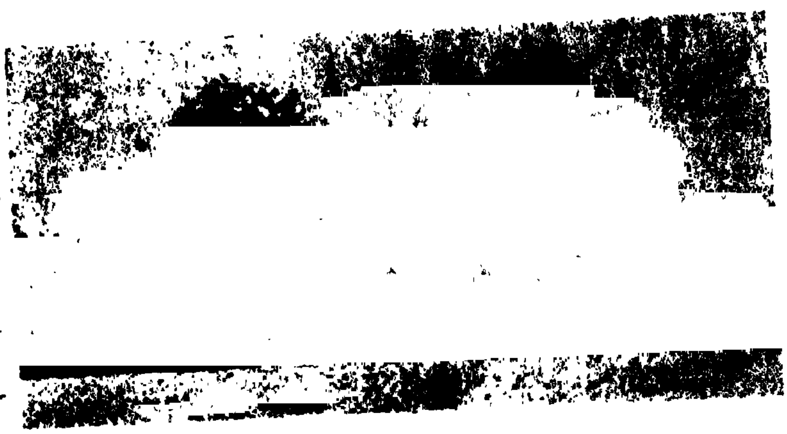
بجلی کے کنوؤں کے حلقوں میں کپاس کی ترقی۔ حال ہی میں صوبے کے کچھ حصوں میں بجلی کے کنوئیں کے قیام سے قدیم طریقۂ کاشت میں ایک زبردست انقلاب سا آگیا ہے اس طرح بدایوں جیسے اضلاع میں وسیع علاقے جو پہلے محض ریتلے میدان تھے اب نچلی سطح سے ان کنوں کے ذریعے اوپر لائے ہوئے پانی کی مدد سے زرخیز بن گئے



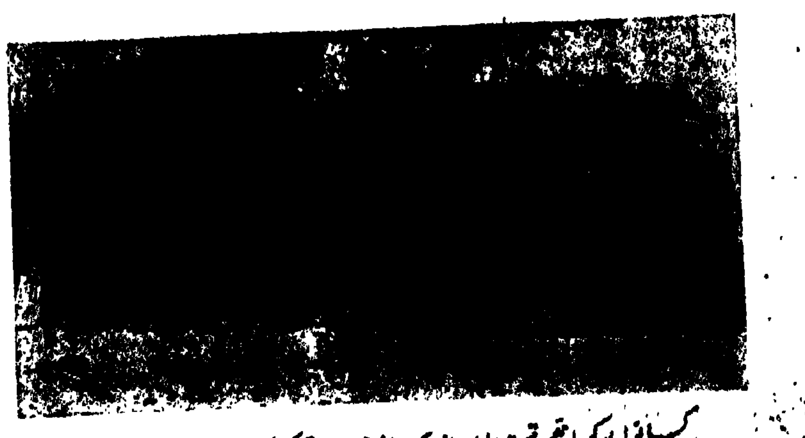
اجھائی کی مل میں ملاوٹ سے بچانے کے لئے پر ۔۰۔ امریکن کپاس
نیجر صاحب کی نگرانی میں اوٹی جا رہی ہے۔



پرسو۔ امریکن کپاس چنتی ہوئی عورتیں



بسوا (ضلع بدایوں) میں پرسو۔ امریکن کپاس کی فصل



کسانوں کو اچھی قیمت دلوانے کے لئے مل میں تھوک کپاس خرید رہی ہیں

ہیں۔ اور گذشتہ سالوں میں بدایوں، [illegible] بہت بڑے [illegible] علاقوں میں [illegible] تبدیلی یافتہ گیہوں کا پرچار کرا دینے کا [illegible] محکمہ زراعت کو فخر حاصل ہو چکا ہے۔ اسی طرح بدایوں اور [illegible] کی [illegible] میں پہلے لمبے ریشے والی کپاسوں کی کاشت بھی ان بجلی کے کنوؤں کے باعث ممکن ہوگئی ہے۔ محکمہ زراعت نے اس بات کو جلد ہی بھانپ لیا اور سرکاری فارم و کسانوں کے کھیتی میں مختلف قسموں کی تحقیقات شروع کردیں یہ دیکھنے کے لئے کہ انکی بھرسے کاشت میں لائی ہوئی زمینوں کے لئے کون سی قسم سب سے بہتر ہوگی۔ ان تجربوں کے ذریعے بڑی مقدار میں سی ۴۰۲ کے ساتھ دوسری لمبے ریشہ والی کپاسوں کی مثلاً ایل۔ ایس۔ ایس پرسو امریکن، ڈیرم ۴۳۸ وغیرہ کی آزمائش کی گئی اور جیسا کہ ہندوستان کی مرکزی کپاس کمیٹی کی ۱۹۴۳ء کی سالانہ رپورٹ میں بتلایا گیا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ پرسو امریکن دوسری کپاسوں سے اچھی ہے۔ بدایوں کے نسرنا فارم پر تحقیق کرنے سے ثابت ہوا ہے کہ اگر پرسو امریکن کو بیج کے وسط میں سینچائی کے ساتھ بو دیا جائے تو وہ بہت کامیاب رہتی ہے اور یہ صحیح بھی ہے کیونکہ دوسری لمبے ریشے والی کپاسوں کی طرح یہ بھی تیار ہونے میں زیادہ وقت لیتی ہے اور اسلئے اس کا آبپاشی کے ساتھ جلد ہی بونا ضروری ہے۔ دیگر کپاسوں کے مقابلے میں پرسو امریکن کی بہتری کو جو کہ سرکاری فارم اور کسانوں کے کھیتوں میں مسلسل کئی سالوں کی آزمائش سے ثابت ہو چکی ہے دیکھتے ہوئے محکمہ زراعت اس کپاس کا زیادہ مقدار میں پرچار کرنے کے لئے راغب ہوا۔ انجام کار گذشتہ سال ایک ۳۰۰ ایکڑ کا چک تیار کیا گیا اور اس میں پلیوے کے ساتھ پرسو امریکن بولوائی گئی۔ بوائی ۲۰ مئی تک ختم کر دی گئی۔ اس چک کا ہر ایک کھیت محکمہ زراعت کے ملازموں کی نگرانی میں بویا گیا۔ اس کا نتیجہ بہت اطمینان بخش رہا۔ حالانکہ مئی کے مہینے میں آبپاشی کے ساتھ بوائی کرانے میں بہت سی رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہی وقت ربیع کی فصلوں کی گہائی، شادی بیاہ گنے کی سینچائی وغیرہ کا ہوتا ہے لیکن جن کسانوں نے روہیلکھنڈ ڈویژن میں پرسو امریکن بوئی وہ فصل کی تیاری کے وقت بہت خوش تھے۔ انھیں بہت اچھی پیداوار ملی۔ کہیں کہیں تو مثلاً جعفر گنج، دیہات کے ایک کھیت میں، یہ ایک ایکڑ میں ۱۵ من تک پہنچ گئی اور ساتھ ہی دوسری کپاسوں کے مقابلہ میں مقامی مل سے دام بھی اچھے ملے۔ اس کامیابی اور اس کپاس کی توسیع کے لئے لوگوں کی پکار کو دیکھ کر ڈپٹی ڈائریکٹر صاحب محکمہ زراعت کو یہ اسکیم اور بڑھانی پڑی۔ اس سال اس حلقہ کے لئے

تین منشا اجہانی، اسلام نگر، اور میاؤ میں کھولے گئے ہیں اور ۶۰۰ ایکڑ محکمہ کی نگرانی میں بوئے گئے ہیں۔ گذشتہ سال جو زیادہ دام پریمیم کی شکل میں پر سوا امریکن بونے والوں کو ملے وہ ۲ ہزار روپئے کے قریب تھے۔ اور اس سال بھی اُمید کی جاتی ہے کہ موسم اچھا رہنے پر کسانوں کو ویسی ہی آمدنی ہو گی۔ بجلی کے کنوؤں کے حلقوں میں لمبے ریشے والی کپاس کی ترقی کی اس تفصیل کو ختم کرنے سے پہلے "پریم سپنگ ملز" اُجھانی سے ملی ہوئی امداد کو منظور کرنا ضروری ہے۔ انھوں نے اس اسکیم کو کامیاب بنانے کے لئے کچھ ملازموں کی تنخواہ دی اور کسانوں کو اُن کی عمدہ کپاس کے لئے پہلے سال ہی بخوشی پریمیم دیا۔ اب تک اُجھانی کی اس مل کی طرح دیگر ملیں اپنی ساری لمبے ریشے والی کپاس کی ضروریات پنجاب سے پوری کرتی تھیں۔ اب توقع کی جاتی ہے کہ جو پریمیم انھیں پنجاب کو دینا پڑتا تھا وہ اب بدایوں کے کسانوں کی جیب میں جائے گا۔ خصوصاً جب وہ کسان اپنی ایک رجسٹرڈ جماعت بنا لیں گے اور کل پیداوار مجموعی طور پر فروخت کریں گے۔ ریاست رام پور میں ایک نئی مل کھل جانے سے روہیلکھنڈ ڈیویژن میں اچھی کپاس کی مانگ اور زیادہ بڑھے گی اور مجھے کامل یقین ہے کہ جو کسان لمبے ریشے والی کپاس پیدا کرنے لگے ہیں اس سے جلد ہی کافی فائدہ اٹھائیں گے۔

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

وقت ۷ بجے سے پونے آٹھ بجے رات

(لکھنؤ اسٹیشن سے)

یکم اگست ۱۹۴۲ء ساون کی دھوم (کورس) شری سومدت معہ پارٹی۔ تندرست مویشی۔ جناب شریف الحسن کی تقریر۔ ہریالی کے گیت۔ جناب جنگ بہادر۔ خبریں اور موسمی پیشگوئیاں۔ کھردالیج شری سوم دت معہ پارٹی۔ کسان کے سبق۔ منشی کاکا۔ ہنسو اور گاؤ (مذاقیہ گانا)

۲ اگست ۱۹۴۲ء قوالی۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ اپنے دیس کی باتیں۔ منشی کاکا۔ دیہاتی گیت۔ جناب جنگ بہادر۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ دیہاتی گیت۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ جیب سے ہوشیار۔ شری وشنو ناتھ پرشاد۔

۳ اگست ۱۹۴۲ء۔ پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) دیوی کی پرارتھنا (کورس) شریمتی سوشیلا وید معہ پارٹی۔ ماں کی گود میں تقریر۔ از محترمہ پرکاش وتی پال۔ ساون کا دیوگ۔ محترمہ سروجنی دیوی معہ پارٹی۔ عورتوں کی دلچسپی کی خبریں۔

۴ اگست ۱۹۴۲ء کیرتن۔ کسان کی کھیتی۔ مکالمہ از محمد یوسف سارنگ۔ کجری۔ جناب جنگ بہادر۔ ساون۔ جناب سمیع احمد۔ ملار۔ جناب ممتاز علی۔ رسیا۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ گیت۔ جناب سمیع احمد۔ خبریں اور موسمی پیشنگوئیاں۔ اب آگے کا سنو حوال۔ آلہا۔ شری بنسی دھر شکل۔

۵ اگست ۱۹۴۲ء۔ کجری۔ جناب سمیع احمد۔ خبریں اور موسمی پیشنگوئیاں۔ ساون۔ جناب جنگ بہادر۔ دیکھا جائے۔ گھسنو۔ خوب پھل کھاؤ (پہلا حصّہ) بڑے بھیا۔ اب آگے کا سنو حوال۔ آلہا۔ شری بنسی دھر شکل۔

۶ اگست ۱۹۴۲ء راماین۔ شری رامیشور باجپئی۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ تیرتھ یاترا (پہلا حصّہ۔ اجودھیا) کمپوسٹ بنانا۔ مکالمہ۔ گیت۔ شری رامیشور باجپئی۔ ساون۔ جناب جنگ بہادر۔

۷ اگست ۱۹۴۲ء۔ موسمی گانا۔ ساون کی بہار۔ کجری۔ جناب جنگ بہادر۔ ساون۔ منشی کاکا۔ برہا۔ گھسنو۔ ملار۔ جناب ممتاز۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ کورس۔ دیہاتی آرٹسٹ۔ بھیا شری بُدھی بھدر۔

۸ اگست ۱۹۴۲ء بھجن۔ جناب جنگ بہادر۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ گیت۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ کورانہ تقلید۔ تقریر۔ از شری سدرشن اچاریہ۔ ناگ پنچمی۔ خاص پروگرام۔ کیرتن۔ ناگ پنچمی کیا ہے؟ خاص پروگرام۔ نظم۔ شری بنسی دھر۔

۹ اگست ۱۹۴۲ء۔ قوالی۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ خبریں اور موسمی پیشنگوئیاں۔ اب آگے کا سنو حوال آلہا۔ شری بنسی دھر۔ برکھا بہار۔ گیت۔ گھسنو۔ ہرک گنجار۔ شری بدھی بھدر۔ دیہاتی قرضہ کا سوال۔ مکالمہ۔ کورس۔ دیہاتی آرٹسٹ۔ ساون۔ جناب مرتضیٰ حسین۔

۱۰ اگست ۱۹۴۲ء پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) جھولے کا گیت۔ محترمہ سدھا ماتھر۔ عورتوں کی دلچسپی کی خبریں۔ ساون۔ محترمہ سوشیلا وید معہ پارٹی۔ قوم کی تعمیر کرنے والی عورتیں۔ محترمہ ودیا وتی سہرو۔ نیہر کی آس۔ محترمہ پدماوتی۔

۱۱ اگست ۱۹۴۲ء گیت۔ شری ہنومان پرشاد۔ خبریں اور موسمی پیشنگوئیاں۔ سماجی بُرائیاں دور کرنے کے لئے کس طرح اصلاح کی جائے؟ تقریر۔ از سرنجیت لال ورما۔ دیہاتی ملار۔ جناب جنگ بہادر۔ دیہاتی گیت۔ شری رمیش چندر شکل۔ گیت۔ شری ہنومان پرشاد۔ ٹپکتی جھونپڑی۔ نظم۔ از شری بنسی دھر۔ دھان کے کھیت۔ منشی کاکا۔

۱۲ اگست ۱۹۴۲ء۔ ساون۔ جناب ممتاز علی۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ اب آگے کا سنو حوال (آلہا) شری بنسی دھر۔ باگ رنگ۔ تروئی۔ جناب جنگ بہادر۔ کجری۔ جناب ممتاز علی۔ ساونی۔ شری شانتا وید۔ جوتشی مہاراج (ناٹک) شری آر۔ ڈی۔ شکل۔

۱۳ اگست ۱۹۴۲ء جھولا۔ خاص پروگرام۔ کورس۔ جھولے پر مکالمہ۔ جھولا کی کہانی۔ خبریں اور موسمی پیشنگوئیاں۔ مانڈو کی لڑائی۔ آلہا (پہلا حصّہ) شری رام ہزاری تیواری۔ کثرت۔ ملار۔ جناب

جنگ بہادر۔

۱۴ر اگست ۱۹۴۰ء۔ انمول موتی۔ پرانے شاعروں کی نظمیں۔ خبریں اور بازار۔ نرخ۔ تمبا کی بانی اصلاح شدہ آلات زراعت۔ جناب عبدالحئی عباسی کی تقریر پانڈو کی لڑائی آلہا (دوسرا حصہ)۔ شری رام ہزاری تیواری۔

۱۵ر اگست ۱۹۴۰ء ساون۔ شری گومتی پرشاد مشر خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ گزرے ہوئے دن۔ نظم۔ شری بڑھی بھدر۔ برسات کی بیماریاں تقریر۔ زندگی کا مسئلہ۔ شری آر۔ ڈی۔ ٹیکل۔

۱۶ر اگست ۱۹۴۰ء۔ نعت۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ رکھشا بندھن۔ (نظم) شری بنسی دھر شکل خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ دیہاتی گیت۔ شری راجا رام۔ رکھشا بندھن۔ جناب ایم ایچ بیگ۔ مل جل کر رہو۔ مکالمہ۔ از شری آر۔ ڈی۔ ٹیکل۔

۱۷ر اگست ۱۹۴۰ء۔ پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹہ کا خاص پروگرام) ساون محترمہ نرامن دیوی معہ پارٹی۔ بھیا کی راکھی (ناٹک) محترمہ پدماوتی معہ پارٹی تعلیم۔ محترمہ سوشیلا دیا کی تقریر۔ کجلی۔ محترمہ نرامن دیوی معہ پارٹی۔ عورتوں کی دلچسپی کی خبریں۔

۱۸ر اگست ۱۹۴۰ء کہروا۔ شری راجہ رام (بہونپور) خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ ساون (کورس) دیہاتی آرشٹ۔ پھوں کی پنچایت۔ جناب سراج احمد علوی۔ بنارسی کجلی۔ شری گومتی پرشاد مشر۔ اب آگے کا سنو حوال (آلہا) شری بنسی دھر شکل۔ دیہاتی گیت۔ شری بڑھی بھدر۔ لچاری۔ شری راجہ رام۔

۱۹ر اگست ۱۹۴۰ء دیہاتی گیت۔ شری راجہ رام خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ گوری کے ناچ کا گیت۔ جناب جنگ بہادر۔ بدیسیا۔ شری بی۔ پی۔ شری واستو دیہاتی دادرا۔ جناب ممتاز علی۔ نظم۔ شری بنسی دھر شکل۔

۲۰ر اگست ۱۹۴۰ء بھجن۔ شری گومتی پرشاد مشر خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ ناچ کا گیت۔ بھگت معہ پارٹی۔ دیہاتی بھائی چارہ۔ تقریر۔ از شری پیتلا سہائے۔ گھسو چار بٹے ماں (مزاحیہ ناٹک) شری آر۔ ڈی۔ ٹیکل۔ گیت۔ شری بھگت معہ پارٹی۔ لاہ۔ شری آر۔ ڈی۔ ٹیکل۔

۲۱ر اگست ۱۹۴۰ء۔ دیہاتی غزل۔ جناب رشید احمد۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ کجلی دیہاتی آرشٹ۔ بکری پالنا۔ جناب احسان اختر لچاری۔ جناب جنگ بہادر۔ گیت۔ جناب عبدالحفیظ۔ اب آگے کا سنو حوال (آلہا) شری بنسی دھر شکل۔

۲۲ر اگست ۱۹۴۰ء۔ گیت۔ جناب مختار احمد۔ دھرتی کا دھان۔ شری گنگا پرشاد مشر۔ ترکاری کی کھیتی۔ تقریر۔ از امادت۔ آلہا (پہلا حصہ) شری رام ہزاری تیواری معہ پارٹی۔ بھجن۔ شری بی۔ پی۔ شری واستو۔ گیت۔ جناب مختار احمد۔

۲۳ر اگست ۱۹۴۰ء۔ قوالی۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ دیہاتی گیت۔ جناب رشید احمد آلہا (دوسرا حصہ) شری رام ہزاری تیواری معہ پارٹی۔ میری سنو۔ شری آر۔ ڈی۔ ٹیکل۔ گیت۔ شری نرسنگھ بہادر۔

۲۴ر اگست ۱۹۴۰ء پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) پرارتھنا کماری شیلا دتی معہ پارٹی۔ گاؤں کی بہنیں۔ تقریر۔ محترمہ رام رتی۔ دیوی معہ پارٹی۔ بارہ ماسہ۔ کماری شیلا دتی معہ پارٹی۔ بھجن۔ محترمہ سدھا ماتھر۔ عورتوں کی دلچسپی کی خبریں۔ دیہاتی عورتوں کا ملار۔ محترمہ شیلا دتی معہ پارٹی۔

۲۵ر اگست ۱۹۴۰ء۔ دیہاتی گیت۔ شری ماہیشوری دیال سنہا۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ بارہ ماسہ۔ دیہاتی آرشٹ۔ شری رام ہزاری تیواری۔ دیہاتی دواخانہ۔ جناب ٹی۔ بجے۔ قمر پھلی شہری۔ گیت۔ جناب مختار احمد۔ ہمالیہ کے اُپکار۔ تقریر۔ از شری رنبیر ورما۔

۲۶ر اگست ۱۹۴۰ء کرشن جنم (خاص پروگرام) دیہاتی آرشٹ۔ شری ماہیشور باجپئی۔ سوہر۔ شری گومتی پرشاد مشر۔ کرشن جنم (ناٹک) شری آر۔ ڈی۔ ٹیکل۔ بال لیلا (نظم) شری بنسی دھر شکل۔ بھگوان شری کرشن کے اقوال۔ تقریر۔ شری ڈی۔ ایس۔ مشر۔

۲۷ر اگست ۱۹۴۰ء۔ بارہ ماسہ۔ جناب جنگ بہادر لیمیا۔ ڈاکٹر پی۔ این۔ اوستھی۔ تیرتھ یاترا۔ (دوسرا حصہ) کاشی۔ شری بڑھی بھدر۔ بھجن شری بی۔ پی۔ شری واستو۔ دیہاتی دادرا۔ جناب ممتاز علی۔ بھورانی۔ شری بڑھی بھدر۔

۲۸ر اگست ۱۹۴۰ء۔ بھجن۔ شری اُدے شنکر شکل۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ بھجن۔ دیہاتی آرشٹ۔ پیپتے لگانا۔ جناب اے۔ آر۔ علوی۔ بیرن بانسری۔ جناب جنگ بہادر۔ گیت۔ شری ایچ۔ کے۔ سین۔ بھادوں کی اندھیاری۔ شری بنسی دھر شکل۔

۲۹ر اگست ۱۹۴۰ء۔ ساون۔ شری اُدے نرائن سنگھ (بلیا) خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ جنم کمائی۔ شری آر۔ ڈی۔ ٹیکل۔ کورس۔ اب آگے کا سنو حوال۔ آلہا شری بنسی دھر شکل۔

۳۰ر اگست ۱۹۴۰ء۔ نعت۔ جناب مرتضیٰ حسین خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ گیت۔ جناب مختار احمد خوب پھل کھاؤ۔ (دوسرا حصہ۔ چشمے چڑھانا) بڑے بھیا کی ایک تقریر۔ دیہاتوں کی نئی زندگی۔ شری سی۔ بی۔ ٹیکل۔ رام ملائی جوڑی۔ (پہلا حصہ) جان پانڈے۔ شری بڑھی بھدر۔ رم جھم برسے بدریا۔ شری جنگ بہادر۔

۳۱ر اگست ۱۹۴۰ء۔ پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) سوہر۔ محترمہ سروجنی دیوی۔ انتظام خانہ داری۔ محترمہ جنگ دلاری خبریں اور مکالمے۔ محترمہ پدماوتی۔ ساون۔ محترمہ پدماوتی اور سروجنی دیوی۔ بھجن۔ محترمہ سروجنی دیوی۔

دیہاتی زندگی کی ایک دردناک کہانی۔

بیچو

از مسٹر اننت پرشاد ودیارتھی

بیچو اوّل تو جوان تھا دوسرے گھر کا خوشحال۔ ٹھاٹ باٹ سے رہتا۔ سارے گاؤں میں چھیلا مشہور تھا۔ صبح سے ہی سر میں تیل ڈال کر اپنی پانچ ہاتھ کی لاٹھی لیکر وہ نکل پڑتا اور پھر دو گھڑی دن چڑھے ہی واپس آتا۔ ذات کا اہیر تھا۔ گھر میں گائے بھینسیں تھیں۔ ماں سے لڑ جھگڑ کر اس نے ایک بھینس الگ اپنے دودھ پینے کے لئے رکھ چھوڑی تھی۔ گھر کے لوگ خواہ خوش رہیں یا ناخوش مگر اسے اپنی بھوری بھینس کا تین سیر دودھ فرور چاہئے۔ گھر والوں نے اسے نکما سمجھ کر ہی تو اُسے گائے بھینسوں کے چرانے کا کام سونپ دیا تھا۔

دو گھڑی دن چڑھے جب وہ گھر واپس آتا تو گائیں تیار ملتیں۔ ماں نے سب کو دوہ رکھا تھا وہ فوراً گھر کے اندر ایک چھوٹی کوٹھری میں چلا جاتا جہاں چوبیسوں گھنٹے گوبر کے اُپلے جلتے رہتے دھوئیں سے ساری کوٹھری سیاہ پڑ گئی تھی۔ کڑیوں میں دھوئیں کے جالے بچھے ہوئے تھے۔ ایک بڑی مٹکی میں اس کے لئے تین سیر دودھ پکتا رہتا۔ سارا دودھ بیچو ایک ہی سانس میں پی لیتا اور پھر اس کے بعد اپنی لاٹھی کندھے پر رکھ کر گائے بھینسوں کو لیکر چراگاہ کی طرف چل پڑتا۔ گھر سے نکلتے ہی وہ گانا شروع کر دیتا۔ "تورے نیناں کی چوٹ" کی تان سے سارا راستہ گونج اُٹھتا۔ اسی لئے جب وہ گھر سے نکل کر گاتا ہوا چلتا تو گاؤں والے سمجھ جاتے کہ بیچو پہلوان کچھار جا رہا ہے۔ کبھی کبھی کوئی اپنی ایک گائے بیچو کے پاس لا کر کہتا "بیچو بھیا! اسے بھی کچھار لیتے جایا کرو۔ آج کل چارے کی بڑی کمی ہے"۔ بیچو ہنستا ہوا کہتا "ہاں ہاں بھیا! آخر جاتا تو ہوں ہی، تم بھی ہانک دیا کرو۔ بس اسی روز سے اُس کے مویشیوں میں ایک کا اور اضافہ ہو جاتا گاؤں کے کتنے ہی لوگوں کی گائے بھینسیں بیچو کے سر منڈھ دی گئیں۔ مگر بیچو کو اس کی پروا

نہیں تھی۔ اپنا کام کرتے ہی ہیں ساتھ ہی دوسرے کا کام بھی ہو جائے تو ہرج ہی کیا ہے یہی ہمیشہ سے اُس کا اصول رہا۔ بیچو کے گھر والے کبھی کبھی اُس سے کہتے بھی کہ تم گاؤں بھر کے جانور مفت چراتے ہو اس سے کیا فائدہ؟ اگر تم ایسا نہ کرو تو جھک مار کر لوگوں کو کچھ نہ کچھ جانوروں کی چرائی دینی پڑے۔ آخر رام دہن چراتا ہی ہے۔ اُسے تو ہر جانور دو آنہ دینا پڑتا ہے۔ مگر بیچو ہمیشہ ہنس کر ٹال دیتا۔ کہتا۔ کیا مجھے کوئی روزگار کرنا ہے۔ مجھے کرنا ہی کیا پڑتا ہے۔ وہ تو خود ہی چرتے ہیں۔ میری بھینسوں کے ساتھ ساتھ جاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ لوٹ بھی آتے ہیں۔

یہ بات نہیں تھی کہ گاؤں والے بیچو کے اس ایثار کی قدر نہ کرتے ہوں۔ بیچو کو سبھی عزت اور محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ گاؤں کا ہر بوڑھا بچہ بیچو کو جانتا تھا۔ کسی کے گھر گائے یا بھینس بچہ دیتی تو ہفتوں بیچو کے لئے دودھ آیا کرتا اور بیچو بھی دودھ کا اتنا شوقین تھا کہ چاہے دن بھر کھانا نہ کھائے مگر دودھ سارے کا سارا پی جاتا۔ یہی نہیں بلکہ گاؤں کے ہر گھر میں وہ دادی اور کاکی کرتا ہوا داخل ہو جاتا تھا۔

بیچو پہلوان تھا۔ طاقت میں اُس کا جیسا کوئی دوسرا جوان نہ تھا۔ لیکن پھر بھی گاؤں میں کسی نے اس کو پہلوانی کرتے نہ دیکھا تھا جب کبھی گھر میں جھگڑا ہوتا تو بیچو پہلوان اپنی لاٹھی اُٹھاتے اور اسٹیشن کی طرف روانہ ہو جاتے۔ گھر میں سب کا غصہ فرو کرنے کے لئے اُس کے پاس یہی ایک علاج تھا۔ جہاں وہ اسٹیشن کی کچی سڑک پر پیر رکھتا کہ گھر والوں کا سارا غصہ کافور ہو جاتا گاؤں والے دُکھی ہو جاتے اور دوسرے لمحے گھر اور گاؤں والے اُسے گھیر کر منانے لگتے۔ وہ صرف ایک بات پر بگڑا کرتا تھا اور وہ بات یہ ہوتی تھی کہ اُسے دودھ کم کیوں

ہلا۔ اگر اس کے دودھ میں ذرا بھی کمی ہوتی یا کبھی اُس کی ماں کسی ضرورت سے اُس کے دودھ میں سے کچھ نکال لیتی بس بیچو کے غصّے کا پارہ گرم ہو جاتا۔ اور پھر آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے کا وعدہ لینے کے بعد ہی اُس کا غصہ فرو ہوتا۔ کبھی کبھی ماں کہتی: "میرے راج میں بڑے عیش کر رہا ہے۔ بہو آ جائے گی تو پانچ سیر دودھ روزانہ پینا بند ہو جائے گا۔ تبھی [illegible] کا بھاؤ معلوم ہوگا۔

لیکن بیچو کو اس کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ یہ جانتا ہی نہیں تھا کہ فکر کس چیز کا نام ہے۔ آرام سے کھانا اور مست پڑے رہنا یہی جیسے اُس کی زندگی کا نصب العین تھا۔ اسی لئے جب اُس کے گھر والوں نے بیچو کا گونہ کرنے کا ارادہ کیا تو بیچو کو نہ تو کوئی فکر ہوئی نہ پریشانی۔ ہاں اُسے خوشی ضرور تھی۔ وہ سوچتا تھا کہ دُلہن آئے گی تو خوب مزے ہونگے۔ وہ بھی اپنے دوست احباب میں بیٹھ کر اپنی دلہن کی تعریف کیا کرے گا۔ وہ گھر کا سارا کام کریگی اور وہ بھینس چرایا کرے گا۔ شام کو جب وہ کچھار سے لوٹے گا تو اُس کی دُلہن اُس کے ہاتھ منہ دھونے کے لئے پانی لیکر دوڑے گی۔ وہ بیٹھ جائے گا اور وہ گھونگھٹ کھسکاتی ہوئی بھینسوں کو باندھنے لگے گی۔ لیکن وہ اپنی دُلہن کو آخر تحفہ کیا دیگا؟ اُس کے پاس ہے ہی کیا؟ اپنی فاقہ مستی پر وہ ایک بار جھنجھلا اُٹھا۔ سوچا کہ اگر وہ بھی رام دین کی طرح مویشیوں کی چرائی لیتا ہوتا تو وہ اپنی بیوی کے لئے کم از کم ایک ساری تو خرید ہی سکتا۔

اُس نے سوچا کہ چلو سب سے کہوں گا کہ اتنے دنوں تمہارے جانور چرائے ہیں اب مجھے کچھ دو۔ لیکن وہ کیسے کہے گا؟ کیا وہ یہ کہنے کی جرأت کر سکے گا؟ اگر پانچ روپئے بھی مل جاتے تو وہ ویسی ہی خوبصورت ساڑی اپنی بیوی کے لئے خرید لاتا جیسی زمیندار کی عورتیں میلوں میں پہن کر جاتی ہیں۔ مگر پانچ روپئے کہاں ہیں؟ وہ دل مسوس کر رہ گیا۔

اُس روز بیچو کچھ اُداس اُداس رہا۔ کچھار میں گیا بھی تو ایک برگد کے درخت کے نیچے لاٹھی ٹیک کر بیٹھ گیا۔ مویشی آزادی کے ساتھ اِدھر اُدھر چرنے لگے۔ وہ سوچنے لگا کہ اُس دن رام دین نے

سمجھ کیا تھا کہ کتنے دنوں مفت با نور چراتے پھرو گے؟ کون سے گھمنڈ میں دھنا سیٹھ ہو۔ اس پر وہ بگڑ گیا۔ میں مفت میں چرا تا ہوں تو تیرا کیا جاتا ہے۔ بیچارہ رام دہن کیسے سمجھاتا کہ تم نہ چراؤ تو چرائی مجھکو ملے۔ آخر بات بڑھ گئی۔ رام دہن بھی ضدی تھا وہ بھی اکڑ گیا اور آج پہلی بار بیچو کو احساس ہوا کہ اُس کا مقابلہ کرنے والی بھی ایک ہستی ہے۔ وہ غصہ میں آگ بھبولا ہو گیا اور لاٹھی پھینک کر رام دہن سے لپٹ پڑا۔ کمزور رام دہن آخر کتنی دیر بیچو کے سامنے ٹکتا۔ چوٹ کھا کر کچلے ہوئے سانپ کی طرح وہ وہاں سے چلا گیا اور بیچو نے فاتح کی طرح اپنی لاٹھی اُٹھائی اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر گانے لگا "کاندھا کی باجی بنسریا"۔

رام دہن چلا گیا مگر توہین کے باعث اُس کے دل پر نفرت و حقارت کا جو نشان پڑ گیا تھا وہ وقت کے مضبوط ہاتھوں سے بھی نہ مٹ سکا۔ اُس روز سے جب کبھی وہ بیچو کو دیکھتا تو فوراً مُنہ پھیر کر ایک طرف ہو جاتا۔ بیچو کے دل میں کینہ نہ تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ رام دہن اس واقعہ کو بھول جائے۔ اپنے بچپن کے ساتھی کی یہ سرد مہری وہ آسانی سے نہ برداشت کر سکتا تھا۔ لیکن اُس میں خودداری بھی بہت تھی۔ اگر رام دہن اُس سے نہیں بولنا چاہتا تو وہی اُس سے کیوں بولے دونوں ایک دوسرے سے دور ہوتے گئے بیچو کو اپنی حرکت پر افسوس ہوا۔ اگر اُس وقت رام دہن اُس کے سامنے ہوتا تو وہ اُس کے پیروں پر گر کر اُس سے معافی مانگ لیتا لیکن اب ہو ہی کیا سکتا تھا۔ رام دہن اُسے اپنا دشمن سمجھتا تھا وہ اکثر لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ بغیر بیچو سے بدلا لئے اُسے چین نہیں آئے گا۔ وہ بیچو کو ایسا نیچا دکھائے گا کہ وہ گاؤں میں مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہجائیگا۔

بیچو نے سوچتے سوچتے شام کر دی۔ گائیں اور بھینسیں دور تک چلی گئی تھیں۔ اُس نے ایک آہ بھری، لاٹھی اُٹھائی اور ایک ایک کر کے سب جانوروں کو اکٹھا کرنے لگا۔ دن ڈوبتے ڈوبتے وہ گاؤں لوٹا۔ اُس روز اُس نے کچھ کھانا نہیں کھایا۔ خاموش جانوروں کو باندھکر چارپائی پر لیٹ گیا۔ دو گھڑی رات گئے جب ماں اُسے کھانے کے لئے اُسے اُٹھانے آئی تو اُس نے کہدیا طبیعت اچھی نہیں ہے میں نہ کھاؤں گا۔ ماں بیٹھ گئی۔ سر پر ہاتھ پھیرتی ہوئی اُس نے بڑی محبت سے پوچھا "آخر کیا خراب ہے؟ سر تو تیرا انگارے کی طرح جل رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سر چھنک رہا ہے۔ یہ برساتی دھوپ



ہے۔ دوپہر کو جانوروں کے پیچھے پیچھے گھومنا پڑتا ہے اسی لئے سر جلنے لگا ہے۔ چل تھوڑا کھالے پھر سر داب دوں، سو جا صبح ٹھیک ہو جائے گا۔

لیکن سر کا یہ درد ٹھیک ہونے والا نہیں تھا۔ بیچو جانتا تھا۔ وہ نہ اُٹھا۔ ماں کا دل ہی تو۔ اُسے چین نہ پڑا۔ گھر سے تیل لائی۔ بیچو کا سر دابا۔ گھنٹوں اس کی خدمت کرتی رہی اور کہیں آدھی رات کو بیچو کو مجبوراً کھانے کے لئے اُٹھنا پڑا۔ دو چار لقمے کھا کر بیچو لیٹ رہا۔ اس بار ماں کو اطمینان ہو گیا تھا۔ تفکرات کی تین لکیریں اُس کی پیشانی پر ہمیشہ نمایاں رہتیں۔ وہ زیادہ تر خاموش رہتا اور بلا ضرورت کسی سے بات نہ کرتا۔ بیچو کے اس ذہنی درد کو کوئی نہ سمجھ سکا۔

× × × ×

بیچو کا گونا ہو گیا۔ ایک گڑیا سی خوبصورت دُلہن اُس کے گھر آئی۔ بیچو کا دل بلّیوں اُچھلنے لگا۔ اپنے آنگن میں دُلہن کو دیکھ کر بیچو کو از حد مسرت ہوئی۔ لیکن پہلی ملاقات کے موقعہ پر دُلہن کو کوئی تحفہ دینے کا اُس کا مسئلہ حل نہ ہوا۔ سہاگ رات کو جب وہ اپنی دُلہن سے ملا تو اُس کا دل دھڑک رہا تھا۔ جانے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ جب وہ کوٹھری میں داخل ہوا تو چراغ کی ہلکی روشنی میں اُس نے دیکھا کہ اُس کی بیوی سمٹی ہوئی بیٹھی ہے دھیرے دھیرے وہ اُس کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ اُسے بلایا مگر وہ خاموش تھی۔ بیچو کے دیر تک خوشامد کرنے پر بھی جب وہ نہ بولی تو بیچو نے سوچا کہ اُس کے پاس کچھ تحفہ دینے کو نہیں ہے۔ اسی لئے اُس کی بیوی اُس سے نہیں بولتی۔ اُس نے اُس کے نازک ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیکر کہا "رانی! دیکھو میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے لیکن تمہاری خدمت میں میں خود کو پیش کرتا ہوں۔ آج سے تم میرے جسم، میرے دل اور میری ہر چیز کی رانی ہو، مالک ہو۔

یہ کہہ کر بھی بیچو اپنی دُلہن کی خموشی کو نہ توڑ سکا۔ تمام رات اُس نے خوشامد درآمد کی تب کہیں وہ کامیاب ہوا۔ اور جب اُس کی دُلہن نے سر جھکاتے ہوئے کہا کہ مجھے روپیہ پیسہ گہنا زیور کچھ نہ چاہئے۔ میں تو صرف تمہیں چاہتو

ہوں۔ تمھارے لئے میں سب کچھ چھوڑ سکتی ہوں تو بیچو کا دل خوشی سے پھول اُٹھا۔ اُسے محسوس ہوا گویا اُس کی بیوی، بیوی نہیں دیوی ہے۔

اور واقعی اُس عورت نے کبھی بیچو سے کسی چیز کی فرمائش نہ کی۔ مگر بیچو کو سکون نہ تھا۔ اطمینان نہ تھا۔ وہ باہر جاتا، کسی عورت کو کسی خاص کنارے کی دھوتی پہنے ہوئے دیکھتا تو اُس کا دل چاہتا کہ وہ بھی اپنی بیوی کے لئے ایسی ہی دھوتی خریدے۔ کسی عورت کو زیور پہنے دیکھتا تو اپنی بیوی کے لئے بھی زیور خریدنے کے لئے وہ بیچین ہو اُٹھتا۔ لیکن انسان کی جتنی خواہشیں ہوتی ہیں اُتنے ذریعے نہیں ہوتے۔ اُسے اپنی خواہشوں پر قابو حاصل کرنا پڑتا ہے۔ غریب دل مسوس کر رہجاتا۔

بیچو کا ایک بڑا بھائی تھا۔ اُس کی بیوی یوں تو اچھے مزاج کی تھی لیکن بیچو سے اُس کی قطعی نہ بنتی تھی۔ وہ ہمیشہ کہا کرتی کہ اُس کا شوہر تو کماتے کماتے مرا جا رہا ہے اور بیچو گھر بیٹھے کھایا کرتا ہے۔ بیچو کی محنت مشقت کی اُس عورت کے دل میں کوئی وقعت ہی نہیں تھی۔ اور ہوتی بھی کیونکر۔ چار چھ جانوروں کو چرانا بھی کوئی بڑا کام ہے۔ اُس کا شوہر تو دن بھر کھیتی میں لگا رہتا ہے۔ وہ خود بھی کھانا پکاتی دودھ دہی کا انتظام کرتی، اکثر گاؤں میں بیچنے کے لئے بھی اُسی کو جانا پڑتا تھا



جب تک بیچو کی بیوی نہ آئی تھی اُس وقت تک بیچو اپنی بھاوج کی باتوں کی پروا نہ کرتا تھا۔ لیکن جب وہ نئی دُلھن اُس کے گھر آئی تو سبھی باتیں بدل گئیں۔ بھاوج کی طعنہ زنی میں اضافہ ہو گیا۔ ذرا ذرا سی بات پر بیچو کو کھری کھوٹی سُننی پڑتی۔ غنیمت یہی تھا کہ بیچو کا بھائی اس سلسلے میں کچھ نہ بولتا۔ جب کبھی جھگڑے کی بات اُس کے کان تک پہنچتی تو وہ اپنی ماں ہی کو بگڑتا اور کہتا۔ تیرے رہتے ہوئے آخر یہ جھگڑا کیوں ہوتا ہے۔ بیچو کی بیوی میں صبر و ضبط کا ذرا مادہ نہیں تھا۔ جیٹھانی کی باتیں اُس کے لئے ناقابل برداشت تھیں۔ چنانچہ وہ ہر اینٹ کا جواب پتھر سے دیا کرتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چھ سات ماہ میں ہی یہ نوبت آگئی کہ رہنا مشکل ہو گیا۔ گھر میں ہر وقت تُو تُو مَیں مَیں ہوتی رہتی۔ بیچو دن بھر بعد گھر میں آیا تو بیوی شکایتوں کا ایک دفتر اُس کے سامنے کھول کر بیٹھ جاتی۔ روز روز کی اس چخ چخ سے اُس کی طبیعت عاجز آگئی۔

ایک روز وہ شام کو گھر آیا تو دیکھا کہ اُس کی بیوی اپنی کوٹھری میں بیٹھی ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دیورانی اور جیٹھانی میں لڑائی ہو گئی تھی۔ بیوی کہنے لگی کہ یا تو تم الگ رہو یا مجھے میرے مائکے بھیج دو۔ بیچو کے لئے دونوں باتیں ناممکن تھیں۔ چند بار اُس نے اپنی بیوی کو سمجھایا تھا مگر وہ اپنی عادت سے باز نہ آتی تھی۔ آج جب اُس نے اپنی بیوی کو بضد دیکھا تو جھنجھلا اُٹھا۔ صاف صاف کہدیا "میں تمہارے لئے اپنے بھائی کو چھوڑ دوں، گھر گرہستی برباد کر دوں؟"

بیچو کی بیوی کو بیچو سے یہ امید نہ تھی۔ وہ سمجھتی تھی کہ بیچو اُسے اتنا چاہتا ہے کہ وہ جو کچھ بھی کہے گی بیچو اُسے ضرور منظور کر لے گا۔ مگر آج اُس کا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ اس طرح بیچو سے بھی کورا جواب پا کر وہ پاگل سی ہو اُٹھی۔ رات کو کھانا نہ کھایا۔ بیچو کو بھی نہ معلوم کیا سوجھی کہ اُس نے بھی اُسے نہ منایا۔ صبح ہوتے ہی اُس کی بیوی نے اپنی دھوتی اُٹھائی اور گھر سے غائب ہو گئی۔ گھر والوں کو جب دو گھڑی دن چڑھے بھی وہ نظر نہ آئی تو اُن کو سخت تعجب ہوا۔ بیچو کا ماتھا ٹھنکا۔ تو کیا وہ بھاگ گئی۔ کہیں غصہ میں جان نہ دیدی ہو۔ بیچو پریشان ہو گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ خبر بجلی کی طرح تمام گاؤں میں پھیل گئی۔ جو سُنتا اُسی کو حیرت ہوتی۔ طرح طرح کی باتیں ہونے لگیں۔ کوئی کہتا عورت کی ذات ہی ایسی ہوتی ہے۔ بیچو نے خوب سر چڑھا لیا تھا۔ اُسی کا یہ نتیجہ ہے۔ کوئی کہتا ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنے مائکے بھاگ گئی ہو۔ لیکن ہر شخص کو یہ کیسے یقین ہوتا کہ ایک نئی شادی شدہ عورت میں اتنی جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ دو چار میل پیدل چل کر تنہا اپنے ماں باپ کے گھر چلی جائے۔ رام دہن نے جب یہ خبر سُنی تو اُس کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ تو ایسے موقعہ کی تلاش ہی میں تھا۔ بولا۔ ارے اس کو یہ بیچو کیا رکھ سکتا ہے۔ عورت تو ہاتھی ہے ہاتھی۔ جسے باندھنے کے لئے سونے کی زنجیر چاہئے۔ بھاگ گئی ہوگی کسی اور کے ساتھ۔ آخر کب تک بیچاری اس کھٹے کے پاس پڑی رہتی۔

بیچو نے بھی سُنا۔ لیکن وہ کہتا ہی کیا۔ اُس روز بیچو کی شکل قابلِ دید تھی۔ فوراً اس نے لاٹھی اُٹھائی۔ گوندے ہالا کرتا پہنا۔ جوڑ پر کرتا چپل، پھر دستے کو پیر میں ڈال کر وہ بغیر کسی سے کچھ پوچھے کچھے اپنے سسرے کے گاؤں کی طرف چل پڑا۔ اپنی سسرال میں پہنچکر اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی بیٹھی کئی عورتوں سے باتیں کر رہی ہے۔ اُسے دیکھتے ہی دوسری عورتیں اُٹھ گئیں۔ اس کا سالا کھیت میں تھا۔ خبر پاتے ہی آیا۔ گھنٹوں بات چیت ہوئی۔ بیچو نے اپنی بیوی کی بڑی منت سماجت کی۔ سمجھایا بجھایا لیکن وہ ایک ہی بات پر اڑی تھی اور وہ یہ تھی کہ بیچو جب تک علیحدہ نہ ہوگا وہ نہ واپس جائیگی۔ نہ جائیگی۔ اور بیچو جان رہتے ہوئے یہ منظور کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ آخر اُسے مایوس ہوکر واپس ہونا پڑا۔ شام ہوتے ہوتے جب گھر پہنچا تو وہاں سب کو اپنا ہی ذکر کرتا پایا بھائی نے پوچھا تو بیچو رو پڑا۔ بالکل بچوں کی طرح۔ بھائی کا دل بھر آیا۔ پاس بیٹھ کر سمجھایا بجھایا اور یہ طے کیا کہ پنچایت کی جائے۔ اور اگر وہ اس پر بھی نہ مانیگی تو بیچو کی دوسری شادی کر دی جائیگی۔ لیکن بیچو دوسری شادی کریگا یا نہیں یہ اس سے کسی نے نہ پوچھا۔

معاملہ چلتا رہا۔ بیچو کے بھائی نے بیچو کی سسرال میں جاکر بہت کوشش کی، بہت سمجھایا بجھایا، کہا سُنا کہ وہ لڑکی کو بھیجدیں مگر بیچو کا سالا بھی کم نہ تھا۔ وہ بھی اپنی بہن کا مطالبہ پورا کرانے کے بضد ہوگیا۔ بیچو نے لاٹھی کا خوف دلایا تو وہ بھی بگڑ کھڑا ہوا بولا تمھارے پاس لاٹھی ہے تو میں بھی ارہر کی چھڑی نہیں رکھتا کہ ڈر جاؤں۔ حوصلہ ہو تو یہ بھی کر دیکھو۔ میرے لئے کیا۔ سمجھ لوں گا پانچ بھائیوں میں سے ایک نہ سہی مگر تمھیں مٹی میں ملا دوں گا۔ بات بیچ تھی۔ لوگوں نے بیچ بچاؤ کر دیا۔ مگر اس دن سے بات اور بگڑ گئی۔ آخر بیچو کے بھائی نے پنچایت ہی کا سہارا لینا طے کیا اگلی اماوس کو پنچ بلائے گئے۔

لیکن اسی درمیان میں ایک دوسرا واقعہ پیش آگیا۔ رام دہن کی ایک بہن اُسی گاؤں میں بیاہی تھی جہاں بیچو کی سسرال تھی۔ رام دہن کی گھروالی مر چکی تھی تب سے وہ تنہا اپنی بوڑھی ماں کے ساتھ رہتا تھا۔ ان دنوں وہ بھی اپنی بہن کے یہاں چلا گیا تھا۔ وہاں بیچو سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لئے اس نے بیچو کو ہر طرح بدنام کرنے میں کوئی بھی کسر نہ اٹھا رکھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بیچو کے سسرال والوں پر اچھی دھاک بیٹھ گئی اور ان لوگوں نے اسی کے کہنے کے مطابق کام کرنا شروع کر دیا۔ جب بیچو کے بھائی نے پنچایت بلائی تو رام دہن نے بیچو کے سسر کو سمجھایا کہ وہ اپنی لڑکی کو اس کے ساتھ ہرگز نہ بھیجے۔ پھر پنچایت جو چاہے وہ کرے۔ رام دہن کو اس کا خوف نہیں۔ بات درست بھی تھی۔ کیونکہ رام دہن کے پاس جو کچھ تھا سب کی پونجی تھی۔ اور وہ جانتا تھا کہ پنچایت جو جرمانہ کریگی اس کو وہ برداشت کر سکتا ہے۔ رام دہن کی بات بیچو کے سسر کو پسند آئی۔ آخر اُسے اپنی لڑکی کو بیچو سے چھڑا کر کسی اور سے تو بیاہنی ہی تھی۔ ذہن پھر گیا تھا۔ دوسرے ہی دن رام دہن بیچو کی بیوی کو لیکر اپنے گاؤں آگیا۔ خبر پھیل گئی کہ رام دہن بیچو کی بیوی کو بھگا لایا گاؤں بھر کو تعجب ہوا۔ بیچو کی ماں نے سُنا تو اطمینان کی سانس لیکر بولی۔ چلو اچھا ہی ہوا۔ ایسی بدچلن بہو سے نجات تو ملی۔

بیچو اس وقت کچھار میں اپنی بھینس چرا رہا تھا۔ رام دہن کو اسے بے عزت کرنا تھا، نیچا دکھانا تھا اسی لئے اس نے چار پانچ ساتھیوں کے ذریعے بیچو تک یہ خبر پہنچائی۔ بیچو برگد کے نیچے لیٹا ہوا تھا کہ وہ سب اس کے پاس پہنچے پہنچتے ہی ان میں سے ایک نے کہا۔ واہ بیچو بھیا بڑے مزے میں لیٹے ہو۔

دوسرے نے فوراً کہا۔ مزے میں لیٹیں تو کیا کریں۔ گھر بار سے تو چھٹی ہی پا گئے ہیں۔ بیچو کا چہرہ اتر گیا۔ تیسرے نے کہا۔ مجھے تو اس عورت کی طبیعت ہی انوکھی معلوم ہوتی ہے۔ آخر کون سی بات رام دہن میں بیچو بھیا سے اچھی ہے۔ جس پر وہ لٹو ہوگئی۔ نہ شکل نہ صورت۔

"رام دہن ..... ہے!" بیچو کے منہ سے ایک چیخ سی نکلی۔

"ہاں بھیا بیچو! تم نے نہیں سُنا۔ سنو بھی کیسے۔ سویرے ہی سویرے تو تم کچھار چلے آتے ہو۔ ارے ابھی ابھی تو رام دہن تمھاری گھروالی کو لایا ہے۔"

بیچو کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ یار لوگوں کا کام ہو چکا تھا اسلئے سب ایک ایک کرکے چلے گئے۔ بڑی دیر بعد بیچو نے سر اُٹھایا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ بیچو کی زندگی کی یہ پہلی ہار تھی۔ اُسے یقین نہ آتا تھا کہ اس کی بیوی اتنی آوارہ ہوگی۔ لیکن تلخ حقیقت کو وہ کیا کرتا۔ وہ دھیرے سے اُٹھا، لاٹھی اُٹھائی اور ایک طرف کو چل دیا۔

اس روز گاؤں والوں کو معلوم ہوا کہ بیچو کہیں چلا گیا۔ کہاں؟ یہ کسی کو نہ معلوم ہوا۔ دیہات میں پتہ لگانا بھی تو آسان نہیں ہوتا۔

× × × ×

پانچ سال بعد!

بیچو شہر کے ڈپٹی کلکٹر کا اردلی تھا۔ اچھی آمدنی تھی۔ ڈپٹی صاحب اُسے مانتے بھی بہت تھے۔ وہ بالکل اکیلا تھا۔ نہ کوئی آگے نہ کوئی پیچھے۔ دن بھر ڈپٹی صاحب کے ساتھ کچہری میں رہتا اور اس کے بعد ڈپٹی صاحب کے بچوں کو کھلایا کرتا۔ یہی اس کا کام تھا۔ یہی زندگی تھی۔ کتنی ہی بار ڈپٹی صاحب نے اس سے پوچھا۔ بیچو تمھارے کوئی ہے نہیں؟

مگر بیچو آنکھوں میں آنسو بھر کر اُن کو ہر بار صرف یہ جواب دیتا۔ "سرکار! آپ تو ہیں ہی۔ کوئی اور ہو یا نہ ہو۔"

یہ صحیح بھی تھا۔ کیونکہ جب بیچو گھر سے بھاگ کر شہر آیا تھا تو تین روز کا بھوکا پیاسا ڈپٹی صاحب کے پاس پہنچا تھا اور انھوں نے بیچو میں نہ جانے کیا بات پائی کہ اسے اپنے گھر رکھ لیا اور پھر دھیرے دھیرے اپنی اردلی میں رکھوا لیا۔

اس دن ڈپٹی صاحب کے اجلاس میں ایک فوجداری کا مقدمہ تھا۔ بیچو دروازے پر کھڑا تھا۔ پیشکار کے کہنے پر اُس نے باہر آکر پکارا۔ "رام دہن حاضر ہے" اور دوسرے ہی لمحے سپاہی

سے بیچ میں گھرا ہوا رام دہن عدالت کے کٹگھرے میں لایا گیا
بیچو جیسے خواب دیکھ رہا تھا۔ اس کا جذبۂ انتقام بیدار ہو گیا۔ آج اگر وہ چاہے تو رام دہن سے بدلہ لے سکتا ہے۔ نفرت اور غصے سے اس کی ذات پیچ اگر ایک بار وہ اپنے دل کی بات ڈپٹی صاحب سے کہہ دے تو رام دہن کسی طرح بھی نہیں بچ سکتا۔ اس کے تجربے دل کو یقین کامل تھا کہ اس کے کہنے سے ڈپٹی صاحب قانون کے شکنجے کو زیادہ سے زیادہ سخت کر سکتے ہیں۔ پھر جرم ہی کیا کم ہے فوجداری میں قتل کرنے کے سلسلے میں اس کے خلاف ثبوت موجود ہے ہی۔ اس کے دل میں انتقام کی آگ سلگ رہی تھی۔ اس کا ضمیر پکار رہا تھا۔ انتقام!۔ انتقام!!

اس کا سر چکرانے لگا۔ دل بہلانے کے لئے وہ عدالت کے دروازے سے ہٹ کر ذرا باہر آیا۔ مولسری کے درخت کے نیچے مقدمہ بازوں کا جمگھٹ تھا۔ بیچو ٹہلتا ٹہلتا اُدھر چلا گیا۔ یکایک اس کی نظر ایک عورت پر پڑی جس کی گود میں ایک چھوٹا بچہ تھا۔ پاس ہی ایک تین سال کی لڑکی کھیل رہی تھی۔ بیچو کی نظریں اس عورت پر جم گئیں۔ وہ دھوکا نہیں کھا رہا تھا۔ اُسی کی عورت تھی۔ اس کے پیر جیسے زمین میں گڑ گئے تھے۔ اس نے دیکھا کہ جیسے اس کی بیوی اس کی طرف متوجہ ہوئی ہے۔ پانچ سال کے واقعات اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم گئے۔ دوسرے ہی لمحے بیچو ساری قوت جمع کر کے وہاں سے بھاگا اور جا کر اپنی کوٹھری میں چارپائی پر گر پڑا۔

اس کے دل میں دو مختلف خیالات کی جنگ ہو رہی تھی۔ ایک طرف انتقام کا بدلہ تھا اور دوسری طرف وہ اس عورت کی زندگی تباہ نہیں کرنی چاہتا تھا۔ جس سے اس نے محبت کی تھی۔ آج بھی اس کے دل میں گذشتہ واقعات کے لئے ایک گوشہ محفوظ تھا۔ جہاں آج بھی وہ اُن نازک ہاتھوں کے لمس سے بیہوش ہو جاتا تھا۔

شام ہو گئی مگر وہ اسی طرح پڑا رہا۔ جب ڈپٹی صاحب آئے تو انھوں نے بیچو کو بلوایا۔ بیچو اُن کے پیر پکڑ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ زندگی کی حکایت کا ہر ایک صفحہ اس نے ڈپٹی صاحب کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ اور پھر بولا۔ سرکار، وہ میری عورت تھی۔ مجھ سے اس نے دغا کی مگر میں آج تک اسے نہ بھول سکا۔ اگر رام دہن کو پھانسی ہو گئی تو اُس کی زندگی برباد ہو جائے گی۔ آپ جس طرح بھی ہو اُسے چھوڑ دیجئے۔

ڈپٹی صاحب ذرا خاموش رہے پھر بولے۔ بیچو! جرم سنگین ہے۔ میرے ہاتھ قانون سے بندھے ہیں۔ پھر بھی میں اُسے چھوڑنے کی کوشش کروں گا۔ اگر میں اُسے نہ بھی چھوڑ سکا تو ایسا انتظام کر دوں گا کہ تم سشن سے اُسے بری کرا سکو گے۔

بیچو نے اطمینان کی سانس لی۔ مقدمہ چلتا رہا۔ بیان پر بیان ہوئے گواہیاں لی گئیں۔ واقعات اور شہادتیں رام دہن کے خلاف مضبوطی سے موجود تھیں۔ ڈپٹی صاحب اُسے نہ چھوڑ سکے۔ مگر ان کی کوشش سے مقدمہ کمزور پڑ گیا۔ رام دہن سشن سپرد کیا گیا۔

رام دہن کے پاس اتنا سرمایہ نہ تھا کہ وہ مقدمہ لڑتا۔ پھر بھی وہ دیکھتا کہ سشن کی عدالت میں اس کی طرف سے بحث کرنے کے لئے ضلع کے دو بڑے وکیل کھڑے رہتے اور اکثر وہاں بیچو بھی نظر آتا۔ رام دہن سوچا کرتا کہ میری بدقسمتی پر ہنسنے کے لئے بیچو مجھے دیکھنے آتا ہے۔ وہ کیا جانتا تھا کہ بیچو ہی کے روپئے سے دو دو وکیل اس کے مقدمے کی پیروی کر رہے ہیں۔ آخرکار بیچو کی محنت اور روپیہ کام آیا اور رام دہن بے داغ چھوٹ گیا۔ مگر آج تک وہ نہ جان سکا کہ ان دو وکیلوں کو محنتانہ کہاں سے ملتا تھا۔

ہاں ڈپٹی صاحب کو مقدمہ کے فیصلے کے بعد بیچو نہ ملا۔ بہت پتہ لگایا مگر اس کا پتہ کہیں بھی نہ ملا۔

چھ نئے سوالوں کے جواب

(مرسلہ جناب عبدالحئی عباسی)

۱۔ آرمی کورپ کیا ہے؟ آرمی کورپ انگریزی میں فوج کے اس دستہ کو کہتے ہیں جو سواروں، پیادوں اور توپچیوں پر مشتمل ہوتا ہے اور جس میں عموماً ۲۵ ہزار سے ۵۰ ہزار تک سپاہی اور ۱۱۰ سے ۱۵۰ توپیں ہوا کرتی ہیں۔

۲۔ ڈویژن کیا ہے؟ ڈویژن فوج کا ایک چھوٹا دستہ ہوتا ہے جس میں ۱۲ ہزار سے ۱۵ ہزار تک سپاہی ہوتے ہیں دستہ فوج صرف پیادوں اور توپچیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

۳۔ بریگیڈ کیا ہے؟ بریگیڈ ایک پیادہ دستہ فوج ہے جس میں ۴ ہزار سپاہی ہوتے ہیں۔

۴۔ بٹالین کیا ہے؟ بٹالین ایک ہزار سپاہیوں کا ایک پیدل دستہ ہوتا ہے جو چار برابر کی ٹولیوں میں بٹا ہوتا ہے۔

۵۔ ایر اسکوائڈرن کیا ہے؟ ہوا باز فوج میں ۱۵ ہوائی جہازوں کا ایک دستہ جو ۳ سے ۶ ہوائی جہازوں تک کے تین حلقہ پرواز پر مشتمل ہے۔

۶۔ ففتھ کالم (پانچواں دستہ) کیا ہے۔ یہ اصطلاح ابھی حال میں جب جرمنی کا ناروے پر حملہ ہوا تھا رائج ہوئی ہے۔ یہ اسپین کی گذشتہ خانہ جنگی میں پیدا ہوئی تھی۔ جب کہ جنرل فرینکو کی چار قسم کی فوجوں نے میڈرڈ پر حملہ کیا تو انھیں جاسوسوں اور ان فسادی لوگوں پر بھروسہ کرنا پڑا جو پہلے ہی سے میڈرڈ میں موجود تھے۔ ایسے لوگوں کو ففتھ کالم یا پانچواں دستہ کہتے ہیں۔ جرمنی نے ناروے میں اسی دستے سے کام لیا۔ جرمنی میں نازی پارٹی کی صورت میں ہٹلر نے پہلے ہی سے ففتھ کالم بنا لیا تھا۔ اس پارٹی کے ممبر مہینوں پہلے سے حملہ کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ جب حملہ ہوا تو ان غداروں نے اپنے ملک کو جرمنی کے حوالے کر دیا۔ یہی طریقہ ہالینڈ میں بھی استعمال میں لایا گیا۔ یورپ اور باہر کے دیگر ملکوں میں جرمن جاسوسوں اور ایجنٹ تیزی سے کام کر رہے ہیں۔ لیکن ان کی کارروائیوں پر سخت نگاہ رکھی جا رہی ہے۔

اشتراک باہمی کے اصول

(از مسز شنکر سہائے سکسینہ ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی)

سماج میں رہ کر انسان بغیر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کئے ایک دن بھی اپنا کام نہیں چلا سکتا، تہذیب کی ابتدا کے زمانے میں بھی انسان اشتراک باہمی کے اصول سمجھتا تھا اور عملی زندگی میں ان پر عمل بھی کرتا تھا۔ اگر انسانی سماج اشتراک باہمی کو نہ اپناتا تو انسانی اتنی تہذیبی ترقی کبھی نہ کر سکتا آج سے ہزاروں سال قبل تجربہ سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ انسانی زندگی بغیر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کئے ناممکن ہو جائیگی۔

آج کل مقابلہ کا زمانہ ہے۔ عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ جو مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا اس کے لئے دنیا میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس سبب سے لوگوں کو یہ خیال ہو گیا ہے کہ انسانی زندگی کی روح کا مقابلہ ہے لیکن دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کی اصلی روح اشتراک باہمی ہے۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو انسان اپنی عام ضروریات کے لئے ایک دوسرے کا اتنا محتاج ہے کہ اگر اُسے ایک دن کے لئے بھی دوسروں کا اشتراک نہ حاصل ہو تو اُس کی زندگی بیکار ہو جائے۔

سماج میں ہر ایک انسان کی کام کرنے کی استعداد ایک سی نہیں ہے۔ لہذا اشتراک باہمی اور مزدور طبقہ کے بغیر انسان سماج میں رہ کر اپنی تمام ضرورتیں پوری نہیں کر سکتا۔ انسانی سماج کی ترقی اور تہذیب کے عروج کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ مزدور طبقے کے اصولوں پر عمل کیا جائے۔ اگر زیادہ استعداد والے انسان ایسے معمولی کاموں میں اپنی قوت استعمال کریں جنھیں معمولی استعداد والے انجام دے سکتے ہیں تو سماج اور انسان کی ذاتی ترقی میں بڑی رکاوٹ پیدا ہوگی۔ انسان اُسی وقت ترقی کر سکتا ہے جب انسان کو اپنی استعداد کے مطابق کسی ایک خاص کام میں مہارت حاصل کرنے کا موقعہ دیا جائے شلاً کسی چیز کے تیار کرانے میں ہمیں سینکڑوں آدمیوں کی مدد حاصل کرنی پڑتی ہے۔ صوبہ متوسط اور صوبہ بمبئی کا کسان کپاس پیدا کرتا ہے۔ کپاس پیدا کرنے میں اُسے خود بہت سے لوگوں کی مدد حاصل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ مہاجن، زمیندار، بڑھئی، لوہار اور مزدور سبھی اُسے کپاس پیدا کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ دلال، آڑھتیا اور تاجر اُس کپاس کو خرید کر یا تاجروں کے لئے خرید کر زیننگ فیکٹری میں لے جاتے ہیں۔ زیننگ فیکٹری میں سینکڑوں مزدوروں کے ذریعے کپاس اوٹی جاتی ہے اور گانٹھوں میں باندھ کر احمد آباد، بمبئی یا جاپان کے صنعتی مرکزوں کو بھیجدی جاتی ہے۔ اس کام میں بھی بیل گاڑیاں، موٹر، ریل اور جہاز پر کام کرنے والوں اور تاجروں کا اشتراک ہوتا ہے۔ اس کے بعد کارخانوں میں ہزاروں مزدوروں، مستریوں اور دیگر کارکنوں کی مدد سے کپڑا تیار کیا جاتا ہے۔ آخر میں وہ کپڑا ریلوں، جہازوں اور موٹروں و بیل گاڑیوں کے ذریعے دوکانداروں کے پاس آتا ہے۔ گاہک اُسے خرید کر درزی سے کوٹ، کرتا، قمیض وغیرہ سلواتا ہے اور تب کہیں وہ پہنا جا سکتا ہے جب تک اتنے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ اشتراک نہ کریں گے کپڑے تیار نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح کسان دیہاتوں میں رہ کر گیہوں اور دوسرے غلے پیدا کرتا ہے اور شہروں میں رہنے والے ماسٹر، کلرک، ڈاکٹر، وکیل اور دیگر لوگ اس گیہوں کو کھاتے ہیں۔ گیہوں پیدا کرنے میں اور اُسے شہروں تک لانے میں سینکڑوں انسانوں کے اشتراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ کوئی بھی کام کیوں نہ ہو بغیر اشتراک، امداد باہمی کے کامیابی کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ آج ہماری زندگی کا ایک دوسرے کے اشتراک پر اتنا زیادہ انحصار ہے کہ اگر امداد باہمی کے اصول کو چھوڑ دیا جائے تو اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ دنیا کا کام کیونکر چلے گا۔ انسان کی قوت امداد باہمی میں پوشیدہ ہے اور باہمی کے ذریعہ ہی اسکی ترقی ہو سکتی ہے۔

انسان اب اشتراک باہمی کی اہمیت سے بخوبی واقف ہو گیا ہے اور اس کو انسانی زندگی کے لئے ضروری سمجھتا ہے۔ سماج میں کمزور اور قوی دانا، اور نادان، بزدل اور بہادر، عقلمند اور بیوقوف، چست اور سست سبھی قسم کے انسان ہیں۔ اگر سماج کو ترقی کی طرف جانا ہے تو ان سب کو ایک ساتھ کام کرنا ہوگا۔ اگر سماج مقابلے کے اصول کو اپنائے تو یقیناً سماج کی ترقی رُک جائیگی۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ انسانی زندگی ایک زبردست جد و جہد ہے اور اس جد و جہد میں وہی کامیاب ہو کر زندہ رہ سکتا ہے جو جد و جہد کر سکے جو کمزور ہے، جو زندگی کی جد و جہد میں ٹھہر نہیں سکتے اُنکے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے ان کا خیال ہے کہ اگر اس جد و جہد میں طاقتوروں کو کمزوروں کی مدد کے لئے جانا پڑا تو ان کی ذاتی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ ذاتی ترقی اور حصول شہرت کے لئے اشتراک یا امداد باہمی رکاوٹ ثابت ہوگا۔ امداد باہمی کے اصولوں کے حامی طاقت کی زندگی (یعنی جو جتنا طاقتور ہے وہ اُتنی مسرت سے زندگی گزارنے کا مستحق ہے) کے اس اصول کو نہیں پسند کرتے کیونکہ یہ اصول انسان کو سماج کے اوپر بٹھال دیتا ہے۔ ذاتی خواہشات کے حصول کے لئے اجتماعی مفاد کو ٹھکرا کر اپنی راہ پر چلنا ہی اس اصول کے حامیوں کا مقصد ہوتا ہے۔ یہ اصول ذاتی مفاد کے لئے اجتماعی مفاد کو ٹھکرانے کی تعلیم دیتا ہے اور سماج میں سخت انتشار پیدا کرتا ہے۔ موجودہ عہد میں سرمایہ داروں اور مزدوروں میں جو زبردست جنگ چھڑی ہوئی ہے "سرمایہ داروں کا ناس کردو"، کی جو آوازیں چاروں طرف سے سُنائی دیتی ہیں وہ اس اصول سے پیدا ہونیوالی اقتصادی تفریق ہی کے باعث اُٹھائی گئی ہیں۔

سماج اپنے کمزور ممبروں کو ٹھیک اُسی طرح تباہ ہوتے نہیں دیکھ سکتا جس طرح ماں باپ اپنے لنگڑے لولے لڑکے کو مرتے نہیں دیکھ سکتے۔ سماج کا خاص مقصد طاقت کی زندگی کے بجائے غریبوں کی حفاظت ہونا چاہئے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ سماج میں پھیلی ہوئی زبردست اقتصادی تفریق کے باعث ہمیں خوفناک انقلابوں کا سامنا کرنا پڑے تو ہمیں اشتراک باہمی کے اصولوں کو اپنانا ہی ہوگا۔ باہمی اشتراک غریبوں کی حفاظت کرتا ہے، وہ انکو کمزور نہیں رہنے دیتا، بلکہ انکو منظم کر کے طاقتور بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ تحریک امداد باہمی اُن لوگوں کی ترقی میں رکاوٹ نہیں پیدا کرتا جو طاقتور ہیں اور مقابلہ میں اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اشتراک باہمی کا ایسے لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ صرف غریبوں اور کمزوروں کی تحریک ہے۔ باہمی امداد اور ہمدردی اُسکے خاص اصول ہیں۔ اور خدمت اس کا مطمح نظر ہے۔

کچہری میں بھینس

از جناب مارکنڈے باجپئی ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

اس روز کچہری میں بڑا مجمع تھا۔ دور دور کے دیہاتوں سے لوگ آئے ہوئے تھے۔ باہر منشیوں کی قلمیں مقدمہ بازی سے دیہاتیوں کا گلا کاٹنے کے لئے تلوار سی تیز ہو کر کاغذ پر اپنی دھار کا سکہ جما رہی تھیں وکیل بھی اپنے اپنے تختوں پر اپنی دوکان لگائے تیرتھوں کے پنڈوں کی طرح بیٹھے تھے۔ انھیں تختوں کے اس پاس دیہاتی جیالوں کے جھنڈ کے جھنڈ لگے تھے۔ کچہری کے اندر بھی ویسی ہی بھیڑ تھی اور ذرا ذرا سی دیر بعد چپراسی بڑی بدتمیزی سے شریف آدمیوں کا نام لیکر پکارنے میں لگے ہوئے تھے۔ یوں تو جب سے وکالت چھوڑی تب سے عدالتوں کا چکر لگانا بھی میں چھوڑ چکا تھا۔ مگر اس روز ایک ضروری کام سے ایک دوست کو تلاش کر رہا تھا۔ ان کے گھر پر پہنچا تو پتہ چلا وہ کچہری جا چکے ہیں۔ لاچار ہو کر میں بھی کچہری پہنچا۔ میری موٹر رکتے دیکھتے ہی کئی دلال میری طرف لپکے کسی نے کسی وکیل کی، کسی نے کسی بیرسٹر کی اور کسی نے کسی ایڈوکیٹ کی تعریفوں کے پل باندھے میں نے اپنے دوست کو دریافت کیا تو وہ لوگ بولے کہ صاحب ابھی تو بالکل نئے وکیل ہیں۔ آپ کو بھی کس نے یہ نام بتا دیا۔ یہ کہکر پھر وہ لوگ کچھ مختاروں، وکیلوں اور بیرسٹروں کی تعریف کرنے لگے۔ مجھے اس ماحول سے کچھ نفرت سی ہو گئی اور سوچنے لگا کہ یہ دیہاتی مقدمہ بازی میں پیسہ پھونکنے کے لئے اس ماحول میں کیوں آتے ہیں۔ وکالت کا پیشہ برا نہیں ہے لیکن سب انسان دنیا میں ایک سے نہیں ہوتے جہاں دنیا میں بہت سے ایماندار اور سچے لوگ ہیں وہاں بہت سے بے ایمان اور دھوکے باز بھی ہیں قانون کی دفعات کے پابند حاکم بھی اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے بیٹھے قانونی انصاف کیا کرتے ہیں انھیں اکثر اصلیت کا علم بھی نہیں ہوتا۔ وہ تو شہادت اور قانونی دفعات کی ہتھکڑی اور بیڑی میں خود ہی بندھے ہیں۔ جو کچھ شہادت ان کے سامنے گزر سکتی ہے اس پر تو وہ سچ اور جھوٹ کا فیصلہ دے سکتے ہیں۔ اس کے باہر تو وہ خود نہیں جا سکتے اس لئے مقدمہ بازی ایک فن بن گئی ہے جس کے لئے ماہروں کی ضرورت ہے۔ فن کے لئے پیسے خرچ کرنے پڑتے ہیں جو معمولی چیز دو چار پیسے میں مل سکتی ہے وہی بہترین فن کی چیز سو دو سو روپیوں میں بھی نہیں خریدی جا سکتی۔ اسی لئے کچہری کے ماحول میں لوٹ مار مچی ہے حاکم زیادہ تر ایماندار اور سچے ہیں۔ یہ نہ ہو تو رہا سہا انصاف بھی نہ رہتے۔ قانون کی چہار دیواری کے اندر وہ لوگ اپنے خیال میں سچا انصاف ہی کرتے ہیں۔ مگر ان کے پاس پہنچنے والے مقدموں کی صورتوں کے وہ ذمہ دار نہیں ہیں۔ وہاں وکیلوں منشیوں گواہوں اور سررشتہ داروں وغیرہ کا پُرفن ہاتھ ہے اور اس فن میں گھر سے پیسے لگتے ہیں۔ فن سستے میں تھوڑی خریدا جا سکتا ہے۔ تعجب تو اس وقت ہوتا ہے جب یہ دیکھتے ہیں کہ جس دیہاتی کے پاس کھانے کو پیسے نہیں ہیں وہی گھر بار بیچ کر مقدمہ بازی کے فن سے نکلی ہوئی چیزیں خریدنے آتا ہے مقدمہ بازی میں ہمارے کسان اور زمیندار دونوں ہی ہمیشہ کے لئے بگڑ جاتے ہیں لیکن مقدمہ بازی کا فن انھیں اتنا پسند ہے کہ اس سے وہ منہ نہیں موڑتے۔ فصل کٹی نہیں کہ کچہریوں کے میدانوں میں مقدمہ بازی کی نمائش دیکھنے کو دیہاتیوں کی بھیڑ لگی نہیں۔

ادھر میرے ذہن میں یہ باتیں چکر لگا رہی ہیں ادھر دلال لوگ میرے دماغ ہی کو چکرائے دے رہے ہیں آخر مجھے کہنا ہی پڑا کہ میں خود وکیل ہوں اور ایک دوست کی تلاش میں ہوں ان بیچاروں پر یہ سنکر جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا ہو۔ اس قسم کی دلالی ایک طرح کا قانونی جرم بھی ہے اس لئے انھوں نے جلدی سے ایک اجلاس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ وکیل صاحب وہاں ہیں۔ اس اجلاس کی سیڑھیوں کے پاس ایک طرف ایک بڑی سی موٹی تازی بھینس بندھی ہوئی تھی۔ شہر کا آدمی جانوروں سے ذرا گھبرایا کرتا ہے اور میں بھی جانوروں سے کافی دور رہنے کی کوشش کیا کرتا ہوں۔ آخر جانور تو جانور ہیں الٹ بیٹھے تو کیا ہو؟ میں کاندھے پر ڈنڈا رکھکر جانور چرانے کا عادی تو ہوں نہیں۔ کسی کو بھی چارہ کھلانا۔ خواہ وہ جانور ہو یا انسان۔ بڑے ثواب کا کام ہے لیکن اس کا بھی تو انسان کو عادی ہونا چاہیئے۔ میں اس کا عادی نہیں ہوں اور اس لئے جانوروں سے کافی دور رہتا ہوں مگر اس روز کچھ سوچنے کی ادھیڑبن اور کچھ بھیڑ سے بچنے کا خیال میں اس بھینس کے اتنے پاس سے نکلا کہ اگر ایک شخص نے مجھے پکڑ کر الگ نہ گھسیٹ لیا ہوتا تو میں مر ہی گیا ہوتا۔ غریب بھینس بھی اس نئی جگہ میں نئے نئے آدمیوں کو دیکھکر گھبرائی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھکر وہ بھنکار مار کر میری طرف سینگ جھکا کر دوڑی۔ کہ مجھے ذرا ہوش آیا۔ بھینس سے بچکر میں کسی طرح سیڑھیوں پر چڑھ گیا اور اندر پہنچکر کچہری کا سین دیکھنے لگا اجلاس کے سامنے کی جانب بیچ کمرے میں کچھ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ انھیں میں سے ایک پر بیٹھکر میں اپنے دوست کی جرح سننے لگا۔ میں نے سوچا تھا کہ وہاں مجھے بھینس سے فرصت مل جائے گی۔ بھینس سے تو خیر نجات مل گئی لیکن ایک بھینس نما انسان مجھے وہاں بھی ستانے پہنچ گیا۔ ویسا ہی کالا کلوٹا ویسا ہی موٹا تازہ اور ویسا ہی احمق۔ وہ کچہری کا چپراسی تھا۔ مجھے بیٹھے دیر نہیں ہوئی کہ وہ آموجود ہوا اپنے پاس بھینس کا سا جھکا ہوا کالا سر دیکھکر میں اوپر کو ہی جاتا اگر کرسی میں دستے نہ لگے ہوتے اور سامنے میز نہ ہوتی۔ اتنے ہی میں اس بھینس نما انسان نے مجھے ڈانٹا کر تپائی پر جا کر بیٹھو۔ کرسیاں وکیلوں کے لئے ہیں۔ بیچ لوگوں کو جب چپراسی کے ذریعے اونچائی ملتی ہے تو وہ شریفوں سے ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں۔ وہ چپراسی مجھے اس طرح ڈانٹ رہا تھا جیسے میں اس کے باپ کا نوکر یا زر خرید غلام ہوں۔ میں نے کہا۔ تمیز سے بولو۔ میری تیوری چڑھی دیکھکر وہ کچھ ذرا سہما اور پھر بولا۔ آپ ادھر تپائی پر جا کر بیٹھئے۔ کیونکہ یہ کرسیاں وکیلوں کے لئے ہیں میں نے کہا۔

"میں وکیل ہوں" اسے اپنا نشان مٹی میں ملتا دیکھ کر
بہت افسوس ہوا! اور اس نے اپنی بات جتانے
کے لئے پوچھا۔ "کیا آپ سچ مچ وکیل ہیں؟ پھر آپ
نے کچہری کے کپڑے کیوں نہیں پہنے؟" میں چڑ کر
اسے کوئی سخت جواب دینے ہی والا تھا کہ اتنے میں
منصف صاحب میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور
ہاتھ کے اشارے سے خیریت دریافت کرنے لگے
وہ میرے ساتھ کے پڑھے ہوئے تھے۔ چپراسی اپنے
بھگوان کو میرے اوپر اتنا مہربان دیکھ کر میرے
پاس سے فوراً رفوچکر ہو گیا۔ بھینس نما انسان
یا انسان نما بھینس اتنی تیزی سے چل سکتا ہے
یا اپنے بھاری بھرکم ڈیل ڈول کو اس آسانی
سے چھپا سکتا ہے یہ بھی مجھے اسی روز معلوم ہوا۔
حقیقی اور مصنوعی، دونوں بھینسوں سے مجھے نجات
ملی لیکن بلی تھوڑی ہی دیر کے لئے اس بھینس
ذات ہی میری قسمت میں لکھی تھی۔ ذرا دیر میں
مجھے معلوم ہوا کہ میرے دوست اس کم بخت بھینس
کے مقدمہ کی پیروی کر رہے تھے جس نے کچہری کی سیڑھیوں
کے پاس مجھ پر حملہ کیا تھا۔ تب معلوم ہوا کہ وہ
بھینس کچہری میں کیسے آمری تھی۔ دو آدمی اس
کچہری میں اس بھینس کو اپنی بتا رہے تھے اور
اس کے پیچھے آپس میں مقدمہ بازی ہو رہی تھی
مجھے بہت برا لگا۔ ایسی بھینس کے پیچھے کوئی کیوں
مقدمہ بازی میں روپیہ برباد کرتا ہے۔ جو بے گناہ
لوگوں کو بلا وجہ مارنے دوڑتی ہے۔ لیکن لوگوں
کی پسندیں دنیا میں نرالی ہیں اور اکثر لوگ عقل
سے خالی ہیں۔ اس کم بخت نے مجھے قریب قریب
جنت نصیب کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے
بھائی بند مجھے کرسی سے اٹھانے آئے تھے اس
کے مقدمے کی وجہ سے میں اپنے دوست سے
بات چیت نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے وہ بھینس بھلا
کیوں پسند آتی لیکن میں کرتا ہی کیا۔ خاموش بیٹھا
مقدمہ سنتا رہا۔ تین چار گھنٹے خراب ہو چکنے کے
بعد میرے دوست کے موکل کو ایک نئی بات سوجھی
اس نے کہا۔ "حضور بھینس باہر کھڑی ہے حضور
اسے اندر بلوا لیں جس کی وہ ہوگی اس کی وہ خود
بخود معلوم ہو جائیگی۔" اس کی یہ بات تو سب کو
معقول معلوم ہوئی لیکن بھینس کو اندر لانے والی
بات مجھے نہ پسند آئی منصف صاحب اور موکل وغیرہ
تو دور تھے ان سے پہلے تو میں پڑتا تھا اور مجھے
پورا یقین تھا کہ اس بار مجھے وہ زندہ نہ چھوڑیگی
میں بھاگنے ہی والا تھا کہ اندر آ کر کہا کہ۔ حضور
وہ بھینس مارنے دوڑتی ہے اور اندر نہیں لائی
جا سکتی۔ مجھے یہ سنکر کچھ تسکین ہوئی۔ اس بات
کی خوشی بھی ہوئی کہ وہ بھینس اس چپراسی کو مارنے
دوڑی۔ اس کے کپڑے اگر وہ پھاڑ دیتی تو میرا
اس کی پیٹھ ٹھونکنے ضرور جاتا۔ خواہ وہ مجھے مار
ہی کیوں نہ ڈالتی۔ اس بھینس کے ساتھ مجھے
اس وقت بڑی ہمدردی ہو گئی۔

تھوڑی دیر بعد یہ طے ہوا کہ سب لوگ
باہر جا کر بھینس دیکھیں۔ میرے دوست کے
خلاف بحث کرنے والے وکیل صاحب نے ایک
بار کہا کہ حضور کے سامنے ساری شہادت موجود
ہے اب بھینس کی شہادت کی کیا ضرورت ہے
مگر وہ بھی اپنے موکل کی بچا سو بھینسیں یا مجھ لینے
کی ڈینگ سن کر چپ ہو رہے۔ باہر بھینس کی
گواہی کے وقت تمام اجلاسوں سے بھیڑ تماشہ
دیکھنے آ گئی۔ ایک میلہ لگ گیا۔ کچہریوں میں ایسا
باہر تماشہ دیکھنے میں بہت کم آتا ہے۔ دعوے دار
میرے موکل کے خلاف تھا۔ اس لئے بھینس کے
پاس اسی کو پہلے جانا پڑا۔ "ہیں ہیں" وغیرہ کی عجیب
آوازیں نکالتا ہوا وہ اطمینان سے بھینس کے
پاس پہنچا۔ لیکن بھینس اسے دیکھتے ہی سینگیں
جھکا کر اس زور سے اسے مارنے دوڑی گویا کہ
اس آدمی سے اسے خاندانی دشمنی ہو "ارے دادا رے
مار ڈالا اس" کہتا ہوا وہ آدمی تیزی سے بھاگا۔
اب میرے دوست کے موکل کی باری آئی۔ وہ
جیسے ہی بھینس کو چمکارتا ہوا آگے بڑھا ویسے
ہی بھینس ٹھہر گئی۔ کھڑی کھڑی وہ اس آدمی
کو دیکھتی رہی پھر ایک بار سر جھکا کر وہ آگے
بڑھی۔ لوگ سمجھے کہ اب وہ مرا مگر وہ آدمی اور
آگے بڑھ گیا۔ اور بھینس خاموش کھڑی رہی
پاس پہنچ کر وہ آدمی بھینس کی پیٹھ سہلانے
لگا اور بھینس خاموش اسے دیکھتی رہی۔ میرے
دوست کے مخالف وکیل صاحب نے بہت بحث
کی مگر بھینس کی شہادت کے آگے ان کی ایک
نہ چلی اور منصف صاحب نے دعویٰ خارج
کر دیا۔ میں نے اپنی زندگی میں کم از کم ایک تو
سچی شہادت پر مقدمہ فیصل ہوتے دیکھ لیا۔ مگر ہر
مقدمے میں بھینس تو گواہی دینے آ نہیں سکتی۔

مقدمے کے بعد میں اس بھینس سے بہت
خوش ہوا پھر بھی اپنے دوست کے ساتھ کچہری
کی سیڑھیوں سے اترتے ہوئے میں بہت ہوشیار
رہا کیونکہ بھینس مجھے دیکھ کر پھر سر جھکا رہی تھی
میں تو اس سے بہت خوش تھا مگر وہ مجھ سے ذرا
بھی خوش نہیں تھی وہ شاید غلطی سے اپنی
تمام مصیبتوں کی جڑ مجھی کو سمجھ بیٹھی تھی۔

گھاس کی چٹنی

گھاس کو خوب مہین کاٹ کر مویشیوں کے
لئے محفوظ رکھا جاتا ہے اور جب ہری گھاس
نہیں ملتی تو وہی مویشیوں کو دی جاتی ہے۔
امریکہ کے ایک سائنس داں نے رائے دی
ہے کہ اس کٹی اور سکھائی ہوئی گھاس کو چٹنی
کی شکل میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔
سلاد میں گھاس ڈالنے سے اس کا مزہ بڑھ جاتا ہے غذائی شکل
میں گھاس کی اہمیت ابھی کچھ دن ہوئے
شہر کنساس (امریکہ) میں سائنس دانوں کی
ایک میٹنگ میں بیان کی گئی تھی اس میں
بتلایا گیا کہ ٹماٹر کی بہ نسبت گھاس میں وٹا
اے ۴۰ گنا، وٹامن سی ۱۴ گنا اور وٹا
بی ۸۰ گنا زیادہ ہوتا ہے۔ مرغیوں کے لئے
بھی اس جلسے نے گھاس کی سفارش کی ہے
گھاس میں ایک ایسا جزو ہے جس کے
کھانے سے مرغی زیادہ انڈے دے سکتی
ہے۔

کھیتی کا ہتھیار

(از جناب مسٹر سید زبیر حسین نقوی - ایل - اے - جی - انسپکٹر سرکاری باغات لکھنؤ)

کھیتی خوشحالی کی ماں ہے - کسی شخص کی خوشحالی چند باتوں پر منحصر ہے - اسکے پاس اپنے اور اپنے بال بچوں کی ضروریات کے لئے پیسہ ہو - اسکی اور اسکے بال بچوں کی تندرستی اچھی ہو - خاندان میں روشن خیالی اور اچھی تعلیم و تربیت پائی جاتی ہو یہ تمام باتیں اچھی کھیتی ہی سے حاصل ہو سکتی ہیں

ہندوستان ہمیشہ سے ایک زراعتی ملک رہا ہے - یہاں کی تقریباً نوے فیصدی آبادی زراعت پیشہ ہے اور یہاں کی کھیتی اور ملکوں کے لئے ایک زمانہ میں قابل مثال رہی ہے - اور دوسرے ملکوں نے یہاں کی کھیتی سے سبق حاصل کرکے اپنے یہاں کی کھیتی میں ایسی ترقیاں کی ہیں جو اچنبھے میں ڈالدینے والی ہیں - پہلے زمانے کے گھاگھ کی کہاوتیں اس بات کا ثبوت دیتی ہیں کہ چند صدی پہلے یہاں کی کھیتی بہت باقاعدہ اور بہت اچھے اصول کے ساتھ ہوتی تھی - لیکن افسوس زمانہ ترقی کرتا گیا اور ہم اپنے آبائی کام میں بجائے ترقی کرنیکے دور ہوتے چلے گئے جس کا نتیجہ کمی پیداوار ہے سخت افسوس کی بات ہے کہ کاشتکار باوجود ماتھے کا پسینہ پیروں تک پہنچانے کے لئے بھی غریب اور ننگا ہے اور اس پر بھی اس بات کا خیال نہیں کرتا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ اسکی حالت اتنی خراب ہے - خالق یا پرماتما نے ہماری زندگی کا دارومدار کھیتی پر رکھا ہے پھر اگر کھیتی میں فائدہ نہ ہو تو خدا یا پرماتما پر بہت بڑا الزام آتا ہے کہ اس نے ہماری زندگی کا دار و مدار ایسے کام پر رکھا ہے جو فائدہ مند نہیں - میرے خیال میں خدا یا پرماتما پر کوئی شخص الزام دینے کے لئے تیار نہ ہوگا - کیونکہ اس نے ہم کو انسان بنایا اور عقل عنایت کی جس سے ہم کو اچھی اور بری چیز کا فرق معلوم ہو سکے - لیکن بھائیو - دوستو ذرا سوچو تو کہ ہم نے اپنی عقل کو کہاں تک استعمال کیا جبکہ ایشور پر الزام دینے کے لئے کوئی شخص بھی تیار نہیں تو پھر یہ بات سوچنا پڑے گی کہ آخر ہم کو کھیتی میں جسکو دنیا و زندگی کی جڑ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا - کیوں فائدہ نہیں ہوتا - اگر اچھی طرح سوچا جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یقیناً ہم کھیتی کرنے میں کچھ ایسی غلطیاں کرتے ہیں کہ جن کا نتیجہ کمی پیداوار اور غربت ہے۔

سب سے بڑا رونا اس بات کا ہے کہ اتنا ضروری کام ہمارے ہندوستان میں جاہل یعنی ان پڑھ لوگوں کے سپرد کر دیا گیا ہے جن میں بوجہ جہالت ان باتوں کے سوچنے کی قابلیت نہیں ہوتی پڑھے لکھے لوگ اس وقت تک کھیتی کے کاموں کو ذلیل یا نیچ کام سمجھتے رہے - اور انھوں نے ذرا بھی دلچسپی نہ لی اور اونچی ذات کے لوگوں نے بھی کچھ زمانے سے اس پیشہ کو برا اور ذلیل سمجھا اور تاریخ عالم کو جان بوجھ کر بھول گئے کہ بڑے بڑے رشی اور پیغمبروں نے جن کو وہ مانتے ہیں - کھیتی کے کاموں میں کتنی دلچسپی لی اور اپنے ہاتھوں سے ان کاموں کو کیا - پڑھے لکھے یا اونچی ذات کے لوگوں کے یہاں اگر کھیتی ہوتی بھی ہے تو وہ اپنے ہاتھ سے کام کرنے یا اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کرنے کی تکلیف گوارہ نہیں کرتے اور سب کام دوسروں پر چھوڑ دیتے ہیں اور اپنے لئے نوکری یا اور کوئی کام تلاش کرتے ہیں - وہ گھاگھ کی ان کہاوتوں کا بھی خیال نہیں کرتے جو سیکڑوں برس کے تجربے کے بعد کھیتی کرنیوالوں کے لئے سبق آموز ہیں:-

۱- اوتم کھیتی مدھم بان - نکرشٹ چاکری بھیک ندان -

۲- کھیتی - پتی - بنتی اور گھوڑے کا تنگ - اپنے ہاتھ سنبھالیو چاہے لاکھ ہوں سنگ -

۳- اوتم کھیتی آپ سیتی - مدھم کھیتی بھائی سیتی نوکر کھیتی بگڑ گئی - تو بلائی سیتی

۴- ساری کھیتی جو ہل گیا - آدھی کھیتی جو سنگ رہا -

جن پوچھا ہوا ہا کہاں - بیا بسار گنوایا تہاں -

۵- اساڑھ جوتیں لڑکے بارے - ساون بھادوں میں ہرواہے -

کوار میں جوتے گھر کا بیٹا - تب اونچے ہوں ہارے

ان تمام کہاوتوں سے یہ بات ثابت ہوگی کہ کھیتی کی کامیابی کا بھید اپنے ہاتھ سے کام کرنا ہے جس آدمی نے اپنے نوکروں سے کہا کہ کام کرنے کے لئے ہمارے ساتھ آؤ وہ کامیاب ہوا اور جس نے کہا کہ کام کر جاؤ وہ ناکامیاب رہا -

افسوس ہمارے پڑھے لکھے لوگوں کی حالت تو یہ ہے کہ اگر ان سے کھیتی کے متعلق بات چیت کی جائے تو یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ میاں ہٹو - کس خشک مضمون پر بات کر رہے ہو - اونچی ذات کے لوگوں کی یہ حالت ہے کہ میں نے یو - پی کے بہت سے ضلعوں میں اور خصوصاً پوربی ضلعوں میں یہ بات پائی ہے کہ پنڈت اور اونچی ذات کے لوگ ہل کی مٹھیا پکڑنا بھی گناہ یا پاپ سمجھتے ہیں مجھکو ایسے لوگوں سے اکثر ملنے کا اتفاق ہوا - میں نے ان سے یہ سوال کیا کہ بھائیو دنیا یا سنسار کے تمام کاموں میں عمدہ کام کونسا ہے - جواب ملا کھیتی پھر پوچھا - اچھا کھیتی کے کاموں میں سب سے عمدہ کام کیا ہے - تو جواب ملا کہ ہل چلانا پھر پوچھا کہ ہندو ذاتوں میں سب سے اوتم ذات کون سی سمجھی جاتی ہے تو جواب ملا کہ برہمن اس پر میں نے توجہ دلائی کہ اوتم ذات اور اوتم کام سے جب اس قدر بچتی ہے کہ ہل کی مٹھیا پکڑنا بھی برا سمجھتی ہے تو پھر بھلا کھیتی اچھی ہو تو کیسے ہو - اس بات کو اونچی ذات کے لوگوں نے بہت پسند کیا اور انھوں نے یہ عہد کیا اور وچن دیا کہ ہم ہل ضرور چلائیں گے - اچھی اور کامیاب کھیتی کے لئے اپنے آپ کام کرنیکے اسکے علاوہ حسب ذیل باتوں کی ضرورت ہے -

اچھی طرح کھیت کی تیاری

اچھا بیج - اچھا کھاد یا پودے کی خوراک اچھے جانور اور مناسب طریقہ کاشت - مگر افسوس ہم دیکھتے ہیں کہ ان باتوں میں سے

کوئی ایک بات بھی ٹھیک نہیں ہوتی۔ جیسا کہ آگے چلکر ہر ایک بات کی بابت الگ الگ بتایا جائیگا۔ تو پھر بھلا کھیتی اور کھیتی کرنے والوں کی حالت اچھی ہو تو کیسے۔ یہ تو لبس پرماتما یا خدائی مہربانی یا دیا ہے کہ اتنی غلط کھیتی کرنے کی صورت میں بھی کھیتی کرنیوالوں کا کچھ گذارہ ہو جاتا ہے۔ نہیں تو جتنی غلطیوں اور بے پروائیوں سے کھیتی کے کام ہو رہے ہیں اس سے ان کو کچھ بھی نہ ملنا چاہئے تھا میں اوپر لکھی ہوئی باتوں کو الگ الگ بتلاؤں گا۔ اس وقت صرف جوتائی کے متعلق کچھ بتلانا چاہتا ہوں۔

فصل تیار کرنے کے لئے جوتائی کرنا یا ہل چلانا سب سے پہلی اور ضروری بات ہے۔ اس کے لئے کچھ گھاگھ کے چند کہاوتیں ہیں۔

۱۔ بیج پڑے پھل اچھا دیت۔ جتنا گہرا جوتب کھیت

۲۔ کچا کھیت نہ جوتے کوئی۔ نا ہی بیج نہ انکرے کوئی

۳۔ ایک ہل ہتیا دو ہل کاج۔ تین ہل کھیتی چار ہل راج۔

۴۔ بارہ بھن اور چوبیس پانا۔ تب منانا گیہوں کھانا

۵۔ ونسی نہ ایک کسی۔ نونا بھن نہ ایک بابھن

ہل چلانے کا مقصد:۔ بیج کے لئے اچھی اور ملائم زمین تیار کرنا۔ زمین میں جو گھر پتوار ہو اس کو پلٹ کر اس سے نباتاتی کھاد کا کام لینا۔ زمین کو ایسی حالت میں کر دینا کہ اس میں ہوا اچھی طرح گذر سکے۔ گھر پتوار کی پیداوار روکنا اور اس کو زائل کر دینا۔ زمین کو ایسی حالت میں تیار کر دینا کہ اس میں تری روکنے کی طاقت پیدا ہو جائے زمین کے کیڑوں اور ان کے انڈوں کو برباد کر دینا جو کہ ہل چلانے سے سطح زمین پر آکر سورج کی گرمی سے مر جاتے ہیں۔

تجربے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دیسی ہل میں جو کہ عام طریقے سے کام میں لائے جاتے ہیں تمام باتیں پوری نہیں ہوتیں۔ پرانے زمانے میں یہ تمام باتیں حاصل کرنے کے لئے ایک فصل کے بعد دوسری فصل کے لئے کھیت پھاوڑوں یا کسیتوں سے پلٹ دیا جاتا تھا اور اس کے بعد دیسی ہل چلایا جاتا تھا۔ مگر اس میں خرچ ہونے اور پیسہ پاس نہ ہونے کی وجہ سے آج کل کاشتکار ایسا نہیں کرتے اور صرف دیسی ہل چلاتے ہیں جس سے مٹی پلٹتی نہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر بار فصل اوپر ہی کی مٹی میں بوئی جاتی ہے اور زمین کی طاقت کم ہوتی جاتی ہے کاشتکاروں کو سمجھانے کے لئے میں نے اکثر یہ مثال پیش کی کہ اگر کسی جاندار یا بیجان چیز سے ہر وقت کام کیا جائے اور اس کو آرام نہ ملے تو وہ بہت جلد خراب ہو جاتی ہے۔ مثال کے طریقہ پر اگر ایک مزدور یا جانور سے برابر کام لیا جاوے تو کچھ وقت کے بعد وہ بالکل کاندھا ڈال دے گا اور کسی کام کرنے کے قابل نہ رہے گا۔ مگر افسوس ہم اپنی دھرتی ماتا پر ذرا بھی رحم نہیں کرتے کہ نہ تو ہم اس کو آرام دینے کی کوئی صورت پیدا کرتے ہیں اور نہ اچھی غذا دیتے ہیں اور اس کی طاقت برابر کم کرتے چلے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ فصل لینے کے بعد مٹی کا پلٹ دینا بہت ضروری ہے تاکہ اوپر کی مٹی نیچے پہنچ جائے اور نیچے کی مٹی اوپر آ جائے۔ اب جبکہ کھیتی کرنے والوں نے خرچ زیادہ ہونے کی وجہ سے پھاوڑوں سے مٹی پلٹنا بند کر دیا تو پھر آخر یہ ضروری کام کیسے ہو۔ اس کے لئے محکمہ زراعت نے مٹی پلٹنے والے ہل ایجاد کئے ہیں جن کے ذریعے سے خرچ بہت کم ہو گیا ہے اور فائدہ بہت زیادہ۔ ان میں سے کچھ ہل تو ایسے ہیں۔ جیسے مسٹن گرجر ہل کہ جو بیل دیسی ہل چلا سکتے ہیں وہی ان کو بھی چلا سکتے ہیں۔ البتہ بڑے ہل جیسے پنجاب ہل وغیرہ کے لئے اور مضبوط بیلوں کی ضرورت ہے اور ان کا استعمال انھیں لوگوں کے لئے مناسب ہے جن کے پاس بیل اچھے ہوں گو مسٹن گرجر ہل اب دیہات میں کافی پھیل گئے ہیں پھر بھی ان کی ضرورت کے لحاظ سے ان کے پھیلنے کی ابھی بہت ضرورت ہے ہر ایک کاشتکار کے پاس اگر اس کو اپنے کھیتوں کو اچھا تیار کرنا ہو تو کم از کم ایک مسٹن گرجر ہل ضرور ہونا چاہئے۔

مسٹن گرجر ہل اور دیسی ہل کا مقابلہ

مسٹن گرجر ہل	دیسی ہل
قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ (للعہ)	دو روپیہ (عہ)
کھنچاؤ دومٹ زمین میں تین من بیس سیر	تین من ۲۰ سیر سے چار من ۲۰ سیر تک
جوتائی روزانہ ثلث ایکڑ سے ایک ایکڑ تک	ثلث ایکڑ
خرچہ فی جوتائی۔ ایک روپیہ	ایک روپیہ
اوسطاً۔ ایک جوتائی برابر	تین جوتائی
اوسط بچت فی ایکڑ دو روپیہ	

یو۔ پی میں رقبہ زیر کاشت۔ تقریباً تین کروڑ پچپن لاکھ پچاس ہزار ایکڑ۔ (۳۵۵۵۰۰۰۰ ایکڑ)

اوسط بچت کل۔ فی جوتائی مسٹن گرجر ہل کے استعمال سے۔ سات کروڑ گیارہ لاکھ روپیہ۔ (۷۱۱۰۰۰۰۰ روپیہ)

کانپور میں جو تجربے سرکاری فارم پر کئی سال تک برابر کئے گئے ہیں ان سے اس بات کا نتیجہ نکلتا ہے کہ پنجاب ہل کے استعمال سے بمقابلہ دیسی ہل ۵ر۵ من دانہ ۴ و ۱۱ من بھوسہ کی پیداوار بڑھتی ہے۔ ان تجربوں کا آخر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پنجاب ہل کے استعمال سے بمقابلہ دیسی ہل کے تیس روپیہ فی ایکڑ زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ اور مسٹن گرجر ہل کے استعمال سے منافع بمقابلہ دیسی ہل کے بیس روپیہ فی ایکڑ بڑھ جاتا ہے۔

عام طریقے سے کاشتکار مسٹن گرجر ہل لینے سے پہلے اس بات پر تعجب کرتے ہیں کہ مسٹن گرجر ہل کا کھنچاؤ دیسی ہل کے مقابلے میں برابر یا کم کیسے ہو سکتا ہے۔ جبکہ اس میں لوہے کا حصہ بھی موجود ہے اور ہر لیس بھی زیادہ لمبی اور وزنی ہے۔ اس کے استعمال سے پہلے ان کو یہ ڈر ہوتا ہے کہ ان کے بیل اس ہل کے استعمال سے مر جائیں گے! اور اس کے استعمال کرنے سے پہلے ہی وہ بحث شروع کرتے ہیں۔ میں نے اکثر ان کو ان کی ذہنیت کے موافق کھنچاؤ کے بارے میں سمجھایا کہ کسی چیز کو اٹھانے یا کھینچنے میں وزن کی کمی یا زیادتی

معلوم ہوتا اس چیز کی پکڑ یا گرفت پر منحصر ہے مثال کے طریقے پر اگر ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کو اٹھانا چاہے اور اس کو بجائے کمر پکڑ کر اٹھانے کے سر پکڑ کر اٹھائے تو اس کو زیادہ محنت پڑے گی یا اگر ایک کھاٹ کو اٹھانا ہو اور اس کو بجائے بیچ سے اٹھانے کے ایک پاسے کی طرف سے اٹھایا جائے تو اس کا اٹھانا مشکل ہوگا۔ حالانکہ اصل چیز کے وزن میں جس کو اٹھانا ہے کوئی کمی یا زیادتی نہیں ہوئی معلوم ہوا اگر کسی چیز کی پکڑ یا گرفت اچھی ہو تو اس کا وزن بمقابلہ اس کے کہ جس کی پکڑ یا گرفت اچھی نہ ہو بہت کم معلوم ہوتا ہے بس یہی بات دیسی اور مسٹن گرجر ہل کے لئے ہے مسٹن گرجر ہل زمین کی گرفت اچھی کر لیتا ہے جسکی وجہ سے اس کی مٹھیا پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں ہوتی اور برخلاف اس کے دیسی ہل سے پوری گرفت نہیں ہوتی اور وہ ہلتا ہوا چلتا ہے اور اس کی مٹھیا کو زور سے دبانا پڑتا ہے تو اس کی پکڑ ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے بیلوں پر زور زیادہ پڑتا ہے البتہ شروع شروع میں اس ہل کو نیا ہونے کی وجہ سے بیل کچھ جھجکتے ہیں۔ اور ان کو بس ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسے۔ جب ہم نیا جوتا پہنتے ہیں تو ہمارے پیر کو تکلیف معلوم ہوتی ہے لیکن بعد کو اس کے عادی ہو جاتے ہیں ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر ایک کاشتکار کے لئے مٹی پلٹنے والا ہل رکھنا ضروری اور بہت فائدے مند ہے۔ فصل بونے کے واسطے کھیت کی تیاری کے لئے شروع شروع میں مٹی پلٹنے والا ہل چلانا اور بعد کی جوتائیاں دیسی ہل سے کرنا بہت مفید ہوتا ہے۔

صوبے کے کونے کونے سے

سکریٹری صاحب گاؤں سدھار ایسوسی ایشن اعظم گڈھ رقم طراز ہیں:۔

مدارس تعلیم بالغان کے استادوں کا ایک اسکاؤٹ ٹریننگ کیمپ گذشتہ ۱۵ مئی کو اعظم گڈھ میں شروع ہوا۔ اس کا افتتاح ڈپٹی کلکٹر صاحب اعظم گڈھ نے فرمایا۔ ٹریننگ کیمپ میں تعلیم دینے کے طریقوں کے ساتھ ساتھ اسکاؤٹنگ کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔ دیگر اصلاحی محکمے مثلاً محکمہ زراعت محکمہ امداد باہمی، محکمہ حفظان صحت اور محکمہ ویٹرنری کی طرف سے کل ۲۸ لیکچر دیئے گئے۔ اسکے علاوہ دیگر کئی موضوعوں پر بھی لیکچر ہوئے۔

ٹریننگ کیمپ میں کتائی دھنائی اور دستکاری کا خاص انتظام تھا۔ کل ۳۰ ہزار گز سوت تیار ہوا۔ اس کے علاوہ چارپائی بننا، ٹوکری بنانا جھولا بنانا، کمربند بننا، قالین بننا وغیرہ سکھلایا گیا۔ کیمپ ۵ جولائی کو شری گرجا پتی کرچی اپیل آفیسر کے امتحان لینے کے بعد کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔

شری دھیریندر موزمدار، مہتم شری گاندھی آشرم گرام ادیوگ ودیالیہ رینوا پوسٹ گوسائیں گنج (فیض آباد) لکھتے ہیں:۔

اس سال بھی صنعت وحرفت کی تعلیم دینے کے لئے یکم اگست سے طلبا کی بھرتی شروع ہے اسکول میں کتائی دھنائی، بنائی، تیل پیرنا صابن تیار کرنا چمڑہ صاف کرنا وغیرہ خانگی صنعت وحرفت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کچھ صنعتیں دو سال میں کچھ ڈیڑھ سال میں اور کچھ صرف چھ ہی ماہ میں سکھائی جاتی ہیں۔ امیدواروں کی عمر ۱۶ سال سے کم اور ۲۱ سال سے زیادہ نہ ہونی چاہئے۔ کسی قسم کی فرقہ وارانہ تفریق نہ رکھی جائے گی۔ داخلے کے وقت طلبا کو دس روپئے بطور امانت اور ۷ روپئے ایک ماہ کی خوراک کے پیشگی جمع کرنے ہوں گے۔ خوراک کی فیس ہر ماہ پیشگی لی جائے گی تعلیم مفت دی جائے گی۔ بورڈنگ فیس ۸ ماہوار دینی ہوگی۔ کتائی اور دھنائی سیکھنا ہر لڑکے کے لئے ضروری ہوگا۔ حکومت یوپی کی طرف سے کچھ لڑکوں کو خوراک کا خرچ ملتا ہے۔ شروع ۶ ماہ کے بعد امتحان لیا جائے گا۔ اس میں کامیاب ہونے والے طلبا کو اگر جگہ خالی رہی تو ملازمت ملے گی۔ مزید معلومات کے لئے مہتم سے خط کتابت کیجئے۔

جناب محمود حسین حمیدی گاؤں سدھار انسپکٹر مراد آباد تحریر فرماتے ہیں:۔

اس سال کی گاؤں سدھار نمائش راجہ کا سہس پور نامی گاؤں میں ہوئی۔ اس کا افتتاح جناب منوہر داس چترویدی گاؤں سدھار افسر نے فرمایا۔ اس نمائش میں دلچسپی کے سامان کم تھے پھر بھی لوگ روزانہ ہزاروں کی تعداد میں آیا کرتے تھے۔ اس نمائش کو بھی سرکاری محکموں کا تعاون حاصل تھا۔ گاؤں والوں کو گاؤں سدھار اسکیم کے مطابق کئے جانے والے کاموں کے نمونے دکھلائے گئے۔ نمائش میں لوگوں کو جنگل لگانے کے طریقے بتلائے گئے۔ اس کے علاوہ کتاب گھر، بیج گودام، کسرت وغیرہ کے مظاہرے بھی کامیاب رہے اس بات کا انتظام کیا گیا تھا کہ عورتیں بھی اس نمائش سے لطف اندوز ہو سکیں انعام جیتنے والوں کو انعام دیئے گئے۔ اس نمائش میں عمدہ نسل کی مرغیاں پالنے اور رکھنے کا مظاہرہ بھی بہت کامیاب ہوا۔

شری رام سندر مشر، اسسٹنٹ کیمپ ڈائرکٹر نینی (الہ آباد) تحریر فرماتے ہیں:۔

گذشتہ ۱۵ اپریل سے گاؤں سدھار کے تعلیم بالغان کے استادوں کی ٹریننگ نینی میں جناب جگناتھ پرشاد آزاد کی صدارت میں شروع ہوگئی ہے۔ یہ ٹریننگ اسکیم تعلیم بالغان کے ماتحت دی جارہی ہے۔ یہاں تعلیم بالغان کے استادوں کو ڈیڑھ ماہ ٹریننگ دی جائے گی۔ جس کے بعد وہ گاؤں میں مذکورہ اسکیم کے مطابق بالغوں کو تعلیم دینگے اور ان میں اسکاؤٹنگ کا پرچار کریں گے۔

زمیندار کسانوں کی کس طرح مدد کر سکتے ہیں

(جناب اکرام اللہ خاں بی۔ ایس سی (اے۔ جی) پبلسٹی انسپکٹر محکمہ زراعت یو۔ پی)

صوبہ ممالک متحدہ آگرہ واودھ کی دیہاتی آبادی میں زمینداروں کا طبقہ تعلیم یافتہ اور پر اثر ہے۔ ان زمینداروں کی خوشحالی اور ترقی انکے کاشتکاروں کی مالی ترقی پر منحصر ہے۔ اگر کاشتکار فصل برباد ہونے سے غریب ہو جاتے ہیں تو اس کا اثر زمینداروں پر بھی پڑتا ہے کیونکہ ان کا لگان بقایا میں پڑ جاتا ہے۔ اگر کسان کھیتوں میں کھاد نہیں ڈالتا۔ برابر فصل لیتا رہتا ہے اور اس طرح زمین کمزور بنا دیتا ہے، تو اس کا آخری نتیجہ زمینداری پر پڑتا ہے یعنی لگان میں کمی ہو جاتی ہے کہ کسانوں کی اچھی ترقی کرنے میں زمینداروں کا بھی فائدہ ہے۔

کامیاب کھیتی کرنے کے لئے زمین۔ محنت اور سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ تجربہ اور کام شروع کرنے کا مادہ بھی ہونا چاہئے۔ کسانوں کے پاس زمین ہے اور وہ محنت اور مزدوری کا بھی انتظام کر سکتے ہیں۔ کسانوں کو کھیتی کرنے کا تجربہ ہے جو کہ اہلکاران محکمہ زراعت کے مشورے سے اور بھی بڑھایا جا سکتا ہے۔ صرف سرمایہ اُنکے پاس نہیں ہے۔ جسکے سبب سے اُنکی کھیتی کا درجہ گرا ہوا ہے۔ زمیندار کسانوں کی اس کمزوری کو دور کرنے میں مدد کر سکتا ہے اور اپنے گاؤں میں بغیر کسی خرچ یا نقصان کے اپنا اثر پیدا کر سکتا ہے۔ کسانوں کو بیج کھیتی کے اوزار۔ بیل اور کھاد وغیرہ خریدنے کے لئے روپے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اُن کو پختہ کنوئیں بنوانے یا کنوؤں سے پانی اُٹھانے کے لئے مشین لگانے میں سرمایہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

بیج کا بندوبست:۔

زمیندار ترقی یافتہ فصلوں کے بیج خرید کر اپنے کسانوں کو سوائی پر تقسیم کر سکتا ہے۔ سوائی کا مطلب یہ ہے کہ بوائی کے وقت ایک من بیج کسانوں کو دیا جاوے اور فصل کٹنے پر اُن سے سوا من لیا جاوے۔ تجربے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوائی پر دئے ہوئے بیج کے وصول کرنے میں کسی قسم کی دقت نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی آفات ناگہانی کے باعث فصل برباد ہونے پر نقصان کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس نقصان کی کمی دوسری فصل پر پوری ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر کچھ غلہ نہیں وصول ہو پاتا تو دوسرے کسانوں سے دس سیر فی من کے حساب سے وصول کئے ہوئے سود سے وہ کمی پوری ہو جاتی ہے کسانوں کو بنئے سے گھٹیا اور زیادہ سود پر لئے ہوئے بیج کے بجائے عمدہ اور ترقی دادہ قسم کا بیج ملتا رہتا ہے۔ اس نفع بخش تجارت کو بہت سے زمیندار بغیر کسی قسم کے نقصان کے کر سکتے ہیں۔

کھیتی کے اوزاروں کا بندوبست کرنا:۔

کسانوں کے کھیتوں میں اچھی جتائی کرانے کے لئے زمیندار مٹی پلٹنے والے بڑے ہل اور اُن کو کھینچنے کے لئے طاقتور بیل نقد یا قرض خرید سکتے ہیں ان ہل اور بیلوں سے وہ اپنی سیر کی کھیتی کر سکتے ہیں اور کسانوں کو بھی کرایہ پر دے سکتے ہیں۔

کھاد کا انتظام:۔

مُلک کی آبادی بڑھنے کی وجہ سے جنگل کاٹ کر کھیتوں کی صورت میں تبدیل کر دئے گئے اور جلانے کے واسطے ایندھن کی کمی ہو گئی۔ بڑھتی ہوئی آبادی کی ایندھن کی ضرورت پوری کرنے کے لئے لکڑی کے علاوہ اُپلوں۔ کنڈوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ گوبر کو اُپلوں اور کنڈوں کی شکل میں جلانے سے ملک میں کھاد کی کمی ہوتی جاتی ہے۔ جس کی کمی دوسرے طریقوں سے پوری کرنی پڑے گی۔ زمیندار کھیتوں کی طاقت بڑھانے میں کسانوں کی مدد۔ ریندی کی کھلی۔ مہوہ یا نیم کی کھلی کو کم قیمت پر دے کر کر سکتے ہیں۔ زمیندار کسانوں کی کم سے کم تین سال میں ایک مرتبہ ہری کھاد کے لئے سنئی بونے کے لئے حوصلہ افزائی کر سکتے ہیں اور اُن کو سنئی دبانے کے لئے مٹی پلٹنے والے ہل دے سکتے ہیں۔

صوبہ ہذا کے محکمہ نہر نے ہری کھاد کے لئے بوئی ہوئی سنئی کی آبپاشی کا محصول کافی حد تک کم کرکے ایک روپیہ فی ایکڑ رکھا ہے۔ کھاد کے لئے گوبر بچانے کے واسطے زمیندار کسانوں کو سستی قیمت پر ڈھاک یا ببول کی لکڑی دے سکتا ہے۔ ڈھاک اور ببول بنجر اور بیکار زمینوں پر اُگائے جا سکتے ہیں۔ ان درختوں کی تیاری میں زیادہ محنت کی ضرورت نہیں پڑتی اور خشک زمینوں پر اچھی طرح اُگ سکتے ہیں۔ ڈھاک اور ببول لگانے کے چار سال بعد جلانے کے لئے لکڑی دینے لگتے ہیں۔ زمیندار ڈھاک اور ببول کی لکڑی اپنے کاشتکاروں کو کم قیمت پر فروخت کر سکتے ہیں اور قیمت نقد یا محنت کی صورت میں وصول کر سکتے ہیں۔ کم قیمت پر لکڑی دیتے وقت کسانوں سے یہ وعدہ کرا لینا چاہئے کہ وہ گوبر صرف کھاد کے لئے ہی استعمال کریں گے۔ اس طرح ڈھاک اور ببول کے درخت پیدا کرنے اور ایندھن کا بندوبست کرنے سے کسی حد تک کھاد اور ایندھن کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

مویشیوں کی ترقی:۔

ہندوستان میں مویشیوں کی گری ہوئی حالت کے دو خاص سبب ہیں۔ اوّل ہرے چارے کی کمی اور دوئم ناقص اور دوغلی نسل کے سانڈوں کا ہونا۔ متواتر صدہا سالوں کی چرائی کے باعث چراگاہوں میں گھاس کی پیداوار کم ہو گئی ہے اور جانوروں کو کم چارہ ملنے لگا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جانوروں کی تندرستی خراب ہو جاتی ہے اور وہ چھوٹے قد کے رہ جاتے ہیں۔ موجودہ حالت میں یہ ممکن نہیں ہے کہ کھیتی والی زمین کو گھٹا کر چراگاہوں کا رقبہ بڑھایا جاوے۔ لیکن برسات کے خالی دنوں میں کو اپریٹو اصولوں پر چراگاہوں کی جتائی کرکے

پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے اگر جوتائی ٹھیک سے کیجائیگی تو چراگاہوں میں زیادہ پانی جذب ہو سکے گا اور رکھرپتوا کے سہنے سے چراگاہ کی گھاسوں کے لئے خوراک زیادہ مل سکے گی۔ اسطرح سے چراگاہ سے گھاس کی پیداوار زیادہ ہوگی اور زمین میں زیادہ نمی رہنے کے باعث گھاس زیادہ عرصہ تک ہری رہیگی۔ جانوروں کو سطرح زیادہ ہرا چارہ ملے گا اور ان کی صحت ٹھیک رہیگی۔

مویشیوں کی ترقی میں زمیندار کسانوں کی دوسرے قسم سے اور بھی مدد کرسکتا ہے۔ یعنی بائیس روپیہ میں محکمۂ زراعت سے عمدہ نسل کا سانڈ خرید کر کسانوں کی گایوں کے لئے رکھ سکتا ہے۔ ان سانڈوں سے اتفاق کرائی ہوئی گایوں کے بچے اچھے اور مضبوط ہونگے اسکا پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ خراب نسل کے سانڈ ان حلقوں میں جہاں اچھی نسل کے سرکاری سانڈ ہوں نہ رہنے پاویں۔

آبپاشی کے ذرائع پیدا کرنا:—

یوپی میں کاشت ہونے والی زمین کا دو تہائی حصہ بلا آبپاشی رہتا ہے۔ آبپاشی کے لئے پانی کی کمی کے باعث کسانوں کی فصلیں زیادہ تر بارش پر منحصر رہتی ہیں زیادہ دن تک بارش نہ ہونیکے سبب قحط پڑ جاتا ہے اور فصلوں کو نقصان پہنچتا ہے زمیندار اپنے کسانوں کی مدد پانی کا انتظام کرکے کرسکتا ہے۔ زمیندار پختہ کنوئیں بنوا کر ان میں رہٹ لگا کر مدد کرسکتے ہیں ان کنوؤں سے آبپاشی کرنے والے کسانوں سے زمیندار اگر چاہے تو مناسب محصول بھی لے سکتا ہے۔ کنوؤں میں نل لگوائے جاسکتے ہیں۔ اور ان میں پانی اٹھانے کے لئے پمپنگ پلانٹ لگائے جاسکتے ہیں۔ کسانوں سے آبپاشی کے لئے مناسب محصول بھی لیا جاسکتا ہے۔ سال بھر بہنے والے چشموں اور دریاؤں میں پانی اٹھانے کے لئے نل لگائے جاسکتے ہیں اور آبپاشی کا مناسب محصول کسانوں سے لیا جاسکتا ہے۔

کھیتی کی مذکورہ بالا ضروری سہولیتوں کے پیدا ہو جانے سے کسانوں کی پیداوار بڑھ جائیگی۔ ملک خوشحال رہیگا اور طبقہ کاشتکاران مطمئن ہو جائیگا اسکا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ زمیندار بھی متمول ہو جائیں گے اور کسانوں پر انکا اثر قائم ہو جائیگا ایسے زمیندار ان کسانوں کی امداد اور خدمت کرنے کی وجہ سے نامور و با اثر ہو جائیں گے۔

واٹر ہیا سنتھ کے پودے

مسٹر اندو بھوشن چیٹرجی اور مسٹر عبدالحئی کے ایک مضمون کا خلاصہ

بنگال کے مشرقی حصوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ جب بارش کی زیادتی سے بڑے بڑے رقبے پانی سے بھر جاتے ہیں اور صرف واٹر ہیا سنتھ کے پودے پانی کے اوپر دکھائی دیتے ہیں تو مویشی پانی میں گھس کر ان پودوں کو غذا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ تیپرا۔ ڈھاکہ اور چوبیس پرگنہ کے کچھ حصوں میں غریب لوگ ان پودوں کو اپنے کھانے میں استعمال کرتے ہیں۔

ان مثالوں کو دیکھتے ہوئے صوبہ بنگال کے محکمۂ زراعت نے ڈھاکہ اور رنگپور میں اس بات کا تجربہ کیا کہ واٹر ہیا سنتھ کا استعمال کرنے سے مویشیوں پر کس قسم کا اثر پڑتا ہے۔ دو مویشیوں کو امان قسم کے دھان کا پیال، واٹر ہیا سنتھ کے چارہ کے ساتھ دیا گیا۔ اور دو مویشیوں کو امان قسم کے دھان کا پیال اور واٹر ہیا سنتھ کا چارہ اور السی کی کھلی دی گئی۔ ان مویشیوں نے شروع میں واٹر ہیا سنتھ کا استعمال پسند نہیں کیا اور اپنی خوراک بہت کم کر دی۔ لیکن کچھ دنوں بعد اس کو استعمال کرنے لگے۔

جن مویشیوں کو صرف دھان کا پیال اور واٹر ہیا سنتھ دی گئی ان کا وزن تجربہ کے آخر میں گھٹ گیا۔ اور جن مویشیوں کو واٹر ہیا سنتھ کے ساتھ کھلی بھی دی گئی تھی ان کا وزن کچھ دن گھٹنے کے بعد پہلے سے کچھ زیادہ ہوگیا یہ خیال کیا جاتا ہے کہ چونکہ اس پودے میں پوٹاش، کلورن کا جز زیادہ ہوتا ہے اس لئے مویشی اس کو پسند نہیں کرتے بہت ممکن ہے کہ یہ خیال ٹھیک ہو۔

تجربہ سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اس ملک میں چارے کی کمی کے باعث واٹر ہیا سنتھ کا استعمال چارے کی صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ یہ تھوڑی مقدار میں دیا جائے اور اس کے ساتھ کوئی کھلی یا دانہ بھی مویشی کو دیا جائے۔

(ماخوذ از ایگریکلچرل اینڈ لائیو اسٹاک ان انڈیا ستمبر ۱۹۳۸ء)



راجہ کا سہنس پور (ضلع مراد آباد) کی نمائش کے موقعہ پر لی جانے والی ایک تصویر وسط میں کرسی پر بائیں طرف سکریٹری گاؤں سدھار ایسوسی ایشن اور داہنی جانب گاؤں سدھار انسپکٹر تشریف فرما ہیں۔

باغوں کی آبپاشی

(از جناب محمد رضا صاحب ہیڈ کلرک سرکاری باغات، [illegible] آباد)

پھلوں کی عمدہ کاشت کرنے کے لئے درختوں کی سینچائی کا معقول انتظام کرنا نہایت ضروری ہے۔ درختوں کی نشوونما اور پھلوں کی پیداوار کے لئے سینچائی کی سخت ضرورت ہے۔ ممالک متحدہ کے میدانی خطوں میں باغوں کی آبپاشی کرنے میں خرچ زیادہ پڑتا ہے۔ لیکن باغ نصب کرنے والے کو منافع کی زیادہ امید رہتی ہے سینچائی کا مقصد عام طور پر پودوں کو پانی مہیا کرنا ہے تاکہ وہ اچھی طرح بڑھیں اور عمدہ فصل دستیاب ہو۔ پانی کا انتظام کنوئیں اور نہروں سے بآسانی ہو سکتا ہے جہاں تک ممکن ہو کھاری پانی سے آبپاشی نہ کیجاوے ورنہ اس بات کا اندیشہ رہتا ہے کہ بورن جو ایک قسم کی مادی شے ہے پودوں کو زیادہ نقصان پہنچائے لیکن چونکہ بورن بہت کم مقامات پر پایا جاتا ہے اس لئے عام طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ قریب قریب ہر قسم کا پانی آبپاشی کے لئے موزوں ہے۔

ہندوستان میں آبپاشی کا موجودہ طریقہ نہایت خراب ہے عموماً یہی دیکھا گیا ہے کہ قریب قریب ہر باغ میں درختوں کے تنوں سے ملے ہوئے تھالے بنائے جاتے ہیں اور ان میں پانی بھر دیا جاتا ہے۔ لیکن غور کرنے پر اس طرح کی غلطی سمجھ آجائیگی۔ درختوں کی جڑیں زمین میں بہت دور تک پھیلتی ہیں۔ اور پانی میں گھلے ہوئے اجزا سے اپنی غذا حاصل کرتی ہیں ان کے وہ آخری حصے جن سے ان کی خوراک جذب ہوتی ہے ٹہنیوں کے پھیلاؤ کی دوری تک زمین میں بڑھتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ باغ کے اندر اگر درخت صحیح فاصلے پر نصب کئے جاویں تب بھی زمین کا قریب قریب سارا حصہ گھر جائے گا اور اسی لئے دو درختوں کے بیچ میں سے نالی بنا کر پانی دینے کا اچھا طریقہ سمجھا جاتا ہے۔ تنے کے قریب انگوٹھی نما تھالے میں پانی دینے سے بڑے درختوں کو زیادہ فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ درخت محض تھوڑی سی مخصوص جگہ سے اپنی خوراک حاصل کر سکتا ہے۔ لہٰذا آبپاشی کا ٹھیک طریقہ یہ ہے کہ جہاں تک جڑوں کے پھیلاؤ کا امکان ہو اس حصہ تک پانی پہنچانے کی کوشش کرنا چاہئے۔ اس بات کا بھی خیال رہے کہ کم از کم پانی ضائع ہو۔ آبپاشی کے چار مختلف طریقے حسب ذیل ہیں اوّل کیاریوں سے۔ دوسرے طشتری نما تھالوں سے۔ تیسرے انگوٹھی نما تھالوں سے چوتھے نالیوں سے۔

۱۔ کیاریوں سے آبپاشی۔ یہ طریقہ عام طور سے اُن خطوں کے لئے موزوں ہے جہاں کی مٹی چکنی ہو اور خاصکر ایسے پھلوں کے لئے جن کو سینچائی کی بہت جلد جلد ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً کیلا۔ کیاریوں کی لمبائی چوڑائی درختوں کے درمیانی فاصلہ پر منحصر ہے۔

۲۔ طشتری نما تھالوں سے سینچائی:۔ یہ طریقہ ریتیلی زمین کی آبپاشی کے لئے زیادہ مناسب ہے اور نیز ان پودوں کے لئے جن کو وقتاً فوقتاً سینچائی کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً امرود۔ انار انجیر۔ اس طریقہ سے پانی آہستہ آہستہ جذب ہوتا ہے اور نمی زیادہ عرصہ تک قائم رہتی ہے۔

۳۔ انگوٹھی نما تھالوں سے آبپاشی۔ یہ طریقہ ایسا ہے جس سے درخت کا تنہ محفوظ رہتا ہے کیونکہ تنے میں پانی نہیں لگنے پاتا بلکہ کچھ فاصلے پر ایک گول دائرے میں جمع رہتا ہے اور درخت کو چاروں طرف سے پانی پہنچتا ہے۔ لیکن یہ ترکیب اسی وقت زیادہ کارآمد ہوتی ہے جبکہ پودے چھوٹے ہوں۔ جیوں جیوں چھوٹے پودے بڑھتے جاویں تھالوں کے قطر میں اضافہ کرنا چاہئے۔ یہ طریقہ ان پودوں کے لئے زیادہ مناسب ہے جنکو اوسط درجہ "پانی" کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً سنتر لیموں آم۔ پپیتہ۔ اس طریقہ سے پانی میں کفایت شعاری ہوتی ہے اور جڑوں کو کافی ہوا پہنچتی ہے۔ زمین میں شگاف نہیں ہونے پاتا اور نیز پودوں کی جڑیں سڑنے گلنے سے محفوظ رہتی ہیں چاروں طریقوں میں سب سے اچھا طریقہ انگوٹھی نما تھالوں کا مانا گیا ہے۔

۴۔ نالیوں سے سینچنے کا طریقہ:۔ یہ طریقہ ان پودوں کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ جن میں درختوں کے قطاروں کا فاصلہ کم ہوتا ہے اور درخت زیادہ بڑے ہوتے ہیں۔ ملائم مٹی کے لئے یہ طریقہ زیادہ مفید ہے

چونکہ پانی کی مقدار بہت سی باتوں پر منحصر ہے اس لئے کوئی خاص اصول نہیں تجویز کیا جا سکتا کیونکہ جس طرح کم پانی دینے سے نقصان پہنچنے کا احتمال رہتا ہے۔ اسی طرح زیادہ پانی دینا بھی نقصان دہ ہے پانی جذب کرنے کا مادہ مٹی کی قسم پر منحصر ہے لیکن ہر حالت میں پانی اتنا دینا چاہئے کہ زمین کے اندر جڑوں کا خطہ بخوبی تر ہو جائے۔

سینچائی کا ٹھیک وقت معلوم کرنے کے لئے سب سے عمدہ آلہ سوائل آگر جو ایک قسم کی کدال ہے ہے اس سے باغ کے اندر مختلف جگہوں او رگہرائی سے مٹی کے نمونے لئے جا سکتے ہیں اور ان کو جانچ کرنے کے بعد ہوا کی کیفیت معلوم کیجا سکتی ہے۔ اس ترکیب سے مٹی کی خشکی اور تری کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے اور اسی کے مطابق مناسب وقفہ کے بعد آبپاشی کا انتظام کرنا چاہئے۔

ہندوستان میں کاغذ کی تجارت

ہندوستان میں موجودہ طرز کی کاغذ کی مل سب سے پہلے ۱۸۷۰ء میں بنارس میں کھولی گئی اور اس کے بعد ۱۸۸۲ء میں ٹیٹاگڑھ میں ۱۸۷۱ میں لکھنؤ میں ۱۸۸۸ء میں پونا ۱۸۸۹ء میں رانی گنج میں قائم ہوئی ۱۹۳۵-۳۶ء میں ہندوستان میں کاغذ کی کل دس ملیں تھیں۔ ۱۹۳۶-۳۷ء میں یہ تعداد بڑھ کر ۱۸ ہو گئی۔ صوبوں کے حساب سے یہ تعداد اس طرح ہے۔ بنگال۔ ۶۔ بمبئی۔ ۴۔ مدراس۔ ۴۔ یوپی ۲۔ بہار ۱۔ اور پنجاب ایک۔ ٹیرف بورڈ کی رپورٹ میں تبلایا گیا ہے کہ اس ملک میں کاغذ کی کل مانگ اوسطاً سالانہ ۹ لاکھ ٹن ہوتی ہے۔ اس میں دیسی کاغذ کی ملوں میں صرف ۵۰ ہزار ٹن تیار ہوتا ہے۔ ۱۹۳۴-۳۵ء میں غیر ممالک سے کل ۴ کروڑ ۱۵ لاکھ روپئے کا کاغذ منگایا گیا۔

ہمارا کسان

از جناب مسٹر حمید الدین۔ ڈسٹرکٹ انسپکٹر زراعت۔ جون پور

ہمارے ملک ہندوستان میں تعلیم کا رواج شروع سے ہی بہت کم رہا اور جو کچھ بھی رہا وہ ایک خاص طبقہ میں محدود رہا۔ کسان لوگ عام طور سے ان پڑھ رہے اور اب تک وہی حالت ہے۔ تعلیم کی کمی کی وجہ سے یہ اوہم پیغمہ کتابت کی شکل میں نہ آسکا لیکن ہمارا کسان اس قدر غافل نہ تھا کہ جو مشاہدات اور تجربات اس کی مسلسل کاشت سے حاصل ہوتے رہے ہوں ان کو وہ نظرانداز کر جاتا۔ بلکہ اس نے عام بول چال میں ان کو کہاوتوں کی صورت میں نظم کیا۔ یہ کہاوتیں کسانوں کے سینہ میں جاگزیں ہوگئیں۔ محکمہ زراعت کے کارکنان نے ایسی کہاوتوں کی تلاش کی۔ ان سب کو جمع کرنے میں کافی کامیابی ہوئی۔ ان کہاوتوں میں کھیتی کے ہر ایک اصول پر بحث کی گئی ہے اور ان کی سچائی موجودہ زمانہ کی تحقیقات سے بھی ثابت ہو رہی ہے۔ ناظرین کے سامنے میں ایک معمولی کہاوت پیش کرتا ہوں جو پوربی زبان میں کھیتی کے نظام اور اصول پر بحث کرتی ہے کہاوت میں اس کا لحاظ کیا گیا ہے کہ کھیتی کے ان ضروری چیزوں کو جو لفظ "ب" سے شروع ہوتے ہیں یکجا کیا جاوے۔

کہاوت ۔ بابا - بٹی - ببول - بکبڑھ - بیل بردیا - بار کھیت" = بابا = بوڑھا آدمی۔ بٹی = چھوٹا بچہ - لڑکا - بکبڑھ = ڈھاک کی جڑ = اس سے رسی بنائی جاتی ہے - جو برسات میں خاص طور سے استعمال کیجاتی ہے کیونکہ پانی سے یہ کم سڑتی ہے اور اسی وجہ سے بکبڑھ لکڑی کے ناؤں کے تختوں کے دروازوں میں پانی روکنے کے لئے بھری جاتی ہے بردیا = گاڑی کے بیل بار کھیت = یکجا کھیت یا ایک چک۔

مطلب ۔ کسان کے لئے ایسے مددگار کی ضرورت ہوتی ہے کہ جب وہ کھیت و کھلیان وغیرہ میں کام کرتا رہتا ہے۔ تو اس کے فصلوں کی نگرانی بھی ہوتی رہے۔ اور وقت وقت پر اس کو کھانا وغیرہ بھی ملتا رہے اور کام کا ہرج نہ ہو۔ پہلے کام کے واسطے ایک بوڑھا آدمی بہت موزوں ہے کیونکہ ضعف کی وجہ سے وہ کوئی اور دوسرا کام جس میں جسمانی قوت کی ضرورت درکار ہوتی ہے نہیں کرسکتا مگر فصل کی رکھوالی اچھی طرح کر سکتا ہے۔ آخرالذکر کام کے لئے ایک چھوٹا لڑکا ہی موزوں ہے۔ وہ گھر سے کھیت و کھلیان تک اپنے کسان باپ کو کھانا اور پانی لیجا سکے اور کسان کو ان ضروریات کے کام نہ بند کرنا پڑے - ببول کی لکڑی اور رسی کا ہر وقت کسان کے پاس موجود رہنا چاہئے تاکہ وقت ضرورت فوراً ہی استعمال میں لے آسے - اور ان کی تلاش یا فراہمی میں وقت اور کام کا ہرج نہ ہو۔ عمدہ کھیتی کرنے کے واسطے عمدہ بیل بھی کسان کے پاس ہونے چاہئے تاکہ کھیت کی تیاری اور جوتائی وغیرہ اچھی طرح ہو سکے اور پیداوار زیادہ ہو۔ پوربی اضلاع میں کمی پیداوار کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ ادھر بیل بہت چھوٹے اور کمزور ہوتے ہیں۔ کھاد اور دوسرے سامان کے ڈھونے کے لئے گاڑی بھی کسان کے لئے ضروری ہے ان سب سے ضروری اور اہم بات یہ ہے کہ کسان کے پاس ایک چکی کھیت ہونے چاہئیں اوپر لکھی ہوئی باتوں پر جب کسان عمل پیرا نہیں ہوتا تو کھیتی بھی کامیابی کے ساتھ نہیں ہوسکتی۔

کہاوت مذکورہ ہم کو صاف صاف بتلاتی ہے کہ کھیتی کا ہر ایک کام موزوں اور مناسب وقت پر اور کفایت شعاری سے ہونا چاہیے جو جس کام کے لائق مناسب ہو اسی سے وہ کام لیا جاوے۔ جیسے رکھوالی کا کام بوڑھے آدمی اور کھانا وغیرہ لانا و لیجانا چھوٹے لڑکے سے کام لینا کفایت شعاری اور موزونیت پر مبنی ہے۔ کھیتوں کا ایک چک میں ہونا نہایت ضروری ہے محکمہ زراعت بھی اس کی صلاح دیتا ہے۔

دوسری کہاوت میں ہمارا کسان کاشتکاری میں زیادہ محنت کرنے کو کہتا ہے "کھیتی پاتی بنتی اور گھوڑے کی تنگ۔ اپنے ہاتھ سنبھالئے لاکھ لوگ ہوں سنگ"

مطلب۔ کھیتی کرنا۔ خط لکھنا۔ چرواہی و منت کرنا اور گھوڑے کی تنگ کسنا یہ چاروں کام اسی وقت بخیر و خوبی انجام پاتے ہیں جب اپنے ہاتھ سے کئے جاتے ہیں۔ اس لئے ایک ہوشیار کسان کو چاہئے کہ کھیتی کے کاموں میں کسی دوسرے آدمی پر بھروسہ نہ کرے۔ چاہے اس کے نوکر و چاکر اور پرلنے زیادہ کیوں نہ ہوں کیونکہ ان کاموں کے بگڑنے اور بننے پر کسی اور کو اثر نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر گھوڑے کی تنگ سوار خود نہیں کستا اور اتفاق سے ڈھیلا رہ جاتا ہے تو جب گھوڑا دوڑیگا۔ زین سرک جاوےگی سوار گر پڑیگا۔ فی زمانہ تعلیم یافتہ لوگ شاکی ہیں کہ کھیتی میں نفع نہیں ہوتا۔ ان سے میری درخواست ہے کہ اس کہاوت کی پابندی کرکے نفع اٹھا دیں یہ دونوں کہاوتیں تو انتظام سامان اور نگرانی کے بارے میں ہیں۔ اب ہمارا کسان جوتائی کے بابت کہتا ہے۔

۱۔ ہر لگا پاتال تو ٹوٹ گیا کال"

مطلب:۔ جب ہل سے گہری جوتائی کیجاتی ہے تو زیادہ گہرائی تک مٹی اوپر نیچے ہوتی ہے اور دھوپ کے اثر سے پودوں کے واسطے زیادہ خوراک بنتی ہے اور زمین کے اندر پانی بھی زیادہ جذب ہوتا ہے جس کی وجہ سے پیداوار ہوتی ہے جب پیداوار ہوتی ہے تو کسان کی غریبی اور مفلسی دور ہوجاتی ہے۔

۲۔ "چھوٹی فنی۔ دھرتی ہنسی"

مطلب۔ جب ہل کا پھار چھوٹا ہوتا ہے تو گہری جوتائی نہیں ہوتی اور نہ کھیت کے اندر زیادہ پانی ہی جذب ہوگا۔ پیداوار کم ہوگی۔ یہی زمین کا ہنسنا ہوا۔

۳ "مباہنے کیوں نہ اساڑھ ایک بار۔ اب کیوں باہے بار مبار"

مطلب:۔ اے کسان تم نے اپنے کھیت کو اساڑھ کے مہینہ میں ایک مرتبہ کیوں نہیں جوتا جسکی وجہ سے اب تم کو بار بار جوتنا پڑتا ہے اساڑھ کے مہینہ میں کھیت کو جوتنے سے گھاس پھوس اکھڑ جاتی ہے۔ اور سڑ کر کھاد بن جاتی ہے۔ زمین کے اندر پانی بھی زیادہ جذب ہوتا ہے اسی طرح پر کاشت کے ہر پہلو پر پرانے زمانہ میں کہاوتیں کہی گئیں ہیں امید کرتا ہوں کہ ان اصولوں پر کسان بھائی عمل کرکے فائدہ اٹھا دیں گے۔



جانوروں سے آدمیوں کو لگنے والی بیماریاں

بہت سی بیماریاں جانوروں سے پھیل کر انسان کو لگ جاتی ہیں اس لئے کسان کے لئے یہ بات معلوم ہونا ضروری ہے کہ جانوروں کے ذریعہ کون سی بیماریاں اس کو نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ افسوس ہے کہ کسان اب تک اپنی ناواقفیت کی وجہ سے ان بیماریوں کا شکار ہوتا رہتا ہے وہ کس طرح ان بیماریوں سے محفوظ رہ سکتا ہے اس بات کو مسٹر دتا۔ ڈپٹی ڈائریکٹر۔ سرجن آفیسر نے اپنے ایک مضمون میں بہت اچھی طرح سے بتایا ہے۔ اس مضمون کا خلاصہ "ناظرین" کی معلومات کے لئے نیچے لکھا جاتا ہے۔

جانوروں کی بیماریاں انسان کو ہوا سے۔ چھوت کے ذریعہ کھانے کے ذریعے۔ زخم کے ذریعے ان کیڑوں کے کاٹنے سے جو کہ بیمار جانور پر بیٹھے ہوں اور پاگل کتے یا گیدڑ کے کاٹنے سے لگتی ہیں۔

تپ دق کی بیماری:۔ جانور سے آدمی کو ہوا اور کھانے کے ذریعے ہو جاتی ہے جس جانور کو یہ مرض ہوتا ہے۔ اس کے دودھ میں اس بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں۔ اگر ایسے دودھ کو بغیر اچھی طرح ابالے ہوئے پیا جائے تو اسکے ذریعہ تپ دق ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس مرض میں گائے بیل۔ بھینس۔ بلی۔ سور۔ بندر مرغ۔ مبتلا ہوتے ہیں۔

فٹ اینڈ ماؤتھ:۔ یعنی پیر اور منھ کا مرض کھانے کے ذریعہ آدمی کو لگ جاتا ہے۔ مریض جانور کا کچا دودھ پینے یا کچے دودھ کی تیار کی ہوئی چیزیں جیسے دہی مکھن وغیرہ استعمال کرنے سے انسان بیمار ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص مریض جانور کے منہ کے اندر ہاتھ ڈالکر اور بغیر ہاتھ دھوئے ہوئے اپنے منہ میں ہاتھ ڈالتا ہے تو اس کو بھی یہ بیماری ہو جاتی ہے۔ اس بیماری میں قریب قریب تمام چرنے والے مویشی مبتلا ہو سکتے ہیں۔

انتھر اکس:۔ کی بیماری قریب قریب تمام جانوروں کو ہو سکتی ہے۔ جو مویشی اس بیماری سے مر جاتے ہیں ان کے جسم سے نکلا ہوا خون گوبر وغیرہ میں اس بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں اگر یہ جراثیم پانی کے ذریعے یا اور کسی طریقہ سے انسان کے اندر داخل ہو جاتے ہیں تو اسکے جسم کے اوپر کے حصہ میں خاص طور پر سر اور گردن میں پھوڑے نکل آتے ہیں۔ اگر مرے ہوئے جانور کو چیرا جاتا ہے تو اس کے جسم میں سے اسی مرض کے ہزارہا جراثیم نکلکر گرد و نواح میں پھیل جاتے ہیں اور جانوروں اور آدمیوں کی تندرستی کے لئے ایک خطرہ ثابت ہوتے ہیں۔ جو لوگ چمڑے کی صفائی کا کام کرتے ہیں ان کو بھی یہ بیماری مردہ جانوروں کی کھالوں سے ہوا کے ذریعہ لگ جاتی ہے۔

کاؤ پاکس کی بیماری زیادہ تر دودھ دینے والی گایوں میں پائی جاتی ہے۔ ایسی گایوں کو دوہنے سے یا ان کے قریب گہری سانس لینے سے یا کسی زخم پر ایسی گایوں کا دودھ لگانے سے یہ بیماری انسان کو لگ جاتی ہے۔ انسان کے لئے یہ بیماری مہلک نہیں ہوتی بلکہ اس کے ہو جانے کے بعد انسان پر چیچک کے مرض کا مہلک حملہ نہیں ہو سکتا۔

پاگل کتے یا گیدڑ سے لگنے والی بیماری:۔ پاگل کتے یا گیدڑ کے کاٹنے پر انسان کو ہائیڈروفوبیا کی مہلک بیماری ہو جاتی ہے۔ اس بیماری کے علاج کے لئے سرکار نے بہت سی جگہوں پر پاسٹیور انسٹیٹیوٹ کھول رکھے ہیں اس بیماری کو دور کرنے کے لئے کوئی دیسی علاج نہیں ہے۔ کسانوں کو چاہئے کہ ہائیڈروفوبیا کا علاج ویدوں اور حکیموں سے نہ کرائیں بلکہ اینٹی ریبک ٹریٹمنٹ کے اسپتال میں جاکر انجکشن لینا چاہئے۔ جو کہ مفت میں دئے جاتے ہیں۔ پاگل کتے کے تھوک اور رال میں اس بیماری کا مادہ موجود رہتا ہے اس لئے کسی اور جانور کو اس کا تھوک یا رال ملا ہوا پانی یا کھانا نہیں دینا چاہئے۔

گلینڈرز کی بیماری گھوڑوں اور گدھوں کی بیماری ہے جانور کی ناک۔ آنکھ اور کھال سے نکلا ہوا مادہ منہ میں چلے جانے یا زخم پر لگ جانے سے انسان میں بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس جانور کو یہ مرض ہو اس کے قریب جانے میں بہت احتیاط کرنی چاہئے اور اس کے جسم سے نکلے ہوئے مادہ کو ہاتھ میں نہیں لگانا چاہئے۔

ماخوذ از رسالہ ایگریکلچر اینڈ لائیوسٹاک
ان انڈیا ماہ مارچ ۱۹۳۸ء

ہمارے جانور



ہندوستان میں ترقی مویشیان کے طریقے

کرنل مسٹر آر تھر اولیور انمپیل خرہند، جی اکسپرٹ امپیریل کاؤنسل آف اگریکلچرل ریسرچ اپنے ایک مضمون میں ان طریقوں کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ جن سے ہندوستان میں مویشیان کی نسل کی ترقی ہوسکتی ہے۔ اس کا خلاصہ ناظرین ہل کی معلومات کے لئے نیچے درج کیا جاتا ہے۔

ترقی مویشیان کے لئے باہر کے ملکوں سے سانڈ منگوانے کا طریقہ زیادہ کار آمد ثابت نہیں ہوا۔ اسلئے کہ غیر ممالک کے سانڈ یہاں آکر مختلف وجوہات سے کمزور ہو جاتے ہیں۔

بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہندوستان کی اچھی نسلوں کے سانڈوں سے دیہاتی جانوروں کی نسل کشی کرائی جائے اور ان سے پیدا ہوئی نسل کے لئے خوراک کافی تعداد میں مہیا کیجائے اور ان کی تندرستی کی نگہداشت کیجائے۔ جن دیہات کی اچھی گایوں پر عمدہ نسل کا سانڈ ڈالا جائے۔ ان گایوں کی تفصیل اور نشانی درج رجسٹر ہونا چاہئے اور وہ اور ان کی اولاد پر گرم لوہے کے ذریعہ نمبر کھدینا چاہئے تاکہ معلوم رہے کہ یہ عمدہ نسل کے جانور ہیں۔ یہ رجسٹر شفاخانہ حیوانات یا اور کسی مناسب مرکز پر رکھے جاسکتے ہیں۔ جن جگہوں پر سرکاری سانڈ دئے جائیں وہاں کے خراب نسل کے آوارہ سانڈ نکلوادینا چاہئیں یا آختہ کرادینا چاہئیں۔

جن مقامات پر معمولی درجہ کا جسم اور قوت رکھنے والے مویشی موجود ہوں وہاں ترقی مویشیان کا یہ طریقہ ہونا چاہئے کہ وہیں کی نسل سے اچھے سانڈوں سے نسل افزائی کیجائے۔ جانوروں کی خوراک کا خاطر خواہ انتظام کیا جائے۔

جن مقامات کے جانور بہت کمزور اور ناکارہ ہوتے ہیں اس کا سبب عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ ان کو مناسب قسم کی خوراک کافی مقدار میں نہیں ملتی۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جانوروں کی خوراک میں وہ معدنی اجزا نہیں ہوتے جو ان کی نشو و نما کے لئے ضروری ہیں اور اس لئے زیادہ خوراک ملنے پر بھی جانور کمزور رہتے ہیں۔

میرا تجربہ یہ ہے کہ اچھی خوراک اور نگہداشت سے جانوروں کی تندرستی سنبھل سکتی ہے اور وہ تیز اور طاقتور بن سکتے ہیں۔ جن مقامات پر سال کے زیادہ حصہ میں پانی بھرا رہتا ہے اور مختلف قسم کے کیڑے اور ڈنک مارنے والی مکھیاں کثرت سے ہوں وہاں پر جانوروں کی تندرستی بیشک خراب رہیگی۔

چارہ کافی مقدار میں اسی حالت میں مہیا ہو سکتا ہے۔ جبکہ کاشتکار اپنے کھیت میں چارے کی فصلیں بوئے اور گائے۔ بھینس پال کر ان کے دودھ۔ گھی کو اپنے کھیتوں کی دیگر پیداوار کے ساتھ بیچے گاؤں کے چراگاہوں میں گھاس بہت کم ہوتی ہے اور جو جانور ان میں چر کر گزارا کرتے ہیں وہ بہت کمزور اور ناکارہ ہوتے ہیں اس قسم کے بیل کی قیمت دس بارہ روپیہ ہوتی ہے جب کہ عمدہ بیل کی جوڑی تین سو روپیہ سے چار سو روپیہ تک کی ہوتی ہے۔ کاشتکاروں کو اپنے کھیت کے ایک حصہ میں چارے اور دانے کی فصلیں اپنے گائے بیل کو کھلانے کے لئے ضرور بونی چاہئیں۔ ہرے چارے کی فصلیں مٹر۔ برسیم۔ سینجی۔ گوار۔ گنی گھاس۔ جوار وغیرہ ہیں۔

ملک میں دودھ کی مقدار بڑھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ زیادہ دودھ دینے والی گایوں کی تعداد بڑھائی جائے اور یہ بات اچھے سانڈوں کے ذریعہ مناسب طریقہ سے نسل افزائی کرنے سے ہوسکتی ہے۔ اور میرا یقین ہے کہ یہ بات بغیر ہل کھینچنے والے بیلوں کو نقصان پہنچائے ہوئے انجام دیجاسکتی ہے۔ سرمایہ دار لوگ اگر ہندوستان میں دودھ کی مقدار کو دوگنا کردیں تو ملک کا بہت فائدہ ہو۔ لیکن یہ بات آسان نہیں ہے۔ ڈیری فارموں میں دودھ تیار کرنے پر اسی حالت میں نفع ہوسکتا ہے جبکہ دودھ کی مانگ کافی ہو اور وہ ایسے نرخ پر بیچا جائے جس پر غریب لوگ اس کو خرید نہ سکیں اسلئے دودھ کی مقدار کو بڑھانے کے لئے یہ طریقہ مناسب نہیں۔

سرکار اور سرمایہ داروں کو چاہئے کہ وہ کچھ روپیہ اس بات کی تحقیقات میں صرف کریں۔ کہ کسان کے یہاں سے دودھ اکٹھا کرنے اور اس سے کھویا اور گھی بنانے اور اس کی باربرداری کے مسئلے کیسے حل ہوسکتے ہیں۔ تاکہ کسان اپنی کھیتی کے ساتھ ہی گائے اور بیل بھی پالے ان کی خوراک کے لئے چارے کی فصلیں بوئے اور اپنا تیار کیا ہوا دودھ۔ گھی اور کھویا بازار میں سستے داموں بیچ کر نفع حاصل کرسکے۔ باہر کے

ملکوں میں جہاں کی دودھ کی صنعت بہت ترقی کرگئی ہے وہاں دودھ کا نرخ ہمارے دیہات کے دودھ کے نرخ سے بھی کم ہے۔ جب تک کہ دیہاتوں میں دودھ بیچنے کی منڈیاں نہ ہوں گی یہاں کا کاشتکار دودھ وغیرہ بغیر کسی رکاوٹ کے بیچ سکے کاشتکاری اور مویشی پالنے کے کام ساتھ ساتھ نہیں ہوسکتے۔

گایوں کے دودھ بڑھانے کے لئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ بچھڑوں کو پیدائش کے بعد گائے سے علیحدہ رکھا جائے اور الگ خوراک دی جائے۔ یہ طریقہ اب تمام دودھ پیدا کرنیوالے ممالک میں رائج ہے اور بغیر اس طریقہ کو اختیار کئے گایوں کے دودھ کی مقدار بڑھنا ممکن نہیں ہے۔

جانوروں کی تندرستی کے لئے ضروری ہے کہ ان کو ہرا چارہ تھوڑی بہت تعداد میں تمام سال ملتا رہے۔ بغیر ہرا چارہ ملے ہوئے جانور کمزور ہوجاتے ہیں اور گائیں مرے ہوئے یا کمزور بچے پیدا کرتی ہیں۔ سبز چارے کا قحط یعنی سائیلج بنانے سے یہ مشکل حل ہوسکتی ہے اور جانور اس سائیلج کو کھا کر تندرست رہ سکتے ہیں۔

(ماخوذ از اگریکلچر اینڈ لائیوسٹاک ان انڈیا ماہ ستمبر ۱۹۴۰ء)

اس کی وجہ سے بہت سے گھوڑے ضائع ہوجاتے ہیں۔

"فاول پاکس" یہ بیماری مرغیوں کے سر اور اوپر کے حصہ میں ہوتی ہے کبوتروں اور بطخوں کو بھی یہ مرض لگ جاتا ہے اس کا زہر مچھروں کے کاٹنے سے ایک مرغ سے دوسرے مرغ میں پہنچ جاتا ہے اور ان پرندوں کی ایک بڑی تعداد کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے۔

کتوں کی ایک بیماری جسے "ہارٹ ورم آف ڈاگز" کہتے ہیں مچھروں کے ذریعے ایک کتے سے دوسرے کتے میں پہنچ جاتی ہے۔

یہ مچھروں سے پھیلنے والی بیماریاں ایک بڑی حد تک روکی جاسکتی ہیں۔ اگر جانوروں کے رہنے کی جگہیں صاف اور ہوادار رکھی جائیں۔ اور شام کو جانور باندھنے سے پہلے آگ جلا کر دھوئیں کے ذریعہ مچھروں کو دور کیا جائے۔ اس کے علاوہ اگر ممکن ہو تو مویشی خانے میں جالی لگا دی جائے اور خودبخود بند ہونیوالے دروازے رکھے جائیں۔

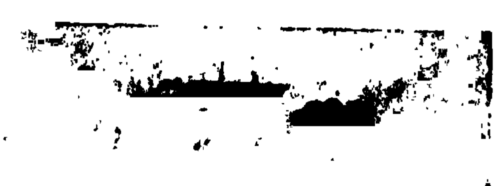
(ماخوذ از اگریکلچر اینڈ لائیوسٹاک ان انڈیا ماہ نومبر ۱۹۴۰ء)

ہندوستانی گھاس سے عطر

روزا یا پامروزا تیل کی سب سے زیادہ برآمد ہندوستان سے ہوتی ہے۔ یہ خوشبودار ایک قسم کی گھاس سے تیار ہوتا ہے اور تجارتی لحاظ سے کافی اہمیت رکھتا ہے۔

صوبہ متوسط اور بمبئی میں اس تیل کی گھاس کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔ تیل نکالنے کے گندے طریقے کے باعث اس میں جلنے کی بو آنے لگتی ہے۔ یہ نقص ہوتے ہوئے بھی اس تیل کی مانگ بہت ہے کیونکہ اس تیل میں کچھ ایسے جز موجود ہیں جن کے باعث اوٹو گلاب اور دیگر عطروں کے تیار کرنے کیلئے بہت مفید ہے ۱۹۳۰ء میں ۱۰ لاکھ ۴۳ ہزار روپئے کا ۸۱۰۹ گیلن تیل ہندوستان سے باہر بھیجا گیا تھا اور ۱۹۳۰ء میں ۴ لاکھ ۱۳ ہزار روپیوں کی مالیت کے ۱۰ ہزار ۷۴۳ گیلن تیل کی نکاسی ہوئی۔ چونکہ اس تیل کی گھاس صرف اسی ملک میں پیدا ہوتی ہے اس لئے بیرونی مقابلہ نہ ہونے سے تیل تیار کرنیوالوں نے ابھی تک پیدا کرنے کے طریقے کی اصلاح کی تجویزوں کی طرف بہت کم دھیان دیا ہے۔

اس تیل کے پیدا کرنے کے طریقے میں کافی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ پیداوار کے درجے اور مقدار میں ترقی کے امکانوں کے عملی مظاہرہ کو دھیان میں رکھتے ہوئے دہرہ دون کی جنگلاتی تحقیقاتی کمیٹی نے لائل پور (پنجاب) کے ایک کھیت میں سائنٹفک طریقہ کے ذریعے تیل نکالنے کا انتظام کیا ہے۔ وہاں عمدہ قسم کا ۴ ہزار پونڈ تیل تیار ہوتا ہے جو تیزی سے بازار نرخ سے زیادہ قیمت میں جاتا ہے۔



مین پوری میں ہونے والی رسہ کشی جس میں سمری گاؤں کی ٹیم جیتی تھی۔

جانوروں کی بیماریاں پھیلانے میں مچھروں کا حصہ

(از ڈاکٹر پرمانند وسین۔ ایچ۔ پی۔ ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ مکتیشور)

یہ بات تعجب کے ساتھ سنی جائیگی کہ مچھروں کے ذریعہ ملیریا کا بخار جس طرح انسان کو ہوجاتا ہے۔ اسی طرح جانوروں کو بھی ہوتا ہے۔ اکثر بھینسوں کی ہلاکت کا سبب ملیریا بخار ہوتا ہے "انیفیلو مائیلیٹیز" کی بیماری جو کہ گھوڑوں کی ہوتی ہے۔ ایک "وائرس" یعنی ایک قسم کے زہر کے جسم میں داخل ہونے سے پیدا ہوتی ہے یہ زہر (وائرس) مچھروں کے کاٹنے سے مریض جانور سے تندرست جانور کے جسم میں پہنچ جاتا ہے اور

کھیتی باری

امونیم سلفیٹ اور سوڈیم نائٹریٹ کا فصل نیشکر پر تجربہ

پوسہ صوبہ بہار میں مسٹروین سیٹر اور مسٹرمین نے سوڈیم نائٹریٹ اور امونیم سلفیٹ کے تجربے دو قسم کے نیشکر یعنی کوئمبٹور نمبر ۲۱۰ اور کوئمبٹور نمبر ۲۱۳ پر ۱۹۳۱-۳۲ء اور ۱۹۳۲-۳۳ء میں کئے۔

تجربہ نمبر ۱ ۱۹۳۱-۳۲ء میں کوئمبٹور نمبر ۲۱۰ اور کوئمبٹور نمبر ۲۱۳ پر کیا گیا۔ اس میں ۱۶۴ پونڈ امونیم سلفیٹ (جسمیں ۲۰.۶ فیصدی نائٹروجن تھی) فی ایکڑ اور ۱۶۴ پونڈ سوڈیم نائٹریٹ (جس میں ۱۵ فیصدی نائٹروجن تھی) فی ایکڑ کے حساب سے مئی کے آخر میں استعمال کئے گئے۔

تجربہ نمبر ۲ ۱۹۳۱-۳۲ء میں کوئمبٹور نمبر ۲۱۰ اور کوئمبٹور نمبر ۲۱۳ پر کیا گیا۔ اس میں امونیم سلفیٹ اور سوڈیم نائٹریٹ۔ تجربہ نمبر ۱ کی طرح سے ڈالے گئے۔ فرق صرف یہ تھا کہ کھاد دو مرتبہ ڈالی گئی۔ یعنی نصف آخر ماہ مئی میں اور نصف اخیر جون میں بارش سے پہلے ڈالی گئی۔

تجربہ نمبر ۳ ۱۹۳۱-۳۲ء میں گنا کوئمبٹور نمبر ۲۱۰ اور کوئمبٹور نمبر ۲۱۳ پر کیا گیا۔ اس میں امونیم سلفیٹ اور سوڈیم نائٹریٹ تجربہ نمبر ۱ و ۲ کی طرح سے ڈالے گئے۔ مگر دونوں کھادیں جون کے آخر میں بارش سے پہلے ڈالی گئیں۔

تجربہ نمبر ۴۔ یہ تجربہ ۱۹۳۲-۳۳ء میں کوئمبٹور نمبر ۲۱۰ پر کیا گیا۔ امونیم سلفیٹ ۸۰ پونڈ نائٹروجن فی ایکڑ کے حساب سے ڈالا گیا۔ اور سوڈیم نائٹریٹ بھی ۸۰ پونڈ نائٹروجن فی ایکڑ کے حساب سے ڈالا گیا یہ کھادیں دو دفعہ ڈالی گئیں نصف بارش شروع ہونے پر ۴ جون ۱۹۳۲ء کو اور باقی نصف ایک مہینہ بعد ڈالی گئیں۔

ان چار تجربوں سے نیچے لکھے ہوئے نتیجہ برآمد ہوئے۔

نمبر ۱۔ سوڈیم نائٹریٹ ڈالنے سے گنے کی پیداوار امونیم سلفیٹ کے مقابلہ میں کچھ زیادہ ہوتی ہے۔

نمبر ۲۔ امونیم سلفیٹ اور سوڈیم نائٹریٹ کو دو مرتبہ ڈالنے میں زیادہ فائدہ ہے بہ نسبت ایک مرتبہ ڈالنے کے۔ بارش سے کچھ پہلے کھاد ڈالنا اور وقتوں کے کھاد ڈالنے کے مقابلہ میں زیادہ موثر ہے۔

نمبر ۳۔ اقتصادی نقطہ نظر سے ایک ہی وزن میں ڈالے جانے پر یہ کھادیں یکساں اثر رکھتی ہیں۔ لیکن اگر نائٹروجن کی تعداد کے حساب سے کھاد ڈالی جائے تو امونیم سلفیٹ زیادہ فائدہ مند ہے۔

(ماخوذ از رسالہ ایگریکلچر اینڈ لائیو اسٹاک ان انڈیا ماہ مارچ ۱۹۳۴ء)

پنجاب میں ایک نئے چنے کی قسم جو کہ بلائٹ کی بیماری سے محفوظ رہتی ہے

بہت عرصہ سے شمالی پنجاب میں عموماً اور ضلع اٹک میں خصوصاً چنے کی فصل کو ایک پھپھوندی والی بیماری سے جس کو انگریزی میں بلائٹ کہتے ہیں۔ بہت نقصان پہنچا ہے۔ اگرچہ یہ بیماری اس طرح سے دور ہو سکتی ہے کہ کھلیان اور کھیتوں میں مرض لگی ہوئی لانک اور کوڑے کو اکٹھا کر کے جلا دیا جائے۔ کھیتوں میں مٹی پلٹنے والے ہل سے گہری جوتائی کی جائے اور تندرست بغیر بیماری لگا ہوا بیج باہر سے لا کر بویا جائے۔

ضلع اٹک میں یہ تراکیب استعمال کرنے سے تین سال تک چنے کی فصل میں یہ مرض نہیں ہوا۔ لیکن چوتھے سال باہر سے یہ مرض ضلع اٹک میں دوبارہ چنے کی فصل میں آ گیا اور بہت تیزی سے گرد و نواح میں پھیلنے لگا۔ پنجاب کی تمام چنے کی قسمیں اس مرض میں کم و بیش مبتلا پائی گئیں اسلئے دوسرے صوبوں اور ہندوستان کے باہر کے ملکوں سے چنے کی قسمیں منگا کر یہ تجربہ کیا گیا کہ ان میں سے کونسی قسمیں اس مرض کا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہوتی ہیں۔ چنے کے یہ تمام نمونے کیمبل پور میں جہاں پر کہ یہ بیماری بہت پھیلی ہوئی تھی بوئے گئے۔ صرف تین قسمیں بلائٹ کی بیماری سے محفوظ رہیں۔ یہ ملک فرانس کی قسمیں ہیں۔ لیکن پنجاب میں امریکہ سے منگوائی گئی ہیں۔ پچھلے پانچ سال کے عرصہ میں ان تین قسموں میں سے اچھے نمونوں کو چھانٹا گیا اور ان کی تعداد ہر سال بڑھائی گئی۔ ان قسموں میں سے ایف ۸ نمبر کا چنا بلائیٹ سے محفوظ رہتا ہے اور پیداوار بھی اچھی دیتا ہے۔ کیمبل پور فارم پر اس چنے نے ۱۵ من فی ایکڑ کی پیداوار دی۔ جبکہ اس کے مقابلہ کے دیسی چنے کی فصل بلائیٹ کی وجہ سے بالکل ضائع ہو گئی۔ لائل پور میں اس چنے نے ۱۸ $\frac{3}{4}$ من فی ایکڑ پیداوار دی ہے۔ یہ چنا پیلے۔ مٹیالے رنگ کا ہوتا ہے اور پنجاب کے دیسی چنوں سے بڑا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا بیج دیسی چنوں کے بیج کے مقابلہ میں فی ایکڑ زیادہ بونا چاہیئے۔

(ماخوذ از اگریکلچر اینڈ لائیو اسٹاک ان انڈیا ماہ ستمبر ۱۹۳۸ء)

زراعت کو نقصان پہنچانیوالے پودوں اور جنگلی گھاسوں کو دور کرنے کیلئے مختلف صوبوں میں کس قسم کے قانونی ذرائع اختیار کئے گئے ہیں

صوبہ بنگال میں واٹر ہیا سنتھ نے زراعت کو بہت نقصان پہنچایا ہے جس کو محسوس کر کے بنگال گورنمنٹ نے واٹر ہیا سنتھ ایکٹ سنہ ۱۹۳۶ء میں نافذ کیا۔ اسکے ذریعہ مخصوص رقبوں میں مالکان زمین کو پانی کی گھاس کو اپنے یہاں سے رفع کرنے کا ذمہ دار کیا اور اس کی خلاف ورزی قانونی جرم قرار دی گئی جن مقامات میں یہ قانون نافذ ہے کوئی مالک زمین اپنی آراضی پر واٹر ہیا سنتھ کو پیدا نہ ہونے دیگا وہاں غیر سرکاری جماعتیں باہمی امداد سے اس نقصان دہ گھاس کو دور کرنے کے لئے قائم ہوگئی ہیں۔ مقامی کسانوں کے گروہ بغیر مزدوری لئے ہوئے ان غیر سرکاری جماعتوں کی رہبری میں واٹر ہیا سنتھ گھاس کو نکال دیتے ہیں۔ یہ غیر سرکاری جماعتیں گاؤں والوں کی امداد اور سرکاری حکام کی رہنمائی میں واٹر ہیا سنتھ دور کرنے کے مقصد میں ایک بڑی حد تک کامیاب ہوئی ہیں۔

صوبہ آسام میں بھی نقصان دہ گھاسوں کو جن کے انگریزی نام لنٹانہ ایجریٹم اور واٹر ہیا سنتھ ہیں دور کرنے کے لئے حکومت نے آسام میونسپل ایکٹ کے بموجب میونسپلٹیوں اور دیگر مقامی جماعتوں کو ایسے اختیارات دئے ہیں جن کے ذریعے مالکان زمین مجبور کئے جا سکتے ہیں کہ اپنے خرچہ سے ان نقصان دہ گھاسوں کو نکالنے کا انتظام کریں۔ بموجب واٹر ہیا سنتھ ایکٹ یہ امر قابل جرمانہ قرار دیا گیا ہے کہ واٹر ہیا سنتھ یا لنٹانہ اور ایجریٹم کی کاشت کیجائے۔ یا ایک جگہ سے دوسری جگہ اس کو لے جایا جائے ابھی تک میونسپلٹیوں اور مقامی جماعتوں نے اپنے ان اختیارات کو استعمال نہیں کیا ہے اگرچہ سنہ ۱۹۳۶ء سے اس بات کی شروعات کی گئی ہے کہ بغیر کسی جبر کے حکام ضلع۔ سرکاری اہلکاران اور گاؤں والے امداد باہمی سے واٹر ہیا سنتھ کو اپنے ہاتھ سے نکالیں۔ یہ بیشتر مقامات میں کیا گیا ہے جہاں واٹر ہیا سنتھ کے بہت رقبہ میں پھیل جانے کا خطرہ ہے۔ اس کوشش کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ نقصان دہ گھاس ان مقامات میں پھیلنے سے روک دی گئی ہے لیکن عام طور سے صوبہ آسام میں قانونی ذرائع سے نقصان دہ گھاسوں کو دور کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی ہے۔

۳۔ صوبہ مدراس میں سنہ ۱۹۱۹ء میں ایک ایکٹ پاس کیا گیا جس کی رو سے واٹر ہیا سنتھ کے تدارک کی کوشش کی گئی۔ اس ایکٹ کا نفاذ سنہ ۱۹۳۰ء میں کیا گیا اور زمین جھیلوں اور تالابوں کے مالکوں یا قابضوں کا یہ فرض قرار دیا گیا کہ وہ اپنی آراضی میں سے اس گھاس کو نکالیں محکمہ مال کے انسپکٹران محکمہ آبپاشی کے اوورسیروں اور سپرڈنٹوں کو ہدایات کی گئیں کہ وہ دیکھیں کہ اس قانون کی پابندی ہو رہی ہے یا نہیں۔ جہاں کہیں ان افسران کو یہ گھاس ملتی ہے وہ مالکان آراضی سے اسے نکلوانے کی درخواست کرتے ہیں اگر مالکان آراضی گھاس نہیں نکالتے تو یہ افسران واٹر ہیا سنتھ کو مزدوروں سے نکلواتے ہیں اور نکلوانے کا خرچہ مالکان آراضی سے وصول کرلیتے ہیں۔ اگر واٹر ہیا سنتھ۔ سرکاری زمین۔ نالوں یا چشموں میں پایا جاتا ہے تو جس سرکاری محکمہ کے تحت میں یہ آراضی ہوتی ہے اس کے خرچہ سے اس گھاس کو نکلوا دیا جاتا ہے۔ محکمہ زراعت کے افسران اگر کہیں پر اس گھاس کو پاتے ہیں تو محکمہ مال اور محکمہ آبپاشی کے اہلکاروں کو اس کی اطلاع کرتے ہیں۔ جس پر وہ گھاس کو دور کرنے کی قانونی تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ بغیر کوئی خاص محکمہ قائم کئے ہوئے موجودہ سرکاری نظام کے ذریعہ اس گھاس کو دور کرنے کا کام کامیابی کے ساتھ جاری ہے اب تک جو تدابیر کی گئی ہیں وہ بہت کامیاب ثابت ہوئی ہیں اور واٹر ہیا سنتھ اب مدراس کے اکثر خطوں سے غائب ہوگیا ہے۔

۴۔ صوبہ بہار میں واٹر ہیا سنتھ ہی ایک زیادہ نقصان پہنچانیوالی گھاس ہے لیکن خوش قسمتی سے زیادہ رقبوں میں نہیں پایا جاتا اس کے تدارک کرنے کے لئے کوئی قانون نافذ نہیں کیا گیا ہے۔

۵۔ صوبجات متحدہ میں کوئی قانون نقصان دہ گھاسوں اور پودوں کے تدارک کے لئے نہیں بنایا گیا ہے مگر سرکار نے واٹر ہیا سنتھ کو کاٹ کر کمپوسٹ کی کھاد بنانے کیلئے تھوڑی مقدار میں مالی امداد دی ہے۔

کانس گھاس کو دور کرنے کے لئے جو بندیلکھنڈ میں وسیع خطوں میں پائی جاتی ہے ٹریکٹروں (انجن سے چلنے والے ہل) سے گہری جوتائی کی جاتی ہے جس سے کانس گھاس زمین سے اکھڑ جاتی ہے۔ جن زمینداروں کی زمین میں کانس بہت زیادہ موجود ہے ان کو رعایتی نرخ پر ٹریکٹر اپنی زمین کی جوتائی کے لئے مل جاتے ہیں۔

۶۔ ممالک متوسط میں سنہ ۱۹۳۶ء میں ایک ایکٹ پاس کیا گیا تھا جس کے ذریعہ نقصان پہنچانے والے کیڑے۔ پودے اور گھاس دور کرنے کے لئے ہر ایک خاص طور سے تجویز کردہ رقبہ کے مالکان زمین کو ذمہ دار قرار دیا گیا تھا مگر ابھی تک (سنہ ۱۹۳۸ء) اس قانون کا نفاذ نہیں ہوا ہے اس قانون کی عملدرآمد کے لئے مقامی جماعتوں اور میونسپلٹیوں کو اختیار نہیں دیا گیا ہے صرف گاؤں کے سرکاری اہلکاروں پر اس قانون کے سکشن کے بموجب کچھ ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں۔

صوبہ جات پنجاب۔ بمبئی اور سندھ میں کوئی قانون نقصان دہ گھاسوں اور پودوں کے تدارک کے لئے نافذ نہیں ہے۔

(ماخوذ از ایگریکلچرل اینڈ لائیو اسٹاک ان انڈیا جنوری سنہ ۱۹۳۸ء)

ہماری کوآپریٹو سوسائٹیاں

کانپور میں مزدوروں کے لئے کوآپریٹو اسٹور

کانپور میں مل مزدوروں کی سہولیت کے لئے برا۔ لیبر سنٹر پر ایک کوآپریٹو اسٹور قائم کیا گیا ہے۔ ابھی ان اسٹوروں میں گیہوں، چنا، ارہر کی دال، گڑ، نمک وغیرہ کی فروخت کا کام شروع ہوا ہے۔ یہ کوآپریٹو اسٹور ضلع اناؤ کی غلہ فروخت کرنے والی یونین کی ماتحتی میں کام کریں گے۔ اور وہیں سے ان کو غلہ کوآپریٹو انسپکٹر کے ذریعے ملے گا۔ لیبر آرگنائزر ہر مہینے ان اسٹوروں کے ممبروں سے آرڈر لے کر سپروائزر کے پاس بھیجیں گے۔

ان اسٹوروں میں مال نقد دام فروخت ہوگا جب تک کہ لیبر کمشنر کی کوئی خاص ہدایت کسی کو ادھار مال دینے کی نہ ہو۔ عام طور پر جو بھی مال ان اسٹوروں کے ذریعے فروخت ہوگا وہ آس پاس کے نرخ سے ایک چھٹانک سستا ہوگا۔ کانپور کی کوآپریٹو آڑھت کا منیم ان اسٹوروں کو کلکٹر گنج کی بازار کا تھوک نرخ بتلاتا رہے گا اور اسی نرخ کے مطابق یہ اپنا نرخ مقرر کریں گے۔

کمایوں ڈیویژن میں کوآپریٹو سوسائٹیاں

محکمہ امداد باہمی یو۔پی نے قریب قریب دو ہی سال کے اندر اضلاع نینی تال و الموڑہ میں کئی قسم کی کوآپریٹو سوسائٹیاں، مثلاً قرضہ، غلہ فروخت کرنے والی، دستکاری اور پھلوں کی فروخت سے تعلق رکھنے والی منظم کی ہیں۔ محکمہ زراعت نے اس سلسلے میں کافی مدد دی ہے

پنڈت گوبند ولبھ پنت سابق وزیر اعظم یو۔پی نے گرم پانی، ضلع نینی تال میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھکو گرم پانی میں آکر اس بات کی سب سے بڑی خوشی ہوئی کہ اس خوبصورت جنگل میں جہاں کہ ہندوستان کے سب سے زیادہ بھولے بھالے غریب کسان رہتے ہیں جن کے گاؤں میں نئی روشنی کی اب تک کوئی بھی جھلک نہیں نظر آتی ان کے ایسے دیہاتوں میں اب تیزی کے ساتھ نئی نئی اسکیمیں تعمیری شکل میں جاری ہیں اب یہاں دستکاری کی کوآپریٹو سوسائٹیاں اور مارکیٹنگ یونینیں قائم کی جارہی ہیں اور وہ کافی اچھی حالت میں کام کرتی نظر آتی ہیں۔ گذشتہ فصل میں یہاں کے کسانوں کا تقریباً ۱۳۵۰ من آلو یونین کے ذریعے سے اچھی قیمت پر فروخت کیا گیا۔ یہاں کے تمام کسانوں کو چاہیئے کہ اپنے دیہات میں کوآپریٹو سوسائٹیاں بنائیں اور اپنے قرض اور تجارت کے سوال کو حل کریں۔ کیونکہ امداد باہمی ہی افلاس کے گہرے گڈھے سے نکلنے کا واحد ذریعہ ہے۔

شری گوبند ولبھ پنت ایم۔ ایل۔ اے نے یہاں کی کوآپریٹو مارکیٹنگ اور قرضہ سوسائٹیوں کی تعریف کی۔ آپ نے کسانوں کو مشورہ دیا کہ وہ ان سوسائٹیوں کے حصے خرید کر حصہ دار بنیں اور فائدہ اٹھائیں۔

لیڈی سپروائزروں کی ٹریننگ

عورتوں کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کو وسیع پیمانے پر قائم کرنا یو۔پی میں تحریک کو بڑھانے کے پروگرام کا اب ایک ضروری جز ہے۔ اس خیال سے کہ لیڈی سپروائزر اپنا کام زیادہ قابلیت اور نئے طریقے سے کرسکیں۔ لکھنؤ کے ویمنس انسٹی ٹیوٹ میں ایک کلاس کھولا گیا ہے۔ اس کلاس میں امداد باہمی عورتوں کی کوآپریٹو سوسائٹی قائم کرنا، امداد باہمی کے خاص اصول تعلیم بالغان تربیت اطفال، حفظان صحت صفائی خانگی کفایت شعاری اور گرل گائڈنگ وغیرہ موضوعات کی تعلیمات دی جاتی ہے۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس کلاس میں صرف امداد باہمی سے متعلق مضامین کی تعلیم نہیں دی جاتی بلکہ ان سبھی موضوعات کی تعلیم دی جاتی ہے جو عورتوں کی ترقی سے تعلق رکھتے ہیں۔ امداد باہمی مضامین پر محکمہ امداد باہمی کے چنے ہوئے افسروں کے ذریعے تقریریں کرائی جاتی ہیں۔ اور دیگر مضامین کے لئے مختلف محکموں کی طرف سے انتظام کیا گیا ہے رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی رجسٹرار محکمہ امداد باہمی یو۔پی بھی کئی تقریریں فرمائینگے ویمنس انسٹی ٹیوٹ کی وائس پرنسپل مسز ایچ۔ ایس۔ گپتا، ایم۔ ایل۔ سی۔ اس کلاس میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی ہیں۔ لیڈی سپروائزروں کے لئے نئی امیدوار بھرتی کرنے اور انھیں اکتوبر میں تعلیم دینے پر محکمہ غور کر رہا ہے۔

پنجاب کے دیہاتوں میں علاج کے متعلق کوآپریٹو اسکیم

پنجاب کے ایک گاؤں میں قائم ہونے والی کوآپریٹو میڈیکل سوسائٹی کے ممبروں کے ایک روپیہ ماہوار خرچ کرنے پر ان کی اور انکے کنبے کا علاج ہر ماہ ہوجایا کرتا ہے۔ یہ پہلی سوسائٹی ہے جس نے اس اہم آزمائش کی کامیابی کی رپورٹ شائع کی ہے جو حکومت پنجاب کے میڈیکل ڈپارٹمنٹ کی طرف سے کئی گاؤں میں جاری ہے۔ اس اسکیم کے مطابق دیہاتوں میں صحت عامہ سے تعلق رکھنے والی بہت سی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کی گئی ہیں۔ سوسائٹیاں ایک قابل ڈاکٹر ملازم رکھ لیتی ہیں۔ وہ ممبران سوسائٹی اور ان کے کنبے والوں کا علاج کرتا اور انھیں دوا بھی دیتا ہے ڈاکٹر کو سوسائٹیوں کی طرف سے مقررہ رقم ملتی ہے۔ ضلع بورڈ اور حکومت صوبہ ان سوسائٹیوں کی مالی امداد کرتی ہے۔

مذکورہ سوسائٹی جس نے آزمائش کے کاموں کی پہلی رپورٹ شائع کی ہے، ضلع منٹگمری کے ایک گاؤں میں کام کر رہی ہے۔ سبھی فرقوں کے نمائندے اس سوسائٹی کے ممبر ہیں سوسائٹی کے ہر ممبر کو ایک روپیہ ماہوار چندہ دینا پڑتا ہے۔

یہ رقم ہر ماہ یا ہر چھٹے ماہ ادا کی جا سکتی ہے۔ چند پیشہ والے ہر ایک ممبر کو اپنی اور اپنے کنبے والوں کا علاج کرانے کا اختیار ہوتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کنبے والوں کی تعداد ۵ سے زیادہ نہ ہو۔

بہار میں تحریک امداد باہمی کی ترقی کے اسباب

جناب شری کرشن سنہا سابق وزیر اعظم صوبہ بہار نے بہار کوآپریٹو فیڈریشن کانگریس کے بیسویں اجلاس میں بحیثیت صدر تقریر کرتے ہوئے تحریک امداد باہمی کی ترقی کی نئی تدبیریں بتلائیں۔ تحریک امداد باہمی کو بہار میں کیوں کامیابی حاصل نہ ہو سکی اس سوال پر اظہار خیال کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ لوگوں کا سستی شرح سود پر قرض لینے کے لئے کوآپریٹو طریقے پر عمل کرنا اور پیداوار کی بہ نسبت خرچ کے لئے زیادہ رقم ملنا ہی اس ناکامی کا سبب ہے۔ قرضہ کی کوآپریٹو سوسائیٹیوں کے سامنے ایک دقت یہ بھی رہی ہے کہ کسانوں کا اپنا قرض ادا کرنے کے کوئی اپنا طریقہ نہیں تھا۔ تیسری بات یہ ہے کہ کوآپریٹو سوسائٹیاں اس اصول پر کام کرتی ہیں جس اصول پر قرض دینے والی کمپنیاں کام کرتی ہیں صرف بناوٹ کا فرق ہے۔ لیکن نتیجہ دیکھئے کہ اشتیاق سے زیادہ تعداد میں ایسی سوسائیٹیاں قائم کر دینے پر تحریک کی بدنامی ہوئی ہے جن کی جڑ ممبروں کے دل تک نہیں پہنچ پائی تھی۔

تحریک کو پہلی حالت میں رکھنے کے خیال سے کانگریس گورنمنٹ کی طرف سے مقرر کئے جانے والے ماہران کے بورڈ نے جو رائے دی تھی اس کا اشارہ کرتے ہوئے جناب شری کرشن سنہا نے فرمایا۔ بورڈ کی یہی سفارش ہے کہ گذشتہ سود معاف کر دیا جائے اور مستقبل میں سود گھٹا کر ۶ ½ فیصدی رکھا جائے۔ میں یہ پسند کروں گا کہ قابل اور آزاد لوگوں کے ذریعے ممبروں کی ادائیگی کی استطاعت کے مطابق مناسب رقم مقرر کی جائے اور اگر ضروری ہو تو ادھار لینے کی ادائیگی کی استعداد کا ٹھیک خیال کرتے ہوئے قرض کی بڑی قسطوں میں کمی کی جائے۔"

ناقابل ممبروں کو نکالنے کی بہ نسبت جیسا کہ بورڈ نے رائے دی ہے جناب سنہا کی رائے یہ ہے کہ ایسے ممبروں کے ذمہ جو بقایا ہو اسکی موجودہ رقم نکال کر انھیں زمین سے استعفیٰ دلا دیا جائے اور انھیں پھر وہی زمین پٹے پر دلائی جائے اور بقایا پیداوار کی قسطیں کر کے وصول کرنی چاہئے اس طرح بربادی سے بچنے کی صورت نکالی جا سکتی ہے۔

قلیل میعاد کے قرضے کو زیادہ عرصے کے قرضے میں بدلنے کے متعلق موصوف نے رائے دی (۱) قلیل میعاد کا قرضہ جو کسان بوائی کرنے کے لئے اور جب تک فصل فروخت نہ ہو جائے اس وقت تک کے لئے چاہتا ہے کئی سال میں ادا کیا جائے (۲) مویشی اور آلات زراعت خریدنے کو اصلاح شدہ طریقے پر کھیتی کرنے کے لئے لیا جانے والا قرض کئی برسوں میں ادا کیا جائے (۳) طویل میعاد کا قرض جسے کسان اپنا پچھلا قرض ادا کرنے، زمین خریدنے یا کھیت میں مستقل اصلاح کرنے کے لئے چاہتا ہے اور بھی دیر میں ادا کیا جائے۔

سنہا صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تحریک کو ترقی دینا ہو تو کوآپریٹو فیڈریشن کو ایسی اطلاعات کا انتظام کر دینا چاہئے جس سے کسان موجودہ سہولتوں کی امداد سے اپنی زمین کی قوت پیداوار بڑھا سکیں۔ موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے قائم کرنے اور ان کے معائنہ کا کام ٹیکنیکل کام ہے اور اس میں ایسے لوگوں کو دخل دینے کی اجازت نہ ملنی چاہئے جنھیں اس کے اصولوں کا علم نہیں ہے اور جنھیں اس کی مشق نہیں ہے۔ آخیر میں جناب سنہا نے حاضرین سے امداد باہمی کے سچے اصولوں کو صوبے بھر میں پھیلانے عوام میں خود اعتمادی کے خیالات پیدا کرنے اور ان سے افلاس وحماقت کی کیچڑ سے باہر نکلنے کے لئے اپیل کی۔

ملازمین محکمہ امداد باہمی یو-پی کی کوآپریٹو سوسائیٹی

ملازمان محکمہ امداد باہمی یو-پی کی کوآپریٹو سوسائیٹی کا سالانہ جلسہ زیر صدارت مسٹر بی پی شری واستو نائب صدر سوسائیٹی قائم مقام ڈپٹی رجسٹرار گذشتہ ۲۶ر جون کو لکھنؤ میں ہوئی۔ سوسائیٹی کے آنریری سکریٹری نے ۳۰ر جون ۱۹۳۹ء کو ختم ہونے والے سال کی سالانہ رپورٹ اور حساب پیش کیا جو بحث کے بعد ممبروں نے پاس کیا۔ سوسائیٹی نے ادا شدہ رقم پر ۴ ½ فیصدی حصہ دینے کا اعلان کیا ہے آئندہ سال کی ورکنگ کمیٹی کے لئے حسب ذیل صاحبان حسین شری رتنک بہاری لال، شری بابو ہری شری واستو، شری ایس۔ کے لکھوی، جناب فرقان احمد اور شری این جی جھنگرن ممبر منتخب ہوئے۔

اس سوسائیٹی میں محکمہ امداد باہمی اور اسی قسم کے دیگر محکموں کے ملازم ممبر ہیں اس وقت ممبروں کی تعداد ۵۸۷ ہے۔ گذشتہ سال یہی تعداد ۴۰۶ تھی اس سے یہ ظاہر ہے کہ یہ سوسائیٹی بہت ہر دلعزیز ہے۔ ۱۹۳۶ء میں سوسائیٹی کا سرمایہ ۸۰،۱۶۹ روپیہ تھا اور اس وقت ۱۸،۹۰۹ روپیہ ہے اپنا یا ہوا سرمایہ خاص اس وقت ۲۷،۶۱۳ روپیہ ہے جبکہ گذشتہ رپورٹ کے وقت یہ ۱۴،۳۸۲ روپیہ تھا مستقل سرمایا خاص طور سے توجہ طلب ہے اس وقت یہ سرمایہ ۱،۲۰،۹۱۹ روپیہ ہے۔ پہلے یہ ۵۹،۰۱۹ روپیہ تھا۔ اس سے معلوم ہوگا کہ سوسائیٹی کا کاروبار اس وقت ۱۹۳۶ء کے کاروبار کے مقابلے میں تگنے سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔

عمارت خریدنے کے لئے ممبروں کو قرض دینے کے علاوہ سوسائیٹی نے موتی نگر میں زمین کے آٹھ پلاٹ خریدے اور انھیں اپنے ہی میں ممبروں کو دیدیئے سوسائیٹی نے اپنے ممبروں کے فائدے کے لئے فائیڈیلیٹی اور میوچوئل بینیفیٹ جیسے فنڈ کھول دئے ہیں۔



دیش بدیش کی بات

از رائے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشر
۱۰ جولائی ۱۹۴۰ء

جرمنی سے ہارنے پر آخر فرانس نے جرمنی اور اٹلی کی من مانی شرطوں پر لڑائی ختم کر دی. جب تک برطانیہ سے لڑائی ختم نہ ہوگی اس وقت تک فرانس سے بھی مستقل صلح نہ ہوگی۔ ابھی جرمنی کے قبضہ میں فرانس آ گیا ہے۔ برطانیہ لڑائی میں فرانس کی مدد کو زیادہ فوجیں معقول وجوہ کی بنا پر نہ بھیج سکا تھا۔ اس کمی سے فرنچ سپہ سالاروں نے برطانیہ پر غصہ ظاہر کیا۔ یہ غصہ واقعی ہے یا صرف جرمنی کو خوش کرنے کے لئے کیا گیا یہ ابھی طے نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے حقیقی لیکن مصنوعی ہونے کے بھی کچھ اسباب ظاہر ہوتے ہیں۔ طے یہ ہوا تھا کہ فرانس کی بحری قوت دشمن (اٹلی جرمنی) کے قبضہ میں رہیگی۔ اگرچہ لڑائی میں اس کا استعمال نہ ہوگا۔ برطانیہ نے صحیح کہا ہے کہ جرمنی اس قول پر قائم نہ رہیگا۔ فرنچ نوآبادیاں بھی جنگ ختم کر دیں گی یہ بھی طے ہوا تھا مگر اُن میں سے کئی نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ فرنچ سپہ سالار جنرل ڈی گول برطانیہ آکر برطانیہ کی امداد کر رہے ہیں۔ اُن کی مرضی کے مطابق بہت سی فرنچ افواج جنگ کے لئے تیار ہو رہی ہیں۔ فرانسیسی بحری بیڑے میں ۸ بڑے جنگی جہاز تھے۔ اُن میں سے ایک کے سوا باقی سب برطانیہ نے گرفتار کر لئے یا ناقص کر دئے ہیں۔ بہت سے فرنچ جنگی جہاز برطانیہ اور اسکندریہ میں تھے۔ وہ سب گرفتار ہو گئے۔ اورن اور دیگر لڑائیوں میں کئی ڈبو دئے گئے یا بگاڑ دئے گئے۔ اس طرح ۷ بڑے اور ۱۲ اُن سے کچھ چھوٹے کروزروں میں سے تقریباً ۶ گرفتار ہوئے۔ ۲۰۰ کے قریب اور چھوٹے موٹے جنگی جہاز پکڑ لئے گئے۔ اس طرح فرنچ بحری بیڑے سے دشمن کے ہاتھوں برطانیہ کے خلاف استعمال ہونے کا خطرہ ختم ہو گیا۔ یہ بہت بڑا کام ہوا کیونکہ اگر یہ جنگی جہاز دشمن کو مل جاتے تو برطانیہ کے لئے مشکل پیدا ہو جاتی۔ اب تقریباً ۲۵ دنوں سے جرمنی اپنے مفتوحہ ممالک کو سنبھال رہا ہے اور ابتک برطانیہ پر کوئی بہت بڑا حملہ نہیں ہوا ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ ایسا جلد ہونے والا ہے لیکن ابھی کچھ بھی نہیں ہوا۔ اگر اخیر اکتوبر تک کچھ نہ ہوا تو یقین ہے کہ برطانیہ ضرور فتحیاب ہوگا۔ کیونکہ برطانیہ کے پاس انسانی قوت اور دولت کی کمی نہیں ہے لیکن اس نے دشمن کی قوت کا غلط اندازہ کیا تھا۔ اگر جاڑے کا وقت مل گیا تو ادھر سے اتنی کافی تیاری ہو جائے گی کہ مستقبل میں شکست کا کوئی امکان نہ رہیگا۔ ادھر دشمن کے لئے مالی کمزوری نہ بات جتنی بھی تاخیر ہوتی جائے گی کمزوری بڑھتی جائیگی۔ فرانس کی شکست ایک اَن ہونی سی بات تھی۔ جو ہو گئی۔ وہاں سرمایہ پرستوں اور اشتراکیوں کی دو جماعتیں تھیں۔ بظاہر تو سرمایہ پرستوں کا کافی زور تھا لیکن فوج میں اشتراکیوں کا زور تھا جنہوں نے ملک سے غداری کر کے فرانس کو غلام بنا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ فرانس کی شکست کے اسباب میں جرمن ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کی زیادتی کے علاوہ اشتراکیوں کا اقتدار بھی تھا۔ اب وہاں مارشل پیٹن نے جرمنی کے نمونے پر حکومت قائم کر کے پریسیڈنٹ لیبرون کو بھی اُن کے عہدے سے معزول کر دیا ہے۔ سابق وزیر اعظم مسٹر دلا دیر

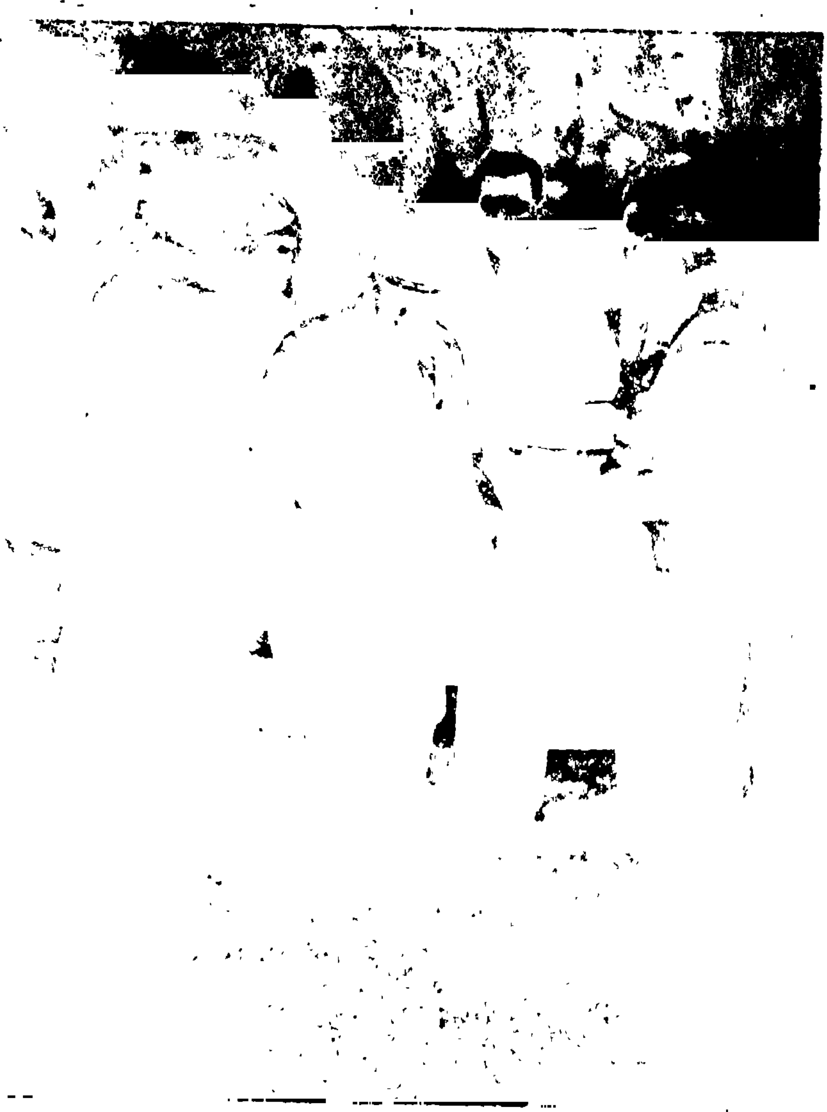


برطانی بحری بیڑے میں کام کرنے والے ملاح، ایڈمرل اور دیگر افسر جو ایچ ایم ایس پریسیڈنٹ نامی جہاز پر کام کرتے تھے۔ اب لائل نیول والنٹیر ریزروز لندن ڈویژن میں تعینات کئے گئے ہیں۔ مذکورہ جہاز گرچہ اب پھر سمندر میں نہ جائیگا پھر بھی وہ اب تک تباہ نہیں کیا گیا۔ کچھ ایسے بھی جنگی جہاز ہیں جو بیکار کر دئے گئے ہیں۔ اُن میں سے 'کیسٹر پل' نامی جنگی جہاز کے بارے میں جرمنی نے یہ افواہ اڑائی تھی کہ وہ تار پیڈو کے ذریعہ ڈبو دیا گیا۔ لیکن یہ افواہ بعد میں غلط ثابت ہوئی۔

کے جا چکے ہیں۔ خیال کیا جاتا تھا فرنچ پبلک اس طرز حکومت کو نامنظور کرے گی لیکن اس نے اسے مان لیا ہے۔ لیکن پھر بھی ایسا سمجھا جاتا ہے کہ فرانس کے نصف سے زیادہ عوام جنرل ڈی گول کے پوشیدہ طور پر حامی ہیں کیونکہ وہ جرمنی کے دباؤ سے علانیہ اس کا اظہار نہیں کر سکتے۔

دارالسلطنت پیرس سے ہٹا دیا گیا ہے شائد فرانسیسی جرمنی کے دبانے سے برطانیہ سے لڑنے بھی لگیں۔ ایشیا کے فرانسیسی مقبوضات برطانیہ کے ساتھ ہیں۔ لیکن امریکہ اور افریقہ کی کچھ نوآبادیاں موجودہ فرانس کے ساتھ ہیں اور کچھ برطانیہ کے۔ اسپین نے ابھی تو غیر جانبداری کا اعلان کیا ہے اور کئی خاص وجوہ کی بنا پر اُسکے لئے اسی میں خیر ہے۔ تاہم قیاس کیا جاتا ہے کہ اسپین جرمنی اور اٹلی کی زیادہ عرصے تک حکم عدولی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ایسا کرنے کی نہ اُس میں طاقت ہے نہ دلی خواہش۔ گذشتہ خانہ جنگی میں وہاں کھیتی وغیرہ اتنی تباہ کر دی گئی تھی کہ ایک بار پھر لڑائی میں شریک ہونے سے وہاں والوں کے بھوکوں مرنے کا پورا امکان ہے۔ یورپ میں آج کل چھوٹے چھوٹے ملکوں میں بھی دس دس بیس بیس لاکھ فوجیں جمع کی جا رہی ہیں۔ یہی لوگ کھیتی کرتے ہیں اور لڑتے بھی ہیں۔ ایسی حالت میں کھیتی بگڑ جاتی ہے اور اناج نہیں پیدا ہوتا۔ برطانیہ پر حملہ کرنے کے لئے جرمنی کے دو خاص ذریعے ہیں۔ ایک تو آئرلینڈ پر قبضہ کرنا دوسرے جبرالٹر پر قبضہ کرنا۔ جبرالٹر اسپین کے دکھن میں ہے۔ وہاں انگریزوں کا زبردست قلعہ ہے جو بحر روم پر ان کا مغربی اقتدار قائم رکھتا ہے۔ مشرقی اقتدار نہر سوئز سے ہے۔ جبرالٹر پر سمندر سے کامیاب حملہ ہونا قریب قریب ناممکن ہے۔ لہذا جب تک اسپین نہ ملے جرمنی کا جبرالٹر پر قبضہ ہونا مشکل ہے خیال کیا جاتا ہے کہ اس سال اسپین کا لڑائی میں شامل ہونا ذرا مشکل ہے۔

اُدھر آئرلینڈ کا یہ حال ہے کہ اُس کا شمالی حصہ السٹر برطانی اثر میں ہے۔ لیکن تینوں جنوبی صوبے (لینسٹر، منسٹر اور کناٹ) ڈومینین ہیں جنکے صدر رہیں مسٹر ڈی ویلرا۔ وہ غیر جانبدا



ملکہ وکٹوریہ کے فرزند سوئم ڈیوک آف کناٹ جنھوں نے نپولین کو واٹرلو کے میدان میں شکست دی تھی۔ آپ ۹۰ سال کی عمر ہوتے ہوئے بھی جنگی کاموں میں دلچسپی لے رہے ہیں۔



اسے صرف ایک خوبصورت باغ ہی نہ سمجھئے۔ اس میں ہوائی حملوں سے بچنے کے لئے خفیہ مقامات بنے ہیں۔ ایسے کتنی ہی باغ لندن کے باہر بنائے گئے ہیں جہاں منٹوں میں پہنچا جا سکتا ہے۔

رہنما بھی ... لیکن جہاں تک کہا جاتا ہے کہ اگر جرمنی کا حملہ ہوا تو آئرلینڈ اس کو روک نہ سکے گا ... جس طرح ... میں انگریزی حکومت سے کامل تعاون نہیں کرنا چاہی جنگ کہ اس کے تمام ... پر دے جائیں اسی طرح آئرلینڈ کی بھی حالت ہے۔ ابھی یہ سوال طے نہیں ہوا ہے بہرحال کہ آئرلینڈ کا سوال دوستانہ طریقے پر یا زور قوت سے طے کرنا ہی پڑے گا۔ ابھی تو یہی توقع ہوتی ہے کہ برطانی بحری بیڑے کی وجہ سے دشمن آئرلینڈ تک نہ پہنچ سکے گا۔ جزیرہ برطانیہ مثلث نما ہے۔ اس کے مشرقی اور جنوبی حصے تو بہت محفوظ ہیں لیکن مغرب کی طرف سے آئرلینڈ کے ہونے کے باعث حفاظت کا انتظام شائد اتنا مضبوط نہیں ہے۔ اگر آئرلینڈ پر دشمن کا قبضہ ہو جائے تو زیادہ نہ سہی لیکن کچھ دشواری ہو سکتی ہے بہرحال خیال ہے کہ آئرلینڈ پر جرمن حملہ کسی طرح نہ ہو سکے گا۔ یہی حال جبرالٹر کا بھی سمجھا جاتا ہے۔

ادھر فرانس کی شکست سے گھبرا کر رومانیہ جرمنی کی طرف ہو گیا ہے۔ پہلے وہ برطانیہ کی طرف تھا۔ پہلے وہ برطانیہ کا حلیف تھا۔ اُدھر روس نے بسرابیہ اور شمالی بکوونیا نامی صوبے زبردستی چھین لئے ہیں۔ یہ گزشتہ جنگ عظیم سے قبل روس کے تھے بھی۔ خیال ہے کہ روس بلقان میں اور بھی آگے بڑھنے کے خیال میں ہے۔ اٹلی اور جرمنی ابھی بلقان میں امن چاہتے ہیں۔ لیکن روس اسی موقعہ کو اپنے لئے غنیمت سمجھتا ہے۔ اگر روس اور جرمنی کی دوستی ٹوٹ جائے تو برطانیہ کا فائدہ ہی ہے اسکی کچھ علامتیں نظر آتی ہیں لیکن ابھی طے نہیں ہے۔ اُدھر امریکہ میں نومبر تک صدارت کا انتخاب ہوتا ہے۔ وہاں ڈیموکریٹک اور ریپبلکن نامی دو پارٹیاں ہیں۔ اول الذکر پارٹی کے لیڈر مسٹر روزویلٹ ہیں اور دوسری کے لیڈر مسٹر ویلکی ہیں۔ مسٹر روزویلٹ کی کامیابی کی زیادہ اُمید ہے۔ لیکن اگر مسٹر

ماہران فن نے اندازہ لگایا ہے کہ جسم میں فوراً تازہ خون داخل کرنے سے پہلے جرمن جنگ میں ۱۰ فی صدی برطانی سپاہیوں کی موتیں روکی جا سکتی تھیں۔ حکومت برطانیہ کا مقصد ہے کہ ہر ایک جہاز راں' ہوا باز' سپاہی اور شہریوں کو نیا خون مل سکے۔ اس کام کے لئے ہزاروں رضاکاروں نے خون دیا ہے۔ تصویر میں ایک خاتون آرمی بلڈ ٹرانس فیوسن سروس ڈپو میں نئے خون کی بوتلوں کے لیبل کی جانچ کر رہی ہے۔ یہ بوتلیں بعد تحقیق میدان جنگ میں بھیجی جاتی ہیں۔



رائل آرمی میڈیکل فوج میں لفٹننٹ کے عہدے پر کام کرنے والی خاتون ڈاکٹر ایک برٹش آرمی بلڈ ٹرانس فیوشن سروس ڈپو میں خون کے نمونے کی تحقیقات کر رہی ہیں۔ اس محکمہ میں خون تحقیق کرنے کے ماہر ہی رکھے گئے ہیں۔ یہ محکمہ رائل نیوی اور رائل ہوائی فوج کو بھی خون پہنچاتا ہے۔

ہونگی بھی کامیاب ہو گئے تب بھی یقین ہے کہ امریکہ کی طرف سے برطانیہ کی جو مدد ہو رہی ہے اس میں کمی نہ ہوگی کچھ لوگ اس رائے سے اختلاف بھی رکھتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہی معلوم ہوتی ہے کہ مدد جاری رہیگی۔ امریکہ نے پہلے یہ کہا تھا کہ ڈچ ایسٹ انڈیز کو کوئی قوت ہاتھ نہ لگائے۔ لیکن ادھر وہ اس سلسلے میں کچھ ڈھیلا معلوم ہوتا ہے۔ بحر روم کے قریب شمالی افریقہ میں برطانیہ کی اٹلی سے چھوٹی موٹی لڑائیاں ہو رہی ہیں جن میں اب تک حکومت ہی کی جیت ہوئی ہے۔ فرانس کی شکست کے بعد جنگ میں حکومت برطانیہ کا پلہ بھاری ثابت ہو رہا ہے۔ اگر اخیر نومبر تک یہی حال رہا تو برطانیہ کی فتح یقینی ہو جائے گی۔

ایشیا میں چین جاپان کی لڑائی جاری ہے۔ فرانس کی شکست اور امریکہ کے کچھ کچھ ہاتھ کھینچنے سے جاپان کی آج کل ہمت بڑھی ہوئی ہے۔ برما اور فرنچ انڈوچائنا سے چین کو سامان جنگ سپلائی ہوتا تھا۔ یہ بات جاپان کو ناپسند تھی۔ لیکن وہ کچھ بولتا نہیں تھا۔ فرانس کی شکست سے اس نے فرنچ انڈوچائنا پر زور ڈالکر یہ منظور کرایا کہ یہ سامان نہ آیا جایا کرے۔ اس کے بعد برطانیہ سے یہی مطالبہ برما کے بارے میں کیا۔ برطانیہ بھی کچھ کچھ مان چکا ہے۔ سنا جاتا ہے کہ آجکل برطانیہ چین جاپان کے درمیان صلح کرانے کی کوشش بھی کر رہا ہے۔ آج کل جاپانی اخباروں میں ایسے مضامین نکل رہے ہیں کہ دشمن کی طرف بڑھنے میں اسے امریکہ اور برطانیہ کی قطعی پروا نہ کرنی چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اندر ہی اندر جاپان اٹلی اور جرمنی سے گہری دوستی کر چکا ہے لیکن وہ چینی جنگ میں اتنا تھک چکا ہے کہ انگریزوں سے بھی لڑنا نہیں چاہتا۔ کسی طرح سب کو راضی کرکے فرنچ انڈوچائنا اور ایسٹ انڈیز میں کچھ اختیارات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ فرنچ انڈوچائنا اور ڈچ ایسٹ انڈیز فرانس اور ہالینڈ کی شکست سے لاوارث سے ہو گئے ہیں۔ اسی لئے ان پر جاپان جھپٹ رہا ہے۔ خیال ہے کہ اس نے جرمنی سے بھی ان ملکوں کے حصول کی خواہش ظاہر کی ہے اگر جاپان علانیہ اٹلی اور جرمنی سے مل جائے تو اُن کی طاقت بہت بڑھ جائے گی۔ اسی لئے یہ باتیں ہو رہی ہیں۔ اگر امریکہ اس طرف سے لاپروا رہا تو پھر نہ کچھ گل کھل بھی سکتا ہے۔ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ برطانیہ یوروپ کو چھوڑکر ایشیا میں جنگ چھیڑنا مناسب نہ سمجھے۔

ہندوستان میں حکومت سے کانگریس کی گفت وشنید ہو رہی تھی جو کامیاب نہیں ہوئی اخیر جولائی میں ورکنگ کمیٹی اور آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا اجلاس پونا میں ہونے والا ہے ان میں بھی کچھ سے ہونے کی امید نہیں نظر آتی شاید کچھ طے ہو جائے۔



سینٹ جیمس پیلس جو شاہان برطانیہ کی رہائش کی جگہ تھی اب جرمنی میں قید برطانی باشندوں کو آرام پہنچانے کے کام میں آنے لگا ہے۔ برطانی ریڈ کراس اور سینٹ جان ایمبولنس بریگیڈ کی مشترکہ کمیٹی نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ یہاں پر برطانی قیدی کو ہفتے میں ایک پارسل ملتا ہے۔ یہاں کے کارکن ایسی ہی چیزیں بھیجتے ہیں جو ضبط نہیں ہو سکتیں۔



رومانیہ میں فوجی تیاریوں کا ایک منظر



کمایوں میں بچوں کے کچھ تیوہار

(از محترمہ تارا پانڈے)

زندگی میں تیوہار اپنی خاص اہمیت رکھتے ہیں روزمرہ کی زندگی میں کچھ اداسی آجاتی ہے جو تیوہاروں کے لئے ہم پہلے تیاری کرتے ہیں پھر تیوہار مناتے ہیں، دل و دماغ میں زندگی محسوس کرتے ہیں۔

تیوہار ہر مذہب میں منائے جاتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ تیوہار منانے کے مختلف طریقے ہیں لیکن ایسا شاید ہی کوئی فرقہ ہو جو تیوہار نہیں مناتا۔

جو لوگ غریبی کی وجہ سے ہمیشہ اچھا کھانا نہیں کھا پاتے، جنہیں تنگ دستی کے سبب اچھے کپڑے بھی نصیب نہیں وہ بھی تیوہار کے بہانے اچھا کھانا کھا لیتے ہیں اور نئے یا دھلے ہوئے صاف کپڑے پہن لیتے ہیں۔ جسم گھر اور کپڑوں کی صفائی کی طرف جنہیں دھیان دینے کی بھی فرصت نہیں ملتی وہ بھی تیوہار کے دن ضرور خوش ہو کر صفائی کر لیتے ہیں۔ تیوہاروں میں فن اور خوبصورتی بڑھانے والے بہت سے کام ہوتے ہیں۔

یوں تو سبھی تیوہار بچوں ہی کے لئے ہوتے ہیں، اسی قسم کے کمایوں کے کچھ تیوہاروں کا ذیل میں ذکر کروں گی۔

ہریالا۔ کمایوں میں ساون کی سنکرانتی کو یہ تیوہار منایا جاتا ہے۔ سنکرانتی کے سات یا نو دن پہلے دو ٹوکریوں میں مٹی بھر کر اس میں گیہوں جو، مکا وغیرہ بو کر اندر رکھ دیتے ہیں تاکہ پوجا کے دن تک پودے اُگ کر بڑھ جائیں۔ اور ملائم چکنی مٹی کی دیوتاؤں کی مورتیں بناتے ہیں۔ یہ مورتیں پانچ بنائی جاتی ہیں گنیش جی، گنیش جی کی بیوی، مہادیو جی، پاربتی جی اور کارتکیہ جی۔ ان مورتوں کو سفید مٹی سے پوت کر طرح طرح کے رنگ لگائے جاتے ہیں۔ رنگ لگا دینے سے مورتیں خوبصورت نظر آتی ہیں سنکرانتی کے پہلے روز شام کو مہادیو اور پاربتی کی شادی ہوتی ہے۔ ٹوکری میں بویا ہوا اناج جم کر بہت خوبصورت نظر آتا ہے۔ ان میں ٹوکریوں میں مٹی والی مورتوں کو رکھکر پوجا کرتے ہیں سنکرانتی کے دن صبح ٹوکریوں میں سے ہرے ہرے تنکے توڑ کر سب کے سر پر رکھے جاتے ہیں۔ یعنی یہ سمجھا جاتا ہے کہ اناج کی پوجا ہی سب سے بڑی پوجا ہے۔

زراعت پیشہ ملک میں اس قسم کا تیوہار کوئی نئی بات نہیں۔ ہرے بھرے کھیتوں کی پرستش کرنا ہی ہمارا فرض ہے۔

مٹی کی مورتوں کو دیکھکر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج خواہ ان کی کوئی قیمت نہ ہو لیکن قدیم زمانے سے کمایوں میں گھر گھر ہاتھ سے مٹی کے کھلونے بنائے جاتے تھے یقیناً ان مورتوں میں اب فنی نقطۂ نظر سے کوئی خاص جاذبیت نہیں رہی لیکن جب کمایوں خوشحال تھا تو یہاں کی صنعت اپنا ایک خاص معیار رکھتی تھی۔



آج تو سارا ملک غلام بنا ہوا ہے۔ غلامی میں صنعت اور حسن کی کوئی قیمت نہیں۔ لیکن اپنے ہاتھ سے جو کام کیا جاتا ہے اس میں کفایت بھی ہوتی ہے اور یہ حوصلہ بھی بڑھتا ہے۔ بچوں کے کھیلنے کے لئے اتنی کفایت میں اور چیز نہیں تیار ہو سکتی زراعت اور دستکاری کو فروغ دینا ہی اس تیوہار کا خاص مقصد ہے سال

گھر میں جتنے بھی تیوہار برتے ہیں ان میں بڑا یا سب سے بڑا مانا جاتا ہے۔ گرمی کے بعد ابتدائے برسات میں ایسا معلوم ہوتا ہے گویا نئی زندگی آئی ہے۔ اور اسی لئے اگر اسے سال کا پہلا تہوار کہا جائے تو صحیح ہوگا۔

کھترُوا - کنوار کی سنکرانتی پر یہ تیوہار منایا جاتا ہے۔ یہ بھی بچوں ہی کا ایک خاص تیوہار ہے یہ تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ راجہ گرھوال کو راجہ کمایوں نے ہرا دیا تھا یہ تیوہار اُسی کی یادگار میں ہر سال منایا جاتا ہے۔ گھاس پھوس کے گٹھر میں آگ لگا کر اسوقت اس جیت کی خبر دی گئی ہوگی اس وقت آج کل کے سے ذرائع خبر رسانی تو تھے نہیں چنانچہ آج بھی اس یاد کو تازہ کرنے کے لئے گھر گھر میں گھاس پھوس کا ایک بڑا گٹھر بنایا جاتا ہے۔ اس میں آگ لگا دیتے ہیں۔ بچوں کے ہاتھوں میں پیڑ کی شاخیں طرح طرح کے پھولوں سے سجا کر دی جاتی ہیں۔ پھر بھَیلو جی بھَیلو بھیلو کھترُوا کے نعرے لگا کر بچے اس جلتے ہوئے گٹھر کے پاس جاتے ہیں اور زور زور سے وہی نعرے لگاتے ہیں۔ بچوں کی آوازوں سے آسمان گونج اُٹھتا ہے اس وقت ہاتھ کی بجی ہوئی شاخیں اور پھاڑی ککڑی جو ان دنوں کثرت سے ہوتی ہے آگ پر ڈال دیتے ہیں۔ دھوئیں کے ساتھ ساتھ بھَیلو جی، بھَیلو، بھَیلو کھترُوا کی آواز سے آسمان گونج اُٹھتا ہے۔

پھر کچھ سردی کا موسم، شام کا وقت کمایوں کے پہاڑ بھی جیسے بچوں کی آواز میں آواز ملا کر کہتے ہیں بھَیلو جی بھیلو۔ بھَیلو کھترُوا، بچوں کے ذریعے یہ تیوہار منوانے میں بھی ایک خصوصیت ہے۔ وہ یہ کہ فتح کی یادگار تو قائم رہے لیکن گرھوال والوں کو بُرا نہ لگے اور وہ ناراض نہ ہوں کیونکہ بچوں کے ذریعے جیت کی خوشی منائی تو جائے گی۔ مگر وہ سمجھی جائے گی بچوں کا کھیل اور بچوں سے کوئی دشمنی کرے گا نہیں بہر حال یہ تاریخی تیوہار کمایوں میں آج تک منایا جاتا ہے۔

کالے کوا - ماگھ کی سنکرانتی کے دوسرے روز صبح یہ منایا جاتا ہے۔ بچے یہ تیوہار بہت پسند کرتے ہیں روز پہلے سے کووں کو دعوت دی جاتی ہے۔ کبھی روٹی کبھی چاول ان کے کھانے کے لئے رکھتے ہیں۔ سنکرانتی کے دن روز شکر پارے، گجھیا، پوری اور دوسری آٹے کی طرح طرح کی چیزیں پکائی جاتی ہیں پھر ان کا ہار بنایا جاتا ہے گنے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے، نارنگی اور اگر ہو سکا تو میوہ بھی ہار میں پرو لیتے ہیں۔ کنبے میں جتنے بچے بھی ہوں سب کے لئے ایک ایک ہار تیار کیا جاتا ہے۔ دوسرے روز بہت تڑکے سے بچے ہار پہن کر کووں کو بلاتے ہیں "کالے کوا کالے کالے" اور ہار میں سے ٹکڑے توڑ توڑ کر دیئے جاتے ہیں تاکہ کوے آئیں وہ ہار میں پروئی ہوئی چیزوں کا نام لے کر بکے جاتے ہیں۔ مثلاً

> لے کوا نارنگی مجھے دے سارنگی
> لے کوا تلوار مجھے دے پریوار
> لے کوا ڈھال گھر میں بھر دے مال

وغیرہ وغیرہ۔ بچوں کو تعلیم دینے کا یہ بھی ایک آسان طریقہ ہے۔ ہنسی ہنسی میں بچے ان چیزوں کے نام جان جاتے ہیں جو ہار میں پروئی جاتی ہے۔ ان چیزوں کے نام ہی نہیں جان جاتے بلکہ ان کی صفت اور شکل سے بھی واقف ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک چیز کو دکھا اس کے بارے میں کچھ کہنا تعلیم کا بہترین طریقہ ہے۔

کھیل کے ذریعے تعلیم دینے کا یہ کتنا اچھا طریقہ ہے یہ کہنے کی ضرورت نہیں اور یہی اس تیوہار کی خصوصیت ہے۔

چار قلی

از شاکر شری ناتھ سنگھ

بچو ہیں بمبئی شہر میں
لاکھوں رہتے قلی کباری
کچھ سڑکوں پر سویا کرتے
کچھ کو ملی کوٹھری نیاری

ان لاکھوں میں آؤ تم کو
آج چار کی کتھا سنائیں
ایک کوٹھری میں رہتے تھے
ایک دوار سے آئیں جائیں







بستر پر تن بھینر ربتا
پر چاروں باہر سنڈلاتے
جب جاڑے کا موسم آتا
دروازے پر آگ جلاتے

شام سویرے تاپا کرتے
کبھی کبھی تو رات رات بھر
طرح طرح کی باتیں کرتے
بیتے ہوئے دنوں کی سندر

کالے اور بدشکل کوئلے
آگ چبا کر جب مسکراتے
ایک دوسرے کا منہ دیکھکر
تب یہ اپنی کتھا سناتے

+ + +

پہلے کو تھی سدھ بچپن کی
جب وہ بھیڑ چرایا کرتا
باندھ مور کے پر بال میں
بنسی مدھر بجایا کرتا

وہی سناتا روز روز وہ
کہتا وہ دن کیونکر آئیں
سنکر اس کی بات دوسرا
کہتا ہم کیا دوست بتائیں

+ + +

بھیڑیں نہیں چرائیں ہم نے
ہم تو بس کرتے تھے کھیلا
یاد چاند کو ہوگا کچھ کچھ
ہے وہی گواہ اکیلا

میں نے کوئی ہنر نہ سیکھا
آہ بہت تھا میں نادان
بس اتنا کہنے پر اس کی
آنکھوں میں بھر آتا پانی

اور تیسرا تو رو دیتا
اور یہ کہکر آہیں بھرتا
وہ گایوں کو سانی دیتی
میں آنس میں دیکھا کرتا

یاد اسے تھی اپنی بیوی
جس کے مرتے ہی گھر ڈوبا
آیا تھا بمبئی شہر میں
اس دنیا سے اوبا اوبا

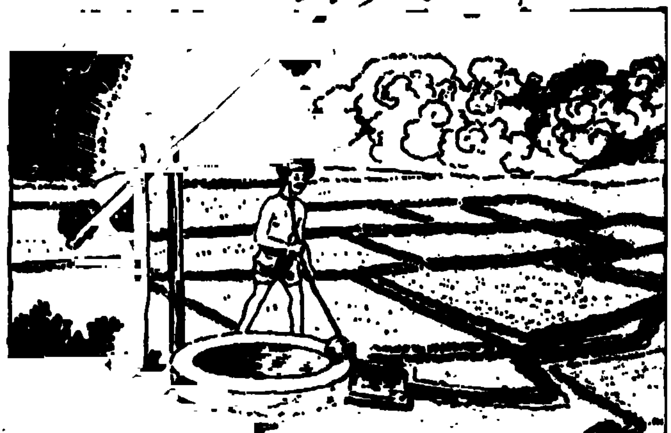
چوتھا جو کسان چتر تھا
اور بہت تھا ہمت والا
یاد اسے تھی ان کھیتوں کی
جن میں کرتا تھا جبل ڈالا

لیکن قحط اور قرض سے
وہ بھاگا تھا بے گھر ہوکر
اور یہاں بمبئی شہر میں
پڑا ہوا کھاتا ہے ٹھوکر

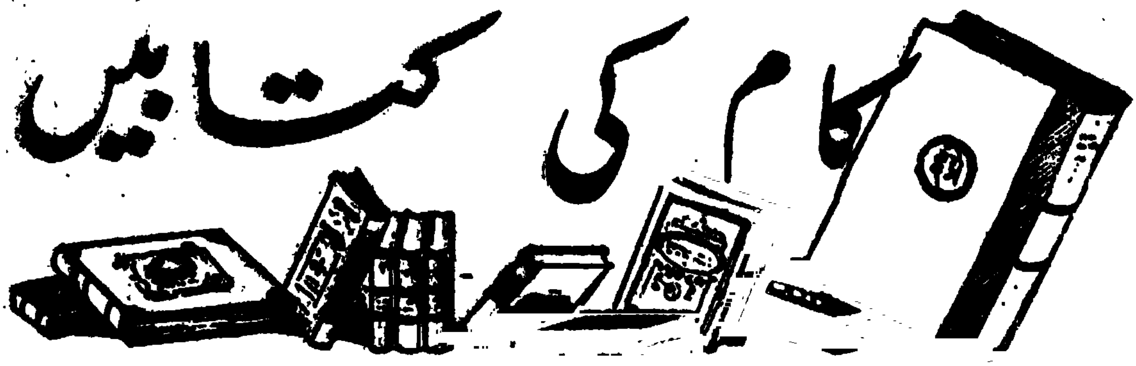
+ + +

یوں بیتی باتوں کی یاد سے
آنکھوں میں آنسو چھلکا کر
چاروں مل جب ساتھ بیٹھتے
لیتے دکھ سے جی ہلکا کر





کام کی کتابیں



ہمیں حسب ذیل کتابیں برائے تبصرہ موصول ہوئی ہیں۔ ہم بھیجنے والوں کے شکر گزار ہیں۔ ان میں سے جو کتابیں ہمارے خیال میں ہمارے ناظرین کے لئے مفید ہوں گی ان کا ہم ان صفحات میں خاص طور سے ذکر کریں گے۔

اُردو کتابیں

۱۔ ۱۸۔ مکتبہ جامعہ دہلی کی ۱۸ کتابیں۔

۱۔ نئی کتاب۔ ضخامت ۴۸ صفحات قیمت ۲۔

۲۔ آسان قاعدہ۔ مصنفہ عبدالغفار صاحب مدہولی۔
ضخامت ۸۰ صفحات۔ قیمت ۴ر

۳۔ حرف کا قاعدہ۔ مصنفہ عبدالغفار صاحب مدہولی۔
ضخامت ۸۰ صفحات۔ قیمت ۳۔

۴۔ ۱۸ رسالہ سلسلۂ تعلیم و ترقی کی ۱۵ کتابیں۔
قیمت فی کتاب ۱ر

۴۔ اُردو پڑھنے کا قاعدہ۔
۵۔ نماز۔
۶۔ حکایتیں۔ حصۂ اوّل۔
۷۔ حکایتیں۔ حصۂ دوم۔
۸۔ حبیب خدا۔
۹۔ نظمیں
۱۰۔ میونسپلٹی۔
۱۱۔ صدیق اکبرؓ۔
۱۲۔ خط کتابت۔
۱۳۔ ضلع کا انتظام۔
۱۴۔ قومی گیت۔
۱۵۔ غزلیں۔
۱۶۔ ہمارا ہندوستان۔
۱۷۔ ہم بھی پڑھنے لگے۔
۱۸۔ عمر فاروقؓ۔

ہندی

"دُنیا کے تانا شاہ" مصنفہ جناب دین دیال چترویدی "مست" پبلشر ساہتیہ پریس۔ جبلپور۔ ضخامت ۸۲ قیمت ۶ر

اس کتاب میں دُنیا کے سات ڈکٹیٹروں کے حالات زندگی درج ہیں۔ ان ڈکٹیٹروں کی زندگی کے واقعات بڑی خوبی سے قلمبند کئے گئے ہیں۔ اس سے ان حالات کو پڑھنے میں لطف آتا ہے اور ساتھ ہی ڈکٹیٹروں کے ملکوں کی گزشتہ کئی برسوں کی تحریکوں کی رفتار اور ترقی کا حال بھی معلوم ہوتا ہے۔ مصنف نے جہاں ڈکٹیٹروں کی زبردستی اور تشدد پسندی کا ذکر کیا ہے۔ وہیں انکے استقلال و ہمت کا بھی ذکر کیا ہے۔ کئی تصویریں شامل کردینے سے کتاب کی زینت دو بالا ہوگئی ہے۔ زبان محاورے دار اور عام فہم ہے اسکے مطالعہ سے بہت سی کارآمد باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۲۔ "نیائے کا سنگھرش" مصنفہ شری یشپال پرکاش پال، پبلشر ویلو کاریالے لکھنؤ۔ ضخامت ۲۰۴ صفحات۔ قیمت ۱۲۔

یہ کتاب ۱۹ مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس وقت ہمارا سماج پرانے نظام کی زنجیر سے چھوٹ کر نئے نظام کو اپنانے کے لئے مجبور قیدی کی طرح تڑپ رہا ہے۔ سماج کے لئے یہی انقلاب کا وقت ہے۔ وہ ایک عظیم انقلاب کے دروازے سے گزر رہا ہے۔ مصنف نے اسی حقیقت کا احساس کیا ہے۔ اور اسی کے مطابق سماج کو تیار کرنے کے لئے اس نے قلم اٹھایا ہے۔ پوری کتاب کی بنیاد ہے نیائے (انصاف) کا خیال اور سماج کا نظام۔ اگرچہ عوام کے لئے یہ موضوع خشک سمجھے جاتے ہیں لیکن مصنف اپنی دلیلوں کے ذریعے سماج کو گدگدانے میں کامیاب ہوا ہے کتاب بہت دلچسپ ہے۔ نیائے کا سنگھرش، گاندھی واد نویگ کا پرتیک یا بگا نترکا، سماج کا چوکھٹا چرا رہا ہے۔ مذہب کا طمع، اہنسا کی ہمیا چوری مت کرو وغیرہ مضامین میں قارئین کے لئے کافی غور طلب مواد جمع کیا گیا ہے۔ کتاب ہر لحاظ سے دلچسپ، مفید اور خوبصورت ہے۔

اُردو

مکتبہ جامعہ دہلی کی تین کتابیں

۱۔ محکومیت نسواں۔ مصنفہ جان اسٹوارٹ مل مترجمہ مولوی معین الدین صاحب انصاری بی۔ اے۔ (کنٹب) ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (لندن) بیرسٹر ضخامت ۱۴۴ صفحات۔ مجلد۔ قیمت عہ ر

جان اسٹوارٹ مل کا دُنیا کے عظیم مفکروں میں اور اس کی تصنیف "محکومیت نسواں" دُنیا کی عظیم تصنیفوں میں شمار ہوتا ہے۔ گورے کالوں پر حکومت کرنا اور فاتح مفتوح کو غلام بنانا اپنا حق سمجھتے تھے۔ اور ان پر وہ تمام مظالم کرتے تھے جن کو یاد کرکے انسانیت سر جھکا لیتی ہے۔ طاقتور کمزوروں سے ہر قسم کا جائز ناجائز فائدہ اٹھانا اپنا جائز حق سمجھتے تھے۔ اور کمزور کو چیخنے اور فریاد کی بھی اجازت نہ تھی۔ دُنیا کے تمام مذاہب نے ان مظالم کی اصلاح کردی تھی مگر طاقتور کے آگے مذہب اور اخلاق کوئی چیز نہیں تھی۔ زمانے نے خود ہی اصلاح کی اور بڑے نے چھوٹے سے محض اپنے فائدے کے لئے وعدے کرنے شروع کئے اور وعدے کو پورا کرنے کی ضرورت اگر انھیں محسوس ہوئی تو صرف اپنے فائدے کے خیال سے۔ دھیرے دھیرے تہذیب غلاموں کے حقوق تسلیم کرنے لگی۔ مگر عورتوں

کی غلامی کی زنجیریں ویسی ہی جکڑی رہیں۔ غلاموں میں اتحاد نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک ہی وقت میں باندوں کی قوت سے وہ زنجیر توڑ کر نہ پھینکی جاسکی اور جب اس کے ڈھیلے کرنے کا مطالبہ کیا جاتا تو جواب ملتا کہ عورت ہمیشہ سے غلام ہے لہذا اس کو ہمیشہ غلام رہنا چاہئے اور دوسرا جواب یہ ملتا کہ عورت فطرتاً کمزور اور غلام بنائی ہی گئی ہے۔ اس میں مرد کا قصور نہیں بلکہ اس کی آزادی ایک غیر فطری مطالبہ ہے۔

مل نے پہلے جواب کا یہ جواب دیا ہے کہ عورت کی غلامی کا سبب مرد کی بے انصافی ہے جس نے اپنی جسمانی قوت کے زور سے ایسی رسمیں رائج کر لی تھیں جیسے غلامی۔ کالوں پر گوروں کا ظلم وغیرہ۔ مگر اب یہ رواج مٹ رہے ہیں۔ جو اُن کے غلط ہونے کا ثبوت ہے۔ لہذا عورت کی غلامی بھی ختم ہونی چاہئے۔

دوسرا جواب مل نے یہ دیا ہے کہ عورت کمزور اور غلام پیدا نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ مردوں نے اس کو ایسا بنا رکھا ہے۔

مل عورتوں کی جسمانی اور دماغی کمزوریوں کا قائل نہیں ہے بلکہ اس نے ثابت کیا ہے کہ عورتیں مردوں کی بہ نسبت زیادہ عقلمند ہیں، اخلاق میں مردوں سے بڑھ کر ہیں اور انتظامی قابلیت میں بھی مردوں سے بہتر ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ عورتوں کا دور حکومت مردوں کے دور حکومت سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔

مولوی معین الدین صاحب مستحق مبارکباد ہیں کہ آپ نے اُردو ترجمہ میں اصل کی تمام خوبیاں قائم رکھی ہیں۔ یہ کتاب اُردو ادب میں قیمتی اضافہ ہے۔

۲۔ یورپ کی حکومتیں۔ مصنفہ ڈاکٹر سید نجم الدین احمد صاحب جعفری بارایٹ لا و جناب مظہر انصاری بی۔ اے۔ (آنرس) ضخامت ۲۱۶ صفحات۔ قیمت عہ

ہندوستان میں بڑی تیزی سے سیاسی بیداری پھیل رہی ہے۔ چنانچہ ایسے لٹریچر کی ضرورت نہایت شدت سے محسوس کی جارہی ہے۔ جو عوام کو سیاسی تعلیم دینے میں معاون ہو۔ عوام کے سامنے جو انگریزی کی کتابوں سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ ایسی کتابوں کی بہت کمی ہے۔ یورپ کی حکومتیں اس قسم کے ادب میں ایک قیمتی اضافہ ہے۔

اس کتاب میں دکھلایا گیا ہے کہ یورپ کے ممالک میں عوام کے ذریعے کس قسم کی حکومت ہوتی ہے۔ مختلف ملکوں میں مختلف طرز کی حکومت ہوتی ہے۔ ان کی موجودہ صورت اور تاریخی اہمیت بڑی خوبصورتی سے بیان کی گئی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہم رائے قائم کرسکیں گے کہ ہمارے ملک کا نظام حکومت کیسا ہونا چاہئے۔

کتاب دیدہ زیب، عام فہم اور دلچسپ ہے۔ خصوصیت کے اس کے وہ حصے جو سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

۳۔ ہندوستان کے آثار قدیمہ پر ایک اجمالی نظر مقالہ از مولانا غلام یزدانی صاحب ڈائرکٹر محکمہ آثار قدیمہ حیدرآباد دکن ضخامت ۵۰ صفحات قیمت ۵ر

کسی ملک کے آثار قدیمہ اُس ملک کی قدیم تواریخ کے صفحات ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کا پڑھنا اور سمجھنا ہر آدمی کا کام نہیں۔ عوام اُن سے عبرت، تفریح یا کسی قدر فخر ضرور حاصل کرسکتے ہیں۔ مگر عہد قدیم کی عظمت، فن تعمیر، دالی حالت کی تفصیل، اور پھر ایک ملک پر دوسرے ملک کے سیاسی، مذہبی، اور تمدنی غلبے کے اثر یا مختلف قوموں کے اتحاد اور میل جول کی تفصیل ایک ماہر فن ہی معلوم کرسکتا ہے۔

مولانا غلام یزدانی صاحب آثار قدیمہ کے ماہر ہیں موصوف نے اپنے اس مقالے میں جو اُردو اکیڈیمی، جامعہ ملیہ میں پڑھا گیا تھا یہ ثابت کیا ہے کہ ہندوستان کے آثار قدیمہ ایسے نہیں ہیں کہ ہم ان کا دوسرے ملکوں کے آثار قدیمہ سے مقابلہ کرنے میں کسی قسم کی شرم محسوس کریں۔ بلکہ ہم اپنے آثار قدیمہ پر فخر کرسکتے ہیں۔

کتاب میں کئی تصویریں ہیں جن سے کتاب کی زینت دوبالا ہوگئی ہے اور یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ یہ کتاب اُردو ادب میں قابل قدر اضافہ ہے۔

(غلام رسول)

اخبار و رسالے

(ہندی)

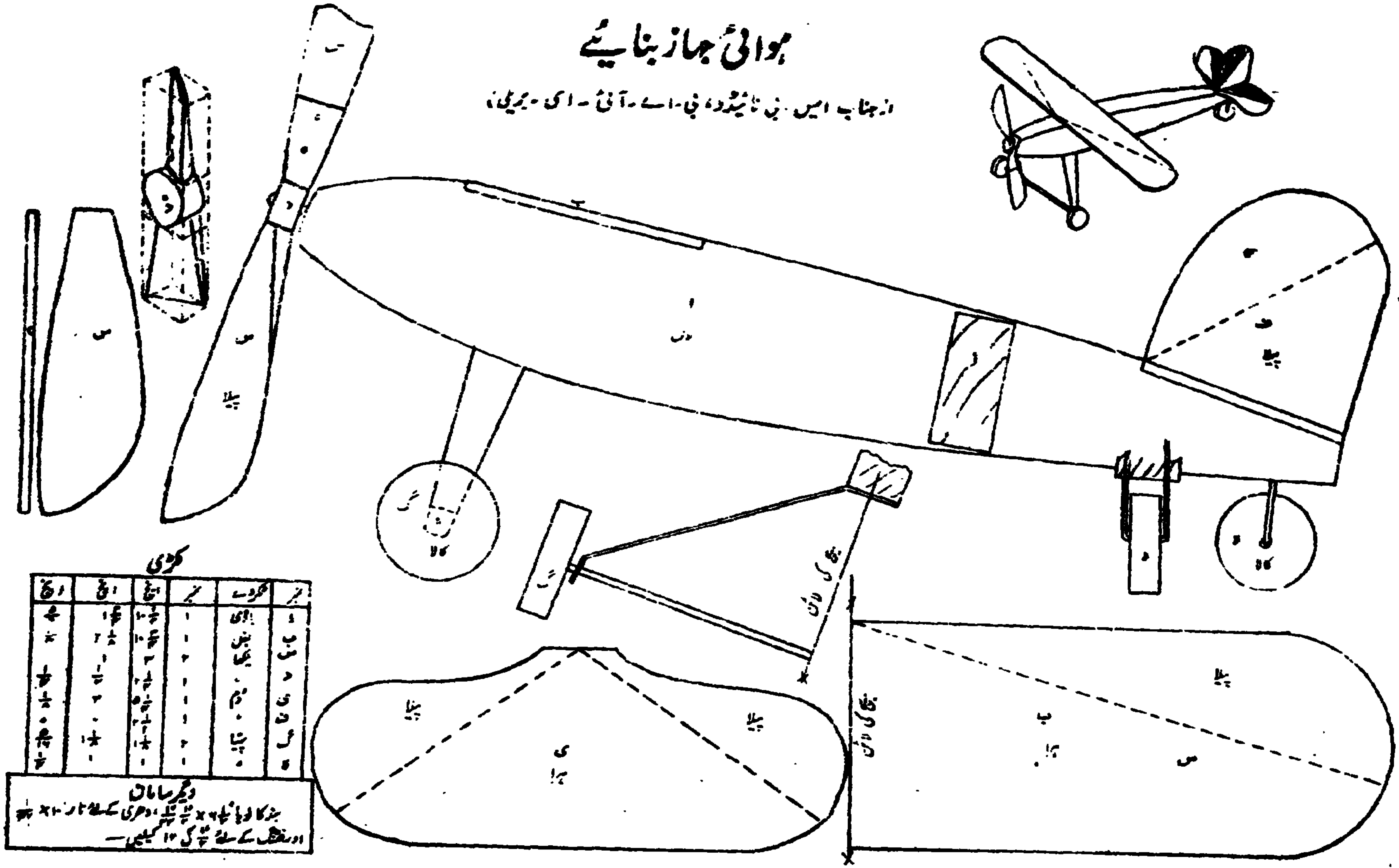
وچار (ہفتہ وار) اڈیٹر شری بھگوتی چرن ورما۔ پبلشر وچار کاریالے ۲۰۴ اپر جیت پور روڈ کلکتہ۔ قیمت سالانہ ۶ روپیہ۔ فی پرچہ دو آنہ۔

یہ ہفتہ وار اخبار ابھی حال ہی میں شری بھگوتی چرن ورما کی ادارت میں شائع ہونے لگا ہے۔ ہر ایک نمبر میں کئی صفحات میں ہفتہ بھر کی خبروں کا انتخاب شائع ہوتا ہے۔ خبروں کے علاوہ ہر نمبر میں کئی افسانے بھی شائع ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ ہندی کے افسانے ہوتے ہیں اور کچھ مختلف ملکی اور غیر ملکی زبانوں کے کامیاب ترجمے۔ ان کے علاوہ موجودہ مسائل پر قابل مضمون نگاروں کے بیش قیمت مضامین بھی رہتے ہیں۔ "رنگ منچ" کے عنوان کے تحت کچھ صفحات فلمی مضامین کے لئے وقف ہیں جس کی ادارت کا فرض مسٹر پی۔ آر۔ نیٹیال۔ کے ذمہ ہے۔ کتابت طباعت کے لحاظ سے بھی اخبار مخصوص شان رکھتا ہے۔

۲۔ بلاس پور سنٹرل کوآپریٹو بینک کا سلور جبلی رسالہ۔ بلاسپور کوآپریٹو بینک لیمیٹڈ نے اپنی سلور جبلی کے موقعہ پر یہ رسالہ شائع کیا ہے۔ اس میں اس بینک کی گذشتہ ۲۵ برسوں کی کارروائی کا مفصل ذکر ہے اور ساتھ ہی اُن مشکل حالات کا بھی ذکر ہے جو بینک کے سامنے تھیں۔ رسالے میں وہ رائیں بھی شائع کی گئی ہیں جو بینک کو وقتاً فوقتاً سرکاری اور غیر سرکاری معززین سے ملتی رہی ہیں۔ ان آرا کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بینک نے تحریک امداد باہمی کو کافی مدد دی ہے بینک کے موجودہ چیرمین رائے صاحب سوشل چندر مشر وائس چیرمین شری مکند کیشو چتلے اور سکریٹری رائے صاحب اُدے سنگھ بسین ہیں۔ رسالہ ۱۱۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا دو تہائی حصہ انگریزی میں اور باقی ہندی میں ہے۔ اس میں بینک کے کارکنان کے علاوہ دیگر خاص خاص لوگوں کی تصویریں بھی شامل ہیں۔ رسالے کی طباعت دیدہ زیب ہے۔

ہوائی جہاز بنایئے

(از جناب ایس۔ بی نائیڈو، بی۔ اے۔ آئی۔ اے۔ ایس، بریلی)



لکڑی

نمبر	ٹکڑے	تعداد	لمبائی انچ	چوڑائی انچ	موٹائی انچ
د	ڈنڈی	۱	۱۰ [illegible]	۱ [illegible]	[illegible]
ب	بازو	۱	۱۰ [illegible]	۲ [illegible]	[illegible]
س	پنکھا	۲	۳	[illegible]	
ی	دم	۱	۲ [illegible]	[illegible]	[illegible]
ف	،	۱	۵ [illegible]	۳	[illegible]
گ	،	۱	۲ [illegible]	،	، [illegible]
ہ	پنجا	۲	۱ [illegible]	۱ [illegible]	[illegible]
	،	۱	۱	۱	[illegible]

دیگر سامان

بنڈکا لوہا [illegible]، دھری کے لئے تار ۲۰ × [illegible] اور ربڑ کے لئے [illegible] کی ۱۲ کیلیں —

کمایوں میں سیب کے کاشت کے بارے میں چند باتیں

از قلم مسٹر جی۔ ڈی۔ بھٹ اسسٹنٹ ہارٹیکلچرسٹ گورنمنٹ فروٹ ریسرچ اسٹیشن چوبٹیا

آج کل چاروں طرف یہی دھوم ہے کہ کسانوں کی غریبی کیسے دور ہو۔ اس کے لئے طرح طرح کے طریقے سوچے جا رہے ہیں۔ ہر طرح سے یہی کوشش کی جا رہی ہے کہ اُن کی حالت ٹھیک ہو جائے اور اُن کے رجحان میں تبدیلی ہو جائے۔ کسانوں کی مالی حالت درست کرنے کے لئے پھلوں کے بھی درخت لگانے کے لئے بھی اشاعت کی جا رہی ہے۔

محکمہ گرام سدھار سے پھلوں کے بھی درخت مفت دیئے جا رہے ہیں۔ گاؤں والے پھلوں کے پودوں کو لگانے کے لئے خواستگار معلوم پڑتے ہیں لیکن باغبانی کے کام سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے پودوں کی دیکھ بھال اچھی طرح سے نہیں کر سکتے۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ اس سے کسانوں کی آمدنی بہت کچھ بڑھ جائے گی لیکن یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ وہ باغبانی کے متعلق کچھ سمجھ لیں۔ بہت جگہ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ گاؤں والوں نے ناواقفیت کے باعث آب و ہوا کا خیال نہ کر کے سیب۔ آم۔ نارنگی وغیرہ کے پیڑ ایک ہی جگہ لگائے ہیں۔ جس پھل کے لئے جو جگہ موافق ہو۔ وہاں اُسی کو لگانا چاہئے۔ کمایوں کی آب و ہوا ایسی ہے کہ جہاں طرح طرح کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ بلند۔ ٹھنڈے مقامات میں سیب۔ نشیبی گرم مقامات میں آم اور ان دونوں کے درمیانی مقامات میں نارنگی وغیرہ ہوتے ہیں۔ یہاں اور پھلوں کے بجائے سیب کی کاشت زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس وقت اسی کی کاشت کا بیان کیا جاتا ہے۔

کمایوں میں سیب پانچ سے آٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر کامیابی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس بلندی میں جو جگہیں شمال کی طرف کھلی ہوں۔ اُن میں سیب اور مقامات سے اچھا ہوتا ہے۔ بہت ہلکی اور بہت بھاری مٹی کو چھوڑ کر اور سب قسم کی مٹی میں سیب ہو جاتا ہے۔ بہت ہلکی مٹی میں نمی کم رہتی ہے۔ جس سے پودے گرمیوں میں سوکھ جاتے ہیں۔ بہت بھاری مٹی میں ہلکی مٹی سے پودوں کی خوراک تو زیادہ ہوتی ہے لیکن اس میں ضرورت سے زیادہ نمی رہتی ہے جس سے پودوں کی جڑیں بڑھ نہیں سکتیں۔ ہلکی چکنی اور دومٹ مٹی اسکے لئے اچھی سمجھی جاتی ہے۔ جس مٹی میں پانی رُکتا ہو اُس میں پودوں کو ہرگز نہ لگانا چاہئے سیب کی جڑیں بہت گہری جاتی ہیں اس لئے اسکے لئے گہری مٹی کا ہونا ضروری ہے۔ یہاں کی زمین زیادہ تر ڈھلواں ہوتی ہے۔ ڈھلواں زمین کو پودے لگانے کے پہلے کاٹ کر چھوٹے چھوٹے کھیت بنا لینا ضروری ہے کیونکہ برسات میں ایسی زمین کی مٹی پانی کے ساتھ بہ جاتی ہے جس سے پودوں کو کافی خوراک نہ ملنے سے نقصان ہوتا ہے۔

کھیتوں کو ڈھلواں زمین کے نیچے کے حصے سے اوپر کو بنانا شروع کرنا چاہئے۔ نیچے سے جب پہلے کھیت کو بنانا شروع کریں تو اُس کی اوپر کی مٹی کو پہلے کھود کر ایک طرف جمع کر لیں۔ پھر زمین کو کاٹ کر کھیت بنا لیں۔ دوسرے کھیت کی اوپر کی مٹی پہلے نیچے کے کھیت میں پھیلا کر ڈال دے۔ پھر کھیت بنائے۔ اسی طرح تیسرے کھیت کی اوپر کی مٹی دوسرے کھیت میں۔ چوتھے کی تیسرے میں ڈالتے جائیں۔ آخری کھیت میں سب سے پہلے کھیت کی جو اوپر کی مٹی تھی وہ پھیلائی جائے گی ایسا کرنے سے اوپر کی جو اچھی اور زرخیز مٹی ہوتی ہے وہ نیچے گہرے میں دبنے نہ پائے گی۔ نیچے کی زمین سے اوپر کی زمین کہیں زیادہ زرخیز ہوتی ہے۔ اگر اچھی مٹی ہی نیچے دب گئی تو پودھا کیسے اچھا اُٹھ سکتا ہے۔ پودے کی زیادہ جڑیں زمین کے بالائی حصے میں ہی رہتی ہیں۔ کھیتوں کی ڈھال پہاڑ کی طرف ہونی چاہئے تاکہ ان کی مٹی بہنے نہ پائے۔ برسات کا فضول پانی نکالنے کے لئے کھیتوں کے اندرونی حصوں میں نالی بنا لینی چاہئے۔

اس کے بعد پھر اس بات کو طے کرنا چاہئے کہ پودوں کو کس فاصلے پر لگائیں۔ بہت لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر دس پودوں کی جگہ میں پندرہ یا بیس پودے لگائیں گے تو پیداوار دونی ہو جائیگی۔ لیکن اُن کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ جو پودے گنجان لگائے جاتے ہیں وہ ہوا اور دھوپ کی کمی ہونے سے پھیلنے کے بجائے سیدھے اوپر اُٹھتے ہیں کیونکہ دھوپ صرف اوپر ہی کے حصے کو ملتی ہے۔ اسکی جڑیں بھی ایک دوسرے کی جڑوں سے مل جاتی ہیں۔ جس سے اُن کو خوراک کم ملتی ہے۔ ایسے پودے نہ تو تندرست ہی ہوتے ہیں اور نہ پھل ہی اچھا دیتے ہیں۔ ان کا پھل سایہ میں رہنے سے نہ تو اچھی طرح بڑھ سکتا ہے اور نہ پک سکتا ہے ایسے پودوں کو بیماریاں بھی بڑی آسانی سے لگ جاتی ہیں۔ بیماریوں کے بچاؤ کے واسطے دواؤں کا چھڑکنا بھی اس میں مشکل ہو جاتا ہے جن پودوں میں کافی فاصلہ رہتا ہے وہ سیدھے اُٹھنے کے بجائے خوب پھیلتے ہیں اور تندرست و مضبوط ہوتے ہیں۔ ایسے پودے گنجان لگائے ہوئے پودوں سے کئی گنا زیادہ پھل دیتے ہیں۔ ہوا اور دھوپ کافی ملنے سے ان پودوں کا پھل قد میں بڑا۔ دیکھنے میں خوبصورت اور کھانے میں ذائقہ دار ہوتا ہے۔ اس لئے پودوں کو گنجان لگانے کے بجائے اگر کچھ زیادہ فاصلے پر ہی لگایا جائے تو اچھا ہے۔

سیب کے پودے اکثر ۲۰ فٹ کی دوری پہ لگائے جاتے ہیں۔ سیب کی بہت سی قسمیں ہیں ان میں کچھ تو ایسی ہیں جن کے پیڑ خوب بڑے ہوتے ہیں۔ اور کچھ ایسی ہیں جن کے پیڑ بہت بڑے نہیں ہوتے۔ جن قسموں کے پیڑ بڑے ہوتے ہیں اُن کو اُس سے کچھ زیادہ فاصلے پر لگانا چاہئے۔ اور جنکے چھوٹے پودے ہوتے ہیں اس سے کچھ کم فاصلے پر۔ اسی طرح مٹی۔ آب و ہوا اور پودوں کی بناوٹ کا خیال کر کے اس لئے کم اور زیادہ فاصلے پر لگانا چاہئے۔ ایک ہی قسم کے پودوں کو لیجئے۔ ان میں سے اگر کچھ پودے زرخیز زمین میں لگائے جائیں تو یہ پودے اُن پودوں سے بڑے ہونگے جو اوسط زمین میں لگائے گئے ہوں۔ جہاں کہیں بھی پودوں کو لگانا ہو

وہاں اگر آس پاس میں کہیں سیب کے پیڑ لگے ہوں تو اُن کا پھیلاؤ دیکھ کر معلوم کر لینا چاہئے کہ پودوں کو کس فاصلہ پر لگائیں اگر آس پاس میں کوئی بغیچہ نہ ہو تو کسی تجربہ کار سے پوچھ کر معلوم کر لینا چاہئے اگر نئی زمین میں جنگل کو کاٹ کر پودوں کو لگانا ہو تو جنگل کے پودوں کا بڑھاؤ دیکھ کر بہت کچھ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس زمین میں پودے کیسے ہوں گے۔ جہاں بانجو کے پیڑ خوب بڑے اور موٹے ہوں تو سمجھنا چاہئے کہ یہاں کی مٹی اچھی ہے۔ اس میں سیب کے پودے بھی خوب اچھے اور بڑے ہونگے۔ اگر بانجو کے پیڑ چھوٹے ہی ہوتے ہوں تو سمجھ لینا چاہئے کہ پودے ایسی زمین میں خصوصاً اچھے نہیں ہوں گے۔ جس فاصلہ پر بھی پود لگانے ہوں۔ اُسی کے حساب سے برابر فاصلے پر سیدھی لائن میں پودوں کے لئے چار فٹ چوڑے اور گہرے خطے گڑھوں میں کھود کر تیار کر لینے چاہئیں۔ خطوں کی مٹی کو دو حصوں میں رکھے اوپر کی مٹی ایک طرف اور نیچے کی دوسری طرف۔ اس مٹی کو کم از کم ۲ یا ۳ ہفتہ اسی طرح کھلا رہنے دینے سے مٹی میں دھوپ و ہوا کے اثر سے بہت کچھ تبدیلی ہو جاتی ہے جس سے اس کی قوت زرخیزی بڑھ جاتی ہے۔ گڑھوں کو کم سے کم پودوں کے لگانے سے دو مہینے پہلے بھر لینا چاہئے تاکہ اچھی طرح سے مٹی گڑھوں میں بیٹھ جائے۔ گڑھوں کی کھدی ہوئی مٹی میں حسب ضرورت ایک یا دو من سڑی ہوئی کھاد اچھی طرح ملا لیں۔ اوپر کے حصے کی مٹی میں نیچے کی مٹی سے کچھ زیادہ کھاد ہونی چاہئے۔ اگر کچھ گڑھوں کی مٹی بہت چکنی و بھاری ہو تو اُس میں بالو اور سڑی ہوئی پتیوں کی کھاد ملا لینی چاہئے جس سے کہ وہ ہلکی ہو جائے اگر بالو ہو تو اس میں چکنی مٹی۔ اکھ و سڑی پتیوں کی کھاد ملا کر ٹھیک کر لینا چاہئے اسکے بعد پھر گڑھوں کو بھرنا چاہئے۔

پہلے نیچے کی مٹی کو آہستہ آہستہ گڑھوں میں بھرے اور پاؤں سے خوب دباتے جائیں پھر اسی طرح سے اوپر کی مٹی کو بھی بھرے۔ گڑھوں کو زمین سے ایک فٹ اونچا بھرنا چاہئے تاکہ برسات سے مٹی بیٹھ کر زمین سے کچھ اونچی رہ جائے۔ گڑھوں کی اوپر کی مٹی کو خوب ہلکی اور بھربھری ہونی چاہئے اس طرح سے گڑھوں کو تیار کر کے پودوں کو لگانے کا خاص مقصد یہ ہے کہ پودے دو تین سال شروع میں خوب بیٹھیں۔ اس کے بعد چاہے مٹی کیسی ہی ہو پودے اس میں اپنی جڑیں پھیلا کر اچھی طرح سے بڑھتے ہی رہتے ہیں۔ اگر کسی بھی سیب شروع میں پودا اچھا نہ ہو تو بعد میں پھر بہت کوشش کرنے پر بھی پودا اچھا نہیں چل سکتا۔

اس طرح گڑھوں کو تیار کرنے کے بعد پھر اسکا فیصلہ کر لینا چاہئے کہ سیب کی کونسی قسمیں لگائی جائیں۔ سیب کی قسمیں عموماً تین حصوں میں تقسیم کی جا سکتی ہیں۔

۱۔ وہ قسمیں جن کا پھل تیار ہونے کے بعد کچے ہی کھائے جاتے ہیں۔

۲۔ جن کا پھل پکا کر کھایا جاتا ہے۔

۳۔ جن کا پھل دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ شروع میں یہ پھل پکا کر کھائے جاتے ہیں۔ دو تین مہینے گودام میں رکھنے کے بعد وہی پھل کچے کھانے کے لائق ہو جاتے ہیں پھر ہر ایک حصے کو موسم کے موافق تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) وہ قسمیں جن کا پھل ماہ جون۔ جولائی میں پک کر تیار ہو جاتا ہے۔ (۲) جن کا پھل جولائی اور اگست میں تیار ہوتا ہے۔ (۳) جن کا پھل ستمبر اور اکتوبر کے شروع میں تیار ہوتا ہے اسی طرح ہر موسم کے پھل رنگ قد و ذائقہ اور ذائقے کے مطابق الگ الگ قسموں میں منقسم ہو جاتا ہے۔ ہندوستانی زیادہ تر انہیں قسموں کا استعمال کرتے ہیں۔ جن کا پھل کچا ہی کھایا جاتا ہے۔ انگریز لوگ تینوں قسموں کا برابر استعمال کرتے ہیں اسلئے یہاں پر انہیں پھلوں کے کچھ نام دئے جاتے ہیں جو پھل کچے ہی کھائے جاتے ہیں۔

(۱) ارلی شانوری۔ (۲) بیوٹی آف واتھ یہ ماہ جون، جولائی میں تیار ہوتی ہیں۔ (۳) تھر گولڈن پیپن۔ (۴) کنگ آف دی پیپنس۔ (۵) کنگ آف ٹام کینس کاونٹی۔ (۶) ٹویلی سی اس۔ (۷) جوناتھن یہ ماہ جولائی اور اگست میں تیار ہوتی ہیں (۸) بالو نیوٹاؤن۔ (۹) رومن بیوٹی:- یہ ستمبر میں تیار ہوتی ہیں۔

اگر چھوٹا چھوٹا بغیچہ بنوانا ہو تو ۶ یا ۷ قسمیں سیب کی ایسی لگانی چاہئے جن سے پھل جون سے لے کر ستمبر تک برابر ملتے رہیں۔ بڑے باغات میں بھی ۸ یا ۱۰ قسموں سے زیادہ قسمیں نہیں لگانی چاہئے۔ بہت سی قسمیں لگانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ ہر ایک قسم کے پودوں کو بلحاظ قسم الگ الگ طریقے سے منتخب کیا جانا چاہئے اور اسی طرح سے اور باتوں کا بھی خیال کر کے ان کی دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے۔ اگر قسمیں تھوڑی ہوں تو اُن کی ضروریات کو آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ اور اسی کے مطابق پودوں کی دیکھ بھال باآسانی اور اچھی طرح سے کر سکتے ہیں۔ اس لئے سیب کی تھوڑی سی اچھی قسمیں لگانی چاہئے انہیں منتخب قسموں کے اگر بہت سی قسموں کے بجائے زیادہ پودے ہوں تو اُن کی دیکھ بھال بھی اچھی طرح سے ہو سکتی ہے۔ اور بازار میں بھی پھل آسانی سے فروخت ہو سکتا ہے۔ ایک قسم کے پھل کافی ہونے سے ان کو قد اور رنگ کے مطابق ۳ یا ۴ حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک حصے کو الگ الگ بازار میں آسانی سے فروخت کر سکتے ہیں کیونکہ خریداران ان قسموں کو بھی اچھی طرح سے پہچان جائیں گے اور ہر ایک قسموں کے اول۔ دوئم اور معمولی پھلوں کے قد و رنگ سے بھی اچھی طرح واقف ہو جائیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خریداران بغیچے سے پھلوں کو بغیر دیکھے ہی جس قسم و جس درجے کے پھلوں کی ضرورت ہوگی منگوا لیں گے۔ اگر ۱۵ یا ۲۰ ہی پودے لگانے ہوں تو دو قسمیں سیب کی کافی ہونگی لیکن یہ قسمیں ایسی چاہئے۔ جن کی بازار میں مانگ ہو۔ پھل خوب دیتی ہوں اور ایک ساتھ ہی پھولتے ہوں اور جن کے کیسر (Pollen) سے ایک دوسرے میں پھل خوب بیٹھتا ہو۔

جس قسم کے پودے لگانے ہوں اُن کو اچھے ذخیرہ والے سے خرید لیں ایک سال کے تندرست پیڑ لگانے کے لئے اچھے ہوتے ہیں دو تین سال کے بھی پیڑ لگائے جاتے ہیں لیکن یہ اتنے اچھے نہیں ہوتے جتنے کہ ایک سال کے۔ کمزور اور بیمار پودوں کو نہیں لگانا چاہئے۔ ذخیرہ میں سے پودوں کو ہوشیاری کے ساتھ نکلوانا چاہئے تاکہ اُن کی جڑیں زیادہ ٹوٹنے نہ پائیں اور نہ اُن میں زخم ہی آنے پائے۔ جن جڑوں میں زخم لگ بھی گیا ہو تو اُن کے جس حصے پر زخم ہو کاٹ کر پھینک دینا چاہئے۔ ایسا کرنے سے جڑوں کو بیماریاں آسانی سے پکڑ لیتی ہیں کیونکہ گہرے زخم جلد نہیں بھرتے۔ جو جڑیں بہت لمبی ہوں اُن کو ضرورت کے

مطابق کاٹ کر چھوٹا کر لینا چاہئے پودے ماہ دسمبر سے فروری تک لگائے جاتے ہیں لیکن دسمبر کے لگائے ہوئے پودے سب سے اچھے ہوتے ہیں۔

پودوں کو گڑھوں میں لگاتے وقت اس بات کا خیال کرنا چاہئے کہ پیڑ کی جڑیں اُسی طرح سے پھیلی رہیں جیسے کہ ذخیرہ میں تھیں۔ جڑوں کو موڑ کر ہرگز نہ لگانا چاہئے ایسا کرنے سے جڑیں زمین سے خوراک اچھی طرح سے نہیں لے سکتیں اگر جڑیں لمبی ہوں گڑھے میں اچھی طرح نہ پھیل سکتی ہوں تو اُن کو موڑنے کے بجائے کاٹ کر کچھ چھوٹا کر لینا چاہئے جڑوں کو اچھی طرح سے پھیلا کر ہلکی مٹی سے دباتے جائیں جب جڑیں مٹی سے کچھ دب جائیں تو پودے کو کچھ نیچے اوپر اٹھا کر ہلا لیں۔ اس کے بعد مٹی سے پودے کے تنے کو اُتنا ہی دبا دیں جتنا ذخیرہ میں دبا تھا پودے کی چاروں طرف کی مٹی کو لکڑی سے ٹھونک کر ٹھوس کر لینا چاہئے۔ اس کے بعد پودوں کے چاروں طرف تھالہ بنا کر خوب پانی دیدینا چاہئے تھالے کو خشک پتیوں یا گھاس سے قریباً ۵ یا ۶ انچ اونچا ڈھک دینا چاہئے ایسا نہ کرنے سے جاڑوں میں پالا مٹی کے اندر گھس کر جڑوں کو مار کر سکھا دیتا ہے اور کبھی کبھی پیڑوں کو اوپر اٹھا دیتا ہے۔ جس سے پودے سوکھ جاتے ہیں۔ تھالے میں پتیاں یا گھاس ڈالنے سے نمی رہتی ہے اور تھالوں میں گھاس وغیرہ بھی بہت کم نکلتی ہے۔ پودوں کو بالکل سیدھا لگانا چاہئے۔ اس طرح سے جب سب پودے لگ جائیں تب پھر ہر ایک پودے کو ڈیڑھ یا دو فٹ کی اونچائی میں کاٹ دینا چاہئے۔ اگر یہ پودے دو تین سال کے ہوں تو ان کی کچھ چنیدہ شاخوں کو گہرا کاٹ کر رکھنا چاہئے اور جن شاخوں کی ضرورت نہ ہو انکو جڑ سے کاٹ کر نکال دینا چاہئے۔ پودوں کو اتنا گہرا کاٹنے کا مطلب یہ ہے کہ جڑیں پودے کے اوپری حصے کو کافی خوراک دے سکیں۔ جب پودے ذخیرہ سے نکالے جاتے ہیں تو بہت کچھ جڑیں ٹوٹ جاتی ہیں اور بہت سی زخم لگ جانے سے خراب ہو جاتی ہیں۔ پھر لگانے پر جڑیں جلدی زمین سے خوراک بھی نہیں پہنچ سکتیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پودے کو اوپری حصے کو جتنی خوراک کی ضرورت ہوتی ہے اُتنی نہیں مل سکتی۔ اس لئے پودے کا اوپری حصہ کاٹ کر کم کر دیا جاتا ہے جس سے باقی حصے کو کافی خوراک ملے اگر پودے کا اوپری حصہ کاٹ کر کم نہ کیا جاتا تو خوراک و پانی کی کمی سے یا تو پودھا خشک ہو جاتا یا بہت کمزور ہو جاتا۔

جانوروں کے نقصان سے پودوں کو بچانے کے لئے جس جگہ پودے لگے ہوں اس جگہ کو باڑ یا تار محدود کر دینا چاہئے۔ اگر پہلے سال گرمیوں میں پودوں کو پانی کی ضرورت ہو تو دو یا تین مرتبہ دیدینا چاہئے۔ پودوں کے لگجانے کے بعد پھر سال اُن کو ٹھیک طور پر دیکھ بھال کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ تھالوں کی سال میں دو یا تین مرتبہ گوڑائی کر کے گھاس وغیرہ سے صاف رکھنا چاہئے۔ اور جب پودوں کو کھاد کی ضرورت ہوتی ہے تب کھاد دینی چاہئے۔

ہر سال جاڑوں میں پودوں کی کاٹ چھانٹ کرنی چاہئے تین چار سال تک پودوں کی شاخ تراشی انکا ڈھانچہ بنانے کے لئے ہوتی ہے اور اس کے بعد کی شاخ تراشی پھلوں کے واسطے ہوتی ہے پودوں کو ۱½ یا ۲ فٹ کی بلندی پر کاٹنے کے بعد ہر ایک سے ۴ یا ۵ شاخیں نکلیں گی۔ ان میں سے تین شاخیں جو پودے کو تین برابر حصوں میں تقسیم کرتی ہوں اُن کو رکھا جائے۔ جاڑوں میں کٹائی کے وقت ان کو ۹ سے ۱۲ انچ کے فاصلے پر کاٹ دے۔ پھر ان شاخوں میں سے دو دو شاخوں کو لیکر مثل پہلے کے ان کو بھی گہرا چھانٹ دیں۔ اس طرح سے تین سال میں ۱۲ شاخیں اور چار سال میں ۲۴ شاخیں اُلٹی چھتری کی طرح پھیلی ہوئی ہو جائیں گی۔ اس کے بعد ہلکی کاٹ چھانٹ ہوتی ہے نہ کہ گہری اور اس کاٹ چھانٹ کا خاص مطلب یہی ہوتا ہے کہ یہ سب شاخیں پھل کی شکل بناتی جائیں۔ ایک سال کے اضافہ کا ½ حصہ چھانٹ کر نکال دے۔ یہ اور باقی ½ حصے کو رہنے دے۔ اگر اس حصے کے اوپر کی ۳ یا ۴ آنکھوں کو چھوڑ کر نیچے کی سب آنکھیں پھلوں کے آنکھوں میں نہ بدلتی ہوں تو دوسرے سال کچھ اور گہرا کاٹنا چاہئے۔ اگر بہت سی چھوٹی شاخیں نکلیں تو ہلکی کاٹ چھانٹ ہونی چاہئے۔ اس کے متعلق محکمہ زراعت کے ہارٹیکلچرسٹ صاحب نے بلیٹن نمبر ۱۴ لکھی ہے اس میں انھوں نے اس مضمون کو بہت اچھی طرح سے سمجھایا ہے۔ اسلئے مضمون ہذا میں شاخ تراشی کا ہی مطلب بتلایا گیا ہے۔ جب تک پودے پھل نہ دینے لگیں۔ تب تک اگر آپ چاہیں تو پودوں کے بیچ کی خالی زمین میں ساگ سبزی پیدا کر سکتے ہیں لیکن اس بات کا خیال رہے کہ پودوں کے آس پاس کی کچھ جگہ بالکل صاف رہے۔ جاڑوں میں نیچے کی کھدائی ہر سال کرنی چاہئے اور تھالوں کو کھود کر پھر نئے سرے سے بنانا چاہئے۔ جاڑوں میں کھدائی کا خاص مقصد یہ ہے کہ جاڑے میں برسات کے پانی کو زمین خوب جذب کر لے جس سے گرمیوں میں زمین کافی نم رہے۔

جب پودے پھل دینے لگ جائیں تو پھر پھلوں کا چھانٹنا۔ وقت پر توڑنا اور توڑ کر بکسوں میں بھر کر بازار میں بھیجنا یہ کام اور بڑھ جاتے ہیں۔ اگر پودوں میں پھل بہت لگ گیا ہو تو توڑ کر کم کر دینا چاہئے۔ ایسا کرنے سے پھلوں کا کافی قدر رنگ بڑھ جاتا ہے جس سے اوّل درجے کے پھل زیادہ نکلتے ہیں اور پودھا بھی ہر سال پھل دیتا رہتا ہے۔ اگر پھلوں کو نہ توڑا جائے تو خوراک کی کمی سے پھل نہ تو قد میں بڑے ہی ہو پاتے اور نہ اُن میں اچھی طرح سے رنگ ہی آتا ہے۔

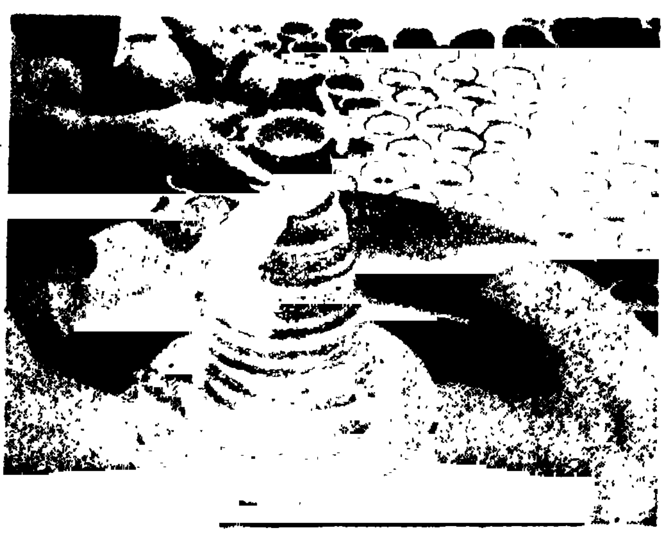
اوّل درجے کے پھل ایسے پودوں سے بہت کم نکلتے ہیں اور ایسے پھلوں کو قیمت بھی بہت کم ملتی ہے۔ پودھا ایک سال خوب پھل دیدینے کے بعد دوسرے سال اگر پھل دے بھی دیا تو بہت کم دیتا ہے۔ ورنہ ہر تیسرے سال پھل دیتا ہے۔ اس لئے پھلوں کا چھانٹنا ضروری ہے۔

تصویروں کا مجموعہ





اپنے ہاتھ کا بنا چھاتا ۔ سنتھال کی عورتیں
بانس اور پتیوں سے بڑے سے
خوبصورت چھاتے بنا لیتی ہیں

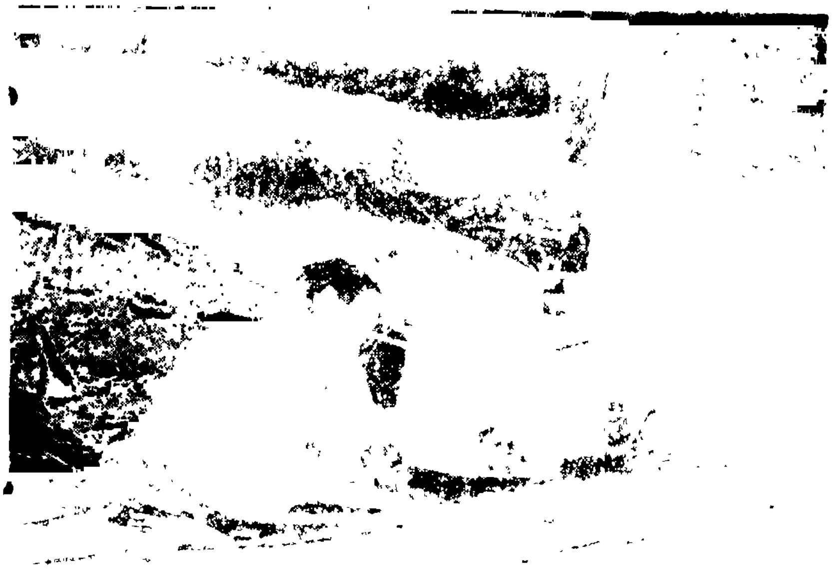


کمہار کا چاک

گگری ناچ ۔ دیہاتوں سے اب شہروں میں بھی جا پہنچا ۔ دہلی کے اندرپرستھ
گرلس کالج کی مشعلہ کما [illegible] لڑکیوں نے یہ ناچ
کالج کی نئی عمارت کے افتتاح
کے موقع پر دکھایا تھا ۔



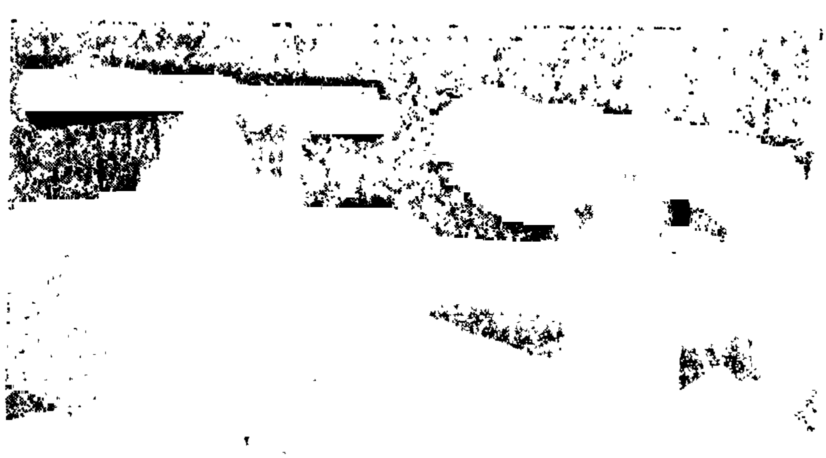
پیاس



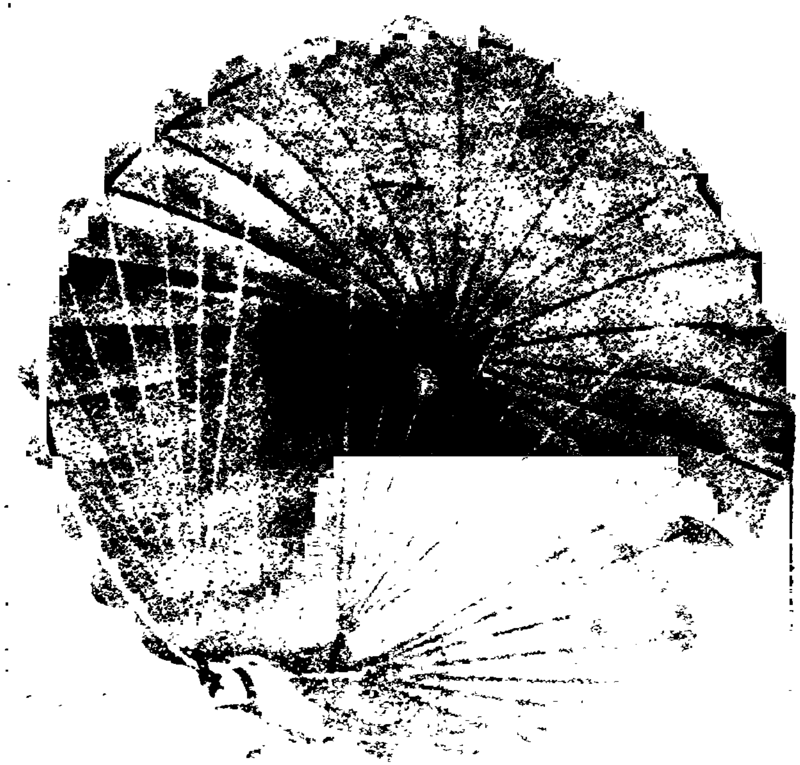
کشمیری عورتیں چٹائی بُن رہی ہیں۔



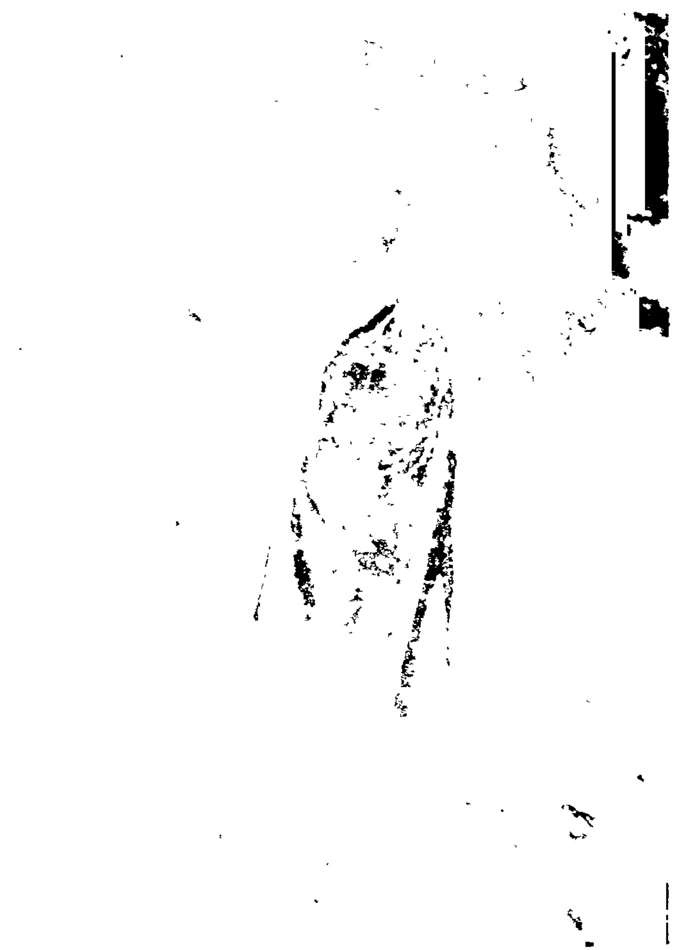
ٹھنڈا پانی



کشمیری عورتیں ہاتھ سے تیار کی ہوئی چٹائیاں بیچنے کے لئے بازار جا رہی ہیں۔



جدید پیراشوٹ کے ذریعے ایک سپاہی نیچے اتر رہا ہے۔



فلم بنانے والے بھی اب دیہاتی زندگی کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔
کماری مقدورم "بودھی" نامی فلم میں۔



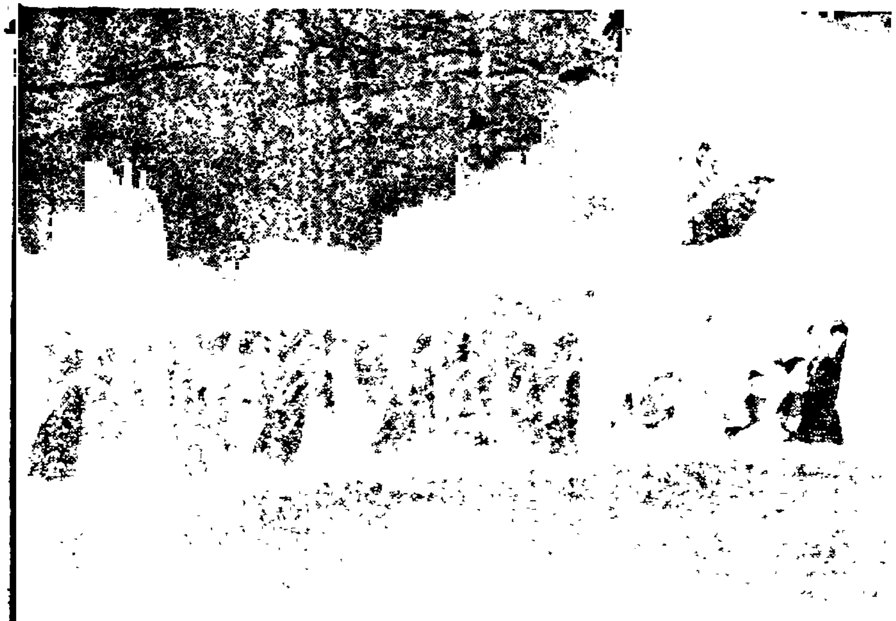
بیل کی نعلبندی



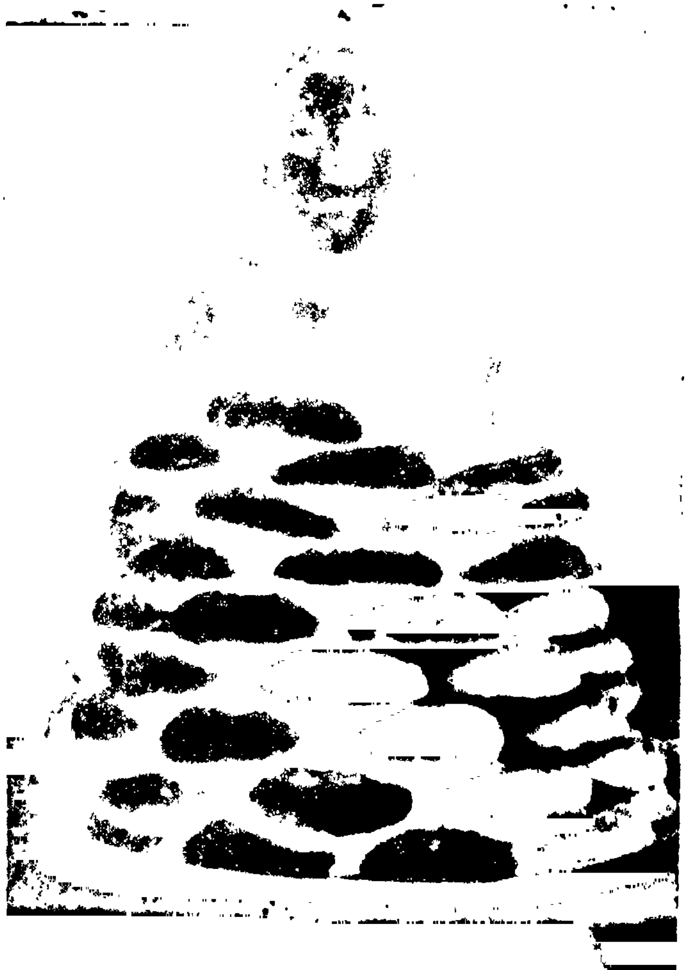
غنیمت ہے کہ ہمارے ملک کی عورتیں ایسے گلا گھونٹنے والے زیور نہیں پہنتیں۔ یہ شمالی برما کی عورتیں ہیں اور اپنی اس حالت سے بہت خوش ہیں۔



دیہاتی باورچی خانہ



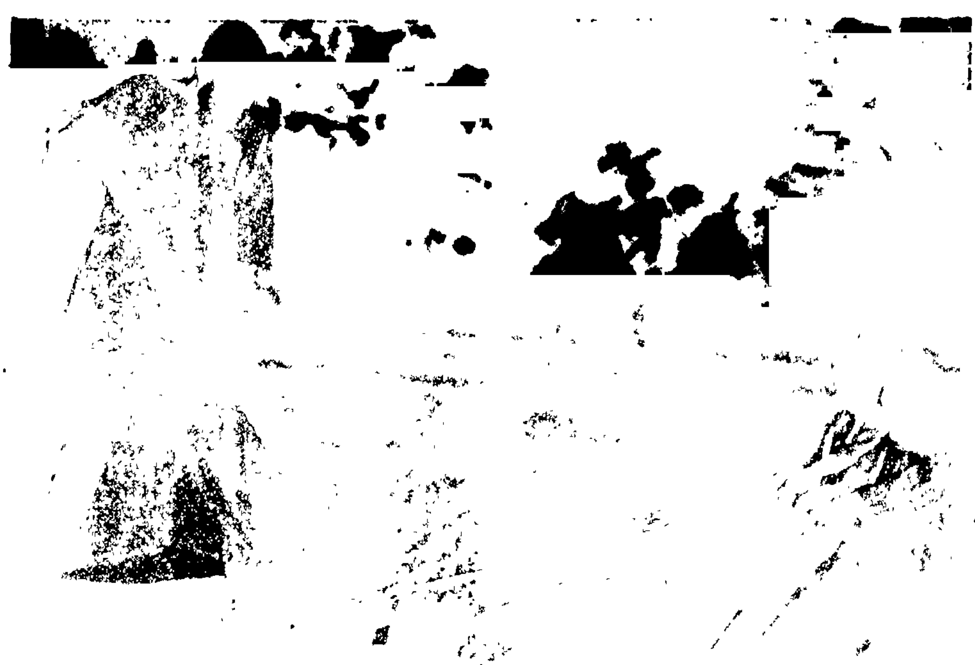
دیہاتی ناچ — اندرپرستھ کالج دہلی کی لڑکیاں اروِن ایمفی تھیٹر نئی دہلی میں دیہاتی رقص کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔



ایک پنجابی روٹی والا



دلہن



ہمارے صوبے میں گاؤں سُدھار

جون سنہ ۱۹۴۰ء کے کام کی تفصیل

اس ماہ محکمہ کی طرف سے یہ خاص کام کیے گئے۔ گاؤں کی پیداوار کی مشترکہ فروخت کے لئے گاؤں میں خوب پرچار کرنا، گھر بنانے میں اصلاح کسانوں کو کفایت شعاری کی تلقین کرنا، مسٹن ہل کی جوتائی پر اچارہ اور گرمی کے لئے کمپوسٹ کی تیاری، خریف کی فصلوں کے لئے اصلاح شدہ طریقوں پر کھیتی کی تیاری، اصلاح شدہ بیجوں کا استعمال، مونگ پھلی اور ترکاریاں جیسی تجارتی فصلیں تیار کرنا کسانوں کو زندگی سُدھار سوسائٹیوں کی طرف سے دیئے جانے والے بیجوں کی وصولیابی کی طرف بھی آرگنائزروں کو دھیان دینا پڑا۔ اس ماہ بہت سی زندگی سدھار سوسائٹیوں نے اپنے سالانہ جلسے کئے جس میں انہوں نے گذشتہ سال کے کاموں کی رپورٹ پیش کی اور سال آئندہ کے لئے پروگرام بنایا!

اس ماہ کا سب سے اہم اور قابل ذکر واقعہ تھا مینی تال کی کمایوں صنعتی نمائش جس کا افتتاح گورنر صاحب یو۔ پی نے ۱۰ جون کو فرمایا تھا۔ یہ پہاڑی لوگوں اور گرمی میں آنے والے باہر کے لوگوں کے لئے دلچسپی کی چیز تھی۔ نمائش کی بیشتر چیزیں کمایوں کمشنری کے مختلف دیہاتوں سے ہی تعلق رکھتی تھیں۔ وہ نہ صرف اس صوبے کی صنعتی ترقی پر روشنی ڈالتی تھیں بلکہ اُن کا نمائش میں کافی پرچار ہوا نمائش مختلف تجارتی صنعتی ترقی میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔

مدرسہ تعلیم بالغان کے استادوں کو ضلعوں کے صدر دفتر میں ۲ ہفتے کی ٹریننگ دیکر دیہاتی مدرسوں میں مقرر کرنے کی اسکیم ۱۳ اضلاع میں عملی طور پر نافذ ہوئی جہاں ٹریننگ اس ماہ کے اختتام تک کامیابی کے ساتھ ختم ہوئے۔ محکمے کے افسروں نے اُمیدواروں کا باقاعدہ امتحان لیا۔ کامیاب امیدواروں کو موزوں سنٹروں میں تعینات کرنے کی تیاری ہو رہی ہے دوسرے ضلعوں کے مدرسہ بالغان میں تعینات ہونیوالے استادوں کے عہدے کے لئے قابل اُمیدواروں کو ٹریننگ دینے کا انتظام ہو رہا ہے۔ جب تک ان اُستادوں کو ٹریننگ دی جاتی رہیگی مدارس بالغان بند رہیں گے۔

بارش کے خیال سے ضلعوں میں تعمیری کام مثلاً۔ کنوؤں کی بورنگ، نئی بندھیاں، کنوئیں، پنچایت گھر اور نمونہ کے گھروں کے بنانیکا کام تیزی سے کیا گیا۔ نئی زندگی سدھار سوسائٹیاں قائم کرنے کا کام تیزی سے نہیں ہو سکا۔ کیونکہ آرگنائزر اُدھار دیئے ہوئے بیجوں کی وصولیابی اور موجودہ زندگی سُدھار سوسائٹیوں کے معائنے اور ان کے کاموں کو آگے بڑھانے میں لگے ہوئے تھے۔

ذیل میں اس ماہ گاؤں سُدھار کے ہونے والے کاموں کے مفصل اعداد درج کئے جاتے ہیں۔

یو پی کی مختلف کمشنریوں میں جون سنہ ۱۹۴۰ء میں ہونے والے گاؤں سدھار کے کاموں کی تفصیل

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
۱۔ تنظیم											
زندگی سدھار سوسائٹیاں											
(الف) جو قائم ہوئیں	۸	۲۴	۱۵	۶	۲۰	۱۵	۴	۴۰	۱۸	۳۴	۱۸۴
(ب) جو رجسٹرڈ ہوئیں۔	۱۱	۱	۴	۱۲	۸	۱۱	۲	۳	۷	۲۷	۸۶
زندگی سدھار یونین قائم ہوئے	۲۷	..	..	..	..	..	..	..	..	..	۲۷
فروختگی کی سوسائٹیاں جو کہ قائم ہوئیں	۱	..	۵	..	..	..	..	..	..	۱	۷
فراہمی کی سوسائٹیاں قائم ہوئیں	۱	..	..	..	..	..	..	..	..	..	۱
دیگر قائم ہونے والی سوسائٹیاں	۱	۲	۱	..	..	..	۳	..	..	..	۷
۲ زراعت۔											
کھاد کے گڈھے کھودے گئے	۴۲۳	۳۶۳	۶۷۱	۷۴۵	۲۲۳	۲۷۱	۱۳۹۷	۱۴۹	۶۷۱	۸۷۰	۵۷۸۳
پیشاب جمع کرنے کے گڈھے بنائے گئے۔	۱۵۲	۴۶	۱۱۶	۴۸۱	۱۳۰	۳۹۶	۵۷۴	۱۸	۳۴	۶۵۷	۲۶۰۴
آبپاشی کے کنوئیں بور یا مرمت ہوئے	۹	۴	۱	۴۱۵	۳۱	۱۴	..	۵	۵	۲۳	۲۵۵
آبپاشی کے لئے کنوئیں کھودے گئے	۷	۵	..	۱۹	۱۷	۷۲	...	۴	۵	۴۵	۱۷۴
تالاب یا بندھیاں بنیں	..	۴	..	..	۲۱	۵	۱۵۷	..	..	۴	۱۹۱
نئے آلات جو گاؤں میں جاری کئے گئے	۳۲	۱۹	۱۳۲	۴۸	۱۴	۱۶	۷۲	..	۱۲۹	۴۲	۵۰۴

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
اصلاح شدہ نسل کے سانڈ چھوڑے گئے	۹	۱۰۴	۱	..	۲۱	--	۱	۴	۶	۸۵	۲۳۱
عمدہ نسل کے مویشی دئے گئے	۴۶	۱۸۰	۲۹۵	۹۶۸	۱۴۷	۶	۱۶۵	..	..	۱۱	۱۸۱۸
بیل آختہ کئے گئے	۵۹	۱۸۵	۱۰۵	۹۴۳	۷۹	۶۶	۲۲	۲۴	۷	۲۳۵	۱۷۲۵
بیمار جانوروں کا علاج ہوا	۲۵۴	۱۹۲۴	۲۲۵	۲۵۴۴	۲۱۹	۱۰۸۸	۸۱۰	۴۷	۱۸۹	۵۴۹	۷۶۶۹
مظاہرے ہوئے	۳	۲	۲۰۰	۲	۷	۶۴	۹	..	۵	۴۵	۴۱۶
نرسریاں کھلیں	..	..	۱۱	..	۴	..	۹	۱	..	۵	۳۵
پھلوں کے پودے لگائے گئے	۷۴	۱۳	۱۹	۱۱۹	۴۹	۵۲۶	..	۱۲	۲۰	۲۳۷	۱۰۶۹
جس زمین میں پھلوں کی کاشت ہوئی (ایکڑوں میں)	۱۲	۲	۵	...	۱	۱۰	..	..	۱	۶	۳۷
ایندھن کے درخت لگے (ایکڑوں میں)	۹۲	.	۳۲	..	..	۱	۱۰	..	۶	۱	۱۴۲
ترقی دادہ بیج دئے گئے (ایکڑوں میں)	۲۶	۵۰۰	۶۵۵	۸۹	۳۵	۱۲۳	..	..	۷	۳۰۰	۱۷۳۵
خریف کے بیج دئے گئے (منوں میں)	۵۰	۵۷	۹۹۴	۱۹	۷۲	۹۵۵	۲۵۲	۱	۴۲۷	۹۵۲	۳۸۳۰
۳۔ صحت عامہ											
جاذب گڑھے بنے	۵۴	۱۰۵	۳۹	۲۵۰	۸۸	۹۷	۱۳۵	۱۱۹	۲۱۷	۴۸۲	۱۵۹۳
روشندان بنے	۲۲۶	۶۰۴	۴۱۹	۲۰۸	۵۲۴	۱۴۸	۳۸۱	..	۲۵۸	۷۶۵	۳۵۴۳
کنوئیں صاف ہوئے	۱۱	۵۱	۶۶	۶۳	۴۳	۵۰	۱۵	۱۴۳	۴۳	۷۴	۵۶۸
عام غسلخانے اور گھیرے	۱	۴۵	۵۹	۵	۱۳	۲۲	۲۹	۱۵	۱۳	۷۰	۲۲۲
نالیوں کی لمبائی (گزوں میں)	۸۶۰	۱۷	۴۲۳	۱۰۹	۱۰۹	۱۰۸	۴۹	..	۵۰	۴۰۹	۲۱۵۱
سور باڑے آبادی سے ہٹائے گئے	۱۷	۲۲	۲۱	۱۷	۹	۱۷	۸	۴۹	۵۱	۵۴	۲۶۸
گھور صاف ہوئے	۱۹۳۲	۲۷۹۶	۲۳۱۴	۴۶۸۶	۲۱۴۹	۱۱۸۰	۲۲۴۱	۳۰۵	۲۵۳۱	۳۷۰۴	۲۳۵۲۹
پاخانے بنے	..	۱۱	۴	..	۱	۲	..	۸۰	۱	۱۶	۱۱۵
پیشاب خانے بنے	..	۷	۷	..	۳۳	۶	۵	۴۵	..	۱۰	۱۱۴
کھنڈر ہموار کئے گئے	۳۲	۱۸۵	۴۱	۵۰	۷۷	۵۷	۳	۲	۱۴	۹۳	۵۵۴
گڑھے پاٹے گئے	۳۵	۴۲	۲۸۶	۱۵۲	۹۳	۱۳۲	۱۵۲	۶	۶۸	۱۸۶	۱۱۵۲
راستے صاف کئے گئے	۱۵۳	۳۰۷	۱۸۸	۲۹۷	۱۶۷	۱۱۴	۱۴۹	۸۲	۹۶	۲۹۵	۱۸۶۸
گاؤں صاف کئے گئے	۱۰۳	۹۰	۱۴۱	۱۴۶	۲۵۶	۱۲۳	۲۹۹	۵۳	۱۶۵	۲۰۹	۱۵۸۵
دوا کے بکس رکھے گئے	۱۳	۳۶	۷۰	۲	..	۳۱	..	۷۳	۹۴۳	۵	۱۱۷۳
مریضوں کا علاج ہوا	۴۲۸۱	۷۸۴۳	۷۲۰۲	۹۲۳۴	۱۰۰۸۶	۲۹۲۴	۷۰۲۸	۱۱۵۲	۷۲۳۳	۱۹۰۷۸	۳۱۶۱
ٹیکے لگے	۲۰	۳۲۵	۱۱۷	۴۰۰	۱۸۴۱	۱۴۳۰	..	۱۲۴۰	۱۰۱	۳۹۳	۵۸۷۴
دائیوں کو ٹریننگ دی گئی	۹	۳	۱۷	۶۲	۱۰	۱۲	۳	..	۱۴	۶۶	۱۹۶
فرسٹ ایڈ ٹریننگ دی گئی	۷۱	۵۰	۴۷	۱۰۵	۱۶	۳۱	۱۰۶	..	۱۰۴	۷۷	۶۰۷
زچہ بچہ خانے کھولے گئے	..	..	..	..	..	..	۱	..	۱	۱	۳
۴۔ اشاعت اور تعلیم											
جلسے ہوئے	۲۶۸	۳۳۷	۵۱۲	۳۵۰	۴۸۵	۲۲۴	۳۸۵	۱۸۱	۵۱۸	۸۱۷	۴۰۷۷
نمائشیں ہوئیں	..	۴	۱	۲	..	۳	..	۱	..	۱	۱۲
ناٹک ہوئے	۹	۱۶	۲۵	۵	۱۰	۴	۷۲	۵	۱	۳	۱۵۰
بھجن منڈلیاں قائم ہوئیں	۲	۱۲	۹	..	۱۴	۱۶	۳۷	۹	۱۳	۴۸	۱۶۰
کتب خانے جاری ہوئے	..	..	۵	۳	۵	۴	۵	..	۷	۵	۳۴
کلب کھولے گئے	۳	۱۸	۶	۱۶	۳۲	۳۹	..	..	۲۹	۵۲	۱۹۵

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کماؤں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
(الف) اسکول بالغوں کے لئے	..	۶	..	۱	..	..	..	..	۶	۴۰	۵۳
(ب) اسکول لڑکیوں کے لئے	۲	۲	..	۷	۵	۵	..	..	۲	۱۲	۳۵
میوادل قائم ہوئے۔	۲	۱۱	۲۳	۱	۳	۲	۴۱	۲	۳	۹	۹۸
اسکاؤٹ اور ماسٹروں کو ٹریننگ دی گئی۔	۴۱	۱۴۶	۳۹	۳۷	۹۳	۲۵	۹	..	۲۶	115	۹۳۴
ریڈیو سیٹ لگائے گئے	..	..	..	۱	..	..	..	..	۶	۱	۸
کھیل اور ٹورنامنٹ ہوئے	۲۳	۱۹	۱۲	۵۲	۵	۴	۴۵	۵	۶	۴	۱۷۵
۵۔ متفرق کام											
پنچایت گھر بنائے گئے	..	۴	..	..	۷	۴	۸	..	۲	۷	۳۱
نمونے کے گھر بنائے گئے	۱	۳	۳۸	۲	۱۵	۲	۸	..	۱	۱۳	۸۳
صنعت و حرفت کی تعلیم دی گئی	۲۷	۱۸۷	۷۹	۷۶	۴۵	۲۶	۲۰	۸	۱۲	۷۵	۵۵۵
آلات دستکاری جاری کئے گئے	۴	۱۱	۲۷	۲	۱۲	..	۱۲	..	۵۸	۴۶	۱۷۲

گاؤں کے گیت

(از شری گیان چندر آرگنائزر گرام سدھار ضلع مرزا پور)

یہاں ہر ماہ کوئی نہ کوئی ایسا گیت چھاپا کرینگے جو کسی نہ کسی ضلع کے دیہاتوں میں رائج ہو۔ ذیل میں جو گیت شائع کیا جا رہا ہے وہ ضلع مرزا پور کی مقبول عام کجلی ہے اور وہیں کی بولی میں لکھی گئی ہے۔

بھیا کے لیتو کھیتیا کے سدھار ہو۔ اب کی ایہی بار ہونا
لازم کھیتی کے بلواؤ۔ کھیتوا آپن اُنھیں دکھاؤ
مسٹن وانکا مانگ جوتواؤ، ہوئے کھیتوا آپن بڑھیا او تیار ہو۔ اب کی ایہی....
پہلے سنئی بیج بوواؤ، دھرتی پلٹن سے جوتواؤ
اوپر ہینگوا نہ چلواؤ، ہفتہ چار پانچ سب خالی تو ینوار ہو۔ اب کی ایہی....
کھدیا گوبر کے بنؤوتہ، گڈھا کھوداؤ کے رکھووتہ
کھیتوا بیچ اُنھیں ڈلووتہ، بخوا ڈیوڑھا لیناسفتی میں تومار ہو۔ اب کی ایہی....
بیا گو دانی سے لے اوتا، لائن میں اوکا بووتہ
نقلی کھدیا ہوت چھتووتہ کیروا ہردی کر کچھو لاکت نہیں تار ہو۔ اب کی ایہی....
گوڑائی کرتا دل سے نت، دسمن ہوتیں دل میں چت
بڑھتے تو نہ رومن میں بت گھسیا کھیتوا سے جو چھیکتا تو کبار ہو۔ اب کی ایہی....
سینچائی میں جو دھرتا دھیان، کبھوں ہوت نہ کچھو نقصان
جرورت بھر جو دیتہ جان، پالا سوکھا کھائیں دونی تو تہ نے کمار ہو۔ اب کی ایہی....
بیا پڑوئی سے چھتوتہ اگوا آپن سکھ بنؤوتہ
منوا کاٹو پر لگووتہ بلوا ہووے سے تو رہتا ہسار ہو۔ اب کی ایہی....
کہتے چندجی للکار، بھتیا سنتا اتنی یار
ملتیا ان سے کئی کچھو تار کریں تو ہرے اور یا جونے گاؤں سدھار ہو۔ اب کی ایہی....



مسٹر چرچل کی ریڈیو پر تقریر

لندن ۱۵ جولائی کل رات ایک تقریر براڈکاسٹ کرتے ہوئے مسٹر چرچل نے فرمایا۔ ہم صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ ہٹلر نے دو مہینے پہلے برطانیہ پر حملہ کرنے کی جو اسکیم بنائی تھی ہماری نئی موسم بہار کا مقابلہ کرنے کے لئے اس کو قطعی طور پر دوبارہ بنانا پڑا ہے ہمیں نہ صرف موسم گرما بلکہ موسم خزاں نہ صرف ۱۹۴۱ء بلکہ ۱۹۴۲ء کے لئے تیار ہو جانا چاہئے اس وقت جنگ کا مدافعانہ پہلو رہا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ اس وقت یہ ایک نئی شکل اختیار کرے گی۔

آج ۱۴ جولائی کو فرانس کے قومی تیوہار کا دن ہے۔ ایک سال پہلے میں نے پیرس میں فرانس کی فوج اور سلطنت فرانس کو دیکھا تھا۔ اس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ ایک برس کے بعد کیا ہونے والا ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ آئندہ سالوں میں کیا ہوگا ایسے وقت میں جبکہ ہم خون میں کھڑے ہوئے انسانی قسمت کے پرت کھلے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ اعتماد ہماری امید اور تسلی ہے۔ اور میں اعتماد کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ ہم میں سے کچھ لوگ اپنی زندگی میں ہی دیکھیں گے کہ ۱۴ جولائی کو فرانس پھر اپنی عظمت سے ہم آغوش ہوگا۔ اس کی شان پھر بحال ہوگی۔ وہ آزادی اور انسانی حقوق کے علم بردار کی حیثیت سے پھر آگے بڑھے گا۔ جب اس دن کا سورج طلوع ہوگا تو فرانس کی روح ہمدردی اور شفقت کے ساتھ ان فرانسیسی مردوں اور عورتوں کی طرف رجوع کریگی جو تاریک سے تاریک وقت میں بھی پبلک کی طرف سے مایوس نہیں ہوئے ہیں۔ اس انتشار میں ہم اپنا وقت تہمت طرازیوں میں ضائع نہیں کریں گے اگر آپ کو اپنے ایک دوست اور رفیق کے ساتھ ساتھ زبردست جدوجہد کرنی پڑی ہو اور آپ کا وہ دوست کاری ضرب کھا کر گر گیا ہو تو



وزیر اعظم برطانیہ مسٹر چرچل

اس بات کا یقین کر لینا ضروری ہے کہ اس رفیق کے ہاتھ سے چھوٹ کر جو ہتھیار گرا ہے وہ مشترکہ دشمن کے وسائل میں اضافہ کرنے کا باعث نہیں بنے گا۔ لیکن تم بدخواہ نہ بنو کیونکہ ہمارا دوست ہر سامی حالت میں پیچ رہا ہے اور یہ شدت کرب کی علامتیں ہیں آپ کو اس کی تکلیف میں اضافہ کرنے کی بجائے صحت کی بحالی کے لئے کام کرنا چاہئے۔ برطانیہ اور فرانس کے مفاد اب بھی ایک ہیں اور اب بھی دونوں کا کاز ایک ہے اور دونوں کا فرض بھی ایک رہے گا تا وقتیکہ ہماری فتح کا راستہ بند نہ ہو جائے۔ جہاں تک ممکن ہے ہم اب بھی حکومت فرانس کے ساتھ نیک نیتی کے ساتھ معاملات کرنے اور سلطنت فرانس کے ان حصوں کو جن کی آزادی برقرار ہے۔ تجارت اور دوسرے طریقوں سے امداد دینے کے لئے تیار ہیں۔ ہٹلر اور ان کے تمام کاموں کے خلاف ہم جو جنگ لڑ رہے ہیں اس کے فولادی تقاضے کے ماتحت ہم اپنے آپ کو اس طرح لیکر چلنے کی کوشش کریں گے کہ

جدوجہد کے راستہ میں ہر سچے فرانسیسی کا دل دکھ کر نکلے اور بھڑک جائے اور نہ صرف فرانسیسی بلکہ یورپ کے تمام پامال شدہ ملک محسوس کریں گے کہ برطانیہ کی ہر فتح یورپ کو بدترین غلام سے آزاد کرانے کی طرف ایک قدم ہوگا۔

ساری باتوں سے یہی دکھائی دیتا ہے کہ جنگ طویل اور سخت ہوگی کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ کہاں تک پہنچے گی ایک بات یقینی ہے۔ نازی گشتاپو بہت دن تک اہل یورپ پر حکمرانی نہیں کریگی اور نہ دنیا شبانہ نفرت اور غلبہ کے اصول کا اپنے آپ کو مطیع بنائیگی۔ اب ہم دشمن کے بدترین غلبہ کا مقابلہ کرنے کے لئے اکیلے رہ گئے ہیں۔ خدا کے سامنے سر نیاز جھکا کر اور یہ جانتے ہوئے کہ ہم کبھی ناکام نہ ہونے والے مقصد کے لئے کام کر رہے ہیں ہم حملے سے جس کا خطرہ لگا ہوا ہے اپنے ملک کو بچانے کے لئے تیار رہیں۔ ہم اکیلے لڑ رہے ہیں مگر صرف اپنے لئے نہیں لڑ رہے ہیں۔

اس زبردست شہر پناہ میں جسے انسانی ترقی کے بڑے بڑے کاموں کا مرکز ہونے کا فخر حاصل ہے اور یہاں مسیحی تہذیب کے گہرے اثرات موجود ہیں جوان سمندروں سے گھرا ہوا ہے جن میں بحری بیڑہ حکمرانی کرتا ہے اور اوپر ہمارا ہوائی جنگی بیڑہ ڈھال بنا ہوا ہے ہم حملہ کے منتظر ہیں ممکن ہے کہ یہ آج رات ہی کو ہو جائے یا آئندہ ہفتے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کبھی نہ ہو لیکن ہمیں اچانک اور شدید حملہ کا مقابلہ کرنے کے لئے مساویانہ طور پر رہنا چاہئے۔ آزمائش خواہ سخت ہو یا طویل ہم سمجھوتہ کرنے کی خواہش نہیں کریں گے ممکن ہے کہ ہماری حالت قابل رحم ہو جائے مگر ہم کسی سے سوال نہیں کریں گے۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر چرچل نے مزید فرمایا کیا یہ بات قابل تعریف نہیں ہے

کہ ہمارے تجارتی اور سامان خوراک لیجانے والے جہازوں پر گذشتہ دس مہینے سے آبدوز کشتیوں اور ہوائی جہازوں کے سخت حملے ہو رہے ہیں لیکن سینکڑوں غیر ملکی جہازوں کے علاوہ جو جنگ کے شروع میں تھے اس وقت ہمارے پاس بہت بڑے وزن کے جہاز موجود ہیں۔ ہماری کوششیں دوگنی ہوجانی چاہئیں اور ہمیں پوری طرح ہر لحاظ سے .... تیار ہوجانا چاہئے۔ اب تک جنگ کا پہلو مدافعانہ رہا ہے مگر اس وقت اس کی شکل مختلف ہوجائیگی۔ ہم ایک تاریک وادی سے گذر رہے ہیں مگر اونچائی پر سورج کی روشنی نظر آرہی ہے۔ میں ایسی حکومت کا سردار ہوں جو ملک کی تمام پارٹیوں ہر طبقہ اور رائے عامہ کے ہر قابل تسلیم فرقہ کی نمایندہ ہے ہم پر قدیم بادشاہت کے تاج کا سایہ ہے ہمیں آزاد پارلیمنٹ اور اخبارات کی تائید حاصل ہے۔

ایسے ہی وقتوں میں قومیں اپنی آزادی کو محفوظ رکھ سکتی ہیں اور جو کاز ان کی حفاظت میں دیا گیا ہے اسے برقرار رکھ سکتی ہیں لیکن اب دنیا کے ہر حصہ میں برطانی نسل کی طاقت اور زندگی پر سارا دارومدار ہے۔ بادشاہوں خاندانوں اور قومی خواہشات کی یہ جنگ نہیں ہے یہ عوام کی جنگ ہے۔ نہ صرف اس ملک میں بلکہ ہر جگہ بہت بڑی تعداد میں ایسے لوگ موجود ہیں، جو اس جنگ میں وفادارانہ جذبات انجام دیں گے۔ لیکن لوگوں کو کبھی یہ معلوم نہیں ہوگا کہ انھوں نے کیا کیا کام کیا اور ان کا کیا نام تھا۔ یہ گمنام جانبازوں کی جنگ ہے۔ سب کو کوشش برابر جاری رکھنی چاہئے۔ ہٹلر کی تاریک لعنت دنیا سے دور ہوجائے گی۔

جرمن پارلیمنٹ میں ہٹلر کی تقریر

گذشتہ ۱۹ جولائی کو جرمن پارلیمنٹ میں ہر ہٹلر نے ایک تکبر سے بھری تقریر کی جو ذیل میں درج ہے:-

میں نے آپ لوگوں کو ایسے وقت میں بلایا ہے جبکہ جرمن قوم ایک خوفناک جد وجہد میں لگی ہوئی ہے۔ میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اہل جرمنی کے روبرو تمام اندرونی واقعات رکھ دوں۔ میں آخری دفعہ ایک بار پھر برطانیہ سے معقولیت کے نام اپیل کرتا ہوں نیشنل سوشلسٹ تحریک کا پروگرام صرف یہی تھا کہ معاہدہ ورسائی کو ختم کردیا جائے جرمنی کے تمام مطالبوں کو برطانیہ اور فرانس کے حکمرانوں کی مرضی کے خلاف پورا کرنا پڑیگا۔

سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے ہر ہٹلر نے کہا "اگر فتح پر یقین رکھنے کا میرے پاس جواز نہ ہوتا تو میں بغیر کوئی مطالبہ کئے برطانیہ عظمیٰ اور فرانس کے سامنے سمجھوتہ کرنے کی تجویز پیش نہ کرتا۔ پُرامن تجویز پر مجھے بُرا بھلا کہا گیا۔ مسٹر چیمبرلین نے دنیا کی آنکھوں کے سامنے مجھ پر تھوکا۔ انگلستان اور فرانس کی مشترکہ مجلس جنگ لڑائی پھیلنے کے امکانات کے لئے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ ادھر میں جرمن فوجوں کو از سرِ نو منظم کرنے میں مصروف تھا۔ موسم خزاں اور سردیوں میں موسم خراب رہا۔ اس کی وجہ سے فوجی کارروائیاں ملتوی کردینی پڑیں۔ سویڈن کے کچے لوہے کو حاصل کرنے کے لئے برطانیہ اور فرانس کی فوجیں ناروے میں اُتر کر سویڈن میں داخل ہو رہی تھیں۔ امیرالبحر کے بے قابو الفاظ سے ہمیں یہ معلوم ہوا کیونکہ جرمنوں کی نقل وحرکت کی خبر سن کر مسٹر چرچل نے برطانی فوجوں کو جہاز سے ساحل پر اُترجانے کا حکم دیا۔

ہٹلر نے کہا "ناروے کا حملہ جرمنی کی فوجی تاریخ میں سب سے نمایاں کارنامہ ہے"

جنگ چھڑنے سے پہلے میجنولائن کو آرپار توڑنے کی اسکیمیں بنائی گئی تھیں۔ لیکن پہلے بلجیم اور ہالینڈ کے خلاف کارروائی کرنے کی ضرورت پیش آگئی سرحد پر فرانس کی قابل لحاظ فوجوں کا اجتماع تھا مگر جرمنی کی صرف تھوڑی سی فوج تھی۔ احتیاط کے ساتھ دیکھ بھال اور غور وفکر کے بعد ہم نے محسوس کیا کہ مئی کے شروع میں انگلستان اور فرانس دھاوا بول دیں گے ۱۹۱۴ء کی اسکیم کے برخلاف میں نے مورچے کے بائیں بازو پر لڑائی کا سارا بوجھ ڈالنے کا انتظام کیا۔ اگرچہ بظاہر ہم اس سابقہ اسکیم پر کاربند تھے۔ اس حکم سے جس میں ساری انگریزی فوج کی تباہی بھی شامل تھی۔ جرمن رہنمائی پر شاندار روشنی پڑی پہلے پہلے فوجوں نے جو حملے کئے وہ پیرس لینے کی غرض سے نہیں بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ سوئٹزرلینڈ کی سرحد میں سے اپنا راستہ نکال لیں۔ تمام جرمن فوجیں عام طور پر بڑھتی رہیں۔ اور یہ حملے کامیاب ہوئے چند دن کے اندر اندر ہمیں برتری حاصل ہوگئی جو کسی وقت بھی ہمارے ہاتھ سے نہیں گئی۔

دشمن کی ہوائی طاقت کو فنا کرنا دشمن کے سلسلہ رسل ورسائل کو تباہ کرنا اور ہوائی چھتریوں سے فوجوں کو اتارنا میرے ہوائی بیڑہ کے فرائض تھے۔ ہمیں جو کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ فوج کے بغیر ناممکن تھی۔

سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے ہر ہٹلر نے کہا کہ "اگر نیشنل سوشلسٹ پارٹی کی سرگرمیاں ہمارے ساتھ نہ ہوتیں تو یہ کامیابی ناممکن تھی۔

ہر ہٹلر نے آگے چل کر کہا کہ جب سے نیشنل سوشلسٹ حکومت قائم ہوئی ہے اس نے اپنے خارجہ پروگرام میں خاص طور سے دو نکتوں کو اپنے پیش نظر رکھا ہے۔ یعنی اٹلی سے حقیقی مفاہمت اور دوستی کرنا اور اسی قسم کے تعلقات برطانیہ کے ساتھ قائم کرنا مجھے اب تک افسوس ہے کہ تمام کوششیں کرنے کے باوجود میں برطانیہ سے دوستی کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ دونوں قومیں اس کی خواہشمند تھیں۔

سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے ہٹلر نے کہا کہ "میں نے برطانیہ سے دوستی کرنے کے مضبوط ارادے کے ساتھ اپنا ندارا نہ کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ جرمن قوم کے دوبارہ جنم لینے کے بعد صرف اٹلی ہی تھا جس کے پاس سے انسانی فہم کی آواز ہم تک پہنچی۔ جب سے جنگ شروع ہوئی۔ اٹلی نے ہمارے دشمن کی مضبوط فوجوں کو اپنی طرف متوجہ رکھا جب مسولینی نے یہ سمجھا کہ اب ہتھیار اُٹھانے کا وقت آپہنچا ہے تو انھوں نے اپنی مرضی سے اس کا فیصلہ کیا جنگ میں اٹلی کے شریک ہوجانے سے فرانس

نے جلدی سے یہ مان لیا کہ جرمنی کی مدافعت بالکل بیکار ہوگی۔

اگر میں مستقبل کے بارے میں کچھ کہوں تو شیخی کے جذبہ میں نہیں کہوں گا۔ میں دوسرے لوگوں کے اعتماد پر چھوڑتا ہوں۔ غالباً جنھیں مسٹر چرچل کو بہت زیادہ اس کی ضرورت ہے جنگ کی رفتار نے ثابت کر دیا کہ میں سچ کہتا ہوں۔

برطانی مدبر کہتے ہیں کہ برطانیہ سالہا سال جنگ میں مبتلا ہو کر مضبوط ہوگا۔ لیکن میں کہوں گا کہ ہم کامیاب ہو کر مضبوط ہوں گے۔ آج ریش کی قومی طاقت پہلے سے بہت زیادہ مضبوط ہے۔ قدرتی طور پر ہم زبردست نقصان کے لئے تیار ہوئے تھے۔ جرمن قوم کی بچی ہوئی قومی طاقت جو جد آزادی کو اور مضبوط کر دیگی۔ بہت سے ڈویژن فرانس سے واپس ہو کر اپنے صدر مقامات کو جا رہے ہیں۔ ہتھیاروں کا نقصان قطعی طور پر ناقابل لحاظ ہے۔

مغرب میں حملہ کرنے سے پہلے ہمارے پاس فوج اور ہوائی بیڑہ کے لئے سامان رسد کی جو کل مقدار تھی اب اس سے کہیں زیادہ ہے۔ شکر ہے اس چار سالہ اسکیم کا جس کی بدولت جرمنی زیادہ سخت آزمائشوں کے لئے تیار ہے۔ دو اہم کچی چیزیں لوہا اور کوئلہ ہمارے پاس انتہائی مقدار میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ جو علاقے ہمارے قبضہ میں آئے ہیں اُن سے بھی فائدوں کے زبردست امکان ہیں۔ اس وقت جرمنی کے بندوبست اور اختیار میں ۲۰ کروڑ آدمی ہیں۔ قابل شکریہ ہیں ہماری وہ تدبیریں جو بروقت اختیار کی گئیں۔ اور اُن کے باعث سامان خوراک کی بہم رسانی کی پوری ضمانت ہے خواہ جنگ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو۔

برطانی سیاست داں پھر اُمید کر رہے ہیں کہ جرمنی اور روس میں علیحدگی اور بیگانگی ہو جائے جہاں تک روس کا تعلق ہے برطانیہ کی یہ اُمید غلط ہے کہ وہ یورپ میں ایک نیا جمود پیدا کر کے اپنی پوزیشن کو بہتر بنا سکتا ہے۔ واقعات



ہرہٹلر

جو شکل اختیار کر رہے ہیں۔ اگر مجھے ان کا یقین ہے لیکن اس کے باوجود میں فرانس اور برطانیہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھائے رکھونگا۔ میں نے کہا تھا کہ کچھ فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہی نقصان ہوگا۔ لیکن اس کا مذاق اُڑایا گیا بہرحال مجھے یقین ہے کہ فرانس کے مدبر اتنے مجرم نہیں تھے۔ جتنا کہ شروع میں لوگ انھیں سمجھتے تھے۔ جنگ جاری رکھنے کے لئے برطانیہ کا عزم مضبوط ہے۔ برطانیہ سے میں ایک آواز سنتا ہوں۔ "آخر تک جنگ جاری رہنی چاہئے"، یہ آواز عوام کی نہیں بلکہ سیاست دانوں کی ہے۔

چند دن ہوئے مسٹر چرچل نے اپنے اعلان کو دہرایا تھا کہ وہ جنگ چاہتے ہیں۔ چھ ہفتے ہوئے انھوں نے اس میدان میں جنگ شروع کی تھی۔ جہاں وہ بظاہر اپنے آپ کو قوی سمجھتے تھے۔ یعنی شہری آبادی پر ہوائی حملے کئے گئے۔ اور بہانہ یہ کیا گیا کہ نام نہاد فوجی اہمیت کے مقامات پر حملے کئے جا رہے ہیں جب سے فریبرگ پر بمباری شروع ہوئی ہے۔ اہمیت کے یہ مقامات کھلے ہوئے شہر بازار اور دیہات ہیں اب تک میں نے انتقامی کارروائی کرنے کا کوئی

حکم نہیں دیا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ صرف یہی میرا جواب ہوگا۔ یا ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ جس دن ہم جواب دیں گے لوگوں پر ناقابل بیان مصیبتوں اور تکلیفوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا۔ لیکن یہ مصیبتیں مسٹر چرچل پر نہیں آئیں گی کیونکہ وہ تو پہلے ہی کینیڈا پہنچ چکے ہونگے۔ جہاں جنگ سے دلچسپی رکھنے والے بڑے بڑے آدمیوں کے بچے جا چکے ہیں۔ بہرحال دوسرے لوگوں پر یہ مصیبتیں ٹوٹ پڑیں گی۔

اگر میں عظیم سلطنت کی تباہی کی پیشین گوئی کروں تو مسٹر چرچل کو یقین کرنا چاہئے۔ اس سلطنت کو تباہ کرنے حتیٰ کہ نقصان پہنچنے تک کا کبھی میں نے ارادہ نہیں کیا۔ بہرحال میں محسوس کرتا ہوں کہ اگر یہ جنگ جاری رہی تو دونوں لڑنے والوں میں سے ایک یا دوسرا بالکل فنا ہو جائیگا۔ ممکن ہے کہ مسٹر چرچل کو یقین ہو کہ تباہ ہونیوالا فریق جرمنی ہوگا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ وہ برطانیہ ہوگا۔ میں اپنے ضمیر کے رو برو اپنا یہ فرض سمجھتا ہوں کہ معقولیت کے نام پر برطانیہ عظمیٰ اور دوسرے مقامات کے لوگوں سے ایک دفعہ پھر اپیل کروں۔ اس وقت میں اپنے آپ کو یہ اپیل کرنے کے قابل سمجھتا ہوں کیونکہ میں ہارا ہوا نہیں ہوں جو امداد تلاش کروں بلکہ ایک فاتح کی حیثیت سے معقولیت کے نام پر بول رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ اس خواہش سے کروڑوں جرمنوں کے دل میں آگ سی لگی ہوئی ہے کہ دشمن سے نپٹ ہی لیا جائے جس نے بلاوجہ دوسری بار ہمارے خلاف جنگ چھیڑ دی ہے۔ مگر مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ گھروں میں بہت سی عورتیں اور مائیں اپنی زندگی کا سارا مال و متاع (اولاد) قربان کرنے کے لئے تیار ہیں مگر اس سے ان کی وابستگی تو قائم ہی ہے۔

ممکن ہے کہ مسٹر چرچل میرے اس بیان کو یہ کہہ کر خارج کر دیں کہ میں نے کسی خوف سے یہ بیان دیا ہے۔ یا مجھے اپنی آخری فتح پر شبہ ہے۔ اس صورت میں بہرحال آئندہ جو کچھ ہونے والا ہے اس کے بارے میں میں اپنے ضمیر کے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں گا

جب ہم گزشتہ دس مہینوں کی طرف نظر کرتے ہیں تو ہم اس دور اندیشی کو دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں جو ایک عظیم کام میں ہماری کامیابی کا باعث بنی۔ اس دور اندیشی سے ہمارے ارادے مضبوط ہوئے۔ اور اس مشکل کام میں ہماری رہنمائی ہوئی۔ یہ محسوس کر کے مجھ پر تو گہرا اثر ہوا ہے کہ دور اندیشی کا تقاضہ یہ ہے کہ میں اپنی قوم کی آزادی اور عزت کو بحال کروں۔

ہر ہٹلر کو لارڈ ہیلی فیکس کا جواب

لندن ۲۲ر جولائی۔ آج شام کو لارڈ ہیلی فیکس نے لندن سے ایک تقریر براڈکاسٹ کی جس میں ہٹلر کی اپیل کا جواب دیا۔

آپ نے کہا۔ ہٹلر نے برطانیہ سے کہا ہے کہ وہ اس کی مرضی کے تابع ہو جائے اس نے جنگ کی ابتدا سے اب تک بڑے بڑے واقعات کو جس طرح توڑ مروڑ کر بیان کیا ہے ان پر تبصرہ کرنے میں وقت ضائع نہیں کروں گا۔ وہ کہتا تو یہ ہے کہ میں برطانی سلطنت کو تباہ کرنا نہیں چاہتا مگر انصاف کی بنیاد پر امن قائم کرنے کے لئے اس نے ایک بھی تجویز پیش نہیں کی اور نہ ہی یہ تسلیم کیا کہ یورپ کی دوسری قوموں کو بھی خود اختیاری کا کوئی حق ہے یہ وہی اصول ہے جس کو ہر ہٹلر نے اکثر جرمنوں کے لئے مانگا ہے۔ اس کی اپیل صرف خوف کے جذبہ پر مبنی ہے اور دلائل محض دھمکیاں ہیں۔ ہٹلر نے جن ملکوں کو کسی نہ کسی بہانے سے غلام بنا لیا ہے ان کے مستقبل کے متعلق اس کی خاموشی اہمیت رکھتی ہے۔

اس کے ذہن میں یورپ کی صاف تصویر یہ ہے کہ ان قوموں پر جنھیں یکے بعد دیگرے آزادی سے محروم کر دیا گیا ہے، جرمنی کی حکمرانی ہو۔ پریزیڈنٹ روزویلٹ اور جنرل سمٹس نے موٹے موٹے خطوط سے ہماری تصویر کا خاکہ کھینچ دیا ہے جو اس سے مختلف ہے۔ ہٹلر



برطانیہ کے وزیر خارجہ لارڈ ہیلی فیکس

نے صاف کہہ دیا ہے کہ وہ جرمنی کی ساری طاقت کو اس ملک کے خلاف حرکت میں لانے کی تیاری کر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ برطانیہ کے ہر حصہ میں بڑے بڑے شہروں میں اور دور دراز کے دیہات میں ناقابل مغلوب ارادے کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ اس امر میں کسی کو شک نہیں ہے کہ اگر ہٹلر کو کامیابی ہو گئی تو ہمارے علاوہ بہت سوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور وہ تمام چیزیں ختم ہو جائیں گی جن کو زندگی کے لئے ضروری بتاتے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ جنگ ہم سے ہر قیمت لے سکتی ہے لیکن ہم جن منصفانہ چیزوں کو بچانے کے لئے لڑ رہے ہیں یہ قربانی ان کے شایان شان ہے۔

ہم نے ہرگز جنگ کی خواہش نہیں کی یقیناً یہاں کوئی شخص ضرورت سے زیادہ ایک دن کے لئے بھی جنگ جاری رکھنا نہیں چاہتا لیکن جب تک ہماری اور دوسروں کی آزادی محفوظ نہ ہو جائے ہم جنگ بند نہیں کریں گے۔

ہم چاہتے ہیں کہ جس طرح ہم چاہیں زندگی بسر کریں اور ہر وقت یہ دیکھنا نہ پڑے کہ کہیں گسٹاپو (جرمن خفیہ پولیس) ہماری باتیں تو نہیں سن رہی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جس طرح ہم چاہیں خدا کی عبادت کریں۔ مذہبی آزادی ضمیر پر مبنی ہے ہم اسے نہیں کھوئیں گے کیونکہ ضمیر ایسی چیز نہیں ہے جو کسی کو دیا جا سکتا ہو۔ جرمنی میں لوگوں نے اپنا ضمیر ہٹلر کے حوالے کر دیا ہے اسی لئے وہ مشین بن کر رہ گئے ہیں اور اچھائی برائی پر غور کئے بغیر وہ محض حکموں کو پورا کر رہے ہیں۔ ہٹلر پر کیا اثرات پڑتے رہے ہیں؟ جب شروع شروع اس کے ہاتھ میں طاقت آئی تو یہ کہتے ہوئے مجھے دکھ ہوتا تھا کہ اس کے مقاصد محدود ہیں۔ اس کا تعلق صرف جرمنی کی فلاح و بہبود سے تھا پڑوسیوں کے خلاف اس کا کوئی مطالبہ نہ تھا مگر بات یہاں تک بڑھی کہ اس نے آج ایک اعلیٰ محافظ کی حیثیت اختیار کر لی ہے وہ ایسے لوگوں کے ذریعہ حکومت کر رہا ہے جن پر اس نے مرکزی اور شمالی یورپ میں اپنا مرجھایا ہوا سایہ قائم کر لیا ہے۔

جنوب میں مسولینی فرانس پر اپنی فتح کے نشہ میں مست ہے حالانکہ اسے اس نے لڑائی سے فتح نہیں کیا اور اب وہ بحیرہ روم کا مالک بننے کا خواب دیکھ رہا ہے۔

ہٹلر تو طاقت ہی کو انسانوں اور ممالک کی قسمت کا فیصلہ کرنے کا معیار سمجھتا ہے۔ جرمنی کے پاس قوت ہے اس لئے اسے ہی فیصلہ کرنا چاہئے کہ قومیں ایک ساتھ کیونکر رہیں گی۔

اگر وہ اس حیثیت کو پسند نہ کریں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس کے خیال میں آدمی کمزور ہے اُسے پامال کیا جاسکتا ہے اور وہ تابعداری کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور وہ جلد اپنے آقا کی اطاعت کرنا سیکھ جائے گا۔ ہٹلر کے نزدیک عہد کا احترام ایک پرانا فیشن ہے اور وہ مدبروں کے شایان شان نہیں ہے قانون کے سامنے مساوات کا سوال اس کے نزدیک لغویت ہے۔ یہ اختیاری ظلم اور جرم اس لئے حق بن گئے ہیں کہ ہٹلر نے انھیں حق ٹھہرا دیا ہے۔

یہ بات عیسائیت کے خلاف اور اس کے لئے ایک بنیادی چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ عیسائی ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ اپنی پوری طاقت سے اس چیلنج کے جواب میں لڑیں۔ برطانوی دولت مشترکہ کے باشندے اور وہ تمام لوگ جنھیں سچائی، انصاف اور آزادی سے محبت ہے، ہٹلر کی اس نئی دُنیا کو ہرگز قبول نہیں کریں گے غلام نہیں بلکہ آزاد آدمی، جرمن غلام نہیں بلکہ آزاد قومیں، قوموں کی ایک برادری جو سب کی بھلائی کے لئے آزادی کے ساتھ تعاون کرے۔ یہ ہیں اس بہتر اور نئے نظام کے ستون جو برطانیہ دُنیا میں دیکھنا چاہتا ہے۔ ہٹلر کی فتح جو عظیم الشان انسانی سانحہ لائیگی مجھے اُمید ہے کہ ہمارا ملک جو آج جنگ کی رہنمائی کر رہا ہے اس سانحہ کو نہیں ہونے دے گا۔

مستقبل کا جائزہ لے کر ہمارے دل کو ڈھارس ہوتی ہے۔ ہٹلر جہاں چاہے سواستکا کا جھنڈا گاڑے لیکن جب تک وہ برطانیہ کی طاقت کو ختم کرے گا۔ اس کی سلطنت کی بنیاد ریت پر ہی قائم رہے گی جن قوموں کو اس نے پامال کیا ہے وہ اپنے دلوں میں اس پر لعنت بھیجتی ہیں اور دُعا کر رہی ہیں کہ ــــ غدا برطانیہ کے مدافعتی قلعوں پر ہٹلر کا حملہ منتشر ہو جائے۔ وہ اس دن کے انتظار میں ہیں جب کہ ہم آگے بڑھ کر اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے یقیناً ہم انھیں مایوس نہیں کریں گے۔

اس وقت حساب کا وہ دن آئے گا جب کہ ہلر کی دیوانہ سکیمیں جو اس نے یورپ کے لئے بنائی ہیں۔ آزادی خواہ لوگوں کے ناقابل فتح جوش سے منتشر ہو جائیں گی اور یورپ کے حدود سے باہر اٹلانٹک پار، جو طاقتور قومیں آباد ہیں وہ ہٹلر کے کاموں کو بڑھتی ہوئی نفرت کے ساتھ دیکھ رہی ہیں۔ امریکہ کے باشندوں نے اس جیولی کے حوالہ کرنے کے لئے اپنا گھر نہیں بنایا ہے۔ انھوں نے اس کے تنگ نظریہ کو جانچ لیا ہے اس کی تعلیم نفرت کی تعلیم ہے اور اس کی پالیسی جابرانہ قوت کی پالیسی ہے بنی نوع انسان کے نام اس کا پیغام یہ ہے کہ بے رحمانہ ظلم کر کے انسانی اسپرٹ کو غلام بنایا جائے یہ معلوم کر کے ہمیں تسلی ہو رہی ہے کہ یہ عظیم لوگ دُعا کر رہے ہیں کہ اس بدمعاش آدمی اور اس کے طور طریق پر ہمیں فتح ہو۔ مسیحیت کی تعلیم دینا اور خدا پر اعتقاد رکھنا ہماری طرح ان کے ملک کی بھی بنیادیں ہیں۔

اپنی تقریر کے خاتمہ پر لارڈ ہیلی فیکس نے تمام لوگوں سے اپیل کی کہ وہ خدا سے دُعا مانگیں کہ وہ اپنے محبوب انسانوں کی حفاظت کرے اور جس کاز کے لئے لڑ رہے ہیں اسے کامیابی بخشے۔ انھوں نے کہا کہ اگر برطانیہ کی طرح امریکہ کے لوگ بھی عیسائی ہیں ان کے عقائد بھی وہی ہیں جو ہمارے ہیں جس طرح ہم خدا پر اعتقاد رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں اس جذبہ کے ماتحت ہمیں عیسائیت کی اس جنگ میں پہلو بہ پہلو لڑنا چاہئیے ہم اور ہماری نوآبادیاں شیطانی قوتوں کے خلاف مستعد ہیں اور مستعد رہیں گی۔ ہم کام کے خطرات اور فتح کی روشنی دونوں کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھیں گے۔ لیکن ہمارے دل خدا کی امداد کے خیال سے مضبوط ہوں اور چونکہ خدا کے پیارے انسانوں کے مفاد کیلئے لڑ رہے ہیں اسلئے فتح ہماری ہوگی۔

مثنوی کیا کہتی ہے؟

مہاتما گاندھی ہریجن میں لکھتے ہیں:۔

دکیا، جناب رستم جی عرف جینا صاحب نے مجھے ایک خط لکھا ہے۔ میں اُسے بجز غی ذیل میں شائع کرتا ہوں۔



مہاتما گاندھی

"ہریجن" کی گذشتہ اشاعت میں دہلی کے ایک خان بہادر کے خط کا جواب دیتے ہوئے آپ نے ایک جملہ لکھا ہے۔ وہ بالکل صحیح ہے وہ جملہ یہ ہے:۔

"مذہب انسانوں کو جدا کرنے کے لئے نہیں بلکہ ملانے کے لئے ہے"

اس جملہ سے مشہور عالم مولانا روم کے الفاظ یاد آتے ہیں یہ الفاظ شاعر نے حضرت موسیٰ کی زبانی کہلائے ہیں۔ خدا حضرت موسیٰ سے کہتا ہے:۔

تو برائے وصل کردن آمدی ــ نہ برائے فصل کردن آمدی

تم اس دنیا میں اتحاد پیدا کرنے آئے ہو نہ کہ نفاق۔

اس جملہ کی خوبیوں کو سمجھنے کے لئے میں سارے قصہ کا ترجمہ ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

"حضرت موسیٰ نے ایک بار ایک گڈریئے کو پکارتے ہوئے دیکھا کہ" اے خدائے بزرگ و برتر، تو مجھے بتا کہ کہاں ہے؟ تاکہ میں تیرا خادم بن سکوں تیرے بھاری بھاری جوتے سیوں اور تیرے بالوں کی کنگھی کروں "تیرے ہاتھ کو چوموں تیرے پیر دباؤں اور تیرے سونے کے لئے فرش پر جھاڑو دوں

"اگر آئندہ تو بیمار ہو تو میرے عزیزوں کی طرح میں تیرے لئے پریشان ہوں"

"اے خدا میں اپنی زندگی، اپنے بال بچے اور اپنی جائداد تجھ پر قربان کرتا ہوں"

"ہاں میری سب بھیڑیں تجھ پر قربان ہیں، پر جب میں اپنی کسی گمراہ بھیڑ کو پکارتا ہوں تو وہ تجھے یاد کرنے ہی کے لئے ہوتا ہے"

گڈریا اس طرح بول رہا تھا۔ حضرت موسیٰ نے اس سے فرمایا۔ "تو کس کے ساتھ بول رہا ہے؟"

اس نے جواب دیا "میں اس کے ساتھ باتیں کر رہا ہوں جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اور جس نے یہ زمین اور آسمان بنایا ہے"

حضرت موسیٰ نے فرمایا "افسوس تو اتنا مغرور اور بے ادب ہوگیا ہے تو اب مسلمان نہیں رہا۔ کافر ہوگیا ہے"

"اگر تو خاموش نہ ہوا تو دوزخ کی آنچ ساری دنیا کو جلا کر خاک کر دیگی"

"بیچارہ گڈریا رنجیدہ ہوکر بولا" اے موسیٰ۔ آپ نے میرا منہ سی دیا۔ جذبۂ ندامت و پشیمانی میرے ضمیر کو جلائے ڈالتا ہے"

اس نے اپنے کپڑے پھاڑ کر چیتھڑے کر ڈالے اور ٹھنڈی آہیں بھرتا ہوا جنگل کی طرف چلا گیا اور اس میں غائب ہوگیا۔

حضرت موسیٰ کے کانوں میں ندائے غیب آئی۔ "تم نے میرے غلام کو مجھ سے جدا کیوں کر دیا؟"

"تم اس دنیا میں اتحاد پیدا کرنے آئے ہو نہ کہ نفاق۔ کیا تم جانتے ہو کہ ہم بیرونی شکل یا الفاظ کو نہیں دیکھتے۔ ہم اندرونی چیز اور اصلی جذبہ کو دیکھتے ہیں"

جیسے ہی حضرت موسیٰ نے خدا کی یہ بات سنی وہ گھنے جنگل میں گڈریئے کے پیچھے بھاگے حضرت موسیٰ نے اسے بیابان میں تلاش کر لیا۔ اور گڈریئے سے بولے "میں تیرے لئے ایک خوشخبری لایا ہوں۔ خدا نے مجھے، تجھ سے یہ کہنے کا حکم دیا ہے کہ اسے مخاطب کرنے میں رسم رواج اور تکلف کو دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ جو تیرے جی چاہے سے دل میں آئے وہی کہنا۔ مثنوی مولانا روم۔

کاش اس حکایت کا راز ہم سب کے دل نشین ہوجائے۔ کیا پاکستان کی بل چل اس واضح حقیقت سے انکار نہیں ہے؟

ہوائی وزیر سر آرچیالڈ سنکلیر کی تقریر

لندن ۱۷ر جولائی۔ سر آرچیالڈ سنکلیر وزیر ہوائی محکمہ نے ایک تقریر براڈکاسٹ کرتے ہوئے فرمایا کہ برطانیہ کے خلاف جرمنی ہوائی سمندری یا برّی جو بھی حملہ کرے گا وہ ناکام رہے گا۔ ہم جس قدر جلدی مدافعانہ طریقہ جنگ کو چھوڑ کر حملہ کرنے لگیں گے اتنی ہی جلدی لڑائی میں فتح حاصل ہو جائے گی اس ماہ کے شروع سے اب تک دشمن کے ۱۰۷ ہوائی جہاز نیچے گرائے جا چکے ہیں ان کے مقابلہ میں برطانیہ کے کل ۴۴ ہوائی جہاز برباد ہوئے کسی روز شاید ہی ایک گھنٹہ ایسا گزرا ہو جبکہ ہم نے دشمن کے علاقہ پر حملہ نہ کیا ہو اور یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جرمنی کے جنگی کارخانوں اور سلسلہ رسل و رسائل کو زبردست نقصان پہنچایا گیا۔

سر سنکلیر نے مزید کہا کہ دشمن کے پاس تعداد میں اب بھی ہم سے زیادہ سامان ہے اور وہ دھمکی دے رہا ہے گو ہم اس سے گھبراتے نہیں ہیں لیکن بہرحال وہ ایک زبردست دھمکی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمیں ان سے کہیں زیادہ سخت ہوائی حملہ کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ جیسے کہ اب ہو رہے ہیں اب تک ہمیں بہت معمولی نقصان پہنچایا جا سکا ہے ہم نے صرف یہیں تک اکتفا نہیں کیا کہ کس طرح دشمن کا حملہ ناکام بنایا جائے بلکہ ہم نے ایسی بھی اسکیمیں تیار کی ہیں کہ دشمن کے ان فوجی مقاموں کو برباد کر دیا جائے جو کہ اس کے بہت کام کے ہیں۔ ہم جرمنی کو سخت نقصان پہنچا رہے ہیں اور پہنچاتے رہیں گے۔

دشمن کے وسیع ساحل کا ذکر کرتے ہوئے سر سنکلیر نے کہا کہ جرمنی برطانیہ پر جرمن اڈوں سے ہی نہیں بلکہ ناروی اڈوں سے حملہ شروع کر سکتا ہے۔ دشمن ڈچ شہروں، بلجیم کی بندرگاہوں یا فرانس کے ساحل سے حملہ کر سکتا ہے۔ ہمیں ان تمام مقاموں کی نگرانی کرنا ہوگی۔

برطانیہ کا بحری سمندری بیڑہ

پنڈت وینکٹیش نرائن تیواری دیش دوت میں لکھتے ہیں:—

۲۵ر مئی کو فرانس کی شکست پر دارالعوام میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ نے کہا کہ "دشمنوں کے ہاتھ میں فرانس کے جنگی بیڑے کے چلے جانے سے برطانیہ اور برطانوی سلطنت کی حفاظت میں بڑی دقت پیدا ہوگئی ہے" اور اٹلی کے ساتھ فرانس کی جو عارضی صلح ہوئی ہے اس کے نتائج پر غور کرنے کے پہلے آیئے ہم اور آپ انگلینڈ، فرانس، جرمنی اور اٹلی کے جنگی بیڑوں پر ایک نظر ڈالیں۔ لیکن یہ اعداد ستمبر ۱۹۳۹ء کے پہلے کے ہیں۔ اس میں کافی ردّ و بدل ہوا ہے۔... کچھ تو نقصان کے باعث اور کچھ جدید تعمیر کے باعث۔

(۱) انگلینڈ

بحری فوج اور جہاز۔

بیٹل شپ	۱۵
ہیوی کروزر	۱۶
لائٹ کروزر	۴۰
ڈسٹرائر	۱۵۸
سب میرین	۵۴
پلین کیریر	۶
	۲۹۲
پرسنیل ایکٹو	۱,۱۵,۰۰۰
ریزرو	۹۰,۰۰۰
کل	۱,۶۵,۰۰۰

جنگی بیڑے کے مددگار ہوائی جہاز ۴۵۰

(۲) فرانس

بحری فوج اور جہاز

بیٹل شپ	۸
ہیوی کروزر	۶
لائٹ کروزر	۱۱
ڈیسٹرائر	۶۲
سب میرین	۸۰
پلین کیریر	۱

کوآپریٹو اسکواڈرن

پرسانل :-

ایکٹو	۷۲,۶۸۶
ریزرو	۴۴,۲۵۰
میزان	۱,۱۶,۹۲۲

(۳) جرمنی

بحری فوج اور جہاز :-

بیٹل شپ	۴
ہیوی کروزر	۵
لائٹ کروزر	۶
ڈیسٹرائر	۴۲
سب میرین	۵۹
پلین کیریر	۲

پرسانل۔

ایکٹو	۵۰,۰۰۰
ریزرو	۲۰,۰۰۰
میزان	۷۰,۰۰۰



بحری وکلیشیئر پراتن تیواری

۱۸- کواپریٹو اسکواڈرن

ہیوی بامبر	۱۲۰ شپ
لائٹ بامبر	۶۲ شپ

(۴) اٹلی

بحری فوج اور جہاز :-

بیٹل شپ	۴
ہیوی کروزر	۷
لائٹ کروزر	۱۵
ڈیسٹرائر	۶۲
سب میرین	۸۰
ایرکریفٹ ٹنڈر	۱
کوآپریٹو اسکواڈرن	۲۶-۱۸۰ شپ

پرسانل :-

ایکٹو	۱,۲۱,۹۵۰
ریزرو	۶۷,۴۰۰
میزان	۱۸۹۰۵۰

فلیٹ ایر آرمی :-

پٹرول پلین	۴۵۰ شپ

آیئے اب ہم اور آپ مذکورہ اعداد و شمار کا دوسری شکل میں مطالعہ کریں۔ فرض کیجئے اٹلی اور جرمنی عارضی صلح میں اپنے وعدوں کے مطابق فرانس کے بحری بیڑوں کو اس جنگ میں شامل نہیں کرتے۔ اس حالت میں برطانیہ اور اسکے دونوں دشمنوں کے جنگی بیڑوں کا تناسب یوں ہوگا۔

	انگلینڈ	جرمنی اٹلی
بیٹل شپ	۱۵	۸
ہیوی کروزر	۱۶	۱۲
لائٹ کروزر	۴۲	۲۱
ڈسٹرائر	۱۵۸	۱۰۵
سب میرین	۵۴	۱۹۹
پلین کیریر	۶	۸

مذکورہ اعداد سے انگلینڈ اور اسکے مخالفوں کی مشترکہ بحری قوت کا مقابلہ قارئین آسانی سے کرسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں اب ہمارے لئے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن فرض کیجئے کہ اٹلی اور جرمنی دونوں ہی اپنے پختہ وعدہ سے کر جائیں تو ان کی بحری قوت میں فرانس کے جنگی جہازوں کے مل جانے سے جو اضافہ ہوگا اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟ یہ ہم ذیل کے اعداد و شمار پیش کرکے قارئین پر واضح کر دینا چاہتے ہیں۔

	انگلینڈ	جرمنی۔ اٹلی۔
بیٹل شپ	۱۵	۱۶
ہیوی کروزر	۱۶	۱۹
لائٹ کروزر	۴۰	۳۲
ڈیسٹرائر	۱۵۸	۱۶۸
سب میرین	۵۴	۲۲۶
پلین کیریر	۶	۴

مذکورہ بالا اعداد و شمار سے یہ ظاہر ہے کہ اگر دشمنوں نے فرانس کے بحری بیڑے کو لڑائی میں شامل کرنا چاہا تو سوائے لائٹ کروزروں کے برطانیہ کے مقابلے میں اور سب جنگی جہاز زیادہ ہوجائینگے۔ اور اس وقت انگلینڈ کی بحری فوقیت ہے وہ خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ یہاں پر یہ ہدایت کر دینا نامناسب نہ ہوگا انگریزی بحری بیڑے میں اُس سے متعلق ممالک کے جہاز بھی جوڑ لئے گئے ہیں یہ امکان ہمیں ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کیونکہ اس کا نتیجہ غیر تشویش ناک ہے۔

× × ×

جرمنی اور اٹلی سے فرانس کی عارضی صلح کی اُن دفعات کی طرف بھی ہم قارئین کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں جنکا اس مضمون کے موضوع سے تعلق ہے تاکہ قارئین کو مسئلے کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

پہلے اٹلی کے ساتھ فرانس کی صلح کو لیجئے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

۱- مشرقی افریقہ میں واقع فرنچ شمالی لینڈ کے بحری ساحل پر جتنے قلعے ہیں وہ غیر مسلح کر دیئے جائیں۔



(برطانیہ کا ایک جنگی جہاز جس میں فوج سمندر کی حفاظت کر رہی ہے)

۲- فرینچ شمالی لینڈ کا بندرگاہ جیبوتی اٹلی کو سونپ دیا جائے اور جیبوتی سے عدیس ابابا تک جو ریلوے جاتی ہے اُس حصّہ کا سارا اختیار اٹلی کو حاصل ہو جائے جو اب تک فرانس کے اختیار میں تھا۔

۳- بحر روم میں جتنے جنگی بیڑوں کے اڈّے اور بندرگاہ ہیں وہ سب غیر مسلح کر دئے جائیں فرانس کے جنگی جہاز بھی غیر مسلح کر دئے جائیں۔ بحر روم میں فرانس کے جن بندرگاہوں کو غیر مسلح کرنے کی اطالوی مانگ فرانس نے منظور کر لی ہے اُن میں تُلاں، برزیت، ایجی تیبوٗ اور اورن کے نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

× × × ×

تُلاں فرانس کے شمالی بحر روم میں واقع ہے۔ یہ بندرگاہ خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہ جنگی جہازوں کی مرمت کا ایک بہت بڑا اڈّا مانا جاتا ہے۔ اورن، ایجیئے اور برزیت یہ بحر روم کے جنوب میں شمالی افریقہ کے مشہور بندرگاہ ہیں۔ جن پر اب تک فرانس کا قبضہ تھا۔

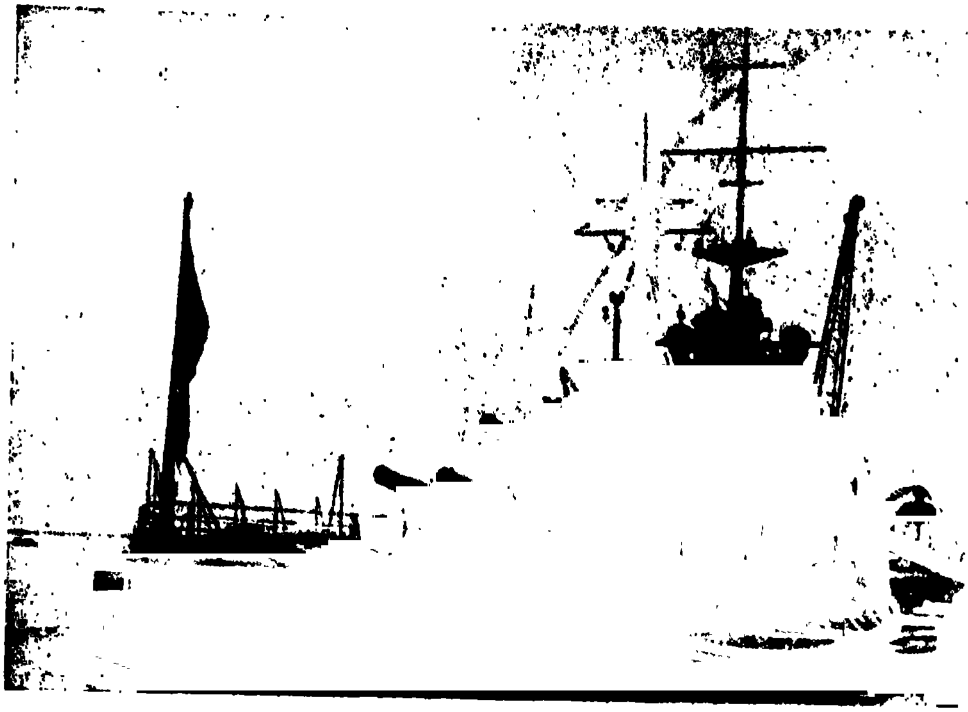
× × × ×

اسی قسم کے شرائط جرمنی نے بھی فرانس سے منظور کرائے ہیں۔ جن کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ فرانس کے مغربی ساحل کے جتنے بحری اڈّے ہیں اُن پر جرمنی کا قبضہ ہو گیا ہے اور ——— اور نہ بحر روم میں، نہ بحر اٹلانٹک میں نہ برٹش چینل میں اور نہ خلیج بسکے میں نہ جنوبی فرانس میں، نہ مغربی فرانس میں اور نہ شمالی افریقہ کی فرینچ نوآبادیات میں۔ انگریزی جہازوں کو کسی طرح سے صلح ہو جانے کے باعث امداد مل سکے گی۔ فرانس کا جنگی بیڑہ غیر مسلح کر دیا جائے گا۔ اٹلی اور جرمنی کے خلاف بحری لڑائی میں اب وہ قطعی حصّہ نہ لے گا۔ اسی سبب سے انگلینڈ کی دفاعی مشکلات بہت بڑھ گئی ہیں۔ لیکن شرائط صلح کے مطابق فرانس مجبور ہے کہ وہ اپنے جنگی بیڑے کے جہازوں کو جس وقت اٹلی اور جرمنی کو سونپے اُس وقت تک اُن جہازوں میں کوئی الٹ پھیر نہ کیا جائے۔ جیسے وہ صلح کے قبل مسلح تھے اسی طرح وہ جرمنی اور اٹلی کے ہاتھ میں مسلح دیئے جائیں۔ مسٹر چرچل نے اس صلح پر اظہار رائے کرتے ہوئے فرمایا "بیشک ہمیں یہ معلوم ہے کہ جرمنی کے ساتھ فرانس کی عارضی صلح کی آٹھویں دفعہ میں جرمنی کا یہ پختہ وعدہ بھی شامل ہے کہ اس لڑائی کے وقت وہ اُن جہازوں کو اپنے فائدہ کے لئے استعمال نہ کرے گا۔ اس وعدے کی حقیقت کیا اُن نصف درجن ملکوں سے دریافت کی جائے جنھوں نے جرمنی کے وعدوں پر اعتبار کیا اور جو آج اُس کے قبضے میں ہیں۔ اس کی مثال عارضی صلح کی دفعہ آٹھ سے ملتی ہے۔ فرانس کے اُن جنگی جہازوں کو اس وعدے سے مستثنیٰ کر دیا ہے جس کی ضرورت فرانس کو ساحلوں کی حفاظت اور سمندر سے سرنگیں ہٹانے کے لئے ہے۔ اس دفعہ کے ماتحت جتنے فرینچ جہازوں کو جرمنی چاہے اُتنے جہازوں کو یہ کہہ کر مسلح حالت میں رکھ سکتا ہے کہ ساحلوں کی حفاظت کے لئے انکی ضرورت ہے۔ نیز عارضی صلح کسی وقت بھی بہانے بازی سے یہ کہہ کر توڑی جا سکتی ہے کہ فرانس نے اُن شرائط کی پابندی نہیں کی۔

مسٹر چرچل نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ فرانس نے عارضی صلح کی اس آٹھویں دفعہ کو قبول کر کے انگلینڈ کے ساتھ اپنے پختہ وعدوں اور معاہدوں پر پانی پھیر دیا ہے کہ کسی بھی حالت میں اس کا جنگی بیڑہ دشمنوں کے ہاتھ میں نہ جانے پائے گا۔ مسٹر چرچل نے یہ بھی منظور کیا ہے کہ برطانیہ عظمیٰ اور سلطنت کی حفاظت کے مسئلے پر عارضی صلح کی دفعہ آٹھ کے مطابق دشمن کے ہاتھ میں فرانس کا چلا جانا بہت بڑا اثر ڈالتا ہے۔ لیکن اس نے اتنا اثر نہیں ڈالا کہ کہا جا سکے کہ اس کی وجہ سے ہار جیت کا فیصلہ ہو گیا۔

× × × ×

سلطنت متحدہ امریکہ کا جو سفیر لندن میں مقیم ہے اس نے ایک عام اعلان میں یہ کہا ہے کہ اب وہ محاصرہ شروع ہونے والا ہے۔ جس کے ذریعے جرمنی اور اٹلی مل کر برطانیہ عظمیٰ کو



(برطانیہ کا ایک جنگی جہاز انگلش چینل میں رات دن پہرا دیتا ہے)

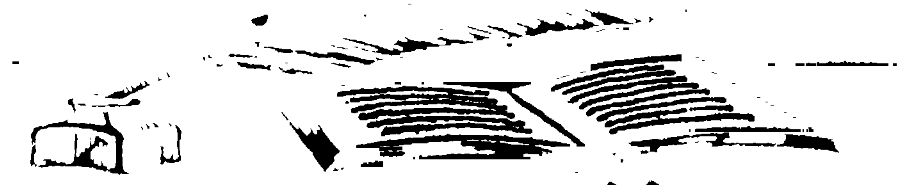
بھوکوں مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ یہ دنیا کی تاریخ میں سب سے بڑا گھیرا ہوگا۔ یہ صحیح ہے کہ انگلینڈ کے جنگی بیڑے کے سامنے نہ تو جرمنی کے جنگی بیڑے ٹک سکتے ہیں نہ اٹلی کے اور نہ دونوں مل کر مقابلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن انگلینڈ کے اوپر ذمہ داری ہے سات سمندروں اور تین براعظموں کی دیکھ بھال کی۔ اُسے ہر مورچہ پر بحری راستوں کو بے خطر رکھنے کے لئے کافی تعداد میں جہازوں کا رکھنا ضروری ہے۔ انگلینڈ کو اگر غیر ممالک سے تجارتی جہاز سامان لیکر نہ پہنچ سکے یا ان کو ایسا کرنے میں جرمنی اور اٹلی آسانی کے ساتھ رکاوٹیں ڈال سکیں تو انگلینڈ کو دوسرے ملکوں کا مال منگانے میں بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر تجارتی جہازوں کا انگلینڈ تک پہنچنا مشکل یا ناممکن ہوگیا تو بلاشبہ انگلینڈ بھوکا مر سکتا ہے۔ اگر اُس نے بے ایمانی کی اور کوئی وجہ نہیں کہ وہ بے ایمانی نہ کرے گا تو وہ انگلینڈ کے خلاف فرانس کا بحری بیڑہ استعمال کر سکتا ہے۔ فرانس والوں نے اپنے معاہدوں کو توڑ کر انگلینڈ کے ساتھ بہت بڑی غداری کی ہے۔ انھوں نے اپنے کل تک کے ساتھی کو ایسا بغلی گھونسہ دیا کہ دوست و دشمن سبھی فرانس کی اس حرکت پر متعجب ہیں۔

x x x x

کیا انگلینڈ بحر روم میں فرانس کے ہٹ جانے کے بعد اٹلی سے مورچہ لے سکے گا؟ کیا اپنے جنگی بیڑے کو وہاں سے ہٹا کر وہ اپنے ساحلوں کی حفاظت کو مقدم سمجھے گا۔ ابھی تک بحر روم میں اُسے فرانس کے جنگی بیڑے کی مدد حاصل تھی۔ اس بیڑے کے غیر مسلح ہوجانے پر یا دشمنوں کے ہاتھ پڑجانے کے باعث تنہا انگلینڈ ہی کو اپنے بیڑوں کو بحر روم اور بحر اٹلانٹک میں یا تو تقسیم کرنا پڑے گا اور اگر وہ بحیرہ اٹلانٹک میں اپنے بیڑے کو رکھنا نہایت ضروری سمجھے گا تو اُسے بحر روم سے اپنے جنگی جہاز ہٹانے کے لئے مجبور ہوجانا پڑے گا۔ یہ مسئلہ اس وقت انگلینڈ کے مدبروں کو پریشان کر رہا ہے۔ اگر بحر روم سے انگریزی بیڑہ ہٹ گیا تو مصر، نہر سویز اور بحر قلزم یا بحر عرب میں اٹلی کا جنگی بیڑہ من مانے کھیل کھیل سکے گا۔

x x x x

ہمارا یہ کامل اعتقاد ہے کہ انگریزی جنگی بیڑہ دُنیا میں سب سے زیادہ طاقتور ہے ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ فرانس میں جو کچھ ہوا اس کو دیکھتے ہوئے بھی انگریزوں کی بحری طاقت اتنی کمزور نہیں ہوئی ہے کہ وہ تنہا جرمنی اور اٹالین جنگی بیڑوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا یا اُسے بحر روم، بحر اٹلانٹک، نہر سویز اور بحر قلزم سے ہٹ آنے کے لئے مجبور ہونا پڑے گا۔ بحری جنگ ہوگی اور گھمسان ہوگی۔ کیونکہ فرانس کی شکست کے بعد مخالف طاقتوں کی بحری قوت میں جو بڑا فرق تھا وہ اب کسی حد تک کم ہوگیا ہے لیکن ان سب کے ہوتے ہوئے بھی انگلینڈ کی بحری طاقت ابھی اتنی کمزور نہیں ہوئی کہ ہم یہ ماننے کے لئے مجبور ہوجائیں کہ اب بحری اقتدار کی باگ ڈور انگریزی جنگی بیڑے کے ہاتھ سے چھن گئی یا عنقریب چھن جائیگی۔



اپنے خیالات

اب کیا ہوگا؟

یورپ کے ایک بہت بڑے حصے پر قبضہ کر لینے کے بعد ہر ہٹلر کے سامنے اب ایک ہی سوال ہے کہ وہ برطانیہ عظمیٰ کو کس طرح اپنے قابو میں کر لے؟ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یورپ میں اُس کا اقتدار اُسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے جب کہ وہ برطانیہ عظمیٰ کو بھی جنگ میں شکست دے۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہی سب سے مشکل کام ہے۔ ابھی تک اُس نے برطانیہ عظمیٰ پر حملہ نہیں کیا۔ فرانس کی جنگ میں جو نقصان ہوا ہے اُس کی تلافی حملے سے پہلے ضروری ہے۔ اِدھر جیسے جیسے وہ حملے میں دیر کر رہا ہے برطانیہ عظمیٰ بھی تیار ہوتا جا رہا ہے۔ غالباً حملہ کرنے کی جرأت نہ ہونے کے باعث ہی ہٹلر نے دھمکی سے کام لینے کی بات سوچی ہے۔

۱۹ جولائی کو اُس نے جرمن پارلیمنٹ میں جو تقریر کی ہے اُسے ہم دوسری جگہ شائع کر رہے ہیں۔ اپنی تقریر میں اُس نے برطانیہ کو دھمکی دی ہے کہ اگر برطانیہ جلد از جلد جرمنی سے صلح نہ کر لیگا تو جرمنی اُسے نیست و نابود کر دیگا۔ آئیے ہم اس بات پر غور کریں کہ ہٹلر کی اس دھمکی میں کہاں تک حقیقت ہے۔

یہ ضرور ہے کہ جب لڑائی شروع ہوئی تھی تو برطانیہ اتنا تیار نہیں تھا جتنا جرمنی تیار تھا برطانیہ اُس وقت صرف بحری قوت میں بڑا تھا جیسا کہ اب بھی ہے۔ جرمنی کی ہوائی طاقت اُس وقت بہت زیادہ تھی لیکن اب انگلینڈ بھی بڑی تیزی سے ہوائی جہاز بنا رہا ہے۔ تعداد میں ممکن ہے کہ جرمنی کے ہوائی جہاز زیادہ ہوں لیکن نئے جہازوں کا ماہوار اوسط جرمنی کا برطانیہ سے زیادہ نہیں۔ اس کے علاوہ جرمنی کے لڑائی کے طریقوں سے بھی برطانیہ بہت کچھ واقف ہو گیا ہے اور اُس نے انگلستان میں جرمنی کے ہر حملے کی مدافعت کی زبردست تیاریاں کر لی ہیں۔ اس وقت جرمنی کے قبضے میں یورپ کے کئی ملک آ چکے ہیں اُن سب ملکوں کے باشندوں کو بغیر فوجی طاقت کے قابو میں نہیں رکھا جا سکتا۔ اس لئے ہٹلر کی فوج کا اُن ملکوں میں مصروف رہنا ضروری ہے۔

پھر ہٹلر نے اب تک جن ملکوں پر حملہ کیا اُن میں اور برطانیہ میں زبردست فرق ہے۔ برطانیہ پر حملہ کرنے کے لئے اُسے سمندر پار کرنا پڑے گا اور سمندر میں برطانیہ کی زبردست بحری فوج کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس کے لئے ہٹلر بالکل تیار نہیں معلوم ہوتا۔ اس کے علاوہ مشرق میں بالکن وغیرہ میں حالات تشویش ناک ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہٹلر برطانیہ پر حملہ کرنے کے لئے آجکل کر رہا ہے تاکہ اُس کا رعب غالب رہے اور انگلینڈ والے خوفزدہ ہو کر کوئی نہ کوئی سمجھوتہ کر لیں لیکن ہٹلر کو لارڈ ہیلی فیکس نے برطانیہ کی طرف سے جو جواب دیا ہے اُس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ برطانیہ آخر تک لڑنے کا مضبوط عزم کر چکا ہے۔ پھر جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے اُس کی تیاری بھی بڑھتی جاتی ہے۔ وزیر اعظم برطانیہ مسٹر چرچل کا خیال ہے کہ سنہ ۱۹۴۲ء تک وہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ جرمنی پر حملہ کریں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس وقت وہ صرف اپنی حفاظت کر سکتے ہیں حملہ نہیں کر سکتے۔ انگلینڈ و امریکہ کے کچھ سیاست دانوں کا یہ بھی خیال ہے کہ جرمنی نے اب انگلینڈ پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے اور وہ صرف انگلینڈ کے ساحلوں اور بندرگاہوں پر حملے کر رہا ہے تاکہ ساحلی علاقوں کے باشندے دہشت زدہ رہیں اور انگلینڈ کا بقیہ دُنیا سے تعلق منقطع ہو جائے۔ اور اس درمیان میں وہ بحر روم میں اٹلی کا اقتدار پائدار بنائے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ جرمنی کو مجبور ہو کر حملہ کرنا ہی پڑے گا۔ خواہ حملہ کا نتیجہ کچھ ہی ہو۔

جنگ کا آخری پانسہ پھینکا جا چکا ہے ہٹلر کی دھمکی کا برطانیہ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ لارڈ ہیلی فیکس نے اُس کا مُنہ توڑ جواب دیا ہے۔ اب ہٹلر کے پاس ایک ہی راستہ ہے کہ وہ انگلینڈ پر حملہ کرے اور اُدھر انگلینڈ ہٹلر کی آؤ بھگت کے لئے تیار بیٹھا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ حملہ آج ہی کل میں جبکہ ہم یہ سطور سپرد قلم کر رہے ہیں ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جرمنی حملہ کرے ہی نہیں۔ لیکن اُس حالت میں انگلینڈ اپنی تیاری کر چکنے پر جرمنی پر حملہ کرے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جرمنی اور انگلینڈ میں بغیر گھمسان لڑائی ہوئے فیصلہ نہیں ہوتا۔

سِکّوں کی کمی

آج کل بازار میں عام طور سے لوگوں کو پانچ اور دس روپئے کے نوٹ بھنانے میں دقت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے کافی تعداد میں نوٹوں کے سکّے بھنا کر زمین کے اندر گاڑ دئے ہیں جب سے لڑائی شروع ہوئی تب سے ریزرو بینک سے ۴۲ کروڑ روپئے نکالے جا چکے ہیں اور اُن روپیوں میں سے ابھی کچھ بھی واپس ہو کر بینک میں نہیں پہنچے۔ سرکاری حلقوں کی اطلاعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرکار کے اسٹاک میں چاندی کی کمی نہیں ہے۔ لیکن جس تیزی سے سکوں کی مانگ ہے اُس تیزی سے ٹکسالوں میں سکوں کی ڈھلائی نہیں ہو سکتی یہ بھی خبر ہے کہ حکومت ایک روپئے اور ڈھائی روپئے کے نوٹ جاری کرنے والی ہے۔

مصیبت کے وقت میں صرف صبر و استقلال ہی انسان کا سب سے بڑا مددگار ہوتا ہے۔ سکوں وغیرہ سے اُس کی کوئی مدد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ منظم حکومت کے نہ ہونے سے عوام اپنے جان مال کی حفاظت

نہیں کر سکتے۔ ہمارے ملک کو کسی طرف سے کسی قسم کے حملے کا خطرہ نہیں ہے لیکن اگر خدا نخواستہ ایسا موقع آیا بھی تو اس سے لوگ تبھی محفوظ رہ سکتے ہیں جب فوجی حیثیت سے اس کا مقابلہ کر سکیں ورنہ جمع کرنا یا بھاگنا تو مصیبت کو اور بڑھا دیگا۔

کسان کسرت کیوں کریں؟

ایک آرگنائزر صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ گذشتہ سال میں نے اپنے سنٹر کے گاؤں میں اکھاڑا قائم کرنے کی کوشش کی۔ برسات کے دنوں میں اکھاڑہ تیار ہو گیا۔ پہلے اس میں کچھ لڑکے اور نوجوان شریک ہوئے بعد میں ان کی تعداد دن بدن کم ہوتی گئی اور اکھاڑہ بند کرنا پڑا۔ اکھاڑے میں شریک ہونے کے لئے میں نے دروازے دروازے جا کر نوجوانوں سے درخواست کی۔ ان کا جو جواب مجھے ملا ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ صاحب ہم کسان لوگ اپنے کام ہی سے تھک جاتے ہیں کبھی کبھی تو ہمیں دن دن بھر اور رات رات بھر کھیت میں کام کرنا پڑتا ہے کام سے تھوڑی بہت جو فرصت ملتی ہے اس میں ہم کسرت کریں یا آرام کریں اگر ہم اس وقت بھی آرام نہ کریں اور کسرت کیا کریں تو یقیناً ہم بیمار پڑ جائیں گے۔ کسرت کی تو دراصل ان کو ضرورت ہے جن کو کوئی اور کام نہیں ہوتا یا جو کاہلی کے سبب دن بھر اپنے گھر میں بیٹھے رہتے ہیں۔

اس پر آرگنائزر صاحب نے اپنی رائے بھی ظاہر کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ واقعی کسان اپنے کھیت کے کام ہی سے اتنے تھکے رہتے ہیں کہ ان سے کسرت کرانا اور ان سے کسرت کرانا ان کا مذاق اڑانا ہے۔ میرے خیال میں ان کے لئے کسرت ضروری نہیں ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ اکھاڑے کی اہمیت سے آرگنائزر صاحب پوری طرح واقف نہیں ہیں۔ کام اور کسرت دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ کام اس لئے ہے کہ انسان کو روزی ملے۔ کسرت کی ضرورت اس لئے ہے کہ انسان کا جسم کام کرنے کے قابل بنا رہے۔ باقاعدہ کسرت کرنے سے جسمانی قوت بڑھتی ہے اور جسم میں کام کرنے کی چستی آتی ہے۔ یہ ضروری ہے کہ کسان کو اتنی کسرت کی ضرورت نہیں ہے جتنی پہلوان کو۔ لیکن پھر بھی ان کو تھوڑی کسرت کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح مشین کو ٹھیک رکھنے کے لئے تیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسرت سے جسم میں تازگی آتی ہے اور چستی آتی ہے۔ اکھاڑہ ملنے کی جگہ ہے۔ آپس میں ملنے سے ہر ایک کے ساتھ کسرت کرنے سے نہ صرف جسم بلکہ دماغ بھی تازہ ہوتا ہے۔ جو کسان بھائی ہمارے ان سطور کو پڑھیں گے اور کسرت شروع کریں گے وہ ضرور ہمارے قول کی حقیقت محسوس کریں گے۔ آرگنائزروں اور قارئین "بل" سے ہم درخواست کریں گے کہ وہ اکھاڑے کی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ پرانے زمانے میں ہمارے ملک کے کسان کیا محنت نہیں کرتے تھے؟ لیکن اس وقت ہر گاؤں میں اکھاڑہ ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی تھکتے نہیں تھے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے کسان بھائی اپنے بزرگوں کی اس خوبی کو نہ چھوڑیں گے۔



ضلع فیض آباد کے ایک گاؤں کا اکھاڑہ

گاؤں سدھار کتب خانوں کے لئے اخباروں کا نیا انتظام

سال گذشتہ تک گاؤں سدھار کتب خانوں کے لئے محکمہ گاؤں سدھار یو۔ پی۔ کی طرف سے اخبارات کا مفت انتظام تھا۔ محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے پرتاپ، آج، اسینک، ہریجن سیوک، مدینہ، پیام تعلیم، انیس وغیرہ ۱۲ سہ روزہ، ہفتہ وار اور ماہوار اخبار و رسالے بھیجے جاتے تھے۔ اس سال اس انتظام میں اس غرض سے تھوڑی سی تبدیلی کی گئی ہے کہ گاؤں والوں میں گاؤں سدھار کے دیگر کاموں کی طرح اخباروں کے معاملے میں بھی خود اعتمادی کا جذبہ پیدا ہو۔ گاؤں سدھار کتب خانوں کے لئے اخباروں کا انتخاب پہلے ایک سرکاری کمیٹی کرتی تھی۔ اب یہ انتخاب خود گاؤں والوں کے اوپر چھوڑ دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی وہ نصف چندے کی ذمہ داری بھی لینے کے لئے تیار ہوں گے۔

سرکاری حلقوں کا گذشتہ سال کا یہ تجربہ ہے کہ گاؤں سدھار کتب خانوں کے باعث اخباروں کی مانگ بہت بڑھی ہے۔ صوبے کے کونے کونے سے ماہوار، ہفتہ وار اور روزانہ اخباروں کی مانگیں آئی ہیں۔ اس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ گاؤں والوں میں خبریں پڑھنے کا کافی شوق پیدا ہوگیا ہے' لیکن یہ شوق واقعی ہے یا مفت اخبار ملنے کی وجہ سے۔ یہ اسی وقت معلوم ہو سکتا ہے جب گاؤں والے اس سلسلے میں کچھ خرچ کرنے کو بھی تیار ہوں کیونکہ گاؤں والے کسی بات پر اسی وقت کچھ خرچ کرنے کو تیار ہوسکتے ہیں جب اس کے فائدے کے وہ قائل ہوجائیں۔

اسی مقصد سے افسر صاحب گاؤں سدھار جناب منوہر داس چترویدی نے حکومت کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ گذشتہ سال کا چندہ ختم ہوتے ہی پہلے کوارٹر سے اخباروں کی مفت تقسیم بند کردی جائے اور آئندہ نصف قیمت پر پرچے دئے جائیں یہ رعایت صرف انھیں گاؤں والوں کے لئے ہوگی جنھوں نے اپنی زندگی سدھار یا کثیر المقاصد کوآپریٹو سوسائٹیاں بنائی ہیں۔ چترویدی جی موصوف نے یہ بھی سفارش کی ہے کہ کون سا اخبار خریدا جائے، اس کا فیصلہ خود گاؤں والے کریں۔ جس اخبار یا رسالے کے حق میں پنچایت میں زیادہ ووٹ آئیں وہی خریدا جائے۔ زندگی سدھار سوسائٹی کا سکریٹری سوسائٹی کے ممبروں سے نصف چندہ جمع کرکے باقی نصف چندے کے لئے ضلع کی ورکنگ کمیٹی سے درخواست کرے گا۔ درخواست کے ساتھ وہ پنچایت کی تجویز اور اخبار کا نام بھی بھیجے گا۔ ضلع کی ورکنگ کمیٹی ضروری اخبار منگائیگی اور نصف چندہ ادا کریگی۔ یہ چندہ فی گاؤں ساڑھے تین روپئے سے زیادہ نہ ہوگا۔

اس کام کے لئے حکومت نے ۱۵،۵۷۰ روپیہ منظور کیا ہے۔ اتنا ہی چندہ گاؤں والے بھی جمع کرینگے اور گاؤں سدھار کتب خانوں میں ۳۱،۰۴۰ روپیہ کے اخبار خریدے جاسکیں گے۔ گذشتہ سال حکومت نے صرف ۱۵۱۴ روپئے دئے تھے اس کام میں کس ضلع میں کتنا روپیہ صرف کیا جاسکتا ہے یہ فہرست ذیل سے معلوم ہوگا۔ یہ فہرست یکم مارچ ۱۹۴۰ء تک کی رجسٹرڈ زندگی سدھار سوسائٹیوں کے مطابق مرتب کی گئی ہے۔

نام ضلع	یکم مارچ ۱۹۴۰ء تک رجسٹرڈ زندگی سدھار سوسائٹیاں	ساڑھے تین روپئے کے حساب سے امدادی رقم	اس کا نصف
۱۔ آگرہ	۹۴	۳۲۹	۱۶۵
۲۔ علیگڈھ	۱۰۱	۳۵۴	۱۷۷
۳۔ الہ آباد	۱۱۳	۳۹۶	۱۹۸
۴۔ الموڑہ	۲۵	۸۸	۴۴
۵۔ اعظم گڈھ	۱۷	۶۰	۳۰
۶۔ بہرائچ	۷۳	۲۵۶	۱۲۸
۷۔ بلیا	۶۱	۲۱۴	۱۰۷
۸۔ باندہ	۶۵	۲۲۸	۱۱۴
۹۔ بارہ بنکی	۵۹	۲۰۷	۱۰۴
۱۰۔ بریلی	۱۶۰	۵۶۰	۲۸۰
۱۱۔ بستی	۴۲	۱۴۸	۷۴
۱۲۔ بنارس	۳۱۳	۱۰۹۶	۵۴۸
۱۳۔ بجنور	۱۰۱	۳۵۴	۱۷۷
۱۴۔ بدایوں	۱۲	۳۲۲	۱۶۱
۱۵۔ بلند شہر	۳۲	۱۱۲	۵۶
۱۶۔ کانپور	۱۲۸	۴۴۸	۲۲۴
۱۷۔ دیرہ دون	۲۹	۱۰۲	۵۱
۱۸۔ ایٹہ	۵۷	۲۰۰	۱۰۰
۱۹۔ اٹاوہ	۲۵۷	۹۰۰	۴۵۰
۲۰۔ فرخ آباد	۱۲۸	۴۴۸	۲۲۴
۲۱۔ فتح پور	۶۹	۲۴۲	۱۲۱
۲۲۔ فیض آباد	۱۴۳	۴۳۱	۲۱۶
۲۳۔ گڑھوال			
۲۴۔ غازی پور	۱۰۸	۳۷۸	۱۸۹
۲۵۔ گونڈہ	۳۴	۱۱۹	۶۰
۲۶۔ گورکھپور	۴۴	۱۵۴	۷۷
۲۷۔ حمیر پور	۷۶	۲۶۶	۱۳۳
۲۸۔ ہردوئی	۱۹۵	۶۸۶	۳۴۳
۲۹۔ جالون	۹۲	۳۲۲	۱۶۱
۳۰۔ جونپور	۱۲۰	۴۲۰	۲۱۰
۳۱۔ جھانسی	۲۶	۹۱	۴۶
۳۲۔ کھیری	۸۸	۳۰۸	۱۵۴
۳۳۔ لکھنؤ	۱۰۶	۳۷۱	۱۸۶
۳۴۔ مین پوری	۱۳۷	۴۸۰	۲۴۰
۳۵۔ میرٹھ	۴۵	۱۵۸	۷۹
۳۶۔ مرزاپور	۱۵۰	۵۲۵	۲۶۳
۳۷۔ مرادآباد	۱۴۸	۵۱۸	۲۵۹
۳۸۔ متھرا	۳۸	۱۳۳	۶۷
۳۹۔ مظفرنگر	۳۵	۱۲۳	۶۲
۴۰۔ نینی تال	۴۶	۱۶۱	۸۱
۴۱۔ پرتاب گڑھ	۱۴۵	۵۰۸	۲۵۴
۴۲۔ پیلی بھیت	۱۰۳	۳۶۱	۱۸۱
۴۳۔ رائے بریلی	۱۰۰	۳۵۰	۱۷۵
۴۴۔ سہارنپور	۴۷	۱۶۵	۸۳
۴۵۔ شاہجہانپور	۸۸	۳۰۸	۱۵۴
۴۶۔ سیتاپور	۸۳	۲۹۱	۱۴۶
۴۷۔ سلطانپور	۱۵۳	۵۳۶	۲۶۸
۴۸۔ اناؤ	۸۲	۲۸۷	۱۴۴
میزان	۴،۴۲۸	۱۵،۵۱۰	۷۶۳-

درحقیقت گاؤں والوں میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کرنے میں یہ انتظام بڑا مددگار ہوگا۔

دیہاتوں میں درخت لگانا

افسر صاحب گاؤں سدھار جناب منوہر داس چترویدی نے ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سبھی سکریٹریوں کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیجکر اس بات کی ہدایت کی ہے کہ گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی درخت لگانے کیلئے

گاؤں کے لوگوں کو ترغیب دی جائے۔ جیسا کہ چترویدی جی فرماتے ہیں درخت لگانے کا بہترین وقت برسات کا موسم ہے۔ درخت لگانے سے جہاں گاؤں والوں کو جلانے کے لئے ایندھن اور مکان بنانے کیلئے لکڑی ملیگی وہاں انھیں گرمی میں سایہ بھی ملیگا۔ ہر گاؤں میں جتنے کچھ نہ کچھ زمین بیکار پڑی رہتی ہے۔ ایسی ہی زمین درخت لگانے کیلئے موزوں ہے۔ عموماً گاؤں والے یہ خیال رکھتے ہیں کہ کنوئیں بنانے اور تالاب کا کھدوانا اور درخت لگانا ہر شخص کا مذہبی فرض ہے۔ آرگنائزروں کو چاہئے کہ اس خیال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان سے درخت لگانے پر اصرار کریں۔ اچھی طرح کہنے سے گاؤں والے درخت لگانے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ کیونکہ انکو اس بات کا پہلے سے خیال رہتا ہے۔

چترویدی جی نے اس سلسلے میں کئی تجویزیں پیش کی ہیں آپکا قول ہے کہ چار من گوبر سے ایک من اُپلا تیار ہوتا ہے جو جلانے میں نصف من ایندھن کے برابر ہوتا ہے۔ اسطرح گاؤں میں ایک من ایندھن تیار کرنے سے آٹھ من گوبر بچایا جا سکتا ہے جو کھیتوں میں بطور کھاد کے استعمال ہو سکتا ہے۔ سرسری طور پر غور کرنے پر ہم دیکھیں گے کہ ہر سال ۱۵ کروڑ من گوبر اس صوبے میں ایندھن کی شکل میں پھونک دیا جاتا ہے۔ اگر لوگ دیہاتوں میں ایندھن اور چارے کے درخت جگہ بہ جگہ لگا دیں تو انھیں نہ صرف ایندھن چارہ اور لکڑی ہی ملیگی بلکہ مٹی کا کٹنا بند ہو جائیگا اور وہ بھی نہ بہے گی۔ چترویدی جی نے ببول، شیشم، جامن جھویا (میرٹھ کمشنری)، ڈھاک (بنجر زمین)، شہتوت، نیم کھیر، املی، دلیں اور دیگر مقامی درخت لگانے کا مشورہ دیا ہے۔ ان میں سے بیشتر درختوں کے بیج سبھی جگہ ملتے جاتے ہیں لیکن جن لوگوں کو بیج نہ مل سکیں یا جنھیں درخت لگانے کے سلسلے میں کوئی دشواری ہو وہ براہ راست فارسٹ ڈیولپمنٹ افیسر یو۔ پی نینی تال سے خط کتابت کریں۔ آرگنائزروں کا فرض ہے کہ وہ گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی دیہاتوں میں درخت لگانے کا کام تیزی سے بڑھائیں، گاؤں والوں کو بیج وغیرہ تلاش کرنے میں مدد دیں اور اس سلسلے میں ہونے والے کاموں کی رپورٹ گاؤں سدھار افسر کے پاس بھیجیں۔

تعلیم بالغان کیلئے متحدہ کیمپ کا انتظام

مدرسان تعلیم بالغان کو ٹریننگ دینے کیلئے جو اسکیم تیار کی گئی تھی اسکے مطابق ہر ضلع سے کچھ مدرسے تعلیم بالغان میں ہدایت پر آرگنائزر بھیجے گئے تھے جنھیں اسکاؤٹنگ کی ٹریننگ مل چکی تھی۔ ٹریننگ پاکر واپس ہو جانے پر آرگنائزروں کو یہ ہدایت دی گئی تھی کہ وہ اپنے ضلعوں میں تعلیم بالغان کے استادوں کے لئے کیمپ کھولیں جن میں استادوں کو تعلیم دیں۔ اس قسم کے کیمپ کئی ضلعوں میں کھولے گئے ہیں۔ کچھ اضلاع سے اس بات کی اطلاع ملی ہے کہ متحدہ کیمپ زیادہ مفید ہو سکتے ہیں۔ اسلئے سہولت اور کفایت کا خیال کرتے ہوئے جناب منوہر لال چترویدی نے کچھ ضلعوں میں متحدہ کیمپ کھولنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ موصوف نے اپنے گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کے سکریٹریوں کے پاس جہاں متحدہ کیمپ کھولے جائینگے اس مضمون کا گشتی مراسلہ ارسال فرمایا ہے۔ آپنے یہ بھی ہدایت دی ہے کہ ایسے اضلاع میں جہاں متحدہ کیمپ نہیں کھولے جائینگے پہلے ہی کی طرح ضلع کیمپ کام کریں گے۔ نئے انتظام کے تحت کھلنے والے متحدہ کیمپ اپنا کام اگست کے پہلے ہفتے تک شروع کر دینگے۔ چترویدی جی نے ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کے سکریٹریوں کو یہ ہدایت بھی دی ہے کہ جن اضلاع میں متحدہ کیمپ کھولے جائینگے وہاں تعلیم بالغان کے استادوں کو تعلیم دینے کے لئے مقرر ہونے والے دونوں ضلعوں کے اسکاؤٹ ماسٹر ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اخراجات وغیرہ کے متعلق متحدہ کیمپ کیلئے کوئی نیا قاعدہ نہیں بنایا گیا ہے اس سلسلے میں ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ متحدہ کیمپ کا خرچ کسی بھی حالت میں دو ضلعوں کو ملنے والی رقم سے زیادہ نہ ہونا چاہئے متحدہ کیمپ میں ٹریننگ پانے والے اُمیدواروں کو سفر خرچ نہ ملیگا۔ ذیل میں ان اضلاع کے نام درج کئے جا رہے ہیں جہاں متحدہ کیمپ کھولے جائینگے۔

متحدہ کیمپ کیلئے ملائے جانیوالے دو ضلعے	ضلع جس میں متحدہ کیمپ کھولا جائیگا
۱- دہرہ دون اور سہارنپور	سہارنپور
۲- مظفر نگر اور میرٹھ	میرٹھ
۳- ایٹہ اور علیگڈھ	علیگڈھ
۴- متھرا اور آگرہ	آگرہ
۵- مین پوری اور فرخ آباد	فرخ آباد
۶- بدایوں اور بریلی	بریلی
۷- فتح پور اور کانپور	کانپور
۸- حمیر پور اور باندہ	باندہ
۹- نینی تال اور الموڑہ	الموڑہ
۱۰- جالون اور جھانسی	جھانسی
۱۱- لکھنؤ اور اناؤ	اناؤ

جیلی کوٹ ایپیری میں شہد کی مکھی پالنے کی تعلیم

محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے کھولے جانیوالے جیلی کوٹ ایپیری میں شہد کی مکھی پالنے کی تعلیم دیجاتی ہے۔ آئندہ مدت تعلیم ۱۵ اگست ۱۹۴۰ء سے شروع ہوگی اور ۴ مہینے تک تعلیم دی جائیگی۔ تعلیم ختم ہونے پر آخری امتحان میں کامیاب ہونے والے طلبا کو سارٹیفکٹ دئے جائیں گے۔ ملازمت دینے کا کوئی وعدہ نہیں کیا جاتا۔ لیکن کچھ ایسے طلبا کو جن کا نتیجہ بہت اچھا تھا ملازمت مل گئی ہے۔ طالب علم کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے ایسے ہی امیدواروں کو ترجیح دی جائیگی جنھوں نے انٹرنس یا اس کے برابر کا کوئی دوسرا امتحان پاس کر لیا ہو۔ یا جو اختتام تعلیم پر شہد کی مکھی پالنا اپنا پیشہ بنائینگے ایسے طلبا کی حوصلہ افزائی کی جائیگی جو صرف شوق پورا کرنے کی خواہش سے تعلیم حاصل کرنی چاہتے ہیں۔ پوری مدت تعلیم کے لئے ہر ایک طالب علم کو بیس روپیہ پڑھائی کی فیس اور کمرہ رہائش کا کرایہ دینا پڑے گا۔ کھانے کا انتظام طلبا کو خود کرنا پڑے گا۔ جیلی کوٹ میں بہت تھوڑی جگہ ہے اور اس بار صرف ۳۰ طلبا کو داخل کرنے کا انتظام کیا گیا ہے طلبا ایپیری کی عمارتوں کے باہر بھی مکان لے کر رہ سکتے ہیں۔ ایسے ہی طلبا داخل کئے جائیں گے جو کھانے وغیرہ کے لئے دس روپیہ ماہوار خرچ برداشت کر سکیں گے۔ پڑھائی کی فیس پیشگی لی جائے گی۔ جو لوگ اس ایپیری میں شہد کی مکھی پالنا سیکھنا چاہتے ہوں وہ ڈائرکٹر جیلی کوٹ ایپیری پوسٹ جیلی کوٹ، ضلع نینی تال سے قواعد اور فارم منگا سکتے ہیں۔

اُردو مطبوعات انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

ضروری ہدایات (۱) صاحب فرمائش کو اپنا نام اور پتہ خوش خط اور مفصل لکھنا چاہئے۔

(۲) جو کتابیں کسی فرمائش کی بنا پر روانہ ہوں گی کسی صورت میں واپس نہ ہو سکیں گی۔

(۳) بعض کتابیں بہت کم تعداد میں باقی رہ گئی ہیں اسلئے اگر فرمائش میں دیر کی گئی اور وہ کتابیں ختم ہو گئیں تو ان کا مہیا کرنا مشکل ہوگا۔

(۴) کتابیں منگا کر ان کو بے عذر انکاری واپس کر دینا ایک قسم کا دھوکا دہی کا جرم ہے۔ اگر کسی وجہ سے مجبوراً ایسا کرنا پڑے تو صرفہ روانگی بھیجدینا چاہئے۔

(۵) چھوٹی قیمت کی فرمائشوں کی تعمیل کرنے میں ہمیں کچھ عذر نہیں مگر مناسب یہ ہے کہ اگر فرمائش ایک روپیہ سے کم کی ہے تو قیمت نقد بھیجدی جائے

(۶) اگر آٹھ روز تک آپ کی فرمائش کا جواب نہ ملے تو خیال کر لینا چاہئے کہ ہمیں آپ کا آرڈر نہیں ملا

(۷) صرفہ روانگی (پیکنگ و محصول ڈاک وغیرہ) ذمہ خریداران ہوگا۔

(۸) جملہ فرمائشات پتہ ذیل پر روانہ کیجائیں:-
مینجر صاحب بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

رُوحِ انیس مرحوم

فردوسی ہند میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے بہترین مرثیوں، سلاموں اور رُباعیوں کا مجموعہ۔ ملک کو سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم۔ اے (صدر شعبہ فارسی و اردو، لکھنؤ یونیورسٹی) کا شکرگذار ہونا چاہئے کہ انھوں نے متعدد قلمی نسخوں کے مقابلہ کے بعد اس مجموعہ کو مرتب فرمایا ہے۔ شروع میں ۸۴ صفحات کا مقدمہ ہے جس میں میر انیس مرحوم کے حالات زندگی اور کلام پر مختصر تبصرہ کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ الصلاۃ والسلام کی شہادت کا مختصر بیان، مرثیہ اور اشخاص مرثیہ کے تحت میں نہایت ضروری اور قابل قدر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں آخر میں ۶۰ صفحات میں ضروری فرہنگ اور توضیحی حواشی ہیں۔ کتاب کا یہ حصہ اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ شروع میں میر انیس مرحوم کی سہ رنگی تصویر ہے علاوہ ازیں جناب انیس مرحوم کی تحریر، مکان، مدفن اور ایک مجلس کی تصویر دی گئی ہے۔ جلد پر کربلائے معلی کا سنہرا نقشہ ہے۔ دیدہ زیب طباعت، خوبصورت جلد ۸۴، ۳۰۴ صفحات تقطیع کلاں۔ قیمت تین روپئے۔

جذباتِ بسمل

منشی شکھدیو پرشاد صاحب سنہا بسمل الہ آبادی کا مجموعہ کلام "کتاب کا نام جذبات بسمل بہت موزوں ہے کیونکہ جذبات ہی مصنف کے کلام کا بہترین امتیاز ہیں۔ زبان کی سادگی اور سلاست ان کے کلام کی دوسری خصوصیت ہے اور کیوں نہ ہو فن شاعری میں آپ ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی مدظلہ کے شاگرد ہیں جو فصیح الملک حضرت داغ دہلوی مرحوم کے بلندپایہ تلامذہ میں ہیں"۔

جناب بسمل زمانہ حال کے مقبول شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں۔ زبان کی سادگی کی وجہ سے انکا کلام بہت پسند کیا جاتا ہے۔ آجکل جتنے اچھے اُردو رسالے چھپتے ہیں وقتاً فوقتاً بسمل صاحب کے کلام سے مزین ہوتے ہیں۔ شروع کتاب میں آنریبل جسٹس سر عبدالقادر جج ہائی کورٹ لاہور نے مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ ۲۱ تصویروں سے "جذبات بسمل" مزین ہے جس میں زیادہ سہ رنگی تصاویر ہیں اور بعض ہندوستانی فن تصویر کا بہترین نمونہ ہیں۔ لکھائی چھپائی کے متعلق صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ایسی نفاست و خوشنمائی سے کوئی کتاب اُردو زبان کی آج تک شائع نہیں ہوئی کوئی کتب خانہ اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہئے۔ قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ (للعہ)

پیامِ رُوح

یعنی مجموعہ کلام مسٹر حامد اللہ افسر بی۔ اے "مع تقریب" از آنریبل سر شاہ محمد سلیمان صاحب ایم۔ اے ایل ایل۔ ڈی چیف جسٹس الہ آباد ہائیکورٹ و "مقدمہ" از میاں بشیر احمد صاحب بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایڈیٹر رسالہ "ہمایوں" لاہور۔

میرے خیال میں ظاہری صورت اور باطنی خوبیوں کے لحاظ سے یہ مجموعہ اس قابل ہے کہ اُسے زبان اردو کی بہترین اور پائدار تصنیفات کے ساتھ جگہ دیجائے اس ظاہری و معنوی محاسن پر میں لائق شاعر کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ پبلک انھیں وہ داد دے گی، جس کے وہ مستحق ہیں"۔ (میاں بشیر احمد بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر، ایڈیٹر "ہمایوں" لاہور۔

"افسر کا نام اور کلام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اُن کی شہرت خود ان کی مقبولیت کا ثبوت ہے۔ پیام رُوح ان کی تمام نظموں اور غزلوں کا مجموعہ ہے۔ اس کی اشاعت سے شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا"۔

(آنریبل سر شاہ سلیمان صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ ڈی چیف جسٹس ہائی کورٹ الہ آباد)۔

کاغذ دبیز لکھائی چھپائی دیدہ زیب چھ ہاف ٹون تصویریں جن میں تین سہ رنگی ہیں۔ اس مجموعہ سے کتب خانہ خالی نہ رہنا چاہئے۔ قیمت صرف تین روپیہ۔

صبحِ وطن و مضامین چکبست

صبح وطن یعنی مجموعہ نظم پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی (مرحوم) "چکبست کی شاعری کی تحریک کا باعث کبھی تو حب وطن کا جوش ہوتا ہے اور کبھی کوئی گزشتہ یا حال کا تاریخی واقعہ اُن کے طائر خیال کو پرواز میں لاتا ہے کبھی قدرت کے نظاروں اور مذہبی رازوں کے انکشاف سے وہ اپنی نظموں کو آراستہ کرنے میں مدد لیتے ہیں اور کبھی انسانی جذبات اور احساس کی سچی تصویر کھینچ کر عبرت کا سبق دیتے ہیں۔ قومیت کا خیال ان کی شاعری کی ساخت کا جزو اعظم ہے۔ برج نرائن چکبست دور جدید کے صرف ترجمان ہی نہیں بلکہ اس دور کے نمائندوں میں ان کا پایا بہت بلند ہے جس قدر زمانہ گذرتا جائے گا اور اُردو شاعری مصنوعی قیود سے آزاد ہوتی جائے گی نیز آزادی کی ہوا میں اس کو نشو ونما پانے کا موقع

مینجر بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

ملے گا اسی قدر پنڈت برج نرائن چکبست کی شہرت
بتدریج بڑھتی جائے گی اور آئندہ نسلیں اس امر کو
تسلیم کریں گی کہ وہ دور جدید کے بہترین نثاروں سے
ہیں۔ (سر تیج بہادر سپرو)

مضامین چکبست۔ پنڈت برج نرائن
چکبست مرحوم بلند پایہ شاعر ہونے کے علاوہ
بہترین مضمون نگار بھی تھے۔ ان کی وفات کے بعد
ان کے مضامین کا مجموعہ بھی شائع کیا گیا ہے
اس مجموعہ میں سوانحی تنقیدی تاریخی قومی وغیرہ
مضامین ہیں اور بہت خوب ہیں۔
صبح وطن مجلد قیمت دو روپئے (عـہ)
مضامین چکبست۔ حجم ۵۰۳ صفحات قیمت
صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ (عـہ)

یادگار نسیم

یعنی منشی دیا شنکر نسیم کی مشہور و معروف مثنوی
"گلزار نسیم" و انتخاب "دیوان نسیم" مع حواشی و
کلام مرتبہ مولوی اصغر حسین صاحب۔ صدر گوئی زبان
آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان ایم۔ اے۔ ایل
ایل۔ ڈی چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ تحریر
فرماتے ہیں:-
"یادگار نسیم جو مولوی اصغر صاحب نے تصحیح
کے بعد شائع کی ہے مشہور و معروف شاعر نسیم کی
مثنوی جسے انھوں نے مصلحتاً نامناسب اشعار
کو حذف کرنے کے بعد شائع کیا ہے۔ غزلیات میں
سے جن غزلوں کا انتخاب کیا ہے وہ شاعر موصوف
کی بہترین غزلیں ہیں...... حواشی کا بھی اضافہ
کیا گیا ہے..... اس کتاب کا مقدمہ بجائے خود
ایک عالمانہ تصنیف ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ
اس کتاب کی قدر کما حقہ ہوگی جو اس کے شایان
شان ہے" طباعت دیدہ زیب، خوشنما جلد۔
قیمت دو روپئے (عـہ)

کلام الملوک

یعنی شہزادگان دہلی کے کلام کا مجموعہ۔ ایک
زمانہ میں قلعہ دہلی زبان اردو کا مرکز تھا۔ یہاں
وہ لوگ تھے جو الفاظ کو بہت ہی صحت کے ساتھ
بولتے اور بہت ہی اچھے اور زور دار معنی میں استعمال
کرتے تھے اور انھیں کی زبان آج صحیح اور مستند
سمجھی جاتی ہے۔ شہزادگان دہلی کا کلام بھی اسی
لحاظ سے قابل قدر ہے۔ محاورات و اصطلاحات
زبان صحت زبان، سلسلہ خیالات، بلند آوازی
الفاظ، مبالغہ، خوش بیانی، نشست الفاظ اور عمدہ
بندش کے علاوہ زبان صاف اور فصیح بے تکلف اور
بے ساختہ ہوتی ہے۔ اگر زبان کا خاص لطف اور
شاعری کی اصل حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں تو
اس مجموعہ کو ضرور ملاحظہ فرمائیے قیمت دس آنہ

معراج سخن

جناب سید خورشید حسن صاحب عروج مرحوم
المتخلص بہ دولھا صاحب "نبیرہ ناخدائے سخن
میر ببر علی انیس" اعلی اللہ مقامہ کے تین مرثیوں کا نادر
مجموعہ جس میں حسب ذیل مرثیے ہیں:-
۱۔ ہے زیور عروس فصاحت سخن مرا ۱۱۹ بند
۲۔ خالق نہیں خلقت آدم کا سبب کون خدا ۱۴۰ بند
۳۔ صبح عاشور محرم ہے قیامت کی سحر ۹۵ بند
یہ کتاب بہت قابل قدر کتاب ہے۔ پیش بہا مضامین سے
قابل مصنف کو پانسو روپیہ انعام عطا فرمایا ہے۔ ادب
کے شائقین کے لئے نادر تحفہ ہے۔ قیمت ایک روپیہ
آٹھ آنہ (عـہ)

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟

(مرتبہ و مؤلفہ منشی کنھیا لال صاحب ایم۔ اے
آر۔ اے۔ ایس)
کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟ اس کتاب کا موضوع
اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ مختصر افسانوں کے
باب میں ساری باتیں بہت اچھی طرح سمجھائی
گئی ہیں۔ مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے۔
ایڈیٹروں، مضمون نگاروں اور مبتدیوں کو ضرور
مطالعہ کرنا چاہئے۔ قیمت آٹھ آنہ (۸)

بہترین ناول وافسانے

فردوس خیال

منشی پریم چند کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ۔
منشی پریم چند کے افسانے ہمیشہ اصلاح اخلاق و
معاشرت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور ان کا مقصد
شریفانہ جذبات مثلاً غیرت و حیا، خوف خدا، محبت
اور آزادی ضمیر وغیرہ کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے۔
یہ ممکن ہے کہ کوئی مجموعہ منشی صاحب موصوف
کی تصنیف پڑھے اور آپ کی جادو بیانی اور سحر
نگاری کا قائل نہ ہو جائے اگر آپ نے اب تک
اس مجموعہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا تو آج ہی طلب کیجئے
سرورق پر تین رنگ کی نہایت خوبصورت تصویر
ہے۔ ۲۰۰ صفحہ کی کتاب ہے اور قیمت صرف
ایک روپیہ (عـہ)

جلوۂ ایثار

بالاجی کے قومی کارناموں سے ہندوستان
کا بچہ بچہ واقف ہے "جلوۂ ایثار" میں ان حالات
اور واقعات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان
کیا گیا ہے جو اس کارنامے کے محرک ہوئے تھے
حالات اور واقعات دلچسپ و دلکش ہونے کے
علاوہ حب قومی و جوش روحانی سے معمور ہیں
اس پر منشی پریم چند صاحب کی جادو نگاری!
سونے پر سہاگا ہے۔ واقعی قابل مطالعہ ناول ہے
۲۳۴ صفحات کی کتاب اور قیمت صرف بارہ آنہ۔

ڈالی کا جوگ

(اور دوسرے افسانے) مسٹر حامد اللہ افسر (میرٹھی)
کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ۔ یہ تمام افسانے مختلف
اوقات میں بعض اردو جرائد میں شائع ہو کر خلعت
قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ ان میں سے بعض اس قدر
مقبول ہو گئے ہیں کہ انگریزی، ہندی اور گجراتی میں بھی
ترجمے ہو گئے۔ فوٹو بلاک کی چند تصویریں بھی شامل ہیں۔
قیمت ایک روپیہ

شاما

مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی لکھنؤ۔

یہ ایک دکھیاری کی درد بھری داستان ہے۔ اقبال کا یہ شعر اس پر صادق ہے۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

سرورق پر سہ رنگی تصویر اور کتاب کے شروع میں بھی ایک تصویر (فوٹو بلاک) لگائی گئی ہے۔

قیمت ڈیڑھ روپیہ

سادھو اور بیسوا

یعنی دو حرماں نصیبوں کی کایا پلٹ۔ ایک جگ بیتی کہانی مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی۔ فرانسیسی اناطول فرانس کے ایک تاریخی ناول "تائیس" کو پڑھنے کے بعد اسکی تصنیف کا خیال پیدا ہوا۔ "سادھو اور بیسوا" میں اسی خیال کی پیروی اور تصور کے تائید کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو "تائیس" کا امتیازی جوہر ہے۔ اس کے باوجود نہ یہ اس کا ترجمہ ہے نہ خلاصہ۔ نہایت دلچسپ ناول ہے۔ سرورق پر سہ رنگی تصویر ہے۔

قیمت بارہ آنے۔

"انور"

"شمیم" کے مشہور و معروف مصنف مسٹر فیاض علی ایڈوکیٹ فیض آباد کا دوسرا بے نظیر۔ دلپذیر۔ انقلاب انگیز شاہکار۔ اور .... زبان اردو کا بہترین ناول....

۵۰۰ صفحے۔ کاغذ۔ کتابت۔ طباعت نہایت عمدہ مجلد نفیس۔ ۶ عدد تصویریں بہت ہی دلکش اور خوبصورت

قیمت عہ

گھر بیٹھے دنیا کی سیر

کرنے والوں کو "تحفہ سیریز" کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے! اس سلسلہ کی ایک ایک کتاب ایک ایک ملک کے متعلق ہے۔ ملک کی مفید اور کارآمد معلومات ہر کتاب میں بہم پہنچائی گئی ہیں۔ کوئی ضروری بات نظر انداز نہیں کی گئی۔ کتابوں کو زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کے لئے مکالمہ کا طرز اختیار کیا گیا ہے جیسے باعث کم عمر لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کے مضامین پر بہت جلد عبور ہو جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل کتابیں تیار ہیں۔

(۱) تحفۂ جاپان	(۲) تحفۂ چین۔
(۳) تحفۂ مصر و حبش	(۴) تحفۂ لندن
(۵) تحفۂ فرانس	(۶) تحفۂ جرمنی
(۷) تحفۂ آسٹریلیا	(۸) تحفۂ فلسطین
(۹) تحفۂ امریکہ	(۱۰) تحفۂ روس

ہر کتاب میں متعدد تصاویر ہیں اور سرورق نہایت خوبصورت۔ قیمت ہر کتاب کی چھ آنے۔

آئی - سی - ایس

اردو کے بہترین فسانہ نگار پروفیسر علی عباس حسینی ایم۔ اے۔ مصنف رفیق تنہائی، سرسید احمد پاشا، وغیرہ کے چودہ انقلاب انگیز افسانوں کا تازہ ترین مجلد دیدہ زیب مجموعہ۔

قیمت صرف عہ

خدمت خلق

(مرتبہ مولوی نیاز محمد خاں صاحب معلم نارمل اسکول الہ آباد) اس کتاب میں خدمت خلق کے عملی طریقے بتائے گئے ہیں جس سے دل پر اثر ہوتا ہے۔ کتاب بہت اچھی، اور عجیب و غریب اخلاقی نکات اور حقائق لطائف پر مشتمل ہے حکومت صوبجات متحدہ نے اس کتاب پر مولف کو انعام بھی عطا فرمایا ہے۔

قیمت صرف بارہ آنہ

بچوں کی دلچسپی

کا لوگ بہت کم خیال کرتے ہیں، اور شاید یہی وجہ ہے کہ اردو زبان میں ایسی کتابیں بھی بہت کم ہیں جنھیں بچے دلچسپی اور شوق سے پڑھیں۔ تاہم انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد نے چند کتب خاص طور پر بچوں کے لئے چھاپی ہیں۔ جن کو بچوں کی دلچسپی کا سامان کہا جا سکتا ہے۔

الف بے کا کھلونا

یہ پیاری کتاب ننھے منے بھائی کے لئے ہے۔ کھیل ہی کھیل میں وہ حروف تہجی سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ ہر حرف کے لئے ایک رنگین تصویر اور ایک شعر ہے۔ زبر، زیر، اور پیش وغیرہ کا بھی خیال رکھا گیا ہے چھپائی رنگین اور بہت صاف۔ ۴۲ عکسی تصویریں۔ اگر آپ کے یہاں کئی بچے ہوں تو متعدد نسخے طلب فرمایئے ورنہ بچے آپس میں لڑیں جھگڑیں گے۔

قیمت صرف تین آنے

انوکھی کہانیاں

یہ کتاب بہت پسند کی گئی ہے گیارہ نصیحت آموز کہانیاں اس میں درج ہیں۔ زبان بہت آسان۔ ممکن نہیں کہ کوئی بچہ اسکو ختم کئے بغیر چھوڑ دے۔ ہر کہانی کے ساتھ ایک تصویر ہے۔ خوبصورت کتاب ہے بچے اس کو دیکھتے ہی مچل جاتے ہیں۔ سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے۔

قیمت ۴ر آنہ

مفید ایجادات کی کہانی

"یہ منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) کی قابل قدر تصنیف ہے۔ یہ کتاب اردو میں اپنی وضع کی بالکل انوکھی تصنیف ہے اور مفید معلومات کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ہر شخص کے مطالعہ میں آئے۔ کاغذ، کتابت، طباعت اور سرورق بے انتہا نفیس ہے۔ اس قدر اچھے اہتمام سے بہت کم کتابیں اردو میں چھپی ہیں۔ تشریح مطالب کے لئے جابجا بے شمار تصاویر دی گئی ہیں۔"

قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۲ر

ایسپ کی کہانیاں

ایسپ ایک مشہور حکیم گزرا ہے جو مورخین کے بیان کے مطابق حضرت مسیح سے ۶۲۰ برس قبل پیدا ہوا تھا۔ حکیم ایسپ انسان کی پند و نصیحت کے لئے مختلف قسم کی فرضی حکایات اور کہانیاں بیان کیا کرتا تھا۔ انھیں کہانیوں کی وجہ سے دنیا میں اس کا نام اب تک زندہ ہے۔ اس مجموعہ میں ایسپ کی تین سو کہانیاں یکجا شایع کی گئی ہیں چھیاسی تصویریں بھی شامل کتاب ہیں جن کے باعث یہ مفید کتاب اور زیادہ دلچسپ ہوگئی ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے یہ ایک اچھا تحفہ ہے۔ کتاب مجلد ہے۔

قیمت دو روپے

میرے وطن کی کہانی

تاریخ ہند کے کئی خاص اور روشن ابواب طلبا ر

کو اسکولوں میں نہیں پڑھائے جاتے، حالانکہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اس کتاب میں بعض اسی قسم کے واقعات نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کے تفریحی مطالعہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں جیں ہاف ٹون عکسی تصویر بھی ہے۔ قیمت ۱۰

شیخ چلی کی کہانیاں

شیخ چلی کا نام آپ نے ضرور سنا ہوگا یہ وہ جاوداں ہستی ہے جو ہر ملک اور ہر زمانہ میں ہمیشہ موجود رہی ہے اس کتاب میں آپ ہی کے کارنامے درج ہیں جو کہ دس کہانیوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ ہر کہانی اس قدر پُرلطف ہے کہ انسان بھوک پیاس بھول جاتا ہے پڑھتے جائیے اور ہنستے جائیے۔ لکھائی چھپائی بہت عمدہ ہے بچوں کو بطور انعام دی جا سکتی ہے دو سو صفحات کی کتاب کی قیمت صرف دس آنے۔

داستان عجم

بچے بادشاہوں کے قصے بہت شوق سے پڑھتے ہیں لیکن جھوٹے بے اصل قصوں سے یہ بہتر ہے کہ انھیں بادشاہوں کے تاریخی قصے پڑھنے کو دئے جائیں۔ اسی مقصد کے لئے داستان عجم بہت اچھی کتاب ہے خلاق سخن فردوسی کے "شاہنامہ" میں جن بادشاہوں اور بہادروں کے کارنامے بیان کئے گئے ہیں انھیں کو اس کتاب میں بچوں کے لئے بہت سلیس اور عام فہم عبارت میں لکھا گیا ہے۔ ضرور منگالے۔

قیمت حصہ اوّل دس آنے

" حصہ دوم دس آنے

رابنسن کروسو

ایک نوعمر لڑکا گھر سے فرار ہو کر بحری سفر اختیار کرتا اور طرح طرح کے مصائب اٹھاتا ایک غیر آباد جزیرہ میں پہنچتا ہے اور وہیں پچیس برس تک مجبوراً رہتا ہے اتنی مدت اس نے کیونکر بسر کی؟ اور پھر یہاں سے کیسے نکلا؟ وغیرہ واقعات نہایت دلچسپ ہیں۔ اس کتاب کو نوعمر بچے بہت شوق اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ ہاف ٹون بلاک کی چھ تصویریں شامل کتاب ہیں جن میں ایک سہ رنگی ہے حجم ڈھائی سو صفحات سے زیادہ اور قیمت صرف بارہ آنے۔

لال کنٹھور

اس کتاب میں "بہرام" کو بالکل نئے لباس میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے جدید کارنامے اس قدر دلچسپ ہیں کہ کتاب شروع کر کے ختم کئے بغیر ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

کھیل تماشا

یہ کتاب کچھ نظم میں ہے اور کچھ نثر میں۔ اس میں چھوٹی چھوٹی نصیحت آموز حکایتیں اور چٹکلے ہیں۔ بچے اس کو بڑے شوق سے پڑھتے ہیں کیونکہ یہ انھیں کی زبان میں اور ان کے مذاق کے موافق لکھی گئی ہے۔ مضمون کی وضاحت کے لئے تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ چھپائی رنگین اور صاف

قیمت ۴ر آنہ

ہونہار لڑکا

(مولفہ نثار میرٹھی)

یہ کتاب ایک غریب لڑکے کی سچی داستان پر مشتمل ہے جس نے اپنی بلند ہمتی اور نیک دلی کے باعث بڑی عزت و شہرت حاصل کی۔ عبارت سلیس اور عام فہم۔ قصہ اتنا دلچسپ کہ بچے نہایت شوق سے پڑھتے ہیں۔ بچوں کی دلچسپی کے لئے کتاب کو تصاویر سے مزین کیا گیا ہے اور سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے۔

قیمت صرف پانچ آنے

تالیفات مولوی ظفر عمر

بہرام کی گرفتاری

مدینی کچہری کے نامور مولف ظفر عمر صاحب بی۔ اے نے اس کتاب کے ہیرو "بہرام" کو اس عمدگی سے اردو پبلک سے روشناس کرایا ہے کہ دوسروں نے اپنے فسانوں میں اس کا چربہ اتارنے کی خوب خوب کوشش کی مگر وہ بات کہاں جو اصل ہے "بہرام کی گرفتاری" نہایت دلچسپ اور پسندیدہ ناول ہے۔ ضرور منگائیے۔

قیمت ایک روپیہ

—— ✕ ——

چوروں کا کلب

اس کلب کے ممبر دنیا بھر کے لہو و لعب سے سیر ہو گئے ہیں اور معمولی مشاغل میں چنداں تفریح حاصل نہیں ہوتی ...... اور محض دل بہلانے اور چوری کے خطرات سے لطف اٹھانے کے لئے یہ کلب قائم کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اس قدر دلچسپ ہے کہ تیسری بار شائع ہوئی ہے۔

قیمت ۹ر آنے

علم قدرت کی تعلیم

رائے صاحب ڈی۔ این اکرجی۔ سکریٹری یو۔ پی ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ بورڈ

قیمت بارہ آنہ (۱۲ر)

ادبی افسانہ

محسن محی الدین عباسی

قیمت ایک روپیہ چار آنہ

مختصر تاریخ اردو ادب

سید اعجاز حسین اعجاز ایم۔ اے لکچرار شعبہ اردو الہ آباد یونیورسٹی مصنف آئینہ معرفت وغیرہ۔

قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ۔

نذر احباب

جناب شیخ مہدی حسین صاحب ایم۔ اے۔ ناصری لکھنوی۔

قیمت دو روپیہ

ثمرۂ تجارت

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت چھ آنہ۔

ہل کے قواعد

۱ ۔ 'ہل' ہر ماہ میں ہندی ، اُردو دونوں زبانوں میں شائع ہوتا ہے ۔

۲ ۔ محصول ڈاک سمیت اس کی سالانہ قیمت پانچ روپیہ آٹھ آنہ پیشگی ہے ۔ ایک نمبر کی قیمت ۸ ہے ۔ ہندوستان کے باہر سالانہ قیمت ۶ روپیہ ۱۲ آنہ ہے ۔ برہما کے لئے پانچ روپیہ آٹھ آنہ ہے ۔ (عہر)

۳ ۔ جن صاحب کو کسی ماہ میں 'ہل' نہ ملے انہیں پہلے اپنے ڈاک خانہ میں دریافت کرنا چاہئے پتہ نہ لگنے پر ڈاک خانہ کے جواب کے ساتھ ہمیں اگلے ماہ کی ۱۵ تاریخ تک لکھنا چاہئے ۔

۴ ۔ خط لکھتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہئے ورنہ جواب دینا مشکل ہوگا ۔

۵ ۔ مضمون ، تصویر ، تبصرہ کے لئے کتابیں اور تبادلے کے لئے اخبارات وغیرہ بنام اڈیٹر 'ہل' ، انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد ، بھیجنا چاہئے ۔

۶ ۔ 'ہل' میں صرف دیہاتیوں کی دلچسپی اور گاؤں سے تعلق رکھنے والی چیزیں چھپتی ہیں اور اس کی زبان ہندوستانی یعنی آسان اُردو یا آسان ہندی ہے ۔ 'ہل' کے لئے مضامین بھیجنے والوں کو اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہئے ۔

۷ ۔ کسی مضمون یا نظم کے شائع کرنے یا نہ کرنے اور اسے واپس کرنے یا نہ کرنے کا اختیار بھی اڈیٹر کو ہے ۔ واپس شدہ مضامین کا ڈاک خرچ اور رجسٹری خرچ مضمون نگار کے ذمہ ہوگا ۔ بغیر اس کے مضامین نہ واپس ہوں گے ۔

۸ ۔ نامکمل مضامین نہیں شائع ہوتے ۔ جگہ کے مطابق مضامین ایک یا زیادہ قسطوں میں شائع ہوتے ہیں ۔

۹ ۔ جن مضامین میں تصاویر ہوں گی اُن تصاویر کے بلنے کا جب تک مضمون نگار انتظام نہ کر دیں گے تب تک وہ مضامین نہ شائع ہوں گے ۔ اگر تصاویر حاصل کرنے میں خرچ ضروری ہوگا تو دیا جائیگا ۔

ہل کی اُجرت اشتہارات

سرورق کا دوسرا صفحہ	۶۰	روپیہ ماہوار
" " تیسرا "	۶۰	" "
" " چوتھا "	۱۰۰	" "
مضامین کے اختتام کے ساتھ کا صفحہ	۴۵	" "
" " " کا ایک کالم	۱۵	" "
" " " ۲ کالم	۳۰	" "
" " " ۳ کالم صفحہ	۴۵	" "

عام اُجرت

ایک صفحہ یا ۳ کالم کی اُجرت	۴۰	روپیہ ماہوار
½ کالم " "	۲۵	" "
¼ " " "	۱۲	" "
⅛ " " "	۷	" "

۱ ۔ 'ہل' میں مخرب اخلاق اشتہارات نہیں شائع ہوتے ۔ لہٰذا گندے اور عُریاں اشتہار نہ بھیجئے ۔

۲ ۔ ایک کالم یا اس سے زیادہ اشتہار دینے والے کو 'ہل' بلا قیمت بھیجا جاتا ہے ۔

۳ ۔ اُجرت اشتہارات جو اوپر درج کی گئی ہے وہ مکمل (Final) ہے ۔ اس کے لئے خط و کتابت کرنی بیکار ہے ۔

۴ ۔ اشتہار کی اجرت پیشگی لینے کا قاعدہ ہے ۔

خط و کتابت کا پتہ

مینیجر 'ہل' شعبہ اشتہار

انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

جدید مطبوعات جامعہ

خندان: خنداں ڈاکٹر بھی ہیں اور شاعر بھی لیکن لوگوں کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ان کی ڈاکٹری زیادہ وبال ہے یا اُن کی شاعری۔ اسی قسم کے کردار اور انکی زندگی کے دوسرے دلچسپ پہلوؤں پر پروفیسر رشید احمد صدیقی کا علمی مزاح، لطیف تریں طنز اور خواہ مخواہ دل کو گدگدا کر محظوظ کرنے والی تحریریں اگر آپ کو دیکھنا ہوں تو موصوف کی یہ نئی تصنیف ملاحظہ فرمایئے یہ چالیس مضامین کا مجموعہ ہے۔ قیمت مجلد ۸ر

رگبی کی زندگی: طامس ہیوز کی شہرۂ آفاق تصنیف "ٹام براؤنس سکول ڈیز" کا ترجمہ۔ انگلستان کے مشہور ماہر تعلیمات ڈاکٹر طامس آرنلڈ کے اصول تعلیم کی نہایت صحیح تعبیر ہے۔ جسے انکے شاگرد رشید طامس ہیوز نے شائع کیا۔ اس کتاب کی اشاعت سے ثانوی تعلیم کے نظام میں ایک انقلاب سا ہو گیا تھا۔ یہ کتاب ہے تو افسانے کے طرز پر لیکن اس میں طامس آرنلڈ کے ان تمام بنیادی اصولوں کی تشریح کی گئی ہے جن پر انھوں نے اپنے رگبی کے مدرسۂ ثانوی کے نظام کی بنیاد ڈالی تھی اور بعض ماہرین تعلیم کا خیال ہے کہ اسے لیونارڈ گرٹرود اور "سارٹر سارٹس" جیسی معیاری کتابوں کے پہلو بہ پہلو رکھا جا سکتا ہے۔ قیمت عہ

جوہر عبدالحق نمبر: ڈاکٹر مولانا عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو کی سترھویں سالگرہ کے موقع پر مکتبہ جامعہ نے طلبائے جامعہ کی انجمن اتحاد کے آرگن "رسالہ جوہر" کا عبدالحق نمبر شائع کیا ہے جس میں اُردو ادب و زبان پر ملک کے سر برآوردہ اصحاب قلم مثلاً سید سلیمان ندوی۔ مولانا عبدالماجد دریاآبادی۔ ڈاکٹر سید عابد حسین۔ پروفیسر حامد اللہ افسر وغیرہ کے تنقیدی، ادبی اور تاریخی مضامین کے علاوہ مولانا عبدالحق صاحب کے حالات اور خدمات پر ایسے لوگوں کے مضامین ہیں جو مولانا کی خلوت و جلوت کے شناسا اور واقفکار ہیں۔ اس کے علاوہ ملک کے سر برآوردہ رہنماؤں اور قائدین ملت کے پیغامات بھی شریک ہیں۔ قیمت مجلد عہ

مضامین محمد علی حصہ دوم: یہ مجموعہ اس ہنگامہ خیز دور کی پوری تاریخ ہے جو ۱۸۵۷ء سے شروع ہو کر ۱۹۲۰ء پر ختم ہوتا ہے۔ سر سید نے کانگریس کی مخالفت کس بنا پر کی؟ وہ مسلمانوں کو تمام سیاسی تحریکوں سے الگ رکھنے پر کیوں مصر تھے؟ اسلامی سیاست کا مسلک وفاداری آخر کیا رنگ لایا؟ مسلم لیگ کا قیام کہاں اور کیسے عمل میں آیا۔ لیگ انگریز دوستی کی روش سے ہٹ کر کیوں کانگریس کے ہمنوا ہونے پر مجبور ہوئی اور پھر کس طرح دونوں کی راہیں الگ الگ ہوئیں؟ قیمت ۸ر

مبادی سیاسیات: مصنفہ پروفیسر ہارون خاں شیروانی۔ ایم۔ اے (آکسن) ایف۔ آر۔ ایچ۔ ایس۔ بیرسٹرایٹ لا۔ صدر شعبۂ تاریخ و سیاسیات جامعہ عثمانیہ۔

ہمارے ملک میں لوگوں کی سیاسی معلومات اتنی کم ہیں کہ شاید کسی متمدن ملک میں یہ حالت نہ ہوگی۔ اکثر پڑھے لکھے

لوگ بھی کسی سیاسی مسئلہ پر زیادہ دیر تک جذبات سے الگ ہو کر علمی گفتگو نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ خود ہماری مادری زبان میں علم سیاست پر اچھی کتابوں کا فقدان ہے۔

مبادی سیاسیات۔ اُردو میں پہلی کتاب ہے جس میں ذرا تفصیل سے علم سیاست کی ابتدائی تحریکوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسی سلسلے میں جرمنی اور اٹلی کی فطائیت اور روس کی اشتراکیت پر بھی خاص طور پر تنقید کی ہے۔ دوران بحث میں دوسرے ملکوں کے حکومتی اداروں کا بھی ذکر ہے۔

مصنّف کی خاص کامیابی یہ ہے کہ اُس نے اصطلاحات کے اشکال کو تشریح کی مدد سے عام فہم بنا دیا ہے۔

قیمت مجلد پانچ روپیہ (صہ)

انگلستان کا طریقہ حکومت } ہر ملک کا اپنا طریقہ حکومت ہوتا ہے۔ اس کتاب میں برطانیہ کے دستور کی موٹی موٹی باتیں بتدیوں کے لئے آسان اُردو میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ قیمت ۵ر

صدر دفتر مکتبہ جامعہ - نئی دہلی

شاخیں:- جامع مسجد۔ دہلی   بیرون لوہاری دروازہ۔ لاہور   امین آباد۔ لکھنؤ
پرنسس بلڈنگ۔ بمبئی۔

سول ایجنسیاں:- کتاب خانہ۔ عابد شاپ۔ حیدر آباد دکن۔ اقبال بک ڈپو۔ منہدرو۔ پٹنہ
سرحد بک ایجنسی۔ پشاور۔

Printed and published by K. Mittra, at The Indian Press, Ltd., Allahabad.

Regd. No. A—291.



مغربی ساحل کے ایک ٹانکس جھبل کا منظر



ھل
باتصویر ماھوار رسالہ
جلد ۲ نمبر ۹ | ستمبر سنہ ۱۹۳۰ع

فہرست مضامین

ستمبر سنہ ۱۹۴۰ء

جلد ۲ نمبر ۹

یو، پی گورنمنٹ کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف ایڈیٹر

منوہرداس چترویدی

(بی - ایس - سی (آکسن) آئی - ایف - ایس آفیسر محکمہ گرام سدھار یو، پی)

جائنٹ ایڈیٹر

شری ناتھ سنگھ

(سابق ایڈیٹر سرسوتی)

بورڈ آف ایڈیٹرز

جناب وینکٹیش نرائن تیواری ایم، ایل، اے۔
جناب مہاویر تیاگی ایم - ایل - اے۔
ڈاکٹر ذاکر حسین پی - ایچ - ڈی پرنسپل جامعہ ملیہ دہلی۔
جناب وشنو سہائے آئی - سی - ایس، ڈائرکٹر محکمہ زراعت یو، پی۔
جناب شری نرائن چترویدی ایم - اے، انپسکٹر محکمہ توسیع تعلیم یو، پی۔
جناب ایس - این سکسینہ ایم - اے - بی - بی - ایس، ڈی - پی - ایچ۔

جناب آر - ایس، پنڈت، بار ایٹ لا،
جناب شکدیو بہاری مشر بی - اے، رائے بہادر۔
محترمہ تارا پانڈے۔
جناب رادھے لال چترویدی بی - اے، رائے بہادر، رجسٹرار محکمہ کوآپریٹو یو، پی۔
جناب ایس - بی - نائیڈو - بی - ای - اے - ایم - آئی - ای، پرنسپل کارپنٹری اسکول بریلی۔

پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ - الہ آباد

سالانہ قیمت صہ

سنہ ۱۹۴۰ء

ایک پرچہ ۸ر

باہتمام کالی کے مترا پرنٹر پبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ۔ الٰہ آباد



मातृ-स्नेह
चित्रकार. श्री एम० पी० जोशी

ماں کی محبت
مصور - مسٹر - ایم - پی - جوشی

باتصویر ماہوار رسالہ

ستمبر ۱۹۴۰ء جلد ۲ نمبر ۹

"تیرا پتہ"

(مسٹر سلام مچھلی شہری)

جب صبح کو چڑیاں گاتی ہیں جب پریم کے راگ سناتی ہیں
جب ٹھنڈی ہوائیں آتی ہیں جب کلیاں سب کھل جاتی ہیں
ہاں تیرا پتہ پھر ملتا ہے اس شورو شر کی دنیا میں!

جب روشن تارے ہوتے ہیں کیا پیارے پیارے ہوتے ہیں!
قدرت کے نظارے ہوتے ہیں دل شاد ہمارے ہوتے ہیں
ہاں تیرا پتہ پھر ملتا ہے فردوس نظر کی دنیا میں!

جب کھیت سے دہقاں آتا ہے دل بچوں میں بہلاتا ہے
جب روکھی روٹی کھاتا ہے جب چین سے وہ سو جاتا ہے
ہاں تیرا پتہ پھر ملتا ہے اس سیم وزر کی دنیا میں!

جب ظلم "سماج" کا ہوتا ہے جب نشتر کوئی چبھوتا ہے
کوئی چپکے چپکے روتا ہے کوئی جاگتا ہے کوئی سوتا ہے
ہاں تیرا پتہ پھر ملتا ہے اس درد جگر کی دنیا میں!

بحر روم

از جناب سیتلا سہائے

جب سے اٹلی جرمنی کی طرف سے علانیہ میدان میں آیا اور برطانیہ کے خلاف اعلان جنگ کیا اور فرانس کی موجودہ مارشل پیٹان کی گورنمنٹ نے جرمنی سے علحدہ صلح کر لی، بحر روم کی اہمیت زیادہ ہو گئی ہے۔ میدان جنگ ہندوستان کے قریب تر آگیا ہے اور غالباً اس ملک کے باشندوں میں بحر روم کی طرف سے پہلے کی بہ نسبت زیادہ دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ سلطنت برطانیہ کے لئے بحر روم پہلے ہی سے بہت اہم تھا لیکن اب جب اٹلی جو بحر روم میں ہے دشمن کی طرف ہو گیا ہے اور فرانس نے جس کی کافی بحری اور بری فوج اس سمندر میں تھی۔ برطانیہ کا ساتھ چھوڑ دیا، حکومت برطانیہ کے لئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ وہ اس سمندر میں اپنا اقتدار قائم رکھے۔

نقشہ۔ اگر ہم بحر روم کا نقشہ اپنے سامنے رکھیں تو ہم دیکھیں گے کہ چاروں طرف سے گھرا ہوا یہ سمندر یورپ اور افریقہ کے براعظموں کے بیچ میں ہے۔ یہ مشرق و مغرب ۲۲۰۰ میل لمبا ہے اور اس کا عرض تقریباً ۷ سو میل ہے۔ اس کا پانی ۹۰۰۰۰۰ مربع میل میں پھیلا ہوا ہے جس میں فوجی اور تجارتی اہمیت کے متعدد جزیرے، مجمع الجزائر، آبنائے اور خاکنائے ہیں جن پر یورپ اور ایشیا کے متعدد ممالک کا اثر یا قبضہ ہے۔

حدود۔ اس کے شمالی ساحل پر اسپین ہے، فرانس ہے، اٹلی ہے، ممالک بلقان ہیں اور ترکی ہے۔ مشرق میں عرب ہے، جنوب میں افریقہ کا شمالی ساحل ہے جو متعدد یورپین ممالک کے زیر اثر یا قبضے میں ہے۔ اس کی مغربی سرحد پر جبرالٹر ہے جو اُسے بحیرۂ اٹلانٹک سے ملاتا ہے۔ درۂ دانیال کا آبنائے بحر روم کا تعلق بحر اسود سے قائم کرتا ہے اور اس کے جہاز نہر سویز سے بحر قلزم ہو کر ہندوستان کی طرف آجا سکتے ہیں۔

جنوبی ساحل۔ افریقہ کے شمالی ساحل کے ممالک یعنی بحر روم کے جنوبی ساحل کے ملکوں کے نام یہ ہیں۔ مشرق سے مغرب کی طرف جاتے وقت ہمیں پہلے مصر ملتا ہے۔

مصر آزاد ملک مانا جاتا ہے۔ لیکن برطانی مشرق معاہدے سے اسکندریہ کے بندرگاہ میں برطانی بحری فوج رہ سکتی ہے۔ اور اس وقت ہے بھی۔ اس ملک کا رقبہ ۳۸۳۰۰۰ مربع میل ہے مصر سے ملا ہوا لیبیا ہے جو اٹلی کے تحت ہے۔ اس کا رقبہ ۴۰۶۵۰۰ مربع میل ہے۔ اس کے مغرب میں ٹیونس ہے جو فرانس کا ہے اور اس کا رقبہ ۵۰۰۰۰ مربع میل ہے پھر الجیریا ہے۔ یہ بھی فرانس کا ہے اور اس کا رقبہ ۲۲۲۵۰۰ مربع میل ہے۔ اس کے مغرب میں مراکش ہے یہ بھی فرانسیسی ہے اور اس کا رقبہ ۲۲۱۵۰۰ مربع میل ہے۔ مراکش کے کچھ شمالی حصے پر اسپین والوں کا قبضہ ہے ٹانجیر جو جبرالٹر کے بالکل مقابل ہے بین الاقوامی قبضہ میں سمجھا جاتا ہے۔ یہ چھوٹی سی جگہ ہے اور شائد حال ہی میں یہ اسپین کو مل گیا ہے۔ اگرچہ بحر روم کے جنوبی ساحل پر صرف مصر کو برطانیہ کا ساتھی سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن اس سے کوئی نتیجہ نکالنا صحیح نہ ہوگا۔ بحر روم کے سارے ناکے مثلاً جبرالٹر، نہر سویز اور متعدد اہم جزیرے انگریزوں کے قبضہ میں قطعی سمجھے جاتے ہیں۔

مجمع الجزائر۔ اب ہم بحر روم کے مجمع الجزائر پر نظر ڈالیں گے۔ مغرب سے مشرق جاتے ہوئے پہلے ہمیں جبرالٹر ملتا ہے یہ آبنائے ہے۔ اس کے بعد ویلیریک اور کارسیکا کے جزیرے ہیں۔ ان کے بعد سسلی جو اٹلی کے بالکل جنوب میں ہے اس کے بعد بالکل مشرق میں سائپرس کا جزیرہ ملتا ہے۔

جبرالٹر۔ دراصل عربی زبان کے 'جبل الطارق' کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ جبل عربی میں پہاڑی کو کہتے ہیں اور طارق ابن زید ایک فارسی مسلمان جنرل تھا جس نے ۷۱۱ء میں اس پہاڑی پر قبضہ کیا تھا۔ جبل الطارق کو انگریزی میں بگاڑ کر جبرالٹر کر دیا۔



جناب سیتلا سہائے

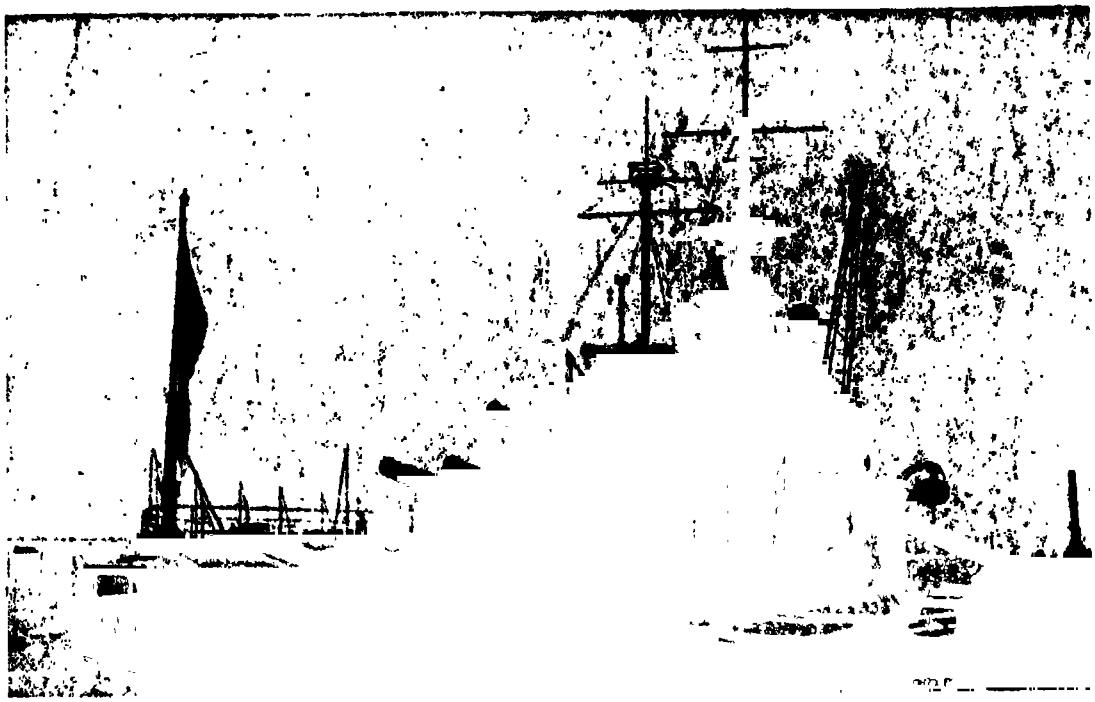
طارق کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اُس سے کسی نے پوچھا کہ تم اپنے ملک میں کیوں نہیں رہتے دوسرے ملکوں میں جا کر کیوں قبضہ کرتے ہو۔ اس کا جو جواب طارق نے دیا اُسے اقبال نے یوں بیان کیا ہے:-

"ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست"

یعنی دُنیا کا وہ ملک میرا ہی ہے جو میرے خدا کا ہے۔

جبرالٹر کی جغرافی اہمیت ایسی ہے کہ جو ملک بھی بحر روم پر اپنا قبضہ چاہے اُسے اس پر قبضہ رکھنا ضروری ہے۔ ۱۷۰۴ء میں جبرالٹر اسپین والوں کے ہاتھ میں تھا۔ مگر اس کے بعد ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ جب یہ اسپین والوں کے پاس تھا قلعہ کی نگرانی ٹھیک نہیں تھی۔ اسپین بہت عیش پسند اور غافل ہو گئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صرف تین روز کی جنگ کے بعد انگریز اور ڈچ فوج کے آگے انھوں نے ہتھیار ڈال دئے۔ سر جارج رک انگریز سپہ سالار تھے اور شہزادہ ہیسڈرماسٹڈ ڈچ فوج کے۔ اس لڑائی میں اتحادیوں کے صرف ۶۰ آدمی ضائع ہوئے اور ۲۱۶ زخمی ہوئے تھے۔ ۱۷۱۳ء میں صلحنامہ یوٹریکٹ کی رو سے جبرالٹر انگریزوں کو ملا۔ ستمبر ۱۷۸۲ء میں فرنچ اور اسپین والوں نے اس پر حملہ کیا لیکن وہ ہار گئے۔ ۱۹ اکتوبر ۱۷۸۲ء سے یہ انگریزوں کے ہاتھ میں ہے۔

اس کا رقبہ ۱⅞ مربع میل ہے۔ اس کی لمبائی تین میل ہے اور چوڑائی اوسطاً ¾ میل ہے۔



برطانیہ کا ایک جنگی جہاز

مشرق میں بحر روم ہے اور مغرب میں خلیج جبرالٹر ہے۔ جبرالٹر کا گورنر کوئی مشہور فوجی ہوا کرتا ہے۔ اسے قانون بنانے کے پورے اختیار ہوتے ہیں۔

جب جبرالٹر پر انگریزوں کا قبضہ ہوا تو ہسپانوی باشندے اسے چھوڑ کر چلے گئے اور ان کی جگہ پر جینو بیس لوگ آباد کر دئے گئے۔ مذہباً یہ لوگ رومن کیتھولک عیسائی ہیں لیکن کچھ یہودی اور مالٹی بھی ہیں جن کی آبادی تقریباً ۲۰ ہزار ہوگی جو لوگ جبرالٹر میں رہتے ہیں وہ برطانیہ کے وفادار ہیں اور برطانیہ سے تعلقات قائم رکھنا ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ ان کی اپنی تجارت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اس جگہ جو کچھ مالی آمدنی ہے وہ انگریزی فوج سے ہے۔ یہاں کی پہاڑی میں بہت سی سرنگیں کھودی گئی ہیں۔ دس سرنگیں تو ایسی ہیں جن میں سے ہر ایک کے اندر ایک ہزار سے ڈیڑھ ہزار تک باشندے ہوائی حملے کے موقعہ پر پناہ لے سکتے ہیں۔ ان میں اب بجلی بھی لگا دی گئی ہے۔ پانی پینے کو نل ہیں۔ بیٹھنے کے لئے تپائیاں ہیں اور زہریلی گیس سے بچنے کا انتظام ہے۔ ہر سرنگ میں جانے کے لئے کم از کم ۶ دروازے ہیں۔

جبرالٹر کی آبادی ۲۰،۱۹۱ ہے۔ حال ہی میں حکومت برطانیہ کی طرف سے یہاں کے باشندوں کو یہ حکم ملا ہے کہ وہ شہر کو خالی کر دیں۔ کیونکہ اب جب کہ لڑائی چھڑ گئی ہے ہوائی جہاز سے اس پر حملے ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ قلعہ جبرالٹر برطانیہ کے لئے کتنا مفید ہوگا یہ اسپین کے رخ پر منحصر ہے۔ اگر اسپین غیر جانبدار رہے جیسا کہ یہ ابتک ہے تو یہ قلعہ ناقابل فتح ہے لیکن اگر اسپین برطانیہ کے خلاف بھی ہو جائے تو بھی جبرالٹر کی قلعہ بندی اتنی مضبوط ہے کہ برطانیہ کا قبضہ اس قلعہ سے آسانی سے نہیں اٹھ سکتا۔ ہسپانوی مراکش اور سرزمین ہسپانیہ سے اس قلعہ پر حملہ ہو سکتا ہے جس کا نتیجہ اگر کچھ نکلا تو صرف اتنا نکل سکتا ہے کہ برطانیہ اس سے اتنا زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکے گا جتنا اسپین کے غیر جانبدار رہتے ہوئے اٹھاتا ہے۔ جرمنی کی طرف سے اسپین کو ابھارنے کی کوشش ہے لیکن یہ ناکام رہیگی۔ اس کوشش کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ ابھی حال میں ہر ہٹلر نے جنرل فرینکو کو ایک تمغہ بھیجا تھا اور اس موقعہ پر جنرل فرینکو نے جو تقریر کی تھی وہ ۱۹ جولائی ۱۹۴۰ء کے نیشنل ہیرلڈ نے اس طرح شائع کی ہے: ۔ ”کل میڈرڈ میں تقریر کرتے ہوئے جب جنرل فرینکو کو سین فرڈ نینڈ و کی گا ڈکراس کا تمغہ دیا گیا تو انھوں نے کہا کہ اسپین کو اپنی سلطنت قائم کرنا ضروری ہے۔ پہلا کام یہ ہے کہ اسپین کے اتحاد کو مضبوط بنایا جائے۔ یہ ہمارا فرض اور مشن ہوگا کہ جبرالٹر پر ہمارا قبضہ ہو، افریقہ میں ہم بڑھیں، اور اتحاد کی ہماری پالیسی مستقل بنائی جائے۔“

لیکن اس پر خاص یقین نہیں کیا جا سکتا۔ اُمیدیں اور ہیں اور حقیقت اور۔ ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے یہ ملک خانہ جنگی کی خوفناک آگ سے خاک ہوتے ہوتے بچا ہے اب اس میں وہ طاقت نہیں کہ وہ پھر لڑائی میں کود ے۔ بعد میں جنرل فرینکو نے صاف کہدیا کہ جبرالٹر پر اُن کی نظر نہیں ہے۔

مالٹا۔ اس کے بعد دوسرا انگریزی قلعہ مالٹا کے مجمع الجزائر ہیں۔ مالٹا پہلے عربوں کا تھا۔ پھر عیسائیوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اٹھارھویں صدی کے آخر میں جب نپولین بحر روم کے ذریعے انگریزی تجارت بند کر دینا چاہتا تھا اس نے اس جزیرے پر قبضہ کیا تھا لیکن ۱۷۹۲ء میں جب نیلسن نے نائیل میں فتح حاصل کی تو یہ جزیرہ فرانسیسیوں سے نکل کر انگریزوں کے ہاتھ میں چلا گیا اور ۱۸۱۴ء کے پیرس کے صلحنامہ کے بعد سے انگریزوں کے ہاتھ میں ہے۔

مالٹا ایک چھوٹا سا مجمع الجزائر ہے۔ مالٹا گوزو کومینو اور کومینوٹو۔ فلفولا نام کے جزائر کو مالٹا کے نام سے پکارا جاتا ہے ان سب کا مجموعی رقبہ ۱۲۲ مربع میل ہے۔ مالٹا خود ۱۷ میل لمبا اور ۸ میل چوڑا جزیرہ ہے اور اس کا رقبہ ۹۱ مربع میل ہے گوزو کا رقبہ کل ۲۶ مربع میل ہے۔ یہاں آلو بہت ہوتے ہیں اور ہندوستان میں یہاں کے ایک قسم کے میٹھے لیموں کو مالٹا کے نام سے پکارتے ہیں یہاں کے باشندے عربی النسل ہیں۔ ان کی زبان بھی عربی سے نکلی ہے۔ بہت دنوں تک یہاں کی سرکاری زبان اطالوی تھی اب انگریزی اور اطالی ہے۔ یہاں کے باشندے رومن کیتھولک عیسائی ہیں ۱۵۶۵ء میں مالٹا والوں نے ترکی کو شکست دے کر اس جزیرہ پر قبضہ کیا تھا۔ دارالسلطنت ولیٹا اسی سپہ سالار کے نام سے ہے۔ پرانے دارالسلطنت کا نام سیٹا وکیا یا مدینہ تھا۔ یہ شہر ولیٹا سے ۶ میل کے فاصلہ پر اب تک آباد ہے۔

مالٹا کے دستور حکومت میں متعدد مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ایک انگریز مصنف لکھتا ہے: جب جب مالٹیوں کو قانون ساز کی آزادی دی گئی آئینی تعطل پیدا ہوا حال میں سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ اس جزیرہ میں اٹلی کا پروپیگنڈہ شروع ہوا۔ ۱۹۲۶ء میں مذہبی پیشواؤں نے سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔ ۱۹۳۰ء میں جب جب رومن کیتھولک پادریوں نے اٹلی کے طرفداروں کی مدد کی حکومت برطانیہ نے پارلیمنٹری آئین معطل کر دیا۔ دو برس بعد پھر انتخاب ہوا لیکن مالٹیوں کی پھر اکثریت منتخب ہوئی اور پھر وہ اٹلی کی طرف جھکنے لگے۔ ان لوگوں نے مالٹیوں کو اس بات کے لئے راغب کیا کہ مفت میں فاسسٹ اٹلی کی سیر کو جایا کریں اور اٹلی سے مفت دوائیں لیں اور اپنا علاج کرائیں۔ ۱۹۳۳ء میں اس قسم کے متعدد وجوہ سے آئین کو پھر معطل کیا گیا اور ۱۹۳۶ء میں جب اٹلی اور حبشہ میں لڑائی ہو رہی تھی، آئین بالکل منسوخ کر دیا گیا۔

۱۹۳۹ء میں نیا آئین مرتب ہوا جس میں مالٹیوں کو اختیارات ملے لیکن اتنے نہیں جتنے پہلے تھے۔ یہاں ایک کونسل قائم ہے جس میں ۱۰ ممبر منتخب ہوتے ہیں۔ دو کو گورنر نامزد کرتا ہے۔ گورنر خود اس کا صدر ہوتا ہے فوجی مسائل پر بحث مباحثے کی اجازت دینا نہ دینا اس کے ہاتھ کی بات ہے آئین میں یہ قاعدہ بنا دیا گیا ہے کہ جو پادری پہلے تحریک میں حصہ لیتے تھے اب منتخب نہیں ہو سکتے۔

مالٹا صرف انگریزی بحری بیڑہ کا اڈا ہی نہیں ہے بلکہ دارالسلطنت ولیٹا کا عظیم بندرگاہ دنیا کے خوبصورت ترین بندرگاہوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ ہوائی فوج کا بھی بندرگاہ ہے کلفرانہ میں اترنے والے ہوائی جہازوں کا اور ہلفار میں زمین پر اترنے والے ہوائی جہازوں کا مضبوط اڈا ہے۔ لیکن آج کل انگریزی فوج بہت زیادہ تعداد میں یہاں جان بوجھ کر نہیں رکھی گئی۔ یہ نئی پالیسی نہیں۔ جب اٹلی نے حبشہ پر حملہ کیا تھا اور یہ ڈر تھا کہ ممکن ہے کہ برطانیہ کو بھی لڑائی میں آنا پڑے اس وقت بھی مالٹا میں برطانی بحری فوج زیادہ نہیں رکھی گئی تھی۔ اس وقت بھی جیسا کہ آج ہے بحری فوج کا اجتماع اسکندریہ ہی میں کیا گیا تھا۔ مالٹا اٹلی کے اتنا قریب ہے کہ اس پر وہ آسانی سے حملہ کر سکتا ہے۔ جب سے اٹلی جنگ میں شریک ہوا ہے یعنی ۱۰ جون سے ۱۴ جولائی تک اس نے مالٹا پر ۸۰ حملے کئے لیکن ابھی تک کچھ بگاڑ نہیں سکا۔ جتنی انگریزی فوج اس جزیرہ میں ہے کافی ہے۔ برطانیہ یہاں پر زیادہ فوج بھیجنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ مالٹا کے باشندے اپنی حفاظت کا پورا پورا انتظام کر رہے ہیں۔ انگریزوں کی بحری فوجوں کا اجتماع اب اسکندریہ میں ہے جہاں سے یہ مغربی بحر روم پر حکومت کر رہے ہیں۔ مالٹا یوں ہی بیچ میں رہیگا۔ برطانیہ اس کی چپہ چپہ زمین کے لئے لڑیگا اور مالٹی اگر دوسروں کو بحر روم کی لڑائی میں امداد نہ بھی دے سکے تو وہ کم سے کم اپنے پیروں پر کھڑے رہیں گے اور دوسروں کی امداد کی انھیں ضرورت نہ رہے گی۔

دیگر متعدد مجمع الجزائر - دلیارک مجمع الجزائر (مغربی بحر روم میں ہیں)۔ اس کا رقبہ ۱۹۳۵ مربع میل ہے اس کی آبادی ۳۳۱۰۱۵۹ ہے۔ دارالسلطنت پالما ہے۔ یہ اسپین کے قبضے میں ہے۔ فرانس سے فرانس کے شمالی افریقہ کے ماتحت ممالک کو آنے جانے کا یہی راستہ ہے صدیوں سے اس مجمع الجزائر کو فوجی اہمیت حاصل رہی ہے۔

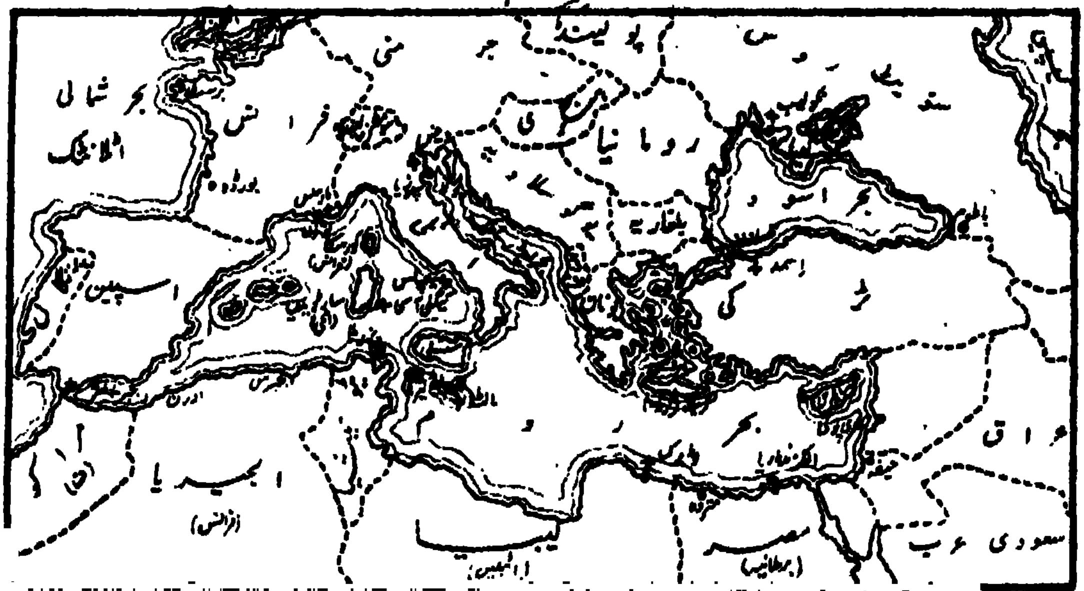
اس کے بعد کارسیکا کا جزیرہ ہے اس کا رقبہ ۳۳۶۸ مربع میل ہے اور اس کی آبادی ۳۰۵۰۰۰ ہے اور یہ فرانس کے قبضے میں ہے آجاسیو اس کا دارالسلطنت ہے۔ نپولین یہیں پیدا ہوا تھا۔ یہاں بحری فوج کے تین بندرگاہ ہیں۔ سین بونفاسیو جنوب میں اجاسیو مغرب میں وسیتیا شمال مشرق میں یہ فرانس کے قبضے میں ہیں اور حکومت ترسند نے حال ہی میں اس کے دشمن ملک ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ جب فرانس ہارا نہیں تھا اس وقت یہاں اس نے کافی تعداد میں ہوائی جہاز جمع کئے تھے۔

سارڈینیا - یہ کارسیکا کے جنوب میں ہے اس جزیرے کا رقبہ ۹۲۹۹ مربع میل ہے۔ اور آبادی ۸۶۲،۸۸۰ ہے یہ اٹلی کا ہے۔ اس کا دارالسلطنت کیگلیاری ہے۔ یہاں بحری فوج کے چار اڈے ہیں۔ ایک شمال میں مڈالینا۔ تین جنوب میں۔ کلیگاری، سین پتارو، سینٹ اینیاکو۔ کہتے ہیں کہ یہاں اٹلی نے کافی تعداد میں ہوائی جہاز جمع کئے تھے

سسلی - اٹلی کا سب سے بڑا جزیرہ ہے۔ اس کا رقبہ ۹۹۲۵ مربع میل ہے اور اس کی آبادی ۳۷۹۳۴۷۰۸ افراد پر مشتمل ہے۔ اس جزیرے کی بلند چوٹیوں سے مالٹا نظر آتا ہے جو یہاں سے ۶۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں مضبوط قلعہ بندی کی گئی ہے اور کہتے ہیں ۱۹۳۵ء میں جب انگلینڈ اور اٹلی میں جنگ کا امکان تھا اٹلی نے یہاں کافی ہوائی جہاز جمع کئے تھے۔

پینٹیلیریا - آتش فشاں جزیرہ ہے۔ اس

بحر روم



تیل کا نشان ○ قلعہ ■ سمندری اڈہ

رقبہ ۵۰ مربع میل ہے اور اس کی آبادی ۸۷۵۰ ہے۔ پہلے یہاں جلاوطن قیدی رکھے جاتے تھے۔ جیسے ہندوستان کے قیدی انڈمان بھیجے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آبدوز کشتیوں کے لئے یہ بہترین اڈا ہے۔ آج سے چار سال قبل اٹلی نے اس میں اصلاح شروع کی تھی، اس کی قلعہ بندی کی تھی اور اس کو ہوائی جہازوں کا اڈا بنانا چاہتا تھا۔

جزیرہ کارفو۔ یہ یونان کا ہے اس کا رقبہ ۲۷۴ مربع میل اور آبادی ۱۲۳۳۷۱ افراد پر مشتمل ہے (مشرقی بحر روم) اسے انگلینڈ نے ۱۸۶۳ میں یونان کو واپس کیا تھا۔

کریٹی۔ ۳۳۲۷ مربع میل کا جزیرہ ہے اور اس کی آبادی ۳۷۳،۲۱۰ افراد پر مشتمل ہے یہ یونان کا ہے اس کا دارالسلطنت کینیڈیا ہے۔ یہ ۱۹۱۳ء میں یونانیوں کو ملا۔

روڈس کا رقبہ ۵۶۳ مربع میل ہے اور آبادی ۳۱۰۰۰۔ یہاں کی ترقی کے لئے اٹلی نے خاص کوشش کی ہے جس سے سیاح سیرو تفریح کے لئے بھی یہاں آیا کرتے تھے۔ یہاں بحری فوج کا اڈا مضبوط سمجھا جاتا ہے۔ لیروس میں ہوائی جہاز کا بھی ایک مضبوط اڈا بنایا گیا ہے اور اس جزیرے کی مضبوط قلعہ بندی کی گئی ہے۔

سموتھریس۔ اس کا رقبہ ۷۱ مربع میل ہے اور آبادی ۳۵۵۰ ہے۔ یہ یونانیوں کا ہے یہ درہ دانیال کے منہ پر ہے اور پچھلی جنگ عظیم میں یہ برطانوی بحری بیڑے کے بہت کام آیا تھا۔

لیمنوس۔ یہ جزیرہ ۲۰ میل لمبا ہے اور اس کی آبادی ۲۸ ہزار نفوس پر مشتمل ہے یہ درہ دانیال کے منہ پر ہے اور یونان کے قبضے میں ہے۔

امبراس۔ یہ جزیرہ ترکی کا ہے اور یہاں کی آبادی ۹۲۰۰ ہے۔ یہ درہ دانیال کے منہ پر ہے۔

ٹینیڈوس۔ اس کی لمبائی ۷ میل ہے یہ بھی ترکی کے قبضے میں ہے۔ اس کی آبادی ۸۲۰۰ ہے۔ یہ بھی درہ دانیال کے منہ پر ہے۔ ترکی نے اس کی قلعہ بندی کی ہے۔

سائپرس۔ ایشیا کا جزیرہ ہے۔ ۱۱۹۱ء میں کنگ رچرڈ نے جب وہ کروسیڈ کی لڑائی میں فلسطین جا رہا تھا اس جزیرہ پر قبضہ کیا تھا۔ لیکن انگریزوں کا اس پر ۱۸۷۸ء میں قبضہ ہوا۔ سلطان ترکی نے اسے انگریزوں کو حکومت کرنے کے لئے اس لئے دیا تھا کہ انگریز ترکی کی روسیوں سے حفاظت کریں۔

لیکن ۱۹۱۴ء میں جب ترکی جرمنی کے ساتھ لڑا تو انگریزوں نے اسے برطانی سلطنت میں شامل کر لیا ۱۹۲۵ء میں اسے درجہ نوآبادیات ملا۔ ۱۹۳۱ء یونانی سیاست دانوں نے اس بات کی تحریک شروع کی کہ اسے یونان سے ملا دیا جائے۔ سائپرس کے یہ لیڈر جلاوطن کر دیئے گئے جن میں کچھ یونانی گرجے کے پادری بھی تھے۔ ۱۹۳۱ء میں آئین منسوخ کر دیا گیا۔ اب نامزد نمائندوں کے مشورہ سے حکومت ہوتی ہے اسکی آبادی ۳۵۰۰۰۰ نفوس پر مشتمل ہے۔ ۸۰ فیصدی یونانی زبان بولنے والے عیسائی ہیں اور ۲۰ فیصدی ترک مسلمان۔ یہ ترک مسلمان برطانیہ کے بہت وفادار ہیں اور مجالس قانون ساز میں یہ برابر یونانیوں کے خلاف انگریزوں کو ووٹ دیتے ہیں۔

عیسائی اقتدار کے قبل اسے یونانیوں کا شہر اور محبت کے دیوتا کی قیام گاہ کہا جاتا تھا۔ اسکا رقبہ ۳۵۸۴ مربع میل ہے مشرقی بحر روم میں یہ سب سے زیادہ صحت بخش مقام ہے سائپرس میں فوجی بندرگاہیں اول درجے کی نہیں ہیں۔

بحر روم کا مشرقی ساحل۔ بحر روم کے مغربی ساحل پر فوجی نقطۂ نظر سے نہر سویز بہت اہم ہے فلسطین اور ٹرانس جارڈن کا عرب علاقہ اور سیریا بھی اہمیت رکھتے ہیں۔

نہر سویز۔ نہر سویز ۱۰۳ میل طویل ہے۔ بحر روم کے ناکے والے بندرگاہ کو بندرگاہ سعید کہتے ہیں اور بحر قلزم والے ناکے کے بندرگاہ کا نام بندرگاہ سویز ہے اقتصادی

صدی عیسوی میں خلیفہ ہارون رشید نے اس نہر کو بنانے کا خیال کیا تھا لیکن وہ اس اسکیم کو کامیاب بنا سکا۔ سنہ ۱۸۵۹ء میں فرڈینینڈ ڈیلیسپس نے اس کا کام شروع کیا اور اسی سال مصر کے وائسرائے سعید پاشا سے اس نہر کے بنوانے کی اجازت لی۔ نومبر ۱۸۶۹ء میں یہ نہر کھل گئی۔ یہ نہر سب ملکوں کو یکساں سہولت پہنچاتی تھی لیکن ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم نے صورت بدل دی۔ فوجی نقطۂ نظر سے اہم ہونے کے باعث برطانیہ نے اس پر قبضہ کر لیا اور فرانس اور برطانیہ کی بحری اور بری فوجوں نے اس کی اچھی طرح قلعہ بندی کر لی ہے اس سے صرف غیر جانبدار اور دوست ملکوں کے ہی جہاز گزر سکتے تھے۔

اس کمپنی کے ۱۶ حصے برطانی ہیں لیکن انتظام کی بیشتر ذمہ داریاں فرانس پر تھیں۔ کمپنی کے ۲۲ ڈائریکٹر فرانسیسی ہیں، ۱۰ برطانی، ایک ڈچ اور ایک ڈائریکٹر مصری ہیں۔ سنہ ۱۹۳۸ء میں ۶۱۷۱ جہازوں میں جو اس نہر سے ہو کر گزرے تھے ۱۹۹۴ انگریزی تھے اور ۱۰۶۴ اٹلی کے۔ روس کے سب سے کم جہاز اس سے گزرے۔ جرمنی کے جہاز ۵۴۳ تھے۔ ان جہازوں کے وزن بالترتیب ۱۶،۸۸۴،۰۱۳ تن (برطانی) ۸،۰۶۷،۰۱۵ ٹن (اٹلی) ۹۱۷۵ ٹن (روس) ۱،۷۱۰،۲۳۲ ٹن (جرمنی) تھے جہازوں کے وزن کا میزان جو سنہ ۱۹۳۸ء میں اس نہر سے ہو کر گزرے تھے ۳۴،۲۹۶،۴۶۲ ٹن تھا۔ نہر سوئز کی وجہ سے انگلینڈ آنے کے لئے مشرقی ممالک کا راستہ بہت کم پڑ گیا ہے۔ اگر نہر سوئز بند ہو جائے تو خلیج فارس سے جو جہاز انگلینڈ جانا چاہیں انہیں نہر سوئز کے مقابلہ میں ۸۰ فیصدی زیادہ سفر کرنا پڑے گا۔ ہندوستان کے مغربی ساحل کے جہازوں کو ۷۷ فی صدی زیادہ۔ مشرقی ساحل کے جہازوں کو ۵۱ فی صدی زیادہ۔ ممباسہ کے جہازوں کو انگلینڈ پہنچنے کے لئے ۴۵ فیصدی زیادہ راستہ طے کرنا پڑے گا اور سنگاپور کے جہازوں کو ۴۴ فیصدی، ہانگ کانگ کے جہازوں کو ۳۲ فیصدی اور آسٹریلیا کے جہاز ۱۰ فیصدی زیادہ سفر کر کے انگلینڈ پہنچیں گے۔ انگلینڈ کا دیناوری مال ۹ سے ۱۴ فیصدی تک کا نہر سوئز سے ہو کر آتا جاتا ہے۔ ایران سے جو تیل جاتا ہے اور انگلینڈ کے ذریعے خریدے جانے والے تیل کا ۱۸ فیصدی ہوتا ہے، نہر سوئز سے گزرتا ہے۔ ملایا کا ٹین، ہندوستان سے جوٹ، چاول، چائے، مینگنیز، روئی اور کھالیں سوئز ہی ہو کر جاتا ہے۔

یہ مال اب سوئز سے نہیں جاتا وہ افریقہ ہو کر انگلینڈ پہنچتا ہے۔

فلسطین اور ٹرانس جارڈن اور سیریا اور عرب علاقے ہیں جو بحر روم کے مشرقی ساحل پر ہیں۔ فلسطین پر برطانیہ کو لیگ آف نیشنز کے ذریعے حکومت کرنے کا اختیار ملا ہوا ہے۔ فلسطین کا جتنا حصہ انگریزوں کے قبضے میں ہے اس کی آبادی ۱۴۰۱۸۰۶۱۶ ہے۔ ان میں ۸۵۹۰۶۱ مسلمان ہیں ۳۹۹۸۰۶ یہودی اور ۱۱۱۹۶۰ عیسائی ہیں۔ فلسطین کی خاص بندرگاہیں حیفہ، یافہ، تل ابیب، غزہ اور اکر ہیں۔

حیفہ فلسطین کا خاص بندرگاہ ہے یہاں کچھ جرمن بھی آباد تھے۔

سنہ ۱۹۳۹ء کی اسٹیٹسمین ایئر بک کے مطابق فلسطین میں انگریزی بری فوج کی دو پلٹنیں حیفہ اور یروشلم میں رہتی تھیں۔ ایک حصہ معاون فوج کا بھی تھا جس میں چار پلٹنیں تھیں۔ ہوائی جہاز کے دو بمبار اسکواڈرن تھے۔ ایک حصہ کمیونیکیشن ہوائی بیڑے کا تھا اور ایک مسلح موٹروں کی کمپنی تھی۔ فوج کا صدر دفتر یروشلم میں تھا۔ رملہ اور امانا میں بھی فوجیں رہتی تھیں۔ اب اس سے زیادہ فوج ہوگی۔

ٹرانس جارڈن۔ یعنی جارڈن کے اس پار کے علاقے کا رقبہ ۳۴۰۰۰ مربع میل ہے اس میں یہودی نہیں ہیں۔ ۲۰۰۰۰ عیسائی ہیں۔ کل آبادی کے نصف بدو ہیں۔ اس کا ۳/۴ حصہ ریتیلا ہے۔ دارالسلطنت امان ہے۔ امیر عبداللہ فرمانروا ہیں۔ یہاں برطانی ریزیڈنٹ رہتا ہے۔ فلسطین کے فسادات سے یہ علاقہ قطعی علیحدہ رہا اور اس نے فلسطین کے باغیوں کا ساتھ نہیں دیا۔ ٹرانس جارڈن میں دو میکنائزڈ اسکواڈرن انگریزی فوج کے تھے اور تین اسکواڈرن گھوڑسواروں کے ہیں (اسٹیٹسمین ایئر بک)

سیریا۔ اس ملک پر فرانس کو سنہ ۱۹۲۰ء میں حکومت کا اختیار ملا جتنے حصے پر فرانس کا قبضہ ہے اس کا رقبہ قریب چھ ہزار مربع میل ہے اور آبادی تین لاکھ ہے۔ بیروت میں امریکہ کی طرف سے ایک دارالعلوم ہے۔ سنہ ۱۹۱۴ء تک یہ ترکی کا ایک صوبہ تھا۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں اسے فرانس کے مینڈیٹ میں دے دیا گیا۔ فرانس کی فوج ملک پر قبضہ رکھتی ہے۔ یکم جنوری سنہ ۱۹۳۹ء تک اس کی فوج میں ۶۳۰ افسر اور ۱۰۱۷۰ سپاہی تھے۔ ایک کروڑ فرینک فوج کا خرچ تھا۔

ترکی۔ شمالی ساحل کے غیر جانبدار ممالک میں ترکی سب سے بڑا ملک ہے اس لئے اس وقت ترکی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ ترکی کی بحری اور ہوائی فوج کچھ خاص مضبوط نہیں تاہم اس کی بری فوج بڑی طاقتور ہے۔ عراق، ایران، اور افغانستان اس کو اپنا رہنما مانتے ہیں۔ اگر ترکی انگریزوں کے ساتھ آجائے تو اس ملک کے بیشمار بندرگاہ انگریزی بحری بیڑے کو بہت فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور اس کی طاقت کو بہت بڑھا سکتے ہیں۔ اگر یہ چاہے تو درہ دانیال سے جہازوں کی آمد و رفت بند کر سکتا ہے اور اس طرح اٹلی کو تیل کی روانگی روک سکتا ہے۔ کیونکہ برطانی بحری بیڑہ جبرالٹر اور نہر سوئز کو تو بند ہی کر رکھا ہے۔ رومانیہ اور روس سے اٹلی کو ذرا سا بھی تیل نہیں پہنچ سکتا۔

بحر روم کی اہمیت۔ مسولینی نے اس بحر اعظم کی اہمیت بتلاتے ہوئے ایک بار کہا تھا کہ بحر روم انگریزوں کے لئے ایک راستہ ہے لیکن اٹلی کے لئے روح ہے۔ برطانی سلطنت کے لئے اس سمندر کو خون پہنچانیوالی نبض کہا گیا ہے۔ اسی سمندر سے ہو کر سلطنت برطانیہ کے کمزور ملک ہندوستان، مشرقی ایشیا کا راستہ ہے۔ اور اسی لئے اس کو محفوظ رکھنے کی حکومت برطانیہ نے پوری پوری کوشش کی ہے۔ ٹائمز آف انڈیا ۹ ستمبر سنہ ۱۹۳۹ء کی اشاعت میں لکھتا ہے۔

"بحر روم میں برطانی مفاد کی حفاظت کوئین الزبتھ قسم کے جنگی جہاز کرتے ہیں جن کی مدد کے لئے ''ہڈ'' جیسا جنگی کروزر ہے جس سے زیادہ طاقتور جنگی جہاز دُنیا میں نہیں۔ تیز چلنے والے کروزروں کے دو جتھے یہاں کام کرتے ہیں۔ تباہ کن چھوٹے جہاز بھی ہیں جن کی مدد میں نئے قسم کے آٹھ ٹرمبل ڈسٹرایر ہیں۔ غوطہ خوروں کے جتھوں میں تین ٹیمس قسم کی غوطہ خور کشتیاں ہیں جو دُنیا بھر میں سب سے زیادہ تیز چلنے والی غوطہ خور کشتیاں کہی جا سکتی ہیں۔ یہ ۱۹۳۶ء کی بات ہے۔ اب تو یہاں کی بحری فوج اور بھی مضبوط کی گئی ہے۔

بحر روم کے مشرقی اور جنوبی ساحل کے سب باشندے مسلمان ہیں۔ مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے سبھی یورپین طاقتیں جو بحر روم میں اپنا اقتدار قائم رکھنا چاہتی ہیں۔ یا قائم کرنا چاہتی ہیں اور کوشش کر رہی ہیں۔ ۱۸۹۶ء میں قیصر ولیم سیریا اور فلسطین گئے تھے اور اپنے کو اسلام کا دوست جتا آئے تھے۔ اُس وقت یہ اُس حلقے کی گھات میں تھے جو ہندوستان اور بحر روم کے بیچ میں ہے۔ لیکن اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا جیسا کہ جنگ عظیم کے واقعات سے ظاہر ہے۔ اب سائنور مسولینی نے اُس سے بھی ایک قدم آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے اور لیبیا میں اُنھوں نے فرمایا ہے کہ "میں محافظ اسلام ہوں"۔

ابھی حال میں یہ خبر شائع ہوئی ہے۔ یہودیوں کی تار ایجنسی کے پاس یہ خبر آئی ہے کہ اٹلی کے اخباروں میں اس بات کی تحریک کی جا رہی ہے کہ فلسطین کو اٹلی کی سلطنت میں شامل کرنا اٹلی کا خاص مقصد ہونا چاہئے۔ اخبار یہ تجویز کرتے ہیں کہ یہودیوں کو فلسطین سے نکال دیا جائے کیونکہ یہودیوں کا مسئلہ اسی طرح حل کیا جا سکتا ہے کہ یہودیوں کو اُن ممالک میں بھیج دیا جائے جہاں بہت کم آبادی ہے۔ (لندن کی خبر۔ نیشنل ہیرالڈ ۲۶ جولائی ۱۹۴۰ء)

قارئین سمجھ گئے ہوں گے کہ اس خبر کو شائع کر کے اٹلی کے اخبار عربوں کی ہمدردی اپنے حق میں حاصل کرنی چاہتے ہیں۔ کیونکہ فلسطین کے عرب وہاں کے یہودیوں کے خلاف ہیں۔ اسلئے ایک انگریز مصنف نے اپنی تصنیف "بحر روم" میں لکھا ہے: "جس بات پر میں زور دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر برطانیہ اپنے سامراجی مفاد کے خاطر بحر روم کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے تو یہ بہت ضروری ہے کہ فلسطین کے مسئلے کا جلد اور منصفانہ فیصلہ کر دیا جائے۔ ان کی سیاسی قلعہ بندی میں کوئی ایسی خرابی جس کا اُس کمزوری سے موازنہ کیا جا سکے جو فلسطین میں عربوں کے ساتھ سلوک سے پیدا ہوتی ہے۔

اڈمیرل سر ریجنیلڈ بیکن نے اپنے مضامین میں جب فرانس کی جرمنی کے ساتھ صلح نہیں ہوئی تھی، لکھا تھا:

"بحر روم کا مغربی ناکہ انگلینڈ اور اسپین کے ہاتھ میں ہے۔ فرانس کے ہاتھ میں دونوں ساحل ہیں۔ شمال میں وینٹی میگلیا تک اور جنوب میں ٹریپولی کے ۶۰ میل تک اس کے بعد اٹلی ہے جو یونان کے ساحل کے شمال کے راستے کے بازو پر ہے اور جنوب میں مصر کے ساحل کے راستے پر۔ اس کے بعد شمال کی طرف کا راستہ ترکی کے ہاتھ میں ہے۔ جنوب کا ساحل مصر کے ہاتھ میں اور ہم (انگریز) فلسطین میں اس سمندر کی مشرقی سرحد پر قبضہ رکھتے ہیں۔ اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بیچ کے حصے کو چھوڑ کر جہاں اٹلی ہے اتحادیوں کے ہاتھ میں سارے ناکے ہیں"۔

دوسری جگہ یہ لکھتے ہیں:-

"ابھی مضبوط بحری فوج کے ذریعے ہم بحر قلزم اور بحر اسود کے بحری راستوں پر قبضہ رکھتے ہیں کیونکہ ہم درہ دانیال کے منہ کو بند کر سکتے ہیں اور اس طرح رومانیہ، شمالی ترکی، بلغاریہ اور جنوبی روس کو ساری دُنیا سے الگ کر سکتے ہیں بشرطیکہ ترکی کی بھی رائے ہو۔ (پائنیر)

اگر فرانس کی شکست نہ ہو گئی ہوتی تو اٹلی اس لڑائی میں جرمنی کی طرف سے شامل ہونے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا اور اگر کرتا تو فرانس مغربی بحر روم میں اور برطانیہ مشرقی بحر روم میں اٹلی کا کام تمام کر دیتے۔

زندگی

(از محترمہ شکیلہ اختر (اروِل گیا)

زندگی نام ہے گھٹ گھٹ کے جئے جانے کا
زندگی نام ہے پامال کئے جانے کا
زندگی نام ہے ارماں پہ مٹے جانے کا
روح کا قید میں بس آہ کئے جانے کا

آہ و فریاد سے معمور ہے سازِ ہستی
اشکِ پیہم میں رواں ہوتی ہے دل کی کشتی
پھول کھلتے ہیں جو گلشن میں تو مرجھانے کو
کونپلیں پھوٹتی ہیں شاخ سے جھڑ جانے کو

زندگی؟ آس کی بگڑی ہوئی صورت کہئے
سانس چلتی ہوئی بے جان سی مورت کہئے
خونِ مزدور سے نکلے ہیں چمن میں لالے
آہ دہقاں سے دہکتے ہیں فلک پر تارے

بخت انساں پہ فرشتوں کو یہ حیرانی ہے
جس کی تخلیق تھی احسن وہی فانی ہے

(سہیل)

مویشیان کو چارہ و دانہ دینے کے متعلق کچھ ہدایتیں

از قلم مسٹر اکرام اللہ خان۔ بی۔ ایس۔ سی (اے۔ جی) پبلسٹی انسپکٹر محکمہ زراعت یو۔ پی لکھنؤ

ہری گھاس۔ سائیلج اور بھوسہ :-

مویشیان کی تندرستی قائم رکھنے کے لئے چراگاہ کی ہری گھاس بہترین خوراک ہے ۔ اس میں طاقت کے تمام اجزا معہ وٹامن اے و بی و ڈی و ای کے موجود ہوتے ہیں ۔ جس زمانے میں ہرا چارہ دستیاب نہ ہو سکے تو گڑھے کا چارہ یعنی سائیلج جانوروں کو دینا چاہئے ۔ اس میں ۵۰ فیصدی پانی ہوتا ہے چونکہ اس میں پروٹین کم ہوتے ہیں اس لئے اس کے ساتھ دانہ زیادہ مقدار میں دینا چاہئے ۔ یہ دودھ دینے والے جانوروں کو دانہ کے ساتھ تیس پونڈ تک دیا جا سکتا ہے ۔ اس کے کھلانے میں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اس کے استعمال کرانے سے دودھ میں سائیلج کی بو آ جاتی ہے ۔ اس لئے یا تو اسے دودھ نکالنے کے بعد یا دودھ نکالنے سے کم از کم دو گھنٹہ پیشتر دینا چاہئے ۔ ڈیڑھ دو مہینے کے بچھڑوں کو اس کا استعمال نہیں کرانا چاہئے ۔ اس لئے کہ کھانے سے انھیں دست آنے لگتے ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ اگر سانڈوں کو اس کا استعمال کرایا جائے تو ان کی نسل کشی کی قوت کم ہو جاتی ہے ۔

بھوسہ میں پروٹین صرف ۲ فیصدی ہوتے ہیں اس کے استعمال کا منشا یہ ہے کہ جانور کا پیٹ خوراک سے خالی نہ رہے اس کے ساتھ ہرے چارے اور سائیلج کا استعمال بہت ضروری ہے ۔

دانہ اور دیگر مقوی غذا ۔

خوراک میں ہری گھاس اور سائیلج کے علاوہ مویشیان کو دانہ کی بھی ضرورت ہے ۔ اس کے لئے بنولہ ۔ بنولہ کی کھلی ۔ السی ۔ تل ۔ سرسوں ۔ اور مونگ پھلی کی کھلی کا استعمال جانوروں کی تندرستی قائم رکھنے اور کافی دودھ دینے کے لئے ضروری ہے ۔ گیہوں کا چوکر ۔ جئی ۔ مکا اور ارہر چنے ۔ مٹر وغیرہ کی چونی کا استعمال مناسب موقعوں پر ضروری ہے ۔

بنولہ کی غذا بہت مقوی مانی گئی ہے اور اسکا استعمال دودھ کو گاڑھا کرتا ہے اور مکھن کو سخت کرتا ہے ۔ عام طور سے ان بھینسوں کو دیا جاتا ہے جو مکھن تیار کرنے میں مخصوص کی جاتی ہیں ۔ بنولہ کس قدر قابض واقع ہوا ہے اس لئے اس کا استعمال ہوشیاری سے کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ چراگاہ کے ہرے چارے یا سائیلج کا استعمال ضروری ہے ۔

بنولہ کی کھلی :- بنولہ کی کھلی دو قسم کی ہوتی ہے یعنی چھلکا اتری ہوئی اور بغیر چھلکا اتری ہوئی ۔ ان دو اقسام میں چھلکا اتری ہوئی کھلی بغیر چھلکا اتری ہوئی کھلی کے مقابلہ میں زیادہ طاقت دینے والی ہوتی ہے ۔

السی کی مختلف شکلوں میں پروٹین اور معدنی اجزا کافی تعداد میں ہوتے ہیں ۔ یہ خوش ذائقہ اور زود ہضم ہوتی ہے اور کسی قدر دستاور اثر رکھتی ہے ۔ اس کے استعمال سے جانوروں کی تندرستی اچھی رہتی ہے اور ان کی کھال بہت چمکدار اور ملائم ہو جاتی ہے ۔ یہ چھوٹے بڑے ہر قسم کے جانور کو دیا جا سکتا ہے اور اس کا دلیا بچھڑوں اور بیمار جانوروں کو استعمال کرایا جاتا ہے ۔ اس کے استعمال سے جانور دودھ زیادہ دینے لگتے ہیں ۔ لیکن انکے دودھ سے نکالا ہوا مکھن ڈھیلا ہوتا ہے ۔ السی کی کھلی خالص السی کے برابر طاقتور اور مفید نہیں ہوتی ۔ دیسی کولھو کی نکلی ہوئی السی کی کھلی کارخانوں کی کھلی کے مقابلہ میں زیادہ طاقتور ہوتی ہے اس کو کولھو یا کارخانہ سے تیار ہونے پر چار مہینے اندر استعمال کر لینا چاہئے ورنہ اس کے بعد اس میں پھپھوندی لگ جاتی ہے ۔

سرسوں کی کھلی دودھ دینے والے جانوروں کے لئے زیادہ مناسب غذا نہیں ہے ۔ بھینسوں کو اس کا استعمال زیادہ کرایا جاتا ہے جانوروں کو اسکا ذائقہ زیادہ پسند نہیں اسلئے یہ اور کھلیوں کے ساتھ ملا کر کھلائی جاتی ہے ۔

تل کی کھلی ۔ جانوروں کے لئے بہترین ثابت ہوئی ہے یہ بہت خوش ذائقہ ہوتی ہے اور دستاور اثر رکھتی ہے اور اس سے دودھ کی مقدار بڑھ جاتی ہے ۔

چھلکا اتری ہوئی مونگ پھلی کی کھلی میں پروٹین کثیر مقدار میں ہوتا ہے ۔ جانور اسکو بہت خوشی سے کھاتے ہیں دودھ دینے والے جانوروں کے لئے اسکا استعمال بہت مفید ہے اس کے کھلانے سے سخت مکھن تیار ہوتا ہے ۔ اس کو ہمیشہ تھوڑی مقدار میں دینا چاہئے ۔

گیہوں کا چوکر ۔ بچھڑوں اور پورے جانوروں دونوں کے لئے مفید ہے ۔ اس میں پروٹین اور معدنی اجزا کافی تعداد میں ہوتے ہیں یہ خوش ذائقہ ۔ دستاور اور زود ہضم ہے ۔

مکا کے دانے کو جانور بہت خوشی سے کھاتے ہیں ۔ اس کے استعمال سے مویشی موٹے ہو جاتے ہیں ۔ یہ محنت کرنے والے جانوروں کے لئے بہت مفید ہے ۔ چونکہ اس میں پروٹین اور معدنی اجزا کم ہوتے ہیں اس لئے اسے کھلیوں اور دیگر پروٹین اور معدنی اجزا رکھنے والی غذا کے ساتھ ملا کر دینا چاہئے ۔

جئی کا دانہ ۔ مویشیان کے لئے بہت مفید ہے یہ قوت بخش اور خوش ذائقہ اور کسی قدر دستاور ہے ۔ اس میں پروٹین اور معدنیات کافی تعداد میں ہوتے ہیں ۔ یہ بچھڑوں ۔ گابھن گایوں اور بھینسوں اور دودھ دیتے ہوئے جانوروں کے لئے بہت مناسب ہے اس کے استعمال سے دودھ بڑھ جاتا ہے ۔

چنے ، مٹر ، ارہر کی چونی میں پروٹین اور معدنی اجزا شامل ہوتے ہیں اور یہ جانور کو فربہ کرنے کے لئے دئے جاتے ہیں ۔

جانوروں کو چارہ دانہ دینے کی صحیح تعداد درج ذیل ہے ۔

ایک ایسے بیل کے لئے مناسب دانہ و چارہ جس کا وزن ۸۰۰ پونڈ ہو اور ۸ گھنٹہ یومیہ کام کرتا ہو ۔

خوراک کی مقدار چارہ نمبر ۱ : چنے کا بھوسہ ۷ پونڈ ۔ گیہوں کا بھوسہ ۹ پونڈ ۔ دانہ نمبر ۱ : چنے کا دانہ ۲ پونڈ ۔ بنولے کی کھلی ایک پونڈ ۔ چوکر

۲ پونڈ نمک ایک اونس۔

چارہ نمبر ۲۔ سبز جئی ۱۲ پونڈ۔ سوکھی گھاس ۳ پونڈ۔

دانہ نمبر ۲۔ مکا دانہ ۲ پونڈ۔ تل کی کھلی ایک پونڈ۔ چوکر ۲ پونڈ نمک ایک آونس۔

چارہ نمبر ۳۔ گیہوں کا بھوسہ ۸ پونڈ۔ سبز جوار ۱۸ پونڈ۔ سبز گوار ۸ پونڈ۔

دانہ نمبر ۳۔ گیہوں کا چوکر ۱¾ پونڈ۔ سرسوں کی کھلی ۱½ پونڈ۔ تل کی کھلی ½ پونڈ مکا کی دلیا ایک پونڈ۔ نمک ایک اونس۔

ایک ایسے بیل کے لئے جس کا وزن ۹۰۰ پونڈ ہو اور جو ۸ گھنٹہ یومیہ کام کرتا ہو۔ مناسب چارہ و دانہ۔

خوراک کی مقدار چارہ نمبر ۱۔ چنے کا بھوسہ ۸ پونڈ۔ گیہوں کا بھوسہ ۱۰ پونڈ۔

دانہ نمبر ۱۔ گیہوں کا چوکر ۳ پونڈ۔ السی کی کھلی ۲ پونڈ۔ چنے کا دانہ ۲ پونڈ نمک ایک آونس۔

چارہ نمبر ۲۔ سبز جئی ۱۴ پونڈ۔ سوکھی گھاس ۱۳½ پونڈ۔

دانہ نمبر ۲۔ چوکر ۲¾ پونڈ۔ مکا کی دلیا ۲¾ پونڈ۔ نمک ایک آونس تل کی کھلی ½ پونڈ۔

چارہ نمبر ۳۔ سبز گوار ۱۰ پونڈ۔ گیہوں کا بھوسہ ۹ پونڈ۔ سبز جوار ۲۰ پونڈ۔

دانہ نمبر ۳۔ سرسوں کی کھلی ۲ پونڈ۔ مکا کی دلیا ۱½ پونڈ۔ تل کی کھلی ¾ پونڈ نمک ایک آونس۔ گیہوں کا چوکر ۲½ پونڈ۔

ایک ایسی بھینس کے لئے جس کا وزن ۱۲۰۰ پونڈ ہو اور جو ۲۰ پونڈ دودھ معہ ۶ فیصدی گھی کے دیتی ہو ہر روز کا مناسب دانہ و چارہ۔

خوراک کی مقدار چارہ نمبر ۱۔ گیہوں کا بھوسہ ۵ پونڈ۔ سوکھی گھاس ۱۰ پونڈ۔

دانہ نمبر ۱۔ گیہوں کا چوکر ۵ پونڈ۔ بنولے کی کھلی ۱½ پونڈ چنے کا دانہ ۲¾ پونڈ۔ السی کی کھلی ۳½ پونڈ۔

چارہ نمبر ۲۔ سبز جئی ۳۶ پونڈ۔ سوکھی گھاس ۱۰ پونڈ۔

دانہ نمبر ۲۔ تل کی کھلی ۱½ پونڈ۔ مکا کا دلیا ۲½ پونڈ۔ گیہوں کا چوکر ۵½ پونڈ۔ نمک ایک آونس سرسوں کی کھلی ۳½ پونڈ۔

چارہ نمبر ۳۔ سبز گوار ۱۲ پونڈ۔ گیہوں کا بھوسہ ۸ پونڈ مکا یا ہری جوار ۳۰ پونڈ۔

دانہ نمبر ۳۔ بنولے کی کھلی ۲½ پونڈ۔ نمک ایک آونس۔ گیہوں کا چوکر ۲½ پونڈ۔ مکا کی دلیا ۴ پونڈ چاول کا کنا ۴ پونڈ۔

ایک ایسی بھینس کے لئے جس کا وزن ۹۰۰ پونڈ ہو اور جو ۱۰ پونڈ دودھ معہ ۵ فیصدی گھی کے دیتی ہو یومیہ مناسب چارہ و دانہ۔

خوراک کی مقدار چارہ نمبر ۱۔ سوکھی گھاس ۸ پونڈ۔ سبز جئی ۳۲ پونڈ

دانہ نمبر ۱۔ گیہوں کا چوکر ۲½ پونڈ۔ سرسوں کی کھلی ۱½ پونڈ۔ نمک ایک آونس تل کی کھلی ½ پونڈ مکا کی دلیا ۱½ پونڈ۔

چارہ نمبر ۲۔ رزقہ یا لیوسن ۸ پونڈ۔ برسیم ۳۰ پونڈ۔ پیال ۶ پونڈ

چارہ نمبر ۲۔ مکا کی دلیا ۲½ پونڈ گیہوں کا چوکر ۲½ پونڈ۔ تل کی کھلی ۱½ پونڈ نمک ایک آونس۔

ایک ایسی گائے کے لئے جس کا وزن ۸۰۰ پونڈ ہو اور جو ۱۲ پونڈ دودھ معہ ۵ فیصدی گھی کے دیتی ہو یومیہ مناسب دانہ و چارہ۔

خوراک کی مقدار چارہ نمبر ۱۔ سبز جئی ۳۰ پونڈ۔ سوکھی گھاس ۸ پونڈ۔

دانہ نمبر ۱۔ گیہوں کا چوکر ۲¾ پونڈ۔ مکا کی دلیا ۱½ پونڈ بنولے کی کھلی ¾ پونڈ۔ السی کی کھلی ۲ پونڈ۔ نمک ایک آونس۔

چارہ نمبر ۲۔ ہری گوار ۱۰ پونڈ۔ گیہوں کا بھوسہ ۸ پونڈ۔ سبز جوار یا مکا ۲۰ پونڈ۔

دانہ نمبر ۲۔ مکا کی دلیا ۲ پونڈ گیہوں کا چوکر ۱½ پونڈ۔ چاول کا کنا ۲ پونڈ۔ مونگ پھلی کی کھلی ۱½ پونڈ۔ نمک ایک آونس۔

چارہ نمبر ۳۔ رزقہ ۸ پونڈ۔ برسیم ۲۰ پونڈ۔ گیہوں کا بھوسہ ۶ پونڈ۔

دانہ نمبر ۳۔ گیہوں کا چوکر ۱½ پونڈ۔ بنولہ کی کھلی ۱½ پونڈ۔ سرسوں کی کھلی ۲½ پونڈ۔ چنے کا دانہ ۱½ پونڈ۔ نمک ایک آونس۔

ایک ایسی گائے کے واسطے ہر روز کا مناسب چارہ و دانہ جس کا وزن ۶۰۰ پونڈ ہو اور جو ۶ پونڈ دودھ معہ ۴ فیصدی گھی کے دیتی ہو۔

خوراک کی مقدار چارہ نمبر ۱۔ چنے کا بھوسہ ۶ پونڈ۔ گیہوں کا بھوسہ ۸ پونڈ۔

دانہ نمبر ۱۔ چنے کی دلیا ۱½ پونڈ۔ گیہوں کا چوکر ۱½ پونڈ بنولہ کی کھلی ۱¾ پونڈ نمک ایک آونس۔

چارہ نمبر ۲۔ ہری جئی ۱۲ پونڈ۔ سوکھی گھاس ۱۰ پونڈ۔

دانہ نمبر ۲۔ تل کی کھلی ¾ پونڈ۔ مکا کی دلیا ۱½ پونڈ۔ گیہوں کا چوکر ۱½ پونڈ۔ نمک ایک آونس۔

چارہ نمبر ۳۔ گیہوں کا بھوسہ ۷ پونڈ۔ ہری جوار یا مکا ۱۶ پونڈ۔ سبز گوار ۱۶ پونڈ۔

دانہ نمبر ۳۔ تل کی کھلی ½ پونڈ۔ مکا کی دلیا ایک پونڈ۔ نمک ایک اونس چاول کا چوکر ۱½ پونڈ۔ سرسوں کی کھلی ½ پونڈ۔

نوٹ:۔ گائے۔ بیل اور بھینس کے وزن معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے۔

(جانور کی لمبائی کندھے سے پشت کی آخری ہڈیوں تک انچوں میں) × (جانور کا گھیرا۔ انچوں میں)۲

۳۰۰

= جانور کا وزن پونڈ میں

میلے کی ملاقات

از ٹھاکر شری ناتھ سنگھ

(۱)

یہ تقدیر ہی کی خوبی سمجھئے کہ چودھری گوپی ناتھ ایک کسان کے لڑکے ہو کر ضلع کے کلکٹر ہوگئے۔ اور ایک ایسے زمانے میں جبکہ بڑے بڑے زمینداروں کے لڑکوں کو بھی یہ عہدہ مشکل سے ملتا ہے۔

خیر آباد کے میلے میں جس کیمپ کے سامنے سے ہو کر بچپن میں نکلتے ہوئے انھیں ڈر لگتا تھا آج وہ اسی کیمپ کے اندر خود موجود ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ جس طرح وہ اس راستے سے پہلے گزرنے میں ڈرتے تھے اسی طرح اور بھی کتنے ہی لوگ آج اس راستے سے خوفزدہ ہو کر گزر رہے ہوں گے۔

اس وقت وہ کیمپ کے اندر ایک آرام کرسی پر بیٹھے ہوئے اخبار پڑھ رہے تھے۔ داہنے ہاتھ کی طرف کھڑکی تھی اور اس سے دور تک میلہ کا نظارہ دکھائی دیتا تھا۔ وہ خود کھڑکی میں سے باہر سب کچھ دیکھ رہے تھے لیکن انھیں کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔ وہ چہل پہل کے بیچ میں رہنے کے عادی تھے اور اس طرح بند جگہ میں چھپ کر بیٹھنا انھیں قطعی پسند نہ تھا۔ لیکن اب وہ ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے۔ وہ اس اہم میلے کا ضلع کے افسر اعلیٰ کی حیثیت سے معائنہ کرنے آئے تھے۔ وہ اس عہدہ کا وقار قائم رکھنا چاہتے تھے اسی لئے وہ کیمپ کے اندر خاموش بیٹھے اخبار دیکھ رہے تھے۔ لیکن سچ پوچھئے تو اخبار پڑھنے میں انکا ذرا بھی جی نہیں لگ رہا تھا۔ پھر بھی اخبار پڑھنے کا ڈھونگ رچائے تھے محض اس خیال سے کہ ماتحتوں پر ان کا رعب غالب رہے۔

انھیں اپنا بچپن یاد آیا جب وہ اپنے نانا کے ساتھ دو بار اس میلے میں آئے تھے۔ میلہ وہی تھا لیکن اس وقت کے میلے اور آج کے میلے میں بڑا فرق ہوگیا تھا۔ اس وقت وہ اس میلے میں ایک عام فرد کی حیثیت سے آتے تھے لیکن آج وہ اس میلے کی روح بنے ہوئے ہیں۔

وہ کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھتے جاتے اور اپنی گذشتہ زندگی کی خیالی تصویر بناتے اور بگاڑتے جاتے تھے کس طرح اُن کے نانا سر پر آٹا چاول کی گٹھری



یہ منظر دیکھ کر مسز چودھری بھی چونکیں

رکھ کر انھیں ندی پار خیر آباد پہنچا آتے تھے کس طرح وہ خیر آباد سے سیتاپور میں صرف وظیفہ مل جانے کے باعث بھیجے گئے تھے، کس طرح انھوں نے سیتاپور سے لکھنؤ میں جا کر آگے کی تعلیم ختم کی اور یکایک کس طرح وہ آئی۔ سی۔ ایس کا امتحان پاس کرکے اس عہدے پر پہنچ گئے۔

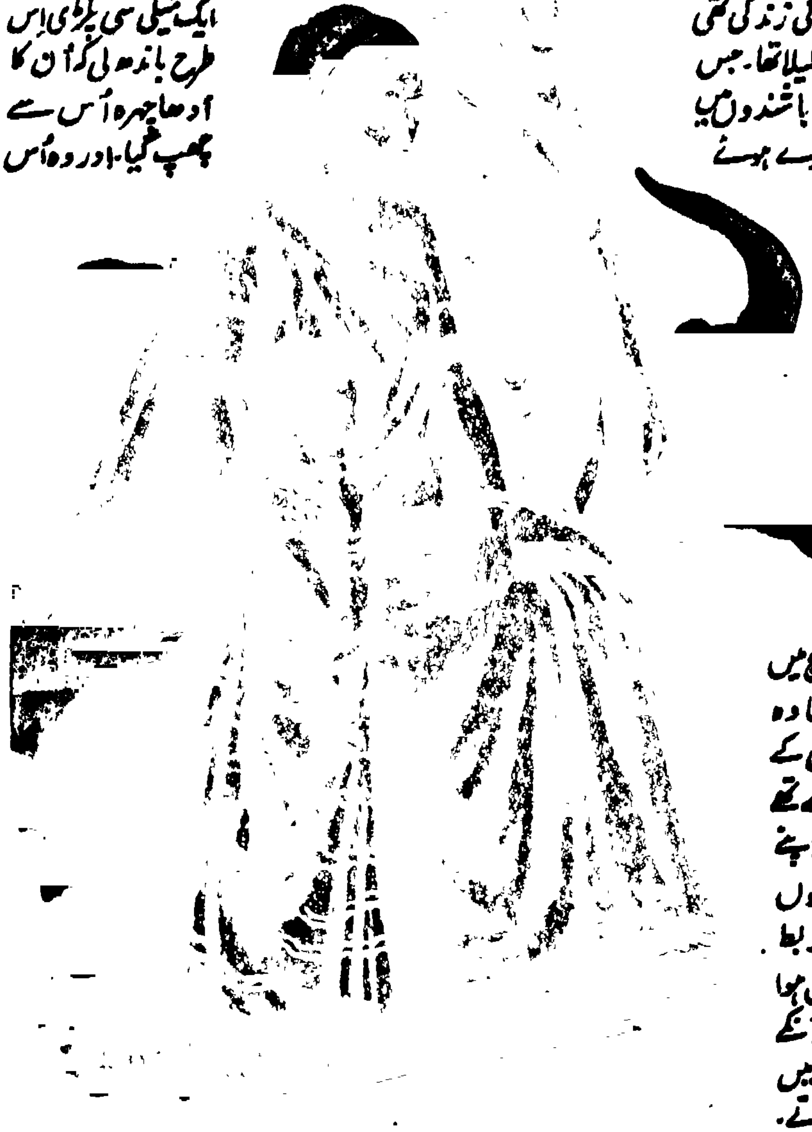
یہ تمام باتیں ایک خواب کی طرح ان کے سامنے گھوم گئیں جب عہد ماضی کی سب تصویریں ایک ایک کرکے ان کے پردۂ تصویر سے اوجھل ہوگئیں تو انھوں نے آگے آنے والے زمانے کی تصویریں بنانی شروع کیں۔

سب سے پہلے اُن کا خیال اپنی رفیقۂ حیات کی طرف گیا۔ آج اُن کی عمر ۲۷ سال کی ہوگئی ہے۔ ۱۰ سال قبل ایک گاؤں میں اُن کی شادی ہوگئی تھی اُن کا گونا نہیں ہوا تھا لیکن وہ جانتے تھے کہ اُن کی بیوی گاؤں کی گنوار لڑکی ہے۔ جب اُنکی شادی ہوئی تھی تو اُن کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ایک روز وہ کلکٹر ہونگے اور بنگلے میں آرام کی زندگی گذار سکیں گے۔ اس وقت اُنھوں نے صرف یہ سوچا تھا کہ ساری عمر کھیتی کے کام میں گزارنی پڑے گی اور یہ عورت اس کام میں بڑی مدد دے گی۔ اگرچہ انھوں نے اپنی بیوی کا منہ تک نہیں دیکھا تھا تاہم انھیں یہ یقین ہوگیا تھا کہ وہ عورت منحوس ہوگی اور کبھی کبھی تنہائی میں وہ

عداجتے یہ دعا کرتے تھے کہ وہ عورت مرجائے تو اچھا ہو۔ کالج سے نکلی ہوئی کتنی ہی دوشیزائیں اُن پر فریفتہ تھیں۔ کتنے ہی گھروں سے اُن کے پاس شادی کے پیغام پر پیغام پہنچ رہے تھے۔ یہ اس لئے کہ انھوں نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ غیر شادی شدہ ہیں۔ اپنی گاؤں کی شادی کا ذکر اپنے دوستوں سے کرتے ہوئے انھیں شرم آتی تھی۔ اپنے گھر گاؤں اور اپنی سسرال کو تو قریب قریب وہ بالکل بھلا چکے تھے۔ اُن کی زندگی ایک ایسے شخص کی زندگی تھی جو بالکل اکیلا تھا۔ جس گاؤں کے باشندوں میں پل کر وہ بڑے ہوئے تھے، اُنکے بیچ میں اُٹھنا بیٹھنا وہ اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے اور ابھی اپنے ہم رتبہ لوگوں سے اتنا ربط ضبط نہیں ہوا تھا کہ وہ اُنکے سُکھ دُکھ میں شریک ہوتے۔

اس طرح وہ اپنی تنہائی اور اپنی اُلجھنوں پر غور کرتے ہوئے کھڑکی سے میلے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میلہ اُنھیں ہر لمحہ اپنی طرف بلا رہا تھا۔

کیمپ کے اندر دیوتا کی طرح خاموش بیٹھا رہنا اُنھیں ناقابل برداشت معلوم ہوا۔ اپنی اپٹوڈیٹ انگریزی پوشاک میں میلے کے لئے گھومنا بھی اُنھیں اپنی پوزیشن کے خلاف معلوم ہوا۔ سرکاری افسر کی حیثیت سے میلہ کا معائنہ کرنے میں کوئی لطف نہیں تھا۔ اس لئے اُنھوں نے کیمپ کے دوسرے کمرے میں اپنے ملازم کی پڑی ہوئی پھٹی قمیص اور دھوتی پہن لی جسے انھوں نے کسی کام سے شہر بھیجا تھا اور جس کے متعلق اُنھیں یقین تھا کہ آج وہ واپس نہیں آسکتا۔ اُنھوں نے ایک میلی سی پگڑی اس طرح باندھ لی کہ اُن کا آدھا چہرہ اُس سے چھپ گیا۔ اور وہ اُس راستے سے باہر ہو گئے جدھر سے نوکر نکلا کرتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ اُنھیں اس بھیس میں کوئی پہچان نہ سکے گا اور وہ ایک کسان ہی کی طرح میلے سے لطف اندوز ہو سکیں گے۔



تھوڑی ہی دور پر وہ دیکھتے ہیں کہ انیس سے دس تئیں ایک لڑکی بے ساختگی طرف غور سے دیکھ رہی ہیں۔

(۳)

ایک بار میلے کا چکر لگا کر چودھری گوپی ناتھ ایک ہنڈولے کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ یہ ہنڈولہ دور ہی سے نظر آتا تھا۔ اس میں بیٹھی ہوئی دیہاتی دوشیزائیں برسات کی اُمڈی ہوئی ندی کی طرح موسیقی کا چشمہ بہاتی ہوئی کبھی زمین پر اور کبھی آسمان پر پہنچ جاتی تھیں۔ چودھری گوپی ناتھ ان دیہاتی دوشیزاؤں کی اس حقیقی خوشی کی طرف اتنے محو ہوئے کہ وہیں کے وہیں کھڑے رہ گئے۔

تھوڑی دیر بعد ہنڈولہ رُکا، جو لوگ اُس میں سوار تھے اُتر گئے اور نئے نئے لوگ چڑھنے لگے۔ سب سے پہلی پالکی میں جو اس وقت زمین پر تھی تین عورتیں بیٹھ گئیں اُن میں سے ایک نہایت تندرست اور فربہ اندام تھی، ایک طرف بیٹھی، اور دو جو تندرست تو اُتنی ہی تھیں لیکن اُتنی فربہ اندام نہ تھیں، دوسری طرف بیٹھیں۔ ان تینوں کی پوشاک بہت اچھی نہ تھی لیکن اُنکا تندرست جسم، اُن کی بڑی بڑی آنکھیں، اُنکے جسم سے پھوٹتی ہوئی خوبصورتی اور اُن کی سادگی چودھری گوپی ناتھ کے گرد ایک بھول بھلیاں کی طرح کھڑی ہو گئی اور وہ اُس میں بھٹک گئے۔

ہنڈولے کی دوسری پالکی زمین پر آئی اور اُس میں پانچ عورتیں سوار ہوئیں اُنمیں دو بوڑھی تھیں، ایک جوان اور دو چھوٹی لڑکیاں تھیں۔ یہ پالکی بھی کچھ اوپر گئی اور تب تیسری پالکی آئی۔ اس پر چڑھنے کے لئے بہت سے مرد اور عورتیں ٹوٹ پڑیں آخر میں چار مردوں کو کامیابی ہوئی۔ اب ہنڈولے کی وہ پالکی جس میں وہ تینوں دوشیزائیں بیٹھی تھیں اوپر جا چکی تھی۔ چودھری صاحب نے اوپر نظر اُٹھائی تو اُنھیں محسوس ہوا گویا نیلے لباس کے بادل میں تین چاند ایک ساتھ طلوع ہوئے ہیں اور وہ چکور کی طرح نیچے کھڑے اُنکو دیکھ رہے ہیں۔ چکور کو دیوانہ بنا دینے کے لئے ایک چاند ہی کافی ہوتا ہے لیکن وہاں تو تین تین چاند تھے۔

اپنی پوشاک کے باعث اُس مجمع میں مل گئے تھے جو وہاں جمع تھا۔ اُن کا چہرہ بھی بہت کچھ چھپا ہوا تھا اس لئے کوئی یہ نہیں جان سکتا تھا کہ وہ کلکٹر ضلع چودھری گوپی ناتھ ہیں۔

کھڑے کھڑے دفعتاً اُنھیں کچھ خیال آیا اور وہ تیزی کے ساتھ جو تھی پالکی پر خود سوار ہوگئے۔ اُن کے ساتھ تین اور بھی نوجوان ساتھ سوار ہوئے۔ یہ تینوں نوجوان بھی چودھری گوپی ناتھ ہی کی طرح اُنھیں تینوں دوشیزاؤں کی طرف مائل ہوکر اُس ہنڈولے پر چڑھے تھے۔

ہنڈولہ پھر چلنا شروع ہوا۔ پہلے دھیرے دھیرے اور پھر وہ تیزی سے چل پڑا۔ گوپی ناتھ کی اس وقت عجیب حالت تھی۔ وہ محسوس کرتے تھے کہ چندر لوک کی پریاں اُنھیں کبھی آسمان کی طرف بلاتی ہیں اور کبھی آسمان سے زمین کی طرف ڈھکیل دیتی ہیں۔ وہ ایک اچھے فلسفی بھی تھے۔ اُنھوں نے خیال کیا درحقیقت عورتیں ہی مردوں کی راہ معین کرنے والی ہیں۔ وہ چاہیں تو اُسے جنت میں پہنچا دیں اور چاہیں تو جہنم میں ڈھکیل دیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ وہ اِس وقت تک غیر شادی شدہ ہوتے اور اپنی رفیقۂ حیات کا خود انتخاب کر سکتے۔

یکایک اُس جھولے پر سے جس میں تینوں لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں ایک رومال اوپر سے گر کر زمین پر آگرا۔ جھولے پر کی ہر پالکی کے لوگ ہاتھ بڑھا بڑھا کر اُس رومال کو اُٹھانے کی کوشش کرنے لگے۔ ہر شخص زمین کے پاس آنے پر ہاتھ بڑھاتا اور رومال کے حاصل کرنے میں ناکام ہوتا۔ تماشائی بھی اس نظارے سے دلچسپی لینے لگے۔ چودھری صاحب نے دل ہی دل میں سوچا۔ یہ اُن لڑکیوں کی طرف سے دعوت ملاقات ہے۔ جیسے وہ رومال کہہ رہا ہے کہ جو اِسے اُٹھالے گا وہی ان لڑکیوں کے دل پر قبضہ کر سکے گا۔ اُسی کے گلے میں یہ بر مالا ڈال دیں گی۔ چودھری صاحب نے بھی ایک بار ہمت کرکے ہاتھ بڑھایا اور رومال اُن کے ہاتھ میں آگیا۔ تماشائیوں نے زوروں سے تالیاں بجائیں اور وہ لڑکیاں کچھ شرما سی گئیں۔ بات یہ تھی کہ رومال اُنھوں نے جان کر نہیں گرایا تھا اگرچہ بیشتر حاضرین یہی سمجھے تھے کہ یہ رومال اُنھوں نے مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے ہی کے لئے گرایا ہے۔

اب چودھری گوپی ناتھ اُس مجمع کے ہیرو بن گئے تھے۔ وہ اُسی طرح توجہات کے مرکز بن گئے تھے جیسے کسی وقت مچھلی کا نشانہ لگا کر ارجن بن گئے تھے۔ اُن کی ایک آنکھ قریب قریب بند تھی اور پیشانی اور گال چھپے ہوئے تھے۔ ٹھوڑی تو بالکل بند تھی۔ ہر شخص اُن کے چہرے کو دیکھ کر پہچاننے کی کوشش کرتا تھا کہ یہ بہادر اور چھبیلا نوجوان کون ہے۔ لیکن کوئی اُنھیں پہچان نہ سکا۔

وہ رومال پانے پر چودھری صاحب کو اتنی خوشی ہوئی جتنی اُنھیں کلکٹری ملنے پر بھی نہ ہوئی تھی۔ وہ اپنے آپ کو کوسنے لگے اُنھوں نے دل میں کہا۔ میں نے اپنا گونا کرکے بڑی غلطی کی ہے۔ میری رفیق حیات ضرور انھیں عورتوں کی سی ہوگی۔ ایسی ہی اُس کی صحت ہوگی۔ ایسا ہی سڈول جسم ہوگا۔ اسی طرح اُس کی رسیلی چتون اور منوہر مسکان ہوگی اور اگر اُس میں تعلیم کی یا اور کسی بات کی کمی ہوگی تو وہ میری مدد سے دور ہو سکتی ہے۔ یہ ایک بہت بڑا انقلاب تھا جو اُس وقت چودھری صاحب میں ہو رہا تھا۔ یکایک ہنڈولہ رُکا اور وہ تینوں لڑکیاں اُتریں اور اُترنے کے بعد ہی ایک طرف روانہ ہوگئیں۔ وہ اتنی شرمندہ ہو رہی تھیں کہ اُن کو ایک لمحہ بھی وہاں ٹھیرنا ایک بار معلوم ہوا۔

چودھری گوپی ناتھ اِس امید میں تھے کہ ہنڈولے سے اُترنے پر وہ رومال وہ اُن دوشیزاؤں کو دیں گے اور تب وہ اور قریب سے اُنھیں دیکھ سکیں گے۔ لیکن جب وہ اُترے تو وہ تینوں لڑکیاں وہاں سے جا کر مجمع میں جذب ہو چکی تھیں اور وہاں وہی بوڑھیاں دوشیزہ اور لڑکیاں کھڑی مسکرا رہی تھیں۔ ایک نے چودھری صاحب سے کہا۔ معلوم ہوتا ہے آپ پہلے ہی بار جھولے پر چڑھے ہیں۔

"کیوں؟" چودھری صاحب نے متعجب ہوکر پوچھا۔

"کوئی کسی کا رومال اس طرح اُٹھا کر اپنے پاس رکھ لیتا ہے؟ ہنڈولے کا قاعدہ یہ ہے کہ آدمی جس کے ہاتھ میں گرا ہوا رومال آتا ہے وہ اوپر جانے پر اُسے چھوڑ دیتا ہے اور اُسے لوگ باری باری سے اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"ہوں!" چودھری صاحب نے لاپروائی سے کہا اور وہاں سے چلے گئے۔ اُنھوں نے ہر طرف بھیڑ کو چھان ڈالا مگر اُنھیں کہیں بھی وہ لڑکیاں نظر نہ آئیں۔ وہ اُن کا رومال اُنھیں واپس دینا اور اُن سے معافی مانگنا چاہتے تھے۔ اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ اُنھیں ایک بار پھر دیکھنا بھی چاہتے تھے۔

(۳)

آخرکار جب چودھری گوپی ناتھ تھک کر مایوس ہوگئے تو اپنی تکان دور کرنے کے لئے وہ میلے سے باہر ویران جگہ دیکھ کر ایک ٹیلے پر جا کر بیٹھ گئے۔ ٹیلے کے پیچھے ہی ایک برساتی ندی تیزی سے رواں تھی اور وہاں سے ندی کا اور ندی پار کا نظارہ بہت دلفریب تھا۔ یکایک پورب میں زوروں سے بادل اُٹھے اور چودھری صاحب اس خوف سے کہ کہیں بارش تیز ہو اور وہ بھیگ نہ جائیں اپنے کیمپ کی طرف روانہ ہوئے۔

اِدھر میلہ گھٹتا دیکھ کر وہ لڑکیاں بھی اپنے گاؤں کی طرف لوٹیں چنانچہ ٹیلے سے کچھ ہی فاصلے پر چودھری گوپی ناتھ کی دوبارہ اُن سے ملاقات ہوگئی۔ اُن کی آرزو ایک بار پھر بر آئی۔ اس وقت اس گھنگھور گھٹا نے اُن کی کتنی مدد کی تھی یہ سوچ کر وہ دل ہی دل میں اُس کا شکریہ ادا کرنے لگے۔

اُن لڑکیوں میں سے جو فربہ اندام تھی بولی "کلاوتی! دیکھ وہ کنوا (کانا) آرہا ہے جس نے تیرا رومال اُٹھایا تھا" اور تینوں زور زور سے ہنسنے لگیں۔

چودھری صاحب کانے نہیں تھے لیکن اُنھوں نے محسوس کیا کہ وہ کانے ہی سے نظر آتے ہونگے۔ تو کیا اسی لئے یہ لڑکیاں وہاں سے چلی گئیں تھیں۔ اُنھوں نے آگے بڑھ کر اُن دوشیزاؤں کا استقبال کیا اور عاجزی کے ساتھ بولے "میں آپ لوگوں سے معافی چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کا رومال اُٹھا لیا۔ یہ آپ لوگوں کی نذر ہے"۔

اُن لڑکیوں میں سے کسی نے بھی چودھری صاحب کے ہاتھ سے رومال لینے کے لئے ہاتھ نہ بڑھایا۔ جو بہت موٹی تھی وہ بولی "کلاوتی! اپنا رومال لیتی کیوں نہیں؟"

کلاوتی بولی "جس کا ہوگا وہ لیلیگی"۔

چودھری گوپی ناتھ کو معلوم نہیں تھا کہ وہ رومال کس کا ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے رومال کو زمین پر رکھ دیا اور کہا "اچھا بھئی یہ لوئیں اس رومال کو زمین پر رکھے دیتا ہوں تم میں سے جس کا ہو وہ اُسے اُٹھالے"۔

چودھری صاحب نے رومال زمین پر رکھا ہی تھا کہ پہلے بڑی بڑی بوندیں پڑیں اور پھر موسلادھار بارش ہونے لگی۔ پاس ہی ایک گھنا پیپل کا درخت تھا۔ مجبور ہوکر وہیں سب کو جانا پڑا۔ رومال اُسی جگہ پڑا رہ گیا۔ چودھری صاحب لوٹ کر گئے اور اُسے درخت کے نیچے اُٹھا لائے۔

جب پانی برس چکا تو تینوں لڑکیاں اپنے گاؤں کی طرف چلیں۔ بادلوں کا سایہ شام کی سیاہی میں بدل رہا تھا اور شام رات میں تبدیل ہونا چاہتی تھی۔

چودھری صاحب نے اُن کی طرف دیکھ کر کہا "اب رات میں آپ لوگ ندی پار کرکے اپنے گاؤں نہیں جا سکتیں اسلئے آج آپ میری مہمانی منظور کیجئے۔ کل سویرے آپ لوگوں کو پہنچا دوں گا"۔

تینوں میں جو بہت شوخ تھی بولی "آپ ہی کیوں نہیں ہمارے گھر چلتے؟"

فربہ اندام لڑکی بولی "بھائی میں تو کانے آدمی کو اپنے ساتھ نہیں لیجا سکتی"۔

اس پہ تینوں نے قہقہہ لگایا۔

چودھری صاحب نے کہا "آپ لوگ ڈریں نہیں کانا پن کوئی چھوت کی بیماری نہیں ہے کہ مجھ سے آپ کو لگ جائے گی"۔

ایک بولی "جی ہاں! ہم لوگوں پر آپ کا کانا پن کچھ اثر نہیں ڈال سکتا لیکن ہمارے ساتھ جو کلاوتی ہے یہ بجائے ایک کے دونوں آنکھیں کھو بیٹھی تو؟"

تینوں خوب زور سے ہنسیں اور کلاوتی نے اپنی دونوں سہیلیوں کی پیٹھ پر گھونسے جمائے۔

اب وہ تینوں ندی کے کنارے پہنچ چکی تھیں اور چودھری گوپی ناتھ میلے کی طرف نہ آکر اُنھیں کی طرف کھنچے گئے تھے۔ وہ کہہ رہی تھیں "بابا تم پردیسی ہو اپنے راستے جاؤ، لوگ تمھیں ہمارے ساتھ دیکھیں گے تو کیا کہیں گے"، اور چودھری صاحب کہہ رہے تھے۔ "میں مرد ہوں، رات کا وقت ہے، برساتی ندی کا کنارہ ہے۔ تم لوگوں کو چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں"۔

اس طرح باتیں کرتے ہوئے اور ہنسی مذاق کرتے ہوئے اُن تینوں لڑکیوں نے ہنسیوں سے جو اُنھوں نے میلے میں خریدا تھا، بڑی بڑی گھاسیں کاٹیں اور ان کا ایک موٹا رسّا بنایا۔ پھر وہ چودھری صاحب سے بولیں "تم کو تیرنا آتا ہے؟"

"ہاں!"

"اچھا تو مہربانی کرکے اس رسّے کو ندی پار لیجا کر اُس درخت میں باندھ دو۔ اسی کے سہارے ہم اُس پار نکل جائیں گے اور تم میلے میں لوٹ جانا"۔

چودھری صاحب نے ویسا ہی کیا۔ اُنھوں نے گھاس کے رسّے کو ندی پار کے ایک درخت سے باندھ دیا۔ پانی برس جانے سے برساتی ندی کی روانی اور تیز ہوگئی تھی۔ روانی کی تیزی سے وہ رسّہ دونوں طرف سے بندھا ہونے کے باعث کھنچ کر ایک ہری کمان کی شکل کا بن گیا تھا۔ اُس کو پھر کھینچ کر اُن عورتوں نے سیدھا کیا اور اُس کے سہارے ایک ایک کرکے وہ ندی کے پار ہوگئیں۔ ہر ایک کے ساتھ چودھری صاحب الگ سے تیرتے ہوئے گئے۔ اُنھوں نے دل میں کہا "آج میں کتنا خوش قسمت ہوں۔ اگر بھگوان ایک روٹی کھانے کو دے اور اسی طرح برساتی ندیوں میں ایسے ہی ساتھیوں کے ساتھ تیرنا پڑے تو زندگی کی بابت میں کون پوچھے"۔

پار پہنچنے پر چودھری صاحب نے کہا "کیا تم ہمیں اپنے گاؤں لے چل سکتی ہو؟"

جو سب سے موٹی تھی وہ بولی "بھائی میں تو اپنے گھر نہیں لے چل سکتی۔ میرے دادا بہت بگڑیں گے اور پھر آج کل میرے پتی بھی آئے ہوئے ہیں"۔

جو بہت شوخ تھی وہ بولی "میں تو ابھی کل ہی سسرال سے واپس آئی ہوں۔ مجھے تمھارے جیسے ساتھی کی ضرورت نہیں۔ ہاں کلاوتی چاہے تو تم اس کے یہاں جا سکتے ہو اس کے شوہر نے اسے چھوڑ رکھا ہے"۔

تینوں عورتیں پھر زور سے ہنسیں۔ جب وہ خوب ہنس چکیں تو موٹی عورت بولی۔ "یہ ٹھیک ہے کہ کلاوتی کے پتی نے اسے چھوڑ رکھا ہے لیکن کانے رام کی بیوی نے تو اُنھیں نہ چھوڑا ہوگا۔ اور اگر یہ کلاوتی کے یہاں ایک روز بھی رہ گئے تو بیچاری کی زندگی برباد ہوجائیگی۔ کانا آدمی ایک منٹ کے لئے دکھائی دے تو دن بھر کھانا نہیں ملتا۔ یہاں تو کانے کو رات بھر ٹھہرانے کا سوال ہے۔"

کلاوتی نے دونوں سہیلیوں کو پکڑ مارنے دوڑی۔

چودھری گوپی ناتھ نے اپنی پگڑی اُتار کر پھینک دی اور کہا۔ "ذرا اِدھر دیکھو۔ میں کانا نہیں ہوں۔ میری دونوں آنکھیں سلامت ہیں"۔

موٹی لڑکی بولی "ہاں ہاں کلاوتی کوئی ڈر نہیں ہے۔ آج تو اس آدمی کو اپنے گھر میں ٹکالے"۔

کلاوتی نے مصنوعی غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اگر ٹکا ہی لوں گی تو کوئی کیا کرے گا"۔

"میرے رہتے ہوئے تمھارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا" چودھری گوپی ناتھ نے کہا۔

"اچھا تو تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو کیوں؟" شوخ عورت نے کہا اور اس پر دونوں زور سے ہنسنے لگیں۔ کلاوتی شرما گئی اور خاموش اپنے گھر کی طرف چل پڑی۔ موٹی لڑکی بولی۔ "اچھا بھائی اب تم لوٹ جاؤ۔ اگر زندگی رہی تو میلے میں کبھی نہ کبھی پھر ملاقات ہو جائیگی"، اور وہ دونوں بھی کلاوتی کے پیچھے جھپٹتی ہوئی چلی گئیں۔

چودھری گوپی ناتھ مایوس اور افسردہ پھر اُسی ندی کے کنارے آئے۔ اس پار سے اُس پار تک وہ رسّی بندھی ہوئی تھی اُسے پکڑ کر اُنھوں نے ندی پار کی اور میلے میں چلے گئے۔ اپنے کیمپ میں وہ ملازموں کی آمد رفت کے دروازے سے داخل ہوئے اور فوراً لباس تبدیل کرکے اپنے کام میں لگ گئے۔

(۴)

اس واقعہ کا چودھری گوپی ناتھ پر زبردست اثر پڑا۔ رہ رہ کر اُن کے دل میں یہی بات

اُٹھنے لگی کہ ان کی بیوی جاہل اور گنوار ہوسکتی ہے لیکن وہ بدشکل نہیں ہوسکتی۔ اور اُس میں نسوانی اوصاف کی کمی کبھی نہیں ہوسکتی۔ آج بغیر زیور کی ساری خوبصورتی اور معصومی انتہا پسند بیگانہ معلوم ہوتی تھی اور وہ اُن تینوں عورتوں سے متعلق اپنا فرض ادا کرنے کے لئے بیتاب کی یاد کے ساتھ اپنی بیاہتا بیوی برابر یاد آرہی تھی اور اس سے متعلق اپنا فرض ادا کرنے کے لئے بیتاب ہو رہے تھے۔ کیا تعجب جو ان کی بیوی بھی کلاوتی کی طرح البیلی اور خوبصورت ہو۔ انھوں نے اُسی روز اپنی سسرال خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ ان کا قصور معاف کیا جائے وہ جلد ہی اپنا گونا کرانے کے لئے پہنچنے والے ہیں۔

اس واقعہ کے سال بھر بعد خیرآباد کا میلہ اسی طرح پھر ہوا۔ پھر وہاں چہل پہل ہوئی اور میلے کے بیچ میں اسی طرح چودھری گوپی ناتھ کا کیمپ لگا۔ اس بار خصوصیت یہ تھی کہ مسز چودھری بھی وہاں موجود تھیں۔ سال بھر میں چودھری صاحب نے ان کی بالکل کایا پلٹ دی تھی۔ ان کی دی ہوئی تعلیم ان کی محبت اور اُن کے دئے ہوئے قیمتی زیورات کو پاکر وہ اتنی ہی کھل اُٹھی تھیں جتنا کہ جنگل میں کھلا ہوا گلاب کسی دیوتا کے تاج میں لگ جانے پر اور بھی خوبصورت معلوم ہونے لگتا ہے۔

آج زندگی میں پہلا موقعہ تھا جب چودھری گوپی ناتھ اپنی بیوی کے ساتھ میلے کا معائنہ کرنے نکلے تھے۔ آج انھیں بھیس بدل کر میلے میں جانے کی ضرورت نہ تھی۔ سارا میلہ گھوم آنے پر وہ پھر اپنے کیمپ میں آئے اور بیوی کو کیمپ میں چھوڑ کر باہر جانے لگے۔ بیوی نے کہا "میں ہنڈولہ بھی دیکھنے جانا چاہتی ہوں"۔ گوپی ناتھ بولے "نہیں نہیں۔ وہاں بہت ہی نیچے درجے کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ وہاں جاکر تم کیا کروگی؟"

لیکن ان کی بیوی بولیں "نہیں، کچھ بھی ہو میں ہنڈولہ دیکھنے ضرور جاؤں گی"۔

چودھری گوپی ناتھ خود بھی اُس طرف جانے کے خواہاں تھے لیکن تنہا جانا چاہتے تھے۔ آخر جب بیوی کسی طرح راضی نہ ہوئیں تو پھر انھیں لیکر وہ ہنڈولے کی طرف گئے۔ ان کا خیال تھا کہ اول تو وہ عورتیں آئیں گی نہیں۔ اور اگر آئیں بھی تو اس اپٹوڈیٹ لباس میں دیکھ کر اُن سے پاس آنے کی وہ جرأت نہ کریں گی۔ وہ انھیں شاید ہی پہچان سکیں۔

ہنڈولے کے پاس جیسے یہ لوگ پہنچ گئے مجمع کا ایک حصہ اُن کے استقبال کے لئے الگ ہٹ کر کھڑا ہوگیا۔ یہ لوگ جنکی تلاش میں نکلے تھے جب وہ نظر آئیں تو وہ آگے بڑھنے بجائے رُک گئے۔ پہنچ کر وہ کیا دیکھتے ہیں کہ دو عورتیں ایک لڑکی کے ساتھ کھڑی ہیں اور تیسری کی جگہ ایک بھینس نے لے رکھی ہے جو شاید انھوں نے میلے میں خریدی تھی۔ یہ سین دیکھکر مسز چودھری بھی چونکیں۔ یکایک چودھری گوپی ناتھ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دونوں عورتیں آگے بڑھ کر اُن کی بیوی سے لپٹ گئی ہیں۔ یہ کلاوتی کی وہی دونوں سہیلیاں تھیں جنھیں گوپی ناتھ نے گذشتہ سال اُن کے ساتھ دیکھا تھا۔ چودھری صاحب کی بیوی نے بڑی مشکل سے اُن دونوں کے بوسوں کی بوچھار سے اپنے کو بچایا۔ چودھری صاحب کو بھی اُن دونوں کے پہچاننے میں دیر نہ لگی۔ انھوں نے آگے بڑھ کر پوچھا "اور تمھاری وہ تیسری سہیلی کہاں گئی؟" موٹی عورت اُن کی بیوی کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور اُس کے ساتھ کی عورت جو بہت شوخ تھی بولی "وہ آپ کے ڈر کے مارے نہیں آئی۔"

اُس روز بھی پانی برسا اور چودھری صاحب کو ان دونوں عورتوں کو ندی تک پہنچانے جانا پڑا۔ راستے میں جو شوخ عورت تھی اُس نے چودھری صاحب کی بیوی کے کان میں کہا "کلاوتی! دیکھ میں کہتی تھی نا کہ یہی تیرا شوہر ہے۔ اس روز تو نے میری بات نہیں مانی تھی۔ بتا کیا اب بھی تجھے کچھ شبہ ہے؟"

کلاوتی نے محبت سے اُس کا ہاتھ دبایا اور اس کی پیٹھ میں ایک گھونسہ لگایا۔ موٹی عورت بولی۔

"ارے کلاوتی اب تو اور کیا چاہتی ہے۔ میں نے پار سال ہی تجھ سے کہا تھا کہ تو اس آدمی کے پیچھے اندھی ہوجائیگی"۔

اب چودھری صاحب کو اصل حالات کا علم ہوا وہ کلاوتی کی اُن دونوں سہیلیوں کو ندی کے کنارے سے اپنے کیمپ میں لے گئے۔ اس بار وہ عورتیں ان کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار نہ کرسکیں۔

نئی بائیسکل

آج سے ۶۰ سال قبل لوگ جس بائیسکل پر چڑھتے تھے اس کا نام تھا 'پینی فارذنگ'، بائیسکل کی سواری بہت تکلیف دہ تھی۔ کیونکہ اس کا اگلا پہیا بہت بڑا اور پچھلا بہت چھوٹا ہوتا تھا۔ اور سواری کرنیوالے کو ہر وقت یہ محسوس ہوتا رہتا تھا کہ وہ گرا جارہا ہے۔ ابھی میں جو بالکل جدید قسم کی بائیسکل نکلی ہے اس کا نام بھی 'پینی فارذنگ' ہے۔ اس بائیسکل کا پچھلا پہیا بڑا ہوتا ہے۔

پیڈل چھوٹے پہیے کے اوپر چلتے ہیں اور سائیکل کو قابو میں رکھنے کے لئے ہینڈل کمر کے سہارے سے لگے رہتے ہیں۔ سوار کو کمر کے سہارے ہی سائیکل کو قابو میں رکھنا پڑتا ہے۔ سائیکل تیار کرنے والوں کا بیان ہے کہ جن عام سائیکلوں پر چڑھا جاتا ہے انکی بہ نسبت اس نئی سائیکل کو سنبھالنا آسان ہے اور نئے سیکھنے والے اس پر چڑھنا آسانی سے سیکھ لیتے ہیں۔

انجنوں کے لئے گیلا کوئلہ

انجن میں جس قسم کے پتھر کے کوئلہ کا استعمال ہوتا ہے اُسے قریب قریب سبھی جانتے ہیں لیکن ایک سائنس داں نے یہ پیشینگوئی کی ہے کہ مستقبل میں انجنوں کے لئے ٹھوس کوئلہ کی جگہ پر گیلے کوئلے کا استعمال کیا جائیگا۔ اس نے اس قسم کا ایک کامیاب تجربہ کرکے دکھلادیا ہے۔ گیلے کوئلے میں ایک خفیہ کیمیاوی مادے کا کچھ حصہ۔ ۶۰ فیصدی تیل، ۱۰ فی صدی ہلکے پٹرول اور ۳۰ فیصدی کوئلے کے گیلے حصے موجود رہیں گے۔

پھل کے پیڑوں کو سڈول بنانے کے طریقے

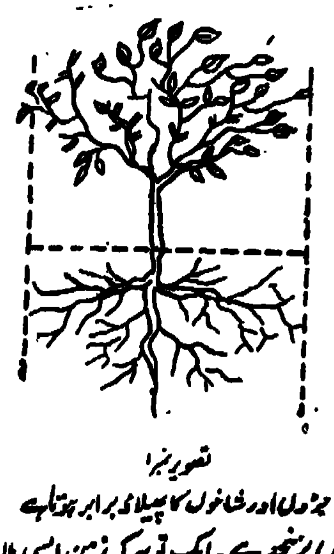
(از جناب مسٹر شری رام شوکل - سپرنٹنڈنٹ سرکاری باغ تاج باغ آگرہ)

عام طور پر پیڑوں کو سڈول بنانے کا ایک ہی طریقہ سمجھا جاتا ہے یعنی پیڑ کو کاٹ چھانٹ کر ٹھیک کر دینا۔

لیکن ٹریننگ کے معنی سکھانے یا تعلیم دینے کے ہوتے ہیں۔ انسان تعلیم پاتے ہی ہیں اور سیکھنے کی سمجھ بھی رکھتے ہیں۔ اور جانور بھی سکھائے جاتے ہیں اور پھر ویسا ہی عمل کرنے لگتے ہیں جیسا ان کو سکھایا جاتا ہے لیکن پیڑوں کو کیسے سکھایا جائے پیڑوں میں عقل تو بالکل نہیں ہوتی لیکن ان میں بڑھنے اور پھیلنے کی طاقت ہوتی ہے ان کا بڑھنا و پھیلنا کچھ اصولوں کے مطابق ہوتا ہے اور ان اصولوں کو معلوم کرکے اگر ہم ان کو کام میں لادیں تو پیڑوں کی شکل اپنی حسب منشا بنا سکتے ہیں۔

آیئے دیکھیں وہ اصول کیا ہیں۔

۱۔ پیڑوں کا اوپری پھیلاؤ نیچے کی جڑوں کے ہی پھیلاؤ کے مطابق کم یا زیادہ ہوتا ہے۔ یعنی جیسے ہی جڑیں نیچے پھیلیں گی ویسے ہی اوپر پیڑ پھیلے گا دیکھئے تصویر نمبر ۱۔ اور جڑوں کا پھیلاؤ



تصویر نمبر ۱

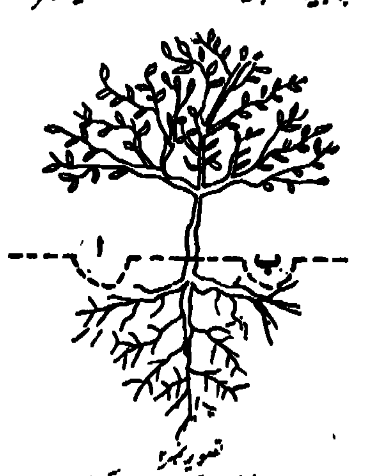
جڑوں اور شاخوں کا پھیلاؤ برابر ہوتا ہے

دو باتوں پر منحصر ہے۔ ایک تو یہ کہ زمین ایسی ملائم ہو کہ جس میں جڑیں آسانی سے پھیل سکیں۔ اگر جڑوں کے راستے میں پتھر۔ کنکر یا کوئی ایسی پختہ تہہ پڑ جاتی ہے تو ان کا پھیلاؤ رک جاتا ہے اور ۴

اسی حساب سے اوپر پیڑ کا پھیلاؤ رک جاتا ہے تو گویا کہ پیڑوں کو بڑا اور سڈول بنانے کا ایک طریقہ یہ ہوا کہ اچھے بڑے گڑھے کھود کر ان میں پیڑ لگائے جائیں تاکہ ان کی چھوٹی اور ملائم جڑیں بآسانی چاروں طرف پھیل سکیں اور پیڑ لگانے کے لئے زمین ایسی انتخاب کی جائے جس میں نیچے پتھر وغیرہ نہ ہوں۔ اسکے لئے کھیت میں ۱۰ فٹ کا گڈھا کھود کر دیکھ لینا چاہئے کہ نیچے کی مٹی کیسی ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جڑیں پانی کی طرف بڑھتی ہیں اگر آپ کسی پیڑ کے محض ایک طرف پانی دیتے رہئے تو دیکھئے گا کہ جڑیں اسی طرف پھیل گئی ہیں اور دوسری طرف بالکل نہیں بڑھینگی اور پیڑ بھی جڑوں کی طرف بڑھیگا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر ہم پانی دینے کی جگہ کو چاروں طرف آہستہ آہستہ بڑھاتے جائیں تو پیڑ بھی اسی حساب سے پھیلتا جائے گا اس لئے نئے طریقے سے پانی دینا مفید مانا گیا ہے۔ اس طریقے میں پیڑ کے تنے کے پاس چبوترا بنا دیا جاتا ہے اور چاروں طرف نالی بنا کر اس میں پانی دیا جاتا ہے۔

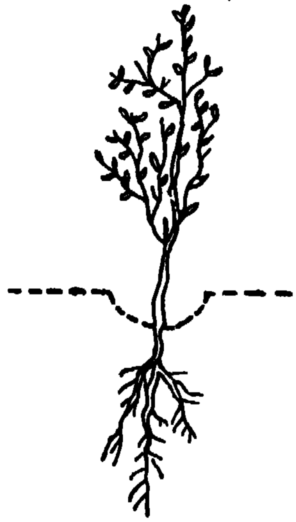
ہر سال یہ نالی باہر کو چوڑی کی جاتی ہے اور اندر کے چبوترے کو بڑھا دیا جاتا ہے۔ اس سے جڑیں اسی نالی کے ساتھ ساتھ بڑھتی جائیں گی اور اوپر پیڑ بھی پھیلیگا۔ ملاحظہ ہو تصویر نمبر ۲۔



تصویر نمبر ۲

(ا) اور (ب) پانی دینے کی نالی ہے دیکھئے جڑیں ا اور ب تک پھیل گئی ہیں۔ پیڑ بھی اتنا ہی پھیلا ہے۔

اگر پانی محض تنے کے پاس دیا جائیگا تو پیڑ اونچا ہو جائیگا لیکن پھیلے گا نہیں۔ دیکھئے تصویر نمبر ۳ اس پانی کے ساتھ جڑوں کے پھیلنے کے اصول کو ہائیڈروٹراپزم کہتے ہیں۔



تصویر نمبر ۳

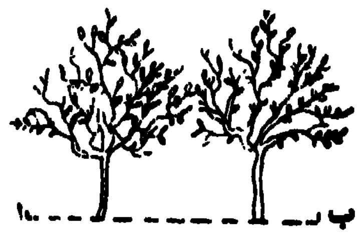
پانی دینے کا تھالہ چھوٹا ہونے کے باعث جڑ یا پیڑ دونوں ہی نہیں پھیلتے۔

مندرجہ بالا دو اصول جڑوں کے متعلق تھے اب پیڑوں کے اوپری پھیلاؤ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ پیڑ ہمیشہ دھوپ کی طرف کو بڑھیں گے اور جس طرف دھوپ کم ہوگی اور سایہ ہوگا اس طرف نہیں بڑھیں گے اس طریقہ کو ہیلیوٹراپزم کہتے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ پیڑ ایسی جگہ لگانا چاہئے کہ جہاں انھیں چاروں طرف سے دھوپ اور ہوا مل سکے۔ مثلاً دیواریا اور بڑے پرانے پیڑوں سے ہٹا کر لگانے چاہئیں۔ لیکن اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ پودوں کے درمیان کا فاصلہ ایسا ہو جس میں ہر پودے کو پوری طور سے پھیلنے کا موقعہ ملے۔ ہر ایک قسم کے پودوں کا الگ الگ پھیلاؤ ہوتا ہے جو کہ اورلیف لیٹ واشتہاروں میں دئے ہوئے ہیں۔ اس سے کم فاصلے پر لگانے سے پیڑ بجائے پھیلنے کے اوپر دھوپ کی طرف بڑھ جاتے ہیں۔ اور پتلے ہو جاتے ہیں۔ تصویر نمبر ۴ کی طرف بھی



تصویر نمبر ۴
پودوں کو نزدیک لگانے کا نتیجہ

دھوپ اور ہوا کی طرف ہوتی ہے۔ اس لئے پیڑوں کو سڈول بنانے کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ ٹھیک فاصلے پر لگائے جائیں۔



تصویر نمبر ۵
پیڑوں کو ٹھیک فاصلے پر لگانے سے سڈول بنتے ہیں

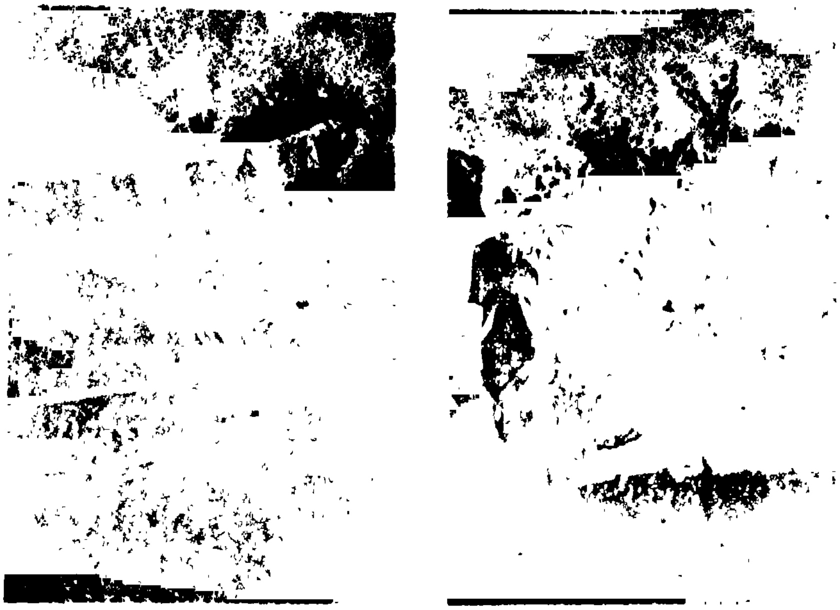
۳۔ آخری طریقہ کاٹ چھانٹ کا ہے اور گو یہ ظاہر ہو گیا ہوگا کہ صرف یہی ایک طریقہ پیڑوں کو سڈول بنانے کا نہیں ہے۔ پھر بھی بہت ضروری ہے۔

لیکن پہلے یہ دیکھ لینا چاہئے کہ سڈول پیڑ کسے کہتے ہیں۔ سڈول پیڑ میں اتنی باتیں ہونی چاہئے۔

(ا) نیچے سے ایک یا دو فٹ صرف ایک ہی سیدھا تنہ ہونا چاہئے۔ بہت سی شاخیں نہ ہونی چاہئے ورنہ نیچے نکالنے میں صفائی۔ کھدائی وغیرہ میں بہت دقت ہوگی۔

(ب) دو فٹ اوپر محض تین یا چار خاص شاخیں نکلنی چاہئے یہ شاخیں چاروں طرف کو پھیلی ہوئی ہوں صرف ایک ہی طرف نہ ہوں اور برابر موٹائی وطاقت کی ہوں۔ گویا پیڑ کی شکل ایک گلدستہ کی طرح بنے۔

(ج) پیڑ کا بھیتری حصہ گنجان نہ ہو وہاں بھی کھلا ہوا ہونا چاہئے تاکہ اس میں دھوپ اور ہوا جا سکے اس سے پیڑ کے اندرونی حصوں میں بھی بحالت ہوگی۔



تصویر نمبر ۶

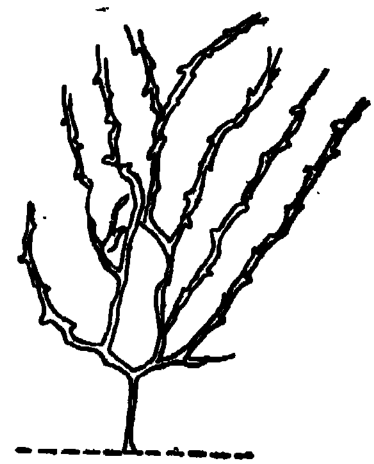
(الف) ایک بغیر چھنٹا ہوا تین برس کا سنترے کا پیڑ

(ب) وہی پیڑ چھنٹائی کرنے کے بعد

(د) کوئی کلہ نیچے سے سیدھے اوپر کو نہ گیا ہو ان کو انگریزی میں واٹر اسپاؤٹ کہتے ہیں۔ جو شاخیں نکلیں وہ انھیں ۳ یا ۴ مخصوص شاخوں میں سے نکلیں۔ ان باتوں کے لئے خاص کام کٹائی یا چھنٹائی ہے لیکن یہ کام اسی وقت شروع ہونا چاہئے جبکہ پودھا نرسری میں ہوتا ہے۔ پہلے تو جہاں تک ہو سکے قلم یا چشمہ زمین سے ۹ یا ایک فٹ اوپر باندھنا چاہئے۔ پھر شروع سے یہ دیکھتے رہنا چاہئے کہ نیچے سے اور شاخیں نہ نکلیں۔ لیکن یہاں پر ایک بات کہنا ضروری ہے یعنی شروع کے ایک یا دو سال میں سوائے یہ خاص باتیں دیکھنے کے اور زیادہ کاٹ چھانٹ نہ کرنا چاہئے کیونکہ پتیوں کے پھیلاؤ کے ہی حساب سے جڑیں پھیلیں گی اور مضبوط ہونگی دھوپ سے تنے کا بچاؤ ہوگا۔ ایک یا دو سال بعد پھر کاٹ چھانٹ کر کے اوپر لکھی ہوئی شکل کر دینی چاہئے۔ شروع میں کبھی کبھی صرف ایک سیدھی شاخ بڑھتی ہے اس کو دو فٹ کی بلندی پر کاٹ دیا جائے گا۔ تو یہ نتیجہ ہوگا کہ تین یا چار یا اور زیادہ شاخیں نکلیں گی۔ انھیں شاخوں میں سے نمبر (ب) کی باتیں خیال کرتے ہوئے آپ کو اپنے پیڑ کا ڈھانچہ بنا لینا چاہئے۔ اس بات کا خیال رکھنا پڑیگا کہ وہ تین چار شاخیں برابر کی ہوں۔ اگر نہ ہوں تو جو اُن میں سے طاقتور ہوں انھیں اوپر سے تھوڑا کاٹ دینا چاہئے تاکہ اور دوسری شاخیں تب تک کچھ بڑھ جائیں اس طرح ڈھانچہ بن جانے کے بعد پھر باقی چھنٹائی (ج) اور (د) کے حساب سے کرنی چاہئے۔ اس میں خاص بات دیکھنے کی یہ ہوتی ہے کہ باہر کے چشمے کے پاس کاٹنا چاہئے تاکہ جو نئی شاخیں نکلیں وہ باہر ہی کو چلیں۔ یہ بات بہت ضروری ہے۔ اور بہت کم لوگ اس کو خیال میں رکھتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کاٹ چھانٹ کرنے پر بھی پیڑ اندر سے گنجان ہو جاتا ہے اور ٹھیک سے پھولتا پھلتا نہیں۔ دیکھئے تصویر نمبر ۷۔ ۸۔ ۹

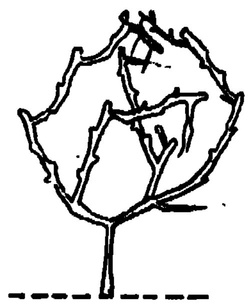
۴۔ پھر جب پیڑ بڑا ہو کر پھیلنے لگے تو اس میں سالانہ چھنٹائی میں صرف ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

۱۔ جس قدر خشک لکڑی ہو اس کو صفائی سے کاٹ کر جلا دینا چاہئے۔



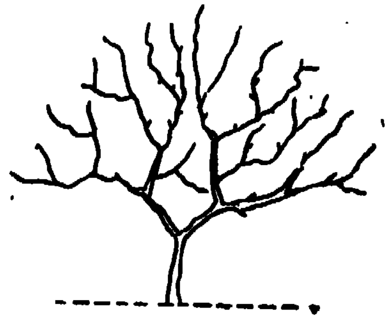
شکل (۷)

ایک بغیر چھٹا پیڑ



شکل (۸)

چھٹائی کرتے وقت باہر کے چشمے
کے پاس نہیں کاٹا گیا



شکل (۹)

باہر کے چشمے کے پاس سے کٹا ہوا پیڑ

۲ - اگر کسی جگہ پر پیڑ زیادہ گنجان ہوگیا ہو تو وہاں سے کچھ شاخیں کاٹ کر کھول دینا چاہیئے۔

۳ - اگر واٹرا سپاؤٹ یا نیچے سے موٹی شاخ نکل گئی ہو تو اس کو کاٹ دینا چاہیئے۔

کچھ ضروری باتیں

۱ - اپنی - چاقو - قینچی - سیکٹیر اور آری بہت تیز رکھنی چاہیئے - ورنہ کاٹتے وقت پیڑ کو نقصان پہنچے گا -

۲ - موٹی اور خشک شاخیں آری سے کاٹنی چاہیئیں - قینچی یا چاقو کی دھار خشک لکڑی سے ٹوٹ جاتی ہے۔

۳ - کاٹنے کے بعد زخم میں سفیدہ لگا دینا چاہیئے اس سے زخم میں بیماری نہیں ہوتی۔

۴ - پیڑ کے موٹے تنے پر اور موٹی شاخوں پر کچھ پتلی ۴ - ۶ پتے کی ٹہنیاں ہوتی ہیں۔ ان سے کوئی نقصان نہیں ہوتا - لیکن یہ پیڑ کو دھوپ کے اثر سے بچاتی رہتی ہیں۔

مضمون ہذا میں محض عام طور پر پیڑ کو سڈول بنانے کا بیان ہے جو چھنٹائی مخصوص قسموں میں جیسے سیب - آڑو - انگور وغیرہ میں پھل پیدا کرنے کے لئے ہوتی ہے - اس کے لئے بلیٹن نمبر ۱ کو دیکھئے یہ محکمہ زراعت سے دستیاب ہوسکتا ہے -

پرانا باغ

(حضرت جوش ملیح آبادی)

آم کا باغ جو ہے پیشِ نظر　　یہ مرے باپ نے لگایا تھا
یاد ہے، خوب یاد ہے کہ یہاں　　ایک روز اُن کے ساتھ آیا تھا
باغ کے پاسباں نے جھک کے سلام　　ہاتھ اٹھایا تھا، سر جھکایا تھا
کس قدر دلنواز شاخیں تھیں　　کس قدر دلفریب سایا تھا
پتے پتے پہ نوجوانی تھی　　ذرے ذرے پہ رنگ چھایا تھا
خستہ چڑیوں کے چہچہانے سے　　شام کا وقت گنگنایا تھا
میرے اک بار مسکرانے سے　　باغ سو بار مسکرایا تھا
دل پہ اب تک خراش باقی ہے　　دو گھڑی کو وہ لطف آیا تھا

اور آیا ہوں میں جو آج یہاں　　باغ ہنستا نہ مسکراتا ہے
کل تو گاتا تھا، گنگناتا تھا　　اب نہ گاتا نہ گنگناتا ہے
ذرہ ذرہ مری طرف صد حیف　　آنکھ بیگانہ وار اٹھاتا ہے
باغ کب کا بھلا چکا ہے جو دور　　اس لئے مجھ کو یاد آتا ہے
یادِ ماضی، ارے معاذ اللہ!　　دل تڑپتا ہے، بیٹھ جاتا ہے
آہ! بیتے دنوں کی یاد کا دور　　زندگی کو لہو رلاتا ہے
صرف اک بار مسکرا دینا　　دل پہ سو بجلیاں گراتا ہے
کیا کہوں کس قدر مرے دل کو　　نوعِ انساں پہ رحم آتا ہے

جانتا ہے، فریب ہے ہستی
پھر بھی ناداں فریب کھاتا ہے

(زمانہ)

دہائی ہے - دھرتی ماتا بھوکوں مر رہی ہے

(از قلم سید زاہد حسین نقوی، بی اے، بی ٹی، انسپکٹر سرکاری باغات لکھنؤ)

میں نے اپنے گذشتہ مضمون میں جو تائی کے متعلق کچھ بیان کیا تھا اور بتلایا تھا کہ جو تائی ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے کھیت کی تیاری اچھی نہیں ہوتی۔ اب مجھکو یہ بتانا ہے کہ ہمارے ہندوستان میں دوسری وجہ پیداوار کی کمی کی یہ ہے کہ ہم ہر ہر فصل لے کر دھرتی ماتا کی طاقت برباد کرتے چلے جاتے ہیں اور ضرورت کے لحاظ سے اس کی کھلائی پلائی کا ذرا سا بھی خیال نہیں کرتے ہیں۔ زمین کو ماتا اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ ہماری پیدائش کے وقت سے مثل ماں کے کھانے پینے کو دیتی ہے جس پر ہماری زندگی کا دار و مدار ہے۔ اگر اس ماں کو اچھی طرح کھانے پینے کو نہ ملے تو پھر دودھ بھی پیدا نہ ہوگا جس سے دودھ پینے والے بچے کی پرورش ہو سکے۔ اور نتیجہ میں بچہ بھوکوں مرنے لگے گا۔ یہی حال آج کل ہمارے کسان بھائیوں کا ہو رہا ہے کہ وہ دھرتی ماتا اور پودوں کو جو ان کے کھانے کو دیتے ہیں اچھی طرح غذا نہیں دیتے۔ اور پھر نتیجہ میں ان کو رونا پڑتا ہے۔ ہر ایک جاندار چیز کے لئے اچھی تیاری کی ہوئی غذا کی ضرورت ہوتی ہے لیکن افسوس ہمارے کسان بھائی یہ بھول گئے کہ پودے بھی جاندار ہیں اور ان کیلئے بھی غذا کی ضرورت ہے۔ دھرتی ماتا کو ہمارے کسان بھائیوں نے عام طریقہ سے اس قدر ننگا بھوکا چھوڑ رکھا ہے کہ اب وہ ہم سے ناراض ہو گئی ہیں اور اس میں اب طاقت برداشت باقی نہیں رہی جس کی وجہ سے ہم کو بھی بھوکوں مرنا پڑتا ہے جس طرح سے ہم گھاگھ کی کہاوتیں جو جو تائی کے متعلق پہلے بیان کیجا چکی ہیں بھول گئے اسی طرح کھاد کے متعلق جو کہاوتیں ہیں ان پر بھی ہم ذرا سا بھی خیال نہیں کرتے جن میں سے چند کہاوتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ... ... کھاد کھیت میں جاوے
تب پھر کھیتی دانہ پاوے
کھاد ... کھیت میں ڈالے
تب پھر خوب ... دانہ پاوے

۲۔ گوبر، میلا، نیم کی کھلی
یا سے کھیتی دونی پھلی
کھاد پڑے تو کھیت
نہیں تو کوڑا ریت

۳۔ کھاد کی کوڑا نہ سڑے
کرم کا لکھا ... جائے
... کے بہائے ...
... پانس بنائے

۴۔ ... کسان ... پورا
جو چھوڑے ... کا پورا
... کھیت جوتا ...
... لابھ چوگنا پاوے

۵۔ جا کے کھیت پڑا نہیں گوبر
وہی کسان کو جانو ...

۶۔ ... ... نیل ...
ان کو چھوڑے ہوئے نہ ...

۷۔ گوبر، پانی، ... سڑے
تب کھیتی میں دانہ پڑے

ایشور یا خدا نے مخلوقات میں انسان کو اشرف المخلوقات یا یوں کہا جائے کہ جاندار چیزوں میں سب سے بہتر بنایا ہے لہذا اسکی زندگی بھی ایسی چیزوں پر رکھی ہے جو اور مخلوقات کے جوہر ہیں۔ مثلاً پودے کا سب سے بہتر حصہ یعنی دانہ، پھول اس کے لئے غذا بنائی اور جانوروں کا دودھ بھی اس کی غذا ہے۔ پودوں کو جاندار چیزوں میں سب سے کم درجہ کی چیز بنایا اسلئے اسکی غذا اوپر کے درجوں کی مخلوق کا فضلہ ہے۔ لیکن ہر قسم کی مخلوق کے لئے غذا کی تیاری کی ضرورت ہوتی ہے بغیر تیاری کے اس کا اثر ٹھیک نہیں ہوتا مثلاً گیہوں یا چاول ہو کہ عام طریقہ سے ہم لوگوں کی غذا ہے اسکو غذا کی حالت میں لانے کیلئے پہلے پیسنا اور پھر ابالنا پڑتا ہے۔ گیہوں استعمال میں لانے کے لئے پہلے پیسا جائیگا تب آٹا گوندھا جائیگا پھر روٹی پکائی جائیگی۔ تب وہ کسی ترکاری یا دال وغیرہ کے ساتھ کھائی جا سکتی ہے۔ اسی طریقہ سے چاول کھانے کیلئے اسکو ابالنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے لہذا اسکی غذا کے تیار کرنے میں بھی کچھ تکلیفیں زیادہ درکار ہیں۔ لیکن افسوس کہ پودوں کی غذا جو کہ محض ہمارا فضلہ اور بیکار چیزیں ہیں۔ اسکی تیاری کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ دیہات میں عام طریقہ سے گوبر اور جانوروں کے پیشاب کو بیکار کر دیا جاتا ہے۔ پیشاب کا فائدہ تو کاشتکار عام طریقے سے جانتے ہی نہیں۔ گوبر کی کھاد جو کھیتوں کو دیتے ہیں وہ بالکل بیکار ہے اور اگر دریافت کیا جائے کہ بھائی کتنی گاڑی کھاد دیا تو سیکڑوں من کی تعداد بتلا دیتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ انھوں نے جس حالت میں گوبر کو کر دیا وہ اصل کھاد نہیں رہا بلکہ برائے نام کھاد باقی رہ گئی اور اس گوبر کی اصلی چیزیں خراب ہو جانے کے بعد کھیت میں دیا۔ میں نے اکثر اوقات اپنے دورے میں کاشتکاروں سے باتیں کی اور ان کو اقرار کرنا پڑا کہ واقعی ان کی کھاد میں جان باقی نہیں رہتی ہے عام طریقہ سے کاشتکار کھاد کو کھلے ہوئے میدانوں میں ڈالدیتے ہیں جس سے اسکا جوہر جو کہ پودوں کیلئے فائدہ مند ہے کچھ سورج اور کچھ پانی سے بالکل زائل ہو جاتا ہے۔ میں نے انکو اکثر یہ مثال دی ہے کہ کیوں بھائی اگر تم گیہوں کی روٹی یا ابالے ہوئے چاول کے بجائے گیہوں یا چاول کی ساکھ کھاؤ تو وہ کچھ غذا کا کام دے سکتی ہے تو جواب ملا ہرگز نہیں۔ تو اس پر میں نے توجہ دلائی کہ یہی حال آجکل تمہاری کھیتی کا ہو رہا ہے کہ تم لوگ گوبر کی کھاد بالکل بیکار کر دیتے ہو۔ اگر انسان یا جانور کی غذا مقدار میں کچھ کم بھی ہو جائے لیکن وہ اچھی طرح تیار کی ہوئی ہو تب بھی وہ زندہ رہ سکتا ہے۔ لیکن اگر کھانے

کا جو ہر نکال کے اس کی راکھ یا فضلہ دیا جائے تو کھانے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ کم مقدار میں اچھی طرح تیار کی ہوئی کھاد زیادہ مقدار میں بغیر اچھی طرح تیار کئے ہوئے کھاد سے کہیں بہتر ہے۔ چونکہ ہم اشرف المخلوقات ہیں۔ اس وجہ سے ہمارا کھانا تیار ہونے میں نسبتاً زیادہ محنت اور ترکیبیں درکار ہیں لیکن جتنا پودے کا درجہ ہم سے کم ہے اتنی ہی اس کی غذا تیار کرنے میں نسبتاً آسانیاں ہیں لیکن تیار کرنا ضروری ہے۔ اگر ہم پودوں کا کھاد تیار کرنے میں ذرا سی احتیاط کریں اور یہ خیال کریں کہ ہم اپنے کھانوں کے لئے تو بڑی بڑی تیاریاں کرتے ہیں لیکن جس سے ہم کو کھانا ملتا ہے اس کی غذا تیار کرنے میں ذرا سی تکلیف اور توجہ نہیں کرتے۔ گوبر جو پودوں کی غذا ہے اس کو برباد کر دیتے ہیں اور اس کو بطور ایندھن کے استعمال کرتے ہیں اور اس میں تھوڑا سا جو بطور کھاد کے استعمال کرتے ہیں اس کو بھی اچھی طرح گڈھے میں تیار نہیں کرتے۔ عام طریقہ سے دیہات میں مویشی خانوں میں نالیاں بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور تمام پیشاب یوں ہی بہا دیا جاتا ہے۔ افسوس ہمارے کاشتکار بھائی یہ نہیں جانتے کہ پیشاب پودے کے لئے ویسا ہی اثر رکھتا ہے۔ جیسے ہمارے لئے دودھ۔ گھی و تیل اور مکھن اور طاقت دینے والی چیزیں ہیں۔ یہ گوبر و پیشاب اور گاؤں کا کوڑا اِدھر اُدھر پھینک دیتے ہیں جس سے اول تو ہم اپنی کھیتی پر اور نتیجہ میں اپنی ذات پر ظلم کرتے ہیں اور دوسرے اس کے اس طرح اِدھر اُدھر پھینکے ہوئے ہونے کی وجہ سے گاؤں میں گندگی بھی رہتی ہے اور نتیجہ میں دیہات کی آب و ہوا بجائے اچھی ہونے کے بہت خراب ہو جاتی ہے اور اس سے طرح طرح کی بیماریاں پھیل جاتی ہیں۔

کھاد دینے کا مقصد:۔ زمین میں کھاد اس کی زرخیزی قائم رکھنے اور بڑھانے کے لئے دی جاتی ہے۔ کھاد کا انتخاب کرنے میں حسب ذیل باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔

۱۔ قسم زمین۔

۲۔ قسم فصل جو لینا ہو اور اس کی ضروریات

۳۔ جو فصل لینا ہے اس سے پہلے کی فصل میں جو کھاد دی گئی ہو۔

۴۔ زمین پر کھاد کا اثر۔

کھاد کی دو قسمیں کی جا سکتی ہیں:۔

۱۔ نباتاتی کھاد (آرگینک مینور)

۲۔ غیر نباتاتی کھاد (آرگینک مینور)

۱۔ نباتاتی کھاد (ان آرگنک مینور)

ا۔ گوبر کا اچھی طرح تیار کیا ہوا کھاد (فارم یارڈ مینور)

ب۔ سبز کھاد (گرین مینور)

س۔ کمپوسٹ۔

د۔ کھلیوں کا کھاد۔

(ا) گوبر کا اچھی طرح تیار کیا ہوا کھاد (آرگینک مینور):۔ یہ کھاد گاؤں کا گوبر و پیشاب اور میلا و کوڑا کرکٹ سے گڈھے میں تیار کیا جاتا ہے۔ گڈھا آبادی سے کچھ فاصلہ پر اونچی جگہ پر ہونا چاہیئے۔ گڈھے کا بازو اور تلی سخت ہونی چاہیئے اور اس پر چکنی مٹی کی لپائی ہونی چاہیئے۔ تاکہ سوراخ بند ہو جائیں۔ اگر ممکن ہو سکے تو گڈھے پر چھپر ڈالدیئے جائیں۔ گڈھوں کی تعداد لمبائی و چوڑائی مویشیوں کی تعداد پر منحصر ہے لیکن گڈھا ۵ فیٹ سے گہرا نہ ہونا چاہیئے۔ گڈھے کو ہموار بھر دیا جائے اور جب بھر جائے تو اس پر ایک تہ مٹی کی لگا دی جائے گرمی کے زمانے میں کبھی کبھی تھوڑا سا پانی چھڑک دینا چاہیئے تو چھ مہینہ میں کھاد تیار ہو جائیگا۔ گڈھے ہمیشہ دو سے کم نہ ہونے چاہئیں۔

ب۔ سبز کھاد (گرین مینور)

سنئی ڈھینچہ۔ نیل۔ گوار۔ وغیرہ جو کہ جلد اُگنے والی فصلیں ہیں۔ ان فصلوں کو ہل کے ذریعہ سے زمین کے اندر دبا دیا جاتا ہے۔ مئی کے مہینہ میں آبپاشی کرکے سنئی کا بیج ایک من فی ایکڑ کے حساب سے چھٹکواں بو دینا چاہیئے اور جب فصل تقریباً دو مہینے کی ہو جائے تو مٹی پلٹنے والے ہل کے ذریعہ سے اس کو زمین میں دبا دیا جائے۔ اس بات کا خیال رہے کہ تمام پودے اچھی طرح سے ڈھک جائیں اور اس کو تقریباً ایک مہینہ تک سڑنے کے لئے چھوڑ دیا جائے اگر فصل دبانے کے بعد بارش کافی نہ ہو تو آبپاشی ضروری ہے اس کے بعد کبھی کبھی ہل چلاتے رہنا چاہیئے۔ سنئی کی ایک ایکڑ سبز کھاد سے پودہ کو اتنی ہی غذا حاصل ہو سکتی ہے جتنی کہ ۱۵۰ من گوبر کی کھاد سے۔ عام طریقہ سے سبز کھاد گنے و گیہوں اور دھان کی فصلوں میں دبایا جاتا ہے اس سے ہلکی یا ریتیلی زمین کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔

س۔ کمپوسٹ:۔ کمپوسٹ حسب ذیل چیزوں سے بنایا جا سکتا ہے۔

۱۔ گاؤں کا تمام کوڑا کرکٹ جس میں روڑے پتھر وغیرہ نہ ہوں۔ جیسے فصل کے کٹنے کے بعد ٹھنٹھل وغیرہ۔ کھر پتوار۔ گنے کی پتیاں۔ پیڑوں کی گری ہوئی خشک پتیاں۔ گھاس پھوس اور جل کھمبی۔

۲۔ پیشاب کی مٹی۔ جہاں جانور باندھے جائیں وہاں ۶ انچ ہلکی خشک مٹی ڈال دی جائے یہ مٹی تمام پیشاب جذب کرلیگی اور اس کو کبھی کبھی پلٹتے رہنا چاہیئے۔ ۴ مہینے میں یہ کھاد خوب تیار ہو جائے گا اور اس کی جگہ دوسری مٹی ڈال دی جائے۔ اس پیشاب کی مٹی کا باریک بز کمپوسٹ بنانے میں کام آسکتا ہے اور موٹے ڈھیلے براہ راست بطور کھاد کے استعمال ہو سکتے ہیں۔

۳۔ ایندھن کی راکھ:۔

۴۔ تازہ گوبر کا پانی اور پُرانے گوبر کا کمپوسٹ۔ کمپوسٹ مختلف طریقوں سے بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن ایک سہل طریقہ جو بہت سے کاشتکاروں کے لئے ممکن ہے اور اس کا تجربہ سرکاری فارم گورکھپور پر کیا جا چکا ہے مندرجہ ذیل ہے۔

اس کے لئے ایسے ۴ گڈھوں کی ضرورت ہوگی کہ جن کی جسامت اتنی ہو کہ جن میں ایک مہینہ کی نباتاتی اشیاء۔ گوبر۔ پیشاب کی مٹی۔ راکھ وغیرہ برابر ہموار بھرا جا سکے۔ گڈھے کی گہرائی سطح زمین سے ۲ فیٹ ہونی چاہیئے جو مٹی گڈھے سے

نکالی جائے وہ گڑھے کے چاروں طرف ہموار لگا دیا جائے اور اس طریقہ سے گڑھے کی گہرائی تقریباً ۲½ فیٹ ہو جائیگی۔ ایک مہینہ تک اس گڑھے کو گوبر، پیشاب کی مٹی نباتاتی اشیاء مثلاً گھر پتہ اور۔ جانوروں کے نیچے کا پیال وغیرہ (مٹا ہو تو بہتر ہے) پھیلا کر اوپر سے گوبر پھیلا دیا جائے تاکہ گوبر کے ذریعہ سے وہ دب جائے ایک مہینہ میں جب گڑھا بھر جائے اس کو اچھے طریقہ سے پانی سے تر کر دیا جائے اور اس کے ذریعہ سے ان چیزوں کے سڑنے میں آسانی ہو ترکاریوں وغیرہ کا بیکار حصہ اس میں شامل کرنا بہتر ہے اور ان تمام چیزوں کی الٹ پلٹ بھی دینے کے وقت بہتر ہوتی ہے۔ تاکہ اس میں سے کی چیزوں میں کوئی چیز بھی خشک نہ رہ جائے۔ اسکے بعد گڑھے کو ایک مہینہ کے لئے چھوڑ دیا۔ ایک مہینے کے بعد پھر اسکو الٹ پلٹ دیا جائے۔ تاکہ اسکے ہر چیز میں ہوا کا گذر ہو جائے۔ پھر ایک مہینہ کے لئے چھوڑ دیا جائے اور ایک مہینہ کے بعد پھر اسکو الٹ پلٹ دیا جائے اور پانی بھر دیا جائے اب کھاد اچھی طرح سڑ جائے گا۔ اس کے بعد اب کھاد میں کوئی کام کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ کھاد اس وقت سے ایک مہینہ کے بعد تیار ہو جائیگا۔ اس کھاد کا رنگ سیاہ اور چھونے میں بھربھرا ہو جائے گا۔

نوٹ:۔ جبکہ دوسرا گڑھا بھر جائے تو پہلے گڑھے میں سے تھوڑا سا سڑا ہوا کھاد لیکر دوسرے گڑھے میں پہلے پانی چھڑکنے اور الٹ پلٹ کے وقت ڈالدیا جائے۔

د۔ کھلیوں کا کھاد:۔ وہ کھلیاں جو جانوروں کو کھلانے میں استعمال نہیں کی جاتیں یا جو جانوروں کے کھانے کے لئے بیکار ہو جاتی ہیں اس کو بطور کھاد کے استعمال کیا جاتا ہے اس میں پودے کی غذا گوبر کی کھاد سے تقریباً دس گنا زیادہ ہوتی ہے۔ کھلیوں میں پودے کی غذا جلد کام میں آجاتی ہے اور اسی وجہ سے اس کا اثر گوبر یا کمپوسٹ کی کھاد میں زیادہ عرصہ تک نہیں رہتا اور اسی وجہ سے کھلیوں کو جلدی اثر کرنیوالا نباتاتی کھاد کہا جاتا ہے۔ گوبر و کمپوسٹ کی کھاد کو سست کام کرنیوالا کہا جاتا ہے۔ ریڈی و نیم۔ سرسوں مونگ پھلی اور مہوہ کی کھلیاں عام طریقہ سے بطور کھاد کے استعمال کی جاتی ہیں ان کو خوب باریک پیس لیا جائے اور چھڑک کر اچھی طرح مٹی میں ملا دیا جائے۔ ان کو یا تو بوائی کے وقت یا بونے سے ایک ہفتہ پہلے یا بعد میں دینا چاہئے۔ مہوہ کی کھلی بونے کے وقت سے تقریباً دو ہفتے بعد دینی چاہئے۔ کھلی زیادہ قیمت لانے والی فصلوں میں مثلاً گنا۔ آلو وغیرہ میں دیجاتی ہے۔ لیکن یہ ایسی جگہوں پر دیجاتی ہے کہ جہاں آبپاشی ہو سکے۔

۲۔ غیر نباتاتی کھاد (ان آرگینک مینور) ان کھادوں میں پودے کی غذا ایک یا دو چیزیں ہوتی ہیں۔ جو پودے کے لئے جلد کام آ جاتے ہیں۔ ان کے متواتر اور زیادہ استعمال سے زمین میں خرابی آجاتی ہے اور اسی غرض سے ان کا استعمال بہت ہوشیاری سے کرنا چاہئے۔ یہ کھاد تین گروپ میں تقسیم کی جاسکتی ہے۔

گروپ نمبر ۱:۔ امونیم سلفیٹ اور سوڈیم نائٹریٹ یہ گنا۔ گیہوں۔ چاول۔ تمباکو کپاس اور مکا میں ایک من سے دو من فی ایکڑ کے حساب سے کھڑی ہوئی فصل میں استعمال کی جاتی ہے۔ اس کھاد کو دو حصے مٹی میں ملا کر ڈالا جاتا ہے۔ اس بات کا لحاظ رہے کہ یہ کھاد پتیوں پر نہ پڑنی چاہئے۔ اس کو زمین میں گڑائی کر کے اور سہاگہ کے بعد آبپاشی کر کے ملا دیا جاتا ہے۔ اگر بارش کی امید ہو تو پانی دینے کی ضرورت نہیں۔ ان کھادوں کا استعمال باغیچوں کے لان کی حالت اچھی کرنے کے لئے پانی ملا کر مفید ثابت ہوا ہے۔

گروپ نمبر ۲:۔ ہڈیوں کا چورہ اور سپر فاسفیٹ ان کا استعمال جڑ والی فصلوں میں جیسے آلو۔ شلجم وغیرہ میں بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ یہ ایک من سے دو من فی ایکڑ بونے سے پہلے مٹی میں ملا کر ڈالنا چاہئے۔

گروپ نمبر ۳۔ سلفیٹ آف پوٹاش اور میوریٹ آف پوٹاش۔ ان کی آلو۔ تمباکو شکرقند وغیرہ میں استعمال کی ضرورت ہوتی ہے۔ میوریٹ آف پوٹاش بیج کے اگنے کے لئے نقصان دہ ہے۔ لہذا اس کا استعمال بونے سے ایک مہینہ پہلے ہونا چاہئے۔ سلفیٹ آف پوٹاش بونے کے وقت یا بوائی سے کچھ پہلے ہی ڈالنی چاہئے۔ یہ کھادیں ایک من فی ایکڑ کے حساب سے ڈالنی چاہئیں۔

یہ تمام غیر نباتاتی کھادیں (ان آرگینک مینور) نباتاتی کھادوں (آرگینک مینور) سے زیادہ قیمتی ہوتی ہیں لہذا اس وجہ سے اس کا استعمال زیادہ روپیہ پیدا کرنے والی فصلوں میں بہتر ہوتا ہے۔

افکار

از محترمہ ع جمیلہ بیگم ادا بدایونی

تلاش

جنت سے سوال رنگ و بو کر!
اختر کی فلک سے آرزو کر!
ہے شوق ہی روح زندگانی
ہستی کو شبیہ جستجو کر!

زندگی

جو گود میں کانٹوں کی نہ ہو گل کیا ہے
تلخی سے جو بیگانہ رہے مُل کیا ہے؟
ناکامیٔ پیہم سے نہ گھبرا سے دوست
نالے کے سوا ہستیٔ بلبل کیا ہے؟

(شاہکار)

تعلیم بالغان

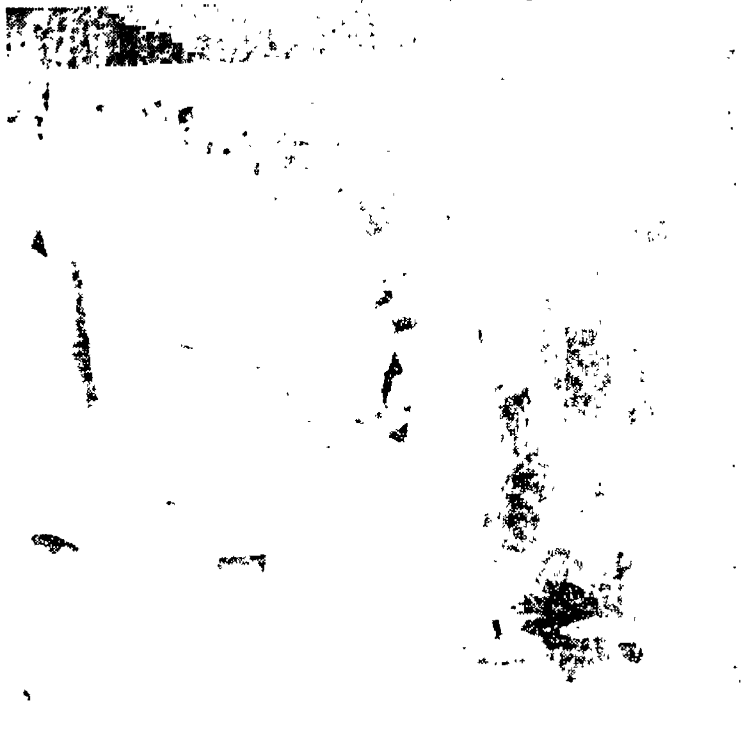
از جناب ایچ - آر جعفری انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز، میرٹھ

ہر ایک کسان اچھی پیداوار چاہتا ہے۔ لیکن اس کا طریقۂ کاشت صحیح نہیں ہے۔ اس کا گاؤں بہت گندہ ہے۔ وہ گندگی اور مشکلات کے درمیان رہتا ہے۔ وہ اپنی ترقی کے لئے سوچ تک نہیں۔ انقلاب کا مخالف ہے۔ ان تمام خرابیوں کا سبب یہ ہے کہ وہ جاہل اور ناواقف ہے۔ اُسے یہ پتہ نہیں کہ دوسرے مہذب ممالک کیا کیا ترقیاں کر رہے ہیں اور وہ خود کونسی ترقی کر سکتا ہے۔

ان سب برائیوں کو دور کرنے اور دیہات کی ترقی کے لئے یہ ضروری ہے کہ دیہاتوں میں بالغوں کی تعلیم کے لئے اسکول قائم کئے جائیں۔ دیہاتی مدرسوں کے مدرس اس کام میں بڑی مدد کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اُن اسباب پر غور کریں جن کے باعث بچوں کی تعلیم میں رکاوٹ ہوتی ہے اور پوری کامیابی نہیں ہوتی تو ہمیں اس نتیجے پر پہنچنا چاہئے کہ بالغوں کی تعلیم اور اُن کے خیالات تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا جو استاد اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنی چاہتے ہیں اُن کا یہ فرض ہے کہ وہ مدرسہ کو دیہاتیوں کی خدمت کا مرکز بنا دیں چونکہ بچوں کی تعلیم، موجودہ برائیاں، پیداوار کی کمی، کھانے کی کمی اور اچھے مکانوں کی کمی کی وجہ سے ہیں۔ دیہاتی مدرس گاؤں کے لوگوں سے مل جل کر اُن کی ترقی کے بیشتر کام کر سکتا ہے۔

مدرسہ بالغان کا مقصد یہ ہے کہ دیہاتیوں کی زندگی کو اس طرح منظم کیا جائے کہ وہ امداد باہمی کے اصولوں پر عمل کرنے کے عادی ہوں۔ اُن لوگوں کی مالی ترقی کے ذرائع میں اور اُن کی آمدنی میں ترقی ہو اور فضول خرچی میں کمی ہو۔ گاؤں کی ترقی کے لئے دیہاتی پنچایتوں کو منظم کرنا، زراعت کے متعلق عملی تجربے حاصل کرنا، دیہات کی چھوٹی چھوٹی صنعتوں کو ترقی دینا اور حفظان صحت کے قواعد پر عمل کرنا مقصد ہے کہ دیہاتوں کی ترقی کے لئے ہر قسم کی تعلیم دینا ضروری ہے۔

مدرسے ایسے دیہاتوں میں قائم کئے جائیں جہاں لیا



مین پوری میں بالغوں کا اسکول جاری ہو رہا ہے۔



غازی پور کا بالغوں کا ایک اسکول



ضلع فیض آباد کے ایک گاؤں میں تعلیم بالغان کے متعلق جلسہ کا ایک منظر



:ر آباد یونیورسٹی کے ایک پروفیسر ایک بوڑھے کو پڑھا رہے ہیں



تعلیم بالغان ٹریننگ کلاس، بلیا کا ایک منظر
یہ تصویر جلسۂ تقسیم اسناد کے موقع پر لی گئی تھی۔

کو آپریٹو سوسائٹی اور پچوں کا مدرسہ موجود ہو ممبروں کی آمد و رفت کی وقت جہاں تک ہو سکے کم کرنے کی کوشش کی جائے۔ پڑھنے کا وقت مقرر کرتے وقت سہولیت کا خیال رکھنا چاہئے۔ عام طور سے دن ڈوبنے سے ۸ یا ساڑھے آٹھ بجے تک کا وقت مفید ثابت ہوا ہے۔

ممبران

۲۰ سال سے کم عمر کے لڑکے شامل نہ کرنے چاہئیں اور جو لوگ پچاس سال سے زیادہ کے ہوں اُن کا بھی شامل ہونا بیکار ہے کیونکہ زیادہ عمر کے سبب اُن سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ مدرسہ کی پڑھائی میں دلچسپی لیں گے۔ ہاں اگر کوئی شخص خاص طور سے دلچسپی دکھلائے تو اُسے شامل کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ ذات پات کے متعلق ممبروں میں کسی قسم کی تفریق کرنا اصول امداد باہمی کے بالکل خلاف ہے۔ ممبروں کا انتخاب اصول امداد باہمی کے مطابق ہونا چاہئے۔

مدرسہ کا انتظام مدرسہ کی پنچایت کے ذریعہ کرنا چاہئے۔ ہر پنچ کے الگ الگ کام مقرر کر دینے سے انتظام میں آسانی ہو گی اور پنچ لوگ اپنی پوری ذمہ داری محسوس کریں گے۔

مدرس

بچے اور بالغ کی تعلیم میں بہت زیادہ فرق ہے بچوں میں نقل کرنے کا بہت مادہ ہوتا ہے۔ اسی لئے اگر مدرس ہوشیار اور سمجھدار ہو تو وہ بچوں کو بڑی آسانی سے پڑھا سکتا ہے۔ اس کے خلاف زیادہ عمر کے لوگ ہر معاملے میں اپنی ذاتی رائے قائم کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور اپنے گذشتہ تجربوں اور موجودہ عادات و خیالات سے کام لیتے ہیں وہ بلا اپنی دلی خواہش کے کسی کام کی طرف رجوع نہیں کئے جا سکتے اُن کو کسی بات کے سمجھانے اور اس کو کرنے کے لئے تیار کرنے سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ اُن کے دل میں مدرس کی عزت پیدا ہو۔ اسکے بغیر وہ مدرس کا اصلاح و مشورہ سننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ مدرس طبع شناس، تجربہ کار، قابل، خوش خلق، صابر اور دوسروں کے ساتھ ہمدردی رکھنے والا ہو۔

ہیکل کی اسکولی کتابوں میں ایسے سبق لکھے ہوں گے جو بچوں کی ابتدائی معلومات کے لئے ضروری ہیں۔ لیکن وہی کتابیں بالغوں کی تعلیم کے لئے کافی نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ اُن کو اس سے کہیں زیادہ معلومات اور تجربات حاصل ہیں اور یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اُس سبق کو دلچسپی سے پڑھنے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے یہ ہونا چاہئے کہ بالغوں کی کتابیں اس قسم کی ہوں جن میں اُنکی ضرورت کے مضامین موجود ہوں اور اُن موضوعات پر مضامین ہوں جن سے عام طور پر اُن کا سابقہ رہتا ہو۔ کیونکہ اُن کی تعلیم سے صرف یہ مقصد ہے کہ معلومات حاصل ہوں، اصلاح ہو اور ترقی ہو۔ معلومات، اصلاحات اور ترقی کے لئے پڑھنے کی شرط ضروری ہے۔ یہ مقصد حسب ذیل طریقوں سے پورا کیا جا سکتا ہے۔

(۱) دلچسپ اور نصیحت آمیز کہانیاں سُنانا۔
(۲) تاریخی واقعات دلچسپ طریقے سے سُنانا۔
(۳) اسلاف کی سوانح حیات سُنانا۔
(۴) طرح طرح کی ضرب الامثال یاد کرانا۔
(۵) سبق آموز ہو تو کنڈلی اور سوئیے لوگوں کو یاد کرانا۔ (۶) اُن کی معلومات بڑھانے کے لئے روزمرہ کی ضروری باتوں پر بحث کرنا۔
(۷) زراعت اور حفظان صحت اور اُسکی ترقی کے سلسلے میں بات چیت کرنا اور عمل کرنے کے لئے حوصلہ بڑھانا۔
(۸) اچانک حادثات کے موقع پر فوری امداد پہونچانے کا طریقہ بتانا۔

برسیم کی کاشت

(از جناب خواجہ ناصر حسین اسسٹنٹ انسپکٹر زراعت نیشکر ریسرچ فارم مظفر نگر)

ملک مصر میں برسیم ایک خاص چارے کی فصل مانی جاتی ہے۔ آجکل ہندوستان کے مغربی حصہ میں رفتہ رفتہ رائج ہو رہی ہے۔ مصر میں برسیم کا سبز چارہ جانوروں کو عام طور پر استعمال کروایا جاتا ہے۔ لیکن دودھ دینے والے جانوروں کی یہ خاص غذا ہے۔ یو پی کے مغربی اضلاع میں اس کی کاشت شروع ہو گئی ہے۔ اور دودھ دینے والے جانوروں پر تجربہ کرکے دیکھا گیا ہے کہ بغیر دانہ و راشن دیئے ہوئے خالص برسیم دینے پر دودھ و گھی میں کافی اضافہ پایا گیا ہے علاوہ دودھ دینے والے جانوروں کے یہ چارہ۔ بیل۔ گھوڑے و خچر وغیرہ بھی بڑے شوق سے کھاتے ہیں اور ان کی نشو و نما میں کافی ترقی پائی گئی ہے۔ تجربہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک گھوڑے کا وزن اس چارے کے استعمال ہونے سے قبل۔ بارہ من۔ چھتیس سیر تھا اور استعمال کے ایک ہفتہ بعد وہ ہی گھوڑا تیرہ من وزن کا نکلا اس سے صاف ظاہر ہوا ہے کہ وہ جانور جو محنت و مشقت کرتے ہیں ان کو بھی یہ چارہ کافی فائدہ پہنچاتا ہے۔

علاوہ اس کے برسیم زمین کو دیگر دال والی فصلوں کے مثلاً چنا۔ ارہر۔ ارد۔ مونگ۔ مسور وغیرہ کی طرح کافی طاقت پہنچاتی ہے بلکہ ملک مصر میں تو محکمہ زراعت اس کو اپنے دوران فصل میں یعنی (Rotation) روٹیشن میں شمار کرتے ہیں۔ برسیم کے بعد کپاس یا مکائی بوتے ہیں اور کپاس کے بعد دیگر کاشت کیجاتی ہے۔ اس سال مظفر نگر (نیشکر ریسرچ فارم) پر بھی برسیم کے بعد کپاس بوئی گئی ہے۔ فصل کی موجودہ حالت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دوران فصل (Rotation of Canes) میں برسیم نہایت مفید ہے۔

زمین :۔ برسیم کی کاشت کے لئے عمدہ زمین کی ضرورت ہے عام طور سے دومٹ زمین میں اسکی کاشت اچھی ہوتی ہے۔ اگر زمین طاقتور نہ ہو تو یہ اچھی فصل نہیں دیتی بلکہ ناکامیاب رہتی ہے۔

کھاد :۔ اس کے لئے کافی کھاد کی ضرورت ہوتی ہے جیسی شرح فی ایکڑ اچھی سڑی ہوئی گوبر یا کمپوسٹ کی کھاد ۲۰۰ من یا سبز سنئی کی کھاد دینی چاہئے۔

تیاری زمین۔ برسیم کے لئے ۵ سے ۶ جوتائی کرنی کافی ہوتی ہے زمین کو کافی ملائم و بھر بھرا کرکے اور گھاس کو وا لکا کر وہ باٹا دیکر چھوٹی چھوٹی کیاریاں (۵ × ۴) یا حسب دلخواہ ہموار بنا لینا چاہئے۔

مقدار و طریقہ تیاری بیج۔ برسیم کا بیج ۱۰ سیر فی ایکڑ کے حساب سے استعمال ہوتا ہے۔ بونے کے قبل ایک سگریٹ کے ڈبہ کے برابر یا قریب آدھ سیر کلچر+ لیکر اور اس میں ½ چھٹانک کھانڈ یا گڑ اور ½ چھٹانک پانی ملاکر شربت یا گھول تیار کرکے۔ برسیم کے بیج کو ایک ڈھیری میں لگاکر اس پر اس گھول کو چھڑک کر ہاتھوں سے اچھی طرح ملا لیا جاوے تاکہ کوئی بیج ایسا نہ رہ جاوے جس میں مٹی نہ لگی ہو۔ اس کے بعد سایہ میں۔ بوری یا صاف فرش پر پھیلا کر خشک کر لیا جاوے یہ عمل بونے سے ایک دن قبل یعنی شام کو تیار کرکے رکھ لیا جاوے تاکہ بیج اچھی طرح خشک ہو جاوے۔

وقت و طریقہ بوائی :۔ برسیم کے بونے کا وقت آخر ہفتہ ستمبر سے لیکر اکتوبر تک ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی کیاریاں جو کہ تیار کی گئی ہیں قبل اسکے کہ تخم ریزی یا بیج بوئیں ان کیاریوں کو پانی سے بالکل لبریز کریں اور جس وقت کہ پانی کیاری میں بالکل ٹھہر جاوے۔ اس پر تیار شدہ بیج چھڑک دیا جاوے۔ اگر بہتے ہوئے پانی پر کیاری میں بیج چھڑکا جاویگا تو بیج کہ ایک جگہ جمع ہو جاوے گا اور کیاری کا باقی حصہ خالی پڑا رہے گا۔ اس لئے پانی ٹھہر جانے پر بیج چھڑکنا چاہئے۔ یہ بیج ۴۸ گھنٹہ میں پہلی پتی نمایاں کر دیتا ہے۔

آبپاشی :۔ بوائی کے ایک ہفتہ بعد جبکہ زمین خشک ہونے لگے فوراً پہلی آبپاشی کرنی چاہئے اور اس کے بعد حسب ضرورت آبپاشی کرتے رہنا چاہئے کیونکہ برسیم کی فصل کو ہر وقت نمی کی ضرورت رہتی ہے اس لئے ہفتہ وار نہ ہو سکے تو ہر دسویں یا پندرہویں دن آبپاشی کرتے رہنا چاہئے۔

نکائی گڑائی :۔ برسیم میں ایک یا دو مرتبہ کی نکائی گڑائی کافی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں ایک قسم کی بوٹی شامل ہوتی ہے جس کو کاسنی کہتے ہیں جو کافی تعداد میں پائی جاتی ہے۔ اس کو جڑ سے یعنی زمین میں سے ایک یا دو انچ گہرائی سے نکال دینا چاہئے تاکہ دوبارہ محنت نہ کرنی پڑے۔

پیداوار سبز چارہ۔ آخیر ستمبر کی بوئی ہوئی فصل سے اخیر نومبر میں چارہ استعمال کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور یہ ماہ مئی تک ۵۔۶ کٹائی دیدیتی ہے۔ ہرے چارے کی مقدار چھ سو من سے آٹھ سو من تک فی ایکڑ ہو جاتی ہے درخیز اور طاقتور زمینوں میں قریب نو سو من تک فی ایکڑ سبز چارہ مل جاتا ہے۔

تخم حاصل کرنے کا وقت اور فصل کی کٹائی۔ جس فصل سے بیج حاصل کرنا منظور ہو۔ تو سبز چارہ کی کٹائی آخر ماہ مارچ میں بند کر دینی چاہئے تاکہ بیج اپنے وقت پر تیار ہو جاوے۔ برسیم کے بیج کی کٹائی ماہ مئی میں ہو جاتی ہے۔ فی ایکڑ بیج کی پیداوار ۳ من سے ۵ من تک حاصل ہو جاتی ہے فصل کی کٹائی کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں سے اوپر کی بوڈی کو توڑ لیا جاوے۔ بجائے اس کے کہ تمام پودھا زمین سے کاٹا جاوے اس طریقہ سے بیج کی گڑائی و صفائی میں کافی سہولیت ہو جاتی ہے۔

+ (کلچر یہ ایک قسم کی تیار شدہ مٹی ہوتی ہے۔ اس میں وہ ایسے جراثیم ہوتے ہیں جو کہ فصل برسیم کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

محکمہ گاؤں سدھار یعنی تال کی صنعت و حرفت کی نمائش

از مسٹر ایس۔ سی۔ ملہاسے، ایم۔ ایس۔ سی، بی۔ ایس۔ سی (لندن) ڈپٹی اگریکلچر (دائی) ڈپٹی۔ آئی۔ اے۔ آر۔ آئی۔

محکمہ گاؤں سدھار کے قائم ہونے کے وقت سے دیہاتوں کی اصلاح کے مسئلے کے ہر پہلو کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے اور تھوڑے ہی عرصے میں کسانوں کی مالی حالت سدھارنے، تعلیم بالغان کی اشاعت کرنے، ترقی زراعت اور صحت و صفائی کے معاملے میں بہت کچھ ٹھوس کام کر دکھایا ہے۔ مختصراً اس محکمے نے کئی ایک مفید اسکیموں کے ذریعے کسانوں کی زندگی اور ان کا ماحول سدھارنے کی کوشش میں امید سے زیادہ کامیابی حاصل کر لی ہے۔ محکمہ کا عام اصول اُن کی مدد کرتا رہا ہے جو اپنی مدد آپ کریں۔ اس لئے اس کی سبھی اسکیمیں ایسی ہی ہیں کہ جن میں دیہات کے باشندے اگر چندہ کر کے ضروری اخراجات کا ایک حصہ دیں تو باقی حصہ حکومت کی طرف سے دیا جائے۔ گاؤں سدھار کے کام کی ایک اور خصوصیت یہ رہی ہے کہ تمام خدمت عامہ سے تعلق رکھنے والے محکموں سے ایک ساتھ مل کر اصلاح کے مقصد کی طرف قدم بڑھایا جس سے کسانوں کے اندر اپنے اوپر بھروسہ رکھنے کی اہمیت اور اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس صوبے کے افسر صاحب محکمہ گاؤں سدھار کے الفاظ میں "صدیوں کی جہالت اور غریبی سے پھیلی ہوئی بلند دیہات کی خود اعتمادی از سر نو رفتہ رفتہ بیدار ہو رہی ہے لیکن یہ مستقل ضرور ہے"۔ ۱۹۳۹ء میں صوبہ بھر میں کل ۵۲۷۵ زندگی سدھار سوسائٹیاں قائم تھیں اور ان کے ذریعے تعمیری محکمے اپنا اپنا زور کسانوں کی زندگی سدھارنے میں لگاتے رہے ہیں۔ ترقی شدہ فصلوں کے بیج جس تعداد میں تقسیم کئے گئے وہ بیجوں کی تقسیم تاریخ میں لاثانی ہیں۔ بچوں اور بالغوں کی جہالت دور کرنے کے لئے اجتماعی کوششیں کی گئی ہیں حفظان صحت کے لئے گاؤں گاؤں میں دوائیں پہنچائی گئی ہیں اور مقررہ پروگرام کے مطابق کتنی ہی ایسی اسکیمیں جاری کی گئی ہیں جن سے ہمارے دیہاتوں کی حالت پہلے کی بہ نسبت بہتر ہو سکے اور گاؤں والوں کو یہ محسوس ہونے لگے کہ ملک کی سماجی اور سیاسی زندگی میں اُن کو بھی جگہ حاصل ہے۔ محکمہ زراعت نے جس کام آلات، بیج، کھاد، مویشی اور دیگر ضروری چیزوں کی تقسیم کی شکل میں کچھ حد تک دیکھا جا سکتا ہے۔ اس بات کا بہت ہی اچھا ثبوت دیا ہے کہ وہ ایک مقررہ مقصد کے حصول کے جذبہ کو لے کر کتنا آگے بڑھ سکتا ہے۔ بہتے ترقی دادہ بیجوں کی مقدار بڑھانے، ان بیجوں اور زراعت کے عمدہ طریقوں کا کسانوں کے کھیتوں میں استعمال کر کے انہیں یہ محسوس کرا دینے کا کہ ... [illegible]



جنگلات کا کورٹ جس میں جنگلات سے تعلق رکھنے والی اشیاء اور صنعتوں کی نمائش کی گئی تھی۔ اس کورٹ کی کامیابی کا سہرا مسٹر آر۔ این۔ سنگھ فارسیٹ یوٹیلائزیشن آفس کے سر تھا۔



الموڑہ کے کورٹ کا ایک اور منظر اسٹال کے آگے مسٹر جوشی انسپکٹر گاؤں سدھار اور مسٹر پنت ڈپٹی ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ گاؤں سدھار کھڑے ہیں۔



محکمہ زراعت کے اسٹال کا ایک حصہ جس میں پھل اور سبزیوں کی نمائش ہوئی تھی۔

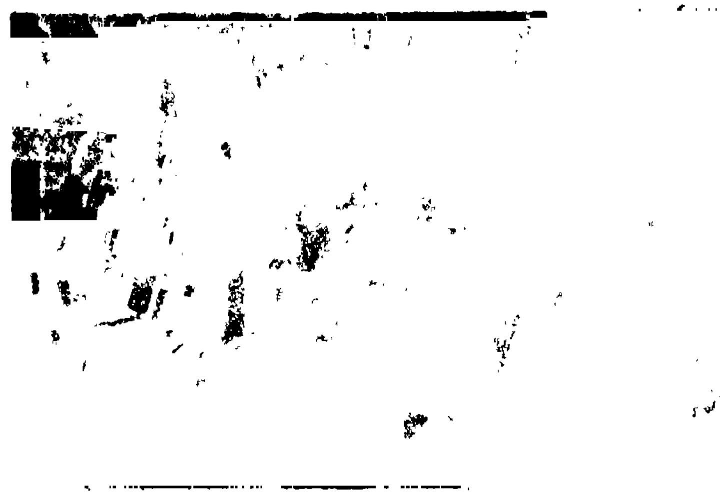


پریم ودیالے تاڑی کھیت ضلع الموڑہ کا اسٹال۔ ودیالے کے بانی پنڈت دیوکی نندن پانڈے اسٹال کے آگے بیٹھے ہیں۔

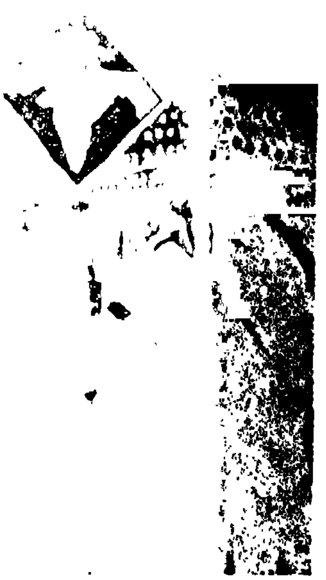
کھیتی کا حاصل میں کہاں تک فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ مویشیوں کی ترقی کے نئے سنٹر کھولنے اور کافی تعداد میں سانڈ تقسیم کرنے، کسانوں کے کھاد کے ڈھیروں کو کوڑا کرکٹ سے بنی ہوئی کمپوسٹ کے ذریعہ بڑھانے، ترقی دادہ آلات کا پرچار کرنے اور باغبانی سے زیادہ فائدہ اُٹھانے میں محکمہ زراعت نے محکمہ گاؤں سدھار کے ماتحت جو کام انجام دیئے ہیں وہ خصوصیت کے قابل ذکر ہیں۔ لیکن شاید ان سب سے بڑھ کر جو کام دیہاتی ترقی کے لئے کیا گیا ہے وہ ہے مختلف نمائشوں میں حصہ لینا کہ جن کے ذریعے دیہاتی عوام کا دھیان محکمہ زراعت کے ذریعے ترقی دادہ بیجوں، آلات اور ترکیبوں کی طرف پروپیگنڈا کے ذریعے متوجہ کیا جا سکے۔ اس طرح کسانوں کو محکمہ کے پروگراموں کا اور اُن کے ذریعے ہو سکنے والی ترقی کا مطالعہ کرانے سے جو بیحد فائدہ اُن کو ہوا ہے اُس کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ اسی طرح گاؤں سدھار کے کاموں میں لگے ہوئے سبھی محکموں نے مل کر نمائشوں میں حصہ لیا ہے اور اُن کے ذریعے کسانوں کو بیدار کرنے اور اُن میں نئی اُمنگیں پیدا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے:

یہاں پر ایسی نمائشوں میں سے صرف ایک کی مثال پیش کی جاتی ہے جس سے واضح ہو جائیگا کہ یہ نمائشیں دیہاتی ترقی کے کاموں کے لئے کتنی اہم ہیں۔ یہ ہے کمایوں کی صنعت و حرفت کی نمائش جو محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے نینی تال میں کی گئی تھی۔ مختلف محکمے پہلے ضلعوں یا ڈیویژنوں میں الگ الگ نمائشیں کیا کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ کسانوں پر اتنا اچھا اثر نہیں پڑتا تھا۔ اگر ہموار علاقوں کے بارے میں یہ بات درست تھی تو کمایوں کے لئے تو یہ بالکل ہی صحیح تھی جہاں اس قسم کی نمائشیں بہت کم اور بہت دنوں میں ہوا کرتی تھیں۔ اس لئے محکمہ گاؤں سدھار نے جس طرح اس نینی تال والی نمائش کو سجایا وہ قابل تعریف تھا۔ اسکے ذریعے کمایوں کی گھریلو دستکاریاں غالباً پہلی بار عوام کے سامنے لائی گئیں اور اُن میں ہو سکنے والی ترقیوں کی گنجائش کی طرف توجہ کی گئی۔ اِس

نمائش کا افتتاح ہز ایکسلنسی سر مارس ہیلٹ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ ای، گورنر یو۔ پی نے ۱۰ جون ۱۹۴۰ء کو فرمایا۔ یہ دو بڑے حصوں میں منقسم تھی۔ ایک تو عام نمائش کا دوسرا وہ جہاں نمونے وغیرہ رکھے گئے تھے۔ کمایوں کے تینوں اضلاع کے اپنے علٰحدہ علٰحدہ حصے تھے۔ الموڑہ والے حصے میں سرکاری بنائی کے اسکول، اون کے کارخانے، سومیشور کے گاندھی آشرم وغیرہ نے اپنی اونی اور دیگر قسم کی چیزوں کی نمائش کی تھی۔ گن ناتھ ودیالے کی پنکھیاں اور چھڑیاں اور پریم ودیالے نے تاڑی کھیت کے بنے قالین، دری اور بنائی کے نمونوں سے بہت سے لوگوں کو متوجہ کیا۔ گاؤں سدھار کے اسٹال پر پیتل کے سامان کے نئے نمونوں، دان پور کی چٹائیوں و پٹاروں، لوہا گھاٹ کے ہاتھ کے بنے کاغذ اور جوتے، چمپاوت کے لکڑی نقاشی کے کام اور دیگر خوبصورت اور کارآمد چیزوں کی اچھی نمائش کی گئی تھی۔ ضلع نینی تال کے حلقے میں تین خاص حصے تھے۔ یعنی محکمہ جنگلات، گاؤں سدھار اور ترائی بھابر۔ محکمہ جنگلات کا اسٹال جس کو مسٹر آر۔ این۔ سنگھ، آئی۔ ایف۔ ایس۔ فارسٹ یوٹیلائزیشن افسر نے سجایا تھا، بہت ہی شاندار تھا جس میں جنگلات کی چیزوں اور اُن کے بنانے کے طریقوں کا مظاہرہ تھا۔ نینی تال کے گاؤں سدھار اسٹال میں کاشی پور کا



الموڑے کا کورٹ جس میں ضلع الموڑہ کی گھریلو دستکاریوں اور زراعتی اشیاء کی نمائش ہوئی۔



ہز ایکسلنسی سر بارس ہیلیٹ کو مسٹر محمود صوبہ مارکٹنگ افسر بکری کا اسٹال دکھلا رہے ہیں۔

رنگائی وچھپائی کا کام گرم پانی کی کیمیاوی اشیاء بھیم تال کا چمڑے کا کام اور ڈلیاں وچھڑیاں وغیرہ دکھلائی گئی تھیں۔ ترائی بھابر کا اسٹال کنور بلبیر سنگھ آئی۔ سی۔ ای سپرنٹنڈنٹ ترائی بھابر نے بڑی قابلیت سے سجایا تھا اور اس میں ہلدوانی کے نایک آشرم کے سینے پرونے وکشیدہ کاری کے کام اور تھاروؤں کی بنائی ہوئی ٹکلیوں کے نمونے دکھائے گئے تھے۔ گڑھوال کے ضلعے میں دوگوا کے سرکاری (دیہی) سامان کے اسٹور کے نمونے، وشنو سنگھ کے اسکول کے قالین وغیرہ، شری نگر کے نقاشی کے نمونوں وغیرہ کا مظاہرہ کیا گیا تھا لیکن ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر چیزیں تھیں۔ چیڑ کی سینکوں سے بنا ہوا کپڑا اور مختلف گھاسوں سے بنے ہوئے کاغذوں کے نمونے جن کا مظاہرہ ٹھاکر ارسنگھ نے کیا تھا۔ ان کو ان نمونوں کے لئے ایک گولڈ میڈل دیا گیا تھا۔ ان صنعتوں کے علاوہ محکمہ زراعت کا حصہ بھی تھا جس میں طرح طرح کے پھل و سبزیوں کے نمونے سجائے گئے تھے۔ گورنر صاحب اور دیگر مشہور اصحاب نے آلو کی ترقی کی اسکیم کا تعارفی مظاہرہ جو محکمۂ زراعت کا خاص مظاہرہ تھا بہت دلچسپی کے ساتھ دیکھا۔ اس حصے کی سجاوٹ کی کامیابی کا سہرا ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ آف ایگریکلچر کمایوں سرکاری باغ چوبٹیا کے سپرنٹنڈنٹ اور اُن کے ملازم نیز اُن حضرات کے سر تھا جنھوں نے اپنی چیزیں نمائش کے لئے بھیجی تھیں۔ سرکاری کارپنٹری اسکول نینی تال کی طرف سے جن چیزوں کی نمائش ہوئی وہ بھی قابل ذکر تھیں۔ تمام نمائش والے حصے میں مختلف چیزیں تیار کرنے کی صنعت کے عملی مظاہرے کا ہر اسٹال پر انتظام تھا۔ اس طرح ادنی سامان بنانے کا عملی مظاہرہ کیا گیا تھا۔ ہلدوانی کے سرکاری ڈلیا بنانے کے اسکول نے ڈلیا بنانے کا پورا مظاہرہ کیا تھا اور جیلی کوٹ اپیری کی طرف سے شہد کی مکھی پالنے اور شہد جمع کرنے کا جدید طریقہ بھی کچھ کم دلچسپ نہیں تھا۔ اس میں پھلوں کو محفوظ رکھنا اور اُن کے اچار مربے وغیرہ بنانے کے طریقے کا مظاہرہ کرنے کے ساتھ ہی محکمۂ زراعت کمایوں میں پھلوں کی دیکھ بھال، قطع برید اور اُن کی و دیگر کھیتی کی پیداوار کی فروخت کے لئے مفید کام کر رہا ہے۔ اس کا بھی کامیاب مظاہرہ کیا گیا تھا۔

ہزاروں کی تعداد میں لوگ اس نمائش کو دیکھنے آئے تھے اور دیہاتی عوام کے لئے خاص دن مقرر کر دئے گئے تھے۔ اگرچہ نمائش کی زیادہ تر چیزیں فروخت کے لئے نہیں تھیں تاہم تقریباً ۳۰۰۰ روپئے کا سامان وہیں فروخت ہو گیا۔ حضور گورنر صاحب، لیڈی ہیلٹ، دیگر افسران اعلیٰ اور پنڈت گووند ولبھ پنت اور پنڈت ہرگوبند پنت جیسے بزرگوں نے اس نمائش کو بہت دلچسپی کے ساتھ دیکھا اور تعریف کی۔ نمائش کی بہترین سجاوٹ کے علاوہ اُس کی کامیابی اور مقبولیت کا سہرا جناب منوہر داس چترویدی، افسر صاحب گاؤں سدھار کی انتھک محنت اور نمائش کی ورکنگ کمیٹی کے سر ہے جس کے صدر مسٹر گوپال کرشن آئی۔ سی۔ ایس تھے۔ چترویدی صاحب موصوف تو مسلسل کئی گھنٹوں تک فروخت کنندہ بھی بنے رہے۔ ساتھ ہی اس نمائش کو کامیاب بنانے میں مسٹر نارائن پنت ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ آف انڈسٹریز، کمایوں۔ مسٹر بنس ابراہم، تحصیلدار، مسٹر رودر شیکھر مین نینی تال میونسپلٹی اور پنڈت دیوکی نندن پانڈے و مسٹر ایم۔ ڈی جوشی کی انتھک محنت بھی قابل ذکر ہے۔

ہماری سرفروشی

گنے کی کہانی اپنی زبانی

(از جناب پنڈت آدیتہ نرائن مشر بی۔ ایس۔ سی۔ اے۔ جی۔ گورنمنٹ شوگر کین
ریسرچ اسٹیشن شاہجہاں پور۔ یو۔ پی)

میں جو اپنی سرفروشی کا قصہ خود لکھنے جا رہا ہوں اس سے آپ مجھے اپنے منہ میاں مٹھو بننے کا الزام لگائیں گے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ جبکہ میں نے دنیا کی بھلائی کے لئے اپنے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کروا دئے۔ اپنے کو کولھو میں پروا دیا۔ بھٹیوں میں جھکوایا۔ کڑھاؤ میں اُبلوایا۔ اور اپنی اصلیت کو مٹا کر اچھی راب، گڑ، شکر اور مختلف قسم کی ذائقہ دار مٹھائیوں کی صورت میں بدلوا دیا تو بھی میں اپنے مطلب کے خیال سے یہ کہانی لکھ رہا ہوں۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اس کہانی کے ذریعہ سے بھی میں انسان کی خدمت کرنے جا رہا ہوں۔ اور اگر اتنا یقین دلانے پر بھی دل میں کچھ شک رہ جانے کا امکان ہو تو جس طرح شری کرشن جی نے بیج اور جیوشٹ کے بارے میں پانچ بھائیاں مانی ہیں اُسی طرح سے مجھے بھی اپنی سچی کہانی اپنے ہی ذریعہ لکھنے کو آپ مجھا مان کر معاف فرمانے کی تکلیف گوارہ فرمائیں گے۔

پچھلی پیداوار کی نہیں اب رہ گئی نشانی ہے
(ع) [illegible] ہو تو اب یہ ہو کہانی ہے
ان کی [illegible] لالی ہے
[illegible] آخر میں نے اپنی آتم کہانی ہے

میری پیدائش کب ہوئی۔ کہاں ہوئی۔ کیسے ہوئی۔ یہ ویسے ہی قابل بحث ہے جیسے انسان کا۔ کوئی کہتا ہے کہ انسان کی پیدائش ایک مرد اور عورت سے ہوئی تو کوئی یہ ثابت کرتا ہے کہ جب زمین بنائی گئی تو اُسی وقت انسان بھی بنائے گئے جس طرح ہزاروں دیگر چیزیں خداوند تعالیٰ نے بنائیں۔ اسی طرح انسان کی بھی پیدائش زیادہ تعداد میں ہوئی اور پھر آہستہ آہستہ آبادی میں اضافہ ہوتا گیا۔ ٹھیک اسی طرح آپ ہماری پیدائش کے بارے میں اندازہ لگا سکتے ہیں۔

میری پیدائش چاہے ہندوستان میں ہوئی ہو جس کا ثبوت سنسکرت کی پرانی کتابوں میں ملتا ہے یا جاوا جیسے جزیروں میں ہوا ہو۔ جو صرف ایک شک ہی سمجھئے۔ لیکن یہ تو ماننا ہی پڑیگا کہ میری پیدائش ہوئی ضرور۔ اور میں ہندوستان میں تین ہزار برس سے رہتا چلا آرہا ہوں۔ یا یوں کہئے کہ میرے بزرگ ہندوستان کے اوّل باشندہ تھے۔ اور یہیں سے سمندر پار جا کر دیگر ممالک کی سیاحت کیا۔ اگر اس پر کوئی اندیشہ ہو تو جس طرح وسط ایشیا سے آنیوالے آریہ اور دیگر لوگ ہندوستانی ہوگئے اور اب ہندوستانی کہلاتے ہیں ٹھیک اُسی طرح اب میں ہندوستان کا ہوں اور ہندوستانی ہونے کا دعویٰ رکھتا ہوں۔ غرضیکہ میری پیدائش ہندوستان ہی کی کسی مٹھاس دینے والی گھاس سے ہوئی ہے۔ اور جس طرح بندر دیا اپنی دُم گھستے گھستے انسان بن گئے میں بھی اُسی طرح اس حالت میں آپہنچا۔ اور جس طرح انسان سائنس کے ذریعہ اپنی ترقی کر رہے ہیں ہم بھی اپنی ذات سدھار میں مستعد ہیں۔

رفتار زمانہ بہت تیز ہے انسان کو خود گوشت خور ہونے کے بجائے ساگ کھاتے ہوئے دیکھا پتھر کے علم کے بعد دھات اور کیمیا کی تلاش کرتے پایا۔ اس طرح آہستہ آہستہ اُنھیں نئے راستے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا اس پر مجھ سے نہ رہا گیا اور مٹھاس کا ذائقہ دے ہی تو دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ میرے اس ایثار سے اُنھوں نے بہت زیادہ آرام تجربہ کیا۔ اور زیادہ امداد کی خواہش کی میں نے بھی اس کے لئے یقین دلایا۔ لیکن جب انسان کو سائنس کا سہارا لیتے۔ کھیت کی مٹی کو پلٹنے والے اور دیسی ہلوں سے جوتائی کرتے اور بیج بونے سے پہلے کھیت کی مٹی میں کافی نمی کا خیال رکھتے ہوئے پایا۔ اور تلو پونڈ نائٹروجن فی ایکڑ کے حساب سے گوبر۔ کھلی ہری سنئی اور ولائتی بنی ہوئی کھاد ملا کر کھیت میں ڈالتے دیکھا تو میں نے اپنے جسم کو کٹا کٹا کر بطور امداد کے اُن کے لئے نثار کر دیا۔ یہ ہے ہماری سرفروشی کی بسم اللہ یا ابتدا۔

جب انسان نے ہم میں سے وہ حصے جن میں بیماری لگ گئی تھی اور جو اپاہج تھے چھانٹ چھانٹ کر الگ کر دیا تو مجھے بیچینی نہیں ہوئی کیونکہ ایسا کرنے سے ہماری اولاد تندرست رہیگی اور ترقی کے آخری زینہ پر پہنچے گی۔ انسان اس طرح ہماری ترقی میں مستعد ہوگئے۔ میں بھی ان کی خدمت سے علیحدہ نہ ہوا۔ اور ان کو اپنی ترقی کی کنجی دیدی۔ مطلب یہ کہ اُن کو اس کا علم کرایا کہ ہم لوگ اپنے بچے اپنے بیج کے ذریعہ بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ اپنے کو کاٹ کاٹ کر بڑھا لینے کی طاقت تو ہمیں اُسی دن مل چکی تھی جبکہ آب حیات تقسیم کیا گیا تھا۔ اور دیوتاؤں کی جماعت میں راہو کے ساتھ میں بھی جا دھمکا تھا۔ لیکن بیج کے ذریعہ پیدائش نسل کی طاقت ہمارے بزرگان سے چلی آتی ہے۔ اس طریقہ کو ہم جنوبی ہندوستان اور جزیروں میں ہی استعمال میں لاتے ہیں۔ شمالی ہند میں ہم لوگ اُسی طرح آگئے جیسے سرد ممالک کے باشندگان اس ملک میں تشریف لائے۔ انسان ہماری پیدائش نسل کا حال جان کر بھونچکا سا رہ گئے لیکن صبر و اطمینان اور ہمت کا سہارا لیکر اُنھوں نے جنوبی ہندوستان کی طرف رُخ کیا۔ شاید اس وجہ سے کہ شری رام چندر جی۔ شری سیتا جی کی تلاش کرنے اسی طرف گئے تھے۔ یا یہ سوچا ہو کہ چلو اگر کچھ ہاتھ نہ لگا تو لنکا سے تھوڑا سونا ہی لیکر واپس آئیں گے۔ جس طرح محنتی سدا سُکھی۔ آلسی سدا دُکھی۔ اسی طرح انسان کامیاب ہوئے۔ اور ۱۹۱۲ء میں شہر کوئمبتور میں ایک ریسرچ کا محکمہ قائم کر دیا گیا ہمیں بھی اس سے تسلی ہوئی کہ چلو ہمارے شجرے کی بنیاد تو پڑی اور یہ افسوس دور ہوا کہ کچھ

دنوں میں ہمارا نام ہی مٹ جائے گا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ انسان نے گڑبڑی بھی کرنا شروع کر دی اور ہماری اصلیت میں فرق ڈالنے لگے۔ کبھی ہمارے بچوں کی شادیاں بانس کے خاندان میں کر دیتے تو کبھی ہمارے گھرانے کی لڑکیاں جوار کے گھروالوں کی ہوا کھاتیں۔ اور اگر اس کے لئے کچھ کہتے سنتے تو یہ کہہ کر سمجھا دئے جاتے کہ بانس اور جوار۔ اپر پشہ اور دوسرے تعلق کرنے سے ان خاندانوں کی اچھائیاں ہمارے خاندان میں آجائیگی مثلاً بانس کے برابر سخت ہمارا چھلکا ہو جائیگا۔ جس کے نتیجہ میں ہم میں کیڑے نہ داخل ہو سکیں گے اور ہمارے کچھ بھائی جوار کے مانند جلد جوان ہو جایا کریں گے۔ جو کچھ بھی نتیجہ نکلے لیکن اپنے نام کی رائے تو یہی رہی کہ بھائی ہمیں اپنے خون کے اچھے اچھے لڑکے لڑکیوں سے ہی شادی بیاہ کرنے میں ترقی کا زینہ دکھائی پڑتا ہے۔ اگر آپ ہماری رائے سے متفق نہیں تو کوئی ہرج نہیں۔ آپ اس کو اپنی قوم میں برا نہ سمجھ کر مختلف اقوام کی شادی کی رسم کو رواج دے رہے ہیں مگر ہم کیسے یہ تکلیف برداشت کر سکتے ہیں خدا آپ کا بھلا کرے۔

اس طرح انسان نے ہماری سابقہ رسموں کو توڑنا شروع کر دی۔ اور اعلیٰ اور ادنیٰ اقوام کی شادی کوئمبٹور میں دھڑا دھڑ ہونے لگی اور پھر ان سے پیدا ہونے بیج کے پودوں کی جانچ شروع ہو گئی۔ ان کی اولادوں کو اب پونڈا۔ کھا۔ سرہٹا۔ دیسی تنا۔ دھور۔ چن وغیرہ کے نام سے نہ پکار کر نئے ناموں سے نواز دیا جاتا ہے۔ اور اب جس کسی کو دیکھو انہیں کوئمبٹور نمبر ۲۱۳۔ نمبر ۲۱۴۔ نمبر ۲۱۳ یا کوئمبٹور ایس نمبر ۶۷ وغیرہ کے نام سے پکارتا ہے یہ ایسا نام ان کی تشریح بھی اس طرح کرتے ہیں کہ تعداد پیدا ہونے یا پیدا ہونے کا ظاہر کرنیوالا ہے تو کوئمبٹور دو کوئمبٹور شاہجہاں پور مقام کا بتلانیوالا ہے۔ اس طریقہ سے ہم لوگ ایک ہی نسل کے ہوتے ہوئے بھی جدا جدا کر متعدد اور ترقی یافتہ بنائے جا رہے ہیں۔

کوئمبٹور سے ہم لوگ ۱۹۱۹ء میں شاہجہانپور کے لئے روانہ کئے گئے۔ وہ اس لئے کہ بڑھنا اور پھیلنا تو ہمیں شالی ہند کے میدانوں میں ہے۔ اس لئے کوئمبٹور کی آب و ہوا کے علاوہ یہاں کی آب و ہوا میں بھی ہم لوگوں کی جانچ ہونا ضروری ہے۔ شاہجہاں پور شمالی ہند میں اس مضمون کی کھوج کرنے کے لئے سب سے پرانا کھوج کا مقام ہے۔ اس وقت سے ہر سال ہمارے جوان جوان بھائی وسط جنوری وفروری میں یہاں آیا کرتے تھے۔ لیکن سن ۱۹۳۶ء سے کوئمبٹور سے صرف چنے ہوئے جوان تو نہیں بیج ہی ہر سال یہاں اپنی جانچ کے لئے آتے ہیں۔ شاہجہاں پور آتے ہی ہم لوگوں کی جانچ کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم لوگ علیحدہ علیحدہ قطاروں میں کاٹ کاٹ کر بو دئے جاتے ہیں۔ ہر ایک کے نام کی تختی اس لائن یا قطار کے سامنے لگا دی جاتی ہے۔ اس طرح پھر ہم اپنے کو ملک کی خدمت کے لئے مٹی میں ملا دیتے ہیں۔ یہ قربانی کتنے اونچے درجہ کی ہے اس کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں۔ ہم لوگ اس کو اپنا فرض سمجھتے ہیں دوسروں کی بھلائی کے لئے شہید ہو جانا۔ ملک کے لئے خود مٹ جانا ہم لوگوں کا فرض ہو گیا ہے۔

اس کے بعد ہمارے ساتھ آئے ہوئے بیجوں کو گملوں میں بو دیا گیا اور ان کے ماں باپ کا نام ان کے سامنے لکھ دیا گیا ان بیجوں کو جنوبی ہندوستان کی طرح گرمی پہنچانے کے لئے رات میں یا جب دن میں سردی ہوتی۔ تو دن میں شیشے کے مکان میں رکھ دیا جاتا ہے اور اگر اتنے پر بھی سردی رہتی ہے۔ تب انگیٹھی کے ذریعہ شیشہ گھر گرم رکھا جاتا ہے۔ جس میں بیج اچھی طرح جم سکے پھر بھی بہت سے موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ آخر بیج اور ہم لوگ جاڑوں میں ہی آتے ہیں اور اسی طرح بو دئے جاتے ہیں۔ ہم لوگوں کا کام ٹھیک اسی طرح ہے جیسے ہر سال آئی۔ سی۔ ایس۔ کے افسر ولایت سے ہندوستان میں چھانٹ کر بھیجے جایا کرتے ہیں۔ ہمیں بھی کوئمبٹور کے امتحان میں پاس ہو جانے کے بعد ہی شاہجہانپور آنے کا موقعہ ملتا ہے۔

شاہجہاں پور میں ایک بڑے شیشے کے مکان کے بنوانے کی بنیاد ڈالی جا رہی ہے۔ اس کے بن جانے کے بعد ہمارے پھولوں سے بیج پیدا کرنے کا کام بھی یہیں ہونے لگے گا۔ ابھی تو ہم لوگ کوئمبٹور سے بنی لائے جاتے ہیں اور یہاں بو دئے جاتے ہیں۔ پہلے بس ہم لوگ اپنی اپنی قطاروں میں جا پہنچے جاتے ہیں۔ حالانکہ ہم لوگ تھوڑی تعداد میں ہی ہوتے ہیں۔ موسم کے آخر میں ہمارے رس کا امتحان ہوتا ہے۔ اس سال ہم لوگوں میں چھٹائی نہیں کی جاتی۔ سب کے سب آئندہ سال کے بیج کے لئے چھوڑ دئے جاتے ہیں دوسرے سال پھر ہم لوگ قطاروں میں بوئے جاتے ہیں۔ ہماری طاقت لمبائی۔ موٹائی۔ اگنے کی طاقت۔ تندرستی اور بیماری سبھی کچھ کی جانچ کی جاتی ہے اور نومبر سے ہر ماہ رس کی جانچ کی جاتی ہے رس کی جانچ تین مرتبہ تو ضرور ہوتی ہے یعنی شروع نومبر۔ وسط جنوری۔ اور آخر مارچ جس میں اوسط۔ جلد اور دیر میں پکنے والی قسمیں معلوم کی جاتیں اس سال جو قسمیں صوبہ ممالک متحدہ کے لئے مفید ثابت نہیں ہوئیں وہ نکال دی جاتی ہیں۔ مثلاً کم چینی والی گر جانے والی۔ کیڑا لگنے والی۔ کم شکر والی

وغیرہ وغیرہ - اور ترقی دادہ یعنی اچھی شکر والی خوب بڑھنے والی - اچھی پیداوار دینے والی قسمیں ہوتی ہیں وہ تیسرے سال بوئی جاتی ہیں۔ تھوڑے دنوں سے اب اسی طرح کی جانچ گورکھپور اور مظفر نگر میں بھی ہونے لگی ہے - تیسرے سال میں ان قسموں کا مقابلہ اسٹینڈرڈ یعنی کامیاب پرانی قسموں سے کیا جاتا ہے - ان میں سے اچھی قسمیں ہر سال رہتی ہیں - یہ قسمیں پھر الگ الگ کولھو میں پیری جاتی ہیں اور اب سے پہلی شکر دوسری شکر (شیرہ) سے بنی ہوئی شکر بنائی جاتی ہے - پھر یہ بازار میں بیچی جاتی ہے - اور ان کا منافع فی ایکڑ پر لگایا جاتا ہے - اسطرح ان تین سالوں کے بعد مندرجہ ذیل سوالات کا جواب مل جاتا ہے - ہماری

۱- پیداوار فی ایکڑ -
۲- پکنے کا وقت
۳- فیصدی شکر
۴- رس کا گاڑھاپن
۵- ۱۰۰ اکنوں کا رس
۶- راب و شکر کی اچھائی و برائی -
۷- کتنی قیمت ملی اور کیا فائدہ ہوا وغیرہ -

مذکورہ بالا سبھی باتیں ملکر ہر ایک قسم کے بارے میں کافی واقفیت کرا دیتی ہیں - تیسرے سال کے بعد پھر ان کی پوری طور سے چھان بین کیجاتی ہے اور چوتھے سال جو قسمیں اچھی نکلتی ہیں وہ مظفر نگر - گورکھپور یا خاص خاص ملوں کے فارموں میں بونے کے لئے بھیجی جاتی ہیں - اور یہ آخری امتحان ہی ٹھیک ٹھیک اچھائی یا برائی بتا سکتا ہے کیونکہ تب تک کسی قسم کے بارے میں اچھا یا برا کہنا ٹھیک نہیں - جب تک کہ شاہجہانپور فارم کے باہر اسکی جانچ نہ ہو جاوے اس طرح کسی نئی قسم کے نکلنے میں کم سے کم چار سال لگ جاتے ہیں۔

ابھی تک میں نے اپنی ہی کہانی سنائی - لیکن ان بیجوں کو جنھیں فروری یا جنوری میں گملوں میں بو دیا گیا تھا بھول ہی سا گئے - اب پودے بڑے ہونے پر الگ الگ گملوں میں لگا دئے گئے اور اپریل میں وہ کھیت میں بو دئے جاتے ہیں - ہر ایک بیج سے جو پودھا نکلتا ہے اس کو پوری طور سے بڑھنے و پھیلنے کا خیال رکھا جاتا ہے کیونکہ انھیں میں سے کوئی آئندہ ایک نئی قسم بن جاتا ہے - ان بیجوں سے پیدا ہوئے بیج کھیت میں دھیرے دھیرے بڑھنے لگے اور جب جوان ہوئے تو جیسے فوج میں بھرتی ہونے سے پہلے مرد کی جانچ کیجاتی ہے ماہران فن نے ان لوگوں کی بھی جاڑوں میں خوب جانچ پڑتال کی اس کے لئے ہمیں کوئی پریشانی نہیں - کیونکہ یہی لوگ آئے چلکر ہماری قوم کے ممبر بنیں گے - اگر ہم لوگوں میں ایک بھی ناقابل ممبر آ گیا تو وہ تمام بھلائی اور قربانی پر پانی پھیر دے گا - ایک مچھلی سارے تالاب کو گندہ کر دیتی ہے - بس اسی بات سے بچنے کے لئے بخوبی دیکھ بھال کیجاتی ہے - جو ماہرین کے تجربے میں پاس ہوتے ہیں دوسرے سال انھیں جانچ کے لئے سیدھی قطاروں میں بو دئے جاتے ہیں - پہلی سال چونکہ ایک بیج سے پیدا ہوا جھنڈ اتنا نہیں ہوتا کہ اس میں رس کی جانچ کیجا وسکے اس کو سب کا سب بو دیتے ہیں اور دوسرے سال جانچ کرنے کے ساتھ ساتھ ایک مرتبہ رس کی بھی جانچ کیجاتی ہے - ان میں جو اچھے نکلتے ہیں وہ تیسرے سال کے لئے بو دئے جاتے ہیں اور یہیں مظفر نگر اور گورکھپور کے سرکاری فارموں پر بھی جانچ کے لئے بھیج دئے جاتے ہیں - اس طرح صوبہ کے ہر حصہ کی آب و ہوا میں ان کو بڑھنے و پھیلنے کا موقع مل جاتا ہے - تیسرے سال دوسرے سال کی طرح پھر جانچ کیجاتی ہے اور اس سال جو ترقی دادہ معلوم ہوتے ہیں ان کا ہم لوگوں کے ساتھ چوتھے سال میں مقابلہ کیا جاتا ہے اور اس سال جو جیت جاتا ہے اس کی شہرت ہو جاتی ہے یعنی اس قسم کا نام سب لوگوں کو بونے کے لئے بتلایا جاتا ہے ان بیجوں کے نام کے آگے - سی او - ایس لگا دیا جاتا ہے - اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا بیج تو کوئمبٹور میں پیدا کیا گیا لیکن بیج سے پودے نے جنم شاہجہان پور فارم میں لیا - اس لئے سی - او سے کوئمبٹور اور ایس سے شاہجہان پور - تعداد سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر نمبروں کے پورے تھے اور ان میں نمبر ۵ - نمبر ۲ اور نمبر ۶ ۷ کے بیجوں سے پیدا ہوئی اولاد اچھی ترقی کرتا ہے یعنی اچھی پیداوار دیتا ہے - شکر اچھی ہوتی ہے کیڑوں اور دیگر بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے تو وہ ہر دلعزیز ہو جاتے ہیں مثال کے طور پر جلد پکنے والی قسمیں کوئمبٹور نمبر ایس ۵ - کوئمبٹور نمبر ایس ۲۰ اور کوئمبٹور ایس نمبر ۲۴ ہیں -

کبھی کبھی مختلف نئی پرانی ذاتوں کے ممبروں کو اکٹھا کرکے بونے اور پھر ان میں انتخاب کرنے سے بھی نئی اچھی قسم نکالی جا سکتی ہے اس کو انگریزی میں سلکشن کہتے ہیں - کراسنگ کے طریقے سے بھی نسل افزائی کیجاتی ہے - مختصراً یہی خاص طریقے ہیں جن سے ہر سال ترقی دادہ خاندان ہم لوگوں میں نکلتے رہتے ہیں - کبھی کبھی یکایک کوئی قسم اچھی پیدا ہو کر شکر دینے لگتی ہے - اس طریقے سے نکلنے والی قسم سپورٹ کہلاتی ہے -

مرکزی گورنمنٹ کی امداد کے ذریعہ پشاور ریسا لوالا - پنجاب - پوسہ بہار کرنال - ڈھاکہ بنگال - جورہٹ - آسام - پیر گاؤں - بمبئی - انکپالی مدراس اور ریاست میسور میں بھی محکمہ ریسرچ کی طرف سے مرکز قائم کئے گئے ہیں ان مقامات سے نکلی ہوئی قسمیں اپنے اپنے صوبے میں بونے کے لئے مناسب ہو سکتی ہیں - کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ایک صوبہ میں جو قسم اچھی پیداوار دے رہی ہے - وہ دوسرے صوبے میں اتنی اچھی پیداوار نہ دے سکے - اسی مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ مرکز قائم کئے گئے ہیں انسان کے ہم نہایت مشکور ہیں - اگر مستقبل میں بھی ایسی ہی نظر عنایت رہی تو ہمیں بھی ترقی نہ ہو جانے تھوڑی ہے -

بجز ہندوستان کے ہمارے بھائی جاوہ - نیوگنی - فجی اور جزیرہ فلپائن میں آسٹریلیا کے مشرقی کنارے کے میدانوں میں وسط امریکہ میں برازیل کے مشرقی کنارے پر مغربی جزیروں میں اور امریکہ یعنی دریائے نیل کے بیسن میں رہتے ہوئے پائے جاتے ہیں - جاوہ میں ہماری ترقی اتنی زیادہ ہوئی ہے کہ ایک چھوٹا

جزیرہ ہوتے ہوئے وہ دنیا کے بڑے بڑے ملکوں کی شکر کی مانگ کو پورا کر رہا ہے۔ حالانکہ یوروپین ممالک وجزائر برطانیہ اور شمالی امریکہ میں بیشتر (چقندر) سے بنی ہوئی شکر استعمال کی جاتی ہے پھر بھی دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ ہمارے ہی ذریعہ پیدا کی ہوئی شکر پر ہی منحصر ہے۔ اور امید ہے کہ مستقبل میں ہم اس سے بھی زیادہ انسان کی خدمت کر سکیں گے۔

ابھی تک تو ہم نے اپنے ہی خاندان کی کہانی سنائی لیکن درامسل اگر آپ اس سے کچھ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو محکمہ زراعت سے پوری واقفیت حاصل کریں۔ اگر ہم میں ابھی پھول نکل آویں تو اس سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ کیونکہ اس سے ہم اپنے بڑھ چکنے کی اطلاع دیتے ہیں۔ اگر آپ ہمیں پیڑی کے لئے کھیت میں رکھیں تو ہمارے لئے مناسب کھاد اور پانی کا بھی انتظام رکھنا چاہئے ورنہ زیادہ فائدہ نہ ہوسکیگا۔ ایک سال سے زیادہ نہ تو پیڑی رکھنا چاہئے اور نہ پیڑی سے بونے کے لئے بیج لینا چاہئے کیونکہ ایسا کرنے سے ہماری نسل کمزور ہو جاتی ہے اور مختلف قسم کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں دیمک سے بچنے کے لئے بوتے وقت ٹکڑوں کے سرے تارکول میں ڈبو کر بونا چاہئے۔ نیم کی کھلی کی کھاد دینا چاہئے۔ اور اگر پانی دیا جاسکے تو گہری آبپاشی کر دینی چاہئے۔ زیادہ معلومات کے لئے حلقہ کے اہلکار محکمہ زراعت سے صلاح لینی چاہئے انگریزی جاننے والوں کو محکمہ زراعت کا بلیٹن نمبر ۲۷ پڑھنا چاہئے یہ گورنمنٹ پریس الہ آباد سے خریدا جاسکتا ہے

سہ ہے ایش بھارت دیش میں ست بار بیراجن ہو
کارہنر سدا ہی مرت کا دیشو پکار کرم ہو

بس اتنی استدعا کے بعد میں اپنی کہانی ختم کرتا ہوں امید ہے میری خواہش جو کہ موجودہ وقت میں مشہور قسموں کی بابتہ سب پر ظاہر کرنے کا تھا اس مضمون کے ذریعہ پوری ہوگی۔

قرضہ

از جناب محمد شفیع الدین صاحب نیّر استاد موڈرن ہائی اسکول نئی دہلی

قرضے نے جان گھلائی۔ قرضے نے
قرضے نے آن گنوائی۔ قرضے نے

قرضہ لے کر پچھتایا   عزت سے ہاتھ اٹھایا
سب دل کا چین بھلایا   قرضے کا روگ لگایا

قرضے نے جان گھلائی۔ قرضے نے
قرضے نے آن گنوائی قرضے نے

کی قرضہ لے کر شادی   تھی یہ خانہ آبادی
کر دی اس نے بربادی   چھینی ساری آزادی

قرضے نے جان گھلائی۔ قرضے نے
قرضے نے آن گنوائی قرضے نے

دم بھر کا دھوم دھڑکا   دم بھر کا بھڑ بھڑکا
دم بھر کا دھکم دھکا   پھر پیچھے ہتکم ہتکا

قرضے نے جان گھلائی، قرضے نے
قرضے نے آن گنوائی، قرضے نے

پنچوں نے دعوت کھائی   خوش تھے سارے ہی بھائی
لیکن جب قرقی آئی   دی صورت اک نہ دکھائی

قرضے نے جان گھلائی۔ قرضے نے
قرضے نے آن گنوائی۔ قرضے نے

گائے بھینس اور بچھڑے سب   گھر کے برتن بھانڈے سب
موٹے جھوٹے کپڑے سب   چھینے ایک ایک کرکے سب

قرضے نے جان گھلائی، قرضے نے
قرضے نے آن گنوائی قرضے نے

بچوں کا زیور چھینا   بی بی کا بستر چھینا
سب انگرہ کھنگرہ چھینا   یہ کیا گھر کا گھر چھینا

قرضے نے جان گھلائی۔ قرضے نے
قرضے نے آن گنوائی۔ قرضے نے

بنئے نے آفت ڈھائی   کی خوب ہی اس نے کمائی
سو کی دوسو لکھوائی   پھر اس پر سود دبائی

قرضے نے جان گھلائی۔ قرضے نے
قرضے نے آن گنوائی۔ قرضے نے

نیّر کی باتیں مانو   کہنا اُس کا سچ جانو
نقصان اپنا پہچانو   مت قرضہ لو نادانو

قرضے نے جان گھلائی۔ قرضے نے
قرضے نے آن گنوائی۔ قرضے نے

سوئیڈن میں کواپریٹو تعلیم

از جناب سید رفیق حسین ۔ ایم ۔ اے ۔ بی ۔ اے ۔ آنرس ۔ انسپکٹر کواپریٹو سوسائٹیز علیگڈھ

ایک غریب اور گری ہوئی قوم کے لئے کواپریشن نعمت ہے ۔ اس کے ذریعہ سے قوم اپنی مالی سماجی مذہبی اور تعلیمی حالت کو کہیں سے کہیں پہنچا سکتی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ شرط یہی ہے کہ جو لوگ اسے اپنے گھر میں مہمان کریں ۔ وہ اسکی اسی طرح خاطر کریں جیسے کہ اسکے اصول ہیں ۔ اگر ذرا بھی اسکے اصولوں سے الگ ہوئے تو بجائے فائدہ کے نقصان ہونیکا ڈر ہے ۔ اسلئے یہ ضروری ہے کہ برابر اسکے اصول کو ان پڑھ کسانوں کے کانوں تک پہنچایا جائے ۔ ان کو اسکے فائدے سمجھائے جائیں جو دراصل انہیں کی بھلائی کے لئے ہیں اگر ایسا نہیں ہوتا تو آپ لاکھوں روپیہ انھیں دیدیجئے ۔ ان کی ہر ضروریات کو مہیا کیجئے ان کی پیداوار کو منڈی میں بیچنے کا انتظام کیجئے مگر نتیجہ وہی رہیگا کہ قوم غریب ۔ اَن پڑھ اور پریشان حال ہی رہیں گی ۔ اسلئے کواپریشن کے اصولوں میں سب سے زیادہ ضروری اور پہلا اصول یہ ہے کہ ممبروں کو سمجھایا جائے کہ کواپریشن کیا ہے ؟ اسکے کیا کیا فائدے ہیں ؟ اور یہ فائدے کس طرح حاصل کئے جا سکتے ہیں ؟ ظاہر ہے کہ یہ کام جتنا آسان معلوم ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے چونکہ کواپریٹو اصولوں کی تعلیم بڑے بوڑھے ان پڑھ لوگوں کے لئے ہوئی ہے یا اُن لوگوں کی ہوئی ہے جن کو ان پڑھ لوگوں کو پڑھانا ہے اس لئے اسکے طریقے بھی مختلف ہوتے ہیں ۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ دنیا میں جتنے ملک ہیں اُن سب میں ایک طرح سے یہ تعلیم دی جاوے ۔ ہر ملک میں مقامی حالت کو نظر میں رکھتے ہوئے لوگوں کے مزاج اور طبیعت کو پہچانتے ہوئے مختلف طریقوں سے یہ تعلیم دیجاتی ہے ۔

اس مضمون میں یہ دکھایا گیا ہے کہ سوئیڈن میں کس طرح سے کواپریٹو تعلیم دیجاتی ہے سوئیڈن یورپ کے اتر میں واقع ہے اس کا رقبہ ۱۷۳۰۲۵ مربع میل ہے یہ ملک فرانس یا جرمنی سے تھوڑا سا چھوٹا ہے یا ہندوستان کے کسی ایک بڑے صوبے کے برابر سمجھنا چاہئے لیکن اس کی آبادی بہت ہی کم ہے سارے ملک کی آبادی صرف باسٹھ لاکھ ہے اس حساب سے فی مربع میل ۳۵ آدمیوں کی آبادی ہے ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں مقامی جماعتوں میں بہت کم ممبر ہونگے اور کواپریٹو تعلیم کے راستہ میں مشکلیں بھی زیادہ ہوں گی ۔

سوئیڈن میں ممبروں کی تعلیم کے علاوہ کواپریٹو کام کرنے والوں کی ٹریننگ پر خاص توجہ دی جاتی ہے اس ٹریننگ یا تعلیم کا کام کواپریٹو محکمہ کے آرگنائزیشن سیکشن سے متعلق ہے ۔ جو ہر طرح تعلیمی کاموں کی دیکھ بھال کرتا ہے نیچے لکھے ہوئے طریقوں سے کواپریٹو تعلیم جاری رکھی گئی ہے ۔

"پریس اور اخبار"

کواپریٹو تعلیم کو ملک کے کونے کونے میں پہنچانے میں اخباروں اور پریس نے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ مدد پہنچائی ہے ۱۹۰۳ء میں ایک اخبار "کواپریٹر" نامی جاری کیا گیا ۔ کچھ دنوں تک اس کی ظاہری شکل و صورت اور تعداد اشاعت بہت معمولی رہی لیکن اس کا اثر کافی رہا ۔ ۱۹۱۴ء میں ایک نمایاں ترقی یہ ہوئی کہ اس اخبار میں کواپریشن کے عملی اور نظری ہر پہلو پر ریویو ہونے لگا ۔ اس وقت سے اس کے پڑھنے والے جماعتوں کے ممبران ڈائرکٹران اور کواپریٹو محکمہ کے افسران اور دوسرے وہ لوگ جنکو کواپریشن سے دلچسپی تھی زیادہ تعداد میں ہوئے ۔ اس زمانہ میں ایک دوسرا ہفتہ وار اخبار ۔ تمام ممبروں کے لئے نکالا گیا ۔ جس کا نام کنزیومرس جرنل تھا اس نے ترقی کے مختلف درجے طے کئے ۔ چنانچہ ۱۹۳۶ء کے آخر میں اس کی اشاعت کی تعداد پانچ لاکھ بیس ہزار تھی ۔ یہ تعداد ممبران کی تعداد کی ۹۰ فیصدی تھی ۔ ۱۹۳۰ء میں اسی اخبار کا نام بدل کر "ہم" رکھا گیا اور اس میں کواپریٹو مضامین اور خبروں کے علاوہ ہر طرح کے مضامین لکھے جانے لگے ۔ ملک کے بہترین ماہران علم و فن اور بہترین مضمون نگار حضرات نے اپنے مضامین "ہم" میں چھپائے اور اس کی مدد کی اسی وجہ سے اسکو زیادہ کامیابی حاصل ہوئی ۔

کواپریٹو پرچار کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ممبروں کو آئے دن کی نت نئی باتوں سے واقف رکھا جائے اس کے لئے ضروری ہے کہ کواپریٹو کا خود ایک اخبار ہو جو زیادہ سے زیادہ ممبروں تک پہنچ سکے اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ کواپریٹو لیڈران کے خیالات اور مشوروں سے عام ممبران آگاہ ہوتے رہیں گے اور دوسرے یہ کہ کواپریٹو اصول کے مخالفوں کے اعتراضوں کے جوابات بآسانی دئے جاسکیں گے اور جو کچھ مشکلیں یا بدگمانیاں پیدا ہوں گی وہ دور ہوتی رہیں گی ۔

"چھاپہ خانہ"

سوئیڈن میں علاوہ اخبار کے کواپریٹو چھاپہ خانہ میں بھی کافی کام رہتا ہے اس کی شروعات کواپریٹو پروپیگنڈے کے سلسلے میں ہوئی چھوٹے چھوٹے رسالے ۔ پمفلٹ اور پرچے مدتوں تک چھپتے رہے ۔

مگر یہ دیکھا گیا ہے کہ ممبروں کو صرف کواپریٹو اصولوں ہی کی تعلیم دینے سے کچھ زیادہ فائدہ نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات ان میں فرقہ وارانہ تنگ نظری پیدا ہو جاتی ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ ان کو بتایا جائے کہ پیدا کرنے اور خرچ کرنے کے کیا عام اصول ہیں اور ان پر عمل کرنے سے کیسے وہ اپنی مالی حالت سدھار سکتے ہیں اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے ملک کے بہترین لکھنے والوں نے عام فہم زبان میں اقتصادیات پر کتابیں لکھیں ۔ اور یہ سستے داموں پر کواپریٹو سوسائٹیوں کے ممبروں کو دی گئیں اس وقت کواپریٹو پریس ملک کا سب سے بڑا چھاپہ خانہ ہے اور اس میں تمام علوم و فنون کی کتابیں چھپتی ہیں ۔

"کواپریٹو ٹریننگ انسٹیٹیوٹ"

شروع میں تو صرف کواپریٹو سوسائٹیاں ہی

کام کرنے والوں کو ٹریننگ دی جاتی تھی لیکن وقت گزرنے سے اس کام میں ترقی دی گئی اور محکمہ میں ایک تعلیمی شاخ کھولی گئی جس کے سپرد ٹریننگ کا کام کیا گیا ۱۹۲۳ء میں ایک اسکول قائم کیا گیا یہ اسٹاک ہوم سے دس میل پر واقع ہے اس اسکول میں ۱۹۲۹ء میں کافی اضافہ کیا گیا اور اب اس میں ۷۰ لڑکے ایک وقت میں تعلیم پاسکتے ہیں اسکول میں مختلف کورس ہیں۔ ابتدائی کورس ایک ہفتہ کا ہوتا ہے جو دکانوں میں کام کرنے والوں کے لئے ہے منیجروں کے لئے ایک مہینہ کی مدت کافی سمجھی جاتی ہے اس لئے کہ اس اسکول میں وہی لوگ لئے جاتے ہیں جنھوں نے پرائیوٹ طور پر اپنے گھر پر یا خط و کتابت کے ذریعہ سے کوآپریٹو مضامین پڑھ لئے ہوں اس طرح سے زیادہ دنوں کی ٹریننگ دینے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی سوسائٹی کے پنچوں اور ممبروں کے لئے خاص کورس ہوتا ہے جو صرف دو روز کا ہوتا ہے اور اس میں اسکول کے ماسٹر مدد کرتے ہیں اس اسکول میں تعلیم مفت دی جاتی ہے سارے اخراجات کوآپریٹو کانگریس برداشت کرتی ہے اس تعلیم سے اتنا زیادہ فائدہ ہے کہ ہر شخص کی یہی رائے ہے کہ تعلیم مفت دی جائے کوآپریٹو کانگریس کے بچے ہوئے منافع کی ایک رقم تعلیم فنڈ میں ڈالی جاتی ہے اور یہ رقم اس وقت تک برابر رکھی جائے گی جب تک کہ اتنا روپیہ نہ ہو جائے کہ اس کے سود سے تعلیمی اخراجات پورے ہو جائیں ۱۹۳۲ء کے آخر میں ۵۰۰۰۰ پونڈ ہو چکی تھی۔

"خط وکتابت کا اسکول"

یہ اسکول بھی ۱۹۲۹ء میں جاری کیا گیا۔ شروع میں صرف محکمہ کے لوگوں کے لئے یہ اسکول قائم کیا گیا تھا۔ جس میں کافی کامیابی ہوئی۔ اس اسکول کے ذریعہ سے سیاسی معاشیات لوکل گورنمنٹ۔ انگریزی اور سویڈش زبانوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ تعلیم کا یہ طریقہ بہت ہی اچھا خیال کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ ماسٹروں کی کمی کو دور کر دیتا ہے۔

"تعلیمی جتھے"

یہ ممبروں کے چھوٹے چھوٹے تعلیمی گروہ ہوتے ہیں جو خط وکتابت سے فائدہ اٹھاتے ہیں یہ لوگ اگر کسی خاص مضمون کو پڑھنا چاہتے ہیں تو کتابوں کے خریدنے میں سوسائٹی کچھ مدد کرتی ہے۔ یہ کتابیں ممبران پڑھتے ہیں اور آپس میں بحث ومباحثہ کرتے ہیں اور جو جو مشکلیں ہوتی ہیں انھیں دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ لوگ مضامین لکھکر اور سوالات کے جواب حل کر کے محکمہ کوآپریٹو کے تعلیمی صیغے میں بھیجتے ہیں شروع میں خاص طور سے مضامین ایسے ہوتے ہیں جن کا تعلق کوآپریشن سے ہے۔ مثلاً اصول کوآپریشن کوآپریٹو مالیات وغیرہ لیکن جیسے جیسے ترقی ہوتی جاتی ہے دوسرے مضامین بھی پڑھے جاتے ہیں۔ ایسے تعلیمی جتھوں کے ممبران کی تعداد ۳۰۰۰۰ تیس ہزار سے زیادہ ہو چکی ہے۔

بعض سوسائٹیوں میں دوسرے طریقے استعمال میں ہیں۔ اسٹاک ہوم سوسائٹی میں وہ طریقہ تعلیم ہے جو برٹش کوآپریٹو یونین میں ہے۔ ان تمام تعلیمی دلچسپیوں میں یونیورسٹی کے پروفیسران اور دیگر سائنس دان پوری مدد کرتے ہیں نوجوان تعلیم یافتہ ڈاکٹر ان حفظان صحت رہنے سہنے کھانے پینے کے اصول وہدایتوں کو سمجھاتے ہیں کیا اچھا ہوتا کہ ہندوستان میں بھی یہ جذبہ کالجوں کے پروفیسران اور تعلیم یافتہ نوجوانوں میں پیدا ہو جاتا۔ ہندوستان کی غریبی اس وقت تک دور نہیں ہو سکتی جب تک جہالت کا جنازہ نہ نکلے ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ دیہاتیوں کو تعلیم دینے میں کچھ بھی مدد کر سکتے ہیں کریں۔



بریسم کی ایک فصل
اس سے متعلق ایک مضمون صفحہ ۶۰۱ پر ملاحظہ فرمایئے

بنگال کی کوآپریٹو سوسائٹیاں

جیسا میں نے اُنھیں دیکھا

از جناب ایل - این چترویدی، پی - ایس - سی - اسسٹنٹ رجسٹرار - کوآپریٹو سوسائٹیز آگرہ



جناب ایل - این چترویدی

گھی کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ممبروں کو اُن کے ذریعے تیار کئے جانے والے گھی کی زیادہ سے زیادہ قیمت دلانے کے سوال نے کچھ عرصے سے ہم لوگوں کی توجہ اپنی طرف منعطف کر لی ہے۔ گھی کی تقریباً ۵۰۰ کوآپریٹو سوسائٹیاں ہمارے ماتحت ہیں اور ان کے چار سنٹرل گھی یونین قائم کئے گئے ہیں۔ یونینوں نے پچھلے سال تقریباً ۴ ہزار من گھی کا کاروبار کیا اور اس مقدار کے جلد ہی دونے ہو جانے کی توقع ہے۔ اسسٹنٹ رجسٹرار صاحب میرٹھ کی زیر نگرانی دو اور گھی یونین کام کر رہے ہیں اور ان سے تقریباً ۱۲ سو من گھی کی تجارت ہونے کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ اس وقت یونین گھی کا ایک حصہ براہِ راست عام خریداروں کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں لیکن اس کا بیشتر حصہ منڈیوں میں گھی کے تاجروں کے ہاتھ فروخت کیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ تو کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ممبروں کو، جو زیادہ تر کسان ہیں، اپنی چیزوں کی واجب قیمت ملتی ہے اور نہ عام خریداروں ہی کو گھی کے خالص ہونے کا یقین دلایا جا سکتا ہے۔ اکثر یہ رائے دی گئی ہے کہ اگر گھی کلکتہ، جو گھی خرچ کرنے کا سب سے بڑا مرکز ہے، اور ایسی ہی دوسری جگہ بھیجا جائے جہاں اس کے لئے زیادہ قیمت مل سکے تو ہم گھی والوں اور خریداروں کا یکساں طور سے بہت کچھ فائدہ کر سکیں گے۔ اسلئے کلکتے میں گھی کی فروخت اور بنگال کی کچھ مشہور کوآپریٹو سوسائٹیوں کا مطالعہ کرنے کے لئے حکومت نے مجھے بنگال بھیجا تھا۔

کوآپریٹو گھی مارک کی ضرورت

گھی کی بڑی فرموں کے نمائندوں، صوبہ مارکٹنگ افسر اور ان کے معاون اور گھی مرچنٹس ایسوسی ایشن کلکتہ کے سکریٹری سے سوالات اور بات چیت کرنے پر یہ واضح ہو گیا کہ کلکتہ میں صرف مارک والا گھی ہی زیادہ قیمت دلا سکتا ہے۔ کلکتے میں شاید ہی ایسی کوئی بڑی فرم ہو جس کا اپنا کوئی نہ کوئی مارک نہ ہو۔ اسلئے اپنا علیحدہ مارک رکھنا ہماری سب سے پہلی ضرورت ہے۔ گھی کلکتہ روانہ کرنے کے پہلے اس کی کیمیاوی آزمائش اور درجہ وار تقسیم کرنی بھی اتنی ہی ضروری ہے۔

اگر گھی یونین اٹاوہ اور شکوہ آباد کے گھی مرچنٹس ایسوسی ایشنوں کے ممبر ہو جائیں تو اس کام میں کچھ دقت نہ ہوگی۔ اٹاوہ میں بھی ایک پرائیوٹ گھی گریڈنگ اسٹیشن ہے اور حکومت کی طرف سے شکوہ آباد میں ابھی حال میں ایک دوسرا گریڈنگ اسٹیشن قائم کیا گیا ہے۔

کمیشن پر گھی کی فروخت

کلکتہ میں گھی فروخت کرنے کے لئے ہمارے پاس تین طریقے ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ ہم کلکتے میں گھی کی اپنی ایک دوکان کھولیں۔ کلکتے کے گھی کے بازاروں میں دوکانوں کا کرایہ بہت زیادہ ہے اور اسی طرح ابتدائی خرچ بھی زیادہ ہے۔ ہمیں سخت مقابلوں کا سامنا بھی کرنا ہوگا اور خریداروں کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے پروپگنڈے کی شکل میں بہت زیادہ رقم خرچ کرنی پڑیگی۔ کلکتہ کے بازار میں گھی اُدھار بھی بیچا جاتا ہے۔ اس سے تجارت میں بہت بڑی پونجی پھنسی رہے گی۔ اور نقصان ہونے کا بھی احتمال موجود ہوگا۔ یہ طریقہ اس وقت کام میں نہیں لایا جا سکتا۔ کیونکہ ہماری گھی کی کوآپریٹو سوسائٹیاں اور گھی یونین اس کاروبار میں نہ تو لمبی رقمیں پھنسا سکتے ہیں اور نہ تو نقصان ہی برداشت کر سکتے ہیں دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم اس بات پر زور دیں کہ گھی کی تجارت کرنے والی فرمیں گھی کے دوسرے تاجروں سے گھی نہ خرید کر اٹاوہ اور شکوہ آباد کی منڈیوں میں ہمیں سے گھی خریدیں۔ یہ بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے پُرانے خریداروں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی معتبر فرم کو کلکتے میں اپنا ایجنٹ بنا کر اس کے پاس درجہ وار تقسیم کیا ہوا اور مارکہ والا گھی کمیشن پر فروخت کرنے کے لئے بھیج دیا جائے۔ حساب کرنے پر میں نے دیکھا ہے کہ کمیشن پر گھی فروخت کرنے سے اٹاوہ اور شکوہ آباد کی منڈیوں میں گھی بیچنے کے مقابلے میں وہاں ایک روپیہ سے دو روپیہ فی من زیادہ قیمت ملے گی۔

ان طریقوں کے متعلق اٹاوہ کے آنریری کارکنوں سے اچھی طرح تبادلہ خیال ہوا اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ موجودہ حالات میں تیسرا طریقہ ہی سب سے اچھا ہے۔ اس کام کے لئے لالہ نند کشور شنڈن کی فرم کا انتخاب ہوا۔ اس فرم نے اٹاوہ کے اپنے گھی گریڈنگ اسٹیشن سے ہمارے گھی کو درجوں میں تقسیم کرنا اور ۴ر فی من دینے پر ہمارے گھی کے ٹینوں پر اپنا کشور مارکہ رکھنا منظور کر لیا ہے۔ یہ معاہدہ اُس وقت تک قائم رہے گا جب تک ہم اپنا نجی مارکہ نہیں جاری کرتے۔

حفظانِ صحت کوآپریٹو سوسائٹیاں

کلکتے میں گھی کے بازار کا مطالعہ کرنے کے علاوہ میں نے بنگال کی خاص خاص کوآپریٹو

سوسائٹیاں بھی دیکھیں۔ یوگوسلاویہ نے ہوتے کی تقریباً ۱۶۱۱ پبلک ہیلتھ اور ملیریا دور کرنے کی کوآپریٹو سوسائٹیاں ہیں جن میں سے ۱۱۰۲ رجسٹرڈ ہیں۔ میں نے اُن میں سے دو سوسائٹیاں دیکھیں۔ ان کے مقاصد یہ ہیں۔ گاؤں کی صفائی بڑھانا۔ وہاں کے باشندوں کی تندرستی کی اصلاح، ممبروں کی تندرستی اور صفائی کی تعلیم دینا اور تربیت اطفال اور عام صحت وصفائی کے سلسلے میں نئے خیالات پیدا کرنے کے لئے ممبروں اور عوام میں پرچار کرنا۔ سوسائٹی جس حلقے میں کام کرتی ہے وہاں کا ہر شخص اس کا ممبر ہوسکتا ہے۔ ایسے حلقے میں عموماً تین گاؤں ہوتے ہیں۔ سوسائٹی کا خرچ ممبروں کی فیس داخلہ چار روپیہ سالانہ چندہ عوام سے ملے ہوئے عطیے اور حکومت سے ملی ہوئی گرانٹ سے چلتا ہے۔ سوسائٹی انسدادی کاموں کے علاوہ مثلاً جنگل صاف کرنا، گڈھے پاٹنا وغیرہ۔ سوسائٹی ایک ہسپتال بھی چلاتی اور ایک قابل ڈاکٹر ملازم رکھتی ہے جسے پچاس روپیہ ماہوار تنخواہ دیتی ہے۔ ممبروں کو صرف داؤں کی خرید کی قیمت دینی پڑتی ہے۔ چار خوراک کی شیشی کی قیمت ایک آنہ ہوتی ہے۔ ڈاکٹر کو ایک بار گھر میں بلانے کے لئے ممبروں کو سہر دینا پڑتا ہے۔ یہ رقم ڈاکٹر نہیں لیتا بلکہ سوسائٹی کے فنڈ میں جمع ہوتی ہے۔ یہ سوسائٹیاں بہت بھلائی کر رہی ہیں اور بہت ہردلعزیز ثابت ہو رہی ہیں۔ زیادہ تعداد میں سوسائٹیاں کھولنے اور پرچار وغیرہ کرنے کے لئے یہ ابتدائی سوسائٹیاں ایک مرکزی سوسائٹی کے ماتحت کر دی گئی ہیں۔ ڈاکٹر سابندر ناتھ گوہو اس مرکزی سوسائٹی کے سرپرست ہیں اور ہیلتھ کوآپریٹو تحریک کے بانی ڈاکٹر ایل چیٹرجی اعزازی سکریٹری اور خزانچی ہیں۔ سوسائٹی کا کام افراد اور پبلک انجمنوں کی طرف سے ملے ہوئے چندے سے چلتا ہے۔ دفتر اور کھیت کے کام کے لئے اور اشاعت وتنظیم کے کاموں کے لئے اس کے پاس اچھی تنخواہ پانے والے ملازم ہیں۔ جلسے کرنے اور پرچے تقسیم کرانے کے علاوہ گاؤں والوں کے موزوں سنٹروں اور جگہوں میں ملیریا اور دیگر پھیلنے والی بیماریوں کے متعلق نئی تحقیقاتوں کو میجک لالٹینوں کے ذریعے دکھانے کا انتظام بھی کرتی ہیں۔

صحت عامہ کی ترقی ہماری زندگی سدھار۔ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے حد میں آتی ہیں۔ کام کی اہمیت کے لحاظ سے اسے اُن کے پروگرام میں خاص جگہ ملنی چاہئے۔ یا اس کام کے لئے الگ سے سوسائٹیاں کھولی جاسکتی ہیں۔ شروع میں یہ کام منتخب اضلاع میں شروع کیا جاسکتا ہے۔ کامیابی کا یقین دلانے کے لئے سرکاری امداد ضروری ہوگی۔

یہاں اس بات کا ذکر کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ اشارہ سے ہمارے ایک حلقے میں انجمن تحفظ جانوران بہت کچھ حفظان صحت کوآپریٹو سوسائٹی ہی کے پیمانے پر کھولی گئی ہے۔

زنانہ کوآپریٹو صنعت گھر

اس خیال سے کہ کرگھے کی بنائی ہندوستان میں ایک اہم گھریلو صنعت ہے جو ہندوستان کی غریب بیواؤں کو روزی دے سکے گی۔ آنجہانی سر جگدیش چندر بوس کی بیوی لیڈی ابلا بوس نے جو زنانی تعلیمی کمیٹی کی اعزازی سکریٹری ہیں۔ حکومت بنگال کے سامنے ایک اسکیم پیش کی ہے کہ وہ کرگھے کی صنعت کی ترقی کے لئے حکومت ہند کی طرف سے ملی ہوئی رقم میں سے کلکتے کے نزدیک ایک زنانہ کوآپریٹو صنعت گھر قائم کرنے کے لئے مالی مدد دے۔ حکومت نے یہ تجویز منظور کر لی اور صنعت گھر ۱۹۳۸ء میں رجسٹرڈ ہوگیا اور اس کا دفتر ڈم ڈم میں کھولا گیا۔

یہ بھی سوچا گیا کہ ممبروں میں خود اعتمادی امداد باہمی اور کفایت شعاری کے خیالات پیدا کرنے کے علاوہ صنعت گھر اُنھیں ایسی عملی تعلیم دے جو اُنھیں بعد میں بنگال کے مختلف حصوں میں اُسی قسم کی کفایت شعاری اور صنعتی سوسائٹیاں قائم کرنے میں مدد دے سکے۔ جن سے اُن کی دوسری بہنوں کو ایسی زندگی بسر کرنے کا موقع مل سکے کہ وہ سماج میں ایک بار کی صورت میں نہ رہ کر خود اپنے پیروں پر کھڑی ہوسکیں اور دوسروں کو بھی ایسا بننے میں مدد دے سکیں۔

بنگال کی سبھی عورتیں جن کی عمر ۱۸ سال سے زیادہ ہے اور جو ہاتھ کی بنائی کرکے آزاد طریقے پر زندگی گزارنی چاہتی ہیں اس صنعتی سوسائٹی کی ممبر بن سکتی ہیں۔ اس وقت ممبروں کی تعداد ۲۲ ہے۔ ہر ممبر کو کم از کم ایک حصہ خریدنا پڑتا ہے۔ صنعت گھر ڈم ڈم کے ایک بنگلے میں کھولا گیا ہے۔ اس بنگلے کا مالک حکومت ہند کا محکمہ دفاع ہے۔ اور اس کے لئے وہ ساڑھے بتیس روپیہ ماہوار رعایتی کرایہ لیتا ہے۔ ممبروں کو بنگلے کے ایک حصے میں رہنا پڑتا ہے اور ہر ایک ممبر کو دو روپیہ کرایہ دینا پڑتا ہے۔

خاص مالی ذرائع یہ ہیں۔ ممبروں کے ذریعے خریدے جانے والے حصوں کی پونجی، عوام سے ملنے والے عطیات سرکاری گرانٹ اور ممبروں کی جمع کی ہوئی منافعہ کی رقم۔ ممبروں سے حصوں کی قیمت اس وقت تک وصول نہیں کی جاتی جب تک ان کی ماہوار آمدنی ۱۰ روپیہ نہیں پہنچتی۔ حکومت بنگال نے مشینوں، اوزاروں اور جاری شدہ سرمایہ کے لئے ۶۸۵۰ روپئے کی گرانقدر گرانٹ دی اور ۲۳۷۰ و ۲۷۰۰ روپئے کی گرانٹ بتدریج ۳۹-۱۹۳۸ء اور ۴۰-۱۹۳۹ء میں حفاظتی کاموں میں خرچ کرنے کے لئے منظور کی۔ ٹیلیفون لگانے کے لئے ۲۰۰ روپئے کی گرانٹ بھی حال میں منظور ہوئی ہے۔

دھاگا۔ رنگ وغیرہ کچا سامان کلکتے کے سنٹرل کوآپریٹو ڈپو سے خریدا جاتا ہے۔ یہ ڈپو تیار شدہ مال فروخت کرنے میں امداد دیتا ہے۔ ڈھرکی والے ۱۲ کرگھے ہیں جو تقریباً ۱۸ ممبروں کو کام دیتے ہیں۔ تیار ہونے والی قسموں میں اونی شال، دوپٹے اور قمیص کے کپڑوں کے نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ مزدوری ٹھیکے کے مطابق تقسیم کی جاتی ہے۔ اور ۱۶ مہینے میں تقریباً ۲۱۱۱ روپئے اس طرح تقسیم ہوئے۔ صنعت گھر کے ۱۶ ماہ کام کرنے پر تقریباً کم سے ۱۳۷۵ کا خالص منافع ہوا۔

اوسط طور پر ایک عورت ایک مہینہ میں ساڑھے پندرہ روپئے کماتی ہے۔ بعض بعض عورتیں کسی کسی ماہ ۲۱ روپیہ تک کی مزدوری کر لیتی ہیں۔ یہ رقم ایک پیشہ ور نور باف کی ماہوار مزدوری سے کم نہیں بلکہ کچھ زیادہ ہی ہے۔ عورتیں کھانے اور رہنے کا خرچ بچا کر اور اپنی آمدنی کا ایک حصہ اپنے خاندان کے پاس بھیج دیتی ہیں اور اپنی کچھ بچت جمع کر دیتی ہیں جس کے لئے ۴½ روپیہ فیصدی سالانہ سود ملتا ہے۔ صنعت گھر کے کاموں کا انتظام ایک بورڈ کرتا ہے جس میں کام کرنے والوں کے نمائندے بھی کافی تعداد میں رہتے ہیں۔

صنعت گھر اپنی نوعیت کی ایک نئی جماعت ہے۔ روزی کا مسئلہ حل کرنے کے علاوہ اس نے اُن سماجی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے بہت کام کیا ہے۔ جو غریبی کے باعث موجود ہیں۔ بنگال کی طرح اس صوبے کو بھی سرکاری امداد ملنے پر یہاں لیڈی ابلابوس کے نمونے کی جماعتیں کھولنے میں کچھ بھی دقت نہیں ہو سکتی۔

کلکتہ کا دودھ یونین

کلکتے کی دودھ کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کا یونین ۱۹۳۹ء میں قائم ہوا۔ اس وقت ۱۳ دودھ کی سوسائٹیاں ممبر تھیں۔ دودھ کی ابتدائی سوسائٹیوں کا اقتصادی انتظام کرنا اور ممبروں کے ذریعے تیار کئے ہوئے دودھ اور اس کی بنی ہوئی چیزوں کو زیادہ سے زیادہ منافع پر بیچنے کا انتظام کرنا ہی یونین کا مقصد ہے۔

دودھ سوسائٹیاں جو دیہاتوں میں رہنے والے لوگوں کی ہیں، اب ۱۲۳ ہیں اور اُن کے ممبروں کی تعداد ۸ ہزار ہے۔ وہ کلکتے سے ۱۲ سے ۴۸ میل تک میں کھولی گئی ہیں۔ کلکتے ہی میں یونین کا دفتر ہے۔ یونین روزانہ اوسطاً ۱۰۵ من دودھ کا کاروبار کرتا ہے۔ ۱۸ ایسے سنٹر ہیں جہاں دودھ اکٹھا ہوتا ہے۔ ہر ایک سنٹر کی نگرانی منیجر کرتا ہے جو ایلیکٹو میٹر سے دودھ کا امتحان کرتا ہے اور اُسے صاف و بند پیپوں میں بھر کر کلکتے کے یونین میں[1] بھیجتا ہے۔ یونین اسپتالوں، دودھ والے باورچیخانوں، تحفظ اطفال کے سنٹروں، بڑے ہوٹلوں اور عوام کو دودھ دیتا ہے۔ اس کی ایک اپنی عمارت ہے اور مختلف کاموں کے لئے اس کے پاس تقریباً ۱۵۰۰۰ روپئے کی جدید قسم کی مشینیں ہیں۔ یہ کام کلکتہ کارپوریشن کی ہمدردی ہی سے ہوا ہے کیونکہ اُس نے یونین کو بغیر سود کے ۵۰۰۰۰ روپیہ قرض دیا ہے جن محکموں سے اس کا کام پڑتا ہے اس کے سرکاری ملازموں کی خدمات مفت ہی حاصل ہو جایا کرتے ہیں۔ یونین کے سکریٹری کا عہدہ محکمہ امداد باہمی کے ایک افسر کو دیا گیا ہے۔

ہمارے صوبے میں لکھنؤ کا کوآپریٹو دودھ یونین، جو بڑی حد تک کلکتے ہی کے یونین کے طور پر چل رہا ہے، بہت سی باتوں میں اس سے آگے بڑھ گیا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ اس نے کافی ترقی کی ہے۔ ابھی اسے قائم ہوئے دو ہی سال ہوئے ہیں لیکن لکھنؤ میں اس کا روزانہ ۴۰ من دودھ خرچ ہو جاتا ہے جب کہ اس کا روز کا کل خرچ ۴۰۰ من ہے۔ کلکتہ یونین کا صرف ۱۰۵ من دودھ کلکتہ میں روزانہ خرچ ہوتا ہے اور اس کا روزانہ کل خرچ ۳۰۰۰ من ہے۔ کلکتے کی سوسائٹیوں میں ملاوٹ روکنے کے لئے نوکر رکھے گئے۔ دودھ دوہنے والے دروازے پر دودھ دوہتے ہیں لکھنؤ کی سوسائٹیوں میں یہ کام خود ممبر گاؤں کے ایک مرکزی مقام پر پنچایت کی نگرانی میں کرتے ہیں۔ کلکتے میں سوسائٹیوں سے دودھ جمع ہونے والے سنٹر تک دودھ بھیجنے کا خرچ سوسائٹیاں برداشت کرتی ہیں لکھنؤ میں یہ خرچ یونین برداشت کرتا ہے۔ مقابلے میں لکھنؤ یونین، کلکتہ یونین سے کچھ باتوں میں پچھڑا ہوا بھی ہے۔ کلکتہ یونین کو ہسپتالوں اور ہوٹلوں وغیرہ کو تھوک دودھ پہنچانے کا آرڈر ملا ہے۔ لکھنؤ یونین کو ایسا آرڈر نہیں ملا ہے۔ کلکتہ یونین کا تقریباً دو تہائی دودھ انھیں جماعتوں کو دیا جاتا ہے۔ لکھنؤ میں کلکتے کی طرح ممبروں کے مویشیوں کے مفت علاج کا بھی اطمینان بخش انتظام نہیں ہے۔ کلکتے میں جو دودھ تقسیم کیا جاتا ہے وہ لکھنؤ کے دودھ کی بہ نسبت زیادہ خالص ہوتا ہے کیونکہ وہ ہاتھ سے نہیں چھوا جاتا اور سبھی کام قریب قریب جدید ساخت کی مشینوں ہی سے ہوتا ہے۔ کلکتہ کارپوریشن نے جو ہمدردی دکھائی ہے۔ لکھنؤ میونسپلٹی اس کی تقلید کر سکتی ہے۔ کلکتہ یونین سڑکیں بنانے خیراتی دواخانے کھولنے، اسکولوں کو امداد دینے اور صفائی پر میجک لالٹین کے ذریعے پروپیگنڈا کرانے اور ملیریا و کالا آزار روکنے کے کاموں میں بھی کافی خرچ کرتا ہے

بنگال کوآپریٹو صنعتی سوسائٹی

نور بافوں کی ۱۳۶۱ ابتدائی سوسائٹیاں ہیں جن کے ممبروں کی تعداد ۳۶۰۸ اور جاری شدہ سرمایہ ۸۸۳،۲۵،۵ روپیہ ہے۔ وہ آٹھ صنعتی یونین کے ماتحت ہیں جو سوسائٹیوں کو ضروری کچے سامان حاصل کرنے اور تیار چیزیں فروخت کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ ان یونینوں نے ایک صوبہ کوآپریٹو صنعتی سوسائٹی قائم کی ہے جو ۱۹۲۷ء میں کلکتہ میں کھولی گئی تھی۔ اس سوسائٹی نے کلکتہ کے ایک بارونق حصے میں ایک دوکان کھول رکھی ہے جس میں یونینوں سے ملا ہوا مال نمائش اور فروخت کے لئے رکھا جاتا ہے۔

نور بافوں کو اصلاح شدہ طریقے کی بنائی سکھلانے کے خیال سے کرگھے کی صنعت کی ترقی کے لئے حکومت ہند سے ملی ہوئی گرانٹ کی امداد سے ایک مارکٹنگ افیسر، ایک نقشہ بنانے والا، ۱۸ ہوشیار نور باف، ۲ کنویسر اور ایک صنعتی اسسٹنٹ رجسٹرار ملازم رکھے گئے ہیں وہ ایسی ہی چیزیں کرگھے سے بنوانے کی کوشش کر رہے ہیں جو قیمت میں مل کی بنی ہوئی چیزوں کے سامنے ٹھہر سکیں۔ اُنھوں نے اصلاح شدہ کرگھے اور نور بافوں میں ترقی شدہ آلات جاری کر دیئے ہیں۔

سوسائٹی کی اوسط سالانہ آمدنی اب تقریباً ۶۵۰۰۰ روپیہ ہے۔ اس نے حکومت ہند سے ملنے والی ۲۰۰۰۰ روپئے کی گرانٹ سے نئے اور مقبول عام ڈزائنوں کا اسٹاک بڑھا لیا ہے۔ لوکل گورنمنٹ نے شروع سے ۵۰ ہزار

[1] وہاں دودھ بہت بڑے انجن نما فل دیئے جاتے ہیں اور مہر بند بوتلوں اور ڈبیوں میں بند ہو کر تقسیم کیا جاتا ہے۔

روپیہ قرض دینے کے علاوہ ۲ ہزار روپیہ کی سالانہ امداد آئی تھی۔ تین سال کے بعد دی گئی۔ لوکل گورنمنٹ نے سود معاف کر دیا اور قرضہ ادا کرنے کے لئے مہلت دی ہے اور شرح سود گھٹا کر ۴ فیصدی کر دیا ہے۔

مذکورہ بالا طریقہ پر اس صوبے میں بھی اسی قسم کی ایک اسکیم منظور کی ہے جس کے مطابق دیہات کے کاریگروں کے لئے ابتدائی کوآپریٹو سوسائٹیاں اور کچا سامان دینے اور ان کی بنائی ہوئی چیزیں فروخت کرنے کے لئے ضلعوں کے دفتروں میں کوآپریٹو اسٹور کھولے جائیں گے۔ ضلعوں کے اسٹور ایک صوبہ فیڈریشن کے ماتحت کام کریں گے جو ضلعوں کو کچا سامان دینے اور انھیں بڑے بڑے خریداروں کے قریب رکھنے کا انتظام کریگا۔ ایجنٹ رکھے گا اور ایک گودام رکھے گا۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ اسکیم روپئے کا انتظام ہونے پر عمل جامہ پہنے گی۔

بنگال کوآپریٹو ایلائنس

بنگال کوآپریٹو ایلائنس لمیٹیڈ، جو پہلے بنگال کوآپریٹو آرگنائزیشن سوسائٹی کے نام سے پکاری جاتی تھی، پورے صوبے کی ایک کوآپریٹو سوسائٹی ہے۔ اور بنگال کی سبھی کوآپریٹو سوسائٹیاں اس کی ممبر ہیں۔ بنگال میں رہنے والا کوئی بھی ایلائنس کا ممبر بن سکتا ہے۔ ہر ممبر کو سوسائٹی کی ورکنگ کمیٹی کے ذریعے موقعہ بموقعہ مقرر ہونے والے قاعدوں کے مطابق سالانہ چندہ دینا پڑتا ہے۔ دیہاتی سوسائٹیوں کو تین روپئے سنٹرل اور خاص قسم کی سوسائٹیوں کو دس روپئے، صوبہ سوسائٹیوں کو ۵۰ روپئے۔ اور ممبر ہونے والے ہر ایک آدمی کو چھ روپئے سے زیادہ نہیں دینا پڑتا۔ چندہ کے علاوہ ہر ممبر کو ایک حصہ خریدنا پڑتا ہے جس کی قیمت دس روپیہ ہوتی ہے۔ سوسائٹی کا انتظام ۳۰ سے زیادہ ممبروں کے ہاتھ میں نہیں رہتا جس میں سوسائٹی کا گورنر بھی شامل ہے جس کا انتخاب ... قسم کے حصہ داروں میں سے ہوتا ہے۔ ... ایلائنس تحریک کی طرف سے دو اخباروں کے ذریعے اشاعت و تبلیغ کرتا ہے ان میں سے ایک انگریزی میں اور دوسرا ... دیسی زبان میں ... ہوتا ہے۔ یہ اخبار ان سبھی سوسائٹیوں کے پاس بھیجے جاتے ہیں جو ایلائنس کے ممبر ہیں۔ ایلائنس میجک لالٹین، تقریروں، جلسوں، نمائشوں، ورکشاپوں وغیرہ کے ذریعے بھی اشاعت کرتا ہے ... سے تجویز دینے والے ملازم تعینات کئے ... جو ... کے دیہاتوں میں جا کر عوام کو امداد باہمی کے اصول سمجھاتے ہیں ... چھاپہ خانہ ... کوآپریٹو سوسائٹیوں کو رجسٹر فارم اور کتابیں وغیرہ دیتا ہے۔ اس کا کتب خانہ اور مطالعہ گھر عوام کے لئے کھلا رہتا ہے جن میں امداد باہمی لٹریچر اور اخبار و رسائل کا ذخیرہ رہتا ہے۔ ایلائنس کا انفارمیشن بیورو اپنے ممبروں اور عوام کو امداد باہمی کے متعلق سبھی باتوں کی خبر دیتا ہے۔

ایلائنس کا ایک یہ بھی مقصد ہے کہ وہ رجسٹرڈ سوسائٹیوں کے معائنے کے نئے باقاعدہ طریقے کام میں لائے گا اور سرکاری و غیر سرکاری کارکنان امداد باہمی اور عوام کو امداد باہمی کی ٹریننگ اور تعلیم دینے کے لئے کارروائی کریگا۔ بنگال میں سوسائٹیوں کا معائنہ اور ان کا مالی انتظام کوآپریٹو بینکوں ہی کے ہاتھ میں ہے اور معائنہ کرنے والے کارکن بالکل انھیں کی ماتحتی میں ہیں۔ اس طریقہ کی برائیاں اب محسوس کی گئی ہیں اور معائنہ و اقتصادی نظام کو الگ کرنے کی کوششیں ہوئی ہیں۔ کارکنان امداد باہمی کی تعلیم ڈم ڈم میں قائم ہونے والی کوآپریٹو ٹریننگ جماعت میں دی جاتی ہے۔ اس جماعت کا انتظام محکمہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اور کوآپریٹو ٹریننگ اور تعلیم کے لئے حکومت کی طرف سے ملی ہوئی گرانٹ میں سے اُسے مدد دی جاتی ہے۔ ایلائنس یہ توقع کر رہا ہے کہ وہ حکومت ہند کی گرانٹ ختم ہو جانے پر تعلیم کو اپنے ہی ہاتھ میں لے لیگا۔

یوپی کوآپریٹو یونین زیادہ تر ایسے ہی کام کرتا ہے جو بنگال کوآپریٹو ایلائنس کرتا ہے۔ یوپی کوآپریٹو یونین صوبہ کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کی دیکھ ... کے لئے ذمہ دار ہے لیکن وہ بنگال کوآپریٹو ایلائنس کی طرح نشر و اشاعت کا کام نہیں کرتا۔ ... یہ ایک بالکل اقتصادی سوال ہے۔

کھیتی کی پیداوار کی فروخت

کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ممبروں کی کھیتی کے متعلق پیداوار کی طرف کچھ عرصہ سے تمام ملک میں زیادہ توجہ کی جانے لگی ہے۔ بنگال نے دیہاتوں میں دھان کی بکری کے لئے علیحدہ سوسائٹیاں بنانی شروع کر دی ہیں۔ ان پیداوار فروخت کرنے والی سوسائٹیوں کے کام کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ ممبروں کو قرضہ کی سوسائٹیوں کے ذریعے جن کے وہ ممبر ہوتے ہیں۔ مقامی سنٹرل بینکوں سے فصلوں کیلئے قرضہ اس شرط پر دیا جاتا ہے کہ وہ فصل کٹتے ہی پیداوار کو سوسائٹی کے گودام میں پہنچا دیں گے۔ جنس پہنچنے پر اس وقت جو نرخ ہوگا اس کے مطابق ممبر کے غلہ کی پوری قیمت ادا کر دی جائیگی۔ سوسائٹی قیمت تبدیل کرنے کی زحمت اپنے سر نہ لیتے ہوئے اُسے حتی الامکان جلد ہی قریب ترمل میں بھیج دیتی ہے یا اُسے کلکتے کی دھان بیچنے کی سنٹرل سوسائٹی کے پاس بھیج دیتی ہے۔ مل میں بھیجی ہوئی پیداوار پر من کے حساب سے سوسائٹی کو کچھ کمیشن مل جاتا ہے۔ اس طرح دلال بشاورت سے کسانوں کو اپنی پیداوار کی اچھی قیمت ملتی ہے اور وہ نفع اور بونس میں بھی حصہ دیتا ہے۔

دھان بیچنے کی سنٹرل سوسائٹی کا دفتر کلکتے میں ہے۔ دھان بیچنے والی ابتدائی سوسائٹیاں اس سوسائٹی کی ممبر ہیں۔ سنٹرل سوسائٹی فروخت پر کمیشن لیتی ہے اور ابتدائی سوسائٹیوں کے کاموں میں مدد دیتی ہے۔ یہ اپنے کو کلکتہ بازار کے ربط میں رکھتی ہے اور سوسائٹیوں کو موقعہ بموقعہ بازار نرخ سے مطلع کرتی ہے۔

اسلئے یہ واضح ہے کہ بنگال کی دھان بیچنے والی سوسائٹیاں ممبروں سے کل پیداوار خریدنے یا کمیشن پر اس کی بکری کرنے کے لئے ہی قائم کی گئی ہیں۔ ان سے قرضہ سوسائٹیوں کو وصولیابی میں بہت مدد ملی ہے۔ مارکٹنگ یونین کھل جانے سے ہمارے صوبے میں بھی قریب قریب اسی طرح یہ مسئلہ سلجھایا جا رہا ہے۔

شری نکیتن

شری نکیتن، رورل ریکانسٹرکشن انسٹی ٹیوٹ جسکی بنیاد ۱۹۲۲ء میں ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور نے ڈالی تھی سورل نامی گاؤں میں شری نکیتن سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر کھولا گیا ہے۔ ٹیگور ہی کے الفاظ میں گاؤں

میں از سرِ نو زندگی پیدا کرنا ہی شری نکیتن کا مقصد ہے جس سے گاؤں کے لوگ اپنے پیروں پر کھڑے ہوں اپنی عزت آپ کرنا سیکھیں، اپنے ملک کے قدیم رواجوں سے واقف ہوں اور اپنے جسمانی، روحانی، اور مالی حالات سدھارنے کے لئے جدید ذرائع سے فائدہ اٹھانے کے قابل ہو جائیں۔ صنعت و حرفت کی ترقی گاؤں کی بھلائی کے کاموں اور تعلیم کے متعلق آزمائشوں کے لئے انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے تین محکمے کھولے گئے ہیں۔

۱۔ صنعت و حرفت

محکمہ صنعت میں نوجوانوں اور لڑکوں کو بجلی سے چلنے والی مشینوں، رنگوں کی بنائی، چمڑے کا کام، رنگائی، مٹی کے برتن اور دری بنانے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اچھے اچھے ڈیزائن تیار کرنے کی طرف توجہ دی جاتی ہے تاکہ انسٹی ٹیوٹ کی بنی ہوئی چیزیں اچھی نظر آئیں اور ان کی زیادہ قیمت مل سکے۔ انھیں وجوہ سے محکمہ صنعت کی چیزیں عوام کو پسند آتی ہیں اور وہ کلکتے میں بہت جلد فروخت ہو جاتی ہیں۔ ایسے دیہاتی امیدواروں کو بھی ٹریننگ دینے کا انتظام کیا گیا ہے جن سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے دیہاتوں میں صنعتی کام شروع کر دینگے۔ عورتوں کو بھی گاؤں میں اس قسم کی تعلیم دینے کا انتظام کیا گیا ہے اس کیلئے کتب خاتون مقرر کی گئی ہیں جو گاؤں والوں کے گھروں میں جا کر عورتوں کو تعلیم دیتی ہے۔

۲۔ گاؤں کی بھلائی کے کام

انسٹی ٹیوٹ نے جو سب سے زیادہ اہم کام اپنے ہاتھ میں لیا ہے وہ ہے گاؤں والوں کی اخلاقی، تعلیمی، صفائی اور مالی اصلاح۔ اس کام کے لئے تقریباً ۳۲ مربع میل رقبہ جس میں ۳۱ گاؤں ہیں اور جو سورل کے پاس ہی ہے منتخب کیا گیا ہے اور وہاں بڑی خوبی سے کام ہو رہا ہے۔

علاج معالجہ کی امداد، دیہاتوں کی صفائی کی ترقی اور بیماریوں کی روک تھام نے کارکنوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کر رکھی ہے۔ تندرستی کے متعلق ایک خاص قسم کی سوسائٹی قائم کی گئی ہے جو بہت ہردلعزیز ثابت ہو رہی ہے اس نے بہت اچھا کام کر دکھلایا ہے۔ اس کے ممبروں کو لاگت کی قیمت میں ہی دوائیں پانے اور برائے نام فیس دیکر ڈاکٹر کو گھر بلا کر مریض کو دکھلانے کا استحقاق حاصل ہے۔ اس قسم کی سوسائٹیوں کی طرف سے متعین ڈاکٹر پرائیویٹ علاج نہیں کر سکتے تو انھیں جو کچھ فیس ملتی ہے وہ سوسائٹی کی رقم مانی جاتی ہے۔
اس قسم کے ڈاکٹروں کا دھیان علاج کی بہ نسبت اپنے حلقے کی صفائی کی ترقی اور بیماریوں کے انسداد کی طرف زیادہ رہتا ہے سوسائٹی کے ممبر انسٹی ٹیوٹ کے سنٹرل اسپتال کے ڈاکٹر کا مشورہ مفت حاصل کرتے ہیں اور انسٹی ٹیوٹ کی لیبوریٹری میں اپنے خون اور پیشاب وغیرہ کی مفت تحقیقات کراتے ہیں۔

زراعتی اصلاحات کو پروگرام میں خاص جگہ دی گئی ہے۔ انسٹی ٹیوٹ سے ملا ہوا ایک فارم ہے جو آزمائش اور مظاہرے کی سہولتیں بہم پہنچاتا ہے اور گاؤں کے لوگوں کو بیج اور پیڑے دیتا ہے۔ پالتو پرند پالنے اور باغ لگانے کی طرف بھی دھیان دیا جاتا ہے جس سے گاؤں کے لوگ بالائی آمدنی بھی کر سکیں۔ انسٹی ٹیوٹ کی ڈیری کی مدد سے مویشیوں کا مسئلہ سلجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور مویشیوں کی نسل سدھارنے کے لئے سندھی سانڈ خریدے گئے ہیں ایک سیری کلچرل فارم بھی کھولا گیا ہے۔ جہاں سیری کلچر کو دیہاتی صنعت بنانے کی غرض سے کچھ امیدواروں کو ٹریننگ دی جاتی ہے۔ جنگل اور درخت لگانے کا ایک سالانہ تیوہار ڈاکٹر ٹیگور نے جاری کر دیا ہے اور پچھلی بار اس تیوہار کے موقع پر دیہاتوں میں سینکڑوں پیڑے تقسیم کئے گئے تھے۔

مختلف قسم کی سوسائٹیوں کا معائنہ اور انکی مالی امداد کرنے کے لئے یہاں الگ سے ایک کوآپریٹو سنٹرل بینک کھولا گیا ہے۔ کوآپریٹو طریقے یا ڈاکٹری امداد پہنچانے کے علاوہ دھرم گولا یا کوآپریٹو غلہ گودام بھی کھولا گیا ہے جس میں ممبر فصل کٹنے پر پیداوار کا کچھ حصہ جمع کرتے اور بوائی کے وقت اس سے دھان ادھار لیتے ہیں۔ گاؤں کے ایسے گوداموں کو بھی ترغیب دی جا رہی ہے جنکی اب تک رجسٹری نہیں ہوئی ہے ایک ایسے گاؤں میں جس میں سنتھالوں کی پرانی قوم آباد ہے گودام کامیابی کے ساتھ کام کر رہا ہے۔

۳۔ تعلیمی پروگرام

یہاں واردھا اسکیم کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے اور اسکے لئے ایک شکشا ستر (نصاب تعلیم) بنایا گیا ہے۔ شکشا ستر کے ساتھ ہی دیہاتی مدرسوں کے لئے ایک ٹریننگ اسکول بھی کھولا گیا ہے جو شکشا چرچا بھون کہلاتا ہے۔ صحت، دیہاتی صفائی، زراعت اور امداد باہمی وغیرہ ایسے ہی موضوع رکھے گئے ہیں جو انھیں دیہاتوں میں، جہاں وہ کام کریں گے رہنما اور رفیق بننے میں مدد دینگے۔
انسٹی ٹیوٹ تقریباً ۱۹ ایسے اسکولوں کی دیکھ بھال بھی کرتا ہے جہاں کسی حد تک شری نکیتن کی طرح تعلیم دی جاتی ہے۔ ان تھوڑے سے آدمیوں کو جو خواندہ ہو گئے ہیں، ایک سنٹرل کتب خانے سے عمدہ کتابیں وغیرہ دلانے کے علاوہ گاؤں والوں کو شام کو اکٹھا ہونے کے لئے ترغیب دی جاتی ہے اور انھیں آسان کتابیں پڑھکر سنائی جاتی، میجک لالٹین سے کھیل دکھلائے جاتے اور لیکچر و گانے سنائے جاتے ہیں۔
اس طرح شری نکیتن یا رورل ریکانسٹرکشن انسٹی ٹیوٹ ایک ایسی جماعت ہے جہاں دیہاتی رہنماؤں کو تربیت دی جاتی ہے۔ دیہاتی تہذیب کی اصلاح ہی اسکا مقصد نہیں ہے بلکہ یہ لوگوں کو پیشے کی تعلیم دیتا ہے تاکہ وہ لوگ گاؤں میں جانے پر وہاں کے لوگوں کو دستکاری وغیرہ سکھا سکیں۔ یہ سبھی کام اس خیال سے کئے جا رہے ہیں کہ دیہاتی رقبوں کی پوری سماجی اور اقتصادی اصلاح کی جائے۔ یہ سبھی کام اس صوبے کے محکمہ دیہات سدھار کے ماتحت آ سکتے ہیں اور ان میں سے کچھ خاص کام منتخب رقبوں میں کرنے کی اچھی طرح کوشش کی جا سکتی ہے۔

گوسابا

بلا گوسابا دیکھے ہوئے بنگال کا دورہ ہمیشہ نامکمل رہے گا۔ وہاں پر ہونے والی آزمائشیں اور کام یہ بتلاتے ہیں کہ عوام کے ساتھ ہمدردی رکھنے والا اعلیٰ زمیندار امداد باہمی کی مدد سے کتنا بڑا کام کر سکتا ہے۔ آنجہانی سر ڈونیل ہملٹن نے حکومت سے سندر بن کے اس حصے کا بندوبست جنگل کاٹ کر آبادی بنانے کے لئے کرا لیا تھا۔ یہ کام کسانوں کی قرض داری اور بیکاری کے مسئلے سے نپٹنے کے لئے ایک قابل تقلید زمینداری بنانے کے مقصد سے کیا گیا تھا۔ اس جگہ کا رقبہ ۲۲ ہزار ایکڑ ہے جس میں سے ۹۳۰۰ ایکڑ زمین میں کھیتی ہوتی ہے۔ گوسابہ، گوبیا اور ریلپیا اسکے اہم مقام ہیں جن میں سے گوسابہ کاموں کا مرکز ہے۔

مذکورہ زمینداری میں بھی قوموں اور ذاتوں کے ۲۰ گھرانے ہیں۔ یہاں کی پہلی کوآپریٹو سوسائٹی ۱۹۱۶ء میں قائم ہوئی اور آنجہانی سر ڈونیل ہملٹن نے ہی ابتدا میں سرمایہ دیا تھا۔ اس وقت ۲۱ قرضہ سوسائٹیاں کام کر رہی ہے اور ۲۰۰۰ کنبوں میں سے ۴۰۰ آدمی انکے ممبر ہیں۔ ۱۹۲۴ء میں سنٹرل کوآپریٹو بینک کھلنے کے پہلے تک سر ڈونیل ہملٹن ہی سب سوسائٹیوں کی مالی امداد کرتے تھے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان قرضہ سوسائٹیوں نے اپنے یہاں سے سبھی مہاجن نکال دیئے۔

یہاں کی وصولیابی کا طریقہ دلچسپ ہے۔ قرضہ سوسائٹیاں فصل بونے کے لئے مالی امداد دیتی ہیں۔ ممبر جو فصل تیار کرتے ہیں اسے جامنی رائس مل خرید لیتی ہے۔ اس مل کے کئی حصے وہاں کے کسانوں نے خریدے ہیں۔ مل بازار نرخ پر فروخت کنندگان کو سنٹرل بینک کے ذریعے قیمت دیدیتی ہے۔ سنٹرل بینک ممبروں کو قیمت ادا کرتے وقت سوسائٹی کا بقایا اور لگان کاٹ لیتا ہے۔ مل کے ذریعے خریدے جانے والے دھان کو سنٹرل کوآپریٹو سیل سوسائٹی کلکتہ میں فروخت کر لیتی ہے۔ دھان یا چاول مقامی بازاروں یا کلکتہ میں فروخت ہو جانے پر مل اور بینک اپنا حساب صاف کر لیتے ہیں۔ ایک قابل اطمینان بات یہ بھی ہے کہ کسانوں اور زمینداروں میں کئی سال تک بالکل مقدمہ بازی نہیں ہوئی۔

گوسابہ میں اقتصادی اور بکری ایک ساتھ



گوسابہ کے بانی سر ڈینیل ہیملٹن اور لیڈی ہیملٹن (داہنی طرف) گوسابہ کا سنٹرل اسکول

کر دیئے تو یہ نتیجہ ہوا کہ قرضہ سوسائٹیوں کا بقایا بہت کم ہے اور چونکہ ریاست یا زمیندار میں بھی ہمدردی ہے اسلئے اسکیم پر بہت خوبی سے عمل ہو رہا ہے۔ اس وجہ سے لگان کا بقایا بھی بہت کم رہتا ہے۔

مذکورہ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے علاوہ ایک کوآپریٹو اسٹور بھی کھولا گیا ہے۔ یہ اسٹور کسانوں کو معقول شرح سود پر سبھی قسم کی چیزیں دیتا ہے۔ دو کشتیاں جو گوسابہ سے کلکتہ چاول یا دھان لاتی ہیں۔ لوٹتے وقت اسٹور کے لئے مال لیجاتی ہیں۔ سوسائٹی کے ممبروں کی تعداد ۲۱۱ ہے اس کا حصوں کا سرمایہ ۱٫۲۳۵ روپیہ اور محفوظ سرمایہ ۱٫۱۵۷ روپیہ ہے۔

ناخواندگی دور کرنیکے لئے ۱۶ لوئر پرائمری اسکول ۲ اپر پرائمری اسکول، ایک لوئر پرائمری گرلس اسکول اور ایک مڈل انگلش اسکول کھولا گیا ہے۔ بالغوں کی تعلیم کیلئے دو یا تین شبینہ مدارس جاری ہیں بالغوں کی تعلیم اور ترقی دیہات کے لئے ایک گشتی کتب خانہ میجک لالٹین اور ایک گراموفون کی جسکے لئے دلچسپ اور نصیحت آمیز ریکارڈ خریدے گئے ہیں مدد لیجاتی ہے ان میں سے ہر ایک اسکول کے پاس ہی ایک نمونے کا کھیت بھی ہے جہاں لڑکوں کو کھیتی کی عملی واقفیت حاصل کرنے کا کافی موقعہ ملتا ہے۔ ایسے کھیت اس جگہ کے قریب رہنے والے کسانوں کیلئے بھی نمونے کے کھیت کی طرح کام میں آتے ہیں۔ کرگھے کی بنائی کی تعلیم کو انسٹی ٹیوٹ اور پرائمری اسکولوں کے کورس میں رکھنے کا تجربہ بھی ہو چکا ہے اور گوسابہ سنٹرل کوآپریٹو بینک کی نگرانی میں ایک سنٹرل ہینڈلوم فیکٹری بھی چل رہی ہے۔

کسانوں کے علاج وغیرہ کے متعلق ضرورتیں پوری کرنے کے لئے زمینداری کے ۳ مختلف سنٹرول میں تین خیراتی دواخانے کھولے گئے ہیں۔ جن میں ہوشیار ڈاکٹر رکھے گئے ہیں۔ کسانوں کو دوا اور مشورہ مفت دیا جاتا ہے۔ ضرورت پیش آنے پر وہ ڈاکٹروں کو بلا کچھ دیئے ہوئے بھی اپنے گھر لیجا سکتے ہیں زچہ بچہ کے لئے زمینداری کی طرف سے ایک دائی کا بھی انتظام ہے۔

امداد باہمی کی ناکامیابی کی کہانیاں ہلکی اور کم نہیں ہیں۔ پھر بھی گوسابہ نے کامیابی حاصل کی ہے اور اس بات کا سبق دیتا ہے کہ ہر ایک چیز طریق کار اور دلی خواہشات پر بھی انحصار رکھتی ہے۔

یہ تجربہ خواہ کتنا ہی دلچسپ اور سبق آموز نظر آئے اس وقت تک مکمل نہیں سمجھا جا سکتا ہے جب تک یہ صوبہ بھی آنجہانی سر ڈونیل ہملٹن کی طرح جذبہ خدمت اور دماغی قوت رکھنے والا شخص آگے نہیں لاتا۔ گوسابہ کی خوشنما کوآپریٹو سرزمین جو پہلے مچھروں، سانپوں اور چیتوں کی سرزمین تھی اب اس حوصلہ مند اور عظیم کوآپریٹر کی زندہ یادگار بن گئی ہے۔

کھیتی باڑی

پھلوں اور ترکاریوں کو سڑنے سے بچانے نیز اُن کو ڈبوں اور بوتلوں میں محفوظ رکھنے کی ٹریننگ

پھلوں اور ترکاریوں کو سڑنے سے بچانے نیز ان کو ڈبوں اور بوتلوں میں محفوظ رکھنے کے لئے تھوڑے وقت کی ٹریننگ دی جاوے گی۔ یہ ٹریننگ مقررہ مقامات پر قریب ۱۵ روز ہوگی جس میں مرد اور عورت دونوں داخل ہو سکتے ہیں۔ ٹریننگ کے کلاس ذیل کے مقامات پر مقررہ تاریخوں پر ہونگے :-

نام مقامات	تاریخ
بھووالی	۲۴ ستمبر ۱۹۴۰ء سے
	۴ اکتوبر ۱۹۴۰ء تک
گورکھپور	۹ دسمبر ۱۹۴۰ء سے
	۲۱ دسمبر ۱۹۴۰ء تک
آگرہ	۶ جنوری ۱۹۴۱ء سے
	۱۸ جنوری ۱۹۴۱ء تک
لکھنؤ (صرف	۳ فروری ۱۹۴۱ء سے
عورتوں کے لئے)	۱۷ فروری ۱۹۴۱ء تک

لکھنؤ میں دی جانے والی ٹریننگ میں صرف عورتیں داخل ہو سکیں گی۔ اس ٹریننگ میں خاص طور سے اچار۔ چٹنی۔ مربہ اور جام جیلی بنانا سکھایا جاوے گا۔

ٹریننگ میں داخل ہونے والوں سے کورس شروع ہونے کے ساتھ ساتھ ۵ روپیہ فیس لی جاوے گی۔ ٹریننگ کے اُمیدواروں کے لئے صرف تھوڑی انگریزی جاننے کی قید رکھی گئی ہے۔ اس ٹریننگ میں شریک ہونے والوں کو دیگر تفصیل کے لئے پراونشل مارکیٹنگ آفیسر یو۔ پی۔ لکھنؤ سے کورس شروع ہونے کے کم از کم ایک مہینہ قبل خط کتابت کرنی چاہئے۔

چراگاہوں کی حفاظت

از جناب پیارے لال گرگ صاحب زرعی کالج کانپور

مویشیوں کے پالنے کے لئے چراگاہوں کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ ہر وقت کھونٹے پر بندھے رہنے سے مویشیوں کی تندرستی خراب ہو جاتی ہے۔ چراگاہ میں آزادی سے چرنے اور گھومنے سے انھیں خوشی ہوتی ہے۔ ہاضمہ ٹھیک رہتا ہے۔ طاقت آتی ہے اور دودھ زیادہ دیتے ہیں۔

چراگاہ کا رقبہ مویشیوں کی تعداد کے مطابق ہونا چاہئے۔ اس میں پیدا ہونے والی گھاسوں کی حفاظت کرنے کی خاص ضرورت ہے۔ بار بار ایک ہی مقام پر چرانے سے اور مویشیوں کی تعداد رقبہ سے زیادہ ہونے سے چراگاہ کی گھاس برباد ہو جاتی ہے۔ اس لئے چراگاہ کو ۳ حصوں میں تقسیم کر کے مندرجہ ذیل ترتیب وار چرانے کا انتظام کرنا چاہئے۔

ا	ب	ج
جولائی سے اکتوبر تک چرانے کے لئے کھول دینا چاہئے۔ نومبر سے فروری تک گھاس کو بڑھنے دینا چاہئے اور آخر میں کاٹ لینا چاہئے۔ مارچ سے جون تک گھاس کو بڑھنے دینا چاہئے اور آخر میں کاٹ لینا چاہئے۔	نومبر سے فروری تک چرنے کے لئے کھول دینا چاہئے۔ مارچ سے جون تک گھاس کو بڑھنے دینا چاہئے۔ اور آخر میں کاٹ لینا چاہئے۔ جولائی سے اکتوبر تک گھاس کو بڑھنے دینا چاہئے۔ آخر میں کاٹ لینا چاہئے۔	مارچ سے جون تک چرنے کے لئے کھول دینا چاہئے۔ جولائی سے اکتوبر تک گھاس کو بڑھنے دینا چاہئے اور آخر میں کاٹ لینا چاہئے۔ نومبر سے فروری تک گھاس کو بڑھنے دینا چاہئے اور آخر میں کاٹ لینا چاہئے۔

مذکورہ بالا انتظام سے مندرجہ ذیل فائدے ہونگے :-

۱ ۔ سال بھر مویشیوں کو چرنے کو ملے گا۔

۲ ۔ گھر پر چرانے کے لئے گھاس مل جاویگی۔

۳ ۔ چرتے وقت مویشی جو پیشاب اور گوبر کریں گے وہ چراگاہ میں کھاد کا کام دے گا۔ اس کو کنڈے بنانے کے لئے اُٹھانے نہ دینا چاہئے۔

مویشیوں کو چراتے وقت مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

۱ ۔ چراگاہ کے جس حصے میں مویشیوں کو چرانا ہو وہ پورا چرنے کے لئے نہ کھول دینا چاہئے۔ ایسا کرنے سے مویشی لمبی گھاس کو ہی چرتے چلے جاویں گے اور چھوٹی گھاس اُن کے پیروں سے کچل جاوے گی۔ اس لئے چرانے والے حصے کو مویشیوں کی تعداد کے مطابق چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر لینا چاہئے اور انھیں باری باری سے چرانا چاہئے۔

۲ ۔ بارش سے جب زمین تر ہو جائے تب مویشیوں کو نہ چرانا چاہئے کیونکہ اس سے زمین سخت ہو جاتی ہے اور گھاس نہیں بڑھتی۔

۳ ۔ نئی لگائی ہوئی گھاس کو ایک مرتبہ کاٹ لینے کے بعد چارے کے لئے کھولنا چاہئے۔ اس سے جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں چرنے پر اُکھڑتی نہیں۔

۴ ۔ جب گھاس کا بڑھاؤ بند ہو جائے تب اُس میں جوت کر دوبارہ گھاس لگا دینی چاہئے۔ یہ کام موسم برسات میں کرنا چاہئے۔

۵- چراگاہ میں جگہ جگہ درخت لگا دینے چاہئیں۔ ان کے سایہ میں مویشی بیٹھکر آرام کرسکیں گے اور کھیتی کی اوزاروں کے لئے لکڑی مل سکے گی۔ ان درختوں کو دور دور پر لگانا چاہئے پاس پاس لگانے سے گھاس ماری جاتی ہے۔

ہر ایک مویشی کے لئے نصف ایکڑ سے ایک ایکڑ تک زمین چراگاہ کے لئے ہونی چاہئے گاؤں کی بنجر زمین اس کام میں لائی جا سکتی ہے۔ جہاں پر بنجر زمین نہ ہو وہاں پر کھیتی کی زمین میں سے مویشیوں کی تعداد کے مطابق چراگاہ کے لئے زمین چھوڑ دینی چاہئے۔ چراگاہ کے چاروں طرف تار لگا دینا چاہئے جس سے کہ دوسرے گاؤں کے مویشی گھاس کو نہ چر جائیں۔ اسکے بعد مذکورہ بالا طریقوں سے جب اس کے حصے کر دینے چاہئیں۔ سارے گاؤں کے رہنے والوں کو مل کر گھاس لگانے، کاٹنے اور رکھوالی کرنے کا بندوبست کرنا چاہئے۔ موسم برسات میں خریف کی بوائی کے بعد چراگاہ کی زمین کو جوتنے، ہموار کرنے اور گھاس لگانے کا کام کیا جا سکتا ہے۔ حادثہ ہونے پر بھی زمین جوتی جا سکتی ہے اس انتظام سے مویشیوں کی گری ہوئی حالت سدھر جاوے گی۔

مرزاپور کے نہری علاقے میں گیہوں کی کھیتی میں ترقی

از جناب بابو بھوانی بھیکھ لال شریواستو۔ کمال
ڈیویلپمنٹ انسپکٹر مرزاپور

گیہوں ربیع کی فصلوں میں سب سے اچھے درجے میں شمار کیا جاتا ہے اور ہمارے صوبے میں اس کا رقبہ تقریباً ۷۰ لاکھ ایکڑ کے ہے۔ اس کی پیداوار میں جلد اضافہ کر دینے کا ہماری سرکار نے مناسب بندوبست کیا ہے اور محکمہ زراعت اس کام کو پورا کرنے میں بڑی دلچسپی سے کوشش کر رہا ہے ویسے تو ہر ایک ضلع میں بہت سے نئے غلہ گودام علاوہ پرانے کے محکمہ زراعت نے اس کام کے لئے کھولدیا ہے۔ لیکن ضلع مرزاپور میں نہری علاقے کی ترقی کے لئے تین غلہ گودام اور زیادہ کھولے گئے ہیں۔

ناظرین کو یہ جان کر شاید تعجب ہو کہ مرزاپور کا نہری علاقہ صوبے کے اور نہری علاقوں سے مختلف ہے۔ یہاں کی آب و ہوا اور زمین پہاڑی ہونے کے باعث مختلف ہے اگرچہ رقبہ قابل کھیتی کے بہت ہے لیکن آبادی بہت کم ہے۔ اور جو لوگ اس علاقے میں آباد ہیں۔ خراب آب و ہوا ہونے کے سبب زراعتی کاروبار میں کافی دلچسپی نہیں لیتے۔

یہ علاقہ ضلع مرزاپور کے پہاڑی میدان جو کہ بندھیاچل اور کیمور پہاڑوں کے بیچ میں پڑتا ہے وہی زیادہ تر آباد ہے۔ یہاں کی زمین تخت خیار، کہیں کہیں ہلکی خیار اور ہلکی دومٹ ہے۔ یہ زمین بندیلکھنڈ کی مار اور کابر زمینوں سے ملتی جلتی ہے۔ لیکن زمین کے نیچے پتھر کے چٹانوں کا سلسلہ ہونے کے سبب زمین میں نمی روکنے کی طاقت بہت کم ہے۔ اور فرصت پر مٹی چیکتی ہے اور سوکھنے پر دراریں پڑ جاتی ہیں زیادہ تر رقبہ اس علاقے کا جنگل اور جھاڑیوں کے نیچے پڑا ہوا ہے اور ابھی تک جوتا نہیں جا سکا۔

گیہوں کا رقبہ اس علاقے میں گھاگھر نہر پر ۲,۱۱۰ (اکیس سو گیارہ) ایکڑ سنہ ۱۹۳۹-۴۰ء میں تھا۔ دیسی گیہوں کی کاشت زیادہ تر اس علاقے میں ہوتی تھی اور پیداوار ۴ سے ۵ من فی ایکڑ ہو جاتی تھی۔ گیہوں کی بوائی اس علاقے میں عموماً شروع ماہ نومبر میں کرتے ہیں۔ اور چوماس رکھنے کا رواج بہت کم ہے جو لوگ رکھتے بھی ہیں وہ برسات میں جوتائی بہت کم کرتے ہیں۔ جسکی وجہ سے پیداوار بہت کم ہو جاتی ہے۔ اکثر کواری دھان کاٹنے کے بعد پلیوہ کرکے اسی میں گیہوں بوتے ہیں۔

محکمہ زراعت کی طرف سے ترقی شدہ بیج پوسہ نمبر ۵۲ اور کانپور نمبر ۱۳ گیہوں اس علاقے میں دئے جاتے ہیں اور ان کی پیداوار دیسی گیہوں کے مقابلے میں زیادہ ہو رہی ہے۔

پارسال سے اس علاقے میں کھیتی کی ترقی کا کام شروع کیا گیا اور زراعتی بیج گوداموں سے نو سو من (۹۰۰ من) گیہوں ترقی شدہ تقسیم کیا گیا جو کہ ۲۰۰، ایکڑ میں بویا گیا۔ کچھ کاشتکاروں کو چھوڑ کر اکثر لوگوں کے لئے ترقی پائے ہوئے گیہوں کا بونا بالکل ایک نئی چیز تھی۔ اور بہت سے لوگ بیج لینے ہی میں جھجکتے تھے لیکن جب ان کو معلوم ہوا کہ بیج بہت صاف اور اچھا ہے سوائی پر ملتا ہے تو بجائے اس کے کہ وہ اپنے گاؤں کے چھوٹے چھوٹے مہاجنوں سے جو کہ بیج ڈیوڑھے پر دیتے تھے۔ سرکاری گوداموں سے لینا پسند کیا۔

بہت سے گیہوں کے ڈیمانسٹریشن گاؤں میں کاشتکاروں کے کھیتوں پر دیسی گیہوں کے مقابلے میں کئے گئے اور فصل و پیداوار کا مقابلہ دیکھکر کاشتکاروں کو پورا یقین ہو گیا کہ ترقی یافتہ گیہوں دیسی سے کہیں اچھا ہے مثال کی طور پر کچھ نتائج ڈیمانسٹریشن کے مندرجہ ذیل ہیں:-

نمبر شمار	نام موضع	نام ڈیمانسٹریشن: دیسی گیہوں	نام ڈیمانسٹریشن: پوسہ گیہوں نمبر [illegible]	رقبہ جس میں تجربہ کیا گیا: دیسی	رقبہ جس میں تجربہ کیا گیا: ترقی دادہ	پیداوار فی ایکڑ: دیسی: چھٹانک	دیسی: سیر	دیسی: من	ترقی دادہ: چھٹانک	ترقی دادہ: سیر	ترقی دادہ: من
۱	پتھرور	"	"	۰.۲۵	۰.۲۵	۴	۱	۵	۰	۱۹	۸
۲	"	"	"	۰.۲۵	۰.۲۵	۰	۲۳	۳	۰	۲۵	۶
۳	لالہ پور	"	"	۰.۲۵	۰.۲۵	۰	۱۶	۶	۴	۱۲	۸
۴	چرنی رام کوشل	"	"	۰.۱۹	۰.۱۹	۰	۱۹	۶	۸	۲۲	۹
۵	"	"	"	۰.۲	۰.۲	۰	۱۳	۱۰	۸	۳۲	۱۲

پارسال کی کوشش کا یہ نتیجہ ہوا کہ امسال بیج گوداموں پر گیہوں کے بیج کیلئے بہت زیادہ مانگ پیدا ہوگئی اور اس مانگ کو پورا کرنے کے لئے بیج باہر سے منگانا پڑا۔ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ مانگ کیوں پیدا ہوئی؟ اس کا جواب مندرجہ ذیل باتوں سے پورا ہوجاتا ہے؟

۱۔ دیکھا دیکھی پُن دیکھا دیکھی پاپ۔
۲۔ ظاہرا مثال زیادہ پیداوار اور عمدہ فصل ہے۔
۳۔ بیج کا بجائے ڈیوڑھے کے سوائے ملنا۔

۱۔ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ہندوستان کے گاؤں میں رہنے والے۔ ان پڑھ کاشتکاروں کے رسم و رواج اور خیالات اب بھی ہزاروں سال کے پُرانے ہیں۔ اور کوئی نیا کام کرنے میں وہ یکایک ہچکچاتے ہیں۔ جب تک کہ اُن کے گاؤں کا زمیندار یا مکھیا جس کا گاؤں میں زیادہ اثر ہوتا ہے ایسے کاموں میں انکا سرغنہ نہ بنے۔ جب کچھ لوگ سرغنہ بن جاتے ہیں تو پھر بہت سے اس کام کے لئے آمادہ ہوجاتے ہیں۔

۲۔ جب کہ صاف صاف ڈیمانسٹریشن سے ایک گاؤں میں یہ ثابت ہوگیا ہے کہ ترقی شدہ بیج کی پیداوار دلیسی سے زیادہ ہوتی ہے تو اس کا تذکرہ گاؤں بھر میں ہوجاتا ہے۔ اور اس کام کے کرنے میں لوگ خواستگار ہوجاتے ہیں۔ اس نہری علاقے میں گاؤں کے بڑے زمیندار اور دوسرے بڑے کاشتکار ابھی تک بیج ڈیوڑھ پر دیتے ہیں۔ اور چھوٹے چھوٹے کاشتکار جو کہ خود بیج نہیں رکھ سکتے اُن لوگوں کے سہارے رہتے ہیں اور مجبوراً بیج لیتے ہیں۔

پورے سال کی اس ترقی کا نتیجہ دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس علاقے میں دیسی گیہوں کے بجائے زراعتی ترقی یافتہ گیہوں کی اشاعت کرنے میں محکمہ زراعت کو بہت جلد کامیابی حاصل ہوجائیگی اور اس کام میں زیادہ سے زیادہ تین چار سال لگیں گے۔ گیہوں کے ساتھ ہی ساتھ اور ترقی شدہ بیجوں کی اشاعت کی جارہی ہے اور کامیابی قابل اطمینان ہے امسال ترقی شدہ گیہوں نہری گوداموں سے ۱۸۰۰ من تقسیم کیا گیا ہے جو کہ تقریباً ساڑھے چودہ سو ایکڑ میں بویا گیا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ اگلے سال گھاگھر نہر پر کل رقبہ گیہوں کا ترقی شدہ بیج سے بویا جائے گا۔

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

وقت سوا سات بجے سے آٹھ بجے (رات کو)

(لکھنؤ اسٹیشن سے)

یکم ستمبر ۱۹۴۰ء۔ شب معراج۔ (خاص پروگرام) نعت۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ معراج کیا ہے؟ تقریر جناب عبدالحئی عبّاسی۔ قوالی۔ جناب رحمت اللہ خاں معہ پارٹی۔ معراج۔ نظم۔ شری بنسی دھر شکل۔ نظم خوانی۔ جناب امتیاز احمد۔ حمد۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ گیت نعتیہ۔ جناب رحمت اللہ خاں معہ پارٹی۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔

۲۔ ستمبر ۱۹۴۰ء۔ دیہاتی گیت۔ شری سوانی دین داس۔ قرض۔ کسانوں کا مسئلہ۔ اودھی بولی میں تقریر۔ از شری پرمیشور دین۔ راول۔ ناچ گانا۔ جناب جنگ بہادر۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں کنجڑی کا گیت۔ شری سوانی داس۔ لوگوں کی بود و باش کے طریقے۔ (پہلا حصہ۔ کشمیر) ٹھرک گنجار۔ پنچایت گھر کے پنچ۔

۳۔ ستمبر ۱۹۴۰ء۔ پربھو کے دوار سے۔ بھگتی کے گانے۔ آرتی اور کیرتن۔ پنچ منڈلی چیتاؤنی۔ شری رامیشور باجپئی۔ بھجن۔ شری ساون داس۔ خبریں اور موسم کے متعلق پیشینگوئیاں۔ سنی بات (اودھی زبان میں ناٹک) شری آر۔ ڈی شکل۔ موسمی گانا۔ شری سوانی دین داس۔

۴۔ ستمبر ۱۹۴۰ء۔ بھادوں کی اندھیاری رین۔ کورس۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ لاونی۔ شری گومتی پرشاد مشر۔ خوب پھل کھاؤ۔ تیسرا حصہ۔ بڑے بھیّا۔ چھائی گھٹا گھنگھور۔ نظم شری بنسی دھر شکل۔ گیت۔ شری گومتی پرشاد۔ ملار۔ جناب جنگ بہادر پنچن کی بتکہی۔

۵۔ ستمبر ۱۹۴۰ء۔ بیجم کی جھنکار۔ (کورس) پنچایت گھر کے پنچ۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئیاں۔ سُکھی اور دُکھی۔ مذاقیہ گانا۔ جناب ممتاز علی۔ دیوی اور دانوی۔ (اودھی زبان میں ایک ناٹک) شری بُرھی بھدر۔ کمپوسٹ کی تیاری۔ مکالمہ۔ ساونی۔ شری بی۔ پی۔ شری واستو۔

۶۔ ستمبر ۱۹۴۰ء۔ یادِ حبیب۔ نعتیہ گیت۔ قوالی۔ پنچ منڈلی۔ نعت۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ حمد۔ پنچ منڈلی۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ برہا اور بچاری۔ شری بدلو۔ کھیت کے ڈانڈے (کہانی) جناب امین سلونوی رحیم کے دوہے۔ شری بنسی دھر شکل۔

۷۔ ستمبر ۱۹۴۰ء۔ پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کیلئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام۔) شیو داسی میں۔ بھجن۔ عورتوں کی دلچسپی کی خبریں۔ ڈھولک کا گیت۔ محترمہ سرن دیوی معہ پارٹی۔ چغل خوری۔ محترمہ پدماوتی۔ بارہ ماسہ۔ محترمہ شانتا دیوی معہ پارٹی۔ گھر گرہستن بٹیا۔ کہانی۔ محترمہ کماری شیلا۔ کام کی باتیں۔ محترمہ پدماوتی۔

۸۔ ستمبر ۱۹۴۰ء۔ راگ رنگ سبھا۔ آلہا۔ شری جمنا پرشاد معہ پارٹی۔ ریختہ۔ جناب جنگ بہادر۔ منشی کاکا۔ بنتی۔ پکّا گانا۔ گھسو۔ پسینے اور چھینٹے۔ ملارہ دیہاتی آرٹسٹ۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ کایا پلٹ۔ شری شیو سنگھ سروج۔ پالتو جانوروں کو کھانا کھلانا۔ مسٹر اے۔ جے۔ میکڈانلڈ کا مضمون گھسو پڑھیں گے۔ آلہا اور دیہاتی گیت۔ شری جمنا پرشاد معہ پارٹی۔

۹۔ ستمبر ۱۹۴۰ء۔ بچّوں کی بتکہی۔ شری ایل بہاری۔ سکھی ری دو کنور سندر۔ (کہانی) جناب جنگ بہادر خبریں اور موسمی پیشینگوئی بھیّا (نظم) شری بنسی دھر شکل۔ لڑائی کے بارے میں کچھ باتیں۔

۱۰۔ ستمبر ۱۹۴۰ء۔ رام نام سنکیرتن۔ پنچ منڈلی۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ بھجن۔ شری رامیشور باجپئی۔ اعتماد قوت پیدا کرتا ہے۔ اودھی زبان میں تقریر۔ از شری سیتلا سہائے۔ کادیہات ہے؟ ناٹک۔ شری آر۔ ڈی۔ شکل۔ منگل گاؤ پنچ منڈلی اور شری رامیشور باجپئی کا کورس۔

۱۱۔ ستمبر ۱۹۴۰ء۔ اندل ہرن۔ شری رام ہزاری تیواری۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ سب جگ شیام بھیوری۔ شری جنگ بہادر۔ لوگوں کی بود و باش کے طریقے (دوسرا حصہ) نیپال۔ پہاڑی گیت اور ناچ گانا۔ شری بجی لال معہ پارٹی۔ گاجر کی کھیتی۔ شری اُمادت شکل۔

۱۲۔ ستمبر ۱۹۴۰ء۔ اندل ہرن۔ دوسرا حصہ۔ شری رام ہزاری تیواری۔ خبریں اور موسمی

پیشینگوئی۔ شرودھوں رداں۔ لپیٹے اور جھپیٹے۔ بلیدان (ادوھی)۔ ایک میں ناٹک، شری برج بھدنہ ہے۔ اس تین دھا ۔۔ (نظم) شری بنسی دھر شکل۔ دیہاتی گیت۔ شری اودھ گوپال۔

۱۳، ستمبر ۱۹۴۰ء۔ نعت۔ مرتضیٰ حسین خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ شہر کی سیجائی۔ جناب سراج دین دیہاتی گیت۔ شری گومتی پرشاد مشر۔ سچا ایمان (ڈرامہ میں ایک کہانی) جناب عبدالغنی۔ قوالی۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ تندرستی کے متعلق کچھ باتیں۔ لپیٹے اور جھپیٹے۔ چیلا۔ منشی کا کا اور گومتی پرشاد۔

۱۴، ستمبر ۱۹۴۰ء۔ پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) موہن شری ۔۔ شیلا ڈریا۔ محنت کا پھل میٹھا۔ محترمہ بھگوتی دیوی معہ پارٹی۔ دیہاتی گیت۔ کماری شیلاوتی۔ نسوانی دنیا کی خبریں۔ جاتے کے گیت۔ محترمہ بھگوتی دیوی معہ پارٹی۔ کام کی باتیں۔ محترمہ پدماوتی۔

۱۵، ستمبر ۱۹۴۰ء۔ پنچوں کی بیٹھک۔ ۔ ہانیال امیر۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ پتریکھ (خاص پروگرام) فصل کو اٹھ پھیر کر بونا۔ مکالمہ شری بجناتھ سنگھ۔ سب مل گاؤ۔ کورس۔ پنچایت گھر کے پنچ۔

وقت پونے سات سے ساڑھے سات بجے تک (رات کو)

۱۶، ستمبر ۱۹۴۰ء رام مہنکار۔ دیہاتی آرشٹ۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ کہروا۔ شری للو رام۔ لڑائی جھگڑا (نظم) شری بنسی دھر۔ لڑائی کا بگل۔ شری ڈی۔ این۔ سانیال۔

۱۷، ستمبر ۱۹۴۰ء۔ چیٹھی چپاتی۔ سننے والوں کے خطوط اور ان کے جواب۔ بھجن کیرتن۔ شری رام ولاس۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ شب برات (خاص پروگرام) قوالی۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ شب برات۔ تقریر۔ از جناب ایم۔ این ندوی۔ گیت۔ پنچ منڈلی۔ پٹسن کی کھیتی۔ شری بچہ لال۔

۱۸، ستمبر ۱۹۴۰ء شرد جونہیا۔ جناب جنگ بہادر۔ لوگوں کی بود و باش کے طریقے۔ (تیسرا حصہ) سندھ از شری ۔۔۔ ۔۔ سوتی (نظم) شری بنسی دھر۔ بھجن۔ شری بیراگی رام ہربھجن۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ بھجن۔ بیراگی رام ہربھجن۔

۱۹، ستمبر ۱۹۴۰ء۔ ودیش بندنا۔ کورس۔ تپ دق تقریر۔ از ڈاکٹر کرتار سنگھ۔ کہے متیا بانی۔ دھان میں گندھی روگ۔ شری جھارت سنگھ یادو۔ گانے۔ لپیٹے اور جھپیٹے۔ گیت۔ جناب جنگ بہادر۔ ۔ پیسہ۔ (نظم) شری بنسی دھر۔

۲۰، ستمبر ۱۹۴۰ء۔ قوالی۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ خبریں اور پیشینگوئی۔ گیت۔ پنچ منڈلی۔ رچوتھا حصہ۔ اجمیر شریف۔ جناب محمود احمد۔ نعت۔ جناب جنگ بہادر۔ نظم۔ شری بنسی دھر۔

۲۱، ستمبر ۱۹۴۰ء۔ پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) بھجن۔ محترمہ ایچ دیوی۔ بچوں کی حفاظت۔ تقریر۔ از جناب ڈی۔ این۔ چودھری۔ موسمی گیت۔ محترمہ پدماوتی۔ گیت۔ محترمہ ایچ۔ ایم۔ دیوی۔ عورتوں کی دلچسپی کی خبریں۔

۲۲، ستمبر ۱۹۴۰ء۔ بچوں کا جلسہ (دیہاتی بچوں کے لئے خاص پروگرام) ماچنگا گیت۔ اپنی بات چیت۔ کاکا۔ کھیلو اور گاؤ۔ کورس۔ پنڈت جی کی کتھا۔ کہانی۔ از شری انوپ شرما۔ بربل۔ جناب عبدالغنی۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی آلہا۔ شری ایم۔ ایچ سنگھ۔ نظم۔ شری بنسی دھر۔

۲۳، ستمبر ۱۹۴۰ء لاونی۔ شری اودھ گوپال۔ ریختہ۔ جناب ممتاز علی۔ کھیتی کے اصلاح شدہ آلات۔ تقریر۔ از جناب عبدالحئی عباسی۔ کہے متیا بانی۔ انکل بچو۔ ناٹک۔ آر۔ ڈی شکل۔ راہ ٹھیک چلو۔ تقریر۔ از شری بچہ لال۔

۲۴، ستمبر ۱۹۴۰ء۔ ٹھاکر دوارہ (خاص پروگرام) کیرتن۔ پنچ منڈلی۔ بندنا۔ شری بنسی دھر۔ بھجن شری رامیشور۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ بیلا کا گونا۔ (آلہا۔ پہلا حصہ) شری رام ہزاری تیواری دیہاتی بازار سے پیٹے۔ چیتونی۔ شری رامیشور باجپئی چیٹھی آئی۔

۲۵، ستمبر ۱۹۴۰ء۔ اُڑ چڑیا۔ مذاقیہ گانا) جناب ممتاز علی۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ ٹھمری۔ شری گومتی پرشاد۔ بڑھے چلو۔ شری سیتلا سہائے۔ بیلا کا گونا۔ (دوسرا حصہ) شری رام ہزاری تیواری کیا سیکھے؟ نظم۔ شری بنسی دھر شکل۔

۲۶، ستمبر ۱۹۴۰ء۔ ترہن۔ جناب جنگ بہادر۔ اور بنسی دھر۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی بیاری شری گومتی پرشاد مشر۔ اپنے سر کی قسم۔ شری اُچپال۔ دیہاتی گیت۔ شری اودھ گوپال۔ شرادہ کی دھوم۔ نظم۔ شری بنسی دھر۔

۲۷، ستمبر ۱۹۴۰ء۔ نعت۔ جناب رحمت اللہ معہ پارٹی۔ لوگوں کی بود و باش کے طریقے۔ (پنجاب) تیلی۔ شری گجادھر تیلی۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ قوالی۔ جناب رحمت اللہ خاں معہ پارٹی۔ سماجی واقعات۔ دیہاتی گانا۔ گجادھر تیلی۔

۲۸، ستمبر ۱۹۴۰ء۔ پنگھٹ۔ (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) سنگیت سبھا۔ گیت۔ محترمہ رادھا دیوی۔ گیت۔ محترمہ رما ٹھاکر۔ دنیا کی ماں۔ عورت۔ محترمہ پدماوتی کی تقریر۔ گانا۔ محترمہ رادھا دیوی اور رما ٹھاکر عورتوں کی دلچسپی کی خبریں۔

۲۹، ستمبر ۱۹۴۰ء۔ بچوں کا جلسہ (بچوں کے لئے خاص پروگرام) بکری اور بھیڑیا۔ کاکا۔ ہم سب ساتھی۔ نظم۔ ہم تمہیں جگانے آئے ہیں۔ کورس۔ اپنی بات چیت۔ مکالمہ۔ گیت۔ شری رام کمار دید۔ گاؤں کے آدرش گھر۔ تقریر۔ اما شری ابناش چندر سنہا۔ بھجن۔ شری رام کمار دید۔ ماں تج دے۔ جنگ بہادر۔

۳۰، ستمبر ۱۹۴۰ء۔ رامائن۔ شری رام کمار دید۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ رام ملائی جوڑی۔ (دوسرا حصہ) شری برج بھدر مہیجے۔ شری رام کمار دید۔ پنچایت۔ شری بنسی دھر۔ مذاقیہ گانا۔ جناب ممتاز علی۔ کہے متیا بانی۔ اصلاح شدہ آلات زراعت۔ از جناب عبدالحئی عباسی۔



پھلوں کے فائدے

(از جناب پنڈت شری رام شو ۔ تاج گارڈن ۔ آگرہ)

ہمارے جیسے گرم ملک میں جہاں نہ لوگ زیادہ گوشت خور ہیں اور نہ ہونا ہی چاہئے ۔ خوراک میں پھلوں کا زیادہ تعداد میں ہونا بہت ضروری ہے۔ آپ نے بہت سے پرانے رشیوں کے بارے میں سنا ہوگا کہ سخت تپسیا کے وقت میں وہ محض پھل ہی کھایا کرتے تھے۔ اگرچہ ویسی تپسیا ہر ایک کو کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر ہم اپنی جسمانی اور روحانی قوت کو پوری طور سے تندرست حالت میں رکھنا چاہتے ہیں تو پھل کھانا بھی بہت ضروری ہے اب تو اور ملکوں میں طرح طرح کے تجربے آدمی و جانور دونوں پر کئے گئے ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ پھل نہ کھانیوالوں میں پھل کھانے والوں سے زیادہ بیماری ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اب دور دراز فاصلے پر جانیوالے جہازوں میں پھل کافی تعداد میں لیجائے جاتے ہیں۔

پھل نہ محض ہماری صحت اچھی رکھتے ہیں بلکہ بہت سی بیماریوں سے بھی ہمیں بچاتے ہیں۔ گویا خوراک کے علاوہ دوا کا بھی کام دیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ پھلوں میں دو خاص چیزیں یعنی (نمبر ۱) معدنیات اور (۲) وٹامن دوسری تمام کھانے کی چیزوں سے زیادہ پائی جاتی ہیں۔ یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں کہ اور سب کھانیوالی چیزیں ہوتے ہوئے بھی اگر ان کی کمی ہو جاتی ہے تو خون ٹھیک نہیں بنتا ہے آپ جانتے ہیں خون ہی جسم کی جان ہے اور خون خراب ہو جانے سے بہت قسم کی بیماری زور پکڑ جاتی ہے۔ اسلئے پھلوں کو بیماریوں سے بچانیوالی (Protective food) غذا کہتے ہیں۔ یہ کہیں اچھا ہے کہ بیماری نہ ہووے ہی نہ بہ نسبت اس کے کہ ہوں اور پھر اچھی کیجائیں۔ لاکھوں آدمی جو دیکھنے میں بیمار نہیں معلوم پڑتے ہیں اصل میں جانتے ہی نہیں کہ تندرستی کیا چیز ہے۔ یہ ان کی خوراک کی غلطیوں کا سبب ہے۔ ہمارے ملک میں بھی خوراک کی جانچ قریب ۲۰ سال سے ہو رہی ہے اور اور نتیجوں کے ساتھ ساتھ ایک یہ بھی نتیجہ نکلا ہے کہ ہر ایک کو اپنی خوراک میں نصف سیر روز پھل ترکاری کھانا چاہئے۔ یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ آموں کی فصل میں دوسرے کی فصل میں لوگ اکثر موٹے ہو جاتے ہیں۔

ان سب فائدوں کے علاوہ پھل و ترکاری شامل ہونے سے آپ کا کھانا ذائقہ دار ہو جائیگا جس کو آپ بہت رغبت سے کھائیں گے۔ آپ کے بچے بھی بہت شوق سے کھائیں گے۔ رغبت سے کھایا ہوا کھانا بہت فائدہ کرتا ہے ۔ اگر دن میں ایک دفعہ بھی کچھ کچی ترکاریوں جیسے ٹماٹر۔ گاجر۔ پیاز۔ ککڑی۔ پالک یا مولی میں سے دو تین چیزیں کاٹ کر اُن میں تھوڑا نمک اور نیبو ڈال کر کھایا جائے تو جسم تندرست رہ سکتا ہے علاوہ اس کے روز کوئی بھی موسمی پھل کھایا جائے تو خون ہمیشہ صاف رہے گا۔ ہندوستانیوں کی خوراک میں اس چیز کی سخت کمی ہے۔ پھلوں کے درخت لگ جانے سے جو دیہات آج بغیر لطافت اور خشک ہیں وہ خوبصورت اور دلکش ہو جائینگے۔

اب میں آپ کو کچھ پھلوں کے مخصوص صفت بتا کر مضمون ہذا کو ختم کروں گا۔ اور آئندہ میں آپ کو یہ تبلاؤں گا کہ پھل آپ کو کیسے ملیں۔

دیسی آم ۔ قبض کو دور کرتا ہے خون صاف کرتا ہے۔ خوراک بھی ہے۔

قلمی آم ۔ خوراک ہے۔ خون صاف کرتا ہے۔

پپیتہ ۔ جگر کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔ قبض دور کرتا ہے ہاضم ہے۔

امرود ۔ پیٹ صاف کرتا ہے۔ خون صاف کرتا ہے۔

نیبو ۔ پیٹ اور خون خوب صاف کرتا ہے۔

کیلا ۔ خوراک میں روٹی کے برابر ہے۔ پیٹ کی کھٹاس کو دور کرتا ہے۔

ٹماٹر ۔ پیٹ صاف کرتا ہے۔ خون کے لئے بہت مفید ہے بیماری دور کرتا ہے۔

پالک ۔ خون کو مضبوط رکھتا ہے۔ پیٹ کو صاف رکھتا ہے۔

مولی ۔ خون کی خرابیوں کو دور کرتی ہے۔ پیٹ کو ٹھیک رکھتی ہے۔

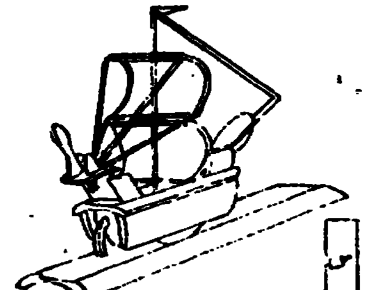
گاجر ۔ خون کو مضبوط کرتی ہے۔ اچھی خوراک بھی ہے۔

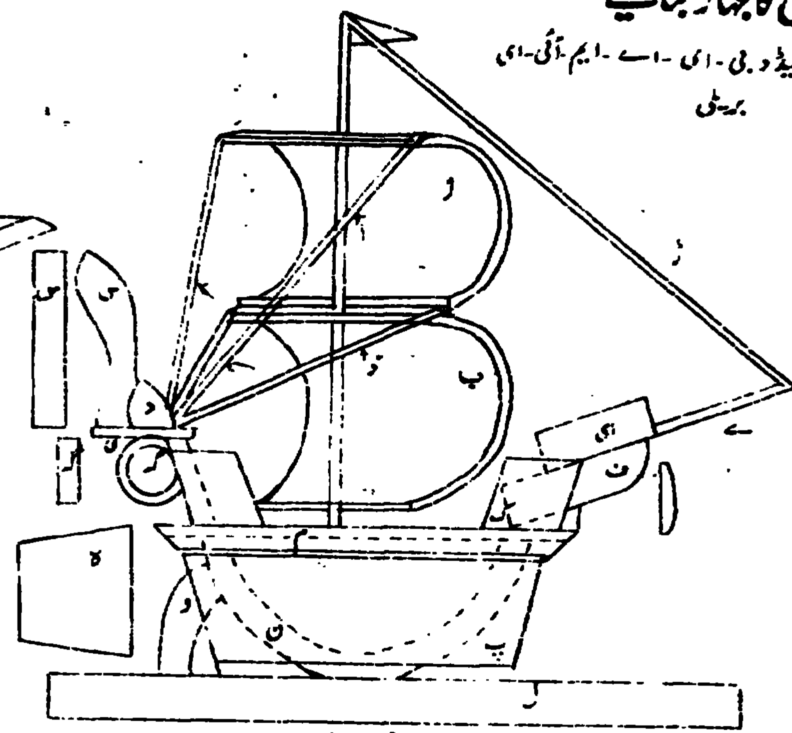
انجیر ۔ پیٹ صاف رکھتا ہے خون کو تقویت دیتا ہے۔

پھلوں میں دیگر اجزا کی بہ نسبت عمدہ قسم کی شکر ہوتی ہے یہ شکر بالکل قدرتی ہے اور معدے میں پہنچتے ہی ہضم ہو کر جسم کے مفید استعمال میں آ جاتی ہے۔ پکے ہوئے پھلوں میں یہ شکر زیادہ تعداد میں ہوتی ہے۔ یہ پہلے ہی تبلایا جا چکا ہے کہ پھلوں میں معدنیاتی اجزا زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ معدنیاتی اجزا خون کی حالت ٹھیک رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ بیماری کی حالت میں خون کے معدنیاتی اجزا کم پڑ جاتے ہیں تب پھل کھانے سے یہ معدنیاتی اجزا بآسانی مل جاتے ہیں۔ اس لئے پھلوں کی اتنی اہمیت ہے۔

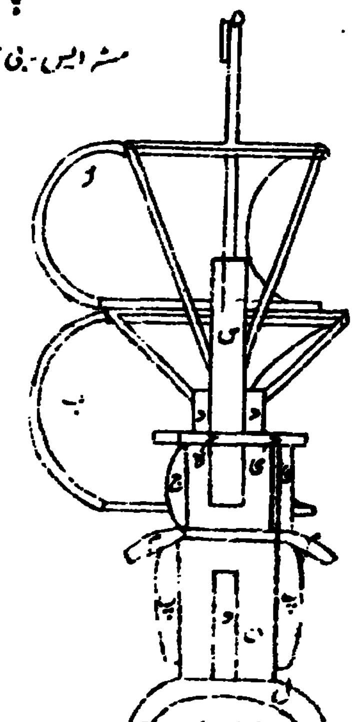
بانس کا جہاز بنایئے

مسٹر ایس۔ بی۔ تاٹیڈو۔ بی۔ ای۔ اے۔ ایم۔ آئی۔ ای
بریلی

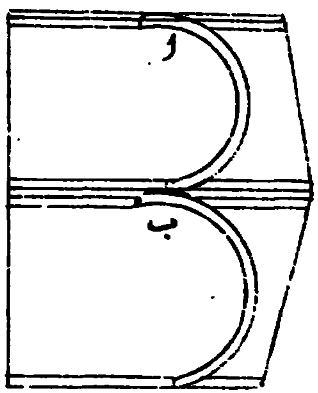


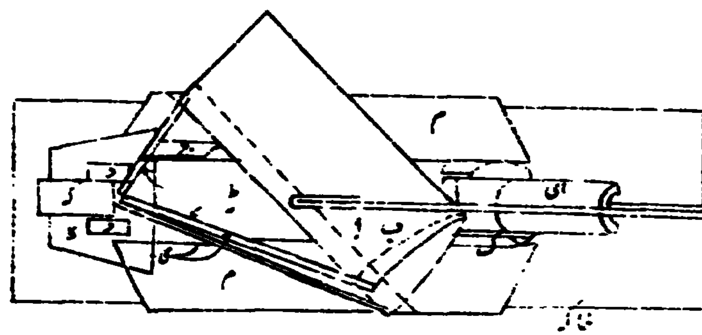


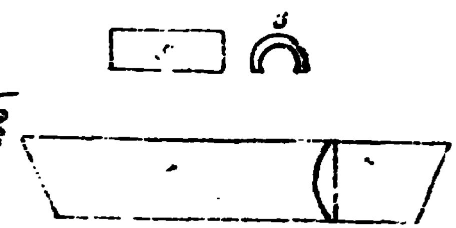
سامنے کا حصہ



بغل کا حصہ







سامان

سب ہی حصے بانس کی کھپاچیوں سے تیار کئے گئے ہیں اور ایسے سریش سے جوڑے گئے ہیں جو پانی پڑنے پر نہیں چھٹ سکتا۔

کتائی اور بُنائی کے مرکز

از جناب منوہر داس چترویدی، گاؤں سدھار افسر، یو پی

کتائی ہی دیہات کی ایک مشہور عالم دستکاری ہے اس بات پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں۔ کچھ گاؤں سدھار دیہاتوں میں ۱۹۳۸ء میں کتائی جاری کرنے کی کوششیں کی گئی تھیں۔ اس کے بعد کل ہند چرخہ سنگھ کی مدد سے کام کرنے کی ایک منظم اسکیم ہاتھ میں لی گئی۔ کل ہند چرخہ سنگھ نے کتائی کی تعلیم دینے کے لئے ۱۹۳۹ء میں ۶۶ گاؤں سدھار مرکزوں میں کلاس کھولے گزشتہ دو برسوں میں جو اسکیمیں منظور ہوئی تھیں اُن کی تفصیل مضمون کے آخر کے ضمیموں میں ملے گی۔

خانگی دستکاری کی گرانٹ کے مطابق منظور ہونے والی کتائی کے ایک نمونے کے کلاس کے بجٹ میں کتائی کے اُستاد کی تنخواہ، ٹریننگ میں نقصان ہونے والے سامان کا انتظام اور کتائی سیکھنے والوں کے کچھ قابلیت حاصل کر لینے پر اُنھیں چرخے اور دُھنکیاں دینے کے لئے روپے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ضمیمہ نمبر ۲ دیکھئے۔

گاؤں سدھار دیہاتوں میں پچھلے دو سال سے جو تجربہ ہوا ہے وہ کل ہند چرخہ سنگھ کے اُس خیال کی تصدیق کرتا ہے جس پر سنگھ دیہاتوں میں مسلسل ۲۰ سال تک محنت کرکے پہنچا ہے۔ وہ خیال مختصراً ذیل میں درج ہے۔

(الف) کسی گاؤں میں کتائی شروع کرنے کے لئے کوشش کرنے کے پہلے وہاں نفسیاتی پروپیگنڈا ہونا ضروری ہے، تاکہ گاؤں کے لوگ اوقات فرصت کا مناسب استعمال کرنے کی طرف راغب ہوں۔ گاؤں کے لوگوں کو کتائی کی تعلیم دینے کے پہلے خدمت کے جذبات سے بھرے ہوئے کارکنوں کو گاؤں کے باشندوں کا اعتماد حاصل کر لینا ضروری ہے۔

(ب) کتائی اگر جڑ پکڑنی چاہتی ہے تو اُسے گاؤں کی عورتوں میں جاری کرنا چاہئے۔ کیونکہ اُن کے جسم کی ساخت اور پیشہ کتائی کے لئے موزوں ہوتا ہے۔

(ج) آخر میں کتائی کے ساتھ بُنائی بھی شروع کرا دینی چاہئے۔ اس طرح تیار ہونے والے کپڑے کی کھپت پہلے گاؤں والوں ہی میں ہونی چاہئے اور کتائی کرنے والوں کو خود ایسا کپڑا استعمال کرنا چاہئے۔ کیونکہ لوگ اس بات کو اچھی طرح نہیں سمجھتے کہ دیہات کی عورتیں اکثر اپنی ضرورت کے کپڑے غلّے کے تبادلے میں لیتی ہیں۔ وہ روپیہ دے کر کپڑے نہیں خریدتیں۔ کیونکہ وہ گاؤں میں بہت کم ملتا ہے۔ یہ سمجھنے کی بات ہے کہ اُس سوت کے بدلے میں لیا ہوا کپڑا جسے وہ فرصت کے وقت تیار کرتی ہے، غلّے کے بدلے میں لئے ہوئے کپڑے سے ہمیشہ سستا پڑے گا۔ خواہ اُس کی کچھ بھی قیمت ہو۔ کیونکہ کتائی کرکے وہ اپنے اُس غلّے کو بچا لے گی جو وہ کتائی نہ کرنے پر کپڑے کے عوض دیتی۔ کتائی کرنے پر اُسے کپڑا مفت مل جاتا ہے۔ یعنی وہ سوت دے کر کپڑا اور بچے ہوئے سوت کی مزدوری بھی پا جاتی ہے۔ جب وہ ایک بار اپنی فرصت کے وقت کتائی کرکے رقم پیدا کرنی شروع کر دے گی تو یہ بات فوراً اُس کے دل میں گھر کر لے گی۔ ایسے لوگوں کے ہاتھ، ہاتھ کا بُنا ہوا کپڑا فروخت کرنے میں بہت کچھ دقتیں پیدا ہو سکتی ہیں، جو کتائی نہیں کرتے۔ لیکن کتائی کرنے والوں کے ہاتھ اُسے فروخت کرنے میں کوئی بھی دقت نہ ہوگی۔ اس لئے کپڑا تیار کرنے والے مرکز جو کپڑا تیار کریں گے اُس کی آدھی بکری اسی طرح جلد ہو جایا کرے گی۔ باقی آدھی کے لئے قصبوں میں رہنے والے عام خریداروں کی فیاضی پر ہی بھروسہ کرنا پڑے گا۔ مرکزوں کے بچے ہوئے کپڑوں کی بکری کا انتظام گاؤں سدھار اسٹوروں کے ذریعے کیا جائے گا اور اسکے لئے کل ہند چرخہ سنگھ کے وسیع کاروبار سے بھی فائدہ اُٹھایا جائے گا۔

کتائی کے کلاسوں نے جو کام کر دکھایا ہے اُس کی تقلید کرنے کے لئے اب میدان تیار ہو گیا ہے۔ کچھ تعداد میں لوگوں کو کتائی کی تعلیم دے چکنے پر اُن کے ذریعے تیار کئے ہوئے سوت کی بکری کا انتظام کرنا ہمارا کام ہے ورنہ وہ بیکار ہو جائیں گے اور اس سلسلے میں ہم نے جو کام کئے ہیں وہ فضول ثابت ہوں گے۔ کتائی سیکھنے والوں کی صرف تعداد بڑھاتے رہنے سے اُس وقت تک کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا جب تک ہم لوگوں کو اُن کے ذریعے تیار ہونے والے سوت کی مانگ کا یقین نہ دلا سکیں۔ ہم اب اتنی ترقی کر چکے ہیں کہ کتائی کی شاخ کو قائم رکھنے کے لئے اُسے بُنائی کے مرکز سے ملا دینا ضروری ہے۔ ورنہ کتائی کے کلاس جلد ہی اپنی مقبولیت کھو دیں گے اور کتائی ہمارے اسکولوں ہی تک محدود رہ جائے گی۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہم سے کتائی سیکھے ہوئے لوگ تیار سوت کی مانگ نہ ہونے کی وجہ سے کتائی سیکھنے والوں کی بہ نسبت کتائی تیزی سے چھوڑ رہے ہیں۔

اس لئے میرا یہ خیال ہے کہ اب ہمیں کپڑا تیار کرنے کے سنٹر کھولنے چاہئیں جن میں کتائی سیکھے ہوئے لوگ اپنی چیزیں دے سکیں گے۔

ایسے سنٹروں میں جہاں کپڑے نہیں تیار ہوتے کتائی کی تعلیم اب بالکل بند کر دینی چاہئے۔



جناب منوہر داس چترویدی

اس سے غریب گاؤں والوں کی آمدنی بڑھانے میں مدد ملے گی اس کی ہم ایک مثال دے رہے ہیں۔ گذشتہ سال کل ہند چرخہ سنگھ نے کتائی کرنے والوں اور نور بافوں کو مندرجہ اضلاع میں جو مزدوری دی ہے وہ ذیل میں درج ہے۔

۱۔ بجنور	۶۰،۰۰۰	روپیہ
۲۔ میرٹھ	۶۰،۰۰۰	"
۳۔ سہارن پور	۵۰،۰۰۰	"
۴۔ مظفر نگر	۳۵،۰۰۰	"
۵۔ فیض آباد	۲۵،۰۰۰	"
۶۔ بلند شہر	۲۰،۰۰۰	"
دیگر اضلاع	۲۵،۰۰۰	"
میزان	۲،۷۵،۰۰۰	"

یہ اعداد اپنی نظیر آپ ہیں۔

کپڑے تیار کرنے کے مرکز قائم کرنا ایک مشکل کام ہے۔ گھر میں کتے ہوئے اور ہاتھ سے بنے ہوئے کپڑے (کھدر) سے مل کے کپڑوں کا مقابلہ کرنا آسان نہیں ہے۔ ابھی بہت دنوں تک کھدر کی کھپت دیہاتوں میں پروپیگنڈا کرنے کی بات سے پیدا ہونے والی بیداری پر ہی منحصر رہے گی۔ اسلئے کانگریس اور خصوصاً اسکے تعمیری شعبے یعنی کل ہند چرخہ سنگھ کے تیار کئے ہوئے میدان سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ چرخہ کانگریس کے پروگرام کا خاص جزو ہے اور اگر ہم اپنے محدود ترذرائع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیں تو آئندہ کچھ برسوں تک اپنی توجہ کپڑا تیار کرنے والے سنٹروں پر مرکوز کر دینی چاہئے۔

اچھے پیمانے پر کپڑا تیار کرنے والے ایک سنٹر کے لئے جو تقریباً ۳ ہزار کتائی کرنے والوں کے سوت کی مانگ کا انتظام کرسکے حسب ذیل چیزوں کی ضرورت پڑے گی:

(۱۲ ماہ کے لئے)

۱۔ بنائی کا اُستاد۔ وہ کتائی اور بنائی دونوں میں جدت پیدا کرے گا اور جدید کرگھے اور اچھی ڈیزائنیں جاری کرے گا۔ وہ شاخ کا حساب کتاب بھی رکھے گا اسے ۳۰ روپئے ماہوار سے زیادہ تنخواہ نہ دی جائے گی۔ اس تنخواہ میں سفر خرچ بھی شامل ہے۔ ۳۶۰ روپئے

۲۔ کتائی کا اُستاد۔ وہ گاؤں گاؤں جاکر کتائی کرنے والوں کو سوت کا درجہ سدھارنے اور پیمائش بڑھانے کی تعلیم دے گا۔ اُسے ہر ماہ ۲۰ روپئے سے زیادہ تنخواہ نہ دی جائیگی اس تنخواہ میں سفر خرچ بھی شامل ہے۔ ۲۴۰ روپئے

۳۔ عورتوں کے لئے مالی امداد۔ کتائی سیکھی ہوئی عورتوں کو کتائی کے لئے راغب کرنے کے خیال سے ایک روپیہ ایک چرخہ کے لئے اور آٹھ آنہ ایک چرخی کے لئے دیا جائے گا۔ اس وقت ۴۰۰ کتائی کرنے والوں کے لئے ایسا انتظام کرنا درست ہوگا۔ کیونکہ کچھ شاخوں میں اس قسم کی مالی امداد دی جاچکی ہے۔ جب تک کتائی کرنے والے کے پوری ٹرینڈ ہونے کا سارٹیفکٹ نہ ملیگا اسے اس قسم کی امداد نہ دی جائے گی ۳۰۰ روپئے

۴۔ ٹیوشنل کلاسوں میں ضائع ہونے والی روئی، سوت تانت تیل اور توشے کے خرچے کے لئے۔ ۴۰۰ روپئے

۵۔ تین کرگھے جو مظاہرے کیلئے اور تربیت یافتہ نور بافوں کو نصف قیمت پر دینے کے لئے خریدے جائیں گے۔ ۳۰ روپئے

۶۔ رنگ، برتن اور تیلے اور رنگریز کو موقع بموقع دی جانے والی مزدوری۔ ۴۰۰ روپئے

۷۔ روئی کی خرید کتائی کرنیوالوں اور نور بافوں کی مزدوری اور کپڑے کے مال کے لئے ۶۵۰ روپئے

۸۔ اسٹیشنری، ٹکٹ، گاڑی کی ڈھلوائی اور دوسرے اتفاقیہ اخراجات کے لئے ۱۲۰ روپئے

میزان ۲۵۰۰ روپئے

اس قسم کی عملی اسکیموں میں مذکورہ بالا تفصیلات کی سختی نہ ہونی چاہئے۔ کیونکہ وہ اندازے ہیں اس لئے کل ہند چرخہ سنگھ کو اس شرط پر خرچ کی مد بدلنے کی اجازت ملنی چاہئے کہ ایک سنٹر کا کل خرچ ۲۵۰۰ روپئے سے زیادہ نہ ہوسکے۔

توقع کیجاتی ہے کہ ایک مرکز کے سال بھر کام لینے پر وہ گاؤں والوں کے محدود ذرائعے بڑھانا شروع کر دے گا۔ موٹے طور پر اندازہ لگانے سے سال بھر صرف کتائی کرنے والوں کی مزدوری تقریباً ۵۰۰۰ روپئے ہو جائے گی۔ کتائی کی قسم میں اصلاح ہونے پر یہ رفتہ رفتہ اور بڑھیگی۔

دوسرے سال کپڑا تیار کرنے والے مرکز کا خرچ گھٹ کر اس طرح ہو جائے گی

بنائی کا استاد	۳۰ روپیہ ماہوار	۳۶۰ روپیہ	
کتائی کا اُستاد	۲۰ " "	۲۴۰ "	
سکھانے میں مال کا نقصان وغیرہ		۲۰۰ "	
متفرق اور اتفاقیہ خرچ		۲۰۰ "	
میزان		۱۰۰۰ "	

اس طرح ۱۰۰۰ سالانہ خرچ کرنے پر ایک بنائی کے اُستاد اور ایک کتائی کے اُستاد کو نوکری ملنے کے علاوہ ۵۰۰۰ روپیہ کتائی کرنیوالے گاؤں والوں کو مزدوری کی شکل میں ملیگا پانچ سال بعد کتائی کرنے والے لوگ اپنی امداد سے خود شاخیں چلاسکیں گے۔

اس لئے میں سال رواں میں آزمائش کے طور پر کپڑا تیار کرنے والے صرف ۱۲ مرکزوں کی مالی مدد دینے کی سفارش کرونگا۔ مرکزوں کو منتخب کرنے کا آخری اختیار غالباً کل ہند چرخہ سنگھ کو ہی دینا چاہئے۔ لیکن یہاں ایک عام بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ ان اضلاع میں مرکز کھولے جائیں جہاں کل ہند چرخہ سنگھ نے کتائی اور بنائی کے مرکزوں کا جال پھیلا رکھا ہے۔ ان اضلاع کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ بجنور	۸۔ ہردوئی
۲۔ میرٹھ	۹۔ غازی پور
۳۔ مظفر نگر	۱۰۔ بستی

۴- سہارنپور۔
۵- فیض آباد۔
۶- بلند شہر۔
۷- مراد آباد۔
۸- ہردوئی۔
۹- غازیپور۔
۱۰- بستی۔
۱۱- حمیر پور۔
۱۲- علیگڈھ۔
۱۳- جونپور۔
۱۴- پرتاپگڈھ۔
۱۵- بلیا۔

مختلف اضلاع کے لوگوں نے جو حوصلہ دکھایا ہے اور مقامی کارکنوں میں جو جوش ہے اس کو دھیان رکھتے ہوئے میں پہلے مندرجہ اضلاع میں ہی کپڑا تیار کرنے کی رائے دیتا ہوں۔

۱- بنارس	مہاور
۲- گورکھپور	چریاواں
۳- اعظم گڈھ	دیوری گھاٹ
۴- باندہ	ستاؤں
۵- جھانسی	چرگاؤں
۶- بدایوں	آصف پور
۷- مرزاپور	کچھوا روڈ
۸- ایٹہ	گگرولی
۹- کانپور	نکمل
۱۰- پیلی بھیت	راسپورہ آشرم
۱۱- متھرا	سعد آباد
۱۲- سلطانپور	کریہر

کل ہند چرخہ سنگھ گاؤں سدھار افیسر یوپی کی رائے لیکر کپڑا تیار کرنے والے مرکزوں کا آخری انتخاب کرے گا۔ ان مرکزوں کے چلانے کا خرچ درج ذیل ہے۔

۱- ۱۲ مرکز۔ ہر ایک مرکز کا خرچ ۲،۵۰۰ .... ۳۰،۰۰۰ روپے
۲- (الف) کل ہند چرخہ سنگھ کے آنریری ڈائرکٹر شری راجہ رام کا سفر خرچ .... ۳۰۰ روپے
(ب) دو ٹیکنیکل سپروائزر جنمیں سے ہر ایک کو ہر ماہ ۴۰ روپیہ تنخواہ اور ۲۰ روپیہ سفر خرچ ملے گا۔ .... ۱،۴۴۰ روپے
(ج) ایک حساب رکھنے والا کلرک جسے ۲۵ روپیہ ماہوار تنخواہ ملے گی۔ .... ۳۰۰ روپے
(د) دفتر کے اتفاقیہ اخراجات .... ۲۰۰ روپے
(ہ) ایک پورٹیبل ٹائپ رائٹر جو ہیڈ کوارٹر سے مفت ملے گا۔

میزان .... ۳۲،۰۰۰ روپے

اس طرح ہم ۴۵ اضلاع میں سے ۲۷ اضلاع میں کتائی اور بنائی کا کام جاری رکھیں گے۔ باقی کمایوں کے تین ضلعے اون کی اسکیم کیلئے الگ کر دیئے گئے ہیں۔ اگر اس کام کے لئے ملنے والی رقم ۳۲،۰۰۰ روپے سے کم ہوگی تو اسکیم پر عام طور سے بغیر اثر انداز ہوئے ہی کپڑا تیار کرنے والے سنٹروں کی تعداد گھٹا دی جائیگی۔

کتائی اور بنائی کے استاد، کلرک اور ٹیکنیکل سپروائزروں کا تقرر، اسی کام کے لئے قائم ہونیوالی کمیٹی کریگی جو حسب ذیل افراد پر مشتمل ہوگی۔

(۱) شری دھیریندر موزو مدار (۲) شری راجہ رام (۳) گاؤں سدھار افسر یوپی یا ان کا منتخب کردہ کوئی دوسرا شخص۔ شری موزو مدار اس کمیٹی کے چیرمین ہیں۔ بنائی اور کتائی کے استادوں کے عہدے کیلئے کوشش کرنیوالے اُمیدواروں کو اپنی درخواستوں کے ساتھ اپنے کام کے نمونے بھی بھیجنے چاہئیں۔

ضمیمہ ۱

۱۹۳۸-۳۹ء کے لئے کتائی اور بنائی کی منظور شدہ اسکیمیں

۱۹۳۸-۳۹ء میں مختلف اضلاع کے دیہاتوں میں کتائی بنائی اور رنگائی وچھپائی کی ترقی کے لئے جو گرانٹیں منظور ہوئی تھیں اسکی فہرست درج ذیل ہے۔

ضلع		گرانٹ
۱- دہرہ دون	کتائی بنائی اور اصلاح شدہ اوزار	۲،۷۴۵ روپے
۲- کانپور	کتائی اور بنائی۔	۱،۸۰۰ روپے
۳- سہارنپور	دھنائی، کتائی وغیرہ اور رنگائی اور چھپائی	۲،۵۰۰ روپے
۴- مین پوری	دھنائی، کتائی، رنگائی اور چھپائی وغیرہ	۲،۶۸۰ روپے
۵- اناؤ	دھنائی، کتائی اور رنگائی	۳،۶۰۰ روپے
۶- فیض آباد	کتائی اور اوزار	۱،۶۰۰ روپے
۷- بلیا	دھنائی، کتائی اور اصلاح شدہ اوزار	۸۰۰ روپے
۸- فتحپور	دھنائی، کتائی اور بنائی	۱،۱۱۵ روپے
۹- فتحپور	کتائی اور بنائی کے کلاس	۴۱۵ روپے
۱۰- بارہ بنکی	" "	۵۹۰ روپے
۱۱- مراد آباد	بنائی کا کلاس	۱۸۰ روپے
۱۲- بلیا	کرگھے کا اسکول	۲۱۰ روپے
	میزان	۱۸،۲۲۵ روپے

اس کے علاوہ ۱۳ ضلعوں میں ۷۰۰ روپیہ فی ضلع کے حساب سے کتائی کے کلاس منظور ہوئے تھے۔

کل خرچ ۹،۱۰۰ روپے

میزان ۲۷،۳۳۵ روپے

ضمیمہ ۲

۱۹۳۹-۴۰ء کے لئے کتائی اور بنائی کی منظور شدہ اسکیمیں

حکومت نے یکم جولائی ۱۹۳۹ء کو کل ہند چرخہ سنگھ کی یوپی کی شاخ کو ۲۳،۰۴۰ روپے کی گرانٹ اس لئے دی کہ وہ اس صوبے کے دیہاتوں میں ۹۶ کتائی کے مرکز کھولے۔ لیکن سنگھ کے یہ کہنے پر کہ اتنی رقم میں ۹۶ مرکز نہیں کھولے جا سکتے حکومت نے ۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو مرکزوں کی تعداد ۹۶ سے ۶۶ کر دی۔

کتائی کے ایک کلاس میں جتنی رقم خرچ ہوگی اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(الف) کتائی کا اُستاد ۱۵ روپیہ ماہوار کے حساب سے ۶ مہینے کے .... ۹۰ روپے
(ب) متفرق خرچ جس میں پونی اسٹیشنری اور ریل گاڑی وغیرہ شامل ہے .... ۹ روپے

صوبے کے کونے کونے سے

(ھ) مال، فیس، ضمانت وغیرہ کا نقصان ۲۰ روپئے
(د) اُستاد کے اوزار ۳۶ روپئے
(ہ) چرخہ وغیرہ خریدنے کے لئے مالی امداد ۱۰۰ روپئے

میزان ۲۱۹ روپئے

مذکورہ بالا حساب ست ۷۷ مرکزوں کا خرچ ۵۴.۰۱۶۱ روپئے ہوگا۔ معائنہ اور صدر دفتر میں ہونے والے اخراجات بھی جس میں ایک کلرک، اور متفرق خرچ شامل ہے، انتظام کیا گیا ہے۔ اس کے لئے ۱۹۰۶ روپیہ منظور ہوا ہے۔ سب ملا کر ۰۴۰.۰۳۳ روپیہ خرچ کے لئے منظور ہوا ہے۔

سنگورے جینور، اٹاوہ، متھرا اور مظفر نگر کے ضلعوں میں سے ہر ضلع میں کتائی کا ایک مرکز اور مندرجہ ذیل اضلاع میں دو مرکز کھولے۔

۱۔ الہ آباد۔ ۲۔ اعظم گڈھ۔ ۳۔ آگرہ۔ ۴۔ بستی۔ ۵۔ بلیا۔ ۶۔ بہرائچ۔ ۷۔ بنارس ۸۔ بارہ بنکی۔ ۹۔ باندہ۔ ۱۰۔ بریلی۔ ۱۱۔ بدایوں ۱۲۔ کانپور۔ ۱۳۔ ایٹہ۔ ۱۴۔ فیض آباد۔ ۱۵۔ فرخ آباد ۱۶۔ گورکھپور۔ ۱۷۔ گونڈہ۔ ۱۸۔ غازی پور۔ ۱۹۔ ہردوئی۔ ۲۰۔ ہمیر پور۔ ۲۱۔ جونپور۔ ۲۲۔ جھانسی۔ ۲۳۔ جالون۔ ۲۴۔ لکھنؤ۔ ۲۵۔ مین پوری۔ ۲۶۔ مرزا پور۔ ۲۷۔ پرتاب گڈھ ۲۸۔ پیلی بھیت۔ ۲۹۔ رائے بریلی۔ ۳۰۔ سلطانپور ۳۱۔ اُناؤ۔

حال میں ان اضلاع سے مندرجہ ذیل باتوں کی اطلاع ملی ہے۔

(الف) کتائی سیکھے ہوئے لوگوں کی تعداد۔ ۱۲۶۰۹
(ب) ایسے لوگوں کی تعداد جو کتائی سیکھ رہے ہیں۔ ۱۱۱۰
(ج) کتائی سیکھے ہوئے لوگوں کی کتائی کی اوسط رفتار فی گھنٹہ (گزوں میں) ۱۹۰
(د) کتے ہوئے سوت کی اوسط طاقت۔ ۴۲

سکریٹری گاؤں سدھار ایسوسی ایشن، بلیا رقم طراز ہیں

گاؤں سدھار کا کام اچھا بنانے کے لئے محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے ضلع کے مدارس کے مدرسوں کا ٹریننگ کلاس گذشتہ ۱۵ مئی ۱۹۳۸ء کو کھولا گیا تھا۔ محکمہ گاؤں سدھار کے مختلف سنٹروں کے کل ۵۲ مدارس ٹریننگ پاتے تھے۔ یہ ٹریننگ کیمپ یکم جولائی ۱۹۳۸ء کو ختم ہوا۔ اتنے کم عرصہ میں مدرسین تعلیم بالغان کو تعلیم بالغان، اسکاؤٹنگ، زراعت، حفظان صحت، امداد باہمی، علم شہریت، کھڑ بنانے کی تعلیم، اور مویشیوں کے علاج سے متعلق عام باتیں بتلائی گئیں۔ اس کام میں مختلف محکموں کے حکام نے بڑی امداد دی۔ شہر کے قابل اصحاب سے لکچروں کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ گاؤں سدھار انسپکٹر اور گاؤں سدھار کے کارکنوں کی طرف سے بھارت ادھار نامی ڈرامہ کھیلا گیا۔

× × × ×

سری ارجن سنگھ کیمپ ڈائرکٹر بسر یہری لکھتے ہیں

بسر یہری میں اسکاؤٹوں کو ٹریننگ دینے کے لئے ۳۵ روز کا ایک کیمپ کھولا گیا تھا۔ ٹریننگ پانے والے اسکاؤٹوں کی تعداد ۴۱ تھی انھیں عملی اور اصولی دونوں قسم کی ٹریننگ دی گئی اور کئی قسم کی ورزشیں سکھائی گئیں۔ اس کے علاوہ معزز حضرات کی تقریریں کرائی گئیں۔

× × × ×

شری نام لال شرما، بریلی سے لکھتے ہیں۔

ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن، بریلی نے ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو موضع نرترا ضلع بریلی میں ایک اسکول کو ایک سال کے لئے کھولا گیا تھا۔ اب تک تقریباً ۲۰ اکیس عورتیں اس اسکول میں کھلونے بنانا سیکھ چکی ہیں۔ ۶ عورتیں باقاعدہ سارٹیفکٹ بھی حاصل کر چکی ہیں۔ بقیہ عورتیں بغیر سارٹیفکٹ ہی کے سیکھ کر چلی گئیں۔ اس وقت بھی آٹھ دس عورتیں اور لڑکیاں سیکھ رہی ہیں صرف ۲ ماہ کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ مسٹر پنگل، جناب منوہر داس چترویدی وغیرہ نے اس اسکول کا معائنہ فرمایا ہے۔ ہز ایکسلنسی گورنر صاحب بھی یہ اسکول ملاحظہ فرمانے گئے تھے۔ یوپی میں حکومت کی طرف سے جتنے اسٹول کھلے ہیں اس میں اس اسکول کے بنے ہوئے کھلونے بکتے ہیں۔ جو جاپان وغیرہ کے مقابلہ میں بہت سستے عمدہ اور مضبوط ہوتے ہیں۔



گاؤں سدھار اسیری، ایلی کوٹ میں تعلیم پانے والے طلبار کا پانچواں بیچ وسط میں اسیری کے ڈائرکٹر مسٹر آر۔ این ۔ ۔ ۔ تشریف فرما ہیں۔



بچوں کی قوت تخیل

از محترمہ کرشنا ہتی سنگھ

محترمہ کرشنا ہتی سنگھ پنڈت جواہر لال نہرو کی چھوٹی بہن ہیں۔ آپ مختلف ممالک کی سیر و سیاحت کر کے اچھا تجربہ حاصل کر چکی ہیں اور اپنے بچوں کو کامیاب تعلیم و تربیت دے کر اس سلسلے میں اپنی رائے ظاہر کرنے کا پورا استحقاق رکھتی ہیں۔

ہر ایک تندرست بچے کی قوت تخیل بہت تیز ہوتی ہے۔ جس بچے میں تخیل کی کمی ہوتی ہے وہ جاذب نظر نہیں ہوتا جیسے ہی بچہ لوگوں کو پہچاننے لگتا ہے۔ دیگر مختلف قسم کی چیزوں کو دیکھتا ہے ویسے ہی وہ سبھی چیزوں کو اپنی نئی دنیا میں مناسب جگہ پر بٹھا دینے کی کوشش کرتا ہے اس نئی دنیا کی ہر ایک چیز کی پھول، مویشی، کرسی میز یا دیگر چیزیں ہر ایک کی اپنی ایک تاریخ ہوتی ہے۔ جس میں دلیرانہ کارنامے ہوتے ہیں اور جنھیں وہ پسند بھی خوب کرتا ہے۔

چھوٹے بچے کا دماغ جب وہ دو سال کا ہوتا ہے تبھی سے کام کرنے لگتا ہے اور پھر چار سے ۶ سال کے اندر پورا شعور حاصل کر لیتا ہے۔ فطرت اور حالات کے مطابق اُس کی یہ خوبی زندگی بھر کم یا زیادہ ہوتی رہتی ہے۔

یہ خیال کرنا ایک بہت بڑی غلطی ہوگی تخیل کی جگہ صرف خواب دیکھنے والے شعرا، ماہران فنون لطیفہ اور بادلوں میں رہنے والوں ہی کے دماغ میں ہے ایک لڑکا کہتا ہے کہ دماغ اور کردار کی ترقی کے لئے تخیل نہایت ضروری ہے



اس مضمون کی مضمون نگار
شریمتی کرشنا ہتی سنگھ

لیکن عموماً سیان عمر والے ایسی دنیا پسند نہیں کرتے جسے بچے کا دماغ تعمیر کرتا ہے اور شاید بہت کم لوگ اس بات کا خیال کرتے ہوں گے کہ بچے کی خوشی کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی دنیا کو صدمہ نہ پہنچے۔

بہت سے سرپرست بچوں کے کھیل میں شامل ہوتے ہیں لیکن بیشتر سرپرست یہ پسند نہیں کرتے۔ اگر سرپرستوں کی سمجھ میں یہ بات آجائے کہ اس سے بچے کے کردار کی ترقی اور واقفیت میں کتنی مدد ملتی ہے تو وہ اپنے بچوں کو سمجھنے کی ضرور کوشش کریں گے۔

ہر ایک چیز کے متعلق واقفیت حاصل کرنے کے لئے بچے کی فطرت ہوتی ہے کہ وہ ہر ایک جاندار اور بے جان چیز کے متعلق واقفیت حاصل کرتا ہے مثلاً جو لڑکا گھوڑے کی نقل کرتا ہے وہ لڑکا گھوڑے کے سلسلے میں اُس لڑکے کی بہ نسبت زیادہ جان سکتا ہے جو صرف دور سے کھڑا ہو کر گھوڑے کو دیکھتا ہے۔

ہدایت

ایک تیز تخیل بچے کو اگر کسی قسم کی ہدایت ملتی ہے تو اسے جو کرنا چاہئے اس کا وہ خود اندازہ کر لیتا ہے اور پھر اپنے خیال کو عملی جامہ پہنا دیتا ہے۔ ایک کمزور خیال بچہ ہدایات پر اتنا اچھا عمل نہیں کر سکتا کیونکہ ایسے لڑکے کے لئے ہدایت ایک لفظی گورکھ دھندے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

بچوں کا تخیل انسان کو پریشان کر دیتا ہے لیکن اس کا مقابلہ صبر و استقلال کے ساتھ کرنا چاہئے۔ اس کے لئے تھوڑی چالاکی کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ ان کے لئے تیز تخیل لڑکے کی بہ نسبت ایک کمزور خیال لڑکا زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ وہ عمل اور تحقیق وہ کم ہوگا۔ اسی لئے سرپرست تخیل کی دین کی بے قدری کرتے ہیں لیکن یہ دین سب کو نہیں حاصل ہوتی۔ شاید وہ یہ نہیں جانتے کہ وہ اپنے بچوں کے تیز تخیل ہونے میں رکاوٹ پیدا کرنے میں کتنا نقصان پہنچاتے ہیں۔ یا شائد وہ ایسا اپنی زندگی کو پُر مسرت بنانے کے لئے کرتے ہیں۔ لیکن بچوں کے سلسلے میں یہ آسان طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ ان کی رہنمائی کرنے اور انھیں تعلیم دینے کا یہ سب سے اچھا طریقہ ہے۔

ابتدا

کچھ بچوں کو اپنے تخیل کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کسی چیز کی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ واقعات ہی کے ذریعے اپنی تفریح کا سامان تیار کر لیتے ہیں۔ جب بچہ کسی چیز یا شخص کو اپنے تخیل سے پیدا کرتا ہے تو جو والدین بچے کے اس تخیل کو نہیں سمجھ سکتے وہ سمجھتے ہیں کہ وہ دانستہ طور پر جھوٹ بول رہا ہے اور اس کے لئے سزا بھی دیتے ہیں۔ یا شاید وہ اسے مذاق سمجھ کر اُسے بُرا بھلا کہتے ہیں۔ لیکن دونوں طریقے بُرے ہیں۔ کیونکہ جب بچے اُسے اپنی قوت تخیل سے پیدا کرتے ہیں تو جھوٹ بولنے کے لئے نہیں پیدا کرتے بلکہ جس کا تصور کیا ہے اُس پر وہ یقین کرتے ہیں۔ اسی لئے اُنھیں اس کے لئے نہ تو بُرا بھلا کہنا چاہئے نہ سزا دینی چاہئے خواہ ان کا کام کتنا ہی بیکار اور فضول معلوم ہو۔ ایک بچے کے لئے اُس کی خیالی دُنیا ہی حقیقت ہوتی ہے۔ اس لئے اس پر جتنا اُسے صدمہ پہنچانا ہے۔ بچے کی خیالی زندگی میں والدین کو بہت دلچسپی لینی چاہئے۔ کیونکہ اُس کے تخیل سے اُنھیں اپنے بچے کی پسند کا اندازہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بچے کو کس



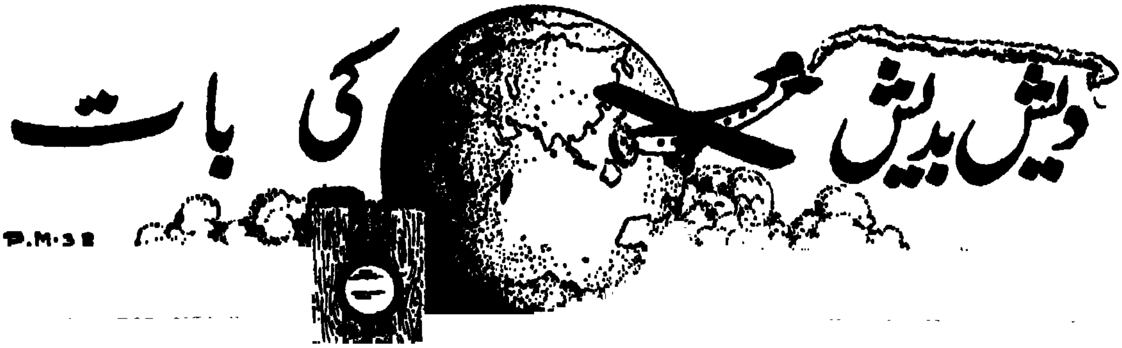
پریاگ مہلا ودیا پیٹھ کے شعبۂ دستکاری میں لڑکیوں کو تعلیم



پریاگ مہلا ودیا پیٹھ کے ڈرائنگ کلاس کا ایک منظر

چیز کی کمی ہے خواہ اُسے خود اُس کمی کا احساس ہو۔ بہت سے بچوں کے لئے تخیل کے ذریعے چیزیں تیار کر لینا مسرت بخش ہوتا ہے۔ انکی خیالی دُنیا کی خوشی سے محروم نہ کیا جانا چاہئے۔ ہاں انھیں اپنی خیالی دُنیا کو بہت بڑھانا نہ چاہئے۔ کیونکہ اس سے جب وہ دنیا کی حقیقتوں کے سامنے آتے ہیں تو انھیں بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بچوں کو اپنی خیالی دنیا اور حقیقی دُنیا میں ربط قائم کرنے میں مدد دینی چاہئے لیکن اُنکے خیالات کو مار کر نہیں۔ عقلمند والدین کو اپنے بچوں کی خیالی دُنیا کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اُنھیں بچے کے پوشیدہ ساتھیوں یا کھلونوں کو تباہ کرنا چاہئے۔ بلکہ انھیں بچے کو حقیقی دُنیا میں جہاں اصلی چیزیں ہوتی ہیں محسوس کرنے میں مدد دینی چاہئے جس سے بچے کی وہ ضرورت پوری ہو جائیگی جسکے لئے اُسے خیالی دنیا کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

دیش بدیش کی بات



ازجناب راے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشر

۲۶ جولائی ۱۹۴۰ء

ادھر لڑائی کا معاملہ کچھ ڈھیلا چل رہا ہے۔ لیکن اس کی تیاری دونوں طرف تیزی سے ہورہی ہے۔ پہلے خیال تھا کہ اسپین جنگ سے الگ رہیگا لیکن کہا جاتا ہے کہ وہاں ابھی سے جرمن فوجوں کا کثیر اجتماع ہو رہا ہے۔ جنگ میں شامل نہ ہوتے ہوئے بھی اسپین انگریزوں سے قلعہ جبرالٹر کا مطالبہ کررہا ہے۔ اس لئے وہ خواہ جنگ میں شامل ہو یا نہ ہو لیکن اس راستے سے جرمنی کو جبرالٹر پر حملہ کرنے کی آسانی ضرور ہوسکتی ہے۔ برطانیہ اس کی حفاظت کا انتظام کررہا ہے اور عورتوں اور بچوں کے علاوہ دیگر غیر فوجی لوگ بھی وہاں سے ہٹائے جارہے ہیں۔ قلعہ ہے مضبوط اور بحری و بری دونوں طرف سے حملہ ہونے پر اس میں مدافعت کی کتنی قوت ہے یہ عام لوگ نہیں جان سکتے۔ اُمید ہے کہ دفاعی انتظام اچھا ہوگا یہ قلعہ بہت سنگین ہے اور اس کو فتح کرنا آسان نہیں ہے۔ برطانیہ کے مغربی ساحل پر لوگوں کو دفاعی کمی کا جو خیال تھا اس کا بھی اب انتظام ہوگیا ہے اور اس طرف سمندر میں آہنی سرنگیں بچھا دی گئی ہیں کہ کوئی اپنا یا پرایا جہاز بغیر رہنمائی کے نہیں جا سکتا۔ سارے برطانیہ میں ہر قسم کی حفاظت کا انتظام کیا جا چکا ہے۔ اور تقریباً ۲۰ لاکھ فوج اور محافظوں

کا انتظام ہو چکا ہے۔ بحری قوت میں برطانیہ کے جنگی جہازوں اور ہوشیار جہاز رانوں کا مقابلہ کرنا آسان نہیں ہے۔ چنانچہ سمجھا جاتا ہے کہ اب سوائے ہوائی جہازوں کے اور کسی بھی طرح برطانیہ پر حملہ نہیں ہوسکتا اس وقت دشمن کی ہوائی قوت زبردست ضرور ہے لیکن حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے برطانیہ میں ہوائی جہازوں کی تعداد کافی سے زیادہ ہے یہاں تک کہ حفاظت کے علاوہ جرمنی میں جو برطانی ہوائی جہازوں کے ذریعے نقصان پہنچایا جا رہا ہے اُس کے جاری رہنے کی بھی اُمید ہے۔ امریکہ جتنے ہوائی جہاز دیتا تھا اُس کے علاوہ تین ہزار ماہوار اور بھی دے گا اس بات کا بھی انتظام ہوگیا ہے۔ یہ بات بہت اُمید افزا ہے۔ اتنے ہوائی جہاز جرمنی اور اٹلی مل کر بھی نہیں تیار کرسکتے اور اُمید ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں برطانیہ کے پاس جرمنی سے زیادہ ہوائی جہاز ہو جائیں گے۔

ریاست ہائے بلقان میں اِدھر کافی گڑبڑ مچی ہے۔ کہتے ہیں کہ اگرچہ رومانیہ جرمنی کے ساتھ ہے تاہم وہ روس کے اثر میں زیادہ ہے۔ دیکھئے اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ ہنگری اور بلغاریہ رومانیہ سے اپنے اپنے صوبے واپس مانگ رہے ہیں۔ جرمنی یہ جھگڑا



لندن کے پھول۔ یہ اُس وقت کا سین ہے جب موسم بہار میں ریجنٹ پارک کے کوئین میریز باغ میں ہزاروں ٹیولپ بلب لگائے گئے تھے۔ جنگ ایسے پارکوں کے کام میں دست اندازی نہیں کرسکتی۔



شمالی آئرلینڈ کی حکومت نے بیل فاسٹ کے باہر بنی ہوئی پارلیمنٹ کی عمارت کے گرد زمین میں کھیتی کرنی شروع کردی ہے تاکہ سبھی کسان بیلا۔ بچی ہوئی زمین میں بھی کھیتی کرنے کے لئے راغب ہوں۔

کرنا چاہتا ہے لیکن اس سے طے نہیں ہو رہا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ریاستیں جرمنی سے زیادہ ربط قائم کرتی ہوئی ڈرتی ہیں۔ اور روس کی طرف مائل ہو رہی ہیں۔ یہ ابھی ظاہر نہیں ہوا ہے۔ یہ بھی خیال ہے کہ بلقانی ریاستوں میں روسی گڑبڑی کی وجہ سے ابھی تک جرمنی برطانیہ پر حملہ نہیں کر سکا۔ اور جب تک یہ طے نہ ہو جائے اس وقت تک شاید حملہ نہ ہو۔ ادھر لتھونیہ، اشتونیہ اور لیٹویا نامی تین بالٹک ریاستیں روس میں شامل ہو گئی ہیں اور فن لینڈ کے لئے بھی یہی سوال پیش ہے۔ اگرچہ ابھی کچھ طے نہیں ہوا ہے تاہم اس پر بھی دباؤ پڑ رہا ہے۔ اٹلی فلسطین کی طرف بھی نظر اٹھا رہا ہے۔ جنگ میں اس کی بحری طاقت کو کچھ نقصان ہوا ہے اور اس کی ہوائی طاقت کچھ کام نہیں کر پائی۔ بری فوج کینیا اور مصری سوڈان میں بڑھنے کی کوشش میں ہے۔ ابھی اسے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی لیکن کینیا میں وہ کچھ بڑھا ہے۔ فرنچ انڈوچین میں جو نیا گورنر فرانس کی موجودہ حکومت نے مقرر کیا تھا اس نے چارج لے لیا ہے۔ اس سے اس کا مستقبل کیسا ہوگا یہ سوال بھی درپیش ہے۔ جاپان چین پر دباؤ ڈال رہا ہے لیکن ابھی وہ مصروف جنگ ہے۔ روس کی امداد پر چین کو ابھی بھروسہ ہے۔ برما کا جو راستہ چین کے لئے بند ہوا ہے اس کے متعلق چین میں کوئی قطعی رائے نہیں قائم ہوئی۔ امریکہ بھی مطمئن نہیں ہے۔ جاپان، جرمنی اور اٹلی سے میل بڑھا کر برطانیہ اور امریکہ سے بھی دوستی رکھنا چاہتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہو سکے گا۔ یہ بات وقت بتلائے گا۔ ابھی تک چین آسانی کے ساتھ برسوں لڑنے کے لئے تیار ہے اور جاپان برسوں اتنا فوجی خرچ برداشت نہیں کر سکتا۔

(۱۷ اگست ۱۹۴۰ء)

فرانس اب قریب قریب جرمنی کا مکمل غلام ہوا جا رہا ہے۔ وہاں کے فوجی افسر جنرل ڈی گول جو انگریزوں سے مل کر فرانس کی آزادی کے لئے جنگ کر رہے ہیں انھیں قومی غداری کے الزام میں موجودہ فرنچ حکومت نے سزائے موت دی ہے۔ یعنی اگر وہ فرانس کی موجودہ حکومت کے قبضہ میں آجائیں گے تو انھیں پھانسی ہوگی۔ اسی طرح سابق وزیراعظم موسیو دلادیر اور کئی دیگر وزرا ہیں جنھوں نے فرانس کی ترقی اور جمہوریت کی حفاظت کے لئے جرمنی سے جنگ چھیڑی تھی اُن پر بھی قوم سے غداری کا مقدمہ چل رہا ہے۔ وہاں کے موجودہ فرمانروا بھی قوم کے اتنے دشمن نہیں ہیں کہ وہ ایسے کام خوشی سے کر سکتے ہوں۔ شکست کے وقت شاید انھوں نے یہ سوچا تھا کہ اطاعت کرنے سے ہٹلر اُن سے اچھے سلوک کریگا۔ مگر یہ بات تو ہوئی نہیں اور غیر مسلح ہو جانے سے وہ جرمنی کے قبضہ میں آگئے۔ پہلے یہ خیال تھا کہ فرنچ نوآبادیاں موجودہ مفتوح فرنچ حکومت کا ساتھ نہ دینگی اور برطانیہ کا ساتھ دیتے ہوئے لڑائی جاری رکھیں گی لیکن ایسا ہوا نہیں۔ صرف کچھ نوآبادیوں نے جنرل ڈی گول کا ساتھ دیا۔ فرانس کی قریب قریب کل بحری فوج برطانیہ کے قبضہ میں آگئی ہے۔ روس کا کام اس موقعہ پر خوب بن رہا ہے۔ لیتھونیہ، لیٹویہ اور اشتونیہ بالٹک ریاستیں ۱۹۱۷ء کے قبل روس ہی کی تھیں اور اب پھر بخوشی اُسی میں مل گئی ہیں۔ فنلینڈ کا بھی آجکل میں یہی حشر ہونے والا ہے۔ پولینڈ کا مشرقی حصہ اور رومانیہ کے کچھ حصے اُسے مل چکے ہیں۔ اس وقت رومانیہ کے دو بروجا اور ٹرانسلوینیا نامی جو حصے ہیں ان کے بارے میں بلغاریہ اور ہنگری کے قبضہ پر غور ہو رہا ہے۔ یہ حصے ۱۹۱۹ء کے قبل انھیں ملکوں کے تھے لیکن گذشتہ جنگ عظیم کے بعد رومانیہ کو مل گئے تھے۔ جب سے رومانیہ جرمنی کی طرف ہو گیا ہے تب سے ہنگری اور بلغاریہ کے سوال زوروں سے اُٹھائے گئے ہیں۔ پہلے تو رومانیہ اپنے صوبے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا اور جرمنی کی رائے ہوتے ہوئے بھی پس و پیش کرتا تھا لیکن جب روس نے بھی صاف جواب دیدیا اُس وقت سے کچھ کچھ مانتا نظر آتا ہے۔ جرمنی کی خواہش ہے کہ جب تک وہ اُدھر برطانیہ سے برسرپیکار ہے تب تک بلقان میں امن رہے۔ اٹلی ہے تو جرمنی کا حلیف لیکن بلقان کے سوال پر دونوں میں کچھ اندرونی اختلاف ممکن ہے۔ روس کی آئندہ کیا پالیسی

ہوگی اس کا انحصار مستقبل میں پیش آنے والے واقعات پر ہے اگر ابھی سے بلقان میں کچھ گڑبڑ ہوئی تو موجودہ حالات میں برطانیہ کا فائدہ ممکن ہے یہ سوال رومانیہ، ہنگری اور بلغاریہ کے جھگڑوں پہلا ایک طرف منحصر ہے تو روس کی چالوں پر دوسری طرف البانیہ میں اٹلی کے خلاف بغاوت شروع ہوگئی ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دبا دی جائے گی۔

حبش میں بھی گڑبڑ ہو رہی ہے اور وہاں کے سابق بادشاہ ہیلی کی مخالفت کے لئے انگلینڈ سے حبشہ کو روانہ ہو گئے ہیں۔ جنوبی افریقہ کی فوج بھی وہاں پہنچنے والی ہے اور وہاں بغاوت روز افزوں پر ہے۔ اٹلی کے پاس شمالی افریقہ میں تقریباً ڈھائی لاکھ فوج ہے اور مزید پہنچ سکتی ہے۔ پہلے ایسا خیال تھا کہ برطانیہ اور فرانس کی فوجیں مل کر اٹلی کو بحر روم کی طرف سے آسانی سے کچل سکینگی لیکن اب فرانس جنگ سے علیحدہ ہوگیا ہے اور تنہا برطانیہ لڑ رہا ہے۔ اس کی بحری اور ہوائی فوجیں تو بہادری دکھا رہی ہیں لیکن ابھی خشکی پر کوئی بڑی لڑائی نہیں ہوئی ہے اٹالین فوج برٹش سومالی لینڈ پر حملہ کر رہی ہے لیکن یہ بات کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی برطانیہ برابر مقابلہ کرکے فتح کی اُمید رکھتی ہے۔ ادھر مصر پر بھی اٹلی حملہ کرنے کی فکر میں ہے اس کی مدافعت میں لڑائی ضرور ہوگی۔ برطانیہ کی طرف جو لڑائی ہونے والی ہے اس کا دور اکتوبر کے آخیر تک ہی رہ سکتا ہے یا زیادہ سے زیادہ وسط نومبر تک۔ اس کے بعد جاڑا زیادہ ہوتا ہے اور کہرا اتنا پڑنے لگتا ہے کہ زوردار لڑائی نہیں ہوسکتی۔ اور شمالی افریقہ میں وہی زمانہ اچھی لڑائی کا ہوگا چنانچہ دو ڈھائی ماہ تک برطانیہ کی طرف زوردار لڑائی ہوگی اور سردی میں بحر روم کی طرف۔ اُمید کی جاتی ہے کہ برطانیہ اس وقت تک ہوائی اور بحری لڑائی میں اٹلی کو کافی نقصان پہنچا سکیگا اور بری فوج بھی کافی جمع کرسکے گا ترکی یونان اور یوگوسلاویہ ہوشیار ہیں اور اپنا اپنا انتظام کر رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک ان کے لڑائی میں



لندن کے رائلمنٹ کا ایک منظر۔ تصویر میں ایک آدمی جنتوں میں سوراخ کرتا ہوا دکھایا گیا ہے یہ تمغے شہنشاہ جارج ششم بہادر سپاہیوں کو عطا کرینگے رائلمنٹ ہر سال ......۴۰۰۰ سے زیادہ تمغے حکومت برطانیہ اور دیگر نوآبادیوں کے لئے ڈھالتا ہے۔

شامل ہونے کا وقت نہیں آیا ہے۔ اب تک یہ برطانیہ کے ہمدرد نظر آتے ہیں۔ اسپین بظاہر غیر جانبدار ہے لیکن پہلے جرمنی اور اٹلی سے ملا ہوا تھا۔ ادھر ایک گڑبڑی بھی ہوگئی ہے۔ اس نے جرمنی میں اپنے کرنسی نوٹ چھپوائے تھے جو آج کل اسپین میں رائج ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جرمنی نے ایک ہی نمبر کے دہرے نوٹ چھاپ کر ایک تو اسپین کو دیئے اور دوسرے چالاکی سے وہاں جاری کرکے بہت سا روپیہ حاصل کر لیا۔ اگر یہ حقیقت ہے تو جرمنی سے اسپین یقیناً کچھ بگڑا ہوگا پھر بھی اس میں چونکہ اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ اٹلی اور جرمنی کی خواہش ٹھکرا سکے اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر تو وہ جرمنی سے دوستی رکھیگا اور بباطن برطانیہ کا خیرخواہ رہے گا۔ آج کل سر سموئل ہور برطانیہ کے سفیر کی حیثیت سے وہاں گئے ہیں وہ جنرل فرینکو کے ذاتی دوست ہیں چنانچہ اُمید کی جاتی ہے کہ اسپین اور برطانیہ کے درمیان دوستی ہو جائے گی۔

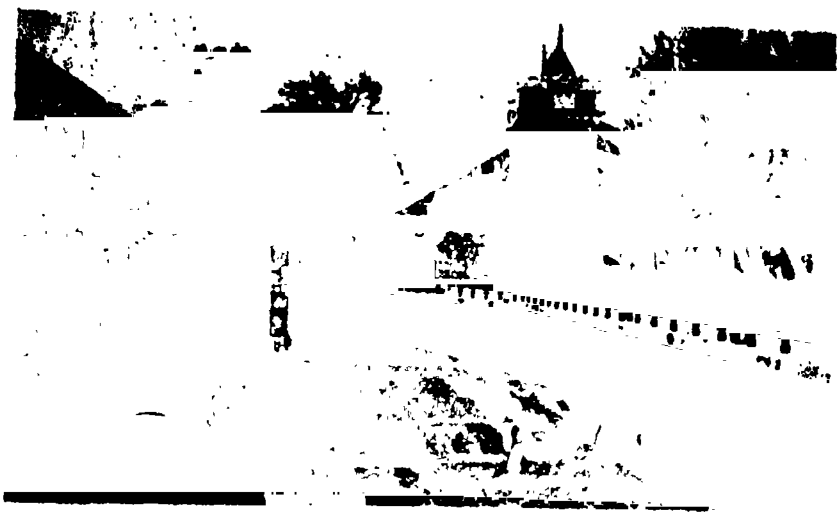
ادھر جرمنی برطانیہ پر حملہ کرنے والا ہے اسکے یہاں بری فوج کی کمی اور برطانیہ میں کثرت ہونیکے باعث وہاں اپنی فوج اُتارنا جرمنی کے لئے ٹیڑھی کھیر ہے ادھر برطانیہ کے گرد بحری سرنگیں بھی کثرت سے بچھا دی گئی ہیں اور توپوں، ہوائی جہازوں اور بحری فوج کی حفاظت کا بھی بہترین انتظام ہے ان وجوہ سے دو ہی صورتوں میں جرمنی کو آسانی حاصل ہونیکا امکان ہے یعنی یہ کہ اول تو وہ جبرالٹر کو فتح کرلے یا آئرلینڈ پر قبضہ کرلے۔ جبرالٹر فتح کرنے کے لئے اسپین کی مدد ضروری ہے۔ جس کا حاصل ہونا اس کے لئے ایکایک مشکل ہے۔ اگر وہ اپنے ملک سے ہوکر جرمن فوج کو جانے بھی دے تو جبرالٹر کا قلعہ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ وہ ایک پہاڑی میں بنا ہے۔ جس پر چڑھنے کے لئے چکر دار راستہ ہے جو مضبوطی کے ساتھ حکومت برطانیہ کے ہاتھ میں ہے راستہ چھوڑکر وہاں تک پہنچنا تقریباً ناممکن ہے ہر طرف چھپی ہوئی توپیں لگی ہیں جن کے باعث میں چھپی ہونے کی وجہ سے ان پر تو وار ہو نہیں سکتا۔

اور انکے حملے برابر ہوں گے وہاں جتنی آبادی غیر سپاہی تھی وہ باہر بھیجی جا چکی ہے اور اب صرف سپاہی اور ضروری ڈاکٹر وغیرہ وہاں رہ گئے ہیں انکے پاس کھانے پینے کا سامان سال دو سال کے لئے ضرور ہوگا گذشتہ زمانے میں یہ قلعہ کئی بار گھیرا گیا لیکن کبھی فتح نہ ہوا جب تک وہاں کے لوگ خود دغا بازی نہ کریں تب تک اس کا فتح ہونا ناممکن ہے بحری اور ہوائی حملے بھی اس پر کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جب تک یہ قلعہ برطانی قبضہ میں ہے تب تک اٹالین بحری فوج بحر روم سے باہر نہیں نکل سکتی کہ برطانیہ کو نقصان پہنچائے۔ بحر روم کا دوسرا دروازہ مشرق کی طرف نہر سویز ہے وہ بھی برطانی قبضے میں ہے اور ابھی مستقبل قریب میں اس پر کسی اور کا قبضہ ہوتا نہیں نظر آتا درہ دانیال ترکی کے ہاتھ میں ہے اس کا استعمال بحر اسود تک پہنچنے والی طاقتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسروں سے نہیں۔ چنانچہ ابھی تک کسی بحری فوج کے ذریعے برطانیہ یا آئرلینڈ پر فوج اتارنے کا اندیشہ کم ہے۔

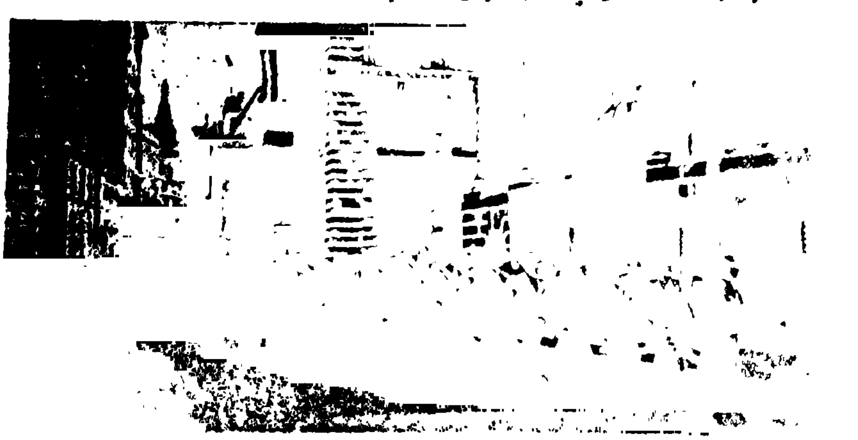
دوسرا اندیشہ آئرلینڈ پر حملے کا ہے۔ برطانیہ کا مغربی ساحل سمندر کو مشرقی اور جنوبی ساحل کے برابر مضبوط عام لوگ نہیں سمجھتے۔ درحقیقت وہاں کیا حالت ہے۔ یہ فوجی افسران ہی کو معلوم ہوگی۔ آئرلینڈ فرانس سے ڈھائی تین سو میل کے فاصلے پر ہے۔ اتنی دور چلکر برطانی جہازوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر جرمنی کا وہاں اپنی فوجیں اتار دینا آسان نہیں ہے۔ پھر آئرش سمندر کی طرف بھی سرنگوں کے ذریعے برطانیہ محفوظ ہے اور دوسرے حفاظتی انتظامات بھی ہیں۔ اب دیکھنا چاہئے کہ حملے کے لئے کس یا کن طریقوں کو عمل میں لاتا ہے۔ برطانیہ میں فوج اتارنے کے بعد بھی جگہ بہ جگہ حفاظتی انتظامات کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ برطانیہ نے تقریباً ۲۰ لاکھ بڑی فوج بھی وہاں جمع کر لی ہے وہ جان توڑ کر لڑ رہا ہے اور امید یہی ہے کہ اگر حملہ آور فوج وہاں پہنچ بھی گئی تو ضرور ہار جائے گی۔



بحری تیاریوں کے لئے برطانیہ میں سڑ زیادہ مقدار میں پیپوں میں بھری جا رہی ہے۔ تصویر میں مشین سے سڑ کا چھلکا چھڑا اسے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اس کے بعد وہ پیپوں میں بھری جائیگی۔ اسکی چھال، پتیاں اور تنہ کھاد کے طور پر استعمال ہونگے۔



ٹاور آف لندن کا ایک منظر۔ یہ ٹاور لندن کی حفاظت کیلئے بنائی جانے والی عمارتوں میں سب سے قدیم عمارت ہے اب اسکے گرد کھائیں کھود کر سبزی بوئی جا رہی ہے۔



۱۹۱۴ء کی برٹش ایکس پیڈیشنری فوج کے سپاہی ۲۵ سال بعد اسی جوش و ولولہ کے ساتھ جنگی تمغے لگائے لندن کے لارڈ میر کے سامنے قواعد کر رہے ہیں ایک ہزار سے زیادہ آدمی اس پریڈ میں شریک تھے۔

ادھر ۸ اگست سے بہت زوروں سے ہوائی حملہ ہو رہا ہے۔ جس میں ابھی تک برطانیہ ہی کی فتح نظر آ رہی ہے اگرچہ بموں کے ذریعہ کچھ نقصان ضرور ہو رہا ہے جو ناگزیر ہے۔ برطانیہ کے پاس جرمنی کے مقابلہ میں ہوائی طاقت کی کمی ہے لیکن حفاظت کے لئے وہ کافی سے زیادہ ہے۔ برطانیہ نے مناسب مقامات پر سیکڑوں برقی غبارے بھی اُڑا رکھے ہیں۔ جن سے ٹکرا جانے سے ہوائی جہاز فوراً تباہ ہو جاتا ہے۔ برطانی ہوائی جہاز تو انکی خصوصیت سے واقف ہیں ہی اس لئے بچ کر چلتے ہیں لیکن دشمن کے جہاز ناواقفیت کی بنا پر ان سے ٹکرا جاتے ہیں۔ یہ غبارے تھوڑے سے خرچ میں تیار ہو سکتے ہیں لیکن ان سے حفاظت بہت ہوتی ہے۔ برطانیہ چھوٹا سا ملک ہونے کی وجہ سے ان سے بہت فائدہ اُٹھاتا ہے۔ ادھر جرمنی کا اپنا ملک ہی بہت وسیع ہے اور مفتوحہ ممالک کو ملا کر تو وہ بہت ہی بڑھ گیا ہے چنانچہ وہاں اُنکے ذریعے پوری حفاظت نہیں ہو سکتی ادھر ہوائی لڑائی بہت تیزی سے ہو رہی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دس پانچ روز میں اور بھی زور پکڑیگی۔ جرمن ہوائی جہازوں کا کافی نقصان ہو رہا ہے اور برطانیہ کا بہت کم۔ اُن کے حملوں سے برطانی جہازوں کا نقصان بھی بہت کم ہے اور خیال ہے کہ جرمن ہوائی جہازوں کو جو نقصان پہنچ رہا ہے اس کے مقابلے میں اُن کے ذریعے ہونے والا نقصان تو بہت ہی کم ہے۔ شمالی فرانس میں جرمنی نے کئی ایسی توپیں لگائی ہیں جن کے گولے انگلش چینل پار کر کے انگلینڈ میں گرتے ہیں۔ ایسی توپیں تھوڑے گولے داغ کر بیکار ہو جایا کرتی ہیں۔ انھیں بارتھا توپ کہتے ہیں۔ اُمید ہے کہ برطانی ہوائی جہاز انھیں بمباری کر کے توڑ ڈالیں گے۔ ادھر برطانی جہازوں نے جرمنی کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے اور اُمید ہے کہ وقت کے ساتھ یہ نقصان بڑھتا ہی جائے گا۔

امریکہ حکومت برطانیہ کو توپوں، بموں، ہوائی جہازوں وغیرہ کی کافی مدد پہنچا رہا ہے بہت سے امریکن کناڈا کی معرفت برطانی ہوائی جہازوں میں ہوائی جہاز چلانے کے کام پر برطانی ہوائی فوج میں بھرتی ہو رہے ہیں۔ کناڈا بھی بہت زیادہ مدد کر رہا ہے۔ ان دنوں یہ سوال بھی اٹھ رہا ہے کہ امریکہ برطانیہ کو ۵۰ تباہ کن جہاز دیدے اور اُن کے عوض میں نقد دام یا پنامہ کے قریب ایک برطانی جزیرہ لے لے اور ادھر کے کچھ دوسرے برطانی جزیرے میں فوجی اڈے قائم کرنے کا اختیار لے لے۔ یہ باتیں امریکہ کی نہر پنامہ کے لئے مفید سمجھی جاتی ہیں حکومت برطانیہ انھیں پسند کرتی ہے اور معاملہ قریب قریب طے ہوتا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ابھی تک سرکاری طور پر کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی۔ نہ سرکاری طور پر انکار کیا گیا۔ قیاس ہے کہ یہ معاملہ بہت جلد طے ہو جائیگا۔ امریکہ کے وزیر نے ایک بار یہاں تک کہہ ڈالا کہ کہنے کو خواہ کتنی ہی فضول بات معلوم لیکن اب تک ہمارا ملک جرمنی سے جنگ نہیں کر رہا ہے۔ وہاں کے صدر کا انتخاب نومبر میں ہو جائے گا اور توقع ہے کہ مسٹر روز ویلٹ ہی پھر منتخب ہوں گے۔ انگریز کہتے ہیں کہ جولائی ۱۹۴۱ء سے پہلے امریکہ کا شریک جنگ ہونا چنداں مفید نہیں ہے اور اس عرصہ میں وہ غیر جانبدار رہ کر برطانیہ کو زیادہ فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نومبر کے انتخاب کے بعد امریکہ برطانیہ کی مدد کرنے میں روز بروز ترقی کرتا جائیگا۔ یہاں تک کہ کسی روز علانیہ جنگ میں شریک ہو جائیگا۔ جو کچھ خطرہ ہے وہ وسط نومبر تک سمجھا جاتا ہے اس کے بعد جنگ میں جاڑے کی وجہ سے تین چار مہینے تک سستانے کا موقعہ مل جائیگا۔ اور اس درمیان میں برطانیہ کی ہوائی طاقت جرمنی سے بہت بڑھ جائے گی۔ برطانیہ کی بحری طاقت بڑھی ہوئی ہے ہی اور حفاظت کے لئے بری طاقت بھی کافی ہو جائیگی۔

ادھر بحر روم میں بھی اٹالین ہوائی اور بحری قوت اپنے سامنے کچھ نہیں ہے لیکن فرانس کے الگ ہو جانے سے بری فوج کا سوال اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ دو تین مہینوں کے اندر اس کے بھی پورے ہو جانے کی اُمید ہے اور بیچ میں اٹلی چاہے سمالی لینڈ وغیرہ میں کوئی اقتدار حاصل کرے لیکن اور کچھ نہ کر سکے گا۔ ادھر اُس نے یونان کو یہ دھمکی دی ہے کہ وہ اپنے اوپر سے برطانی حفاظت کے معاہدے کو توڑ دے۔ لیکن اس نے اس سے صاف انکار کر دیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ ملک اُس طرف برطانیہ کو اتنا طاقتور سمجھتا ہے کہ جرمنی اور اٹالین دھمکیوں سے نہیں ڈرتا۔ ترکی کا معاہدہ یونان، یوگوسلاویہ اور رومانیہ سے ایسا ہے کہ یہ چاروں ملک مدافعت کے لئے باہم متحد رہیں گے۔ ادھر جرمنی نے ترکی کو ملانے کی کئی کوششیں کیں لیکن وہ سب ناکام رہیں۔ ان ملکوں کا آج کل ایسا خیال معلوم ہوتا ہے کہ اگر جنوب مشرقی یورپ میں روس کا اقتدار بڑھے تبھی ان ملکوں کی خیر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اندر ہی اندر روس نے ان ملکوں سے کچھ وعدے کر رکھے ہیں جس کی وجہ سے یہ اٹلی اور جرمنی کی طرف جھک رہے ہیں۔ سمالی لینڈ کی لڑائی کی رفتار خراب ہے۔ اگر اس پورے ملک پر اٹلی کا قبضہ ہو گیا تو عدن اور مصر کی طرف دست اندازی کرنے کا کچھ ارادہ ہے اگرچہ اس میں کامیابی کی اُمید ہے۔

مشرق بعید میں جاپان فرینچ کوچین چائنا اور ڈچ ایسٹ انڈیز کی طرف پیر بڑھا رہا ہے کوچین چائنا میں جمنے سے وہ چین کے دو ایک صوبوں پر اور اثر ڈالنے کی فکر میں ہے چین سے خبر آئی ہے کہ جاپان نے جرمنی اور اٹلی سے اس قسم کا معاہدہ ہوا ہے کہ کوچین چائنا اور ڈچ ایسٹ انڈیز پر کچھ قبضہ حاصل کرنے کے بدلے وہ برطانیہ سے جنگ کرے۔ ابھی جاپان کا رُخ ایسا نہیں نظر آتا کیونکہ ایسا کرنے سے شاید اُس کے خلاف امریکہ بھی میدان میں آ جائے۔ غرضیکہ مشرق بعید کا معاملہ دو رُخا سمجھا جاتا ہے اور دونوں طرف سے وہ کسی جانب بھی ڈھلک سکتا ہے۔ چینی جنگ کی رفتار بدستور ہے۔ ادھر ہندوستان میں حضور وائسرائے اور وزیر ہند نے سمجھوتے

نے کئی شرائط پیش کئے ہیں جو رجعت پسند جماعتوں کو تو پسند ہیں لیکن کانگریس ناپسند کرتی ہے حکومت کہتی ہے کہ کانگریس مانے یا نہ مانے مگر عمل ضرور کیا جائے گا اس پر۔ ولایت کے کچھ اخبار یہ کہتے ہیں کہ حکومت کو یہ شرائط آخری نہ کہنے چاہئیں بلکہ ان کی بنیاد پر معاملہ آگے چلانا ٹھیک ہے۔ ابھی قطعی طور پر سمجھ میں نہیں آتا کہ معاملہ کس طرح چلے گا۔ ادھر انکا اور ہندوستان میں تجارت کے متعلق نو سر تک بات چیت شروع ہونے والی ہے۔ یورپ میں آج کل یہ بھی خطرہ پیدا ہوا ہے کہ آئندہ جاڑے میں اتنا سخت قحط پڑے گا کہ اگر کوئی خاص انتظام نہ ہوا اور برطانیہ کا بحری محاصرہ کمزور نہ ہو تو پچاس لاکھ نفوس تک کا فرانس، ہالینڈ، بلجیم، پولینڈ وغیرہ میں مرجانا ممکن ہے۔ اگر لوگ بھوکوں مرنے لگیں گے تو زبردست گڑبڑ مچے گی۔ اس کا کیا نتیجہ ہوگا یہ ابھی تک سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ لوگوں نے امریکہ سے اس سلسلہ میں خط کتابت کی ہے لیکن امریکہ کا قول ہے کہ اس بات کی ساری ذمہ داری جرمنی پر ہے۔ اور امریکہ برطانیہ سے محاصرہ اٹھانے پر زور نہیں ڈال سکتا۔ کیونکہ اسی ایک طریقہ سے اسے فتح یا مدافعت کی توقع ہے۔ اگر ایسا معاملہ سامنے آیا تو دیکھنا ہے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ معاملہ ہے بہت ٹیڑھا اور سخت۔

پانچ کروڑ سال قبل کی مچھلی

گذشتہ دسمبر میں شمالی امریکہ کے سمندر سے ایک مچھلی نکلی ہے جو اب سے پانچ کروڑ سال قبل پائی جاتی تھی۔ بویریا کے پہاڑوں سے مچھلی کا جو ڈھانچہ برآمد ہوا تھا وہ بالکل اسی مچھلی کا تھا اور اس زمانہ کا تھا جب یہ پہاڑ پانی سے ڈوبے ہوئے تھے۔

حیرت ہے کہ پانچ کروڑ سال میں بھی اصول ارتقا نے مچھلی کی اس قسم پر اپنا کوئی عمل نہیں کیا۔

گاؤں کے گیت

(از شری جنسی دھر شکل)

یہاں نو پہرہ کوئی ایسا گیت شائع کیا کریں گے جو کسی نہ کسی ضلع کے دیہاتوں میں رائج ہو۔ یہاں جو گیت شائع کیا جا رہا ہے وہ اودھی بولی میں لکھا گیا ہے۔

چروا ہا گا سے چرائے رہا

کمری اوڑھے پولا پہرے، کاندھے پر ٹیڑھا لٹھ دھرے
ہر بن کا حاکم آ سے رہا

بن کا راجہ، من کا راجہ، یہ دنیا بھکی یہ جیا
او بڑا مہاجن چھتر پتی، سب دھرتی پر قبضہ کر جا
کھرو پھو سو جکا اوب کرسے او گھانسو کی جو ٹی کاٹے
سب او من کیرے موتی بٹوری آن بوے ہریہن کا بانٹے
او بچھرن سے بلمرائے رہا

او سر بنجر او بڑ کھا بڑ جہاں راہ نہ پیڑا جل جنگل
کا نشا کھو بھر روندت پھاندت او گائے رہا بر ج کا منگل
بر ہا ادھائیں تو خود اگھائے ہر ہا بھوکے تو خود بھوکا
ہر ہن کی موج موج بھکی سیر ہا سوکھا تو جیو سوکھا
تل تل دھرتی پنجیائے رہا

دھانہری، کنوری، انگڑی، پنگری، اندھری، لولی، لبی چپلی۔
سیری، موری، برھنی، ٹھنگنی، ہربی، بھری، میلی، ملبی۔
رتی، پھتی، گھنٹہ دانی، مرہا، بچھیا، مرہا، پھرا
عکبا، کوئلیا، شیام کرن، مرکھا سانڈ چتلا کبرا
سب یا کے راہ چلائے رہا

ؤ دس گائن سے مانگ جانچ بھو رہیں دونکا ماں دودھ پئے
جب ہوئے پیا سا کنواں ہلے سینٹھا بیہڑ راسے نیرپئے
دو پہر ماں نہی سے تیرسے، پیچ پیڑوں کی جڑنی بیار
گوڑھی بیغار کے چھانہہ پائے بھو نزہ سینکے ابرا سمہار
بن بون بھنور یا کھائے رہا

گھاون دالا گمڑا شریر بھٹی فنو ہی بن کا باسی
بیپے کا اجلا میلا بھیس والی گرہستہ او سنیاسی
ہریاری گھاس کی بیٹھی پہ کمری اوڑھے آدھی بچھائے
بانہن کی تکیہ لٹھ داب، نر بجے ڈکو ندیا سوئے جائے
او سو تو ماں غرّائے رہا

گھی دودھ مانگ کے ہر ہن سے سبکا طاقت پہنچائے رہا
ہر ہا پائے ہر بھگت کرے، بھولی پھار انوا پکا سے رہا
یہی کا نتیجہ مورکھ کہیں مورکھ جو مورکھ ہر ہن کے بل پر
چاہے تو چین ماں جگ اُلٹے پتھرے کپڑے پاون تر
دنیا کا نیتی سکھائے رہا

ہمارے صوبے میں گرام سدھار

جولائی سنہ ۱۹۴۰ء کے کاموں کی تفصیل

بارش شروع ہو جانے پر باشندگان دیہات اور کارکنان دیہات سدھار کی توجہ کھیتی کے متعلق کارروائیوں کی جانب مبذول ہوئی۔ اس ماہ اصلاح شدہ خریف کے بیج بوتے، گہری جوتائی کرنے، ہری کھاد کے لئے سنئی بونے اور پھل و ایندھن کے درخت اور ترکاری لگانے کے لئے کسانوں سے اصرار کرنے کے خیال سے زیادہ سے زیادہ پروپیگنڈہ کیا گیا۔ اصلاح شدہ طریقے پر کھیتی کرنے اور خریف کی فصل پیدا کرنے کے لئے کسانوں کے کھیتوں ہی میں مظاہرے کئے گئے۔

گاؤں میں تنظیم کا کام پہلے کی بہ نسبت زیادہ نہیں ہوا۔ کیونکہ آرگنائزر اپنے حلقے کی رجسٹرڈ زندگی سدھار سوسائٹیوں کے سالانہ آمد و خرچ کی تفصیل تیار کرنے میں مصروف تھے۔ اس ماہ ۵۳ سوسائٹیاں رجسٹرڈ ہوئیں اور ۱۴۲ نئی سوسائٹیاں قائم ہوئیں۔

کھاد کے گڈھے، جاذب گڈھے، کنوئیں، پنچایت گھر اور نمونے کے مکانوں کے بنانے میں بارش کی وجہ سے دقت پیش آئی۔ اسلئے ان کی تعمیر کا کام برسات تک کے لئے ملتوی کر دیا گیا پھر ٹلے ہوئے کام تیزی سے پورے کئے گئے۔ اس طرح ۲۲ پنچایت گھر، ۱۵ کنوئیں، کئی نالیاں، پل اور سڑکوں کی شاخ بنانے کا کام پورا ہوا۔

بیشتر گاؤں سدھار سنٹروں میں عوام کی صحت اس ماہ درست تھی۔ صرف تھوڑے سے اضلاع کے سنٹروں میں ہیضہ شروع ہو گیا تھا لیکن کارکنان گاؤں سدھار کی مستعدی نے اسے بڑھنے سے فوراً روک دیا۔ ۸۳۷۵ ٹیکے ایسے رقبے کے لوگوں کو لگائے گئے جہاں بیماری پھیلی تھی اور بکھرے ہوئے دیہاتوں میں حفظان صحت کے اصول براڈکاسٹ کے ذریعے سمجھائے گئے۔ دو ضلعوں کے گاؤں سدھار سنٹروں میں مویشیوں کی بیماری پھیلی۔ ان سنٹروں میں مقامی ملازمان ویٹرنری کی مدد سے فوراً کارروائی کی گئی۔ گاؤں سدھار دواخانوں اور دوا کے بکسوں نے دوا دینے کا مفید کام جاری رکھا۔ اس ماہ ۱۴۰۱۶۶ مریضوں کا علاج ہوا۔

محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے ۱۴ ضلعوں میں پھر بالغوں کے اسکول کھولے گئے جن میں ضلع اسکاؤٹ آرگنائزروں کے ذریعے تعلیم بالغان کے استادوں کو کافی تعداد میں تعلیم دی جا چکی ہے۔ ان تربیت یافتہ استادوں نے ضلع اسکاؤٹ آرگنائزروں کی نگرانی میں اسکاؤٹ ٹروپ بنانے شروع کر دئے ہیں۔ ان تربیت یافتہ استادوں کی مدد سے تعلیم بالغان اور تحریک اسکاؤٹنگ کی بنیاد ان اضلاع میں مستحکم ہو گئی ہے۔ اس صوبے کے دوسرے اضلاع تعلیم بالغان کے مدرسوں کے لئے ضروری لوگوں کو تعلیم دے رہے ہیں۔

تمدنی کارروائیاں گاؤں سدھار کتب خانے اور ریڈیو سنٹر بہت مقبول رہے۔ اس امر کی اطلاع ملی ہے کہ گاؤں والے لڑائی کی خبروں میں کافی دلچسپی لے رہے ہیں اور جہاں ریڈیو کی سہولیت نہیں ہے وہاں کے لوگ اخبار اور دیگر لٹریچر پڑھنے کے لئے مشتاق رہتے ہیں۔ محکمہ گاؤں سدھار کا ماہوار رسالہ "ہل" اس صوبے کے سبھی حصوں میں کافی دلچسپی پیدا کر رہا ہے۔ گاؤں سدھار کی موٹروں نے جو بارش میں بھی دیہاتوں میں گئی تھیں اپنے ریسیوروں کے ذریعے لوگوں کو ریڈیو کی خبریں سنا کر ان کی دلچسپی بڑھائی ہے۔ اس بات کی اطلاع موصول ہوئی ہے کہ لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن کے ذریعے براڈکاسٹ ہونے والا دیہاتی پروگرام دیہاتوں اور شہروں میں یکساں طور پر مقبول ہو رہا ہے۔

ہز ایکسلنسی گورنر یو۔ پی ضلع فیض آباد کے گاؤں سدھار سنٹروں میں تشریف لے گئے۔ آپ نے تحریک گرل گائڈ کافی پسند فرمائی جو اس ضلع کے گاؤں سدھار دیہاتوں میں جڑ پکڑ رہی ہے۔ ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کی نگرانی میں تیار ہونے والے چمڑے کی عمدہ قسم کی بنی ہوئی چیزیں اور دیگر اشیاء کو ہز ایکسلنسی نے کافی پسند فرمایا۔

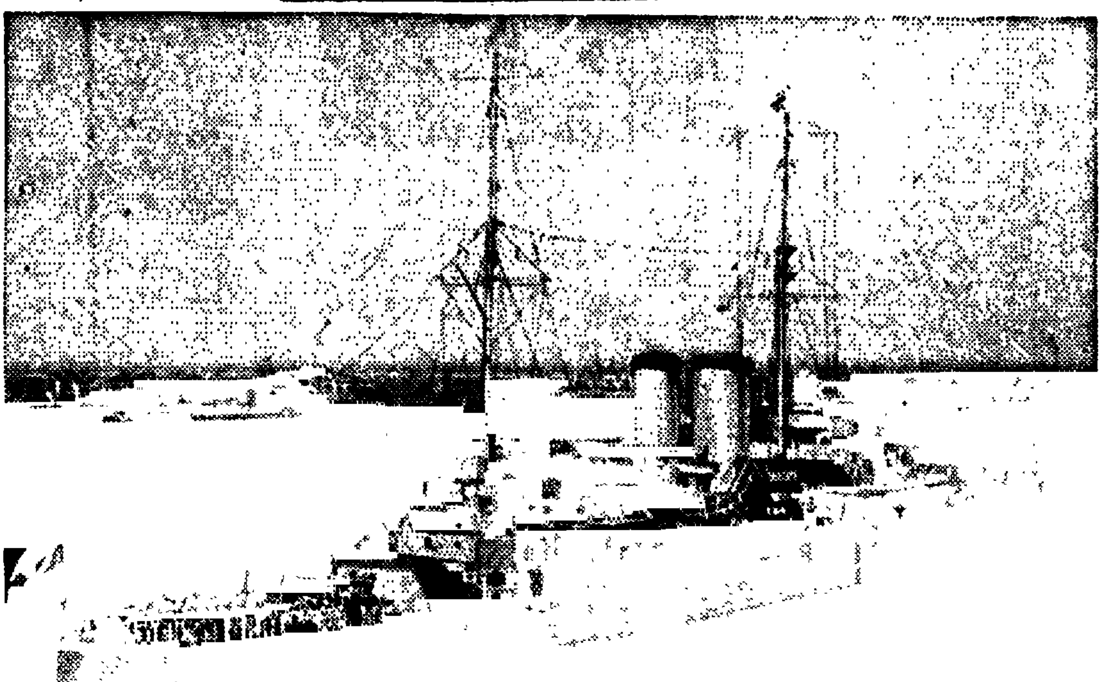
اس ماہ اس صوبہ کی مختلف کمشنریوں میں محکمہ گاؤں سدھار نے جو کام کئے ہیں ان کے اعداد ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔

یو۔ پی کی مختلف کمشنریوں میں جولائی سنہ ۱۹۴۰ء میں گاؤں سدھار کے ہونے والے کاموں کی تفصیل

۱۔ تنظیم۔	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
زندگی سدھار کمیٹیاں۔											
(ا) جتنی قائم ہوئیں۔	۱۲	۴۰	۱	۴	۲۳	۱۶	۴	۱۵	۹	۱۸	۱۴۲
(ب) جتنی رجسٹرڈ ہوئیں۔	۷	۱۱	۴	۰	۳	۳	۲	۱۴	۱	۸	۵۳
زندگی سدھار یونین کھولے گئے۔	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۳	۰	۰	۳
فروختگی کمیٹیاں قائم ہوئیں۔	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۲	۰	۰	۱	۳
قرض کی کمیٹیاں قائم ہوئیں۔	۱	۰	۰	۰	۱	۰	۰	۰	۰	۲	۴
دیگر کمیٹیاں جو قائم ہوئیں۔	۰	۰	۰	۰	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۱

۲- زراعت۔	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
کھاد کے گڑھے کھودے گئے۔	۴۱۸	۷۲۳	۲۰۳	۵۸۲	۶۵۸	۲۰۸	۶۰۱	۹۷	۵۵۷	۱۲۹۰	۵۳۲۷
پیشاب جمع کرنے کے گڑھے بنائے گئے	۱۰۸	۲۰۶	۱۳۹	۲۲۱	۳۶۶	۲۲۶	۱۵۹	۸	۲۴	۴۹۹	۲۱۰۱
آبپاشی کے پختہ یا مرمت کئے گئے کنوئیں	۱۰	۳۵	۲	۵	۴۱	۱۵۳	۰	۰	۳	۲۹	۲۸۶
آبپاشی کے لئے کھودے گئے کنوئیں۔	۰	۱۵	۳	۳	۴	۱۳۳	۱	۲۸	۶	۱۸	۲۱۵
بنے ہوئے تالاب یا بند ھیاں۔	۴	۰	۰	۵	۴۷	۶۲	۲۰۱	۰	۱۱۰	۵	۴۳۵
نئے آلات جو گاؤں میں جاری کئے گئے	۲۹	۵۲	۱۳۰	۴۸	۸۶	۳۰	۹	۸	۱۰۳	۹۸	۵۸۳
اصلاح شدہ نسل کے سانڈ جوڑے گئے۔	۶	۵۲	۰	۱۶	۶	۱	۰	۰	۰	۳	۸۳
اچھی نسل کے مویشی جوڑے گئے۔	۲۴	۱۷۰	۷۱	۰	۷۳	۱	۳۴	۰	۲۹	۱۷۹	۵۸۱
آختہ کئے گئے بیل۔	۳۰	۲۵۱	۶۴	۵۰	۱۴۰	۱۴	۲۶	۹۹	۳۳	۲۷۶	۹۵۳
بیمار جانوروں کا علاج ہوا۔	۱۳۱	۲۶۵۷	۱۳۸۱	۴۹۲	۱۰۷۷	۲۲۹	۲۵۴	۱۳۲	۸۲۷	۱۰۰۸	۸۱۸۸
مظاہرے ہوئے۔	۱۱	۱۷۹	۱۱۴	۱۰	۲۰۷	۱۱۱	۲۱	۱	۲۴	۱۹۲	۸۸۰
نرسریاں کھولی گئیں۔	۶	۲	۶۸	۱	۹	۴	۰	۱۶	۲	۱۵	۱۲۳
پھلوں کے پودے لگائے گئے۔	۸۰۵	۷۲۲	۴۵۲	۲۲۹	۸۴۱	۷۷	۲۷۶	۱۹	۷۳	۱۷۰۳	۵۱۹۷
زمین جس میں پھلوں کی کاشت ہوئی (ایکڑوں میں)	۱	۶۲	۱۰	۳۱	۱۸	۲۵	۱۶	۰	۶	۲۴	۲۰۲
ایندھن کے درخت لگائے گئے (ایکڑوں میں)	۹۶	۳۲۰	۵۲	۱۳	۲۹	۸	۸	۱	۵۳	۲۲۲	۸۳۰
اصلاح شدہ بیج جوڑے گئے (منوں میں)	۱۶۹	۶۰	۸۰	۰	۶۱۷	۰	۱۰	۳	۵۸	۲۷۱	۱۲۸۵
خریف کے بیج جوڑے گئے (منوں میں)	۱۷۰	۹۰۶	۱۲۳	۹۴	۸۲۹	۱۲۰	۷۷	۰	۷۲۷	۶۰۵	۳۶۵۱
۳- صحت عامہ۔											
سوکھنے والے گڑھے بنائے گئے۔	۲۶	۹۰	۷	۱۵	۶	۴۰	۱۸	۲۹	۴۱	۱۰۳	۳۷۵
روشن دان بنے۔	۱۴۸	۳۳۹	۸۳	۱۴۶	۳۸۲	۷۸	۱۲۶	۰	۶۱	۷۴۲	۲۱۰۵
کنوئیں صاف کئے گئے۔	۱۶	۲۷	۹۸	۱۵	۵۴	۴۲	۱۵	۲۱۵	۱۱	۸۱	۵۷۴
عام غسل خانے اور گھیرے۔	۷	۲۶	۱۸	۴	۲۰	۵۵	۲۰	۱۶	۱۲	۶۳	۲۴۱
نالیوں کی لمبائی گزوں میں۔	۱۴۸۶	۳۸۲	۱۷۵	۳۵۳	۱۱۰	۲۵۵	۲۹	۲۵	۵۵۷	۷۶۴	۴۱۴۰
سور باڑے آبادی سے دور کئے گئے۔	۱۱	۵	۲	۵	۴۵	۷	۱۳	۱۱۴	۳۱	۲۳	۲۵۶
گھور صاف کئے گئے۔	۸۰۹	۲۶۱۶	۳۶۶	۱۸۶۴	۱۶۳۰	۲۴۰	۷۱۱	۲۹۸	۱۳۶۳	۲۰۵۸	۱۲۰۵۵
پاخانے بنائے گئے۔	۰	۱	۴	۱	۳	۱	۰	۱۰۳	۱	۴	۱۱۸
پیشاب خانے بنائے گئے۔	۰	۰	۰	۲	۳	۰	۶	۵۳	۲	۶	۷۲
کھنڈر ہموار کئے گئے۔	۲۲	۳۲	۱۲	۴۳	۷۳	۳۶	۱۰۹	۱۳	۱۷	۹۴	۴۴۹
گڑھے پاٹے گئے۔	۵۳	۳۸	۹۶	۵۸	۲۰۰	۱۰۸	۱۱۲	۱۲	۲۰	۱۵۶	۹۰۳
راستے صاف کئے گئے۔	۶۶	۲۵۳	۵۳	۱۹۹	۳۰۷	۲۳۶	۴۰۸	۱۴۰	۱۰۷	۲۵۱	۱۶۰۰
بدرئیں صاف کئے گئے۔	۴۳	۱۱۲	۱۵۹	۱۱۲	۳۷۱	۱۰۲	۲۵۸	۱۴۲	۸۸	۱۸۱	۱۵۹۸
دوا کے بکس رکھے گئے۔	۰	۴	۷۵	۴	۰	۶	۰	۷۴	۱۰	۱۹	۲۰۰
مریضوں کا علاج ہوا۔	۶۳۰۰	۱۳۶۳۵	۶۶۷۱	۵۸۳۳	۱۳۴۶۱	۲۱۷۹	۴۶۹۰	۱۲۱۳	۹۳۴۴	۳۶۱۴	۶۶۱۴۰

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الٰہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
ٹیکے لگے۔	۸۹	۳۲۲۵	۴۰	۴۶۹	۱۳۳۷	۲۲۵۸	۰	۲۰۲	۵۰۵	۱۵۰	۸۳۷۵
دائیوں کو تعلیم دی گئی۔	۳	۸	۲۱	۷۱	۱۷	۸	۰	۲	۵	۲۶	۱۶۱
فرسٹ ایڈ کی تعلیم دی گئی۔	۱۴	۱۶	۳۵	۶۱	۱۳	۹	۴۳	۲۲۶	۲۵	۴۳	۴۸۵
زچہ بچہ گھر کھولے گئے۔	۰	۳	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۳
۴۔ اشاعت اور تعلیم۔											
جلسے ہوئے۔	۲۷۶	۳۸۶	۳۱۶	۲۸۶	۴۳۰	۲۵۴	۲۹۵	۱۹۵	۲۲۵	۷۵۰	۳۱۱۳
نمائشیں ہوئیں۔	۰	۴	۰	۱	۲	۴	۰	۲	۱	۱	۴۵
ناٹک ہوئے۔	۰	۷	۲۰	۶	۵	۱	۲۲	۲	۰	۴	۶۷
بھجن منڈلیاں قائم ہوئیں۔	۱	۱۷	۱۷	۸	۱۹	۱۵	۷	۱۰	۹	۲۳	۱۲۶
کتب خانے جاری ہوئے۔	۳	۰	۶	۳	۲	۰	۵	۰	۱	۲	۲۲
کلب کھولے گئے۔	۱	۴۳	۱۳	۵۰	۹۴	۵۲	۸	۶	۳۴	۲۲۶	۵۲۷
(ا) اسکول، بالغوں کے لئے۔	۱	۳	۰	۲	۴۱	۵۰	۰	۴	۰	۹۴	۱۹۵
(ب) اسکول، لڑکیوں کے لئے۔	۱	۱۲	۴	۵	۰	۵	۰	۱	۰	۱۰	۳۸
سیوا دل بنائے گئے۔	۰	۲۰	۸	۶	۴	۱۰	۳۸	۱۰۰	۱	۴۳	۲۴۰
اسکاؤٹوں اور گرام سیوکوں کو تعلیم دی گئی۔	۱۱	۳۳۱	۴۵	۴	۳۰	۴۸	۰	۰	۱۵	۱۳۲	۶۰۵
پڑیوسٹ لگائے گئے۔	۰	۰	۱	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۲	۴
کھیل اور ٹورنامنٹ ہوئے۔	۱۴	۱۰	۲۵	۵۸	۲۳	۳۴	۲۰	۳۱	۱۱	۱۷	۲۴۳
۵۔ متفرق کام۔											
پنچایت گھر بنائے گئے۔	۲	۰	۱	۱	۳	۱	۷	۴	۱	۲	۲۲
نمونے کے گھر بنائے گئے۔	۲	۴	۱۴	۰	۳۰	۶	۰	۰	۱	۵	۵۲
دستکاری کے لئے لوگوں کو تعلیم دی گئی۔	۵۷	۴۶	۱۰۰	۲۱	۶۷	۱۲	۰	۵	۲	۵۲	۳۶۲
دستکاری کے آلات جو جاری کئے گئے۔	۹	۴۶	۶۹	۰	۷	۰	۰	۰	۰	۴۷	۱۷۸



برطانیہ کا ایک جنگی جہاز۔

ہماری کوآپریٹو سوسائیٹیاں

صوبجاتی آم کی نمائش میں کوآپریٹو سوسائٹیوں کا حصہ

یو پی کی تیسری آم کی نمائش گذشتہ ۲۰ جولائی سے ۲۲ جولائی تک قیصر باغ لکھنؤ کے بارہ دری ہال میں یو پی فروٹ ڈیولپمنٹ کی طرف سے منعقد کی گئی۔ اس کا افتتاح مسٹر پی ڈبلو مارش، آئی سی ایس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ ایس، مشیر گورنر یو۔ پی نے فرمایا۔ اس موقع پر مسٹر سی۔ ایچ پار، ڈائرکٹر آف اگریکلچر، رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز یو پی، مسٹر بشپ کمشنر لکھنؤ، مسٹر بی۔ این جھا آئی سی ایس، ڈپٹی سکریٹری یو۔ پی گورنمنٹ، مسٹر جان منور، محترمہ پریم ناتھ داس، محترمہ ایچ ایس گپت اور رائے صاحب اودھ بہاری لال کے علاوہ دیگر متعدد معززین شہر اور سرکاری و غیر سرکاری کارکنان موجود تھے۔

فروٹ ڈیولپمنٹ کے پریسیڈنٹ مسٹر پارسے مسٹر مارش و دیگر حاضرین کا خیر مقدم کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سال کی نمائش پچھلے دو سال کی نمائشوں کی بہ نسبت کسی ایک یا دو تین ضلعوں کی نہیں ہے بلکہ صوبہ بھر کی ہے۔ آپ نے بورڈ کے کام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت بورڈ کے ممبروں کی تعداد ۷۵۰ ہے اور توقع ظاہر فرمائی کہ نئی اسکیم پر عمل کرنے کے لئے حکومت سے مزید امداد ملے گی۔

نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے مسٹر مارش نے بورڈ کے کام کی تعریف کی اور فرمایا کہ مستقبل میں پھلوں کی تجارت کی ترقی ضرور ہوگی۔ موصوف نے اس بات پر زور دیا کہ پھلوں کی تجارت کو یہاں تک بڑھانا چاہئے کہ غریب آدمی بھی پھل خرید سکیں ساتھ ہی ساتھ موصوف نے دورہ کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے کام کا بھی ذکر کیا۔

نمائش چھ حصوں میں تقسیم کی گئی تھی۔



مسٹر پی۔ ڈبلو مارش صوبائی آم کی نمائش کا افتتاح کرنے جا رہے ہیں آپکے داہنی جانب مسٹر سی ایچ۔ پار ڈائرکٹر محکمہ زراعت ہیں اور بائیں جانب رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز و مسٹر جان منور صوبہ مارکٹنگ افسر ہیں۔



مسٹر کوآپریٹو اسٹال میں پھلوں کا معائنہ فرما رہے ہیں۔

اس میں محکمہ امداد باہمی کے ماتحت پھل فروخت کرنے والی کوآپریٹو سوسائٹیوں نے بھی حصہ لیا خصوصاً بھوالی کی پھل و آلو پیدا کرنے والوں کی سوسائٹیاں ملیح آباد لکھنؤ کی پھل فروخت کرنے والی سوسائٹی ان سوسائٹیوں نے آم، سیب و آلو وغیرہ نمائش میں فروخت کرنے کے لئے بھیجے تھے اور انھوں نے نمائش ختم ہونے پر انعام بھی حاصل کئے۔

کمایوں کمشنری میں کوآپریٹو سوسائیٹیاں

رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی نے اپنے تین ہفتے کے دورے میں نینی تال اور ضلع الموڑہ کی اون کتائی کی سوسائٹیوں اور آلو و پھل فروخت کرنے والی سوسائٹیوں کا معائنہ فرمایا۔ بھوالی اور گرم پانی کے آلو بونے والے ۲۳ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ممبر ہوگئے ہیں۔ ان سوسائٹیوں کا مقصد ہے عمدہ قسم کے بیج فروخت کرنا اور میدان و گھاٹیوں میں پیدا ہونے والی نئی اور پرانی قسم کی کھانے کی چیزیں فروخت کرنا۔ بھوالی اور گرم پانی میں ایک مارکٹنگ یونین ہے۔ بھوالی کی پھل کی کوآپریٹو سوسائٹی کے ۶۲ ایسے ممبر ہیں جنھوں نے باغ لگا رکھا ہے۔ رام گڈھ اور بھوالی میں پیکنگ اور گریڈنگ کا سنٹر ہے سوسائٹی کانپور، لکھنؤ بریلی، نینی تال، بھوالی، کلکتہ گورکھپور، فیض آباد اور دوسری جگہ پھل روانہ کرتی ہے وہ اسے مناسب دام پر نیلام کرتے ہیں۔ سیب باہر بھیجنا ہی سوسائٹی کی خاص تجارت ہے۔ یہ امید کیجاتی ہے کہ سوسائٹی ۱۶۰۰۰ سن سامان باہر بھیجکر صرف سیب ہی سے ۸ ہزار روپیہ کمیشن پیدا کرے گی۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان سوسائٹیوں کے معائنہ کرنے کے نتیجے کے طور پر جناب چترویدی صاحب نے مستقبل میں ان کی ترقی کے لئے اسکیمیں بنائی ہیں

یوپی کوآپریٹو یونین کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس

یو پی کوآپریٹو یونین کی ورکنگ کمیٹی کا انیسواں اجلاس لکھنؤ میں صدر یونین رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی کی صدارت میں ہوا۔ حکومت نے مسٹر بندہ باسنی پرشاد اسسٹنٹ ڈپٹی سکریٹری جوڈیشنل ڈپارٹمنٹ کو رائے بہادر اور جناب حامد حسین جنرل منیجنگ ڈائرکٹر دیوریا سنٹرل کوآپریٹو بینک کو، خاں صاحب کا حال میں جو خطاب

حکومت کی طرف سے عطا ہوا ہے اس کے لئے سوسائٹی نے اجلاس کے آغاز میں اپنی مسرت ظاہر کی۔ کنبہ کے رکن خاص کے علاوہ چندیا کے مشترک کنبے کے دوسرے ارکان کو بھی سوسائٹی میں شامل کرنے کے سوال پر کمیٹی نے اسسٹنٹ رجسٹراروں کی رائے پر غور کیا اور اس سلسلے میں کمیٹی نے اپنی پہلی تجویز کو پھر سے منظور کیا کمیٹی نے کارکنان امداد باہمی کو سوسائٹیوں کے ضمنی قواعد میں حسب ضرورت ترمیم کرنے کی ہدایت دی۔

صاحب صدر کی طرف سے تیار کئے ہوئے سوالنامہ پر غور خوض ہوا اور کچھ تبدیلی کے بعد وہ منظور ہوا۔ خاص خاص کارکنان امداد باہمی، ماہران اقتصادیات اور تحریک میں دلچسپی لینے والے دیگر حضرات کے پاس یہ سوال نامہ ان کی رائے طلب کرنے کے لئے بھیجا جائیگا۔ سوالنامہ کا جواب موصول ہوتے ہی امداد باہمی کی نئی قائم ہونے والی غیر سرکاری کمیٹی اپنا کام شروع کر دے گی۔ یونین کے ماتحت کام کرنے والے سپروائزر یا کا تقرر اور تبادلہ وغیرہ کے متعلق بھی تمام پالیسیاں اس کمیٹی نے طے کر دیں۔

یوپی کے اصلاحی محکموں کی طرف سے کوآپریٹو سوسائٹیوں کا استعمال

یو۔پی کے مختلف اصلاحی محکمے اپنے کاموں کو آگے بڑھانے کے لئے کوآپریٹو سوسائٹیوں کا برابر استعمال کر رہے ہیں۔ ان محکموں کے افسروں کو امداد باہمی کے اصول بتلانے کے لئے اکثر ٹریننگ کلاس قائم کئے جا رہے ہیں۔ محکمہ نیشکر کے اسسٹنٹ کین ڈیولپمنٹ افسروں کو ابھی حال میں گورکھپور، ہردوئی اور میرٹھ میں امداد باہمی کے اصولوں اور طریقوں کی ایک ماہ کی ٹریننگ دی گئی ہے اصولی تعلیم حاصل کر چکنے پر سوسائٹیوں کے کام کرنے کی عملی تعلیم حاصل کرنے کے لئے وہ منتخب کوآپریٹو انسپکٹروں کے ساتھ تین ہفتے کے لئے رکھ دیئے گئے ہیں۔

پبلسٹی افسر کانپور کے زراعتی کالج کے بی۔ ایس۔ سی کے طلبا کے لئے جلد ہی امداد باہمی پر کوئی لیکچر دیں گے۔ محکمہ زراعت کے فیلڈ اسٹاف کو امداد باہمی کی تعلیم دینے کے لئے تھوڑے دنوں کے کلاس کھولنے کی تجویز پر بھی غور خوض ہو رہا ہے۔ محکمہ زراعت کے انسپکٹر تعلیم ۱½ ماہ تک گرمیوں میں جو کلاس کھولے جاتے ہیں اسکا انتظام کرنے والوں کے کلاس میں لیکچر دینے کے لئے تعینات ہوئے ہیں۔

سرکاری ٹریننگ اور تعلیم کی اسکیم کے مطابق جسکے لئے حکومت ہند مالی امداد دیگی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے عہدے داروں اور سکریٹریوں کو ٹریننگ دینے کا ایک مکمل پروگرام تیار کیا گیا ہے۔ صوبہ بھر میں ٹریننگ کے چار سنٹر ہوں گے۔ ہر ایک سنٹر میں عہدیداروں کے لئے ۲ کلاس اور سکریٹریوں کے لئے ایک کلاس کھولا جائے گا۔ اس طرح کل ۱۷۷ کلاس کھلیں گے اور سوسائٹیوں کے ۳۸۴۰ عہدیداروں اور ۸۸۵ سکریٹریوں کو تعلیم دی جائے گی۔ یہ کلاس اس سال وسط ستمبر میں کھلیں گے اور مارچ ۱۹۴۱ء تک جاری رہیں گے۔ سال رواں میں اس کام کے لئے ۱۱,۳۰۰ روپیہ خرچ ہوگا۔ اس ٹریننگ میں سپروائزری کے لئے منتخب امیدواروں کی ٹریننگ جو کئی سال سے پرتاب گڑھ میں باقاعدہ ہوا کرتی تھی شامل نہیں ہے۔

کسیا کوآپریٹو کانفرنس

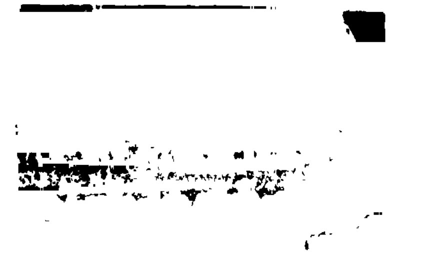
جناب ایس علی سجاد۔ ایس۔ ڈی۔ او پڈرونہ کی صدارت میں کسیا میں ایک کوآپریٹو کانفرنس ہوئی۔ کانفرنس میں شریک ہونیوالوں میں مسٹر جے بہاری دوبے اسسٹنٹ رجسٹرار گورکھپور، جناب ظہیر احمد انصاری، خانصاحب خادم حسین، بابو گوبند سنگھ اور شری مہابیر پرشاد وغیرہ کے نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ تقریباً ایک ہزار اشخاص جنھیں کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ممبر اور قرب وجوار کے دیہاتوں کے کسان تھے کانفرنس میں شامل ہوئے تھے۔

دیہاتوں میں ہیضے کی روک تھام کرنے اور لڑائی کی وجہ سے افواہوں سے پیدا ہونیوالے خوف وہراس کے انسداد کے روکنے کے سلسلے میں پیش ہونیوالی دو تجویزوں پر کانفرنس میں غور خوض ہوا اور وہ منظور ہو گئیں۔

شری دیش دیپک نے پیچھے ہوئے گنے کے مسئلے پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اس سال زیادہ گنے کی بوائی کے باعث پیدا ہونے والی دشواریوں کو ہم کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے کم کر سکتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ جو کچھ گنا بچ جائے اُسے گاؤں میں عمدہ قسم کے کولہوؤں کے ذریعے پیر لینا چاہئے۔ اسکے بعد خانصاحب جناب خادم حسین کی تقریر ہوئی۔ آپ نے اپنی تقریر میں لوگوں کو بتایا کہ کرنسی نوٹوں کے بارے میں کس طرح افواہیں اڑائی جاتی ہیں۔ آپ نے انھیں دور کرنے کے اچھے طریقے بتائے۔



کسیا کوآپریٹو کانفرنس کا اجلاس



یوپی کے مختلف اضلاع میں گاؤں سدھار کے ہونیوالے کاموں کی فہرست

نام ضلع	حلقے حصہ / مرکز	ذہین ترقیاتی مرکز سہاونیاں	بیج گودام	شفاخانے	مویشی دوا خانے	دیسی دواخانے	زچہ بچہ سنٹر	دواؤں کے بکس	بنیادی تعلیم اسکول	انگریزی اسکول	کتب خانے	ریڈیو سیٹ	کسانوں کے سنٹر	صنعتی مرکز
ڈیرہ دون	۹	۴۴	۹	۱	۱	۴	۱	۷۲	۲۳	۱	۶	..	..	۲
سہارنپور	۱۸	۴۸	۵	۱	..	۴	..	۹۰	۳۶	۸	۹	..	..	۴
مظفرنگر	۱۰	۴۸	۸	۱	..	۴	۱	۱۳۸	۲۱	۵	۹	..	..	۲
میرٹھ	۱۲	۵۰	۸	۱	..	۴	..	۸۰	۲۵	۱۱	۹	۲	..	۲
بلند شہر	۱۲	۴۴	۸	۱	..	۴	..	۷۸	۳۳	۴	۹	..	..	۲
علی گڑھ	۱۲	۱۰۱	۹	۱	۱	۴	۱	۹۰	۳۹	..	۹	..	..	..
متھرا	۱۳	۴۴	۸	۱	..	۴	..	۸۰	۱۸	۲۰	۹	..	۲	..
آگرا	۱۵	۹۷	۷	۱	..	۴	۱	۸۰	۲۴	..	۹	..	۲	۲
مین پوری	۱۸	۱۲۸	۸	۱	۱	۴	..	۸۰	۴۸	۱۰	۹	..	۲	۲
ایٹہ	۱۸	۵۸	۸	۱	۱	۴	۱	۸۰	۹۱	۱۸	۹	..	۲	۲
بریلی	۱۴	۱۲۰	۷	۱	..	۴	..	۷۲	۴۳	۲	۹	..	۲	..
بجنور	۱۱	۱۱۲	۶	۱	..	۲	..	۸۰	۹	۳	۹	..	..	۲
بدایوں	۱۶	۱۱۱	۱۳	۱	..	۴	..	۸۰	۵۵	..	۹	..	۲	..
مراد آباد	۱۶	۱۴۳	-	۱	..	۲	..	۸۰	۲۶	..	۹	..	..	۲
شاہجہاں پور	۱۲	۸۸	۷	۱	۱	۴	..	۷۰	۲۳	۵	۹	..	..	۲
پیلی بھیت	۱۰	۱۳۹	۵	۱	..	۲	..	۸۰	۳۸	۲۵	۹	..	۲	..
فرخ آباد	۱۷	۱۲۸	۷	۱	۱	۴	۱	۸۰	۱۸	۳	۹	..	۲	۲
کانپور	۱۹	۱۳۲	۷	۱	..	۴	۱	۸۰	۳۹	۱	۹	۱۱	۲	۲
فتح پور	۱۱	۹۹	۱۰	۱	..	۴	..	۸۰	۳۲	۲	۹	..	..	۲
الہ آباد	۱۸	۱۳۳	۱۷	۱	..	۲	۱	۱۰۰	۲۸	۱۸	۹	..	۴	۳
جھانسی	۱۳	۲۲	۹	۱	۱	۴	۱	۹۰	۴۲	..	۹	..	۲	۱
جالون	۱۱	۹۳	۸	۱	۱	۴	..	۸۰	۳۸	۱	۹	..	۲	..
ہمیرپور	۱۲	۷۹	۷	۱	۱	۴	۱	۸۰	۲۸	۸	۹	..	۲	..
باندہ	۱۸	۹۵	۱۰	۱	۱	۴	۱	۸۰	۱۲	..	۹	..	۲	..
بنارس	۱۴	۳۱۳	۸	۱	..	۴	..	۹۰	۷۷	۱۱	۹	..	۲	۲
مرزاپور	۱۶	۱۵۷	۷	۱	۱	۵	۱	۸۰	۲۱	۱۴	۷	..	۲	۲
جونپور	۱۹	۱۳۸	۸	۱	..	۴	..	۸۰	۸۳	۱۲	۹	..	۲	۲
غازی پور	۱۷	۱۱۳	۷	۱	..	۴	..	۹۰	۴۲	۸	۹	..	۲	..
بلیا	۱۶	۹۴	۱۰	۱	۱	۳	۱	۹۰	۵۵	۸	۹	..	۲	..
گورکھپور	۲۲	۱۲۴	۱۰	۱	۱	۵	..	۱۳۰	۹۱	۱۲	۹	..	۲	۳
بستی	۱۸	۴۳	۹	۱	۱	۵	..	۱۰۳	۷۳	۳	۹	..	۲	۲
اعظم گڑھ	۲۰	۳۹	۱۱	۱	۱	۴	..	۸۸	۹۹	۵	۸	..	۲	۱
نینی تال	۱۲	۹۱	۳	۱	..	۴	۱	۷۰	۱۲	۲	۷	..	..	۱
الموڑہ	۱۹	۲۲	۴	۱	..	۴	..	۷۰	۳۰	۴	۷	..	..	۲
گڑھوال	۱۸	..	۳	۱	۱	۴	..	۷۰	۴۲	..	۹	..	..	۲
لکھنؤ	۱۱	۱۲۱	۹	۱	..	۵	..	۸۰	۲۳	۹	۹	۷	۲	۲
اناؤ	۱۴	۹۳	۷	۱	..	۴	..	۸۰	۱۳۳	۱۲	۹	۱۰	۲	۲
رائے بریلی	۱۹	۱۰۰	۷	۱	..	۴	..	۸۰	۳۷	۵	۹	۸	۲	۲
سیتاپور	۲۰	۸۴	۷	۱	..	۴	..	۷۰	۹۷	۱۳	۷	۸	..	۲
ہردوئی	۱۷	۲۰۱	۹	۱	..	۴	۱	۸۰	۲۹	۲۲	۹	۵	۱	۲
کھیری	۱۴	۹۵	۷	۱	..	۴	..	۸۰	۴۹	۹	۹	..	..	۲
فیض آباد	۲۳	۱۳۴	-	۱	..	۴	..	۹۷	۴۹	۹۰	۷	۷	..	۲
گونڈہ	۲۰	۳۹	۵	۱	..	۴	۱	۹۰	۲۷	۷	۹	..	۲	۳
بہرائچ	۱۳	۷۳	۸	۱	..	۴	..	۹۰	۳۲	۸	۹	..	۲	۲
سلطان پور	۱۹	۱۹۴	۵	۱	..	۴	..	۸۰	۵۴	۴	۹	..	۲	۲
پرتاب گڑھ	۱۲	۱۴۵	۷	۱	..	۴	..	۷۲	۱۵	۸	۹	..	۹	۱
بارہ بنکی	۱۹	۹۸	۸	۱	..	۴	..	۸۰	۲۱	۹	۹	۷	..	۲
کل میزان	۷۴۴	۴،۸۴۲	۲۹۵	۴۰	۱۶	۱۹۲	۱۶	۴۰۰۰	۱،۲۷۲	۳۸۳	۲۹۸	۹۵	۹۹	۷۲



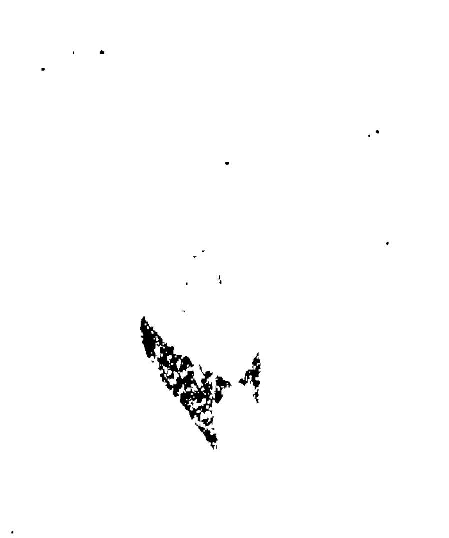
وائسرائے کا اعلان

شملہ ۸ راگست ۔ وائسرائے نے ہندوستان کی آئینی صورت حال کے بارے میں یہ بیان جاری کیا ہے :۔

"ظلم و جبر کے خلاف جد و جہد کے اس نازک مرحلہ پر ہندوستان کو ہمارے مشترکہ مقصد اور ہمارے مشترکہ اصولوں کی کامیابی کے لئے حق ادا کرنے کے بارے میں جو فکر لاحق ہے وہ صاف آشکار ہے۔ ہندوستان پہلے ہی اس میں بھاری مدد دے چکا ہے لیکن وہ اور بھی زیادہ مدد دینے کے لئے بیتاب ہے ۔ حکومت برطانیہ اس بات کے لئے سخت فکرمند ہے کہ ہندوستان میں قومی مقصد کی یکجہتی جو اُسے جنگ میں مدد کرنے کے قابل بنا سکے جتنی بھی جلد ہو سکے پایۂ تکمیل کو پہنچا دی جائے ۔ حکومتِ برطانیہ اس بات کو محسوس کرتی ہے کہ اگر وہ اس موقع پر اپنے ارادوں کی مزید وضاحت کر دے تو اس سے اتحاد و یکجہتی کو تقویت پہنچ گی ۔ اسی اُمید کے پیش نظر اس نے مجھے یہ بیان جاری کرنے کا اختیار دیا ہے ۔

اکتوبر کی پیشکش

پچھلے اکتوبر کو برطانوی حکومت نے اس بات کو صاف کر دیا تھا کہ ہندوستان کے متعلق حکومت کا نصب العین یہ ہے کہ اس ملک کو درجۂ نوآبادیات عطا کیا جائے ۔ اور کہ وہ وائسرائے کی کیبنٹ کو وسیع کر کے اُس میں سیاسی پارٹیوں کے کچھ نمائندے بھی شامل کرنے کو تیار ہے ۔ حکومت نے اس سلسلہ میں مشاورتی کمیٹی قائم کرنے کی تجویز بھی پیش کی تھی باہمی اشتراک عمل کی راہیں ہموار کرنے کے لئے ضروری تھا کہ صوبوں میں بڑی بڑی



ہزایکسلنسی لارڈ لنلتھگو وائسرائے

پارٹیوں میں ایک خاص حد تک سمجھوتہ ہو جائے تاکہ بعد میں مرکزی حکومت میں انھیں مل کر کام کرنے میں سہولت رہے ۔ بدقسمتی سے یہ اتحاد نہ ہو سکا ۔ اور ان حالات میں ہماری کوششیں زیادہ ترقی نہیں کر سکیں ۔ موجودہ سال کے شروع میں میں نے ملک کی سیاسی پارٹیوں میں اتحاد پیدا کرانے کی کوششیں پھر جاری کر دیں ۔ پچھلے چند ہفتوں میں میں نے برطانوی ہندوستان کے سرکردہ سیاسی لیڈروں اور ایوان والیان ریاست کے چانسلر سے پھر گفت و شنید شروع کی اور اس کے نتائج کی رپورٹ برطانوی حکومت کو بھیج دی ۔

برطانوی حکومت نے کانگریس ورکنگ کمیٹی مسلم لیگ اور ہندو مہا سبھا کے پاس کردہ ریزولیشنو کو بھی دیکھا ہے ان ریزولیوشنوں سے ظاہر ہے کہ سابقہ اختلافات جن کی وجہ سے قومی اتحاد کی بیل منڈھے نہیں چڑھی ابھی تک موجود ہیں ۔ برطانوی حکومت کو اگرچہ اس صورتِ حال پر بہت افسوس ہے تاہم وہ محسوس کرتی ہے کہ ان اختلافات کی وجہ سے اُسے وائسرائے کی کونسل میں توسیع اور ایک ایسی جماعت کے قیام کا اقدام جو ہندوستان کی رائے عامہ کو مرکزی حکومت کی جنگی کوششوں سے گہرے طور پر وابستہ کر سکے ملتوی نہیں کرنا چاہئے ۔

لہذا حکومت نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں ہندوستان کے کچھ نمائندہ لیڈروں کو اپنی ایگزیکٹو کونسل میں شمولیت کے لئے دعوت دوں ۔ حکومت نے مزید مجھے ایک جنگی مشاورتی کونسل قائم کرنے کا اختیار دیا ہے جو مقررہ اوقات پر اجلاس کرے گی اور جس میں ہندوستانی ریاستوں کے اور مجموعی طور پر ہندوستان کی قومی زندگی کے دوسرے مفاد کے نمائندے شامل ہوں گے ۔

ہندوستانی لیڈروں سے میری بات چیت اور مختلف سیاسی پارٹیوں کے ریزولیوشنوں سے جن کا میں نے ذکر کیا ہے ۔ مجھ پر یہ حقیقت آشکار ہوگئی ہے کہ بعض حلقوں میں ہندوستان کے آئینی مستقبل کے بارے میں حکومت برطانیہ کی نیت پر ابھی تک شک و شبہ پایا جاتا ہے ۔ اور یہ کہ اس امر پر شک کیا جا رہا ہے کہ آیا آئینی تبدیلیوں کے پیش نظر اقلیتوں کی پوزیشن خواہ وہ سیاسی ہو یا مذہبی ان یقین دہانیوں سے جو پہلے دی جا چکی ہیں کافی طور سے محفوظ ہے یا نہیں ۔

.... اس سلسلے میں دو باتیں سامنے آتی ہیں جن کے متعلق حکومتِ برطانیہ اپنی پوزیشن کو صاف کر دینا چاہتی ہے ۔

پہلی چیز یہ ہے کہ مستقبل کی کسی آئینی اسکیم میں اقلیتوں کی پوزیشن کیا ہوگی ۔ اس بات کو پہلے صاف کیا جا چکا ہے کہ میں نے پچھلے اکتوبر میں جو اعلان کیا تھا اس کی رو سے ۱۹۳۵ء کے انڈیا ایکٹ یا اس پالیسی اور اسکیم پر جس پر وہ مبنی ہے

کسی حصہ میں نظر ثانی خارج نہیں قرار دی گئی ہے آئین کی ہر نظر ثانی میں اقلیتوں کے نقطۂ نگاہ کو پوری اہمیت دینے کے متعلق حکومت برطانیہ کی تشویش کا بھی اظہار ہو چکا ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ حکومت ہندوستان کے امن و بہبودی کی خاطر اپنے موجودہ اختیارات کسی ایسے نظام حکومت کو منتقل نہیں کر سکتی جس کی ہندوستان کی قومی زندگی کے بڑے اور طاقتور عناصر براہِ راست مخالفت کر رہے ہوں۔ نہ وہ ان عناصر سے زبردستی ایسی حکومت کی اطاعت کرانے میں فریق بننا گوارا کریگی۔

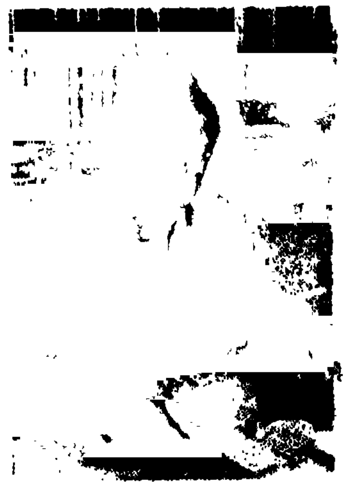
دوسری عام دلچسپی کی چیز وہ خواہش ہے جو وقت آنے پر دولت مشترکہ برطانیہ کے دائرے میں ہندوستان کا نیا آئین وضع کرنے کے لئے قائم کی جائیگی۔ اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ اس اسکیم کو مرتب کرنے کی تمام تر ذمہ داری ہندوستانیوں کی ہو۔ اور وہ ہندوستانی زندگی سیاسی اقتصادی اور سیاسی تصور سے متعلق ہندوستانیوں کے نقطۂ نگاہ کی آئینہ دار ہو۔ حکومت برطانیہ اس خواہش کے ساتھ ہمدردی رکھتی ہے۔ اور وہ اس چیز کے پورے عملی اظہار کی خواہشمند ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ ہندوستان سے طویل تعلق کی وجہ سے ہندوستان کے متعلق برطانیہ پر جو فرائض اور ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اور جنھیں حکومت برطانیہ کبھی بھی چھوڑ نہیں سکتی وہ پوری ہو جائیں۔

ظاہر ہے کہ ایسے مرحلہ پر جبکہ سلطنت برطانیہ اپنی ہستی برقرار رکھنے کی جدوجہد میں مصروف ہے بنیادی آئینی مسائل کے متعلق قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ تاہم حکومت برطانیہ نے مجھے اس بات کا اعلان کرنے کا اختیار دیا ہے کہ وہ جنگ کے خاتمہ پر ہندوستان کے نئے آئین کا ڈھانچہ تیار کرنے کیلئے فوراً ایک ایسی جماعت قائم کرنے کی منظوری دیدیگی جو ہندوستان کی قومی زندگی کے بڑے عناصر کی نمائندہ ہو۔ اور حکومت تمام متعلقہ مسائل کا جلد سے جلد تصفیہ کرانے میں حتی الامکان ہر طرح مدد دیگی۔

دارالعوام میں مسٹر ایمری وزیر ہند کی تقریر

گذشتہ ۱۴ اگست کو دارالعوام میں ہندوستان کے متعلق بحث شروع کرتے ہوئے وزیر ہند مسٹر ایمری نے ہندوستان کی سیاسی الجھنوں کا ذکر کرتے ہوئے جو تقریر کی اس کا خلاصہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ پارلیمنٹ کے تعمیری تدبر کا ایک کارنامہ ہے جہاں تک اس قانون کے صوبجاتی حصہ کا تعلق ہے۔



وزیر ہند مسٹر ایمری

وہ عمل میں آچکا ہے اور ۱۱ میں سے چار صوبوں میں کامیابی سے نافذ ہے۔ بقیہ سات صوبوں میں اسے عارضی طور پر معطل کر دیا گیا ہے تاخیر نے مخالفانہ تنقیدوں کا حلقہ وسیع کر دیا گیا ہے۔ یہ مخالفت ہندوستان میں مختلف اطراف سے ہو رہی ہے۔ اور اس کے کئی سبب ہیں۔ ہندوستان میں ملک معظم کی حکومت اور ہندوستان کے درمیان نہیں ہے جتنی کہ خود ہندوستان کی قومی زندگی کے مختلف عناصر کے درمیان ہے۔ ملک معظم کی حکومت تو متعلقہ فریقوں میں سے ایک فریق کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہ جماعتیں

اس کے بعد مسٹر ایمری نے اس جماعتوں کے متعلق بتلایا اور کہا کہ کانگریس نے ایک بہترین سیاسی نظام تعمیر کر لیا ہے۔ کانگریس بلاشبہ ہندوستان میں بہت با اثر سیاسی جماعت ہے جس پر کانگریس کے لیڈر بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ انھوں نے اس جماعت کو قومی اور ہمہ گیر بنانے کی بڑی جدوجہد کی ہے لیکن اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے اور اگر کانگریس واقعی اپنے دعوے کے بموجب ہندوستانی قومیت کے تمام عناصر کی طرف سے بولنے کا حق رکھتی تو یقیناً اس کے مطالبوں کو، خواہ وہ کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوتے قبول کرنے میں ہماری مشکل آج کے مقابلے میں بہت آسان ہوتی۔ یہ صحیح ہے کہ تعداد کے لحاظ سے کانگریس برطانوی ہند میں سب سے بڑی جماعت ہے لیکن ہندوستان کی طرف سے بولنے کا جو دعویٰ وہ کرتی ہے وہ ہندوستان کی بہت پیچیدہ قومی زندگی کے اہم عناصر کی طرف سے تسلیم نہیں کیا جاتا یہ دوسرے عناصر مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کو نہ صرف ایک جداگانہ اقلیت سمجھا جائے بلکہ ہندوستان کے مستقبل کا جو آئین بھی بنے اس میں ان کو مستقل جداگانہ عوامل کی حیثیت دی جائے۔

مسلمانوں کا عظیم الشان فرقہ

ان عناصر میں سب سے آگے ۹ کروڑ مسلمانوں کا عظیم الشان فرقہ ہے جو نہ صرف ہندوستان کے شمال اور مشرق میں اکثریت میں ہے بلکہ اقلیت کی حیثیت سے پورے براعظم میں پھیلا ہوا ہے۔ اچھوت ہندوؤں کی بھی ایک اقلیت ہے جو اعلیٰ ذات کے ہندوؤں سے علیحدہ ہے۔ ہندوستانی والیان ریاست کی بھی ایک جماعت ہے جس طرح ہم انگلستان میں متحد ہیں اس طرح تو ہندوستان میں اتحاد نہیں ہو سکتا لیکن اس کے باوجود بھی وہ متحد ہو سکتا ہے۔ جنگ شروع ہونے کے بعد ہندوستان کی تمام جماعتوں اور فرقوں نے نازی حملوں سے نفرت اور ہمارے مشترکہ کاز کی حمایت میں جس اتحاد کا مظاہرہ کیا ہے اس سے پہلے کبھی کسی پہلو سے اس کا اتنا واضح اظہار نہیں ہوا تھا۔ اس فضا میں وائسرائے نے یہ محسوس کیا کہ اب قدم

وقت آگیا ہے جبکے ذریعے ہندوستان کی جنگی کوششوں میں مدد حاصل ہو سکے اور جسکے ذریعہ دونو فریقوں میں اتحاد ہو جائے اور اس طریقے سے دولت مشترکہ میں آزاد اور مساویانہ شرکت کا مقصد حاصل کرنیکا راستہ نکل آئے جسکے متعلق وائسرائے نے کہا ہے کہ وہ ملک معظم شاہی اور برطانوی پارلیمنٹ کا اعلان کردہ اور منظور شدہ مقصود ہے۔

وائسرائے کی پیش کش

وائسرائے کے بیان میں جو پیش کش کیگئی ہے اُسکا مقصد یہ ہے کہ گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل میں توسیع کیجائے جسمیں تمام سیاسی جماعتوں کے سرکردہ رکن لئے جائیں اور اسکے علاوہ کل ہند بنا پر ایک وسیع تر جنگی مشاورتی کونسل قائم کیجائے جو والیان ریاست اور ہندوستان کی قومی زندگی کے ان نمائندوں سے جو جنگ کے سلسلے میں کام کر رہے ہیں تعاون کرے۔ وائسرائے کی پیشکش میں ہندوستانی لیڈروں کو حکومت میں موثر اور اہم حصہ لینے کا موقع دیا گیا ہے۔ وہ اپنی سیاسی پوزیشن کو نقصان پہنچائے بغیر جنگ چلانے کے طریقے پر اپنا اثر ڈالسکتے ہیں۔ اس سے وہ اس ہنگامی زمانہ میں متحد ہو کر کام کرنے کے علاوہ کسی اور چیز کے پابند نہیں بنینگے۔ گو کانگریس نے حوصلہ شکن رویہ اختیار کیا ہے تاہم مجھے ابھی اُمید ہے کہ وہ اپنا حصہ لینے کو تیار ہو جائیگی۔ لیکن اگر بدقسمتی سے ایسا نہ ہوا تو لارڈ لنلتھگو ان پارٹیوں سے ملکر کام کرنے کو تیار ہونگے جو انکے ساتھ اور باہم تعاون کرنا چاہتی ہوں۔

درجہ نوآبادیات

وائسرائے کی پیشکش اپنے تک ہی محدود نہیں جیسا اس کا مقصد نہ صرف یہ ہے کہ ہندوستان موجودہ جنگ میں پورا پارٹ ادا کرے بلکہ درجہ نوآبادیات کے نصب العین کے لئے راستہ تیار کیا جائے۔ درجہ نوآبادیات کا مطلب کیا ہے؟ برطانوی کامن ویلتھ میں آزادی اور مساوی حصہ داری۔ یہ درجہ کسی بھی حد تک ادنیٰ یا محکومی کا نہیں۔ دنیا میں اس سے بلند تر کوئی درجہ نہیں یکامل آزادی بھی نہیں۔ اور یہی ہندوستان میں ہماری پالیسی کا علانیہ نصب العین ہے۔ یہ ذریعہ خود ہندوستانیوں کی مقدم ذمہ داری ہونا چاہئے اور ہندوستان کا آئندہ آئین ہندوستانی زندگی کے مجلسی اقتصادی اور سیاسی نظام کے متعلق ہندوستانیوں کے نقطۂ نگاہ کے مطابق ہونا چاہیئے۔ ملک معظم کی گورنمنٹ کو ہندوستانیوں کی اس خواہش سے ہمدردی ہے لیکن وہ ان ذمہ داریوں سے دست کش نہیں ہو سکتی جو ہندوستان سے طویل رشتہ کی وجہ سے عائد ہوتی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کو تسلیم کرنا درجہ نوآبادیات میں نقص ڈالنا نہیں بلکہ صرف تاریخی اور جغرافیائی حقائق کو تسلیم کرنا ہے جو ہندوستان کی موجودہ پوزیشن اور دیگر نوآبادیوں کی پوزیشن میں تمیز کرتے ہیں۔

کب تک؟

اسوقت جبکہ سب زندگی اور موت کی جدوجہد میں مصروف ہیں یہ عظیم آئینی مسائل قطعی طور پر حل نہیں ہو سکتے اور گورنمنٹ کا نیا نظام قائم نہیں ہو سکتا جنگ کے خاتمہ پر کسقدر جلد نیا نظام قائم ہوگا یہ بات لازمی طور پر ہندوستان کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ ہر نوآبادی کے تجربہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ بنیادی مسائل آسانی یا جلدی سے حل نہیں ہو سکتے۔ میں نے ہاؤس کو بتایا ہے کہ ہندوستان کے خاص مسائل بہت پیچیدہ اور مشکل ہیں لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ اس بارے میں ہندوستان کا تجربہ لازمی طور پر نوآبادیوں کے تجربہ سے مختلف ہو۔

اس سے پیشتر کہ فیصلہ کن جلسے ہوں ہمیشہ ابتدائی بحث و تمحیص، تحقیقات اور گفت و شنید پر بہت وقت لگتا ہے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ یہ ضروری ابتدائی کام جنگ کے خاتمہ تک رکا رہے۔

جہاں تک ملک معظم کی حکومت کا تعلق ہے اس نے پیشکش کی ہے کہ ابتدائی دوستانہ بحث و تمحیص اور تحقیقات کا خیرمقدم کریگی اور متعلقہ امور کا تصفیہ کرانے میں ہر ممکن امداد کریگی جبکہ آئین کا قطعی فیصلہ کرنیکا وقت آئیگا اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتی جلد از جلد یا تسلی بخش نتائج پر پہنچنے کی ذمہ داری خود ہندوستانیوں پر عائد ہوتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ وائسرائے کی پیشکش یہ ظاہر کرتی ہے کہ ہم مطلوبہ نصب العین کے جلد از جلد حصول کے لئے مخلصانہ کوشش کر رہے ہیں دوسروں کو بھی اپنا پارٹ ادا کرنا چاہئے کوئی ایک عنصر یا پارٹی یہ اُمید نہیں رکھ سکتی کہ اس کے تمام مطالبات پورے ہو جائینگے یا جو کچھ وہ چاہتی ہے وہ اسے جھٹ پٹ مل جائیگا۔

ہماری تاریخ میں وہ دن انتہائی فخر کا ہوگا جب ہم ہندوستان کو برطانوی اقوام کی برادری میں آزاد اور رضاکار حصہ دار کے طور پر شامل ہوتے دیکھینگے جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے وہ میدان جنگ میں ظلم و تشدد کا موثر جواب دیگا۔ لیکن وہ تعمیری تدبر کے میدان میں اس سے بھی زیادہ موثر جواب دے سکتا ہے اسوقت جبکہ دنیا بھر میں نفرت، تباہی اور نسلی غیر رواداری کے بڑے عناصر نے خطرہ پیدا کر دیا گیا ہے...... آخری فتح کیلئے اس سے زیادہ اُمید افزا بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ کروڑوں ہندوستانیوں کے لیڈر پر امن طریقے سے نہ صرف اپنے اختلافات کو دور کریں بلکہ برطانوی کامن ویلتھ میں رہ کر یورپ اور ایشیا کے درمیان صدہا سالہ خلیج اختلاف کو پُر کریں تبھی ہم درست طور پر کہہ سکیں گے کہ مشرق میں ایسا سورج طلوع ہوا ہے جو ساری دنیا کی بہبودی کا پیش خیمہ ہے

وائسرائے کے بیان پر گاندھی جی کا اظہار خیال

نیوز کرانیکل کی درخواست پر گاندھی جی نے بذریعہ تار اسے حسب ذیل بیان دیا ہے:۔

کانگریس سے علیحدہ ہو جانیکے باعث میں وائسرائے کے حالیہ بیان پر میں نے اپنی رائے نہیں ظاہر کی۔ لیکن اپنے انگریز دوستوں اور رفقاء کار کا اصرار مجھے اسکے لئے مجبور کر رہا ہے۔ وائسرائے کا اعلان انتہائی افسوسناک ہے یہ انگلستان اور ہندوستان کے جسکی کانگریس نمائندگی کرتی ہے درمیان کی خلیج کو اور وسیع کرتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ کانگریس سے باہر کے ہندوستانیوں نے بھی اس اعلان کا خیرمقدم نہیں کیا ہے وزیر ہند کے الفاظ خوشگوار ضرور ہیں لیکن ان سے شبہات رفع نہیں ہوتے۔ نہ وائسرائے کے اعلان میں ہی یہاں پھیلی ہوئی بے اطمینانی کا کوئی تذکرہ ہے۔ مجھے ذاتی طور پر خوف ہے رائے عامہ کو کچلا جا رہا ہے۔ برطانیہ ہندوستان کے ساتھ انصاف کرنے میں ناکامیاب ہوتے ہوئے اس بات کا دعوی نہیں کر سکتا کہ وہ انصاف کا پرستار ہے ہندوستان کی بیماری اتنی پرانی ہے کہ ظاہرداری و تھوڑے علاجوں سے کام نہیں چل سکتا۔

قرضہ کی غلامی

مہاتما گاندھی ہریجن سیوک میں لکھتے ہیں:۔



مہاتما گاندھی

شری نٹیشور شرما جو ضلع وزیگا پٹم موڈگول ایجنسی کے علاقے میں کام کر رہے ہیں ایک خط میں لکھتے ہیں:-

آپ کو یہ خبر دیتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ قرضہ کی غلامی کی رسم جو ایک زمانے سے ان پہاڑی علاقوں میں جاری ہے پہاڑی پرجا منڈل اور زمیندار رعیت ایسوسی ایشن کی کوششوں کے باعث حال ہی میں حکومت مدراس نے ہٹا دی ہے - قرضہ کی غلامی کے یہ معنی ہیں کہ مالدار اور ہل مالکان ۵۰ یا ۶۰ روپے کی پیشگی رقم پہاڑیوں کو دے دیتے ہیں اور اس کے بدلے میں ۵، ۱۰، ۲۰ برس تک یا کئی بار تو پشتوں تک ان غریب لوگوں سے مزدوری طلب کرتے ہیں - ہم ان پہاڑی باشندوں کو اس سوال کے سلجھانے کے لئے عدم تشدد کے اصولوں پر عمل کرنے کی تلقین کر رہے ہیں میں خود انھیں عدم تشدد کے فوائد سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں ہماری خواہش یہ ہے کہ یہاں تین ہزار انسان باقاعدہ چرخہ اور تکلی چلانے لگ جائیں تو آپ کو ادھر بلائیں - اسکے لئے ہمیں آپکی دعا چاہئے - اس قسم کے باشندوں کی تعداد تقریباً ۲۰ ہزار ہے - ان میں سے ۱۲ سو کے قریب لوگ کاتنے لگے ہیں - ہم ان کو شراب خواری سے بھی بچانے کی کوشش کر رہے ہیں -

اگرچہ حکومت مدراس نے اس ظلم کو ٹھوکر لگانے والی رسم کے اٹھانے میں بہت دیر کی ہے تاہم غفلت کی نیند سے بیدار ہونے پر اُسے مبارکباد دینی چاہئے - شری شرما جیسے کارکن کے لئے اب ان پہاڑی باشندوں کے درمیان اپنا کام کرنا بہت کچھ آسان ہو جانا چاہئے - میری دعا تو ان کے ساتھ ہے ہی - مگر ۳ ہزار چرخے چلنے پر بھی میں وہاں جا سکوں گا یا نہیں اس کے متعلق میں انھیں ابھی سے امید نہیں دلا سکتا ویسے ۳ ہزار چرخے چلانے کا کام کچھ بہت مشکل نہیں کہا جا سکتا - اس تعداد کے پورا کرنے میں انھیں مطلق دشواری نہ ہونی چاہئے

گاؤں کا کام

شری ونوبا بھاوے ہریجن سیوک میں لکھتے ہیں:-

تحریک سول نافرمانی کے زمانے سے دیہاتوں کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول ہوئی ہے - دیہاتوں کی اہمیت سمجھ میں آنے لگی ہے کتنے ہی کارکن دیہاتوں میں کام بھی کرنے لگے ہیں اور کچھ کو اس میں کامیابی بھی ہوئی ہے لیکن بیشتر کو کامیابی نہیں ہوئی -

اس کے پہلے تعلیم یافتہ طبقے کی نظر گاؤں کی طرف گئی ہی نہیں تھی پہلے تو پرایوں کی طرف نظر تھی - مثلاً انگلینڈ کے عوام کو اپنے موافق کرنا چاہئے حکومت کو واقعی صورت حالات سے باخبر کرنا چاہئے وغیرہ - بعد کو اپنوں کی طرف نظر پھری مگر شہروں کی طرف - تعلیم یافتہ طبقے کی طرف - تعلیم یافتہ طبقے میں قومی آزادی کا جذبہ پیدا کرنے کی بنیاد پر ساری تحریک چلتی رہی - عدم تعاون کے زمانے میں دیہاتوں کی طرف نظر گئی - آگے بڑھتے تو تعمیری پروگرام کی تحریک کو دیہاتوں میں داخل کرنے اور دیہاتی عوام کی خدمت کرنے کا خیال پیدا ہوا اور جو کچھ بہتر نتیجہ سامنے ہے وہ اسی خیال کا ثمرہ ہے - لیکن زمانے کے تجربوں کے بعد ہمیں موجبی کرے تیرا سائیں تیرے پاس کیوں بھٹکے سنسار میں ؟ پھر بھی اس وقت کام شروع ہونے پر بہت سے دیہاتوں کا کام ناکام رہا ہے -

اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے - شروع شروع میں ایسا ہوا ہی کرتا ہے ناامیدی کی کوئی وجہ نہیں ہے نہ مایوس ہونے والی حالت ہی ہے - کیونکہ کچھ دیہاتوں میں تجربے کامیاب ہوئے ہیں اس کے علاوہ جو عمل ناکام معلوم ہوتے ہیں وہ بھی محض معلوم ہوتے ہیں در اصل وہ ناکام نہیں ہوئے - پتھر توڑتے وقت پہلی ضرب فضول معلوم ہوتی ہے مگر وہ فضول یا بے نتیجہ نہیں ہوتی - اس مثال میں توڑا جانے والا پتھر گاؤں کے باشندوں کو نہیں بتلایا گیا ہے بلکہ وہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقے کا دل ہے -

اب ہمارے دل میں دیہاتوں میں جانے کا خیال تو پیدا ہونے لگا ہے لیکن ہم دیہاتوں میں اپنے شہری ٹھاٹ باٹ کے ساتھ جانا چاہتے ہیں - اس سے ہمارا کام جمتا نہیں - دیہاتوں میں دیہاتی ہو کر جانا چاہئے - یہ ہماری ناکامی کا خاص سبب ہے -

گاؤں میں گیا ہوا تعلیم یافتہ انسان آج بھی دیہاتی نہیں بن سکا - وہ وہاں خدمت عامہ کے زعم میں جاتا ہے - اُسے گاؤں والوں سے خود بھی کچھ حاصل کرنا ہے یہ وہ بھول جاتا ہے - وہ سوچتا ہے اسے - یہ بیچارے جہالت اور لاعلمی میں پڑے دن گذار رہے ہیں - وہ اپنی لاعلمی نہیں محسوس کرتا اور خود اُسے کیا کرنا چاہئے یہ بھول کر وہ لوگوں سے کام لینے کے پھیر میں پڑ جاتا ہے اس کی وجہ سے وہ بالکل الگ الگ ہو جاتا ہے -

(۱) اپنی قابلانہ عادتیں چھوڑ کر ہمیں گاؤں والوں میں جانا چاہئے -

(۲) گاؤں والوں کو تعلیم دینے کا جذبہ لے کر نہیں جانا چاہئے -

(۳) خود کو کام میں لگانا چاہئے -

یہ تین اہم باتیں ہمیں ذہن میں رکھنی چاہئیں -

ایسا دیکھا جاتا ہے کہ اکثر بعض لوگ کسی گاؤں میں جا بیٹھتے ہیں اور کسی ایسے کام کو جو بغیر گاؤں والوں کی مدد کے وہ کر سکتا تھا اسے سارے گاؤں بھر میں پھیلا کر بھی وہ نہیں کر سکتا - اپنے کام کا اپنا حساب لمحہ لمحہ کا - دیکھنا چاہئے - گاؤں کے آدمیوں کی نگاہوں میں مطلق آدمی کی عزت ہوتی ہے - جو تعلیم یافتہ آدمی گاؤں جا کر کسی کو کچھ سکھانے کا خیال چھوڑ کر رات دن کام میں لگا رہیگا اور اپنے کردار کا خیال رکھیگا وہ خود بخود گاؤں والوں کیلئے سفینہ بن جائیگا - اور آسمانوں میں جسطرح تارے چاند کے گرد جمع رہتے ہیں اسی طرح گاؤں والے اسکے گرد جمع ہو جائیں گے ہندوستان کے دیہاتی عوام احسان فراموش نہیں ہیں وہ خوبیوں کی پوری قدر کرنی جانتے ہیں -



اخبارات

۱۵ اگست گذر گیا

پچھلے مہینوں میں اکثر لوگ یہ کہتے تھے کہ ہٹلر نے اعلان کیا ہے کہ پندرہ اگست تک میں انگلینڈ کو شکست دیکر دنیا میں امن قائم کر دوں گا۔ ہٹلر نے یہ اعلان کب اور کہاں کیا تھا اور کہاں شائع ہوا تھا اس کی ہمیں قطعی خبر نہیں لیکن یہ خبر ہم نے بھی سنی تھی اور دو ایک اخباروں میں پڑھی بھی تھی۔ جنگ میں جن جدید ہتھیاروں اور بیرحمانہ طریقوں کا جرمنی کی طرف سے استعمال ہو رہا ہے۔ ان کو دیکھتے ہوئے اور پولینڈ ہالینڈ، بلجیم اور فرانس جیسے منظم ممالک کی شکست دیکھتے ہوئے اگر کوئی یہ اندازہ کرتا ہے کہ ہٹلر کے قول میں کوئی حقیقت ہے تو اسے آزادی ہے کہ وہ اندازہ کرے۔ بہت سے لوگ جنہیں برطانیہ عظمیٰ کی قوت کا پتہ نہیں ہے ممکن ہے کہ یہ سوچتے رہے ہوں کہ ۱۵ تاریخ تک دنیا کا نقشہ بدل جائیگا۔

لیکن ۱۵ اگست گذر گیا۔ برطانیہ عظمیٰ اسی عزم و ولولہ کے ساتھ میدان میں موجود ہے اور مستقل مزاجی کے ساتھ جرمنی کے خوفناک حملوں کا مقابلہ کر رہا ہے۔ جرمنی کے ایک ایک ہزار تک ہوائی جہاز انگلینڈ کے اوپر گھنی بستیوں میں بم برسا رہے ہیں۔ اخبارات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جرمنی نے اب انگلینڈ کے گرد سرنگیں بچھا کر جہازوں کے آنے جانے کا راستہ پرخطر بنا دیا ہے لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ برطانیہ عظمیٰ کے باشندوں کا استقلال ابھی متزلزل نہیں ہوا ہے۔ یہ بات مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ کی گذشتہ تقریر سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ موجودہ جنگ دراصل گذشتہ جنگ عظیم ہی کی ایک کڑی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اس جنگ میں اموات کی تعداد بہت کم ہے گذشتہ جنگ عظیم کے پہلے ایک سال میں ہمارے ۳ لاکھ ۶۵ ہزار آدمی کام آئے تھے لیکن موجودہ جنگ کے پہلے سال میں ہمارے صرف ۹۲ ہزار آدمی ہلاک زخمی، اسیر یا مفقود الخبر ہوئے ہیں۔ اگرچہ نقصان جان کم ہو رہا ہے لیکن اس مرتبہ لڑائی کے نتائج نہایت بھیانک ہو رہے ہیں اور بڑی بڑی قوموں کا خاتمہ ہفتوں اور دنوں میں ہو رہا ہے۔ پچھلی جنگ میں اسلحہ بند فوجی میدان میں جاکر داد شجاعت دیتے تھے۔ لیکن اس وقت کے طریق جنگ کی وجہ سے ہر شہر اور گاؤں میدان جنگ بنا ہوا ہے گلیوں اور کوچوں میں دفاعی انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ گویا موجودہ جنگ نئے نئے آلات اور سائنس کی جنگ ہے جو برطانوی باشندوں کے حسب منشا ہے۔

سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے مسٹر چرچل نے کہا کہ اس جنگ میں برطانیہ کی جغرافیائی پوزیشن سب سے زیادہ آڑے آئی اسکے ساتھ ہی امریکہ کی دوستی بھی نہایت کار آمد ثابت ہوئی ہے جس نے برطانیہ کو جدید اسلحہ و آلات فراہم کئے جن کے بل بوتے پر ہٹلر نے یہ تباہی مچا رکھی ہے۔ برطانیہ کی جغرافیائی پوزیشن ہی نے اسے سمندر کی ملکہ بنایا ہے اور اس کی وجہ سے اس نے جرمنی اور جرمن مقبوضہ علاقوں کی موثر ناکہ بندی کر رکھی ہے اس مرحلہ پر آپ نے جب جرمنی کی طرف سے برطانیہ کی ناکہ بندی کے اعلان کا ذکر کیا تو سارے ہاؤس میں قہقہہ بلند ہو گیا۔

زاں بعد آپ نے برطانیہ کی جنگی تیاریوں کا ذکر کیا اور کہا کہ اس وقت حالت یہ ہے کہ جو لوگ پہلے امن کے حامی تھے وہ اب جنگ جاری رکھنے کا پکا ارادہ کئے بیٹھے ہیں۔ موت کی تباہکاری اور نقصانات کی کثرت، ادائیگی فرض میں کوتاہی کی شرم کے مقابلے میں کوئی چیز نہیں ہے۔ اس وقت برطانیہ میں اسلحہ سازی کی رفتار انتہا پر ہے۔ ۲۰ لاکھ آدمی رائفلوں سے مسلح کھڑے ہیں جن میں سے تم باقاعدہ فوج میں شامل ہیں۔

بحری اور فضائی طاقت

بحری اور فضائی طاقت کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا اطالوی بندرگاہیں ہمارا دفاعی خطہ ہیں اور ہماری بحری طاقت کی ناکہ بندی سے دشمن کے ۴ لاکھ ٹن مال پر قبضہ کیا جا چکا ہے۔ فضائی جنگ کے طول و عرض کے متعلق کچھ کہنا مشکل ہے۔ ہٹلر اپنی شکست کا کب اعتراف کرے گا کیونکہ اپنی گیدڑ بھبکیوں اور لاف زنیوں کے بعد اگر وہ یہ بھی تسلیم کرے کہ جرمنی کی طرف سے ہوائی حملوں میں کمی آگئی تو اس کی شہرت کو سخت دھکا لگے گا۔ (قہقہہ)

آپ نے بتایا کہ دشمن کے طیاروں کا نقصان برطانیہ کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔ پھر ہماری طیارہ سازی کی رفتار دشمن کے مقابلہ میں سبقت لے گئی ہے اس کے ساتھ ہی امریکن طیاروں کی آمد کا سلسلہ ابھی شروع ہوا ہے۔ گویا جوں جوں جنگ طویل ہوتی جائیگی ہمارے طیارے بلحاظ تعداد اور فوقیت کے دشمن پر غالب آجائینگے اور اسکے ساتھ ہی دشمن کی اقتصادی حالت کمزور ہوتی جائیگی۔ دشمن اگر بحر اسود اور ہندوستان کی گذرگاہ پر بھی غلبہ پا جائے تب بھی وہ اقتصادی بدحالی کی وجہ سے کچھ استفادہ نہیں کر سکتا۔

مشرق وسطیٰ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ فرانس کی شکست کی وجہ سے ہماری مشکلات بڑھ گئی ہیں کیونکہ وہاں فرانس کی بحری اور بری طاقت پر بہت کچھ بھروسہ تھا۔ آپ نے کہا اگرچہ فرانس نے میدان میں ہتھیار ڈالدئے لیکن اسکی عظیم بحری طاقت کو آزادی تھی اور ہمارے ساتھ ملکر دشمن کو ہراساں کر سکتی تھی۔ آپ نے کہا اگر برطانیہ کی ایسی حالت ہو جائے جو فرانس کی ہوئی ہے (لیکن بحالات موجودہ جس کا کوئی امکان نہیں) تو ہماری طاقت کنیڈا اور نوآبادیات سے جنگ جاری رکھے گی۔ جہاں وشی گورنمنٹ کے لوگوں کی فردگذاشتوں پر افسوس ہے۔ وہاں جنرل ڈیگول اور ان کے بہادر پیرو قابل تعریف ہیں۔ جنہوں نے حصول آزادی کے لئے آخر دم تک برطانیہ کا ساتھ دینے کا عزم کر رکھا ہے۔

انگریز بڑی بہادری سے جرمنی کے اس وحشیانہ حملے کا مقابلہ کر رہے ہیں اور جیسا کہ مسٹر چرچل کی تقریر سے واضح ہوتا ہے ان کو یقین ہے کہ وہ اس سخت آزمائش میں کھرے نکلیں گے۔ اور آخر کار نتیجہ انھیں کی ہوگی اسی طرح نپولین اور قیصر نے بھی انگلینڈ پر تسلط قائم کرنے کی کوششیں کی تھیں۔ لیکن انگریزوں کی مستقل مزاجی اور بہادری کے سامنے ان کی کوششیں ناکام ہوئیں اسی استقلال کے ساتھ برطانیہ عظمیٰ کے باشندے اپنے وطن کی حفاظت میں مصروف ہیں اور انہوں نے استقلال سے ہٹلر اور جرمنی پر بھی یہ ظاہر کر دیا ہے کہ انگریز فرانسیسیوں کی طرح گھبرا کر گھٹنے نہیں ٹیک دیں گے، وہ آخر وقت تک لڑیں گے۔ اس لڑائی کا انجام کچھ بھی ہو لیکن اس سے برطانیہ عظمیٰ کی شجاعت اور مستقل مزاجی کی بے نظیر مثال ملیگی اور وہ دنیا کی ایک لازوال کہانی ہوگی۔

کیا جنگ کا میدان اور بڑھے گا؟

جرمنی نے غیر جانبدار ممالک کو متنبہ کیا ہے کہ اس نے انگلینڈ کے گرد گھیرا ڈال دیا ہے اور جو اس گھیرے میں سے ہو کر اپنا جہاز لے جائیگا۔ وہ یہ جانتے ہوئے لیجائے کہ اس جہاز کو ڈبو دئے جانے کا پورا خطر ہے۔ اسی قسم کی تنبیہ اٹلی نے بحر روم اور بحر قلزم کے بارے میں دی ہے۔ برطانی بحری فوج کے ہوتے ہوئے یہ انتباہ مضحکہ خیز معلوم ہوتے ہیں۔ پھر بھی ان سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابھی جنگ طوالت اختیار کریگی اور اس کا رقبہ بھی بڑھے گا۔ بہت ممکن ہے کہ جلد ہی بحر روم کے گرد پھر زبردست جنگ چھڑ جائے۔ ادھر مشرق بعید میں فرانس کی شکست کے بعد اور انگلینڈ کو جنگ میں مصروف دیکھ کر جاپان بھی سر اٹھانے لگا ہے اور فوجی مظاہرے کر رہا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ جرمنی اور امریکہ کے درمیان کشیدگی بڑھنے پر وہ مشرق بعید میں بھی لڑائی چھیڑ دے۔

اس طرح جنگ یورپ کے عالمگیر ہونے کی پوری اُمید ہے۔ یوں بھی اس جنگ کا اثر سارے یورپ پر پڑ رہا ہے اور ملکوں کے درمیان کشیدگی اتنی بڑھ رہی ہے کہ معلوم ہوتا ہے ایک کی بربادی کے بغیر دوسرے کو چین نہ ملیگی۔

اس وقت آثار یہی ہیں کہ جنگ پھیلیگی اور دنیا کو اس کی تباہ کاریوں سے واقف ہوتے ہوئے بھی اس کا استقبال کرنا پڑیگا۔ قدرت کا قانون ہے کہ وہ تعمیر بھی کرتی ہے اور تخریب بھی۔ علم و فن میں ترقی حاصل کر لینے پر بھی انسانی فطرت اپنے کو قدرت سے الگ نہیں کر سکی اور انسان جنگ اور امن کے اندر تعمیری کاموں کے ساتھ تخریب اور تعمیر کرتا رہا ہے۔ اس لحاظ سے یہ جنگ بُری نہیں کیونکہ اس کی تباہ کاریاں ختم ہونے کے بعد دنیا میں ایک ایسا نظام قائم ہوگا جو شاید دنیا کو مستقل امن عطا کریگا۔

ہندوستان کا مسئلہ

ہندوستان کا مسئلہ ابھی حل نہیں ہوا ہے۔ وائسرائے نے اپنی تقریر میں ہندوستان کے متعلق برطانیہ کے رخ کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابھی پہ وزیر ہند مسٹر ایمیری نے بھی پارلیمنٹ میں ایک طویل بیان دیا ہے۔ اس پر پارلیمنٹ میں کافی بحث بھی ہوئی ہے۔ لیکن کانگریس ابھی مطمئن نہیں ہوئی۔ کانگریس چاہتی ہے کہ برطانیہ عظمیٰ جن اصولوں کے لئے لڑ رہا ہے ان کو ہندوستان میں عملی جامہ پہنائے اور برطانی مدبر یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان کی حالت ابھی ایسی نہیں ہے کہ کانگریس کا مطالبہ پورا پورا منظور کیا جائے۔ اس طرح جیسے جیسے جنگ کے بڑھنے کا اندیشہ بڑھتا جاتا ہے ویسے ویسے برطانیہ عظمیٰ اور کانگریس کے درمیان خلیج وسیع ہوتی جا رہی ہے۔ ہم دوسری جگہ حضور وائسرائے، وزیر ہند اور مہاتما گاندھی کے بیانات شائع کر رہے ہیں اس کے مطالعہ سے قارئین کو معلوم ہو جائیگا کہ دونوں کے نظریوں میں کیا فرق ہے۔

ہٹلر کا کوئی دوست نہیں ہے۔ جس طرح برطانیہ عظمیٰ ہٹلرازم کو دنیا سے مٹا دینا چاہتا ہے اسی طرح کانگریس بھی اس کی دشمن ہے۔ پھر بھی کانگریس برطانیہ کے ساتھ جنگ میں عملی حصہ نہیں لے رہی ہے کیونکہ برطانیہ ہندوستان کے متعلق اپنی پالیسی میں وہ فراخدلی نہیں لا سکا جس کی اس موقعہ پر کانگریس اُمید رکھتی ہے۔

اس طرح یورپ میں جنگ جاری ہے اور ہندوستان اس میں عملی اور اصولی طور پر شریک ہے۔ پھر بھی ولایت اور ہندوستان کے مدبروں نے اس سوال کو یہیں نہیں چھوڑ دیا ہے وہ اب بھی اس کو سلجھانے میں لگے ہیں کانگریس ورکنگ کمیٹی نے بھی ابھی کوئی ایسا رُخ نہیں اختیار کیا ہے کہ سمجھوتے کی کوئی صورت ہی نہ رہجائے۔ اُدھر وائسرائے اور مدبرین برطانیہ بھی اس سوال پر بار بار غور کر رہے ہیں۔ یہی اُمید کی آخری کرن ہے جو مستقبل قریب میں اس ملک کی سیاست پر چھائی ہوئی تاریکی کو دور کر سکتی ہے۔

مدرس تعلیم بالغان کا امتحان

اس صوبے کے کئی ضلعوں میں تعلیم بالغان کے مدرسوں کی ٹریننگ کے لئے کیمپ قائم کئے گئے ہیں۔ ان کیمپوں کی ٹریننگ کی میعاد اب ختم ہونے والی ہے۔ اس لئے جناب منوہرداس چتروید ی گاؤں سدھار افسر نے اُن ضلعے کے گاؤں سدھار سکریٹریوں کے پاس امتحان کے سلسلے میں ایک گشتی مراسلہ بھیجا ہے جہاں مدرسوں کی ٹریننگ کے کیمپ کھولے گئے ہیں۔ آپ نے سکریٹریوں سے ٹریننگ کے اختتام کی تاریخ طلب کی ہے تاکہ امتحان کا انتظام کیا جا سکے۔ مدرسوں کو یہ اطلاع دیگئی ہے کہ وہ اپنی عملی قابلیت اور رمز وغیرہ کے ثبوت میں ممتحنوں کو سارٹیفکٹ دکھلانے کے لئے تیار رہیں جو مدرس ایسا نہ کریگا وہ ناقابل سمجھا جائے گا۔ گاؤں سدھار انسپکٹروں کے پاس فارم بھیجے گئے ہیں جن کی خانہ پُری کرنے اور انھیں ممتحن کو دینے کے لئے انسپکٹروں کو حکم دیا گیا ہے۔

امتحان تاریخ ٹھیک وقت پر بتلائی جائے گی۔ امتحان تحریری اور زبانی ہر دو قسم کا ہوگا۔ جن ضلعوں میں امتحان ہوگا اُن کی مکمل فہرست حسب ذیل ہے۔

سہارنپور	بلند شہر
میرٹھ	بجنور
علی گڈھ	مرادآباد
آگرہ	شاہجہانپور
مین پوری	پیلی بھیت
بریلی	اٹاوہ
فتح پور	گڑھوال
ندہ	رائے بریلی
حمیر پور	سیتاپور
الموڑہ	ہردوئی
جھانسی	کھیری
اُناؤ	

میلوں اور نمائشوں کے لئے گرانٹ

جناب منوہرداس چترویدی افسر محکمہ گاؤں سدھار نے ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کے کچھ سکریٹریوں کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیج کر اُن سے میلوں اور نمائشوں کے لئے ملی ہوئی گرانٹ کے خرچ کا حساب طلب کیا ہے سنہ ۱۹۳۹-۴۰ء کے لئے حسب ذیل ضلعوں کو جو گرانٹ منظور ہوئی تھی اس کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱ - علی گڈھ	۵۰ روپئے	
۲ - الہ آباد	۱۵۰ "	
۳ - الموڑہ	۴۰۰ "	
۴ - بہرائچ	۵۰۰ "	
۵ - بارہ بنکی	۱۰۰ "	
۶ - بجنور	۲۵۰ "	
۷ - کانپور	۵۴۷ "	۲ر
۸ - دہرہ دون	۴۷۷ "	۰۶ر
۹ - فرخ آباد	۱۱۵ "	۱ر
۱۰ - فیض آباد	۷۲۴ "	
۱۱ - گونڈہ	۴۰۰ "	
۱۲ - گڑھوال	۲۰۰ "	
۱۳ - گورکھپور	۲۵۰ "	
۱۴ - حمیرپور	۲۵۰ "	
۱۵ - جون پور	۲۰۰ "	
۱۶ - لکھنؤ	۵۶۴ "	۸ر
۱۷ - میرٹھ	۴۲۲ "	۰۵ر
۱۸ - متھرا	۹۸۷ روپئے	
۱۹ - مرادآباد	۲۰۰ "	
۲۰ - مظفرنگر	۵۰۰ "	
۲۱ - مین پوری	۲۵۰ "	
۲۲ - نینی تال	۱۴۵۰ "	
۲۳ - پرتاب گڈھ	۸۹ "	۱۴ر
۲۴ - پیلی بھیت	۲۵۰ "	
۲۵ - سہارن پور	۵۰ "	
۲۶ - سیتاپور	۱۵۰ "	
میزان	۹۴۲۷ روپئے	۵ر

اسکاؤٹ ماسٹر

دیہاتوں میں مقرر ہونے والے اسکاؤٹ ماسٹروں کی مکمل فہرست ہم "ہل" میں شائع کر چکے ہیں۔ ان اسکاؤٹ ماسٹروں کی چھٹی، اعمال نامہ وغیرہ کے بارے میں جناب منوہرداس چترویدی نے گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیجا ہے۔ آرگنائزروں کے لئے چھٹی، اعمال نامہ اور پابندی وغیرہ کے متعلق جو قاعدے بنائے ہیں وہ اسکاؤٹ ماسٹروں کے لئے بھی عائد ہوں گے۔ سب عملی باتوں میں وہ گاؤں سدھار انسپکٹر کی ماتحتی میں کام کریں گے آرگنائزروں کی طرح اسکاؤٹ ماسٹر بھی اپنی سب اسکیمیں، پروگرام، ڈائریاں، ماہوار رپورٹ اور معائنہ کے متعلق نوٹ وغیرہ گاؤں سدھار انسپکٹر کو دیں گے اور تمام ضروری باتوں کے لئے انسپکٹر کی اجازت لیں گے۔ وہ بالغوں کے اسکولوں اور مدرسوں کے لئے ہدایتیں اور تجویزیں وغیرہ گاؤں سدھار انسپکٹر کو بتائیں گے اسکاؤٹ ماسٹر آرگنائزر کے ساتھ اصلاحی مسائل پر تبادلہ خیال کر سکتے ہیں اور اصلاح کے لئے اپنی رائے پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن انھیں آرگنائزروں پر نکتہ چینی نہ کرنی چاہئے۔ اگر انھیں اس قسم کی نکتہ چینی کرنی ہو تو اُس کی کارروائی کے لئے انسپکٹروں ہی کو اطلاع دینی چاہئے۔ آرگنائزر اُن کے ماتحت نہیں سمجھے جائیں گے لیکن آرگنائزر کو یہ نہ بھولنا چاہئے کہ دیہاتی اسکاؤٹ ٹروپ کھولنے اور دیہاتوں کے بالغوں کے مدرسوں کو کامیابی کے ساتھ چلانے میں اسکاؤٹ ماسٹر کی مدد کرنا اُن کا فرض ہے۔

ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن

گاؤں سدھار دیہاتوں میں ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کی طرف سے ہی اصلاحی کام ہوتے ہیں۔ گاؤں سدھار پروگرام کے مطابق حسب ذیل اصحاب ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے لئے منتخب کئے جاتے ہیں۔

(الف) صوبائی لیجس لیچروں کے نمائندے ایکس آفیشیو ممبر کی صورت میں۔

(ب) ضلع افسر کی طرف سے نامزد کئے ہوئے دو ڈپٹی کلکٹر۔

(ج) اصلاحی محکموں کے مقامی سینیئر نمائندے اور محکمہ گاؤں سدھار کے ڈیویژنل سپرنٹنڈنٹ ایکس آفیشیو ممبر کی شکل میں۔

(د) ضلع بورڈ کے چیرمین ایکس آفیشیو ممبر کی شکل میں۔

(ہ) ضلع تعلیمی کمیٹی کے چیرمین ایکس آفیشیو ممبر کی شکل میں۔

(و) ضلع بورڈ کے انجینیر ایکس آفیشیو ممبر کی شکل میں۔

(ز) گاؤں سدھار انسپکٹر ایکس آفیشیو ممبر کی شکل میں۔

(ح) سرکاری بنک کے مینیجنگ ڈائرکٹر اور کورٹ آف وارڈس کے مینیجر۔ اگر کوئی ہو۔ ایکس آفیشیو ممبر کی شکل میں۔

(ط) گاؤں سدھار سے دلچسپی رکھنے والے غیر سرکاری ممبر۔

غیر سرکاری ممبر منتخب کرتے وقت اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ ممبری کسی پر زبردستی نہ لادی جائے حسب ذیل افراد کو بھی ممبر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

(الف) عورتیں ۲

(ب) ہریجن ۲

(ج) عیسائی ۱

(د) فوجی بورڈ ۱

(ہ) یونینوں یا ایسی جگہوں میں جہاں یونین نہیں ہیں زندگی سدھار سوسائٹیوں کے سرپنچ ۶

(و) ایسی سوسائٹیوں کے نمائندے جو

گاؤں سدھار کے کاموں سے تعلق رکھتے ہیں۔

ایسے ہی لوگ ممبر بنائے جاتے ہیں جنھیں کے حالات کا علم ہوتا ہے۔ ممبر منتخب کرنے کے لئے سبھی دیہاتی حلقوں کی نمائندگی حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لوگوں کو ممبر منتخب کرتے وقت یہ توقع کی جاتی ہے کہ ہر ایک ممبر کم از کم ایک گاؤں سدھار حلقے میں دلچسپی لے گا۔

بھجن منڈلیاں

دیہاتوں میں بیداری پیدا کرنے کا کام بھجن منڈلیاں آسانی سے کر سکتی ہیں۔ کیونکہ اُن کے گانے سُننے کے لئے لوگ بہت کافی تعداد میں اکٹھا ہوتے ہیں۔ اُن کو پروپیگنڈے کے لئے مقرر کرنے کے خیال سے حکومت نے خاص انتظام کیا ہے۔ اس لئے جناب گاؤں سدھار افسر صاحب نے بھجن منڈلیوں اور گانے والوں کے سلسلے میں گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیج کر اُنکی رائے طلب کی ہے۔ جو گانے والے دیہاتوں کے لئے ملازم رکھے جائیں گے اُنھیں وہاں کی بولی میں منظور شدہ گانے گانے ہوں گے۔ اُنکے گانے کا طریقہ ایسا ہونا چاہئے کہ وہ عوام کو متوجہ کر سکیں۔ گانے والوں کی ماہوار تنخواہ ۳۰ روپئے سے زیادہ نہ ہو گی۔ اس میں سفر خرچ بھی شامل ہے پچھلے سال گانے والے اور بھجن منڈلیاں کچھ ضلعوں میں بھیجی گئی تھیں۔ آزمائش کے ذریعے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ گویوں کی بہ نسبت بھجن منڈلیاں کہیں زیادہ اثر ڈالتی ہیں۔ اس لئے گاؤں سدھار افسر صاحب نے سکریٹریوں کو یہ آزادی دی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو پروپیگنڈے کے کام کے لئے بھجن منڈلی رکھ سکتے ہیں بھجن منڈلی کا کل خرچ اُس میں رکھے جانے والے آدمیوں کی تعداد پر منحصر ہوگا بھجن منڈلی کا ماہوار خرچ ۱۵۰ روپیہ ماہوار سے زیادہ نہ ہونا چاہئے۔ گذشتہ سال ۷۵ روپئے ماہوار پر بھجن منڈلیاں رکھی گئی تھیں۔ اُن میں ایک گویا اور دو دیگر کام کرنے والے ہوتے تھے۔ چترویدی صاحب نے سکریٹریوں کو گویوں یا بھجن منڈلیوں میں کام کرنے والے لوگوں کے نام ۱۵ ستمبر تک بھیجنے کی ہدایت دی ہے۔ گویوں اور بھجن منڈلیوں کا تقرر پہلے دو ماہ سے پہلے تک کے لئے نہ ہوگا۔ مقرر شدہ گویئے یا بھجن منڈلیاں یکم نومبر ۴۰ء سے کام شروع کر دیں گی۔

شری گاندھی آشرم رنیواں

شری گاندھی آشرم رنیواں (فیض آباد) میں کتائی، دُھنائی، بنائی، تیل پیرنا، صابن تیار کرنا وغیرہ دستکاریوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس سلسلے کی ایک اطلاع ہم 'پل' کی گذشتہ اشاعت میں شائع کر چکے ہیں۔ اس سال داخلہ چاہنے والے اُمیدواروں کے لئے درخواست داخلہ بھیجنے کی آخری تاریخ یکم اگست تھی لیکن اب اس کے لئے ۱۵ اکتوبر تک درخواست بھیجی جا سکتی ہے اُمید ہے کہ خانگی دستکاریاں سیکھنے کے خواہشمند اس سہولیت سے فائدہ اُٹھائیں گے۔ درخواست مہتمم شری گاندھی آشرم، رنیواں، پوسٹ گوسائیں گنج (فیض آباد) کے پاس بھیجنی چاہئے۔

تیسرے درجے کا سفر

"ہمارے ایک نامہ نگار کو حال ہی میں تیسرے درجے کے سفر کی تکلیفوں کا تجربہ ہوا ہے اُنھوں نے ہمیں ایک طویل خط لکھا ہے جس کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

"گذشتہ رکشا بندھن کے روز میں اپنی بیوی اور دو بچوں کے ساتھ متھرا گیا۔ میرا ارادہ وہاں جھولوں کا میلا دیکھنا اور تیرتھ کرنا تھا۔ میری ہی طرح اور بھی بہت سے لوگ گئے تھے۔ چنانچہ گاڑی میں کافی مجمع تھا۔ ہر اسٹیشن پر جب گاڑی کھڑی ہوتی تو کچھ نئے آدمی ڈبے میں چڑھ آتے۔ بھیڑ اور حبس اتنا تھا کہ دم گھٹا جاتا تھا۔ گاڑی کا پاخانہ نہایت گندہ تھا۔ ڈبے کے اندر جہاں لوگ بیٹھے یا کھڑے تھے وہیں تھوک رہے تھے۔ اگرچہ کھڑکی سے قدرت کے دلاویز نظارے دکھائی دے رہے تھے تاہم ڈبے کے اندر ایسی حالت تھی گویا جیتے جی جہنم میں آ گئے ہوں۔ کیا تیسرے درجے کے مسافروں کو بچانے کا کوئی انتظام ہو سکتا ہے؟ کیا ریلوے کے منتظمین اس طرف توجہ دے سکتے ہیں؟"

خط کافی طویل ہے لیکن اُس کا خلاصہ یہی ہے جو ہم نے اوپر درج کیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محکمہ ریلوے کی جانب سے تیسرے درجے کے مسافروں کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جاتی لیکن پھر بھی بہت سی مصیبتیں ہم نے اپنے آپ پیدا کر لی ہیں۔ مثلاً گاڑی کے اندر تھوکنا یا اُسے گندہ کرنا اور اُس میں تعداد سے زیادہ سوار ہو جانا۔ میلے وغیرہ کے مواقع پر اگر لوگ کافی تعداد میں ہوں اور اگر ڈبوں میں بیٹھنے کے لئے جگہ نہ ہو تو اُس حالت میں اسپیشل گاڑیاں تیار کرائی جا سکتی ہیں۔ اگر بیشتر مسافر دل میں یہ طے کر لیں کہ جب تک بیٹھنے کا معقول انتظام نہ ہو وہ ریل میں سفر نہ کریں گے اور ٹکٹ واپس کر دیں گے تو ریلوے کے حکام اس طبقے کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اگر تیسرے درجے کے مسافر خود اپنے آرام کا خیال کرنے لگیں اپنی تکالیف سے حکام کو باقاعدہ آگاہ کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ اُن کی شنوائی نہ ہو۔

کھیل اور ورزش کے سامان

دیہات کے باشندوں کی تندرستی سدھارنے کے لئے گاؤں سدھار دیہاتوں میں کھیل، کشتی اور دیگر ورزشوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ تندرستی کی اسکیم کے مطابق جن جن سامانوں کی ضرورت پڑے گی اُنھیں خریدنے کے لئے جناب منوہر داس چترویدی گاؤں سدھار افسر نے گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں کے پاس گشتی مراسلے بھیج دئے ہیں۔ ذیل میں ہم کھیل کے سامانوں کے نام، اُن کی قیمت اور اُن کے فروخت کرنے والوں کی مکمل فہرست درج کر رہے ہیں۔

نام سامان	قیمت	ملنے کا پتہ
۱۔ رسہ کشی کے لئے ۱۴۰ فیٹ لمبی اور ۴ انچ موٹی منیل رسی۔	۲۰ روپیہ	شالیمار روپ ورکس لیمیٹڈ، لائنس رینج، پوسٹ بکس نمبر ۴۸ کلکتہ۔
دونوں کناروں پر لال اور سیاہ دھاگے سے بنائی ہوئی گانٹھ۔	۲ روپیہ فی رسی	" " "
۲۔ شیشم کی کٹار۔	۱۲/ فی کٹار	بریلی ووڈ ورکس ایبٹ روڈ، لکھنؤ۔
۳۔ رومن رنگس یا ہینڈ رنگس۔	۸ روپیہ ۵/ فی جوڑ	پنجاب اسپورٹنگ ڈپو، کوئنس اسٹیچو کے سامنے، مال، کانپور۔
۴۔ لوہے کا بنا ہوا ۱۶ پونڈ وزن والا پوٹنگ دی شاٹ۔	۳ روپیہ فی پوٹنگ دی شاٹ	" " "

اُردو مطبوعات انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

ضروری ہدایات (۱) صاحبِ فرمائش کو اپنا نام و پتہ صاف صاف اور مفصل لکھنا چاہیئے۔

(۲) جو کتابیں کسی فرمائش کی بنا پر روانہ ہوں گی وہ کسی صورت میں واپس نہ ہو سکیں گی۔

(۳) بعض کتابیں بہت کم تعداد میں باقی رہ گئی ہیں اس لئے اگر فرمائش میں دیر کی گئی اور وہ کتابیں ختم ہو گئیں تو اُن کا مہیا کرنا مشکل ہو گا۔

(۴) کتابیں منگا کر ان کو بہ مدا نکاری واپس کرنا ایک قسم کا دھوکا دہی کا جرم ہے۔ اگر کسی وجہ سے مجبوراً ایسا کرنا پڑے تو صرفہ روانگی بھیجدینا چاہیئے۔

(۵) چھوٹی قیمت کی فرمائشوں کی تعمیل کرنے میں ہمیں کچھ عذر نہیں مگر مناسب یہ ہے کہ اگر فرمائش ایک روپیہ سے کم کی ہے تو قیمت نقد بھیجدی جائے۔

(۶) اگر آٹھ روز تک آپ کی فرمائش کا جواب نہ ملے تو خیال کر لینا چاہیئے کہ ہمیں آپ کا آرڈر نہیں ملا۔

(۷) صرفہ روانگی (پیکنگ و محصول ڈاک وغیرہ) ذمہ خریداران ہو گا۔

(۸) جملہ فرمائشات پتہ ذیل پر روانہ کیجائیں:—

منیجر صاحب بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

روح انیس مرحوم

فردوسیِ ہند میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے بہترین مرثیوں، سلاموں اور رباعیوں کا مجموعہ۔ ملک کو سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم۔ اے (صدر شعبہ فارسی و اردو لکھنؤ یونیورسٹی) کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ انھوں نے متعدد قلمی نسخوں کے مقابلہ کے بعد اس مجموعہ کو مرتب فرمایا ہے۔ شروع میں ۸۴ صفحات کا مقدمہ ہے جس میں میر انیس مرحوم کے حالات زندگی اور کلام پر مختصر تبصرہ کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ الصلاۃ والسلام کی شہادت کا مختصر بیان، مرثیہ اور اشخاصِ مرثیہ کے تحت میں نہایت ضروری اور قابل قدر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ آخر میں ۷۰ صفحات میں ضروری فرہنگ اور توضیحی حاشیے ہیں۔ کتاب کا یہ حصہ اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ شروع میں میر انیس مرحوم کی سہ رنگی تصویر ہے علاوہ ازیں جناب انیس مرحوم کی تحریر، مکانِ مدفن اور ایک مجلس کی تصویر دی گئی ہے۔ جلد پر کربلائے معلی کا سنہرا نقشہ ہے۔ دیدہ زیب طباعت، خوبصورت جلد ۶۰۰ صفحات تقطیع کلاں۔ قیمت تین روپئے۔

جذباتِ بسمل

منشی شکمدیو پرشاد صاحب سنہا بسمل الہ آبادی کا مجموعہ کلام۔ کتاب کا نام جذبات بسمل بہت موزوں ہے کیونکہ جذبات ہی مصنف کے کلام کا بہترین امتیاز ہیں۔ زبان کی سادگی اور سلاست ان کے کلام کی دوسری خصوصیت ہے اور کیوں نہ ہو، فن شاعری میں آپ ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی مدظلہ کے شاگرد ہیں جو فصیح الملک حضرت داغ دہلوی مرحوم کے بلند پایہ تلامذہ میں ہیں"۔

جناب بسمل زمانہ حال کے مقبول شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں۔ زبان کی سادگی کی وجہ سے اُنکا کلام بہت پسند کیا جاتا ہے۔ آجکل جتنے اچھے اُردو رسالے چھپتے ہیں وقتاً فوقتاً بسمل صاحب کے کلام سے مزین ہوتے ہیں۔ شروع کتاب میں آنریبل جسٹس سر عبدالقادر جج ہائی کورٹ لاہور نے مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ ۲۱ تصویروں سے "جذبات بسمل" مزین ہے جس میں زیادہ سہ رنگی تصاویر ہیں اور بعض ہندوستانی فن تصویر کا بہترین نمونہ ہیں۔ لکھائی چھپائی کے متعلق صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ایسی نفاست و خوشنمائی سے کوئی کتاب اُردو زبان کی آج تک شائع نہیں ہوئی کوئی کتب خانہ اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہیئے۔ قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ (۴؍۸)

پیامِ رُوح

یعنی مجموعہ کلام مسٹر حامد اللہ افسر بی۔ اے "مع تقریب" از آنریبل سر شاہ محمد سلیمان صاحب ایم۔ اے ایل ایل۔ ڈی چیف جسٹس الہ آباد ہائیکورٹ و "مقدمہ" از میاں بشیر احمد صاحب بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایڈیٹر رسالہ "ہمایوں" لاہور۔

"میرے خیال میں ظاہری صورت اور باطنی خوبیوں کے لحاظ سے یہ مجموعہ اس قابل ہے کہ اُسے زبان اُردو کی بہترین اور پائدار تصنیفات کے ساتھ جگہ دیجائے اس ظاہری و معنوی محاسن پر میں لائق شاعر کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ پبلک انھیں وہ داد دے گی، جس کے وہ مستحق ہیں"۔ (میاں بشیر احمد بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر۔ ایڈیٹر "ہمایوں" لاہور۔

"افسر کا نام اور کلام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اُن کی شہرت خود ان کی مقبولیت کا ثبوت ہے۔ پیام رُوح ان کی تمام نظموں اور غزلوں کا مجموعہ ہے اس کی اشاعت سے شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو گا"۔

(آنریبل سر شاہ سلیمان صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل ڈی چیف جسٹس ہائی کورٹ الہ آباد)۔

کاغذ دبیز لکھائی چھپائی دیدہ زیب چھ ہاف ٹون تصویریں جن میں تین سہ رنگی ہیں۔ اس مجموعہ سے کتب خانہ خالی نہ رہنا چاہیئے۔ قیمت صرف تین روپیہ۔

صبح وطن و مضامین چکبست

صبح وطن یعنی مجموعہ نظم پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی (مرحوم)۔ "چکبست کی شاعری کی تحریک کا باعث کبھی تو حب وطن کا جوش ہوتا ہے اور کبھی کوئی گزشتہ یا حال کا تاریخی واقعہ اُن کے طائر خیال کو پرواز میں لاتا ہے کبھی قدرت کے نظاروں یا مذہبی رازوں کے انکشاف سے وہ اپنی نظموں کو آراستہ کرنے میں مدد لیتے ہیں اور کبھی انسانی جذبات اور احساس کی سچی تصویر کھینچ کر عبرت کا سبق دیتے ہیں۔ قومیت کا خیال ان کی شاعری کی ساخت کا جزو اعظم ہے۔ برج نرائن چکبست دور جدید کے صرف ترجمان ہی نہیں بلکہ اس دور کے نمائندوں میں ان کا پایا بہت بلند ہے جس قدر زمانہ گذرتا جائیگا اور اُردو شاعری مصنوعی قیود سے آزاد ہوتی جائیگی نیز آزادی کی ہوا میں اس کو نشو و نما پانے کا موقع

منیجر بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

ہے گا' اسی قدر برج نرائن چکبست کی شہرت بتدریج بڑھتی جائے گی اور آئندہ نسلیں اس امر کو تسلیم کریں گی کہ وہ دورِ جدید کے رہنماؤں میں سے تھا۔ (سر تیج بہادر سپرو)

مضامین چکبست۔ پنڈت برج نرائن چکبست مرحوم بلند پایہ شاعر ہونے کے علاوہ بہترین مضمون نگار بھی تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے مضامین نثر کا مجموعہ بھی شائع کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں سیاسی، تنقیدی، تاریخی، قومی وغیرہ مضامین ہیں، اور بہت خوب ہیں۔

صبح وطن، مجلد قیمت ڈیڑھ روپئے۔ (عہ۱)

مضامین چکبست۔ مجم ۳۵۰ صفحات قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ۸)

یادگار نسیم

یعنی منشی دیا شنکر نسیم کی مشہور و معروف مثنوی "گلزار نسیم" و انتخاب "دیوان نسیم" مع حواشی و تبصرہ کلام مرتبہ مولوی اصغر حسین صاحب اصغر گونڈوی

آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ ڈی، چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ تحریر فرماتے ہیں :—

"یادگار نسیم جو مولوی اصغر صاحب نے تصحیح کے بعد شائع کی ہے مشہور و معروف شاعر نسیم کی مثنوی جسے انھوں نے مصلحتاً نا مناسب اشعار کو حذف کرنے کے بعد شائع کیا ہے۔ غزلیات میں سے جن غزلوں کا انتخاب کیا ہے وہ شاعر موصوف کی بہترین غزلیں ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حواشی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کتاب کا مقدمہ بجائے خود ایک عالمانہ تصنیف ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اس کتاب کی قدر کما حقہ ہوگی جو اس کے شایان شان ہے" طباعت دیدہ زیب، خوش نما جلد۔

قیمت دو روپئے (عہ۲)

کلام الملوک

یعنی شہزادگان دہلی کے کلام کا مجموعہ۔ ایک زمانہ میں قلعہ دہلی زبان اردو کا مرکز تھا۔ یہاں وہ لوگ جمع ہے جو الفاظ کو بہت ہی صحت کے ساتھ بولتے اور بہت ہی اچھے اور روز مرہ و محاورہ دار معنی میں استعمال کرتے تھے اور انھیں کی زبان آج صحیح اور مستند سمجھی جاتی ہے۔ شہزادگان دہلی کا کلام بھی اسی لحاظ سے قابل قدر ہے۔ محاورات و اصطلاحات روانی، صحت وزن، سلسلہ خیالات، بلند آوازی نازک خیالی، جوش بیان، نشست الفاظ اور عمدہ بندش کے علاوہ زبان صاف اور فصیح تکلف اور ابتذال نام کو نہیں۔ اگر زبان کا خاص رنگ اور شاعری کی اصل حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس مجموعہ کو ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت دس آنہ۔

معراج سخن

جناب سید خورشید حسن صاحب عروج مرحوم المتخلص بہ "دولھا صاحب" نبیرہ ناخدائے سخن میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے تین مرثیوں کا نادر مجموعہ جس میں حسب ذیل مراثی ہیں :—

۱۔ ہے زیور عروس فصاحت سخن مرا۔ ۱۱۹ بند
۲۔ خلق میں خلقت آدم کا سبب کون ہوا۔ ۱۴۰ بند
۳۔ صبح عاشور محرم ہے قیامت کی سحر۔ ۹۵ بند

اس کتاب پر ہندوستانی اکیڈیمی صوبجات متحدہ نے قابل مصنف کو پانسو روپیہ انعام عطا فرمایا ہے۔ زبان کے فدائیوں کے لئے نادر تحفہ ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ۸)

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟

(مرتبہ و مولفہ منشی کنھیا لال صاحب ایم۔ اے آر۔ اے۔ ایس)

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟ اس کتاب کا موضوع اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ مختصر فسانوں کے باب میں ساری باتیں بہت اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔ مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے۔ ایڈیٹروں، مضمون نگاروں اور مبتدیوں کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ قیمت آٹھ آنہ (۸ر)

بہترین ناول و افسانے

فردوس خیال

منشی پریم چند کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ۔

منشی پریم چند کے افسانے ہمیشہ اصلاح اخلاق و معاشرت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اوران کا مقصد شریفانہ جذبات مثلاً غیرت، حیا، خوف خدا، محبت اور آزادی ضمیر وغیرہ کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے۔ غیر ممکن ہے کہ کوئی سمجھدار منشی صاحب موصوف کی تصنیف پڑھے اور آپ کی جادو بیانی اور سحر نگاری کا قائل نہ ہو جائے اگر آپ نے اب تک اس مجموعہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا تو آج ہی طلب فرمائیے سرورق پر تین رنگ کی نہایت خوبصورت تصویر ہے۔ ۳۰۲ صفحہ کی کتاب ہے اور قیمت صرف ایک روپیہ (عہ۱)

جلوۂ ایثار

بالاجی کے قومی کارناموں سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ "جلوۂ ایثار" میں ان حالات اور واقعات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو اس کارنامے کے متحرک ہوئے تھے حالات اور واقعات دلچسپ و دلکش ہونے کے علاوہ حب قومی و جودت روحانی سے معمور ہیں اس پر منشی پریم چند صاحب کی جادو نگاری سونے پر سہاگا ہے واقعی قابل مطالعہ ناول ہے ۳۳۰ صفحات کی کتاب اور قیمت صرف بارہ آنہ

ڈالی کا جوگ

(اور دوسرے افسانے) مسٹر حامد اللہ افسر ایم۔ اے کے گیارہ فسانوں کا مجموعہ۔ یہ تمام فسانے مختلف اوقات میں بعض اردو جرائد میں شائع ہو کر خلعت قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ ان میں سے بعض اس قدر مقبول ہوگئے ہیں کہ انگریزی، ہندی، اور گجراتی میں ترجمے ہوگئے ہیں۔ فوٹوبلاک کی چند تصویریں بھی شامل ہیں۔ قیمت ایک روپیہ

شاما

مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی لکھنؤ۔

یہ ایک دکھیاری کی درد بھری داستان ہے۔ اقبال کا یہ شعر اس پر صادق ہے۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

سرورق پر سہ رنگی تصویر اور کتاب کے شروع میں بھی ایک تصویر (فوٹو بلاک) لگائی گئی ہے۔

قیمت فی نسخہ روپیہ

سادھو اور بیسوا

یعنی دو حیران نصیبوں کی کایا پلٹ۔ ایک جگ بیتی کہانی مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی۔ فرانسیسی اناطول فرانس کے ایک تاریخی ناول "تائیس" کو پڑھنے کے بعد اسکی تصنیف کا خیال پیدا ہوا۔ "سادھو اور بیسوا" میں اسی خیال کی پیروی اور تصور کے تائید کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو "تائیس" کا امتیازی جوہر ہے۔ اس کے باوجود نہ یہ اس کا ترجمہ ہے نہ خلاصہ۔ نہایت دلچسپ ناول ہے۔ سرورق پر سہ رنگی تصویر ہے۔

قیمت بارہ آنے۔

"انور"

"شمیم" کے مشہور و معروف مصنف مسٹر ریاض علی ایڈوکیٹ فیض آباد کا دوسرا بے نظیر، دلپذیر، انقلاب انگیز شاہکار، اور .... زبان اردو کا بہترین ناول....

۵۰۷ صفحے۔ کاغذ۔ کتابت۔ طباعت نہایت عمدہ بیحد نفیس۔ ۶ عدد تصویریں بہت ہی دلکش اور خوبصورت

قیمت ﺻﻪ

گھر بیٹھے دنیا کی سیر

کرنے والوں کو "تحفہ سیریز" کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے! اس سلسلہ کی ایک ایک کتاب ایک ایک ملک سے متعلق ہے۔ ملک کی مفید اور کارآمد معلومات ہر کتاب میں بہم پہنچائی گئی ہیں۔ کوئی ضروری بات نظرانداز نہیں کی گئی۔ کتابوں کو زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کے لئے مکالمہ کا طرز اختیار کیا گیا ہے جسکے باعث نو عمر لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کے مضامین پر بہت جلد عبور ہو جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل کتابیں تیار ہیں۔

(۱) تحفۂ جاپان (۲) تحفۂ چین۔
(۳) تحفۂ مصر و حبش (۴) تحفۂ لندن
(۵) تحفۂ فرانس (۶) تحفۂ جرمنی
(۷) تحفۂ آسٹریلیا (۸) تحفۂ قطبین
(۹) تحفۂ امریکہ (۱۰) تحفۂ روس

ہر کتاب میں متعدد تصاویر ہیں اور سرورق نہایت خوبصورت۔ قیمت ہر کتاب کی چھ آنے۔

آئی۔ سی۔ ایس

اردو کے بہترین فسانہ نگار پروفیسر علی عباس حسینی، ایم۔ اے۔

مصنف رفیق تنہائی، سر سید احمد پاشا، وغیرہ کے چودہ انقلاب انگیز افسانوں کا تازہ ترین مجلد دیدہ زیب مجموعہ۔

قیمت صرف ﻋﻪ

خدمت خلق

(مرتبہ مولوی نیاز محمد خاں صاحب معلم نارمل اسکول الہ آباد) اس کتاب میں خدمت خلق کے عملی طریقے بتائے گئے ہیں جن سے دل پر اثر ہوتا ہے۔ کتاب بہت اچھی، اور عجیب و غریب اخلاقی نکات روحانی لطائف پر مشتمل ہے حکومت صوبجات متحدہ نے اس کتاب پر مولف کو انعام بھی عطا فرمایا ہے۔

قیمت صرف بارہ آنہ

بچوں کی دلچسپی

کا لوگ بہت کم خیال کرتے ہیں، اور شاید یہی وجہ کہ اردو زبان میں ایسی کتابیں بھی بہت کم ہیں جنھیں بچے دلچسپی اور شوق سے پڑھیں۔ تاہم انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد نے چند کتب خاص طور پر بچوں کے لئے چھاپی ہیں۔ جن کو بچوں کی دلچسپی کا سامان کہا جاسکتا ہے۔

الف بے کا کھلونا

یہ پیاری کتاب ننھے منے بھائی کے لئے ہے۔ کھیل ہی کھیل میں وہ حروف تہجی سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ ہر حرف کے لئے ایک رنگین تصویر اور ایک شعر ہے۔ زبر، زیر اور پیش وغیرہ کا بھی خیال رکھا گیا ہے چھپائی رنگین اور بہت صاف۔ ۳۲ عکسی تصویریں۔ اگر آپ کے یہاں کئی بچے ہوں تو متعدد نسخے طلب فرمایئے ورنہ بچے آپس میں لڑیں جھگڑیں گے۔

قیمت صرف تین آنے

انوکھی کہانیاں

یہ کتاب بہت پسند کی گئی ہے گیارہ نصیحت آموز کہانیاں اس میں درج ہیں۔ زبان بہت آسان۔ ممکن نہیں کہ کوئی بچہ اسکو ختم کئے بغیر چھوڑ دے۔ ہر کہانی کے ساتھ ایک تصویر ہے۔ خوبصورت کتاب ہے بچے اس کو دیکھتے ہی مچل جاتے ہیں۔ سرورق پر تین رنگ کی تصویر۔

قیمت ۴ر آنہ

مفید ایجادات کی کہانی

"یہ منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) کی قابل تصنیف ہے۔ یہ کتاب اردو میں اپنی وضع کی بالکل انوکھی تصنیف ہے اور مفید معلومات کے لحاظ سے اس قابل کہ ہر شخص کے مطالعہ میں آئے۔ کاغذ، کتابت، طباعت اور سرورق بے انتہا نفیس ہے۔ اس قدر اچھی اتنا بہت کم کتابیں اردو میں چھپی ہیں۔ تشریح مطالب کے جابجا بے شمار تصاویر دی گئی ہیں۔"

قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۲

ایسپ کی کہانیاں

ایسپ ایک مشہور حکیم گزرا ہے جو مورخین کے بیان کے مطابق حضرت مسیح سے ۶۲۰ برس قبل پیدا ہوا۔ حکیم ایسپ انسان کی پند و نصیحت کے لئے مختلف قسم کی تمثیلی حکایات اور کہانیاں بیان کیا کرتا تھا۔ انھیں کی وجہ سے دنیا میں اس کا نام اب تک زندہ ہے۔ مجموعہ میں ایسپ کی تین سو کہانیاں یکجا شائع کی گئی ہیں۔ چھیاسی تصویریں بھی شامل کتاب ہیں جن کے باعث کتاب اور زیادہ دلچسپ ہو گئی ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے یہ ایک اچھا تحفہ ہے۔ کتاب مجلد ہے۔

قیمت دو روپئے

میرے وطن کی کہانی

تاریخ ہند کے کئی خاص اور روشن ابواب طلبا

سکولوں میں نہیں پڑھائے جاتے، حالانکہ اپنی نوعیت
لحاظ سے ان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اس
ب میں بعض اسی قسم کے واقعات نو عمر لڑکوں اور لڑکیوں
تفریحی مطالعہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ بین ہاف
ں عکسی تصویریں قیمت ۱۰ر

شیخ چلی کی کہانیاں

شیخ چلی کا نام آپ نے ضرور سنا ہوگا۔ یہ وہ جاودانی
ہستی ہے جو ہر ملک اور ہر زمانہ میں ہمیشہ موجود رہی ہے
اس کتاب میں آپ ہی کے کارنامے درج ہیں جو گیارہ
کہانیوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کہانی اس قدر پر لطف
ہے کہ انسان بھوک پیاس بھول جاتا ہے۔ پڑھتے جائیے
اور ہنستے جائیے۔ لکھائی چھپائی ایسی عمدہ ہے کہ بچوں کو
بطور انعام دی جا سکتی ہے۔ دو سو صفحات کی کتاب کی
قیمت صرف دس آنے۔

داستان عجم

بچے بادشاہوں کے قصے بہت شوق سے پڑھتے ہیں
لیکن جھوٹے بے اصل قصوں سے یہ بہتر ہے کہ انھیں بادشاہوں
کے تاریخی قصے پڑھنے کو دئے جائیں۔ اس مقصد کے لئے
داستان عجم بہت اچھی کتاب ہے خلاق سخن فردوسی کے
شاہنامہ میں جن بادشاہوں اور بہادروں کے کارنامے
بیان کئے گئے ہیں انھیں کو اس کتاب میں بچوں کے لئے
بہت سلیس اور عام فہم عبارت میں لکھا گیا ہے۔ ضرور
منگائیے۔

قیمت حصہ اوّل دس آنے
" حصہ دوم دس آنے

رابنسن کروسو

ایک نو عمر لڑکا گھر سے فرار ہو کر بحری سفر اختیار کرتا
اور طرح طرح کے مصائب اٹھاتا ایک غیر آباد جزیرہ
میں پہنچتا ہے اور وہیں پچیس برس تک مجبوراً وہیں رہتا
ہے اتنی مدت اس نے کیونکر بسر کی؟ اور پھر یہاں سے
کیسے نکلا؟ وغیرہ واقعات نہایت دلچسپ ہیں۔ اس
کتاب کو نو عمر بچے بہت شوق اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔
ہاف ٹون بلاک کی چھ تصویریں شامل کتاب ہیں جن میں
ایک سہ رنگی ہے حجم ڈھائی سو صفحات سے زیادہ اور
قیمت صرف بارہ آنے۔

لال کنھور

اس کتاب میں "بہرام" کو بالکل نئے لباس میں پیش
کیا گیا ہے۔ اس کے جدید کارنامے اس قدر دلچسپ
ہیں کہ کتاب شروع کر کے ختم کئے بغیر ہاتھ سے چھوڑنے
کو جی نہیں چاہتا

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

کھیل تماشا

یہ کتاب کچھ نظم میں ہے اور کچھ نثر میں۔ اس میں چھوٹی
چھوٹی نصیحت آموز حکایتیں اور چٹکلے ہیں۔ بچے اس کو بہت
شوق سے پڑھتے ہیں کیونکہ یہ انھیں کی زبان میں اور ان
کے مذاق کے موافق لکھی گئی ہے۔ مضمون کی وضاحت
کے لئے تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ چھپائی رنگین اور صاف

قیمت ۴ر آنہ

ہونہار لڑکا

(دوسرا ایڈیشن)

یہ کتاب ایک غریب لڑکے کی سچی داستان پر مشتمل ہے
جس نے اپنی بلند ہمتی اور نیک طبعی کے باعث بڑی عزت
و شہرت حاصل کی۔ عبارت سلیس اور عام فہم۔ قصہ اتنا
دلچسپ کہ بچے نہایت شوق سے پڑھتے ہیں۔ بچوں کی دلچسپی
کے لئے کتاب کو تصاویر سے مزین کیا گیا ہے، اور سرورق
پر تین رنگ کی تصویر ہے۔

قیمت صرف پانچ آنے

تالیفات مولوی ظفر عمر

بہرام کی گرفتاری

"نیلی چھتری" کے نامور مؤلف ظفر عمر صاحب بی اے
نے اس کتاب کے ہیرو "بہرام" کو اس عمدگی سے اردو
پبلک سے روشناس کرایا ہے کہ لوگوں نے اپنے ناولوں
میں اس کا چربہ اتارنے کی خوب خوب کوشش کی مگر وہ
بات کہاں؟ اصل ہے وہ بہرام کی گرفتاری" نہایت
دلچسپ اور پسندیدہ ناول ہے۔ ضرور منگائیے۔
قیمت ایک روپیہ

چوروں کا کلب

اس کلب کے ممبر دنیا بھر کے لہو و لعب سے سیر
ہو گئے ہیں اور معمولی مشاغل میں چنداں تفریح حاصل
نہیں ہوتی ...... اور محض دل بہلانے اور چوری
کے خطرات سے لطف اٹھانے کے لئے یہ کلب قائم کیا
گیا ہے۔ یہ کتاب اس قدر دلچسپ ہے کہ تیسری بار
شائع ہوئی ہے۔

قیمت ۹ر آنے

علم قدرت کی تعلیم

رائے صاحب ڈی۔ این۔ مکرجی۔ سکریٹری یو۔پی
ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ بورڈ۔
قیمت بارہ آنہ (۱۲ر)

ادبی افسانہ

محسن محی الدین عباسی
قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔

مختصر تاریخ اردو ادب

سید اعجاز حسین اعجاز ایم۔ اے لکچرر شعبہ اردو
الہ آباد یونیورسٹی مصنف آئینۂ معرفت وغیرہ۔
قیمت ڈیڑھ روپیہ آٹھ آنہ۔

نذر احباب

جناب شیخ مہدی حسین صاحب ایم۔ اے۔
ناصری لکھنوی۔
قیمت دو روپیہ۔

دنیا کی سچی کہانیاں

حصہ ۱، ۲، ۳، ۴
علیم الدین نیرنگ ہاشمی
قیمت آٹھ آنہ

ثمرۂ تجارت

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)
قیمت چھ آنہ۔

مینیجر بکڈپو۔ انڈین پریس لیمیٹڈ۔ الہ آباد

یورپ کے سیارے

مولوی سید ظفر حسن صاحب امروہوی فاضل و منشی فاضل۔ ہیڈ مولوی پارکر ہائی اسکول مظفر نگر

قیمت ۔ ۔ ۔

مونگے کا جزیرہ

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت بارہ آنہ۔

پاشتیوں کی سرزمین

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت دس آنہ

آئینۂ قدرت

سید وقار عظیم صاحب ایم۔اے

قیمت چھ آنہ

اچھوتی کہانیاں

سید وقار عظیم صاحب ایم۔اے

قیمت چھ آنہ

افسانۂ ادب

سید وقار عظیم صاحب ایم۔اے

قیمت چھ آنہ۔

انوار حیات

سید وقار عظیم صاحب ایم۔اے

قیمت چھ آنہ

دیوزادوں کا ملک

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت آٹھ آنہ۔

رسیلی کہانیاں

سنت رام بی۔اے

قیمت چھ آنہ۔

نیک بچوں کی کہانیاں

سنت رام بی۔اے

قیمت چھ آنہ۔

نصیحت بھری کہانیاں

سنت رام بی۔اے ..... قیمت آٹھ آنہ۔

ہل کے قواعد

۱۔ 'ہل' ہر ماہ میں ہندی، اردو دونوں زبانوں میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ محصول ڈاک سمیت اس کی سالانہ قیمت پانچ روپیہ آٹھ آنہ پیشگی ہے۔ ایک نمبر کی قیمت ۸ہے۔ ہندوستان کے باہر سالانہ قیمت ۶ روپیہ ۱۲ آنہ ہے۔ برہما کے لئے پانچ روپیہ آٹھ آنہ ہے۔ (عہ)

۳۔ جن صاحب کو کسی ماہ میں 'ہل' نہ ملے اُنہیں پہلے اپنے ڈاک خانہ میں دریافت کرنا چاہئے پتہ نہ لگنے پر ڈاک خانہ کے جواب کے ساتھ ہمیں لکھے ماہ کی ۱۵ تاریخ تک لکھنا چاہئے۔

۴۔ خط لکھتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہئے ورنہ جواب ملنا مشکل ہوگا۔

۵۔ مضمون، تصویر، تبصرہ کے لئے کتابیں اور تبادے کے لئے اخبارات وغیرہ بنام ایڈیٹر 'ہل' انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد بھیجنا چاہئے۔

۶۔ 'ہل' میں صرف دیہاتیوں کی دلچسپی گاؤں سے تعلق رکھنے والی چیزیں چھپتی ہیں اور اسکی زبان ہندوستانی یعنی آسان اردو یا آسان ہندی ہے۔ 'ہل' کے لئے مضامین بھیجنے والوں کو اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔

۷۔ کسی مضمون یا نظم کے شائع کرنے یا نہ کرنے اور اُسے واپس کرنے یا نہ کرنے کا اختیار بھی ایڈیٹر کو ہے۔ واپس شدہ مضامین کا ڈاک خرچ اور رجسٹری خرچ مضمون نگار کے ذمہ ہوگا۔ بغیر اس کے مضامین واپس ہوں گے۔

۸۔ نامکمل مضامین نہیں شائع ہوتے۔ جگہ کے مطابق مضامین ایک یا زیادہ تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔

۹۔ جن مضامین میں تصاویر ہوں گی اُن تصاویر کے ملنے کا جب تک مضمون نگار انتظام نہ کر دیں گے تب تک وہ مضامین نہ شائع ہوں گے۔ اگر تصاویر حاصل کرنے میں خرچ ضروری ہوگا تو دیا جائیگا۔

ہل کی اُجرت اشتہارات

سرورق کا دوسرا صفحہ	۶۰	روپیہ ماہوار
" " تیسرا "	۹۰	" "
" " چوتھا "	۱۰۰	" "
مضامین کے اختتام کے بعد کا صفحہ	۴۵	" "
" " " کا ایک کالم	۱۵	" "
" " " ۲ کالم	۳۰	" "
" " " ۳ کالم صفحہ	۴۵	" "

عام اُجرت

ایک صفحہ یا ۳ کالم کی اُجرت	۴۰	روپیہ ماہوار
½ کالم " "	۲۵	" "
¼ " " "	۱۲	" "
⅛ " " "	۶	" "

۱۔ 'ہل' میں مخرب اخلاق اشتہارات نہیں شائع ہوتے۔ لہٰذا گندے اور عریاں اشتہار نہ بھیجئے۔

۲۔ ایک کالم یا اس سے زیادہ اشتہار دینے والے کو 'ہل' بلا قیمت بھیجا جاتا ہے۔

۳۔ اُجرت اشتہارات جو اوپر درج کی گئی ہے وہ مکمل (Final) ہے۔ اس کے لئے خط و کتابت کرنی بیکار ہے۔

۴۔ اشتہار کی اجرت پیشگی لینے کا قاعدہ ہے۔

خط کتابت کا پتہ

منیجر 'ہل' شعبہ اشتہار

انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

منیجر بک ڈپو۔ انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

جدید مطبوعاتِ جامعہ

خنداں:- مصنف ڈاکٹر بھی ہیں اور شاعر بھی مگر لوگوں کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ان کی ڈاکٹری زیادہ وبال ہے یا اُن کی شاعری۔ اسی قسم کے کردار دنیا نیز زندگی کے دوسرے دلچسپ پہلوؤں پر پروفیسر رشید احمد صدیقی کا اعلیٰ مزاح، لطیف ترین طنز اور خواہ مخواہ دل کو گدگدا کر محظوظ کرنے والی تحریریں اگر آپ کو دیکھنا ہوں تو موصوف کی یہ نئی تصنیف ملاحظہ فرمائیے۔ یہ چالیس مضامین کا مجموعہ ہے۔ قیمت مجلد ۶ر

رگبی کی زندگی:- طامس ہیو کی شہرۂ آفاق تصنیف "ٹام براؤنس اسکول ڈیز" کا ترجمہ۔ انگلستان کے مشہور ماہر تعلیمات ڈاکٹر طامس آرنلڈ کے اصول تعلیم کی نہایت صحیح تعبیر ہے۔ جسے انکے شاگرد رشید طامس ہیو نے شائع کیا۔ اس کتاب کی اشاعت سے ثانوی تعلیم کے نظام میں ایک انقلاب سا ہوگیا تھا۔ یہ کتاب ہے تو افسانے کے طرز پر لیکن اس میں طامس آرنلڈ کے ان تمام بنیادی اصولوں کی تشریح کی گئی ہے جن پر انھوں نے اپنے رگبی کے مدرسہ ثانوی کے نظام کی بنیاد ڈالی تھی اور بعض ماہرین تعلیم کا خیال ہے کہ اسے لیونارڈ ویگر زو اور "سارٹر سارٹس" جیسی معیاری کتابوں کے پہلو بہ پہلو رکھا جا سکتا ہے۔ قیمت عہ

جوہر عبدالحق نمبر:- ڈاکٹر مولانا عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو کی سترھویں سالگرہ کے موقع پر مکتبہ جامعہ نے طلبائے جامعہ کی انجمن اتحاد کے آرگن "رسالہ جوہر" کا عبدالحق نمبر شائع کیا ہے جس میں اُردو ادب و زبان پر ملک کے سربرآوردہ اصحاب قلم مثلاً سید سلیمان ندوی۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی۔ ڈاکٹر سید عابد حسین۔ پروفیسر حامد اللہ افسر وغیرہ کے تنقیدی، ادبی اور تاریخی مضامین کے علاوہ مولانا عبدالحق صاحب کے حالات اور خدمات پر ایسے لوگوں کے مضامین ہیں جو مولانا کی خلوت و جلوت کے شناسا اور واقفکار ہیں۔ اس کے علاوہ ملک کے سربرآوردہ رہنماؤں اور قائدین ملت کے پیغامات بھی شریک ہیں۔ قیمت مجلد عہ

مضامین محمد علی حصہ دوم: یہ مجموعہ اس ہنگامہ خیز دور کی پوری تاریخ ہے جو ۱۸۵۷ء سے شروع ہو کر سنہ ۱۹۳۰ء پر ختم ہوتا ہے۔ سرسید نے کانگریس کی مخالفت کس بنا پر کی؟ وہ مسلمانوں کو تمام سیاسی تحریکوں سے الگ رکھنے پر کیوں مصر تھے؟ اسلامی سیاست کا مسلک وفاداری آخر کیا رنگ لایا؟ مسلم لیگ کا قیام کہاں اور کیسے عمل میں آیا۔ لیگ انگریز دوستی کی روش سے ہٹ کر کیوں کانگریس کے ہمنوا ہونے پر مجبور ہوئی اور پھر کس طرح دونوں کی راہیں الگ الگ ہوئیں؟ قیمت ۶ر

مبادی سیاسیات:- مصنف پروفیسر ہارون خاں شیروانی۔ ایم۔اے (آکسن) ایف۔آر۔ایچ۔ایس۔ بیرسٹرایٹ لا۔ صدر شعبۂ تاریخ و سیاسیات جامعہ عثمانیہ۔

ہمارے ملک میں لوگوں کی سیاسی معلومات اتنی کم ہیں کہ شاید کسی متمدن ملک میں یہ حالت نہ ہوگی۔ اکثر پڑھے لکھے

لوگ بھی کسی سیاسی مسئلہ پر زیادہ دیر تک جذبات سے الگ ہو کر علمی گفتگو نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ خود ہماری مادری زبان میں علم سیاست پر اچھی کتابوں کا فقدان ہے۔

مبادی سیاسیات۔ اُردو میں پہلی کتاب ہے جس میں ذرا تفصیل سے علم سیاست کی ابتدائی تحریکوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسی سلسلے میں جرمنی اور اٹلی کی فطائیت اور روس کی اشتراکیت پر بھی خاص طور پر تنقید کی ہے۔ دوران بحث میں دوسرے ملکوں کے حکومتی اداروں کا بھی ذکر ہے۔

مصنف کی خاص کامیابی یہ ہے کہ اُس نے اصطلاحات کے اشکال کو تشریح کی مدد سے عام فہم بنا دیا ہے۔

قیمت مجلد پانچ روپیہ (صہ)

انگلستان کا طریقۂ حکومت — ہر ملک کا اپنا طریقہ حکومت ہوتا ہے۔ اس کتاب میں برطانیہ کے دستور کی موٹی موٹی باتیں مبتدیوں کے لئے آسان اُردو میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ قیمت ۵ر

تعلیم بالغان کے رسالے

۱- نماز (دعائیں اور طریقہ) ... ۱ر
۲- حکایات حصہ اول (سبق آموز قصے) ... ۱ر
۳- ؍؍ ؍؍ دوم ؍؍ ؍؍ ۱ر
۴- حبیب خدا (سیرت پاک) ... ۱ر
۵- نظمیں (ادب) ... ۱ر
۶- میونسپلٹی (مدنیات) ... ۱ر
۷- صدیق اکبر (بڑے بڑے لوگ) ... ۱ر
۸- خط و کتابت (انشا) ... ۱ر
۹- ضلع کا انتظام (مدنیات) ... ۱ر
۱۰- قومی گیت (ادب) ... ۱ر
۱۱- غزلیں (؍؍) ... ۱ر
۱۲- ہمارا ہندوستان (مدنیات) ... ۱ر
۱۳- اماں بھی پڑھنے لگے (ادب) ... ۱ر
۱۴- عمر فاروق (بڑے بڑے لوگ) ... ۱ر
۱۵- ڈسٹرکٹ بورڈ (مدنیات) ... ۱ر
۱۶- شہید کربلا (بڑے بڑے لوگ) ... ۱ر
۱۷- دُنیا (جغرافیہ) ... ۱ر
۱۸- ایشیا (؍؍) ... ۱ر
۱۹- یورپ (؍؍) ... ۱ر
۲۰- فسانۂ عجائب (ادب) ... ۱ر
۲۱- مثنوی میر حسن (؍؍) ... ۱ر
۲۲- گل بکاولی (؍؍) ... ۱ر
۲۳- چار درویش حصہ اول (ادب) ... ۱ر
۲۴- ؍؍ ؍؍ ؍؍ دوم (؍؍) ... ۱ر
۲۵- ؍؍ ؍؍ ؍؍ سوم (؍؍) ... ۱ر
۲۶- ؍؍ ؍؍ ؍؍ چہارم (؍؍) ... ۱ر

صدر دفتر مکتبہ جامعہ نئی دہلی

شاخیں:- جامع مسجد دہلی - بیرون لوہاری دروازہ لاہور - امین آباد لکھنؤ - پرنسس بلڈنگ، بمبئی۔

سول ایجنسیاں:- کتاب خانہ، عابد شاپ، حیدر آباد دکن - اقبال بک ڈپو، منہدر روڈ، پٹنہ - سرحد بک ایجنسی، پشاور

تاریخي هستیوں کے پلاسٹر کے مجسمے

ایک کمرے کي زینت و آرائش کو دو بالا کرنے میں مجسموں سے زیادہ کوئي چیز کامیاب نہیں ہو سکتي - یہ مجسمے صرف خوبصورت هي نهیں هیں بلکہ یہ اپني موجودگي سے هر عمر و جوان کے دل میں ایک خاص جوش بھي پیدا کرتے هیں -

حسب ذیل مشہور هستیوں کے پلاسٹر کے مجسمے تیار کئے گئے هیں جو برائے فروخت موجود هیں - هر اسکول کے "هسٹري روم" میں ان مجسموں کا ایک سٹ ضرور رکھنا چاهئے -

۱۰ انچ مجسمہ قیمت دو روپیہ ۱۲ انچ تین روپیہ علاوہ محصول ڈاک

اکبر	لارڈ کلایو	ملکہ وکٹوریہ
اهلیا باٿي	لارڈ رپن	ملکہ میري
الیکزینڈر	لالہ لاجپت رائے	راجہ مان سنگھ
اورنگزیب	لارڈ ولزلي	مهاراجہ رنجیت سنگھ
اشوک کي لاٿ	ملهار راؤ هلکر	روبندر ناتھ ٹیگور
گوتم بدھ	مهارانا پرتاب	شیواجي
بابر	مهاتما گاندھي	شیر شاہ سوري
بال گنگا دھر تلک	موتي لال نهرو	سر سید احمد خاں
ڈوپلے	پنڈت مدن موهن مالویہ	شاهجہاں
گرو گوبند سنگھ	ممتاز بیگم	ٹیپو سلطان
گوپال کرشن گوکھلے	مادھو راؤ سندھیا	وارن هیسٹینگز
شہنشاہ جارج ششم	نور جہاں	سوامي و ویکا نند



سر سید احمد خاں







پنڈت موتي لال نهرو





ملنے کا پتہ

انڈین پریس

لمٹیڈ، الہ آباد

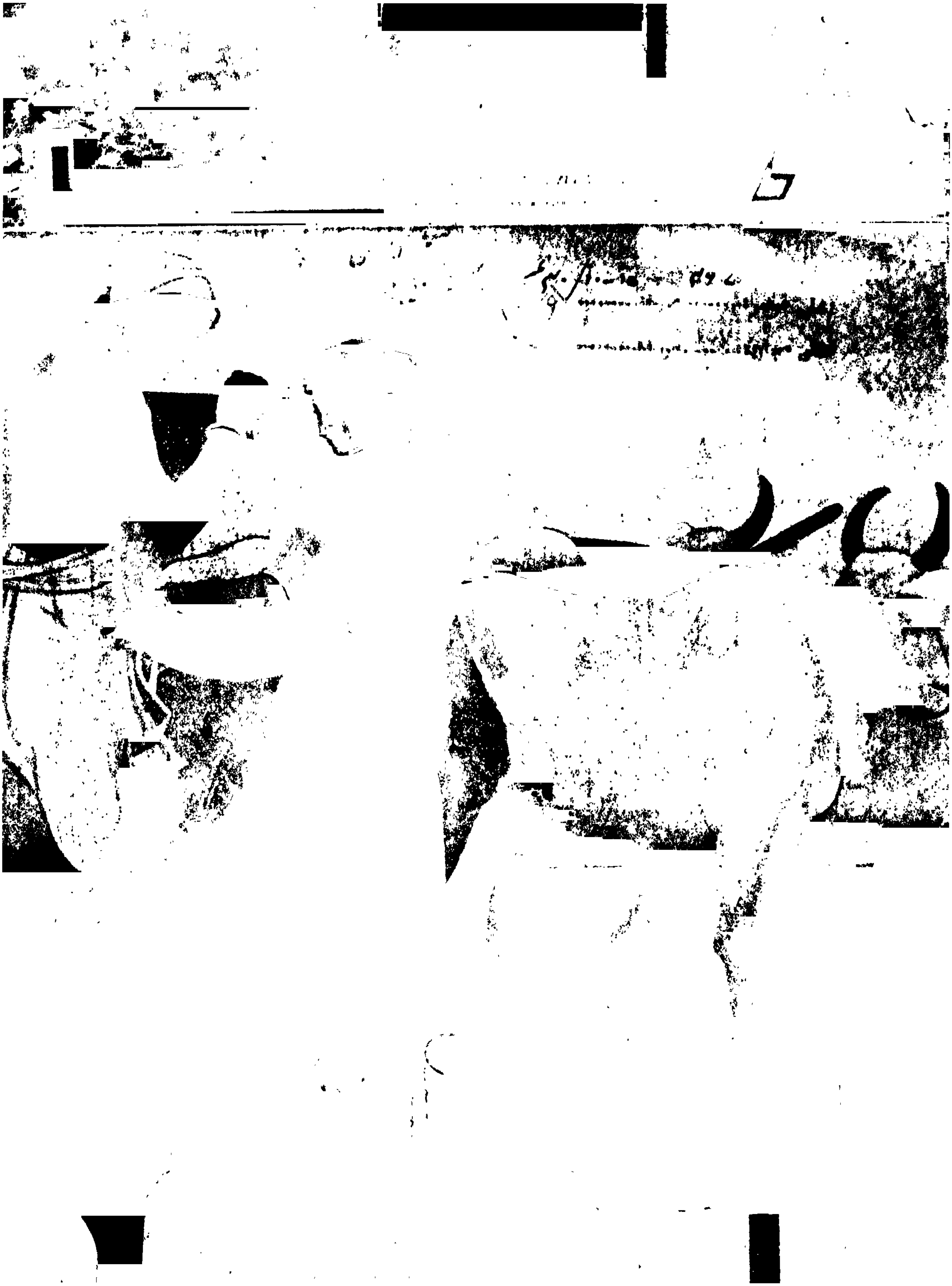
پنڈت مدن موهن مالویہ　　مهاتما گاندھي　　بال گنگا دھر تلک

Printed and published by K. Mittra, at The Indian Press, Ltd., Allahabad.

Regd. No. A—294.



آبشار جودا رانيچي



هل

جلد ۲ نمبر ۱۰ | باتصویر ماهوار رساله | اکتوبر سنه ۱۹۴۰ع

فهرست مضامین

اکتوبر سنہ ۱۹۴۰ء   جلد ۲ نمبر ۱۰

یو، پی گورنمنٹ کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

بانی

منوہرداس چترویدی

(بی۔ ایس۔ سی (آکسن) آئی۔ ایف۔ ایس آفیسر محکمہ گرام سدھار یو، پی)

چیف ایڈیٹر

شری گرجادیال شری واستو۔ بی۔ اے۔

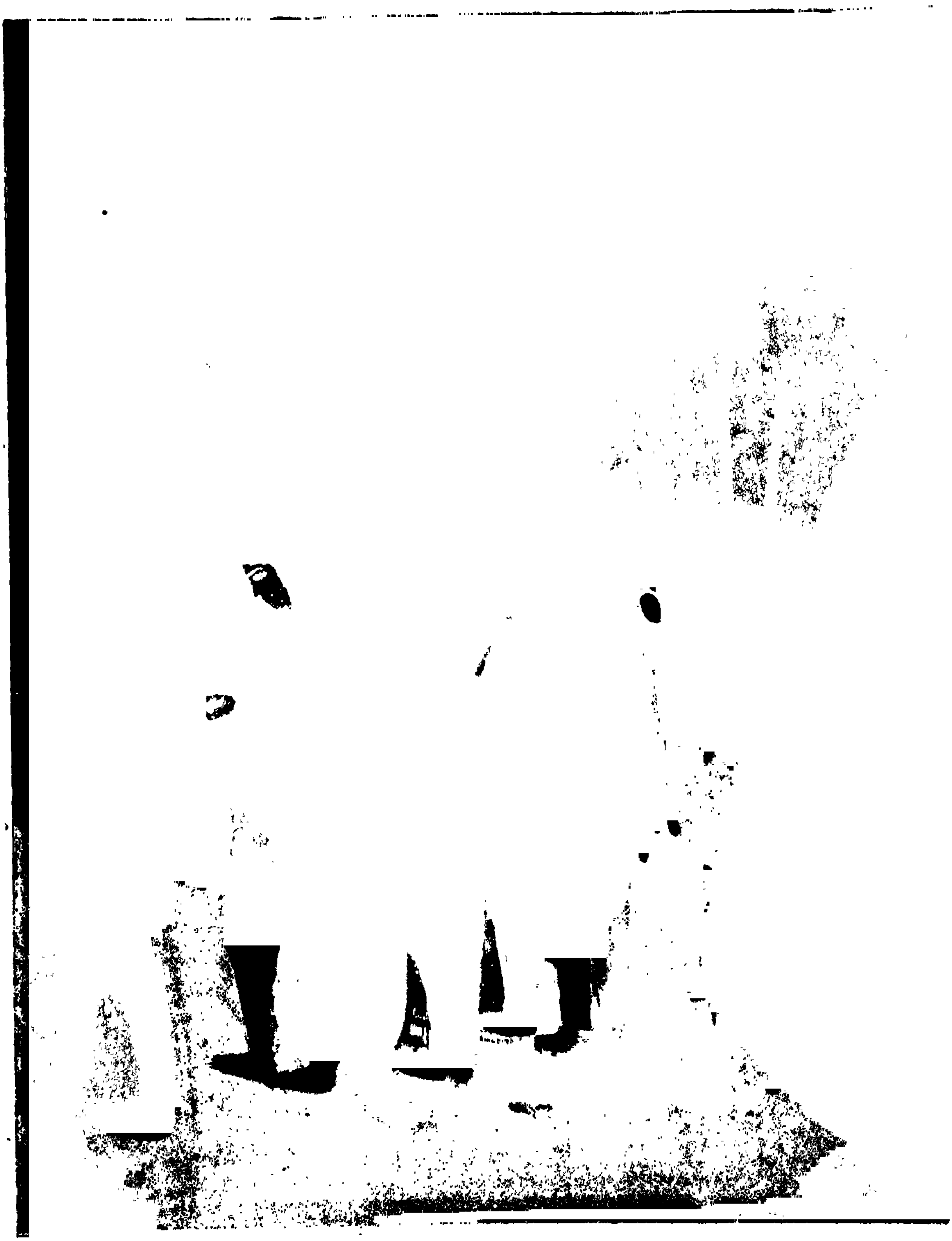
(اسسٹنٹ گرام سدھار افسر)

پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

سالانہ قیمت عہ   سنہ ۱۹۴۰ء   ایک پرچہ ۸ر

باہتمام کالی کے متراپرنٹرپبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد



पहाड़ी यात्री
चित्रकर्त्री—कुमारी अमृत शेरगिल

پہاڑی مسافر
مصورہ- کماری امرت شیر گل

باتصویر ماہوار رسالہ

اکتوبر ۱۹۴۰ء جلد ۲ نمبر ۱

تلاشِ سکوں

از جناب احمد ندیم قاسمی

صنوبر پر یہ بھولی بھالی چڑیاں چہچہاتی ہیں — کہ جنت کے دریچوں سے مجھے حوریں بلاتی ہیں
چل اے بے خانماں دل ہم چل کے دیکھیں بزمِ عالم کو — ملائم پتّیوں سے پونچھ ڈالیں چشمِ پُرنم کو
دبیز اور نرم پھولوں کو لگائیں اپنے سینے سے — یہ فردوسی گہر بہتر ہیں قاروں کے دفینے سے
یہاں سے دُور۔ اک گمنام گاؤں میں بسیرا ہو — جسے گنجان اور تاریک سے جنگل نے گھیرا ہو
ستارے ٹہنیوں کی آڑ لے کر مسکراتے ہوں — درندے رات کے پردوں میں واویلا مچاتے ہوں
پہاڑی ندیوں سے گونج اُٹھتی ہو فضا ساری — گھٹائیں دم بدم کرتی ہوں ہر جانب گہرباری
سحر دم گاؤں کے معصوم بچے دوڑتے آئیں — مجھے جنگل کی لا محدود تاریکی میں لے جائیں
اُدھر سورج کی کرنیں اُودے پھولوں پر برستی ہوں — اِدھر اِن سب کے سینے کانپتے ہوں آنکھیں ہنستی ہوں
اِدھر کھیلیں، اُدھر کودیں، اِدھر ناچیں، اُدھر گائیں — مری محزوں طبیعت کو غرض ہر طرح بہلائیں
مجھے کلیوں پہ بوسے ماریں مجھے پھولوں تلے ڈال آئیں — کبھی جنگل کا جنگل ایک پل میں دیکھ بھال آئیں
میں اُن کے ساتھ تیروں جا کے کف آلود نالوں میں — کبھی پھنس جاؤں سطحِ آب پر کائی کے جالوں میں

پرے اِن معصیت زاروں سے اک خاموش بستی ہو
جہاں صبح و مسا معصومیت کی مے برستی ہو

چنے کی کھیتی

از جناب اکرام اللہ خاں بی۔ ایس۔ سی۔ (اے۔ جی)

حضرات! یہ مثل مشہور ہے کہ "کھائے چنا رہے بنا"

بھلا ہمارے ملک میں کون سا کسان یا زمیندا ایسا ہوگا جو چنے یا (نخود) کو نہ جانتا ہو۔ کہیں کہیں اس کو رہلا یا بزبندا بھی کہتے ہیں

عام طور سے اس کی بوائی فصل ربیع میں اور سب فصلیں بونے کے بعد کی جاتی ہے مگر پرتی کھیتوں میں اسے ۱۵ ستمبر کے بعد سے بو سکتے ہیں۔

یہ بوائی کے ایک ماہ بعد انسان کی خوراک کا ایک جز بن جاتا ہے اور جب تک پک کر تیار نہیں ہوتا ایسا ہی بنا رہتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تمام جنسوں میں صرف یہی ایک جنس ہے کہ بوائی کے ایک ماہ بعد سے ہی کام میں آنے لگ جاتی ہے اور برابر کام میں آتی رہتی ہے۔ چونکہ اب اس کی بوائی کا وقت ہے۔ اسلئے اس کی کھیتی کے بارے میں لکھنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

چنے کی دو خاص قسمیں ہیں۔ (۱) دیسی (۲) کابلی۔

۱۔ دیسی چنا تین قسم کا ہوتا ہے۔
(ا) سرخی مائل۔ جس کا دانہ کچھ بڑا ہوتا ہے۔
(ب) زردی مائل جسکا دانہ کسی قدر چھوٹا ہوتا ہے۔
(ج) سیاہ۔ جسکے بونے کا بہت کم رواج ہے۔

۲۔ کابلی چنا۔ دو قسم کا ہوتا ہے
(ا) بڑا کابلی۔ (ب) چھوٹا کابلی۔

اس کے علاوہ چنے کی ترقی دادہ قسمیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ پوسہ نمبر ۲۵۔ ۲۔ پوسہ نمبر ۵۸۔
۳۔ پوسہ نمبر ۱۸۔ ۴۔ علیگڈھ کا پیلا چنا

کابلی چنا بونے کے لئے دیسی چنے کی نسبت کچھ جوتائی زیادہ کرنی پڑتی ہے اور اس کا بیج تیس سیر سے ایک من تک فی ایکڑ کافی ہوتا ہے۔

چونکہ تمام ملک میں زیادہ تر چنا دیسی ہی بویا جاتا ہے اسلئے مضمون ہذا میں زیادہ بحث اسی کے بارے میں کی گئی ہے۔ کابلی چنے کی کھیتی محض شوقیہ ترکاری و چاٹ کھانے کے لئے کیجاتی ہے

چنے کی فصل کو ان زمینوں میں بویا جاتا ہے جو خریف میں پرتی چھوڑ دی جاتی ہیں۔ بعض جگہ اس کو جلد پک جانے والے دھان کی فصل لینے کے بعد خالی ہوئے کھیتوں میں بھی بوتے ہیں اور کہیں کہیں فصل خریف میں جرہی کی فصل لینے کے بعد پلیوہ کر کے بو دیتے ہیں۔

چنا دومٹ مٹیار زمین میں بھی جو کے ساتھ ملا کر بونے سے خوب پیدا ہوتا ہے۔ بعض مقامات پر ان کھیتوں میں جہاں پر کہ بارش میں پانی اکٹھا ہو جاتا ہے خشک ہونے پر اور خشک تالابوں میں بھی اس کی کھیتی کیجاتی ہے۔ اور پیداوار خوب ہوتی ہے۔ اس فصل کے لئے بوجہ دال دار فصل ہونے کے کھیت کو کھاد دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

چنے کی کھیتی کرنے کے لئے مٹی کو باریک کرنے کی ضرورت نہیں مگر گہری جوتائی کرنا بہت ضروری ہے۔ جس کے لئے مسٹن گرجر ہل سے بہ نسبت دیسی ہل کے جوتنا زیادہ مفید ہے جس کھیت میں چنا بونا ہو اسکے ڈھیلے وغیرہ توڑنے کی ضرورت نہیں ہے مگر جوتائی اس قدر گہری ہونا ضروری ہے کہ پودے کی جڑ دور تک جا کر اسکے لئے خوراک پہنچا سکے۔

اسکا بیج ایک من فی ایکڑ بویا جاتا ہے۔ اسکو اکیلا اور گیہوں و جو کے ساتھ ملا کر بھی بوتے ہیں اسکے بونے کے دو طریقے ہیں۔ اول چھٹکواں، دوئم ہل کے پیچھے کونڑوں میں۔ اکیلے چنے کی فصل کو مشرقی اضلاع میں عموماً پانی نہیں دیا جاتا مگر وسطی اور مغربی اضلاع میں ایک دو پانی کی ضرورت پڑتی ہے۔ جب یہ جو اور گیہوں کے ساتھ ملا کر بویا جاتا ہے تب ان کی بدولت اسکو بھی ایک یا دو پانی مل جاتا ہے چنے کے کھیت میں زیادہ تر سرسوں اور سہواں بھی بو دیتے ہیں۔

چونکہ آخر ماہ ستمبر و شروع ماہ اکتوبر کی گرمی سے اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا ہے۔ اس لئے چنے کی بوائی کا ٹھیک وقت ۱۵ ستمبر لغایتہ ۱۵ اکتوبر ہے اور چونکہ یہ جلد تیار ہو جاتا ہے اسلئے اس کو نومبر کے دوسرے ہفتہ تک بویا جا سکتا ہے۔

چنے کی فصل کے لئے نکائی و گوڑائی کی صرف اس حالت میں ضرورت ہے جبکہ کھیت میں پانی دیا گیا ہو یا کھیت میں گھر پتوار بہت زیادہ بڑھ جاوے جس کی وجہ سے فصل دب جانے کا اندیشہ ہو "اکولہ" جو کے ذریعہ جس کو گاؤں کے بیلوں کی جوڑی کھینچ سکتی ہے گوڑائی کرنے میں کفایت رہتی ہے۔ پھول آنے کے پہلے چنے کے پودوں کے پھونگل ایک دو مرتبہ ضرور توڑ دینے چاہئیں۔ پھونگل بطور ساگ کچا اور پکا کر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

پھونگل توڑ دینے سے شاخیں اور زیادہ پھوٹتی ہیں۔ جس سے پودے کافی جھاڑ دار ہو جاتے ہیں اور پیداوار بھی بڑھ جاتی ہے۔

چنے کی فصل ماہ اپریل کے اول ہفتے میں کاٹی جاتی ہے اور مثل گیہوں اور جو کے چنے کا بھی دانہ لانک سے الگ کیا جاتا ہے مگر اس کے پہلے کہ اسکو گیہوں و جو کی طرح دنوایا جائے۔ اسکی پتی ہلا ہلا کر الگ کر دینی چاہئے یہ پتی گھوڑوں کے لئے بہت اچھا اور جلد ہضم ہو جانیوالا چارہ ہے۔ اسکی پیداوار تقریباً ۱۲ من سے ۱۸ من تک فی ایکڑ حسب حیثیت کے ہو جاتی ہے۔ اسکا بھوسہ غلہ کی بہ نسبت ۲۰ فی صدی زیادہ ہوتا ہے۔ چنے کا بھوسہ مویشیوں کے لئے بہت لذیذ اور طاقتور ہوتا ہے۔ اسکو گیہوں کے بھوسے کے ساتھ ملا کر دینا چاہئے۔

چنے کی فصل میں پھول آنے کے دنوں میں اگر پالا پڑ جائے تو تمام فصل ماری جاتی ہے اسلئے اگر پالے کا اندیشہ ہو تو کھیت میں پانی دیدینا چاہئے اسمیں ہرے رنگ کا ایک کیڑا بھی لگ جاتا ہے جو کہیں کہیں گدہلہ اور کہیں سونڈی کے نام سے پکارا جاتا ہے جو پھلوں میں داخل ہو کر سبز دانے کو کھا جاتا ہے۔ جسکی وجہ سے پیداوار میں بہت کچھ کمی ہو جاتی ہے اگر بوائی کے وقت چنے کے بیج کو توتیا کے پانی میں بھگو کر بویا جاوے تو اس کیڑے سے بہت کچھ بچت ہو سکتی ہے۔

دیہاتی صنعتی اسکول رنیوا

رنیوا آشرم کی ترقی

(ازجناب دھریندر موہن داس)

رنیوا آشرم جنوری ۱۹۳۵ء میں قائم ہوا شروع شروع میں گاؤں والوں کو کپڑے کے سلسلے میں اپنی ضرورت آپ پورا کرنیکے قابل بنانا ہی آشرم کا خاص نصب العین تھا۔ ستمبر ۱۹۳۵ء میں جبکہ آل انڈیا چرخہ سنگھ نے کتائی کرنے والوں کی مزدوری بڑھادی تھی اُس وقت سے اسکے کتائی کے سبھی سنٹر خود اعتماد اور اپنی ضرورت آپ پوری کرنے کے قابل بن گئے اسلئے رنیوا آشرم نے نوجوانوں کو کتائی بُنائی اور نجاری (بڑھئی گیری) دینے کا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ گاندھی آشرم میرٹھ کے شعبوں نے بھی یہاں زیادہ طالب علم بھیجے تھے۔

جب کانگریس نے عہدے قبول کئے اور صوبائی حکومت کا چارج لیا اس وقت دیہاتی صنعتوں کو فروغ دے کر گاؤں والوں کی آمدنی بڑھانا وزارت کا ایک خاص نصب العین تھا۔ یہی گاؤں سدھار کے پروگرام کا بھی خاص مقصد تھا جسے کانگریس حکومت نے بہت وسیع پیمانے پر تیار کیا تھا۔ دیہاتوں کی اصلاح کا مسئلہ ایسے لوگوں کو جو اس سے تعلق رکھتے ہیں بہت بڑا معلوم ہوا اسلئے ہر ایک شخص اس صوبے کے لاکھوں بھوکے باشندوں کی خدمت کرنے میں حکومت کی امداد کرنے کے لئے بیچین تھا۔ اس خیال سے آشرم نے ٹریننگ کلاسوں میں دوسری بھی دیہاتی دستکاریوں کی تعلیم دینے اور ان صنعتوں کے لئے انجمن کو بڑھا کر ایک دیہاتی صنعتی اسکول بنانے کے لئے ایک تجویز پیش کی۔ حکومت قدیم صنعت و حرفت از سر نو زندہ کرنے اور نئی صنعتیں جاری کرنے کے لئے بیچین تھیں مگر استادوں کا پانا دشوار تھا محکمے کے سامنے یہی مسئلہ درپیش تھا۔ اس لئے جناب گرام سدھار افسر اور اسسٹنٹ ڈائریکٹر صاحب محکمہ صنعت و حرفت نے فراخدلی کے ساتھ ہماری تجاویز پر غور فرمایا آپ لوگوں نے اپنی ضرورتوں کی روشنی میں ہماری تجویزوں میں ترمیم فرمائی اور دیہاتی صنعتی اسکول کی ترمیم شدہ تجویز ۲۰ ستمبر ۱۹۳۸ء کو منظور فرمائی۔

حکومت نے ۷۵ طلبا کے طعام کے مصارف اور اُستادوں کی تنخواہ منظور کی تھی۔ طلبا کو تعلیم دینے میں خراب ہونے والے سامان خریدنے کی بھی حکومت نے منظوری عطا فرمائی تھی۔

اب تک آشرم کے کام بہت محدود تھے اسلئے بہت بڑے پیمانے پر دیہاتی صنعتی اسکول قائم کرنے کے لئے ملی ہوئی سرکاری گرانٹ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ انتظام کرنا مشکل ہو گیا۔ حکومت نے طلبا کی تعلیم، طعام اور بورڈنگ کے لئے خرچ منظور کیا تھا مگر مختلف شعبوں کے لئے رقم نہیں مل سکی اور نہ تو سامان خریدنے یا تجارتی کاموں ہی کے لئے کوئی مالی امداد مل سکی۔ یہ ایک بڑا سوال تھا اور اس کا حل نہیں مل سکا۔ آخر آشرم نے کل ہند چرخہ سنگھ سے ۳۳۰۰۰ روپیہ (۸۰۰۰ روپیہ عمارت کے لئے اور ۲۵ ہزار روپیہ سامان خریدنے اور تجارتی کاموں کے لئے) اُدھار لیا۔ ہم لوگوں نے عمارت اور تجارتی کاموں کے سلسلے میں گرانٹ کے لئے درخواست دی ہے۔ حکومت اس پر غور کر رہی ہے۔

اگرچہ یہ کام ہم لوگوں نے بڑے جوش اور حوصلے سے شروع کیا تھا مگر کام کا بوجھ ہم لوگوں پر طوفان کی طرح ٹوٹ پڑا۔ ہمارے کندھوں پر یکایک جو کام آ گئے اُن کے لئے نہ تو ہمارے پاس تجربہ تھا اور نہ ضروری آسانیاں ہی تھیں۔ ہمیں فوراً تین باتیں کرنی پڑیں۔

(۱) مختلف صنعتوں کے لئے شعبے بنانا اور ان کے لئے عمارتیں بھی تیار کرنا۔

(۲) ۷۵ طلبا کی تعلیم کا انتظام کرنا اور نصاب بنانا۔

(۳) صنعت و حرفت کی عملی تعلیم دینے کے لئے چیزیں تیار کرنے کا انتظام کرنا۔

ہمیں سب کام ایک ساتھ کرنے تھے اور ہمیں تجربہ نہیں تھا۔ نہ تو اس صوبہ میں اس قسم کی کوئی انجمن ہی تھی جس سے مدد لیجا سکتی۔ ہم سب کے لئے سبھی باتیں نئی اور امتحان کے طور پر تھیں چونکہ یہ سبھی باتیں بہت تھوڑے عرصے میں کرنی تھیں اسلئے جس قابلیت سے ہم کرنا چاہتے تھے اُس قابلیت سے نہیں کر سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگرچہ ہم طلبا کی تعلیم کا قابل اطمینان معیار رکھ سکے تھے تاہم اُس سال تجارتی کاموں میں ۶ ہزار روپئے کا خسارہ برداشت کرنا پڑا۔ سنہ ۱۹۳۹-۴۰ء میں جبکہ ہم لوگوں نے اپنا کام شروع کیا تھا ہماری اس قسم کی حالت تھی۔

جس سال کی رپورٹ لکھی جا رہی ہے، آشرم نے ۲۸۷ طلبا کو حسب ذیل موضوعات کی تعلیم دی۔

موضوع	طلبا کی تعداد
۱۔ دھنائی اور کتائی	۱۵۰
۲۔ بنائی	۲۲



رشیوا آشرم میں کاغذ بنایا جارہا ہے۔

رشیوا آشرم میں سدھاسے گئے قسم کے کولھو۔

۳۔ ٹوکری بنانا	۲
۴۔ کاغذ تیار کرنا	۲۵
۵۔ نجاری اور لوہاری	۲۲
۶۔ چمڑہ صاف کرنا	۳۲
۷۔ چمڑے کا کام	۲۴
۸۔ رنگائی اور چھپائی	۹
۹۔ تیل پیرنا	۷
میزان	۲۸۷

۱۔ دھنائی اور کتائی

(الف) تعلیم۔ اس کی تعلیم ۹ ماہ دیجاتی ہے اگرچہ چھ ماہ کی مدت اسکے لئے کافی نہیں ہے پھر بھی سرکاری محکموں اور پرائیویٹ انجمنوں سے اُستادوں کے لئے بہت بڑی مانگیں آنے کی وجہ سے ہمیں پورا کورس اتنے ہی عرصے میں ختم کرنے کے لئے اُسے مختصر کرنا پڑا۔ اس شعبے کے لئے ۴ اُستاد مقرر کئے گئے تھے۔ ان میں سے دو کی تنخواہ دیہاتی صنعتی اسکول کے لئے ملے ہوئے سرکاری عطیے میں سے دی گئی۔

(ب) تحقیقات و تفتیش۔ آلات میں اصلاح کرنے اور دیگر کاموں کے لئے اس شعبے سے ملا ہوا ریسرچ کا ایک شعبہ تھا۔ ایک انچارج سات طلبا کے ساتھ اس شعبے میں کام کرتے تھے۔

۲۔ کتائی

اس شعبے میں مونج کی چٹائی اور ٹاٹ پٹی بنانے کا کام ہوتا ہے۔ اس تعلیم کے لئے ایک سال اور ۹ ماہ کا کورس رکھا گیا ہے۔ اتنے عرصے میں ہم نے سادہ بنائی اور اُن کی بنائی کی تعلیم دی۔ مونج کی چٹائی دری غالیچہ اور کمبل کی بنائی کے لئے قلیل عرصے کا بھی کورس رکھا گیا تھا تعلیم دینے کیلئے ایک انچارج اور ایک ماہر فن مقرر کئے گئے ہیں۔

۳۔ ٹوکری بنانا

اس کے لئے چھ ماہ کا کورس ہے۔ یہ شعبہ زیادہ طلبا کو اپنی طرف متوجہ نہ کرسکا۔ کیونکہ ایسے طلبا کو نہ تو ملازمت ملتی ہے اور نہ وہ اسے پیشے کی شکل میں اختیار کرتے ہیں۔ اس شعبے میں ایک اُستاد ہے ہم اس شعبے کی جگہ مٹی کی چیزیں بنانے کا شعبہ کھولنا چاہتے ہیں کیونکہ اس کی اصلاح کے لئے کافی گنجائش ہے اور دیہاتوں میں اس کی زیادہ ضرورت بھی ہے۔

۴۔ کاغذ تیار کرنا

اس کی تعلیم ۶ ماہ میں دی جاتی ہے۔ اس شعبے کے لئے دو کورس مقرر کئے گئے ہیں (۱) ڈپلوما اور (۲) آرٹیزن۔ شعبہ آرٹیزن میں ہم نے ایسے ہی طلبا داخل کئے ہیں جو کہ اسے اپنا پیشہ بنانے کی خواہش سے تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں۔ اس شعبے کے لئے ایک اُستاد مقرر کیا گیا تھا جس کی مدد کے لئے دو ماتحت رکھے گئے تھے۔ اگرچہ تعلیم اطمینان بخش تھی تاہم سامانوں کی کمی کے باعث یہ شعبہ زیادہ اچھا نہیں بنایا جاسکا۔

۵۔ نجاری اور لوہاری

مذکورہ صنعتوں کی تعلیم کے لئے ۲ سال کورس رکھا گیا ہے۔ اس شعبے کے لئے اتنا وقت کافی نہیں ہے اور اس کے لئے ۴ سال کا عرصہ ضروری ہے۔ لیکن اسکیم میں اس کے

صرف دو سال کا وقت رکھا گیا تھا۔ اس لئے ہم لوگوں نے اسی عرصے میں اتنی تعلیم دینے کی کوشش کی جتنی اس عرصے میں دی جا سکتی تھی۔ اس شعبے میں ایک استاد رکھا گیا ہے۔ اس سے ملا ہوا ایک کارخانہ بھی ہے جس میں طلبا کو تجارتی اشیا تیار کرنے کی تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے۔

۶۔ چمڑہ صاف کرنا

یہ شعبہ براہ راست شعبہ صنعت کی طرف سے چلتا ہے۔ کلاسوں میں عملی طور سے تجربہ کے لئے آخرم سامان دیتا ہے۔ اس کا کورس صرف ایک سال کا تھا جو بعد میں بڑھکر ایک سال نو ماہ کر دیا گیا۔

۷۔ چمڑے کا کام

اسکی تعلیم ایک سال نو ماہ میں دیجاتی ہے۔ سال بھر تک تعلیم حاصل کرچکنے پر نو مہینے تک خاص تعلیم کے طلبا (۱) جوتا بنانا یا (۲) کاریگری کے کام میں سے ایک کا انتخاب کرلیتے ہیں اس شعبے کے لئے بھی ایک استاد مقرر کیا گیا ہے۔

۸۔ رنگائی اور چھپائی

اس کی تعلیم ایک سال نو ماہ میں دیجاتی ہے۔ اکبر پور میں رنگائی اور چھپائی کا ایک بہت بڑا شعبہ ہونے سے کل ہند چرخہ سنگھ کے طلبا کو عملی واقفیت حاصل کرنے کا بہت بڑا موقع ملا۔ ہم سنگھ کے ممنون ہیں کیونکہ اُس نے ہمارے طلبا کو اپنے کپڑوں پر رنگائی سیکھنے کی اجازت دے دی تھی۔ سنگھ نے ہم سے صرف فاضل سامانوں اور رنگوں کا دام لیا۔

۹۔ تیل پیرنا

یہ شعبہ دیہی صنعت وحرفت جماعت کی طرف سے اور دیہاتی صنعتی اسکول کے لئے ۱۹۳۸-۳۹ء کی ملی ہوئی گرانٹ سے چلایا گیا۔ یہ شعبہ برابر جاری رہا کیونکہ یہ کسانوں کا ایک نہایت اہم فن ہے اور توقع تھی کہ حکومت یہ گرانٹ جاری رکھے گی۔ لیکن حکومت اس مد کے لئے خرچ منظور کرنے سے معذور رہی۔ اس سال ہم لوگوں نے گرانٹ کے لئے درخواست دی ہے اور امید ہے کہ وہ منظور ہو جائے گی۔

خرچ

مختلف مدوں میں اس طرح رقمیں خرچ ہوئیں۔

۱۔ استادوں کی تنخواہ	۴۰۷۶ روپئے
۲ ملازموں کی تنخواہ	۱۰۸۴ روپئے ۱/
۳۔ اتفاقیہ مصارف	۴۴۰ روپئے ۱۵/
۴۔ خرچ طعام	۷۴۰۶ " ۱۳/
۵۔ ضائع ہونیوالے سامان	۱۲۲۰ "
میزان	۱۶۰۴۱ روپئے ۱۴/

اس کے علاوہ ۹۲۳ روپیہ لا/ سامان خریدنے میں خرچ ہوا ہے اور اس سلسلے میں فاضل گرانٹ کے لئے درخواست دی گئی ہے۔

طلبا کے پیشے

جب اسکیم بنائی گئی تھی اس وقت یہ سوچا گیا تھا کہ طلبا سرکاری مدد سے دیہاتی صنعت وحرفت شروع کریں گے۔ لیکن حکومت نے یہ پروگرام منظور نہیں کیا۔ اس لئے سبھی طلبا نے کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کرلیا ہے اور ان میں سے بہتوں نے کام شروع کر دیا ہے۔ ذیل میں ہم طلبا کی تعداد درج کر رہے ہیں جنھوں نے مختلف موضوعوں کی تعلیم ختم کر لی ہے اور جنھوں نے کام شروع کر لیا ہے۔

شعبہ	تعلیم حاصل کرنے والے طلبا	کام میں لگے ہوئے طلبا
۱۔ کتائی اور دھنائی	۱۵۰	۷۵
۲۔ چمڑہ صاف کرنا	۲۱	۱۶
۳۔ چمڑے کا کام	۷	۷
۴۔ تیل پیرنا	۴	۴
۵۔ نجاری	..	..
۶۔ رنگائی اور چھپائی	۹	..
۷۔ بنائی	۱۹	۱۳
۸۔ کاغذ بنانا	۱۴	۸
	۲۲۴	۱۲۳

باقی طلبا نے اپنا کورس پورا نہیں کیا۔

تتمہ

پچھلے سال ۱۹۳۸-۳۹ء کی بہ نسبت کا کام اچھا تھا۔ لیکن تجربہ نے یہ دکھلا دیا ہے کہ آگے اصلاح کے لئے گنجائش ہے۔ اس سال ہم نے تعلیم دو حصوں میں تقسیم کی ہے۔ (۱) ڈپلوما کورس (۲) آرٹیزن کورس۔ ڈپلوما کورس تین کورسوں میں تقسیم کیا گیا ہے اول دویم۔ سویم۔

ڈیڑھ سال تک اسکیم پر عمل کرنے پر ہم نے یہ محسوس کیا ہے کہ کوئی صنعت وحرفت اس وقت تک ہر دلعزیز نہیں بنائی جاسکتی جب تک ہم اس میں فن کو دخل نہیں دیتے۔ اس کے لئے ایک ماہر فن کی ضرورت ہے۔ ہم لوگ ایک ماہر فن کے انتظار میں ہیں۔ اور اس کے لئے حکومت کے پاس درخواست بھی بھیجی ہے۔

ابھی تک جو ترقی ہوئی ہے اس نے ہمیں یقین دلا دیا ہے کہ ایسی ہی انجمنوں کے ذریعے دیہاتی صنعتوں کی ترقی کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ ملک ہماری ترقی کے لئے اور بھی فیاضانہ امداد دیگا۔

پھولوں کے ذریعے مچھلیوں کا شکار

دریائے ایمزن (جنوبی امریکہ) کے ساحل کے قدیم باشندے (ریڈ انڈین) مچھلی کا شکار کھیلنے میں ایک عجیب طریقہ کام میں لاتے ہیں۔ وہ جنگلی کی ایک قسم کا زہریلا پھول استعمال کرتے ہیں وہ اُن پھولوں کو پانی میں پھینک دیتے ہیں۔ پانی میں پڑکر ان پھولوں میں ایک ایسا مادہ نکلتا ہے جس کے کھانے کے لئے مچھلیاں خود بخود آجاتی ہیں اس طرح اُنھیں مچھلی کا شکار کرنے میں انتظار کرنے کی زحمت نہیں ہوتی۔ پھولوں سے نکلنے والا وہ زہریلا مادہ انسان کے لئے مضر نہیں ہوتا۔

کوآپریٹو گھی سوسائیٹیاں

از جناب بھگوان داس کپور، انسپکٹر کوآپریٹو سوسائیٹیز، مین پوری۔

اس صوبے میں گھی سوسائیٹیوں کو جاری کئے ہوئے تقریباً دس سال ہو گئے چنانچہ کام کرنے والوں کو اُن کی تعداد بڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اُن کے چلانے میں کیا کیا دقتیں پیش آتی ہیں اور چلانے کے طریقے میں کیا کیا کمی ہے اسلئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان باتوں پر اچھی طرح غور کیا جائے اور وہ تدبیریں سوچی جائیں جن سے یہ دقتیں اور کمیاں دور ہو جائیں۔

گھی سوسائیٹیز کے ممبران کو یہ عام شکایت ہے کہ اُن کی ضرورتیں گھی سوسائیٹیوں سے نہیں پوری ہوتیں کیونکہ ان سوسائیٹیوں سے اُنکو قرض صرف بھینس خریدنے یا گھی کٹو کرنے یا بھینس کی کھاد کے واسطے ہی ملتا ہے اور چونکہ مہاجن سوسائٹی میں شامل ہونے پر قرضہ دینا بند کر دیتے ہیں اس لئے اُن کو اُن سے قرض نہیں ملتا۔

یہ بات صحیح ہے اور اس تکلیف کو دور کرنے کے واسطے ترکیبیں سوچی جا رہی ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ایسے گاؤں میں قرض والی سوسائیٹیاں اور کھول دی جائیں۔ کچھ کا خیال ہے کہ دیہاتی بینک کھول دیا جائے۔ اور کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ گھی سوسائٹی دیہاتی بینک میں تبدیل کر دی جائے اور سب کام اُسی بینک سے کئے جائیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کا خیال ہے کہ اگر ان دیہاتوں میں دوسری قرضہ والی سوسائیٹیاں قائم کر دی جائیں گی تو ممبران قرض بہت لیں گے اور گھی کے کاروبار کو دھکا لگے گا۔

باتیں دونوں صحیح ہیں۔ ممبران کی کُل جائز ضرورتوں کو بھی پورا کرنا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دیکھنا ہے کہ ممبروں پر اتنا قرض ہو جائے جو وہ ادا نہ کر سکیں اور سوسائٹی خطرے میں پڑ جائے۔ میری اپنی رائے تو یہ ہے کہ ان سوسائیٹیوں کو دیہاتی بینکوں میں تبدیل کر دیا جائے اور ممبروں کو اُن کی حسب حیثیت قرض دیا جائے مگر ہر ممبر کے لئے جو ایک خاص رقم تک کا کاشتکار ہو یہ لازمی قرار دیا جائے کہ کم از کم گھی کو ایک بھینس یقینی ہوگی اور اُس کو اپنا سوسائٹی کو دینا ہوگا جس کی قیمت اُس کے قرض میں مجرا کر دی جائے گی۔ اس وقت گھی سوسائیٹیوں کو یہ خاص دقت ہے کہ ممبران کسی نہ کسی صورت زیادہ قرض لے لیتے ہیں اور بعد کو جتنا گھی کٹو ہوتا ہے وہ ادا نہیں کرتے۔ میرے خیال سے اس کی ذمہ داری ممبران پنچ و اہلکاران سب پر ہے۔ اگر مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے تو میرا خیال ہے کہ یہ دقت نہ پیش آئے گی۔

(۱) بھینس خریدنے کے لئے ۲/۳ قیمت سے زیادہ روپیہ نہ دیا جائے یعنی اگر ایک بھینس کی قیمت ۶۰ روپیہ ہے تو ۲۰ روپیہ کاشتکار خود اپنے پاس سے لگائے اور ۴۰ روپیہ قرض دیا جائے تاکہ اُس کے دودھ سے ایک بیاؤ میں کافی قرضہ ادا ہو جائے۔

(۲) اگر بھینس موجود ہے اور وہ گھی کٹو کرنا چاہتا ہے تو پیشگی رقم اُسی وقت دیجائے جب اس بات کا یقین ہو جائے کہ بھینس گابھن ہے اور جتنا گھی ایک بیاؤ میں ہو سکتا ہے اُسکے خانگی خرچ کو چھوڑ کر باقی گھی کی قیمت کا ۱/۲ قرضہ سے زیادہ بغیر بیائے نہ دیا جائے یعنی اگر بھینس ایک بیاؤ میں ۵۰ سیر گھی دیتی ہے تو ۴۰ سیر گھی کی قیمت کا تخمینہ کیا جائے یعنی ۱۰ سیر گھی اُسکے ذاتی خرچ کو چھوڑ دیا جائے اور اس ۴۰ سیر کا نصف یعنی ۲۰ سیر کی قیمت تک پیشگی دیجائے اور باقی ۲۰ سیر کی جب دیجائے جب بھینس بیا جائے۔ اس سے دو فائدے ہونگے۔ ایک تو اگر بھینس خالی نکل جائے تو زیادہ بوجھ نہ ہوگا اور دوسرے بھینس بیا جانے کے بعد جو کھلانے پلانے کے لئے ضرورت ہوتی ہے وہ اُس روپیے سے جو بیانے کے بعد دیا جائے گا پوری ہو جائیگی۔

اس کے علاوہ گھی سوسائیٹیاں ممبروں کو بھینس کی کھاد کے واسطے بھی قرض دیتی ہیں کہیں کہیں پر بہت زیادہ دیدیا گیا ہے جس کی وجہ سے اب بہت دشواری ہو رہی ہے۔ میرے خیال میں کھاد کے لئے قرض نہ دیا جائے اگر واقعی ضرورت ہو تو کھلی یا بنولے یا بھوسا وغیرہ دیا جائے اور وہ بھی فی بھینس ۱۰ روپے سے زیادہ کا نہ دیا جائے۔ ان چیزوں کو یونین اکٹھا منگوا کر دے سکتی ہے اس طرح وہ سستی بھی ملے گی اور عمدہ بھی۔

اس کے علاوہ ہم کو اس بات کی بھی کوشش کرنی چاہئے کہ ممبروں کو عمدہ نسل کی بھینسیں دیجائیں اور اُن کی اچھی نسل قائم رکھنے کے لئے اچھے سانڈ منگوا کر دئے جائیں اور بھینس کی پینڈگری دودھ کا رجسٹر بھی رکھا جائے۔

سب سے ضروری بات ہے گھی کا خالص پن۔ میں تو نہیں سمجھتا کہ اس کے واسطے کوئی مشین یا گریڈنگ اسٹیشن اچھا کام دے سکتا ہے اور یہ بھی ممکن نہیں کہ ہر گھی یونین کا خرچ برداشت کر سکے۔ مگر ہاں ہمارے پاس ایک ایسی مشین ضرور ہے جس میں کسی خرچ کی ضرورت نہیں اور نہ اُس کے بگڑنے کا اندیشہ ہے۔ وہ مشین خود ہماری سوسائیٹیوں کے ممبران و پنچایتیں ہیں۔ اگر وہ یہ سمجھ جائیں کہ گھی میں کسی قسم کی ملاوٹ کے معنی ہیں اپنے پیر میں آپ کلھاڑی مارنا اور اپنا روزگار خود اپنے ہاتھ سے چوپٹ کرنا تو میرے خیال سے گھی میں ملاوٹ کا سوال ہی نہ پیدا ہوگا۔ اسکے واسطے صرف دو چیزوں کی ضرورت ہے

(۱) متواتر تعلیم و پروپیگنڈہ۔

(۲) سخت نگرانی۔

ہاتھی کی لات

از جناب مارکنڈے باجپئی ۔ ایم ۔ اے ۔ ایل ایل ۔ بی

ایک ٹھاکر صاحب اپنی چوپال میں بیٹھے ہوئے تھے ۔ گاؤں بھر نیچے فرش پر ان کے سامنے بیٹھا تھا ۔ اپنے ایک وید دوست کے ساتھ میں بھی وہاں پہنچا ہوا تھا ۔ دن بھر کے بیل گاڑی کے سفر کے بعد ہم لوگوں کے اعضا ڈھیلے پڑ گئے تھے ۔ دیہات کی سڑکیں تو لاولد اور لاوارث ہوتی ہی ہیں نہ تو اُن سے حکومت ہند کو کوئی واسطہ ہے نہ حکومت صوبہ کو بورڈوں کی کچھ سڑکیں ضرور ہیں مگر ان کی حالت کے بارے میں کچھ نہ کہنا ہی بہتر ہے باقی سانپ جیسی بل کھاتی ، گندے گڈھوں میں نہاتی کیچڑ میں بلبلاتی ۔ گاؤں گاؤں بھیک مانگتی سڑکوں کو کون پوچھتا ہے ۔ وہ کہیں سے بھی چل دیتی ہیں اور کہیں بھی جا کر ختم ہو جاتی ہیں ۔ وزیروں کی جھنڈیاں لگی اور لکھپتی امرا کی چمکتی ہوئی موٹروں کو تو اُن پر جانا ہی نہیں ہے ۔ جن بدقسمتوں کو اُن سے پالا پڑتا ہے وہی جان سکتے ہیں کہ ان پر کیا گزری ہے دوسرے کیا جانیں اپنے اپنے گھروں اور بنگلوں میں آرام کرسیوں پر لیٹے ہوئے لوگوں کی زبان سے اکثر یہ ضرور سنائی دیتا ہے کہ دیہات والے بیچارے بڑی تکلیف میں ہیں اچھی سڑکیں بھی نہیں ہیں مگر اس قسم کی باتیں وہ محض اس لئے کرتے ہیں کہ انھیں خود تو اُن دیہاتی راہوں پہ چلکر اپنی ہڈی پسلیاں درست کرانی نہیں ہیں ۔ جیسے ہم کسی کے باپ ماں یا بیٹے کے مرنے پر اظہار ہمدردی کرتے ہیں اسی طرح سے یہ شہری حضرات دیہاتی راستوں کی خرابی پر اظہار افسوس کرتے ہیں ۔ کبھی اُنھیں دیہات جانا پڑے اور دیہاتی راستوں پر چلنا پڑے تو معلوم ہو کہ ہندوستان کے باشندوں پر کیا گزرتی ہے اس وقت شائد اصلاح کی حقیقی کوشش بھی ہو ۔ کوری زبانی ہمدردی سے تو لوگوں کا جی اور بھی جل اُٹھتا ہے اس لحاظ سے تو یہ اچھا تھا کہ لوگ شہر میں رہتے ہوئے بھی اپنے کام کاج دیہات کے پرانے گھروں سے کرتے تھے ۔ جب بیاہ شادی کے لئے دیہات میں رکھپ کر کسی طرح پہنچے تھے اور مہمانوں کا انتظام کرنا پڑتا تھا اس وقت شہر کی ساری آسائش و آرائش بھول جاتی تھی ۔ اس وقت شہر لوٹنے پر کم از کم تھوڑے دنوں تو شہر والوں کے دل میں دیہات میں رہنے والوں کی ضرورت رفع کرنے کا جوش رہتا تھا ۔ اب تو میرے جیسے کلجگی لوگ دیہاتی عزیز و اقارب ہی سے ناک بھوں سکوڑتے ہیں ۔ دیہات میں جا کر کام کاج کرنے کا تو ہمارے سامنے سوال ہی درپیش نہیں ہوتا ۔ کسی دیہاتی رشتہ داروں کے یہاں شادی بیاہ ہوتا ہے تو شہر کا رہنے والا وہاں کے لئے کوئی اچھا سا بہانہ تلاش کر ایک عمدہ سا خط لکھ دیتا ہے اور پھر سرہانے برف کا گلاس رکھکر برقی پنکھے کی ہوا میں اطمینان سے لیٹ جاتا ہے ۔ کون لو میں جان دینے جائے ۔ وہ سوچتا ہے کہ باز آیا میں ایسی شادی بیاہ سے ایسے خیالات رکھتے ہوئے ہم دیہاتی راہوں کو کیا خاک درست کرائیں گے میرے دوست بھی زیادہ تر میرے ہی ہم خیال ہیں پھر اس میں تعجب ہی کیا کہ کبھی دیہات جانا پڑا تو کسی ڈاکٹر یا وید دوست کو معہ اسکے ڈاکٹری سامان یا جھولے کے ضرور لیجانا پڑتا ہے تمام دن کے بیل گاڑی کے سفر کے بعد بغیر ان کے علاج معالجہ کیونکر ہو سکتا ہے ۔ مجھے ایک کام سے ٹھاکر صاحب کے یہاں جانا پڑا تھا ۔ ورنہ میں بھلا اپنا بستر چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ خصوصاً دیہات جا سکتا ہوں ۔ توبہ کیجئے ۔ میں ایسی بلا کبھی نہیں پالتا ۔ مگر مجبوری بڑی چیز ہوتی ہے ۔ جانا ہی پڑا ۔ کیا کرتا ؟ ساتھ میں اپنے وید دوست کو بھی گویا دیگر تکان دور کرنے کے لئے پکڑے گیا تھا ۔ ٹھاکر صاحب بڑی خاطر سے پیش آئے تھے ناشتہ کر کے ہم لوگ ٹھاکر صاحب کے ساتھ چوپال میں بیٹھے تھے اور پورا گاؤں ہم لوگوں کی خاطر داری کے لئے آیا ہوا تھا ۔ ممکن ہے کہ گاؤں والے شہری جانوروں کو دیکھنے ہی آئے ہوں مگر میں تو یہی کہوں گا کہ وہ لوگ ہماری خاطر داری کرنے آئے تھے ۔ بات بنانا بھی نہ سیکھا تو شہر میں رہنے سے فائدہ ہی کیا ہوا ؟

چوپال میں بیٹھے بیٹھے نہ جانے کہاں کہاں کی باتیں چھڑ گئیں ۔ دھرم کرم کا ذکر گاؤں میں سب سے پہلے ہوتا ہے دیوی دیوتا اور گاؤں کے پیر و شہیدوں کے فرسودہ ذکر سنتے سنتے میں اوب گیا کہاں تک کسی کی تعریف یا برائی سے جی نہ اُکتائے ۔ سوائے پرماتما کے میں کسی اور پر اعتقاد نہیں رکھتا لیکن بیکار کسی کا دل بھی نہیں دکھانا چاہتا ۔ اسی لئے میں نے فضول باتوں کو چھوڑ کر ٹھاکر صاحب کے ہاتھی کی تعریف شروع کر دی ۔ ہاتھی تھا بھی واقعی قابل تعریف پہاڑ جیسا سامنے فیل خانے میں بندھا ہوا تھا اور اپنی شرارت آمیز نگاہوں سے ہم شہری جانوروں کو گھور رہا تھا ۔ شائد اُسے دیوی دیوتاؤں کی برائی اچھی نہیں معلوم ہوتی تھی ۔ اور اچھی لگتی بھی کیونکر ؟ اسکا بھائی بند ایراوت جو اندر دیوتا کے ساتھ رہتی ہے ۔ اوروں کی برائی تو شائد وہ سُن بھی لیتا لیکن اپنے ہم جنسوں کی برائی تو انسان بھی نہیں سن سکتا ۔ اور وہ تو حیوان ٹھیرا ۔ دو چار اسکے پیر پٹکنے پر میں نے کہا " ٹھاکر صاحب آپکا یہ ہاتھی ہے تو بہت اچھا لیکن یہ اگر اتفاقاً کہیں چھوٹ جائے تو ایک ہی لات میں ہم لوگوں کا خاتمہ کر دے شائد " ٹھاکر صاحب کہنے لگے " واہ پنڈت جی آپ بھی کیا بات کرتے ہیں ۔ میرا یہ ہاتھی کبھی کسی کا نقصان نہیں کرتا ۔ اس کی لات تک مفید ہوتی ہے مضر نہیں ۔ ٹھاکر صاحب کی ہنسی ہی سے میں نے اندازہ کیا کہ انکے اس جملے میں کوئی کہانی ضرور چھپی ہے اور وہ فوراً کہا سچ سچ ٹھاکر صاحب ؟ مجھے تو یقین نہیں آتا ٹھاکر صاحب کہنے لگے " پنڈت جی ! وہ اونٹ آپ دیکھ رہے ہیں منہ اُٹھائے سامنے نیم چر رہا ہے ۔ تھوڑے دن ہوئے اسکی ٹانگ کی

بڑی اثر لگی تھی۔ ہم لوگ بہت پریشان تھے کہ کیا کریں۔ گھوڑا ڈاکٹر بلایا، سب کچھ کیا مگر اُس سے کوئی بھی اثر نہ ہوا۔ میں اس وقت شکار کو گیا ہوا تھا ڈاک لیجانے والا صرف یہی ایک اونٹ تھا، بیچارہ تکلیف ہو رہی تھی۔ یہاں تک ہوا کہ مجھے شکار سے لوٹ آنا پڑا۔ لڑائی کا زمانہ اور ریل، اخبارات کہتے پہنچ سکتا۔ مجبوراً مجھے لوٹنا پڑا۔ گڑھی کے پاس پہنچنے پر دیکھا کہ غریب اونٹ لنگڑاتا ہوا راستے میں میرے استقبال کے لئے کھڑا ہے۔ میری تو آنکھیں پُرنم ہو گئیں اس کی یہ حالت دیکھکر۔ وہ اونٹ مجھ سے بہت ہلا ہوا تھا اور اس کی تکلیف مجھ سے دیکھی نہ جاتی تھی۔ چنانچہ میں نے لوگوں سے ڈانٹ کر کہا کہ اس کو میرے سامنے سے ہٹا دو۔ لوگوں نے اُسے بہت ہنکایا مگر اونٹ ٹس سے مس نہ ہوا۔ راہ تنگ تھی۔ اس وقت تک میں اپنے ہاتھی پر سوار اونٹ کے قریب پہنچ گیا۔ ہاتھیوں کو اونٹوں سے چڑ ہوتی ہے یہ تو آپ شاید جانتے ہی ہونگے اور میرے ہاتھی کو میرے اونٹ سے خاص چڑ سی اور عداوت تھی۔ ایک یہ بھی سبب تھا جسکے باعث میں نے لوگوں سے اونٹ کو سامنے سے ہٹا دینے کے لئے کہا تھا۔ ہاتھی قریب پہنچکر ذرا سا ٹھٹھکا اور وہ پھر سونڈ اُٹھا کر ایک بار چنگھاڑا۔ اونٹ ذرا گھبرا کر پیچھے ہٹا مگر اس کے لنگڑے پن نے اسے بھاگنے نہ دیا۔ اتنے میں ہاتھی نے غصہ ہو کر لات چلائی اور وہ لات اونٹ کے لنگڑے پیر پر ٹھیک اسی جگہ پڑی جہاں اس کی ہڈی اتری ہوئی تھی۔ ایک بار زور سے کھٹ سے ہوا اور پھر اونٹ بڑے زور سے بلبلاتا ہوا چاروں پیروں سے سرپٹ بھاگا۔ جب سے آج تک اونٹ ٹھیک ہے۔ تمھیں تو یاد ہوگا منّو بھیا؟" پاس ہی بیٹھے ہوئے منّو بھیا نے بہت ہی کسمسا کر کہا "ہاں ٹھاکر صاحب! پچھلے اگہن ہی کی تو بات ہے۔" ٹھاکر صاحب نے ذرا بگڑ کر کہا۔ "تب تو خوب یاد ہے ابھی بھادوں کی تو بات ہے اور تم اسے پچھلے اگہن کی بات کہتے ہو۔" منّو بھیا سٹپٹا کر بولے "ہاں ہاں بھادوں کی بات ہے بھول گئے تھے۔"

سب لوگ یہ عجیب قصہ سن کر خاموش تھے۔ صرف ٹھاکر صاحب یاد کر کر کے ہنس رہے تھے۔ زمیندار کی بات کو غلط کہنا خطرناک ہوا کرتا ہے۔ گاؤں والے بچارے کہہ ہی کیا سکتے تھے۔ میں نے اپنے وید دوست سے کہا "سُنا آپ نے؟ جو اثر آپ کی گولیوں اور ... نہیں ہو سکتا وہ اس کی لات میں ہے۔ جسے ڈاکٹر صاحب مرہم پٹی کر کے ٹھیک نہ کر سکے اسے ہاتھی نے لات مار کر ٹھیک کر دیا۔" وید جی بولے "ہاں بھئی پنڈت جی آپ شہر میں رہتے ہیں اس سے ہاتھی کی بات نہیں سمجھ سکتے۔ ہاتھی بڑا ... جانور ہے۔ اس کی لات میں یہ وصف ہو تو عجب ہی کیا۔ ہاتھی تو نہ جانے کیا کیا کرتا ہے۔ مجھے اپنے بچپن کی بات یاد ہے۔ اس وقت میں اپنے ماما کے گاؤں میں رہتا تھا۔ ان کے پاس بھی ایک ایراوت جیسا ہاتھی تھا بڑا سیدھا تھا۔ میں اس کی پیٹھ پر بہت چڑھا ہوں۔ ایک روز وہ بگڑ گیا۔ مہاوت سے شاید کچھ غلطی ہوگئی تھی۔ ہاتھی اس مہاوت کے پیچھے دوڑا۔ مہاوت بھاگا۔ مہاوت کے پیچھے ہاتھی بھاگا اور اس کے پیچھے میں بھاگا۔ قریب ہی ایک بڑا تالاب تھا۔ مہاوت دوڑ کر اس میں کود گیا اور لگا تیرنے۔ کنارے سے پہنچنے تک ہاتھی بہت قریب پہنچ چکا تھا۔ مگر مہاوت کے کود پڑنے سے ہاتھی اسے پکڑ نہیں پایا تھا۔ ذرا دیر میں اس نے مہاوت کو تیرتے ہوئے دیکھا اور ایک چنگھاڑ مار کر ہاتھی بھی تالاب میں کود پڑا۔" اتنے ہی میں ٹھاکر صاحب نے چلا کر کہا "ویدجی! ہم نے تو زندگی بھر ہاتھی کو کودتے نہیں دیکھا اور پھر پانی میں!" ویدجی خفا ہو کر بولے "ٹھاکر صاحب! ہاتھی کی لات سے اونٹ کو سیدھا ہوتے دیکھا تو ہم نے بھی نہیں مگر ایسا ہوا ضرور ہے۔ ابھی آپ ہی کے منہ سے سُنا۔" بیٹھے ہوئے لوگ اپنی ہنسی ضبط کرنے لگے۔ ٹھاکر صاحب جھینپ کر بولے "تو ویدجی میں یہ تھوڑی کہتا ہوں کہ ہاتھی کودتا نہیں یا کود سکتا نہیں۔ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ میں نے ہاتھی کو کودتا خود نہیں دیکھا ہے۔" ویدجی نے کہا "آپ نے تو ابھی بہت کچھ نہیں دیکھا ہے۔ سنئے تو جناب! ہاں تو پھر ہاتھی بھی تالاب میں کودا۔ مہاوت نے ہاتھی کو پانی میں اپنے پیچھے کودتا دیکھکر یہ سمجھ لیا کہ اب اسکی جان نہیں بچیگی۔ وہ بڑے زور سے چلا چلا کر رونے لگا۔ تیرتے ہوئے ہاتھی نے رونا سنا تو اپنے چھاج جیسے کان اُٹھا کر سُننے لگا۔ پھر اُس نے اور بھی تیزی سے تیرنا شروع کیا۔ مہاوت غریب کتنی دیر تیر سکتا تھا؟ آخر ہاتھی اسکے پاس پہنچ ہی گیا۔ ہاتھی کے پاس آتے ہی مہاوت نے جان جاتی دیکھکر پھر رونا شروع کیا۔ ہاتھی نے کان اُٹھا کر پھر رونا سُنا اور پھر اُس نے سونڈ سے مہاوت کو لپیٹ کر اپنی گردن پر بٹھال لیا۔ اور تیر کر کنارے آ گیا۔ کنارے آ کر وہ یوں سیدھا بنکر کھڑا ہو گیا جیسے اس نے مہاوت کو ڈوبتے دیکھکر محض اسے بچانے کے لئے یہ تکلیف اُٹھائی ہو۔ مہاوت کی حیرت کی حد نہیں تھی۔ اتنے میں میں بھی ہاتھی کے پاس پہنچ گیا۔ ہاتھی نے سونڈ میں مجھے بھی لپیٹ کر اپنی گردن پر بٹھا دیا اور پھر جھومتا ہوا سارے گاؤں کا چکر لگا کر آخر فیلخانے پہنچا۔ تو ہاتھی کا تو کوئی ٹھیک ہی نہیں کہ وہ کیا کریگا۔ اسکا کیا ٹھیک۔ اسکی لات میں اتنا وصف ہو تو اس میں تعجب ہی کیا۔"

ویدجی کا قصہ سنکر سب خاموش تھے۔ گاؤں کی چوپال میں لوگوں نے خدا معلوم کتنے اس قسم کے قصے سنے ہونگے جنکا کوئی سر پیر نہیں ہوتا۔ اور یہ سننے والے اپنی گھر والیوں سے۔ جانے اپنی طرف سے اور ملا کر کیا کیا کہتے ہونگے مگر انکے گلے کے نیچے بھی ہاتھی کا کودنا نہ اُتر سکا۔ مہمان نوازی دیہاتیوں کا خاص وصف ہے۔ ویدجی کو کوئی جھوٹا نہیں کہہ سکتا تھا۔ اور زمیندار کو جھوٹا بنانا تو قطعی غیر ممکن تھا۔ ہاں دیہاتیوں کے لئے زمیندار کی لات تو ہاتھی کی لات سے بھی بھاری بھرکم ہوتی ہے۔ اُسے برداشت کرنیکی کس میں طاقت تھی۔ رات بھر ہم لوگ وہیں رہے اور دوسرے روز چلدیئے لیکن ٹھاکر صاحب ویدجی سے کچھ ناراض ہی سے رہے۔ شاید اگر ہم لوگ انھیں کے مہمان نہ ہوتے تو ویدجی کو انکی کرنی کا پھل بھی ملتا لیکن مہمان سے تو کوئی کچھ کہہ ہی نہیں سکتا تھا۔ ٹھاکر صاحب نے یہ ضرور کیا کہ دوسرے روز ہم لوگوں کو ہاتھی پر واپس بھیجنے کی تجویز کی۔ ان کا ہاتھی بڑا بدمعاش تھا اسکی اطلاع ہم لوگوں کو مل چکی تھی۔ اس کی آنکھیں ہی اسکی بدمعاشی کا پتہ دیتی تھیں اس لئے لوگوں نے بجائے ہاتھی کے بیل گاڑی ہی پر اپنی ہڈیاں پسلیاں درست کرانا زیادہ مناسب سمجھا۔

واپس ہوتے ہوئے راہ میں میں نے ویدجی سے پوچھا کہ ٹھاکر صاحب کو اسطرح گاؤں بھر کے سامنے جھوٹا بنانے کی آخر ضرورت کیا تھی؟ ویدجی نے ہنسکر کہا "ٹھاکر صاحب کو بھی تو ڈاکٹر اور وید کی یوں بے عزتی کرنیکی ضرورت نہیں تھی۔ میں کوئی وہمی تو تھا نہیں کہ ہاتھی کا لات دینا مان لیتا۔ ہاتھی بھی کیا گدھا ہے کہ دولتیاں جھاڑتا پھرے۔ برداشت کی بھی آخر حد ہوتی ہے۔ اونٹ کی ٹانگ ہاتھی ٹھیک کرے یہ بھی خوب رہی۔ ڈاکٹر وید سب مر گئے ہیں ناکہ جانوروں کا علاج جانور ہی کریں۔ اس بار جب ٹھاکر صاحب مجھے بلائینگے تو میں کہلا دونگا کہ ہاتھی کی لات کھائیے بخار اتر جائیگا۔ بالکل بیوقوف ہی ہم لوگوں کو سمجھ رکھا ہے۔ ہاتھی کی لات بھی خوب رہی۔"

پھل کے پیڑوں میں ہڈی کی کھاد کا استعمال

(از قلم مسٹر آر۔ ڈی۔ فورڈم ڈپٹی ڈائرکٹر حلقہ باغات سہارنپور)

پھل کے پیڑوں میں کونسی کھاد دیجائے اس کو طے کرنے کے لئے بہت سی باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ بارش کی مقدار اور مٹی کی حالت ان قدرتی باتوں کے علاوہ پیڑ کی چھنٹائی کے ڈھنگ وغیرہ بناوٹی باتوں کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اسلئے کھاد کا کوئی ایک خاص نسخہ پھل کے پیڑوں کے لئے نہیں دیا جاسکتا۔ پیڑ میں کس وقت کونسی کھاد دیجائے اس کو طے کرنے کے لئے باغبان کو یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ کس کھاد کا پیڑ پر کیا اثر ہوتا ہے۔ اور اگر ایک خاص طرح کی کھاد پیڑ کو نہ دیجائے تو اس میں کون کون سے علامات ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ جب اس کی پوری طور سے پہچان ہوجائیگی تبھی باغبان طرح طرح کی کھادوں کا ٹھیک استعمال کرسکتا ہے۔

پھل کے پیڑوں کی خوراک میں اور پودوں کی طرح بہت سی کھانے والی چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ان میں سے جن چیزوں کو پیڑ زمین سے لیتا ہے وہ یہ ہیں نائٹروجن۔ فاسفورس۔ چونا۔ میگنیشیم۔ پوٹاش اور گندھک۔ چونا۔ میگنیشیم اور گندھک معمولی زمین میں اتنی مقدار میں موجود رہتے ہیں کہ ان کو کھاد کی صورت میں دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن نائٹروجن فاسفورس اور پوٹاش کی اکثر زمین میں کمی پڑجاتی ہے اور ان کی ہر ایک کی کمی سے پیڑ میں الگ الگ علامات ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ نائٹروجن اور پوٹاش کی کمی تو آسانی سے ظاہر ہوجاتی ہے اور اس کا علاج بھی آسانی سے کیا جاسکتا ہے لیکن فاسفورس کی کمی اس قدر نہیں ظاہر ہوتی اور اس سے پہلے کی اس کی کمی کا علم ہو۔ پیڑ کی پیداوار گرنے لگ جاتی ہے۔ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ اس چیز کی کمی کا علم ہونے پر اگر پیڑ کو سدھارنے کی خواہش کیجائے تو وہ فضول ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے پہلے ہی پیڑ میں بہت کچھ نقص پیدا ہو چکے رہتے ہیں۔

اسلئے اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ پیڑوں میں فاسفورس کی کمی کسی حالت میں نہ ہونے پائے۔

فاسفورس کی کمی سے پیڑوں میں جو علامات ظاہر ہوتے ہیں وہ نیچے لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ پھولوں اور پتوں کے نکلنے میں دیر ہوجاتی ہے۔

۲۔ پتیوں کی مقدار بہت کم ہوجاتی ہے اور وہ بہت چھوٹی بھی پڑجاتی ہیں۔

۳۔ پتیوں پر بینگنی رنگ کی چتیاں پڑجاتی ہیں اور انھیں چتیوں سے پتیاں سوکھنے لگتی ہیں۔

۴۔ ایک سال تک تو پیڑ کے بہاؤ میں کوئی فرق نہیں دکھائی دیتا لیکن اس کے بعد پیڑ کا بہاؤ بہت کم ہوجاتا ہے۔

۵۔ پیڑ کی پتیاں موسم سے بہت پہلے جھڑجاتی ہیں اور انکے جھڑجانے کے بعد پھر پیڑ میں بڑھاؤ نہیں ہوتا۔

۶۔ پیڑ کے تنے کا رنگ پیلا پڑجاتا ہے۔

۷۔ پھل کی پیداوار بہت کم ہوتی ہے۔

۸۔ جو پھل لگتے ہیں وہ بھی نکمے ہوتے ہیں۔ ان کا رنگ بہت پھیکا پڑجاتا ہے اور وہ بیکار ہوجاتے ہیں۔ ان میں سڑتے ہوئے پھلوں کے مثل بدبو آنے لگتی ہے۔ اور ان میں مٹھاس بالکل نہیں رہتی۔ وہ بہت دنوں تک رکھے بھی نہیں جاسکتے۔

اوپر بتلائے ہوئے علامات سے یہ ظاہر ہے کہ پھل کے پیڑوں میں فاسفورس کی کمی سے بہت نقصان پہنچتا ہے۔ محض پھلوں کی مقدار ہی نہیں کم ہوجاتی بلکہ جو پھل لگتے ہیں وہ بھی کسی کام کے نہیں ہوتے۔ اسلئے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فاسفورس والی کھاد پھل کے پیڑوں کیلئے بہت ہی ضروری ہے۔

اب یہ طے کرنا ہے کہ فاسفورس کی کھاد پھل کے پیڑوں میں کس صورت میں دیجائی۔ پسی ہوئی ہڈی کی کھاد۔ گلائی ہوئی ہڈی۔ ہڈی کا فاسفیٹ۔ معدنی فاسفیٹ۔ معدنی سپر فاسفیٹ اور ویسک سلیگ وغیرہ مختلف صورت میں یہ کھاد دیجاسکتی ہے لیکن ہندوستان میں ان میں صرف دو ہی آسانی سے مل سکتی ہیں۔ ایک تو معدنی سپر فاسفیٹ اور دوسری ہڈی کی پسی ہوئی کھاد۔ معدنی سپر ہندوستان میں باہر سے آتا ہے لیکن ہڈی کی کھاد اس صوبے میں ہی کئی جگہ بنتی ہے۔ ہاپڑ بون مل میں یہ کھاد تیار کیجارہی ہے اور کافی اچھی ہے۔ اسلئے ان دونوں میں بھی ہڈی کی کھاد یہاں زیادہ آسانی سے مل سکتی ہے۔ ایسا ہوتے ہوئے بھی ہڈی کی کھاد کا استعمال بہت کم ہوتا ہے۔ اسکے دو خاص سبب ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ زمین میں بہت دھیرے دھیرے گھلتی ہے اسلئے پیڑوں کو فوراً فائدہ نہیں پہنچاتی اور دوسرے یہ کہ اسکی قیمت فیصدی فاسفورک ایسڈ کے خیال سے کچھ زیادہ ہی ہے۔

ان دونوں وجوہات کو اگر دور کیا جاسکے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہڈی کی کھاد کا استعمال نہ بڑھ جائے۔ ان میں سے پہلا سبب تو پھل کے پیڑ کے لئے لاگو نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر کھاد ایک سال میں پوری نہ گلی تو جو بچ جائیگی وہ پیڑوں کے لئے آئندہ سالوں میں استعمال میں آئیگی۔ لیکن دوسرا سبب یعنی اسکی قیمت کا سوال خیال رکھنے کے قابل ہے اگر یہ سپر فاسفیٹ سے ارزاں نہیں بیچی جاسکتی تب تو یہ شاید ہی اس کا مقابلہ کرسکے۔

پھر بھی کسی کسی حالتوں میں تو ہڈی کی کھاد کا استعمال سپر کے استعمال سے کہیں مفید ہے۔ مثال کے لئے اگر مٹی میں چونے کی مقدار کم ہے تب اس میں سپر کا استعمال کرنا فضول ہی نہیں بلکہ نقصان دہ ہے۔ ایسی مٹی میں سپر کا استعمال کرنے سے مٹی کھٹی ہوتی جاتی ہے اور تھوڑے دنوں میں پیڑوں کے لئے بیکار ہوجاتی ہے۔ اسلئے ان میں تو ہڈی کی ہی کھاد کا استعمال کرنا چاہئے۔

عام طور پر فاسفورس والی کھاد اگر ان دونوں کھادوں کو یعنی سپر اور ہڈی کی کھاد کو ملاکر بنائی جائے تو وہ سب سے اچھی ہوتی ہے اس ملاوٹ سے دونوں برائیاں دور ہوجاتی ہیں۔ پیڑوں کے فوراً استعمال کے لئے سپر سے کھانیوالی چیزیں مل جاتی ہیں اور ہڈی میں چونے کی کافی مقدار رہنے کے باعث سپر کا مٹی پر برا اثر بھی نہیں ہونے پاتا۔

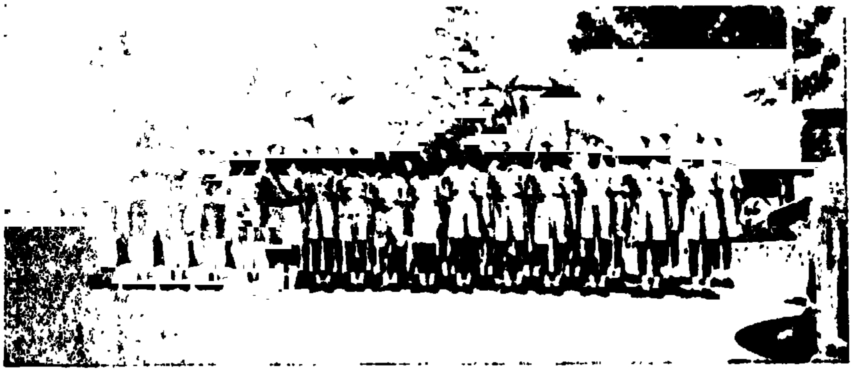
ان دونوں کو برابر مقدار میں ملاکر پھلتے ہوئے پیڑوں میں ۷ سے ۱۰ پونڈ کے حساب سے دیدینا چاہئے۔ اگر کھاد بہت چکنی مٹی میں دینا ہو تو دو حصہ ہڈی کی کھاد اور ایک حصہ سپر ساتھ ملانا چاہئے کیونکہ ایسی مٹی میں اگر سپر زیادہ مقدار میں دیا جائیگا تو وہ اور بھی خراب ہوجائیگی۔

دیہات میں اسکاؤٹنگ

از جناب ایل۔ ایم۔ بھاٹیہ بی سی
ایس۔ سکریٹری گاؤں سدھار
ایسوسی ایشن مین پوری



ضلع گرام سدھار سنگھ۔ آگرہ کی طرف سے کھولے جانیوالے اُستاد بالغان اسکاؤٹ ماسٹر ٹریننگ کیمپ میں تعلیم پائے ہوئے ماسٹروں کا گروپ۔ فوٹو۔

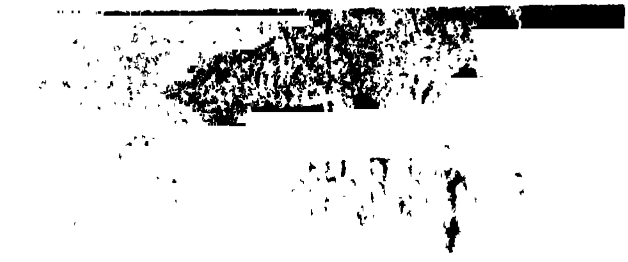


گرام سدھار نمائش۔ اجودھیا (فیض آباد) میں تعینات ہونیوالے اسکاؤٹ جناب ڈی موزم دار اور جناب ایس۔ پی اوپادھیائے کی ہدایتیں لے رہے ہیں۔



گاؤں کی اسکاؤٹ جماعت جو جناب ایس۔ پی اوپادھیائے گرام سدھار انسپکٹر فیض آباد سے تعلیم پا رہی ہے۔

چند سال قبل اسکاؤٹنگ کی تحریک صرف شہروں کے اسکولوں تک ہی محدود تھی۔ لوگوں کی توجہ اس طرف نہیں تھی کہ اس تحریک کی اشاعت دیہاتوں میں بھی ہو۔ دھیرے دھیرے لوگ اس کی اہمیت اور اس سے ہونے والے فائدوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ دیہاتی بچے اور بڑے بھی اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ دیہات میں ایسی تحریک کی سخت ضرورت ہے۔ اس سے لوگوں کو تعلیم ملتی ہے کہ ایک گروپ کے ساتھ کیسے کام کریں۔ اسکاؤٹنگ اُن کے دل میں تعاون باہمی اور تنظیم کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے دیہات کے باشندوں کی ایسی فطرت ہے کہ وہ نہ تو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کر سکتے ہیں اور نہ اس کی ضرورت ہی محسوس کرتے ہیں اور نہ وقت پڑنے پر ایک دوسرے کی مدد کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ ہمارے اوپر ہندی کی ضرب المثل اپنی اپنی ڈھپلی اپنا اپنا راگ' بالکل صادق آتی ہے اس میں شبہ نہیں کہ ہمارے دیہات کے باشندے ان سب ابتدائی باتوں میں مغربی ممالک کے باشندوں سے بہت ہی پچھڑے



مایا گاؤں (ضلع فیض آباد) کے سیوا دل کا ایک منظر۔



باسوپور گاؤں کے اسکاؤٹ (بغیر وردی کے)



گرام سدھار مرکز گبھانا (ضلع علی گڑھ) کے اسکاؤٹوں کا ایک دستہ

ہوئے ہیں اور اسی لئے ہمارے دیہات میں تنظیم کا نام و نشان نہیں ہے۔ یوروپ کے ممالک میں اسکاؤٹنگ یا اس سے بھی ایک قدم بڑھ کر فوجی پیمانے پر لوگوں کو ان باتوں کی ٹریننگ دی جاتی ہے جس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ بچے سے لیکر بوڑھا تک اس جماعت کا ممبر ہوتا ہے اور اُسی کے ذریعے وہ خود اپنے ملک اور قوم کی امداد کے وقت کام آتا ہے۔ انھیں سب باتوں کو محسوس کرتے ہوئے محکمہ گاؤں سدھار نے بھی اس بات پر پچھلے دو تین سال سے کافی توجہ دی ہے۔ اس سلسلے میں جو کچھ کامیابی ہوئی ہے وہ کافی اطمینان بخش ہے حالانکہ روپیہ کا کچھ اچھا انتظام نہ ہونے کے سبب ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن اس کا انتظام بہتر نہ کر سکا کہ ہر اسکاؤٹ کے پاس ٹھیک وردی ہو اور ہر ٹروپ کے پاس ضروری سامان ہو۔ لیکن کم از کم یہ بات ضرور ہے کہ دیہات میں اسکاؤٹنگ کے لئے لوگوں کے دل میں جوش اور حوصلہ کافی ہے اور لوگ کافی تعداد میں اسکاؤٹ بننے کے لئے اور ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اب تک اس ضلع میں دو ہزار اسکاؤٹوں کی بھرتی ہو چکی ہے۔ اس میں زیادہ تر بالغ ہیں۔ پچھلے سال اس ضلع میں گاؤں سدھار ایسوسی ایشن نے کیمپ کرائے۔ اگست ۱۹۳۹ء میں جبکہ گرام سدھار افسر صاحب تشریف لائے تھے اُس وقت بھی گاؤں سدھار اسکاؤٹس نے ارم سرائے، کھرپری، بھدان و کرتھرا وغیرہ سرکلوں میں استقبال کیا اس کے علاوہ گزشتہ جنوری میں اسکاؤٹ ماسٹر نے سب آرگنائزروں اور شبینہ مدارس کے استادوں کو ٹریننگ دی تھی۔ خیال یہ تھا کہ ٹریننگ پا کر یہ لوگ اپنے سنٹروں میں اسکاؤٹنگ کا کام بہتر طریق پر انجام دے سکیں گے۔

اگرچہ اسکاؤٹنگ کا کام ضلع میں جاری ہے مگر ذرائع کی قلت کی وجہ سے یہ کام اُس طریقے پر نہیں ہو سکا جس طرز پر کہ کیا جانا چاہئے تھا۔ خاص طور سے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہر اسکاؤٹ کی وردی اور ٹریننگ کا سامان و معقول انتظام کیا جائے۔ اس سلسلے میں میرا خیال ہے کہ اگر اسکاؤٹنگ کو نیشنل ملیشیا کے طرز پر منظم کیا جائے اور وردی کا انتظام سرکاری طور پر ہو جائے تو اس میں شبہ نہیں کہ کسی حد تک ہمارے ملک کی اندرونی حفاظت کا سوال بھی حل ہو جائے گا۔ اس قسم کی ٹریننگ کے بعد اسکاؤٹس سوک گارڈس کا کام مستعدی کے ساتھ کر سکیں گے اور ساتھ ہی ساتھ اُن کو اپنی ذمہ داری کا بھی احساس ہوگا۔

سوئٹ پی - (پھول مٹر)

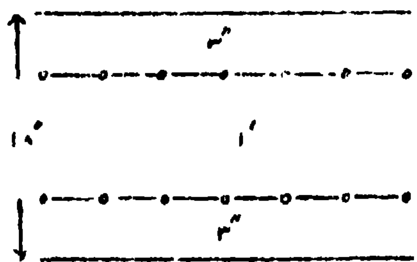
(از جناب وی ۔ ایس ۔ دورگن سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ گارڈن الہ آباد)

سوئٹ پی کا نباتاتی نام لیتھورس اوڈوریٹا ہے اور یہ پھلی یا مٹر کی ذات سے ہے ۔ یہ سوائے پہاڑی علاقوں کے اس ملک کے ہر حصہ کا موسم جاڑے کا مشہور فصلی پھول ہی نہیں ہے بلکہ پھولوں سے محبت رکھنے والے خصوصاً یوروپین کو بہت پیارا ہے ۔ علاوہ خوشنما طرح طرح کے رنگ کے ہونے کے اس میں بھینی بھینی مہاؤنی مہک ہوتی ہے جس کا سینٹ یورپ میں تیار کرکے ہر جگہ بھیجا جاتا ہے ۔

پہلے جو مٹر ہوتی تھی اس کی دو قسمیں تھیں یا یہ چھوٹے چھوٹے پھول دیتی تھی لیکن آجکل ان دونوں قسموں کو ترقی دے کر بڑے پھول والی تیار کی گئی ہے ۔ جو قابل تعریف ہے ۔ گو پہلی قسم عام طور پر ابھی تک بوئی جاتی ہے اور زیادہ تر ہندوستانی باغیچوں میں پائی جاتی ہے مگر اس ملک کے لئے جس قسم کی مٹر زیادہ موزوں ہے وہ جاڑے کی فصل والی اسپنسر قسم کی ہے ۔

پھول مٹر کے بونے میں کامیابی حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کو گہری لمبی کیاریوں میں بویا جائے ۔ اگر چاہیں تو یہ گول کیاریوں میں بھی لگائی جا سکتی ہیں ۔ بشرطیکہ کیاری دو فٹ گہری کھودی جائے اگر کیاریاں آمنے سامنے بنائی جائیں تو ان کو کم از کم ۵ فٹ ایک دوسرے سے علیحدہ ہونا چاہئے اور ۱۸ انچ چوڑی اور ۲ فٹ گہری بنانا چاہئے اور اس میں گوبر کی پرانی کھاد خوب اچھی طرح دینی چاہئے ۔ بیج بونے سے پیشتر خوب پانی بھر دینا چاہئے ۔ تاکہ جس قدر مٹی کو بیٹھنا ہو بیٹھ جائے اور جہاں زیادہ بیٹھ جائے وہاں زیادہ مٹی بھر کر سطح برابر کر دی جائے ۔

پھول مٹر کے بونے کے لئے سب سے اچھا طریقہ یہ ہوگا کہ ایک فٹ کے فاصلہ پر دو قطاریں بنائی جائیں اور بیج ان قطاروں میں ۳ انچ کے فاصلہ پر بونا چاہئے اور بونے کے بعد قطاروں کو ہموار کر دینا چاہئے جیسا کہ دی ہوئی شکل نمبر ۱ میں دکھایا گیا ہے ۔

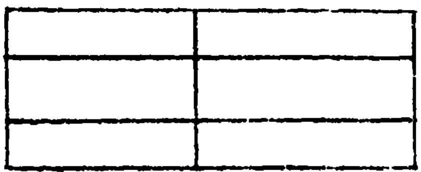


شکل نمبر ۱

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بیج کو بونے سے پہلے ۲۴ گھنٹے تک پانی میں پڑا رہنے دیا جائے لیکن درحقیقت اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ بہترین طریقہ بیج بونے کا یہ ہے کہ بیج کو ایک انچ سے زیادہ گہرا نہ بویا جائے ۔

بیج کے نہ جمنے میں ناکامیابی کا سبب یہ ہے کہ وہ عام طور سے زیادہ گہرا بو دیا جاتا ہے ۔ میدانوں میں بیج بونے کا سب سے عمدہ وقت یا تو آخر ہفتہ ستمبر یا پہلا ہفتہ اکتوبر ہے ۔ اگر اس سے پہلے بوئے جائیں تو بعض اضلاع میں بارش سے ان کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے ۔

پھول مٹر کو چھوٹے گملوں میں بو کر کیاریوں میں بدلا جا سکتا ہے لیکن ایسا کرنے سے اس میں پوری کامیابی نہیں ہوتی اس لئے اس کو شروع ہی سے کیاریوں میں بو دینا چاہئے ۔ جب بیج اگ آئیں اور پودے ۲ انچ کے ہو جائیں تو کیاریوں کو نرانا چاہئے اور ان پر مٹی چڑھانا چاہئے اور پودوں کو چڑھانے کے لئے ایک فٹ کا لمبا جھانکر گاڑ دینا چاہئے اور جیوں جیوں بڑھتے جائیں تیوں تیوں لمبے جھانکر لگاتے جائیں اور نرائی متواتر کرنی چاہئے پھول مٹر کی بیل چڑھانے کے لئے بہت سے طریقے ہیں ۔ سب سے عام اور سستا طریقہ یہ ہے کہ خشک جھاڑ اگر مل سکے تو استعمال کیا جائے یا سوکھی پتلی شاخیں جو پہلے سے کاٹ کر خشک کر لی ہوں دوسرا لیکن زیادہ مہنگا طریقہ یہ ہے کہ کیاریوں کے دونوں سروں پر دو مضبوط کھمبے ۱۰ فٹ کے فاصلہ پر دونوں طرف لگائے جائیں اور اس میں پہلے تار یا ڈوری کی تین یا چار قطاریں باندھ دی جائیں تاکہ مٹر کی بیل اس کے سہارے سے اوپر چڑھ جائے اور سیدھی رہے جیسا کہ شکل نمبر ۲ میں دکھایا گیا ہے ۔



شکل نمبر ۲

گبریلوں کا استعمال

ڈاکٹری سیکھتے وقت انسان کے ڈھانچہ کی بہت ضرورت ہوتی ہے اس کام کے لئے پورا ڈھانچہ اس وقت مل سکتا ہے جب مردے کا گوشت بالکل صاف کر دیا جائے ایسا کرنے میں محنت بہت پڑتی تھی اور پھر بھی ٹھیک صفائی بہت مشکل سے ہوتی تھی پھر ایسے ڈھانچوں کی بہت زیادہ تعداد میں ضرورت پڑتی تھی ۔ سبھی ڈاکٹری کے کالجوں میں ان کی مانگ رہتی ہے ۔

اس دشواری کو دور کرنے کیلئے امریکہ والوں نے ایک نئی ترکیب سوچی ۔ نیویارک کے عجائب گھر میں افریقہ ذات کے ۸۰۰۰ گبریلے پالے گئے ہیں ۔ جب کسی مردے کا ڈھانچہ صاف کرنا ہوتا ہے تو اسکو گبریلوں کے بیچ میں رکھ دیا جاتا ہے ۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ سارا گوشت کھا جاتے ہیں ۔ صرف ہڈیوں کو نہیں کھاتے چھوٹے چھوٹے جانداروں کی صفائی کرنے کیلئے تو ایک درجن بھر کے گبریلے کافی ہوتے ہیں ۔

اس طرح گبریلوں کو خوراک بھی ملجاتی ہے اور ان سے ڈھانچہ صاف کرنیکا کام بھی لے لیا جاتا ہے ۔ ایک پنتھ دو کاج اسی کو کہتے ہیں ۔

غلّہ کی کوآپریٹو فروخت

از جناب رام لگن پانڈے ۔ انسپکٹر
کوآپریٹو سوسائٹیز ۔ فیض آباد



ضلع لکھنؤ کی ایک کوآپریٹو مارکیٹنگ یونین کا غلہ بازار میں فروخت ہو رہا ہے

ہندوستان میں انگریزی حکومت کے کچھ روز پہلے دیہاتوں میں پنچایتی راج تھا ۔ ہر گاؤں خود اتھلو اور اپنی کفالت آپ کرنے کے قابل ہوتا تھا ۔ لوگ کھیتی صرف اپنی ضرورت کے لئے کرتے تھے ۔ وہ عام طور سے وہی فصلیں بوتے تھے جو انکے اور ان کے گاؤں والوں کی ضروریات پوری کر سکتی تھیں ۔ سکے کا رواج نہیں چیزوں کی خرید و فروخت میں تبادلہ کا طریقہ رائج تھا ۔ یعنی لوگ ایک چیز دیکر دوسری چیز خریدتے تھے گاؤں میں سب بنئے نہیں تھے ۔ کبھی کبھی کچھ پھیری والے نمک ، مصالحہ یا لوہے کی چیزیں لے کر آ جایا کرتے تھے اور اس کے بدلے میں اناج لے جایا کرتے تھے ۔ اب بھی اس کی جھلک دیہاتوں میں نظر آتی ہے گاؤں کے لوگ بیچنے کے خیال سے کوئی چیز نہیں بوتے تھے ۔ ایک گاؤں کا دوسرے سے بہت کم تعلق تھا ۔ ذرائع آمد و رفت بھی پُرخطر تھے ۔ درمیان کے دلالوں کا اُس زمانے میں کوئی وجود ہی نہیں تھا نہ اُن کے منافع کا کوئی سوال تھا ۔

انگریزی حکومت کے آنے سے اور ریل ، سڑکیں ، پل وغیرہ آمد و رفت کے وسائل آسان ہونے سے دیہاتوں کا آپس کا رشتہ بڑھتا گیا ۔ دیہاتوں کے درمیان میں بڑے بڑے شہر بن گئے اور سفر خطرناک نہیں رہا ۔ اب لوگ صرف اپنی ہی ضرورت کے لئے کھیتی نہیں کرتے تھے بلکہ دنیا بھر کی ضرورتوں کا لحاظ کرتے ہوئے کرنے لگے ۔ خرید و فروخت میں روپئے کا استعمال عام طور سے ہونے لگا ۔ درآمد برآمد کا طریقہ جاری ہو گیا ۔ پھر بنیوں کا جنم ہوا اور تجارت ایک خاص پیشہ ہو گیا ۔ لیکن کسان کا اس تجارت میں اپنا ذاتی حصہ نہ تھا ۔ بنئے اپنی دولت اور تجارتی تجربات سے دن بدن طاقتور ہوتے گئے اور کسان اپنے ہاتھ کی کمائی بھی اپنے ہاتھ میں نہ رکھ سکا ۔ وہ بنیوں کے ہاتھ بک سا گیا ۔ گاؤں کی پہلے کی آزادی اور خود کفالتی ختم ہو گئی ۔ یہاں تک کہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اب ساری دنیا ایک بازار بن گئی ہے اور ہر ایک ملک اس کے محلے ہو گئے ہیں ۔ اگر ایک جگہ گرانی ہے تو دوسرے مقامات پر اس کا بہت جلد اثر ہو جاتا ہے ۔

حالات کے اتنے بدل جانے پر بھی کسان کی حالت میں زیادہ تبدیلی نہیں ہوئی وہ قدامت پسند ہے وہ پرانے طریقے سے رہنا ، کھیتی کرنا پسند کرتا ہے ۔ وہ کسی بھی ترقی کے کام کو کرنے میں بہت ہچکچاتا ہے اس کی اقتصادی آزادی جو پنچایتی راج کے زمانے میں تھی بالکل ختم ہو گئی ہے ۔ قرض کا بوجھ اس پر روز بروز بڑھتا جاتا ہے جہالت اور دقیانوسیت اسکے خاص وصف ہیں ۔

اِدھر تو ہم کسان کو اس پست حالت میں پاتے ہیں ۔ اُدھر درمیانی دلالوں اور بنیوں کا جتھا دن بدن بڑھتا اور مضبوط ہوتا جاتا ہے ۔ گیہوں کا نرخ گھٹانا اور بڑھانا اب ان کسانوں کے بس کی بات نہیں رہی تھی جو اُس کو سال بھر سخت محنت کرکے پیدا کرتے ہیں بلکہ اُن تھوڑے سے سیٹھوں کے ہاتھ میں ہے جو کلکتے اور بمبئی میں بیٹھے ہوئے ہیں اور جن کو کھیتوں کی ہوا بھی نہیں لگی ہے وہ جو نرخ مقرر کر دیں وہ غریب کسانوں کو ماننا ہی پڑتا ہے ایسی حالت میں اس وقت اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ کسان بھی اپنی ایک ایسی تنظیم کریں اور اس کے ذریعے سے ایسی طاقت پیدا کریں جس سے درمیانی دلالوں اور بنیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی کمائی کا زیادہ حصہ اپنے ہی ہاتھ میں رکھ سکیں ۔

اس کے پہلے کہ ہم بتلائیں کہ کسان درمیانی بنیوں اور دلالوں کے منافع کا کتنا حصہ اپنی تنظیم کے ذریعے اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہے اس بات کا بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تو کسان کی دقتیں ہیں اور کچھ درمیانی بنیوں کا سماج کے ساتھ ضروری تعلق جنکی وجہ سے کسان کو ایک حد تک اس کی پناہ لینی ہی پڑے گی مندرجہ ذیل وجوہ سے یہ باتیں صاف معلوم ہو جائیں گی ۔

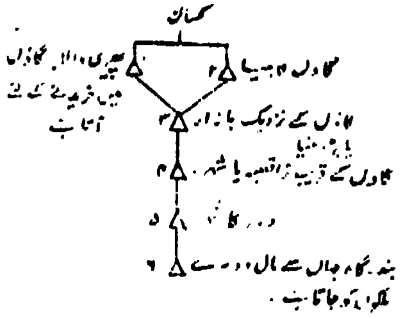
ایک تو یہ کہ کسان مہاجن کا قرضدار ہوتا ہے ۔ اس لئے وہ اپنی پیداوار اس کے ہاتھ فروخت کرنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے دوسرے یہ کہ وہ بہت سی ایسی چیزیں بوتا ہے جیسے گنا ، روئی ، سن وغیرہ جن پر وہ پیشگی لے لیتا ہے اور ان چیزوں کے بیچنے کے لئے اس کی آزادی چھینی جاتی ہے ۔ تیسرے یہ کہ اس کی آمدنی کا ذریعہ صرف کھیتی ہی ہے ۔ اسی سے

زمیندار کا لگان ۔ مہاجن کا قرض و سود، شادی غمی گھر کی ضروری چیزوں کی خرید دوا وغیرہ کا انتظام کرنا پڑتا ہے اور وہ اپنے غلے کو اپنی ضرورت کے وقت کسی بھی نرخ پر فروخت کرنے کو مجبور ہوتا ہے اور اسکو اپنے غلے کی مناسب قیمت نہیں ملتی ۔ چوتھے یہ کہ آمدورفت کی سہولت کی کمی کی وجہ سے وہ خود اپنا مال بڑے بازار تک نہیں لے جا سکتا اور نہ وہاں کے نرخ کا فائدہ اُٹھا سکتا ہے ۔ پانچویں یہ کہ بڑے شہروں وقصبوں وغیرہ چنگی، آڑھت خرچ تولائی کی بے ایمانی اور طرح طرح کی شہری دھوکا بازیوں کے خوف سے کسان بڑے بازار میں آنا پسند نہیں کرتا اور کچھ خسارے کے ساتھ ہی وہ اپنے گھر پر اپنا مال بیچنا پسند کرتا ہے ۔

اس کے علاوہ درمیانی دلالوں کا ہونا بھی سماج کے لئے بہت ضروری ہو گیا ہے کیونکہ وہ مالدار ہونے کی حیثیت سے اور تجارت کی دنیا میں برابر رہنے کے باعث بڑے مضبوط اور تجربہ کار ہو گئے ہیں اور اس طاقت سے سماج کی ایک خدمت کرتے ہیں یعنی وہ ہر چیز کے نرخ کا بیرومیٹر ہیں ۔ ہر ایک چیز کی مانگ وکھپت کے لحاظ سے وہ نرخ گھٹاتے بڑھاتے رہتے ہیں اور دنیا کے اندر نرخ ہموار رکھنے کی برابر کوشش کرتے ہیں ۔ ان باتوں میں کسان اپنی غریبی اور تجارت کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے درمیانی دلالوں اور بنیوں کی جگہ لے نہیں سکتا

مذکورہ بالا مشکلات کچھ تو حکومت کے ذریعے کم ہو سکتی ہیں اور کچھ کسان خود دور کر سکتا ہے مثلاً ہر جگہ ایک باٹ یا تول کا ہونا، آڑھتوں میں لائسنس کا رواج قائم کرنا، چنگی کا طریقہ بند کرنا، زیادہ سڑکیں وغیرہ بنوانا یہ حکومت کا کام ہے ۔ حکومت ان باتوں کی طرف متوجہ ہے اور اس کی طرف سے کوشش بھی کی جا رہی ہے ۔ مگر زیادہ کوشش کسان کو خود کرنی چاہئے کیونکہ وہی اپنی غریبی اور جہالت کی وجہ سے درمیانی ڈاکوؤں کا شکار ہو رہا ہے ۔ یہ زمانہ تنظیم کا ہے ۔ تنظیم ہی کی طاقت سے وہ سرمایہ داروں سے نجات پا سکتا ہے اور اپنی آمدنی بڑھا کر بہتر زندگی گزار سکتا ہے ۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کس کس مقام پر درمیانی دلال کسان کے راستے میں آ گیا ہے اور کس مقام پر کسان اس کو شکست دیکر اپنا قبضہ کر سکتا ہے ۔ ذیل کے نقشے سے ظاہر ہو جائیگا کہ دلال کہاں کہاں کام کرتا ہے ۔



کسان کی پیداوار عام طور سے اس کے گاؤں یا دیہات کے چھوٹے چھوٹے تاجروں کے ذریعے سے شہروں اور بڑی منڈیوں میں پہنچتی ہے ۔ ہر ایک گاؤں میں یا اس کے پڑوس میں چھوٹے چھوٹے تاجر ہوتے ہیں ۔ یہ لوگ فصل آتے ہی اپنے اپنے گاؤں یا ٹولوں یا اپنے پڑوس کے دیہاتوں میں غلہ خریدنے نکلتے ہیں ۔ یہ لوگ قصبے کی اور قرب وجوار کی بڑی منڈیوں سے بھی واقفیت رکھتے ہیں ۔ اسلئے جب کسان کی ضرورت آ پڑتی ہے اور چاروں طرف سے اس پر تقاضوں کی بوچھار ہونے لگتی ہے ۔ یہ لوگ اپنی واقفیت اور چالاکی کی وجہ سے سودا کرنے میں ہمیشہ کاشتکار سے سستے نرخ پر مال خریدتے ہیں ۔ تولنے میں بھی دھوکا دیتے ہیں اور ہمیشہ نقد روپیہ بھی نہیں دیتے اکثر دیکھا جاتا ہے کہ دیہات کا ۵۰ روپئے کی حیثیت والا بنیا ۵۰۰ روپئے کا غلہ خریدتا ہے اور کسانوں کو دام دینے میں تنگ کیا کرتا ہے ۔ ہر ایک کسان اپنے غلے کو الگ الگ بیچتا اور بھاؤ طے کرتا ہے اور اس کا غلہ عوام کے خرچ کیلئے کئی ایک بنیوں اور بیوپاریوں کے پاس سے ہو کر جیسا کہ اوپر نقشے میں دکھایا گیا ہے باٹ کرتا ہے ۔ ہر ایک سیڑھی پر ایک ایک دلال موجود رہتا ہے جو کسان کی کمائی سے اپنا پیٹ پالتا ہے ۔

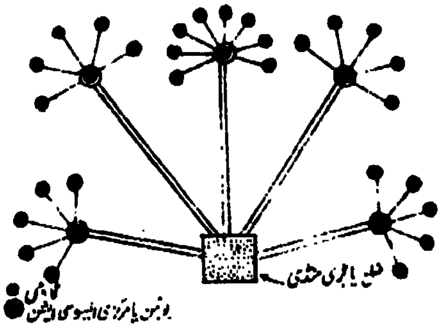
کاشتکار اپنی تنظیم کر کے الگ الگ غلہ نہ فروخت کریں اور آپس میں اتحاد کر کے غلہ اکٹھا کر کے منڈیوں میں پہنچا سکیں تو نمبر ایک و دو سیڑھی کا منافع آسانی سے ان کے ہاتھ میں رہ سکتا ہے نمبر تین کا منافعہ بھی ممکن ہے کہ ان کے ہاتھ لگ جا سکے ۔ مگر نمبر ۵ و ۶ کی سیڑھیوں سے دلالوں کو ہٹانا کسان کی کسی تنظیم کی قوت کے باہر ہے ۔

انھیں اصولوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے محکمہ امداد باہمی کی طرف سے پچھلے دو برسوں سے کوشش کی جا رہی ہے کہ کسان کو نہ صرف اس کی پیداوار کی مناسب قیمت ہی ملے بلکہ اُس کو اُس منافع کا بھی کچھ حصہ ملے جو دلال صرف غلے کے ہیر پھیر کرنے کی وجہ سے لے لیتے ہیں ۔ سابق وزیر امداد باہمی ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو نے اس اسکیم میں بڑی مدد دی تھی ۔ آپ ہی کی ہدایت کے مطابق دیہاتی بینک جس میں گاؤں والوں کی زندگی کے ہر پہلو کی ترقی کی کوشش کی جاتی ہے بنانے کے لئے بڑے زوروں سے کوشش کی جا رہی ہے ۔ اب کسان کو ایک ہی سوسائٹی کے ذریعے کھیتوں میں لگانے کے لئے روپیہ بھی ملتا ہے اس کی پیداوار کے فروخت کرنے کا انتظام ہوتا ہے اور اُس کی زندگی سدھار کے متعلق بہت سی باتیں عمل میں لائی جاتی ہیں امداد باہمی کا سہارا لینا ہی کسان کے لئے اپنی حالت سدھارنے کی ایک تدبیر ہے کیونکہ



ضلع لکھنؤ میں غلے کی ایک کوآپریٹو مارکٹنگ یونین کا گودام

الگ الگ اس کی طاقت کچھ بھی نہیں ہے مگر جب سے کسان آپس میں مل کر ایک بڑے طاقتور آدمی کے برابر فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اگر کسان ہر گاؤں میں کوآپریٹو سوسائٹیاں (دیہاتی بینک) اور چار میں ایک مرکزی کوآپریٹو یونین قائم کر لیں اور الگ الگ نہ فروخت کر کے ان سوسائٹیوں اور یونین کے ذریعے اپنا مال فروخت کریں تو بہت کچھ اپنے ہاتھ کا کمایا ہوا پیسہ اپنے ہاتھ میں رہ جائے اور اُن کی فروختگی کی دقتیں بھی دور ہو جائیں۔



۲۵ یا ۳۰ دیہاتوں کا ایک یونین اور کئی یونینوں کا ایک سنٹرل یونین جو خاص طور سے شہر میں رکھا جائے تو کاشتکاروں کی خود ایک بڑی زبردست آڑہت قائم ہو سکتی ہے اور ضلع بھر کا انتظام کر سکتی ہے۔ اس سلسلے میں گاؤں کے ہر ایک تعلیم یافتہ انسان کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ اس بڑی اقتصادی تحریک میں حصّہ لے اور امداد باہمی اصولوں کو اچھی طرح سمجھیں اور ہر ایک گاؤں میں دیہاتی بینک قائم کرا کے کسانوں کو مضبوط بنائیں اس کام میں کامل اعتقاد اور سچی محنت کی سخت ضرورت ہے ہر ضلع میں محکمہ امداد باہمی کے کارکن عوام کی اس سلسلے میں امداد کرنے کو ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ مگر دقت اس بات کی ہے کہ گاؤں کے تعلیم یافتہ اور ذمہ دار لوگوں کی توجہ اس طرف کم ہے۔ ہر شخص جو کسانوں سے ہمدردی رکھتا ہے اس کو امداد باہمی تحریک میں بلا جھجک کے شامل ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہی ایک ایسا نسخہ ہے جس سے کسان کی بیماری دور کی جا سکتی ہے۔

آموں کی نمائش

باہتمام یوپی فروٹ ڈیولپمنٹ بورڈ

(از جناب مسٹر جان۔ اے۔ منوّر۔ ایم۔ اے۔ بی۔ ایس۔ سی (لنڈن) ایم۔ ایس۔ اے (ٹکسس) پراونشل مارکٹنگ افسر یوپی و آنریری سکریٹری فروٹ ڈیولپمنٹ بورڈ یوپی۔ لکھنؤ)

باہتمام یوپی فروٹ ڈیولپمنٹ بورڈ لکھنؤ میں صوبے کے آموں کی نمائش ۲۰ سے ۲۲ جولائی تک ہوئی تھی۔ اس میں محکمہ زراعت یوپی اور دیگر محکمہ جات ترقی نے کافی طور سے اتحاد کے ساتھ دلچسپی لی۔ ہز اکسلنسی گورنر یوپی اس کے صدر تھے۔ نمائش برٹش انڈین ایسوسی ایشن کی سفید بارہ دری میں کیگئی تھی۔ جو شہر لکھنؤ کے وسط میں واقع ہے۔ اس بارہ دری کی چوھدی بھی ایک قابل دید نمونہ ہے۔ بارہ دری خوبصورت پام۔ فرن اور جھنڈوں سے بخوبی آراستہ کیگئی تھی۔ ہال کے ایک سرے پر آم کا ایک بڑا کھمبس درخت تھا۔ جس میں رنگ برنگ بجلی کے بلب لگائے گئے تھے۔ اس کے اوپر لال کنارے والے سفید کپڑے پر "پراونشل مینگو شو یوپی فروٹ ڈیولپمنٹ بورڈ" لکھا ہوا تھا۔ جس سے ہال کی رونق اور بھی بڑھ گئی تھی۔

نمائش ہذا مندرجہ ذیل چار حصّوں میں منقسم تھی۔

۱۔ پھل اور پھلوں سے تیار ہونے والی چیزوں کا حصّہ۔
۲۔ تجارتی حصّہ۔
۳۔ مظاہرے کا حصّہ۔
۴۔ نرسری اسٹاک حصّہ۔

۱۔ پھل اور پھلوں سے تیار چیزوں کا حصّہ

یہ سکشن بارہ دری کے بیچ والے ہال میں آراستہ کیا گیا تھا۔ اس میں ہر قسم کے آم لگائے گئے تھے۔ آم ہال کے کھمبوں سے لگی ہوئی میزوں پر جن پر لال کپڑا بچھا ہوا تھا آراستہ کئے گئے تھے۔ اس سکشن میں اور بھی چیزیں رکھی گئی تھیں۔ جن میں پہاڑی پھل۔ آم کے علاوہ دوسرے میدانی پھل۔ ترکاریاں اور پھلوں سے تیار ہونے والی چیزیں جیسے ڈبّوں اور بوتلوں میں محفوظ رکھے ہوئے پھل جام۔ جیلی۔ پھلوں کے رس۔ اچار۔ چٹنی اور امرس وغیرہ بھی شامل کئے گئے تھے۔ زیادہ تر نمائش میں آئی ہوئی چیزیں جیسے انناس۔ چکوترہ اور کچھ ڈبوں میں محفوظ پھل۔ آسام۔ مدراس۔ بمبئی۔ پنجاب اور ممالک متوسط سے آئے تھے۔ اس حصّے میں فاص کر اس قدر مشکل تھی کہ ججوں کو فیصلہ کرنے میں بہت وقت سی معلوم ہوتی تھی۔ ججوں کی یہ مشکل آموں کے متعلق فیصلہ کرنے میں اور بھی زیادہ تھی۔

۲۔ تجارتی حصّہ

اس سکشن میں محکمہ کوآپریٹو یوپی فروٹ ڈیولپمنٹ بورڈ کے منظور شدہ ایجنٹ اور بیج گودام اور بغیچے کے مالکان کو جگہ دیگئی تھی۔ یہ سکشن بارہ دری کے شمالی حصّہ میں آراستہ کیا گیا تھا۔ ان لوگوں نے پھلوں کی دوکانیں اچھی طرح سجائی تھیں۔ جن کی خوبصورتی اور سجاوٹ سے کافی مجمع رہتا تھا۔ اور خرید فروخت بھی اچھی ہوئی۔

۳۔ مظاہرے کا حصّہ

بارہ دری کا مشرقی حصّہ محکمہ زراعت اور دوسروں کے ذریعہ کئے ہوئے مظاہرے کے لئے رکھا گیا تھا اس سکشن میں یوپی فروٹ ڈیولپمنٹ بورڈ۔ محکمہ زراعت کی طرف سے پلانٹ پیتھولوجسٹ۔ اگریکلچرل کیمسٹ۔ اینٹوموجسٹ۔ مارکٹنگ اور گارڈننگ لکھنؤ یونیورسٹی کے محکمہ باٹنی اور نیشنل سیف ڈیپازٹ اینڈ کولڈ اسٹوریج لمیٹڈ لکھنؤ کی طرف سے مختلف مظہرے کئے گئے تھے۔ پھلوں کی کھیتی اور ان کی خرید و فروخت

پر متواتر کیچر اور مظہرے ہوتے رہے۔ یہ لکچر اور مظاہرے نمائش دیکھنے والوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوئے۔ اسی سیکشن کے بیچ میں جام جیلی اور اچار بنانے اور پھلوں کو ڈبوں اور بوتلوں میں بند کرنے کے خاص مظاہرے ہورہے تھے جس کو دیکھنے کے لئے ہمیشہ بھیڑ رہا کرتی تھی۔ اس مظاہرے کو دیکھنے اور ہنر کو سیکھنے کے لئے عام طور سے خاص لوگوں کی عورتیں اور کالج کی لڑکیاں زیادہ تعداد میں آتی تھیں۔

۴۔ نرسری اسٹاک سیکشن

اس سیکشن کے لئے بارہ دری کا جنوبی حصہ رکھا گیا تھا۔ آم اور دوسرے پھلوں کی قلمیں اور پیکنگ کا صحیح طریقہ دکھانے کے لئے پنتنگ کے حجابات اور بکس صوبے کی بہت سی نرسریوں سے آئے تھے۔ اس سیکشن میں بھی نرسری کے مالکان کو قلموں کے آرڈر بھی کافی ملے

سامنے بارہ دری کے چبوترے پر مٹی پھیلا کر باغ لگانے اور آبپاشی کرنے کے مناسب طریقے کا مظاہرہ ہوا تھا۔ چبوترہ خوبصورت پودوں اور بیلوں سے کافی آراستہ کیا گیا تھا۔

ہز اکسلنسی گورنر یوپی کے ایڈوائزر مسٹر ڈبلیو۔ مارشل سی۔ ایس۔ آئی۔ و آئی۔ سی۔ ایس نے ۲۰ جولائی کو پانچ بجے شام کو نمائش کی رسم افتتاح ادا فرمایا۔ مسٹر مارشل یوپی گورنمنٹ کے محکمہ مالیات اور دیگر محکمہ جات ترقی کے انچارج ہیں۔ مسٹر سی۔ ایچ پار۔ آئی۔ اے۔ ایس۔ یوپی فروٹ ڈیویلپمنٹ بورڈ کے پریسڈنٹ و ڈائرکٹر محکمہ زراعت یوپی نے مسٹر مارشل اور موجودہ پبلک کا خیر مقدم کرتے ہوئے بورڈ کے مختلف کاموں کو بیان کیا اور بورڈ کی شروعات سے یعنی ۱۹۳۵ء سے بورڈ کی ترقی کا خاکہ پبلک کے سامنے رکھا۔ مسٹر پار نے اس نمائش میں تقسیم کئے جانے والے انعامات کے لئے مالی امداد دینے والے حضرات کو مبارکباد دیا۔ جنھوں نے خاص ہمدردی کے ساتھ نمائش میں انعام تقسیم کرنے اور دیگر متفرق خرچوں کے لئے مالی امداد دی تھی۔ آخر میں آپ نے بورڈ کی ضروریات کو بیان کیا۔ جس میں سب سے ضروری رزولیوشن ایک مرکزی نرسری کھولنے کے لئے مالی امداد کا تھا۔

مسٹر مارشل نے نمائش کا رسم افتتاح ادا کرتے وقت مسٹر سی۔ ایچ۔ پار۔ پریسڈنٹ و ڈائرکٹر محکمہ زراعت یوپی اور جسان۔ اے۔ ستور۔ آنریری سکریٹری فروٹ ڈیویلپمنٹ بورڈ و پراونشیل مارکیٹنگ افسر یوپی کو اس طرح کامیاب اور مفید نمائش کرنے کے لئے مبارکباد دی اور اپنے خیالات کا اظہار فرمایا کہ ایسی نمائشوں سے پھلوں کی کھیتی کی طرف رجحان۔ دیکھنے والی پبلک میں کافی دلچسپی پیدا ہوگی۔ مسٹر مارشل کو یہ دیکھ کر کہ بورڈ نے کاموں میں انڈین نیشنل پلاننگ کمیٹی کے سفارش کردہ مقاصد بھی شامل ہیں کافی اطمینان اور خوشی ہوئی۔ آپ نے "پھل خوب کھاؤ" کے مطالب کو عملی جامہ پہنانے کے لئے زور دیا اور یہ امید ظاہر کی کہ پھل زیادہ سے زیادہ تعداد میں پیدا کئے جائیں تاکہ پھل سستے ہوسکیں۔ اور غریبوں کو کھانے کے لئے مل سکیں جن سے ان کی بھی تندرستی ٹھیک رہے۔

۲۲ جولائی ۱۹۴۲ء کو ۵ بجے شام کو ایک شاندار مجمع میں مسز یورک (چیف کورٹ لکھنؤ کے جج مسٹر یورک کی اہلیہ محترمہ) نے انعامات تقسیم کئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نمائش نہایت کامیاب رہی جس سے اس صوبے کے پھلوں کی تجارت کی ترقی میں کافی امداد ملنے کی امید ہے۔ صوبے کے باہر سے آئی ہوئی چیزوں کے علاوہ اس صوبے کے قریب تیس ضلعوں سے نمائش میں ۱۰۰۰ نمونوں کا داخلہ ہوا تھا۔ نمائش دیکھنے کا کسی قسم کا ٹکٹ نہیں تھا اور روزانہ نمائش دیکھنے والوں کی تعداد تقریباً تین ہزار سے رہتی تھی۔

تو کہاں ہے؟

(از جناب افضال احمد صاحب بی۔ اے)

پُرکیف نظاروں میں — گلشن کی بہاروں میں
بجلی کے شراروں میں — چھٹکے ہوئے تاروں میں
اب تو ہی بتا...۔ تجھ کو......!
ڈھونڈھوں تو کہاں ڈھونڈھوں....؟

بلبل کے ترانوں میں — طاؤس کی تانوں میں
تسبیح کے دانوں میں — قمری کی اذانوں میں
اب تو ہی بتا...۔ تجھکو......!
ڈھونڈھوں تو کہاں ڈھونڈھوں...؟

گھنگھور گھٹاؤں میں — کوئل کی صداؤں میں
ان ٹھنڈی ہواؤں میں — بر مست فضاؤں میں
اب تو ہی بتا...۔ تجھکو.......!
ڈھونڈھوں تو کہاں ڈھونڈھوں....؟

ساقی کے تبسم میں — مطرب کے ترنم میں
موجوں کے تلاطم میں — موتی کے تکلم میں
اب تو ہی بتا...۔ تجھکو.......!
ڈھونڈھوں تو کہاں ڈھونڈھوں...؟

دہقاں کی مصیبت میں — زردار کی راحت میں
مزدور کی محنت میں — غرباء کی مشقت میں
اب تو ہی بتا...۔ تجھکو.......!
ڈھونڈھوں تو کہاں ڈھونڈھوں....؟



جب وہ لوٹا

از جناب اننت پرشاد ودیارتھی - بی - اے

جس روز سے رام دین گاؤں چھوڑ کر پردیس چلا گیا اُس دن سے سگھری ایک طرح سے بالکل بے یار و مددگار ہو گئی۔ اُس نے کبھی بُرے دن نہیں دیکھے تھے۔ زندگی میں تکلیف کیا چیز ہے۔ تنگدستی کی مصیبت کیسی ہوتی ہے۔ اس کا تجربہ اُسے ہُوا ہی نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اپنی ماں کی وہ تنہا اولاد تھی۔ جب باپ مرا تو وہ صرف تین سال کی تھی۔ اُسے یہ یاد بھی نہیں تھا کہ اُس کا باپ کیسا تھا۔ کیا تھا۔ کبھی کبھی اتنا ضرور یاد آتا کہ جب وہ کچھ بڑی ہوئی تو اس کی ماں اُس کے باپ کے بارے میں کہتی اور وہ ایک معصوم مصور کی طرح اپنے ذہن میں اُس کی خیالی تصویر بنانے کی کوشش کرتی۔ اپنی اس کوشش میں وہ کبھی کامیاب ہوئی یا نہیں یہ تو نہیں کہا جا سکتا لیکن اُسے یہ ضرور یقین تھا کہ اگر اُس کا شوہر پھر زندہ ہو سکتا تو وہ اُسے ایک بار دیکھ کر ضرور پہچان لیتی۔

سگھری کی ماں نے اپنی تمام محبت اور پیار سگھری پر ہی مرکوز کر رکھی تھی۔ خود سخت سے سخت محنت مشقت کرکے اُس نے سگھری کو کبھی اپنی کسی کمی یا غربت کا احساس نہ ہونے دیا۔ سگھری نے کبھی زمیندار کی بیگار کی نہ مزدوری۔ ماں دن بھر کھیت میں مزدوری کرتی اور سگھری آزاد تتلی کی طرح گاؤں بھر میں اُچھلتی پھرتی تھی۔ باپ نے کوئی جائداد نہ چھوڑی تھی۔ چند بیگھے کھیت وہ زمیندار سے لگان پر جوتتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو کھیت کا لگان کون دیتا۔ چنانچہ سگھری کی ماں نے کھیتی باری چھوڑ کر مزدوری کرکے گزر بسر کرنے کا ارادہ کر لیا۔ دو بیل تھے جو مالک کے مر جانے پر یتیموں کی طرح کھونٹے پر کھڑے رہتے۔ سگھری کی ماں اپنے لئے دن بھر مزدوری کرے یا بیلوں کے لئے گھاس چھیلے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لگان کی تاریخ آنے کے پہلے ہی بیل زمیندار کے یہاں پہنچ گئے۔ سگھری کی ماں نے ایک بار اپنے جاتے ہوئے بیلوں... شوہر کے پرانے ساتھیوں کو۔ اپنے ہاتھوں سے ہمیشہ کے لئے جاتے ہوئے دیکھ کر ایک آہ بھری۔ لیکن دوسرا چارہ ہی کیا تھا؟ دل کو سمجھایا کہ آخر اُن کا لگان بھی تو چاہئے۔ کہاں سے ادا ہوگا۔ کھیت کے لئے چوماس پڑا ہے۔ کون بوئے جوتے گا؟ کوئی بوئے جوتے یا نہ بوئے جوتے مگر زمیندار کا لگان تو دینا ہی ہوگا۔ اسی لئے جب زمیندار نے اُس کے بیلوں سے اُس کا کھیت تُوا دیا تو جذبۂ تشکر سے اُس کا دل بھر آیا اور فرطِ مسرت سے آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ من دو من جو کچھ غلہ ہاتھ آجائے گا وہی بہت ہے۔

ہاں، تو سگھری، کی ماں نے اُسے بڑی محنت سے پالا پوسا۔ جب وہ جوان ہوئی، اُس کی آنکھوں میں ایک خمار آگیں کیفیت پیدا ہوئی تو اُس کی ماں کو اُسکی شادی کا خیال آیا۔ دس بارہ سال سے وہ اُسے ایک قیمتی چیز کی طرح رکھتی اور حفاظت کرتی آئی تھی پھر کسی کو یکایک وہ کیسے سونپ دے لیکن سماج کی پابندی انسان کی ذاتی خواہشات سے کہیں زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔ اس لئے جب اُس دن سگھری کا چچیرا ماموں آیا اور کہنے لگا کہ اُس کے گاؤں میں ایک اچھا لڑکا ہے جو سگھری کے لئے بہت موزوں ہوگا تو سگھری کی ماں کو بھی اس موضوع پر غور و خوض کرنا پڑا۔

سگھری کی ماں نے رام دین کو بچپن ہی سے دیکھا تھا جب وہ اپنے میکے جاتی تو رام دین سے گھنٹوں بیٹھکر ضرور باتیں کرتی۔ مگر وہ دن جاتے رہے۔ رام دین کے ماں باپ مر چکے تھے۔ گھر میں وہ بالکل تنہا رہ گیا تھا۔ باپ نے دو بیل اور کھیتی کے چند ٹوٹے پھوٹے سامانوں کے علاوہ اور کچھ نہیں چھوڑا تھا لیکن رام دین کو اس کی پروا نہیں تھی۔ وہ ہٹا کٹا، تندرست اور شوخ نوجوان تھا۔ اپنی قسمت کا فیصلہ اپنے ہی ہاتھوں کرنا اُسے بہت زیادہ پسند تھا۔ اُس نے گاؤں کے ایک بھلے آدمی کے یہاں ہلوائی کر لی تھی اور ڈھائی بیگہ جو اُس کی موروثی کاشت تھی اُسی کے لئے اُس نے اپنے باپ کے بیلوں کو نہ بیچا تھا۔ مالک نیک مزاج تھے اور رام دین کا اچھی طرح گذارہ ہوتا جاتا تھا۔ سگھری کی ماں کو اور چاہئے ہی کیا؟ لڑکی سکھ سے رہے یہی اُس کی خاص خواہش تھی اور رام دین سے زیادہ سکھ اُسے اور کون دے سکتا ہے۔ گھر کی سگھری تنہا مالک ہوگی۔ کسی سے دب کر رہنے کی ضرورت نہیں جو چاہے گی کھائے گی، جو چاہے گی پہنے گی۔

اُسی سال سگھری کے ہاتھ پیلے ہو گئے۔ لیکن سال بھر بھی نہ ہوا تھا کہ سگھری کی ماں چل بسی سگھری رو کر رہ گئی۔ مگر ماں کی مفارقت نے اُسے زیادہ صدمہ نہ پہنچایا۔ شوہر کے گھر بھی اُسے وہی سکھ، وہی چین اور وہی آزادی تھی۔ رام دین اُسے کتنا چاہتا تھا اِسے وہ کبھی نہ سمجھ سکی۔ جب کبھی وہ پیار کرنے لگتا تو سگھری مدہوش سی ہو جاتی۔ شام کو جب دن بھر کی محنت کے بعد رام دین گھر واپس آتا تو خواہ سگھری کوئی بھی کام کرتی ہوتی وہ پل بھر کے لئے اُسے اپنے پاس بلا کر ضرور بٹھا لیتا۔ جب کاتک کی کسانی کا کام اتنا بڑھ جاتا کہ رام دین واپس نہ آتا تو سگھری کا کلیجہ ساری رات دھڑکتا رہتا اور وہ بیکس چڑیا کی طرح رات بھر تڑپتی رہتی اور دوسرے روز جب رام دین کے لئے وہ روٹی لیکر جاتی تو بیشمار شکایتیں کرتی رام دین ہنسکر سگھری کے گال پر ہلکی سی ایک چپت لگا کر روٹی کھانے لگتا۔

اُس سال جب رام دین کا پرانا ساتھی کئی سال

بعد جب پردیس سے واپس آیا تو رام دین کی زندگی میں ایک نئی لہر پیدا ہوئی۔ اوتار رام دین کا بچپن کا دوست تھا۔ دونوں ایک ساتھ مویشی چرانے جاتے تھے۔ پھر دونوں جوان ہوئے۔ رام دین اپنے کھیت کے کام میں لگ گیا اور اوتار پردیس بھاگ گیا۔

تین سال بعد اوتار پھر گاؤں کو لوٹا تھا۔ اچھا خاصہ چھیلا تھا۔ شہری طرز کی بات چیت کرتا۔ کہیں بھی بیٹھتا تو اپنے تجربات ہی سنا کر سب کو خوش کرتا۔ روپئے کی تو اسے گویا کوئی پرواہ ہی نہ تھی ایک دن باتوں ہی باتوں میں جب اس نے رام دین سے کہا "بھیا رام دین! روپؤں کو کیا کہتے ہو؟ تم سے بڑا نہیں ہوں مگر اتنا ضرور کہتا ہوں کہ میں نے سینکڑوں لوگوں کے کہنے سے پھینک دئے"

رام دین نے اس کی یہ غرور آمیز بات سنی۔ اسے تعجب نہیں ہوا مگر ہاں ایک بات ضرور اس کے دل میں آئی کہ وہ بھی کسی طرح روپیہ پیدا کر سکتا تو ایک بار سکھری کو ۔ ۔ ۔ ۔ اس کی نگاہوں میں ایک خوبصورت خیالی دنیا ناچ گئی اور اس نے کچھ فیصلہ کر ہی توڑ ڈالا۔

اسی روز شام کو جب وہ کھیت سے واپس لوٹ رہا تھا۔ اس کی اوتار سے ملاقات ہو گئی۔ کندھے پر ہل رکھے ہوئے رام دین سے اوتار بولا "ارے یار تو اگر اتنی محنت میرے ساتھ شہر چل کر تو مالا مال ہو جائیگا۔ مالا مال۔"

رام دین کی خفتہ امید جاگ اٹھی اور اسی وقت دونوں نے طے کر لیا کہ اب جب اوتار جانے لگے گا تو رام دین کو بھی ساتھ لے لے گا۔

رام دین کی خوشی کا ٹھکانا نہ تھا۔ اس روز کھانا کھاتے وقت جب اس نے اپنا فیصلہ سکھری کو سنایا تو سکھری رو پڑی۔" اور میرا کیا ہوگا؟ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔"

لیکن رام دین نے ایک حاکم کی طرح اس سے کہا "دیکھو پیاری سکھری! وہ پردیس ہے ہمیں ابھی تک کوئی جانتا پہچانتا نہیں۔ ایک بار مجھے وہاں جم جانے دو۔ پھر میں تجھے خود لے کر چلوں گا۔ یہ دیہات ہے یہاں محنت کی قدر ہی کون کرتا ہے۔ دیکھ اوتار کو۔ کیا وہ مجھ سے زیادہ محنت



رام دین نے سکھری سے کہا۔ وہ پردیس ہے! ہمیں ابھی نہ کوئی جانتا ہے نہ سنتا۔ ایک بار مجھے وہاں جم جانے دو پھر تجھے ساتھ لے چلیں گے۔

کر سکتا ہے؟ مگر کتنا روپیہ پیدا کیا اور یہاں اتنے دن نوکری کرتے ہوئے پر تیرے لئے ایک لوہے کا بھی چھلا نہ بنوا سکا۔

گہنے زیور کی خواہش شائد عورت کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ اچھے کپڑوں اور گہنوں کے لالچ نے سکھری کے دل پر اثر کیا۔ اسے بہت دنوں سے ایک چاندی کی ہنسلی بنوا کر پہننے کی خواہش تھی۔

جیٹھ کی ایک ڈھلتی ہوئی دوپہر کو رام دین اوتار کے ساتھ پردیس چلا گیا۔ جاتے جاتے اس نے سکھری کو سمجھایا۔ اسے نہ جانے کیا کیا چیزیں لانے کی امید دلائی مگر سکھری کے آنسو نہ تھمے وہ روتی ہی رہی۔ آج اسے معلوم ہوا کہ وہ گہنے نہیں چاہتی دولت نہیں چاہتی، وہ چاہتی ہے صرف رام دین کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھنا۔ مگر رام دین مرد تھا۔ اس کا دل خواہشات سے لبریز تھا۔ اس کی خواہش حرص نے محبت پر فتح پالی تھی۔ پھر بھی اس کی کمزوری پوشیدہ نہ تھی۔ اس کے دل میں سکھری سے بچھڑنے کا خیال ایک درد پہنچا رہا تھا۔ اسی لئے وہ اسے سمجھا سمجھا رہا اور جب اوتار نے دروازے پر آکر آواز دی "رام دین! ارے بھائی بھابی نہیں چھوڑتی کیا۔ جلدی کرو، ایسا نہ ہو کہ کہیں گاڑی چھوٹ جائے" تو رام دین گھبرا کر اٹھا، سکھری کو ایک بار پھر تسلی دی، اپنی گٹھری اٹھائی اور آیا بھیا کہتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ سکھری نے ایک آہ بھری رام دین کو رخصت کیا اور وہ دروازے پر کھڑی ہوئی اپنے جاتے ہوئے شوہر کو دیکھتی رہی۔

× × ×

رام دین کو گئے ہوئے مہینوں ہو گئے مگر اس کی کچھ بھی خبر نہ ملی نہ اس نے خط بھیجا نہ کسی آتے جاتے نے اس کی خیریت سے مطلع کیا۔ سکھری دن بھر روتی، تڑپتی اور تھک کر رہ جاتی۔ رام دین نے پہنچتے ہی خط بھیجنے کا وعدہ کیا تھا مگر اب تک اس کی کچھ خبر نہ لی۔ سکھری سوچتی۔ وہ ایسے تو نہیں ہیں کہ مجھے بھول جائیں۔ ہو نہ ہو کوئی ایسی بات ـــــ اور اتنا سوچتے ہی کسی خطرے کے احساس سے اس کے آنسو گرنے لگتے۔ پاس پڑوس کی عورتیں اسے سمجھاتیں

مگر وہ کچھ نہ سمجھتی۔ روز ڈاکئے کا آسرا دیکھتی جس روز ڈاکئے کے آنے کی باری ہوتی اُس روز وہ زمیندار کے سپاہی سے بار بار پوچھتی "بھیا ڈاکیہ میری تو کوئی چٹھی نہیں لایا تھا؟"

سپاہی ہر بار اُسے صرف ایک مختصر جواب دیتا کہ "نہیں" اور سگھری کی امیدوں پر یہ جواب پانی پھیر دیتا اور وہ گھر واپس آجاتی۔

کئی مہینے اسی طرح انتظار میں سگھری نے گزار دئے۔ مگر نہ آیا من کا میت، کنوار کا مہینہ آگیا۔ اب سگھری کے پاس کھانے کو نہیں تھا جو کچھ تھا اُس نے بیچ کر بیلوں کے کھانے کا انتظام کیا تھا۔ سوچا تھا رام دین جلد ہی روپیہ بھیجے گا۔ پھر اُسے کس بات کی فکر مگر اکثر انسان جو کچھ سوچتا ہے وہ نہیں ہوتا سگھری نے کبھی کسی سے کچھ مانگا نہ تھا۔ کس سے کچھ مانگتی۔

اُس روز اُس کے گھر میں کچھ کھانے کو نہ تھا۔ شام کی دھندلی روشنی میں بیٹھی وہ آنسو گرا رہی تھی اُسی وقت بلوا کی ماں آئی بولی "رو نہ کیوں بہے رے! مرد ہے لام میں کام دھام نہ ملا ہوگا۔ اسی لئے کچھ لکھنے کی اُس کی ہمت نہ پڑی ہوگی۔"

ہمدردی کا سہارا پاکر سگھری پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ بلوا کی ماں نے ڈھارس بندھائی تو وہ بولی "اب تک تو اُن کی امید میں کسی طرح کام چلاتی رہی۔ گھر میں جو کچھ تھا وہ سب بیچ کر بیلوں کے چارے کا بندوبست کیا۔ بچا کھچا کھانے میں خرچ کیا۔ تباہی ایسا کیا اب آج تو کھانے کو بھی نہیں رہ گیا۔ اب تمہیں بتاؤ روؤں نہ تو کیا کروں؟"

بلوا کی ماں کچھ دیر تک ٹھوڑی پر ہاتھ رکھے سوچتی رہی پھر بولی۔ "دیکھو تمہیں ایک بات بتاؤں۔ صبح میں دھان کاٹنے جاؤں گی تم بھی چلو۔ ڈھائی سیر روز ملتا ہے۔ دس پانچ روز کاٹ لوگی تو ایک آدھ مہینے کے لئے ہو جائے گا۔ تب تک رام دین کچھ نہ کچھ بھیجے گا ہی" سگھری کے جی میں یہ بات جم گئی۔ دوسرے دن ہنسیا لئے ہوئے بلوا کی ماں کے ساتھ وہ بھی کھیت میں تھی۔ اُس نے کبھی دوسرے کا کھیت نہ کاٹا تھا۔

اپنا ہی کھیت جب کبھی وہ کاٹنے لگتی تو رام دین کہتا "رہنے دے تو کیوں دھوپ میں اپنی جان دے رہی ہے۔ کھیت تو کٹ ہی جائے گا" اور سگھری گھنٹہ آدھ گھنٹہ بھی کھیت نہ کاٹنے پاتی اور اُسے گھر واپس آنا پڑتا۔

پانچ چھ روز تک سگھری دھان کاٹتی رہی اُس دن جب وہ صبح اُٹھی تو اُس کے بدن میں کچھ درد تھا۔ جی میں آیا کہ اُس دن دھان کاٹنے نہ جائے مگر پھر سوچا کہ شائد دیر سے سونے کی وجہ سے ایسا ہے اور ہنسیا لے کر کھیت پہنچی۔

کنوار کی دھوپ جیسے جیسے بڑھتی گئی، سگھری کے بدن کا درد بڑھتا گیا۔ سر میں درد تھا۔ چہرہ سرخ ہو رہا تھا بار بار وہ سوچتی کہ لوٹ چلوں مگر واپسی کی بھی جرأت نہ ہوتی تھی۔ دھوپ سر پر آگئی۔ سگھری کا بدن تپنے لگا لیکن مشین کی طرح اُس کے ہاتھ پیر چلتے رہے۔

سمئی بھی اُسی کھیت میں دھان کاٹ رہا تھا۔ اُس کی نظر سگھری پر پڑی۔ تمتماتا ہوا چہرہ دیکھ کر اُس نے سگھری سے پوچھا "کیا بات ہے سگھری؟ تیرا چہرہ لال ہو رہا ہے۔ بخار ہے کیا؟"

"ہاں! آج جی خراب ہے۔ سگھری کے مُنہ سے بڑی دقت سے یہ بات نکل سکی"۔

"ارے تو پھر تو کیوں دھوپ میں کاٹ رہی ہے۔ چل بیٹھ اُس مہوئے کے سائے میں"

سمئی کے الفاظ میں ہمدردی کا سمندر لہرا رہا تھا۔

"ہاں، کنوار کی یہ دھوپ جسے لگے پھر سمجھو جان لیکر ہی ——" ایک دوسری عورت نے کہا۔ مگر بات پوری بھی نہ ہو پائی تھی کہ سمئی اُٹھا، سگھری کے ہاتھ سے ہنسیا لے لی اور اسے مہوئے کے سائے میں پہنچا آیا۔ درخت کے سائے میں پہنچتے ہی سگھری لیٹ گئی۔ سمئی لمحہ بھر کھڑا رہا، سگھری نے سوکھے ہوئے ہونٹوں سے ایک بار پانی مانگا۔ سمئی نے اپنا لوٹا اُٹھایا۔ دوڑا ہوا تالاب پر پہنچا، لوٹا بھر کر فوراً واپس ہوا۔ پانی پیتے ہی سگھری کو جیسے تیر سا لگا۔

وہ زمین پر گر پڑی۔ سمئی سے نہ دیکھا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کھیت چھوڑ کر سگھری کو لے کر اُس کے گھر پہنچا۔ اُس دن پھر وہ کھیت کاٹنے نہ گیا۔ دن بھر سگھری کی تیمارداری میں لگا رہا مگر سگھری کو اس کا ہوش نہ تھا۔ اُسکی آنکھیں بند تھیں، سارا جسم بخار کے سبب آگ ہو رہا تھا۔

سمئی گاؤں کے ویدجی کے یہاں سے دوا لایا تھا۔ مگر اُس سے بخار جاتا ہوا نظر نہ آیا۔ جب شام ہو گئی تو سمئی اپنے گھر جا کر اپنی بوڑھی ماں کو لایا۔ تین دن بعد سگھری کی آنکھیں کھلیں۔ اُس نے دیکھا کہ سمئی اُس کی خدمت میں جی جان سے مصروف ہے۔ مگر وہ سمجھنے سوچنے کے قابل نہ تھی۔ سگھری کا بخار دن بدن بڑھتا جاتا۔ سمئی کی ساری کوششیں ساری خدمتیں بیکار جا رہی تھیں۔ اُس نے کام پر جانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ اب تک جتنا بھی ماں بیٹے نے کاٹ کما کر رکھا تھا سبھی ختم ہونے کے قریب تھا مگر سمئی کو اُن کی پراہ نہیں تھی وہ اپنا سب کچھ قربان کر کے سگھری کو صحتیاب دیکھنے کا متمنی تھا۔ مگر انسان کچھ اور چاہتا ہے اور قدرت کچھ اور۔ سمئی اور اُس کی ماں کی ساری کوششیں بیکار گئیں۔ لاکھ کوششیں کرنے پر بھی وہ سگھری کو نہ بچا سکے۔ ایک دن صبح سویرے سگھری کی روح اُس کے جسم کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ کر پرواز کر گئی۔ اُس دن سمئی اُسکی لاش لے جاتے ہوئے خوب رویا۔ پھوٹ پھوٹ کر رویا۔ اُس نے محسوس کیا جیسے خود اُس کی روح اُس کے جسم سے جدا ہو رہی ہے۔

سگھری کی لاش کو لے کر گاؤں والے گھاٹ کو چلے گئے تھے اُسی وقت رام دین گاؤں میں داخل ہو رہا تھا۔ اُس کا دل مسرت سے معمور تھا۔ اپنی تین مہینے کی کمائی اُس نے سگھری کے لئے کپڑے خریدنے میں لگا دی تھی لیکن نہ معلوم کیوں اُس کا دل رہ رہ کر کسی نامعلوم خوف سے لرز اُٹھتا تھا۔ چلتا چلتا وہ لمحہ بھر کے لئے رُک جاتا۔ اسی لئے گاؤں سے کچھ دور پر جب اُس کو ڈومر دچار دکھائی دیا تو اُس نے فوراً پکار کر رام رام

یا اور گاؤں کا حال چال دریافت کرنے
گا

"بیماری بڑی جور کئے ہے رام دین بھیا یہی بخار میں گاؤں کے کئی جیو گئے" ڈمرو نے زبردست خبر سنانے کے لئے تمہید شروع کی۔

رام دین کا دل خطرے سے کانپ لیا۔ اُس نے پوچھا "اور میرے گھر کا حال ——" کہتے کہتے اُس کا گلا بھر آیا۔

"تم نے کچھ سنا نہیں بھیا؟ ارے عورت کی جات ہوتی ہی ایسی ہے ——"

"کیا کیا؟" رام دین چوٹ کھائے ہوئے سانپ کی طرح پھنکار اُٹھا۔

"یہی کہ عورت کا کوئی وسواس نہیں دیکھو اُدھر تم گئے اور اِدھر تمہاری گھر والی نے کُھل کھیلنا شروع کر دیا۔ ہم سب حیران تھے کہ آخر رام دین کتنی رقم چھوڑ گیا ہے جو ایسے گلچھرے اُڑ رہے ہیں پر پاپ کب تک چھپا رہتا۔"

ڈمرو کہتا ہی جاتا مگر رام دین نے بیچ ہی میں ٹوک کر کہا "تم کیا کہتے ہو ڈمرو۔ میری سکھری ایسی نہیں ہو سکتی۔"

"ایسی نہیں ہو سکتی! ارے تم بھائی ٹھیرے سیدھے آدمی۔ اُس کی بات کیسے جانتے۔ اور ہم لوگوں کو بھی کیسے پتہ لگتا اگر وہ بیمار نہ ہو گئی ہوتی۔"

"تو کیا وہ بیمار ہو گئی تھی" رام دین نے خوف اور حیرت کے ساتھ پوچھا۔

"ہاں! وہی تو کہتا ہوں۔ جب وہ بیمار پڑی تو وہ سمیا آ کر تمہارے گھر میں رہنے لگا۔ لیکن ایسی سیوا تو کوئی اپنی عورت کی بھی نہ کرے گا۔"

رام دین کا خون کھول اُٹھا۔ ہونٹ لرزنے لگے۔ آنکھوں سے آگ برساتا ہوا وہ بولا۔ "دیکھ لینا ڈمرو! اگر میں سمیا کا خون نہ پی لوں تو سہی۔"

"جانے دو بھائی، جو بات ہونی سو ہوئی۔"

"ہوئی کیسے؟ میں بنا دونوں کی جان لئے چھوڑوں گا نہیں۔"

"اُس کی جان کیا لوگے؟" اُس کی بھگوان نے ہی جان لے لی۔" ڈمرو نے جواب دیا۔

"کیا؟" رام دین کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔

"ہاں بھیا! آج سویرے تمہاری سکھری چل بسی۔ ابھی ابھی تو سب لوگ اُسے گھاٹ لے گئے ہیں۔"

رام دین نے پوری بات سنی یا نہیں یہ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ اُس وقت پاگلوں کی طرح شمشان گھاٹ کی طرف تیزی سے بھاگا۔

جب رام دین گھاٹ پر پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ سکھری کا وہ خوبصورت جسم چتا میں جل رہا تھا۔ بغیر کسی سے کچھ کہے سُنے وہ چتا کے قریب گیا۔ ہاتھ کی گٹھری اوپر اُٹھی اور دوسرے ہی لمحے چتا میں گر کر وہ بھی جلنے لگی۔ پل بھر رام دین چتا کی طرف دیکھتا رہا پھر بغیر کسی سے کچھ بولے وہ گاؤں کی طرف چل پڑا۔

لاش کے ساتھ آنے والے لوگوں نے اُسے دیکھا۔ واپس ہوتے دیکھ کر کسی کو جُراُت نہ ہوئی کہ اُسے روکے۔ سمی دور گھٹنوں میں اپنا سر چھپائے بیٹھا تھا ایک بار اُس نے آنکھیں اوپر اُٹھائیں۔ رام دین کو لوٹتے ہوئے دیکھا تو دوڑ کر رام دین کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ رام دین ٹھٹک گیا۔ بڑی دیر تک کھڑا اُسے ایک ٹک دیکھتا رہا پھر بولا "سمی تم نے میرے ساتھ دغا بازی کی لیکن تم کو کیا کہوں جب میری عورت ہی نے مجھے دھوکا دیا تو دوسرے کا کیا قصور خیر تم نے میری استری کی سیوا کی ہے اُس کا بدلہ تمہیں چاہئے، کہتے ہوئے اُس نے جیب سے دس دس روپے کے تین نوٹ نکال کر سمی کے آگے پھینک دئے اور آگے بڑھ گیا۔

سمی مبہوت سا کھڑا رہ گیا۔ کاغذ کے وہ تین نوٹ ہوا میں اُڑ کر آم کی سوکھی پتیوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دور نکل گئے۔

× × ×

اس واقعہ کو برسوں گزر گئے مگر آج بھی سمی اُس واقعہ کو یاد کر کے رو اُٹھتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اگر ایک بار رام دین اُسے مل جاتا تو وہ اپنے سکون قلب کے لئے بلکہ سکھری کی پاک روح کو اطمینان کے لئے اُسے یقین دلا دیتا کہ سکھری گنہگار نہیں تھی۔ وہ معصوم تھی۔ پاک تھی اور شائد رام دین اُس کی اس بات پر اعتبار کر لے گا کہ اُس نے سکھری کو اپنی بہن سمجھا تھا۔

کتھے کی ٹکیاں

بازار میں کتھا بدنما ڈھیلیوں کی شکل میں فروخت ہوتا ہے اور زیادہ صاف بھی نہیں ہوتا اگر صاف کر کے اس کی خوشنما ٹکیاں بنا لیجائیں تو لوگ انھیں زیادہ پسند کریں گے اور قیمت بھی زیادہ ملے گی۔

کتھے کی ٹکیاں بنانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ پانچ سیر خام کتھے کو باریک پیس کر صاف کپڑے کی دوہری تہ میں پوٹلی بنا لیں اور مٹی کا ایک برتن معلق لٹکا دیں۔ پھر برتن میں اس قدر پانی بھریں کہ پوٹلی کا حصہ پانی میں ڈوب جائے۔ اس طرح کتھا پانی بھی خوب جذب کر لے گا اور اسکی کثافت بھی دور ہو جائیگی۔ پوٹلی دو دن تک لٹکی رہنے دیں۔ اسکے بعد پانی کا برتن نیچے سے ہٹا دیں اور پوٹلی سے پانی ٹپکنے دیں۔ جب پانی کا ٹپکنا بند ہو جائے تو بھیگے ہوئے کتھے کو لکڑی کے تختے پر ہموار کر کے پھیلا دیں۔ اس کی تہ ایک انچ موٹی رہے اور دھوپ میں سوکھنے کے لئے رکھ دیں جب کسی قدر خشک ہو جائے تو اس کی ایک ایک انچ کی ٹکیاں تراش کر اچھی طرح دھوپ میں سکھا لیں۔

پہاڑی باغوں کو کیڑوں کے نقصان سے بچانا

از جناب رام نرائن سنگھ رمرج اسسٹنٹ انٹوموجسٹ چوبٹیا

کمایوں۔ دہرادون اور سہارنپور ضلع کے باغیچے والوں کو نقصان دہ کیڑوں کے ذریعہ سالانہ دو لاکھ روپئے سے زیادہ کا نقصان ہوتا ہے۔ اگرچہ ہر ایک شخص (باغبان) اس بات سے واقف ہے کہ کوئی کیڑا خواہ پتی کھا رہا ہو یا پیڑ کا رس چوس رہا ہو یا جڑ۔ تنہ اور شاخوں میں سوراخ کر رہا ہو۔ کچھ نہ کچھ نقصان وہ ہر حالت میں کر رہا ہے لیکن اس پر بھی بہت کم لوگ ایسے ہیں جو در اصل اپنے پیڑوں کی نگرانی کرتے ہیں۔ زیادہ تر لوگوں کا رجحان کیڑے کی طرف دھیان دینے کا نہیں ہوتا جب تک کہ وہ زیادہ تعداد میں بڑھ کر پیڑ کو جڑ سے تباہ نہ کردیں۔ ایسے وقت پر یہ ہوتا ہے کہ لوگ ضلع افسر یا محکمۂ زراعت کو ایک رپورٹ بھیجتے ہیں تب ایک انٹوموجسٹ ضروری جانچ کے لئے جاتا ہے۔ لیکن ایسے وقت میں پیڑوں کو اچھا کرنے میں اور اُن کی کھوئی ہوئی طاقت کو پھر سے لانے میں وہ ناکامیاب رہتا ہے۔

اگر باغیچے والے نیچے لکھی ہوئی باتوں پر شروع میں ہی دھیان دیں تو وہ اپنے باغیچے کو نقصان پہنچانے والے کیڑوں سے بغیر کسی خاص محنت اور خرچ کے بچا سکتے ہیں۔

۱۔ مختلف قسم کے پھل کے پیڑوں کے لئے مناسب مٹی کا چھانٹنا۔
۲۔ ایسے پھل کے پیڑوں کی قسمیں لگانا جن پر کیڑوں کا حملہ نہ ہوتا ہو۔
۳۔ ایسے اسٹاک جن پر کیڑے کا حملہ نہ ہو کام میں لانا۔
۴۔ مناسب وقت پر جوتائی اور کھاد دینا۔
۵۔ سب سے پہلے جیوں ہی کیڑے دکھائی دیں اُن کو نیست و نابود کر دینا۔
۶۔ ایسی جگہ سے جہاں پر کوئی نیا کیڑا لگا ہو کسی قسم کے پودے یا قلم نہ لانی چاہئے۔

اوپر لکھی ہوئی ہر ایک ترکیب کی مختصر تفصیل نیچے دی جاتی ہے۔

۱۔ مختلف اقسام کے پھلوں کے پیڑوں کے لئے مناسب مٹی چھانٹنا:۔

کبھی کبھی ایک خاص قسم کی مٹی میں کسی کیڑے کے ذریعہ بہت نقصان ہوتا ہے۔ سیب کی جڑ کاٹنے والا کیڑا ریتیلی بھربھری مٹی میں زوروں سے پنپتا ہے۔ اسلئے سوکھے چک میں سیب نہ لگانا چاہئے۔

۲۔ ایسے پھل کے پیڑوں کی قسمیں لگانا جن پر کیڑا حملہ نہ کرتا ہو:۔

کچھ قسمیں دوسروں کی بہ نسبت کیڑوں کے حملہ کے لحاظ سے اچھی ہیں۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہو حملے سے محفوظ قسموں کا استعمال کرنا چاہئے۔ اگر کوئی جگہ کسی کیڑے کے حملے سے پُر ہو تو وہ قسمیں جن پر اُس کیڑے کا حملہ بہت ہوتا ہے نہیں لگائی جائیں۔ اگر اچھی قیمت لانے والی قسم پر بھی کوئی کیڑا لگتا ہو تو اُس قسم کی بیماری سے بچی ہوئی قلمیں کام میں لائی جائیں۔

۳۔ ایسے اسٹاک کو جس پر کیڑے کا حملہ نہیں ہوتا ہے کام میں لانا:۔

اسٹاک کی کچھ قسمیں کیڑوں کے حملوں سے بالکل محفوظ رہتی ہیں۔ جیسے ناردن سپائی اور اسکے اور میلنگ ٹائپ ۲ کے اتفاق سے پیدا ہوئے اسٹاکوں پر اولی ایفس نہیں لگتا۔ ہمیشہ کیڑوں کا حملہ نہ ہونے والا اسٹاک جس میں باغبانی کے متعلق دیگر اچھے اوصاف بھی ہوں استعمال کرنا چاہئے۔

۴۔ جوتائی کرنا۔ کھاد دینا اور فصلوں کو ہیر پھیر کر بونا:۔

سیب کے پیڑ کو اچھی سڑی ہوئی کھاد دینا اور زمین کو بلا سڑے ہوئے ٹہنی وغیرہ کے ٹکڑوں سے صاف رکھنا چاہئے اس سے سیب کے پیڑ میں بورر کیڑے کا حملہ نہیں ہوگا۔ فصلوں کو ہیر پھیر کر بونے سے بھی کیڑوں کو زمین داخل ہونے سے روکا جا سکتا ہے۔ زمین کی کھدائی کرنے سے گوبریا کیڑا جو جوان ہونے پر برسات میں رات کے وقت سبھی قسم کے پھلوں کی پتیوں کو کھاتا ہے بڑی تعداد میں برباد ہو جاتا ہے۔

۵۔ کیڑا دکھائی دیتے ہی اُسے نیست نابود کر دینا:۔

کیڑے اپنی موافق حالتوں میں بڑی تیزی سے بڑھتے ہیں کچھ کیڑے بغیر نر کی مدد کے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ایک اولی ایفس کسی سیب کے پیڑ پر جوانی کے لئے ٹھیک سے چھوڑ دیا جائے تو وہ ایک نئی بستی (کالونی) آباد کریگی اور تھوڑے دنوں میں پیڑ کی سبھی ڈالیاں اسکا شکار بن جاوینگی۔ ایک جوان مادہ "بورر" قریب ۳۰۰ انڈے دیتی ہے۔ اسلئے یہ ضروری ہے کہ جیوں ہی ایک نیا نقصان دہ کیڑا دکھائی پڑے اسے فوراً مار ڈالنا چاہئے۔

۶۔ ایسے مقامات پر جہاں پر کوئی نیا کیڑا لگ رہا ہو کسی طرح کے پودے یا قلم نہ لگانی چاہئے:۔

پودوں و قلموں کے ساتھ بہت سے نقصان دہ کیڑے آجاتے ہیں۔ "اولی ایفس" (امریکن بلائٹ) جو کہ سیب کے پیڑ کا ایک خطرناک کیڑا سب سے پہلے امریکہ میں پایا گیا۔ سین جوس سکیل جو تمام قسم کے پھلوں کے پیڑوں کا دشمن ہے سین جوس (اپنے پیدائشی مقام) سے دنیا بھر میں پھیل رہا ہے۔ سرکار اس قسم کے نقصان پہنچانے والے کیڑوں کو پھیلنے سے روکنے کا انتظام کر رہی ہے لیکن پوری کامیابی باغیچے والوں کی مدد کے نہیں حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر کسی باغ میں کیڑے بری طرح سے لگ گئے ہوں اور تباہ نہیں کئے جا سکتے تو بھی اُنکے ذریعہ ہونے والا نقصان مندرجہ ذیل ترکیبوں کے ذریعہ کم کیا جا سکتا ہے:۔

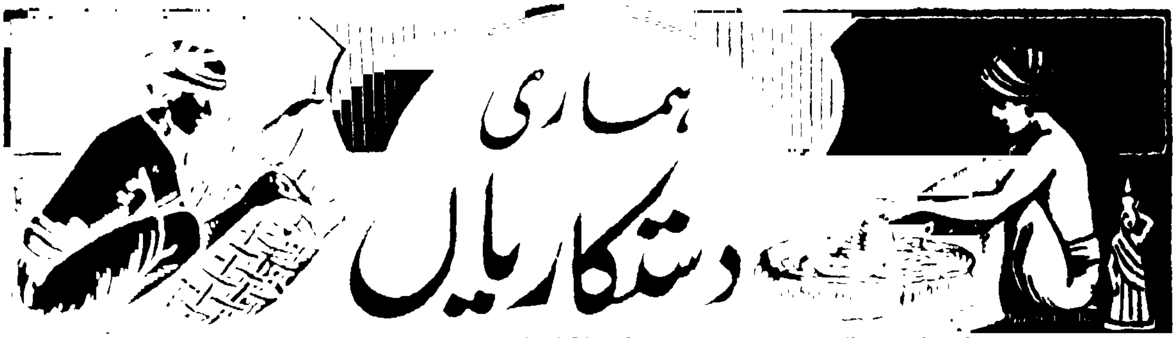
۱۔ کیڑوں کا پھیلاؤ روکنا۔
۲۔ پیراسائٹ اور کیڑوں کو کھانے والے کیڑوں کو لگانا۔
۳۔ دوا۔ زہریلا چارہ اور جال وغیرہ کا استعمال کرنا اور اس کو مارنا۔

۱۔ کیڑوں کا پھیلاؤ روکنا:۔ یہ عمدہ طور پر چار قسم سے کیا جا سکتا ہے۔

(ا) کیڑوں کو چن لینا (ب) بیمار پودے وغیرہ کو تباہ کر دینا۔
(ج) اس جگہ کو جہاں بیماری کا حملہ ہو محدود رکھنا چاہئے۔
(د) دواؤں سے تمام کیڑے لگنے والی جگہ کو چھڑک کر کیڑوں کو برباد کر دینا۔

۲۔ پیراسائٹ اور کیڑوں کا دشمن کیڑا:۔

لیڈی برڈ ویٹل اولی ایفس کو اچھی طرح روکتی ہے۔ کمایوں کے سبھی باغوں میں اولی ایفس موسم گرما میں پیڑ کے اوپری حصے میں بہت کم دکھائی دیتی ہے۔ لیڈی برڈ ویٹل بارش کے بعد تھکی ہوئی حالت میں ہو جاتی ہے اور تب اولی ایفس زور پکڑتی ہے جسکے باعث اولی ایفس اکتوبر۔ نومبر اور شروع دسمبر میں بہت پیڑوں پر ٹوٹ پڑتی ہے۔ چند ممالک میں ایک اندرونی دشمن کیڑا ابھی کچھ روک کرتا ہے ایسے مفید کیڑے ہر ایک باغ میں ہونے چاہئیں۔



صنعت ٹوکری سازی

از جناب بلد اشیں پرشاد، جیند والا گاؤں سدھار اسٹور کیپر دہرہ دون

آج کل صنعت وحرفت پر زیادہ توجہ دی جا رہی ہے۔ ٹوکری سازی بھی ایک صنعت ہے اور یہ ایک آسان صنعت ہے۔ ہمارے ملک میں پہلے صنعت وحرفت جاری تھیں لیکن ہمارے بھائیوں نے رفتہ رفتہ اُن سے ناتہ توڑ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں بیکاری بڑھنے لگی اور ہمارے بھائی بھوکوں مرنے لگے۔ لیکن ہندوستان کے رہبر اعظم مہاتما گاندھی کی کوششوں سے اب صنعت وحرفت پھر پنپنے لگی ہیں۔ ہم سب ہندوستانیوں کو چاہئے کہ اپنا کچھ وقت اپنی پسندیدہ صنعتوں میں لگائیں۔

ٹوکری سازی کی صنعت نہ صرف یہ کہ بجائے خود آسان ہے بلکہ اسکا سامان بھی آسانی سے دستیاب ہو سکتا ہے اور کم اشیا کی ضرورت پڑتی ہے۔

اس صنعت کے لئے بانس اور بید خاص چیزیں ہیں۔ سامان بنانے کے لئے ایک چھوٹا ایک بڑا کٹنی برما کی ضرورت ہوتی ہے اور انھیں چیزوں سے کام نکل سکتا ہے۔

بانس ہندوستان میں بکثرت پیدا ہوتا ہے اسکی کئی قسمیں ہیں، جیسے باریک اوسط درجے کا اور موٹا۔ موٹا بانس لمبی پوڑ والا عمدہ ہوتا ہے ٹوکری ہر قسم کے بانسوں سے بن سکتی ہے۔ جن دیہاتوں میں کنیس پیدا ہوتا وہاں والے دوسرے دیہاتوں سے خرید سکتے ہیں، جہاں پیدا ہوتا ہو۔ جب لوگ بانس کا استعمال اچھی طرح جان لیں گے تو خود پیدا کرنے کی فکر میں رہیں گے۔ یہ بہت سستا فروخت ہوتا ہے اور بہت سے کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جاپان ہندوستان سے ہر سال تقریباً ۴۰ لاکھ روپئے محض بانس کے کھلونوں سے لیتا ہے کیا اس سرمایہ کو باہر جانے سے نہیں روکا جا سکتا ضرور روکا جا سکتا ہے بشرطیکہ سب بھائی تھوڑی تھوڑی محنت کریں۔ ہندوستان کی آبادی بہت ہے۔ یہاں بہت سے لوگ گزارہ کر سکتے ہیں۔

یہ صنعت ایک کھیل کی سی ہے اسے ہم آرام کے وقت بھی جاری رکھ سکتے ہیں جب کہ ہم اداس بیٹھے ہوں، کوئی کام نہ ہو، بات چیت میں فضول وقت ضائع کر رہے ہوں۔ بارش گرمی یا سردی کے باعث باہر کا کام نہ کر سکتے ہوں تو وقت کو فضول ضائع ہونے دینے کے بجائے اس کام کو کرنے لگیں۔ طبیعت جو پسند کرے وہی سامان تیار کریں تاکہ دل بہل جائے۔

ٹوکری بانس کے علاوہ دوسری چیزوں کی بھی بن سکتی ہے۔ لیکن اور چیزیں عمدہ سامان بنانے کے کام نہیں آ سکتیں ٹوکری کئی چیزوں کی بن سکتی ہے مثلاً ارہر، گیہوں، جھاؤ وغیرہ لچیلے پودوں کی ٹہنیوں سے۔ میں صرف ٹوکری ہی پر زور نہیں دیتا۔ میں تو کھلونے، کرسی، میز، مونڈھے وغیرہ سب کی طرف ناظرین کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ بید ٹوکری سازی کی صنعت میں بہت ہی خاص چیز ہے۔ اسی کے سہارے اس کا کام ہوتا ہے یہ سب جگہ نہیں پیدا ہوتا چینا کین سب سے اچھا ہوتا ہے۔ اس کا گودا بھی اچھا کام دیتا ہے۔ عمدہ بید کی شناخت یہ ہے کہ بید ملائم ہو، بے چپدوار ہو، باہر کا چھلکا کھردرا نہ ہو، رنگ سفید ہو اور دیکھنے میں خوبصورت ہو۔ اسکے چیرنے میں بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے لیکن یہ کام کرنے ہی سے آتا ہے۔ خود بخود اس کا چیرنا اچھا آتا ہے صرف کٹنی تو چلانا دیکھنا ہے کہ کس طرح رکھکر چلائیں کہ بید کٹنے نہ اور چھیل جائے اس میں ہاتھ کی صفائی ہوتی ہے معلوم ہو جانے پر بہت آسان معلوم ہوتا ہے بید کا چیرنا ہی خاص کام ہے۔

برما۔ یہ بازار میں ملتا ہے یہ میز کرسی وغیرہ بنانے میں استعمال ہوتا ہے یعنی جن چیزوں کے بنانے میں سوراخ کرنا پڑتا ہے۔

چرخہ کے بعد آسان سے آسان صنعت ٹوکری سازی ہی ہے اگرچہ اسی کا پہلا درجہ ہونا چاہئے لیکن اس کا استعمال چونکہ کم ہے اور اسکا پرچار بھی کم ہے اسکے علاوہ اس کے جاننے والے بھی کم ہیں۔ اس صنعت کے لئے کسی سرمائے کی ضرورت نہیں ہے نہ زیادہ سامان کی۔ اس کے بنانے کا سامان گھر ہی پر مل سکتا ہے صرف بید خریدنا پڑتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں کے بنانے میں جن میں بید کم لگتا ہے تاگے سے بھی کام چل سکتا ہے۔ گاؤں میں ہر شخص ٹوکری بنا کر اپنی گزر اوقات کر سکتا ہے۔ ورنہ کم از کم اپنا ٹوکری لینے کا خرچ کم کر سکتا ہے۔ اس سے بہت کچھ فائدہ ہو سکتا ہے اگر لوگ اس صنعت کو اپنائیں۔ آجکل بیکاری کا زور ہے لہذا جن کو کوئی روزگار نہیں ملتا ان کے لئے سب سے آسان اور بغیر سرمایہ کا نیز کافی نفع بخش یہی صنعت ہے۔

اس میں یہ ڈر نہیں ہے کہ مشین کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اس کی چیزیں سب ہاتھ سے بنتی ہیں۔ چرخے میں بہت تھوڑے سے سرمایے کی ضرورت پڑتی ہے اگر خود چرخہ بنانا نہ جانتا ہو۔ کاغذ سازی میں بھی سرمایے کی ضرورت پڑتی ہے اور دیگر صنعتوں کا تو کہنا ہی کیا۔ وہ تو غریب کر ہی نہیں سکتے۔ گھی دودھ مکھن کے لئے بھی سرمائے کی خاص ضرورت ہے۔ اور اس میں تو ڈنمارک دنیا بھر کو چیلنج دیتا ہے یہاں تو پینے میں بھی دودھ پیسے کو نہیں ملتا۔ پھر اس طرف لوگوں کی توجہ بھی کم ہے اس میں لوگ عموماً بے ایمانی کرتے ہیں۔ ملاوٹی دودھ گھی مکھن فروخت کرتے ہیں جو صحت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ایسا پیشہ نہیں کرنا چاہیئے جس میں لوگوں کو دھوکا دینا پڑے جس سے لوگوں پر سے اعتبار اُٹھ جاتا ہے۔ بجائے فائدے کے نقصان ہوتا ہے اور گناہ بھی کرنا پڑتا ہے۔ زندگی ہے اچھے کام کرنے کے لئے تاکہ عاقبت بنے نہ کہ گناہ کرے اور عاقبت بھی خراب کرے۔ ٹوکری سازی کی صنعت دیگر صنعتوں سے بہتر ہے۔ اس قسم کی چیزیں لوگ شوق کے لئے بھی لیتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ بچے کھلونے کے شائق ہیں۔ بانس اور بید کی چیزوں کا زیادہ فروخت ہونا ان کے عمدہ بننے پر منحصر ہے بکنے کے لئے سب بھائی اپنی اپنی چیزیں گاؤں سدھار اسٹوروں میں بھیجیں جو حکومت نے غریبوں کے فائدے کے لئے ہر ضلع میں قائم کئے ہیں۔ تاکہ لوگ اپنے سامان کی پوری قیمت پائیں اور نئے نئے ڈیزائنوں کی چیزیں نکال کر عوام کو متوجہ کریں۔

سوال ہوسکتا ہے کہ یہ صنعت سیکھی کیسے جائے؟ یہ صنعت گاؤں گاؤں میں جاری ہے لیکن وہ معمولی چیزیں بنانا جانتے ہیں۔ وہ بھائی جن کو اس صنعت سے دلچسپی ہو گاؤں کے ان لوگوں سے سیکھ سکتے ہیں۔ جو یہ کام کرتے ہیں۔ وہ ان سے کم از کم بنائی کا طریقہ معلوم کرسکتے ہیں پھر اپنی عقل سے کام لے کر عمدہ چیزیں تیار کرسکتے ہیں اور ان کی حوصلہ افزائی کرسکتے ہیں جو پشت در پشت سے یہ کام کرتے آرہے ہیں۔ ہمارے بھائیوں کو دوسروں سے یہ کام سیکھنے میں جھجکنا نہ چاہیئے۔ بنائی کا طریقہ معلوم ہوجانے پر سب کچھ ہوسکتا۔



دیہات کی بنی ہوئی ایک پھلوں کی ٹوکری

میں سلسلے وار فلاور باسکیٹ، ویسٹ پیپر باسکیٹ، فائیل باسکیٹ وغیرہ پر مضمون لکھونگا (اگر یہ مضمون ناظرین کو پسند آیا) اور اس کی بھی کوشش کروں گا کہ گھر بیٹھکر کوئی بھی شخص مضمون پڑھکر اس کی مدد سے مذکورہ چیزیں تیار کرسکے۔ تھوڑا بہت ہر ایک کا خاکہ پیش کرنے کی بھی کوشش کروں گا۔ آخر میں میں پھر اُن بھائیوں سے بنائی کا طریقہ جان لیں جو دیہاتوں میں ایک خاص ذات کے جو ٹوکری بنانے کا کام کرتے ہیں جس سے اُن کو مذکورہ اشیاء کے بنانے کا طریقہ جاننے میں آسانی ہوگی۔ میں نے ٹوکری بنانے کا کام شری گاندھی آشرم ریڈیوا، فیض آباد میں اپنے شوق سے سیکھا ہے کیونکہ یہاں میرا موضوع کپڑے کی بنائی تھا۔ جب کبھی کچھ وقت ملتا میں ٹوکری بنانے لگتا تھا۔

ہمارے جانور



مویشیوں کی بیماریاں اور اُن کا علاج

از جناب ڈاکٹر خواجہ امین الدین غوری، ساہتیہ وشارد، ایل۔ وی۔ پی، ویٹرنری آفیسر خانپور کوٹہ سٹیٹ، راجپوتانہ

مویشی کا پیٹ اور اس کا کام

جگالی کرنے والے مویشیوں کے پیٹ، دوسرے جگالی نہ کرنے والے مویشیوں کے پیٹ کے مقابلے میں مختلف ساخت کے ہوتے ہیں۔ اس لئے جگالی کرنے والے مویشیوں کے پیٹ کی بیماریوں کا ذکر کرنے سے پہلے اُن کے پیٹ کی ساخت اور اس کا کام معمولی طور سے بتا دینا بہت ضروری ہے۔ بیل گائے وغیرہ میں پیٹ چار حصّوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ پہلے حصّے کو ریومن یعنی اوجھڑی کہتے ہیں۔ اس میں ڈھائی من سے ساڑھے سات من تک کھانا جمع ہو سکتا ہے یہ پیٹ کا حصّہ مویشی کے گودام کا کام کرتا ہے اور یہ اسّی ۸۰ فی صدی جگہ گھیرتا ہے۔ اس جگہ پانی، گرمی، و پیٹ کی دیواروں کی حرکت سے کھانا باریک کیا جاتا ہے۔ یہاں سے کھانا دوسرے حصّے میں جاتا ہے جس کو ریٹی کیولم کہتے ہیں اس کی اندرونی جھلّی میں شہد کے چھتّے کی طرح جالی دار خانے ہوتے ہیں۔ اس میں ایک وقت میں پانچ سیر تک کھانا سما سکتا ہے۔ یہ پانچ فیصدی جگہ گھیرتا ہے۔ اس کے بعد کھانا ایک گول حصّے میں سے جسے اومیسم کہتے ہیں گزرتا ہے۔ اس میں ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے پتے لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں ہو کر کھانا چھنتا ہے۔ یہ حصّہ سات سے آٹھ فی صدی تک۔ اس کے بعد کھانا چوتھے ہضم کرنے والے سچے پیٹ میں پہنچتا ہے جسے اپومیزم کہتے ہیں۔ یہ پیٹ ایک پیٹ رکھنے والے جانوروں کے پیٹ کا سا پورا کام کرتا ہے۔ یہ بھی ۷ سے ۸ فی صدی تک جگہ گھیرتا ہے۔ یہ پیٹ چھوٹی آنتوں میں کھلتا ہے جو تقریباً ۱۳۰ فیٹ لمبی اور ۲ انچ چوڑی ہوتی ہے۔ بعد کو چھوٹی چھوٹی آنتیں بڑی آنتوں سے مل کر پاخانے کی جگہ ختم ہو جاتی ہیں۔

کھانا جب مُنہ میں لیا جاتا ہے تو وہ معمولی طور پر چبایا جاتا ہے، اُس میں تھوک ملایا جاتا ہے اور پھر نگلا جاتا ہے۔ اس طرح کھانا پیٹ کے اگلے حصّہ اوجھڑی میں پہنچ جاتا ہے۔ اس جگہ کھانا پکتا ہے اور باریک کیا جاتا ہے۔ جب کبھی جانور آرام سے بیٹھتا ہے تو تھوڑا تھوڑا کھانا کھانے کی نالی کے ذریعے پیٹ کی دیواروں کی مدد سے واپس مُنہ میں دوبارہ اچھی طرح چبانے کے لئے آتا ہے۔ مویشی کے دوبارہ چبانے ہی کو جگالی کہتے ہیں۔ جگالی کرنا مویشی کے ہاضمے کے لئے ضروری ہے اور جگالی نہ کرنا مویشی کے بیمار ہونے کی سب سے بڑی شناخت ہے۔ پہلے حصّے کا کھانا تیسرے پتے لگے ہوئے حصّہ اومیسم میں چھانا اور باریک کیا جاتا ہے اس کے بعد کھانا چوتھے حقیقی پیٹ میں پہنچتا ہے۔ اس پیٹ کی اندرونی دیوار میں چھوٹی چھوٹی گلٹیاں ہوتی ہیں جو رس پیدا کرتی ہیں اور وہ رس کھانے میں مل کر اس کو ہاضمے کے قابل بناتا ہے۔ اس کے بعد کھانا آنتوں میں پہنچتا ہے جہاں اس میں پینکریاز، جگر اور آنتوں سے دوسرے تین طرح کے رس ملتے ہیں۔ اس طرح کھانا دوسری شکل میں تبدیل ہو کر ہاضمے کے قابل بن جاتا ہے اور خون کے ساتھ مل کر جگر و دل میں پہنچ کر پھیپھڑوں میں صاف ہو کر دل کے ذریعے تمام جسم میں پہنچتا ہے جو کھانا پیٹ و آنتوں میں رسوں کے ذریعے نہیں گھلتا۔ وہ گوبر کی شکل میں نکل جاتا ہے۔ مویشی ایک روز میں پندرہ سیر سے ایک من تک گوبر کرتا ہے۔ گوبر میں اب بھی بہت سا غذا بخش مادّہ باقی ہوتا ہے جو زمین سے مل کر اس کو زرخیز بنانے میں کامیاب ہوتا ہے۔

پیٹ کو ٹھونس کر بھر لینا یا شدید بدہضمی

اس بیماری میں پہلا پیٹ ثقیل غذا کھا لینے سے زیادہ بھر کر اتنا پھول جاتا ہے کہ پیٹ کی دیواریں حرکت نہیں کر سکتیں۔

سبب۔ یہ بیماری اُس وقت ہوتی ہے جب کوئی جانور اتفاق سے چھوٹ جائے اور وہ کھلیان میں اناج یا بھوسا ٹھونس کر کھا جائے گھر پر خراب سوکھا چارہ بھوسہ، باسی روٹیاں گندھا ہوا آٹا، آلو وغیرہ کھلانے سے بھی یہ بیماری ہو جاتی ہے۔ کئی گھنٹوں تک مویشی سے برابر کام لیتے رہنے سے اُس کو جگالی کرنے کا موقعہ نہ دینے سے وہ اس بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

شناخت۔ جانور سُست ہو جاتا ہے۔

جگالی کرنا بند کردیتا ہے اکڑ کبڑی کرکے چاروں پیروں کو نیچے کئے ہوئے یا پچھلا پیر جوڑے کئے ہوئے کھڑا رہتا ہے۔ اکثر ایسی جگہ کھڑا ہوتا ہے جہاں پچھلے پیر اگلے پیروں سے نیچی سطح پر رہیں۔ بعد میں وہ بےچین ہو جاتا ہے۔ تھوتھنی سوکھ جاتی ہے پیٹ میں درد کی علامتیں ظاہر ہو جاتی ہیں یعنی کوکھ کی طرف بار بار دیکھتا ہے۔ پچھلے پیر پیٹ پر مارتا ہے، پسینہ آجاتا ہے، کراہتا ہے، بیٹھتا ہے اور اٹھتا ہے، پیاس کم ہو جاتی ہے، گوبر کالا، سوکھا اور تھوڑا کرتا ہے لیکن اس مرض میں مبتلا مویشی کی پہچان یہ ہے کہ اگر پیٹ کو بائیں جانب سے دبایا جائے تو ٹھوس گندھے ہوئے آٹے کی مانند معلوم ہوتا ہے اور انگلیوں کے نشان کچھ عرصے تک وہیں قائم رہتے ہیں۔ جانور سانس مشکل سے لیتا ہے اور دم گھٹ کر ۲۴ گھنٹے میں مر سکتا ہے۔ اکثر حالات میں دستوں ہونے سے جانور ٹھیک ہو جاتا ہے۔ زیادہ تر جانور ایک دو دن میں ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

پیٹ کی دیواروں کی کمزوری یا پرانی بدہضمی

اس بیماری میں دھیرے دھیرے پیٹ کی دیواریں کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں اور پیٹ کے سکڑنے کی طاقت بھی کمزور ہوتی جاتی ہے جس کے باعث اوجھڑی میں کھانا اچھی طرح باریک نہیں کیا جا سکتا اور ٹھیک طور سے ہضم بھی نہیں ہو سکتا۔

سبب۔ غریب آدمیوں کے مویشیوں میں اکثر یہ بیماری زیادہ دیکھنے میں آتی ہے۔ خراب کھانا دیانی کے علاوہ منہ کی خرابیاں، خراب دانت، کھانے کی نلی میں خرابی اور پیٹ کی بیماریاں بھی اس کا سبب ہیں۔ گابھن ہونے کی حالت میں بچے کا پیٹ پر بوجھ پڑنے سے یہ حالت ہو جاتی ہے اور بچہ دینے کے بعد کافی عرصے تک پیٹ کمزور رہتا ہے۔ اور اچھی طرح کام نہیں کرتا۔

شناخت۔ اس بیماری کی خاص شناخت یہ ہے کہ مویشی کھاتا پیتا رہتا ہے لیکن حسب معمول نہیں۔ جانور کمزور ہوتا جاتا ہے، کھال بدن سے چپٹ جاتی ہے، جانور زمین چاٹتا ہے اور طرح طرح کی چیزیں کھانے لگ جاتا ہے۔ گلی سڑی گھاس کھانا پسند کرتا ہے۔ جگالی سستی سے کرتا ہے، کھانے کے بعد کبھی کبھی تھوڑا اپھرا ہو جاتا ہے، بائیں جانب اگر کوکھ دیکھی جائے تو پیٹ کی حرکت کمزور نظر آئے گی۔ کبھی کبھی حرکت غائب ہو جاتی ہے۔ گوبر بالکل سیاہ اور جھلی و خون میں لپٹا ہوا بدبودار ہوتا ہے۔ بعد میں پتلا ہوتا ہے اور پھر کمزور ہو کر مر جاتا ہے۔ اگر جلد سنبھال لیا جائے تو اچھا ہو جاتا ہے۔ اس بیماری میں زیادہ کھا لینے کی بیماری کی طرح کوکھ دبانے پر انگلیوں کے نشان نہیں بنتے اور اپھرے کی اس میں ایک دم ہوا نہیں بنتی۔

علاج

زیادہ کھا لینے اور پیٹ کی دیواروں کی کمزوری کا ایک ہی سا علاج ہے۔ ان بیماریوں میں کھانا ایک دو روز تک بند کر دینا چاہیئے۔ لیکن پانی میں ایک یا ڈیڑھ چھٹانک نمک ملا کر پلانا بہت مفید ہے۔ اگر پیاس نہ لگے تو جانور کو نمک کھلایا جائے تاکہ پیاس لگنے لگے اور وہ خوب پانی پیئے۔ بائیں طرف کوکھ کی اچھی طرح مالش کرنی چاہیئے۔ اگر منہ میں خرابی ہو تو اُس کا علاج کرلے۔ اگر دانت خراب ہوں تو شفاخانے میں اُن کو ٹھیک کرائے جب پیٹ بھرے ہوئے کھانے سے خالی ہو جائے اور جانور کھانے کی خواہش کرے تو اُسکو حسب حالت کھانا دینا چاہیئے۔ پہلے اُس کو گیہوں کا چوکر، چاول کی مانڈ میں نمک ملا کر دن میں تین چار بار کھلانا چاہیئے۔ بچوں میں اونٹا ہوا دودھ، السی کی چائے، چاول یا آٹے کی مانڑ دینی چاہیئے۔ جو جانور زمین چاٹیں، کپڑے وغیرہ کھائیں اُن کو نمک ایک چھٹانک و ڈھائی تولہ باریک پسی ہوئی ہڈی بانٹ میں ملا کر دینا فائدہ مند ہے۔ ان کے علاوہ اس بیماری میں حسب ذیل دوائیں بھی مفید ہیں۔

تیل السی . . . . . . ۳ پاؤ
ہینگ پسی ہوئی . . . . ۲ تولہ

ہینگ کو تیل میں اچھی طرح ملا کر پلا دینا چاہیئے اس سے پیٹ میں بھرے ہوئے کھانے کا سڑنا رُک جائے گا اور کھانا نرم ہو کر نکل جائے گا۔ زیادہ کھا لینے کی حالت میں مویشی کو ٹہلاتے رہنا چاہیئے اور اگر ضرورت ہو تو یہی دوا ۱۲ سے ۲۴ گھنٹے میں دُہرائی جا سکتی ہے ورنہ ۶ گھنٹے بعد حسب ذیل نسخہ پیٹ کی دیواروں کو طاقت پہنچانے و ہاضمے کو ٹھیک کرنے کے لئے پہلے آدھ پاؤ شراب پلا کر دیں بعد میں یہ دوائیں دن میں دو بار پلاتے رہیں جب تک کہ جانور تندرست نہ ہو جائے۔

نوشادر . . . . . . سوا تولہ
کچلا . . . . . . چار تولہ
رائی . . . . . . ڈھائی تولہ
جنتیانا . . . . . . ڈھائی تولہ
سونٹھ . . . . . . ڈھائی تولہ

یہ دوائیں پانی میں ملا کر نال سے دن میں دو بار دیں۔ ہاضمے کی معمولی خرابی میں ہاضمہ ٹھیک کرنے کے لئے یہ چٹنی چٹانا بہت فائدہ مند ہے۔

کھانے والا سوڈا یا کالا نمک . . . . ۱۲ تولہ
کھانے کا نمک . . . . ۱۲ تولہ
کچلا پسا ہوا . . . . . . ۲ تولہ
جنتیانا پسا ہوا . . . . . . ۴ تولہ

اِن دواؤں کو چھ حصّوں میں تقسیم کرلیں اور ایک ایک پڑیا دن میں دو بار گڑ کے شیرے میں ملا کر چٹائیں۔ مویشیوں کے بچوں کی بدہضمی میں یہ دوائیں دیں۔

کھانے کا نمک ۲ ½ تولہ
کھانے کا سوڈا یا سیاہ نمک ۸ ماشہ
جنتیانا پسا ہوا ۲ ماشہ
سونٹھ پسی ہوئی ۲ ماشہ
اس دوا کو پانچ چھٹانک تازہ پانی میں ایک بار دن میں پلا جائے۔

سوئی کیل یا نوکدار چیزیں کھا لینے سے بیماری

مویشی اکثر کیلیں وغیرہ کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ جو ان خصوصاً چار سال کی عمر کی گائیں اس مرض میں زیادہ مبتلا ہو جاتی ہیں۔ ان جانوروں میں گھروں یا کارخانوں کے آس پاس پڑی ہوئی چیزیں کھانے کی چاٹ ہوتی ہے۔ یہ خرابی عام طور سے قصبوں میں اُن جانوروں میں بہت ہوتی ہے جو آوارہ پھرتے رہتے ہیں۔ اور جہاں موقع ملا آنکھ بچا کر ادھر اُدھر بے احتیاطی سے پڑی ہوئی چیزوں کو بغیر چبائے فوراً نگل جاتے ہیں۔ اس طرح وہ سوئیاں، کیلیں، ٹین کے ٹکڑے، تار، لکڑی کے ٹکڑے چاقو کے دستے وغیرہ نگل جاتے ہیں۔

شناخت۔ اگر جانور سوئی یا سخت چیز کھا جائے تو وہ حلق یا کھانے کی نلی میں اٹک جاتی ہے اور جانور کھانا پینا بند کر دیتا ہے۔ اگر چیز نوکدار ہو تو یہ ممکن ہے کہ وہ حلق یا کھانے کی نلی کو چھید کر وہیں رہ جائے یا چھید کے باہر نکل آئے اور باہر پھوڑا بن جائے اگر جانور کیل ٹھیک طور سے نگل گیا اور وہ پیٹ میں پہنچ گئی تو پہلے بدہضمی پیدا ہو جاتی ہے اور جانور کچھ عرصے کے بعد اپھرتا ہے۔ یہ کیلیں بہت عرصے تک پیٹ ہی میں پڑی رہتی ہیں اور بعد میں پیٹ کی حرکت سے یا بچہ دینے کے وقت پہلے پیٹ پر دباؤ پڑنے کی وجہ سے دوسرے خانے دار پیٹ میں چلی جاتی ہیں اور وہاں سے پیٹ اور پھیپھڑے کے درمیان کے پردے (ڈائی فرام) کو چھید کر دل کے باہری پردے میں سوجن ہو کر اس میں پیپ پڑ جاتی ہے۔ ایسی حالت میں اگر جانور کے دل کی جگہ پر کان لگا کر سُنا جائے تو پانی سے کچھ کم بھری ہوئی مشک کے ہلانے پر جو پانی کی آواز ہوتی ہے اُسی قسم کی آواز سنائی دیتی ہے سوئی بھی پھیپھڑے تلی و جگر میں چلی جاتی ہے اور وہاں پر خرابی پیدا کر دیتی ہے۔ کبھی پیٹ کو چیر کر نیچے کی غدودی کے سامنے جا پہنچتی ہے یا اگلے پاؤں میں کوہنی کے پاس جا نکلتی ہے اور وہاں پھوڑا بنا دیتی ہے۔ جب سوئی آگے بڑھ کر پیٹ کے دوسرے حصے کو چھید دیتی ہے اس وقت جانور بہت تکلیف محسوس کرتا ہے۔ کھانا نگلنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کھانے کی نلی میں کچھ اٹک گیا ہے۔ جانور چلنے سے بہت گھبراتا ہے اور اگر چلے تو بہت احتیاط کے ساتھ چھوٹے چھوٹے قدم رکھتا ہے اور تھوڑی دور چلکر پھر کھڑا ہو جاتا ہے۔ دانت چباتا ہے کُبڑا ہو جاتا ہے اونچی نیچی جگہوں میں بڑی تکلیف محسوس کرتا ہے اور کراہتا ہے۔ جیسے جیسے بیماری بڑھتی جاتی ہے مویشی کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اس کی دونوں اگلی ٹانگوں کے درمیان میں سوجن ہو جاتی ہے کچھ عرصے بعد جانور اسی حالت میں مر جاتا ہے۔

علاج

اس مرض کا کوئی علاج نہیں ہے اس میں تیز دست آور دوائیں نہیں دینی چاہئیں۔ ضرورت کے مطابق کھانے کو نرم کرنے کے لئے السی کی چائے یا السی کا تیل تین پاؤ تک اور گڑ ایک سیر تک دے سکتے ہیں۔ اس بیماری کا ذکر اسلئے کیا گیا ہے کہ مالکان مویشی اس بیماری سے اچھی طرح واقف ہو جائیں اور اپنے مویشیوں کو اس لا علاج بیماری سے بچا سکیں۔ مویشیوں کو آوارہ نہیں پھرنے دینا چاہئے۔ جن مویشیوں کو کپڑا جوتے وغیرہ کھانے کی عادت ہو اُن کو بانٹ میں ایک چھٹانک نمک اور ڈھائی تولہ باریک پسی ہوئی ہڈی دینی بہت مفید ہے

گاؤں کے گیت

اَدبود ہن

از شری اندر پال سنگھ کوآپریٹو ٹریننگ کلاس پرتاب گڑھ

یہاں ہم ہر ماہ کوئی ایسا گیت شائع کیا کرینگے جو کسی ضلع کے دیہاتوں میں رائج ہو۔ یہاں جو گیت شائع کیا جا رہا ہے وہ اودھی بولی میں لکھا گیا ہے۔

ہم تو بیر دیہاتی آہن　　ہم کا اب سمجھاؤ نا
ہم کا دین غریب جان کے　　آپن دیا دکھاؤ نا
کھولب بنک گاؤں ماں اپنے　　ہم کا اب بھٹکاؤ نا
لیب روپیہ اوہی بنک سے　　پٹوا جان پڑھاؤ نا
خوب بیاج سیاج دین ہے　　اب تونکا دکھاؤب نا
پڑھب پڑھاؤب خود لڑکن کا　　انٹو کا کبو لگاؤب نا
رسمیں بُری بند کئی دیبے　　روپیہ بیر کتو گنواؤب نا
ایسے ماں بل کھول دکھیبے　　جیون دکھی بناؤب نا
تم سے لیب روپیا ناہیں　　اُلٹا پاٹھ پڑھاؤب نا
کہہ کہہ بنک بُری ہے دیکھو　　ہم یا پھوٹ بچھاؤ نا
بھیا اوئی دن لدگئے تمہرے　　پھوٹ بھاگ اب کھاؤ نا
سب دن ہوت برابر ناہیں　　یہ کا تم بسراؤ نا
کھیتی کربے اُتم ڈھنگ سے　　کھا بھر بیج ہواؤب نا
گندی گلیاں صاف کر دیبے　　گھور دوارے ڈاؤب نا
تم نہ ہم کا ڈانٹ بتاؤ　　ہم پیچھے میں آؤب نا
پھوٹ ڈھکنی مار بھگوبے　　صاحبن سے منہ باؤب نا
کھول کھول سہوگ سمتیاں　　تمہرے ڈھنگ اب آؤب نا
جو کوؤ ہوئی نشگا ٹٹپا　　دھکیا کر جو دیوائب نا

ہماری کواپریٹو سوسائیٹیاں

کیٹھیری کوآپریٹو سوسائیٹی کیلئے پنچایت گھر

گاؤں میں پنچایت گھر بنانا اُسکی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ ضلع جالون کی کیٹھیری کوآپریٹو سوسائیٹی نے کچھ دن پہلے اپنے لئے ایک پنچایت گھر بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ سوسائیٹی کی مالی حالت اچھی ہے۔ اسکے اوپر نہ تو ضلع کوآپریٹو بینک کا قرض ہے نہ باہر کا۔ عمارت کے فنڈ میں سوسائیٹی نے ۶۰۰ روپیہ پنچایت گھر بنانے کے لئے رکھدیا۔ اور اسکے لئے گاؤں کی ایک موزوں جگہ منتخب کرلی گئی ہے۔

حال ہی میں اسسٹنٹ رجسٹرار کوآپریٹو سوسائیٹیز الہ آباد نے پنچایت گھر کا سنگ بنیاد رکھا۔ آپ نے سوسائیٹی کے سرپنچوں اور دیگر ممبروں کے ساتھ آئندہ پروگرام پر تبادلہ خیال کیا۔ موصوف نے سوسائیٹی کے ذریعے ابھی تک ہونے والی ترقی کے بارے میں اپنی خوشی اور توقع ظاہر کی کہ مستقبل میں ممبران سوسائیٹی تعلیم بالغان اور دیگر اصلاحی کاموں میں بھی دلچسپی لیں گے۔

یوپی پولیس کوآپریٹو سوسائیٹیاں

یوپی کے مختلف اضلاع میں کام کرنے والی موجودہ پولیس کوآپریٹو سوسائیٹیوں کے کاموں کی تحقیقات اور ان کی ترقی کے طریقے بتلانے کے لئے حکومت کی طرف سے ایک کمیٹی مقرر کی گئی ہے۔

اس کمیٹی میں یہ اصحاب رکھے گئے ہیں۔ ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس یوپی (صدر) ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس، ایک محکمہ امداد باہمی کے افسر، سب آرڈینیٹ پولیس ایسوسی ایشن کے دو نمائندے اور انسپکٹر جنرل آف پولیس کے ایڈیشنل پرسنل اسسٹنٹ (سکریٹری) اس کمیٹی میں کام کرنے کے لئے شری ایل۔ این چترویدی، اسسٹنٹ رجسٹرار آگرہ، رجسٹرار کی طرف سے نامزد ہوئے ہیں۔

حضور گورنر کا ریواں کوآپریٹو سوسائیٹی کا معائنہ

ہز ایکسیلینسی گورنر صاحب یوپی نے حال ہی میں ریواں کواپریٹو سوسائیٹی ضلع جھانسی کا معائنہ فرمایا۔ ہز ایکسیلنسی نے کارکنان امداد باہمی سے سوسائیٹیوں کی کارروائی کے سلسلے میں کئی سوال کئے۔ آپ یہ سنکر مسرور ہوئے کہ اگرچہ یہ سوسائیٹی نئی ہے پھر بھی یہ اپنے اصلاحی کاموں سے کثیر تعداد میں لوگوں کو فائدہ پہنچا رہی ہے۔

گاؤں سدھار انسپکٹروں کو امداد باہمی کی ٹریننگ

افسران محکمہ امداد باہمی کی لکھنو میں جو کانفرنس ہوئی تھی اس میں یہ طے ہوا تھا کہ اسسٹنٹ رجسٹرار گاؤں سدھار انسپکٹروں کو آمدن وخرچ کا معائنہ اور کوآپریٹو کاموں کے لئے تھوڑے دنوں کی ٹریننگ دینے کا مقامی انتظام کریں۔ اسلئے اسسٹنٹ رجسٹرار بریلی نے مختلف اضلاع کے گاؤں سدھار انسپکٹروں کا ایک ٹریننگ کلاس ۱۵ر جولائی سے ۲۹ر جولائی تک جاری رکھا۔ کوآپریٹو اصولوں اور اعمال، کوآپریٹو ایکٹ اور قاعدے، کوآپریٹو حساب اور محکمہ امداد باہمی کے انسپکٹروں کے ذریعے آمد وخرچ کے معائنوں پر لیکچر کرائے گئے۔ گاؤں سدھار انسپکٹروں کے ذریعے آمدن وخرچ کا کرانے کے لئے پورے پورے دن خرچ کئے گئے۔ آخری روز گاؤں سدھار انسپکٹروں سے کہا گیا کہ اُنھوں نے ٹریننگ کلاس میں جو باتیں سیکھی ہیں انھیں وہ اختصار کے ساتھ نوٹ کرلیں۔

یوپی میں تحریک امداد باہمی کی تحقیقاتی کمیٹی۔

یوپی میں تقریباً ۵ سال سے تحریک امداد باہمی جاری ہے۔ مختلف قوانین اور اصلاحی اسکیمیں بن جانے سے نئے موقع حاصل ہوئے ہیں اس لئے بجنور کی سنہ ۳۹ء کی صوبہ کوآپریٹو کانفرنس میں ایک تجویز منظور ہوئی کہ یوپی کی کوآپریٹو یونین کی ورکنگ کمیٹی ایسے ممبروں کی مدد سے جنھیں یہ رکھنا چاہیے تحریک کی موجودہ حالت کا معائنہ کرے اور اس کی ترقی کے لئے سفارش کرے۔ ورکنگ کمیٹی نے حسب ذیل سوال نامہ تیار کیا ہے اور وہ جلد ہی اس صوبے کے مشہور کوآپریٹو سنٹروں میں لوگوں کی رائے معلوم کرنے کے لئے جلسے کریگی۔

سوال نامہ

(الف) توسیع واصلاح

۱۔ کیا تحریک امداد باہمی کی جڑ یوپی میں جم گئی ہے؟ اس نے عام طور پر یا کسی خاص بات میں اب تک کس حد تک کامیابی حاصل کی ہے۔ اگر طریقہ کار ٹھیک نہیں تھا یا سست تھا تو آپ کے خیال میں اس کا کیا سبب ہے؟ تحریک کے کاموں کی اصلاح اور ان کی ترقی کے لئے آپ کون سی تدبیریں بتائیں گے؟

(ب) انتظام

۲۔ کیا آپ تحریک کے موجودہ انتظام سے مطمئن ہیں؟ اگر نہیں تو آپ کن تبدیلیوں کی رائے دیں گے اور کیوں؟

۳۔ کیا پچھلے کچھ برسوں کے واقعات اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ تحریک پر جو سرکاری کنٹرول ہے وہ ڈھیلا کردیا جائے۔

۴۔ جہاں تک سرکاری اور غیر سرکاری لوگوں کا تعلق ہے آپ ان کے باہمی تعلقات کو بہتر طور پر چلانے کے لئے کیا رائے پیش کرنی چاہتے ہیں؟

(ج) آمد وخرچ کا محاسبہ

۵۔ (الف) کیا موجودہ آمد وخرچ کے محاسبے کے طریقے

سے آپ کو اتفاق ہے؟ اگر نہیں تو آپ کن تبدیلیوں کی رائے دیں گے اور کیوں؟

(ب) کیا آپ سوچتے ہیں کہ کوآپریٹو سوسائٹیوں کی آمد و خرچ کا محاسبہ یو پی کوآپریٹو یونین کو سونپ دینے سے فائدہ ہو سکے گا؟

(ج) کیا آپ یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ آمدنی و خرچ کا محاسبہ کرنے والوں کا ایک آزاد طبقہ براہ راست رجسٹرار محکمہ امداد باہمی کی نگرانی میں بنایا جائے؟

۶۔ کیا آپ آمد و خرچ کا محاسبہ کرنے کے لئے مقرر کی ہوئی موجودہ فیس منصفانہ سمجھتے ہیں۔ اگر فیس انصاف پر مبنی نہیں ہے تو آپ کتنی فیس رکھنا مناسب سمجھتے ہیں۔

(د) تعلیم

۷۔ (الف) کیا آپ اس بات سے مطمئن ہیں کہ امداد باہمی اصول ٹھیک طور سے سمجھے اور پسند کئے جاتے ہیں؟ خاص طور سے طلبا اور تنخواہ پانے والے لوگوں سے زیادہ موثر اپیل کرنے کے لئے آپ کون سے طریقے اپنانے کی رائے دیں گے؟ اشاعت کو زیادہ موثر بنانے کے لئے آپ کون سا خاص انتظام کریں گے؟

(ب) کیا پرتاب گڈھ انسٹی ٹیوٹ کے فیلڈ اسٹاف کی ٹریننگ کے بارے میں کوئی اصلاح ضروری ہے؟ کیا آپ اسے بڑھا کر ایک کوآپریٹو کالج بنا کر تحریک میں دلچسپی لینے والے سرکاری اور غیر سرکاری آنریری کارکنوں کی ٹریننگ اور تعلیم کا انتظام کرنا چاہتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو کیا آپ مہربانی فرما کر اپنی اسکیم کے ضروری پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے۔

۸۔ کیا سپروائزروں، آڈیٹروں اور انسپکٹروں کی بھرتی اور ٹریننگ کے طریقے میں تبدیلی ہونی ضروری ہے؟ بینک کے ایکاؤنٹنٹوں کی قابلیت بڑھانے کے لئے کس قسم کی بھرتی کرنے یا کورس رکھنے کی رائے دیں گے؟

(ہ) زمین رہن سوسائٹیاں

۹۔ آپ کے خیال سے اس صوبے میں زمین رہن سوسائٹیوں کے دھیرے دھیرے بڑھنے کا کیا سبب ہے؟

۱۰۔ اگر زمین پر قبضہ کی موجودہ میعاد روکاوٹ بن رہی ہے تو اسکے لئے آپ کن ترمیموں کو پیش کرنا چاہتے ہیں؟

۱۱۔ کیا آپ ان سوسائٹیوں کو ادائیگی قرض کی اسکیموں سے ملانا چاہتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو کیوں؟

(و) سنٹرل بینک

۱۲۔ کیا سنٹرل بینکوں کے ڈائرکٹر بینکوں اور ان کے ماتحت کام کرنے والی سوسائٹیوں میں کافی دلچسپی لیتے ہیں؟ اگر نہیں تو ان کی دلچسپی بڑھانے کے لئے آپ کیا رائے دیتے ہیں؟

۱۳۔ کیا ریزرو فنڈ کے فائدے کا سائنٹفک استعمال چوتھائی سے ایک تہائی کر دیا جائے؟

۱۴۔ جمع شدہ رقم کا کون سا فیصدی حصہ جاری سرمائے کی شکل میں رکھیں؟

۱۵۔ کیا سنٹرل بینکوں کو یہ اختیار ملنا چاہئے کہ وہ ایسا قرض جو ممبروں نے سوسائٹیوں سے لیا ہے پنچ کے فیصلے کے لئے پیش کریں؟

۱۶۔ کیا آپ اس بات کی سفارش کرتے ہیں کہ سنٹرل بینک ممبروں اور غیر ممبروں کے ساتھ فاضل صورت میں کاروبار کرے۔ جیسے پیداوار، سونا، زیورات وغیرہ کی ضمانت پر روپیہ ادھار دینا؟

۱۷۔ کوآپریٹو بینکوں کا لین دین بڑھانے کے لئے کیا طریقے کام میں لانے چاہئیں؟ یہ بینک کن تجارتی طریقوں کو کام میں لا کر فائدہ اُٹھا سکتے ہیں؟

(ز) کفایت شعاری کی سوسائٹیاں

۱۸۔ کیا آپ یہ تسلیم کریں گے کہ جب تک کفایت شعاری کی عادت نہ پڑ جائے قرض دینا اطمینان بخش اور مناسب نہیں ہے؟

۱۹۔ اس خیال سے کیا آپ اس انتظام کے حق میں رہیں گے کہ کفایت شعاری اور قرض کی ہر ایک سوسائٹی ضروری کفایت شعاری کی اسکیم جاری کر دے؟

۲۰۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ تنخواہ والے ملازموں کی کوئی بھی ایسی سوسائٹی رجسٹرڈ نہ کی جائے جس نے کفایت شعاری کا انتظام نہیں کیا ہے؟

۲۱۔ سوسائٹی کی طرف ایسے ممبروں کو متوجہ کرنے کے لئے آپ کون سے طریقے بتلائیں گے جو صرف اپنی پسماندہ آمدنی جمع کرنا چاہتے ہوں؟

۲۲۔ قسم کی شکل میں کفایت شعاری کرنے کا کیا آپ کوئی طریقہ بتلا سکتے ہیں؟

۲۳۔ بچوں میں کفایت شعاری شروع کرانے کے لئے آپ کون سا طریقہ بتلائیں گے؟

(ح) زراعتی قرضہ سوسائٹیاں

۲۴۔ موجودہ حالات میں اور قرضہ کا قانون بن جانے سے کیا قرضہ سوسائٹیاں کچھ حد تک وہ کاروبار کر سکتی ہیں جو پہلے مہاجن کیا کرتے تھے؟

۲۵۔ کیا کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ممبر کوآپریٹو قرضہ کی ادائیگی کے بارے میں زیادہ اخلاقی فرض سمجھنے لگے ہیں؟

۲۶۔ بچوں کے قرض کو اپنے قبضے میں لانے سے روکنے کے لئے کوآپریٹو سوسائٹیوں کو کیا رکاوٹ لگانی چاہئے۔

۲۷۔ کیا سب سے زیادہ اور معمولی قرض کے حساب لگانے کے موجودہ طریقوں میں اصلاح کی جا سکتی ہے؟ اگر ہاں تو آپ کی رائے میں کون کون سی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے؟

۲۸۔ کیا ضمانت لے لینے سے اُدھار دی ہوئی رقم محفوظ ہو جاتی ہے؟ اگر نہیں تو آپ کس قسم کی اصلاح یا تبدیلی کی رائے دیں گے؟

۲۹۔ کیا آپ قسط کی شکل میں قرضہ ادا کرنے کی سہولتیں بڑھانے کی سفارش کریں گے؟ اگر ہاں تو کیوں کر؟

۳۰۔ ممبروں کے وصول نہ ہونے والے قرض کا حساب کرنے کے لئے کیا آپ ایسا کوئی طریقہ بتا سکیں گے جس میں غلطیاں ہونے کا کم امکان ہو؟

۳۱ - ممبروں کو بہت پرانے باقی قرض کیلئے آپ کس قسم کی کارروائی کرنیکی رائے دینگے ؟ کیا آپ کی کوئی ایسی اسکیم ہے جس سے قرضہ کا یقینی بھگتان ہو جائے اور ساتھ ہی آئندہ بل قسم کا قرض اکٹھا ہونا روکا جا سکے ؟

۳۲ - کیا قرضہ قانون بن جانے یا اس کے بننے کے امکان سے وصولیابی زیادہ مشکل ہو رہی ہے ؟ اگر ایسا ہے تو کیا آپ اس بات کی سفارش کرتے ہیں کہ کوآپریٹو سوسائٹیاں ایسے قانون سے بری کر دی جائیں ؟

۳۳ - کیا زراعتی قرضہ سوسائٹی کی غیر محدود ذمہ داری ہونے سے قرض دینے والوں کی واقعی حفاظت ہو سکتی ہے ؟ کیا آپکا خیال ہے کہ ایسا ہونے سے وہ ممبر اندر نہ آسکیں گے جو قرض نہیں لینا چاہتے بلکہ اپنی بچت جمع کرنا چاہتے ہیں۔

۳۴ - کیا آپ محدود ذمہ داری کی سوسائٹیوں کے رجسٹرڈ ہو جانے کے حق میں ہیں ؟

۳۵ - آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ دس سال یا اتنے ہی عرصے میں حصہ واپس کر دینے کے قابل ہو جانا چاہئے ؟

(ط) کوآپریٹو فروخت

۳۶ - ممبروں کی پیداوار کی کوآپریٹو فروخت کی ترقی یا اصلاح کے لئے کیا آپ کوئی سادہ لیکن موثر اسکیم پیش کر سکتے ہیں ؟

(ی) کثیر المقاصد سوسائٹیاں

۳۷ - کیا آپ کثیر المقاصد کوآپریٹو سوسائٹیوں کے قائم کرنے کے حق میں ہیں ؟ اگر ہاں تو انھیں کیا مختلف مقاصد رکھنے چاہئیں یا انھیں کس حلقے میں کام کرنا چاہئے۔

(ک) صنعتی سوسائٹیاں

۳۸ - شہری صنعتی سوسائٹیوں اور کوآپریٹو اسٹوروں کی اصلاح اور انکی ترقی کے لئے آپ کی کیا تجویز ہے ؟

۳۹ - صنعتی سوسائٹیوں کی کارروائی یا تحریک کے اس پہلو کی ترقی کے بارے میں آپ کو کوئی تجویز پیش کرنی ہے ؟

(ل) پنچایت کے ذریعے فیصلہ کرنیوالی سوسائٹیاں

۴۰ - جبکہ حکومت کیطرف سے پنچایتیں بنانے کی تجویز پیش ہوئی ہے فیصلہ کرنیوالی سوسائٹیوں کی کیا گنجائش ہے ؟

۴۱ - کیا آپ پنچایت کے نمونے پر فیصلہ کی سوسائٹیاں قائم کرنیکے حق میں ہیں ؟

(م) کوآپریٹو اسٹور

۴۲ - آپکے تجربے کے مطابق عام لوگوں کی کوآپریٹو سوسائٹیاں چلانے میں کون سی دقتیں پیش آتی ہیں اور وہ کس طرح دور کی جا سکتی ہیں ؟ ان سوسائٹیوں کو کسانوں کی سوسائٹیوں سے ملانے کا سب سے اچھا کون سا طریقہ ہے ؟

(ن) گھر بنانیکی سوسائٹیاں

۴۳ - گھر بنانے کی سوسائٹیاں قائم کرنے اور ان کا مالی انتظام کرنے میں آپ کے خیال سے کون کون سی دشواریاں ہیں ؟

(ص) عورتوں میں امداد باہمی

۴۴ - عورتوں میں تحریک امداد باہمی کو مقبول بنانے کے لئے کن طریقوں کو اپنانے کی آپ رائے دینگے ؟

(ع) چک بندی

۴۵ - (الف) چکبندی قانون بن جانے پر کارکنان امداد باہمی چکبندی بڑھانے پر کس طرح کام میں لائے جا سکتے ہیں۔

(ب) کیا پنچایت کے نمونے پر چکبندی کا کام جاری کیا جائے یعنی ایک طرف قانون کے مطابق چکبندی افسر کے ذریعے چکبندی ہو اور دوسری طرف کوآپریٹو چکبندی کے ملازموں کے ذریعے اسکے لئے سوسائٹیاں بنائی جائیں ؟

(ف) یو پی - کوآپریٹو یونین

۴۶ - یو پی کوآپریٹو یونین کی کارروائی کی اصلاح کیلئے کیا آپ کوئی تجویز پیش کر سکتے ہیں ؟

۴۷ - صوبہ کوآپریٹو یونین نے کہاں تک سوسائٹیوں کی کارروائی کی اصلاح کر دی ہے یا ممبروں کا نقطۂ نظر بدل دیا ہے ؟ یونین کو زیادہ فائدہ بخش جماعت کیلئے آپ کو کیا تجویز پیش کرنی ہے ؟

(س) [illegible] باتیں

۴۸ - آپکے خیال کے مطابق [illegible] بینک کو [illegible] کے ایکٹ ۲، سیکشن ۷، اکی دفعات میں دی جانے والی سہولتوں کے علاوہ اور کون سی سہولتیں دینی چاہئیں ؟

۴۹ - کیا آپ لیکویڈیشن میں آئی ہوئی سوسائٹیوں کے [illegible] کے طریقوں میں کچھ تبدیلی چاہتے ہیں ؟

۵۰ - کیا اسکے لئے قانون بننا ضروری ہے جس سے سوسائٹی کے کام کرتے وقت یا اسکے لیکویڈیشن میں جانے پر کوئی ممبر سوسائٹی کے قبضے کو دور کرنے کے لئے اپنی جائیداد دوسرے کے نام نہ لکھدے ؟

۵۱ - کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ یا قاعدوں میں چھوٹی تبدیلیوں کے علاوہ آپ کوئی بڑی تبدیلی کرنیکی رائے دیتے ہیں جس سے کل تحریک کی کارروائی سدھر جائے ؟

۵۲ - آپکے خیال سے آپکے صوبے میں سوسائٹیوں کے ممبروں کی اوسط تعداد کم ہونے کا کیا سبب ہے ؟ اس برائی کے دور کرنیکے لئے آپکے خیال سے کیا تدبیر ہونی چاہئے ؟

۵۳ - اس صوبے میں جانچنے یا آمد و خرچ کے محاسبہ کے جو طریقے استعمال کئے جا رہے ہیں انکے سلسلے میں کیا آپکو کوئی انقلابی رائے دینی ہے ؟

۵۴ - سرکاری افسروں اور دوسرے لوگوں کے ذریعے محاسبے کے موجودہ طریقے میں آپ کیا اصلاح چاہتے ہیں ؟

۵۵ - فیلڈ اسٹاف کیلئے جیسے آدمی بھرتی کئے جاتے ہیں کیا آپ اُن سے مطمئن ہیں ؟ اگر نہیں تو سدھار کیلئے آپ کیا رائے دینگے ؟

۵۶ - حکومت کے گاؤں سدھار پروگرام کی امداد کیلئے تحریک امداد باہمی کو کیا کرنا چاہئے۔

۵۷ - کیا آپ آنریری اور غیر سرکاری کارکنوں سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں ؟ اگر نہیں تو زیادہ سے زیادہ انکی امداد حاصل کرنیکے لئے آپ کیا طریقہ بتانا چاہتے ہیں ؟

۵۸ - کیا ایک ایڈوائزری بورڈ کا قیام ضروری ہے جسکا یہ فرض ہوگا کہ وہ رجسٹرار کو سبھی ضروری اسکیموں اور پالیسی کے متعلق مسائل پر رائے دیگا ؟ آپ کسطرح اس قسم کا بورڈ بنائیں گے ؟

۵۹ - اپنی آمدنی بڑھانے کیلئے کسان یا کاریگر کن گھریلو صنعتوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں ؟

۶۰ - سماجی اصلاح جیسے نظر انداز کئے جانیوالے کام سوسائٹیوں میں دلچسپی پیدا کرنے کیلئے آپ کون سے طریقے کام میں لانے کی رائے دیں گے ؟

کام کی کتابیں



علم آزادی اور ترقی، جہل غلامی اور پستی لازم ملزوم چیزیں ہیں کوئی ملک صحیح معنوں میں اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک کہ عوام میں اپنے حقوق اور ذمہ داریوں کا احساس نہ پیدا ہو۔ احساس کوشش کیلئے آمادہ کرتا ہے اور کوشش حصول مدعا کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ ہندوستان کی موجودہ پستی کی جہاں اور متعدد وجہیں ہیں ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں تعلیم کی بہت کمی ہے، عوام دوسرے ممالک کے حالات کو نہ جانتے ہیں اور نہ معلوم کر سکتے ہیں چنانچہ جس حالت میں بھی ہیں قناعت کر رہے ہیں ان کو اس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ انکی حالت ضرورت سے زیادہ خراب ہے اور یہ خرابی انکی کوششوں سے دور ہو سکتی ہے۔ اگر وہ اپنی حالت کا موازنہ دوسرے ملکوں سے کریں تو انکو صاف نظر آئیگا کہ وہ کس پستی میں پڑے ہوئے ہیں اور دوسرے ممالک اس پستی سے کیونکر باہر نکلے ہیں۔ چنانچہ ضرورت ہے کہ عوام الناس کو کم از کم اسقدر تعلیم سے روشناس کر دیا جائے کہ اگر وہ غیر ممالک کے حالات غیر ملکی زبان میں نہ پڑھ سکیں تو اپنی ہی قومی زبان میں تو پڑھ سکیں جسقدر کہ مختلف کتب رسائل اور تقاریر کے ذریعہ ہماری زبان میں آچکا ہے۔

یہ احساس اب عام ہو گیا ہے کہ ہمارا اصول تعلیم غلط ہے اور اسمیں اصلاح کی ضرورت ہے یہ بھی عام طور سے معلوم ہے کہ اس اصول میں دونوں قسم کی غلطیاں ہیں یعنی اول تو طریقہ تعلیم اسقدر مشکل ہے مبتدیوں کو بلا سمجھے بوجھے رٹ رٹ کر پڑھنا پڑتا ہے اور اسمیں سمجھ کی بجائے حافظہ سے زیادہ مدد لینی ہوتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کمزور حافظہ کے لڑکے یا وہ بالغ مبتدی جنکا حافظہ لازماً کمزور ہو چکا ہوتا ہے کند ذہن مشہور ہو کر بے فیض رہ جاتے ہیں اور تعلیم کو انتہائی مشکل چیز سمجھکر اس سے بد دل ہو جاتے ہیں۔ دوئم مضامین درس بھی غلط ہیں۔ پڑھ لکھکر فاضل ہو جانے اور سند اور ڈگری پا لینے کے باوجود سوائے ملازمت کے اور کسی کام کی لیاقت نہیں آتی۔

چنانچہ عام طور پر محسوس کیا جا رہا ہے کہ ہمارے اصول تعلیم میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ اکثر ہمدردان قوم نے نئی نئی تجویزیں بھی پیش کی ہیں چنانچہ درسیات کی اصلاح کی متعدد سکیمیں زیر عمل ہیں اور جامعہ ملیہ مستحق مبارکباد ہے کہ اس کام میں اسکا حصہ تمام دیگر اداروں سے بہت زیادہ ہے۔

طریقہ تعلیم کی اصلاح میں بھی پہلا قدم جامعہ ملیہ ہی نے اٹھایا ہے ابتدائی تعلیم کو آسان اور دلچسپ بنانیکے لئے متعدد ذرائع اختیار کئے گئے ہیں چنانچہ اسکے متعلق متعدد ابتدائی قاعدے اور کتابیں شائع ہوئی ہیں عام اصول یہ رکھا گیا ہے حافظہ پر زور دینے کے بجائے سننے سمجھنے اور دیکھنے کی قوت سے مدد لی جائے۔ رٹکر یاد کرنے کے اصول کو ترک کر دیا جائے اور اسکے بدلے دیکھکر معلوم کرنیکی کوشش کیجائے۔ الف سے یا تک حروف رٹوا کر پھر سب، نج بد کے بے معنی اور غیر دلچسپ میلوں کو یاد کرانیکے بدلے حرفوں کی محض آواز کو تصویروں کے ذریعے واضح کیا جائے اور پھر لب، جب، تج وغیرہ کے بامعنی اور دلچسپ جملے بنائے جائیں تاکہ پڑھنے والا محسوس کرے کہ وہ کچھ پڑھ رہا ہے۔ آگے چلکر دلچسپ کہانیوں کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے جہاں ایک لفظ دوسرے آئندہ الفاظ کا خود ہی اشارہ دیتا ہے۔

اس سلسلے کی چند کتابیں ہمارے پاس تبصرے کیلئے آئی ہیں جن پر ہم اختصار کے ساتھ اظہار رائے کرتے ہیں۔

حرفہ کا قاعدہ۔ اسمیں تکلی، پونی، کپاس، تاگا وغیرہ کی تصویروں سے الفاظ بتلائے گئے ہیں، مگر تصاویر صاف نہیں ہیں اور مبتدیوں کے انکا پہچاننا آسان نہیں ہے۔ امید ہے کہ آئندہ اشاعت میں ان تصویروں کو زیادہ صاف کرنیکی کوشش کیجائیگی۔

نیا قاعدہ۔ اسمیں تصویر کے ذریعے لفظ اور لفظ کے ذریعہ حرف پہچاننا بتایا گیا ہے۔ حرفوں کے نام نہیں بلکہ محض انکی آواز سے روشناس کرایا گیا ہے۔ ایک خاص اصول یہ رکھا گیا ہے کہ "ت" سے تاج نہیں بلکہ "تاج" کی تصویر سے "ج" کی آواز بتلائی گئی ہے۔ اسکی طباعت نہایت صاف ہے اور تصویریں بھی واضح ہیں۔

آسان قاعدہ۔ اسمیں بنیادی حرفہ کے ذریعہ ہندی اصول پر حرف پہچنوائے گئے ہیں مثلاً سانڈ کی تصویر دکھلا کر سانڈ کا لفظ کہلایا گیا ہے اور پھر اسکے آخری حرف "ڈ" پر زور دیا گیا ہے۔ طباعت صاف ہے مگر تصاویر صاف نہیں ہیں ضرورت ہے کہ آئندہ اشاعت میں انھیں بھی سنوارا جائے۔

اسکے علاوہ بالغ مبتدیوں کیلئے ایک سلسلہ تعلیم و ترقی قائم کیا گیا ہے جسمیں ایک قاعدہ اور چودہ رسالے لکھے جا چکے ہیں ہر رسالے کی قیمت ار ہے۔

اُردو پڑھنے کا قاعدہ۔ اسمیں پرانے اصول کے مطابق "ب" سے بطخ اور "ج" سے جہاز کی تصویریں دکھلائی گئی ہیں۔ پھر ہر حرف کی مختلف شکلیں پہچنوائی گئی ہیں اور دوسرے سبق میں اب، اتب، کب کے جملے شروع کر دئے گئے ہیں۔

نماز:- یہ سلسلہ تعلیم و ترقی کی قاعدہ کے بعد پہلی کتاب ہے اس میں نماز کا طریقہ اسکے معمولی مسائل اور ضروری صورتیں بتلائی گئی ہیں، مضمون کے لحاظ سے کتاب نہایت ضروری اور مفید ہے۔ مگر کتاب میں عربی کی تحریر اسقدر غیر واضح ہے کہ مبتدی، جسکو قاعدے میں عربی رسم الخط سے روشناس نہیں کرایا گیا ہے شاید ہی پڑھ سکے۔

حکایتیں حصہ اول و دوئم۔ ان دونوں کتابوں میں متعدد مشہور اور دلچسپ کہانیاں ہیں جو اپنی دلچسپی کی بنا پر مبتدی کے لئے نہایت مفید ہیں۔

حبیب خدا۔ اس میں پیغمبر اسلام صلعم کی مقدس زندگی کے حالات نہایت آسان اور دلچسپ زبان میں بیان کی گئی ہے

نظمیں۔ محمد شفیع صاحب نیر کی چھوٹی چھوٹی اور دلچسپ نظموں کا مجموعہ ہے اسمیں مذہبی اور قومی دونوں قسم کی نظمیں درج ہیں۔

میونسپلٹی۔ شیخ فضل الرحمن صاحب قدوائی ایم۔اے علیگ کی تصنیف ہے جسمیں میونسپلٹی کی ضرورت اسکے اصول اور قواعد کا مختصر ذکر ہے۔

صدیق اکبرؓ۔ اسمیں پیغمبر اسلام کے رفیق عزیز اور مسلمانوں کے خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے حالات، آپکی سادگی اور خدمت اسلام کا ذکر ہے۔ زبان نہایت آسان اور واقعات دلچسپ اور عبرت انگیز ہیں۔

خط و کتابت۔ اسمیں بالغ مبتدیوں کو اُردو خط و کتابت کے اصول سے آگاہ کیا گیا ہے۔

ضلع کا انتظام۔ اسمیں جناب شیخ فضل الرحمن قدوائی نے تفصیل کیساتھ بتایا ہے کہ ضلع کا انتظام کیسے ہوتا ہے۔

قومی گیت۔ یہ قومی گیتوں کا مجموعہ ہے اور سب نظمیں اچھی ہیں۔

غزلیں۔ یہ مشہور شعرا کی ۱۳ غزلوں کا مجموعہ ہے۔

ہمارا ہندوستان۔ اس رسالے میں ہندوستان کے متعلق سلیس اور دلچسپ انداز میں سبھی باتیں بتا دی گئی ہیں۔

امامی بھی پڑھنے لگے۔ اس رسالے میں ایک جاہل آدمی کے تعلیم کیطرف رجوع ہونیکا قصہ ہے اور بہت دلچسپ ہے۔

عمر فاروقؓ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مختصر سوانح حیات ہے مصنف الیاس احمد صاحب بھیسی ہیں۔

کھیتی باڑی

پھلوں ترکاریوں کو سڑنے سے بچانے اور انکو ڈبوں اور بوتلوں میں محفوظ رکھنے کی ٹریننگ۔

پھلوں اور ترکاریوں کو سڑنے سے بچانے اور انکو ڈبوں اور بوتلوں میں محفوظ رکھنے کیلئے مقررہ دنوں کی ٹریننگ دی جائے گی۔ یہ ٹریننگ مقررہ جگہوں پر تقریباً ۱۵ روز ہوگی جس میں مرد اور عورتیں داخل ہو سکتی ہیں۔ ٹریننگ کلاس حسب ذیل مقامات پر مندرجہ تاریخوں میں ہوں گے۔

نام جگہ	تاریخ
بجوال	۲۴ ستمبر سنہ ۶۱ء سے ۴ اکتوبر سنہ ۶۱ء تک
گورکھپور	۹ دسمبر سنہ ۶۱ء سے ۱۹ دسمبر سنہ ۶۱ء تک
آگرہ	۹ جنوری سنہ ۶۲ء سے ۱۸ جنوری سنہ ۶۲ء تک
لکھنؤ (صرف عورتوں کے لئے)	۳ فروری سنہ ۶۲ء سے ۱۷ فروری سنہ ۶۲ء تک

لکھنؤ میں دی جانے والی ٹریننگ میں صرف عورتیں شریک ہو سکیں گی۔ اس ٹریننگ میں خاص طور سے اچار چٹنی، مربہ اور جام وجیلی بنانا سکھایا جائے گا۔

ٹریننگ میں شریک ہونے والوں سے کورس شروع ہونے کے ساتھ ساتھ ۵ روپیہ فیس لی جائے گی۔ ٹریننگ کے امیدواروں کے لئے صرف تھوڑی انگریزی جاننے کی قید رکھی گئی ہے اس ٹریننگ میں شریک ہونے والوں کو مزید تفصیل کے لئے پراونشیل مارکٹنگ افسر یو پی لکھنؤ سے کورس شروع ہونے کے کم از کم ایک ماہ پہلے خط کتابت کر لی چاہئے۔

باغبانی کے لئے ضروری ہدایات

از جناب مسٹر آر. ڈی۔ فورڈم۔ ڈپٹی ڈائرکٹر باغات
یو پی سہارن پور

باغبانی شروع کرنے سے پہلے ایک باغبان کو کئی باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے ان کئی ضروری باتوں میں سے اس مضمون میں پھلوں کی باغبانی کے متعلق صرف دو ضروری باتوں کا بیان کیا جائیگا۔

باغبانی کے لئے یہ کام ایسے ضروری ہیں کہ ان کے بغیر باغبانی میں کامیابی نہیں حاصل ہو سکتی۔ ان میں سے اول بات تو پودوں کا انتخاب ہے اور دوئم زمین کا انتخاب ہے۔

۱۔ پودوں کا انتخاب

۱۔ پودے سب سے نزدیک کی کسی اعتباری نرسری سے کچھ زیادہ قیمت پر پودے خریدنا اچھا ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ پودے سستی قیمت پر کسی غیر معتبر نرسری سے خریدے جائیں۔

۲۔ یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ باغ لگانے والے زیادہ تر بڑے اور پرانے درخت خریدتے ہیں کیونکہ ان کا یہ خیال رہتا ہے کہ بڑے پودے چھوٹے پودوں کی بہ نسبت جلد پھل دیں گے اور ان کے بیچنے سے جلد آمدنی ہونے لگے گی لیکن ان کا یہ خیال کرنا سراسر غلط ہے۔ یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ عام طور سے ایک سال کے پودے سب سے اچھے ثابت ہوتے ہیں۔ محض پودوں کی عمر ہی پر خیال نہ کرنا چاہئے بلکہ پودوں کا تندرست۔ چاروں طرف سے برابر جھاڑ دار اور بیماریوں سے پاک وصاف ہونا بھی ضروری ہے۔ لمبے تنے والے یا ایک طرف گنجان شاخ والے پودوں کو ہرگز نہ خریدنا چاہیے۔

۳۔ جب کبھی پودے کسی دور دراز جگہ سے خریدے جائیں تو اس کی زمین وآب وہوا اور پودے پر اثر کرنے والی دیگر چیزوں کا مقابلہ اپنے یہاں کے باغ سے کر لینا چاہئے۔ یہ کبھی نہ سمجھنا چاہئے کہ اگر کسی قسم کا پھل ایک جگہ کامیاب ہوتا ہے تو وہ دوسری جگہ بھی اسی طرح کامیاب ہوگا۔ کیونکہ اس بات کا اندیشہ برابر رہ سکتا ہے کہ اس جگہ کی آب وہوا زمین اور دیگر حالتیں جہاں پودے لگائے جانے والے ہیں۔ ان پودوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوں۔ باغ میں ایسے پھل لگانے چاہئیں جو وہاں پر اچھی طرح پھل دے سکیں اور درختوں میں اچھی طرح فصل آتی رہے تاکہ ہر سال ان سے مالی فائدہ حاصل ہو۔ پودے کی قسم کا پتہ مقامی باغبانوں اور دوسرے فن باغبانی کے ماہروں کے ذریعہ لگ سکتا ہے۔

۴۔ ہر ایک باغبان کو قسموں کا انتخاب کرتے وقت اپنے باغ لگانے کے مقصد کو خیال میں رکھنا چاہئے۔ قسموں کا انتخاب باغ لگانے کے مقصد کے موافق مختلف ہوتا ہے باغ پھل کھانے کے لئے لگایا جا رہا ہے یا تجارت کے لئے۔ پہلی قسم کے باغ کے لئے بہت سی قسموں کا انتخاب کیا جا سکتا ہے مگر دوسری قسم کے لئے انتخاب چند ہی قسموں تک محدود رکھنا پڑے گا۔ تجارتی باغ لگانے والوں کو کچھ چند قسموں تک ہی اپنا انتخاب محدود کرنا چاہئے ورنہ ناکامیابی ہوتی ہے

۵۔ پودوں کو خریدتے وقت اسٹاک (وہ درخت جس میں چشمہ باندھا گیا تھا) کی جانچ بخوبی کر لینی چاہئے۔ کچھ اسٹاک مضبوط ہوتے ہیں اور ان میں سوکھا برداشت کرنے اور بیماریوں سے محفوظ رہنے کی طاقت ہوتی ہے۔ کچھ بہت زیادہ جاذب دار ہوتے ہیں اور کچھ کے اسٹاک پر قلم کی بندش کرو

رہتی ہے۔ مذکورہ بالا باتوں کا خیال رکھتے ہوئے ہر ایک باغبان کو ایسی قلمیں خریدنی چاہئیں جنکا اسٹاک اچھا ہو۔

اسٹاک کے بارے میں دوسری خیال رکھنے کے قابل بات زمین کے موزوں ہونے کی ہے۔ کسی پودے کے لئے زمین کا موزوں ہونا اُس اسٹاک پر منحصر ہوتا ہے جس پر چشمہ تیار کیا جاتا ہے۔ مثال کے لئے یہاں آڑو لیجاتی ہے۔ اس کا چشمہ آڑو۔ بیر اور خوبانی وغیرہ پر لیا جاسکتا ہے آڑو گرم ملوی زمین میں زیادہ پھولتا اور پھلتا ہے اور بیر نم دومٹ زمین میں۔ اس لئے ہلکی ریتیلی زمین میں لگانے کے لئے آڑو کی قلمیں آڑو کے اسٹاک پر تیار کی ہوئی ہونی چاہئیں اور دومٹ میں لگانے کے لئے بیر پر تیار کی ہوئی آ؟ وی قلمیں ہونی چاہئیں۔

۶- زمین سے ۹ سے ۱۲ انچ تک کی بلندی پر چشمہ یا قلم باندھنی چاہئے ایسی قلموں کو جن کی بندش اس سے کم یا زیادہ بلندی پر ہوئی ہو ہرگز نہ خریدنا چاہئے۔

۷- یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کچھ پودے بڑھتے خوب ہیں لیکن اُن میں پھل نہیں آتا کیونکہ وہ ایسے اسٹاک سے تیار کئے جاتے ہیں جو خود پھل نہیں دیتے قلم خریدتے وقت اس بات کا بخوبی یقین کر لینا چاہئے۔ کہ بکنے کے لئے تیار کی ہوئی قلمیں ایسے درختوں سے تیار کی گئی تھیں جو کافی پھل دیتے تھے۔

۲- زمین کا انتخاب

۱- باغ کے لئے مناسب زمین کا انتخاب بھی کبھی کبھی اُس اسٹاک پر منحصر ہوتا ہے جس پر قلمیں لیجاتی ہیں (جیساکہ اوپر پودوں کے انتخاب کے بارے میں لکھا گیا ہے)۔

۲- زرخیز زمین کمزور زمین سے کہیں اچھی ہوتی ہے۔ لیکن یہ خیال غلط ہے کہ چونکہ زمین خراب ہے اسلئے اُس پر پھلوں کی کاشت نہ کرنی چاہئے۔ خراب زمین بہت سے طریقوں سے زرخیز بنائی جاسکتی ہے اور آسانی کے ساتھ باغبانی کے لئے استعمال کیجاسکتی ہے۔ ایسی زمینوں پر اسی وقت باغبانی شروع کرنی چاہئے جبکہ بازار اور سینچائی کی سہولتیں ہوں اور آب وہوا موافق ہو کمزور زمین۔ گوبر کی کھاد۔ بناوٹی کھاد اور ہری کھاد دیکر زرخیز بنائی جاسکتی ہے اس طرح دومٹ اور ہلکی دومٹ زمینوں کی خرابیاں بھی ہیومس (پتوں کی کھاد) اور چونے کے استعمال سے دور کیجاسکتی ہیں۔

۳- اونچی پانی کی سطح والی یا پانی میں ڈوبی رہنے والی زمین بھی پودوں کے لئے نقصان دہ ہوتی ہیں۔ پہلی حالت میں پودے کچھ سالوں تک تو اچھے بڑھتے ہیں۔ لیکن بعد میں جب درختوں کی جڑیں پانی کی تہہ تک پہنچتی ہیں۔ تو وہ خشک ہو جاتے ہیں دوسری صورت میں سورج کی گرمی نہ پانے کے باعث جڑیں پودوں میں باڑھ نہیں پیدا کرسکتیں۔

اُتھلی زمینوں میں باغبان زیادہ گہرائی تک نہ جانیوالی جڑوں والے پودوں کو لگاسکتا ہے بشرطیکہ اور دوسری باتیں جیسے آب وہوا بازار کی سہولتیں وغیرہ مفید ہوں۔ ایسی حالت میں کھاد دیکر زمین زرخیز بنانا چاہئے اور زمین میں زیادہ پانی نہ بھرنا چاہئے ہلکا اور کئی مرتبہ تھوڑا تھوڑا پانی دیتے رہنا چاہئے۔

۴- ہر ایک باغبان کو زمین کے نیچے کی تہوں کا حال جاننا ضروری ہے درحقیقت زمین کے نیچے کی تہوں کی حالت جاننا اوپری تہوں کی حالت جاننے کی بہ نسبت زیادہ ضروری ہے۔ زراعتی فصلوں پر زمین کی اوپری سطح کا زیادہ اثر پڑتا ہے لیکن پھلدار درختوں کے لئے ایسا بالکل نہیں ہوتا کیونکہ ان کی جڑیں کہیں زیادہ گہرائی تک نیچے جاتی ہیں۔ اگر زمین کے نیچے کی تہ خراب ہوتی ہے تو درخت تھوڑے دنوں تک تو اچھی طرح بڑھتا اوگتا ہے لیکن جیوں ہی جڑیں ان خراب تہوں تک پہنچتی ہے۔ درخت مرجھانے لگتے ہیں۔ اس لئے باغبانی کے لئے گہرائی تک زمین کی جانچ کرنا ضروری ہے۔

نومبر دسمبر میں پت جھڑ کرنیوالے پیڑوں کے لگانے کی ترکیب

از جناب مسٹر آر۔ ڈی فورڈم ڈپٹی ڈائرکٹر حلقہ باغات سہارن پور

پیڑوں کو نرسری سے ہٹانے کے وقت سے لے کر جب تک وہ اچھی طرح کھیت میں پختہ طور پر لگا نہ دیے جاویں دھوپ اور ہوا سے بچانا ضروری ہے

جب پیڑوں کو ایک جگہ سے نکال کر دوسری جگہ لگانا ہو اُن کی جڑوں کو گیلی مٹی سے اچھی طرح ڈھکے رکھنا چاہئے اور انکو ایسے وقت زمین سے نکالنا چاہئے کہ دوسری جگہ فوراً ہی لگا دیے جاویں۔ پیڑ رکھنے کے لئے جو گڈھا کھودا جاوے وہ اتنا بڑا ہو کہ اس میں جڑیں اچھی طرح چاروں طرف پھیل جائیں پیڑ کی جڑیں بڑی ہونے کی وجہ سے گڈھا بڑا بنانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ لگاتے وقت اس کی جڑوں کو کاٹ چھانٹ دینا چاہئے۔

کٹی۔ سڑی یا مری ہوئی جڑوں کو کاٹ کر صرف اچھی اچھی جڑیں ہی رکھنا چاہئیں ایسا کرنے سے جب جڑ کی صاف کٹی ہوئی سطح گیلی مٹی کے ساتھ میں آتی ہے تو نئی جڑیں بہت جلد نکل آتی ہیں۔

پیڑ کی تبدیلی کرتے وقت اُنکا گڈھوں میں رکھنا ایک خاص ہوشیاری کا کام ہے کامیابی حاصل کرنے کے لئے جڑوں پر ہاتھ سے گیلی مٹی اچھی طرح لگا دیجائے تاکہ چھوٹے چھوٹے چھید یا دراز بند ہو جائیں۔ پیڑوں کو گڈھوں میں رکھنے کے بعد ان کی جڑوں کو پھیلا کر اُن پر تھوڑی باریک مٹی پھیلا دینی چاہئے مٹی کو درازوں میں ہوشیاری کے ساتھ بھرنا چاہئے۔

تقریباً ½ گڈھا بھرنے پر جڑوں کی مٹی کو اچھی دبا دینا چاہئے۔ گڈھے میں مٹی بھرتے وقت پیڑ کو اونچا نیچا ہلانے سے مٹی کے چھید بھر جاتے ہیں اور مٹی جڑوں کے ساتھ میں اچھی طرح آجاتی ہے۔ مٹی کو زیادہ دبانا ہی اچھا ہے زیادہ دبانے سے کچھ نقصان نہیں ہوتا لیکن کم دبانے سے پیڑ بعض اوقات مر بھی جاتے ہیں۔

جڑوں کو اچھی طرح ڈھکنے اور مضبوطی سے

وبانے کے بعد گڑھے کو ڈھیلی ڈھیلی مٹی سے پُر کر دینا چاہئے۔ گڑھے کو پُر کرنے کے بعد مٹی کا دبانا نقصان دہ ہے۔

پیڑ کو لگاتے وقت زمین کی ملائمیت کا بعض جگہ ضرور خیال رکھنا چاہئے اگر پیڑ صرف تھوڑی گہرائی پر ہی لگائے جائیں تو تقریباً ۱۲ مہینے بعد مٹی بیٹھنے پر وہ زمین سے باہر نکل آئیگا۔ کامیابی کے لئے پیڑ کو ۴۔۶ انچ زمین کی سطح سے گہرا لگانا اچھا ہے۔ ۱۲ مہینے کے اندر اس کی گہرائی ٹھیک ٹھیک ہو جائیگی اور کالر (پیڑ کے تنے اور جڑوں کے درمیان کا حصہ) زمین کی سطح میں آجاویگا۔

جہاں تک ہوسکے پیڑوں کو آخر جنوری سے دیر میں نہ لگانا چاہئے ایسا کرنے سے کوپل پھوٹنے کے پہلے ہی جڑیں پختہ ہو جائینگی زیادہ دیر کرنے سے پیڑ کو نقصان پہنچے گا۔

زمین میں لگانے کے پہلے پیڑ کی جڑیں کٹی ہوئی ہونے کی وجہ سے یہ ضروری ہے کہ اسکے اوپر کا حصہ بھی کاٹ دیا جائے اس طرح پیڑ کی جڑ او۔ اوپر کے حصے سے خوراک کھینچنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو پیڑ۔ پتے آنے پر نمی جلد ہی کھو دے گا کیونکہ کٹی ہوئی جڑوں سے اُس کو جتنی نمی ملے گی اُس سے زیادہ پتوں کے ذریعہ سے اُڑ جائے گی۔ اور بہت کم ممکن ہے کہ ایسا ہونے سے پیڑ مر بھی جائے

پیڑ نیچے سے کاٹنا چاہئے ۱½ فٹ سے ۲ فٹ تک کی اونچائی پر کاٹنا اچھا ہے۔ اچھا باغ بنانے کے لئے پیڑ کو اوپر سے کاٹنے کے بجائے بالکل نیچے سے کاٹنا اچھا ہے۔ نیچے کاٹنے سے اوپر کا حصہ کسی بھی طرح کا بنایا جا سکتا ہے۔ پیڑ کے نرسری میں ہی کاٹ دینے سے بدشکل ہو جانیکا اندیشہ ہے۔

اس کو باغیچہ میں لگانے کے بعد پھر کاٹ چھانٹ کر ٹھیک شکل و صورت میں لانا پڑتا ہے۔

کسی بھی طرح کے پھل کا پیڑ کیوں نہ ہو اُس میں شروع ۲-۳ یا زیادہ ہو تو ۴ ٹہنیاں رکھنا کافی ہوگا۔ اگر پہلے ہی سے ٹہنیاں ٹھیک ٹھیک جگہ پر نکلنے دیجائیں تو بڑی ٹہنی کاٹنے کی کبھی ضرورت نہ ہوگی۔ لیکن یہ طریقہ خراب ہے اور جب تک کوئی خاص ضرورت نہ پڑ جائے ایسا نہ کرنا چاہئے۔ تنے سے شاخیں ایک ہی اونچائی سے نہ نکلیں۔

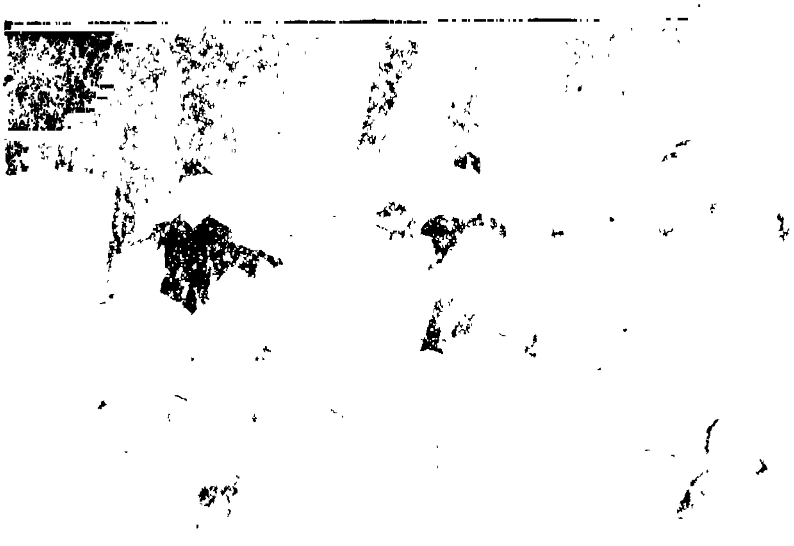
اگر ٹہنیوں اور پھلوں کا بوجھ ایک ہی جگہ پڑیگا تو پیڑ پھٹ جانیکا اندیشہ ہے ایک دوسرے کے سامنے ٹہنیاں نکلنے دینا چاہئے۔

پیڑ کو لگانے کے بعد اس کی دیکھ بھال کرنا نہایت ضروری ہے۔ جب تک مالک باغیچہ لگانے کے بعد اُس کی دیکھ بھال ٹھیک طریقہ پر کرنے کو تیار نہ ہو تو تب تک باغیچہ لگانا فضول روپیہ اور وقت کو خراب کرنا ہے۔ چھوٹے پیڑوں میں جب تک نلائی اور آبپاشی نہ کیجائے یا ان کو کھاد نہ دیجائے تب تک ان کو بڑا نقصان پہنچتا ہے۔ اگر اتفاق سے بچ بھی جائیں تو وہ چھوٹے چھوٹے رہ جاتے ہیں اور کسی خاص مطلب کے نہیں رہتے۔ باغیچہ کی جوتائی کرنے میں بھی بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے کیونکہ ہل یا بیلوں کو لاپرواہی سے کام میں لانے سے پیڑوں کو بہت نقصان پہنچ سکتا ہے۔

برسات کی چاندنی

(جوشؔ ملیح آبادی)

موسم باراں کی زد میں چاند شفاف و رقیق
مینھ کے چھینٹوں کے اثر سے آسماں پگھلا ہوا
کانپتی لہروں سے اُٹھتے ہیں نمو کے زمزمے
جھومتے پودوں سے آتی ہے جوانی کی صدا
لرزش صہبا میں جھلکے جس طرح نشے کی روح
چاند ہے اس طرح قلب آب میں ڈوبا ہوا



موضع اوڑرہ، ضلع آگرہ کی اُپکار ٹروپ نامی جماعت۔ وسط میں ٹروپ کے کپتان شری شری پال سنگھ بیٹھے ہیں۔

ہندوستان میں شہد کی مکھی پالنا

(از جناب آر۔ این۔ مُنُّو، ڈائریکٹر، جیلی کوٹ اپیری، نینی تال)

شہد کی مکھیوں کی پرورش اور شہد پیدا کرکے انسان عہد قدیم ہی سے فائدہ اٹھاتا آرہا ہے۔ انسان نے جن غذاؤں کا ابتدا میں پتہ لگایا اُن میں شہد ہی پہلی شیریں غذا تھی۔ ایکھ کا پتہ لگنے سے قبل صرف شہد ہی انسان کے پاس میٹھی چیز تھی اور اس کی لوگ بہت زیادہ قدر کرتے تھے ایکھ کے دریافت ہونے پر دُنیا بھر میں اور خصوصاً ایسی جگہوں میں جہاں کے لوگ شہد کی مکھی پالنا جانتے تھے اور جہاں ایکھ کی بوائی شروع تھی شہد کی مکھیوں کی پرورش کی اہمیت کم ہوگئی۔ کیونکہ اس ایکھ سے شیرینی پانا بہت آسان تھا۔ اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے کہ یوروپ میں عہد اسٹوارٹ سے قبل ایکھ کی بوائی عام طور پر نہیں شروع ہوئی تھی۔ الیگزینڈر نے جب ہندوستان گنے کے درخت دیکھے تو اُس نے اُن کو شہد کی نلی کہنا شروع کیا۔ ہم جانتے ہیں کہ مصر اور دُنیا کے بہت سے قدیم مقامات پر شہد کی مکھیاں پالنے کی بڑی بڑی اپیریاں بنی تھیں۔ نئی دُنیا میں شہد کی مکھیاں وہاں جاکر آباد ہونے والے گوروں ہی کے ذریعے لے جائی گئیں۔ آج بھی امریکہ کے قدیم باشندے شہد کی مکھیوں کو گوروں کی ڈنک مارنے والی مکھیوں کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ عہد قدیم کے باشندے شہد کو غذا اور دوا کی شکل میں شہد کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ یہ ہر مرض کے لئے اکسیر مانا جاتا ہے اور اس کے بہت سے حیرت انگیز اوصاف سمجھے جاتے تھے دیوتاؤں اور سبھی مذہبی تقاریب کے لئے اس کی بہت زیادہ مانگ تھی۔ چیزوں کو سڑنے سے روکنے کی خوبی رکھنے کے باعث یہ جراحی میں بھی استعمال ہوتا تھا۔ اگرچہ گنے نے اس ملک کی شہد کی مکھیاں پالنے کی صنعت کو دبا دیا تاہم یہ صنعت اُن پہاڑی حصوں میں جاری رہی جہاں ایکھ کی بوائی نہ ہو سکی اور جہاں آمد و رفت کی مشکلات سے شکر اور گڑ مہنگا ملتا تھا۔

آجکل ہم شہد پیدا کرنے میں اُتنی دلچسپی نہیں لیتے لیکن لوگوں نے یہ سمجھ کر اس کی قدر کرنی شروع کردی ہے کہ یہ بڑھتے ہوئے بچوں اور بوڑھوں کی بہترین غذا ہے اس سلسلے میں دلچسپی لینے والے لوگوں کو ممالک متحدہ امریکہ کے ڈاکٹر بی۔ ایف بیک کی "ہنی اینڈ ہیلتھ" نامی کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔

شہد کی مکھی کی تین ذاتیں ہیں۔ بڑی مکھی کو بھانور یا سارنگ کہتے ہیں۔ یہ کھلی ہوا میں درختوں کی اونچی شاخوں میں یا اونچی چٹانوں میں اپنا چھتہ بناتی ہے۔ اسے پہاڑ مکھی بھی کہتے ہیں یہ صرف ایک بہت بڑا چھتہ بناتی ہے۔ اسی قسم کی ایک اور مکھی ہوتی ہے جو اس سے بہت چھوٹی ہوتی عادات و خصائل میں اس سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے۔ یہ مکھی بھی کھلی ہوا میں صرف ایک چھتہ بناتی ہے مگر وہ چھتہ بڑا نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی وہ انسان کی ہتھیلی جتنا ہوتا ہے۔ تیسری قسم کی مکھی کو اپس رینڈیکا کہتے ہیں۔ یہی وہ مکھی ہے جسے لوگ عام طور سے پالتے ہیں۔ یوروپ میں اسی قسم کی ایک مکھی ہوتی ہے جسے 'اپی میلیفیکا' کہتے ہیں۔ یہ مکھی اندھیرے میں رہنا پسند کرتی ہے اور درختوں کے کھینڈلوں، چٹانوں یا مکانوں کے درازوں میں اپنا چھتہ تیار کرتی ہے۔ یہ یکساں صورت کے کئی چھتے تیار کرتی ہے اسی لئے جگہ بہ جگہ 'سات بلا' 'سات لہری' 'سات کھمبا' وغیرہ ناموں سے پکاری جاتی ہے۔ ان ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک گھونسلے میں سات چھتے تیار کرتی ہے لیکن یہ تعداد مقررہ ضروری نہیں ہے۔

ہندوستان بھر میں ایپس ڈورسٹا نامی مکھی عام طور سے پائی جاتی ہے۔ یہ بہت محنتی ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے کو مختلف مقاموں کی آب و ہوا کے مطابق بنالیتی ہے۔ لیکن یہ خوفناک ہوتی ہے۔ اسے پالنے کی سبھی کوششیں ابھی تک ناکامیاب رہی ہیں۔ اس چھتوں سے زیادہ مقدار میں شہد ملتا ہے ایسے چھتوں سے ایک من تک شہد ملتا ہے۔ شہد نکالنے کے طریقے میں اصلاح ہونی چاہئے اور اسکے لئے صوبہ متحدہ کے محکمہ جنگلات اور محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے جیلی کوٹ اپیری میں کوشش ہو رہی ہے۔

ایپس فلوریا نامی مکھی بھی عام طور پر پائی جاتی ہے لیکن وہ اتنی کم مقدار میں شہد دیتی ہے کہ اس سے کچھ تجارتی نہیں اُٹھایا جا سکتا۔

ایپس انڈیکا نامی مکھی ہندوستان کے سبھی پہاڑی حصوں میں پالی جاتی ہے لیکن شہد نکالنے کا وہی قدیم طریقہ ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے مکھیاں اور اُن کے چھتے ضائع ہو جاتے ہیں یہ طریقہ نہ صرف یہ کہ بے رحمانہ ہے بلکہ اس سے مالی نقصانات بھی ہوتے ہیں۔ اس طرح خالص شہد بھی نہیں نکالا جا سکتا اور اس طرح نکالے جانے والے شہد کی بازار میں قیمت بھی کم ملتی ہے ایپس اینڈیکا نامی مکھی کا شہد ایپس ڈورسٹا نامی مکھی کے شہد سے اچھا مانا جاتا ہے۔ کاتک (اکتوبر، نومبر) میں تیار ہونے والے شہد کی عموماً زیادہ قدر ہوتی ہے۔

صفائی سے شہد نکالنے کے موجودہ طریقے رائج کرنے کا اعزاز محکمہ تار کے مسٹر جان ڈگلس نامی انگریز کو ہے جو ۱۸۸۱ء میں وزیر ہند کے پاس اس غرض سے گئے تھے کہ تعلیم یافتہ ہندوستانیوں اور خصوصاً اینگلو انڈینوں کے فائدے کے لئے ہندوستان میں یہ صنعت جاری کردی جائے۔ اگر اس سے کچھ بھی نہیں ہوا تاہم ہندوستان میں اس کی تحقیقات شروع ہوئی اور اُس کا نتیجہ حکومت ہند نے ایک کتاب کی شکل میں شائع کیا۔ اگرچہ اس کتاب کے نسخے اس وقت دستیاب نہیں ہوتے تاہم یہ بہت دلچسپ طریقے پر لکھی گئی تھی۔ اور اس میں شہد کی مکھی اور اُن کی پرورش کے سلسلے

میں بڑے بڑے لوگوں میں پائی جانے والی غلط واقفیت کا بھی ذکر ہے۔

واقعی یہ بات افسوس ناک ہے کہ ہندوستان میں جہاں شہد کی مکھی پیدا ہوئی تھی اُس کے متعلق اِس قدر کم واقفیت ہے کہ لوگ اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے نہ اِس کی حفاظت کرتے ہیں۔ شہد حاصل کرنے کے لئے ہر سال بہت بڑی تعداد میں مکھیاں ماری جاتی ہیں اور اُن کی نسل کے مستقبل کی طرف خیال نہیں کیا جاتا۔

مغربی ممالک میں شہد کی مکھی انسان کی سب سے چھوٹی دوست مانی جاتی ہے۔ انسان کو شہد دینے کے علاوہ شہد کی مکھی پھلوں اور بیجوں کی پیداوار میں بہت امداد دیتی ہے۔ ممالک متحدہ امریکہ میں شہد کی مکھی پالنے کے سلسلے میں سب سے زیادہ اصلاح ہوئی ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ تقریباً ۱۰ لاکھ انسان شہد کی مکھی پالنے کے ذریعے کسی نہ کسی شکل میں آمدنی کرتے ہیں اور کچھ کا ذریعہ معاش ہی شہد کی مکھی پالنا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ تقریباً ۱۵ کروڑ روپئے کی قیمت کا شہد تیار کرتا ہے۔ کناڈا، نیوزیلینڈ اور آسٹریلیا وغیرہ میں شہد کی مکھی پالنے کی صنعت ترقی کر رہی ہے۔ روس کے علاوہ بھی یوروپین ممالک باہر سے شہد منگانے کے لئے مجبور ہیں۔ یہ ملک اگرچہ تجارتی ہیں تاہم ان ملکوں میں ہندوستان کی بہ نسبت زیادہ تعداد میں شہد کی مکھیاں پالی جاتی ہیں۔ شہد کی مکھیوں کے ذریعے روس نے زیادہ مقدار میں سنے بیج پیدا کرنے کے مظاہرے اور تجربے کئے ہیں۔ مغربی ممالک میں پھل پیدا کرنے والے شہد کی مکھی پالنے والوں کو خرچ دے کر اپنے پھل کے باغوں میں شہد کی مکھیوں کے رکھنے کا انتظام کرتے ہیں۔ وہ اُن فائدوں سے واقف ہیں جو شہد کی مکھیاں پھلوں کی فصلوں کو پہنچاتی ہیں۔

ہندوستان میں شہد کی مکھی پالنے کی ابتدا دکھن میں ہوئی۔ ریاست ٹراونکور نے اسے ۱۹۱۷ء میں شروع کیا اور اب اُسے اپنے یہاں دس ہزار چھتوں کے رکھنے کا فخر حاصل ہے۔ ریاست میسور اور حکومت مدراس نے بھی شہد کی مکھیاں پالنے کے طریقوں کی ترقی میں ہاتھ بٹایا ہے۔ ترچناپلی میں فادر نیولن جنوبی ہند میں شہد کی مکھیوں کی پرورش کے جنم داتا مانے جا سکتے ہیں انھوں نے



گاؤں سدھار اپیری، جیلی کوٹ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبا کا پانچواں دستہ۔ وسط میں اپیری کے ڈائرکٹر مسٹر آر۔ این مسٹو تشریف فرما ہیں۔

جو چھتہ ایجاد کیا تھا اور جو اُنھیں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کافی مشہور ہے اور آج بھی جنوبی ہند میں وہ استعمال میں آتا ہے۔ وائی۔ ایم۔ سی۔ اے گاؤں سدھار سنٹر کے ذریعے مدارس، ٹراونکور اور میسور میں کئے جانے والے کام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

شمالی ہند میں ابھی حال ہی میں شہد کی مکھی پالنے کی صنعت ہاتھ میں لی گئی ہے۔ حکومت پنجاب اور مگن واڑی، وردھا کے لے۔ آئی۔ بی۔ آئی۔ ایسوسی ایشن شمالی اور وسط ہند کے لئے رہنما کہے جا سکتے ہیں جہاں ۱۹۲۶ء سے کام ہو رہا ہے۔ بمبئی اور یو۔ پی نے اِسے ۱۹۳۶ء میں جاری کیا۔ اب سی۔ پی۔ کشمیر، سرحد شمال مغربی علاقہ اور کئی ریاستیں بھی اسے ہاتھ میں لے رہی ہیں۔

یو۔ پی میں جیلی کوٹ کی اپیری میں شہد کی مکھی پالنے کے سبھی صیغوں کی منظم تعلیم دیجاتی ہے اور ہندوستان کے سبھی حصوں سے طلبا یہاں آتے ہیں۔ ایک آل انڈیا بی کیپرس ایسوسی ایشن قائم کیا گیا ہے۔ اس کی طرف سے انڈین بی جرنل نامی ایک ماہوار رسالہ جیلی کوٹ سے شائع ہوتا ہے۔

بہت کچھ حوصلہ پیدا کر دیا گیا ہے اور اس کا مستقبل شاندار نظر آتا ہے۔ یہ کہنے کے پہلے کہ ہندوستان میں شہد کی مکھی پالنے کی صنعت اچھی طرح شروع ہو گئی ہے، بہت کام کرنے ہیں۔ سب سے پہلے ہندوستانی شہد کی مکھی یعنی ایپس اینڈیکا کا نام صاف طور سے ذہن نشین کر لینا چاہئے ابھی تک غلط طریقوں پر شہد کی مکھیاں پالنے کی سبھی دقتیں غریب ایپس انڈیکا ہی کے سر تھوپ دی جاتی ہیں۔ ہندوستان میں شہد کی مکھیاں پالنے والے آجکل سب سے بڑی دو دقتوں کا ذکر کرتے ہیں جن میں سے ایک موم کے کیڑے اور دوسری مکھیوں کی غول بندی کے متعلق ہے۔ جہاں تک موم کے کیڑوں کا تعلق ہے یہ ٹرینڈ مکھی پالنے والوں کے لئے ایک مذاق ہے مکھیوں کی غول بندی ہندوستان کے لئے کوئی خاص بات نہیں ہے۔ یہ دنیا بھر میں مشہور ہے۔ ہندوستان میں دیگر ملکوں کی بہ نسبت یہ خراب نہیں ہے۔ ہندوستانی شہد کی مکھی یوروپین شہد کی مکھیوں کی بہ نسبت زیادہ تربیت حاصل کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ ہندوستان کی شہد کی مکھی پالنے والے اپنی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ مغربی ملکوں میں بھی "یوروپین فاؤل بروڈ" اور "امریکن فاؤل بروڈ" پایا جاتا ہے اور وہاں کے شہد کی مکھیاں پالنے والے یہ دقتیں ہوتے ہوئے بھی زیادہ مقدار میں شہد پیدا کرنے کا انتظام کر لیتے ہیں۔ ہندوستان میں آجکل شہد کی مکھیوں کی بیماریاں تقریباً بالکل نہیں ہیں۔

اس سلسلے میں دلچسپی رکھنے والوں کو یہ رائے دی جاتی ہے کہ اُن کا پہلا فرض ہے اچھی کتابیں پڑھنا۔ اچھی کتابوں میں جو رقم خرچ کی جاتی ہے وہ ایک کام شروع کرنے والے کے لئے پیسے کا بہترین استعمال کہا جا سکتا ہے۔ شہد کی مکھی پالنا مشکل کام نہیں ہے۔ کوئی بھی ہوشیار شخص اس کے متعلق پوری واقفیت حاصل کر سکتا ہے لیکن یہ نہ سوچنا چاہئے کہ صرف ایک چھتہ خرید کر اُس میں

شہد کی مکھیاں رکھ دینے سے ہی سب کام چل جائیگا۔ کسی شخص کو بھی اُس وقت تک شہد کی مکھیاں یا سامان خریدنے کا خیال نہ کرنا چاہیئے۔ جب تک کچھ اچھی کتابیں پڑھکر شہد کی مکھیاں پالنے کے اصول اچھی طرح نہ سمجھ لے۔ چھتوں اور دوسرے سامانوں سے شہد کی مکھیاں پالنا شروع کرنے کی رائے دینا روپیہ ضائع کرنے کی رائے دینا ہے۔ ذیل میں اُن کتابوں کی فہرست دی جاتی ہے جو قابل مطالعہ ہیں۔

۱- بی کیپنگ - امپیریل کونسل آف اگریکلچرل ریسرچ، نئی دہلی کا بلیٹن۔ قیمت ۱۲؍
۲- بی کیپنگ ان ساؤتھ انڈیا۔ سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ پریس، مدراس۔ قیمت ۱۲؍
۳- انڈین بی جرنل، جیلی کوٹ ضلع نینی تال یو پی۔ قیمت سالانہ ۱ر
۴- اے۔ بی۔ سی۔ اینڈ ایکس۔ وائی۔ زیڈ آف بی کلچر (۱۹۴۰ء کا اڈیشن) روٹ قیمت تقریباً چودہ روپئے۔
۵- بی کیپنگ فلپس۔ قیمت تقریباً پندرہ روپیے۔
۶- مینوآل آف بی کیپنگ - ویڈ مور۔ قیمت تقریباً پندرہ روپئے
۷- اسٹارٹنگ رائٹ ودھ بیز۔ روٹ قیمت تقریباً چار روپئے۔

ایک تیز آدمی صرف شہد کی مکھی پال کر ہی اپنے اور اپنے کنبے کی پرورش کرسکتا ہے لیکن شہد کی مکھی کی پرورش خاص طور سے ایسا پیشہ ہے جو فرصت کے وقت میں کیا جاسکتا ہے۔ ٹرینڈ شہد کی مکھی پالنے والا ایک چھتے سے سال بھر میں ۱۲ روپئے کی آمدنی کرسکتا ہے اور یہ رقم اسے فرصت کے وقت کام کرنے سے مل جاتی ہے۔ اوسط طریقے پر ایک آدمی تقریباً دو گھنٹے روزانہ صرف کرکے اپنے بیکار وقت میں ۲۰ سے ۴۰ چھتوں تک کی دیکھ بھال آسانی سے کرسکتا ہے۔

شہد کی مکھی پالنا ایک اہم قومی کام ہے۔ کیونکہ قوم کے لئے زیادہ تعداد میں فاضل غذا بغیر زمین پر بار ڈالے ہوئے اُن ذریعوں سے پیدا کیا جاسکتا ہے جو اس وقت ضائع ہو رہے ہیں۔

منقول از "دی الہ آباد فارمر"
بابت مارچ ۱۹۴۰ء

ضلع فیض آباد میں حضور گورنر کا دورہ

پچھلے دنوں گورنر یو۔ پی ہز ایکسیلنسی سر مارس ہیلٹ نے ضلع فیض آباد میں گاؤں کے کچھ سنٹروں کا معائنہ فرمایا تھا یہ تصویر اسی موقع کی ہے



سر مارس ہیلٹ گاؤں سدھار یونین پورا میں تقریر فرما رہے ہیں



ہز ایکسیلنسی گورنر اور انکی لیڈی صاحبہ دیہاتی صنعتی اسکول رنیواں کے ہاتھ کا بنا ہوا کاغذ دیکھ رہے ہیں۔



ہز ایکسیلنسی گورنر ضلع پورا میں خریف کی فصل کا ایک کھیت دیکھ رہے ہیں۔ پیچھے پورا کا پنچایت گھر نظر آرہا ہے۔

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

وقت پونے سات سے ساڑھے سات بجے (رات کو)

(لکھنؤ اسٹیشن سے)

یکم اکتوبر سنہ ۴۰ء۔ پنچوں کی بات چیت۔ شری پیارے لال اور شری رادھے لال۔ موسم سرما کا ذکر (نظم) شری بنسی دھر۔ ٹھمری۔ شری رامیشور باجپئی۔ رہن سہن۔ تقریر۔ از شری آر۔ ڈی۔ شکل۔ امیری۔ جناب جنگ بہادر۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔ برہا۔ شری رامیشور باجپئی۔ چٹھی چپاتی۔ ریڈیو سننے والوں کے خط اور اُن کے جواب۔

۲ر اکتوبر سنہ ۴۰ء۔ کھلیان۔ جناب جنگ بہادر کھیتی باری۔ شری بچہ لال۔ آلہا۔ شری رام ہزاری تیواری۔ سندر برکھا (نظم) شری بنسی دھر۔ گیت جناب ممتاز علی۔ دھان اور سونی گیت۔ دیہاتی آرٹسٹ۔ خبریں اور موسمی پیشگوئیاں۔

۳ر اکتوبر سنہ ۴۰ء۔ رمضان کا خاص پروگرام۔ قوالی۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ خبریں اور موسمی پیشگوئیاں رمضان شریف۔ تقریر۔ از جناب حامد علی ندوی۔ رمضان (نظم) شری بنسی دھر۔ قرآن کا حدیث از جناب عبدالحیٔ عباسی۔ نعت۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ برہا۔ جناب عبدالغنی۔ نعت۔ دیہاتی پنچ منڈلی۔

۴ر اکتوبر سنہ ۴۰ء کبیر سندیش۔ شری جی۔ پی۔ شر۔ آلہا۔ شری شنکرشن پرشاد۔ وہاں کے لوگوں کا رہن سہن (راجپوتانہ) شری بُدھی بھدر۔ ناٹک کا گیت۔ پنچ منڈلی۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔ قوالی۔ جناب مرتضیٰ حسین۔

۵ر اکتوبر سنہ ۴۰ء۔ پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کا نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) بہن تمہارا خط ملا۔ محترمہ پدماوتی۔ ڈھولک کا گیت۔ محترمہ شانتا دیوی معہ پارٹی۔ تم کون ہو؟ تقریر۔ از محترمہ سوبھاگیہ وتی۔ اب جاگو بہنو۔ محترمہ رادھا رانی۔ کام کی باتیں۔ محترمہ پدماوتی اور شیلا وتی۔ گانا بہنیں۔

۶ر اکتوبر سنہ ۴۰ء۔ منو بھجواں۔ (کورس) جناب جنگ بہادر۔ بگی ہوا۔ پیپٹے چھپیٹے۔ بھجن۔ شری ٹھاکر پرشاد منار۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔ دیہاتی گیت۔ شری ٹھاکر پرشاد منار۔ بچوں کا جلسہ (دیہاتی لڑکوں کے لئے خاص پروگرام) اپنی بات (بچوں کے خطوط اور اُن کے جواب) کاکا۔ کبڈی۔ کورس۔ ایک کہانی۔ شری انوپ شرما۔ چلو مدرسے۔ کورس۔

۷ر اکتوبر سنہ ۴۰ء۔ سیا رام بھجو (کیرتن) شری آر۔ این۔ ترپاٹھی معہ پارٹی۔ رام سندیش بتیسی کاکا۔ مدھر گیت۔ جناب ممتاز احمد۔ رام لیلا (پہلا حصہ۔ سوئمبر) شری بُدھی بھدر۔ توری لیلا اپار۔ کورس۔ شری آر۔ این۔ ترپاٹھی معہ پارٹی۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔ پوربی دھن۔ جناب ممتاز احمد۔

۸ر اکتوبر سنہ ۴۰ء۔ رام لیلا۔ (دوسرا حصہ۔ بن باسی) شری آر۔ ڈی۔ شکل۔ رام بن گمن۔ (رامائن) جناب جنگ بہادر دسرتھ ولاپ۔ نظم۔ شری بنسی دھر۔ بھجن۔ شری رامیشور باجپئی۔ سیا رام کا نظارہ۔ نظم۔ شری رام سرن۔ وہاں کے لوگوں کا رہن سہن (آسام) شری بُدھی بھدر۔

۹ر اکتوبر سنہ ۴۰ء۔ میٹھی یادگار۔ کورس۔ جناب جنگ بہادر۔ نقل۔ کاکا۔ بدیسیا گیت۔ شری بی۔ پی۔ شری واستو۔ رام لیلا۔ سیتا ہرن) شری بُدھی بھدر۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔ ٹھمری۔ شری بی۔ پی۔ شری واستو۔

۱۰ر اکتوبر سنہ ۴۰ء وجے دسمی کا خاص پروگرام رام وجے۔ شری آر۔ ڈی۔ شکل۔ رام راون کی لڑائی۔ (آلہا) شری رام ہزاری تیواری۔ بھجن۔ شری گو پرساد مشر۔ بھگت کے بھگوان نظم۔ شری بنسی دھر۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔

۱۱ر اکتوبر سنہ ۴۰ء سرسا گڑھ کی لڑائی۔ (آلہا) شنکرشن پرشاد۔ نبی کی یاد۔ قوالی۔ پنچ منڈلی۔ جدید واقعات دکھیا بھارت نیا نظم۔ شری بنسی دھر بھرت ملاپ۔ جناب جنگ بہادر۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔ راون راجہ (مذاقیہ گانا) جناب ممتاز علی۔

۱۲ر اکتوبر سنہ ۴۰ء۔ پنگھٹ۔ (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) سیتا بن باس۔ سوہر۔ محترمہ پدماوتی۔ سیتا چرتر۔ محترمہ ودیاوتی سرن۔ ڈھولک کا گیت (لال چندریا) محترمہ شانتا دیوی معہ پارٹی۔ بہنو تمہارا خط ملا۔ محترمہ ودیاوتی سہاون گیت۔ محترمہ سوشیلا دریا۔ کام کی باتیں۔ محترمہ پدماوتی۔

۱۳ر اکتوبر سنہ ۴۰ء۔ بھجن۔ شری مہاراج کشور کپور۔ بٹلر۔ (ناٹک) شری ڈی۔ این۔ سانیال۔ گیت۔ شری چندر شیکھر پانڈے۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔ بچوں کا جلسہ (دیہاتی بچوں کے لئے خاص پروگرام) بھارت نیا گیت لالی گیتا۔ نظم۔ میرے بھیا۔ (کہانی) کاکا۔ مائی تمیا (ناٹک) شری بُدھی بھدر۔

۱۴ر اکتوبر سنہ ۴۰ء۔ بنجاری۔ جناب جنگ بہادر۔ نظم۔ شری چندر شیکھر پانڈے۔ ترقی دادہ آلات زراعت۔ جناب عبدالحیٔ عباسی۔ گیت۔ جناب ممتاز علی۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔

۱۵ر اکتوبر سنہ ۴۰ء۔ کہے متیا بانی۔ شری بُدھی بھدر۔ تیرتھ یاترا (چوتھا حصہ۔ متھرا) شری ماکھن لال۔ بچاری۔ شری رامیشور باجپئی۔ گاؤں کا بر سٹر۔ شری نرنکار پرشاد شری واستو کی ایک تقریر۔ بھجن۔ جناب جنگ بہادر۔ نظم۔ شری بنسی دھر۔ دیہاتی ٹھمری۔ شری رامیشور باجپئی۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔

۱۶ر اکتوبر سنہ ۴۰ء۔ شرد پورنیا۔ نظم۔ شری بنسی دھر۔ کورس۔ پنچ مزدور کی حالت۔ جناب عزیز الرحمٰن۔ شرد گیت۔ شری بنواری لال پال۔ وہاں کے لوگ کس طرح رہتے ہیں۔ (بہار) شری بُدھی بھدر۔ دادرا۔ جناب ممتاز علی۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔ ٹھمری۔ شری بنواری لال پال۔

۱۷ر اکتوبر سنہ ۴۰ء۔ پنچوں کی بیت کہی۔ ٹھاکر تربینی سنگھ اور کاکا۔ دیہاتی گیت۔ شری کیلاش پرشاد۔ ہوائی جہاز آیا۔ شری گردیچن سنگھ۔ ہرمونیا۔ جناب جنگ بہادر۔ مٹی کے برتن۔ شری بنسی دھر اور پیپٹے۔ رسیا۔ شری کیلاش پرشاد۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔ دیش بندنا۔ شری جنگ بہادر۔

۱۹، اکتوبر ۱۹۴۰ء۔ خمسہ۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ کھاگھرا اور کھیتی۔ تقریر۔ از شری گوری شنکر پانڈے۔ بٹائی۔ جناب عبدالغنی۔ سنسار کی چال۔ کاکا اور گھسو۔ کہروا۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ پیٹ کی صفائی۔ پیپٹے اور چھیپٹے۔ برہا۔ جناب عبدالغنی۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔ قوالی پنچ منڈلی۔

۱۹، اکتوبر ۱۹۴۰ء۔ پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کا نصف گھنٹے کا خاص پروگرام)۔ بہنوں تمہارا خط ملا۔ دیدی۔ گرلس گائیڈنگ۔ محترمہ مریم بہرام۔ پسینوان سے دیاکل (نظم) کام کی باتیں دیدی۔ گیت۔ محترمہ شانتا دیدیہ اور پارٹی۔

۲۰، اکتوبر ۱۹۴۰ء۔ دھیرے چلو۔ (کورس) دیہاتی آرکسٹرا۔ خسرو اور پہیلیاں۔ جناب سید مرتضیٰ حسین۔ دیہاتی گیت۔ جناب عبدالرشید خبریں اور موسمی پیشگوئی۔ بچوں کا جلسہ (دیہاتی بچوں کے خاص پروگرام) کھیل کود کا گانا۔ اپنی بات۔ کاکا۔ انوکھی دنیا۔ کہانی۔ شری بندو۔ ہمارا گیت۔

۲۱، اکتوبر ۱۹۴۰ء۔ شاردیا۔ شری گومتی پرشاد مشر۔ ملیریا۔ ڈاکٹر کرتار سنگھ کی تقریر۔ انمول موتی۔ جناب جنگ بہادر۔ بگلا بھگت۔ شری وشنو ناتھ پرشاد دھوکا دھڑی (نظم) شری بنسی دھر۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔ گیت۔ شری گومتی پرشاد مشر۔

۲۲، اکتوبر ۱۹۴۰ء۔ پنچوں کی بات چیت۔ شری رام اوتار اور پنچ۔ پوربی گیت۔ شری رام جی داس۔ لکڑی کے برتن۔ تقریر۔ از شری بنسی دھر۔ مورے رام۔ گانا۔ جناب ممتاز علی۔ چٹھی چپاتی۔ شری رام جی داس۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔

۲۳، اکتوبر ۱۹۴۰ء۔ نینا کجرارے۔ کورس۔ جناب جنگ بہادر۔ دیس دیس کی کھیتی۔ جناب جناب ایس مجتبیٰ حسین کی ایک تقریر۔ برہا۔ شری رامیشور باجپئی۔ موہنج کا روزگار۔ شری بنسی دھر۔ بنجارا۔ جناب جنگ بہادر۔ بات چیت۔ کاکا یا گھسو۔ بچاری۔ شری رامیشور باجپئی۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔

۲۴، اکتوبر ۱۹۴۰ء۔ دیہاتی غزل۔ جناب عبدالحفیظ۔ کھاد تیار کرنا۔ از سرائیس کے کار۔ ریختہ۔ جناب رامیشور باجپئی۔ وہاں کے لوگ کیسے رہتے ہیں۔ (بنگال) شری بدھی بھدر۔ دادرا۔ جناب عبدالحفیظ۔ تندرستی کے بارے میں باتیں کاکا اور گھسو۔ بنجارا۔ شری رامیشور باجپئی۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔

۲۵، اکتوبر ۱۹۴۰ء۔ الوداع۔ (رمضان کے آخری جمعہ کا خاص پروگرام) قرآن خوانی۔ الوداع (نعت اور قوالی) جناب مرتضیٰ حسین الوداع۔ جناب عبدالغنی عباسی کی تقریر۔ دیہاتی ٹھمری اور دادرا جناب مرتضیٰ حسین اور عبدالحفیظ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔

۲۶، اکتوبر ۱۹۴۰ء۔ پنگھٹ۔ (دیہاتی عورتوں کا نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) بہنو تمہارا خط ملا۔ محترمہ پدما دیوی۔ میلے کا گیت۔ محترمہ سوشیلا دیدی معہ پارٹی۔ بچی لات محترمہ پدماوتی۔ دیہاتی گیت۔ رادھا دیوی۔ سورکھ مہیا۔ (ناٹک) شری بدھی بھدر۔ کام کی باتیں۔ محترمہ پدما دیدی۔ گانا۔ محترمہ رادھا دیوی۔

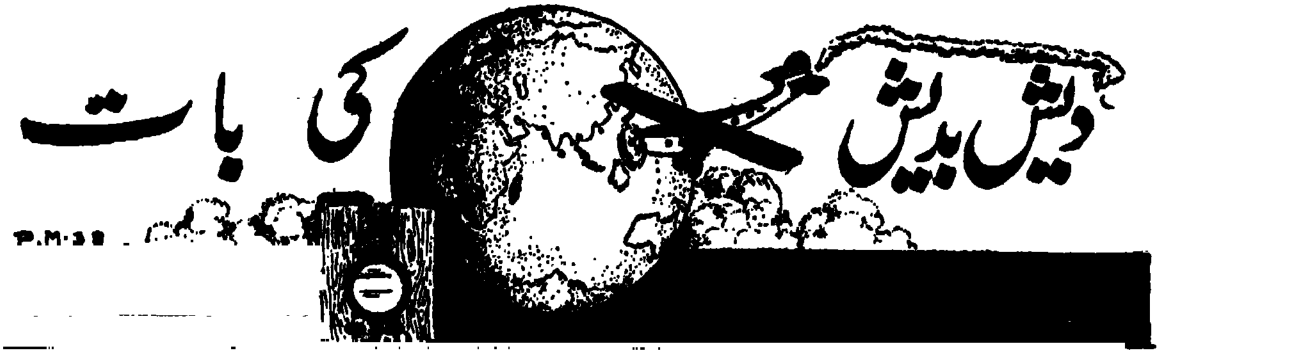
۲۷، اکتوبر ۱۹۴۰ء۔ کہروا۔ شری اُدے نرائن سنگھ دیہاتی اسپتال۔ جناب ن۔ ج۔ قمر۔ بچوں کا جلسہ۔ (دیہاتی لڑکوں کے لئے خاص پروگرام) ایک گان۔ شری گیان ساگر۔ کہانی۔ کاکا۔ اپنی بات۔ مارچنگ کا گیت۔

۲۸، اکتوبر ۱۹۴۰ء۔ نقل۔ جناب منظور حسین ہمارے جانور۔ شری بچہ لال۔ رسیا۔ شری اُدے نرائن سنگھ تیر تھ یاترا (بودھ گیا) شری ستیہ پرکاش شری واستو۔ دیہاتی گانا۔ جناب منظور حسین۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔ دیہاتی گانا۔ شری اُدے نرائن سنگھ۔

۲۹، اکتوبر ۱۹۴۰ء۔ چٹھی چپاتی۔ آلہا۔ شری رام نرائن تیواری۔ کھاد کے گڑھے۔ تقریر۔ از شری دین دیال دیکھت۔ دیہاتی گیت۔ شری رام آسرے۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔ بھجن۔ شری رام آسرے۔

۳۰، اکتوبر ۱۹۴۰ء۔ دیپ مالیکا۔ (دیوالی کا خاص پروگرام) کورس۔ دیہاتی آرکسٹرا۔ دیوالی کیا ہے؟ تقریر از شری آر۔ ڈی۔ شکل۔ دیا دیواری (نظم) شری بنسی دھر۔ لچھمی پوجا۔ شری بدھی بھدر۔ آئی دیوالی کی رجنی۔ (گیت اور کورس) جناب مختار احمد۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔

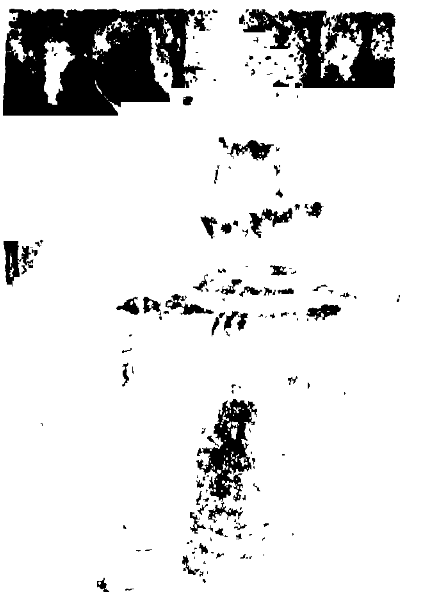
۳۱، اکتوبر ۱۹۴۰ء۔ آرتی۔ شری رادھے بہاری لال معہ پارٹی۔ گوردھن پوجا۔ (خاص پروگرام) شری بدھی بھدر معہ پارٹی۔ نظم۔ شری بنسی دھر۔ کہانی۔ جناب جنگ بہادر ہماری کھیتی کی ترقی۔ تقریر۔ شری آر۔ سی۔ شری واستو۔ بھجن شری رام آسرے۔ خبریں اور موسمی پیشگوئی۔ کیرتن۔ شری رادھے بہاری لال معہ پارٹی۔



(از رائے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشر)

۱۷ ستمبر ۱۹۴۰ء۔ ۸ اگست سے جرمنی نے برطانیہ پر بڑے زوروں کا ہوائی حملہ شروع کر دیا ہے ادھر سے بھی اُسی زوروں سے ساتھ جواب دیا جا رہا ہے۔ گذشتہ مضمون میں تحریر کیا جا چکا ہے کہ بجلی کے غباروں کی مدد سے بھی دشمن کے ہوائی جہازوں کے روکنے کا اچھا انتظام ہو رہا تھا۔ حال میں برطانی ماہران جنگ نے اس طریقے کو اور بھی ترقی دی ہے اور اُمید ہے کہ اس میں ابھی اور زیادہ کامیابی ہوگی حفاظتی تدابیر نے جرمنی کو کافی نقصان پہنچایا ہے اور خیال ہے کہ اگست سے اب تک تقریباً دو ہزار جرمن ہوائی جہاز تباہ کئے جا چکے ہیں۔ اطالوی ہوائی جہازوں کو مصر کے قریب جو نقصان پہنچایا گیا وہ اس کے علاوہ ہے۔ ادھر برطانی ہوائی جہاز بہت کم گرے ہیں۔ اپنے نقصان میں جرمنی فرانس وغیرہ پر حملہ کرنے والے ہوائی جہازوں کے نقصانات بھی شامل ہیں۔ پھر جرمن ہوائی جہاز دشمن ممالک میں گرتے ہیں جس سے اُن کے چلانے والے سب کے سب یا تو مرتے ہیں یا قید ہوتے ہیں۔ ادھر برطانی ہوا بازوں میں نصف سے زیادہ بچ کر پھر جنگ میں حصہ لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جرمنی کے مقابلے میں برطانی ہوا بازوں کے چھٹے ساتویں حصے سے زیادہ نقصان نہیں ہوتا۔ اور اب یہ حال ہے کہ جرمنی کے بہت سے تربیت یافتہ ہوا باز ضائع ہو چکے ہیں اور اب مجبور ہو کر اُسے اب تھوڑے تھوڑے ہی ہوائی جہاز حملے کے لئے بھیجنے پڑتے ہیں۔ جن کے بموں کے نشانے صحیح نہیں پڑتے پھر توپوں اور بجلی کے غباروں کے خوف سے انہیں بہت بلندی پر اُڑنا پڑتا ہے اور نیچے آنے کی جرأت نہیں ہوتی اور اُن کے نشانے اور بھی غلط پڑتے ہیں۔ ان وجوہ سے ادھر نقصان سے بچنے کو ان دنوں جرمنی روزانہ حملے کے لئے بہت قلیل تعداد میں ہوائی جہاز بھیجتا ہے۔ اور چونکہ اُن کے نشانے غلط پڑتے ہیں اسلئے انگلستان کا بہت کم نقصان ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اخیر اکتوبر تک اگر جرمنی کامیابی کے ساتھ بڑا حملہ نہ کر سکا تو جیسا کہ پہلے بھی بتلایا جا چکا ہے وہ موسمی تبدیلی کے باعث کئی ماہ تک حملہ نہ کر سکے گا۔ انھیں وجوہ سے اس نے آجکل شمالی افریقہ کے بندرگاہوں پر حملے کے لئے فوجیں، جہاز، توپ، ہوائی جہاز وغیرہ جمع کر رکھے ہیں جن پر برطانی ہوائی جہاز ہر لحہ بمباری کر رہے ہیں اور ادھر حملے سے بچاؤ کے لئے بھی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ کچھ جرمن فوج برطانیہ پر حملے کے لئے جنوب مغرب ناروے میں بھی جمع ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ حملہ ہوتا بھی ہے یا نہیں اور اگر ہوتا ہے تو کدھر سے اور کیسے؟ وزیر اعظم برطانیہ مسٹر چرچل کا خیال ہے کہ اگر حملہ ہونا ہے تو ایک ہی دو ہفتوں کے اندر ہو جائیگا۔ یہی عام لوگوں کا قیاس ہے۔ حکومت کو پوری اُمید ہے کہ وہ اس حملہ کو دشمن کو شدید نقصان پہنچاتے ہوئے ناکام کر سکے گی کہتے ہیں کہ ان فوجوں میں تقریباً دو لاکھ اطالوی سپاہ بھی شامل ہیں۔ ادھر دشمن نے ملک معظم کے خاص بکنگھم محل پر بھی بم گرایا ہے جس سے نقصان تو بہت کم ہوا لیکن اپنے پیارے بادشاہ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے دیکھ کر برطانوی باشندوں میں جرمنی کے خلاف زبردست غم و غصہ پھیل گیا۔ ملک معظم کے اس آفت سے نجات پانے پر ہندوستان سے بھی مبارکبادیاں گئی ہیں جس میں بھی



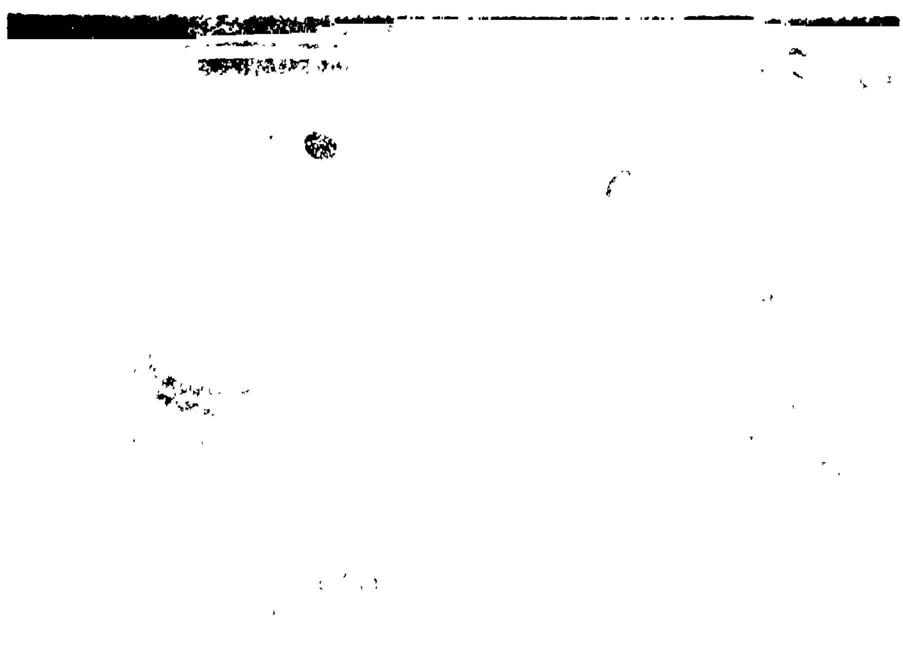
(انگلینڈ کے قومی شاعر مسٹر جان میسفیلڈ لندن کے پاس کے قریب اپنے دیہاتی باغ میں کھڑے ہیں)

ہندوستانیوں کی پرخلوص دعائیں بھی شامل ہیں۔ برطانی ہوائی جہازوں نے جرمنی کے پایۂ تخت برلن اور اس کے دیگر مقامات پر بھی کامیاب حملے کئے ہیں جن سے دشمن کے کارخانوں اور فوجی مقامات کو کافی نقصان پہنچا ہے۔ یہ حملے برابر جاری ہیں۔

ادھر امریکہ سے پچاس تباہ کن جنگی جہاز خریدنے کی بات چیت ہو رہی تھی جو طے ہو گئی ہے۔ پچاس جہاز برطانیہ کو ملیں گے جن کے بدلے میں امریکن جہازی اڈوں کیلئے کئی مقامات پر ۹۹ سال کیلئے زمین دیجائیگی۔ انمیں سے کچھ جہاز مل بھی چکے ہیں اور بقیہ جلد ہی مل جائینگے۔ یہ بہت بڑا معاملہ طے ہوا ہے جس کے لئے دونوں ممالک کو مبارکباد دیجا سکتی ہے۔ سال بھر کی اس جنگ میں برطانی بحری بیڑے کو بہت کم نقصان پہنچا ہے۔ لیکن فرنچ بحری بیڑے کے ملنے سے فائدہ بھی بہت ہوا ہے۔ اُمید ہے کہ اِن پچاس جہازوں کے مل جانے سے کام اور بھی اچھا چلنے لگے گا۔ ادھر جہازی اڈے مل جانے سے امریکہ کی اٹلانٹک والی پناہ نہر کی حفاظت



لندن میں زمین کے اندر چلنے والی ریل گاڑی کا ایک منظر - اس طرح کی ریل گاڑیوں میں آرام کی سبھی چیزیں
رہتی ہیں اور پہلے، دوسرے اور تیسرے درجے کے ڈبے نہیں رہتے۔ اس لئے ایسی
ریل گاڑی میں امرا و غربا کا امتیاز نہیں رہتا۔ روزانہ
۱۳ لاکھ مسافر اس میں سفر کرتے ہیں۔ ان سے
ابھی تک ایک مسافر بھی نہیں مرا -



ہوائی جہاز چلانے والی ایک مشہور خاتون مس بیٹن۔ آپ ۲۰ سال کے سن میں انگلینڈ سے آسٹریلیا تک ہوائی
جہاز چلا کر دنیا میں پہلا ریکارڈ قائم کیا تھا۔ قومی جنگ میں آپ بڑے خوبی سے کام چلا رہی
ہیں تصویر میں آپ ایک ایمبولینس چلاتی ہوئی دکھائی گئی ہیں۔ اس طرح کی
پانچ اور موٹریں ڈرہم مائنرس ایسوسی ایشن نے اینگلو فرنچ ایمبولینس
کور کو دی ہے۔ یہ تصویر پیرس کے زوال کے پہلے کی ہے۔

بہتر طور پر ہو سکے گی اور وہ بحر پیسفک کی طرف زیادہ بحری قوت رکھکر جاپان کی چالوں کا آسانی سے مقابلہ کر سکے گا۔ حکومت امریکہ نے کافی خرچ منظور کرکے ۲۰۱ نئے جنگی جہاز بنانے کی اجازت دیدی ہے۔ ان میں بہت سے بڑے بھی ہیں جنکے بننے میں تین چار سال لگتے ہیں۔ پھر بھی کام شروع ہو جانے سے طاقت کے اضافہ کی اُمید یقینی ہو گئی ہے۔ آج کل کناڈا کی جنگی کارروائی امریکہ سے بہت بڑھ گئی ہے اور مذکورہ بحری اڈوں کے باعث امریکہ کا ربط آسٹریلیا سے بھی بہت بڑھنے کی اُمید ہو رہی ہے۔

جرمنی اور اٹلی مل کر اب فرانس پر کافی دباؤ ڈال رہے ہیں۔ اٹلی کی خواہش ہے کہ فرانس کے عربی مقبوضہ عراق کو اڈا بنا کر مصر اور نہر سویز کی طرف پیش قدمی کرے۔ اُدھر مصر پر حملہ ہونے ہی والا ہے۔ اٹلی کی تقریباً ڈھائی لاکھ فوج شمالی افریقہ میں ہے لیکن اُس کے قریب فرانس کی دو لاکھ فوج بھی جمع ہے۔ فرانس اس وقت اٹلی سے لڑا تو نہیں رہا ہے لیکن فرانسیسی دل سے اُس کے خلاف ہیں۔ اس سبب اُسے خوف ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مشرق کی طرف مصر اور وہاں موجود انگریزی فوج سے لڑنے لگے اور پیچھے سے یہ تربیت یافتہ فوج حملہ کر دے۔ ایسا ہونا ناممکن نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی نوآبادی کے لئے آسانی سے برطانیہ میں مقیم آزاد فرانسیسیوں کے نمائندے جنرل ڈی گول سے مل کر برطانی امداد سے اٹلی سے برسر پیکار ہو سکتا ہے اگر ایسا ہو تو یقیناً دشمن کو زبردست شکست ہو سکتی ہے۔ اس لئے اٹلی نے پیٹان گورنمنٹ سے کہا ہے کہ عراق میں مذکورہ معاہدے کے علاوہ وہ اپنی اس دو لاکھ فوج کو غیر مسلح کر دے عراق والے اٹلی کی مدد نہیں کرنی چاہتے۔ اُدھر جرمنی نے فرانس سے کہا ہے پیٹان کے قبضے میں فرانس کا جو حصہ ہے اُس میں جتنے کھائے جانے والے مویشی وغیرہ ہیں اُن میں سے ۵۰ فی صدی جرمنی کے حوالے کر دئے جائیں۔ مارشل پیٹان نے اٹلی اور جرمنی کے اِن دونوں مطالبوں کو صاف نامنظور کر دیا ہے۔ لیکن آجکل فرانس میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ اِن لوگوں کے مطالبوں کو عملی طور پر بھی نامنظور کر سکے۔ آجکل برطانی ناکہ بندی کے باعث فرانس میں اشیاء خوردنی پہنچنے نہیں پاتیں۔ اور جرمنی فرانس سے جس

حصے پر قابض ہے وہاں وہ جو کچھ پاتا ہوگا فرانس سے چھین ہی رہا ہوگا۔ کہتے ہیں کہ پٹیان سرکار فرانس میں جرمنی کے مقبوضہ فرانس سے بھی زیادہ کھانے پینے کی کمی ہے۔ سوچا جاتا ہے کہ فرانس کے آزاد علاقے پر جرمنی اس لئے یہ قحط پیدا کر رہا ہے تاکہ وہاں والے بھی اُس سے خود درخواست کریں کہ ہم پھر بھی جرمنی کے ماتحت بنا لئے جائیں۔

یہ بڑا ٹیڑھا سوال درپیش ہوا ہے کہ مذکورۂ بالا دونوں مسائل کا حل کیا ہوگا؟ جرمنی اگر چاہے تو آسانی کے ساتھ بقیہ ⅓ حصہ فرانس پر بھی آسانی سے قبضہ کر لے لیکن ایسی حالت میں وہ ساری نوآبادیاں جو ابھی فرانس کے قبضے میں ہیں برطانیہ سے مل جائیں گی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مارشل پٹیان کو دب کر کچھ نہ کچھ ایسا کرنا پڑے گا جس سے اٹلی اور جرمنی کے ساتھ اُس کی کھلم کھلا مخالفت نہ بڑھے۔ یونان پر اٹلی جو دباؤ ڈال رہا تھا اسکا معاملہ ادھر کچھ آگے نہیں بڑھا۔ ابھی تک یونان اکڑا ہوا ہے اور ترکی بھی اُس کے ساتھ ہمدردی رکھتا ہے۔ اگرچہ اب تک اُس نے اُس کے لئے جنگ کرنے کا وعدہ نہیں کیا۔ یہ سب کچھ روس کے رخ پر منحصر ہے۔

اسپین غیر جانبدار رہنا چاہتا ہے۔ وہاں فلنگائسٹ کہلانے والی جماعت، اٹلی اور جرمنی کے بہت موافق ہے۔ اس کے لیڈر جنرل فرینکو کے سالے مسٹر سینر ہیں۔ اُدھر فرینکو کے دیگر معاون اسپین کی گذشتہ خانہ جنگی کی تباہکاریاں دیکھ چکے ہیں اور وہ جلد ملک کو پھر اُسی مصیبت میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے۔ خود جنرل فرینکو باتیں تو ایسی کرتے ہیں کہ اٹلی اور جرمنی خوش رہیں لیکن عملی طور پر وہ جنگ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سُنا جاتا ہے کہ ادھر اٹلی نے اُن سے کہا ہے کہ یا تو وہ خود برطانیہ سے جبرالٹر چھین لینے کے لئے جنگ کریں یا اٹلی کو ایسا کرنے دیں لیکن ایسی صورت میں فتح ہونے پر جبرالٹر پر اٹلی ہی کا قبضہ رہیگا جس سے اسپین کو نقصان ہوگا۔ یہ بھی سنا گیا ہے کہ اگرچہ برطانیہ سے جنگ کے لئے ابھی نہ لڑنے کی صورت میں جبرالٹر میں اپنے اشتراک میں کچھ اختیارات دینے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ بہرحال پہلے یہ سننے میں آیا تھا کہ جنرل فرینکو برلن میں طلب کئے گئے ہیں لیکن اب اُنکے بجائے اُن کے سالے سینر صاحب جارہے ہیں۔ یہ بھی خیال ہے کہ اگر جنرل فرینکو نے اٹلی و برطانیہ کا ساتھ دینے میں حیلہ حوالہ کیا تو شائد جرمنی اور اٹلی اُنکی جگہ پر اُن کے سالے کو اسپین کا ڈکٹیٹر بنانے کی کوشش کریں۔ ابھی تک یہ معاملہ اتنا بڑھا نہیں ہے۔ اور جبرالٹر کی مضبوطی کی وجہ سے اُسے یکایک حاصل کر لینا کسی کے لئے آسان بھی نہیں ہے۔ مسٹر سینر نے جرمنی کے لئے کوچ کرتے وقت یہ اعلان بھی کر دیا ہے کہ اسپین محور طاقتوں سے اتحاد چاہتا ہے۔ بلقانی ریاستوں میں بلغاریہ اور ہنگری کا جو جھگڑا رومانیہ سے تھا وہ بلغاریہ سے تو صلح و آشتی کے ساتھ طے ہو گیا لیکن ہنگری والے معاملے میں رومانیہ ناراض رہا ہے پھر بھی جرمنی کی مدد سے ہنگری نے ٹرانسلوینیہ کے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا ہے۔ رومانیہ میں اس سے اتنی گڑبڑی پھیلی کہ آئرن گارڈ پارٹی کی وجہ وہاں کے بادشاہ کیرول کو رومانیہ چھوڑ کر باہر بھاگنا پڑا اور اُن کا ۱۹ سالہ لڑکا مائیکل تخت نشین ہوا۔ آئرن گارڈ کے لیڈر اینٹونیک وہاں کے ڈکٹیٹر ہو گئے ہیں اگرچہ کہنے کو شاہ مائیکل بادشاہ ہیں۔ ان کی والدہ کی اپنے شوہر شاہ کیرول سے نہیں بنتی تھی اسی لئے وہ دس سال سے وطن سے باہر تھیں۔ اب وہ واپس آکر بیٹے کے ساتھ رہنے لگی ہیں۔ ٹرانسلوینیہ کا جو حصہ ہنگری کو ملا ہے اُس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ جرمنی کو بحر اسود تک راستہ مل جائے گا۔ یہ سمندر روس کے قبضہ میں ہے اور اس کے کنارے کے ملکوں میں پٹرول بہت ہوتا ہے۔ چنانچہ غالباً روس یہ قطعی ناپسند کرے گا کہ جرمنی کی پہنچ اُس سمندر تک ہو جائے۔ شمالی رومانیہ کی طرف وہ اُس ملک سے چھیڑ چھاڑ کر رہا ہے اور اپنی فوجوں کی بھی تعداد بڑھا رہا ہے۔ وہاں بہت سی روسی فوج جمع بھی ہے۔ جرمنی اور اٹلی کی خواہش



انگلینڈ کے ایک گاؤں میں دیہاتی تعلیم یافتہ جماعت کے کارکنوں کو فرسٹ ایڈ کی تعلیم دیجا رہی ہے۔
دیہات کا ڈاکٹر چارٹ کی مدد سے اُنھیں اس بات کی تعلیم دے رہا ہے کہ وہ
گرنے پر دیہات کے لوگوں کی کس طرح مدد
کر سکتے ہیں۔



گورکھا فوج کے افسروں کا ایک دستہ جو شاہ جارج ششم کی تخت نشینی کے موقع پر انگلینڈ گیا تھا ۔ گورکھوں کی فوجیں ہمیشہ بڑی بہادری سے لڑتی ہیں
یہ فوجیں پہاڑی مقامات پر بڑی خوبی سے مقابلہ کرتی ہیں نیپال ہندوستانی فوج کے لئے ہمیشہ اپنے بہترین سپاہی دیتا آیا ہے

تھی کہ روس رومانیہ کو ان کے لئے چھوڑ دے ۔ یہ بات روس نے قطعی ناپسند کی ہے ۔ یوگوسلادیہ سے بھی اس کا سمجھوتہ ہے ۔ اُدھر ہنگری کو ٹرانسلوینیا کا بڑا حصہ ملنے اور اُس طرف جرمنی کا اقتدار قائم ہونے سے روس اور یوگوسلادیہ کا تعلق قائم رہنا مشکل ہوا جاتا ہے اسلئے ادھر روس کو کچھ تشویش سی پیدا ہو رہی ہے پہلے تو وہ جرمنی سے بہت کچھ تعاون کرتا تھا لیکن اِدھر جب سے نئے برطانیہ سفیر مقرر ہوئے ہیں اسوقت سے جرمنی کی طرف سے وہ کچھ کھنچا کھنچا سا نظر آتا ہے ۔ ادھر اٹلی اور جرمنی اُس طرف ہنگری سے کچھ معاملات طے کرنا چاہتے تھے لیکن روس نے لکھا ہے کہ وئینا میں ہونے والی اِس کانفرنس میں وہ بھی حصہ لیگا ۔ کیونکہ دریائے ڈینیوب کے ساحلی علاقوں سے اس کا بھی کافی تعلق ہے ۔ روس نے جرمنی کو اپنے ذریعے بہت سا سامان خریدنے میں مدد دینے کا وعدہ کیا تھا ۔ لیکن وہ بھی پوری طرح وفا نہ ہوا ۔ جرمنی کا بہت بڑھنا نہ روس کو پسند ہے نہ برطانیہ کو ۔ شائد اُسے یہ بھی خوف ہو کہ زیادہ پیر پھیلانے سے کہیں جرمنی سے اسی کو

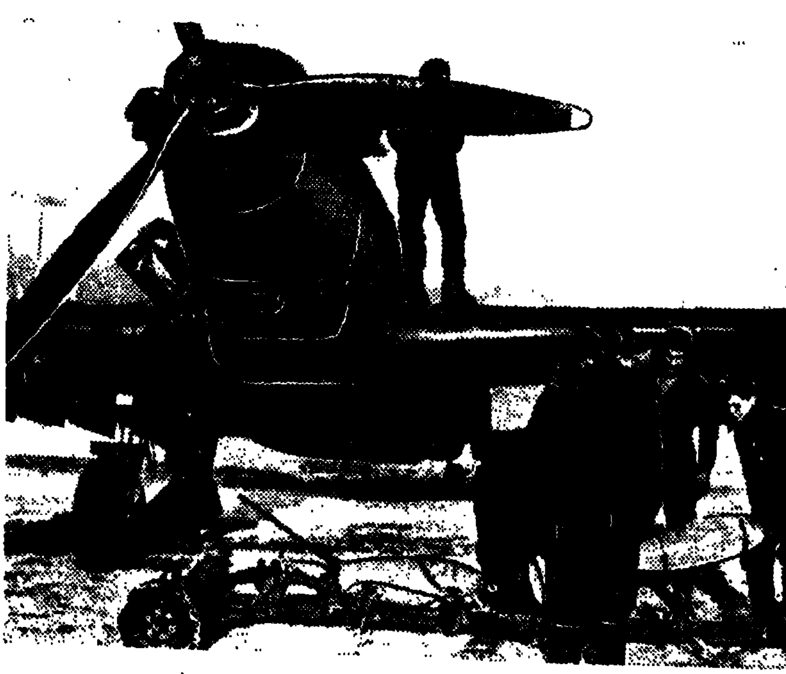
نہ لڑنا پڑے ۔ یہی سب سوچ سانچ کر وہ ایسی پالیسی پر عمل کرتا آیا ہے کہ اُسکے ارادے جاننے میں بڑے بڑے مدبر ناکام رہے ہیں ۔ آجکل اسکی خواہشیں ظاہر ہو رہی ہیں ان سے مذکورِ بالا خیالات کی تصدیق ہوتی ہے ۔ آئندہ واقعات کیا گل کھلاتے ہیں یہ وقت ہی بتائے گا ۔ ادھر روس نے فن لینڈ سے سوئیڈن کا مال روس جانے کے بارے میں سمجھوتہ کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ادھر حالات ناگوار صورت نہ اختیار کرینگے ۔ مصر پر اٹلی نے حملہ کر دیا ہے لیکن ابھی مصر اُسے بہت اہمیت نہیں دیتا اسی لئے اس نے اعلان جنگ نہیں کیا ۔ لیکن جلد ہی شائد اُسے ایسا کرنا پڑے ۔ فرانس کی شکست کے بعد ابھی یورپ میں کوئی اہم واقعہ نہیں پیش آیا لیکن تیاریاں دونوں طرف زور و شور سے ہو رہی ہیں ۔

چین جاپان جنگ جاری ہے ادھر جاپان نے چین کے پائیہ تخت چنکنگ کو بمباری کے ذریعے قریب قریب بالکل تباہ کر دیا ہے ۔ فرانس کی شکست سے اُسکی ریاست انڈوچین جانا ختم ہو گئی ہے

ادھر سیام نے بھی فرانس سے کچھ زمین کا مطالبہ کیا ہے ۔ خیال ہے کہ وہ بھی جاپان کے کہنے سے ایسا کر رہا ہے ۔ اُدھر جاپان نے انڈوچین چانکا ہو کر چین کو سامان جنگ جانا بند کر دیا تھا لیکن اب اس علاقہ میں ہو کر چین پر حملہ کرنے کے لئے اور ہوائی جہازوں کے لئے راستہ مانگنے لگا ہے یہ مطالبہ انڈوچین نے نامنظور کر دیا ہے اور جنگ کی صورت میں چین اسکی امداد کا بھی وعدہ کر رہا ہے ابھی تک معاملہ اس کے آگے نہیں بڑھا ہے اُدھر امریکہ نے جاپان کو لکھا ہے کہ اُسے فرینچ انڈوچین ڈچ ایسٹ انڈیز پر دباؤ نہیں ڈالنا چاہئے ۔ یہ بات جاپان کو ناگوار معلوم ہو رہی ہے ۔ ادھر امریکہ نے اپنے یہاں کی بہت سی چیزیں کی ملکوں کو بھیجنا بند کر دیا ہے اس کی اس حرکت سے جاپان کو بہت نقصان ہے امریکہ بحرالکاہل میں بحری بیڑوں کے لئے اڈے بھی بنا رہا ہے اور اسٹریلیا سے بھی دوستانہ تعلقات بڑھانے کی فکر میں ہے انھیں وجوہ سے ان دونوں امریکہ اور جاپان میں کشیدگی بڑھ رہی ہے اور اِس سلسلے



ہوائی جہاز گرانے والی توپ کا ایک حصہ



رائل ایر فورس کے ایک ہوائی جہاز میں بم رکھا جا رہا ہے۔

بل

میں اتحاد کے لئے سفیروں کے مابین گفت شنید بھی ہو رہی ہے لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں برآمد ہوا۔ آج کل امریکہ کا میل جول برطانیہ سے بڑھ رہا ہے۔ برطانیہ جاپان سے بگاڑ نہیں کرنا چاہتا لیکن امریکہ سے اسکی جو دوستی ہے اس کے باعث مستقبل میں کیا ہوگا یہ نہیں کہا جا سکتا۔

ہندوستان میں حکومت اور کانگریس سے بات چیت ہو رہی تھی لیکن کوئی ایسا حل نہ نکل سکا جس سے کانگریس مطمئن ہوتی۔ ایسی صورت میں حکومت نے ہندوستان کی دیگر سیاسی جماعتوں کے اشتراک سے کام چلانا چاہا مگر مسلم لیگ نے ایسے شرائط پیش کئے ہیں جو حکومت شائد تسلیم کرے مگر ہندو مہا سبھا انھیں ہندوؤں کے مفاد کے خلاف سمجھتی ہے۔ ادھر بمبئی میں کانگریس ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں اس نے یہ طے کیا ہے کہ اگر حکومت ہندوستانیوں کو اتنی بھی آزادی دے دے کہ وہ حکومت کی جنگی کوششوں کے خلاف عدم تشدد پر پابند رہتے ہوئے پروپگنڈہ کر سکیں تو ابھی وہ سول نافرمانی نہ کرے گی۔ اگر عدم تشدد دانہ حرکات پر بھی پابندی عائد ہوئی تو آئندہ کیا ہوگا یہ نہیں کہا جا سکتا۔ مہاتما گاندھی کانگریس کے سالار اعظم مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ اور وہ حضور وائسرائے سے اس سلسلے میں گفت شنید کرنے کو ملنا چاہتے ہیں۔ اس ملاقات کے نتیجے کے متعلق یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لبرل جماعت اور ہندو مہا سبھا کسی قسم کی گڑبڑ مچانے کے خلاف ہیں۔ لیکن اگر مسلم لیگ کے ایسے مطالبے پورے کئے گئے جو انھیں بھی نامنصفانہ معلوم ہوئے تو ہندوؤں میں بے اطمینانی پیدا ہونے کا خوف ہے۔ اُمید ہے کہ ایسا حل نکل آئیگا جو جنگ کے اس نازک موقع پر سول نافرمانی وغیرہ نہ ہونے دے گا کہ یہی عام ہندوستانیوں کی خواہش ہے۔

اندھوں کا گاؤں

زخمی سپاہیوں کی خوشگوار ازدواجی زندگی

[یوگوسلاویہ میں ایک عجیب گاؤں ہے جس میں صرف اندھے آباد ہیں۔ مگر ہر ایک اندھے کی شادی خوبصورت آنکھوں والی کسان لڑکی سے ہوئی ہے۔ ان کے ازدواجی تعلقات خوشگوار ہیں اور یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ ان میں سے کبھی کسی نے ایک دوسرے کو طلاق دیا ہو۔]

یوگوسلاویہ میں ایک گاؤں کا نام ویٹزنک ہے اسی نام کا وہاں ایک پہاڑ بھی ہے اور اسی پہاڑ کے نام پر اس گاؤں کا نام رکھا گیا ہے۔ گزشتہ جنگ عظیم میں اس گاؤں کے پاس کئی خوفناک معرکے ہوئے تھے جب کہ زبردست آسٹرین فوجوں نے وہاں سردینوں کو قتل کیا تھا۔ ان معرکوں میں بہت سے سردین سپاہیوں کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ آنجہانی شاہ الیگزینڈر نے ۱۹۲۲ء میں ان اندھے سپاہیوں کو نووسیڈ کے پاس بسایا۔ اس کے بعد اس جگہ کا نام ویٹزنک رکھ دیا گیا۔ خاص مقام ویٹزنک کے پاس سردینوں نے بڑی بہادری کے ساتھ جنگ کی تھی اسی کے بعد سے اس بستی کا نام ویٹزنک رکھ دیا گیا۔

اندھوں کی بستی

اندھوں کی بستی کی دیکھ بھال بڑے اچھے طریقے سے کی گئی اور اسی بستی کی اتنی ترقی ہوئی کہ وہ یورپ بھر میں مشہور ہو گئی۔ کیونکہ اندھوں کی بھلائی کے لئے وہاں اتنا اچھا کام ہوا کہ وہ دوسروں کے لئے ایک نمونہ ہو گیا۔ اندھوں کی اس بستی کی بنیاد حکومت ہی نے ڈالی تھی اور اس کا انتظام بہت معقول کیا گیا۔

ہر ایک اندھے کو کھیتی کرنے کے لئے کچھ زمین اور رہنے کے لئے گھر دیا گیا۔ اس کے علاوہ ہر ایک اندھے کو ایک گائے۔ کچھ بکرے بکریاں، کچھ مرغیاں اور کھیتی کرنے کے لئے کچھ جدید قسم کے ہل وغیرہ دیئے گئے۔ جب سے اندھوں کی یہ بستی آباد کی گئی اس وقت سے برابر زیادہ ترقی ہونے لگی ہے۔ بستی ہی کے اندھوں کی کوششوں سے وہ گاؤں اب ایک ترقی یافتہ گاؤں ہو گیا ہے۔

کسان لڑکیوں سے شادی

اندھے سپاہی اندھے کسان ہو گئے۔ مگر انکے پہلے انھیں زمین میں کچھ تعلیم دی گئی۔ زمین میں اندھوں کی ایک جماعت ہے جہاں انھیں متعدد قسم کے مفید کام سکھائے جاتے ہیں۔ مگر ان کاموں کو سیکھنے پر بھی اندھے کسان کاشتکاری نہیں کر سکتے۔ مگر آنجہانی شاہ الیگزینڈر ترقی پسند خیالات کے تھے انھیں ان اندھوں کی بہبودی کے لئے ایک اچھی بات سوجھی انھوں نے ہر ایک اندھے سپاہی کی کسان لڑکی سے شادی کر دینے کا فیصلہ کیا۔ مگر شروع میں یہ ایک مشکل مرحلہ معلوم ہوا۔

اصل بات یہ تھی کہ اندھے اپنے لئے خود بیویاں پسند نہیں کر سکتے تھے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی خیال کیا گیا کہ کسانوں کی لڑکیاں بھی اندھوں سے شادی کرنا پسند نہ کریں گی۔ شاہ الیگزینڈر نے بہت کچھ غور و خوض کے بعد ملک کے نام ایک اپیل شائع کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ کسان لڑکیوں کو اندھے سپاہیوں سے شادی کرنی چاہئے جنھوں نے ملک کی زبردست خدمت انجام دی ہے۔ اسکے بعد بہت سی کسان لڑکیوں نے اندھے سپاہیوں سے شادی کیلئے درخواست دی۔

لڑکیوں کا اشتیاق

سارے ملک کی کسان لڑکیاں اندھے سپاہیوں سے شادی کرنے کی مشتاق تھیں۔ ان لڑکیوں نے اپیل کے جواب میں اپنی رضامندی ظاہر کی۔ جو لڑکیاں شادی کرنے کے لئے آئیں انکی صحت کا ڈاکٹروں نے معائنہ کیا اور جو لڑکیاں منتخب کی گئیں انھیں ویٹزنک بھیج دیا گیا۔

حکام نے ہر ایک اندھے سپاہی کو ایک لڑکی دی۔ ان سب لڑکیوں کی شادیاں اندھے سپاہیوں سے ایک ہی روز ہوئیں۔ اس روز ویٹزنک گاؤں میں بڑی دھوم دھام مچی اور دعوتیں ہوئیں۔

دلیرانہ تجربہ

یہ ایک بہت دلیرانہ تجربہ تھا۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اندھے سپاہیوں اور کسان لڑکیوں کے ازدواجی تعلق کا کیا نتیجہ ہوگا۔ مگر یہ تجربہ امید سے زیادہ کامیاب ہوا ایک شادی بھی ناکام نہیں ہوئی۔

ان عورتوں نے اس بات کی کبھی شکایت نہیں کی کہ انکی شادی اندھوں سے ہوئی اور نہ اندھوں نے کبھی یہ شکایت کی کہ انکی بیویاں انکو حقیر سمجھتی ہیں۔

گاؤں کی سب عورتوں کی ایک ہی سی قسمت تھی اسلئے بیوی و شوہر کے درمیان نہ کبھی کوئی کشیدگی ہوتی نہ لڑائی جھگڑا ہوتا۔ کسی نے بھی طلاق کے لئے درخواست نہیں دی۔

صحت درست رہی

اس گاؤں کے مرد عورتوں کی صحت بھی اچھی رہی جب سے اندھوں کی شادی ہوئی اس وقت سے گاؤں میں صرف ایک موت ہوئی اور وہ بھی ایک عورت کی بچہ جننے کے وقت ہوئی تھی۔

اندھوں کے بہت سے بچے اب بڑے ہوئے ہیں اور وہ کھیتی باری میں اپنے ماں باپ کی اب بہت کچھ مدد کرتے ہیں۔ اس گاؤں میں ایک اندھا اسکول ہے جس میں اندھوں کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

اندھوں کے کام

یہ سمجھنا غلطی ہے کہ اندھے شوہر خاموش بیٹھے رہتے ہیں اور فضول وقت ضائع کرتے ہیں اور ان کی بیویوں کو سب کام کرنے پڑتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اندھے مرد اپنی بیویوں کی رہنمائی میں کھیتوں میں کام کرتے ہیں اور سبھی اندھے مزدوروں کے کام محنت کے ساتھ کرتے ہیں ان میں کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے ہر ایک اندھا اپنے کھیت کیلئے کام کرنے میں لگا رہتا ہے اور انھیں کی محنت سے گاؤں ترقی یافتہ بنا ہے۔

ان کے بچے

ہر ایک اندھے کسان کو حکومت سے پنشن ملتی ہے۔ ہر ایک بچے کیلئے حکومت سے الاؤنس ملتا ہے اسلئے یہ بات باعث حیرت نہیں اگر کچھ کسانوں نے ۱۰ ہزار دینار (تقریباً ۸ سو پونڈ) جمع کر لیا ہے۔ وہ اس رقم کا بجا استعمال کرتے ہیں۔

موضع ویٹزنک کے متعدد عجائبات میں سے ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ گاؤں کی تعداد پیدائش سارے یورپ سے بڑھی ہوئی ہے۔ اندھے سپاہیوں کی نسل میں غیر معمولی ترقی ہوئی ہے۔ ہر ایک گھر میں کم از کم ۴ بچے اور زیادہ سے زیادہ ۱۴ بچے ہیں۔ اوسطاً ہر کنبے میں ۸ بچے ہیں۔

اندھے کسان اب اس فکر میں ہیں کہ زیادہ سے زیادہ دولت جمع کر سکیں تاکہ وہ قرب و جوار میں اور بھی زمینیں خرید سکیں انکے کنبے اب بڑھ گئے ہیں اور اپنے بچوں کی پرورش کیلئے انھیں زیادہ کھیتوں اور زمینوں کی ضرورت



ڈپٹی صاحب

از جناب "گنوار" ایم ۔اے ۔ ڈی ۔ لٹ

(۱)

"بابو! فوراً ہمارے ساتھ چلو اور گھر پر ہماری لائبریری بھی اسی طرح ٹھیک کر دو جیسے یہاں ہائی کورٹ کی کر دی ہے ۔ آؤ' ادہر کوچوان کے ساتھ بیٹھ جاؤ"!

"بہت اچھا صاحب ؛ آپ چلیں میں ابھی آپ کے پیچھے ہی فوراً آتا ہوں"۔

"بابو! دیکھو دیر نہ ہو۔ ہم یہ کام فوراً چاہتا ہوں"۔

"بہت اچھا حضور!"

ہماری کہانی کے ہیرو اس وقت ہائیکورٹ کی لائبریری میں ۳۰ روپئے کے کلرک تھے اور اس طرح انگریز جج نے اُنھیں گھر پر بلایا تھا۔ اُس وقت موٹریں نہیں تھیں ۔ صاحب لوگ بھی بگھیوں اور ٹمٹموں پر آتے جاتے تھے ۔ جج صاحب کی بگھی چلی ہی تھی کہ ڈپٹی صاحب نے فوراً ایک کرایے کی بگھی لی اور کوچوان سے جج صاحب کی بگھی کے پیچھے ساتھ ساتھ چلنے کو کہا ۔ دونوں گاڑیاں ایک ساتھ جج صاحب کی کوٹھی پر پہنچیں ۔ ڈپٹی صاحب نے گاڑی بان کو ایک روپیہ کرایہ دیا اور اندر جج صاحب کی لائبریری میں جاکر کام کرنے لگے ۔ یہ سلسلہ چار دن تک جاری رہا ۔ روز جج صاحب ڈپٹی صاحب کو بلاتے اور روز ڈپٹی صاحب ایک روپیہ کرایہ صرف کرتے ۔ چوتھے روز جج صاحب لائبریری میں خود آئے اور بولے "بابو! یوں ایک روپیہ روزانہ خرچ کرکے کس طرح کام کر سکوگے؟"

"حضور! جتنے دن کر سکوں گا کروں گا ورنہ نوکری سے استعفیٰ دیدوں گا"۔

"تو تم میری گاڑی پر کیوں نہیں آتے؟"

"حضور! میں ایک اعلیٰ خاندان کا برہمن ہوں ۔ میں کوچوان کے برابر نہیں بیٹھ سکتا"۔

اس کے بعد جتنے دن صاحب کو کام لینا تھا ڈپٹی صاحب کو اپنے سامنے کی سیٹ پر گاڑی میں بٹھا کر لاتے رہے ۔ اُنھوں نے چار دنوں کا کرایہ بھی دینا چاہا مگر ڈپٹی صاحب نے یہ کہکر کہ کرایہ تو میں دے چکا اور انعام میں لیتا نہیں' انکار کر دیا ۔

(۲)

جج صاحب ڈپٹی صاحب کی سچائی اور خودداری سے بہت متاثر ہوئے اور پنشن لینے کے قبل وہ اُنھیں بورڈ آف ریوینو میں ہیڈ کلرک کروا گئے ۔ بورڈ کے سینیر ممبر کے سامنے ایک بار ایک مقدمہ پیش تھا۔ یہ ایک بیوہ کا معاملہ تھا جس میں اُس کے حق کو اُس کے دیور نے ہڑپ لیا تھا ۔ غریب بیوہ کے پاس بہت مال متاع نہیں تھا کہ وہ باقاعدہ اپنے مقدمے کی پیری کرا سکتی۔ وہ ہیڈ کلرک صاحب کے پاس آکر بہت روئی گڑگڑائی اور ان کو اُس کی بات کا یقین ہو گیا ۔ سینیر ممبر صاحب دیور کے حق میں فیصلہ لکھ رہے تھے ۔ ہیڈ کلرک صاحب نے اُن کو روک دیا اور کہا "آپ ایسا کرکے انصاف کا خون کر ڈالیں گے"!

صاحب مسکرا کر بولے "بابو کتنا روپیہ کھایا ہے؟"

ڈپٹی صاحب نے کہا "جتنی رشوت کھاتا ہوں یا کھاؤں گا اُس کا تو آپ کو پتہ ہوگا ہی لیکن میں آپ کے ہاتھوں انصاف کا خون نہ ہونے دونگا"!

صاحب نے اُن کی بات پر اعتبار کرکے فیصلہ بیوہ کے حق میں دیدیا۔ اور بعد میں جب وہ دورے پر گئے تو اُن کو معلوم ہوا کہ بیوہ کے حق میں اُنھوں نے جو فیصلہ کیا تھا وہی حق و انصاف پر مبنی تھا۔

(۳)

اب ہمارے ہیرو ڈپٹی کلکٹر تھے ۔ ایسے ضلعے میں جو قتل اور ڈکیتی کے لئے مشہور تھا۔ ایک بار انکے سامنے کسی ڈاکو کا معاملہ پیش تھا۔ دوسرے ہی دن فیصلہ سنانے والے تھے ۔ اُسی دن رات کو گیارہ بجے جب یہ اپنی کوٹھی کے اوپر والے کمرے میں لیٹے ہوئے آرام سے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے تبھی ایک مہیب شکل کا ڈاکو ہاتھ میں پستول لئے ہوئے آیا اور آکر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ بولا "دیکھئے ڈپٹی صاحب! آپ میرے بھائی کو بری کر دیجئے ورنہ آپ جانئے"! ڈپٹی صاحب نے پوچھا "آخر تم یہاں تک آئے کیسے؟ ہمارے چوکیدار اور دربان وغیرہ کہاں ہیں؟" ڈاکو بولا "ہم کوئی بچے آدمی نہیں ہیں ۔ ہم نے پورا انتظام کر لیا ہے" آپ ہمارے بھائی کو بری کر دیں ورنہ نتیجہ برا ہوگا ۔ آپ کے دربان اور چوکیدار آپ کو نہ بچا سکیں گے"۔ ڈاکو یہ کہہ کر چلا گیا

دوسرے روز ڈپٹی صاحب نے مقدمے کا فیصلہ سنا دیا ۔ اُس ڈاکو کو کئی سال کی سخت سزا دی اور جیلر کو علیحدہ بلا کر ہدایت کر دی کہ اس کو سخت سے سخت کام دیجئے اور خراب سے خراب کھانا ۔ ساتھ ہی ساتھ پولیس سپرنٹنڈنٹ کو لکھ دیا کہ "مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے ۔ آپ میری

کوٹھی پر مسلح پولیس کے پہرے کا انتظام کر دیں"
اور خود بھی اپنا پستول بھر کر اپنے پاس رکھ لیا۔

چار دن بعد ڈاکو کا سردار بھیران کے کرسے میں اسی صورت میں پہنچا۔ انھوں نے اپنے پستول پر ہاتھ رکھا۔ سردار بولا "حضور آپ فکر نہ کریں میں آپکا غلام ہوں" اور یہ کہکر ان کے پیروں پر گر پڑا اور ان سے رحم کی بھیک مانگنے لگا۔ بولا "حضور وہ بھائی میرا اور میری ماں کا بڑا دلارا ہے جو کام آپ نے اس کو دلایا ہے اور جو کھانا اسے ملتا ہے اس سے تو وہ تین ہی چار مہینے میں مرجائیگا۔ سزا تو آپ نے جو دی سو دی اس کے متعلق میری درخواست آپ نے نامنظور فرمائی۔ مگر اب مہربانی فرماکر اس کے کام اور اس کی خوراک کے متعلق رحم فرمائیں۔ میں تمام عمر آپ کا احسانمند رہوں گا" ڈپٹی صاحب نے پوچھا۔ یا اب بھی دھمکی دوگے؟ سردار نے کہا "حضور دھمکی نے بہت سے افسروں پر اثر دکھایا۔ مگر آپ دوسرے مزاج کے ہیں۔ آپ سے التجا ہی کر سکتا ہوں" دوسرے دن جیلر کو ہدایت کر دی گئی کہ اس ڈاکو کو معمولی کام اور عام خوراک دی جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب تک وہ اس ضلع میں رہے ان کے ضلع میں ڈاکہ زنی بند ہو گئی۔

(۴)

ڈپٹی صاحب اس وقت پچھم کے ایک ضلع میں تعینات تھے۔ نوکری کے پانچ ہی چھ سال باقی تھے ان کے ایک مارواڑی سیٹھ دوست تھے۔ ایک روز بارہ ایک بجے شب کے وقت وہ دوڑے ہوئے ڈپٹی صاحب کے پاس آئے اور بولے "بھائی غضب ہوا میرے لڑکے نے اپنی بیوی کو مار ڈالا۔ اب آپ اس کی جان بچائیے۔ یہ کہکر سیٹھ جی ڈپٹی صاحب کے پیروں پر گر پڑے۔ ڈپٹی صاحب نے ایک ہی لمحہ میں اپنے راستے کا فیصلہ کر لیا اور بولے سیٹھ جی! گھبرائیے نہیں لڑکے کو یہاں لے آئیے میں اس کی حفاظت کروں گا اور آپ کوتوالی جاکر رپورٹ کر دیں کہ لڑکے نے بہو کو قتل کر دیا اور کہیں بھاگ گیا۔

سیٹھ جی نے یہی کیا۔ پولیس نے فوراً سیٹھ جی کا گھر گھیر لیا۔ شہر میں بہت سی جگہوں پر جہاں جہاں لڑکا اٹھتا بیٹھتا تھا اس کی تلاش ہوئی مگر اسکا پتہ کیوں لگتا ہے۔ دو ہی دن میں پولیس نے سراغ لگا لیا کہ سیٹھ جی کا لڑکا ڈپٹی صاحب کے یہاں چھپا بیٹھا ہے مگر کوتوال کو جرات نہ ہوئی کہ ان کے گھر کی تلاشی لیتا۔ کلکٹر اور کپتان پولیس کے سامنے ڈپٹی صاحب طلب کئے گئے۔ ڈپٹی صاحب نے کہا کیا تلاشی لیکر میری بے عزتی کرنے کا ارادہ ہے؟ یہ میں کبھی نہ ہونے دونگا۔ آپ چاہیں تو میں ملازمت سے مستعفی ہو جاؤں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ سیٹھ جی کا لڑکا محفوظ رہا اور تین چار دن میں راجپوتانے کی کسی ریاست میں پہنچا دیا گیا۔

(۵)

۱۹۱۶ء کی بات ہے ڈپٹی صاحب کی پنشن کو دو سال باقی تھے۔ جنگ عظیم کے لئے حکومت نے سب سرکاری افسروں کو ہدایت کی تھی کہ زیادہ سے زیادہ "وار لون" (لڑائی کے لئے قرضہ) کے لئے روپیہ جمع کریں۔ سبھی ضلعوں میں متوسط طبقے کے عوام پر ایک مصیبت سی ٹوٹ پڑی تھی مگر ڈپٹی صاحب کے حلقے میں عام پبلک کو اطمینان تھا۔ انھوں نے اپنے ماتحت حاکموں کو صاف حکم دیدیا تھا کہ اگر غریب آدمیوں پر ذرا بھی ظلم ہوا تو بڑا ہوگا۔ کچھ دنوں بعد صاحب کمشنر کے بنگلے پر کمشنری کے سبھی اضلاع کے افسران اعلیٰ اور رئیسوں کی میٹنگ ہوئی "وار لون" کی فروخت کا ذکر آیا اور کمشنر صاحب نے معائنہ شروع کیا ایک نواب صاحب نے ہمارے ڈپٹی صاحب کی شکایت پیش کی۔ کہا "صاحب! ڈپٹی صاحب نے اپنے ماتحتوں کو ہدایت دے رکھی ہے کہ زبردستی نہ کرو۔ حضور کبھی کہیں سیدھی انگلیوں گھی نکلتا ہے۔

کمشنر صاحب نے ڈپٹی صاحب سے دریافت کیا ڈپٹی صاحب نے کہا "حضور میری تحصیل کے وار لون کا مقابلہ کمشنری بھر میں کسی دوسری تحصیل سے کر دیکھئے۔ اگر دونا فرق نہ ہو تو میں قصوروار۔ کوشش نہ کرتا تو یہ آتا کہاں سے؟ درحقیقت مقابلہ کرنے پر ڈپٹی صاحب کی تحصیل کا وار لون دیگر تمام تحصیلوں سے دونے سے بھی زیادہ نکلا۔ ڈپٹی صاحب نے نواب صاحب ہی سے ایک لاکھ روپیہ وصول کیا تھا اور اسی طرح دیگر امراء اور تجار سے۔ کمشنر صاحب بولے "ویل نواب صاحب۔ ہم آپکا شکریہ ادا کرتا ہے ڈپٹی صاحب کا کام بہت اچھا ہے"

× × ×

ڈپٹی صاحب کی زیارت کا مجھے شرف نہیں حاصل ہوا۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں ہیں انکے فرزند میرے بہت بڑے دوستوں میں سے ہیں انکا بلند اخلاق دوستوں کے ساتھ فیاضانہ سلوک، سچی ہمدردی اور خودداری دیکھکر میں کبھی کبھی تعجب کرتا تھا۔ ایک دن ڈپٹی صاحب کے یہ حالات سنکر مجھے معلوم ہوا کہ انکی یہ خوبیاں ہمارے دوست کو ترکے میں ملی ہیں۔

اب ایسے افسر کہاں ہیں۔



ہز ایکسیلنسی سر ہارس اور لیڈی ہیلٹ پورا نامی ایک گاؤں (ضلع فیض آباد) کے اکھاڑے میں دیہاتی اسکاؤٹس کی کشتی دیکھ رہے ہیں اس سلسلے کی اور تصاویر صفحہ ۶۸۶ پر چھپی ہیں۔



مسٹر چرچل کی ریڈیو پر تقریر

لندن ۱۱ ستمبر۔ مسٹر چرچل نے کل شام ایک تقریر براڈکاسٹ کرتے ہوئے کہا۔

دارالعوام میں تقریر کرتے ہوئے جب میں نے یہ کہا تھا کہ جرمنی کے ہوائی حملے ستمبر میں اگست سے تین گنا زیادہ شدید ہوں گے تو شاید میں نے اس کا ذکر نہیں کیا تھا کہ شہری آبادی پر بربریت آمیز حملے کئے جائینگے بلکہ میرا تو مطلب ان بڑی ہوائی لڑائیوں سے تھا جو ہمارے جنگی ہوائی جہازوں اور جرمن کے جہازوں کے درمیان ہوتی رہی ہیں۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ جب موسم موافق ہوتا ہے تو جنگی جہازوں کی حفاظت میں جرمن بمبار جہازوں کی صفیں کی صفیں جن کی تعداد اکثر تین سو یا چار سو ہوتی ہے اس جزیرے پر پرواز کرتی ہیں۔ وہ بالخصوص فوج اور دوسرے مقامات پر حملہ کرنے کی اُمید میں راس کینٹ پر اڑان کرتے ہیں ہمارے جنگی دستے ان کا مقابلہ کرتے ہیں اور قریب قریب ہمیشہ ان کی صفوں کو توڑ دیتے ہیں۔ نقصان کا اوسط یہ ہے کہ اُن کے تین جہاز تو ہمارا ایک جہاز اور ان کے چھ ہوا باز تو ہمارا ایک ہوا باز ضائع ہوتا ہے شاید ساری جنگ کا یہ سب لباب ہے کہ جرمنوں نے دن کے وقت لندن پر حملہ کرنے میں کامیابی حاصل کرنا چاہی مگر اب تک وہ بری طرح ناکام رہے ہیں ان کو یہ بہت مہنگا پڑا اور ہم اپنے آپ کو زیادہ قوی محسوس کرتے ہیں اور حقیقتاً اس وقت ہم جولائی سے زیادہ قوی ہیں جبکہ سخت لڑائی شروع ہوئی تھی اس میں کوئی شک نہیں کہ ہٹلر ہوائی طاقت بہت زیادہ استعمال کر رہا ہے اور اگر آئندہ چند مہینے وہ یہی کرتا رہا تو اس کی ہوائی طاقت کا ایک اہم حصہ تباہ ہو جائیگا۔



برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر چرچل

یہ ہمارے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ دوسرے اگر ہٹلر نے ہوا میں برتری حاصل کئے بغیر اس ملک پر حملہ کیا تو یہ بہت خطرناک ثابت ہوگا اس کے باوجود بڑے پیمانہ پر حملہ کرنیکے لئے اسکی تیاریاں آہستہ آہستہ جاری ہیں۔ جرمن ہالینڈ کے ساحلوں سے شمالی فرانس تک اور ڈنکرک سے ہرنیسٹ تک اور ہرلیسٹ کے پرے سے خلیج بسکے میں فرانس کے ساحلوں تک مال لادنے کی دخانی کشتیاں گھوم رہی ہیں اسکے علاوہ تجارتی جہازوں کی حفاظت کرنے والے جہاز دسیوں اور درجنوں کی تعداد میں نئی توپوں کی حفاظت میں جو جرمنوں نے فرانس کے ساحل پر لگائی ہیں آبنائے ڈوور میں سے گذر کر چینل میں آ جا رہے ہیں اور تمام بندرگاہوں پر گھوم رہے ہیں۔ ہمبرگ سے برلیسٹ تک سارے راستے جرمنی ہالینڈ بلجیم اور فرانس کے ساحلوں پر جہازوں کا خاصہ اجتماع ہے ناروے کے ساحلوں سے جہازوں سے حملہ کرنے کے لئے

انتظامی تیاریاں کی گئی ہیں۔ جہازوں کے اس اجتماع کے پیچھے کشتیاں اور بہت بڑی تعداد میں جرمن فوجیں ہیں جو جہازوں پر سوار ہونے اور خطرناک اور غیر یقینی سفر طے کرنے کے احکام کا انتظار کر رہی ہیں۔ ہم نہیں بتا سکتے کہ وہ کب آنے کی کوشش کرینگے حقیقت میں ہم یہ بھی یقین نہیں کر سکتے کہ وہ ضرور آئینگے۔ لیکن اس حقیقت کی طرف سے کسی کو آنکھیں نہیں بند کرنی چاہئیں کہ جرمن اس جزیرہ پر ایک زبردست حملہ کرنے کی تیاری مکمل کر رہے ہیں اور انگلستان اسکاٹ لینڈ، آئرلینڈ یا تینوں پر ایک ساتھ کسی وقت بھی ہو سکتا ہے۔ اگر یہ حملہ کیا جائیگا تو اس میں اب زیادہ دیر نہیں معلوم ہوتی۔ موسم کسی وقت شدید ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ غیر محدود عرصہ کیلئے جہازوں کو جمع رکھنا دشمن کے لئے مشکل ہوگا۔ دوسرے انگریزی بمبار جہاز روزانہ رات کو ان پر بمباری کر رہے ہیں اور ہمارے جنگی جہاز جو باہر گھومتے ہوئے ان کے منتظر ہیں اکثر بمباری کرتے ہیں لہذا ہر مرد اور عورت کو خاص فخر اور احتیاط کے ساتھ اپنا فرض ادا کرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔ ہمارا بحری بیڑہ طاقتور ہے اور اس میں ان گنت جہاز ہیں۔ ہماری ہوائی طاقت انتہائی طاقت کو پہنچ چکی ہے اور وہ اپنی تعداد کی وجہ سے نہیں بلکہ آدمیوں اور مشینوں اور جہازوں کی وجہ سے ثابت شدہ برتری ہے باخبر ہے ہمارے ساحلوں پر اچھی قلعہ بندیاں ہیں اور ان کے پیچھے فوج کی مضبوط طاقت ہے جو حملہ آور پر وار کرنیکے لئے تیار ہے۔ ہمارے پاس پہلے سے زیادہ چاق چوبند موٹر سوار فوج ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس پندرہ لاکھ سے زیادہ ملکی محافظ ہیں جو باقاعدہ فوج کے سپاہیوں کی طرح ہیں اور وہ ہر گاؤں میں اور سڑک پر ایک ایک انچ زمین کے لئے لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

دیانتداری کے ساتھ بلکہ یقینی اعتماد سے کہتا ہوں کہ خدا حق کی حفاظت کرے۔

لندن پر ظالمانہ بے رحمانہ اور اندھا دھند بمباری ہٹلر کے حملہ کی اسکیم کا ایک حصہ ہے۔ اسے اُمید ہے کہ بہت سے شہریوں عورتوں اور بچوں کو مار کر اس طاقتور شاہی شہر کے لوگوں کو خوفزدہ کر دیگا اور وہ حکومت پر بار اور تشویش کا باعث ہو جائیں گے اور اس طرح وہ ہماری توجہ اس خونخوار حملہ کی طرف سے ہٹا دیگا جس کی وہ تیاری کر رہا ہے۔ برطانوی قوم کی اسپرٹ یا لندن والوں کے آہنی رگ پٹھوں سے وہ کم واقف ہے ان کے ضبط و تحمل کا ابتدائی انتقام میں بہت بڑا حصہ ہے اور انکے نزدیک آزادی کی قیمت زندہ رہنے سے زیادہ ہے اب بدمعاش آدمی نے جو روح کو غارت کرنے والی نفرت کا مرقع اور مجسمہ ہے جو گذشتہ غلطیوں اور شرمناکیوں کی دہشت انگیز پیداوار ہے اب یہ فیصلہ کیا ہے کہ بلا امتیاز قتل عام اور تباہی سے ہمارے مشہور جزیرے اور سلطنت کو پاش پاش کرنے کی کوشش کی جائے۔

اس نے جو کچھ کیا ہے وہ یہ ہے کہ انگریزوں اور تمام دنیا کے دلوں میں آگ لگا دی۔ اس نے لندن میں جو آگ لگائی ہے اسکے نشانات مٹنے کے بعد بھی دلوں میں آگ روشن رہیگی جب تک نازی ظلم کا آخری نشان یورپ سے نہ مٹ جائے اور جب تک ایسی بنیادوں پر جنہیں جلدی یا آسانی کے ساتھ نہیں اکھیڑا جا سکتا، آدمی کی آزادی کے از سر نو مندر تعمیر کرنے کے لئے نئی اور پرانی دنیا ہاتھ نہ ملا لے اسوقت تک دلوں کی آگ جلتی رہیگی اور اس سے شعلے اٹھتے رہیں گے۔

جد وجہد خواہ وہ کس قدر سخت اور طویل کیوں نہ ہو ہم اس سے پریشان نہیں ہونگے بلکہ ہم مصیبتوں میں سے رہنمائی اور اُبھرنے کے طریقے نکال لیں گے اور نہ صرف اپنے لئے بلکہ سب کیلئے فتح حاصل کرینگے۔ فتح نہ صرف ہمارے زمانہ کیلئے بلکہ آنیوالے بہتر وقت کیلئے ہوگی۔

ایک تاجر کی کہانی

شری مہادیو بھائی دیسائی، ہریجن سیوک، میں روزمرہ زندگی اور عدم تشدد کے سلسلے میں ایک تاجر کی کہانی اس طرح لکھی ہے:۔



مہادیو بھائی دیسائی

اگر ہم غور سے اپنا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہم اہنسا کے قواعد کی چھوٹی چھوٹی باتوں میں کیسی خلاف ورزی کرتے ہیں اور ذراسی ہوشیاری سے ہم کس قدر مشکلات سے بچ سکتے ہیں اکثر مخالف کی آتش غضب کو سرد کرنیکے لئے ایک میٹھی بات ہی کافی ہوتی ہے۔ مگر ایسی بات ٹھیک موقع پر ہمیشہ نہیں نکلتی۔ اسی طرح ایک خاموشی ہزار بلا ٹال سکتی ہے مگر ہم عین وقت پر ہمیشہ زبان کو قابو میں نہیں رکھتے خفگی کے حظ کا خفگی سے جواب دینا اچھا تو معلوم ہوتا ہے لیکن اُس موقعہ پر اگر ذرا سے ضبط سے بھی کام لیا جائے تو تیز جواب سے جو جھگڑا بڑھتا ہے اُس سے ہم آسانی سے بچ سکتے ہیں۔ اہنسا پر عمل کرنے والوں کو سمجھنا چاہئے کہ روزمرہ زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات کی بنیاد پر ہی اہنسا کی عمارت کھڑی کی جا سکتی ہے۔

ایک تاجر بھائی نے اپنی زندگی کے ایک چھوٹے سے واقعہ کا حال لکھ بھیجا ہے وہ ستیاگرہی ہونیکا دعویٰ نہیں کرتے اور نہ وہ جیل ہی گئے ہیں لیکن ہریجن بندھو کو برابر پڑھتے ہیں۔ وہ حال ہم سب کیلئے سبق آموز ہے وہ لکھتے ہیں:۔

ایک دفعہ صبح ہی صبح میرا چھوٹا بھائی اسٹیشن سے تانگہ کرکے آیا۔ میرے مکان کا اسے پتہ نہیں تھا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ تانگے والے سے ۱۴ آنے کرایہ کے طے ہوئے تھے۔ یہ سنتے ہی مجھے غصہ آیا اور تانگے والے سے بولا "بس اسی طرح تم انجان لوگوں کو ٹھگتے ہو۔ کرایہ کا عام نرخ ۸ آنہ ہے۔ میں تمہیں اس سے ایک کوڑی زیادہ نہ دونگا۔ تانگے والے نے جواب دیا۔ مجھے اس نے کہا عرض، یہ صاحب ۱۴ دینیکا اقرار کرچکے ہیں یہ سنکر مجھے اور بھی غصہ آیا کافی دیر بحث ہوئی آخر میں بجائے دس آنے دیکر معاملہ طے کرنا چاہا کیونکہ خود میونسپلٹی نے یہ نرخ مقرر کر دیا تھا۔ مگر وہ خدا کا بندہ ٹس سے مس نہ ہوا اور اپنی ہی بات پر اڑا رہا۔ آخر جھنجھلا کر میں نے اسے کوتوالی لیجانے کی دھمکی دی مگر وہ بھی کچھ کام نہ آئی۔ اُلٹا وہ بولا دیکھوں گا کیسے لے جا سکتے ہو! میں اپنے پورے ۱۴ آنے وصول کرکے ہی چھوڑوں گا۔ سرکاری نرخ نامے کی بات آپ کیا سناتے ہیں؟ فرض کیجئے کہ میں انھیں ۱۴ آنے میں اسٹیشن سے لانا منظور کر لیتا اور یہاں پہنچکر سرکاری نرخ نامے کا حوالہ دیکر دس آنے طلب کرتا تو کیا آپ دیدیتے؟ اور اس حالت میں کیا میرا ضد کرنا آپ کو بیجا نہیں معلوم ہوتا؟ یہ ایک ایسی دلیل تھی جسکا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا لیکن غصے نے مجھے اندھا کر رکھا تھا۔ ایک معمولی تانگے والا دلیل میں مجھ سے بازی لے گیا اس خیال سے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ یہاں میرا بھائی بیچ میں پڑا۔ کہنے لگا تانگے والے کا ۱۴ آنے کا حق ہے۔ اور سرکاری نرخ نامے کی بات اسکے آگے رکھنا بیہودہ ہے۔ مگر مجھ پر غصے کا بھوت سوار تھا۔ میں نے اپنے بھائی کو چپ رہنے کو کہا۔

لیکن اگر میں بڑے کے اپنے غلط خیال کیلئے میں وقت برباد کرنے کو تیار تھا تو تانگے والا اسکے لئے تیار نہیں تھا۔ ایک گھنٹے کی تکرار کے بعد اُس نے دس آنے لینا منظور کر لیا اور مجھے کوستا گالیاں دیتا وہاں سے رخصت ہوا۔ اس واقعہ سے میرے بھائی کو کافی افسوس ہوا جب اس نے دیکھا کہ میں کچھ ٹھنڈا پڑ گیا ہوں تو اُس نے وہی پرانی بات چھیڑی کہ تانگے والے کی اتنی سیدھی اور صحیح دلیل میری سمجھ میں کیوں نہ آئی۔ میرے ہوش اب ٹھکانے آ گئے تھے۔ میں پچھتانے لگا کہ صرف گھمنڈ اور برتری کے غلط جذبے سے مغلوب ہوکر میں نے کیوں اپنے کو شیطان کے حوالے کر دیا۔ میں نے تانگے والے کو تلاش کرکے اسکے چار آنے دل کے ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ کچھ دنوں تو اسکی تلاش میں میں ناکام رہا لیکن ایک دن وہ مجھے مل گیا۔ میں نے اسے دکان پر بلایا۔ وہ آنے میں ہچکچایا۔ سمجھا کہ شاید میں اس روز کے اسکے رویے سے ناراض ہوں۔ لیکن میں نے اُسے سمجھایا کہ میں اپنی اُس روز کی

غلطی کا کفارہ ادا کر کے اپنی اصلاح کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے اُس روز کے چار آنے دیئے اور اُس سے معافی مانگی۔ اُس کے تعجب کی کوئی حد نہ رہی۔ اپنی مرضی کے خلاف اُس نے چار آنے لے لئے اور خوشی سے میرا شکریہ ادا کرتا اپنے گھر چلا گیا۔ اتنے دنوں تک مجھے ایک قسم کی پریشانی گھن کی طرح کھا رہی تھی۔ اُس کے اب حلت ملی اور کھویا ہوا سکون بھی واپس مل گیا۔ اُس روز مجھ سے تشدد کا ایک بڑا قصور ہوا تھا کہ میں صرف صحیح بات کرنے کو تیار نہیں تھا مگر تانگے والے کی طرف سے میرے دل میں نفرت تھی۔ میں نے اُسے اپنے سے پست درجے کا سمجھ رکھا تھا۔ آج میں اپنی ان سب باتوں پر نادم تھا اور مجھے امید ہے کہ میرے اندر رہنے سہے ادنیٰ اعلیٰ کے خیال سے خدا مجھے نجات دے گا۔

ایک ذاتی تجربہ

اسی مضمون کے سلسلے میں آپ نے اپنا ایک ذاتی تجربہ بھی بیان کیا ہے:۔

یہاں میں سنہ ۱۹۳۰ء میں ستیاگرہ کے زمانے کے اپنے ایک ذاتی تجربہ کا پھر سے ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اُمید ہے کہ اس کے لئے قارئین مجھے معاف فرمائیں گے "ینگ انڈیا" میں میری بہن نے اس پر بیان بھی دیا تھا۔ قارئین کو شائد یاد ہوگا۔ میں ایک ماہ کی ڈکٹیٹری کے بعد شہرت اور ہردلعزیزی کے بام عروج پر پہنچا ہوا تھا۔ سزا یابی کے بعد جیل کی موٹر میں بطور قیدی کے مجھے لے جایا جا رہا تھا۔ لوگوں کے بڑے ہجوم نے موٹر کا پیچھا کرنا شروع کیا۔ وہ مجھے پھولوں کے ہار پہنانا چاہتے تھے۔ لیکن گاڑی کے پچھلے سرے پر ایک انگریز سارجنٹ بیٹھا تھا۔ اس نے گاڑی کو نہ روکنے دیا میں نے لوگوں سے واپس جانے کو کہا مگر انھوں نے میری نہ سُنی اور گاڑی کا پیچھا ہی کرتے رہے۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ ان کی سب کوششیں بیکار ہیں تو اُن میں سے کسی نے سارجنٹ پر ایک پتھر پھینکا، وہ سیدھا اس کی ٹھوڑی میں لگا اور اُسے خاصی چوٹ لگی۔ وہ درد کے مارے تلملا اُٹھا۔ گرتے ہوئے پتھر کو اُس نے پکڑ لیا اور کہنے لگا:۔ "یہ دیکھو تمھارے کمبخت لوگوں کی کرتوت۔ اگر یہ اہنسا پر قائم رہیں تو ہمیں کچھ بھی نہ کہنا پڑے۔ مگر وہ تو گاندھی جی اور اہنسا کا نام لیکر اُس سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ میں نے اس واقعہ پر اپنا گہرا افسوس ظاہر کیا اور اس سے درخواست کی کہ وہ گاڑی کو روکے تاکہ میں پتھر پھینکنے والے ہجوم کو سمجھاوں اور ان سے معافی مانگنے کے لئے کہوں لیکن ہماری درخواست بیکار ہوئی اور سارجنٹ صاحب پھر ہم لوگوں کو اور ستیہ گرھیوں کو کوسنے لگے میں نے پھر سے التجا شروع کی۔ میں گاڑی میں بند پڑا ہوں، میں کیا کر سکتا ہوں؟ مگر میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ مجھے خود اس بات سے سخت افسوس ہے، بولو جو کہو سو کروں اچھا ہوگا اگر آپ مجھے اس پتھر کا نشانہ بنائیں:۔ یہ سنتے ہی سارجنٹ صاحب کا لہجہ نرم پڑ گیا۔ نہیں نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ بولے۔ میں نے کہا۔ میں نے جو کچھ کہا ہے درحقیقت میں وہی چاہتا ہوں۔ آپ مجھے وہ پتھر دیں میں آپ کی تسکین کے لئے اس سے خود اپنے کو ماروں گا:۔ ہمارے درمیان تار کی جالی تھی وہ کھکھلا کر ہنسنے لگا اور بولا:۔ "میں جانتا ہوں کہ تم جو کہتے ہو وہ سچے دل سے کہتے ہو مگر تمھاری بازی تو یہ لوگ، بگاڑ رہے ہیں۔ تمھارے جیسے آدمی بہت کم ہیں۔ دیکھو نا، پشاور کے لوگوں نے کیا کر ڈالا؟ ایسے لوگوں کو آپ تحریک سے باہر کیوں نہیں نکال دیتے؟ خدائی خدمت گاروں پر تشدد کا جو الزام لگایا گیا تھا وہ میں نے اخباروں میں پڑھا تھا اور اسے سچا بھی مان لیا تھا:۔ میں نے کہا۔ میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا میں تو اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ آپ سے صدق دل سے معافی مانگوں:۔ سارجنٹ بولا:۔ نہیں جی! میں سب سمجھتا ہوں۔ میں تمھیں قصور وار نہیں سمجھتا۔ میں تو ان لوگوں کو قصور وار سمجھتا ہوں جو تمھاری تحریک کا ستیاناس کر رہے ہیں۔ اب ہماری موٹر صابرمتی آشرم کے سامنے سے گزر رہی تھی۔ میں نے سارجنٹ کو اچھے دن واپس ہو آنے پر اپنے گھر آنے کی دعوت دی میں نے کہا:۔ اگر آپ آئیں گے تو مجھے نہایت خوشی ہوگی۔ کیا اب آپ مجھے اپنا نام اور پتہ نہ بتائیں گے؟ اُس نے دو بار اپنا نام لیا۔ مگر میری سمجھ میں ٹھیک نہ آیا میں نے کہا:۔ لکھ دیجئے نا! سارجنٹ نے کہا:۔ خوشی سے۔ مگر میرے پاس نہ تو پنسل ہے نہ قلم۔ میں نے جالی میں سے اسے اپنا فاونٹین پین دیا اور اُس نے اپنا نام پتہ ایک کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ دیا۔ اتنے میں ہم جیل کے پھاٹک پر پہنچے وہ مجھے میرا قلم واپس دینے لگا میں نے کہا:۔ مجھے آپ سے ایک درخواست کرنی ہے آپ نے میرے ساتھ اتنا نیک سلوک کیا ہے۔ اُس پتھر کو آپ نے جیب رکھا ہے۔ آپ مجھے وہ دیدیجئے اور مجھسے اسکے بدلے میں میرا قلم رکھ لیجئے۔ کیا آپ نہیں مانتے کہ یہ اُس پتھر سے بہتر یادگار ہوگی:۔ اس نے میری بات بڑی خوشی سے منظور کر لی اور بہت بہت شکریہ کے ساتھ فاونٹین اپنی جیب میں رکھ لیا میں نے پتھر لیکر اسے دور پھینک دیا اور سارجنٹ سے کہا اسی طرح مہربانی فرماکر اس پتھر والے واقعہ کو بھی دل سے نکالکر باہر پھینک دیجئے۔ سارجنٹ نے جواب دیا تو گیا" اور یہ کہتے ہوئے وہ وہاں سے چلتا بنا۔

اس واقعہ کے دو سال بعد مجھے پھر ایک جیل سے دیگر جیل لیجایا جا رہا تھا۔ پونا اسٹیشن پر جو پولیس افسر میرے ساتھ تھا اُس نے مجھے کرایے کی موٹر میں بٹھالا۔ موٹر چلنے ہی کو تھا کہ ایک سارجنٹ بھاگتا ہوا ہماری طرف آتا نظر آیا۔ وہ موٹر والے کو ٹھہرنے کو کہہ رہا تھا پہلے تو میں سمجھا کہ یہ ایک اور نئی بلا آئی۔ مگر میری حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ یہ تو وہی پرانا دوست

سارجنٹ ڈے تجر فیلڈ تھا۔ اُس نے مجھے پہچان لیا تھا اور میرے ساتھ مصافحہ کرنے آیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا "جانتے ہو؟ پندرہ والا وہ واقعہ اخباروں میں شائع ہو گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوراً ہی احمد آباد سے میرا تبادلہ کر دیا گیا۔ مگر مجھے اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں" یہ کہتے ہوئے وہ مسکرایا اور دور سے ہاتھ ہلا کر مجھے رخصت دی۔

میں نے محسوس کیا کہ اُس روز کے میرے ایک ذرا سے عدم تشدد والے سلوک سے ہی مجھے ہمیشہ کے لئے ایک دوست مل گیا۔

مہاتما گاندھی کی تقریر

قارئین کو معلوم ہوگا کہ اصولوں کے متعلق اختلاف رائے ہونے کے باعث گذشتہ دنوں مہاتما گاندھی کانگریس سے الگ ہو گئے تھے۔ بمبئی میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے اُن کی شرطیں منظور کر لیں اس لئے وہ پھر کانگریس کی رہنمائی کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے ہیں۔ اس موقع پر انھوں نے دو گھنٹے تک ایک بہت ہی معنی خیز تقریر کی جس کا خلاصہ ہم ذیل میں شائع کرتے ہیں:۔

آج میں کچھ ایسی باتیں کہہ رہا ہوں جن سے آپ غالباً خوش نہ ہوں گے۔ میں ایک عظیم کام کے لئے آپ سب کو متفق کرنا چاہتا ہوں۔ میں آپ کے دل تک اپنی باتیں پہنچا دینا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنے کندھوں پر ایک بڑا بار اٹھانا ہے اس لئے میں آپ سے سب باتیں کھول کر کہہ دینا چاہتا ہوں میں ادھر بہت دنوں سے سوچ بچار میں پڑا ہوں جنگ شروع ہونے کے بعد میں کئی بار حضور وائسرائے سے مل چکا ہوں۔ لیکن وہ ملاقات ذاتی حیثیت سے ہوئی تھی اور اُس کے بارے میں میرے بیان بھی نکل چکے ہیں۔ لیکن میں جب حضور وائسرائے سے باتیں کرتا تھا تو اپنے کو کانگریسی ہی سمجھ کر۔ کسے بعد ورکنگ کمیٹی کے ممبروں نے میرے خیالات کی تائید نہ کرنے کی صحیح جرأت دکھائی۔ اُن کا بیان تھا کہ وہ میری باتوں کے اس لئے متفق نہیں ہیں کہ انھیں انگریزوں کی پالیسی کا تلخ تجربہ ہے۔ اسی لئے ورکنگ کمیٹی نے وہ تجویز منظور کی میں نے اپنا بیان اُس وقت حضور وائسرائے کو



مہاتما گاندھی

دھوکے میں ڈالنے کے لئے نہیں نکالا تھا۔ وہ تو براہ راست میرے دل سے نکلا تھا۔ اُس میں ظاہری نمائش نہیں تھی۔ میں نے حضور وائسرائے، کانگریس اور دنیا پر حقیقت ظاہر کی تھی۔ میں کئی بار کہہ چکا ہوں کہ انگریز حکومت یا انگریز قوم کو ان کے ان مصیبت کے دنوں میں پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ اس وقت اُنکی زندگی ہی خطرے میں ہے۔ ایسا کروں تو میں اپنے ستیہ گرہ اور اہنسا کے حق میں اچھا نہ کروں گا اور نہ ستیہ گرہ کا پجاری ہی ہو سکوں گا جسے میں سب سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں۔ آج میں آپ کے سامنے ستیہ گرہ کا بوجھ اٹھانے کو کھڑا ہوں۔ وقت انسان سے غلطی کرا دیتا ہے۔ حق و باطل کا خیال ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا۔ کہیں کہیں خوبیاں بھی عیب بن جاتی ہیں میں نے اب یہ سوچا ہے کہ اگر ایسے وقت میں کانگریس کی مدد کے لئے آگے نہ بڑھوں تو خود میں اپنے حق میں برا کروں گا۔ تاریخ میں یہ بات لکھی جائے گی اور انگریز یہ بات تسلیم کریں گے کہ ہم نے انگریز قوم کو اس وقت امداد ہی دی ہے وہ یہ بھی دیکھیں گے کہ ہم نے جس ملک کا نمک کھایا ہے اُس کی خدمت انگریزوں ہی کی طرح بہادری اور بے خوفی کے ساتھ کی ہے۔ میں نے انگریزوں کے بہی خواہ کی حیثیت ہی سے انھیں متنبہ کیا تھا کسی کے لحاظ کے باعث یا اپنی شہرت کے خوف سے میں سچ بات نہ کہوں تو اس سے میں کانگریس کی خدمت کے بدلے اُسے مٹانے کی کوشش کرنے کا مجرم سمجھا جاؤں گا۔ میں نے انگریزوں کو اس وقت پریشان نہ کرنے کی جو بات کہی تھی اُسے برابر طوطے کی طرح رٹنے کے لئے نہیں بلکہ دل کی تائید سے لئے اور صرف اُس وقت تک کے لئے جب تک دل زبان کا ساتھ دے اور وہ طوطے کی رٹ نہ بن جائے۔ قوم کی تاریخ میں جیسا نازک وقت اب آ گیا ہے اُسے دیکھتے ہوئے میں اپنے دل کی بات دبا دوں تو میں اپنے ضمیر کو دھوکا دوں گا۔ جو تجویز آپ کے سامنے رکھی گئی ہے اُس کی زبان میری ہے۔ جواہر لال نے بھی اُسے پسند کیا ہے۔ ورکنگ کمیٹی نے اس تجویز کا مطلب اچھی طرح سمجھ کر ہی اسے منظور کیا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر حکومت برطانیہ اعلان کر دے کہ کانگریس جنگ کے خلاف پروپیگنڈہ کر سکتی ہے، حکومت کے ساتھ عدم تعاون کرنے کی بات بھی کہہ سکتی ہے، تو ہم ستیہ گرہ نہ کریں گے۔ میں انگلینڈ کی شکست نہیں چاہتا۔ میں انگلینڈ کا نیچا دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ سینٹ پال گرجے کو بمباری سے نقصان پہنچنے کی اطلاع سے مجھے اتنا ہی دکھ ہوا جتنا کاشی وشوناتھ مندر یا جامع مسجد کے نقصان سے ہوتا میں جان دے کر بھی شری کاشی وشوناتھ جامع مسجد یا سینٹ پال کے گرجے کی حفاظت کرتا لیکن اُنکی حفاظت کے لئے دوسروں کا خون نہ بہاتا۔ انگریزوں سے میرا یہی بنیادی اختلاف ہے۔ میں انگریزوں سے محبت یا جرمنوں سے نفرت نہیں کرتا۔ ایک قوم کی شکل میں میں جرمنوں کو انگریزوں سے برا نہیں سمجھتا نہ اطالویوں ہی کو اُن سے خراب سمجھتا ہوں۔ وہ بھی تو ہم سبھی نوع انسان کے مختلف جز ہیں اور ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ میں اس میں امتیاز نہیں مان سکتا۔ میں ہندوستانیوں کے اعلیٰ ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کرتا۔ ہم سب میں اچھائیاں اور برائیاں ہیں۔ در حقیقت ہماری

سنگ دلی ہی نہیں لڑاتی ہے۔ میں دنیا کو تباہ کر کے ہندوستان کی نجات کا خواہاں نہیں ہوں۔ دنیا کی دیگر قوموں کے ساتھ ہندوستان کی بھلائی کا تعلق ہے۔ لیکن اپنی شخصیت کو برباد کر کے بھی میں ہندوستان، برطانیہ یا دُنیا کی خدمت نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں شخصی آزادی اپنے اور سب کے لئے یکساں شکل میں چاہتا ہوں میں وہ آزادی چاہتا ہوں کہ بمبئی کی گلی گلی میں کہہ سکوں کہ میں جنگ سے کوئی تعلق نہ رکھوں گا۔ کیونکہ وہ اپنے بھائی کو قتل کرنے کی طرح ہے میں اس بہادری کی تعریف کرنے پر بھی اس کی اصل میں حماقت اور جہالت دیکھتا ہوں۔ لڑنے والے ہی یہ نہیں جانتے کہ وہ لڑ کیوں رہے ہیں۔ میں ایسی لڑائی میں نہ تو خود حصّہ لے سکتا ہوں نہ کانگریس ہی کو اس کے لئے مشورہ دے سکتا ہوں۔

میں تو جنگ میں نہیں امن میں حصّہ لینے والا ہوں۔ اگر انگریز عقلمندی کے ساتھ ہندوستان کی آزادی کے دعوے کو تسلیم کر لیتے اور ہندوستان کی دیگر جماعتیں ہمارے ساتھ اشتراک کرتیں تو ہم امن قائم کرنے کے قابل ہو جاتے۔ لیکن آج یہ باتیں خواب خیال بنی ہوئی ہیں۔ میں ایسے ہی خواب دیکھتا ہوں اور دُنیا کو بھلے آدمیوں سے بھرا ہوا سمجھتا ہوں۔ ایسی ہستیوں کے ذریعے ہی اس دُنیا کی تعمیر ہو گی جنھیں دیکھ کر دُنیا حیرت کریگی۔

کانگریس تین دھیرے دھیرے جیل بھیجے جا رہے ہیں۔ اس سے تو ہم سب کو ایک ساتھ دشمن کے مُنہ میں گھس جانا چاہئے کیونکہ بقول مولانا صاحب ہندوستان تو خود ایک بہت بڑا جیل خانہ ہے۔ ہمیں غلامی کے اس زنداں کو توڑ کر باہر نکلنا ہوگا۔ تجویز میں ایک بات کا ذکر نہیں ہے۔ کانگریس نے مجھ پر ذمہ داری تو رکھدی، مگر میں یوں ہی ستیہ گرہ تو شروع کروں گا۔ مجھے وائسرائے اور وزیر ہند کے بیانوں سے لیکر حکومت کے موجودہ رویئے تک کا بخوبی مطلب سمجھکر قدم اُٹھانا ہے۔ میرے دل پر تو اب تک یہی بات نقش ہے کہ ایک بہت بڑے ملک کی آزادی کی آواز دبا دی گئی ہے۔ تجویز میں آپ کو اِن باتوں کا ذکر ملے گا۔

وائسرائے سے پھر ملاقات

اپنی پوزیشن پوری طرح واضح کر لینے کے لئے میں حضور وائسرائے سے ایک بار پھر مل لینا چاہتا ہوں۔ میں اپنی دقتیں اُن کے سامنے رکھوں گا اور ساتھ ہی کانگریس کی بھی میں صاف کہہ دوں گا کہ ہم آپ کو جنگ کے بارے میں پریشان نہیں کرنا چاہتے۔ ہم اپنی راہ جاتے ہیں آپ اپنی راہ جائیے۔ ہماری طرف سے جنگ کے لئے قطعی کوشش نہ ہو گی۔ اگر آپ کو راجہ مہاراجہ زمینداروں اور اونچے نیچے سبھی لوگوں سے مدد ملتی ہے تو آپ لیجئے۔ اس سے آپکی عزّت میں اضافہ ہوگا۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ آپ موت و زندگی کی لڑائی میں مصروف ہیں تاہم ہمیں آزادی دینے سے آپ کی عزّت بڑھے گی اگر آپ کو ہمارا گلا گھونٹنے کا پورا اختیار حاصل ہے پھر بھی ہم ہندوستانیوں سے عدم تشدد کے ساتھ برابر یہ کہیں گے کہ وہ جنگ کی کوششوں میں کسی قسم کا بھی حصّہ نہ لیں۔

میری رہنمائی کی شرط یہی ہو گی کہ آپ عوام سے جو کچھ کہیں وہ ظاہر میں کہیں اور اہنسا کو مانتے ہوئے تقریر کی آزادی کا حق استعمال کریں اگر آپ کو میری باتوں سے اتفاق نہ ہو تو آپ یہ تجویز منظور نہ کریں جب تک آپ جنگ کے لئے جانی و مالی امداد نہ دینے کا زبانی پروپیگنڈہ کرتے رہیں گے تب تک ستیہ گرہ شروع نہ ہوگا لیکن اگر آپ اتنی آزادی کا بھی بجا استعمال نہ کر سکے تو ہم غلامی کے اس زبردست بندھن سے آزاد نہ ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ برطانیہ اور وائسرائے دُنیا سے یہ کہہ سکیں کہ انھوں نے ہندوستان میں آزادیِ تقریر پر پابندی نہیں عائد کی۔ وائسرائے میری بات کو یہ کہہ کر ٹال سکتے ہیں کہ میں خواب دیکھتا ہوں۔ میں شری رام منوہر سوہیا اور شری جے پرکاش نرائن کو جیل میں نہیں دیکھ سکتا۔ انھوں نے تشدد کا پرچار نہیں کیا اور رام گڑھ کانگریس کا حکم مانا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو اب تک روکا اور اب بھی روکوں گا۔ میں جیل نہ جاؤں گا اور نہ ستیہ گرہ کروں گا مگر حکومت چاہے تو مجھے جیل بھیج سکتی ہے۔ وہ مجھے جیل میں آسانی سے نہ رکھ سکے گی۔ ہندوستان بغاوت کر دیگا۔ اگرچہ یہ راستہ صحیح نہ ہوگا۔ ابھی میں آپ کو ستیہ گرہ کرنے کا حکم نہیں دے رہا ہوں۔ اس کی ضرورت بھی نہیں۔ میں کوئی بات چھپانا نہیں چاہتا۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ میں آپ کو کس راہ پر لے جاؤں گا۔ مگر میں کانگریس کی روایات کے مطابق ہی کام کرونگا۔

بی بی کی آپ بیتی

بمبئی کی گیس کمپنی کے مینیجر مسٹر ایل۔ ڈبلو والٹر کی بیوی بی بی ایستھر والٹر نے ہندوستان کے ولایت جانے کے راستے میں جنگ کے باعث جن دشواریوں کا سامنا کیا اُس کی تفصیل اُنھوں نے اخبارات میں شائع کرائی ہے۔ ہم یہاں اُسے شری وینکٹیشور سماچار سے نقل کرتے ہیں:۔

روانگی

بی بی والٹر کی روانگی کی تیاریاں ایسی آسانی سے ہوئی نہیں کہ انھوں نے بغیر کسی دقت کے جلد ہی ولایت سے لوٹ آنے کی اُمید کی تھی۔ لیکن جب وہ ہوائی جہاز کے ذریعے ایلکزینڈریا پہنچیں تو اُن کے تعجب کی انتہا نہ رہی۔ اُن سے کہا گیا کہ وہ ہوائی جہاز تو صرف نیپلس (اٹلی) تک ہی جا سکے گا۔ بی بی کا ٹکٹ لندن تک کا تھا۔ چنانچہ اُنھوں نے سوچا کہ نیپلس سے آگے دوسرے ہوائی جہاز کے ذریعے وہ اپنا سفر جاری رکھ سکیں گی۔

نیپلس میں اُترنے پر بی بی والٹر کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا گیا۔ وہاں اُن سے کوئی ایسی بات نہیں کہی گئی جس سے یہ ظاہر ہو کہ آگے خطرہ بڑھ رہا ہے۔ اُس وقت اٹلی کے اخبار جنگ کی کافی خبریں بھی نہیں حاصل کرتے تھے اُنھیں جو خبر ملتی تھی اُس سے کوئی نتیجہ نہ اخذ کیا جا سکتا تھا۔ بی بی نے کئی اطالویوں سے پوچھا بھی کہ کیا اٹلی بھی

بھی جنگ میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ مگر انھیں اس کا جواب نفی میں ملا اور یہ کہا گیا کہ ہمارا انگریزوں سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ لیکن اگر ہم جرمنی کی مدد نہ کریں گے تو وہ ہمیں تباہ کر دیگا۔ پھر بھی بی بی والٹر نے محسوس کیا کہ اطالوی نوجوانوں کے دلوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت کا جذبہ موجود ہے۔ ریل کے ذریعے جب وہ اٹلی کے پایہ تخت روم پہنچیں اور وہاں سے اٹلی کی سرحد کی طرف بڑھیں تو انھیں اس بات کا خاصہ احساس ہوا کہ اٹلی یقیناً کسی تیاری میں منہمک ہے۔ ہر طرف فوج ہی فوج نظر آتی تھی۔ بی بی والٹر لکھتی ہیں کہ مجھے ایسا محسوس ہوا گویا میں اٹلی کے پُراسرار اسٹیج کے پیچھے کھڑی ہوں۔ بہت سے اطالوی سپاہیوں کے کوٹوں میں بٹن تک نہیں لگے تھے۔ بوٹوں کے فیتے تک نہیں بندھے تھے۔ سر پر ٹوپیاں تک نہیں تھیں۔ اُن کی وردی عجیب سی تھی۔ کچھ سپاہی پاجامے پہنے نظر آتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان میں سے بہت سے سپاہی کسان طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور وہاں پہاڑیوں میں آکر حال ہی میں فوج میں بھرتی ہوئے ہیں۔ انھیں غالباً یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ کس سے لڑنے جارہے ہیں۔ روم کی سڑکوں، ہوٹلوں، ریسٹورنٹوں میں گانے ہو رہے تھے، فوارے جاری تھے اور عمارتوں میں آنکھوں کو چکا چوند کرنے والی بجلی کی روشنی تھی۔

آغازِ مصیبت

بی بی والٹر نے ایک اور انگریز خاتون مسافر کے ساتھ موڈن سے آگے بڑھ کر اٹلی کی سرحد پر کی۔ اٹلی کی سرحد کو عبور کرنے کے بعد انھوں نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ وہ یہ سمجھیں کہ اب مصیبتوں سے نجات ملی لیکن انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ اب مصیبتوں کا آغاز ہونے والا ہے۔ انھوں نے دیکھا کہ فرانس میں ہوائی جہازوں کے ذریعے سفر بند کر دیا گیا تھا اور اب وہ ہوائی جہاز سے انگلینڈ نہ جاسکیں گی۔ انھوں نے آگے کا سفر ریلوے کے ذریعے طے کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ریل کے سفر میں انھیں دوسرا تعجب خیز تجربہ ہوا۔ انکے سفر کے چیک جو برطانیہ کے علاوہ دیگر ممالک کے لئے بیکار ہوگئے تھے۔ ایسی حالت میں انھیں صرف انھیں چارڈالروں پر قناعت کرنی پڑی جو انھیں الیکزینڈریہ میں ہندوستانی سکوں کے بدلے میں ملے تھے۔ آگے چلکر انھیں اور بھی تعجب خیز اور دردناک تجربے ہونے لگے۔ امینس کے راستے میں انھیں جرمن ہوائی جہازوں نے دوبارہ پریشان کیا۔ خدا خدا کرکے وہ امینس پہنچیں تو وہاں انھیں معلوم ہوا کہ جرمن فوجیں اس تیزی سے آگے بڑھ رہی ہیں کہ اب امینس سے فوراً پیرس کی طرف بھاگ جانا ہی بہتر ہوگا۔ بی بی والٹر کہتی ہیں کہ ہم امینس میں ایک ریل گاڑی میں سوار ہوئیں لیکن اُس وقت اُس علاقے میں روزانہ ہوائی حملے ہوتے تھے۔ خطر کا بگل بجتے ہی ہم ریل گاڑی سے اُتر کر پاس کے کھیت، جنگل یا کھائیں میں چھپ جایا کرتی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم ایک بار اُس ریل گاڑی میں سوار نہ ہوسکیں اور دوسری گاڑی اُس وقت ملی جب ہم پیدل چل کر کئی میل آگے نکل آئیں۔ ٹکٹ کے لئے سوال کئے جانے پر ہم نے کہا کہ پہلی گاڑی سے اُترتے وقت ہمارے ٹکٹ ہم سے کھو گئے۔

نازیوں کا نشانہ

بی بی والٹر اور اُنکی ہم سفر نے راہ میں کئی مریضوں کو لانے لیجانے والی ٹرینوں کا آنا جانا دیکھا۔ اُن میں زخمی اور قریب المرگ انگریز اور فرنچ سپاہی تھے۔ ہسپتال کی گاڑی میں بھی بہت دیر تک محفوظ رہنا دشوار تھا۔ ایک ایسی ٹرین پر نازی ہوائی جہازوں نے بم گرائے۔ ان گاڑیوں میں نرسیں بڑے اطمینان اور خوش اسلوبی سے اپنا فرض ادا کر رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اُن کے لئے یہ کوئی بات ہی نہیں تھی۔ اس قسم کے حملوں سے وہ زخمی سپاہی بھی موت سے ہمکنار ہوگئے جن کے اچھے ہونے کی بہت کچھ توقع تھی۔ سبھی ٹرینیں بہت آہستہ آہستہ چل رہی تھیں۔ اُس روز شہر امینس جرمن کے قبضے میں آگیا۔ انھیں اپنے سفر میں اچھی طرح یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں جارہی ہیں۔ کیونکہ راہ کے سبھی راہ بتانے والے نشانات مٹادیئے گئے تھے۔ کچھ دور جانے پر اُن سے کہا گیا کہ اب وہ ریل سے اُتر جائیں۔ کیونکہ گاڑی آگے نہ جائیگی بی بی والٹر کا خیال ہے کہ وہ گاڑی واپس ہوکر میدانِ جنگ سے زخمیوں کو لانے والی تھی۔

ریلوے لائن کے پاس رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا کیونکہ وہاں ہوائی جہاز بم برسایا کرتے تھے۔ اسلئے وہ کھیتوں کو پار کرکے پناہ گزینوں کی ایک جماعت میں شامل ہوگئیں۔ ان میں کچھ فرنچ تھے اور کچھ بلجین۔ یہ اپنا گھر بار بال بچے چھوڑ چکے تھے اسلئے انکے دکھوں کی انتہا نہ تھی۔

زیادہ سے زیادہ تکلیف

آگے چلکر بی بی والٹر نے کہا ہے کہ ہم رات کو کھیتوں میں سوتی تھیں۔ کھانے کو ہمیں کبھی کبھی روٹی اور قہوہ مل جاتا تھا جس طرف سے گولے گولی اور بموں کی آواز آتی تھی اور دھنوئیں کے بادل نظر آتے تھے ہم اسکے مخالف سمت میں بھاگا کرتی تھیں۔ جب لوگ جرمن ہوائی جہازوں کی خوفناک آواز سنتے تو سڑک چھوڑکر اِدھر اُدھر بکھر جاتے تھے۔ سڑکوں سے نہ بھاگنے والے اور سستی سے بھاگنے والے نازی بموں کے شکار ہو جاتے تھے گھوڑوں اور گاڑیوں کو جلدی ہٹایا نہ جاسکتا تھا۔ چنانچہ بمباری کے بعد سڑک پر گھوڑوں کی لاشیں پڑی نظر آتی تھیں۔ ہم سب ایک چھوٹے سے گاؤں سے ہوکر گزرے۔ یہ سارا گاؤں بمباری سے زمین دوز ہوگیا تھا۔ اسکے کچھ حصے اب بھی جل رہے تھے۔ یہاں ہمیں ایک بھی زندہ انسان نہ ملا۔ سڑک پر لاشیں ہی لاشیں تھیں۔ صبح تین ہی بجے سے بمباری شروع ہوجاتی تھی۔ پناہ گزیں ان حملوں کے عادی ہو چکے تھے اسلئے وہ فوراً آگے بڑھنے سے رُک جاتے تھے۔ حملے سے مرے ہوئے لوگ دفن نہ کئے جاتے تھے۔ کیونکہ عموماً اُنکے رشتہ دار بھی اُنکے پاس نہ جاتے تھے۔ ریڈ کراس کی گاڑی آنے تک زخمیوں کو نومشق تیمارداروں کی ہی مدد مل سکتی تھی۔ ایک رات میں نے ایسی خوفناک آواز سُنی جیسی کبھی اپنی زندگی میں نہ سُنی تھی اور نہ پھر کبھی سُننا چاہتی ہوں۔ ایسا معلوم ہوا گویا ہزاروں گھوڑے ایک ساتھ ذبح کئے جارہے ہوں۔ یکایک یہ آواز بند ہوگئی۔ درحقیقت وہ ایک چلانیوالے جرمن بم کی آواز تھی جسے سُن کر بہتوں کے قلب کی حرکت ہی بند ہوگئی۔ خوش قسمتی سے موسم اچھا تھا اور باہر میدان میں سونے میں زیادہ تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ اس بھگدڑ میں چھ تھے دن قسمت نے

نپٹنا کھایا۔ بی بی والٹر اور اُنکی ہم سفر نے ایک چھوٹی سی موٹر کار آتی دیکھی۔ اُنھوں نے اُسے اشارے سے روکا۔ اُسے ایک انگریز چلا رہا تھا۔ اُس میں صرف ایک جگہ خالی تھی۔ اُس نے کہا کہ وہ اس شرط پر اُن دونوں کو گاڑی میں بٹھا سکتا ہے کہ ایک کی گود میں دوسری بیٹھے اور اینٹ وہپ سے پیدل بھاگے ہوئے ایک انگریز افسر مل جائیں تو وہ موٹر سے اُتر جائیں۔ خیر کسی طرح وہ پیرس پہنچ گئیں۔ وہاں انھیں تین دن تک انتظار کرنا پڑا۔

پیرس میں

وہ دن بھر اسٹیشن میں بیٹھی ہوئی یہ دیکھتی رہیں کہ کوئی گاڑی چھوٹتی ہے یا نہیں۔ لیکن تین دن تک کوئی گاڑی نہ روانہ ہوئی۔ ساری گاڑیاں پناہ گزینوں کو ڈھونے میں مصروف تھیں اُنھوں نے شہر کے مشہور مقامات دیکھے۔ یہ بھی دیکھا کہ فرانسیسیوں کو پیرس پر اتنا فخر ہے کہ وہ اُسے برباد نہ ہونے دیں گے۔

جس روز سے وہ پیرس سے روانہ ہوئیں اُنھوں نے توپوں کی آواز سُنی۔ جب پیرس پر پہلا ہوائی حملہ ہوا تو وہ گاڑی میں سوار ہو چکی تھیں۔ اُنھوں نے باہر جاکر پناہ لینے کے بجائے گاڑی کے فرش پر لیٹ رہنا زیادہ بہتر سمجھا۔ گاڑی ایسی بھری تھی کہ تل دھرنے کی بھی جگہ نہ تھی۔ آخر وہ ٹرین بندرگاہ سینٹ مالو پر پہنچیں۔ یہاں ابھی تک جرمنوں کا حملہ نہ ہوا تھا۔ دوسرے دن علی الصباح جب بی بی اپنے بکس لیکر بندرگاہ میں ولایت جانے کے لئے پہنچیں تو اُن سے یہ کہا گیا کہ دو ہفتے تک کوئی جہاز بھی نہیں مل سکتا۔ کیونکہ اسوقت سب جہاز ڈنکرک خالی کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ بی بی والٹر نے مزید کہا کہ پاس میں پیسہ نہ ہونے کے باعث ہمارا دل بھی جسم کی طرح شکست ہو رہا تھا۔ ہمیں غسل کرنے کی سخت ضرورت تھی ہم نے ایک ہوٹل کی تلاش کی۔ کئی جگہ دستخط کرنے کے بعد ہمیں ۵۰ فرانک روزانہ کے حساب سے دو پلنگ والا ایک کمرہ مل گیا۔

عجیب منظر

اس کے بعد بی بی والٹر وہاں کے برطانی سفیر کے دفتر میں گئیں جہاں اُنھیں ... کے یا تقریباً ۵ پونڈ مل گئے۔ اتنے دنوں کی مفلسی کے بعد یہ رقم بہت بڑی معلوم ہوئی۔ بعد میں حساب کرنے پر اُنھیں معلوم ہوا کہ وہ بہت مہنگے ہوٹل میں ٹھہری تھیں۔ تلاش کرنے پر انھیں ایک سستا ہوٹل مل گیا۔

جس رات وہ وہاں سے روانہ ہوئیں اُس رات کو اُنھوں نے ۱۱ فرانسیسی افسروں کو اپنے ماتحتوں کے ساتھ کھانا کھاتے دیکھا۔ یہ لوگ جرمن حملے سے بچ جانے کی خوشی میں یہ کھانا کھا رہے تھے۔ ۷۰۰ ۳ افسروں میں سے صرف یہ ۱۱ افسر زندہ بچے تھے۔ اُنھوں نے میدان جنگ میں یہ منت مانی تھی کہ اگر خدا نے ہمیں بچا دیا تو ہم اُس رات کو ایک ساتھ کھانا کھائیں گے۔ اُن افسروں میں سے ایک نے بی بی والٹر سے کہا کہ وہ ڈاکٹر ہیں اور انھوں نے ایک گھائل کے پیر میں نشتر لگایا تھا۔ پاس ہی ایک بم گرنے سے اُس زخمی اور دوسرے لوگوں کی موت ہوگئی۔ صرف ایک ہسپتالی چارپائی اُٹھانے والا اور وہ ڈاکٹر بچ گئے۔

ایک دن بی بی والٹر اپنی رفیقہ سفر کے ساتھ بندرگاہ پہنچیں تو انھیں معلوم ہوا کہ اُسی دن ایک چھوٹا سا جہاز انگلینڈ کے لئے روانہ ہونے کو تیار تھا۔ اُس میں صرف ۳۴ آدمیوں کی جگہ تھی مگر اس کا انتظار کئی سو آدمی کر رہے تھے۔ آخرکار ۵ سو آدمی اُس جہاز میں سوار ہو ہی گئے۔ جہاز کو چلے ہوئے کوئی ایک گھنٹہ ہوا ہوگا کہ جرمن ہوائی جہازوں نے اُس کا پیچھا کیا۔ بی بی والٹر کو اپنی موت کا یقین ہوگیا۔ لیکن آخرکار اُن ہوائی جہازوں نے ایک تیل کے جہاز کو نشانہ بنایا اور اُن کے جہاز پر کلدار توپ کی ایک ہلکی سی بوچھار کرتے ہوئے لوٹ گئے۔ علی الصباح انگلینڈ کا ساؤتھمپٹن دکھائی دیا۔ یہاں پہنچکر بی بی والٹر لندن کے لئے روانہ ہوگئیں اور سینٹ مالو سے روانہ ہونے کے ۲۴ گھنٹے کے بعد وہاں پہنچ گئیں۔

گاؤں کا کام

[شری دنوبا جی نے مذکورہ بالا عنوان سے ہریجن سیوک میں ایک مضمون لکھا تھا جس کا ایک حصہ ہم ہل ر کی گزشتہ اشاعت میں شائع کر چکے ہیں بقیہ یہاں شائع کر رہے ہیں]

دیہاتی تعمیری کام کردار کی مضبوطی کے بغیر ناممکن ہے۔ اور گاؤں کے باشندوں کے لئے کردار کی مضبوطی بنیادی خوبیوں پر منحصر ہے اور یہی اصل کسوٹی ہے۔ بنیادی خوبیوں سے مراد ہے کردار کی خاص خاص خوبیاں۔ مثلاً سُستی کاہلی نہ ہونا، بے خوفی محبت وغیرہ ظاہرہ حاصل کئے ہوئے اوصاف تقریر اور تحریر میں مہارت وغیرہ دیہاتوں کے لئے بہت مفید نہیں ہوتے۔ گاؤں میں کام کرنے والوں میں بھگتی کی لگن چاہئے۔ جذبہ چاہئے۔ یہ بنیادی اوصاف کا بادشاہ ہے۔ مگر اپنے لوگوں کے پاک جذبے میں ہم رہے نہیں۔ یہ ہماری ناکامی کا بہت بڑا سبب ہے لوگوں کی سی صاف سمجھ ہم میں نہیں ہے۔ خیر لیکن اُن میں جو قیمتی جذبات ہیں وہ تو ہم میں ہونے چاہئیں۔ لیکن وہ نہیں ہیں یعنی سے ہم بھاگتے ہیں۔ ایشور کا نام لینے سے ہمارے دل میں جذبات کی باڑھ آنی چاہئے۔ مگر وہ نہیں آتی۔ ایشور دھرم سنتوں کے بارے میں پورا علم نہ رکھنے والے گنواروں میں جو بھگتی کا بھاؤ ہوتا ہے وہ اُن کے متعلق صحیح اور حقیقی علم رکھنے والوں میں اُن سے سو گنا زیادہ ہونا چاہئے۔ مگر ہمیں ایشور اور سادھو سنتوں کے بارے میں متعلق علم نہیں ہوتا۔ ہاں اُسکے خلاف بہت کچھ علم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے عوام کے دل سے ہمارا دل مل نہیں سکتا۔ چھوت چھات جیسی دھرم کے خلاف رسموں نے دھرم کے نام پر عوام میں جڑ جمالی ہے۔ انھیں دُور کرنے کی اُسی کی کوشش کامیاب ہوگی یا اُسی کو کوشش کرنی چاہئے جس کے دل میں عوام کے دلوں سے پاک خیالات بھرے ہوں۔ عوام کے اچھے خیالات جس میں نہیں وہ عوام کے بُرے خیالات کیونکر نکال سکے گا۔

لوگوں سے اچھے خیالات میں شامل نہ ہوسکا جس طرح ایک برائی ہے اسی طرح دوسرے لوگوں کی جسمانی واقفیت کی بیکار خواہش رکھنے کا الزام ہمارے کام کے لئے مضر ہے۔ کسی طرح لوگوں سے خوب راہ و رسم بڑھانے کی ہوس میں ادھر ادھر کے کاموں میں بیکار ہاتھ ڈالنے سے کام بگڑتا ہے۔ بہت جان پہچان کی خواہش سے ہمارا لوگوں کے لئے عزت کا جذبہ کم ہوجاتا ہے۔ لوگوں کی چھوٹی موٹی باتوں میں فضول دھیان دینے سے ہم اُن کی خدمت نہیں کرسکتے خادم کو شناسائی کے بجائے محبت اور عزت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ لوگوں سے جان پہچان کچھ کم ہوئی اور اُن کے لئے عزت زیادہ تو خادم کے لئے یہ زیادہ اچھا ہے۔

لیکن لوگوں سے خوب جان پہچان ہونی چاہئے۔ یہ بات اچھے اچھے خدمت کرنے کی عادت والوں کے منہ سے سُنی جاتی ہے مگر اس کی تہ میں تکبر پوشیدہ ہے۔ خادم کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ ہمارے جسم میں کوئی ایسا پارس پتھر نہیں چپکا ہوا ہے کہ جہاں کسی سے ہمارا تعلق ہوا نہیں کہ وہ سونا ہوجائیگا۔ خدمت کرنے کے سلسلے میں جن لوگوں سے جتنی جان پہچان ہوتی ہو ضرور ہونی چاہئے۔ تعارف کے موقعے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالنے کی خادم کے لئے ضرورت نہیں۔ سچے خادم کے پاس خدمت خود ہی حاضر رہتی ہے اسے ڈھونڈھنا نہیں پڑتا۔ جسمانی طور پر شناسائی بڑھانا اور اُسی کے ساتھ روحانی طور پر عوام کے بارے میں عزت و احترام کے جذبات کم کرتے جانے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اس کے سوا ہم میں ایک اور نقص ہے ایثار غرور۔ ہم تھوڑا بہت تیاگ کرتے ہیں لیکن ایثار کا گمان ایثار کو مار ڈالتا ہے۔ ایثار کرکے ہم کسی پر احسان نہیں کرتے اس کے علاوہ ہمارا ایثار شہر کے نقطہ نظر سے ایثار مانا بھی جائے تو دیہات اور اہل دیہات کی نظروں میں اُسکی کوئی خاص قیمت نہیں ہے۔ گاؤں میں تو بہت بڑے ایثار کی ضرورت ہے۔ خود اہل دیہات۔ خواہ وہ مجبوری سے کریں۔ ایثار سے رہتے ہیں۔ اُس لحاظ سے ہمارا ایثار کسی شمار میں نہیں ہے۔ اور پھر اُس کا غرور۔ اس سے تو خدمت ہو ہی نہیں سکتی۔

ان برائیوں کو ہم دور کردیں تو ہمارا گاؤں کا کام بیکار نہیں ہوگا۔

فیض آباد سے روانہ ہونے والی گاؤں سدھار کا پروپیگنڈہ کرنیوالی موٹر نمبر ۲ کا پروگرام

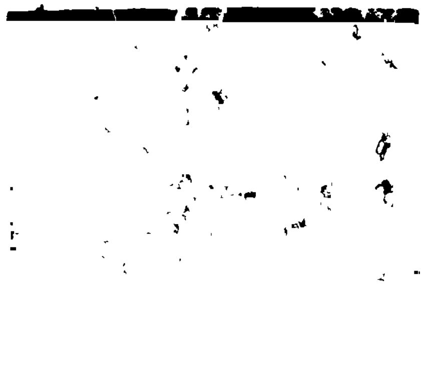
گاؤں سدھار کا پروپیگنڈہ کرنے والی موٹر گاڑی نمبر ۲ فیض آباد سے ۱۳ر ستمبر ۱۹۴۰ء کو روانہ ہوگی اور حسب ذیل اضلاع میں پروپیگنڈہ کا کام کرتی ہوئی ۲۲ر دسمبر ۱۹۴۰ء تک فیض آباد لوٹ آئیگی۔ اس کا پروگرام حسب ذیل ہے۔

(۱) جونپور ۱۳ر ستمبر سے ۳۰ ستمبر تک۔
(۲) پرتاب گڈھ ۲ر اکتوبر سے ۱۰ر اکتوبر تک۔
(۳) سلطانپور ۱۲ر اکتوبر سے ۱۹ر اکتوبر تک۔
(۴) فیض آباد ۲۰ر اکتوبر سے ۱۵ر نومبر تک۔
(۵) الہ آباد ۱۷ر نومبر سے ۲۷ نومبر تک۔
(۶) مرزاپور ۲۷ر نومبر سے ۳ر دسمبر تک۔
(۷) بنارس ۱۰ر دسمبر سے ۱۷ر دسمبر تک۔
(۸) جونپور ۱۹ر دسمبر سے ۲۲ دسمبر تک۔

کانپور سے روانہ ہونیوالی گاؤں سدھار کا پروپیگنڈہ کرنے والی موٹر نمبر ۲ کا پروگرام

گاؤں سدھار کا پروپیگنڈہ کرنیوالی موٹر نمبر ۲ کانپور سے ۲۶ر ستمبر ۱۹۴۰ء کو روانہ ہوگی اور اضلاع ذیل میں پروپیگنڈہ کرتی ہوئی ۱۵ر جنوری ۱۹۴۱ء تک کانپور لوٹ آئیگی۔ پروگرام درج ذیل ہے۔

(۱) کانپور ۔ یکم اکتوبر سے ۷ر اکتوبر تک۔
(۲) مین پوری۔ ۹ر اکتوبر سے ۱۶ر اکتوبر تک۔
(۳) اٹاوہ۔ ۱۸ر اکتوبر سے ۲۵ اکتوبر تک۔
(۴) فرخ آباد۔ ۲۷ر اکتوبر سے ۴ر نومبر تک
(۵) آگرہ۔ ۶ر نومبر سے ۱۶ر نومبر تک۔
(۶) جھانسی۔ ۱۹ر نومبر سے ۲۹ر نومبر تک۔
(۷) جالون۔ (اورئی) ۳۰ر نومبر سے ۷ر دسمبر تک
(۸) کانپور۔ ۸ دسمبر سے ۱۸ر دسمبر تک۔
(۹) حمیر پور۔ ۲۰ر دسمبر سے ۲۷ر دسمبر تک۔
(۱۰) باندہ۔ ۲۹ر دسمبر سے ۵ر جنوری تک۔
(۱۱) فتحپور۔ ۶ر جنوری سے ۱۴ جنوری تک۔



حکومت یوپی کے انجینیر زراعت شری وشنو تاتھن بلیا ضلع بلیا کے کھر سرا نامی گاؤں سدھار حلقے کی بورنگ کا معائنہ فرما رہے ہیں۔



ملیریا اور اُس سے بچنے کی تدبیریں

ملیریا ایک قسم کا بخار ہے جو برسات کے آخر میں شروع ہوتا ہے۔ اسے فصلی یا موسمی بخار بھی کہتے ہیں۔ کچھ لوگ اسے جوڑی بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس قسم کے بخار میں پہلے ٹھنڈ لگنے لگتی ہے جس سے جسم میں کپکپی شروع ہو جاتی ہے۔ اگر بخار تیز ہوا تو اکثر دانت بھی کٹکٹانے لگتے ہیں۔ اس قسم کا بخار کبھی کبھی کئی گھنٹے تک متواتر قائم رہتا ہے۔ بعد میں جسم سے پسینہ نکلتا ہے اور بخار اُتر جاتا ہے۔ اِسکا دورہ کبھی کبھی دوسرے، تیسرے یا چوتھے دن بھی ہوتا ہے اور اُسے انترا، تجاری اور چوتھیا بھی کہتے ہیں۔

ملیریا ایک خاص قسم کے مچھر کے کاٹنے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ مچھر جب انسان کو کاٹتے ہیں تو اُن کے جراثیم خون میں پہنچ کر اُسے زہریلا بنا دیتے ہیں اور بخار آ جاتا ہے ملیریا کے کیڑے برسات بعد گڑھے یا تالابوں کے رُکے ہوئے پانی کی سطح پر انڈے دیتے ہیں۔ یہ انڈے دھیرے دھیرے کیڑے کی صورت میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور دس دن بعد ہوا میں اُڑنے لگتے ہیں۔

مچھروں کی کچھ خاص عادات ہیں وہ جہاں پیدا ہوتے ہیں وہاں سے بہت دور نہیں جاتے اور نہ تو وہ ہوا میں بہت اونچائی پر اُڑ ہی سکتے ہیں۔ زیادہ تر وہ سایہ دار اندھیری، بدبودار اور مرطوب جگہ میں ہی رہتے ہیں۔ مچھر کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ کچھ



جہاں بھی پانی کے گڑھے ہونگے مچھر اپنی بستی ضرور بنا لیں گے۔ اس لئے ملیریا سے بچنے کے لئے بستی کے پاس گڑھے خاص طور سے نہ رہنے دینا چاہئے۔

مچھر ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے کاٹنے سے ملیریا نہیں ہوتا۔ جن مچھروں کے کاٹنے سے ملیریا ہوتا اُن کے پروں پر دھبے پڑے ہوتے ہیں اور وہ ترچھے ہو کر بیٹھتے ہیں۔ جہاں اس قسم کے مچھر نہ ہوں گے وہاں ملیریا نہ ہوگا۔ اس لئے ملیریا روکنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مچھروں کی تعداد نہ بڑھنے دی جائے۔ اس کی یہی تدبیر ہے کہ گاؤں کے آس پاس جو گڑھے یا ایسی جگہیں ہوں جہاں پانی رُک گیا ہو اُنھیں مٹی سے بھر دینا چاہئے۔ تاکہ مچھر وہاں انڈے نہ دے سکیں۔ اگر کوئی ایسا گڑھا ہو جو اس طرح ڈھنکا نہ جا سکے اُس کے اوپر مٹی کا تیل چھڑک دینا چاہئے۔ ایسا کرنے سے مچھر مر جائیں گے۔ گڑھوں کے علاوہ گھر میں

۸

کسی ایسے برتن کا منہ کھلا نہ چھوڑنا چاہئے جس میں کئی دن کا پانی اکٹھا ہو۔ کیونکہ برتن کا منہ کھلا رہنے پر مچھر برتن میں جا کر انڈے دیدیں گے ساتھ ہی ہمیں گھر میں مٹی یا ٹین کے ٹوٹے ہوئے برتن جن میں پانی اکٹھا ہوتا ہو نہ رکھنے چاہئیں کیونکہ ایسے برتنوں میں مچھ انڈے دیکر اپنی تعداد



مچھر جسکے کاٹنے سے بخار آتا ہے۔



مچھر جسکے کاٹنے سے بخار نہیں آتا۔

بڑھاتے ہیں۔ مچھر کھلی ہوئی جگہ میں رہنا نہیں پسند کرتے۔ اس لئے گاؤں کے اردگرد کے تالابوں یا گڑھوں میں لٹکتے ہوئے پودے یا درخت اور کناروں پر کی لمبی گھاس ہٹا دینی چاہئے۔ ایسا ہونے پر مچھروں کو انڈے دینے اور رہنے میں کافی دقت ہوگی اور وہ وہاں سے بھاگ جائیں گے۔

ہم نے اب تک یہ بتلایا ہے کہ مچھروں کی پیدائش روکنے کے لئے کون کون سے طریقے آسانی سے کام میں لائے جا سکتے ہیں۔ اب ہم یہ بتلائیں گے کہ مچھروں کو مارنے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ اگر ہمیں اس بات کا شک ہو کہ ہمارے رہنے کے کمرے میں ملیریا پھیلانے والے مچھر ہیں تو ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ وہ مر جائیں اس کے لئے کمرے میں کافور یا لہسن رکھ دینا چاہئے کیونکہ ان کی بو سے مچھر چند ہی گھنٹوں میں مر جاتے ہیں۔ مچھروں کو مارنے کے لئے دھنواں بھی کام میں لایا جا سکتا ہے۔ لیکن دھنواں اس طرح ہونا چاہئے کہ وہ سارے کمرے میں پھیل جائے۔ دھنواں کرنے کے لئے لوبان استعمال کرنا چاہئے۔ کیونکہ اسکے دھنوئیں سے مچھروں کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ اور وہ بہت جلد مر جاتے ہیں۔ تمباکو کا دھنواں بھی مچھر نہیں برداشت کر سکتے وہ بہت زہریلا ہوتا ہے اور اس میں مچھر زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتے مچھر مارنے کے لئے یوکلپٹس کی سبز پتیاں بھی استعمال کی جا سکتی ہیں۔ کیونکہ ان پتیوں کا دھنواں بھی تمباکو کے دھنوئیں کی طرح زہریلا ہوتا ہے اور اس سے مچھر فوراً مر جاتے ہیں۔

ہم اوپر بتلا چکے ہیں کہ ملیریا مچھروں ہی سے پیدا ہوتا ہے اور بڑھتا ہے اور اگر مچھر نہ رہیں تو یہ مرض کسی کو بھی نہ ہو۔ اس لئے مچھروں کی پیدائش روکنے اور انھیں مار ڈالنے کے دو طریقے اوپر بتلائے جا چکے ہیں انپر ضرور عمل کرنا چاہئے۔ یہ اتنے آسان ہیں کہ گاؤں کا ہر شخص ان پر عمل کر سکتا ہے۔ ملیریا کے مچھر اکثر دن میں چھپے رہتے ہیں اور رات ہونے پر لوگوں کو کاٹنے کے لئے باہر نکلتے ہیں۔ اس لئے یہ کوشش کرنی چاہئے کہ رات میں مچھر نہ کاٹ سکیں۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ سونے کے لئے ایسی ہی جگہ منتخب کی جائے جو بدبودار گندی یا مرطوب نہ ہو۔ کیونکہ ایسی ہی جگہوں میں مچھر اڈا بناتے ہیں۔ سوتے وقت مچھردانی لگانی چاہئے اور اگر یہ نہ ہو تو سرسوں کا تیل یا کسی تیل میں کافور ملا کر مالش کرنی چاہئے ایسا کرنے سے مچھروں کے کاٹنے کا خوف نہ رہے گا۔ ملیریا بخار دور کرنے کے لئے کنین استعمال کرنی چاہئے۔ کیونکہ اس بات کی آزمائش ہو چکی ہے کہ کنین کھا لینے سے خون کے اندر ملیریا کے پھیلے ہوئے جراثیم مر جاتے ہیں اور بخار دور ہو جاتا ہے۔ ہفتے میں ایک دو بار ہی کنین کھانا چاہئے۔ ملیریا ہو جانے پر پیٹ کی صفائی پر سب سے زیادہ توجہ دینی چاہئے اور پورے پرہیز کے ساتھ رہنا چاہئے۔

پھلوں اور سبزیوں کا رس

صحت کے لحاظ سے تازہ پھل اور ترکاریوں کو جو اہمیت حاصل ہے اس کا مقابلہ غالباً دیگر غذائیں نہیں کر سکتیں۔ عموماً سبھی غذاؤں کے مقابلے میں قدرتی نمک جسے آجکل ماہرین صحت کے لئے بہت ضروری سمجھتے ہیں زیادہ مقدار میں موجود رہتا ہے۔ خصوصاً وہ خون جو خالص اور زہریلے مادوں کے اثر سے آزاد کرنے میں بڑا معاون ہوتا ہے۔

اوسطاً سبزیوں اور پھلوں میں مساوی مقدار میں رس ہوتا ہے۔ اس رس کو تندرستی کے لئے بڑی آسانی کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ گرمی کے دنوں میں تو یہ رس صحت کے لئے بہت ہی مفید ہوتا ہے کیونکہ وہ خون کو صاف کرتا ہے اور اسے مسموم ہونے سے بچاتا ہے۔ قدرتی نمک کے باعث وہ اعصاب کو بھی خاص فائدہ پہنچاتا ہے۔

گاجر کا رس

گاجر کا رس بڑی آسانی سے نکالا جا سکتا ہے۔ گاجر کو خوب باریک کاٹ لینا چاہئے۔ پھر اُسے کپڑے میں رکھ کر نچوڑ لینا چاہئے۔ گاجر کے رس میں کیروٹین نامی ایک مادہ ہوتا ہے جس میں وٹامن 'اے' بہت بڑی مقدار میں موجود رہتا ہے۔ اس کے استعمال سے گلے کی نلیاں، پھیپھڑا اور پیٹ طاقت حاصل کرتے ہیں۔

گاجر کے رس میں وٹامن 'سی' بھی ہوتا ہے جو امراض متعدی کے جراثیم سے جسم کی حفاظت کرتا ہے اور خون بڑھاتا ہے۔ گاجر کا رس خون کو صاف اور ٹھنڈا کرنے کا خاص وصف رکھتا ہے۔

چقندر کا رس

چقندر کا رس بھی گاجر کے رس کی طرح نکالا جا سکتا ہے۔ یہ بہت خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ اتنی ہی مقدار میں گاجر کا رس ملا لیا جائے اور ایک بوند پیپرمنٹ کا تیل ملا لیا جائے تو بہت ہی لذیذ ہو جائے گا۔

شلجم کا رس

شلجم کا رس تیز ہوتا ہے اس لئے اسے لذیذ بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسے دیگر پھلوں کے رس کے ساتھ ملاکر استعمال کیا جائے۔ سبزیوں اور پھلوں کا رس استعمال کرنے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ ان کو دودھ کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ ایک چوتھائی رس اور تین چوتھائی دودھ بہت اچھا ہوگا۔ اسے بچے بڑی خوشی سے پی لیں گے۔ اس کا ذائقہ اتنا اچھا ہوگا کہ جو لوگ خالی دودھ پینا نہیں پسند کرتے وہ بھی اسے خوشی سے پئیں گے۔

ٹماٹر کا رس

ٹماٹر کا رس اگر تازہ نکالکر استعمال کیا جائے تو وہ بہت مقوی اور فرحت پیدا کرتا ہے۔

اس میں وٹامن 'اے' اور 'سی' کے ساتھ ہی اٹامن 'بی' بھی ہوتا ہے جس سے یہ بھوک بڑھاتا ہے اور اعصاب کو قوت بخشتا ہے صبح اور شام کھانے کے پہلے اگر ایک یا ڈیڑھ چھٹانک ٹماٹر کا رس تھوڑا سا کالا نمک اور چائل ملا لیا جائے تو اس سے بھوک خوب بڑھے گی ٹماٹر کی فصل میں اس کا روزانہ استعمال بہت ہی مفید ہے۔

کھیرے یا ککڑی کا رس

ککڑی کے رس میں وٹامن 'سی' ہوتا ہے۔ اسکا ذائقہ تو اتنا اچھا نہیں ہوتا لیکن اگر اسے مساوی مقدار میں ٹماٹر کے رس کے ساتھ استعمال کیا جائے تو یہ معتدل لون ہو جائیگا۔

پتی والی تازی سبزیوں کا رس نکالنا اتنا آسان نہیں لیکن ان میں لوہا اور میگنیشیم ہوتا ہے جو خون کو صاف کرنے اور خون کو بڑھانے میں کمال دکھاتا ہے خشکی بھینی اور تھکان کی شکایت والوں کے لئے یہ آب حیات ہے۔

پالک کا رس

اگر سوتے وقت پالک کا رس تھوڑا سا دودھ اور مار مانیٹ (ایک انگریزی دوا، جو انگریزی دواخانوں میں ملتی ہے) ملاکر استعمال کیا جائے تو تکان دور کرنے میں بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔ ساگ کو کپڑے میں رکھکر نچوڑ کر رس نکالا جاسکتا ہے۔

رگوں کے ذریعے کھانا

سائنس کی مدد سے اب رگوں کے ذریعے جسم کے اندر غذا پہنچائی جاتی ہے جو مریض منہ سے کھانا نہیں کھا سکتے انھیں رگوں ہی کے ذریعے کھانا کھلایا جاتا ہے جب تک یہ طریقہ رائج نہیں ہوا تھا تب تک منہ کا آپریشن کرنا بہت خطرناک اور مشکل تھا لیکن اب ہسپتالوں میں اس جدید طریقے کا استعمال ہونے لگا ہے غذا کا چربی والا حصہ اگر دو چار روز جسم میں نہ پہنچے تو خطرہ نہیں رہتا۔ لیکن انجکشن کے ذریعے وہ بھی داخل کیا جاسکتا ہے۔

پانی، چینی، دھات، نمک، وٹامن، چربی اور پروٹین یہ ۶ چیزیں ہیں جو ہمارے جسم کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہیں ان میں سے پروٹین ہی ایسی چیز ہے جسے رگوں کے ذریعہ داخل کرنے میں دشواری ہوتی تھی کیونکہ دنیا کی سب سے پیچیدہ کیمیاوی چیز ہے اب اس کا ایک مکسچر تیار کر لیا گیا ہے جو رگوں کے ذریعے سے داخل کر دیا جاتا ہے۔ اس کا تجربہ پہلے چوہے اور کتے پر کیا جاچکا ہے۔

باورچی خانے کی صفائی

باورچی خانہ مکان کی روح ہے کیونکہ ہمارا کھانا جس پر صحت اور زندگی کا دارومدار ہے، یہیں تیار ہوتا ہے۔ تازہ ہوا اور موزوں لباس کی طرح کھانا بھی جسم کے لئے نہایت ضروری ہے موجودہ مہذب زمانے میں لوگ کھانے پر اتنی زیادہ توجہ نہیں دیتے جتنی کہ دیگر چیزوں پر کھانے پر خرچے بھی کم کرتے ہیں غریب لوگوں کو تو اتنا پیسہ ہی نہیں ملتا کہ اور دیگر ضروریات پر خرچے کرنے کے بعد صحت بخش کھانے کا انتظام کر سکیں کھانے اور باورچی خانے پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ باورچی خانہ خوب صاف ستھرا ہونا چاہئے اُسے گندہ نہ رکھا جانے کہ اوپر سے برتنوں میں جالے پڑیں۔ باورچی خانے میں جو چیزیں آئیں وہ اچھی اور صحت بخش ہوں۔ ساگ سبزی تازہ اور ہرے پتوں والی ہو۔ آٹا تازہ پسا ہوا ہو گھر میں چکی سے پیس لیا جائے تو بہت ہی بہتر ہے۔ سارے باورچی خانے کو برابر چونے یا مٹی سے پوتنا اچھا ہوگا۔ باورچی خانے میں دیگر فضول چیزیں مثلاً صندوق گندے پرانے کپڑے وغیرہ نہ رکھنے چاہئیں۔

مٹھائی اور دانت

مشیگن یونیورسٹی (امریکہ) کے ماہر دنداں ڈاکٹر فلپ جے نے حال ہی میں ایک مضمون لکھکر اپنے اُس تجربے کی تفصیل بیان کی ہے جو انھوں نے ایک اسکول کے بچوں پر کیا ہے۔ ان بچوں کو اچھا کھانا نہیں ملتا تھا اور وہ کئی وٹامنوں سے محروم رہتے تھے پھر بھی ان کے دانت بہت خراب نہیں ہوتے تھے اور بہت سے بچوں کی طرح انھیں دانتوں کی کوئی شکایت نہیں تھی۔ ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان بچوں نے ابھی مٹھائی نہیں کھائی تھی۔ ان بچوں کا ایک گروہ چنا گیا اور اُنھیں مٹھائی استعمال کرائی گئی۔ ان کے روزمرہ کے کھانے میں مٹھائی بھی شامل کر دی گئی اس تجربے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بچوں کے دانت خراب ہونے لگے پانچویں ماہ کے آخر میں ان کے دانتوں میں گڑھے پڑ گئے۔ پھر ان کی خوراک میں سے مٹھائی نکال دی گئی تو وہ گڑھے بھرنے لگے۔

چبانے کی عادت نہ ہونے پر بھی دانت اور جسم میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ قدرت نے چیزوں کو چبانے کے لئے ہمیں دانت دئے ہیں اس کا ہمیں ٹھیک سے استعمال کرنا چاہئے۔ گاجر مولی جیسی چیزیں ہمیں دانتوں سے دبانی چاہئے تاکہ دانت کے مسوڑھے اور جبڑے مضبوط رہیں۔

(بھارت سے)

عورتوں اور بچوں کی دُنیا



پردہ دور کرنا

از محترمہ رادھا دیوی گوئنکا

ہمارے سماج میں پردہ صرف گھونگھٹ کی صورت میں رہ گیا ہے۔ ہمارے یہاں پردے کی وہ سختی نہیں ہے جو مسلمانوں میں یا شمالی ہندوستان کے کچھ فرقوں میں ہے۔ ہماری عورتیں باہر گھوم سکتی ہیں، راہ میں گیت بھی گا سکتی ہیں۔ اُن کے لئے صرف مُنہ پر گھونگھٹ ڈال لینا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اس قسم کے گھونگھٹ کا مقصد کیا ہے؟ اس سے فائدہ کیا ہے؟ اور اس پر کس طرح عمل کیا جاتا ہے۔ وغیرہ باتوں پر غور کریں تو ہماری یہ گھونگھٹ کی رسم بیکار بے فائدہ اور مضحکہ خیز معلوم ہوگی۔ ہماری عورتیں بھی گھروں میں پردہ نہیں کرتیں سسرال ہی میں کرتی ہیں۔ ہماری عورتیں گھر والوں سے پردہ کرتی ہیں۔ باہر والوں اور غیروں سے پردہ نہیں کرتیں۔ لیکن شوہر، دوست، جیٹھ، سسر یا کہیں کہیں اپنی ساس تک سے پردہ کرتی ہیں۔ اگر عورتوں کو کوئی بات اپنے گھر پر پوچھنی پڑتی ہے تو وہاں بھی نوکر ٹیلیفون کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور اگر نوکر نہ ہوا تو دیوار سے باتیں کرکے اُس کی بازگشت سے ہماری عورتیں کام کر لیتی ہیں۔ جن بزرگوں اور مربیوں کی صحبت کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانا چاہئے اُنکے سامنے بھی بہوؤں کو جانے کی ممانعت ہوتی ہے لیکن جن لوگوں سے حتی الامکان دور رہنا چاہئے اُن سے بات کرنا عیب نہیں سمجھا۔ اگر بہو بیمار ہو جائے تو ڈاکٹر کو دکھلاتے وقت علیحدہ روم بنا دیا جاتا ہے، بہو کو کپڑوں میں



شری متی رادھا دیوی گوئنکا

ڈھانک کر ایک پلندہ بنا دیا جاتا ہے اور ڈاکٹر کو جو کچھ پوچھنا ہو وہ گھر والوں سے پوچھ سکتا ہے۔

پردے کی وجہ سے انتظام خانگی میں جو دقتیں ہوتی ہیں، مہمانوں کے آنے پر جو مشکل پیش آجاتی ہے اُس کا ہمیں ہر روز تجربہ ہوتا ہے۔ ہماری عورتیں کھانا نہیں لگا سکتیں، مہمانوں کی خاطر تواضع نہیں کر سکتیں گھر میں کوئی مہمان آجائے تو عورتوں کے لئے گھر جیل خانہ بن جاتا ہے۔ اُن کا اِدھر اُدھر پھرنا بند ہو جاتا ہے اور کسی کمرے کا سہارا لیکر اُنھیں اپنا وقت کاٹنا پڑتا ہے۔ مردوں کی مشکلات بڑھ جاتی ہیں اور ہمارا خانگی نظام جتنا عمدہ ہونا چاہئے اُتنا نہیں ہوتا۔ پردے کے باعث سفر میں بھی بہت سی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پردہ شرم کی علامت ہے اور حیا کی پرورش کرتا ہے اس قسم کا خیال اگرچہ ہمارے سماج میں موجود ہے لیکن شرم و حیا دراصل آنکھوں اور دل میں ہے۔ پردہ حیا کی پرورش کرنے والا نہیں بلکہ اُسے مٹانے والا ہے۔ ہمیں پردہ ہٹانا چاہئے اور ہماری عورتوں کو آنکھوں میں وہ چمک پیدا کرنا چاہئے۔ وہ انکسار پیدا کرنا چاہئے جو ہماری تہذیب اور ہماری حیا کی پرورش کرے۔

پردے میں نہ مذہبیت ہے نہ فائدہ اور نہ جدت بلکہ وہ طبقہ نسواں کے لئے ایک بڑی لعنت ہے۔ یہ ایک قدیم رسم ہے اور قدامت کے نام پر ابھی ہمارے سر پر سوار ہے۔

بہت سے نوجوان جو پردے کی مخالفت کرتے ہیں وہ بھی عمل میں ناکام نظر آتے ہیں۔ اور اکثر یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ مرد تیار ہیں مگر عورتیں پردے سے باہر آنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مرد کی طرف سے آزادی دی جانے پر بھی عورتیں آزادی کی فضا میں قدم رکھتے ہوئے جھجھکتی ہیں۔ کہیں کہیں مرد اپنی کمزوری چھپانے کے لئے عورتوں کے سر الزام دھر دیتے ہیں۔ آج تک مردوں کی طرف سے کہا گیا ہے لیکن اب ہم عورتوں کی طرف سے بھی کہنا چاہتے ہیں کہ ہم پردہ چھوڑنے کے لئے تیار ہیں۔

جنگ کے باعث آج جو حالت پیدا ہو گئی ہے اور حفاظت کا نازک سوال ہمارے سامنے درپیش ہے اُسے بھی حل کرنے کی قوت ہم میں آجانی چاہئے۔ مصیبت کے وقت صدیوں کے کام برسوں میں ہوا کرتے ہیں اور برسوں کے کام دنوں میں ہوتے ہیں۔ دُنیا کے بدلتے ہوئے خوفناک حالات میں اگر ہمیں زندہ رہنا ہے تو ہمیں عورتوں سے پردہ توڑنے کے کام کو بڑی تیزی سے کرنا چاہئے۔ اُن میں خود اعتمادی کا جذبہ

[illegible] کہ وہ بھی انسانیت کا احساس [illegible] کی [illegible] کرسکیں۔

[illegible] آپ اس قدر جتنی تاریکی میں، بے احتیاطی [illegible] اور لاعلمی کی پست سطح پر رہیں گی اور [illegible] کی اتنا ہی سماج بھی تاریکی، لاعلمی اور پست سطح پر رہیگا اگر کسی ملک، کسی سماج اور گھر [illegible] تنزلی دیکھنی ہو تو اُس ملک، سماج اور [illegible] عورتوں کو دیکھکر فوراً پتہ لگ جاتا ہے کہ [illegible] آج سماج میں عورتوں کی جو [illegible] ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اور ساتھ ہی ساتھ سماج بھی کہاں تک گرا ہوا ہے یہ بھی سب سمجھدار بہنیں جانتی ہیں۔

ہم لوگ قدیم زمانے کی دس پانچ خواتین کے نام لیکر صفت تالی کی مثال کی دہائی دیا کرتے ہیں لیکن مثالیں بھی زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔ آج کی مثال میں جھانسی کی رانی لچھمی بائی، اہلیا بائی ہولکر اور [illegible] سروجنی نائڈو وغیرہ۔ آج ملک اس قسم کی خواتین کی مثال چاہتا ہے۔ اگر یہ بہنیں ہماری ہی طرح پردے میں رہتیں تو آج مادر ہند کی ان مایۂ افتخار بیٹیوں کو کون جانتا۔

عورتوں کو آج اتنا حقیر کیوں سمجھا جاتا ہے۔ اسکا جواب صرف ایک ہے کہ وہ عورتیں ہیں اسلئے پھر خواہ عورتیں کتنی ہی قابل ہوں اور مرد کتنے ہی ناقابل مردوں سے زیادہ قابلیت رکھتے ہوئے بھی عورتیں محکوم ہی رہیں گی۔ ان سوالات کے علاوہ ایک خاص مسئلہ ہے کہ ہمارے یہاں تقسیم کار ہی پر اعلیٰ ادنیٰ کا امتیاز ہوتا ہے۔ عورتیں گھر کے اندر رہ کر لونڈی کا کام کرتی ہیں۔ وہ گھر جھاڑو بہارو کر صاف کرتی ہیں، کپڑے دھوتی ہیں، روٹی پکاتی ہیں برتن مانجتی ہیں بچے سے لیکر بوڑھے تک کی ہر قسم کی خدمت کرتی ہیں یہ سب کام ادنیٰ درجے کے یعنی لونڈیوں ہی کے کام سمجھے جاتے ہیں۔ اگر عورت بیمار ہو جائے یا کہیں چلی جائے تو مرد یہ سب کام نہیں کرنا چاہتا۔ یا تو وہ کوئی ملازمہ رکھ لیتا ہے یا ہوٹل کی پناہ لیتا ہے۔ کیونکہ ان کاموں کو وہ نیچے لوگوں کے کام سمجھتا ہے اب کہئے کہ عورت کی جانب سے اُنکے خیالات ٹھیک کیونکر ہو سکتے ہیں؟ دوسرا میدان مرد اپنے لئے اعلیٰ سمجھکر محفوظ رکھتا ہے۔ کسانا سماجی انتظام کرنا اور آرام سے رہنا۔ عورتوں کو یہ حق ہی نہیں ہے کہ وہ بھی کچھ عقلمند کہے جانے والے لوگوں کے کام کرکے دکھلا سکیں۔ جن عورتوں کو ذرا سا بھی اختیار آزادی اور اعلیٰ تعلیم مل جاتی ہے وہ فوراً سماج میں چمک اٹھتی ہیں!

ہمارے ہی ساتھ ہماری نسلوں کا بھی مسئلہ وابستہ ہے بچے کی بہترین معلمہ اور بہترین مرکز ہم ہی ہیں ہم جو کچھ کرتے ہیں اُسے بچہ غور سے دیکھتا ہے اور اپنی زندگی میں اُسے اپناتا ہے۔ وہ ہمیں لڑتے جھگڑتے جھوٹ بولتے شرمیلی ملک و قوم سے خدمت سے منہ موڑتے اور بے اختیار دیکھتا ہے اور وہ بھی ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بچے اسکول جاکر اچھی باتیں سیکھ جائیں گے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ گھر میں رہنے والے بچوں پر کتابی تعلیم کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ آگے چلکر ہماری ہی عادات ان میں پیدا ہوتی ہے۔

کہنے کے لئے تو سماج کی کرتا دھرتا اور اسکے آئین بنانے و بگاڑنے والے مرد ہی ہوتے ہیں لیکن سماج کی کنجی درحقیقت عورتوں ہی کے ہاتھ میں رہتی ہے جہالت کے باعث وہ اہم حقیقت سے ناواقف ہیں۔ عورتوں کے تعاون کے بغیر سماجی اصلاح ہو ہی نہیں سکتی آپ سودیشی سودیشی چلاتے ہیں گھر میں بدیشی مال آتا ہی رہے گا۔ آپ اچھوتوں کی اصلاح کرنی چاہتے ہیں پھر بھی کیا مجال کہ آپ کے گھر میں اچھوت کو پناہ مل سکے۔ بچپن کی شادی پر بھی عورتیں ہی زیادہ زور دیتی ہیں۔ غمی کی تقریبات بھی عورتوں کو زیادہ پسند ہیں۔ بے جوڑ شادی کی بھی عورتیں زیادہ پروا نہیں کرتیں اور نہ بیواؤں کی شادی پر وہ زور دیتی ہیں تبھی تو اسمبلیوں میں قانون بن کر بھی صاف کاغذوں پر ہی دھرے رہ جاتے ہیں۔

صرف جلسوں میں شرکت کرنے اور تقریریں سننے سے کچھ نہ ہوگا۔ اب تو آپ کو باقاعدگی کے ساتھ روزانہ سیاسی اور سماجی مضامین کا مطالعہ کرنا چاہئے اور اُن پر غور کرنا چاہئے آپ یہ نہ سمجھیں کہ پردہ ترک کرنے پر فوراً ہی آپ کے دل میں علم کا نور جگمگانے لگے گا۔

ہاں آپ یہ ضرور کہہ سکتی ہیں کہ ملک کے دیگر فرقوں میں ہماری کیا جگہ ہے۔ جب تک آپ پردہ نہ ترک کریں گی اُس وقت تک کبھی بھی آپ میں جذبہ خود اعتمادی نہ پیدا ہوگا آپ آج ہی ہمت کرکے اِس پردے کو ترک کر دیجئے جس سے سماج کو بار بار پردہ توڑنے والی کانفرنس کرانے کی ضرورت نہ پڑے اور سماج کی طاقت اور اُس کی دولت کا بیجا صرف نہ ہو۔

ہندوستان کی قدیم تہذیب میں عورتوں کو بلند تر مرتبہ حاصل تھا۔ یہ بات سب مانتے ہیں تو آج عملی طور پر ہندوستانی خواتین کو حقیر تر سمجھا جاتا ہے اس کی بھی تردید نہیں کی جا سکتی وہ زندگی میں ہر پہلو سے محکوم ہیں بچپن سے موت تک مردوں کی غلامی انکی زندگی کا مقصد ہے۔ اُنھیں سماج میں آزاد جگہ نہیں حاصل ہے۔ مرد کے سہارے ان کی زندگی ہے مرد کے سہارے ان کا عیش ہے اور مرد ہی کے سہارے انھیں جنت بھی مل سکتی ہے۔ ہماری قدیم تہذیب میں اگر عورتوں کے درجہ کی بلندی کا قابل فخر تذکرہ ہے تو موجودہ عہد میں ہماری غلامی کی حد بھی ہوگئی ہے۔ ہمیں مالی آزادی نہیں ہمیں سماجی آزادی نہیں ہمیں مرنے کی بھی آزادی نہیں۔ اس غلامی نے اس محکوم زندگی نے طبقہ نسواں کو کمزور بنا دیا ہے اور سماج کا نصف حصہ تقریباً بیکار سا ہوگیا ہے۔

(پردہ کے خلاف ہونے والی کانفرنس میں پڑھے جانے والے خطبۂ صدارت سے ماخوذ)

لڑائی اور بچے

(از شری ناتھ سنگھ)

یورپ میں اس بار کی لڑائی میں چھوٹے چھوٹے بچوں کی جان بھی بڑے خطرے میں رہتی ہے دشمن کے بمبار طیارے اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ ہمارے بموں سے چھوٹے بچوں کی جانیں بھی ضائع ہوں گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ جہاں فوجی کارکن مرتے ہیں وہیں عورتوں اور بچوں کو بھی بموں کا نشانہ بننا پڑتا ہے

لیکن قارئین کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ یورپ کے بچے بڑی بہادری سے اس مصیبت کا مقابلہ کر رہے ہیں اور بڑے ضبط سے کام لے رہے ہیں۔ پہلے پہلے جب جرمنوں نے پولینڈ پر حملہ کیا تھا اس وقت وہاں کے بچوں کو بھی اس کا شکار ہونا پڑا تھا۔ ایک شخص نے اپنی اور اپنے بچے کی کہانی اخبارات میں یوں شائع کرائی کہ

پولینڈ کے دارالسلطنت وارسا سے آخری ٹرین روانہ ہوئی۔ میں اور میرا بچہ دونوں اس پر سوار ہو کر جا رہے تھے۔ میرے بچے کی عمر صرف تین سال تھی۔ بالکل پھول سا نازک بچہ تھا کبھی کسی نے اسے کوئی سخت بات بھی نہیں کہی تھی گاڑی دوڑی چلی جا رہی تھی اور دشمن کے ہوائی جہاز اس پر بم برسا رہے تھے۔ خوف کی وجہ سے لوگ کھڑکیوں سے کود کود پڑ رہے تھے۔ میرا بچہ کبھی کھڑکی کے باہر ہوائی جہاز کو دیکھتا تھا اور کبھی ڈر کر مجھ سے چمٹ جاتا تھا کبھی وہ کہتا تھا "ابا ان سے کہہ دیجئے کہ یہ تھوڑی دیر کے لئے رک جائیں۔ کیا یہ تھکتے ہی نہیں؟" جو حال میرے بچے کا تھا وہی حال سارے بچوں کا تھا۔ اس لڑائی سے پولینڈ کے گھر کے گھر صاف ہو گئے اور کتنے ہی بچے اپنے ماں باپ کے ہوتے ہوئے بھی دانے دانے کو ترس گئے۔

پولینڈ کے بعد اسی قسم کا بلکہ اس سے زیادہ دردناک نظارہ ناروے، ہالینڈ، بلجیم اور فرانس کے بچوں نے دیکھا۔ فرانس پر جس وقت جرمنی کی فوجیں آگ اگلتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھیں اور جرمنی کی سائنٹفک جنگ سے گھبرا کر فرانس کے سپاہی پیچھے ہٹنے لگے تھے تو فرانس میں عورتوں عام مردوں اور بچوں کو بھی جان بچانے کے لئے بھاگ نکلنا پڑا تھا۔ اس وقت کا ایک دردناک قصہ یہ ہے

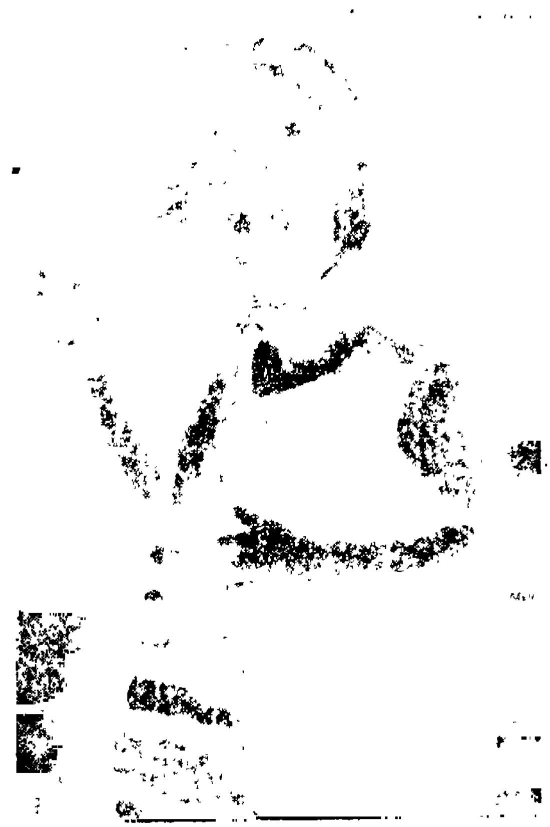


(دائیں) لندن کے ... شہر کے بچے دیہاتوں میں حفاظت کے لئے بھیجے گئے ہیں تصویر میں انھیں کچھ بچوں کو کھانا کھلایا جا رہا ہے ان بچوں کو خاص طور سے چھوٹی چھوٹی کرسیاں اور میزیں دی گئی ہیں۔



یہ بچے لڑائی کی وجہ سے اپنے ماں باپ سے الگ ہو جانے کی وجہ سے رو رہے ہیں۔

چھوٹے چھوٹے بچے اپنے باپوں کی پیٹھ پر یا پیدل بہادری کے ساتھ چلے جا رہے تھے۔ اپنے والدین کی طرح انھیں بھی دو دو تین تین دن سے کھانا نہیں ملا تھا۔ لیکن وہ اب کھانے کے لئے مچلتے نہ تھے نہ اپنے والدین سے کچھ مانگتے تھے۔ انکے ملک پر جو مصیبت آ پڑی تھی اسکو وہ برداشت کرنا چاہتے



جرمنی نے پولینڈ پر چڑھائی کر کے صرف پولینڈ کے ہی بچوں کو یتیم نہیں کیا۔ بلکہ وہاں رہنے والی جرمن قوم کے کتنے ہی بچوں کو بھی یتیم کر دیا۔ تصویر میں ایک جرمن لڑکی اپنی ماں سے الگ ہونے کی وجہ سے رو رہی ہے۔

بلکہ چھوٹے بچے تو اپنے انگوٹھے ہی چوستے چلے جاتے تھے۔" اس طرح فرانس کے بچے بھوک اور تکان کا بڑی دلیری سے مقابلہ کر رہے تھے اور جو بچے بم سے زخمی ہوتے ہیں اور مکانوں کی گرتی ہوئی چھتوں کے نیچے دبتے ہیں اُن کی قوت برداشت کی تو جتنی بھی تعریف کی جائے تھوڑی ہے اور اُن پر بم برسانے والے جرمنوں پر جتنی بھی لعنت بھیجی جائے کم ہے۔

فرانس کے بعد اب جرمنی کا آخری حملہ انگلینڈ پر ہونے والا ہے۔ جرمنی کے اس حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے انگلینڈ کے مرد و عورتوں کی طرح وہاں ننھے بچے بھی تیار ہو گئے ہیں۔ جو زیادہ عمر کے لڑکے یا لڑکیاں ہیں وہ سب کسی نہ کسی کام میں لگ گئی ہیں لیکن جو چھوٹے بچے ہیں وہ بخوشی اپنے والدین سے الگ ہو کر گاؤں میں رہنے چلے گئے ہیں اور کتنے ہی تو سات سمندر پار کناڈا میں آباد ہو گئے ہیں۔ ہم مضمون کے شروع میں ایک تصویر دے رہے ہیں۔ یہ انگلینڈ کے بچوں کی ہے جو ایک گاؤں میں ایک پادری کے گھر میں جا کر رہے ہیں۔ یہ مختلف خاندانوں کے بچے ہیں اور آج ایک گھر میں اس طرح رہتے ہیں گویا ایک ہی خاندان کے ہیں۔ ان بچوں کے لئے چھوٹی میز اور کرسیاں بنوائی گئی ہیں اور جس گھر میں وہ ٹھیرائے گئے ہیں اُس کی دیواروں پر اُن کے والدین کی تصویریں ٹانگ دی گئی ہیں تاکہ اُنھیں دیکھ کر یہ مطمئن رہیں۔

آج یورپ کے جو بچے لڑائی کے شکار ہو رہے ہیں کل یہی بڑے ہوں گے اور یورپ کی سیاست میں یہ اُسی طرح حصہ لیں گے جس طرح آج کل وہاں کے بڑے بڑے لوگ لیتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ اس غلطی کی اصلاح کریں گے جو آجکل کے بڑے لوگوں سے ہو رہی ہے یعنی لڑائی کے وقت بے قصور بچوں پر حملہ کرنا۔ ہمارا خیال ہے کہ اُس وقت لڑائی خواہ کتنی ہی خوفناک ہو لیکن بے قصور بچوں پر حملہ کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہو گی۔

بچوں کی بیماریاں

از محترمہ تارا پانڈے

بعض چھوت والی بیماریاں جراثیم کے ذریعے پھیلتی ہیں۔ بیماروں کے تھوک، کف یا چھینک و کھانسی کے ذریعے یا دودھ اور پانی میں بیماری کے جراثیم ہونے سے اور اُس پانی یا دودھ کو استعمال میں لانے سے کھانے پینے کی چیزوں میں مکھی کے بیٹھنے سے بیماریاں پھیلتی ہیں۔

پانی کے ذریعے ہیضہ، موتی جھالا، پیچش وغیرہ بیماریاں ہوتی ہیں اس لئے بچوں کو دودھ اُبال کر پلانا چاہئے اور پانی صاف یا اُبال کر ہی دینا چاہئے۔

حسب ذیل چھوت کی بیماریاں بچوں کو اکثر ہوا کرتی ہیں۔

ڈفتھیریا۔ اس بیماری میں گلے میں درد، نگلنے میں تکلیف، غدود کا پھول جانا اور اُن میں ایک قسم کی سفید جھلی پیدا ہو جاتی ہے، سانس لینے میں تکلیف ہوتی ہے اور سر میں بھی درد ہوتا ہے۔ ڈفتھیریا ایک نہایت خطرناک بیماری ہے۔ اگر جلد علاج نہ کیا جائے تو زندگی سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ اگر مذکورہ بالا علامتیں نظر آئیں تو فوراً بچے کو ڈاکٹر کے پاس یا کسی ہسپتال میں لیجانا ضروری ہے۔ اس میں انجیکشن لگوانا ضروری ہے کیونکہ انجیکشن ہی سے اس میں جلدی اور ضرور فائدہ ہوتا ہے۔ بیماری دور ہونے پر بھی بچے کو کچھ دنوں تک محنت نہ کرنے دینا چاہئے۔

کھسرا۔ لوگوں میں یہ غلط فہمی ہے کہ کھسرا کوئی خطرناک بیماری نہیں ہے۔ اس میں سردی اور زکام بہت زوروں کا ہوتا ہے، چھینک و کھانسی بہت ہوتی ہے، آنکھ اور ناک سے پانی گرتا ہے، بھوک کم ہو جاتی ہے۔ کھانسی اور زکام کے تین دنوں بعد ماتھے اور مُنہ میں چھوٹے چھوٹے کھسرے کے دانے نکل آتے ہیں پھر پیروں اور ہاتھوں میں نکلتے ہیں۔ مُنہ سُوجا ہوا سا نظر آتا ہے اور بخار تیز ہو جاتا ہے۔ اس میں دوا کی زیادہ ضرورت نہیں ہوتی، بیمار کو ٹھنڈ سے بچانا بہت ضروری ہے اور آرام خوب دینا چاہئے۔ اس بیماری میں نمونیہ اور پیٹ کی بیماریاں ہونے کا بہت خطرہ رہتا ہے کبھی کبھی کان پک جاتے ہیں اور ٹانسلس پھول جاتے ہیں۔ لہٰذا بڑی ہوشیاری اور احتیاط کی ضرورت ہے۔ کھسرے والے چار پانچ روز میں اچھے ہو جاتے ہیں۔

چیچک ۔ بڑی ماتا یا چیچک کے بارے میں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ سبھی جانتے ہیں کہ یہ ایک بہت خطرناک مرض ہے اس سے بچنے کے لئے ٹیکہ لگانا ضروری ہے اگر ٹیکہ لگا لیا جائے تو پھر کوئی اندیشہ نہیں رہتا۔ ٹیکہ لگانے کے بعد بھی اگر چیچک نکل آئے اُس کا زور بہت کم ہو جاتا ہے ہر ایک بچے کو چھ ماہ کی عمر کے اندر ہی ٹیکہ لگوا دینا چاہئے۔ اگر پڑوس میں کہیں چیچک ہو رہی ہو تو خواہ کتنا ہی چھوٹا بچہ ہو اس کے ٹیکہ ضرور لگوا دینا چاہئے۔ ٹیکہ لگوائے ہوئے تین سال ہو گئے ہوں اور پاس پڑوس میں کہیں چیچک ہو رہی ہو تو دوبارہ ٹیکہ لگوا لینا چاہئے۔

کالی کھانسی ۔ یہ کھانسی بچوں کو بہت ہی پریشان کر دیتی ہے ۔ اس کا علاج بچے کی ماں ہی اچھی طرح کر سکتی ہے۔ کیونکہ یہ کھانسی بہت دنوں تک رہتی ہے۔ کھانستے کھانستے بچے قے بھی کر دیتے ہیں ۔ اس لئے اس میں جلد ہضم ہونے والی غذا تھوڑی تھوڑی دیر میں دینی چاہئے ۔ اگر کھانسی بہت زیادہ ہو تو گرم پانی کے گھونٹ پلانے سے بھی آرام ملتا ہے ۔ شہد چٹانا مفید ہے اور لال شربت سے بھی فائدہ ہوتا ہے صاف اور تازہ ہوا ضرور ملنی چاہئے ۔ چھاتی میں کافور اور تیل کی مالش کرنی چاہئے ۔

کنور ۔ کنور میں کان کے نیچے گلے کے پاس کی گلٹی بڑھ جاتی ہے ۔ اس میں بخار و جبڑوں میں درد، بےچینی، سوجن اور گردن ہلانے میں تکلیف ہوتی ہے گرم پانی و نمک کے غرارے اور سینکنے سے بھی فائدہ ہوتا ہے ۔ کھانے کو پتلی اور ہلکی چیزیں دینی چاہئیں ۔ گردن میں گرم کپڑا لپیٹنا مفید ہوتا ہے ۔ پیٹ ہمیشہ صاف رکھنا چاہئے ۔

موتی جھالا ۔ موتی جھالا بڑی طویل بیماری ہے۔ دودھ پانی اور مکھیوں کے ذریعے پھیلتی ہے۔ تیز دست لانے والی دوا کبھی نہ دینی چاہئے ۔ اس میں بڑی تیمارداری کی ضرورت ہے ۔ شروع میں بخار اور سر اور پنڈلی میں درد اور کمزوری بہت ہوتی ہے ۔ ایک ہفتے کے بعد چھاتی اور پیٹ میں موتی جھالا کے دانے کبھی کبھی نظر آتے ہیں بیماری کے آغاز سے



شریمتی تارا پانڈے

ہی مریض کو آرام دینا چاہئے ۔ کیونکہ کبھی کبھی یہ بیماری بہت طویل ہو جاتی ہے ۔ اس بات کا خیال رہے کہ بیمار کو چارپائی سے ذرا بھی نہ اُٹھنا پڑے ۔ پینے کو خوب پانی اور پھلوں کا رس دینا چاہئے اکثر موتی جھالا تین چار ہفتے میں اچھا ہو جاتا ہے ۔ پہلے ہفتے میں بخار ایک ڈگری کر کے بڑھتا ہوا بہت تیز ہو جاتا ہے ۔ اور دوسرے ہفتے ہر وقت تیز بخار رہتا ہے اور تیسرے ہفتے دھیرے دھیرے یہ بخار کم ہوتا ہے اگر یہ بخار تیز ہوتا ہے تاہم نبض کی رفتار ہمیشہ سست رہتی ہے اور زبان میلی رہتی ہے ۔ تیسرے ہفتے جبکہ بخار کم ہو جاتا ہے تو بیمار کو بھوک بہت لگتی ہے لیکن کھانا دھیرے دھیرے اور بڑی احتیاط سے دینا چاہئے ۔

انفلوئنزا ۔ یہ بھی ایک پھیلنے والی بیماری ہے ۔ اس میں ہاتھ پیر سر و جوڑوں میں درد ہوتا ہے بخار بہت تیز چڑھتا ہے کھانسی، سردی زور کی ہوتی ہے نبض تیز چلتی ہے اکثر سانس بڑھ جاتے ہیں، انفلوئنزا میں نمونیہ ہونے کا بھی خوف رہتا ہے اس لئے ٹھنڈ سے بچنا چاہئے اور ہوشیاری سے علاج کرانا چاہئے ۔ کافور اور کڑوے تیل یا یوکیلپٹس کے تیل کی مالش کرنے سے بھی فائدہ ہوتا ہے ۔

جیسے ہی کوئی بچہ بیمار ہو اسے دوسرے تندرست بچوں سے الگ رکھنا چاہئے کیونکہ کوئی بھی مرض متعدی ہو سکتا ہے جو پہلے معمولی معلوم ہو ۔

بیمار بچے کا کمرہ علیحدہ مکان کے ایک کونے میں ہو تاکہ اُس میں لوگ کم جا سکیں کمرے میں جتنی بھی فالتو چیزیں ہوں اتنا ہی اچھا ہے ۔ دری وغیرہ سب ہٹا دینی چاہئیں ۔ کچا فرش ہو تو لیپ کر صاف رکھنا بہتر ہوگا ۔ صرف دھل سکنے والی چیزیں کمرے میں رکھنی چاہئیں ۔ بیمار کے کپڑے بدلنے کے بعد دھونے سے پیشتر کسی جراثیم کش لوشن میں ڈبو لینا چاہئے ورنہ کپڑوں کے جراثیم بیماری پھیلانے کے باعث ہو سکتے ہیں ۔

انمول موتی

۱ ۔ جس کام کے لائق ہو اس کام میں لگے رہو ۔

۲ ۔ اس کام کی اصلیت شروع سے انتہا تک سیکھو ۔

۳ ۔ اس کام میں عمدگی حاصل کرو ۔

۴ ۔ ہر ایک سے زیادہ جاننے کی کوشش کرو ۔ جو تم نہیں جانتے ہو دوسرے سے دریافت کرنے میں شرم مت کرو ۔

۵ ۔ کفایت شعاری کے عادی بنو ۔

زہر دور کرنے والی ایک نئی ایجاد

(از جناب شچیندر ناتھ سانیال)

یہ بات سب کو معلوم ہوگی کہ پوٹاشیم سائنائیڈ یا ہیڈروشینک ایسڈ سانپ کے زہر سے بھی تیز اور خطرناک ہوتے ہیں۔ انکے زہر کا اثر منٹوں میں ظاہر ہونے لگتا ہے۔ اس دنیا میں بیکار کام کرنے کی کوشش میں ناکام ہوکر کتنے ہی نوجوان خودکشی کرنے کے لئے پوٹاشیم سائنائیڈ یا ہیڈروشینک ایسڈ استعمال کرلیتے ہیں۔ کبھی کبھی دشمنی سے بھی لوگ کسی کو مارنے کے لئے مذکورہ بالا چیزیں کام میں لاتے ہیں۔

سونے کی کانوں اور باغوں میں، پھل اور پھول کے درختوں کو کیڑوں سے بچانے کے لئے ہیڈروشینک کے چھینٹے دئے جاتے ہیں۔ ان موقعوں پر بھی زہر کے اثر سے انسان کو نقصان پہنچنے کا احتمال رہتا ہے۔

ابھی کچھ عرصہ قبل تک یہ سمجھا جاتا تھا کہ پوٹاشیم سائنائیڈ کے زہر سے بچنا ناممکن ہے لیکن اب اس زہر سے بچنے کے لئے ایک بہت آسان ذریعہ ایجاد ہوا ہے۔ افسوس کہ اس ایجاد کے متعلق اب تک ہمارے ملک میں نہ تو کوئی ذکر ہوا اور نہ لوگ اس سے واقف ہی ہیں۔ میں نے کئی ایک ڈاکٹروں سے بھی اس سلسلے میں دریافت کیا تھا مگر انھیں بھی اس ایجاد سے بیخبر پایا۔ لوگوں میں یہ خیال موجود ہے کہ سائنائیڈ کے زہر سے بچنا ناممکن ہے۔ لیکن اب اس نئی ایجاد سے یہ بات معلوم ہونے لگی ہے کہ مذکورہ زہر سے مرنا ہی قریب قریب ناممکن ہے۔

یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ کوئلے کا دھواں ایک بہت ہی زہریلی بھاپ ہے۔ جاڑے کے دنوں میں بند کمرے میں کوئلہ جلاکر بہت سے سادہ لوح سو جاتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ان میں سے بہتوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ اس نئی ایجاد سے کوئلے کے زہر کے دھوئیں سے بچنا بھی آسان ہی بات ہوگئی ہے۔

مسٹر ایم۔ اے بروکس نامی ایک امریکن سائنس داں نے کیلیفورنیا یونیورسٹی میں ۱۹۳۳ء میں اس نئی ایجاد کا اعلان کیا تھا۔ میتھلن بلو نامی ایک معمولی رنگ ہے۔ سائنس دانوں کی عملگاہوں میں یہ رنگ بہت استعمال ہوتا ہے۔ یہ ایک آسانی سے حاصل ہونیوالا رنگ ہے۔ کوئلے کا دھواں، ہیڈروشینک ایسڈ یا پوٹاشیم سائنائیڈ کے زہر سے مرتے ہوئے آدمی کو نجلی میں میتھلن بلو نامی رنگ کو پانی میں ملاکر انجکٹ کردینے سے فوراً ہی زہر کا اثر دور ہونے لگتا ہے۔ زندگی کی علامتیں نظر آنے لگتی ہیں اور انسان آخر میں زندہ ہوجاتا ہے۔ پچاس مکعب سنٹی میٹر میں ایک فیصدی سلیوشن حاصل ہوتا ہے۔ یعنی ایک فیصدی سلیوشن کرکے اس کا ۵۰ C.C. کا ایک ڈوز بنتا ہے۔ عموماً ایک ہی ڈوز میں کام چل جاتا ہے۔ کبھی کبھی دوسرے ڈوز کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ بہت تشویشناک حالات میں مزید ڈوزوں کی بھی ضرورت پڑتی ہے اس سلسلہ میں صرف ایک بات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ یہ میتھلن بلو رنگ قطعی خالص ہو۔ استعمال کے قبل ہی اس کا سلیوشن بنانا مفید ہے۔ انجکشن کی پوری تیاری کرنے کے بعد انجکشن کرنے کے ٹھیک پہلے میتھلن بلو کو ڈسٹلڈ واٹر میں ملانا بہتر ہے سائنٹفک نقطۂ نظر سے خالص میتھلن بلو کے استعمال سے کامیابی ہونا ضروری سا ہوجاتا ہے۔

پہلے پہل مسٹر بروکس نے چوہے اور خرگوش پر اپنا تجربہ کیا تھا۔ اسکے ایجاد کے اعلان کے بعد بھی امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں اسکی اشاعت میں بہت دن لگے تھے۔ ہندوستان میں تو آج بھی اسکی اشاعت ہوئی۔ کیلیفورنیا ممالک متحدہ امریکہ کا ایک صوبہ ہے ورکلے اسی صوبہ کا ایک خاص شہر ہے۔ کیلیفورنیا یونیورسٹی مشہور ورکلے ہی میں واقع ہے ۱۹۳۲ء میں ورکلے کی سوسائٹی ایکسپیریمنٹل بائیلاجی اینڈ میڈیسن کے ایک اجلاس میں مسٹر بروکس کے اعلان کے ایک دو ماہ بعد ہی سین فرینسسکو کے دواخانے میں تین پولیس مین زہر کی تکلیف میں مبتلا ہوکر آئے تھے۔ شراب کے ذریعے انکو زہر دیا گیا تھا۔ تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ شراب میں سائنائیڈ ملا تھا۔ ڈاکٹری طریقہ پر انکا علاج ہوا لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میتھلن بلو سے کام نہیں لیا گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تینوں مرگئے۔

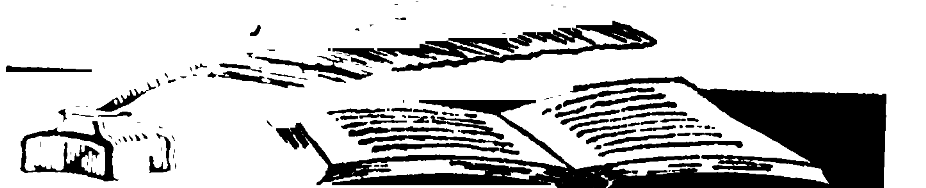
اس واقعہ کے دو ایک ماہ بعد ایک طالبعلم اسی شفاخانہ میں لایا گیا اس نے پوٹاشیم سائنائیڈ کھالیا تھا۔ ڈاکٹر گائیگر اسوقت شفاخانے کے انچارج تھے انھوں نے شہر کے مختلف مقامات پر سائنائیڈ کے سلسلے میں مختلف ماہرین سے پوچھ تاچھ کی۔ ان میں سے ایک نے ڈاکٹر گائیگر سے میتھلن بلو کے متعلق تجربہ کی رائے دی۔ اس عرصہ میں اس طالبعلم کی سانس رک چکی تھی۔ اسکے قلب کی حرکت قریب قریب رک چکی تھی اور خون بھی جمنے لگا تھا۔ ڈاکٹر گائیگر نے یہ سنتے ہی فوراً ایک فیصدی میتھلن بلو کا سلیوشن اسکی رگوں میں انجکشن کے ذریعے داخل کیا۔ ابھی انجکشن کا کام پوری طرح ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ اس طالب علم نے سانس لینا شروع کردی۔ اسکی آنکھیں کھل گئیں۔ اسکے حواس درست ہوگئے اور وہ باتیں کرنے لگا۔ دو تین گھنٹے میں ہی وہ طالب علم بالکل اچھا ہوگیا اور اس نے اپنے جان سے مایوس ہونے کا قصہ کہہ سنایا۔

اس پہلے واقعہ کے بعد اور بھی کتنے ہی سائنائیڈ زہر کے اثر سے بیجان مریضوں کو میتھلن بلو کی مدد سے زندہ کردیا گیا۔ جون ۱۹۳۶ء میں ایک شخص نے دو اونس یعنی ایک چھٹانک کے ایک ہیڈروشینک ایسڈ پی لیا تھا۔ آدھ گھنٹے کے اندر اس قریب المرگ شخص کو شفاخانے کے جیر پھاڑ کے ٹیبل پر لٹا دیا گیا۔ اسکا جسم اینٹھ چکا تھا۔ اس کے جسم میں کسی قسم کی بھی زندگی کی علامتیں نہیں نظر آتی تھیں۔ اسکی سانس بند ہوچکی تھی اور نبض کی بھی حرکت رک چکی تھی۔ غرضیکہ وہ ہر طرح سے مردہ نظر آتا تھا۔ لیکن پھر بھی میتھلن بلو کے انجکٹ کرنے کے بعد فوراً ہی وہ آدمی تندرست ہوگیا۔ تیزاب کی شکل میں پوٹاشیم سائنائیڈ بڑی تیزی سے اپنا اثر دکھاتا ہے۔ پھر بھی میتھلن بلو کی مدد سے اس ایسڈ کے زہر کو آسانی سے دور کیا جاسکتا ہے۔

پوٹاشیم سائنائیڈ کے زہر کی طرح کوئلے کے دھوئیں کے زہر کو بھی میتھلن بلو کی مدد سے دور کیا جاچکا ہے۔ میڈیکل ایسوسی ایشن، امریکہ کے رسالے میں علاج کی کامیابی کی بہت سی نظیریں ملیں گی کہ جن موقعوں پر میتھلن بلو سے علاج نہیں ہوا وہاں مریض مرگیا اور جہاں میتھلن بلو سے علاج ہوا وہاں پوری کامیابی ہوئی۔

پوٹاشیم سائنائیڈ کے استعمال سے فوراً خون جمنے لگتا ہے۔ اس خون جمنے سے فوراً انسان مرجاتا ہے۔ میتھلن بلو کے استعمال سے جما ہوا خون پھر اصلی حالت پر آجاتا ہے اور خون کا دوران جاری ہوجانے سے انسان زندہ رہتا ہے۔

امید ہے کہ ہندوستانی بھی اس نئی ایجاد سے فائدہ اٹھائیں گے اور یہاں کے اطبا بھی اس ایجاد سے واقف ہوکر ہندوستانیوں کی بہتر خدمت کریں گے۔



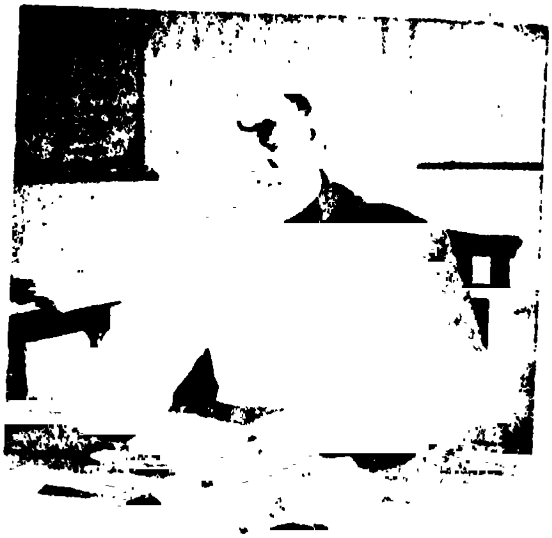
اپنے خیالات

جناب منوہر داس چترویدی کی خدمت میں مبارکباد

قارئین ہل کو یہ معلوم ہو کر افسوس ہوگا کہ جناب منوہر داس چترویدی ہل کے متعلق اپنی ذمہ داری سے نامعلوم مدت کے لئے سبکدوش ہوگئے ہیں

'ہل' چترویدی صاحب ہی کی کوششوں اور خواہشوں کا ثمرہ ہے۔ جب سے موصوف اس صوبے کے گاؤں سدھار افسر ہوکر تشریف لائے اسی وقت آپنے 'ہل' جیسے ایک رسالے کی ضرورت محسوس کی تھی۔ اہل دیہات میں نئی زندگی پیدا کرنے کے لئے ایسی کسی چیز کو وہ اچھا ذریعہ سمجھتے تھے۔ مہینوں کے غور و خوض کے بعد موصوف نے 'ہل' کو جنم دیا۔ مضامین، کتابت، طباعت تصاویر اور اندرونی و بیرونی سجاوٹ غرضیکہ ہر ایک بات پر موصوف نے خوب غور کیا راقم السطور کو اُن کے ذاتی تعارف کا فخر محترم پنڈت ویکنٹیش نرائن تیواری کی مہربانی سے 'ہل' کی اشاعت سے مہینوں قبل حاصل ہوچکا تھا۔ اُن دنوں موصوف عموماً 'ہل' ہی کا ذکر فرمایا کرتے تھے اور جب تک 'ہل' شائع نہ ہوگیا اُس وقت تک موصوف کو اطمینان نہ ہوا۔

'ہل' کا پہلا نمبر دیکھکر آپ بہت مسرور ہوئے اور اُسی وقت سے آپ کی برابر یہ خواہش رہی کہ یہ رسالہ بتدریج ترقی کرتا جائے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اتنے ہی صفحات میں زیادہ سے زیادہ میٹر اور تصاویر دی جاسکیں اس خیال سے آپ نے 'ہل' کا سائز اتنا بڑھوا دیا کہ ایک صفحہ میں بجائے دو کالم کے تین کالموں کا میٹر دیا جانے لگا۔ اس وقت ہندی اور اردو میں 'ہل' کی قسم کا کوئی بھی رسالہ نہیں ہے۔ 'ہل' کے لئے بہتر سے بہتر مضامین حاصل کرنے کے لئے آپ نے کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھا تھا۔ آپ زراعت اور دیہاتی زندگی سے تعلق رکھنے والے مختلف موضوعوں کے ماہرین سے موصوف برابر خط و کتابت کرتے رہتے تھے۔ 'ہل' میں اب تک جو عمدہ تصاویر اور مضامین شائع ہوئے ہیں وہ سب چترویدی صاحب ہی کی متواتر کوششوں کا نتیجہ ہیں۔



جناب منوہر داس چترویدی

چترویدی صاحب گاؤں سدھار کا خاص مقصد یہی سمجھتے تھے کہ باشندگان دیہات اپنے پیروں پر آپ کھڑے ہوں اُن کی سستی دور ہو اُنھیں زندگی سے محبت ہو اور دنیا اُنھیں بجائے بار کے آرام گاہ معلوم ہو۔ آپنے انھیں اصولوں کے مطابق موصوف 'ہل' کے صفحات میں اہل دیہات کے لئے زندگی بخش مواد پیش کرنے کی برابر کوشش فرماتے رہے۔ میں اپنی بہت بڑی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ مجھے موصوف کے ساتھ 'ہل' کی ادارت میں حصہ لینے کا موقع حاصل ہوا۔ موصوف کے قرب میں رہنے پر مَیں نے بہت سی باتیں سیکھیں جو شائد ان کے نہ ملنے پر کبھی نہ سیکھ سکتا۔ کام کے پہاڑ کے نیچے دبے رہنے پر بھی میں نے انھیں مسرور دیکھا معمولی سے معمولی کام کو بھی وہ بڑے انہماک سے اور بڑی خوش اسلوبی سے انجام دینا چاہتے تھے۔ اس کا نمونہ قارئین 'ہل' کے صفحات پر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

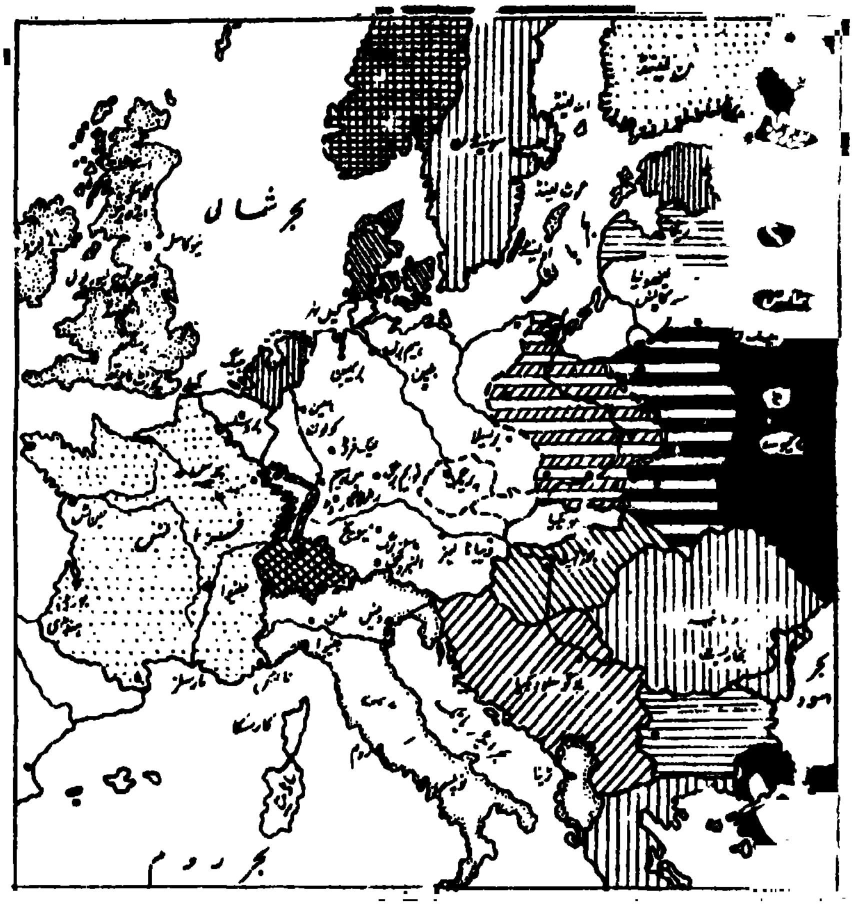
چترویدی جی صاحب میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ سیاسی جماعتوں کی پروا نہ کرکے دیہاتوں کی سچی خدمت کرنی چاہتے تھے۔ ایک بار آپ کسی بات کا فیصلہ کر لینے پر پھر کسی تعریف یا برائی کی پروا نہیں کرتے تھے۔ اور اپنے کام میں اکثریت، اقلیت، ہندو، مسلمان، کسان اور زمیندار سبھی کا پورا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ 'ہل' جیسا کانگریس گورنمنٹ کے عہد میں نکلا ویسا ہی اس کے بعد بھی نکلتا رہا۔ اس موقعہ پر میں 'ہل' کے قارئین کی طرف سے جناب چترویدی جی صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی 'ہل' کو آپ کی شفقت حاصل رہے گی۔

جناب چترویدی صاحب نے بابو گرجا دیال شری واستو بی۔ اے۔ اسسٹنٹ گرام سدھار افسر کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ بابو گرجا دیال صاحب شروع ہی سے چترویدی صاحب کے رفیق کار رہے ہیں اور 'ہل' میں بھی برابر دلچسپی لیتے رہے ہیں۔ اُمید ہے کہ چترویدی صاحب کی عدم موجودگی میں آپ ان کے کام کو اُنھیں کی طرح سنبھالیں گے اور 'ہل' اُسی طرح شائع ہوتا رہیگا۔

شری ناتھ سنگھ۔

جنگ کا پہلا سال ختم

ستمبر میں جنگ کا پہلا سال ختم ہوگیا۔ اس ایک سال میں یوروپ کے باشندوں نے خوف و ہراس اور مصیبتوں کا جو تکلیف دہ تجربہ کیا ہے



یورپ کا نقشہ

اس کی دوسری مثال شائد ہی یورپ کی تواریخ پیش کرسکے۔ سب سے تعجب خیز بات یہ ہے کہ یہ واقعات یورپ کے اس حصے میں پیش آرہے ہیں جو نہایت متمدن و مہذب سمجھا جاتا تھا۔ ہٹلر نے پولینڈ، ڈنمارک، ناروے، ہالینڈ، بلجیم اور فرانس کو ایک ایک کرکے یورپ کے نقشے سے مٹا دیا ہے اور اُن ملکوں میں تہذیب جدید اور آزادی کا جو چراغ جگمگا رہا تھا اُسے بجھا دیا ہے۔ ان ملکوں میں انسان کی ہزاروں سال کی جد و جہد کے بعد جو تہذیب پیدا ہوئی تھی وہ ایک ہی سال میں ختم ہوگئی ہے۔

جن جرمن سپاہیوں نے، خواہ وہ آگ اُگلنے والے ٹینکوں کے اندر رہے ہوں یا بم برسانے والے ہوائی جہازوں کے اندر، ان ملکوں پر بیرحمی کے ساتھ حملہ کیا ہے آخر وہ بھی انسان ہی ہیں اور ان کے دل میں بھی رحم و محبت کا جذبہ ضرور ہوگا۔ لیکن ان کا عمل اس بات کا ثبوت ہے کہ آج کل کے زمانے میں غلط پروپیگنڈے یا خوفناک دھمکیوں کے ذریعے کوئی بھی انسان کسی ملک کے باشندوں کو بہکا کر بیرحمی کی کس حد تک لیجا سکتا ہے۔ ممکن ہے ان جرمن نوجوانوں کے دلوں میں بھی ایک نہ ایک روز اپنے ان افعال کے لئے پشیمانی کا جذبہ پیدا ہو اور اس کے لئے وہ ہٹلر کو ذمہ دار قرار دیکر اسے نیست نابود کردیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان مفتوحہ ممالک کے باشندے پھر کبھی بیدار ہوں اور موجودہ بے عزتی اور نفرت و حقارت کے باعث انکے اندر ایسا شعلہ پیدا ہو جو ساری جرمن قوم کو خاک کر دے۔ لیکن اس وقت وہ کمزور اور ہر طرح سے مجبور ہو رہے ہیں اب تنہا انگلینڈ ہٹلر کے زبردست حملوں کا مقابلہ کر رہا ہے جتنی جلدی فرانس وغیرہ کی شکست ہوئی ہے اُتنی جلدی انگلینڈ کی شکست ناممکن ہے۔ یہ بات گذشتہ کئی ماہ کی لڑائی سے ثابت ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس سال اگر خوش ہونے کی کوئی بات ہے تو وہ یہ ہے کہ ہٹلر کی رفتار کچھ رُکی ہے اور ممکن ہے کہ اُسے پیچھے بھی لوٹنا پڑے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تنہا انگلینڈ کی کوششوں سے پھر سارے ملک آزاد ہوں۔

لڑائی اب بھی بڑی تیزی سے جاری ہے۔ ہٹلر یہ جانتا ہے کہ اس کی فتح کی اس وقت تک کوئی قیمت نہیں ہے جبتک کہ وہ انگلینڈ پر حملہ کرکے اسے شکست نہ دے لے۔ غالباً اسی لئے اُس نے انگلینڈ پر حملے کی زبردست تیاری بھی کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جلد ہی وہ انگلینڈ پر اپنی فوج اُتار دیگا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ ممکن ہے؟

وہ فرانس کے ساحلوں سے دور تک گولے پھینکنے والی توپوں سے انگلینڈ پر گولے برسا رہا ہے۔ ہٹلر کا خیال ہے کہ ان توپوں کے حملوں سے انگلینڈ کے جنگی جہاز انگلش چینل میں نہ آسکیں گے اور وہ ان توپوں کی حفاظت میں اپنی فوجیں انگلینڈ میں اُتار دیگا۔ یہ فوج خاص قسم کی کشتیوں میں جائیگی جن پر بڑی بڑی توپیں لدی ہوں گی اور جو بغیر بندرگاہ کے بھی کسی جگہ ٹھہر سکیں گی۔ فوجوں کی حفاظت کے لئے اوپر سے ہوائی جہازوں کا ٹڈی دل بھی جائیگا۔

یہ تو ہوئی ہٹلر کے حملے کی تیاری۔ اب ذرا انگریزوں کی بچاؤ کی کہانی بھی سن لیجئے۔ انگلش چینل میں برطانیہ کے بڑے بڑے خونخوار جنگی جہاز چکر لگا رہے ہیں۔ انگلینڈ کے سبھی ساحلوں پر سمندری سرنگیں بچھی ہوئی ہیں جن سے ٹکراتے ہی جرمن جہاز سمندر کی تلیٹی میں غرق ہو جائیں گے۔ اپنے ساحلوں پر انگلینڈ نے بھی دور کی مار والی زبردست توپیں لگا رکھی ہیں۔ پھر انگلینڈ کے پاس بھی کافی جنگی ہوائی جہاز ہیں۔ جب جرمن فوجیں انگلش چینل کو عبور کرنے کی کوشش کریں گی تو انگلینڈ کے یہ بھی یہ سب جنگی اسلحات اپنا کام شروع کردینگے اور اس وقت یقیناً ایسی خوفناک جنگ ہوگی جیسی کہ آج تک نہیں ہوئی جہاں ہٹلر کی تیاری کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ شائد وہ اپنی فوجیں انگلش چینل کے پار اُتارے وہاں انگلینڈ کی تیاریوں کو دیکھتے ہوئے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ نہیں اُتار سکے گا۔

—

اس طرح جنگ کے ایک سال کے خاتمہ کے بعد جو نیا سال شروع ہوا ہے وہ سال گذشتہ کی بہ نسبت زیادہ خوفناک معلوم ہوتا ہے۔ اس میں اور بھی خوفناک خونریزی و تباہی کا امکان ہے۔ ساتھ ہی اس نئے سال میں جنگ کے مشرق بعید میں بھی پھیلنے کا امکان ہے۔ اس وقت کی تو ہارجیت تو عارضی ہے۔ اصلی ہارجیت کا پتہ تو اس خوفناک جنگ کے بعد لگے گا۔

انگلینڈ پر ہوائی حملہ

جیسے جیسے سردی قریب آتی جاتی ہے۔ ہٹلر انگلینڈ پر اپنا ہوائی حملہ تیز کرتا جا رہا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ سردی میں برف کے طوفانوں اور گھنے کہرے کے باعث ایسے حملے ممکن نہیں ہو سکیں گے اور اس وقت جرمنی کو سردی بھر کثیر فوج کے اخراجات برداشت کرنا پڑیں گے اور اس عرصہ میں انگلینڈ کی تیاریاں بھی اتنی زیادہ ہو جائیں گی کہ ممکن ہے کہ خود اسی پر حملہ ہونے لگے۔ غالباً اسی لئے گذشتہ ستمبر سے انگلینڈ اور خصوصاً لندن پر زبردست بمباری شروع کر دی ہے۔ کتنے ہی مکان، اسکول، کالج، ہسپتال اور گرجا مسمار ہو گئے ہیں۔ کتنے ہی نہتے شہری اغریب عورتیں اور معصوم بچے ہلاک ہو چکے ہیں۔ رات رات بھر لندن پر حملے جاری رہے ہیں اور لندن کے مکانوں پر ہیبت ناک بم برسائے ہیں۔

اس موقعہ پر ہم باشندگان لندن کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہٹلر کے ان شیطانی حملوں کا وہ بڑی جوانمردی اور استقلال کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں۔ مکان گر رہے ہیں، ان کے نیچے عورتیں اور بچے دب رہے ہیں۔ مکانوں میں آگ لگ رہی ہے، اوپر سے گولے برس رہے ہیں، پھر بھی باشندگان لندن اپنی جگہ پر کھڑے ہیں۔ وہ آگ بھی بجھاتے ہیں اور عورتوں اور بچوں کو مدد پہنچانے کی بھی کوشش کرتے ہیں اور جرمن بمباروں کو بھگانے کی بھی کوششیں کرتے ہیں۔ نہایت مستقل مزاجی سے انھوں نے پچھلے حملوں سے فائدہ اٹھا کر نئے حملوں سے بچنے کی بھی تدبیر کر لی ہے اور اگر انگریزوں کا استقلال بدستور قائم رہا، جیسا کہ اس وقت قائم ہے۔ تو ہٹلر کا یہ بہیمانہ حملہ یقیناً ناکام ثابت ہوگا اور اسے انگلینڈ کے بہادر باشندوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے کوئی اور وحشیانہ طریقہ تلاش کرنا پڑیگا۔

اس دوران میں انگلینڈ کی ہوائی فوج نے بھی شہروں پر، خصوصاً برلن پر کافی بم برسائے ہیں اور آگ لگائی ہے۔ اس طرح لندن کے باشندوں کو ہوائی حملوں کا جو تکلیف دہ تجربہ ہو رہا ہے اسکا کچھ تجربہ برلن کے باشندوں کو بھی ہونے لگا ہے وہ بھی اب جان گئے ہیں کہ حملے کے خوف سے رات رات بھر نہ سونے سے کیا حال ہوتا ہے۔

اس وقت جب کہ ہم یہ سطور تحریر کر رہے ہیں جرمنی اور انگلینڈ کے درمیان خوفناک ہوائی جنگ ہو رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ دونوں طرف سے ہوائی فوج کو بڑھانے کی بھی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اس ہوائی جنگ کا نتیجہ کیا ہوگا یہ کہنا اس وقت مشکل ہے۔ صرف ایک بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ لندن پر زبردست ہوائی حملے کرنے کے باوجود ہٹلر کو اہل برطانیہ کی ہمت پست کرنے میں کامیابی نہیں حاصل ہوئی۔ اور نہ شاید ہوگی۔

دیہاتوں کے راستے

ہل کی گذشتہ جون ۱۹۴۰ء کی اشاعت میں ہم دیہاتوں کے راستوں کی اصلاح کے لئے ملی ہوئی سرکاری گرانٹ کا ذکر کر چکے ہیں۔ ہم یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ دیہاتی راستوں کے لئے دی ہوئی گرانٹ گلیاں پختہ کرنے، نالیاں درست کرنے اور دیہاتوں کے چھوٹے چھوٹے راستوں کی اصلاح ہی میں خرچ ہوگی۔ جن ضلعوں میں ۱۹۴۰-۴۱ء میں خرچ ہونے کے لئے یہ گرانٹ منظور ہوئی ہے انکی فہرست ذیل میں شائع کی جاتی ہے۔ جس ضلع میں اس کام کے لئے ملی ہوئی گرانٹ سے زیادہ رقم کی ضرورت ہوگی وہاں کا گاؤں سدھار ایسوسی ایشن اسکے لئے حکومت کو لکھے گا۔ گرانٹ پا چکنے والے گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کو یہ ہدایت دیگئی ہے کہ وہ اس گرانٹ کو مقبول بنانے کے لئے گرانٹ کی رقم انھیں دیہاتوں میں صرف کریں جہاں ابھی تک اس طرح ملی ہوئی گرانٹ خرچ نہیں ہوئی ہے۔ گرانٹ پانیوالے ضلعوں کے نام درج ذیل ہیں۔

ضلع	گرانٹ کی رقم
۱- سہارنپور	۱۰,۲۵۰ روپے
۲- مظفرنگر	۲,۰۰۰ "
۳- آگرہ	۳,۰۰۰ "
۴- مین پوری	۲,۰۰۰ "
۵- ایٹہ	۱۰۰ "
۶- بریلی	۸,۵۰ "
۷- بجنور	۱,۵۰۰ "
۸- بدایوں	۳,۵۰۰ "
۹- شاہجہانپور	۱,۲۵۰ "
۱۰- پیلی بھیت	۱,۲۵۰ "
۱۱- اٹاوہ	۱,۵۰۰ "
۱۲- کانپور	۲,۰۰۰ "
۱۳- الہ آباد	۵۰۰ "
۱۴- باندہ	۳,۰۰۰ "
۱۵- جالون	۱,۵۰۰ "
۱۶- مرزاپور	۲۰۰ "
۱۷- اعظم گڑھ	۳,۰۰۰ "
۱۸- نینی تال	۱,۰۰۰ "
۱۹- الموڑہ	۳,۷۵۰ "
۲۰- لکھنؤ	۱,۲۵۰ "
۲۱- اُناؤ	۳,۰۰۰ "
۲۲- رائے بریلی	۱۰۰ "
۲۳- فیض آباد	۲۰۰ "
۲۴- گونڈہ	۳,۵۰۰ "
۲۵- بہرائچ	۱,۰۰۰ "
۲۶- سلطانپور	۳۰۰ "
میزان	۴۰,۵۰۰

تعلیم بالغان کے لئے سرکاری امداد

تعلیم بالغان کے لئے گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کو ملی ہوئی گرانٹ کی ضلع وار فہرست شائع ہو گئی۔ ایسوسی ایشنوں کے سکریٹریوں کو یہ ہدایت دیگئی ہے کہ وہ ملی ہوئی گرانٹ کے مطابق ہی اپنے ضلع میں بالغوں کے اسکول قائم کریں انھیں یہ بھی ہدایت دیگئی ہے کہ وہ ایسے دیہاتوں میں جہاں محکمہ تعلیم کی طرف سے بالغوں کے اسکول کھولے گئے ہیں نئے نہ قائم ہوں۔ لیکن وہ ایسے دیہاتوں میں لڑکیوں کے مدرسے قائم کر سکتے ہیں ہندستانیوں کو

اتنی ہی تنخواہ ملیگی جتنی اُستادوں کو ملتی ہے۔ اُستادوں کو فاضل گھنٹوں میں آرگنائزروں اور دیگر کارکنان گاؤں سدھار کو گاؤں سدھار کے کاموں میں مدد دینی ہوگی۔ ذیل میں ہم ضلعوں کے نام اور گرانٹ میں ملی ہوئی رقم کی تعداد درج کرتے ہیں۔

ضلع	گرانٹ کی رقم
دیرہ دون	۲،۰۰۰
سہارنپور	۳،۵۰۰
مظفرنگر	۲،۰۰۰
میرٹھ	۳،۰۰۰
بلندشہر	۲،۰۰۰
علیگڈھ	۲،۰۰۰
متھرا	۱،۰۰۰
آگرہ	۳،۰۰۰
مین پوری	۳،۵۰۰
ایٹہ	۳،۵۰۰
بریلی	۳،۰۰۰
بجنور	۱،۰۰۰
بدایوں	۴،۲۰۰
مرادآباد	۲،۰۰۰
شاہجہاں پور	۲،۵۰۰
پیلی بھیت	۲،۰۰۰
فرخ آباد	۲،۵۰۰
اٹاوہ	۳،۵۰۰
کانپور	۳،۰۰۰
فتح پور	۳،۵۰۰
الہ آباد	۴،۲۰۰
جھانسی	۱،۵۰۰
جالون	۱،۶۰۰
حمیرپور	۲،۰۰۰
باندہ	۳،۵۰۰
بنارس	۳،۰۰۰
مرزاپور	۲،۰۰۰
جون پور	۳،۵۰۰
غازیپور	۳،۰۰۰
بلیا	۳،۰۰۰
گورکھپور	۶،۰۰۰
بستی	۵،۰۰۰
اعظم گڈھ	۵،۰۰۰
نینی تال	۱،۵۰۰
الموڑہ	۳،۵۰۰
گڈھوال	۳،۰۰۰
لکھنؤ	۲،۰۰۰
اُناؤ	۵،۰۰۰
رائے بریلی	۲،۵۰۰
سیتاپور	۳،۰۰۰
ہردوئی	۳،۵۰۰
کھیری	۳،۰۰۰
فیض آباد	۱۲،۰۰۰
گونڈہ	۳،۰۰۰
بہرائچ	۵،۰۰۰
سلطانپور	۳،۵۰۰
پرتابگڈھ	۴،۰۰۰
بارہ بنکی	۳،۵۰۰
میزان	۱،۵۵،۰۰۰

گڑ سدھار کی ٹریننگ

اُمید کیجاتی ہے کہ اس سال ایکھ کی پیداوار زیادہ ہوگی۔ فیکٹریاں، پیدا ہونیوالی سبھی ایکھ استعمال نہ کرسکیں گی۔ اسلئے یہ ضروری ہے کہ کسانوں کو اچھا گڑ تیار کرنے کے طریقے سکھائے جائیں۔ اسلئے گاؤں سدھار افسر صاحب یوپی نے آرگنائزروں کو گڑ سدھار کی ٹریننگ دینے کا انتظام کیا ہے۔ ٹریننگ ۳ مرکزوں میں ایک ماہ تک دیجائیگی۔ ان مرکزوں کے لئے آرگنائزر منتخب کرنے کے بارے میں ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں کو یہ ہدایت ملی ہے کہ وہ ایسے ہی حلقوں میں آرگنائزر منتخب کریں جہاں ایکھ کی زیادہ کاشت ہوتی ہے اور گڑ بنایا جاتا ہے۔ آرگنائزروں کو مکان کا کرایہ نہ دینا ہوگا۔ انھیں مقررہ سفرخرچ (پانچ روپیہ) لینے کا حق ہوگا۔ اسکے علاوہ وہ کسی قسم کا بھتہ نہ پائینگے۔ ان تین سینٹروں کے نام حسب ذیل ہیں۔ جہاں گڑ سدھار کی ٹریننگ دیجائیگی۔

سنٹر	ٹریننگ شروع ہونے کی تاریخ
۱۔ کانپور	۱۸ر ستمبر سنہ۴۰ء
۲۔ بنارس	۲۵ر ستمبر سنہ۴۰ء
۳۔ گورکھپور	۲۸ر ستمبر سنہ۴۰ء

ذیل میں اُن اضلاع کے نام درج کئے جارہے ہیں جو مذکورہ سنٹروں کے ماتحت رکھے گئے ہیں۔ ضلعوں کے نام کے سامنے وہاں سے منتخب کئے جانے والے آرگنائزروں کی تعداد بھی درج ہے۔

۱۔ کانپور سنٹر

۱۔ لکھنؤ	۲
۲۔ کھیری	۶
۳۔ اُناؤ	۴
۴۔ رائے بریلی	۲
۵۔ سیتاپور	۶
۶۔ ہردوئی	۶
۷۔ بریلی	۴
۸۔ بجنور	۶
۹۔ بدایوں	۴
۱۰۔ شاہجہاں پور	۴
۱۱۔ پیلی بھیت	۴
۱۲۔ جھانسی	۲
۱۳۔ اورئی	۱
۱۴۔ حمیرپور	۲۰
۱۵۔ باندہ	۱
۱۶۔ نینی تال	۴
۱۷۔ الموڑہ	۲
۱۸۔ بارہ بنکی	۶
۱۹۔ مرادآباد	۴
۲۰۔ فرخ آباد	۴
۲۱۔ اٹاوہ	۶
۲۲۔ کانپور	۶
۲۳۔ فتحپور	۴
	۹۰

۲۔ بنارس سنٹر

۱۔ بنارس	۶
۲۔ مرزاپور	۴
۳۔ جون پور	۶
۴۔ غازیپور	۶
۵۔ بلیا	۶
۶۔ فیض آباد	۶
۷۔ الہ آباد	۶
۸۔ سلطانپور	۴
	۴۴

۳۔ گورکھپور سنٹر

۱۔ بستی	۶
۲۔ گورکھپور	۸
۳۔ اعظم گڈھ	۸
۴۔ گونڈہ	۶
۵۔ بہرائچ	۴
	۳۲

محکمہ توسیع تعلیم کا قابل تعریف کام

حکومت یو پی کا محکمہ توسیع تعلیم رائے صاحب پنڈت شری نرائن چتر ویدی افسر محکمہ توسیع تعلیم کے ماتحت بہت مفید خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس محکمہ کی طرف سے گذشتہ سال جو یوم خواندگی منایا گیا تھا وہ اس صوبے کی تاریخ میں اہم واقعہ تھا۔ اس کے سال بھر بعد جب اعداد جمع کئے گئے تو معلوم ہوا کہ اس قلیل عرصے میں صوبے کے لاکھوں بالغ آدمی خواندہ ہو گئے ہیں۔

حال ہی میں اس محکمہ کی طرف سے جنگ آلود دنیا نام کی ایک بہت مفید کتاب شائع ہوئی ہے اور اُس کے ساتھ محاذ جنگ یورپ کے دو بڑے بڑے نقشے بھی شائع ہوئے ہیں۔ اس کتاب کے اندر بھی اہم نقشے اور چارٹ دئے گئے ہیں۔ اس کتاب اور ان دونوں نقشوں کی مدد سے معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے یورپ کی لڑائی کے متعلق پوری واقفیت حاصل کر سکتا ہے۔

لڑائی کب اور کیسے شروع ہوئی؟ کس طرح یہ بڑھی اور پھیل گئی؟ کون کون ملک اس لڑائی میں عملی طور پر یا غیر عملی طور پر حصہ لے رہے ہیں؟ انکی کتنی طاقت ہے؟ یا ذرائع ہیں؟ اور کہاں تک وہ لڑ سکتے ہیں؟ کس ملک کی کتنی فوجی طاقت ہے اور کس کا مالی اور جغرافیائی پہلو کہاں تک مضبوط ہے؟ وغیرہ وغیرہ سبھی باتیں اس کتاب میں بڑی خوبی سے سمجھائی گئی ہیں اس سے نہ صرف عوام بلکہ بڑے بڑے پروفیسر مضمون نگار اور اخبار نویس بہت کچھ معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

ہمارے سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اس مفید کتاب کے لئے اس کے فاضل مصنف پنڈت ویکٹیش نرائن تواری کو مبارک باد دیں یا افسر صاحب محکمہ توسیع تعلیم کو جنکی خواہش سے تواری جی نے یہ کتاب لکھی۔

یہ کتاب محکمہ توسیع تعلیم کی جانب سے جاری شدہ صوبے کے ساڑھے تین ہزار کتب خانوں میں رکھی گئی ہے۔ ہم قارئین ہل سے سفارش کریں گے کہ وہ اپنے قریب کے کسی کتب خانے



پنڈت شری نرائن چتر ویدی

میں جا کر اس کتاب کا ضرور مطالعہ فرمائیں اور جو اپنے پاس سے کچھ خرچ کر سکیں انھیں اس کتاب کو خرید کر ہمیشہ اپنے پاس رکھنا چاہئے۔

دیہاتی کنوؤں کے لئے پٹیا

دیہاتی کنوؤں پر لگنے والی پٹیا کے لئے خاص انتظام کیا گیا ہے پٹیے کی سطح صاف اور پالش کی ہوئی ہوگی۔ ایک شکل بنی ہوگی اور کچھ حرف کندہ ہونگے۔ اُن میں چمکدار سیاہ روشنائی بھری ہوگی۔ ہر پٹیا کا سائز ۸×۸ اور قیمت ۔ رہوگی۔ گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سبھی سکریٹریوں کو گاؤں سدھار افسر صاحب کی طرف سے ہدایت ملی ہے کہ وہ ایسی پٹیوں کے لئے گاؤں سدھار انسپکٹر جالون (اورئی) کی معرفت شری لچھمی رام شکلا واسدیو مرچنٹ اورئی ضلع جالون کو آرڈر دیں انسپکٹر مذکور کو پٹیا کا منظور شدہ ایک نمونہ دیا گیا ہے اور اُنھیں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ بھیجی جانے والی پٹیوں کی دیکھ بھال کر لیا کریں۔

کانگریس اور حکومت

یورپ میں لڑائی چھڑے ایک سال سے بھی زیادہ ہو گیا لیکن ہندوستان کی سیاسی حالت اب تک جوں کی توں ہے پچھلے دنوں تو ایسا معلوم ہونے لگا تھا کہ کانگریس اور حکومت کے درمیان تصادم ہونے میں اب دیر نہیں ہے۔ لیکن شکر ہے کہ وہ موقع ٹل گیا آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے مہاتما گاندھی کو پھر کانگریس کا سالار اعظم بنا دیا ہے اور ان کے حسب حکم کانگریس ورکنگ کمیٹی نے کانگریس کی تمام کمیٹیوں کو یہ حکم دیدیا ہے کہ جب تک مہاتما جی وائسرائے سے ملاقات کرکے کسی فیصلہ پر نہ پہنچ جائیں اُس وقت تک انفرادی یا اجتماعی سول نافرمانی قطعی نہ ہو۔

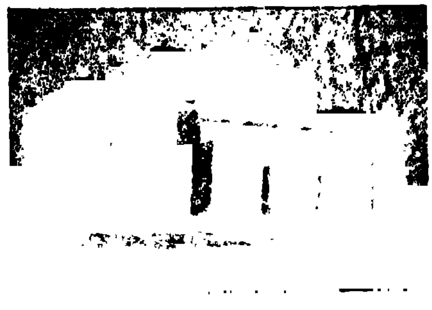
آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے سامنے مہاتما گاندھی نے جو تقریر کی تھی اُسے ہم دوسری جگہ شائع کر رہے ہیں۔ اس کے مطالعے سے قارئین کو معلوم ہوگا کہ مہاتما گاندھی اس مصیبت میں حکومت برطانیہ کی مدد کرنے کے لئے کتنے مشتاق ہیں۔ ساتھ ہی وہ کانگریس کے وقار کو بھی اس کی روایات کے مطابق قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اسی جذبہ کے ساتھ اُنھوں نے وائسرائے سے ایک بار پھر ملنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اُنھوں نے اپنے بیان میں یہ صاف کہہ دیا ہے کہ لوگ اس کا یہ مطلب نہ اخذ کریں کہ میں وائسرائے کے پاس سول نافرمانی کی دھمکی لے کر جا رہا ہوں۔ بلکہ یہ اطمینان کرنے کے لئے جا رہا ہوں کہ جس بنیاد پر کانگریس کا معاملہ تیار کیا گیا ہے وہ صحیح یا غلط۔ جب کہ ہم یہ سطور سپرد قلم کر رہے ہیں معلوم ہوا ہے کہ حضور وائسرائے نے مہاتما جی سے ملاقات کرنا منظور کر لیا ہے اور جب قارئین کے ہاتھ میں ہل کا یہ نمبر پہنچے گا اس وقت تک یہ ملاقات ہو چکی ہوگی۔ ہمیں اُمید ہے کہ اس ملاقات کا اچھا ہی نتیجہ ہوگا اور کانگریس اور حکومت کے درمیان جو غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے وہ دور ہو جائے گی۔

ضلع گاؤں سدھار کانفرنس اٹاوہ

ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن اٹاوہ کے سکریٹری صاحب نے اٹاوہ ضلع گاؤں سدھار کانفرنس کی کارروائی ہمارے پاس بھیجی ہے ہم آ

اختصار کے ساتھ یہاں فراہم کر رہے ہیں۔

اس سال ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن آناوہ نے ایانا میں کانفرنس کرنے کا انتظام کیا ۱۸، ۱۹ر جون سنہ کو اس کانفرنس کے ساتھ ہی ایک خوبصورت پنچایت گھر کے افتتاح کا بھی انتظام کیا گیا۔ راجہ نرنجن سنگھ صاحب ایانا نے اپنی رانی محترمہ چندراوتی دیوی کی یادگار میں ۲۵۰۰ روپیہ کا عطیہ دیکر اس پنچایت گھر کو قائم کیا ہے۔



ایانا ضلع اٹاوہ کا پنچایت گھر

شام کو ۵ بجے ایانا پہنچے آپکے تشریف لاتے ہی کانفرنس



ایانا کانفرنس میں پہلا انعام پانے والی گائے

گھریلو دستکاریوں کو فروغ دینے کے لئے ایک نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ نمائش میں تقریباً ۲۰ چیزوں پر انعام دیئے گئے۔

گڑ بنانے کے لئے ایک نئی بھٹی (ایانا بھٹی) بھی بتائی گئی تھی۔ یہ نئی قسم کی بھٹی اس طرح بنائی گئی تھی کہ ایک چمنی سے جو دھنواں نکلتا تھا وہ دوبارہ کڑھاؤ کو گرم کرنے میں استعمال ہوتا تھا۔ اکھاڑوں وکبوں کا ٹورنامنٹ ہوا اور کئی انعام بھی دئے گئے۔

شام کو مویشیوں کی نمائش ہوئی جس میں دیسی بچھڑوں، گایوں اور بھینسوں کو انعام دیئے گئے۔

۱۹ر جون کو صبح چرخہ و تکلی کا مقابلہ ہوا جس میں مردوں کے ساتھ عورتوں نے بھی حصہ لیا۔ چرخہ میں ایک لڑکی کو پہلا انعام ۲۵ روپیہ دیا گیا۔ اور تکلی میں ایک شخص کو ۲۴ روپے کا پہلا انعام دیا گیا۔

بابو شری پرکاش ایم۔ ایل۔ اے (مرکزی

کی کارروائی شروع کی گئی صدر مجلس استقبالیہ کے بعد ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹری نے گاؤں سدھار سے متعلق سرگرمی پر ایک تقریر کی اور ضلع کے سال بھر کے کام کی حاضرین کے سامنے تفصیل پیش کی۔ اس کے بعد بابو شری پرکاش نے پنچایت گھر کا افتتاح فرمایا اور گاؤں سدھار اسکیم پر ایک زوردار تقریر فرمائی۔

مختلف محکموں کے افسران نے بھی حاضرین کے سامنے محکموں کی خدمات کی تفصیل بیان کی۔

گاؤں کا انتخاب اور پروگرام

آرگنائزروں کے کاموں کی جانچ کرنے اور ہرایک گاؤں کے لئے مقررہ پروگرام بنانے کے سلسلے میں گاؤں سدھار افسر صاحب نے سبھی گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیجا ہے۔ اس مراسلے میں گاؤں سدھار افسر صاحب نے اس بات

پر خاص زور دیا ہے کہ ہرایک آرگنائزر کے حلقے میں ۱۵ سے زیادہ گاؤں نہ رکھے جائیں تاکہ اُسے ہر گاؤں میں کم از کم ایک روز کام کرنیکا موقع مل سکے اگر کسی ضلعے کے ایک حلقے میں ۱۵ سے زیادہ گاؤں ہوں اور ان سب کا رکھنا ضروری سمجھا جائے تو ان گاؤں کو الف اور ب درجوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ درجہ الف میں ایسے ہی چنے ہوئے گاؤں رکھے جائیں جن کی طرف فوراً توجہ کرنی ضروری ہو۔ باقی گاؤں درجہ ب میں رکھے جائیں)

درجہ الف کے لئے چنے ہوئے دیہاتوں میں یا تو ایک زندگی سدھار سوسائٹی رہے گی یا گاؤں کی پنچایت۔ پنچائتوں ہی کے ذریعے دیہاتوں میں سماجی بیداری پیدا ہوگی اور تعمیری کام ہوگا۔ ہر گاؤں میں مقامی حالات اور ضروریات کے مطابق اگلے سال کے لئے پروگرام بننا چاہئے۔ اسے پنچایت آرگنائزر کی رائے سے تیار کرے گی اور گاؤں سدھار انسپکٹر دورہ کرنے پر اسے دیکھیں گے یا ترمیم کریں گے۔

پنچایت کی ماہوار نشست کے لئے ایک تاریخ مقرر ہوگی۔ ہر ماہ اسی تاریخ پر نشست ہوگی۔ اگر کسی وجہ سے تاریخ مقررہ پر نشست نہ ہوسکی تو وہ دوسرے روز ہوگی۔ اسی طرح سبھی دیہاتوں کی پنچایت کے لئے تاریخ معین ہوجائیگی اور ضلع میں سبھی اصلاحی محکموں کے سینیر افسروں کو اسکی اطلاع مل جائے گی۔ اس طرح ان محکموں کے کارکنوں کو دورہ کرتے وقت پنچایت کی نشستوں میں شامل ہونیکا موقع مل جائیگا۔

نشست ہونے پر اس کی ساری کارروائی ایک رجسٹر میں درج ہوگی اور اس پر سرپنچ، دوپنچوں اور آرگنائزروں کے دستخط ہوں گے۔ آرگنائزر پچھلے ماہ ہونے والے کاموں کی تفصیل بھی لکھیں گے۔ پنچایت کا دن یوم گاؤں سدھار کی شکل میں منایا جائیگا اس دن گاؤں کی صفائی ہوگی اور کھیل کشتی، گانے وغیرہ کے دلچسپ مشغلے ہوں گے یہ سبھی باتیں رجسٹر کارروائی میں درج ہوں گی۔ ہر گاؤں

ایک رجسٹر رکھیگا اس میں معائنہ کرنے والے افسر اور انسپکٹر معائنہ کے بعد اپنی رائے تحریر کرینگے۔ رجسٹر کے آخر میں پچھلے سال کئے جانے والے کاموں کی تفصیل ہوگی۔ اُسے دیکھ کر گاؤں کا کوئی بھی معائنہ کرنیوالا یہ جان جائیگا کہ اس گاؤں میں کون کون سے سدھار کئے گئے ہیں۔

گاؤں سدھار افسر نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ہر گاؤں کے لئے ایسے ہی پروگرام بنائے جائیں جو وہ عمل ہو سکیں۔ اگر کسی گاؤں میں قابل اطمینان کام نہ ہو تو ان دقتوں یا دشواریوں کو ہٹانے کی کوشش کرنی چاہئے جو گاؤں کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرتی ہوں۔ دوسرے محکموں کا تعاون حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مقامی ضلع گاؤں گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس مہینے میں دو بار کئے جائیں۔ اُنمیں سے ایک اجلاس تاریخ مقررہ پر ہو۔ سال بھر میں اسی تاریخ اور وقت پر وہ اجلاس ہوا کرے۔ اس اجلاس میں ضلع کے تعمیری اصلاحی محکموں کے سینیر افسروں سے درخواست شمولیت کی جائے۔ اس اجلاس میں اگلے مہینے کا پروگرام بنایا جائے اور پچھلے ماہ کے کاموں کی جانچ کی جائے۔ گاؤں سدھار افسر نے یہ ہدایت دی ہے کہ ہر مہینے کی دوسری اور چوتھی سنیچر کو ہی ایسے اجلاس ہوں۔

اپنے خرچ سے ٹریننگ حاصل کرنیوالے آرگنائزر

"ہل" میں اُن کامیاب امیدواروں کے نام شائع کئے جا چکے ہیں۔ جنھوں نے اپنے خرچ سے آرگنائزری کی ٹریننگ حاصل کرلی ہے۔ گاؤں سدھار افسر صاحب نے ایسے آرگنائزروں کی فہرست سبھی گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کے سکریٹریوں کے پاس بھیجدی تھی۔ اُن میں سے کچھ آرگنائزروں کو سرکاری ملازمت مل چکی ہے۔ گاؤں سدھار افسر صاحب نے باقی آرگنائزروں کے نام، اُنکی عمر، ذات، علمی قابلیت وغیرہ باتیں مفصل تحریر کرنے کے لئے حال ہی میں سکریٹریوں کے نام ایک گشتی مراسلہ جاری فرمایا ہے۔ اُمید ہے کہ ایسے آرگنائزروں کے لئے بھی کچھ اچھا انتظام ہوجائیگا۔

گندگی کی ایک مثال

اخبار "اسٹیٹسمین" میں کلکتہ کی گندگی کی ایک مثال شائع ہوئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:—

"ایمرجنسی" ہوکہ کارپوریشن کی عمارت کے پاس والی سڑک پر گندگی کے ڈھیر میں سے کچھ خوراک حاصل کرنی چاہتی تھی۔ یکایک پیچھے جھپٹی اور ایک عورت کے ہاتھ سے اُسکا بٹوہ چھین لے گئی۔ اس واقعہ کے متعلق دو گھنٹے تک وہاں شور غل مچا رہا۔ افسوس کہ کوڑے کرکٹ کے پاس کھڑی عورت کے ہاتھ سے بٹوہ چھین جانے پر تو ہر ایک اس طرف متوجہ ہوا لیکن اُس گندگی کی وجہ سے کلکتہ میں موت جو ہزاروں کی جان لیتی ہے اُسکی طرف کوئی متوجہ نہیں ہوتا۔ کلکتہ ہندوستان کا سب سے بڑا شہر ہے اور وہاں کے باشندوں کو گندگی کی اہمیت سے واقف کرنا کارپوریشن کے ممبروں کا خاص فرض ہے۔ اگر فضول باتوں کے جھگڑے میں پڑکر ممبر شہر کی صفائی کی طرف توجہ نہ دیں اور وہاں کوڑا کرکٹ جمع ہونے پائے تو یہی شہر کتنا خوبصورت اور صحت بخش ہو سکتا ہے۔"

کلکتہ کیا ہندوستان کے ہر شہر اور قصبوں کے لوگ اپنے گھر کا کوڑا سڑک پر بے ترتیبی سے پھینکتے رہتے ہیں۔ بہت سے شہروں میں سڑکوں کے کنارے کوڑا پھینکنے کے مقام بھی بنے ہیں پھر بھی لوگ کوڑوں کے ڈھیر اپنے گھروں کے سامنے لگا لیتے ہیں اور اسی کی وجہ سے ہیضہ، پلیگ اور متعدد قسم کی بیماریاں شہر میں پھیلتی ہیں۔ جب شہروں میں، جہاں صفائی کے لئے میونسپلٹی کی طرف سے اتنی کوششیں کی جاتی ہیں گندگی کا یہ حال ہے تو گاؤں کی حالت کا اندازہ کرنا تو بہت ہی آسان ہے۔ اکثر گاؤں کے لوگ اپنے گھروں کا کوڑا کرکٹ اپنے دروازے کے سامنے ہی پھینکتے ہیں، وہیں پیشاب کرتے ہیں۔ وہیں اپنے بچوں کا پیشاب پاخانہ پھینکتے ہیں اور اُسی گندی جگہ میں وہ لوگ بیٹھتے ہیں اور اُنکے بچے کھیلتے ہیں۔

اسٹیٹسمین نے کلکتہ کارپوریشن کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ شہریوں میں شہر کو صاف رکھنے کا جذبہ پیدا کرے۔ جب تک ہر ایک شہری کے دل میں یہ جذبہ نہ پیدا ہوگا تب تک شہر کی صفائی بہت ہی مشکل ہے۔ اتنا ہی کافی نہیں ہے۔ کلکتہ شہر کی صفائی اُسی وقت ہو سکتی ہے جب اُن تمام جگھوں کے لوگ صفائی کی اہمیت کو سمجھیں جہاں سے کلکتہ کی آبادی ملتی ہے۔ اس لحاظ سے بنگال، بہار، اُڑیسہ، یوپی اور راجپوتانہ وغیرہ میں اس تحریک کی ضرورت ہے۔ کیونکہ انھیں سب مقامات کے لوگ کلکتہ میں جاکر آباد ہوتے ہیں۔ جو حال کلکتہ کا ہے وہی حال کم و بیش ہر بڑے یا چھوٹے شہروں کا بھی ہے۔ شہروں کی زیادہ تر آبادی قرب وجوار کے دیہات والوں ہی پر مشتمل ہوتی ہے جو محنت مزدوری یا تجارت کے لئے وہاں جاکر بستے ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے گاؤں کے لوگوں کو صفائی کی اہمیت سے آگاہ کیا جائے۔ جب تک گاؤں والوں میں اس بات کی اصلاح نہیں ہوتی تب تک شہروں کا بالکل صاف ہونا مشکل ہے۔

تحریک گاؤں سدھار کا ایک مقصد یہ بھی رہا ہے کہ ہمارے گاؤں میں رہنے والے بھائیوں کے دلوں میں صفائی کا جذبہ پیدا ہو۔ وہ اپنے جسم و ذہن کی صفائی رکھیں، اپنے گھروں اور آس پاس کے گلی کوچوں کی صفائی رکھیں اور اسی طرح سارے گاؤں میں صفائی رکھیں۔ اگر سب گاؤں والے مل کر اپنے دل میں یہ ٹھان لیں کہ وہ گاؤں میں صفائی رکھیں گے تو یہ کام کچھ مشکل نہیں ہے۔ ہر کسان اپنے گھر سے باہر گڈھا کھود کر اُس میں گھر کا کوڑا کرکٹ وغیرہ ڈال کر اس پر مٹی ڈال سکتا ہے۔ اس طرح وہ اچھی کھاد بھی تیار کر سکتا ہے اور اپنے پاس پڑوس میں صفائی بھی رکھ سکتا ہے۔ گاؤں میں عام راستوں اور گلی کوچوں میں جھاڑو دینے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ اسلئے وہاں اس بات کی اور بھی ضرورت ہے کہ جگہ بہ جگہ گھروں کا کوڑا کرکٹ نہ پھینکا جائے اور کسی بات کے لئے نہیں تو کم از کم اس خیال سے کہ گندی گلی اور جگھوں میں رہنے سے وہ اور اُنکے بچے بیمار پڑ سکتے ہیں، اُنھیں صفائی کا خیال رکھنا چاہئے۔

اُردو مطبوعات انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

ضروری ہدایات (۱) صاحبِ فرمائش کو اپنا نام اور پتہ خوش خط اور مفصل لکھنا چاہئے۔

(۲) جو کتابیں کسی فرمائش کی بنا پر روانہ ہوں گی وہ کسی صورت میں واپس نہ ہو سکیں گی۔

(۳) بعض کتابیں بہت کم تعداد میں باقی رہ گئی ہیں اس لئے اگر فرمائش میں دیر کی گئی اور وہ کتابیں ختم ہو گئیں تو اُن کا مہیا کرنا مشکل ہوگا۔

(۴) کتابیں منگا کر ان کو بہ مدانکاری واپس کر دینا ایک قسم کا دھوکا دہی کا جرم ہے۔ اگر کسی وجہ سے مجبوراً ایسا کرنا پڑے تو صرفہ روانگی بھیجدینا چاہئے۔

(۵) چھوٹی قیمت کی فرمائشوں کی تعمیل کرنے میں ہمیں کچھ عذر نہیں مگر مناسب یہ ہے کہ اگر فرمائش ایک روپیہ سے کم کی ہے تو قیمت نقد بھیجدی جائے

(۶) اگر آٹھ روز تک آپ کی فرمائش کا جواب نہ ملے تو خیال کر لینا چاہئے کہ ہمیں آپ کا آرڈر نہیں ملا۔

(۷) صرفہ روانگی (پیکنگ و محصول ڈاک وغیرہ) ذمہ خریداران ہوگا۔

(۸) جملہ فرمائشات پتہ ذیل پر روانہ کیجائیں:-

منیجر صاحب بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

رُوحِ انیس مرحوم

فردوسیِ ہند میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے بہترین مرثیوں، سلاموں اور رُباعیوں کا مجموعہ۔ ملک کو سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم۔ اے (صدر شعبہ فارسی و اردو، لکھنؤ یونیورسٹی) کا شکر گذار ہونا چاہئے کہ انھوں نے متعدد قلمی نسخوں کے مقابلہ کے بعد اس مجموعہ کو مرتب فرمایا ہے۔ شروع میں ۹۳ صفحات کا مقدمہ ہے جس میں میر انیس مرحوم کے حالات زندگی اور کلام پر مختصر تبصرہ کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ الصلاۃ والسلام کی شہادت کا مختصر بیان، مرثیہ اور اشخاص مرثیہ کے تحت میں نہایت ضروری اور قابل قدر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ آخر میں ۷۰ صفحات میں ضروری فرہنگ اور توضیحی حواشی ہیں۔ کتاب کا یہ حصہ اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ شروع میں میر انیس مرحوم کی سہ رنگی تصویر ہے علاوہ ازیں جناب انیس مرحوم کی تحریر، مکان، مدفن اور ایک مجلس کی تصویر دی گئی ہے۔ جلد پر کربلائے معلّی کا سنہرا نقشہ ہے۔ دیدہ زیب طباعت، خوبصورت مجلد ۸۶۳ صفحات تقطیع کلاں۔ قیمت تین روپئے۔

جذباتِ بسمل

منشی شکھدیو پرشاد صاحب سنہا بسمل الہ آبادی کا مجموعہ کلام۔ "کتاب کا نام جذبات بسمل بہت موزوں ہے کیونکہ جذبات ہی مصنف کے کلام کا بہترین امتیاز ہیں۔ زبان کی سادگی اور سلاست ان کے کلام کی دوسری خصوصیت ہے اور کیوں نہ ہو فن شاعری میں آپ ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی مدظلہ کے شاگرد ہیں جو فصیح الملک حضرت داغ دہلوی مرحوم کے بلند پایہ تلامذہ میں ہیں"۔

جناب بسمل زمانہ حال کے مقبول شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں۔ زبان کی سادگی کی وجہ سے اُنکا کلام بہت پسند کیا جاتا ہے۔ آجکل جتنے اچھے اُردو رسالے چھپتے ہیں وقتاً فوقتاً بسمل صاحب کے کلام سے مزیّن ہوتے ہیں۔ شروع کتاب میں آنریبل جسٹس سر عبدالقادر جج ہائی کورٹ لاہور نے مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ ۲۱ تصویروں سے "جذبات بسمل" مزیّن ہے جس میں زیادہ سہ رنگی تصاویر ہیں اور بعض ہندوستانی فن تصویر کا بہترین نمونہ ہیں۔ لکھائی چھپائی کے متعلق صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ایسی نفاست و خوشنمائی سے کوئی کتاب اُردو زبان کی آج تک شائع نہیں ہوئی کوئی کتب خانہ اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہئے۔ قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ (للعہ)

پیامِ رُوح

یعنی مجموعہ کلام مسٹر حامد اللہ افسر بی۔ اے "مع تقریب" از آنریبل سر شاہ محمد سلیمان صاحب ایم۔ اے ایل ایل۔ ڈی چیف جسٹس الہ آباد ہائیکورٹ و "مقدمہ" از میاں بشیر احمد صاحب بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایڈیٹر رسالہ "ہمایوں" لاہور۔

میرے خیال میں ظاہری صورت اور باطنی خوبیوں کے لحاظ سے یہ مجموعہ اس قابل ہے کہ اُسے زبان اُردو کی بہترین اور پائدار تصنیفات کے ساتھ جگہ دیجائے اس ظاہری و معنوی محاسن پر میں لائق شاعر کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ پبلک انھیں وہ داد دے گی، جس کے وہ مستحق ہیں"۔ (میاں بشیر احمد بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر، ایڈیٹر "ہمایوں" لاہور۔

"افسر کا نام اور کلام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اُن کی شہرت خود ان کی مقبولیت کا ثبوت ہے۔ پیام رُوح ان کی تمام نظموں اور غزلوں کا مجموعہ ہے۔ اس کی اشاعت سے شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا"۔

(آنریبل سر شاہ سلیمان صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل ڈی چیف جسٹس ہائی کورٹ الہ آباد)۔

کاغذ دبیز لکھائی چھپائی دیدہ زیب چھ ہاف ٹون تصویریں جن میں تین سہ رنگی ہیں۔ اس مجموعہ سے کتب خانے خالی نہ رہنا چاہئے۔ قیمت صرف تین روپیہ۔

صبحِ وطن و مضامینِ چکبست

صبح وطن یعنی مجموعہ نظم پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی (مرحوم) "چکبست کی شاعری کی تحریک کا باعث کبھی تو حب وطن کا جوش ہوتا ہے اور کبھی کوئی گزشتہ یا حال کا تاریخی واقعہ اُن کے طائر خیال کو پرواز میں لاتا ہے کبھی قدرت کے نظاروں یا مذہبی رازوں کے انکشاف سے وہ اپنی نظموں کو آراستہ کرنے میں مدد لیتے ہیں اور کبھی انسانی جذبات اور احساس کی سچی تصویر کھینچ کر عبرت کا سبق دیتے ہیں۔ قومیت کا خیال ان کی شاعری کی ساخت کا جزو اعظم ہے۔ برج نرائن چکبست دور جدید کے صرف ترجمان ہی نہیں بلکہ اس دور کے نمائندوں میں ان کا پایا بہت بلند ہے جس قدر زمانہ گذرتا جائیگا اور اُردو شاعری مصنوعی قیود سے آزاد ہوتی جائیگی نیز آزادی کی ہوا میں اس کو نشوونما پانے کا موقع

منیجر بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

لے گا۔ اسی قدر برج نرائن چکبست کی شہرت بتدریج بڑھتی جائے گی اور آئندہ نسلیں اس امر کو تسلیم کریں گی کہ وہ دورِ جدید کے رہنماؤں میں سے ہیں۔ (سر تیج بہادر سپرو)

مضامین چکبست۔ پنڈت برج نرائن چکبست مرحوم بلند پایہ شاعر ہونے کے علاوہ بہترین مضمون نگار بھی تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے مضامین نثر کا مجموعہ بھی شائع کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں سوانحی، تنقیدی، تاریخی، قومی وغیرہ مضامین ہیں، اور بہت خوب ہیں۔

صبح وطن مجلد قیمت دو روپئے۔ (عہ)

مضامین چکبست۔ حجم ۲۰۴ صفحات قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ (ؔعہ)

یادگار نسیم

یعنی منشی دیاشنکر نسیم کی مشہور و معروف مثنوی "گلزار نسیم" و انتخاب "دیوان نسیم" مع حواشی و تبصرہ کلام مرتبہ مولوی اصغر حسین صاحب اصغر گونڈوی

آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ ڈی، چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ تحریر فرماتے ہیں:—

"یادگار نسیم جو مولوی اصغر صاحب نے تصحیح کے بعد شائع کی ہے مشہور و معروف شاعر نسیم کی مثنوی جسے انھوں نے مصلحتاً نامناسب اشعار کو حذف کرنے کے بعد شائع کیا ہے۔ غزلیات میں سے جن غزلوں کا انتخاب کیا ہے وہ شاعر موصوف کی بہترین غزلیں ہیں۔ ...... حواشی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے ...... اس کتاب کا مقدمہ بجائے خود ایک عالمانہ تصنیف ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اس کتاب کی قدر کما حقہ ہوگی جو اس کے شایان شان ہے۔" طباعت دیدہ زیب، خوشنما جلد۔

قیمت دو روپئے (عـ۲)

کلام الملوک

یعنی شہزادگان دہلی کے کلام کا مجموعہ۔ ایک زمانہ میں قلعہ دہلی زبان اردو کا مرکز تھا۔ یہاں وہ لوگ جمع تھے جو الفاظ کو بہت ہی صحت کے ساتھ بولتے اور بہت ہی اچھے اور زوردار معنی میں استعمال کرتے تھے اور انھیں کی زبان آج صحیح اور مستند سمجھی جاتی ہے۔ شہزادگان دہلی کا کلام بھی اسی لحاظ سے قابل قدر ہے۔ محاورات و اصطلاحات روانی، صحت وزن، سلسلہ خیالات، بلند آوازی نازک خیالی، جوش بیان، نشست الفاظ اور عمدہ بندش کے علاوہ زبان صاف اور فصیح تکلف اور تصنع کا نام کو نہیں۔ اگر زبان کا خاص رنگ اور شاعری کی اصلی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں، تو اس مجموعہ کو ضرور ملاحظہ فرمائیے قیمت دس آنہ۔

معراج سخن

جناب سید خورشید حسن صاحب عروج مرحوم المتخلص بہ "دولھا صاحب" نبیرہ ناخدائے سخن میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے تین مرثیوں کا نادر مجموعہ جس میں حسب ذیل مراثی ہیں:—

۱۔ ہے زیور عروس فصاحت سخن مرا۔ ۱۱۹ بند
۲۔ خلق میں خلقت آدم کا سبب کون ہوا۔ ۱۴۴ بند
۳۔ صبح عاشور محرم ہے قیامت کی سحر۔ ۹۵ بند

اس کتاب پر ہندوستانی اکیڈیمی صوبجات متحدہ نے قابل مصنف کو پانسو روپیہ انعام عطا فرمایا ہے۔ زبان کے فدائیوں کے لئے نادر تحفہ ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (ؔعہ)

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟

(مرتبہ و مولفہ منشی کنھیا لال صاحب ایم۔ اے آر۔ اے۔ ایس)۔

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟ اس کتاب کا موضوع اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ مختصر افسانوں کے باب میں ساری باتیں بہت اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔ مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے۔ ایڈیٹروں، مضمون نگاروں اور مبتدیوں کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ قیمت آٹھ آنہ (۸؍)

بہترین ناول وافسانے

فردوس خیال

منشی پریم چند کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ۔

منشی پریم چند کے افسانے ہمیشہ اصلاح اخلاق و معاشرت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور ان کا مقصد شریفانہ جذبات مثلاً غیرت، حیا، خوف خدا، محبت اور آزادی ضمیر وغیرہ کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے۔ غیر ممکن ہے کہ کوئی سمجھدار منشی صاحب موصوف کی تصنیف پڑھے اور آپ کی جادو بیانی اور سحر نگاری کا قائل نہ ہو جائے اگر آپ نے اب تک اس مجموعہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا تو آج ہی طلب فرمائیے سرورق پر تین رنگ کی نہایت خوبصورت تصویر ہے۔ ۳۰۴ صفحہ کی کتاب ہے اور قیمت صرف ایک روپیہ (عـہ)

جلوۂ ایثار

بالاجی کے قومی کارناموں سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ "جلوۂ ایثار" میں ان حالات اور واقعات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو اس کارنامے کے متحرک ہوئے تھے حالات اور واقعات دلچسپ و دلکش ہونے کے علاوہ حب قومی و جودت روحانی سے معمور ہیں۔ اس پر منشی پریم چند صاحب کی جادو نگاری! سونے پر سہاگا ہے واقعی قابل مطالعہ ناول ہے ۳۰۴ صفحات کی کتاب اور قیمت صرف بارہ آنہ۔

ڈالی کا جوگ

(اور دوسرے افسانے) مسز حامد اللہ افسر (میرٹھی) کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ۔ یہ تمام افسانے مختلف اوقات میں بعض اردو جرائد میں شائع ہو کر خلعت قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ ان میں سے بعض اس قدر مقبول ہو گئے ہیں۔ کہ انگریزی، ہندی، اور گجراتی میں بھی ترجمے ہوئے فوٹو بلاک کی چند تصویریں بھی شامل ہیں۔

قیمت ایک روپیہ

شاما

مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی لکھنؤ۔

یہ ایک وکھیاری کی درد بھری داستان ہے۔ اقبال کا یہ شعر اس پر صادق ہے۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

سرورق پر سہ رنگی تصویر اور کتاب کے شروع میں بھی ایک تصویر (فوٹو بلاک) لگائی گئی ہے۔

قیمت ڈیڑھ روپیہ

سادھو اور بیسوا

یعنی دو حرماں نصیبوں کی کایا پلٹ۔ ایک سچی جگ بیتی کہانی۔ مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی۔ فرانسیسی اناطول فرانس کے ایک تاریخی ناول "تائیس" کو پڑھنے کے بعد اسکی تصنیف کا خیال پیدا ہوا۔ "سادھو اور بیسوا" میں اسی خیال کی پیروی اور تصور کے تائید کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو "تائیس" کا امتیازی جوہر ہے۔ اس کے باوجود نہ یہ اس کا ترجمہ ہے نہ خلاصہ۔ نہایت دلچسپ ناول ہے۔ سرورق پر سہ رنگی تصویر ہے۔

قیمت بارہ آنے۔

"انور"

"شمیم" کے مشہور و معروف مصنف مسٹر فیاض علی ایڈووکیٹ فیض آباد کا دوسرا بے نظیر۔ دلپذیر۔ انقلاب انگیز شاہکار۔ اور .... زبان اردو کا بہترین ناول...

۵۰۰ صفحے۔ کاغذ۔ کتابت۔ طباعت نہایت عمدہ مجلد نفیس۔ ۶ عدد تصویریں بہت ہی دلکش اور خوبصورت

قیمت عہ

گھر بیٹھے دنیا کی سیر

کرنے والوں کو "تحفہ سیریز" کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے! اس سلسلہ کی ایک ایک کتاب ایک ایک ملک کے متعلق ہے۔ ملک کی مفید اور کار آمد معلومات ہر کتاب میں بہم پہنچائی گئی ہیں کوئی ضروری بات نظر انداز نہیں کی گئی۔ کتابوں کو زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کے لئے مکالمہ کا طرز اختیار کیا گیا ہے جسکے باعث نوعمر لڑکوں لڑکیوں کو ان کے مضامین پر بہت جلد عبور ہو جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل کتابیں تیار ہیں۔

(۱) تحفۂ جاپان — (۲) تحفۂ چین۔
(۳) تحفۂ مصر و حبش — (۴) تحفۂ لندن
(۵) تحفۂ فرانس — (۶) تحفۂ جرمنی
(۷) تحفۂ آسٹریلیا — (۸) تحفۂ قطبین
(۹) تحفۂ امریکہ — (۱۰) تحفۂ روس

ہر کتاب میں متعدد تصاویر ہیں اور سرورق نہایت خوبصورت۔ قیمت ہر کتاب کی چھ آنے۔

آئی - سی - ایس

اردو کے بہترین فسانہ نگار پروفیسر علی عباس حسینی ایم۔ اے۔ مصنف رفیق تنہائی، سر سید احمد پاشا، وغیرہ کے چودہ انقلاب انگیز افسانوں کا تازہ ترین مجلد دیدہ زیب مجموعہ۔

قیمت صرف عہ

خدمت خلق

(مرتبہ مولوی نیاز محمد خاں صاحب معلم نارمل اسکول الہ آباد) اس کتاب میں خدمت خلق کے عملی طریقے بتائے گئے ہیں جس سے دل پر اثر ہوتا ہے۔ کتاب بہت اچھی، اور عجیب و غریب اخلاقی نکات و روحانی لطائف پر مشتمل ہے حکومت صوبجات متحدہ نے اس کتاب پر مولف کو انعام بھی عطا فرمایا ہے۔

قیمت صرف بارہ آنہ

بچوں کی دلچسپی

کا لوگ بہت کم خیال کرتے ہیں، اور شاید یہی وجہ کہ اردو زبان میں ایسی کتابیں بھی بہت کم ہیں جنھیں بچے دلچسپی اور شوق سے پڑھیں۔ تاہم انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد نے چند کتب خاص طور پر بچوں کے لئے چھاپی ہیں۔ جن کو بچوں کی دلچسپی کا سامان کہا جا سکتا ہے۔

الف بے کا کھلونا

یہ پیاری کتاب ننھے منے بھائی کے لئے ہے۔ کھیل ہی کھیل میں وہ حروف تہجی سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ ہر حرف کے لئے ایک رنگین تصویر اور ایک شعر ہے۔ زبر، زیر، اور پیش وغیرہ کا بھی خیال رکھا گیا ہے چھپائی رنگین اور بہت صاف۔ ۳۲ عکسی تصویریں۔ اگر آپ کے یہاں کئی بچے ہوں تو متعدد نسخے طلب فرمائیے ورنہ بچے آپس میں لڑیں جھگڑیں گے

قیمت صرف تین آنے

انوکھی کہانیاں

یہ کتاب بہت پسند کی گئی ہے گیارہ نصیحت آموز کہانیاں اس میں درج ہیں۔ زبان بہت آسان۔ ممکن نہیں کہ کوئی بچہ اسکو ختم کئے بغیر چھوڑ دے۔ ہر کہانی کے ساتھ ایک تصویر ہے۔ خوبصورت کتاب ہے بچے اس کو دیکھتے ہی مچل جاتے ہیں۔ سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے۔

قیمت ۴ر آنہ

مفید ایجادات کی کہانی

"یہ منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) کی قابل قدر تصنیف ہے۔ یہ کتاب اردو میں اپنی وضع کی بالکل انوکھی تصنیف ہے اور مفید معلومات کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ہر شخص کے مطالعہ میں آئے۔ کاغذ، کتابت، طباعت اور سرورق بے انتہا نفیس ہے۔ اس قدر اچھے اہتمام سے بہت کم کتابیں اردو میں چھپی ہیں۔ تشریح مطالب کے لئے جا بجا بے شمار تصاویر دی گئی ہیں۔"

قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۲ر

ایسپ کی کہانیاں

ایسپ ایک مشہور حکیم گزرا ہے جو مورخین کے بیان کے مطابق حضرت مسیح سے ۲۶۰ برس قبل پیدا ہوا تھا۔ حکیم ایسپ انسان کی پند و نصیحت کے لئے مختلف قسم کی فرضی حکایات اور کہانیاں بیان کیا کرتا تھا۔ انھیں کہانیوں کی وجہ سے دنیا میں اس کا نام اب تک زندہ ہے۔ اس مجموعہ میں ایسپ کی تین سو کہانیاں یکجا شایع کی گئی ہیں چھیاسی تصویریں بھی شامل کتاب ہیں جن کے باعث یہ مفید کتاب اور زیادہ دلچسپ ہو گئی ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے یہ ایک اچھا تحفہ ہے۔ کتاب مجلد ہے۔

قیمت دو روپئے

میرے وطن کی کہانی

تاریخ ہند کے کئی خاص اور روشن ابواب طلبا

منیجر بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

کو اسکولوں میں نہیں پڑھائے جاتے، حالانکہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اس کتاب میں بعض اسی قسم کے واقعات نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کے تفریحی مطالعہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ بیس ہاف ٹون عکسی تصویریں قیمت ۱۰ر

شیخ چلی کی کہانیاں

شیخ چلی کا نام آپ نے ضرور سُنا ہوگا۔ یہ وہ جادو ہستی ہے جو ہر ملک اور ہر زمانہ میں ہمیشہ موجود رہا ہے اس کتاب میں آپ ہی کے کارنامے درج ہیں جو گیارہ کہانیوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ ہر کہانی اس قدر پرلطف ہے کہ انسان بھوک پیاس بھول جاتا ہے۔ پڑھتے جایئے اور ہنستے جایئے۔ لکھائی چھپائی ایسی عمدہ ہے کہ بچوں کو بطور انعام دی جا سکتی ہے۔ ۵۰ صفحات کی کتاب کی قیمت صرف دس آنے

داستان عجم

بچے بادشاہوں کے قصے بہت شوق سے پڑھتے ہیں لیکن جھوٹے بے اصل قصوں سے یہ بہتر ہے کہ انھیں بادشاہوں کے تاریخی قصے پڑھنے کو دئے جائیں۔ اس مقصد کے لئے داستان عجم بہت اچھی کتاب ہے خلاق سخن فردوسی کے "شاہنامہ" میں جن بادشاہوں اور بہادروں کے کارنامے بیان کئے گئے ہیں انھیں کو اس کتاب میں بچوں کے لئے بہت سلیس اور عام فہم عبارت میں لکھا گیا ہے۔ ضرور منگائیے۔

قیمت حصہ اول دس آنے

" حصہ دوم دس آنے

رابنسن کروسو

ایک نوعمر لڑکا گھر سے فرار ہوکر بحری سفر اختیار کرتا اور طرح طرح کے مصائب اٹھاتا ایک غیر آباد جزیرہ میں پہنچتا ہے اور بیس پچیس برس تک مجبوراً وہیں رہتا ہے اتنی مدت اس نے کیونکر بسر کی؟ اور پھر یہاں سے کیسے نکلا؟ وغیرہ واقعات نہایت دلچسپ ہیں۔ اس کتاب کو نوعمر بچے بہت شوق اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ ہاف ٹون بلاک کی چھ تصویریں شامل کتاب ہیں جن میں ایک سہ رنگی ہے حجم ڈھائی سو صفحات سے زیادہ اور قیمت صرف بارہ آنے۔

لال کٹھور

اس کتاب میں "بہرام" کو بالکل نئے لباس میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے جدید کارنامے اس قدر دلچسپ ہیں کہ کتاب شروع کرکے ختم کئے بغیر ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

کھیل تماشا

یہ کتاب کچھ نظم میں ہے اور کچھ نثر میں۔ اس میں چھوٹی چھوٹی نصیحت آموز حکایتیں اور چٹکلے ہیں۔ بچے اس کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں کیونکہ یہ انھیں کی زبان میں اور ان کے مذاق کے موافق لکھی گئی ہے۔ مضمون کی وضاحت کے لئے تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ چھپائی رنگین اور صاف

قیمت ۳ر آنہ

ہونہار لڑکا

(مؤلفہ شاکر میرٹھی)

یہ کتاب ایک غریب لڑکے کی سچی داستان پر مشتمل ہے جس نے اپنی بلند ہمتی اور نیک طبعی کے باعث بڑی عزت وشہرت حاصل کی۔ عبارت سلیس اور عام فہم۔ قصہ اتنا دلچسپ کہ بچے نہایت شوق سے پڑھتے ہیں۔ بچوں کی دلچسپی کے لئے کتاب کو تصاویر سے مزین کیا گیا ہے اور سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے۔

قیمت صرف پانچ آنے

تالیفات مولوی ظفر عمر

بہرام کی گرفتاری

"نیلی چھتری" کے نامور مؤلف ظفر عمر صاحب بی، اے نے اس کتاب کے ہیرو "بہرام" کو اس عمدگی سے اردو پبلک سے روشناس کرایا ہے کہ لوگوں نے اپنے فسانوں میں اس کا چربہ اتارنے کی خوب خوب کوشش کی مگر وہ بات کہاں؟ اصل ہے "بہرام کی گرفتاری" نہایت دلچسپ اور پسندیدہ ناول ہے۔ ضرور منگائیے۔

قیمت ایک روپیہ

چوروں کا کلب

اس کلب کے ممبر دنیا بھر کے لہو ولعب سے سیر ہوگئے ہیں اور معمولی مشاغل میں چنداں تفریح حاصل نہیں ہوتی ...... اور محض دل بہلانے اور چوری کے خطرات سے لطف اٹھانے کے لئے یہ کلب قائم کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اس قدر دلچسپ ہے کہ تیسری بار شائع ہوئی ہے۔

قیمت ۹ر آنے

علم قدرت کی تعلیم

رائے صاحب ڈی۔ این۔ مکرجی۔ سکریٹری یو، پی ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ بورڈ

قیمت بارہ آنہ (۱۲)

ادبی افسانہ

محسن محی الدین عباسی

قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔

مختصر تاریخ اردو ادب

سید اعجاز حسین اعجاز ایم۔ اے لکچرر شعبہ اردو الہ آباد یونیورسٹی مصنف آئینۂ معرفت وغیرہ۔

قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ۔

نذر احباب

جناب شیخ مہدی حسین صاحب ایم۔ اے ناصری لکھنوی۔

قیمت دو روپیہ۔

دنیا کی سچی کہانیاں

حصہ ۱، ۲، ۳، ۴

علیم الدین نیرنگ ہاشمی

قیمت آٹھ آنہ۔

ثمرۂ تجارت

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت چھ آنہ۔

یورپ کے سیارے

مولوی سید ظفر حسن صاحب امروہوی فاضل و منشی فاضل۔ ہیڈ مولوی پارکر ہائی اسکول مظفر نگر

قیمت چھ آنہ

مونگے کا جزیرہ

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت بارہ آنہ۔

بالشتیوں کی سرزمین

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت دس آنہ۔

آئینۂ قدرت

سید وقار عظیم صاحب ایم۔اے

قیمت چھ آنہ۔

اچھوتی کہانیاں

سید وقار عظیم صاحب ایم۔اے

قیمت چھ آنہ

افسانۂ ادب

سید وقار عظیم صاحب ایم۔اے

قیمت چھ آنہ۔

انوار حیات

سید وقار عظیم صاحب ایم۔اے

قیمت چھ آنہ۔

دیوزادوں کا مُلک

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت آٹھ آنہ۔

رسیلی کہانیاں

سنت رام بی۔اے

قیمت چھ آنہ۔

نیک بچوں کی کہانیاں

سنت رام بی۔اے

قیمت چھ آنہ۔

نصیحت بھری کہانیاں

سنت رام بی۔اے ..... قیمت آٹھ آنہ۔

ہل کے قواعد

۱۔ 'ہل' ہر ماہ میں ہندی، اُردو دونوں زبانوں میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ محصول ڈاک سمیت اس کی سالانہ قیمت پانچ روپیہ آٹھ آنہ پیشگی ہے۔ ایک نمبر کی قیمت ۸ہ ہے۔ ہندوستان کے باہر سالانہ قیمت ۶ روپیہ ۱۲ آنہ ہے۔ برہما کے لئے پانچ روپیہ آٹھ آنہ ہے۔ (۸ہ)

۳۔ جن صاحب کو کسی ماہ میں 'ہل' نہ ملے انہیں پہلے اپنے ڈاک خانہ میں دریافت کرنا چاہئے پتہ نہ لگنے پر ڈاک خانہ کے جواب کے ساتھ ہمیں اگلے ماہ کی ۱۵ تاریخ تک لکھنا چاہئے۔

۴۔ خط لکھتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہئے ورنہ جواب ملنا مشکل ہوگا۔

۵۔ مضمون، تصویر، تبصرہ کے لئے کتابیں اور تبادلے کے لئے اخبارات وغیرہ بنام اڈیٹر 'ہل'، انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد، بھیجنا چاہئے۔

۶۔ 'ہل' میں صرف دیہاتیوں کی دلچسپی اور گاؤں سے تعلق رکھنے والی چیزیں چھپتی ہیں اور اسکی زبان ہندوستانی یعنی آسان اُردو یا آسان ہندی ہے۔ 'ہل' کے لئے مضامین بھیجنے والوں کو اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔

۷۔ کسی مضمون یا نظم کے شائع کرنے یا نہ کرنے اور اُسے واپس کرنے یا نہ کرنے کا اختیار بھی اڈیٹر کو ہے۔ واپس شدہ مضامین کا ڈاک خرچ اور رجسٹری خرچ مضمون نگار کے ذمہ ہوگا۔ بغیر اس کے مضامین نہ واپس ہوں گے۔

۸۔ نامکمل مضامین نہیں شائع ہوتے۔ جگہ کے مطابق مضامین ایک یا زیادہ تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔

۹۔ جن مضامین میں تصاویر ہوں گی اُن تصاویر کے ملنے کا جب تک مضمون نگار انتظام نہ کردیں گے تب تک وہ مضامین نہ شائع ہوں گے اگر تصاویر حاصل کرنے میں خرچ ضروری ہوگا تو دیا جائیگا۔

ہل کی اُجرت اشتہارات

سرورق کا دوسرا صفحہ ۶۰ روپیہ ماہوار

" " تیسرا " ۶۰ " "

" " چوتھا " ۱۰۰ " "

مضامین کے اختتام کے سامنے کا صفحہ ۴۵ " "

" " " کا ایک کالم ۱۵ " "

" " " ۲ کالم ۳۰ " "

" " " ۳ کالم صفحہ ۴۵ " "

عام اُجرت

ایک صفحہ یا ۳ کالم کی اُجرت ۴۰ روپیہ ماہوار

½ کالم " " ۲۵ " "

¼ " " " ۱۲ " "

⅛ " " " ۶ " "

۱۔ 'ہل' میں مخرب اخلاق اشتہارات نہیں شائع ہوتے۔ لہذا گندے اور عُریاں اشتہار نہ بھیجئے۔

۲۔ ایک کالم یا اس سے زیادہ اشتہار دینے والے کو 'ہل' بلا قیمت بھیجا جاتا ہے۔

۳۔ اُجرت اشتہارات جو اوپر درج کی گئی ہے وہ مکمل (Final) ہے۔ اس کے لئے خط و کتابت کرنی بیکار ہے۔

۴۔ اشتہار کی اجرت پیشگی لینے کا قاعدہ ہے۔

خط کتابت کا پتہ

مینیجر 'ہل' شعبہ اشتہار

انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

مینیجر بک ڈپو۔ انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

جدید مطبوعات جامعہ

خندان :- خندان ڈاکٹر بھی ہیں اور شاعر بھی مگر لوگوں کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ان کی ڈاکٹری زیادہ وبال ہے یا اُن کی شاعری۔ اسی قسم کے کردار خندان نیز زندگی کے دوسرے دلچسپ پہلوؤں پر پروفیسر رشید احمد صدیقی کا اعلیٰ مزاح، لطیف ترین طنز اور خواہ مخواہ دل کو گدگدا کر محظوظ کرنے والی تحریریں اگر آپ کو دیکھنا ہوں تو موصوف کی یہ نئی تصنیف ملاحظہ فرمائیے۔ یہ چالیس مضامین کا مجموعہ ہے۔ قیمت مجلد ۸؍

رگبی کی زندگی :- طامس ہیو کی شہرۂ آفاق تصنیف "ٹام براؤنس اسکول ڈیز" کا ترجمہ۔ انگلستان کے مشہور ماہر تعلیمات ڈاکٹر طامس آرنلڈ کے اصول تعلیم کی نہایت صحیح تعبیر ہے۔ جسے انکے شاگرد رشید طامس ہیو نے شائع کیا۔ اس کتاب کی اشاعت سے ثانوی تعلیم کے نظام میں ایک انقلاب سا ہو گیا تھا۔

یہ کتاب ہے تو افسانے کے طرز پر لیکن اس میں طامس آرنلڈ کے ان تمام بنیادی اصولوں کی تشریح کی گئی ہے جن پر انھوں نے اپنے رگبی کے مدرسۂ ثانوی کے نظام کی بنیاد ڈالی تھی اور بعض ماہرین تعلیم کا خیال ہے کہ اسے لیوتار ڈرگرٹرو اور "سارٹر سارٹس" جیسی معیاری کتابوں کے پہلو بہ پہلو رکھا جا سکتا ہے۔ قیمت عہ

جوہر عبد الحق نمبر :- ڈاکٹر مولانا عبد الحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اُردو کی سترھویں سالگرہ کے موقع پر مکتبہ جامعہ نے طلبائے جامعہ کی انجمن اتحاد کے آرگن "رسالہ جوہر" کا عبد الحق نمبر شائع کیا ہے جس میں اُردو ادب و زبان پر ملک کے سربرآوردہ اصحاب قلم مثلاً سید سلیمان ندوی۔ مولانا عبد الماجد دریا آبادی۔ ڈاکٹر سید عابد حسین۔ پروفیسر حامد اللہ افسر وغیرہ کے تنقیدی، ادبی اور تاریخی مضامین کے علاوہ مولانا عبد الحق صاحب کے حالات اور خدمات پر ایسے لوگوں کے مضامین ہیں جو مولانا کی خلوت و جلوت کے شناسا اور واقفکار ہیں۔ اس کے علاوہ ملک کے سربرآوردہ رہنماؤں اور قائدین ملت کے پیغامات بھی شریک ہیں۔ قیمت مجلد عہ

مضامین محمد علی حصہ دوم یہ مجموعہ اس ہنگامہ خیز دور کی پوری تاریخ ہے جو ۱۸۵۷ء سے شروع ہو کر ۱۹۳۰ء پر ختم ہوتا ہے۔ سرسید نے کانگریس کی مخالفت کس بنا پر کی؟ وہ مسلمانوں کو تمام سیاسی تحریکوں سے الگ رکھنے پر کیوں مصر تھے؟ اسلامی سیاست کا مسلک وفاداری آخر کیا رنگ لایا؟ مسلم لیگ کا قیام کہاں اور کیسے عمل میں آیا۔ لیگ انگریز دوستی کی روش سے ہٹ کر کیوں کانگریس کے ہمنوا ہونے پر مجبور ہوئی اور پھر کس طرح دونوں کی راہیں الگ الگ ہوئیں؟ قیمت ۸؍

مبادی سیاسیات :- مصنفہ پروفیسر ہارون خاں شیروانی۔ ایم۔ اے (آکسن) ایف۔ آر۔ ایچ۔ ایس۔ بیرسٹرایٹ لا۔ صدر شعبۂ تاریخ و سیاسیات جامعہ عثمانیہ۔

ہمارے ملک میں لوگوں کی سیاسی معلومات اتنی کم ہیں کہ شاید کسی متمدن ملک میں یہ حالت نہ ہوگی۔ اکثر پڑھے لکھے

[redacted]



سر سید احمد خاں



پنڈت موتی لال نہرو



تاریخی هستیوں کے پلاستر کے مجسمے

ایک کمرے کی زینت و آرائش کو دو بالا کرنے میں مجسموں سے زیادہ کوئی چیز کامیاب نہیں هو سکتی - یہ مجسمے صرف خوبصورت هی نہیں هیں بلکہ یہ اپنی موجودگی سے هر پیر و جوان کے دل میں ایک خاص جوش بھی پیدا کرتے هیں -

حسب ذیل مشہور هستیوں کے پلاستر کے مجسمے تیار کئے گئے هیں جو برائے فروخت موجود هیں - هر اسکول کے "هسٹری روم" میں ان مجسموں کا ایک سٹ ضرور رهنا چاهئے -

۱۰ انچ مجسمہ قیمت دو روپیہ ۱۶ انچ تین روپیہ علاوہ محصول ڈاک

اکبر	لارڈ کلائیو	ملکہ وکٹوریہ
اهلیا بائی	لارڈ رپن	ملکہ میری
الیگزینڈر	لالہ لاجپت رائے	راجہ مان سنگھہ
اورنگزیب	لارڈ ولزلی	مہاراجہ رنجیت سنگھہ
اشوک کی لاٹ	ملہارراؤ هلکر	رویندر ناتھہ ٹیگور
گوتم بدھ	مہارانا پرتاب	شیواجی
بابر	مہاتما گاندھی	شیر شاہ سوری
بال گنگا دھر تلک	موتی لال نہرو	سر سید احمد خاں
ڈوپلے	پنڈت مدن موهن مالویہ	شاہجہاں
گرو گوبند سنگھہ	ممتاز بیگم	ٹیپو سلطان
گوپال کرشن گوکھلے	مادھو راؤ سندھیا	وارن هیسٹینگز
شہنشاہ جارج ششم	نور جہاں	سوامی وویکا نند





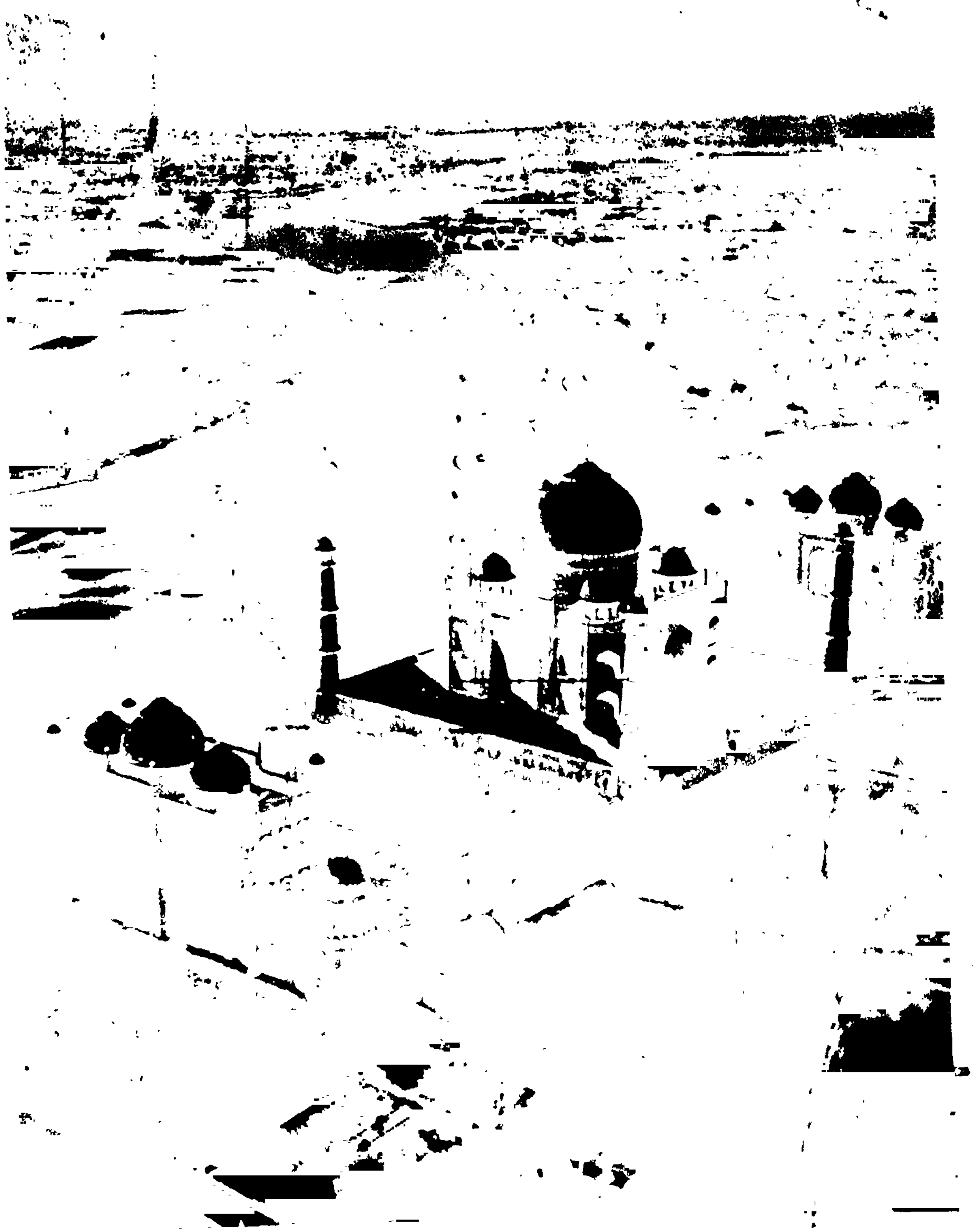
ملنے کا پتہ

انڈین پریس

لمیٹڈ، الہ آباد

بال گنگا دھر تلک　　مہاتما گاندھی　　پنڈت مدن موهن مالویہ

Printed and published by K. Mitra at The Indian Press, Ltd., Allahabad



ہوائی جہاز سے لی ہوئی تاج محل اور جمنا کی ایک تصویر



ہل

جلد ۳ نمبر ۱۱ — باتصویر ماہوار رسالہ — نومبر سنہ ۱۹۳۰ع

فہرست مضامین

نومبر سنہ ۱۹۴۰ء

جلد ۲ نمبر ۱۱

یو، پی گورنمنٹ کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

بانی

منوہر داس چترویدی

(بی - ایس - سی (آکسن) آئی - ایف - ایس) آفیسر محکمہ گرام سدھار یو، پی

چیف ایڈیٹر

شری گرجا دیال سری واستو بی - اے -

(اسسٹنٹ گرام سدھار افسر)

بورڈ آف ایڈیٹرز

پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ - الہ آباد

سالانہ قیمت عہ

۱۹۴۰ء

ایک پرچہ ۸

باہتمام کالی کے متراپرنٹرو پبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد



आशीर्वाद	دعا

باتصویر ماہوار رسالہ

نومبر ۳۰ء جلد ۲ نمبر ۱۱

کوئل

از سحبان الہند علامہ کیفی چریاکوٹی

(۱)

نئی نویلی آنے والی ڈالی ڈالی گانے والی
کوک ہے تیری پیاری پیاری طائر ہے یا بادِ بہاری
نغمہ ہے یا آبِ جاری دل پر جس کی مستی طاری
دوہری تان سنانے والی اپنا رنگ جمانے والی

(۲)

فصلِ گل کی پیاری رانی پھولوں کا ہنگام جوانی
شکل تری ہے رازِ نہانی نغمہ ہے دل دوز کہانی
چھپ کر راگ اٹھانے والی دل کو مست بنانے والی

(۳)

او جنگل کی نغمہ سرائی صورت تیری نظر نہ آئی
وادی پر آواز ہے چھائی کیسی اچھی تان لگائی
کانوں کو تڑپانے والی آنکھوں کو للچانے والی

(۴)

تیرا نغمہ جب سن پایا میں نے تجھ کو اکثر ڈھونڈھا
لیکن سایہ ملا نہ تیرا تو میری امید کا دھوکا
دل کی صورت آنے والی حسرت بن کر جانے والی

(۵)

تو نزدیکی میں ہے دوری وصل کی صورت اور مہجوری
حسرت دید بھی ہوگی پوری اُف معذوری اُف مجبوری
دل میں آگ لگانے والی سویا حشر جگانے والی

(۶)

اچھی قسمت والی کوئل دل کی حسرت والی کوئل
عشق کی طاقت والی کوئل ہاں ہاں او متوالی کوئل
ہاں سن او اٹھلانے والی اُڑ کر راہ بتانے والی

(۷)

تو کالی اور کالے بادل کالے گیسو کالے کاجل
لمحہ لمحہ کل سے بے کل ساتھ مجھے لے اور تو اُڑ چل
کیفی دیکھ بہانے والی دم میں ہے اُڑ جانے والی

کٹھ پُتلیوں کا کھیل

(از جناب "انیل")

کٹھ پتلیوں کا ناچ ہمارے ملک کی ایک پرانی صنعت ہے گاؤوں میں جہاں سنیما وغیرہ کا گزر نہیں اب بھی یہ تفریح کا اچھا ذریعہ ہے اس کے متعلق ہم یہاں ایک عمدہ مضمون شائع کر رہے ہیں جو دلچسپ بھی ہے اور نصیحت آمیز بھی۔

(۱)

اُس روز الٰہ آباد یونیورسٹی کے ایک ہوسٹل میں کٹھ پتلیوں کا ناچ تھا۔ بڑی بڑی دو میزوں پر اسٹیج بنایا گیا تھا پردے جھرکیلے اور بیل بوٹے دار تھے۔ پتلیاں نئی تھیں اور گوٹے دار کپڑوں میں ملبوس گانے والے کی آواز سریلی تھی اور ڈھولک کے ہاتھ سدھے ہوئے تھے۔ پردوں کے پیچھے وہ شخص تھا جس کے ہاتھ میں پتلیوں کی ڈور تھی اور جسے پتلیوں سے کام لینے میں کمال حاصل تھا۔

سامنے حاضرین کا مجمع تھا۔ بی۔ اے۔ ایم۔ اے سائنس۔ آرٹس اور قانون کے طالب علم، پروفیسر اور ریسرچ اسکالر۔ حاضرین ہنستے اور قہقہے لگاتے تھے اور دکھانے والے کا دل دگنا ہوتا جاتا تھا۔ بازی گر کے ہاتھ کی تیزی اور صفائی بھی بڑھتی جاتی تھی اور ڈھولک کی تان آسمان سے باتیں کرتی تھی۔

یہ کھیل عموماً گاؤں یا شہر کے کسی آباد گلی میں ہوا کرتا ہے اگر کوئی شخص اپنے مکان میں کرائے تو کسی ایک پر ورنہ پاس پڑوس کے کئی لوگوں پر اس کا بار پڑتا ہے اور بازی گر کو آٹا، کپڑے اور پیسوں کی شکل میں مزدوری دیدی جاتی ہے چوراہے پر چار پائیوں سے اسٹیج بن جاتا ہے اور وہیں پاس پڑوس کی عورتیں، بچے اور مرد جمع ہو جاتے ہیں۔ ضعیف مردوں کی دلچسپی۔ عورتوں کی ضد اور بچوں کے اشتیاق اور شرارت کے سامنے نوجوانوں کو سر جھکانا پڑتا ہے۔ بچوں کی "چیں چیں" میں میں، کھیل میں رکاوٹ پڑتی ہے۔ مگر ہوشیار بازی گر کچھ ہیر پھیر کے ساتھ تماشے کو آگے بڑھاتے جاتا ہے۔

ہاں تو اُس روز کٹھ پتلیوں والے اپنی قسمت پر ناز کرتے ہوں گے کہ کتنے مہذب دیکھنے والوں سے سابقہ پڑا ہے اور کتنی اچھی جگہ ملی ہے۔ اور پھر پانچ سات روپئے نقد کہاں پانچ سات آنے اور کہاں اتنے ہی نقد روپئے

اسی طرح راجہ اور نوابوں کے یہاں بھی محفل جمایا کرتی تھیں اور وہاں کے ماہران فن اپنے ہاتھ کی صفائی دکھلا کر انعام پاتے تھے۔ مگر آج! آج شاید اس سے بھی بڑھ کر کام، ایک ذمہ داری ان کے سر پر ہے۔ مگر وہ اس بات کو کہاں جانتے ہیں

× × ×

محفل دھیرے دھیرے جمع ہونے لگی۔

ڈھولک بج رہی ہے۔ گانا ہو رہا ہے۔

یہ دربان آگیا۔ وہی نرالی ٹھاٹ۔ سر پر صافہ بدن پر انگرکھا۔ چوڑی دار پاجامہ اور ہاتھ میں ڈنڈا حاضرین محو ہوگئے۔ بچے کھل پڑے۔

ایک ایک کرکے راجہ نواب اور بادشاہ محفل کی زینت بننے لگے۔ یہ راجہ امر سنگھ ہیں۔ یہ نواب سراج الدولہ، یہ شہنشاہ اکبر ہیں، یہ راجہ کرن سنگھ راجہ ٹوڈر مل، رانا پرتاب وغیرہ۔

سلسلہ تاریخ کے بگڑنے سے تعلیم یافتہ حضرات گھبراتے ہیں لیکن ہمارے بازی گر کو تاریخی حقائق سے کیا سروکار۔ اس کی محفل میں پندرہویں صدی سے لیکر انیسویں صدی تک کے بادشاہ اور راجہ نواب ملیں گے۔

محفل کے دروازے پر ایک مسخرہ نقارچی موجود ہے اپنے نقارے کے ساتھ یہی حضرات راجہ اور نوابوں کی آمد کی اطلاع دیتے ہیں۔

محفل جم جانے پر کھیل شروع ہوتا ہے۔ کچھ مسخرے محفل کی سنجیدگی کو دور کرکے اس میں ظرافت کے سیلاب میں بہا دیتے ہیں۔ کچھ مذاق ہوتے ہیں اس کے علاوہ محفل میں رقص و سرود کا دور دورہ ہوتا ہے طوائف آتی ہے اور دیر تک اپنے ناچ گانے سے حاضرین کو خوش کرتی ہے۔

آخر میں جنگ شروع ہوتی ہے آلعا کے ساتھ ڈھولک پر تان لی جاتی ہے اور اُدھر تلوار کے وار شروع ہو جاتے ہیں۔ ایک ایک کرکے سارے راجہ نواب میدان میں کام آتے ہیں۔

یہیں پر کھیل ختم ہو جاتا ہے۔

کھیل عموماً آٹھ بجے رات کو شروع ہوتا ہے اور دس بجے تک ختم ہو جاتا ہے ایک اچھا ڈرامہ یا فلم بھی تقریباً دو ڈھائی گھنٹے تک ہی ہوتا ہے۔ مگر جب حاضرین کو کھیل میں بہت لطف آتا ہے تو ناچ گانے بڑھا دیئے جاتے ہیں۔

فلم یا ڈرامہ دیکھنے والوں کو معلوم ہوگا کہ بیچ بیچ میں ان کے سامنے وہ سین آتے ہیں جو ان کو کچھ ہنساتے ہیں یا جن کو دیکھ کر انھیں مسکرانا پڑتا ہے۔ ان مناظر کی ضرورت ہے کیونکہ اگر سنجیدہ تاریخی ہستیاں ہی ان کے سامنے آتی رہیں تو تھوڑی ہی دیر میں ان کی طبیعت اُکتا جائیگی ڈراموں میں طنز اور مسخرے ہوتے ہیں سینما میں بھی ہنسی مذاق کے لئے ایسے ہی اداکار ہوتے ہیں۔

کٹھ پتلیوں کا کھیل دیکھنے والے تعلیم یافتہ اور سنجیدہ بزرگ نہیں بلکہ زیادہ تر بچے ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں کٹھ پتلیوں کے کھیل دکھانے والوں کو کتنے ہی طنزیہ کرداروں اور مزاحیہ گانوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

اوپر بتایا جا چکا ہے کہ نقارچی اسی قسم کا ایک کردار ہے۔

اس کے علاوہ کچھ اور کردار بھی محفل میں آتے ہیں۔ محفل میں پریڈ کرائی جاتی ہے۔ گورے فوجی ٹوپ، بوٹ اور پتلون پہنے ہوئے معہ اپنی رائفل کے ایک ساتھ قطار میں چلتے ہیں۔ ایک گھوڑ سوار بھی آتا ہے اور گھوڑے کے اوپر اپنے فن کے مظاہرے کرتا ہے۔ اونٹ پر سوار قافلے بھی دکھائے جاتے ہیں اور ہاتھیوں کی دوڑ ہوتی ہے۔

کبھی کبھی ایک صاحب آتا ہے اور وہ ایک بیرا (نوکر) مانگتا ہے۔ حاضرین میں سے ایک لڑکا کھڑا ہو جاتا ہے اور صاحب کا حکم ماننے کا وعدہ کرتا ہے۔ بس صاحب قلابازیاں کھانے، بیٹھک لگانے اور دوڑنے لگ جاتے ہیں۔ لڑکا ان کی نقل کرنے کی

کوشش کرتاہے اور حاضرین ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں

کچھ ہنسی اور کچھ رنج - دھوبن کی اپنی نرالی ہی کہانی ہے - دھوبی کو گرنے جاتا ہے دھوبن روتی ہے - فوراً ہی ایک دوسرا عاشق آکر اُسے تسکین تسلی دیتا ہے اور اُس سے دوسری شادی کی باتیں کرتا ہے - جانسن نے کہا ہے کہ اختلاف کا سلسلہ قائم رہنا چاہئے - یہاں ایک عاشق کا بچھڑنا اور دوسر سے ملنا - یہ دیہاتی زندگی اور دنیا کی اصلی زندگی کی حقیقت ہے -

اس کھیل میں باری باری سے سبھی خاص جذبات دکھائے جاتے ہیں - مذاق کے ساتھ ہی ساتھ عشق و محبت کے جذبات طوائف کے ناچ گانے سے ظاہر کئے جاتے ہیں - اس ناچ کو دیکھ کر نوجوانوں کا سینہ پھول جاتا ہے - محبوبہ کی پتلی کمر، صراحی دار گردن، نرگسی آنکھیں اور ناگن جیسی زلفیں ہیں - کبھی کبھی ایک سے زیادہ پتلیاں ایک ساتھ ناچتی ہیں - کہا جاتا ہے کہ بازی گر کے ہاتھ کی صفائی پر اس ناچ کی کامیابی کا انحصار ہے -

کھیل لڑائی کے ساتھ ختم ہوتا ہے - اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ رزمیہ مناظر کی کثرت ہے - لیکن اس جنگ کے بعد بہادر میدان جنگ میں کام آجاتے ہیں - کیا یہ مناظر میدان جنگ کی ہیبت کی نہیں ظاہر کرتے ؟

کٹھ پتلی والے جانتے ہیں کہ کون سا گانا کس وقت گانا چاہئے - مثلاً جنگ کے وقت آلھا کی تان لی جاتی ہے اور ناچ کے وقت وہی رسیلے راگ "پتلی کمر یا عمریا بالی" یا "چھوٹا سا بلما مورے آنگنا میں گلی کھیلے" وغیرہ - اور غزلوں کا تو ایک تانتا سا بندھ جاتا ہے اور حاضرین بڑے شوق سے انھیں سنتے ہیں اس کے علاوہ سینما کے نئے راگ گائے جاتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ خود سینما دیکھتے ہیں - کیوں کہ گانوں کی وہی راگ ہوتی ہے جو سینما میں ہوتی ہے -

بیچ بیچ میں نصیحت آمیز گانے آتے ہیں - کبیر تُلسی ساکھی اور رحیم کے دوہے اور پھر سے ہری کا نام لینے سے تری کیا جیبھ جلتی ہے؟"

اس دو ڈھائی گھنٹے کے عرصے میں بازی گر کسی نہ کسی بہانے سے دو ایک بار پیسے لیتا ہے داتا اور سخی کے نام کی ناچنے والی ٹھمکی لگاتی ہے نقارچی ڈنکا بجاتا ہے اور بازی گر کود کر حاضرین کے سامنے پیسے مانگنے کے لئے آجاتا ہے دو چار پیسوں کی آمدنی ہو جاتی ہے مگر بیشتر حاضرین پیسے دے کر نہیں چلتے اور نہ ہی یہ سوچ کر چلتے ہیں کہ وہاں پیسہ دینا ہوگا اس لئے کٹھ پتلی والے پہلے ہی محلّہ والوں سے طے کر لیتے ہیں کہ ایک مقررہ رقم یا آٹا دینا ہوگا -

گانا گانے میں جوان عورتیں یا چھوٹے بچے ہی موزوں سمجھے جاتے ہیں - پتلیاں چلانے کا کام بھی نوجوان ہی بہتر کرتے ہیں - ایک بار بوڑھی گانے والی سے پالا پڑ گیا - گلا بیٹھا ہوا تھا اور آواز دھیمی تھی - وہ کھیل کے بارے میں بھی کچھ نہ بتا سکتی تھی - بچوں کا مجمع چلا رہا تھا، نوجوان ناخوش تھے - ایک صاحب نے جاکر بوڑھی سے کہا "تم اچھی طرح سے نہیں گاتیں" جواب صاف تھا - "بیٹا جوانی کہاں سے لاؤں -"

لیکن حاضرین نہ تو بیٹا بننے آئے ہیں نہ بڑھاپے کا رونا سننے کے لئے - وہ تو محبوبہ کے دل کی آواز اور پریوں کے ناچ اور گانے سننا چاہتے ہیں - اگر حاضرین کی یہ خواہش پوری نہ ہو تو کھیل کو ناکام سمجھنا چاہئے -

x x x

اجن صاحب کو اپنی دولت پر گھمنڈ ہے وہ کہہ اٹھے تھے "بیکار کی باتیں ہیں بھلا کٹھ پتلیوں کا کھیل بھی کوئی کھیل ہے" ایک سینما کے شائق طالب علم صاحب کا قول ہے کہ بالکل گنوارو چیز ہے -

گنوارو چیز ہے - ٹھیک ہے - ہاں کچھ کھیل میں کھیل نہیں - لیکن ان معصوم ہستیوں سے تو پوچھئے جو کھانا پانی چھوڑ کر اس کھیل کو دیکھتی ہیں - درست ہے کہ اگر پیسہ ہو تو یہ لوگ سینما دیکھیں - لیکن جب تک پیسہ نہیں تب تک کیا کچھ بھی نہ دیکھیں - اور اپنے اس قدیم کھیل کو چھوڑ دیں ؟ سچ تو یہ ہے کہ ہر ایک سینما ہی کی جگہ سیکڑوں کی تفریح کٹھ پتلیوں یا اسی قسم کی دیہاتی چیزوں سے ہوتی ہے -

اور تفریح زندگی کی ایک خاص ضرورت ہے اگر یہ کہیں کہ تفریح ہی زندگی بھی ہے تو شاید یہ بھی مبالغہ نہ ہوگا - ہاں تفریح قاعدے کی ہونی چاہئے - کلب ادبی انجمنیں سماج سدھارنے والی جماعتیں نمائش اور مظاہرے سبھی تفریح کے ذریعے ہیں - اور اس زمانے میں ہم ان زندگی کا اہم جزو سمجھتے ہیں یہ تفریح کے ذریعے اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ ان کے ذریعے ہم اپنی قدیم تہذیب کا سبق سیکھتے ہیں یا موجودہ تہذیب کا مطالعہ کرتے ہیں اور سماج کو ایک قدم آگے بڑھاتے جاتے ہیں -

کٹھ پتلیوں کا کھیل تہذیبی پروپیگنڈے کا خاص ذریعہ ہے - خصوصاً دیہاتی اور جاہل عوام میں -

واقعات کا تسلسل اور ان کی تواریخ پڑھانا عالموں کا کام ہے لیکن تاریخی کرداروں کے نام، ان کا مقام، ان کے لباس اور قدیم جنگی طریقوں کا سچا خاکہ حاضرین کے سامنے پیش کرنا ان غریب اور جاہل کہے جانے والے کٹھ پتلیوں والوں کا کام ہے -

پندرھویں صدی کے راج دربار میں گوری لیشن یا اپ ٹو ڈیٹ صاحب لاکر بیسویں صدی بھی دکھانا اور ناخواندہ عوام کو نئے زمانے کی جھلک دکھلانا بھی مناسب ہی معلوم ہوتا ہے - اپنے کچھ غلط یا بالکل غلط الفاظ میں کٹھ پتلیوں ہی کے بہانے بہت سے نئے اردو

اور انگریزی کے الفاظ کی یہ داخ رات اشاعت کیا کرتے ہیں۔

اور پھر دن بھر کے تھکے ماندے لوگوں کے لئے سامان تفریح بہم پہنچانا اور ان کی نسوانیت حسن و عشق اور بہادری کے جذبات جگانا کوئی گناہ نہیں۔ ماہرین نفسیات اس سلسلے میں غالباً ہمارے ساتھ ہوں گے۔

× × × ×

یورپ میں گانے بجانے والوں (Bard) اور آوارہ پھرنے والی عورتوں پر نظمیں لکھی گئی ہیں۔ وڈزورتھ کے جوتکہ بیننے والے کو اپنی ایک نظم کا موضوع بنایا کیٹس نے یونانی خانقاہ کے ایک پینٹ ہی نے ڈگرامیا، میں بیانی روح بھر دی۔ لیکن کٹھ پتلیوں والوں کی قدر افزائی غالباً مغل حکومت کے بعد گنگا ناتھ جھا ہوشل ہی میں ہوئی۔

سوسائٹی کا رنگ

(حضرت جوش ملیح آبادی)

حوصلے سرنگوں امیدیں شل
آرزو بار یاس سے بوجھل
نشہ بجھتا ہوا سا ایک شرار
کیف گرتی ہوئی سی اک دیوار
ہر لطیفے کی تہ میں رنج و محن
ہر ظرافت میں ایک پھیکا پن
شرم سے آب آب جولانی
ہر ہنسی شرم سار کھسیانی
خال و خد میں دھواں بنادے کا
کرب بالقصد مسکراہٹ کا
پھیکے سرد زمزمے مجروح
قہقہے تک تھکے ہوئے بے روح
صرف سے دے کے زرق برق لباس
ولولے اشکبار روح اداس
زرد چہرے نقاب زریں میں
سرد لاشیں لباس رنگیں میں
نہ تلاطم نہ تازگی نہ ترنگ
یہ ہے اپنی سوسائٹی کا رنگ

(نیا ادب اور کلیم)

ہزایکسلنسی جناب گورنر بہادر یو پی کی موضع ستوہ میں تشریف آوری

(جناب بابو گلم چند شرما انسپکٹر زراعت کوچ ضلع جالون)

جی۔ آئی۔ پی ریلوے جھانسی۔ کانپور لائن پر ایٹ جنکشن سے قریب ۲ میل جانب مغرب ضلع جالون میں محکمہ گرام سدھار کے ایک مرکزی مقام موضع ستوہ کا معائنہ ہزایکسلنسی جناب گورنر بہادر ممالک متحدہ آگرہ و اودھ نے ۲۱ اگست سنہ ۴۶ء بوقت ۱۱ بجے دن کیا۔ صاحب ممدوح عین وقت پر معہ اپنے اسٹاف کے تشریف لائے۔ پنچایت گھر جو کہ محکمہ گرام سدھار کی اعانت سے تعمیر ہوا ہے کے قریب ہی آپ اپنی کار سے وارد ہوئے۔ اولاً محکمہ گرام سدھار اسکاؤٹس ریلی کی جانب سے آپ کو گارڈ آف آنر دیا گیا۔ اس کے بعد آپ نے محکمہ گرام سدھار کی طرف سے ازسر نو مرمت شدہ سینیٹری کنوئیں۔ آیورویدک اسپتال نیز (Maternity Centre) کا معائنہ کیا۔ آگے چل کر گورنر ممدوح نے تیار کردہ محکمہ گرام سدھار کے نمونے کے طور پر بنے ہوئے مویشی خانے کو ملاحظہ فرمایا۔ پھر آنجناب نے محکمہ مذکور کی جانب سے ایجاد کردہ کتائی۔ بنائی۔ کے کام کو ملاحظہ فرمایا۔ یہاں چند مستورات بذریعہ چرخہ سوت کات رہی تھیں۔ یہاں حضور ممدوح نے خاص دلچسپی لی۔ مابعد آپ پرائمری اسکول میں تشریف لائے۔ جہاں بذریعہ بوائے اسکاؤٹس آپ کا خیر مقدم کیا گیا اور بذریعہ لیزم قومی گیت گایا گیا۔ یہاں حضور موصوف نے بچوں کی ہاتھ کی دستکاری کی اشیاء کو ملاحظہ فرمایا۔ نیز ابتدائی جبیک تعلیم کے درجات کا کام بغور ملاحظہ فرما کر خوشی کا اظہار کیا۔

بعد ازاں نواب گورنر بہادر۔ گرام سدھار ایسوسی ایشن کے چیرمین نیز ضلع جالون کے اعلیٰ افسران کے ساتھ محکمہ زراعت کی جفاکشی کے ذریعہ مہیا شدہ زراعت۔ مویشی کی نمائش گاہ میں تشریف لائے۔ خاص گیٹ پر مسٹر ماتھر صاحب ڈیویژنل سپرنٹنڈنٹ محکمہ زراعت نے آپ کا خیر مقدم کیا اور قرب و جوار کے مواضعات سے آئے ہوئے عمدہ نسل کے بیلوں۔ بچھڑوں وغیرہ کا معائنہ کرایا۔ نمائش گاہ میں حصار وغیرہ کی عمدہ نسل کے مویشی ایک طرف باندھے گئے تھے اور دیسی دوسری طرف۔ نمائش گاہ مویشی سے کھچا کھچ پر تھی۔ جناب ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ نیز جناب چیرمین موصوف نے نمائش گاہ کی دیگر باتوں کو نواب گورنر بہادر کو دکھلایا۔ برسالی کمپوسٹ (کھاد) بنانے کا طریقہ۔ ہری کھاد کے لئے سنئی کی فصل قطاروں میں مکا کی فصل وغیرہ دکھلائی گئی۔ کٹی کاٹنے کی مشین (Chaff cutter) اسکرو واٹر لفٹ (Screw water lift) پانی اٹھانے کا آلہ۔ گز جرہل وغیرہ وغیرہ زراعت کے آلات کام کرتی ہوئی حالت میں دکھلائے گئے۔

بعد ازاں حضور ممدوح پنچایت گھر میں تشریف لائے جہاں قرب و جوار کے مواضعات کے کاشتکاران کے ذریعہ لائے گئے دیسی اور عمدہ بیجوں کے نمونے سیکڑوں کی تعداد میں رکھے ہوئے تھے۔ آخر میں آپ پنچایت گھر کے سامنے نصب کئے ہوئے شامیانے میں تشریف فرما ہوئے۔ یہاں بذریعہ اہل آبادی ایک سو ایک روپیہ کی تھیلی آپ کو نذر کی گئی۔ اس کے بعد آپ معہ اسٹاف کے اورائی کے لئے روانہ ہوئے۔

جناب ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ محکمہ زراعت جھانسی نے عمدہ نسل کے تندرست بیل بچھڑے وغیرہ اور ترقی دادہ تخموں پر انعام تقسیم کیا۔ اس طرح یہ جلسہ جس میں پبلک کافی تعداد میں اکٹھا ہوئی تھی بخیر و خوبی نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔

ایکٹیویٹیڈ کمپوسٹ بنانے کا طریقہ

مطابق نوٹ جناب ڈاکٹر گلبرٹ۔ جے۔ فاولر۔ ڈی۔ ایس سی۔ ایف۔ آئی۔ ایس

(از جناب سید زہیر قین نقوی۔ ایل۔ اے۔ جی انسپکٹر سرکاری باغات لکھنؤ)

میں نے اپنے گزشتہ مضمون میں جس کی سرخی "دہاں سے دھرتی ماتا بھوکوں مر رہی ہے" تھی۔ مختلف کھادوں کے متعلق مختصراً بیان کیا تھا۔ جس میں کمپوسٹ بنانے کا طریقہ بھی بتایا تھا۔ کمپوسٹ کئی طریقوں سے جو کہ محکمہ زراعت میں رائج ہیں کم و بیش محنت اور خرچ کے ساتھ مختلف اشیاء سے بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن ان سب کمپوسٹوں سے بہتر اور فائدہ مند ایکٹیویٹیڈ کمپوسٹ ہے۔ جو کہ ہر ایک ترقی دادہ فارموں اور باغیچوں میں نہایت کامیابی کے ساتھ بنایا جا سکتا ہے۔ اس کمپوسٹ کی تیاری کی ابتدا اس صوبہ میں۔ ہز ایکسلنسی سر مارس ہیلٹ گورنر یوپی اور لیڈی ہیلٹ نے کی ممدوحین کی فن زراعت و باغات کی قابلیت اور دلچسپی نے تھوڑے ہی عرصہ میں باغات کی اصلاح میں ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ کمپوسٹ کا کھاد لیڈی ہیلٹ کی ذاتی نگرانی و ہدایات کے مطابق گورنمنٹ ہاؤس لکھنؤ میں تیار کیا گیا ہے اور اس کی کامیابی موصوفہ کی اعلیٰ قابلیت اور زراعت و باغات سے انتہائی دلچسپی کا ایک نمونہ ہے۔

عام اصول۔ پودے کی غذا کے لئے خاص اجزاء نائٹروجن۔ فاسفورس اور پوٹاش ہیں جو کہ مختلف تناسب میں مختلف پودوں اور جانوروں کے بیکار حصوں میں پائے جاتے ہیں۔ نائٹروجن جانوروں کے فضلہ مثلاً گوبر و پیشاب اور پھلی دار پودوں میں مثلاً مٹر وغیرہ اور بہت سے درختوں اور پودوں کی پتیوں میں ہوتا ہے۔ فاسفورس جانوروں کے فضلہ میں ہوتا ہے۔ پوٹاش پودوں کے تنوں اور شاخوں میں ہونے کی وجہ سے لکڑی کی راکھ میں پایا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ ظاہر ہوا کہ یہ تینوں اجزا ایک معمولی باغ اور مویشی خانوں کے کوڑوں میں موجود ہیں جن کے قاعدہ کے ساتھ عمدہ سڑنے سے پودہ کی غذا عمدہ تیار ہونے کے علاوہ ایک خاص بھورے رنگ کی مٹی سی تیار ہو جاتی ہے جس کو ہیومس کہتے ہیں جو کہ پودے کی نشوونما اور زمین اچھی بنانے کے لئے ضروری ہے۔

طریقہ۔ باغ یا فارم کا تمام کوڑا کرکٹ مثلاً کھر پتوار۔ ہرا یا سوکھا گھاس پھوس گھروں اور باورچی خانوں کا کوڑا کرکٹ و راکھ وغیرہ جس میں اینٹیں یا روڑے پتھر نہ ہوں جمع کر لیا جائے۔ اگر ان چیزوں میں کچھ لمبے ڈنٹھل وغیرہ ہوں تو ان کو گنڈاسے کاٹ کر باریک کر دیا جائے۔ ان سب چیزوں کو ملا کر ایک ڈھیر کم از کم چھ فٹ لمبا۔ تین فٹ چوڑا اور دو فٹ اونچا بنا لیا جائے۔ اگر یہ سامان زیادہ مقدار میں ہے تو ڈھیر کی لمبائی بارہ ۱۲ فٹ۔ چوڑائی چار فٹ اور اونچائی چار فٹ تک ہو سکتی ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ ہو تو ڈھیر کی لمبائی اور بڑھائی جا سکتی ہے لیکن چوڑائی اور اونچائی زیادہ بڑھانا ٹھیک نہیں اسکے بعد ایک ٹوکری بھر یا ایک من تازہ گوبر میں اتنا پانی مع پیشاب یا پیشاب کی مٹی کے ملایا جائے کہ پتلا شوربہ (سلری) بن جائے گوبر کے بجائے پاگانہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس شوربہ میں تھوڑا سا ہڈی کا چورا بھی ملانا بہت فائدہ مند ثابت ہوا ہے۔ ڈھیر کو الٹ پلٹ کر یہ شوربہ اس طرح چھڑکا جائے کہ اس ڈھیر کا ہر ایک چیز اچھی طرح تر ہو جائے۔ ڈھیر کو روزانہ اس شوربہ سے تر کر دیا جائے یہاں تک کہ ٹمپریچر انتہائی بڑھ کر گھٹنا شروع ہو جائے اور اس ڈھیر کے اجزا ہاتھ سے ملنے سے ٹوٹنے لگیں۔ ڈھیر کا وقتاً فوقتاً ٹمپریچر لینا بہت ضروری ہے۔ جاڑوں کے موسم میں ڈھیر کا ٹمپریچر لکھنؤ میں ۱۴۰ فارن ہائٹ تک پہنچتا ہے۔ گرمی کے موسم میں ۱۶۰ ڈگری اور شروع برسات میں ۱۳۰ فارن ہائٹ تک۔ اس حالت میں پہنچکر اس ڈھیر میں اشارتاً ایکٹیویٹر بن جاتا ہے۔ اب جبکہ ٹمپریچر گھٹنے لگے اور اس ڈھیر کے اجزا ہاتھ سے ملنے سے ٹوٹنے لگیں تو اس ڈھیر کا ایک چوتھائی حصہ لے کر ڈھیر سے دو تین فٹ کے فاصلہ پر لگا دیا جائے۔ اس چوتھائی حصہ سے دوسرے ڈھیر کی ابتدا شروع ہوتی ہے پہلے ڈھیر کی چوتھائی کمی متذکرہ بالا تازہ چیزیں یعنی پتی گھاس پھوس وغیرہ سے پوری کیجائے۔ ان چیزوں کو پہلے والے ڈھیر میں اچھی طرح پھاوڑے یا کدال یا پانچا سے ملا کر ڈھیر کو سڈول بنا دیا جائے۔ اس پہلے ڈھیر اور دوسرے چوتھائی ڈھیر پر متذکرہ بالا شوربہ اتنا چھڑکتے رہنا چاہیئے کہ ڈھیر کا ہر جز نم رہے نہ کہ تر۔ نئی چیزیں ملانے کے دو چار دن ہی بعد پہلے ڈھیر کا ٹمپریچر پھر بڑھنا شروع ہوگا۔ جب ٹمپریچر گھٹنے لگے اور ڈھیر کے اجزاء ٹوٹنے لگیں تو اس ڈھیر سے ایک چوتھائی پھر لیکر دوسرے چوتھائی ڈھیر میں اچھی طرح ملا دیا جائے۔ اب یہ دوسرا ڈھیر نصف ڈھیر ہو گیا۔ پہلے ڈھیر کو پھر نئی چیزوں سے پورا کر دیا جائے۔ اب پہلے ڈھیر کا ٹمپریچر پھر بڑھنے لگا۔ جب گھٹنے لگے تو پھر ایک چوتھائی لیکر دوسرے نصف ڈھیر میں ملا دیا جائے۔ اب دوسرا ڈھیر ¾ ڈھیر ہو گیا۔ پہلے والے ڈھیر کو پھر نیا سامان ملا کر پورا کر دیا جائے اور جب کہ اس کا ٹمپریچر پھر بڑھ کر گھٹنا شروع ہو جائے تو پھر پہلے ڈھیر کا چوتھائی کاٹ کر دوسرے ڈھیر میں ملا کر اس کو پورا کر دیا جائے اور پہلے ڈھیر میں پھر نیا سامان ملایا جائے۔

اس بات کا خیال رہے کہ متذکرہ بالا شوربہ کی چھڑکائی ڈھیروں میں نمی قائم رکھنے کے لئے جاری رہے گی۔ اس کے بعد جب پہلے ڈھیر کا تیسرا ہفتہ گھٹنا شروع ہو جائے تو دوسرے ڈھیر کا ایک چوتھائی لے کر دوسرے ڈھیر سے دو تین فٹ کے فاصلہ پر ایک چوتھائی تیسرا ڈھیر لگایا جائے۔ پہلے ڈھیر سے ایک چوتھائی لے کر دوسرے ڈھیر کو پورا کر دیا جائے۔ اور پہلے ڈھیر میں پھر تازہ سامان ملا دیا جائے۔ یہ طریقہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ تیسرا ڈھیر پہلے اور دوسرے ڈھیر کے برابر ہو جائے۔ اس بات کا خیال رہے کہ تازہ سامان صرف پہلے ہی ڈھیر میں ملایا جائے گا۔ تیسرا ڈھیر پورا ہو جانے کے کچھ دنوں بعد تیسرے ڈھیر کا کھاد استعمال کے قابل ہو جائے گا اور اس کے تمام اجزاء باریک ہو جائیں گے۔ ایسا ہونے پر تیسرے ڈھیر کا ایک چوتھائی ایک چھلنی میں چھان کر علیحدہ ڈھیر بنا کر احتیاط سے رکھ دیا جائے اور اگر ضرورت ہو تو فوراً استعمال کر لیا جائے۔ اب اس تیسرے ڈھیر کی چوتھائی کمی دوسرے ڈھیر کے چوتھائی حصہ سے پوری کی جائے اور دوسرے ڈھیر کی پہلے ڈھیر سے۔ اور پہلے ڈھیر کی تازہ اشیاء سے۔

یو۔ پی میں تین ہی ڈھیر بنانے سے تین مہینہ کے اندر تیسرے ڈھیر کا کھاد استعمال کے قابل ہو جائے گا۔ اگر نہ ہو تو اسی ترکیب سے چوتھا ڈھیر بنا لیا جائے۔ تمام ڈھیروں پر متذکرہ بالا شوربہ چھڑک کر نم رکھا جائے۔ ڈھیر جیسے جیسے تیار ہوتے جائیں گے۔ ان میں شوربہ کی چھڑکائی کی ضرورت کم ہوتی جائے گی۔ کیونکہ اس میں پانی روکنے کی طاقت بڑھتی جائے گی۔ گویا پہلے ڈھیر میں سب سے زیادہ شوربہ چھڑکنا ہوگا۔ شوربہ کی چھڑکائی کسی وقت بھی اتنی نہ ہو کہ ڈھیر میں کیچڑ ہو جائے۔ اکثر اوقات یہ بھی ممکن ہے کہ اکثر مقامات پر جراثیم کے لئے آب و ہوا موافق ہونے کی وجہ سے ڈھیر جلد سڑ جائیں تو ایسی حالت میں بجائے چوتھائی ڈھیر کے ایک مرتبہ میں نصف ڈھیر سے کام لیا جا سکتا ہے۔

عمدہ بیج اور اُن سے فائدے

(از قلم مسٹر پیارے لال گرگ - پروفیسر زراعت
اگریکلچر کالج کانپور)

کھیت میں اچھے اور بیماری سے محفوظ بیج بونے سے تندرست اور مضبوط پودے پیدا ہوتے ہیں۔ ناقص۔ گھنے سڑے اور کچے بیج اگتے ہی نہیں۔ بیمار بیجوں سے فصلوں میں بیماریاں ہو جاتی ہیں اور پیداوار کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے کاشتکار کو مناسب ہے کہ اچھے اور توانا و تندرست بیج بونے کے لئے کام میں لاویں۔

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بیج میں ملاوٹ ہوتی ہے۔ سفید گیہوں میں لال گیہوں کے دانے ملے رہتے ہیں۔ سرسوں اور راہی کبھی مل جاتی ہے۔ ایسے بیج کو بونے سے خالص پیداوار نہیں ہوتی۔ ملاوٹی پیداوار کی قیمت بازار میں کم ملتی ہے۔ ایسا ہی کپاس میں ہوتا ہے۔ لمبے ریشہ والی کپاس اور چھوٹے ریشہ والی کپاس کا ملا ہوا بیج بونے سے پیداوار میں ملاوٹ آ جاتی ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ دونوں قسم کی کپاسیں الگ الگ بوئی چنی اور رکھی جائیں۔ تبھی اچھی قیمت ملے گی۔ بیج بھی خالص رہیگا۔ مکا کی جلد تیار ہونے والی فصل اور دیر میں تیار ہونے والی فصل کے دانے ملے رہنے سے پوری فصل ایک وقت پر تیار نہیں ہوتی۔ کھیت بھرا رہتا ہے۔ دیر تک رکھوالی کرنی پڑتی ہے۔ اسی کھیت میں دوسری فصل بونے میں دیر ہو جاتی ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ ایک ساتھ تیار ہونے والی فصل کے بیج ہی ایک کھیت میں بوئے جائیں۔

کاشتکاروں کی غفلت سے بیجوں میں بہت ملاوٹ ہو گئی ہے اور اُن میں طرح طرح کی بیماریاں لگ گئی ہیں۔ جس سے کہ فصلوں کی پیداوار گھٹ گئی ہے۔ محکمہ زراعت نے مختلف فصلوں کے بیجوں کی جانچ کر کے اُن کی تندرست اور خالص قسمیں۔ آب و ہوا۔ زمین۔ آبپاشی اور مانگ کا خیال کر کے نکالی ہیں۔ اگر اُن کو بویا جائے تو پیداوار بھی زیادہ ہوگی اور بازار میں قیمت بھی زیادہ ملے گی۔ اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ کاشتکار بھی آئندہ سال بونے کے لئے بیجوں کو خالص اور تندرست رکھیں۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکیں گے تو بیج کی خراب حالت ہو جاویگی۔

کاشتکاروں کو چاہئے کہ جب وہ کسی خالص اور تندرست بیج کو اپنے کھیت میں بوویں اور جب پھول یا دانہ نکلنے کا وقت آوے تو اس بات کی جانچ کریں کہ فصل خالص اور تندرست ہے یا نہیں۔ اگر دو چار پودے دوسرے قسم کے دکھائی پڑیں تو اُنھیں فوراً نکال کر پھینک دیں۔ بیمار پودوں کو کھیت میں سے الگ لیجا کر جلا دیں۔ اگر بیماری بیج میں پہنچ گئی ہو تو اُسے آئندہ سال بونے کے کام میں نہ لاویں۔ فصل پک جانے پر کاٹتے وقت دیکھیں کہ بیج کچا یا چھوٹا تو نہیں رہ گیا۔

کھلیان میں اس بات کا خیال رکھیں کہ ایک قسم کے بیج دیگر قسم سے نہ ملنے پاویں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک قسم فصل کی مڑائی کے بعد کھلیان صاف نہیں کیا جاتا کچھ دانے پڑے رہجاتے ہیں جب دوسری قسم کی فصل کی مڑائی ہوتی ہے تو وہ اس میں مل جاتے ہیں۔ بیجوں میں ملاوٹ خاصکر کھلیان میں ہوتی ہے اس لئے وہاں پر بہت ہوشیاری کی ضرورت ہے۔

گھنا۔ سڑا۔ کچا اور ٹوٹا پھوٹا بیج آنکھوں سے پہچانا جا سکتا ہے اگر کھر پتوار کے بیج ملے ہوں تو وہ بونے سے پہلے الگ کر لینے چاہئیں۔ پانی میں ڈالنے سے اگر زیادہ بیج تیر نے لگیں بونے کے قابل نہیں ہوتے بیج جمینگے یا نہیں اسکا تجربہ اسطرح کیا جا سکتا ہے

ایک طشتری میں بالو بھر کر ۱۰۰ بیج گن کر بو دینا چاہئے۔ وقت وقت پر پانی دیکر بالو کو تر رکھیں۔ اگر ۹۰ فیصدی سے زیادہ بیج جم آویں تو توانائی کے قابل ہیں۔

کسانوں کا کوآپریٹو بینک

از جناب جے۔ پی۔ مشر، پبلسٹی آفیسر محکمہ امداد باہمی۔ یو۔ پی

ہمارے دیہاتوں میں ایسے بہت کم کسان ہوں گے جنہیں قرض لینے کی ضرورت نہ پیش آتی ہو۔ زیادہ تر شادی بیاہ، مقدمہ بازی، بیل و بیج خریدنے یا گھر کا خرچ چلانے کے لئے قرض لیتے ہیں اور اس کے لئے انہیں گاؤں کے مہاجن کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ مہاجن کسان کی حیثیت کم ہونے کی وجہ سے اور اُسے غرضمند سمجھ کر من مانا سود لیتے ہیں یہی نہیں بلکہ کبھی کبھی تو وہ کسان کو دیتے کچھ ہیں اور لکھواتے کچھ ہیں۔ نہ ادائیگی کی ٹھیک رسید دیتے ہیں اور نہ حساب کتاب صاف رکھتے ہیں۔ اُن کی ہمیشہ یہی خواہش رہتی ہے کہ کسان ہمیشہ محتاج رہے تاکہ وہ ہمیشہ اُسے نفع حاصل کرتے رہیں۔ بھلا جن کی یہ نیت ہو اُن سے کسانوں کو کیونکر فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غریب کسان قرض کی بیماری سے پریشان ہیں اور نہیں جانتے کہ اُن کو اس سے کس طرح نجات مل سکتی ہے۔

سب بیماریوں کی کچھ نہ کچھ دوا ہوتی ہے اسی طرح قرض کی بیماری کی بھی دوا ہے اس دوا کا نام "امداد باہمی" یا آپس میں مل کر کام کرنا ہے۔ گاؤں کے دس بیس کسان مل کر ایک دوسرے کی بھلائی کے لئے ایک جماعت یا سوسائٹی بنا لیتے ہیں۔ اور یہ طے کرتے ہیں کہ سب لوگ مشترکہ ذمہ داری پر آپس میں لین دین کے لئے قرض لیں گے۔ مہاجن کو یقین ہو جاتا ہے کہ اُس کا روپیہ نہ ڈوبے گا کیونکہ ایک کے ادا نہ کرنے پر باقی سب مل کر اُس کو پورا کر دیں گے۔ اس لئے وہ سوسائٹی کو کم سود پر قرض دینے کو تیار ہو جاتا ہے۔ جب سوسائٹی کو کم سود پر قرض ملتا ہے تو وہ اس سوسائٹی میں شامل ہونے والے لوگوں کو کم سود پر قرض دیتی ہے۔ اس اصول پر کام کرنے والی سوسائٹی کو دیہاتی بینک کہتے ہیں۔ اس کا مقصد صرف کم سود پر لوگوں کو قرض دینا ہی نہیں ہے بلکہ اُنکے درمیان میل جول، کفایت شعاری اور ایک دوسرے کی مدد سے اپنے پیروں کھڑے ہونے کی عادت پیدا کرنا ہے۔

بینک میں صرف ایسے ہی لوگ داخل ہو سکتے ہیں جو ایماندار، نیک چلن اور آس پاس گاؤں کے رہنے والے ہوں۔ داخل ہونے والے لوگوں کو ممبر کہتے ہیں جب تک ممبر بینک کا کم سے کم ایک حصہ نہیں خریدتا اور ایک روپیہ حصے کا نہیں جمع کرتا تب تک وہ قرض نہیں پا سکتا۔ حصے کی قیمت بیس روپیہ ہوتی ہے اور وہ بیس ششماہی قسطوں میں ادا کی جاتی ہے۔ جب تک ممبر سوسائٹی میں شامل رہتا ہے تب تک اُسے اپنے حصے پر منافع ملتا رہتا ہے۔ بینک سے علیحدہ ہونے پر حصے کا روپیہ واپس کر دیا جاتا ہے۔

بینک کا سارا انتظام اور کام ممبر ہی کرتے ہیں۔ اس کے لئے ممبروں کا ایک جلسہ عام مہینے میں ایک مقررہ تاریخ پر ہوتا ہے جس میں فصل کی جانچ اور نئے ممبروں کا داخلہ ہوتا ہے اور بینک کی ترقی اور گاؤں سدھار کی تدابیر سوچی جاتی ہیں۔ ماہانہ جلسوں کے علاوہ ہر سال ایک سالانہ جلسہ ہوتا ہے جس میں سال بھر کی کل کارروائی، نفع و نقصان اور بینک کی مالی حالت سے ممبروں کو آگاہ کیا جاتا ہے۔

سالانہ جلسے میں بینک کا انتظام کرنے اور روزانہ کا کام چلانے کے لئے سب ممبر مل کر اپنے میں سے عام طور سے ۵ یا ۷ آدمیوں کی ایک پنچایت کا انتخاب کرتے ہیں۔ ان پنچوں میں جو شخص سب سے زیادہ سمجھدار ہوتا ہے اور جس کی سب تعظیم کرتے ہیں سرپنچ منتخب کیا جاتا ہے سرپنچ عموماً خزانچی کا کام بھی انجام دیتا ہے مگر جب کوئی دوسرا اچھا پنچ مل جاتا ہے تو یہ خدمت اُس کے سپرد کر دی جاتی ہے۔ سوسائٹی کے کاغذات و حساب کتاب رکھنے و لکھنے کے لئے ایک منشی کا بھی انتخاب ہوتا ہے۔ ممبروں میں کوئی پڑھا لکھا آدمی نہ ہونے پر کوئی بیرونی شخص بھی منشی کے فرائض انجام دے سکتا ہے۔ یہ پنچایت بینک کی طرف سے اس کا انتظام کرتی ہے۔ پنچایت ہی باہر سے بینک کے لئے روپیہ قرض لیتی ہے اور یہی ممبروں کو قرض دیتی ہے اور قرض کی وصولیابی کرتی ہے۔ پنچایت ہی کے انتظام پر بینک کے اچھے یا بُرے نام اور حیثیت کا دارومدار ہے۔

ابتدا میں بینک کا اپنا سرمایہ بہت کم ہوتا ہے۔ اتنا کہ اُس سے ممبروں کی ضروریات کی تکمیل ہوتی رہے۔ اس لئے اُسے باہر ہی سے قرض لینا پڑتا ہے۔ جس مہاجن سے دیہاتی بینک قرض لیتا ہے اُسے ضلع بینک کہتے ہیں۔ جس طرح ممبر کو بغیر حصہ خریدے دیہاتی بینک سے قرض نہیں مل سکتا ٹھیک اسی طرح دیہاتی بینک کو بھی بلا ضلع بینک کا حصہ خریدے قرض نہیں ملتا۔ ضلع بینک دیہاتی بینکوں کو عام طور سے ۸ سے ۱۰ روپیہ سینکڑہ سالانہ سود پر قرض دیتا ہے۔ اور دیہاتی بینک اپنے ممبروں کو ۱۲ سے ۱۵ روپیہ سیکڑہ سالانہ سود پر قرض دیتا ہے۔ جب دیہاتی بینک کچھ دن کام کر کے اپنا ذاتی سرمایہ جمع کر لیتا ہے تو شرح سود اور بھی کم ہو جاتی ہے۔

بینک صرف ممبروں ہی کو قرض دیتا ہے اور وہ بھی حیثیت دیکھ کر۔ قرض ضروری اور ایسے ترقی پسند کاموں کے لئے دیا جاتا ہے جس کے ذریعے ممبروں کی آمدنی بڑھے بیل بیج اور کھاد خریدنے، روزمرّہ کا گھر کا خرچ چلانے اور کبھی کبھی لگان ادا کرنے کے لئے قرض ملتا ہے۔ ممبر کو قرض کا روپیہ اُسی کام میں لگانا پڑتا ہے جس کے لئے اُس نے قرض لیا ہو۔ قرض کا سارا روپیہ یکمشت نہیں وصول کیا جاتا بلکہ اُس کی چھوٹی چھوٹی قسطیں کر دی جاتی ہیں۔ اگر کوئی ممبر قرض نہ ادا کرے تو حکومت بقایا قرض مالگذاری کی طرح تحصیلدار کے ذریعے وصول کرا دیتی ہے۔

بینک کے لین دین میں جو منافع ہوتا ہے اسکا کم از کم ۲۵ فیصدی ہر سال بچت کی پونجی میں جمع کرنا پڑتا ہے۔ حصّے کے روپے کی طرح یہ بچت کی پونجی بھی بینک کا ذاتی سرمایہ ہے جو ممبروں کو قرض دینے کے کام میں آتا ہے جیسے جیسے بینک میں زیادہ بچت کی پونجی جمع جاتی ہے ویسے ویسے باہر سے یعنی ضلع بینک سے کم قرض لینا پڑتا ہے۔ زیادہ پونجی ہونے سے بینک کی حیثیت بڑھ جاتی ہے اور کم سود پر روپیہ ملنے لگتا ہے۔ بچت کی پونجی کا روپیہ ممبروں میں بھی نہیں تقسیم کیا جاتا اور بینک کے ٹوٹنے پر بھی یہ گاؤں کے عام فائدوں کے کام میں صرف ہوتا ہے۔

بینک کی رجسٹری قانون کے مطابق رجسٹرار صاحب کے دفتر میں کرائی پڑتی ہے تاکہ اسے قانون میں دی ہوئی رعایتیں مل جائیں۔ حکومت نے قانونی مراعات کے علاوہ بینکوں کی دیکھ بھال نگرانی و حساب کتاب کی جانچ پڑتال کے لیے ایک محکمہ بھی قائم کر رکھا ہے۔ لیکن یہ سرکاری محکمہ نہ تو بینک کو قرض دیتا ہے اور نہ اُس کا انتظام کرتا ہے۔ ممبر ہی اپنے بینک کے مالک ہوتے ہیں۔ بینک کا لین دین اور اُس کا سب انتظام اُنھیں کے ہاتھ میں رہتا ہے اس وقت ہمارے صوبے میں تقریباً آٹھ ہزار دیہاتی بینک ہیں جن میں تقریباً دو ہزار ایسے ہیں جنھوں نے اپنا ذاتی سرمایہ جمع کر لیا ہے اور اپنے ممبروں کو کم سود پر قرض دیتے ہیں ان کا کام صرف قرض دینا ہی نہیں ہے بلکہ فضول خرچی روکنا۔ اسکول قائم کرنا، زراعتی پیداوار بڑھانا، گاؤں کی صفائی اور دواؤں کا انتظام کرنا، چھوٹے موٹے جھگڑے آپس میں طے کرا دینا، اور غلے کی فروخت کا کام بھی ہے۔

کسانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے ضلع کے محکمہ امداد باہمی کے انسپکٹر سے لکھا پڑھی کرکے بینک قائم کرائیں اور اس کے ممبر بن کر فائدہ اٹھائیں۔

جاڑے کے موسم میں پھلوں کے پودوں کو باغ میں لگانا

از جناب مسٹر جیتہ۔ جی۔ پرشن سپرنٹنڈنٹ سرکاری باغ چوبٹیا

جاڑے کے موسم میں جبکہ پہاڑی باغیچوں میں اور دوسری قسم کا کام بہت تھوڑا کیا جاتا ہے پھلوں کے پیڑوں کو لگانے کا کام بڑی کامیابی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ اس موسم میں قریب قریب سب طرح کے پودے سوتی ہوئی حالت میں رہتے ہیں اور بہت سے پودوں کی تو پتیاں بھی گر جاتی ہیں اس حالت میں ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بے خوف ہوکر بغیر کسی طرح کے نقصان پہنچائے بہت آسانی سے لگایا جا سکتا ہے کیونکہ یہ موسم پودوں کے لئے آرام کرنے کا ہوتا ہے۔

پیڑ لگانے کا کام تو برسات کے موسم میں بھی کیا جا سکتا ہے جبکہ پودے بالیدگی کی حالت میں ہوا کرتے ہیں لیکن اُوپر بتلائے ہوئے وجوہات سے پت جھڑ والے پودے کو کسی دوسرے موسم کے بجائے جاڑے کے ہی موسم میں لگانا پسند کیا جاتا ہے۔

پودوں کی پتیاں گرتے ہی اُن کو خاصکر نومبر۔ دسمبر کے مہینوں میں یعنی پالی و برف کے ساتھ کافی جاڑا شروع ہونے کے پہلے ہی باغ میں لگا دینا بہت مفید ہوتا ہے۔

بہت سے باغ والے ایک غلطی یہ کرتے ہیں کہ جس جگہ پر باغ لگانے کی تجویز کیا ہو اُس زمین کو اصل پیڑ لگانے کے موسم سے مہینوں پہلے سے نہ تو صاف ہی کروا لیتے ہیں اور نہ پودے لگانے کے واسطے کسی قسم کی تیاری ہی کر رکھتے ہیں۔

چاہیے جس طرح کی بھی زمین ہو زینہ دار کھیت ہوں یا ڈھلوان اس کو ٹکڑوں میں تقسیم کرکے نشانات لگوا دینے چاہئیں۔ جس سے کہ



پھل کے درختوں کی پالے وغیرہ سے حفاظت (صحیح طریقہ)

الگ الگ قسم کے پھلوں کے لئے الگ الگ ٹکڑے ہوں۔ اس طرح نشان لگانے کے بعد اور پانی کے نکاس کے لئے نالیاں نکال کر اور پودوں کے لئے ٹھیک ٹھیک فاصلے پر نشان لگا کر گڈھوں کو کھود کر اُن میں مناسب کھاد اور مٹی ملا کر بھر دیا جائے۔ یہ سب کام برسات شروع ہونے کے پہلے ہی ہو جانے سے بہت اچھا رہتا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ برسات میں گڈھوں میں جو مٹی و کھاد بھری گئی تھی

ٹھیک طور سے دب کر بیٹھ جائے اور اس طرح گڈھوں میں یا نالیوں میں جو خرابیاں رہ گئی ہوں وہ جاڑے میں پودوں کو لگانے کے پہلے ہی ٹھیک کر دی جائیں مثلاً کسی گڈھے میں مٹی سطح سے بہت نیچے بیٹھ گئی ہو تو سطح تک بھر دی جائے یا کہیں پر نالیوں میں ٹھیک ڈھال نہ ہونے سے پانی بھرا رہتا ہو تو ڈھال ٹھیک کر دیا جائے۔

جیسا کہ اوپر صلاح دی گئی ہے پت جھڑ شروع ہونے پر جس قدر جلدی پیڑ لگائے جاسکیں بہت بہتر ہوگا۔ مگر پیڑوں کو لگانے کے لئے زمین پہلے سے ضرور تیار کر لینی چاہئے۔

پودوں کو لگانے کے پہلے گڈھوں کے سرے کی مٹی کو گوڑائی کرکے ہموار کر لینا چاہئے اور اگر اُن میں کچھ گھاس پھوس جم گئی ہو تو اُسے بھی نکال دینا چاہئے۔

پھلوں کے پودوں کو لگانے کے پہلے اُن کو اچھی طرح جانچ لینا چاہئے یعنی اگر تنے و جڑ کا کوئی حصہ خشک ہو گیا ہو یا مرجھا گیا ہو یا بیمار دکھائی دیتا ہو تو اُس حصے کو کاٹ کر الگ کر دینا چاہئے اور کٹی ہوئی جگہ کو کسی بیماری کو روکنے والے مرہم سے لیس (لیپ) دینا چاہئے۔ جیسے کہ سیندور اور کاربونیٹ کا مرہم یا سفیدہ۔ اس کے بعد پودے کو گڈھے کے بیچوں بیچ کھڑا کرکے اسکی جڑوں کو خوب اچھی طرح پھیلا کر انکو تھوڑا تھوڑا کر کے باریک مٹی سے اس طرح ڈھکتے جانا چاہئے کہ پھیلی ہوئی جڑوں کے بیچ میں مٹی بیٹھتی جائے اور جب ڈھک جائے تو



پھلوں کے پودوں کی پالے وغیرہ سے حفاظت کے غلط طریقے

پودے کو پکڑ کر آہستہ سے ہلا کر پیر سے پودے کے چاروں طرف کی مٹی کو اس طرح دبانا چاہئے کہ مٹی بھی جم جائے اور پیڑ بھی مضبوطی سے کھڑا رہ جائے۔ اس طرح دھیرے دھیرے مٹی کو بھرتے اور دباتے رہنا چاہئے جب تک کہ پودے کے لئے بنایا ہوا گڈھا چاروں طرف سے زمین کی سطح سے ۲ انچ کی اونچائی تک پورا بھر نہ جائے اس طرح پودے کو لگا لینے کے بعد اس کو پانی سے سینچ کر تھالے کو اوپر سے تھوڑی خشک پتیوں سے ڈھک دینا چاہئے۔ اور تار کی جالی یا پتھر یا کانٹوں کی باڑ پودوں کے چاروں طرف لگا دینا چاہئے کہ جانور نقصان نہ کرنے پاویں۔

پودے کی بالیدگی پر دھوپ کے اثر کیوجہ سے یہ صلاح دیجاتی ہے کہ پودے کے سب سے کمزور حصے کا رُخ دکھن کی جانب اور سب سے مضبوط حصے کا رُخ اُتر کی طرف رکھنا چاہئے۔

پودوں کے چناؤ کے لئے اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ صرف پھلوں کی تجارتی قسمیں اُن کے تیار ہونے کے سلسلے سے الگ الگ ٹکڑوں میں لگائے جائیں۔ مثلاً سب جلد تیار ہونے والی قسمیں ایک طرف رکھی جائیں اور انکو دیر میں تیار ہونے والی قسموں کے ساتھ ملا کر گڈ مڈ نہ کیا جائے۔

اس طرح پودوں کو لگا دینے کے بعد بسنت رت کے آنے تک جب کہ پودوں میں نئی پتیاں آنے لگتی ہیں۔ اُن کی دیکھ بھال کی بہت کم ضرورت رہتی ہے اس کے بعد پودوں کی بڑی ہوشیاری سے نگرانی کرتے رہنا چاہئے تاکہ پودوں کو کسی قسم کا نقصان کیڑوں یا جانوروں سے نہ پہنچنے پاوے اور پودوں کے آس پاس تھالے کی گوڑائی اور نکائی کرکے کھر پتوار کی صفائی برابر کرتے رہنا چاہئے۔

گوبر کی اہمیت

از جناب گرپرساد گپتا ایم۔ اے۔ بی۔ اے (آنرس) آر ڈی انسپکٹر

گوبر کی قیمت جان گئے، اُپلے اب نہیں بنائیں گے — کھیتوں میں گڈھے کھود کھود اب اسکی کھاد بنائیں گے

پھر اُسے ڈال کر کھیتوں میں، دونی کھیتی اُپجائیں گے — روٹیاں بنانے کو اپنی ایک جنگل بھی اُپجائیں گے

اُپلوں کی جگہ جلانے کو، پھر محنت کی لکڑی پائیں گے — ہوکا نہ رہیگا نام نشان، پیڑوں کے تلے سکھ پائیں گے

گھر دوار بنانے کو بھی ہم، بن پیسے لکڑی پائیں گے — اس طرح بچا کر گوبر کو، بہتیرے لابھ اُٹھائیں گے

رنگ بڈنگ

ازقلم مسٹرانند ونیکر مٹھ ہا مبر ایس۔ اے۔ ایس۔ سہارن پور

پھلایا رنگ بڈنگ کا طریقہ آڑو اور ناشپاتی کے پروپیگیشن یعنی پیدا کرنے کے لئے یقینی طور پر استعمال میں لایا جاتا ہے۔ لیکن چند اقسام کی خوبانیوں۔ آلوچے۔ اور شہتوت پر بھی پھلے چڑھائے جاتے ہیں۔ رنگ بڈنگ اوپر بیان کئے ہوئے پیڑوں کے لئے نہایت ٹھیک اور اطمینان بخش طریقہ ہے۔ اس بیان میں آڑو کے پھلے چڑھائے جانے کی ترکیب مفصل بیان کی جائیگی اور گورنمنٹ باغ سہارن پور میں استعمال میں لائے جانے والے طریقے بتلائے جائیں گے۔

اسٹاک (ذخیرہ) کی تیاری اکتوبر کے مہینے میں آڑو کے پیدا کرنے والے کھیت میں جو کہ چند مہینے خالی پڑا رہنے دیا جاتا ہے جوتکر اور برابر کرکے کیاریوں کو تقسیم کر دیا جاتا ہے تقریباً ۱۵ اکتوبر تک کھیت میں ۲½ فٹ کی دوری پر ۳۔ انچ گہری متوازی نالیاں کھود دی جاتی ہیں ان میں ۶۔ ۸۔ انچ کی دوری پر آڑو کی گٹھلیاں گاڑدی جاتی ہیں اور کنارے کی مٹی کو پیڑوں سے کھسکا کر انھیں گاڑ دیا جاتا ہے نالی کے دونوں سروں پر دو ڈنڈے گاڑ دینا نیک صلاح ہے تاکہ جب تک آنکھیں زمین کے اوپر نہ پھوٹ آئیں نالیوں کے بیچ میں کھدائی کرنیوالوں کو راستہ دکھائی رہیں۔ جنوری تک آنکھیں پھوٹ نکلنے کے پہلے دو یا تین بار عموماً سینچائی کی ضرورت ہوگی۔ سینچائی کے بعد کھدائی نہایت فائدہ مند ہوتی ہے۔ ۱۵ مئی تک پودے ۱۲۔ ۱۸۔ انچ اونچے سیدھے طاقتور پھلے چڑھانیکے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

بڈنگ۔ کسی تندرست پھلدار پیڑ کی موڈ (اوپر کی ٹوپی) کے قریب ½۱ فٹ لمبی ہلکے گلابی رنگ کی چھال والی طاقتور شاخوں سے عمدہ آنکھیں (بڈس) حاصل کیجاتی ہیں ان شاخوں کی نباتاتی پیدائش ختم نہ ہونی چاہیئے شاخیں مضبوط ہونا چاہئیں لیکن پکی نہیں۔ آنکھ اتارنے اور چڑھانے کے طریقے یہ ہیں کہ شاخوں کی پتیوں کو آنکھوں کے اوپر کافی نزدیک سے چھانٹ دیا جائے اور چھال اتار دی جاوے شاخ میں جوش شجری ہو تو پور کی چھال کے چھلکے آسانی سے اتر جاتے ہیں شاخ کی وہ برہنہ جگہ کو چھونے سے چکنی اور سدار معلوم ہوتی ہے اپنے ہاتھ کے انگوٹھے کے سرے اور انگشت شہادت کے سہارے ہوشیاری کے ساتھ باہر کی طرف شاخ کے بہت کی طرف چلتے ہوئے پور کی آنکھ نکل جانے پر پور کو گانٹھ سے چھانٹ دیا جاتا ہے پھر آڑو کی نئی پود کی اس شاخ پر جس پر کہ آنکھ چڑھائی ہو نیچے کی طرف اتار کر نکالی ہوئی آنکھ کو اس پر رکھ کر مضبوطی سے علٰحدہ کی ہوئی جگہ پر بٹھا دیا جاتا ہے شاخ کے آنکھ چڑھائی ہوئی جگہ کے باقی اوپری حصے کو کاٹ دیا جاتا ہے نئی پود کے آڑو کے جس پیڑ پر بغلی ڈال پر آنکھ چڑھائی گئی ہو اور خاص تنے پر نہ ہو اس کے لئے ہوشیار اور ہنرمند آدمی کی نگرانی کی ضرورت ہے۔

رنگ بڈنگ چند ہی مہینوں میں سیکھی جا سکتی ہے۔ سہارنپور کے سرکاری باغ میں رنگ بڈنگ مزدوروں سے کرائی جاتی ہے ایک ہوشیار کاریگر سب باتوں کی آسانی ہونے پر ۲۰۰ سے ۳۰۰ پیڑوں پر آنکھیں چڑھا سکتا ہے۔ اور اگر آنکھ چڑھانے کے بعد موسم صاف اور گرم رہے تو تقریباً ۹۰ فیصدی آنکھوں کے پھوٹ نکلنے کی امید کیجا سکتی ہے بادل۔ ہوا اور زیادہ سردی کامیاب بڈنگ کے لئے فائدہ مند نہیں ہوتی۔

سینچائی اور پیداوار عموماً آنکھ چڑھاتے وقت کھیت سوکھا ہوتا ہے لہٰذا رنگ بڈنگ کے بعد فوراً ہی پانی دینا چاہیئے اور جب تک کہ آنکھیں اچھی طرح پھوٹ نہ آئیں۔ زمین کو نم رکھنا چاہیئے بڈنگ کے دس یا بارہ دن کے اندر آنکھوں میں کونپل نکل آنے کی علامتیں ظاہر ہو جاتی ہیں اور جب کلے پھوٹ کر قریب ½ انچ لمبے ہو جائیں تو ذخیرے پر (آڑو کی نئی پود کی بغلی شاخوں کو تھوڑا تھوڑا کاٹ دیا جانا ضروری ہے تاکہ آنکھ سے کونپل بڑھتے ہوئے کلوں کے لئے اچھی طرح سے مضبوطی پیدا کر سکے جیسے جیسے کلے بڑھتے جائیں ذخیرہ کی شاخوں کو دھیرے دھیرے چھانٹتے رہنا چاہیئے کلوں کے ۳ انچ لمبے ہو جانے تک ذخیرہ کی بغلی شاخوں کو بالکل کاٹ دینا چاہیئے۔

چھ ہفتے کے بعد نرسری کا بڑھاؤ زیادہ تر اسکی پیداوار کو بڑھانے کے لئے گوڑائی اور ٹھیک وقت پر سینچائی کرتے رہنا چاہیئے اکتوبر کے شروع میں چار پانچ فٹ اونچا عمدہ آڑو کا پیڑ تیار ہو جاتا ہے۔

دین کسان

ازجناب منشی ایس۔ ایم عبدالعزیز صاحب عزیز
محلہ دبی۔ برالوی (بلند شہر)

جاگو رے جاگو — دربل دین کسان
غیر وقت پر ہے جو سوجا
وہی آنکھ کھلنے پر رویا
تن من دھن کھویا۔ رو کرکے اگیان
تم ہی تو دن رات کماؤ
پھر گنوار اور مورکھ کہاؤ
کیا ہے بتلاؤ۔ آج تمہاری شان
بھوکوں مرو دستر ناتن پر
کشٹ اپار مرو اور زن پر
ہوگئے نردھن۔ ہے باقی ابھیمان
نردھن کا آدھار تمہی ہو
بیڑا غم کا پار تمہی ہو
اے یار تمہی ہو۔ اونچا سر اور شان
ہندو مسلمان۔ عیسائی
ویر بھائی رس تیاگ رہائی
ہیں بھائی بھائی۔ بھارت کی سنتان
جھگڑے اپنے آپ چکائیں
پریم بہت سب شکل لگائیں
بیٹک تن جائیں۔ پھر عزیز دھنوان

کسانوں کے فائدے کی باتیں

(شیو سیوک صاحب)

ہمارا ملک زراعتی ملک ہے۔ زراعت سے یہاں کے تقریباً ۹۰ فیصدی باشندے گذر اوقات کرتے ہیں۔ یہ پیشہ ہمارے ملک کے لئے جتنا ضروری ہے اتنی ہی اس میں مشکلات بھی ہیں۔ پالا، گیروئی، ٹڈی، خشک سالی اور طغیانی سے ہر سال ملک کے کسی نہ کسی حصہ میں زراعت کو نقصان پہنچتا رہتا ہے۔ دوسرے ملکوں میں سائنٹفک طریقوں سے ان آفات سے حفاظت کی جاتی ہے۔ ہمارے ملک کے کسانوں کو ابھی اس قسم کی سہولتیں نہیں حاصل ہیں۔ لیکن قدرت کے کاموں کی باریکی سے تحقیقات کرکے یہاں کے کسانوں نے کچھ ایسی باتوں کا پتہ لگا لیا ہے جن کے ذریعہ وہ مذکورہ بالا مصائب کا پہلے ہی سے پتہ لگا لیتے ہیں اور اپنی بساط بھر وہ اُن سے اپنی حفاظت کر لیتے ہیں۔ یہ تجربہ کی باتیں دیہاتوں میں دوہوں کی شکل میں رائج ہیں۔ جو لوگ کسانوں کو نِرا بدھو اور گنوار سمجھتے ہیں وہ ان باتوں کے مطالعہ سے جان سکتے ہیں کہ کسان قدرت کے اسراروں سے کس حد تک واقفیت رکھتے ہیں جن کسانوں کو ان باتوں کا علم نہیں ہے وہ انھیں پڑھ کر بہت سی مشکلوں سے بچ سکتے ہیں۔ اُن کے معنی بھی ساتھ ہی درج کئے جا رہے ہیں تاکہ ان کا مطلب سمجھنے میں آسانی ہو

(۱) جتّے دن جیٹھ بہے پُروائی
متّے دن ساون دھوری اُڑائی

معنی۔ جتنے دن جیٹھ کے مہینے میں پُروائی چلتی ہے اُتنے دن ساون کے مہینے میں تیز دھوپ ہوتی ہے۔

(۲) رات میں بولے کوّا ۔ اور دن میں بولے سیار
کی ہوئی جھر بادری ۔ کی ہوئی دیس اجار

معنی ۔ اگر رات میں کوّے بولیں اور دن میں سیار چلّائیں تو یا تو کئی دن تک برسات کی جھڑی لگے گی یا ملک پر کوئی مصیبت آئیگی۔

(۳) لبی بائی بہے پُروائی
تب جانو برکھا ست آئی

معنی ۔ کئی روز تک پُروائی ہوا چلے تو سمجھنا چاہیئے کہ برسات آگئی۔

(۴) ماگھ کا گھک، جیٹھ ماں جاڑ
ندی نار جو بھر ہیں اساڑھ
تبھی کہوں بھڈرکی جوئی
ساون کنواں نہادن ہوئی

معنی ۔ بھڈری جوتشی کی بیوی کہتی ہے کہ اگر ماگھ میں گرمی پڑنے لگے، جیٹھ میں سردی معلوم ہو اور پانی برسنے سے اساڑھ ہی میں تال تلیا ندی میں باڑھ آجائے تو ساون میں بارش نہ ہوگی۔

(۵) چترا گیہوں اور را دھان
واکے گیروئی نہ ایکے گھام

معنی ۔ اگر چترا نکشتر میں گیہوں اور اورا میں دھان بو دیئے جائیں تو گیہوں کو گیروئی اور دھان کو کنوار کی دھوپ سے نقصان نہ پہنچے گا۔

(۶) اورا برس گھتر جائے
دیا دھان کُکر و نہ کھائے

معنی ۔ اورا نکشتر میں پانی برس کر پنرو سو نکشتر میں خشکی پڑ جائے تو اتنا زیادہ غلّہ پیدا ہو کہ کتّے بھی کھاتے کھاتے اوب جائیں۔

(۷) سانجھے گوڑا ـــ سویرے چھبوڑا

معنی ۔ اگر شام کو دھنک دکھائی دے تو صبح ضرور پانی برسے۔

(۸) نیرے منڈل لمّا پانی
لمّا منڈل نیرے پانی

معنی ۔ (برسات کے دنوں میں کبھی کبھی سورج اور چاند کے گرد دھندلی روشنی کا ایک گھیرا نظر آتا ہے۔ اُسے منڈل کہتے ہیں) اگر منڈل چھوٹا ہے تو پانی کچھ دنوں بعد برسے گا۔ لیکن اگر منڈل بڑا ہو تو دو ہی ایک روز میں بارش ہوگی۔

(۹) سانجھے ذیو سکارے راجہ
یہ اونوں تو کریں اکاجا

معنی ۔ شام کو بارش شروع ہو اور صبح راجہ آجائیں تو بڑی دقت ہوتی ہے یعنی شام کو پانی گرنا شروع ہوتا ہے تو جلدی بند نہیں ہوتا ہے اور صبح راجہ کے آنے پر کام پر جانے میں دقت ہوتی ہے اور راجہ کی آؤ بھگت اور بیگار دینے کے باعث لوگوں کا حرج ہوتا ہے۔

(۱۰) ایک بوند جو برسے سیواتی
کُنبن پہرے سونے کے پاتی

معنی ۔ اگر سواتی نکشتر میں پانی پڑ جائے تو کُنبی لوگوں کی عورتیں سونے کے زیوروں سے ڈھنک جائیں یعنی فصل بہت اچھی ہو۔

اس قسم کے اقوال یو پی کے اُن حصّوں کے لئے ہے جہاں کپاس کی کھیتی نہیں ہوتی ہے اس صوبے کے مغربی حصّے میں جہاں کپاس کی کھیتی زیادہ ہوتی ہے سیواتی نکشتر میں بارش ہونے سے کسانوں کا نقصان ہوتا ہے۔ اسلئے اُدھر کے کسانوں میں یہ اقوال رائج ہیں۔

(۱۱) ساٹھوں ساٹھی ساٹھ دِنا
جو مینہہ برسے رات دِنا

معنی ۔ اگر اچھی بارش ہو تو ساٹھوں اور ساٹھی کی فصل صرف ساٹھ دن میں تیار ہوتی ہے

(۱۲) مگھا گاجے ا ہتھیا بھاگے۔

معنی ۔ اگر مگھا میں بادل گرجے تو ہتھیا نکشتر میں بارش نہیں ہوگی۔

(۱۳) جے دن مگھا بھوہی لادی
ماگھے پالا کھیت نسائی

معنی ۔ مگھا نکشتر میں جتنے دن پھوہار پڑتی ہے اُتنے ہی دن ماگھ میں پالا پڑتا ہے

(۱۴) بھئی سکر واسی بادری
رہی سنیچر چھائی
بات نہ جھوٹی ہو سکئی
بنو برسے جائی

معنی ۔ شکر (جمعہ) کے دن آسمان میں بادل دکھلائی دیں اور وہی پھیلتے پھیلتے آسمان کو چھپا لیں تو یقیناً وہ بادل بغیر برسے نہ جائیں گے۔

(۵) رات نچندر دن گھٹا
کہے گھا گھو مونہی برکھا جنا

معنی - اگر رات میں آسمان صاف لیکن دن میں گھٹا ئیں گھرتی رہیں تو پانی نہیں برس سکتا۔

اسی قسم کا ایک دو ہا اور بھی کسانوں میں رائج ہے:

رات تریاں دن پر چھا ہیں
گھا گھو کہیں تب برکھا نا ہیں

زراعت اور دیگر باتوں کے متعلق بھی اس قسم کا ایک بہت بڑا ادب دیہاتوں میں ایک نسل سے دوسری نسل تک چلا آرہا ہے اس قسم کا ادب دیہاتی عوام سمجھ داری اور معلومات کا شاہد ہے۔

ممالک متحدہ کی سڑکوں پر لگانیوالے درخت

(از جناب مسٹر ڈی۔ ای۔ ورگس سپرنٹنڈنٹ سرکاری باغات الہ آباد)

ہر ایک شہر قصبہ یا ضلع کی عام سڑکوں پر دکھائی دیتا ہے وہ کبھی نہ کبھی وقت میونسپلٹی ڈسٹرکٹ بورڈ یا پی ڈبلیو ڈی نے لگوایا ہوگا۔ ان میں سے زیادہ تر پچاس سال سے سو سال کی عمر کے ہیں۔ پیڑ کے نصب کرتے وقت اس بات کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ وہ عام طور پر مضبوط اور سایہ دار ہوں اور یہی اصول عام طور سے ان پیڑوں کے لگانے میں مدنظر رکھا گیا ہے۔

چھوٹے پودوں کے بچانے میں عام طور سے بہت دقت درپیش آتی ہے کیونکہ نہ صرف بکریوں و مویشیوں کے جھنڈ ہی انھیں خراب کرتے ہیں بلکہ آبپاشی کا اہم مسئلہ درپیش ہوتا ہے جس کی دقت اکثر دیہاتوں میں ہوتی ہے۔ اسلئے جو پیڑ ان سختیوں کو جھیل سکتے ہیں وہی جم جاتے ہیں۔ پہلی مندرجہ بالا دقت سے پیڑوں کو محفوظ رکھنے کے لئے ان کے چاروں طرف کانٹے دار جھاڑ لگا دینا چاہئے یا اینٹوں اور مٹی کے محافظ بنا دینے چاہئیں۔ ان درختوں میں عام طور سے ہاتھ سے پانی دیا جاتا ہے جس میں کافی مشقت پڑتی ہے۔ کیونکہ اکثر پانی قریب میں دستیاب نہیں ہوتا اور دور دراز سے فاصلے سے لانا پڑتا ہے۔ اکثر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بڑے اور پرانے درخت بھی مویشی اور بکریاں چرانے والوں کے شکار ہوتے ہیں۔ وہ لوگ ان درختوں کی شاخیں اور ٹہنیاں نوچ اور کاٹ کر اپنے مویشی کے لئے چارہ جمع کرتے ہیں اور اس طرح سے وہ ان کو بدنما بنا کر کافی نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ چند اصول کی باتیں ہیں جو سڑک کے پیڑوں کے بارے میں اوپر درج کی گئی ہیں۔

چونکہ میرا تجربہ میدانی پیڑوں تک محدود ہے اور پہاڑی مقامات کا نہیں اسلئے اول الذکر جگہ میں جو پیڑ لگائے جا سکتے ہیں۔ ان کے نام نیچے درج کئے جاتے ہیں۔

زیادہ تر لوگ پیپل - مہوہ - نیم شیشم - املی - پاکڑ - برگد اور ببول وغیرہ سے واقف ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ اور پیڑ بھی ہیں جن سے ہر شخص واقف نہیں ہے۔ عام پیڑوں کے نام یہ ہیں - پیپل - پاکڑ - برگد - گولر - آم دیسی - نیم - شیشم - سرس - ببول - جامن - نیم چمیلی - مہوہ - سیمل - املی - بیری - چکن - تن - ہلدو - کچنار - املتاس - سوڑھا - ڈھاک - مولسری - کھرنی - مرینہ - ارجن۔

زبان سے مرض کی تشخیص

مرض کی تشخیص کے لئے زبان بھی ایک اہم ذریعہ ہے۔ آج کل مرض کی تشخیص کے لئے مختلف سائنٹفک آلات ایجاد ہو گئے ہیں پھر بھی زبان کے ذریعہ مرض کی تشخیص کی جاتی ہے اگر زبان صاف اور تندرست ہوتی ہے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ پیٹ میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ لیکن جب اس پر سفیدی یا دانے نظر آتے ہیں تو آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ پیٹ میں کچھ خرابی ضرور ہے۔ جسے قبض کی شکایت رہتی ہے اس کی زبان صاف نہیں رہتی پیٹ کے اندر جلن پیدا ہوجانے سے زبان کا اگلا حصہ اور دونوں کنارے معمولی طور پر سُرخ ہو جاتے ہیں۔ اگر پیٹ میں زہر پہنچ جاتا ہے تو اس کی اطلاع بھی ہمیں زبان دیتی ہے۔ اس سے (سانس سے نہیں) ایک خاص قسم کی بو نکلتی ہے جو کلی کرنے اور منہ دھونے سے بھی دور نہیں ہوتی۔

رباعی

(از جناب عباس بیگ محشر)

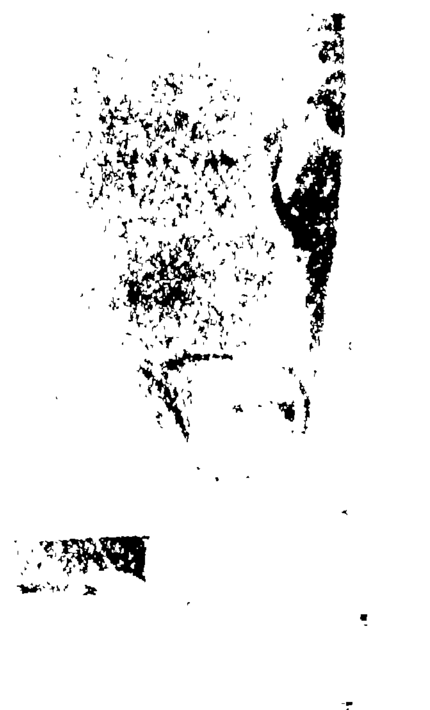
تاریک دھواں سے ابتدائے ہستی
کچھ گرد و غبار انتہائے ہستی
کیونکر ہو منکشف حقیقت محشر
دونوں سے مکدر ہے فضائے ہستی

(الہ آباد)

(بڈنگ) چشمہ باندھنا

(از قلم منشی محمد رضا۔ اسٹور کیپر گورنمنٹ گارڈنس الہ آباد)

عام طور پر درختوں کی نسل بڑھانے کے دو طریقے ہیں ایک بیجو دوسرے قلمی۔ بیج سے نسل بڑھانا سب سے آسان طریقہ ہے لیکن چند خرابیوں کے باعث دوسری ترکیبوں کے مقابلے میں زیادہ کارآمد نہیں سمجھا جاتا بیج سے اگے ہوئے درختوں کے پھلوں میں یکساں مٹھاس۔ وزن اور رنگت نہیں پائی جاتی۔ لیکن قلم، چشمہ۔ داب یا گوٹی سے تیار کئے ہوئے پودوں کے پھل بالکل انھیں درختوں کے پھلوں سے مشابہ ہوتے ہیں جن سے کلّے لئے جاتے ہیں۔



آم کا ۲ انچ لمبا تیار چشمہ

چشمہ سے نسل بڑھانے کا طریقہ چند قسم کے درختوں کے لئے خاص طور پر موزوں ہے مثلاً پھلوں میں بیر۔ آڑو، نارنگی اور دوسرے ترش ساد اور پھولوں میں گلاب۔ ممالک متحدہ میں چشمہ چڑھانے کے لئے بہار کا موسم اچھا مانا جاتا ہے لیکن شروع برسات میں بھی چشمہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ گلاب پر چشمہ چڑھانے کے لئے نومبر اور دسمبر کا مہینہ سب سے اچھا سمجھا جاتا ہے۔

چشمہ باندھنے کا طریقہ:۔ جس درخت کا چشمہ باندھنا ہو اُس کی ایک ایسی شاخ لیجئے جس کے کلّے نئے ہوں اور پھوٹنے کے قریب ہوں۔ اور بالکل تندرست اور ہرے بھرے ہوں پتیاں کاٹ دینا چاہئے۔ لیکن ڈنٹھل نہ علیحدہ کرنا چاہئے تاکہ کلّے یا آنکھ کو چھال کے اندر ڈالنے میں آسانی ہو جس پودے پر چشمہ باندھنا منظور ہو اُس کی عمر کم و بیش ایک سال ہونی چاہئے۔ اور اُس کے تنے پر ایک تیز چاقو (بڈنگ نائف۔ جو خاص چشمہ باندھنے کے لئے ہوتا ہے) سے $1\frac{1}{2}$ انچ کا لمبا شگاف بنا دینا چاہئے۔ اُس شگاف کے اوپر یا نیچے آدھ انچ کا ایک دوسرا شگاف اس طرح بنانا چاہئے کہ دونوں کی شکل مل کر انگریزی کا حرف ٹی (T) بن جائے۔ اب آنکھ کو چھال کے ساتھ اس طرح نکالنا چاہئے کہ اس میں لکڑی نہ رہ جائے اور اس کی شکل ایک ڈھال سے مشابہ ہو۔ یہی سبب ہے کہ اس کو شیلڈ بڈنگ یا ٹی بڈنگ کہتے ہیں چشمے کو ڈھال نما شکل میں نہایت صفائی کے ساتھ علیحدہ کرنا چاہئے اور اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ کلّے یا آنکھ کے اندرونی حصے پر ضرب نہ آوے۔

جب چشمہ نکل آوے تو چاقو کے دستے سے ڈھاک چھال کے نیچے جہاں پر ٹی نما شگاف بنایا گیا تھا چسپا کر دیا جائے۔ اس عمل جراحی میں کافی ہوشیاری کی ضرورت ہے ورنہ اگر چشمے والی چھال کا کوئی حصہ شگاف سے باہر رہ جائے یا اُلٹا دب جائے تو کامیابی کی بہت کم امید رہتی ہے۔ اب دونوں حصّوں کو ملانے کے لئے سُتلی یا مضبوط ڈوری یا کیلے کے ریشہ سے اس طرح باندھنا چاہئے کہ چشمہ کھلا رہے لیکن اور بقیہ حصے سب ڈھک جاویں۔

چشمہ کی کامیابی کا انداز کرنے کے لئے یہ طریقہ ہے کہ اگر چشمہ دو ہفتہ تک ہرا رہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ چشمہ کامیاب ہو گیا۔ اور جب اس بات کا بالکل اطمینان ہو جائے تو بندھن کھول دینا چاہئے اسکے بعد جب چشمہ سے نکلنے والی شاخ اچھی طرح بڑھنے لگے اور تندرست معلوم ہو تو چشمہ کے اوپری حصہ کو



آم کا پیکو جس پر چشمہ باندھا گیا ہے۔

یعنی جس شاخ پر چشمہ باندھا گیا ہے اُس کو کاٹ دینا چاہئے۔ احتیاطاً اس شاخ کو یکبارگی نہ کاٹ دینا چاہئے بلکہ دو مرتبہ میں کاٹی جاوے تو زیادہ مناسب ہے۔

چشمہ باندھتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ دھوپ کے رُخ پر نہ باندھا جائے۔

نرسری کے پیڑوں کا چناؤ اور انکی دیکھ بھال

از جناب مسٹر آر۔ ڈی۔ فورڈم ڈپٹی ڈائرکٹر حلقہ باغات سہارن پور

۱۔ چونکہ بیج سے پیدا کئے ہوئے پھل کے پیڑ مشکل سے ہی کبھی اپنی نسل کے موافق ٹھیک ٹھیک نکل پاتے ہیں۔ اس لئے وہ نرسری میں صرف سیڈلنگ جن پر حسب منشا قسموں کے پیوند (گرافٹ یا چشمہ) چڑھایا جاتا ہے تیار کرنے کے کام میں لائے جاتے ہیں۔ نرسری کا اچھا اسٹاک پیدا کرنے کے لئے وقت۔ صبر اور ہوشیاری کی ضرورت ہے جو صرف تجربے سے آتی ہے۔ باغیچہ والے اس لئے زیادہ تر کسی نرسری سے یا سرکاری باغ سے ہی خریدتے ہیں۔ بہت کم ایسی مثالیں ہیں کہ کوئی باغ والا خود اپنے پیڑ تیار کرنا چاہتا ہو سوائے کوئی خاص قسم کی چیز جو لوگ جانتے نہ ہوں یا عام طور پر تجارتی طریقے سے تیار نہ کی جاتی ہو چاہتے ہیں۔

۲۔ آنکھ یا پیوند کی لکڑی:۔ اگر پیڑ آنکھ سے تیار کئے جانے کو ہیں تو جن خاص خاص پیڑوں کی قسمیں تیار کرنی ہیں اُن کی موجودہ موسم کی پیدا ہوئی آنکھ کی لکڑی اکٹھا کرنی چاہئے۔ کھٹائی (سائٹرس) میں عموماً آنکھ یا چشمہ فروری۔ مارچ اور ستمبر میں یا جب تک کہ لکڑی کی چھال پھسل سکے لگائی جاتی ہے۔ (چشمہ لگانے کا وقت جاننے کے لئے لیف لیٹ نمبر ۹۳ دیکھئے) پتے گرنے والے پیڑوں کو جب گرافٹ (پیوند) سے تیار کیا جاوے تو پچھلے موسم کی پیدا ہوئی لکڑی انتخاب کی جاتی ہے اسے یا تو فوراً ہی کام میں لے لینا چاہئے یا نم اور ٹھنڈی جگہ پر جب تک لگا یا نہ جائے رکھ لینا چاہئے پیوند کی لکڑی کی موٹائی پنسل جتنا ہونا اچھا ہے اس سے کم ٹھیک نہیں سمجھی جاتی۔

اگر کسی آدمی کے پاس صرف ایک ہی دو پیڑ لگانے کی جگہ ہو لیکن وہ کئی قسمیں لگانا چاہتا ہو تو ایک ہی لکڑی (اسٹاک) پر دو تین قسم کے پیوند لگا دئے جاویں۔ کچھ نرسریوں میں ایسے پیڑ دینے لگ گئے ہیں جن کی ٹہنیوں پر الگ الگ قسم کے پیوند چڑھائے گئے ہیں۔

۳۔ نرسری کے پیڑوں کی عمر اور درجہ (گریڈ) ۱۔ اچھی طرح پیدا کئے ہوئے پیڑ کسی بھی قابل اطمینان نرسری میں یا سرکاری باغ سے خریدے جا سکتے ہیں سب سے زیادہ مانگ ان پیڑوں کی ہے جو ایک سال کے پیوند لگائے ہوئے ہیں۔ دو سال کے پیڑ میں ریل کا خرچ زیادہ لگے گا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھانے میں جڑ کو نقصان بھی زیادہ پہنچے گا۔ اس کے علاوہ شائد یہ ایک سال والے سے جلدی پھل بھی نہ دیتا ہو۔ ایک سال والے میں آنکھ بھی جلد اور اچھی ہوتی ہے۔

پہلے امریکہ میں نرسری کے پیڑ صرف اونچائی کے لحاظ سے الگ الگ حصوں میں تقسیم کئے جاتے تھے۔ لیکن اب نرسری میں تنے کی موٹائی کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ ویسے عموماً ایک سال کے پیڑوں کو نیچے لکھے حصوں (گریڈ) میں باندھتے ہیں۔

۴ سے ۶ فٹ اونچائی۔ ½ انچ یا اس سے زیادہ موٹائی۔

۳ سے ۴ فٹ اونچائی۔ ⅜ انچ سے ½ انچ موٹائی۔

۲ سے ۳ فٹ اونچائی۔ ¼ انچ سے ⅜ انچ موٹائی۔

قیمت پیڑ کی اونچائی اور گریڈ کے موافق کم یا زیادہ ہوتی ہے یہ کہنا مشکل ہے کہ سب سے چھوٹے پیڑ بھی خریدے جا سکتے ہیں خاصکر ایسی حالت میں جبکہ بڑے پیڑ مل سکتے ہیں۔ عمر اور اونچائی کے خیال کے علاوہ پیڑ کا تنہ کافی مضبوط۔ اوپر کی چھال صاف چکنی اور اوپری حصے میں کئی اچھی آنکھیں یا ٹہنیاں ہونی چاہئیں۔ پیوند یا چشمہ کی جگہ جوڑ اچھا ہونا چاہئے اگر جوڑ اچھا نہیں تو کوئی قسم کی فنگس کی بیماریاں اس جگہ لگنے کا ڈر رہتا ہے جو کہ پیڑ کی عمر کم کر دیتی ہیں یا پیڑ ہی باغ میں لگانے کے کچھ سال بعد اس جگہ سے ٹوٹ جاتا ہے۔

نرسری کے پیڑوں کا آرڈر کافی عرصہ سے پہلے دینا چاہئے تاکہ منشا کے موافق قسمیں مل جائیں۔

۴۔ سیڈ ایکٹ (بیج کا قانون) ۱۹۲۰ء (گریٹ برٹن) بیج والوں کی سہولیت کے لئے سیڈ ایکٹ کے مطابق کتنا فیصدی بیج جمنا چاہئے نیچے دیا گیا ہے۔

ڈوارف اور براڈ بنس (چھوٹی قسم کا باقلا) ۷۵ فیصدی۔

رنر بنیں (بیلدار باقلا) ۶۰ فیصدی۔

گارڈن ٹرنپ (شلجم) اور سویڈ ۷۵ فیصدی۔

گارڈن کیج (گانٹھ گوبھی) ۷۰ فیصدی۔

بروسلس (سپراوٹ پیز (مٹر) ۷۰ فیصدی کے براکلے اور کالی فلاور (پھول گوبھی) ۶۰ فیصدی۔

کیرٹ (گاجر) ۵۰ فیصدی

پارسپ (اچھی حالت میں ۹۰ فیصدی) ۴۵ فیصدی۔

بیٹ (چقندر) ۵۰ فیصدی۔

اونین (پیاز) ۶۰ فیصدی

ترکاری کی قسمیں پھول۔ دوب اور پھل کے بیج نہیں دئے گئے ہیں؟ یہ اس سے باہر ہیں۔

نرسری کے پیڑوں کی دیکھ بھال

پیڑ آنے پر انھیں نکال کر دوسری جگہ لگا دینا چاہئے۔ فوراً ہی نہ لگائے جا سکیں تو کسی دوسری جگہ جہاں دوپہر کے بعد کی دھوپ نہ لگ سکے رکھ دئے جائیں جہاں پر پیڑ بہت دور سے آئیں اور آتے ہوئے راستے میں خشک ہو جاویں ان کی جڑوں کو پانی میں کئی گھنٹے تک رکھ دینا چاہئے۔ اگر پتے بھی سوکھے معلوم ہوں تو پورے پیڑ کو کئی دن تک مٹی میں رکھ دیا جاوے اور جڑوں کو کئی دن تک ڈھکے رکھنا چاہئے۔

خانگی صنعت وحرفت

ازجناب جے۔ پی۔ شری واستو، اسسٹنٹ رجسٹرار، لکھنؤ

انسانی ضروریات رفع کرنے کے لئے دنیا میں ہزاروں صنعتیں جاری ہیں۔ مگر ان چیزوں کی ترقی زیادہ تر خام مال حاصل کرنے کے ذرائع، ماہر مزدوروں کی آبادی، کوئلے، گیس و بجلی کی موجودگی، آمدورفت کے لئے ریل و سڑک کا انتظام، کاروبار کے لئے سرمائے کا انتظام، تجارت و صنعت کے واقف کار لیڈروں کی موجودگی اور اہل ملک کی ان حالت پر منحصر ہے۔ جاپان نے جس کی حالت پچاس سال قبل ہندوستان ہی جیسی تھی اس عرصے میں صنعت وحرفت میں بہت بڑی ترقی کرلی ہے۔ آج یہ حالت ہے کہ دنیا کے ہر بازار میں جاپان کی سستی سے سستی مصنوعات پائی جاتی ہیں اور اس نے یوروپ کی مصنوعات کا خوب مقابلہ کیا۔ جاپان میں صنعت وحرفت چھوٹی سے چھوٹی بساط سے لے کر بڑے سے بڑے پیمانے میں جاری ہے اس ملک میں صنعت وحرفت کو کام کرنے والوں کی تعداد کے لحاظ سے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اوّل وہ کارخانے جہاں میں گھر ہی کے لوگ پانچ آدمی تک کام کرتے ہیں۔ اس کو کاٹج انڈسٹری یا گھریلو صنعت کہتے ہیں۔ اس کے بعد دوسری چھوٹی صنعت وحرفت۔ جس میں پانچ سے زیادہ ۲۹ تک آدمی کام کرتے ہیں اور ہاتھ، بجلی، گیس یا انجن سے کام ہوتا ہے۔ اس کو چھوٹی صنعت کہتے ہیں تیسرے وہ کارخانہ جات جس میں ۳۰ آدمیوں سے لیکر ۹۹ آدمیوں تک کام کرتے ہیں وہ متوسط درجے کی صنعت کہلاتی ہے اور اس میں زیادہ تر گیس انجن یا بجلی سے کام ہوتا ہے اور جن کارخانوں میں ۱۰۰ یا اس سے زیادہ آدمی کام کرتے ہیں وہ بڑے کارخانوں کے نام سے مشہور ہیں۔ جاپان میں زیادہ تر چیزیں گھریلو، چھوٹی اور متوسط درجے کی صنعت وحرفت کے ذریعے تیار ہوتی ہیں۔

اس صوبے میں بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی صنعت وحرفت جاری ہیں مگر میں اس وقت آپ کو اس صوبے کی گھریلو صنعت وحرفت یعنی کاٹج انڈسٹریز کے متعلق خاص طور سے بتلانا چاہتا ہوں۔ ہر گاؤں قصبے اور شہر میں یہ گھریلو کارخانے موجود ہیں اور ان سے لاکھوں آدمیوں کو روٹی ملتی ہے۔ سب سے بڑی گھریلو صنعت اس صوبے میں کپاس، ریشم، اون اور کچے سوت کے کپڑوں کی بنائی کا کام ہے



مسٹر جے۔ پی۔ شری واستو اسسٹنٹ رجسٹرار محکمہ امداد باہمی یو۔ پی

سوت اور کپڑے کی رنگائی اور کپڑے کی چھپائی ہے اور دس ہزار کی آبادی میں ۱۰۱ آدمی اس صنعت سے گذر کرتے ہیں تقریباً ۱۳ کروڑ ۲۱ لاکھ کا مال ہاتھ کے کرگھوں سے اس صوبے میں تیار ہوتا ہے جس میں ۱۲ کروڑ ۶۱ لاکھ کپاس کے سوت کے بنے ہوئے کپڑے صرف اس صوبے میں تیار ہوتے ہیں اور قریب ۹۴ لاکھ کے اونی قالین اور کپڑے تیار ہوتے ہیں اور قریب ۹ کروڑ کے ریشمی اور سنہرے تار کے کام کئے ہوئے کپڑے تیار ہوتے ہیں۔ اسکے بعد دوسری صنعت وحرفت جس پر بہت سے چھوٹے سے چھوٹے لوگ گزر کرتے ہیں وہ چمڑہ صاف کرنے اور چمڑے کی چیزیں تیار کرنے کی صنعت ہے اس کے بعد تیل نکالنے۔ شکر بنانے، لوہے، پیتل، تانبا وغیرہ دھات و لکڑی۔ پتھر، مٹی، سونا، چاندی تمباکو وغیرہ کی چیزیں بنانے کا کام ہے۔ اسی طرح اس صوبے میں قریب ۱۹۰ اس قسم کی چھوٹی چھوٹی صنعتیں ہیں جس میں لاکھوں آدمی لگے ہوئے ہیں اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ گھریلو صنعت وحرفت سے اس صوبے کی کافی باشندوں کی روزی چلتی ہے۔

مرزا پور اور جہانگیر آباد کے قالین، مراد آباد کے پیتل پر سیاہ قلم کی بنی ہوئی چیزیں اور قلعی کے برتن خورجہ کی چینی کی بنی ہوئی چیزیں اور بنارس کے کم خواب اور ریشم پر کلابتو کے کام کی ہوئی ساڑیاں وغیرہ، لکڑی کے کھلونے، پیتل کے نہایت خوبصورت برتن۔ فرخ آباد و لکھنو کے چھپے ہوئے فرد، لحاف میز پوش، پردے، تکئے کے غلاف ساڑیاں وغیرہ اور مٹی کے کھلونے، بنارس کے ہاتھی دانت کی چیزیں اور لکھنؤ کی چاندی و بیدار کی چیزیں، میرٹھ کی قینچیاں، لکھنؤ کی چکن، علی گڈھ کے تالے، ہاتھرس کے چاقو، بجنور کے آبنوس کے سامان، ٹانڈہ و آگرہ کی کامدانی اور جامدانی، غازی پور لکھنؤ، بدایوں وغیرہ کے عطر و تیل، آگرہ کی نیواڑ و دریاں اور سنگ مرمر کی چیزیں، فتح پور کے کلابتو کے کام کئے ہوئے کوڑے، مین پوری میں لکڑی کے تارکشی کئے ہوئے سامان، آگرہ بنارس، لکھنؤ و فرخ آباد کے گوٹے فیروز پور کی چوڑیاں، غرضیکہ اس طرح سیکڑوں چیزیں بنانے کا کام ہوتا ہے اور اس کی مانگ نہ صرف



برتن ڈھالنے کے سانچے آگ سے نکالے جا رہے ہیں۔

اِس صوبے میں بلکہ سارے ہندوستان اور کسی حدتک دُنیا بھر میں ہے۔ مگر اِن کی تجارت کی ترقی میں کافی دقتیں اور نقائص ہیں جن کی وجہ سے اُن کا کام آگے نہیں بڑھنے پاتا۔ اب میں اُن دقتوں اور دشواریوں کا ذکر کرتا ہوں۔

ہر جگہ کی مقامی حالت، ہر جگہ کی صنعت و حرفت کی خصوصیت علٰحدہ علٰحدہ ہوتی ہے۔ اُن کے مسائل، مالی و تجارتی بھی مختلف ہیں اور اُن کی حالت خراب ہے ہر ایک صنعت کے لئے کچے مال کے حاصل کرنے اور تیار مال نکالنے کے ذرائع مختلف ہیں جو موجودہ انتظام اِن سب چیزوں کے لئے اس صوبے میں ہیں وہ کچھ حد تک کارآمد ہیں مگر ان چھوٹی صنعتوں کے لئے کچھ مضر بھی ہیں۔ مختلف صنعت و حرفت کے واسطے مختلف مشکلیں ہیں۔ مگر چند ایسے مسائل ہیں جو عموماً ہر ایک چھوٹی صنعت کے سامنے پیش آتے ہیں۔

اوّل تو یہ کہ کچے مال کے لئے کوئی ایسے ذریعے نہیں ہیں جس سے کہ کاریگروں کو آسانی سے سستا خام مال مل سکے اور کوئی ایسا اچھا طریقہ بھی نہیں ہے کہ کچا مال آسانی سے دستیاب کرکے اُن لوگوں میں تقسیم کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ اُن کا کوئی ایسا انتظام نہیں کہ وہ کافی مال اول درجے کے اور اچھے ڈیزائن Designs بنا سکیں۔

تیسرے یہ کہ ایسے ذرائع بھی نہیں ہیں کہ اچھے نمونے اور عمدہ ڈیزائن کی چیزیں اُنھیں دستیاب ہو سکیں اور اُس کو بنانے کی ترکیب سکھائی جا سکے۔

چوتھے یہ کہ ان کاریگروں میں نئے نمونے کی چیزوں کو بنانے اور سیکھنے کی طرف کچھ جھجھک سی ہے اور مالی دقتوں کی وجہ سے وہ ترقی شدہ آلات بھی حاصل نہیں کر سکتے۔

پانچویں یہ کہ اُن کے مال کو فروخت کرنے کا کوئی بہتر انتظام نہیں ہے۔

چھٹویں یہ کہ کوئی بڑا بازار اُنکی چیزوں کی نکاسی کے لئے نہیں ہے۔



ضلع لکھنؤ کے ایک گاؤں میں راب بنائی جا رہی ہے۔

ساتویں یہ کہ مالی دقتوں کی وجہ سے اُنکے پاس اتنا مال تیار نہیں رہتا کہ ضروری فرمائشوں کی تکمیل کر سکیں۔

آٹھویں یہ کہ مالی مشکلات اور اوقات کی پابندی کے باعث وہ لوگ ایسی چیزوں کی فرمائشوں کی تعمیل بہت دیر میں اور سستی سے کرتے ہیں۔

نویں یہ کہ ایسا کوئی طریقہ نہیں کہ اُنکے مال اکٹھا ہو کر کسی مناسب ذریعے سے اچھے داموں فروخت ہو سکیں۔

دسویں یہ کہ سرمائے کی بہت کمی ہے اور ان کو تیار شدہ مال سے مناسب منافع حاصل کرنے کے طریقوں سے بھی کافی واقفیت نہیں ہے۔

گیارھویں یہ کہ ان کے کام کرنے کے اوقات مقرر نہیں ہیں اور نہ پابندی ہے۔

بارھویں یہ کہ عموماً یہ چھوٹی صنعت والے لکیر کے فقیر، کچھ ناقابل اعتبار، تنگی اور ضدی ہوتے ہیں اور ان کی جہالت ہی ان کی ترقی کی راہ میں رُکاوٹ ہے۔

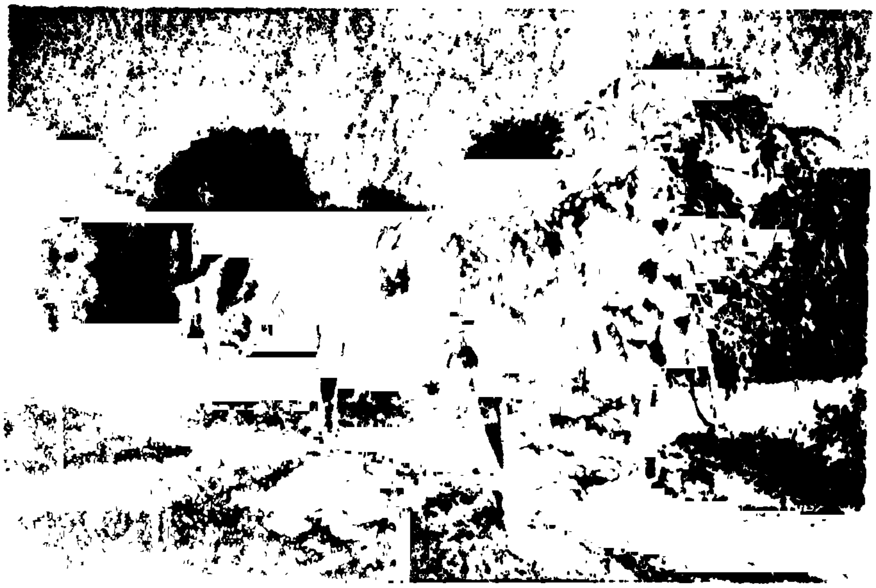
مذکورہ بالا دقتیں دور کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان لوگوں کی پوری تحقیقات کیجائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ کن کن ذرائع سے یہ کچا مال اور روپیہ حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح نئے مال کی نکاسی میں جو دقتیں ہوتی ہیں اور دوسرے لوگ انکی کمزوریوں سے جو ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں یہ معلوم کرنا چاہئے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ جو جو

چیزیں یہ موجودہ حالات میں تیار کرتے یا تیار کر سکتے ہیں اُن کی فہرست اور نمونوں کا جمع کرنا اور اس کی واقفیت ہونا ضروری ہے۔ اور اس تحقیقات کے بعد یہ مناسب ہے کہ اس قسم کے ذرائع پیدا کئے جائیں کہ نہ صرف یہ کہ کچے مال کی فراہمی، روپئے کے حصول اور تیار شدہ مال کی نکاسی میں سہولیت ہو بلکہ وقت کے لحاظ سے اچھے نمونوں کی چیزیں بنانے اور سکھانے کے بھی ذرائع پیدا کئے جائیں تاکہ اس کی تحقیق و جستجو برابر ہوتی رہے۔

اس قسم کی صنعت و حرفت کو ترقی دینے کے لئے یہ لازم ہے کہ پہلے چند خاص صنعتیں جس کے کاریگر اس صوبے میں زیادہ تر ہیں اور اس کی آمدنی سے اُس کی ترقی پر اور ان کے بڑھانے پر پہلے دھیان دیا جائے۔ جب یہ پوری طرح ترقی حاصل کرلے تب دوسری صنعت کو ہاتھ میں لیا جائے۔ اس قسم کی صنعت چار درجوں میں تقسیم کی جا سکتی ہے۔

اوّل وہ گھریلو صنعت جس کے اوپر ہی کاریگروں کی روزی کا بار ہے۔ مثلاً ہاتھ کے ریشم، روئی، اون السن وغیرہ کے کپڑے، سوت کی بُنی ہوئی دری، قالین، کم خواب، نیواڑ، جوتے کے فیتے اور مختلف قسم کے ہاتھ کے بنے ہوئے کپڑے۔ سوت و کپڑے کی رنگائی، کپڑے کی چھپائی۔ پیتل تانبے اور لوہے کے برتن۔ لکڑی کی چیزیں۔ شیشے کی چمنی۔ چوڑیاں، پیتل، لوہا، ٹین، لکڑی، پتھر، ایلومنیم، چاندی۔ گلٹ، مٹی۔ کپڑے۔ کاغذ، مٹی کے کھلونے، چمڑے کی صفائی اور چمڑے کی بنی ہوئی چیزیں، کھجور کے بال اور ریشے دار لکڑی کے برتن، تالا کنجی، چاقو، چھری، کانٹا وغیرہ مٹی و چینی کے برتن، کھلونے وغیرہ چیزیں ہیں۔

دوسرے درجے میں ایسی صنعت جس میں زراعتی پیداوار استعمال ہوتی ہے اور ایسے کام کرنے والوں کا ذریعہ معاش صرف اُن چیزوں کے بنانے پر نہیں ہوتا، بلکہ کھیتی باری دوسرے ذرائع سے بھی گذر کرتے ہیں۔ اس قسم کی صنعت گھی، دودھ، دہی فروخت کرنے کا کام ہے۔ لاکھ پیدا کرنے کا طریقہ، بال فروخت



ضلع لکھنؤ میں پپیتے کا ایک باغ

کرنے کے لئے سوّر پالنا، مرغی و انڈے کی فروخت کا کام۔ شہد کی مکھیاں پالنا۔ بھیڑ بکری پالنا، سن سے ٹاٹ پٹی بننا، تیل نکالنا، آٹے کی چکی، داب، گڑ، شکر تیار کرنا، سنی کی صفائی، پیپن بنانے کے واسطے پپیتوں کی کاشت، چٹنی، اچار، مربہ بنانا اور باغات کی ترقی ہے۔

تیسرا درجہ اُس صنعت کا ہے جو مردوں یا عورتوں میں فاضل وقت میں آمدنی بڑھانے اور ترقی کے واسطے جاری کی جاتی ہے اس درجے کی صنعت میں سوت، موبخ، سن کے ریشے، رسیاں (Troine) کا بنانا، موبخ، ایک، بانس اور ہرا جھاؤ، تاڑ کے پتے اور کاغذ کی ٹوکری وغیرہ بنانا، کپڑے، لکڑی، چمڑے اور سیپ کے بٹن تیار کرنا، بیڑی بنانا اور کھلونے بنانا ہے۔ چوتھی وہ صنعتیں ہیں جو محض تفریح کے فاضل اوقات میں کی جاتی ہے یا کیجا سکتی ہیں اور اُن سے فائدہ بھی اُٹھایا جا سکتا ہے ایسی صنعتوں میں موزہ، بنیائن کی بُنائی، کنار اور بیلوں کی بُنائی، سینک، کاغذ اور موبخ کی ٹوکریاں بنانے کا کام، رومال بنانا، کپڑے پر چکن کا کام کرنا، کامدانی اور ٹوپی بنانے کا کام وغیرہ ہے اور اس قسم کی صنعتیں عورتوں میں بڑی آسانی سے جاری کی جا سکتی ہیں اور جاری بھی ہیں۔ اس میں صرف ضرورت یہ ہے کہ ایسے تیار شدہ مال کو جمع کرنے اور اس کو بازار میں فروخت ہونے کے قابل بنانا اور فروخت کرنے کے مناسب ذرائع سوچنا۔

اگر اس طرح ان چیزوں کو ترقی دینے کا مناسب انتظام کیا جائے تو اُمید ہے کہ نہ صرف گھریلو صنعت و حرفت ہی کی کافی ترقی ہوگی بلکہ بہت سے نوجوان اور بوڑھے مرد اور عورتوں کے لئے ذریعہ معاش پیدا ہو جائے گا*۔

---

* یہ مضمون جناب سیٹھ۔ پی۔ مشری دا ستونے حال ہی میں آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ سے براڈکاسٹ کیا تھا۔

ایک خوش حال کُنبہ

(از جناب نرشلیہ وام شکل)

نئی دُنیا کے ساتھ ہمارا رشتہ کیسے قائم ہوا یہ ایک طویل کہانی ہے جسے ہم تواریخ کے صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔ نئی دُنیا کے اس نئے رشتے نے ہماری زندگی میں نئے گل کھلائے۔ ہمیں بیل گاڑی سے ریل پر چڑھایا۔ ہمیں ڈاک وتار کے کرشمے دکھائے اور اس قسم کی بہت سی باتیں کیں جن کی وجہ سے ہم آج اپنی زندگی کو بالکل بدلا ہوا پاتے ہیں۔

گزشتہ جنگ عظیم نے ہماری بدلتی ہوئی زندگی میں اور بھی جدتیں پیدا کر دیں۔ سائنس کی نئی نئی دین نے ہمیں زمین سے ہوا میں اُڑنا سکھایا۔ اب دیکھنا ہے کہ موجودہ جنگ ہمیں کہاں سے کہاں پہنچاتی ہے۔

زمانے کے اس انقلاب نے ہماری زندگی کے ہر ایک پہلو پر اپنا اثر ڈالا ہے۔ ہماری معاشرت کھانا، پینا، اوڑھنا، پہننا، شادی بیاہ، رسم و رواج، خوشی و غمی سبھی میں نئی دُنیا کا نیا پن نظر آتا ہے۔

لیکن سچ پوچھئے تو اس بدلتے ہوئے زمانے کے ساتھ ہم نہیں بدلے ہم نے اپنا پُرانا ڈھرا نہیں بدلا ہمارا خانگی نظام وہی رہا، ہمارا کنبہ وہی بھان متی کا پٹارہ رہ گیا۔ اوپر نئے زمانے کا اثر لیکن اندر وہی پُرانی رفتار۔ ان دونوں کے درمیان ہم رہ گئے ہیں ہماری مراد ایک ایسے خاندان سے ہے جو دیہات میں اوسط درجے کی زندگی گزارتا ہے۔ چکی کے دانے کی طرح پسے جا رہے ہیں۔

اس مضمون میں یہ دکھلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ کسان کی زندگی کو اس نئے زمانے میں کس طرح خوش حال بنانے کی کوشش کی جائے۔

ہماری پرانی زندگی کی جو باتیں نئے زمانے کی باتوں سے نہیں ملتیں اُن میں سے ایک جو سب سے خاص ہے وہ ہے ہمارا خانگی نظام سیکڑوں ایسے نوجوان جو کل ایک اچھے پروفیسر ہوشیار صناع، مشہور مصور، کامیاب انجینیر [illegible] نہ جانے کیا کیا ہو گئے ہوتے [illegible] خانگی نظام کے باعث جہاں کے تہاں رہ گئے اور رہ جاتے ہیں۔ وہ آگے بڑھنا چاہتے ہیں مگر بڑھ نہیں پاتے۔ لوگ ان کا پیر پکڑ کر پیچھے گھسیٹتے رہتے ہیں۔ سولہ سترہ سال کی عمر ہوئی نہیں کہ ”کنبے کی پرورش کرو“ کا درس شروع ہو جاتا ہے۔ اور کنبہ بھی کیسا؟ اُس میں ماں باپ چار چار بھائی بہنیں، پھوپھی، چچی سبھی ہوتے ہیں۔ بھلا آپ ہی بتائیے کہ کنبے کے اتنے بڑے جھگڑے کو وہ بدنصیب نوجوان جس کی ابھی پوری بیس سال بھی عمر نہیں ہوئی کیونکر کھینچ سکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس نوجوان کو اپنے تمام ارمانوں کا خون کرنا پڑتا ہے۔ اپنی خیالی دُنیا کو برباد کر دینا پڑتا ہے۔ اور زندگی ایک ریگستان کی مانند ہو جاتی ہے

باپ، بھائی، ماں، مامی، چچی، پھوپھی اور خدا جانے کن کن کو خوش کرنے اور ان کے متعلق اپنے فرائض ادا کرنے کی ہمیں نصیحت کی جاتی ہے۔ اگر ہم اُس نصیحت کو مانتے ہیں، اُس پر عمل کرتے ہیں تو ہم اپنے کو مٹاتے ہیں اور اگر نہیں مانتے تو دُنیا ہم پر لعنت بھیجتی ہے۔

خوشحال زندگی گزارنے کے بارے میں پہلا سوال جو حل طلب ہے وہ ہے اس کنبے کی کاٹ چھانٹ کرنا۔ کنبے کی کاٹ چھانٹ ضروری ہے اور یہ ہوتا ہی آیا ہے۔ اگر نہ ہوتا آتا تو آج ساری دُنیا ایک عظیم الشان کنبے کی شکل میں ہوتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کنبے کی کاٹ چھانٹ ہوتی ہے مگر ہمارے یہاں یہ کاٹ چھانٹ وقت پر نہیں ہوتی۔ لڑ جھگڑ کر مارپیٹ کے بعد، جب خاندان کا ہر رکن ایک دوسرے کا جانی دشمن خون کا پیاسا ہو جاتا ہے اس وقت کنبے سے علیحدگی۔ شروع ہوتی ہے۔

اس لئے یہ ضروری ہے کہ یہ مسئلہ وقت سے پہلے حل ہو جائے۔ مثال کے طور پر ایک مشترکہ کنبہ لے لیجئے ایک ماں، ایک باپ، تین لڑکے، دو لڑکیاں۔ بڑا لڑکا بیس سال کا ہو گیا۔ اس کی شادی ہو گئی۔ وہ کمانے کھانے لگا۔ اس کی بیوی آ گئی اور ایک بچہ بھی ہو گیا۔ اب اس کا ایک الگ کنبہ ہو گیا اُسے الگ کیجئے۔ اُسے اپنی ایک نئی دُنیا بسانے دیجئے اور اپنی ذمہ داری تنہا اٹھانے دیجئے۔ اپنے پیر پر کھڑا ہونے دیجئے اُسے اپنی آمدنی اور اپنے خرچ کو گھٹانے بڑھانے اور برابر کرنے کا موقع دیجئے اگر آپ اُسے واقعی پیار کرتے ہیں، اگر اُس سے آپ کو سچی ہمدردی ہے تو اُسے پنجرے کا پرند نہ بنائیے اور آزادی سے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے دیجئے۔ ورنہ جب یکایک اُس پر اپنی زندگی کا بار پڑے گا تو وہ خود کو اُس طائر کی طرح مجبور پائے گا جو زندگی بھر پنجرے میں رہا اور جس کے اُڑنے کی قوت اُسی پنجرے میں ختم ہو چکی ہے۔

اس کا ایک نتیجہ تو یہ ہوگا جو ہم نے اوپر بتایا ہے۔ دوسرا نتیجہ یہ ہوگا کہ کنبے کے ’کمانے والے‘ کو اپنی طاقت کا اندازہ کرنے کا موقعہ ملے گا۔ نیز اپنی کمائی سے فائدہ اُٹھانے کا موقعہ ملے گا۔

اس میں ہمیں کنبے کی غیر ضروری محبت ختم کرنی پڑے گی۔ بھائی بھائی کا وہ رشتہ جس کا ناجائز فائدہ اُٹھا کر ایک تندرست و توانا بھائی کاہلی کی زندگی گزار کر کام کرنے والے بھائی کی چھاتی پر مونگ دلتا رہتا ہے یقیناً ٹوٹ جائے گا۔ مگر اپنے پیروں پہ کھڑے ہو جانے کے بعد بھائی بھائی میں جو نیا رشتہ قائم ہوگا وہ حقیقی اور اٹوٹ رشتہ ہوگا۔ اُس رشتے میں ایک بھائی

دوسرے بھائی سے یہ نہ کہہ سکے گا کہ وہ دوسرے کو کھلا رہا ہے اور نہ دوسرے کو مشترکہ خانگی نظام سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا موقع ملے گا۔

جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک کمانے والے کی چھاتی پر بیس بیس نفوس کے کنبے کا بھرا ہوا چھکڑا لدا ہے اور ایسے بھائی جو دن بھر گھاس بھی چھیلتے تو پیٹ بھرنے کا سامان کر لیتے، ایسی عورتیں جو دو گھنٹہ آٹا بھی پیستیں تو دو چار پیسے پیدا کر لیتیں اس بدنصیب کمانے والے کی چھاتی پر سوار ہیں تو اس بدنصیب نوجوان پر بڑا ترس آتا ہے۔

آج ایسا ایک بھی کنبہ نہ نظر آئیگا جہاں ہر فرد اپنا اپنا حصّہ ادا کر رہا ہو۔ ایک دو آدمی کماتے ہیں اور پندرہ بیس کھاتے ہیں۔ ہر گھر میں یہی منظر نظر آتا ہے۔ ہماری اس طرز معاشرت نے ملک میں لاکھوں کی تعداد میں کاہل پیدا کر دیئے ہیں۔

کمانے والے کے سامنے کنبہ کی پرورش کی جو مثال پیش کر دی جاتی ہے اس کی تقلید کرنے کے لئے اُسے چوری، بے ایمانی اور رشوت خوری تک کرنی پڑتی ہے۔ کچہریوں، دفتروں اور دوکانوں میں کام کرنے والے نوجوان آئے دن ناجائز طریقوں سے اپنی آمدنی بڑھانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ بالائی آمدنی کیسے ہو یا کیسے بڑھے؟ اس کے لئے جن جن غیر شریفانہ طریقوں پر عمل کیا جاتا ہے جن جن بھدّے راستوں سے ایسی آمدنی کیجاتی ہے یہ کچہری کے احاطے میں بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔ اس قسم کی آمدنی سے کنبے کی پرورش کی جاتی ہے۔ بھلا ایسی حرکتیں کرنے کے بعد کنبے کی پرورش کرنے کا فخریہ اعلان کرنے کی ضرورت ہی کیا۔ صاف کہہ دیجئے کہ ہماری جو جائز آمدنی ہے اس کے بل پر ہم کنبے کی اتنی بڑی گاڑی نہیں کھینچ سکتے۔ مگر بیشتر کمانے والے ایسا نہیں کہہ پاتے۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غلط اور ناجائز راہ سے چلکر اپنی آمدنی بڑھاتے ہیں۔ یہ حرکات کرتے وقت کبھی کبھی وہ گرفتار بھی ہو جاتے ہیں، انھیں جیل جاکر سزا بھگتنی پڑتی ہے اور اُس وقت انھیں کنبے کی پرورش کرنے کا صلہ ملتا ہے۔

مگر تعجب تو اس بات کا ہے کہ بیشتر نوجوان اس بات کو معیوب نہیں سمجھتے راقم الحروف کو ایسے بہت سے نوجوان ملے جو یہ کہتے دیکھے گئے کہ بھائی ہزار دو ہزار روپیہ کسی طرح ہاتھ لگ جاتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ کنبہ تو سال دو سال آرام کرتا ہمیں چاہئے کچھ دنوں جیل ہی میں رہنا پڑتا۔

آج رشوت خوری اور امانت میں خیانت کے جرم میں ماخوذ مجرموں سے اگر دریافت کیا جائے کہ آپ نے یہ جرم کیوں کیا؟ تو وہ صاف صاف ندامت آمیز لہجے میں کہہ دیں گے کہ اُنھوں نے کنبے کی پرورش کرنے ہی کے لئے یہ ذلیل فعل کیا ہے۔ کچہریوں کے عملے والے روزانہ یہی کیا کرتے ہیں۔ اس کے لئے بدنام بھی ہیں ہم کہتے گر گئے ہیں۔ ہم رشوت لیتے ہیں اور اس رشوت کے روپوں سے اپنی بیوی بچوں کے لئے نئے نئے زیور اور کپڑے بنواتے ہیں ستائے جانے والے غریب اور مجرم ہی تو رشوت دیتے ہیں اس طرح گناہ آلودہ پیسے سے کنبے کی پرورش کرنے کے خیال کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

اب ہمیں اپنی خانگی زندگی میں زبردست انقلاب کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ انقلاب ضروری ہے اس کا آغاز کرنے کے پہلے ہمیں خانگی زندگی کے متعلق تعلیم ملنی چاہئے افسوس ہے کہ اس ملک میں "ایجوکیشن ان لائف پلاننگ" یعنی زندگی گزارنے کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

ہر ملک میں قومیت کی بنیاد منظم اور خوش حال کنبوں ہی پر رکھی جاتی ہے۔ دنیا میں وہی ملک خوش حال ہیں جہاں ہر ایک کنبہ خود اعتماد اور مکمل ہے کنبے کے سردار کو یہ تعلیم ملنی چاہئے کہ وہ اپنے ساتھ رہنے والوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرے اور اپنی ذمہ داری کو کس طرح نباہے۔

کنبے کے سردار کو حسب ذیل باتوں کے متعلق واقفیت ہونی چاہئے اور اُن پر عمل کرنا چاہئے۔

الف۔ مالک کی حیثیت سے اُس کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

ب۔ اس ذمہ داری کو نباہنے کی اُس میں اہلیت ہے یا نہیں؟

مالک کے فرائض۔

۱۔ اپنے کنبے کے لئے ایسی جائے رہائش بنانا جو صاف ستھری اور صحت بخش جگہ میں ہو۔

۲۔ کنبے کے ہر فرد کو پوری اور صحت بخش خوراک دینا۔

۳۔ موسم کے مطابق کپڑوں کا انتظام کرنا۔

۴۔ بچوں کی تعلیم کا انتظام کرنا۔

۵۔ حساب کتاب رکھنا۔

۶۔ کنبے کے بیرونی تعلقات کی نگرانی

۷۔ کنبے کے ہر فرد کو کام میں لگائے رکھنا۔

جس کنبے میں زیادہ لوگ ہوں اور خرچ برداشت کرنا مشکل ہو وہاں بریڈ لیبر نامی اصول نافذ کرنا ضروری ہے بریڈ لیبر کا مطلب ہے۔ کم سے کم اپنے لئے کمانا۔ بغیر اس اصول پر عمل کئے ایک بڑے کنبے کی پرورش کرنا مشکل ہوتا ہے۔

کنبے کے انتظام میں سب سے بڑی بات جو ہمیں دیکھنی ہوتی ہے وہ خرچ برداشت کرنے کی بات ہے۔ کنبے میں اگر خرچ کا انتظام اچھا ہے تو وہ کنبہ خوش حال زندگی گذار سکتا ہے۔ کبھی کبھی بدانتظامی کی وجہ سے بھی خرچ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ ناجائز طریقوں سے آمدنی بڑھانے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔

ایک چھوٹے موٹے کنبے کا تو ذکر ہی کیا بڑے بڑے زمیندار تک اپنے آمد و خرچ کا بجٹ نہیں تیار کر سکتے۔ یہ بجٹ گذشتہ سال کی آمدنی و خرچ دیکھکر تیار کرنا چاہئے اس سے بڑے فائدے ہوتے ہیں۔ یعنی آپ نے سال آئندہ کے لئے بجٹ بنایا کہ ہمیں ۱۰۰۰ روپیہ کی آمدنی کرنی ہے خرچ ۹۰۰ کرنا

ہے اب اگر سال شروع ہونے پر آپ کی آمدنی گھٹ رہی ہے تو آپ کو فوراً اپنا خرچ بھی کم کر دینا چاہئے۔ کس مد میں آپ کتنا خرچ کریں یہ کام اگر آپ نے سال بھر پہلے بجٹ بنا لیا ہے تو آسانی سے کر سکتے ہیں۔

میں یہاں ایک ایسے کنبے کے متعلق کچھ باتیں بتانا چاہتا ہوں جسے ایک گجراتی صاحب آشرم کی شکل میں تجربے کے لئے چلا رہے تھے۔

وہ کہتے ہیں:-

کچھ ساتھیوں کی امداد سے میں ایک آشرم چلا رہا ہوں۔ اس کا مقصد ہمیں اپنے کو ایک مثالی کنبے کی شکل میں ظاہر کرنا ہے تاکہ ہم گاؤں والوں کی تھوڑی بہت خدمت کر سکیں۔ اوسطاً ہم ۸ افراد پر آٹھ ماہ میں حسب ذیل خرچ ہوا۔

خوراک	۱۷۱ روپیہ	۸ آنہ	۹ پائی
کپڑا	۱۲ "	۹ "	۹ "
روغنی	۱ "	۱۰ "	.. "
ڈاک خرچ	۳ "	۱۰ "	۹ "
متفرق	۲ "	۳ "	۲ "
برتن	۳ "	۸ "	۹ "
دوائیں	۶ "	۸ "	۳ "
اخبار	۳ "	۱۴ "	.. "
سفر خرچ	۱۰ "	۲ "	۳ "
میزان	۲۳۱ روپیہ	۱۲ آنہ	

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر فرد پر کھانے میں ۳ روپیہ اور کپڑے وغیرہ میں ایک روپیہ کے قریب صرف ہوا۔

عام حالات میں ایک مثالی کنبے کی اگر مذکورہ بالا بجٹ کے مطابق زندگی بسر ہو تو ہم ہندوستانی طرز معاشرت کے لحاظ سے اسے خوش حال کنبہ کہہ سکتے ہیں۔

مذکورہ بالا بجٹ میں ایک دو باتیں رہ گئی ہیں۔ یعنی بچوں کی تعلیم، تیوہار اور شادی و غمی یہ باتیں بھی ہمارا خرچ بڑھانے والی ہوتی ہیں۔ تعلیم کے متعلق آج کل اخراجات بہت بڑھے ہوئے ہیں اگر ہمارے رسم و رواج کے چکر میں پڑ کر ہم شادی اور غمی کی تقریبوں میں خرچ کرتے کرتے دیوالئے ہوتے رہتے ہیں، تو موجودہ طریقہ تعلیم بھی ہماری مالی نوچ کھسوٹ کے لئے کم نہیں ہے۔ جو لوگ شادی اور غمی کی تقریبوں میں بازی لے جانے کو اخراجات کو بالکل نظر انداز کر دینے کی رائے دیتے ہیں ان کے سامنے ابھی یہ بات نہیں آئی کہ ہم بچوں کی پڑھائی لکھائی سے کتنے زیادہ تباہ ہو رہے ہیں۔

یہ دونوں اخراجات ایسے ہیں جنھیں روکنا حکومت کے بس کی بات ہے۔ ایک طرف جہاں اسے تعلیم کا انتظام بالکل مفت کرنا چاہئے وہیں اسے ایسا قانون بنانا چاہئے جس سے لوگ شادی اور غمی کی تقریبوں پر اپنی آمدنی کا صرف اتنا حصہ صرف کر سکیں کہ بعد میں کنبے والوں کو تکلیف نہ ہو نہ قرض لینے کی نوبت آئے۔

بغیر حکومت کے انتظام کے محض نصیحتوں کی بنا پر ہماری زندگی کے اس شعبہ میں کوئی اصلاح نہ ہوگی۔ رائل اگریکلچر رپورٹ میں ایک جگہ یہ صاف صاف تحریر ہے چاروں طرف سے جو بہتر زندگی کے لئے مطالبے ہو رہے ہیں وہ اسی وقت پورے کئے جا سکتے ہیں جب کہ دیہات کی مالی حالت سدھاری جا سکے۔ اور ہمیں یہ کہنے میں قطعی جھجھک نہیں کہ رہن سہن کا معیار بلند کرنے کی ذمہ داری حکومت ہی پر ہے۔

ہماری زندگی کے بہت سے شعبے بے جان ہو چکے ہیں۔ کھیتی ناکمل رسم و رواج، بچپن کی شادی، بیکار نوجوانوں کی شادی، جہیز کی رسمیں وغیرہ باتیں بغیر حکومت کی امداد کے نہیں سدھر سکتیں۔ اور ان سب باتوں کا ہماری خانگی زندگی کے اقتصادی پہلو کے ساتھ بہت کچھ تعلق ہے کنبے کی پرورش کی وہ مثال جو موجودہ زمانے کے مطابق ہو، بریڈ لیبر کا اصول وغیرہ باتوں کی طرف مصلحان قوم کا دھیان جانا چاہئے اور سماج موجودہ زمانے کے مطابق ایک نئی مثال پیش کرنے کی کوشش ہونی چاہئے ہر ایک کنبے کو اپنی آمدنی و خرچ کا بجٹ تیار کرنا چاہئے۔ کنبے کے سردار کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ کمانے والوں پر ایسے لوگوں کی پرورش کا بار نہ ڈالے جو خود کما سکتے ہوں۔ اگر ایسا ہو تو ہماری خانگی زندگی کے اقتصادی پہلو کی کچھ نہ کچھ ضرور اصلاح ہو سکتی ہے۔

دنیا کا سب سے بڑا گناہ ہے اپنے آپ کو دھوکا دینا۔ گئے زمانے کا رونا رونا۔ اس سے بڑا گناہ ہے۔ موجودہ زمانے کو دیکھ اور سمجھ کر نہ چلنا سب سے بڑا قصور ہے اور آنے والے زمانے کی طرف نگاہ نہ رکھنا سب سے بڑی بدبختی ہے آج ہندوستان میں اس قسم کے گناہگار ایسے قصوروار اور اس قسم کے بدبختوں کی کمی نہیں ہے۔ ہم اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں کہتے ہیں ہم پنڈت ہیں، سید ہیں، اچھے خاندان کے ہیں، ہمارے اسلاف ایسے تھے ویسے تھے۔ ہم آج اس انقلابی دور میں بھی آنکھیں بند کر کے چل رہے ہیں، آج بھی ہم یہ نہیں سوچ رہے ہیں کہ آگے کنواں ہے یا کھائی۔ بس آنکھیں بند کئے بڑھے چلے جا رہے ہیں اسکا نتیجہ کیا ہونے والا ہے؟

ہم اپنے اسلاف کی بہادری کے گیت گاتے ہیں کہتے ہیں ہمارے خاندان میں فلاں بزرگ نے شیر مارا تھا۔ مگر جب ہمارا سامنا ایک کتے سے بھی ہو جاتا ہے تو ہم ڈر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں رات کو دس بجے کے بعد کسی ویران جگہ سے گزرتے ہوئے جنکا دل لرزتا ہے وہ جب دن کو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دادا مہینوں جنگلوں میں رہا کرتے تھے تو بہت ضبط کرنے پر بھی ہنسی آ ہی جاتی ہے۔

وہ کردار کی مضبوطی وہ ہمت، وہ مردانگی جسکی آج ہم ڈینگیں مارتے ہیں کہاں ہے؟ وہ بلند خیالی کہاں ہے؟ وہ پاک طینتی کہاں ہے! محض کتابوں میں۔ صرف قصوں میں۔ آج اس ملک

میں آج اِس ملک میں اُسی کا زور ہے جس کے پاس پیسہ ہے اور جو اعلیٰ ذات کا ہے حب الوطنی ایک پیشہ ہو گئی ہے۔ ساج سیوا ایک ذریعہ تفریح ہو گیا ہے، ہم ہندو ہیں، ہم مسلمان ہیں۔ ہم یہ ہیں ہم وہ ہیں اس قسم کی باتوں کا بول بالا ہو رہا ہے۔

صرف دو چار رہنما ملک کی کایا پلٹ نہیں کر سکتے۔ اس ملک میں ۳۵ کروڑ انسان آباد ہیں سب مہاتما نہیں بن سکتے۔ سب اگر صرف انسان ہی بن جائیں تو بھی غنیمت ہے۔ بیشتر اہل وطن جانوروں کی طرح پیدا ہوتے ہیں، بڑھتے ہیں، ویسی ہی زندگی بسر کرتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ ہمیں اِن پینتیس کروڑ انسانوں کے رہنے سہنے، کھانے پینے اور زندگی کے دوسرے کاموں میں ایک نیا پن دیکھنا ہے۔

ہمیں لوگوں کی زندگی سے محبت کرنا سیکھنا ہے نفرت کرنا نہیں۔ اس کے لئے ہمیں پرانی باتوں کو چھوڑنا پڑیگا۔ ہمیں پرانی باتوں کے پیچھے آنکھیں بند کر کے دوڑنے کی عادت ترک کرنی ہو گی، ذرا خیال تو کیجئے کہ جس سڑک پر سر سر کرتی موٹریں دوڑ رہی ہوں اُس سڑک پر جب آپ کی بیل یا بھینسا گاڑی نو دن میں ڈھائی کوس کی رفتار سے چلتی ہے تو کیا آپکو شرم نہیں آتی۔ ہزاروں برس پہلے جو رتھ کا ڈھانچہ تھا وہی آج بھی یکے اور بہلی کی شکل میں موجود ہے۔ صدیوں سے ہماری جو عادتیں پڑ گئی ہیں بغیر اُنھیں ایک قلم ترک کئے ہم ترقی نہیں کر سکتے۔ ہم اُن باتوں پر عمل کرتے ہوئے نئی زندگی نہیں بنا سکتے۔ یہ صحیح ہے کہ ایک بار ہمیں پرانی باتیں ترک کرتے ہوئے تکلیف ہو گی۔ لیکن اس امید پر کہ ہماری نئی زندگی ہمیں نیا آدمی بنائے گی ہمیں وہ تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار ہونا پڑے گا۔

ذرا ہماری بے وقوفی تو دیکھئے۔ ہم شادی کریں گے، بیاہ کریں گے، گھر بنائیں گے اور ہر بات پہ کہتے پھریں گے کہ یہ مایا ہے، اور یہ کہہ کر زندگی کی حقیقی لذت سے محروم ہوتے رہیں گے یہ کہتے ہوئے ہمیں تکلیف ہوتی ہے کہ ہمیں خوشحال زندگی بسر کرنے کی وہ تعلیم جس کے مطابق ہم آج چل رہے ہیں، غلط ملی ہے۔ اس زندگی میں نہ لطف ہے نہ جوش۔ کنبے کے لوگوں میں ادب اور قاعدے کے نام پر ایک سرے سے کھنچاؤ ہے بیوی شوہر کی چوری سے اپنی خواہشیں پوری کرتی ہے اور شوہر صاحب بیوی کی چوری سے مزہ اُڑاتے ہیں۔ بچے والدین کی چوری سے اپنی خواہش کی تکمیل کرتے ہیں۔

گھر کے اندر کنبے کا ہر فرد ایک دوسرے سے باہم کھنچا رہتا ہے۔ مہینوں گزر جاتے ہیں اور یکجا ہو کر لوگ نہ ہنستے بولتے ہیں نہ کھاتے پیتے ہیں۔ چھوٹے بڑے کے خیال نے ہمیں کنبے داری کے اِس لطف سے ہمیشہ کے لئے محروم کر رکھا ہے۔ ایک ہی دسترخوان پر باپ کے ساتھ بیٹا، اُس کی دُلہن، بڑے بھائی کے ساتھ چھوٹے بھائی کی بیوی خسر کے سامنے بہو کیسے بیٹھکر کھائے۔ کیسے ہنسیں بولیں ناک نہ کٹ جائے گی۔ ایسی شرم اور حیا سے ہماری زندگی ہمارے لئے ایک بار بن گئی ہے اور ہم اُس بار کو اُٹھائے پھر رہے ہیں رشتہ دار شادی بیاہ کے موقعوں ہی پر آتے ہیں۔ حقیقی سماجی زندگی کے لطف ہم حاصل ہی نہیں کر سکتے۔

گھر کے باہر ہماری زندگی میں کوئی لطف نہیں ہے۔ نہ کوئی کلب ہے نہ کوئی مل جل کر بیٹھنے کی جگہ۔ اپنے اپنے گھروں میں لوگ صبح و شام بیٹھے نظر آتے ہیں۔ یورپ کی تقلید میں کچھ شہروں میں کلب بنے ہیں مگر وہاں شراب، کباب، جوئے کا دور دورہ رہتا ہے۔ گویا ہم نے اُن سے یہی سیکھا ہے اور باقی باتیں چھوڑ دی ہیں۔ ہم ایک سرے سے ساتھی پن نہیں قائم رکھتے۔ باہم کشیدہ رہتے ہیں۔ کوئی رتبہ نہ رہتے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے اپنا رتبہ قائم رکھتے ہیں اپنی برتری کی چھوٹی ڈینگیں مارتے ہیں اور ایسا کر کے ایک دوسرے کو ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بظاہر ہندوستان کی ہر قوم مذہب پرست بنتی ہے۔ ہندو مندروں میں گھنٹے بجاتے ہیں۔ مسلمان مسجدوں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ مگر لوگوں میں خود غرضی اس درجہ سرایت کر گئی ہے کہ ایک ایک کوڑی کے لئے کتوں کی طرح آپس میں لڑتے ہیں۔ ہائی کورٹ تک مقدمہ بازی کرتے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر برسوں سے ساتھ رہنے والے پڑوسی ایک دوسرے کی جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔

شہروں میں محلّے کے محلّے خالی ہوتے جاتے ہیں۔ ہندوؤں کے محلے مسلمان چھوڑتے ہیں اور مسلمانوں کے محلے ہندو خالی کر رہے ہیں۔

جس ملک میں اتنی نا اتفاقی ہے، اتنی باہمی دشمنی ہے، اتنی خرابی ہے اُس ملک کی کیا خاک ترقی ہو گی۔

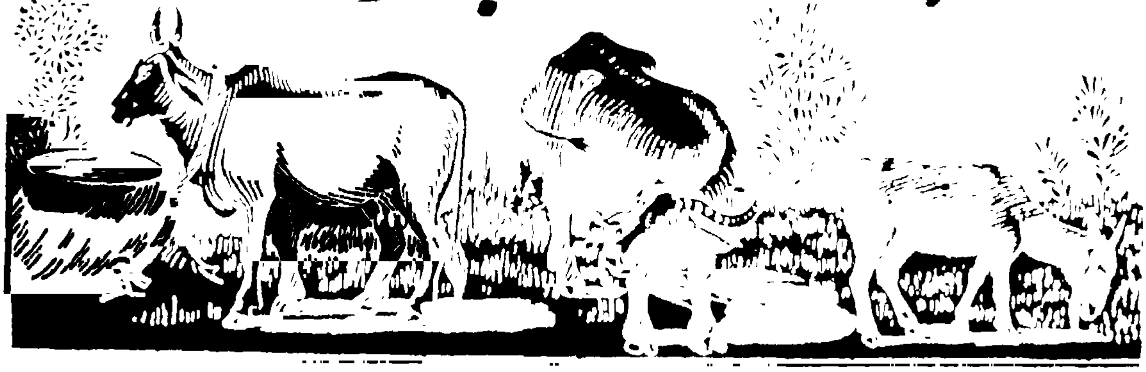
دودھار گائے

ہمارے صوبے کی دیہاتی گائیں تین چار سیر دودھ دیتی ہیں، تو بہت سمجھا جاتا ہے۔ ہاں پنجاب کی گائیں زیادہ دودھ دیتی ہیں۔ وہاں پندرہ سولہ سیر تک دودھ دینے والی گائیں تلاش کرنے پر مل جاتی ہیں۔

لیکن امریکہ اور یورپ کے لوگ گاؤں کی نسل سدھارنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اسی لئے وہاں کی گائیں دِن بدن دودھ دینے میں ترقی کرتی جاتی ہیں۔

ابھی تک دنیا میں سب سے زیادہ دودھ دینے میں پہلا نمبر امریکہ کی ایک گائے کا تھا۔ کہتے ہیں اُس نے ایک سال میں ۴۹۶ من دودھ دیا تھا۔ مگر حال کی خبر ہے کہ انگلینڈ کی ایک گائے امریکہ والی گائے سے بھی دودھ دینے میں بڑھ گئی ہے۔ اُس کا نام "چیری" ہے۔ اس نے ایک سال میں ۵۰۶ من دودھ دیا ہے۔ جو ایک من ۱۵ سیر روزینہ پڑا۔ ہمارے دیہات کی ۱۵ بیس گائیں مل کر بھی اُس گائے کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

ہمارے جانور



ہندوستان میں مویشیان کی خوراک کا مسئلہ

ڈاکٹر کے سی سین پی اے ایچ ڈی کے ایک مضمون کا خلاصہ

اس مسئلہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ ہندوستان میں مویشیان کی آبادی آدمیوں کے تعداد کے مقابلہ میں ۵۵ فیصدی ہے۔ اس مضمون میں یہ بتایا گیا ہے کہ خوراک کے طاقت دینے والے اجزا کس تناسب میں جانوروں کو دینا چاہئیں۔ مویشیان کی خوراک میں پروٹین۔ چربی۔ کاربوہائیڈریٹ نمک معدنیات اور پانی کے اجزا کا ہونا ضروری ہے۔ اس کے دوسرے درجہ پر وٹامن ایاینڈ لیسیتھن اور کولسٹرال وغیرہ کا ہونا ضروری ہوتا ہے اگر ان میں سے کوئی جز کم تعداد میں دیا جائے گا تو جانور پر اسکا اثر پڑے گا اور اگر ضرورت سے زائد دیا جائے گا تب بھی نقصان دہ ثابت ہوگا (Animal nutrition Section Izatnagar) میں تجربات کے ذریعہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک ہزار پونڈ وزن کا بیل ۱۸۰ گرام قابل ہاضمہ پروٹین رکھنے والی خوراک سے تندرست رہ سکتا ہے جبکہ اس سے محنت کا کام نہ لیا جائے اور چھ سو پونڈ وزن کے بیل کو ۵۰۰ گرام قابل ہضم پروٹین کی ضرورت پڑیگی جبکہ اس سے محنت کا کام نہ لیا جائے۔ دس بارہ پونڈ بھوسہ میں جو کہ عام طور سے یہاں پر جانوروں کو روزانہ دیا جاتا ہے صرف ۶۰ پونڈ قابل ہضم پروٹین ہوتے ہیں لیکن جانوروں کو اس سے زیادہ پروٹین کی ضرورت ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ مویشیان کی ایک بڑی تعداد کو پروٹین حسب ضرورت نہیں ملتا۔

جانوروں کے جسم کے ڈھانچے کا ۹۰ فیصدی حصہ چونے اور فاسفورس سے بنا ہے۔ جب یہ اجزا جانور کو مقدار سے کم ملتے ہیں تو اس کی ہڈیاں پولی اور کمزور ہو جاتی ہیں۔ بڑھتے ہوئے جانوروں کو بالغ جانوروں کے مقابلے میں ان کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور دودھ دینے والے جانور کو اور بھی زیادہ چونا اور فاسفورس درکار ہوتا ہے۔ اس بات کا اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک ۱۰۰۰ پونڈ وزن کے مویشی کو اپنا جسم تندرستی کی حالت میں قائم رکھنے کے لئے ۱۵ گرام چونے اور ۱۰ گرام فاسفورک ایسڈ کی روزانہ ضرورت رہتی ہے۔ عام طور سے یہ دونوں اجزا دس بارہ پونڈ سوکھے چارے میں مویشیان کی ضرورت کے قابل موجود رہتے ہیں۔ مگر تیزابی زمینوں سے پیدا کئے ہوئے سوکھے چارے میں بعض اوقات فاسفورس کی کمی ہوتی ہے۔ اور دس بارہ پونڈ روزانہ سوکھے چارے کی خوراک سے جانوروں کی فاسفورس کی ضروریات پوری نہیں ہوتی ہیں۔

خوراک میں چونے اور فاسفورس کا تناسب ۱:۱٫۵ – ۱:۲ ہونا چاہئے اگر فاسفورس کا تناسب اس سے زیادہ ہوتا ہے تو دونوں معدنیات ضائع ہو جاتے ہیں۔ جب خوراک میں دونوں معدنیات بہت زیادہ ہوتے ہیں تو زیادتی کی حالت میں تناسب کی ضرورت نہیں ہے۔

فاسفورس اور چونا کم تعداد میں ملنے سے وٹامن ڈی کی مقدار گھٹ جاتی ہے اور جانور کو رکیٹس (Rickets) کی بیماری ہو جاتی ہے اور فاسفورس تھوڑی تعداد میں ملنے سے اوسٹیومیلیسیا (Osteomalacia) کی بیماری ہو جاتی ہے۔

ان دو معدنیات کے علاوہ آیوڈین اور لوہے کی بھی خفیف تعداد میں ضرورت رہتی ہے۔

وٹامن۔ اے۔ بی۔ ڈی۔ اور ای کی بھی جانوروں کو ضرورت رہتی ہے اور یہ ہرے چارے میں پائے جاتے ہیں ان وٹامنوں کے خوراک میں نہ ہونے سے جانوروں کو مختلف مرض ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہرے چارے کا استعمال تھوڑی مقدار میں جانوروں کو کراتے رہنا چاہئے۔

ماخوذ از اگریکلچر و لائیو اسٹاک ان انڈیا
ستمبر ۱۹۵۳ء



مختلف اقسام کے جہاز

(از جناب سیتلا سہائے)

[لڑائی کی خبروں کے سلسلے میں مختلف قسم کے جہازوں کا ذکر آتا ہے۔ اس مضمون کے ذریعے قارئین انھیں کے متعلق معلومات حاصل فرمائیں گے۔]

ہم لوگ جو گاؤں میں رہتے ہیں جہازوں سے زیادہ واقف نہیں ہیں بہتوں نے تو جہاز دیکھا ہی نہ ہوگا۔ بڑے دریاؤں کے کنارے بسنے والوں نے شاید اگن بوٹ دیکھا ہو کشتی اور ناؤ تو بہتوں نے دیکھی ہوں گی۔ بڑے بڑے بجرے بھی سب نے دیکھے ہونگے لیکن جہاز دیکھنے کا انھیں لوگوں کو موقعہ ملا ہوگا جو بمبئی، کلکتہ، کراچی یا اسی قسم کے دیگر ساحل سمندر پر آباد شہروں میں گئے ہیں یا جنہوں نے رنگون، وکاک شہروں کا سفر کیا ہے۔

ہمارے مذہبی قصوں میں بھی شہروں کا خاص ذکر نہیں ہے۔ وشنو بھگوان سمندر ہی میں رہتے ہیں لیکن وہ بھی جہاز نہیں رکھتے۔ موجودہ غوطہ خور کشتی کے سپاہی کی طرح وہ سمندر اندر نہیں بلکہ سمندر کی سطح پر رہتے ہیں۔

شمالی ہند کے باشندے دریاؤں میں چلنے والی چھوٹی بڑی کشتیوں ہی سے واقف ہیں یہی ہزاروں برسوں سے چلتی آرہی ہیں اور آج تک اپنی اسی شکل میں ہمارے سامنے ہے جنگی جہازوں کے دیکھنے کا بہتوں کو موقعہ نہ ملا ہوگا۔ ہمارے مذہبی قصوں میں بھی بحری لڑائی یعنی کشتیوں پر سوار ہو کر جنگ کرنے کے تذکرے نہیں ملتے۔ راون کے اوپر رام کو حملہ کرنا تھا راون لنکا کے جزیرے میں رہتا تھا لیکن رامچندر نے بحری جہاز استعمال نہیں کئے بلکہ پل ہی باندھا اور پھر بڑی لڑائی ہوئی۔ اسی طرح پانڈوں کی لڑائیوں میں بھی ہم بحری جہازوں کا ذکر نہیں پاتے۔ ہوائی جہاز تو کہتے ہیں کہ کبیر کے پاس تھا اور اسے راون نے چھین لیا تھا اور پھر اسی پر رام چندر لنکا سے اجودھیا آئے تھے۔ لیکن کسی تاریخی ہستی کے بحری جہاز ہونے کی روایت مشہور نہیں ہے۔ اسلئے ہمارے واسطے سب جہاز برابر ہیں۔ ہم ریل گاڑی دیکھکر یہ ضرور بتا سکتے ہیں کہ مال گاڑی ہے یا مسافر گاڑی ہے لیکن جہاز دیکھ کر یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ جہاز کس قسم کا ہے اس مضمون کا مقصد یہ ہے کہ اختصار کے ساتھ ہم ہر قسم کے جہازوں کے متعلق قارئین کو واقف کرائیں۔

کچھ جہاز پانی پر چلتے ہیں کچھ پانی میں چلتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو پانی میں بھی چل سکتے ہیں اور ہوا میں بھی اڑتے ہیں۔ پانی پر چلنے والے تو عام جہاز ہوئے جو پانی میں چلتے ہیں وہ غوطہ خور کہلاتے ہیں۔ اور جو کبھی پانی پر چلتے ہیں اور کبھی ہوا میں اڑتے ہیں وہ دراصل ہوائی جہاز ہیں لفظ 'ہوائی جہاز' ہم آج کل زیادہ تر ان طیاروں کو کہتے ہیں جو زمین پر اترتے ہیں۔ زمین پر اترنے والے طیاروں کو جہاز کیوں کہا جاتا ہے؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ہمارا خیال ہے کہ اس سلسلے میں ہماری قوم کی ناتجربہ کاری اور قلت الفاظ اسکا بڑا سبب ہے۔

جہاز جو مسافروں کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر لیجاتے ہیں وہ مسافر لیجانے والے جہاز کہلاتے ہیں انگریزی میں ان کو لائنر کہتے ہیں جو جہاز مال لے آنے اور لیجانے کا کام کرتے ہیں انھیں مالی جہاز کہتے ہیں۔ ان کو انگریزی میں کارگو شپ کہتے ہیں۔ اور جو جہاز جنگ کے کام میں آتے ہیں انھیں جنگی جہاز کہتے ہیں۔

آجکل جنگ ہو رہی ہے۔ اسلئے قارئین کے لئے جہازوں کی مختلف اقسام معلوم کرنے میں زیادہ دلچسپی ہوگی اسلئے ہم یہاں جنگی جہازوں ہی کا ذکر کریں گے۔ جنگی جہازوں کے اجتماع کو بحری بیڑہ کہتے ہیں۔

بحری بیڑے میں کتنی اقسام کے جہاز ہوتے ہیں یہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) وزنی جنگی جہاز (بیٹل شپ) جنگی گشتی جہاز (بیٹل کروزر) بڑا جہاز (کیپٹل شپ)

(۲) (اینٹی ایر کرافٹ) ہوائی جہاز گرانیوالے

(۳) تباہ کرنے والے تارپیڈو (ڈسٹرائر) موٹر تارپیڈو جہاز۔ تباہ کن۔ فلوٹلا لیڈر۔

(۴) گشتی جہاز (کروزر) وزنی گشتی جہاز ۸ انچ توپ والا۔ ہلکا گشتی جہاز ۶ انچ توپ والا

(۵) غوطہ خور (سب میرین) بڑی۔ چھوٹی۔

(۶) مختلف۔ سرنگ بچھانے والے، سرنگ بٹورنے والے، پہرہ دینے والے رسد پہنچانے والے۔ سامان رکھنے والے۔ پٹرول لیجانے والے۔ مرمت کرنے والے ساحل کی حفاظت کرنے والے وغیرہ



جنگی جہاز (بیٹل شپ)

اب ہم یہ جان گئے کہ لڑائی والے جہاز کتنی قسم کے ہوتے ہیں لیکن ہمیں یہ نہیں معلوم ہوا کہ ان جہازوں کے کام کیا ہیں؟ یہ تو ہمیں معلوم ہی ہونا چاہئے کہ بحری بیڑے کا خاص کام یہ ہے کہ وہ اپنے ملک سے دُنیا کے دیگر ممالک کا تجارتی تعلق قائم رکھے تاکہ کاروبار جاری رہ سکے دشمن کی تجارت کو روک دے یعنی ناکہ بندی کرکے دیگر ممالک سے اس ملک میں تجارتی مال کی درآمد برآمد بند کردے اور تیسرا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ موقعہ پاکر یا لڑائی میں دشمن کے بحری بیڑے کو تباہ کرڈالے۔

جنگی جہاز

بحری بیڑے کا سب سے زیادہ طاقتور جہاز جنگی جہاز ہوتا ہے جسے انگریزی میں بیٹل شپ کہتے ہیں۔ان میں بہت بڑی بڑی توپیں لگی ہوتی ہیں جن کا مفصل ذکر ہم آگے کریں گے جنگی جہاز بڑے مضبوط جہاز ہوتے ہیں اور گھمسان لڑائی میں گھس کر دشمن کے جہازوں پر زبردست گولہ باری کرسکتے ہیں۔ یہ خود اتنے مضبوط ہوتے ہیں کہ ان پر معمولی جہازوں کا گولہ اثر نہیں کرتا۔ یعنی ان کی گولہ باری برداشت کرتے ہوتے بھی یہ اپنا کام جاری رکھ سکتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ان جہازوں پر بہت موٹی فولادی چادر چڑھی رہتی ہے کھلے ہوئے حصہ میں اس طرح چادر چڑھی ہونے کے باعث اگر دشمن کے معمولی گولے آکر گریں تو اسے اتنا نقصان نہیں پہنچتا کہ یہ فوراً ڈوب جائے یا اپنی لڑائی نہ جاری رکھ سکے۔ جنگی جہاز ایک قسم کا تیرتا ہوا قلعہ ہے۔ یہ اور جہازوں کے مقابلہ میں تیز نہیں چل سکتا۔ کیونکہ اس کا وزن بہت زیادہ ہوتا ہے اس کے انجن میں ۴۵ ہزار گھوڑوں کی طاقت ہوتی ہے اور اس میں درجنوں توپیں ۱۵ بیس گز لمبی اور فیٹ سوا فیٹ کے دہانے کی ہوتی ہیں۔ ایک توپ کا وزن عموماً ۱۰۰ ٹن ہوتا ہے۔ ایک ٹن ۲۷ من کے برابر ہوتا ہے جس کی ایک ایک توپیں ۲۷ من کی ہوں جس کا انجن اتنا بڑا ہو کہ اس میں سے ۴۵ ہزار گھوڑوں کی طاقت پیدا کی جاسکے اور جس کے اوپر فولاد کی چادر چڑھی ہو اس کا وزن کتنا ہوگا اس کا اندازہ مشکل ہے پھر بھی یہ گھنٹے میں ۲۵ میل چل سکتا ہے

اب ہم ایک خاص انگریزی جنگی جہاز کا ذکر کرتے ہیں تاکہ قارئین یہ جان سکیں کہ جنگی جہاز ہے کیا چیز۔ رائل ساورن نام کا ایک انگریزی جنگی جہاز ہے۔ یہ اوسط قد کا انگریزی جہاز ہے۔ اس سے یہ معنی ہوئے کہ اس سے بڑے بھی انگریزی جہاز ہوتے ہیں۔ اس کا وزن پورا سامان لادنے کے بعد ۳۳۵۰۰ ہوتا ہے۔ اس کا اپنا وزن ۲۹ ہزار ۳۵۰ ٹن ہے۔ اس میں ۱۱۴۶ آدمی کام کرتے ہیں۔ اس کا طول ۵۸۰ فیٹ ہے اور عرض ۱۰۲ فیٹ اور جب یہ پانی میں چلتا ہے تو ۲۸½ فیٹ اس کے نیچے کا حصہ پانی کے اندر رہتا ہے۔ اس میں ۸ توپیں ۱۵ انچ دہانے کی ہیں۔ یہ توپیں ۱۸ گز لمبی ہیں۔ ۱۲ توپیں ۶ انچ دہانے کی ہیں اور ۱۷ گز لمبی ہیں۔ آج کل اس بات کا بہت خطرہ رہتا ہے کہ ہوائی جہاز آکر جنگی جہازوں پر بم برسانے لگیں اور اس طرح اُسے ڈبو نہ دیں اس لئے

ہوائی جہازوں کو نیچے گرانے والی بھی دو توپیں اوپر لگی ہیں جن کا دہانہ ۴ انچ ہے۔ ۴ توپیں ایسی ہیں جو ڈیڑھ سیر کا گولہ پھینکتی ہیں۔ ایک توپ ایسی ہے جو ۶ سیر کا گولہ پھینکتی ہے۔ پانچ مشین گنیں ہیں اور دس لیوئیس گنیں ہیں۔ اس کے علاوہ تارپیڈو مارنے کے لئے چار نالیاں جو پانی کے پھیلتی ہیں اس جہاز میں لگی ہیں۔ اس کے اوپر ۳ انچ موٹی فولادی چادر چڑھی ہوئی ہے۔ جہاں توپیں رکھی ہیں یا جہاں انجن لگے ہیں نیز دوسری نازک جگہوں پر ۱۰ انچ سے لے کر ۱۳ انچ تک کی چادریں، جہاں جیسی ضرورت ہے چڑھی ہیں۔ یہ کوئیلے سے بھی چل سکتا ہے اور پٹرول سے بھی۔ اس کی رفتار ۱۳ ناٹ فی گھنٹہ ہے۔ ایک ناٹ ۶ ہزار اسی فیٹ کا ہوتا ہے۔ یعنی ایک میل سے زیادہ۔ اس کے انجن میں ۴۰ ہزار کی طاقت ہے۔

۱۵ انچ دہانے کی چار توپیں آگے لگی ہیں ۴ پیچھے اور ۶ انچ دہانے کی ۶ توپیں جہاز کے داہنے بازو پر ہیں اور ۶ بائیں بازو پر۔ اسی طرح اور بھی توپیں دہندہ قیں مناسب مقامات پر لگائی گئی ہیں تاکہ ہر طرف گولہ باری کر سکیں۔

۱۴ انچ کی توپوں کا ایک گولہ ۳۰ من کا ہوتا ہے۔ ۱۵ انچ کی توپ کا ۴۴ من کا، ۱۴ انچ کی توپ کا گولہ ۲۰ من کا اور ۸ انچ کی توپ کا گولہ ۳ من کا ہوتا ہے۔ یہ توپیں ایک منٹ میں کئی بار گولہ پھینک سکتی ہیں۔ اس سے قارئین جنگی جہازوں کی تباہ کرنے کی طاقت کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ جہاز کی طاقت کا ہم اس بات سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کا گولہ کتنی دور جا سکتا ہے۔ ایک منٹ میں اس کی توپ کے بار گولہ پھینک سکتی ہے اور اس کی توپوں کے گولے کتنے وزنی ہوتے ہیں۔ ہم نے "رائل ساورن" کے گولوں کا وزن بتا دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ ایک منٹ میں وہ کئی بار گولہ پھینک سکتی ہیں اب صرف یہ بتلانا رہ گیا ہے کہ اس کے گولے جاتے کتنی دور ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بتلانا ہی کافی ہوگا کہ جنگی جہازوں میں جب باہم لڑائی ہوتی ہے تو یہ عام طور سے ایک دوسرے سے ۱۵ بیس میل کے فاصلے پر ہوتے ہیں اور ان توپوں سے ۲۰ میل تک اتنی آسانی سے



سُرنگ صاف کرنیوالا ایک جہاز

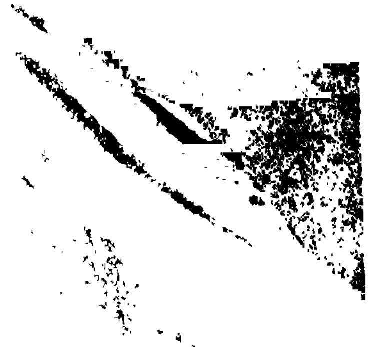
نشانہ لگایا جا سکتا ہے جس طرح عام شکاری ۵۰ گز کے فاصلے سے ہرن پر نشانہ لگاتے ہیں۔

جنگی گشتی جہاز

وزنی جہازوں میں دوسرا جہاز جنگی گشتی جہاز کہلاتا ہے۔ اس کو انگریزی میں "بیٹل کروزر" کہتے ہیں۔ یہ جنگی جہاز کے برابر تو نہیں ہوتا لیکن اس سے کچھ ہی چھوٹا ہوتا ہے۔ اس میں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جنگی جہاز سے زیادہ تیز چلنے کی طاقت ہوتی ہے۔ اس لئے یہ گشت کرنے کے لئے بھیجا جا سکتا ہے۔ اور دشمن کے جنگی جہازوں کے علاوہ اور کسی قسم کے جہاز کو ڈبو سکتا ہے۔ جنگی جہاز کی طرح ہی یہ نقصان پہنچانے کی قوت رکھتا ہے۔ جنگی جہاز سے گشت کا کام نہیں لیا جا سکتا۔ کیونکہ جن جہازوں کی رفتار جنگی جہازوں سے زیادہ تیز ہے وہ بھاگ کر نکل جائیں گے۔ اس لئے جنگی جہاز جب باقاعدہ لڑائی ہوتی ہے اس وقت کام میں آتا ہے۔ گھوم کر دشمن کے ان جہازوں کو ڈبونے کا کام جو تجارتی جہازوں کو ڈبوتے رہتے ہیں جنگی جہازوں سے نہیں لیا جاتا۔ جنگی گشتی جہاز سب سے پہلے برطانی بحری بیڑے نے تیار کئے۔ لارڈ فشر اس کے جنم داتا مانے جاتے ہیں۔ ان جہازوں کے انجنوں میں کبھی ۴۱ سے ۷۰ ہزار تک گھوڑوں کی طاقت ہوتی ہے اور ان کی رفتار ۲۸ ناٹ ہوتی ہے۔ اس میں بھی سب دا بیا توپیں ہوتی ہیں جو جنگی جہازوں میں ہوتی ہیں۔ جاپان اور دوسرے ملکوں نے بھی جنگی گشتی جہاز تیار کئے ہیں۔

ہوائی جہاز لیجانے والے جہاز

ہوائی جہاز لیجانے والے جہاز وہ ہوتے ہیں جن پر متعدد ہوائی جہاز لیجائے جا سکتے ہیں ان کے اوپر کا تختہ اتنا لمبا چوڑا ہوتا ہے کہ ہوائی جہاز ان پر اتر سکتے ہیں۔ جیسا "ایگل" نامی ایک برطانی ہوائی جہاز لے چلنے والا جہاز ہے۔ اس کا وزن ۲۶ ہزار دو سو ٹن ہے۔ اس میں ۷۴۸ آدمی کام کرتے ہیں۔ ہوائی جہاز کے اترنے کے لئے اس میں سو فیٹ کا میدان چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہ پٹرول سے چلتا ہے اور ۳۷۵۰ ٹن پٹرول بھر سکتا ہے اس کے انجن میں ۵۰ ہزار گھوڑوں کی طاقت ہے اور اس کی رفتار ۲۴ ناٹ ہے اور اس کی قیمت ۴۶ لاکھ ۱۷ ہزار ۶ سو ۳۶ پونڈ ہے۔ ایک پونڈ ۱۳ ½ روپے کا ہوتا ہے۔ امریکہ کے پاس جو جہاز ہیں



تباہ کن (ڈسٹرائر)

وہ اس سے بھی بڑے ہیں۔ اس جہاز پر جو ہوائی جہاز رہتے ہیں وہ ہوا میں اڑ کر دشمن کے جہازوں کا پتہ چلاتے رہتے ہیں اور ۳۰۰ سو میل کے فاصلے کی چیز دیکھ لیتے ہیں۔ اس سراغ رسانی کے علاوہ ان کے ہوائی جہاز لڑائی کے موقعہ پر اس بات کی اطلاع دیتے ہیں کہ دشمن کے جہازوں پر جو گولہ باری کی جا رہی ہے وہ ٹھیک ٹھیک ہو رہی ہے یا نہیں ان ہوائی جہازوں کے ذریعے دشمن کے جہازوں کو بم بھی برسایا جاتا ہے اور ہوائی تارپیڈو بھی پھینکے جاتے ہیں۔ مشین گنوں سے بھی حملہ ہوتا ہے یہ ہوائی جہاز تجارتی جہازوں کو اپنی حفاظت میں لے جاتے ہیں۔

گشتی جہاز

گشتی جہاز، جنگی گشتی جہاز سے چھوٹا ہوتا ہے اس کا کام یہ ہے کہ یہ دشمن کے جہازوں کا تعاقب کرے، گولے مار کر ان کو پریشان کرتا رہے اور دشمن کے جہازوں کو ایسی جگہ جانے کے لئے مجبور کر دے جہاں وہ آسانی سے تباہ کیا جا سکے۔ یہ جہاز طویل مسافت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تجارتی جہازوں کے راستوں کو یہ بے خطر بناتا ہے اور تجارت کی حفاظت کرتا ہے نیز دشمن کے جہازوں کو گھیرتا ہے جو اپنے صدر مقام سے الگ ہو جائیں۔ اپنی رفتار، مضبوطی اور قد و قامت کے باعث یہ ایسے مقامات پر بھی جا سکتا ہے جہاں زیادہ وزنی جہاز نہیں جا سکتے۔ اسکی رفتار ۳۵ ناٹ ہوتی ہے۔ گشتی جہاز چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی۔ جن میں ۸ انچ دہانے کی توپیں ہوتی ہیں وہ بڑے گشتی جہاز کہلاتے ہیں۔ جن میں ۶ انچ دہانے کی توپیں ہوتی ہیں وہ چھوٹے گشتی جہاز کہلاتے ہیں۔

تباہ کن جہاز

تباہ کن جہاز تباہ کن کیوں کہلایا؟ سوال یہ ہوتا ہے کہ جب جنگی جہاز سب سے بڑا تباہ کن ہے تو اُسے تباہ کن کیوں نہیں کہا گیا وجہ یہ ہے کہ تباہ کن جہاز پہلے پہلے تارپیڈو مارنے والی کشتیوں کو تباہ کرنے کے لئے بنایا گیا تھا اور اس کا نام تارپیڈو تباہ کرنے والا جہاز تھا۔ اتنا بڑا نام لینے کے بجائے لوگوں نے اسے صرف تباہ کن جہاز کہنا شروع کر دیا۔ یہ جہاز زیادہ سے زیادہ ایک ہزار ٹن اور کم سے کم تین سو ٹن کے ہوتے ہیں۔ ان کے پاس ایک یا دو توپیں بھی ہوتی ہیں۔ یہ ایک گھنٹے میں چالیس میل چل سکتے ہیں۔ انھیں حسب مرضی ہر طرف موڑا جا سکتا ہے یعنی یہ تیز چست اور ہلکے ہوتے ہیں یہ جتھوں کی شکل میں چلتے ہیں تو ان کو فلوٹیلا کہتے ہیں۔ گشتی جہاز انکا رہنما ہوتا ہے۔ اسے فلوٹیلا لیڈر کہتے ہیں جاپان کا اکیرو نامی تباہ کن جہاز ۲ ہزار ٹن کا ہے۔ یہ ۳۶۱ فیٹ لمبا ہے اس کے انجن میں ۴۵ ہزار گھوڑوں کی طاقت ہے۔ اسکی رفتار ۳۶ ناٹ ہے۔ اس کے پاس ۶ توپیں ۵ انچ دہانے کی ہیں۔ ۲ مشین گنیں ہیں اور ۸ انچ کا تارپیڈو ہے۔

غوطہ خور کشتی

غوطہ خور کشتی [illegible]



غوطہ خور (سب میرین)

پانی کے اوپر بھی جس طرح ہوائی جہاز چڑیا کے نمونے پر بنایا جاتا ہے اس طرح غوطہ خور مچھلی کی شکل کی بنتی ہے۔ غوطہ خور کے دو ہتھیار ہوتے ہیں۔ ایک تارپیڈو ٹیوب اور دوسرا توپ۔ کچھ غوطہ خور ایسی بھی ہیں جو تارپیڈو پھینکنے والے آلے سے سرنگیں بھی بچھا دیتی ہیں۔ پہلے غوطہ خور صرف تارپیڈو مارتی تھی۔ اب تارپیڈو کے ساتھ توپ کا استعمال بھی شروع ہو گیا ہے۔ تجارتی جہازوں پر اب توپ ہی سے حملے ہوتے ہیں۔ ۱۹۲۹ء میں فرانس نے ایک غوطہ خور بنائی تھی جس میں دو آٹھ انچ دہانے کی توپیں تھیں دو ہوائی جہاز گرانے والی توپیں، چار مشین گنیں تھیں، دس ۲۱ انچ دہانے کے تارپیڈو ٹیوب تھے اور ۲۲ تارپیڈو ہر وقت تیار رہتے تھے اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا ہوائی جہاز بھی تھا اس کا وزن پانی کے اوپر ۲۸۸۰ ٹن اور پانی کے اندر ۴۳ سو ٹن تھا۔ اس کی لمبائی ۳۶۱ فیٹ اور چوڑائی ۲۹ ½ فیٹ تھی پانی کے اوپر اسکی رفتار ۱۸ ناٹ تھی اس کے انجن میں ۷۶۰۰ گھوڑوں کی طاقت تھی اور بجلی کے انجن میں ۳۴۰۰ گھوڑوں کی طاقت تھی غوطہ خور جب پانی کے اوپر ہوتی ہے تو پٹرول کے انجن سے چلتی ہے اور جب پانی کے اندر چلتی ہے تو بجلی کے انجن سے پانی کے اندر یہ دس ناٹ کی رفتار سے چل سکتی تھی اگر پانی کے اوپر چلنا ہو اور وہ ۱۰ ناٹ کی رفتار سے چلے تو ایک دفعہ پٹرول بھر کر وہ ۱۲ ہزار میل کا چکر لگا سکتی تھی۔ یہ پانی میں ۷۰ پُرسا گہرائی

ہوئی ۔ چھوٹی غوطہ خور کشتیاں صرف ۲۵۰ ٹن کی ہوتی ہیں ۔ ان کے انجن میں ۹۰۰ گھوڑے کی طاقت ہوتی ہے اور رفتار ۱۴ ناٹ ۔ ان کشتیوں کی قیمت ۵ لاکھ پونڈ ہوتی ہے ۔

سنہ ۱۹۱۴ء کی جنگ میں دنیا کو اس بات کا ثبوت ملا ہے کہ غوطہ خور تجارتی جہازوں کو نقصان پہنچانے کا ایک موثر آلہ ہے ۔

بڑے سمندروں میں کام کر سکنے والی غوطہ خور دوسری ساخت کی ہوتی ہے ۔ ساحلوں پر کام کرنے والی چھوٹی ہوتی ہے ۔

اب ہم مختلف قسم کے جہازوں کا ذکر کریں گے ۔

سرنگیں صاف کرنے والے جہاز

سرنگیں صاف کرنے کے لئے خاص جہاز صرف متمول ممالک ہی تیار کر سکتے ہیں ورنہ مچھلی پکڑنے والی کشتیوں ہی سے یہ کام لیتے ہیں ۔ تارپیڈو گن بوٹ سے بھی سرنگیں صاف کرنے کا کام لیا جاتا ہے ۔ ان جہازوں کا وزن ۸۵۰ ٹن کے قریب ہوتا ہے ۔ ۸۰ آدمیوں کے قریب اس میں کام کرتے ہیں یہ ۲۳۰ فیٹ لمبے اور ۳۳½ فیٹ چوڑے ہوتے ہیں یہ بھاپ سے چلتے ہیں اور انکے انجن ۲ ہزار گھوڑوں کی طاقت رکھتے ہیں اور ان کی رفتار ۱۶ ناٹ فی گھنٹہ ہے ۔ تیل سے چلنے والا بھی سرنگ صاف کرنے والا جہاز بنایا گیا ہے ۔ یہ ایک سو ٹن کا ہے ۔ اس کی رفتار ۱۵ ناٹ فی گھنٹہ ہے جرمنی میں اسے ایم بوٹ کہتے ہیں ۔

سرنگیں بچھانے والے جہاز

ہر قسم کا جہاز سرنگیں بچھا سکتا ہے لیکن تجربے نے بتایا ہے کہ اس کام کے لئے اگر خاص جہاز بنایا جائے تو کام میں آسانی ہوتی ہے ۔ اس لئے یا تو سرنگیں بچھانے کا ایک خاص جہاز ہوتا ہے یا کسی موزوں جہاز کو بدل کر اسے سرنگ بچھانے کے کام میں لاتے ہیں ۔ دشمن کے قریب ہونے سے سمندر کا جو حصہ خطرناک ہو جاتا ہے ان میں تباہ کن یا گشتی جہاز سرنگیں بچھاتے ہیں ۔ اگر چہ یہ اپنے ساتھ سرنگوں کی کافی تعداد نہیں لے جا سکتے ۔ لیکن جتنی بھی لیجا سکتے ہیں اسے تیزی سے جا کر بچھا آتے ہیں ۔ اگر ان پر حملہ ہو تو یہ مقابلہ بھی کر سکتے ہیں اور تیزی سے بھاگ بھی سکتے ہیں ۔ غوطہ خور اور ہوائی جہاز بھی سرنگیں بچھانے کے کام میں آتے ہیں لیکن ہوائی جہاز صرف ہلکی اور چھوٹی سرنگیں بچھا سکتے ہیں ۔ مثلاً تیرنے والی اور مقناطیسی سرنگیں ۔ برطانی بحری فوج میں ایڈویچر نام کا جہاز سرنگیں بچھاتا ہے ۔ اس کا وزن ۶۲۶۰ ٹن ہے اور سائز ۵۹ × ۵۰۰ فیٹ ہے ۔ اس میں چار توپیں ۷۔۴ دہانے کی ہیں جن سے ہوائی جہاز گرانے کا کام لیا جاتا ہے ۔ ۴ توپیں ۳ پونڈ کے گولے کی ہیں اور ۸ دو پونڈ کے گولے پھینکتی ہیں ۔ ۱۲ مشین گنیں بھی ہیں ۔ یہ ایک وقت میں ۳۲۰ سرنگیں لے جا سکتا ہے ۔ اس کے انجن میں چالیس ہزار گھوڑوں کی طاقت ہے ۔ رفتار ۷۵/۲۷ ناٹ فی گھنٹہ ہے یہ پٹرول سے چلتا ہے ۔ چھوٹے سرنگ بچھانے والے جہاز ۲۰ یا ۲۵ سرنگیں اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں ۔

گودامی جہاز

یہ جہاز تباہ کن جہازوں کے لئے ہوتے ہیں ۔ ان کا کام یہ رہتا ہے کہ تباہ کن جہازوں کو جن جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے اس کا اسٹاک اپنے پاس رکھے اور انھیں بہم پہنچائے ۔ مثلاً لیسٹ ایسٹ ، نام کا ایک برطانی تباہ کن گودامی جہاز ہے اس کا وزن ۱۱۵۰۰ ٹن ہے ۔ سائز ۲۰ × ۵۸ × ۴۵۰ ہے ۔ اس میں چار توپیں چار دہانے کی ہیں ۔ ایک تین انچ کی ہوائی جہاز شکن توپ ہے ۔ اس کے انجن کی طاقت ۳۲۰۰ گھوڑے کی ہے ۔ اس کی رفتار ۱۰٫۵ ناٹ ہے ۔ یہ کوئلے سے چلتا ہے اور اس میں ۲۵۸ آدمی کام کرتے ہیں ۔ اس میں ۴ انچ دہانے کی توپوں کا اسٹاک بھی رہتا ہے تاکہ ضرورت پڑنے پر تباہ کن جہازوں کو دی جا سکے ۔

تیل لیجانے والے جہاز

یہ دس ہزار ٹن تک تیل لے جا سکتے ہیں لیکن عموماً چھ ہزار سے ۸ ہزار ٹن تک تیل ایک وقت میں لے جاتے ہیں ۔ اس کا سائز ۲۵ × ۵۲ × ۴۰۰ ہوتا ہے ۔

دیکھ بھال کرنے والے جہاز

یہ جہاز دیکھ بھال اور پیمائش کے بارے میں بھی کام لیا جاتا ہے ۔ مثلاً اس کا وزن ۱۲ ٹن ہے اور اس کا سائز ۱۱ × ۳۴ × ۴۱۸ ہے ۔ اس میں ایک تین پونڈ کے گولے کی توپ اور ایک مشین گن ہے اس کا انجن ۱۱۸۰ گھوڑوں کی طاقت رکھتا ہے اور ۱۲ ناٹ فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتا ہے اس میں ۱۴۰ آدمی کام کرتے ہیں ۔

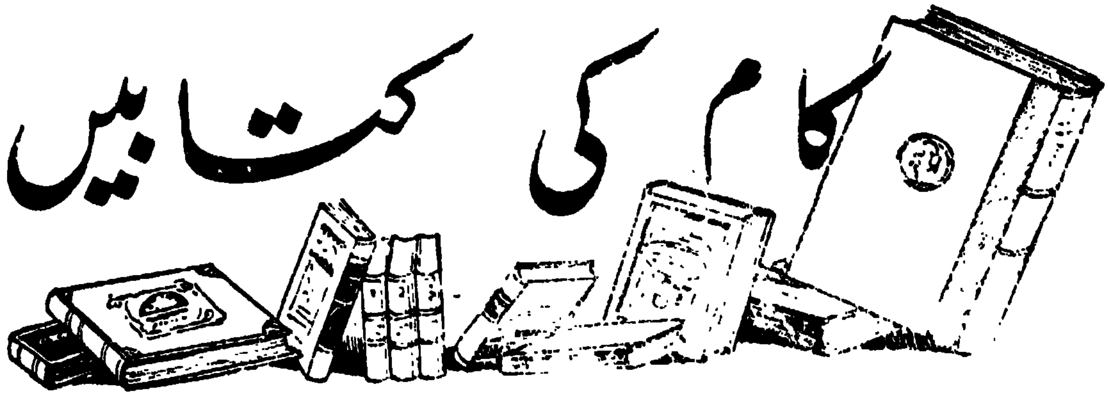
محافظ ساحل جہاز

چھوٹے ملک جو جنگی جہاز نہیں رکھ سکتے وہ اپنے ملک کی حفاظت کے لئے اوسط سائز اوسط رفتار اور اوسط درجے کے جہاز تیار کر لیتے ہیں ۔ ان کو محافظ ساحل جنگی جہاز بھی کہتے ہیں ۔ ناروے سوئیڈن اور ڈنمارک میں اس قسم کے جہاز تھے اور فن لینڈ و سیام جیسے ملک بھی ایسے جہاز اپنے یہاں رکھتے ہیں ۔ یہ جہاز خطرے میں گرفتار جہازوں کی مدد کرتے ہیں ۔

بحر اٹلانٹک پر برف کی تیرتی ہوئی چٹانوں سے حفاظت کرنے کے لئے کچھ جہاز گشت کیا کرتے ہیں اور یہ بتلاتے ہیں کہ برف کا پہاڑ آ رہا ہے انکا وزن ۱۹۷۵ ٹن ہوتا ہے یہ ۲۵۰ فیٹ لمبے اور ۴۲ فیٹ چوڑے ہوتے ہیں ۔ اور پانی کے اندر انکا وزن ۱۶ فیٹ حصہ رہتا ہے ۔ ان کے انجن کی طاقت ۳۲۰۰ گھوڑوں کے برابر ہوتی ہے اور ۱۶ ناٹ کی رفتار سے چلتے ہیں ۔ اسمیں ایک ۵ انچ کی توپ اور ایک ۳ انچ کی ہوائی جہاز شکن توپ لگی ہوتی ہے اسکا کام ساحلوں کی دیکھ بھال کرنا ہے ۔

اسکے علاوہ رسد پہنچانے والے اور مرمتی جہاز بھی ہوتے ہیں ۔

کام کی کتابیں



نوٹ: مندرجہ ذیل کتابیں برائے تبصرہ موصول ہوئی ہیں بھیجنے والوں کے ہم دل سے شکرگزار ہیں۔ ان میں جو کتابیں ہمارے خیال میں ہمارے ناظرین کے لئے مفید ہونگی، ان کا ہم ان صفحات میں خاص طور سے ذکر کرینگے۔ کتاب کی دو جلدیں آنی ضروری ہیں ورنہ صرف موصولی کا ذکر کیا جائے گا

۱۔ گرام سدھار

مصنفہ اوم پرکاش ترکھا۔ ملنے کا پتہ سکرٹری گاندھی سیوا آشرم شاہدرہ (لاہور)

ہندوستان ایک بڑا ملک ہے۔ یہ برّاعظم ایشیا کا ایک حصہ ہی نہیں بلکہ بذات خود ایک برّاعظم ہے۔ اس کا رقبہ تقریباً ۱۸۰۸۶۶۹ مربع میل ہے یعنی برطانیہ کے کل رقبہ کے بیس گنے سے بھی زائد۔ یا روس کو چھوڑ کر باقی تمام یورپ کے رقبہ کے برابر۔ آبادی بہت زیادہ ہے اور روز افزوں ترقی پذیر ہے۔ مگر یہاں صرف ۲۹ شہر ہیں جن کی آبادی ایک لاکھ یا زائد ہے۔ اور اکیس سو قصبے ہیں جن کی آبادی پانچ ہزار اور دس ہزار کے بیچ میں ہے۔ جبکہ گاؤں کی تعداد کسی بھی حالت میں پانچ لاکھ سے کم نہیں ہے۔ محض گیارہ فی صدی آبادی شہری ہے اور باقی نواسی فیصدی دیہی۔ چالیس فیصدی آبادی ایسے گاؤں میں رہتی ہے جہاں پانچ سو سے کم مردم شماری ہے۔ اور تقریباً پینتالیس فیصدی ایسے دیہاتوں میں جن کی مردم شماری پانچ سو اور دو ہزار کے بیچ میں ہے۔ گاؤں کی اوسط آبادی چار سو پچاس ہے۔ باشندوں کی ایک کثیر تعداد کاشتکار ہے جو گاؤں میں اپنے کھیت جوتتے اور اپنی قسمت پر صبر کرکے آدھے پیٹ رہ کر زندگی کے دن پورے کرتے ہیں۔ ۴۲۰۴۷ فیصدی آبادی کھیتی اور چراگاہ پر بسر اوقات کرتی ہے۔ اس لئے ہمارا اصلی مسئلہ ”گاؤں کا مسئلہ“ ہے اور ہماری ہر کوشش اس کے حل کرنے میں لگنی چاہیئے۔

دیہاتوں میں جو لوگ رہتے ہیں وہ دوسرے حصوں میں رہنے والے آدمیوں سے بہت زیادہ پچھڑے ہوئے ہیں۔ وہ غیر تعلیمیافتہ اور بھولے بھالے ہیں۔ کچھ جانتے ہی نہیں اور دُنیا کی موجودہ تہذیب و طریق تمدن سے دور ہیں۔ ان کی ضروریات کم ہیں اور وہ سادہ زندگی بسر کرتے ہیں مگر پھر بھی دُنیا بھر کے ظلم و اتیاچار اُن پر ہوتے ہیں۔ کتنے ہی بھوکے رہتے ہیں اور کتنے ہی ایک وقت کھانے کو پاتے ہیں ”ہائے غریبی“ یہاں ایک کہاوت بن گئی ہے گورنمنٹ آف انڈیا کے پبلک انفرمیشن کے ڈائریکٹر پروفیسر رشبک بروک ولیمس نے فرمایا تھا:۔ ہندوستان کا ایک بڑا حصہ اس قدر مفلس ہو گیا ہے جس کی مثال دُنیا کے پردے پر ڈھونڈھے نہیں ملتی۔ آئے دن لاکھوں کی تعداد میں بیماری کے شکار ہوتے ہیں۔ حال کی ۱۹۳۷ء کی رپورٹ میں ہیلتھ کمشنر صاحب کا بیان ہے کہ ناکافی اور لاغر غذا بہت سی مہلک بیماریوں کی ماں ہے جو ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ علاوہ ازیں اہل گاؤں اس قدر سست اور کاہل بن گئے ہیں کہ گاؤں کو گھورے کے کھیت سے بھی بدتر بنا دیا ہے۔

گاؤں کی حالت کو دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ وہی گاؤں ہیں جہاں کسی زمانہ میں دودھ کی ندی بہتی تھی اور آج کوڑے گندے نالے۔ بغیر ان کی حالت سدھارے ملک کی ترقی غیر ممکن ہے۔ اس ضروری مسئلہ پر لٹریچر کی بھی ازحد کمی ہے اور اُردو زبان میں یہ کمی اور بھی زیادہ ہے اس کتاب میں مندرجہ بالا نظریہ کی طرف اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے اور اقتصادی خوشحالی کے گذشتہ دور کو واپس لانے کے لئے سیاسی طور پر مکمل آزادی کی ضرورت بتائی ہے۔ ہر طرح کی غلامی اور بیکاری نیز تعلیم کے نکمے پن کا ذکر کرتے ہوئے کسی شاعر نے بیان کا اظہار یوں فرمایا ہے:۔

نہ سرکار میں کام پانے کے قابل
نہ دربار میں لب ہلانے کے قابل
نہ جنگل میں ریوڑ چرانے کے قابل
نہ بازار میں بوجھ اٹھانے کے قابل
نہ پڑھتے تو سو طرح کھاتے کما کر
وہ کھوئے گئے اور تعلیم پا کر

کسانوں کے قرضہ کا رونا روتے ہوئے ان کی آپس کی پھوٹ اور غیر ضروری رسم و رواج و استعمال اشیاء نشی کی خدمت کرتے ہوئے آخر میں گرام سیوکوں کے لئے چند ہدایتیں قلمبند کرکے کتاب ۱۲۸ صفحات میں ختم کی گئی ہے۔ کتاب کی قیمت چار آنے ہے۔

رہنمائے تاریخ اُردو

مولوی حاجی عبدالقادر ریٹائرڈ وکیل بنارس کی یہ ایک قابل قدر تصنیف ہے۔

اس کتاب میں فن تاریخ گوئی کے جملہ اصناف اور صنائع و بدائع کے ہر پہلو کو بہت ہی دیدہ ریزی اور بڑی محنت کے ساتھ واضح اور نمایاں کیا گیا ہے اعداد و شمار کی اُلجھی ہوئی گتھیوں کو ماہرین کی مختار اور آخری رائیں پیش کر کے اس قدر صفائی کے ساتھ سلجھا دیا ہے کہ نومشق سے نومشق انسان بھی نہایت سہولیت و آسانی سے آنکھ بند کر کے ایک کہنہ مشق استاد کی طرح کامیابی کے ساتھ اس منزل سے گزر سکتا ہے۔ لائق مصنف نے تمام فرماں روایان و شاہان مغلیہ کی تاریخ وفات اور بعض مشہور علماء و صوفیا کے سالہائے وصال کے علاوہ اردو شاعری کے باوا آدم ولی دکنی سے لیکر اصغرو اقبال تک کے تمام مشہور شعرا کی تاریخ ہائے وفات کے ساتھ ہی ساتھ مختصر طریقے پر ان سب کے حالات و خصوصیات بھی لکھ دی ہیں جس سے اس کتاب کو تاریخ کا دو آتشہ کہنا بے جا نہ ہوگا میرا تو یہ دعویٰ ہے کہ یہ کتاب اپنی افادیت کے لحاظ سے نہایت قدر و عزت سے دیکھی جانیکی مستحق ہے اس میں شبہ نہیں کہ تاریخگوئی جیسا مفید فن جو ہمارے دور حاضر کے شعرا کی سہولیت پسندی کے باعث تعطل میں پڑا ہوا تھا اس تصنیف کے ہاتھوں پھر عروس کمال کا آوازہ گوش بن کر رہے گا اور مصنف کی سعی مشکور ہوگی۔ مصنف نے اس کتاب کی تصنیف میں بعض کتابوں سے اپنے استفادہ کی بابتہ لکھا ہے کاش اس وقت مولانا سوز ناروی کا رسالہ ملکہ تاریخگوئی بھی جو تاریخ کے اعداد و شمار نہیں بلکہ مادہ تاریخ کے ادبی معیار اور اس کے اصول فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اپنی نوعیت میں قابل دید ہے اور شبلی بکڈپو نظیرآباد لکھنؤ سے ہر وقت مل سکتا ہے مصنف کے پیش نظر ہوتا تو اس فن پر مزید خامہ آرائی کے لئے ایک جدید شاہراہ کا کام دیتا کتاب زیر تعارف کے مفید و کارآمد ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آغاز کتاب میں دُنیائے ادب و صحافت کے مایۂ ناز فرزند مولانا عبدالسلام ندوی نے اپنے قلم سے ان کے محاسن کا اعتراف کیا ہے۔ ملنے کا پتہ مولوی حاجی عبدالقادر ریٹائرڈ وکیل کتوا پورہ بنارس۔

۳- تاریخ سعید

اس کتاب میں جناب مولوی عبدالقادر صاحب ریٹائرڈ وکیل شہر بنارس مصنف گلزار قادری و سفرنامہ حجاز و رہنمائے تاریخ اُردو نے اپنے مذہبی جذبہ ذوق و شوق کے تحت میں تاریخ و سیر کی نہایت معتبر و مستند کتابوں سے بڑی محنت و جانفشانی کے ساتھ انتخاب کر کے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین ائمہ رہبرین و اولیائے کرام و مشائخ عظام جو سرزمین ہند پر گزرے ہیں ان سب کے حالات نہایت اختصار کے ساتھ عام فہم سلیس اُردو زبان میں لکھے ہیں جس کا پڑھنا مذہبی حیثیت کے علاوہ تاریخی حیثیت سے بھی دُنیا کی ان کی بلند ترین ہستیوں کے اولوالعزمانہ کارناموں اور زرّیں مقولوں اور پند و نصائح اخلاق و عادات محنت و جفاکشی مروت و ہمدردی کی تقلید کی دعوت دیتا ہے۔

محل مسرت و تقلید ہے کہ جناب وکیل صاحب موصوف نے اپنی بالغ نظری سے اس پیرانہ سالی اور کہولت کے ایام کو بھی کارآمد اور مفید بنایا اور مذہب و قوم کے لئے کچھ لکھتے پڑھتے ہیں ورنہ عام مذاق تو یہ ہے کہ رٹائر ہونے کے بعد لوگ اپنے کو دماغی فکر و کاوش سے آزاد سمجھ کر تمام وقت احباب کی بیٹھک بازی چائے کے دَور اور گپ شپ کے نذر کر دیتے ہیں جو ملک و قوم پر ایک کھلا ہوا ظلم ہے بقول اکبر۔ شعر

کیا کہوں احباب کیا کار نمایاں کر گئے
بی اے ہوئے نوکر ہوئے پنشن ملی پھر مر گئے

مصنف نے اپنے قدیم ذوق تاریخگوئی کے اثر سے اس کتاب میں خاص بات یہ کی ہے کہ وہ تمام بزرگ جن کے حالات اس کتاب میں لکھے گئے ہیں ہر ایک کے حالات کے آخر میں ان کی تاریخ وصال بھی لکھدی ہے جس سے وقت ضرورت کی ایک بہت بڑی زحمت سے بچا دیا ذوق تصوف رکھنے والے حضرات کے لئے یہ کتاب ایک جلیس صالح اور رفیق درد آشنا کا کام دیگی۔ یہ کتاب بھی مصنف سے منگائی جا سکتی ہے۔ اسکی قیمت ۱۲ ہے۔

مکتبہ جامعہ دہلی کی کتابیں

۴- رگبی کی زندگی

ہماری زبان میں ایسی کتابوں کی بڑی کمی ہے جو ناول کے پیرائے میں تعلیمی مسائل یا مدرسے کے حالات پیش کریں۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے مکتبہ جامعہ نے طامس ہیوز کی انگریزی کتاب کا ترجمہ شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں طامس ہیوز نے اپنے مدرسے کے اصلی واقعات کو افسانے کی صورت میں اس خوبی سے سادہ اور دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے۔ کہ اس کے پڑھنے میں ایک اچھے خاصے قصے کا لطف بھی حاصل ہوتا ہے اور آرنلڈ کے تین بنیادی اصولوں یعنی سیرت سازی، نظام اور توسیع نصاب بھی ذہن نشین ہو جاتے ہیں اور یہ وہ اصول ہیں جن کے مطالعہ سے طالب علم، والدین اور سرپرست سبھی مستفید ہو سکتے ہیں۔

ہندوستان میں جہاں تعلیم کا مسئلہ خاص اہمیت رکھتا ہے اس بات کی خاص ضرورت ہے کہ اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے لئے غیر زبانوں کی ایسی معرکۃ الارا کتابوں کا اپنی زبان میں ترجمہ کیا جائے جو اس مسئلے کے حل میں مدد دے سکتی ہوں۔ ہمیں خوشی ہے کہ سلسلہ یاد ایام مدرسہ" کے عنوان کے تحت مکتبہ جامعہ نے اس قسم کی یورپین زبان کی تمام کتابوں کو اردو میں منتقل کرنے

کا فیصلہ کیا ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ ایسی کتابوں کی اشاعت جلد ہی عمل میں آئیگی۔

کتاب کے ترجمے میں ایک سے زیادہ اصحاب نے حصہ لیا ہے لیکن ان سب میں سب سے زیادہ اور اہم حصّے کا ترجمہ جناب بشیر پرشاد صاحب ایم اے۔ ڈپ ایڈ (جامعہ عثمانیہ) نے فرمایا ہے اور اس بات کا خیال رکھا ہے کہ اس کی زبان معمولی استعداد کے اُردو داں بھی آسانی سے سمجھ بوجھ سکیں۔

کتاب کا حجم ۹۳۲ صفحات ہے اور کتابت و طباعت اچھی۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

۵۔ انگلستان کا طریقۂ حکومت

مبتدیوں کے لیۓ مختصر سا رسالہ ہے جو شانتی سروپ شاستری صاحب نے مرتب کیا ہے اس سے قبل ہل میں یورپ کی حکومتیں نامی کتاب پر تبصرہ کیا جا چکا ہے اُس میں بھی یورپ کی چار حکومتوں کے ساتھ انگلستان کے طریقہ حکومت پر بھی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ لیکن یہ چونکہ مبتدیوں کے لیۓ لکھا گیا ہے اسلیۓ اس میں اگرچہ برطانیہ کے دستور کی تشریح نہیں کی گئی ہے بلکہ آسان اُردو میں انگلستان کے دستور کی موٹی موٹی باتیں بتائی گئی ہیں۔ پھر بھی اس کے مطالعہ سے انگلستان کے طریقۂ حکومت کے متعلق تمام ضروری باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ رسالے کا حجم ۶۰ صفحات ہے اور قیمت ۵ ر

۶۔ چوپال

احمد ندیم قاسمی پنجاب کے مشہور شاعر اور افسانہ نگار ہیں۔ چوپال اُن کے چودہ دیہاتی افسانوں کا مجموعہ ہے۔ ندیم قاسمی ایک دیہات میں پیدا ہوۓ۔ وہیں بچپن کا زمانہ گزرا اور ابتدائی تعلیم بھی اُسی ماحول میں پائی چنانچہ جب آپنے افسانہ نویسی شروع کی اُس وقت بھی آپکی نظر دیہات کے کچے گھروں، تنگ گلیوں غلیظ جوہڑوں، کھلے میدانوں، بل کھاتی ہوئی پتلی پگڈنڈیوں، نیم اندھیرے، بیلوں کی گھنٹیوں، شام پڑے ننھے چرواہوں کے دربائیتوں، رات کو چھتوں پر نوخیز دوشیزاؤں کی ترنم ریزیوں اور سرد راتوں میں الاؤ کے گرد گاؤں کے خوبصورت نوجوانوں کی گپ شپ پر پڑی اور آپ کو ان میں ہزاروں جاذب نظر افسانے پوشیدہ نظر آسنے اس کے علاوہ ندیم نے چونکہ دیہاتوں کو کسی خارجی نقطہ نظر سے نہیں بلکہ دیہات کو دیہات ہی کے نقطۂ نظر سے دیکھا ہے اسلیۓ ان کے افسانے پڑھ کر پنجاب کے دیہاتوں کی صاف تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔

ندیم پہلے سے پلاٹ نہیں سوچتے وہ کہتے ہیں کہ "کوئی چبھتا ہوا شعر پڑھ کر یا کوئی رس بھرا فقرہ دیکھ کر میرے احساسات جاگ اٹھتے ہیں۔ میرے پچھتر فیصدی افسانے ایسے ہیں جو میں نے اختر شیرانی یا جوش ملیح آبادی کے اشعار سے متاثر ہوکر لکھے قلم اٹھا کر لکھنا شروع کرتا ہوں اور ہولے ہولے واقعات خود سامنے آنا شروع ہوجاتے ہیں"

اس مجموعے کے تمام افسانے اپنے رنگ میں کامیاب ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ندیم اگر سوچ کر لکھتے تو یہ افسانے اور بھی کامیاب ہوتے۔

دیباچہ میں سید امتیاز علی صاحب تاج نے ندیم قاسمی کا پریم چند سے موازنہ کیا ہے۔ فاضل دیباچہ نگار کی راۓ سے ہم یہاں تک اتفاق کرتے ہیں کہ منشی پریم چند کے افسانوں کا تعلق یوپی کے دیہاتوں سے تھا اور ندیم قاسمی کے افسانے پنجاب کے دیہات سے تعلق رکھتے ہیں اور دونوں صوبوں کی دیہاتی زندگی میں زمین آسمان کا فرق ہے لیکن اس کے علاوہ ہمیں ان کی راۓ سے سراسر اختلاف ہے۔ پریم چند نے اپنے افسانوں میں دیہات کے باشندوں کو کبھی شہری نقطۂ نظر سے نہیں دیکھا نہ پڑھنے والے کو ان کے افسانے پڑھتے وقت کبھی اس امر کا احساس ہوتا ہے۔

ہمارے خیال میں تاج صاحب اگر پریم چند کا ذکر نہ کرتے تو اچھا ہوتا اسلیۓ کہ ندیم قاسمی اور پریم چند کے افسانوں میں بہت فرق ہے۔ پریم چند جب دیہات کو دیکھتے تھے تو اُن کے سامنے دیہات کی بھلائی بھی ہوتی تھی اور بُرائی بھی، وہ دیہاتیوں کی باہمی میل محبت کو بھی دیکھتے تھے اور ان کے باہمی تنازعات و تفرقات کو بھی۔ ندیم جوان ہیں شائد اسلیۓ انھوں نے اپنی افسانہ نگاری کی بنیاد، محبت اور مفلسی پر رکھی ہے۔

پریم چند کے افسانے قدرے اصلاحی رنگ لیۓ ہوۓ ہوتے تھے۔ اُن کے آخری افسانوں میں تو یہ رنگ خاص طور سے نظر آتا تھا۔ ممکن ہے آگے چل کر ندیم بھی افسانوں کے ذریعے دیہاتوں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اُس وقت ہم خوشی سے انھیں پریم چند کے مقابلہ میں جگہ دینے کو تیار ہونگے لیکن اس وقت تو پریم چند سے ان کا مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا۔

ہمارا یہ بھی خیال ہے کہ اگر پریم چند سے ندیم کا مقابلہ نہ کیا جاۓ تو اس سے ان کی افسانہ نگاری پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ندیم کے افسانے ایک علیحدہ چیز ہیں اور اس لحاظ سے یہ اور بھی کارآمد ہیں کہ یہ ایک مخصوص صوبے کے دیہاتوں کی صحیح تصویر ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ہم قارئین سے اس کتاب کے مطالعہ کی پُرزور سفارش کرتے ہیں۔

کتاب مجلد ہے۔ ضخامت ۲۳۰ صفحات ہیں۔ اور قیمت عہ

ملنے کا پتہ

دارالاشاعت، پنجاب۔ لاہور



سورج کی کرن اور ہماری صحت

از جناب شیچندر ناتھ سانیال

سورج کی شعاعوں کا ہماری صحت کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اس میں قطعی شبہ نہیں لیکن اسکے حق میں جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ بہت کچھ مبالغہ آمیز ہیں۔ ہماری زندگی پر آب وہوا کا بہت اثر ہے۔ اور سورج کی شعاعیں آب وہوا کا ایک خاص جزو ہیں۔ بعض قسم کے تپ دق میں اگر ہوشیاری سے سورج کی شعاعیں استعمال کی جائیں تو اس سے بہت کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔ ریکیٹ کی بیماری میں کچھ خاص ترکیب کے ساتھ سورج کی شعاعوں کے استعمال سے فائدہ ہوتا ہے لیکن آب وہوا کے معنی صرف سورج کی شعاعیں ہی نہیں ہے۔

پودوں کے لئے سورج کی شعاعیں جتنی ضروری ہیں اتنی جانداروں کے لئے نہیں۔ جاندار جسم میں جتنی کیمیاوی اور جسمانی حرکات ہوتی ہیں ان پر سورج کی شعاعوں کا بہت زیادہ اثر نہیں ہے۔ اگر انسان کو اچھی غذا ملتی رہے، اگر اسے ہمیشہ صاف ہوا حاصل کرنے کا موقعہ ملے، وہ جسمانی محنت کرتا رہے اور اُسے گہری نیند آتی رہے تو سورج کی شعاعوں کی اسے ضرورت نہ پڑے گی۔

سورج کی شعاع کا سب حصّہ روشن نہیں ہوتا کچھ شعاعیں تو ظاہر ہیں اور کچھ پوشیدہ اگر ایک سہ پہل کانچ کے اندر (جسے انگریزی میں پریزم کہتے ہیں) سورج کی شعاعیں داخل کی جائیں تو اس میں سے قوس وقزح کی طرح مختلف رنگوں کی شعاعیں نظر آتی ہیں یہ شعاعیں لہروں کی طرح ہوتی ہیں لال رنگ کی شعاعوں کی لہریں بڑی ہوتی ہیں اس کے برعکس وائیلیٹ رنگ کی شعاعیں سب سے چھوٹی ہوتی ہیں۔ ان لہروں کے فرق کی وجہ سے سورج کی کچھ شعاعیں ظاہر ہوتی ہیں اور کچھ پوشیدہ رہ جاتی ہیں۔ جن چھوٹی لہروں سے وائیلیٹ رنگ کی شعاعیں بنتی ہیں ان سے بھی چھوٹی شعاعیں ہوتی ہیں۔ ان شعاعوں کو انگریزی میں الٹرا وائیلیٹ شعاع کہتے ہیں اسی طرح جن بڑی لہروں سے لال کرنیں بنتی ہیں ان سے بھی بڑی کرنوں کا وجود ہے انھیں انگریزی میں انفرا ریڈ کرنیں کہتے ہیں۔ الٹرا وائیلیٹ اور انفرا ریڈ کرنیں نظر نہیں آتیں پہاڑوں میں الٹرا وائیلیٹ کرنیں زیادہ ہوتی ہیں اور انفرا ریڈ کم۔ غروب آفتاب کے وقت الٹرا وائیلیٹ کرنیں کم ہو جاتی ہیں اور انفرا ریڈ بڑھ جاتی ہیں الٹرا وائیلیٹ کرنوں کے پانچ درجے ہیں۔ ان میں سے ایک درجے کی کرنیں ریڈیم کرنوں کی طرح ہیں۔ یہ سب سے چھوٹی لہریں ہیں۔ ان سے کچھ بڑی لہروں کو رنجین یا ایکسرے کہتے ہیں۔

سورج کی کرنوں کی لہروں کے اختلاف کے مطابق مختلف بیماریوں میں ان کے استعمال میں بھی فرق ہوا کرتا ہے یہ کرنیں طاقت بخش ہیں جیسے مرض میں جس قسم کی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اپنی طاقت کے مطابق مصنوعی طریقوں سے بھی ان کرنوں کو پیدا کیا جا سکتا ہے۔ ان طریقوں سے سورج کی شعاعوں کی چھوٹی سی لہر والی الٹرا وائیلیٹ اور بڑی سے بڑی انفرا ریڈ کرنوں سے بھی چھوٹی اور بڑی لہر والی کرن پیدا کی جا سکتی ہے یعنی سورج کی شعاع سے جتنی قسم کی کرنیں ہمیں حاصل ہو سکتی ہیں مصنوعی ذرائع سے ہم ان سے زیادہ قسم کی کرنیں پیدا کر سکتے ہیں۔

سورج کی کرنوں میں مختلف قسم کی کرنیں ہیں۔ ان مختلف قسم کی کرنوں کو کھال مختلف قسم سے قبول کرتی ہے۔ جسم انسانی کا رنگ، اسکے بال اور اس کا خون سورج کی کرنوں سے طاقت قبول کرنے کے خاص جز ہیں۔ کھال میں کئی پرتیں ہیں۔ مختلف کرنیں کھال کی مختلف پرتوں تک مختلف طور سے پہنچ سکتی ہیں کھال کی مختلف پرتوں میں سے دوران خون کی اہمیت ہے۔ یہ دوران خون جتنے اچھی طرح ہوگا، کرنوں سے حاصل طاقت اتنی ہی زیادہ جسم کے مختلف حصوں میں سرایت ہو جائے گی۔ زیادہ دھوپ میں رہنے سے جسم کا رنگ سیاہ پڑ جاتا ہے اسکے معنی ہیں کرنوں کے پڑنے سے کھال میں مختلف قسم کی کیمیاوی حرکات پیدا ہوگئی ہیں۔ سیاہ جسم پر دھوپ کا اثر ایک قسم کا ہوتا ہے اور گورے جسم پر دوسرے قسم کا۔ کھال کے رنگ کی بھی ایک خاص حرکت ہوتی ہے۔ زیادہ عرصے تک دھوپ میں رہنے سے جسم کو نقصان بھی پہنچتا ہے۔ کھال کا رنگ رہیں اس نقصان سے کچھ حد تک آسانی سے بچا سکتا ہے۔ اس رنگ سے ہم یہ بھی اندازہ کر سکتے ہیں کہ سورج کی شعاعوں کا ہمارے اوپر کتنا اثر ہوا ہے۔

جو زخم جلد اچھے نہیں ہوتے ان پر سورج کی کرنوں کا اچھا اثر ہوتا ہے۔ لیکن سب کرنوں کا نہیں۔ اس وجہ سے دھوپ لگنا ہی زخم کے لئے بہتر ہے، ایسا نہیں ہے مصنوعی

روشنیوں سے ہم کرنوں پر کنٹرول کر سکتے ہیں بہت چھوٹی الٹرا وائلیٹ کی زیادہ کرنیں زخم کے لئے مضر ہیں۔ کچھ بڑی لہروں والی الٹرا وائلیٹ کرنیں اور نظر آنے والی لیکن بہت چھوٹی لہروں والی انفرا ریڈ کرنیں زخم کے لئے اچھی ہیں۔

تپ دق کا زخم بھی کبھی کبھی کھال پر نظر آنے لگتا ہے۔ عام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ تپ دق کا زخم پھیپھڑوں ہی میں ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ زخم جسم کے کسی بھی حصے پر ہو سکتا ہے۔ کچھ دنوں پہلے تک ڈاکٹروں کا بھی یہی خیال تھا کہ کھال پر تپ دق کا زخم ہو جانے سے انسان اچھا نہیں ہو سکتا لیکن ڈاکٹر فنسین نے کرنوں کے ذریعے ان بیماریوں کے ساٹھ فیصدی مریضوں کو اچھا کر دیا ہے اس موقع پر بھی اس بات کا یاد رکھنا ہوگا کہ کرنوں کے معنی عام دھوپ نہیں ہے۔ دھوپ میں تو مختلف قسم کی کرنیں ہیں لیکن خاص امراض کے لئے خاص خاص کرنیں ہی مفید ہوتی ہیں۔ اس لئے دھوپ میں رہنے سے مریض کو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔ ڈاکٹر راین نے تو کھال کے تپ دق میں ۹۰ فیصدی کو اچھا کر دیا ہے اس مرض پر الٹرا وائلیٹ ہی کا اثر اچھا ہوتا ہے۔

عام دھوپ اور مصنوعی کرنوں کا حسب ذیل امراض جرم پر اچھا اثر ہوتا ہے۔ خشک اور تر اکزیما، کسی متعدی مرض کے بعد سر کا بال گر جانا، خاص خاص نسوں پر زخم ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن علاج کے لئے کرنوں کا انتخاب کرنا نہایت ضروری ہے۔ سب کرنوں سے سب بیماریوں کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ بلکہ کچھ بیماریوں کو نقصان بھی پہنچتا ہے خون میں لال اجزا کی کمی ہو جانے پر بھی سورج کی کرنوں سے فائدہ پہنچ سکتا ہے لیکن ان امراض کے علاج میں صرف سورج کی کرنوں سے کام نہیں چلتا۔ دوسری دوا بھی ساتھ ساتھ کرنی پڑتی ہے۔ لیکن کبھی کبھی کرنوں سے بھی بہت حیرت انگیز فائدے ہوتے ہیں۔ ایک پانچ سال لڑکے کا ہر طرح کا علاج ہو چکا تھا لیکن اسکا کوئی نتیجہ نہ برآمد ہوا تھا۔ ڈاکٹروں نے اسکی تلی نکالنے کی رائے دے دی تھی۔ بالآخر مصنوعی کرنوں کے ذریعے تین ماہ تک اسکا علاج ہوا اس طرح وہ اچھا ہو گیا اور اس میں چار سال تک مرض مذکور کی کوئی علامت نہ نظر آئی۔

بلڈ پریشر کی بیماری میں صرف الٹرا وائلیٹ کرنیں کام نہیں دیتیں۔ لیکن ساٹھ یا ۷۰ فیصدی اشخاص جنھیں بہت سخت بلڈ پریشر کی بیماری ہو گئی ہو سورج کی الٹرا وائلیٹ کرنوں سے یا تو مصنوعی کرنوں کے استعمال سے عارضی صحت حاصل کر لیتے ہیں۔

رکیٹ کی بیماری میں بھی ایک خاص قسم کی الٹرا وائلیٹ کرنیں بہت اچھا کام دیتی ہیں۔ اس بیماری میں چھوٹے چھوٹے بچے سوکھنے لگتے ہیں۔ اس بیماری میں ہڈی بہت کمزور ہوتی ہے۔ ہماری کھال میں ایک قسم کا وٹامن رہتا ہے الٹرا وائلیٹ کرنوں کے لمس میں آکر وہ وٹامن ڈی بن جاتا ہے اس طرح اور بھی مختلف وجوہ سے الٹرا وائلیٹ کرنوں کے ذریعے رکیٹ کی بیماری اچھی ہو جاتی ہے۔ تندرست بچہ خوبصورتی کے ساتھ بڑھنے لگتا ہے۔ کم از کم رکیٹ کی بیماری تو زیادہ نہیں بڑھنے پاتی۔ لیکن مریض کی ترقی صرف کرنوں پر ہی نہیں منحصر ہوتی بلکہ اس کا انحصار اس کی عمر اور اس کے کھانے پینے پر بھی بہت کچھ ہوتا ہے کرنوں کے ذریعے کمزور حرکات قوی بنتی ہیں اور خوابیدہ طاقت بیدار ہو جاتی ہے۔ وٹامن ڈی رکیٹ کی بیماری کو اچھا ہونے والا ہے۔ سورج کی کرنوں کے لمس میں نہ آکر بھی صرف وٹامن ڈی سے ہی رکیٹ کی بیماری روکی جا سکتی ہے۔ صرف الٹرا وائلیٹ کرنوں سے ہی مریض کو زیادہ فائدہ نہیں ہو سکتا۔

وٹامن ڈی دانت کیلئے بھی بہت مفید چیز ہے۔ الٹرا وائلیٹ کرنوں کے ذریعہ ہماری کھال سے وٹامن ڈی پیدا ہو سکتا ہے کھانے کی چیزوں کو بھی سورج کی شعاعوں کے ذریعے زیادہ مقوی بنایا جا سکتا ہے۔

سورج کی کرنوں سے یا بہت زیادہ روشنی سے کبھی کبھی عجیب بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ سورج کی کرنوں سے چھوٹے سے چھوٹے متنفس سے لیکر انسان تک تباہ ہو سکتے ہیں۔ الٹرا وائلیٹ کرنوں کے مس سے بچوں کو مرتے بھی دیکھا گیا۔ ایک مشہور ماہر علم الارواح ہاؤس مین نے ہمیں ہوشیار کر دیا ہے کہ زیادہ کرنوں میں سے بڑی بیماریاں ہو سکتی ہیں۔ بہت زیادہ دھوپ میں رہنے سے دماغ خراب ہو سکتا۔ عموماً ہماری کھال کے کچھ حصوں میں اسکا اثر بھی رہ جاتا ہے۔ کچھ بچوں کو دھوپ میں رہنے سے ورانکائیٹر (ایک قسم کا زکام) ہو جاتا ہے۔

سورج کی شعاعوں سے دو بیماریوں میں سب سے زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے۔ ایک تو ... اور دوسری تپ دق میں۔ لیکن تپ دق میں بہت کچھ احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس بیماری میں سورج کی شعاعیں بہت کچھ فائدہ بخش ثابت ہو چکی ہیں لیکن جب مریض بہت کمزور رہتا ہے تو سورج کی شعاعوں سے نقصان بھی پہنچتا ہے۔ اسکے علاوہ کسی قسم کے بھی تپ دق میں گرم ہوا اور سورج کی کرن ایک ساتھ رہنے سے نہایت مضر ثابت ہوتی ہے خصوصاً جب بیماری میں پھیپھڑے میں زخم ہو۔ اس سلسلے میں ایک بات خاص طور سے یاد رکھنا ضروری ہے کہ دھوپ سے ہمیں مدد مل سکتی ہے لیکن وہ دوا کا کام نہیں کر سکتی۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ محض دھوپ سے تپ دق بالکل اچھا ہو جاتا ہے بلکہ اسکے برعکس تپ دق کے مریضوں کو بڑی ... سے دھوپ کا استعمال کرنا مناسب ہے۔

سورج کی شعاع بڑی ہی طاقتور چیز ہے اس سے جیسا زبردست فائدہ ہو سکتا ہے اتنا ہی نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ عام آدمی اس نقصان سے واقف نہیں ہوتے اسلئے اکثر لوگ دھوپ سے فائدہ اٹھانے کے بدلے نقصان اٹھاتے ہیں بہت ڈاکٹر بھی یہ بات اچھی طرح نہیں جانتے۔ مایر وقیسن ... وغیرہ ڈاکٹروں نے اس بات پر قابل لوگوں کو متوجہ کیا ہے (دیکھئے سائنٹفک منتھلی۔ اپریل ...)



اس روز سدا شیو صبح بہت تڑکے اُٹھا اور ردھیا سے بولا۔ "دیکھو رادھے آج مجھے پنڈت کاکا کی گواہی میں شہر جانا ہوگا۔ شام تک کہیں لوٹوں گا تو ذرا جو باجرہ بھگویا ہے اُسے اُبال دے۔ اور ایک آدھی بھیلی گڑ بھی میرے انگوچھے میں باندھ دینا۔ شہر کا واسطہ۔ جانے کیسی ضرورت پڑے۔

ردھیا فوراً آگ جلانے میں لگ گئی اور سدا شیو باہر چلا گیا۔ اُس کے واپس آنے تک ردھیا نے باجرہ تیار کر رکھا تھا۔ سدا شیو جیوں ہی واپس آیا کہ اس کے ساتھ ہی پنڈت کاکا کا آدمی بھی اُسے بُلانے آ گیا۔ اور بغیر کچھ کہے سُنے سدا شیو نے انگوچھے میں بندھا ہوا باجرہ لیا اور چل دیا۔ چلتے چلتے ردھیا نے کہا۔ "دیکھو شام تک ضرور واپس آجانا۔"

"اور وہاں میری سسرال ہے کیا کہ ٹھہر جاؤں گا۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

لیکن اُس روز جب شام کو گاڑی کا وقت ہوگیا اور سدا شیو واپس نہ آیا تو اُسے فکر ہوئی۔ چراغ جلنے کا وقت آ گیا مگر سدا شیو نہ لوٹا۔ ردھیا کو جیسے گھر کاٹنے لگا۔ وہ اُسی وقت رگھوا کی ماں کے پاس دوڑی گئی۔ رگھوا کی ماں بولی۔ "بہو تجھے پریشانی اتنی کیوں ہے عدالت کچہری کا کام ٹھہرا۔ حاکم کو یاد نہ آیا ہو اور اُس نے آج کے بجائے اُس کی بات کل سننے کے لئے کہا ہو اور وہ رُک گیا ہو۔"

"لیکن کچھ اوڑھنے بچھانے کو بھی تو نہیں لے گئے۔ اور پھر یہ سردی"

سوت کا بیٹا

(ازجناب اننت پرشاد ودیارتھی بی۔اے)

"ارے مرد ذات ہے۔ سب اپنا بندوبست کر لیتے ہیں" بڑھیا نے جواب دیا۔ لیکن ردھیا کو اتنے سے کہاں اطمینان۔ وہ سدا شیو کو اپنی جان سے زیادہ چاہتی تھی۔ اور وہ بھی ردھیا کو کچھ کم نہیں چاہتا تھا۔ یہی سبب تھا کہ ردھیا اپنا بیاہا شوہر چھوڑ کر سدا شیو کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اُسے اب بھی وہ دن یاد ہے جب وہ اپنے شوہر کے ساتھ نرجھروا میں رہتی تھی۔ اُسے سبھی سُکھ تھے۔ شوہر کی محبت حاصل تھی۔ لیکن جب دس پانچ دن کے لئے سدا شیو اپنی بہن کے یہاں جا کر ٹھہرا اور ردھیا نے دیکھا ہی تھا کہ بس وہ بھول گئی کہ وہ شادی شدہ ہے اور اس کا شوہر زندہ ہے۔

سدا شیو کو دیکھ کر وہ پاگل ہو اُٹھتی۔ ایک دن جب سدا شیو اُس کے گھر گیا تو ردھیا تنہا انگیٹھی پر دودھ رکھے بیٹھی تھی۔ سدا شیو کی بہن کی پڑوسن ہونے کی وجہ سے سدا شیو کبھی کبھی ردھیا کے شوہر سے ملنے چلا جایا کرتا تھا۔ آج ردھیا کو تنہا دیکھ کر اُس نے پوچھا۔ "کیوں ہے نہیں کیا؟"

"کون؟" ردھیا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ارے وہی تیرے!"

"میرا تو میرے پاس رہتا ہے" وہ کھلکھلا پڑی مگر پھر سنجیدہ ہوگئی۔ سدا شیو اُسے برابر غور سے دیکھتا رہا اس طرح گویا وہ کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

وہ ایک پچیا پر بیٹھ گیا۔ کچھ بولا نہیں لیکن ردھیا کو بلا بات کئے کہاں چین۔

بولی۔ یہاں اچھا لگتا ہے؟

"تمہارے پاس؟" سدا شیو نے پوچھا۔

ردھیا کے رخساروں پر سرخی دوڑ گئی۔

"چلو ہٹو" یہ کہکر وہ اندر چلی گئی اور پھر لمحہ بھر بعد آکر بولی۔ "ملائی کھاؤ گے؟"

"جیسی تمہاری مرضی"

ردھیا ایک کٹوری میں ملائی لے آئی۔ دینے لگی تو اسکی انگلیاں سدا شیو کے ہاتھ سے مس ہوگئیں۔ ایک سنسنی سی دونوں کے جسم میں دوڑ گئی سدا شیو نے ایک ہاتھ سے کٹوری تھامی اور دوسرے ہاتھ میں ردھیا کا ہاتھ لے لیا۔ ردھیا خاموشی سے سدا شیو کو دیکھتی رہی۔

اور اس واقعہ کے ٹھیک ایک ماہ بعد ردھیا سدا شیو کے ساتھ بھاگ آئی۔ سدا شیو کے ساتھ اُسے کسی قسم کی تکلیف نہ تھی۔ اس کی خواہش صرف یہ تھی کہ سدا شیو اسکی نظروں سے کبھی اوجھل نہ ہو۔ ہر عورت کی یہی خواہش ہوتی ہے۔ لیکن مرد کو عورت کی دیگر ضروریات کی طرف بھی تو متوجہ ہونا پڑتا ہے۔

رگھوا کی ماں کے پاس سے مایوس واپس ہونے پر بھی اس کا جی نہ مانا اور گھر میں تالا لگا کر دوڑی ہوئی پنڈت کاکا کے گھر پہنچی۔ اور

اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اُس نے دیکھا کہ پنڈت کاکا اپنے گھر میں موجود ہیں۔ وہ ردھیا سے بولے :۔ "ردھیا، سداشیو آیا کہ نہیں؟"

"نہیں کاکا، ابھی تو نہیں آئے"

"کیا بتاؤں۔ میرے ساتھ کچہری سے تو چلا لیکن چوک میں آکر نہ جانے کہاں غائب ہو گیا کہ پھر بہت تلاش کیا لیکن کچھ پتہ ہی نہ ملا۔ سوچا چلوں شاید اسٹیشن پہنچ گیا ہو مگر وہاں بھی نہ ملا۔ گاڑی بالکل چھوٹنے ہی والی تھی تب ہم سب نے ٹکٹ لئے اور چلتی گاڑی میں تو سوار ہوئے۔

جانے کہاں رہ گئے" ردھیا کی آنکھ میں آنسو بھر آئے۔

"خیر تو گھبرا مت۔ ممکن ہے گاڑی چھوٹنے کی وجہ سے رہ گیا ہو۔ کل آئے۔"

ردھیا گھر لوٹ آئی اور اپنی چارپائی پر گر کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس روز اس نے کھانا نہ پکایا اور نہ کھایا۔ روتے روتے وہ سو گئی۔ نیند کم بخت بھی اُسے ٹھیک سے نہ آئی۔ تھوڑی دیر میں پھر آنکھ کھل گئی اور سوچنے لگی کہ اس کے پاس پیسے بھی تو نہیں ہیں۔ آخر صبح کی گاڑی سے آئیں گے تو کیسے۔ بلا ٹکٹ؟ نہیں نہیں۔ یہ اُن سے نہ ہوگا۔ جب وہ یہاں کسی کو دھوکا نہیں دیتے تو بھلا وہ بلا ٹکٹ گاڑی پر کیسے سوار ہوں گے۔ شائد پیدل ہی آئیں۔ مگر کھائیں گے کیا؟ یہ سوچتی ہوئی ردھیا پریشان سی ہو گئی۔ پھر سوچنے لگی۔ میں نے اُنھیں جانے ہی کیوں دیا۔ اب چاہے لاکھ گواہی دینی ہو مگر میں اُنھیں نہیں جانے دوں گی۔ آپ تو چلے آئے اور انھیں سیدھا سمجھ کر چھوڑ آئے۔ سوچا ہوگا کرایہ نہ دینا پڑے۔ یہ ہیں پنڈت۔ مطلبی۔ صبح ہو گئی ہے۔ رات بھر جاگنے کے باعث ردھیا کی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ شہر کی گاڑی صبح دس بجے آجاتی ہے۔ اگر آنا ہوگا تو اُسی سے آئیں گے اور اگر پیدل چلے ہوں گے تو شاید کہیں شام ہی تک آسکیں گے۔ وہ دروازے بیٹھ کر انتظار کرنے لگی۔

سداشیو آیا تو دس بجے والی گاڑی سے مگر گھر پہنچتے پہنچتے اُسے بارہ بج گئے۔ یوں تو راستہ آدھے گھنٹے کا تھا لیکن آج سداشیو کے قدم نہ جانے کیوں اُٹھ ہی نہیں رہے۔ گھر کے دروازے پر پہنچتے ہی اُسے ردھیا نظر آئی۔ ڈبڈبائی نظروں سے وہ سداشیو سے لپٹ کر رونے لگی۔ سداشیو اپنے کو سنبھالتے ہوئے ردھیا کو سمجھانے لگا۔

خاموش ہونے پر ردھیا نے سداشیو سے پوچھا۔ "کیسے۔ سے۔ پیدل؟"

"نہیں رادھے، آیا تو گاڑی ہی سے مگر آج میری طبیعت نہ جانے کیسی ہو رہی تھی کہ قدم اُٹھتے ہی نہ تھے۔ دھاپ بھر زمین چلنے پر ایک پہر بیت گئی۔"

ردھیا نے شوہر کو دیکھا۔ چہرہ اُترا ہوا تھا۔ رنجیدگی کے صاف آثار نظر آتے تھے۔ پھر بھی وہ کچھ پوچھ نہ سکی۔ بولی۔ "کیوں، کل کیوں نہیں آئے؟"

"کل، ان لوگوں کے ساتھ آرہا تھا کہ میرے پہچان کے ایک آدمی مل گئے اور پھر مجھے آنے نہ دیا۔

"ارے ایسے کون پہچان والے تھے کہ تمھیں گھر کی عورت کی بھی پروا نہیں رہی" ردھیا نے مسکراتے ہوئے فقرہ کسا۔ لیکن سداشیو کے دل میں وہ طنز گھر کر گیا۔ وہ یہ نہ سوچ سکا کہ ردھیا کو سمجھائے کہ روکنے والا کون تھا؟ اُس نے بات ٹال دی۔

دن گذرنے لگے مگر ردھیا کی گتھی نہ سلجھی۔ جو سے پیار کرتا ہے وہ اُسے صرف اپنا ہی بنانا چاہتا ہے۔ ردھیا کو حیرت تھی کہ سداشیو کا وہ کون تھا جس کے بارے میں وہ ردھیا کو بتانا نہیں چاہتا۔ کوئی بھی ہو لیکن جب سداشیو اُسے چھپاتا ہے تو قدرتی طور پر اُسے بُرا لگتا ہے۔ بھلا دوست کا نام بتانے میں ایسی کون سی بات ہے جسے وہ نہیں بتانا چاہتا۔ سوچا اُس نے سب کچھ لیکن سداشیو سے کبھی کہا کچھ بھی نہیں۔ نہ کہنے کی ضرورت ہی سمجھی۔

کوئی مہینے بھر بعد سداشیو کی سابجے کی سڑک پہنچی جا رہی تھی۔ سداشیو اپنے بیل اور نار موٹھ لئے ہوئے کنوئیں پر گیا تھا۔ ردھیا گھر کے کام کاج میں لگی تھی۔ اسی وقت کسی نے باہر سے پکارا۔ ردھیا دروازے پر آئی۔ دیکھا ڈاکیہ کھڑا ہے۔ ردھیا کو دیکھ کر بولا۔ "یہ سداشیو کی چٹھی ہے"

"کہاں سے آئی ہے ڈاکئے بابو؟" ردھیا نے خط ہاتھ میں لیتے ہوئے پوچھا۔

ڈاکئے نے پھر خط لیلیا۔ الٹ پلٹ کر دیکھا اور بولا "یہ شہر سے آئی ہے۔"

"شہر سے؟ شہر سے کس کی چٹھی آئی ہے؟" ردھیا نے دماغ پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔ ڈاکئے نے نام دیکھ کر کہا "مہدیئی کی"

مہدیئی؟ مہدیئی کون؟ ردھیا سوچنے لگی پھر بولی۔ "ہاں ڈاکیہ بابو۔ چٹھی سُنا دیں تو بڑا اپکار ہو۔"

ڈاکئے نے خط سُنا دیا اور خط سُن کر ردھیا کی عجیب حالت ہو گئی۔ لکھنے والی نے لکھا تھا۔ بغیر تمھارے میں زندہ نہیں رہ سکتی۔ جب سے تم گئے ہو تمھارا بیٹا بیمار ہو گیا ہے" باربار پوچھتا ہے کہ بابو نہیں آئیں گے کیا؟ ایک بار میرے لئے نہیں تو اپنے بیٹے کے لئے آجاؤ۔

ڈاکیہ چلا گیا۔ ردھیا سوچنے لگی۔ بھگوان یہ معاملہ کیا ہے۔ کیا اُنھوں نے کوئی نئی عورت بھی شہر میں رکھ لی ہے۔ ان مردوں کا کیا ٹھکانہ۔ لیکن پھر سوچتی نہیں وہ ایسے کبھی نہیں ہو سکتے۔

اس روز جب دوپہر کو سداشیو گھر واپس آیا تو اُسے نہایت تعجب ہوا۔ دروازہ کھلا پڑا تھا لیکن کہیں جھاڑو تک نہیں لگی تھی۔ چرہی کے بیلوں کے لئے چارا ندارد تھا۔ رسوئی میں برتن ویسے ہی پڑے تھے۔ سداشیو کے لئے یہ ایک نئی بات تھی۔ کبھی اور اس نے ایسا نہیں دیکھا تھا۔ ہمیشہ جب کبھی وہ کھیت باڑے سے واپس آتا تھا تو ردھیا ہنستی ہوئی اس کا خیر مقدم کرتی۔ خود بیلوں کو باندھتی، انھیں چارہ بھوسا دیتی۔ اس وقت تک سداشیو بھی ہاتھ منہ دھو کر فارغ ہو جاتا۔

سداشیو کو فکر ہوئی کہ کہیں ردھیا کی طبیعت تو نہیں خراب ہو گئی۔ لیکن صبح تو وہ اُسے اچھی خاصی چھوڑ کر گیا تھا۔ یکایک یہ کیا ہو گیا؟ اُس نے پکارا ردھیا!" لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ اندر جا کر دیکھا کہ ردھیا چارپائی پر منہ چھپائے رو رہی ہے۔ سداشیو کھاٹ کے ایک کونے پر جا بیٹھا اور سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا پوچھنے لگا "کیا ہوا میری رادھے۔ میری رانی!"

لیکن اسکو رادھے نے جواب نہیں دیا۔ سداشیو سخت پریشان ہوا گھنٹوں بعد کہیں ردھیا کے منہ سے آواز نکلی "جاؤ اس مہدیئی کے پاس [illegible]"

سداشیو کو جیسے کاٹھ مار گیا۔ آخر یہ بات اسکو کیسے معلوم ہو گئی؟

[illegible]

"ہاں! میں پاگل تو ہوں ہی جو تم پر اب تک اعتبار کرتی ہوں۔ یہاں سے گئے شہر گواہی دینے اور وہاں رہ گئے اپنی چہیتی کے یہاں۔ اور مجھ سے کہتے ہیں کہ ایک دوست نے آنے نہیں دیا۔"

اب سداشیو کی حالت بالکل اُس چور کی سی ہو گئی جو چوری کرتے ہوئے پکڑ لیا گیا ہو۔ پھر بھی اُس نے اپنے کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ سب تم سے کہا کس نے؟"

"مجھ سے کہتا کون؟ وہی تمھاری چہیتی نے چٹھی بھیجی ہے۔ تمھارا لڑکا جو بیمار ہے۔" رودھیا نے طنز کے ساتھ کہا۔

"لڑکا بیمار ہے۔ ارے میرا للّو بیمار ہے" کہتا ہوا سداشیو سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اُٹھا تو بولا۔ "میں شہر جاتا ہوں۔"

رودھیا نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہ سداشیو کے چہرے پر پیدا ہونے والی تبدیلیوں ہی کو دیکھتی رہی۔ سداشیو نے بھی جواب کی پرواہ کئے بغیر اپنے کپڑے پہنے اور گھر سے باہر ہو گیا۔

رودھیا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ آخر ان کو ہو کیا گیا ہے؟ کون ہے یہ مہدیئی، کچھ بتاتے بھی نہیں یکایک اُسے خیال آیا کہ ریل کا کرایہ تو لے ہی نہیں گئے، پیدل جائیں گے کیا؟ فوراً ہی اُس نے بکس میں سے روپیہ نکالا اور دوڑی سداشیو کے پیچھے۔ تب تک سداشیو گاؤں کے باہر پہنچ چکا تھا۔ رودھیا کی آواز سن کر اور اُس کو دوڑتی آتے دیکھ کر وہ رُک گیا جب وہ قریب آ گئی تو رودھیا سے بولا "کیا ہے"؟

"کرائے کے پیسے تو لیتے جاؤ۔" رودھیا نے دردناک لہجہ میں کہا۔

"ارے میں پیدل ہی چلا جاتا۔ لیکن خیر تم نے اچھا ہی کیا۔" کہتے ہوئے سداشیو نے روپے لے لئے اور بولا "رادھے گھبرانا نہیں شائد مجھے دو ایک روز وہیں رہ جانا پڑے"۔

رودھیا کچھ نہ بولی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ بغیر کچھ کہے واپس چلی آئی۔ سداشیو چلا گیا۔ گھر آ کر رودھیا خوب روئی۔

سداشیو چار پانچ روز بعد لوٹا۔ رودھیا نے



سداشیو بولا - رادھے یہ تمھارا ہی بچہ ہے۔ اس کا سوا اس دنیا میں کوئی نہیں۔

اُس سے کچھ بھی نہ پوچھا۔ مگر اُس کے دل میں رہ رہ کر ایک درد پیدا ہوتا تھا اور وہ تڑپ جاتی تھی۔ عورت سب کچھ برداشت کر لیتی ہے لیکن اپنے شوہر کو کسی دوسری عورت سے محبت کرتے نہیں دیکھ سکتی۔ یہ بات نہیں تھی کہ سداشیو رودھیا کے اس اضطراب کو محسوس نہ کرتا ہو۔ اُسے اس کا بہت زیادہ احساس تھا کہ رودھیا کے دل میں ایک گرہ پڑ گئی ہے یا ایک درد پیدا ہو گیا ہے لیکن پھر بھی اس گتھی کو سلجھانے کی اُسے جُراَت نہیں ہوتی۔ وہ بار بار رودھیا سے ساری باتیں صاف صاف کہہ دینا چاہتا تھا لیکن رودھیا کی افسردگی کے باعث اُسے کہنے کی جراٰت نہ ہوتی تھی۔ رودھیا کی زبان بند کر کے یہ غم برداشت کرنا اور افسردہ رہنا اُس کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ لیکن وہ کرتا کیا؟

وہ چاہتا تھا کہ رودھیا اُس کے دل کی حالت سمجھے، غور کرے اور پھر اپنا فیصلہ کرے۔ وہ رودھیا کو اپنی جان سے زیادہ چاہتا تھا اسی لئے رودھیا کی افسردگی اُسے کھائے جاتی تھی۔ ایک دن رودھیا سے اُس نے کہا: "رادھے! ہمار کھیتی اس سال گاؤں میں سب سے اچھی ہے۔"

"بھگوان کی کرپا ہے" کہہ کر رودھیا اُٹھ کر جانے لگی۔

سداشیو کے دل میں ایک درد اُٹھا۔ اُس نے پکارا: "رادھے! ایک بات تو سنو۔"

رودھیا رُکی۔ سداشیو کی طرف دیکھا۔ سمجھ گئی کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔ بولی "کیا ہے؟"

سداشیو نے قریب جا کر رودھیا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ کھڑی رہی۔ خاموش۔ ہاتھ بھی نہ کھینچ سکی۔ دل نے کہا۔ یہ میرا ہے۔ دوسرے کا ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن اُس کا شبہہ بیدار ہو گیا اُس نے سوچا۔ "آنکھوں کی دیکھی حقیقت کو میں کیسے ٹھکرا دوں۔"

سداشیو نے اپنی ساری ہمت جمع کر کے پوچھا۔ "تم آجکل مجھ سے اتنی دور دور کیوں رہتی ہو رادھے؟"

رودھیا نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہ صرف سداشیو کی طرف دیکھتی رہی۔ گویا اپنی آنکھوں کے ذریعے وہ پوچھ رہی تھی کہ اب بھی ملول نہ رہوں تو پھر کب رہوں؟

سداشیو نے پھر کہا: "تم مجھ سے آج مہینوں

سے بولیں تک نہیں۔ بات کرنے تک کا موقع نہیں دیتیں آخر مجھ سے کون سا ایسا قصور ہوا ہے جس کی تم اتنی سخت سزا دے رہی ہو۔ یقین کرو رانی۔ تمہاری یہ حالت مجھے کھائے ڈال رہی ہے۔ میں مرا جا رہا ہوں۔ تمہارے پریم ہی کو میں نے زندگی میں سب کچھ سمجھا ہے۔

ردھیا کی آنکھیں بھر آئیں۔ بہت ضبط کرنے پر بھی دل کا درد آنکھوں کے راستے باہر نکل پڑا۔ سداشیو لاکھ سمجھاتا رہا مگر وہ روتی ہی رہی۔ گویا آنسوؤں کے ذریعے وہ اپنے دل کا سارا غم، سارا درد بہا دینا چاہتی تھی۔ اُس نے کچھ بھی نہ کہا۔ وہ بہت کچھ کہہ سکتی تھی پھر بھی اُس نے کچھ نہ کہا اور اُس روز سے اُس میں تبدیلی ہونے لگی۔ اُس کی اُداسی نہ جانے کہاں چلی گئی اور زبردستی کھینچ کر لائی ہوئی ہنسی اُس کے لبوں پر کھیلنے لگی۔

سداشیو نے سمجھا کوئی بات نہیں۔ ردھیا نے سوچا کیوں پریشان کروں۔ لیکن اندر ہی اندر وہ غم میں جیسے گھل سی رہی تھی۔ وہ سداشیو سے کچھ کہنا نہ چاہتی تھی۔ یہ بھی محسوس کرتی تھی کہ سداشیو اُسے پہلے کی طرح چاہتا ہے لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں وہ اپنے کو سمجھا نہیں سکتی تھی۔ عورت کا دل ہی تو ٹھہرا۔ دن گزرنے لگے اور سداشیو یہ بات بھولتا گیا۔ لیکن پھر بھی کبھی کبھی وہ سوچتا کہ ردھیا کو مہدیئی کے بارے میں بتا کیوں نہ دے۔ کیوں نہ وہ اپنی کمزوری ردھیا پر ظاہر کر دے۔ ردھیا اُسے معاف کر دیگی؟ ضرور کر دیگی۔ یہ اُسے یقین تھا لیکن پھر سوچتا اگر ردھیا کو اعتبار نہ ہوا تو مفت میں دلوں میں ایک گرہ پیدا ہو جائے گی۔ ردھیا کی محبت کو وہ اپنے پاس اُسی طرح محفوظ رکھنا چاہتا تھا جیسے غریب اپنی دولت کو۔

جیٹھ کا مہینہ تھا۔ سورج کی چلچلاتی دھوپ زمین کو جلا کر خاک کئے دے رہی تھی۔ سداشیو نے پنڈت کالکا کا آم کا باغ دیکھنے کے لئے ملازمت کر رکھی تھی۔ وہ ایک سرپت کی جھونپڑی بنا کر وہ اپنا زیادہ وقت گزارتا تھا۔ ردھیا بھی فرصت پا کر باغ میں بیٹھا کرتی۔ اُس روز ردھیا اور سداشیو باغ ہی میں بیٹھے تھے کہ گاؤں سے ایک لڑکا آیا اور بولا "سداشیو کاکا تمہیں ایک آدمی بلانے آیا ہے۔"

"کہاں سے رے؟" سداشیو نے پوچھا۔

"شائد شہر سے آیا ہے۔ تمہارا گھر پوچھا تھا۔ میں نے کہا بیٹھو باغ میں ہیں بلائے لاتا ہوں۔"

سداشیو کو تعجب ہوا شہر سے آدمی آیا ہے؟ اُس نے ردھیا سے کہا "بیٹھو میں دیکھتا ہوں کون آیا ہے۔"

سر پر انگوچھا رکھ کر وہ گاؤں کی طرف چلا گیا۔ لڑکا وہیں ردھیا کے پاس آ کر گرے ہوئے کچے آموں میں سے ایک آم لیکر کھانے لگا۔

ردھیا نے پوچھا "کیسا آدمی ہے رے؟"

"کوئی بابو ہے کاکی۔"

لڑکے کے جواب پر ردھیا ہنس پڑی۔ مگر دوسرے ہی لمحے وہ سنجیدہ ہو گئی۔ پل بھر سوچ کر بولی "دیکھ تو یہیں رہ۔ میں بھی جاتی ہوں۔ دیکھوں کون آیا ہے؟"

"اچھا بائی۔ میں تو یہ چاہتا ہی ہوں۔ مگر جتنے آم کھا سکوں گا کھاؤں گا۔"

"ہاں ہاں کھانا۔ مگر دنیا بھر توڑ کر خراب نہ کرنا۔"

"اچھا" کہکر لڑکا بڑی خوشی سے بیٹھ گیا۔ اور ردھیا گھر پہنچی۔ دروازے پر ہی اُس نے دیکھا کہ سداشیو زمین پر بیٹھا ہے اور نو وارد چارپائی پر بیٹھا کچھ کہہ رہا ہے۔ سداشیو کا چہرا اُترا ہوا تھا جیسے وہ موت کا پیغام سن رہا ہو۔ ردھیا گھر کے اندر جا کر دروازے کے پاس سے سننے کی کوشش کرنے لگی لیکن تب تک شائد نو وارد اپنی بات پوری کر چکا تھا۔ بولا "اسی لئے مجھے تمہارے پاس آنا پڑا۔ اب اگر تم چاہو تو میرے ساتھ ہی شام کی گاڑی سے چلے چلو۔ یا جیسی تمہاری مرضی۔"

سداشیو نے کچھ جواب نہ دیا۔ اُٹھ کر گھر کے اندر چلا گیا۔ ردھیا کو دروازے ہی پر کھڑی دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مگر وہ کچھ بولا نہیں اور جا کر اندر چارپائی پر جیسے گر پڑا۔ ردھیا آئی اور قریب کھڑی ہو کر بولی۔

"کون ہے یہ۔ کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں ردھیا۔"

"آخر میں بھی تو سنوں کیا معاملہ ہے؟ شہر جانے کو کیوں کہتا تھا؟"

سداشیو خاموش تھا۔ وہ کیا بتاتا کہ کیا بات ہے۔ مگر وہ سوچنے لگا۔ شہر تو جانا ہی ہوگا لیکن ردھیا؟ بھگوان میں کیا کروں۔ کیسے اِس جھنجھٹ سے چھوٹوں؟ وہ بار بار سوچتا مگر کچھ سمجھ میں نہ آتا۔

بڑی دیر بعد بولا "رادھے! مجھے شہر جانا ہوگا۔ کیوں؟ یہ آ کر بتاؤں گا۔ مگر جانا ضروری ہے۔"

کہتے کہتے سداشیو کی آنکھوں سے آنسو کی جھڑی لگ گئی۔ ردھیا بغل میں بیٹھ گئی اور بولی "تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کچھ بتاؤ بھی تو۔"

سداشیو کچھ بولا نہیں۔ لیکن اُس کے آنسو کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ وہ بڑی تکلیف میں مبتلا ہے۔

شام کو وہ شہر چلا گیا اور ردھیا اس معمہ کو سلجھاتی ہی رہی۔ وہ سوچنے لگی۔ نہ جانے یہ کون آدمی تھا جو انہیں لے گیا؟ اور وہ نہ جانے رو کیوں رہے تھے؟ یہ وہ لاکھ کوشش کرنے پر بھی نہ سمجھ سکی۔

سداشیو کے جانے کے بعد کس دشواری سے اُس نے دو دن گزارے یہ اس کا دل ہی جانتا تھا۔ دن رات نہ اُسے کھانے کی فکر تھی اور نہ سونے کی۔ اس روز وہ شام کو باغ سے واپس آئی تو چارپائی پر کٹے ہوئے درخت کی طرح گر پڑی۔ دو دن سے پیٹ میں دانہ نہ گیا تھا۔ کمزوری بیحد بڑھ گئی تھی۔ چراغ جلانے کا وقت ہو گیا مگر وہ اُٹھی نہیں پڑی ہی رہی۔ اُس وقت دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ ردھیا نے آواز سنی مگر اُٹھنے کی ہمت نہ پڑی۔ اُس نے چاہا کہ اُٹھ کر دروازہ کھولے مگر کمزوری نے اُٹھنے نہ دیا۔ مگر جب دروازہ پیٹنے کی آواز برابر بڑھتی ہی گئی تو وہ کسی طرح اُٹھی اور دروازہ کھولا۔ صاف چاندنی میں اُس نے دیکھا کہ سداشیو ایک [illegible] سال کے بچے کے ساتھ کھڑا ہے۔

وہ لوٹی۔ چراغ جلایا۔ اُس وقت سداشیو لڑکے کو لیکر آنگن کی چارپائی پر بیٹھ گیا۔ رادھیا پاس آکر بولی۔ "کہو کیا بات ہے؟"

سداشیو کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ رادھیا بے قرار ہوگئی۔ بولی: "کچھ کہتے بھی نہیں ہو بات کیا ہے؟"

سداشیو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ لڑکا حیرت کے ساتھ دونوں کو دیکھتا رہا۔ پھر رو اُٹھا: "اماں!"

"اماں" یہ لفظ سنتے ہی رادھیا چونک پڑی اُس کا جذبہ مادری جیسے بیدار ہوگیا۔ اُس نے اُسے کلیجے سے لگا لیا۔ سداشیو نے دیکھا۔ یہ دیکھ کر اُس کے دل کو بڑی مسرت ہوئی۔ آنسو تھمنے سے لگے۔ اُس نے دل میں کہا۔ کاش یہ اسے ہمیشہ یوں ہی کلیجے سے لگائے رہے۔

رادھیا بولی: "یہ بچہ کس کا ہے؟"

"تمہارا" بیساختہ سداشیو نے کہا۔

"کہاں ملا تمھیں؟" رادھیا نے پھر سوال کیا۔

"رادھے یہ نہ پوچھو۔ بس یہی سمجھ لو کہ یہ تمہارا ہی بچہ ہے۔ تمہارے سوا اِس دُنیا میں اس کا کوئی بھی نہیں ہے۔ اسی لئے مجھے شہر جانا پڑا تھا۔"

رادھیا نے مزید پوچھنا بیکار سمجھا۔ مگر نہ جانے کیوں اُسے اُس خط کا یہ جملہ بار بار یاد آنے لگا۔ "تمہارا لڑکا بیمار ہے" تو کیا یہ اُنھیں کا لڑکا تو نہیں ہے؟ مگر وہ کچھ پوچھ نہ سکی۔

رادھیا نے اُسے اپنے بچے ہی کی طرح رکھا مگر وہ کبھی کبھی سوچنے ضرور لگتی کہ یہ بچہ ہے کس کا؟ ایک روز اُس نے سداشیو سے یہ سوال کر ہی دیا: "مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم اس لڑکے کے متعلق مجھ سے کچھ چھپاتے ہو۔ مجھے بتاتے کیوں نہیں کہ یہ تمھیں کہاں سے ملا۔"

سداشیو یکایک سنجیدہ ہوگیا اور پل بھر خاموش رہنے کے بعد وہ بولا: "ہاں رادھے۔ اب تک میں تم سے کچھ چھپاتا رہا۔ مگر آج سب سچ سچ بتا دوں گا۔ چاہے تم مجھ سے نفرت ہی کیوں نہ کرنے لگو۔ یہ بچہ مہدیئی کا بچہ ہے۔ جب تم مجھے نہیں ملی تھیں اُس وقت میں نے مہدیئی کو جانا تھا میں اُس سے محبت کرتا تھا اور وہ مجھ سے۔ لیکن مہدیئی محبت سے زیادہ دولت کی قدر کرتی تھی اسی لئے وہ شہر کے ایک امیر آدمی کے ساتھ چلی گئی اور میں مایوس ہوکر تمہارے گھر چلا آیا لیکن مہدیئی حاملہ ہوگئی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بچہ میرا ہی ہے۔ لیکن مہدیئی کی اُس آدمی سے زیادہ دن تک نہ نبھ سکی۔ سال بھر ستے وہ اُسے چھوڑ کر الگ رہنے لگی۔ اسی لڑکے کے لئے اُس نے کافی روپیہ رکھ لیا تھا۔ اُس روز جب میں گواہی میں گیا تو وہ مجھے ملی اور کہنے لگی: "چلو اپنے لڑکے کو دیکھ لو" تم یقین کرو کہ مجھے مہدیئی سے سخت نفرت تھی لیکن لڑکے کا نام سنتے ہی میں چل گیا۔ اور اس کے بعد جب سنا کہ لڑکا بیمار ہے تو دوڑا ہوا گیا مگر یہ اُس کا بہانہ تھا۔ وہ مجھے اپنے ساتھ رہنے کے لئے مجبور کر رہی تھی مگر میں نے اُس سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں یہ نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد جب اُسے ہیضہ ہوگیا تو اُس نے اُس آدمی کے ذریعے جو مجھے بُلانے آیا تھا خبر دی۔ میرے جانے پر وہ مرگئی اور بچہ مجھے سونپ گئی۔"

یہ سننے کے بعد سداشیو نے سر جھکا لیا۔ رادھیا کچھ نہ بولی۔ مگر بچے کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ بچے کا مُنہ چومتے وقت اُس نے غور کیا کہ اُس کا چہرہ بالکل سداشیو سے ملتا جلتا تھا۔ مگر آج تک نہ جانے کیوں اُسے یہ نہ معلوم ہوا تھا۔

سداشیو بولا: "رادھے اسے اپنا ہی سمجھنا۔"

"اپنا نہیں تو کیا کسی اور کا ہے؟ تم نے پہلے ہی مجھ سے کیوں نہ بتا دیا۔" رادھیا نے جواب دیا۔

اور سداشیو ایک ناقابل بیان مسرت کے ساتھ اُن ماں بیٹوں کو دیکھنے لگا۔

کچھ دلچسپ باتیں

عجیب و غریب درخت

جنوبی امریکہ میں ایک درخت پیدا ہوتا ہے جسے وہاں کے باشندے دودھ کا درخت کہتے ہیں یہ پہاڑی یا پتھریلی چٹانوں پر پیدا ہوتا ہے اِسکی جڑیں عام طور پر زمین میں گھسنے کے بجائے اُدھر پھیلی رہتی ہیں۔ اس کی پتیاں سوکھی اور چمڑے جیسی ہوتی ہیں۔ اگر اس کے تنے میں ذرا سا بھی چھید کیا تو میٹھا سفید دودھ نکل آتا ہے۔

اربنگر کے جنگل میں ایک طرح کا درخت ہوتا ہے جنگلی لوگ اس کے تنے پر کی چھال کو دو جگہ سے چاروں طرف سے کاٹ دیتے ہیں چھال وہاں سے الگ ہو جاتی ہے۔ دونوں بغل میں دو گول چھید کر دئے جاتے ہیں اوپر کے چھید میں سر ڈال کر بغل کے دونوں چھیدوں میں بازو ڈال دئے جاتے ہیں یہ کرتے پہن کر وہاں کے جنگلی اپنی زندگی بسر کرتے ہیں

جنوبی سمندر کے جزیروں میں ایک درخت ہوتا ہے جس کا پھل لڑکے کے سر کے مانند ہوتا ہے۔ اس کا گودا نرم ہوتا ہے جسے چاقو سے روٹی کی طرح کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں۔ مرچ وغیرہ لگانے سے بڑی لذیذ روٹی تیار ہو جاتی ہے بعض لوگ اس روٹی کو ابال کر بھی کھاتے ہیں۔

امریکہ میں ایک درخت ہوتا ہے جس کو مکھن کا درخت کہتے ہیں۔ اس میں اخروٹ کی طرح پھل لگتا ہے۔ کچھ دیر تک انھیں دھوپ میں سکھانے اور پانی میں اُبالنے سے چھلکا اُتر جاتا ہے۔ بیج کا گودا مکھن کی طرح سفید اور لذیذ ہوتا ہے۔ اس میں بغیر نمک ڈالے ہوئے ایک سال تک حفاظت سے رکھ سکتے ہیں۔ اس عرصے میں یہ بالکل خراب نہیں ہوتا۔

سر جان مینڈیول اپنے سفرنامہ میں ایک درخت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کی ڈالیوں سے لمبی لمبی شاخیں نکلتی ہیں جن کے سروں پر اس کا پھل لٹکتا رہتا ہے یہ پھل دور سے دیکھنے سے عین بھیڑ یا بکری کی طرح معلوم ہوتا ہے۔

سمندر کے ایک خاص قسم کے درختوں کی بلندی چار سو فٹ سے زیادہ ہوتی ہے عام طور پر اس کو رسّی کا درخت کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس درخت کا بیشتر حصہ خشک ہو جانے پر جنوبی سمندروں میں رسّیوں کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

ہماری کوآپریٹو سوسائٹیاں

بجنور میں نوربافوں کے لئے کوآپریٹو سوسائٹیاں

ضلع بجنور میں ہاتھ کے کرگھے سے کپڑا بننے والے جولاہوں کی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کرنے کے لئے حکومت نے ماہ رواں میں ۱۰۶۰۰ روپئے کی رقم منظور کی ہے۔

حکومت کے حکم سے ضلع بجنور میں یہ بات معلوم کرنے کے لئے ایک تحقیقات کی گئی تھی کہ وہاں نوربافوں کی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کرنے کے کیا امکانات ہیں۔ اس ضلع میں جولاہوں کے تقریباً ۲۳۰۰۰ گھر ہیں۔ وہ ایک ہی نمونے کا گاڑھا اور دیگر قسم کے کپڑے بنتے ہیں۔ اُنھیں اپنا تیار مال فروخت کرنے میں بڑی دقتیں ہوتی ہیں۔ نئے نئے ڈیزائن کے کپڑے تیار کرنے میں اُنھیں کوئی مدد نہیں ملتی۔ اس کے علاوہ اُن کے پاس پیسے کی بھی کمی ہے جس کی وجہ سے وہ کافی مقدار میں سوت اور رنگ وغیرہ نہیں خرید سکتے۔

ان لوگوں کی یہ سب مشکلیں کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کرکے دور کی جائینگی۔ یہ سوسائٹیاں تمام مال تیار کرنے اور فروخت کرنیوالی سوسائٹیوں کی قسم کی ہونگی اور سوت اور دیگر کچا مال تھوک نرخ سے خریدیں گی۔ ان سوسائٹیوں کا ڈسٹرکٹ کوآپریٹو بینک بجنور سے تعلق رہے گا جو انھیں مال کی ضمانت پر روپیہ قرض دیگا۔ لکھنؤ کا ہینڈ لوم امپوریم انھیں نئے ڈیزائن بھیجا کریگا اور ان کے تیار کئے ہوئے مال کو بیچنے کا انتظام بھی کرے گا۔

کام شروع کرنے کے لئے تین آرگنائزر تعینات کئے جائیں گے۔ سوسائٹیوں کی تنظیم کرنے کے لئے نجیب آباد، نگینہ اور دھام پور کے مرکز منتخب کئے گئے ہیں۔ اُمید کیجاتی ہے کہ مالی سال ختم ہونے تک ہر آرگنائزر مال تیار کرنے اور فروخت کرنیوالی تقریباً ۱۰ سوسائٹیوں کو منظم کرے گا۔

یو۔پی۔ کی گھی سوسائٹیاں

گورنمنٹ ماڈل گھی ٹیسٹنگ اور گریڈنگ اسٹیشن شکوہ آباد میں گھی سوسائٹی کے ۶ سپروائزروں کو گھی کی جانچ کرنے اور درجہ بندی کرنے کے بارے میں ٹریننگ دینے کا انتظام کیا گیا ہے۔ ٹریننگ تقریباً ۳ ماہ تک دی جائیگی۔ اس کے بعد یہ سپروائزر گھی کی جانچ اور درجہ بندی کی دیکھ بھال سنٹرل کوآپریٹو گھی یونین کے ماتحت کرینگے۔ اس وقت گھی سپروائزروں کی تعداد ۴۰ سے زیادہ ہے۔ اس کام کو اور زیادہ بڑھانے کے لئے حکومت نے ابھی حال میں مالی امداد ۱۲ ہزار ۵۰۰ سے بڑھا کر ۲۵ ہزار کردی ہے۔

محکمہ امداد باہمی کچھ عرصہ سے اس مسئلے پر غور کر رہا ہے کہ یو۔پی۔ کی گھی سوسائٹیوں کے ممبروں کے تیار کئے ہوئے گھی کی زیادہ سے زیادہ قیمت کیسے حاصل کیجائے۔ اس صوبے میں تقریباً ۶۰۰ گھی سوسائٹیاں ہیں جو پانچ سنٹرل گھی یونینوں سے متعلق ہیں۔ ان سوسائٹیوں نے گذشتہ سال تقریباً ۶ ہزار من گھی کا کاربار کیا اور مستقبل میں اس سے بھی زیادہ کاربار کرنے کی متوقع ہیں۔ آجکل یہ سوسائٹیاں اپنے گھی کا کچھ حصہ براہ راست گاہکوں کے ہاتھ فروخت کرتی ہیں لیکن زیادہ تر گھی منڈیوں ہی میں گھی کے تاجروں کے ہاتھ فروخت کیا جاتا ہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ تو گھی سوسائٹیوں کے ممبروں کو، جو عموماً کسان ہیں، اپنے مال کی ٹھیک ٹھیک قیمت ہی ملتی ہے اور خریداروں ہی کو گھی کے خالص ہونے کا اعتبار ہوتا ہے۔

کچھ عرصہ ہوا کہ مسٹر ایل۔ این۔ چترویدی، اسسٹنٹ رجسٹرار آگرہ نے کلکتہ میں جو گھی کی کھپت کا سب سے بڑا مرکز ہے گھی کی تجارت کے متعلق تحقیقات کی تھی چنانچہ یہ معلوم ہوا کہ ایک خاص قسم کا گھی ہی بازار میں اچھے داموں فروخت ہوسکتا ہے۔

محکمہ امداد باہمی کی طرف سے کوشش ہورہی ہے کہ ہر سنٹر پر گھی کی درجہ بندی کی جانچ ہو اور اُس پر کوآپریٹو گھی مارک لگادیا جائے۔ سپروائزروں کی ٹریننگ اس سلسلہ میں پہلا قدم ہے۔

یو۔پی۔ میں کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے تعلیم بالغان کے لئے کئے جانیوالے کاموں کی رفتار

محکمہ امداد باہمی کے ایک مشہور افسر نے کہا ہے کہ محکمہ امداد باہمی خصوصیت کے ساتھ تعلیم بالغان کا محکمہ ہے۔ تعلیم بالغان کی ترقی کے لئے سرکاری اور غیر سرکاری کارکنوں نے تقریباً ۱۰ سال پہلے فیض آباد، بنارس اور پرتاب گڈھ کے موزوں سنٹروں میں تعلیم بالغان کی ترقی کے لئے جدوجہد کی۔ اس کا نتیجہ نہایت حوصلہ افزا برآمد ہوا۔ یہ تحریک بہت جلد پھیل گئی اور اس وقت صوبے کے کئی اضلاع میں تعلیم بالغان کے کئی مدرسے ہیں۔ ان کا خرچ کچھ تو سوسائٹیاں برداشت کرتی ہیں اور کچھ محکمے کو ملی ہوئی ۵۰۰۰ کی رقم میں سے خرچ کیا جاتا ہے۔

امداد باہمی بالغوں کے مدرسے دیگر مدارس تعلیم بالغان سے مختلف ہیں۔ کیونکہ ان میں بالغان صرف حرف شناس ہی نہیں کرتے بلکہ منظم زندگی گذارنے میں بھی ترقی کرتے ہیں رفتہ رفتہ مدرسے کی کارروائیاں بڑھتی ہیں اور وہ ایک سماجی انجمن کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ ان مدرسوں میں تعلیم کے علاوہ موسیقی کا انتظام بھی رہتا ہے۔ جس سے بالغوں کی تفریح ہوتی ہے۔ ایسے مدرسوں میں اخبار اور ماہوار رسالوں کی ضروری باتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور ڈراموں و مکالموں کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ مدرسے امداد باہمی کے مختلف کاموں کے لئے راہ تیار کردیتے ہیں۔

۱۹۳۹ء میں محکمہ نے بالغوں کے مدرسوں میں تعلیم دینے والے مدرسوں کی ٹریننگ کے لئے گورکھپور میں ایک کوآپریٹو سوسائٹی قائم کی۔

یہ سوسائٹی محکمہ کے افسر تعلیم بالغان کے چارج میں ہے اور اس کا انتظام ایک کمیٹی کرتی ہے۔ رجسٹرار محکمہ امداد باہمی اس کمیٹی کے صدر ہیں تعلیم بالغان کے اصول کے علاوہ یہ سوسائٹی، امداد باہمی زراعت، علاج مویشیان، صحت اسکاؤٹنگ وغیرہ موضوعات کے اصول بھی سمجھاتی ہے۔ اس سوسائٹی کی یہ خصوصیت ہے کہ مدرسوں کو دیہاتوں میں توسیع تعلیم بالغان کے طریقے تحلیلی کے ذریعے تعلیم دیتی ہے اس سوسائٹی نے بیشتر ایسے ہی مدرسوں کو ٹریننگ دی ہے جو گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ ابھی تک ۴۸۲ مدرسوں کو ٹریننگ مل چکی ہے جس میں سے ۲۸۲ ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کی طرف سے اور ۱۵۲ محکمہ ترقی نیشکر کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ اسکاؤٹ ماسٹروں کو اس خیال سے ٹریننگ دی جا رہی ہے کہ وہ تعلیم بالغان کے مدرسوں کی رہنمائی کر سکیں، بالغوں کے مدرسوں کا معائنہ کر سکیں اور بالغ طالب علموں کی تعلیم کی جانچ کر سکیں

کلہور کوآپریٹو کانفرنس

کچھ عرصہ قبل کلہور ضلع مین پوری میں شری شیودت سنگھ کی صدارت میں ایک کوآپریٹو کانفرنس ہوئی۔ اس میں تقریباً ایک ہزار آدمی شریک ہوئے جن میں کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ممبر اور غیر ممبر بھی تھے۔ وہاں کے محکمہ جات امداد باہمی اور گاؤں سدھار کے کارکنان نے اپنے اپنے محکموں کی کارروائیوں پر تقریریں کہیں۔ کئی ممبروں نے کانفرنس میں اپنی دشواریاں پیش کیں۔ انھیں ان دشواریوں کو حل کرنے کے کئی طریقے سمجھائے گئے ایک چھوٹی سی نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا تھا جس میں دیہاتی دلچسپی کی کئی چیزیں دکھلائی گئی تھیں۔ حاضرین نے نمائش سے کافی دلچسپی لی۔ مویشیوں اور بچوں کی نمائش کا بھی انتظام کیا تھا۔

کوآپریٹو صنعتی اسٹور گھر

ضلع بستی میں گھر کوآپریٹو صنعتی اسٹور کچھ عرصہ قبل کھولا گیا تھا۔ وہ اس وقت اچھا کام کر رہا ہے اس کی دیکھ بھال میں تقریباً ۱۰۰ کرگھے کام کر رہے ہیں۔ یہ گاڑھے کی دھوتیاں، ساریاں قمیض کے کپڑے، مسہری، نیواڑ اور پٹی کا کپڑا تیار کرتا ہے۔ یہ تیار چیزیں خود فروخت کرتا ہے اور ساتھ ساتھ انھیں گورنمنٹ ہینڈ لوم امپوریم اور گاؤں سدھار اسٹوروں کو بھی بیچنے کے لئے دیتا ہے۔

حمیر پور کانفرنس

تقریباً ۳ ہزار آدمی پنڈت پرمانند کی صدارت میں سوری میں ہونے والی کانفرنس میں شامل ہوئے تھے۔ کانفرنس کے سامنے دو روز کا پروگرام تھا۔ پہلے روز کئی قسم کے کھیل ہوئے۔ ممبران کوآپریٹو سوسائٹی نے ان کھیلوں میں کافی دلچسپی لی۔

دوسرے روز ایک نمائش ہوئی۔ ممبران نمائش کے لئے اپنے مویشی اور بیج لائے۔ بیلوں کی سب سے اچھی جوڑی پر اُن کے مالک کو ایک میسٹن ہل انعام میں دیا گیا۔ کانفرنس کی کارروائی بعد دوپہر شروع ہوئی اس موقع پر مقامی سرکاری اور غیر سرکاری اصحاب موجود تھے۔ صدر مجلس استقبالیہ نے حاضرین کا خیر مقدم کیا اور تحریک امداد باہمی کے ذریعے ہونے والے فوائد کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا۔ راٹھ میں جلد ہی ایک کوآپریٹو اسٹور کھولنے کے حق میں پیش ہونے والی ایک تجویز پر بحث ہوئی اور وہ منظور ہوگئی دوسری تجویز کے ذریعے سماجی اور مذہبی تقریبات کے مواقع پر ہونیوالے اخراجات کم کرنے کی ضرورت کی طرف عوام کو توجہ کیا گیا صاحب صدر نے مستحقین کو انعام دینے کے بعد تقریر کی۔ آپ نے تہذیب اور قواعد کی پابندی پر بہت زور دیا اور گاؤں والوں سے کوآپریٹو زندگی سدھار سوسائٹیوں سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی درخواست کی۔

مل مزدوروں کے لئے کوآپریٹو اسٹور

رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز کے دفتر میں ہونے والی میٹنگ میں کانپور میں مزدوروں کے لئے کھولے جانے والے اسٹوروں کے سلسلے میں کچھ ضروری باتوں پر غور ہوا۔ اس میٹنگ میں جناب ایس ایس۔ حسن آئی۔ سی۔ ایس۔ لیبر کمشنر بھی موجود تھے۔ میٹنگ میں یہ طے ہوا کہ اسٹور مارکیٹنگ یونینوں کی بیچنے کی ایجنسی کی شکل میں کام کریں۔ یونین قیمت مقرر کرتے وقت سود کا خیال رکھیں گے۔ اگر اسٹور نے خریدنے کے سلسلے میں کچھ رقم خرچ کی ہے تو اس کے لئے یونین ۶ سے ۶½ فیصدی تک سود دے سکیں گے۔

یہ بات بھی طے ہوئی کہ اسٹوروں کے لئے رکھا جانے والا مال براہ راست ان کے پاس بھیج دیا جائے اور اس کے لئے آڑھت اور دلالی نہ کاٹی جائے۔ آنریری چیف آرگنائزر اور لیبر سپرنٹنڈنٹ مال کی حفاظت اور اسے خوردہ فروخت کی دوکانوں کو ہر ہفتے دینے کا ضروری انتظام کریں گے۔ بکری بڑھانے کے لئے ہر مہینے کے آخر میں ایک روپے میں ایک پیسے کی چھوٹ دینے کا اعلان کرا دیا جائے پر چار فنڈ یا بازار کھولنے کے لئے ملی ہوئی امداد یا لیبر کمشنر کے اختیار میں دیئے جانے والے فنڈ میں سے یہ رقم خرچ کی جا سکتی ہے۔ آس پاس کے نرخ سے ایک چھٹانک سستا مال بیچنے کے قاعدے کی پھر سے جانچ ہوئی اور یہ بات طے ہوئی کہ اس قاعدے کو جاری رکھنا چاہیئے۔

کھیتی باری

دیہاتی زندگی اور نیم کا تیل نکالنے کی دستکاری

ازجناب پنڈت بالا پرشاد ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ
نظامت محکمہ زراعت

اب سے ایک صدی پیشتر دیہاتی زندگی بہت اچھی خیال کیجاتی تھی کیونکہ وہاں کا رہن سہن بہت سادہ۔ آب وہوا عمدہ۔ کھانے کے واسطے عمدہ عمدہ قسم کی غذائیں موجود تھیں اور نہ کسی قسم کے جھگڑے فساد تھے اور نہ جان ومال کا اندیشہ تھا اور ہر شخص کے واسطے الگ الگ روزگار موجود تھے۔ سچ پوچھئے تو دیہات کی زندگی کسی طرح سے بہشت سے کم نہ تھی۔ ہر موضع میں علٰحدہ علٰحدہ پنچائتیں تھیں۔ اور انکو ہر قسم کے فیصلے کرنیکا اختیار تھا۔ پنچائتیں سرکاری نہ تھیں بلکہ باشندگان نے اپنی ضرورت کے واسطے تیار کی تھیں اور اس پنچایت کا فیصلہ آخری ہوتا تھا۔ کوئی آدمی اس کی تعمیل سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔ اس طریقہ سے جھگڑے اور فساد طے ہو جاتے تھے اور باشندگان میں سے یا تو کاشتکار تھے یا دستکار تھے۔ کاشتکاری کے متعلق جتنے دستکار کام کرتے تھے انکو انکا معاوضہ غلہ کی شکل میں دیا جاتا تھا۔ جس کا رواج دیہات میں اب تک باقی ہے۔ اس موقع پر کاشتکاری کا میں کوئی خاص ذکر نہ کروں گا۔ بلکہ دیہات کی ایک ایسی دستکاری کا ذکر کروں کا جس سے بے روزگاران ودستکاران کو کام ملتا تھا اور پبلک کی تندرستی اور مکانوں کی آب وہوا اچھی رہتی تھی اور زراعت کی ترقی کے راستہ کو بڑی مدد پہنچتی تھی اب تک اس دستکاری کا نام دیہات میں کہیں کہیں باقی ہے۔ لیکن عام طور پر یہ ختم ہو چکی ہے۔ جسکی وجہ سے ہم فضول خرچ۔ مقروض اور سینکڑوں مرضوں کے شکار ہو رہے ہیں اور ہماری فصلوں کی پیداوار کم ہوتی چلی جارہی ہے آپ سب لوگ فائدہ سنکر حیرت میں ہوں گے کہ ایسی کون سی دستکاری تھی، جو اس قدر مفید تھی اور اب غائب ہوگئی ہے یہ دستکاری کنکول سے نیم کا تیل نکالنے کی تھی۔ اب آپ خیال فرمائیں کہ کس طریقہ سے مندرجہ بالا مقصد حل ہوتے تھے۔

۱۔ کنکول بیکار پڑی رہتی ہے جو لوگ دن بھر محنت کر کے اکٹھا کرلیتے تھے ان کو شام تک کی مزدوری مل جاتی تھی۔

۲۔ تیلیوں کو ایک خاص موقع پر کافی کام ملتا تھا

۳۔ اس کا تیل سب سے سستا ہوتا تھا۔ روشنی نہایت ٹھنڈی اور آنکھ کی روشنی بڑھانیوالی تھی۔ کہا تو یہ جاتا ہے کہ نیم کے تیل سے پڑھنے والوں کو کبھی چشمہ لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

۴۔ نیم کی کھلی ایک نہایت اعلیٰ قسم کی کھاد ہے جس میں پانچ پونڈ فیصدی تک نائٹروجن ہوتا ہے جس سے پودے خوب طاقتور ہوتے ہیں صرف اتنا ہی نہیں۔ کاشتکار کی ایک بڑی دشمن دیمک اس کی مہک سے گزوں دور بھاگتی ہے اب آپ خود ہی فیصلہ کرلیجئے کہ اس دستکاری کا قائم رہنا ہمارے واسطے کتنا ضروری ہے اور میں اپنے دوستوں اور نیز اُن لوگوں کو جن کو گرام سدھار سے خاص شوق ہے درخواست کروں گا کہ اس بیش بہا دستکاری کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیویں اور جہاں تک ہو سکے اس میں ترقی پیدا کرنیکی صورتیں پیدا کریں۔

ضلع گورکھپور میں ایک دیہاتی میلہ پر ایک کامیاب زراعتی نمائش وترقی دادہ آلات و طریقہ کاشت کا مشاہدہ

ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ زراعت حلقہ شمالی مشرقی گورکھپور

ہر سال رام نومی کے روز موضع بانکی ضلع گورکھپور میں دریائے۔ وہیں پر ایک میلہ زیر سرپرستی مسٹر گردھرداس رئیس گورکھپور و زمیندار موضع بانکی منعقد ہوتا ہے اس میلے میں ہزارہا کاشتکار دیبی بانکی کی پرستش کے لئے آیا کرتے ہیں اس دیہاتی مجمع میں ترقی دادہ آلات وتخم اور طریقہ کاشت کا پرچار کرنا محکمہ زراعت گورکھپور نے ضروری سمجھکر انچارج کمپیر گنج سیڈ اسٹور کو جو کہ اس موضع سے دس میل کے فاصلہ پر ہے حکم دیا کہ ایک زراعتی نمائش ومشاہدہ ترقی دادہ آلات و طریقہ کاشت کریں۔ پس ایک نمائش ومشاہدہ مورخہ ۱۵ لغایتہ ۱۸ اپریل ۱۹۴۰ء قائم کی گئی۔ گردونواح کے کاشتکاران کی عمدہ عمدہ پیداوار بھی اکٹھا کرکے نمائش میں رکھی گئی اور کاشتکاران کی حوصلہ افزائی کی خاطر مسٹر گردھرداس نے اس میلہ اور نمائش میں خاص دلچسپی لی اور بیش انعامات منتخب شدہ چیزوں پر دیئے۔ اس موقعہ پر ترقی دادہ طریقہ کاشت نیشکر و سلطان کولھو سے گنا پیرنا وطوفان بھٹی پر ترقی دادہ طریقہ سے گڑ بنانا اور اولیٹ تھریشر کے ذریعہ ربیع کے اجناس کی مڑائی وگورکھپور پنکھا کے ذریعہ سے اوسوائی عملی طریقہ سے دکھایا گیا کاشتکاران نے اس نمائش ومشاہدہ کو خاص دلچسپی سے دیکھا علاوہ اسکے جملہ ترقی دادہ آلات وتخم کے فوائد بمقابلہ دیسی کے کاشتکاروں کو سمجھائے گئے۔ یہ نمائش ومشاہدہ نہایت کامیاب رہا۔ یہ کامیابی مسٹر گردھرداس زمیندار ورئیس کے خاص دلچسپی و سپروائزر حلقہ کی محنت کا نتیجہ ہے۔

ایسے موقعوں پر زراعتی نمائش اور مشاہدہ محکمہ کے پرچار کے لئے نہایت کارآمد ثابت ہوتے ہیں اور اُن سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔

ضلع گونڈہ میں ایک اول درجہ کی زراعتی نمائش

ایک تعلیمی نمائش گونڈہ خاص میں بہ سرپرستی جناب چیرمین صاحب تعلیمی کمیٹی قائم ہوئی۔ اس موقع کے مجمع سے فائدہ اُٹھانے کی غرض سے جناب ڈپٹی ڈائرکٹر صاحب بہادر حلقہ شمال ومشرق کے حکم سے زیرنگرانی جناب ڈویزنل سپرنٹنڈنٹ صاحب محکمہ زراعت بہرائچ یہ نمائش مورخہ ۱۸ر مارچ لغایتہ ۲ر اپریل سنہ ۱۹۴۰ء قائم کی گئی۔ زراعتی نمائش تین صیغوں میں منقسم تھی۔

اوّل۔ تحقیقاتی صیغہ زراعت وانجینرنگ کے نمونے وچنیدہ اجناس۔ اس صیغہ میں جملہ نمونے جات و نقشے تحقیقاتی افسران وانجینر محکمہ زراعت کے بھیجے ہوئے دکھلائے گئے۔ انھیں کیساتھ ساتھ زرعی فارم گورکھپور بہرائچ اور کاشتکاران ضلع گونڈہ کے پیداوار کے چنیدہ نمونے جو اس موقع کے لئے جمع کئے گئے تھے دکھائے گئے۔

دوئم۔ ترقی دادہ آلات ومویشیان کے مشاہدہ اس صیغہ میں ترقی دادہ آلات وطریقوں سے ذیل کے مشاہدہ کئے گئے۔ کولھو سے گنا پیر کر گڑ بنانا۔ تیل پیرنا۔ کھاد بنانا۔ سبز کھاد بنانا۔ باغ لگانا وغیرہ وغیرہ دکھائے گئے۔ اس کے ایک حصہ میں عمدہ نسل کے گھوڑے وبیل کے سانڈ و گائیں معہ اُن کے پیدا شدہ بچوں کے دکھائے گئے۔

سوئم۔ مختلف آلات آبپاشی۔ اس حصہ میں مختلف قسم کے آلات ڈھینکل سے لیکر انجن وپمپ تک عملی حالت میں دکھلائے گئے۔

جملہ شائقین نمائش نے صیغہ زراعت میں خاص دلچسپی لی۔ اس نمائش کی کامیابی میں صیغہ زراعت کے مشاہدوں کا خاص حصہ تھا۔ جس کی تعریف میں نمائش کے اختتام پر چیرمین صاحب صیغہ تعلیم گونڈہ نے ایک شکریہ کی چٹھی جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر محکمہ زراعت ممالک متحدہ آگرہ واودھ کی خدمت میں بھیجی۔

ایک زراعتی نمائش بموقع سودیشی نمائش بہرائچ

اول ہفتہ ماہ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء میں ایک اوّل درجہ کی زراعتی نمائش بموقع سودیشی نمائش بہرائچ بہ زیرنگرانی جناب ڈویزنل سپرنٹنڈنٹ صاحب بہادر زراعت بہرائچ قائم کیگئی جس میں جملہ ترقی دادہ آلات وتخم وطریقہ کاشت بمقابلہ دیسی دکھائے گئے اور ان کی فوقیت وفوائد جملہ شائقین نمائش وخاص طور سے کاشتکاروں کو دکھلائے وسمجھائے گئے بیماری ریڈ راٹ یعنی گنے میں کانا روگ جس سے کہ امسال شمال ومشرقی حلقہ کے چھ اضلاع میں گنے کی فصل کو نقصان پہنچا ہے۔ وہ بیماری کس طرح سے لگتی ہے اور کیسے روکی جاسکتی ہے خاص طور سے دکھایا گیا۔ محکمہ ہذا کے تحقیقاتی صیغوں نے اس میں اپنے خاص خاص نقشے و نمونے بھیجکر اس صیغہ کو اور زیادہ دلچسپ بنادیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ نمائش میں مویشیان وجمنا پاری بکرے اور مرغیاں بھی رکھی گئیں۔ اس میں گورنمنٹ فارم بہرائچ و دیگر واردگان ضلع کے سانڈ والی سے پیدا شدہ بچے بمقابلہ دیسی سانڈوں سے پیدا شدہ بچوں کے دکھلائے گئے۔ جن میں بہت بڑا فرق تھا۔ جس کو کہ کاشتکاروں نے خاص طور سے بڑے غور سے دیکھا محسوس کیا اور نہایت پسند کیا اس موقع پر ہزارہا کاشتکاروں کی تعداد روزآتی تھی اور وہ صیغہ زراعت ہی میں خاص طور سے محدود رہتی تھی۔ ان کو ہر چیز نہایت خوش اسلوبی اور واضح طور سے سمجھائی جاتی تھی۔

علاوہ کاشتکاران کے کچھ معزز حضرات جیسے ڈاکٹر کے۔ این کاٹجو۔ مسٹر ایم ڈی چترویدی رورل ڈیولپمنٹ افسر سردار جوگیندر سنگھ۔ ایم۔ ایل۔ اے۔ سنٹرل۔ مسٹر آر۔ اے۔ قدوائی۔ آنریبل مسٹر شنڈن اور مسٹر سمپورنانند اس موقعہ پر تشریف لائے اور انھوں نے اس صیغہ کو خاص طور سے دیکھکر نہایت پسند کیا۔

پھلوں ترکاریوں کو سڑنے سے بچانے اور انکو ڈبوں اور بوتلوں میں محفوظ رکھنے کی ٹرننگ

پھلوں اور ترکاریوں کو سڑنے سے بچانے اور ان کو ڈبوں اور بوتلوں میں محفوظ رکھنے کے لئے تھوڑے دنوں کی ٹرننگ دیجائیگی۔ یہ ٹریننگ مقررہ جگہوں پر تقریباً ۱۵ روز ہوگی جسمیں مرد اور عورتیں دونوں داخل ہوسکتی ہیں۔ ٹریننگ کلاس حسب ذیل مقامات پر مندرجہ تاریخوں میں ہوں گے۔

نام جگہ	تاریخ
گورکھپور	۹ر دسمبر سنہ ۴۰ء سے ۲۱ر دسمبر سنہ ۴۰ء تک
آگرہ	۶ر جنوری سنہ ۴۰ء سے ۱۸ر جنوری سنہ ۴۰ء تک
لکھنؤ (صرف عورتوں کے لئے)	۳ر فروری سنہ ۴۱ء ۱۴ر فروری سنہ ۴۱ء تک۔

لکھنؤ میں دیجانے والی ٹریننگ میں صرف عورتیں شریک ہوسکینگی۔ اس ٹریننگ میں خاص طور سے اچار، چٹنی، مربہ اور جام وجیلی بنانا سکھایا جائے گا۔

ٹریننگ میں شریک ہونے والوں سے کورس شروع ہونے کے ساتھ ساتھ ۵ روپیہ فیس لی جائیگی ٹریننگ کے امیدواروں کے لئے صرف تھوڑی انگریزی جاننے کی قید رکھی گئی ہے اس ٹریننگ میں شریک ہونے والوں کو مزید تفصیل کے لئے پراونشیل مارکٹنگ افسر یو پی لکھنؤ سے کورس شروع ہونے کے کم ازکم ایک ماہ پہلے خط کتابت کرنی چاہیئے۔

زمین کاشت کرنے کے نئے طریقے

انٹرنیشنل اگریکلچر انسٹیٹیوٹ جو روم، دارالسلطنت اٹلی میں قائم ہے زمین جوتنے کے نئے طریقوں کی تحقیقات کر رہا ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں جوتائی کا بہترین وقت معلوم کرنے اور اس کی گہرائی اور چال کی ٹھیک حد قائم رکھنے میں کافی ترقی کی گئی ہے۔ ان تینوں باتوں میں یعنی جوتائی کے وقت گہرائی اور چال کی نسبت صحیح واقفیت ترقی زراعت کے لئے بہت ضروری ہے۔ بین الاقوامی انسٹیٹیوٹ نے اپنے اخبار ایگریکلچر ریویو میں ایک مضمون جوتائی کرنے کے سائنٹفک طریقے کی تحقیقات پر شائع کیا ہے۔ جس میں اس بات پر خاص طور سے زور دیا گیا ہے کہ زمین کی ٹھیک جوتائی، ہلوں کی بناوٹ اور قسم پر منحصر ہے۔ مختلف ممالک کے ہل مختلف قسم اور ساخت کے ہوتے ہیں اور ایک ہی ملک کے مختلف حصوں کے ہلوں کی ساخت میں بھی فرق پایا جاتا ہے انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ نے اپنی تحقیقات کے ذریعہ ہلوں میں بہت سی مفید ترمیمیں کی ہیں اس کے علاوہ ہلوں کے بجائے کھیت کے دیگر آلات سے جوتائی کا کام لئے جانے اور نئے طریقے سے جوتائی کرنیکے معاملوں پر تحقیقات کیجارہی ہے۔ روٹیری ٹیلر، پلوریزر اسپسوائیل ہل اور ریکنڈ پرانگ کلٹیویٹر کے بجائے موجودہ ہل کو کاشتکاری کے لئے کامیاب بنانے کی کوشش کیجارہی ہے۔

ماخوذ از اگریکلچر اینڈ لائیو اسٹاک ان انڈیا۔
بابت جنوری سنہ ۱۹۳۰ء

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

وقت پوسنے سات بجے سے ساڑھے سات بجے تک

(رات کو)

لکھنؤ اسٹیشن سے

۱ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ خاص پروگرام۔ سلام جناب مرتضیٰ حسین۔ عید کا پیغام جناب محمود احمد کی تقریر۔ بھگتی کے گیت۔ جناب مختار احمد و جناب منظور حسین۔ عید۔ نظم۔ شری جنسی دھر شکل۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔

۲ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ پنگھٹ۔ (دیہاتی عورتوں کے لئے خاص پروگرام) دیہاتی گیت۔ محترمہ رام راسی مائی۔ ترقی کی راہ۔ تقریر۔ از محترمہ پدماوتی۔ گیت۔ محترمہ سرن دیوی معہ پارٹی۔ کام کی کتابیں۔ بہنو تمہارا خط ملا۔

۳ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ بچوں کا جلسہ۔ آؤ سب مل کر گائیں۔ محترمہ شیاما دیوی۔ کہانی۔ نظم۔ جناب توصیف مصطفےٰ۔ گیت۔ راگ رنگ۔ شری رام گوپال اور پنچایت گھر کے پنچ۔ صفائی کی عادتیں۔ شری بچہ لال کا مکالمہ۔

۴ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ دیہاتی گانا۔ شری منالال اور شری اودے نرائن۔ کھیتی (پہلا حصہ) عام بیماریاں۔ شری سمیر بخش سنگھ۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔

۵ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ راگ رنگ۔ شری اودے نرائن و شری شانتا وید۔ خودکشی (اودھی بولی میں ناٹک) از شری آر۔ ڈی۔ شکل۔ رامائن۔ جناب جنگ بہادر۔ گنے کی کھیتی اور اس کی بیماری۔ تقریر۔ از جناب اسرار حسین۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ سننے والوں کے خط۔

۶ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ فصلوں کے دشمن اور دوست (پہلا حصہ) قدرت۔ تقریر از ٹھاکر بجنا تھ سنگھ۔ دیہاتی گیت۔ جناب عبدالحفیظ و بدھی بھدر۔ آلہا۔ شری رام ہزاری تیواری۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ نظم۔ جناب جنسی دھر۔

۷ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ بہار۔ اودھی بولی میں ناٹک۔ از شری بدھی بھدر۔ دیہاتی گانا۔ شری گومتی پرشاد و عبدالحفیظ۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ گیت۔ شری شانتا وید۔

۸ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ گانا۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ دلی سے کبڑا۔ (پہلا حصہ۔ روئی) تقریر۔ از جناب حیات اللہ انصاری۔ گیت۔ شری رام جی داس۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ نظم۔ جناب جنسی دھر۔

۹ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ پنگھٹ۔ (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) ڈھولک کے گیت۔ محترمہ رادھا دیوی۔ ساس بہو۔ محترمہ پربھا دیوی۔ کام کی باتیں۔ محترمہ پدماوتی معہ پارٹی۔ دیہاتی گانا۔ محترمہ بھاگ وتی۔ کورس۔ محترمہ پدماوتی معہ پارٹی۔ بہن تمہارا خط ملا۔

۱۰ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ بچوں کا جلسہ۔ (۱) مارچنگ کا گانا۔ (۲) کہانی۔ کاکا۔ (۳) کھیل کود۔ محترمہ شیاما دیوی۔ کورس۔ دیہاتی آرٹسٹ۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ آلہا۔ شری رام نریش سنگھ (فیض آباد) بھجن۔ جناب جنگ بہادر

۱۱ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ کورس۔ مویشیوں کی چھوت کی بیماریاں۔ تقریر۔ از جناب ڈاکٹر شریف الحسن۔ شری گومتی پرشاد خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ برہا۔ جناب عبدالغنی۔

۱۲ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ گیت۔ شری للو رام۔ کہاں چلے؟ (ناٹک) شری آر۔ ڈی شکل۔ بھجن۔ جناب جنگ بہادر۔ گیت۔ محترمہ سوشیلا وید۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔

۱۳ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ گیت۔ شری رامیشور باجپئی۔ ہمار سنو۔ مکالمہ۔ از شری بچہ لال۔ تنیا کی بانی۔ امداد باہمی (پہلا حصہ۔ دیہاتی بینک) تقریر۔ از شری ایم۔ انیس۔ مشرا۔

۱۴ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ گرو نانک کی سالگرہ کے موقعہ پر ایک خاص پروگرام۔ ٹھُمرک اور کھنجڑی کے گانے۔ (۱) شبد۔ شری سردار اوتار سنگھ۔ (۲) جناب جنگ بہادر۔ نانک کا پیغام۔ شری۔ جی۔ پی۔ مشر ناٹک۔ شری بدھی بھدر۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی گرو نانک دیو کا پیغام۔ سردار ترلوک سنگھ کی تقریر۔ آلہا۔ شری رام ہزاری تیواری۔

۱۵ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ گانا۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ پیڑ لگانا۔ (پہلا حصہ۔ ایندھن) جناب احسان سعید علی کی تقریر۔ پنچ منڈلی۔ قوالی۔ نظم۔ شری جنسی دھر۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔ آلہا۔ شری رام ہزاری تیواری۔

۱۶ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ پنگھٹ۔ (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) بچوں کا پہلا اسکول۔ تقریر۔ از جناب شمیم رضا۔ دیہاتی گانا۔ از محترمہ شیاما دیوی۔ و محترمہ پدماوتی معہ پارٹی۔ سنہرے کام۔ (پہلا حصہ) محترمہ پدماوتی۔ بہنوں کے خط اور کام کی باتیں۔

۱۷ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ رجسٹری کا قانون۔ تقریر از جناب اسرار حسین خاں۔ اودھی اور پوربی گیت۔ شری رام جی داس اور جناب ممتاز علی۔ لڑائی کا حال چال۔ بچوں کا جلسہ۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔

۱۸ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ آلہا اور دیہاتی گیت۔ شری رام ہزاری اور شری گومتی پرشاد۔ میں مورچے پر گیا تھا۔ تقریر۔ شری اپیندر ناتھ دکشت۔ رام ملائی جوڑی (تیسرا حصہ۔ منگنی) شری بدھی بھدر اور دوسرے لوگ سپنچائی کے دن شری جنسی دھر شکل۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔

۱۹ر نومبر ۱۹۴۷ء۔ کہروا اور دھوبیا راگ۔ شری بالا پرشاد کرمی و شری رامیشور باجپئی۔ ٹھُمرک۔ تقریر۔ از ڈاکٹر شریف الحسن۔ چھٹی چپاتی۔ خطوط اور ان کے جوابات۔ رام چرت مانس (رامائن) جناب جنگ بہادر۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔

۲۰ر نومبر ۱۹۴۰ء اوسر زمین - پیپٹے اور شری
جنس دھر کا مکالمہ - نوٹنکی - شری لال من نمبردار
معہ پارٹی - لڑائی کے حال چال - خبریں اور موسمی
پیشینگوئی -

۲۱ر نومبر ۱۹۴۰ء - تندرستی کے لئے کچھ مفید
باتیں - از جناب ایم - ایچ - بیگ - یو - پی اور
بندیلکھنڈی گیت - شری بی - پی - شریا واستو
اور جناب جنگ بہادر - گیہوں میں گیروئی - پیپٹے
اور جنس دھر - غریبی کس طرح دور کی جائے -
تقریر - از شری ایشور چند شری واستو - جنگ
کی ترنگ - ناٹک - از شری بدھی بھدر - خبریں
اور موسمی پیشینگوئی -

۲۲ر نومبر ۱۹۴۰ء - قوالی اور دیہاتی گیت
جناب مرتضیٰ حسین و رحمت اللہ خاں - بہادر
سپاہی - از ست یگ مہاراج - پرگیا چاریہ -
تقریر - از شری اُدت مشر - چنے اور مٹر کے کیڑے
شری جنس دھر اور پیپٹے - خبریں اور موسمی
پیشینگوئی -

۲۳ر نومبر ۱۹۴۰ء - سنگھٹ (دیہاتی عورتوں
کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) ڈھول
اور مجیرے کے گیت - محترمہ شانتا دیوی، پارٹی
اور محترمہ بھگوتی - نسوانی تعلیم پر مباحثہ -
محترمہ پدماوتی معہ پارٹی - بہنوں کے خط اور
کام کی باتیں -

۲۴ر نومبر ۱۹۴۰ء گاؤں سدھار ہفتہ (پہلا
دن) کھیل کود - بنوٹ - تقریر - از جناب اے
آر - غلوی - سیوا دل : ناٹک - از شری بدھی بھدر
رود ور اسکاوٹ - پیپٹے اور جھینپٹے - نظمیں، گانے
اور کورس - پنچایت گھر کے بیچ - خبریں اور موسمی
پیشینگوئی - بچوں کا جلسہ (سوا سات بجے سے)

۲۵ر نومبر ۱۹۴۰ء گاؤں سدھار ہفتہ
(دوسرا دن) امداد باہمی - باہمی امداد کرو -
نظم اور کورس - دیہاتی آرٹشٹ - اشتراک
باہمی - جناب جے - پی مشر کی ایک تقریر - ڈاکہ ناٹک
شری بدھی بھدر - زندگی سدھار سوسائٹیاں -
تقریر از جناب عبدالحیٔ عباسی - میل جول کے گیت
جناب گومتی پرشاد اور منا لال -

۲۶ر نومبر ۱۹۴۰ء گاؤں سدھار ہفتہ
(تیسرا دن) تعلیم - پڑھو لکھو - گانے اور کورس

حسین پور گاؤں سدھار سنٹر ضلع فیض آباد میں دیہاتی عورتیں ریڈیو سن رہی ہیں۔

شری رام آسرے - تعلیم بالغان - تقریر - از ٹھاکر
بھنا تھ سنگھ - تعلیم کے متعلق آلھا - شری
رام ہزاری تیواری کی بنیادی تعلیم - بڑے
بھیا اور منی کاکا - سچی تعلیم - از شری بدھی بھدر
سننے والوں کے خط - خبریں اور موسمی پیشینگوئی -

۲۷ر نومبر ۱۹۴۰ء گاؤں سدھار ہفتہ
(چوتھا دن) کسانی - بھگتی کے گیت - شری
سوامی دین داس اور جناب عبدالرحمٰن -
مویشیوں کی عام بیماریاں - تقریر - از ٹھاکر
سمیر بخش سنگھ - دودھ دینے والے مویشی
جناب عبدالحیٔ عباسی - برہا - نظم شری جنس دھر
دیہاتی گیت - جناب عبدالرحمن جانوروں کا
میلہ - دیہاتی آرٹشٹ - خبریں اور موسمی پیشینگوئی -

۲۸ر نومبر ۱۹۴۰ء گاؤں سدھار ہفتہ
(پانچواں دن) کھیتی - اُتم کھیتی - ٹھاکر بھوپ سنگھ
کھیتی باری - نظم - شری جنس دھر - ترکاری کی کھیتی -
تقریر - از پنڈت آما دت شکل - گانے
اور کورس - شری سوامی دین داس اور
دیہاتی آرٹشٹ - پالا (ناٹک) - دیہاتی
آرٹشٹ -

۲۹ر نومبر ۱۹۴۰ء - گاؤں سدھار ہفتہ
(چھٹا دن) صحت اور صفائی - گانا - جناب
مرتضیٰ حسین صفائی - شری پرمیشور دین مشر
فرسٹ ایڈ - شری بچہ لال - اشنان کرو -
نظم - شری جنس دھر بھگتی کے گیت - سوامی
دین داس اور مرتضیٰ حسین -

۳۰ر نومبر ۱۹۴۰ء گاؤں سدھار ہفتہ
(ساتواں دن) عورتیں اور خانگی صنعت و
حرفت سنگھٹ (دیہاتی عورتوں کیلئے نصف گھنٹے
کا خاص پروگرام) بھجن - محترمہ شانتا دیوی معہ پارٹی -
صنعت و حرفت - محترمہ سوبھاگیہ وتی دیوی - گانا -
محترمہ پدماوتی معہ پارٹی - نند - بھاوج - جناب
جنگ بہادر - دیہاتی گیت - محترمہ پدماوتی
و شانتا دیوی -



دیش بدیش کی بات

از رائے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشر

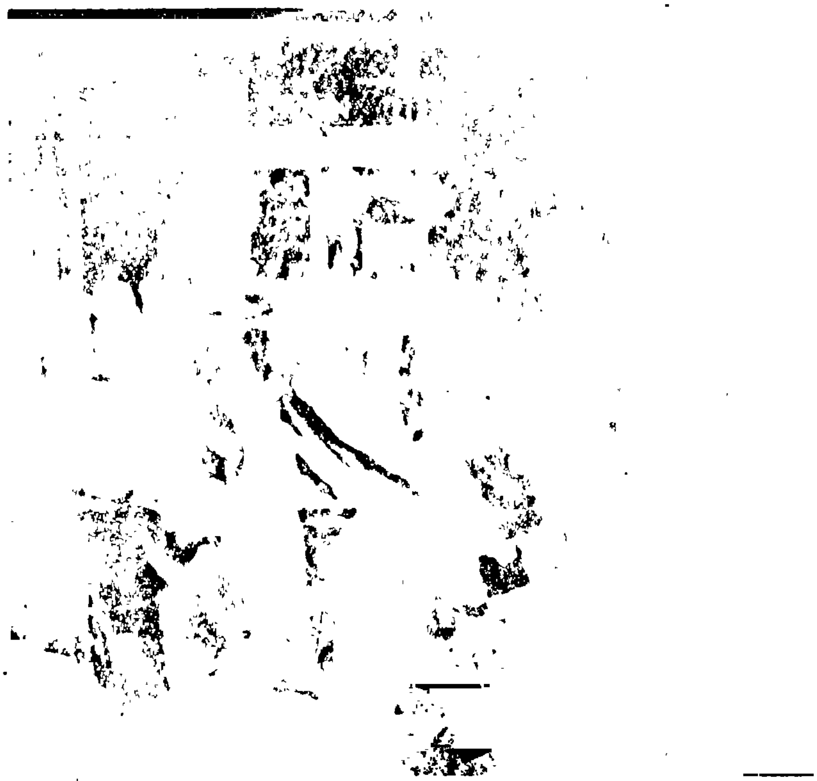
اِدھر لڑائی تو بہت نہیں ہوئی لیکن سیاسی معاملات تیزی سے چلتے رہے اور ابھی ان کی مزید تیزی کی توقع ہے - آج تقریباً ساڑھے تین ماہ سے جنگ ہو رہی ہے - لیکن یقینی دل خوش کن اور حوصلہ افزا خبریں اِدھر آئی ہیں اُتنی شائد زمانۂ جنگ میں ایک آدھ بار کے علاوہ نہیں آئی - گذشتہ مضمون لکھتے وقت ہی مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ برطانیہ کے لئے جرمنی جو جنگ کر رہا ہے اُس کی ابتدا ہی میں اُس کی ہار ہو گئی تھی - یہ بات اتنے دنوں میں اور بھی صاف ہو گئی ہے - اب جہاں تک آثار نظر آتے ہیں برطانیہ پر اب کیا کبھی بھی حلہ نہیں ہو سکے گا - جرمنی نے ہزار دن چھوٹی چھوٹی کشتیاں - لاکھوں سپاہی اور بہت زیادہ سامان حملے کے لئے فرانس، بلجیم اور ہالینڈ کے شمالی بندرگاہوں میں جمع کیا تھا - اُسے برطانیہ ہوائی جہازوں کے حملوں نے بالکل برباد کر دیا ہے سینکڑوں کشتیاں ڈوب گئیں اور ہزاروں بیکار ہو گئی ہیں - سوچا جاتا ہے کہ تقریباً ۶۰ ہزار جرمن سپاہی بھی کام آئے اور بہت سا سامان برباد ہو گیا - جرمنی کے نقصان کے مقابلے میں اپنے ہوائی جہازوں کا کچھ بھی نقصان نہیں ہوا - اب اٹلی والے کہہ رہے ہیں کہ وہ حلہ کرنے کا جرمنی کا ارادہ ہی نہیں تھا معلوم ہوتا ہے کہ اتنا سامان وہاں اس لئے جمع کیا تھا کہ برطانیہ کو گولہ باری کرنے اور جرمنی کو نقصان پہنچانے کے لئے اپنے ہوائی جہازوں کو دور تک بھیجنے کی تکلیف بھی نہ دینی پڑے - بات صاف ہے کہ اس جنگ میں جرمنی کی یہ پہلی زبردست شکست ہے - ابھی تک یہ خیال تھا کہ

اُدھر کے حملے سے مایوس ہو کر وہ جبرالٹر اور مصر پر زبردست حملہ کریگا - لیکن یہ ڈول بھی بگڑا ہوا نظر آتا ہے - یہ آجکل باعث مسرت ہے - اس کی اب ہم تفصیل پیش کرتے ہیں -

جبرالٹر پر اسپین کی مدد ہی سے حملہ ہو سکتا ہے - سمندر کے راستے سے نہیں - کیونکہ اُس طرف سے وہ خصوصیت کے ساتھ مضبوط ہے اسپین کی جو فلنگا لمیٹ پارٹی ہے وہی جرمنی اور اٹلی کی طرف زیادہ مائل ہے - اُس کے لیڈر وہاں کے ڈکٹیٹر جنرل فرینکو کے سالے سینور سینر ہیں - فرینکو کے دیگر معاون اپنے ملک کو جنگ میں ڈھکیلنا نامناسب سمجھتے ہیں - ایک تو حال کی خانہ جنگی سے وہ ملک یوں ہی کمزور ہے دوسرے اُس کا گزارہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے تجارت کے ذریعے ہوتا ہے - یہ تجارت برطانیہ کی بحری قوت پلک مارتے میں روک سکتی ہے - اور اس سے اسپین کی نہ صرف تجارت ختم ہو جائے گی بلکہ وہ ملک بھوکوں بھی مرنے لگے گا - انھیں وجوہ سے نہ تو وہ جنگ میں کودنا چاہتے ہیں نہ اپنے ملک میں ہو کر جرمنی یا اٹلی کو جبرالٹر پر حملہ کرنے کا راستہ دینے کو تیار ہیں - یوں دب کر نا رضامندی سے جو کچھ کرنا پڑے - اُس صورت میں مجبوری ہے - پھر بھی اِدھر سائنور سینر کو اٹلی و جرمنی نے طلب کیا گیا جہاں اُن کی کافی خاطر تواضع ہوئی اور بات چیت میں میل بھی بہت ظاہر کیا گیا لیکن ابھی تک اُس کا کوئی نتیجہ نہیں ظاہر ہوا ہے اور ایسا کہا بھی جانے لگا ہے کہ اسپین جنگ میں نہیں شامل ہونا چاہتا بلکہ وقت پڑنے پر مناسب کارروائی کرے گا - اِدھر وہاں کے کچھ افسروں نے ہٹلر اور مسولینی کے خلاف سمجھے جانے والے کچھ ایسے بیانات بھی دئے ہیں کہ اٹلی اور



فرانس کے مشہور جنرل ڈی گال - آپ نے وزیر اعظم رینو کی حکومت کے ساتھ ہی ساتھ فرانسیسیوں کو جنگ کرنے کی رائے دی تھی - یہ اُس کی تصویر ہے جب آپ وزیر اعظم برطانیہ سے ملاقات کرنے کے لئے لندن گئے تھے -



انگلستان میں دیہاتی ناچ کی رسم صدیوں سے جاری ہے۔ وہاں دیہاتی ناچ کا تیوہار بھی منایا جاتا ہے۔ تصویر میں لندن کے پاس کے ایک گاؤں میں ایسا ہی تیوہار منایا جا رہا ہے۔ جنگ اس تیوہار میں دخل انداز نہیں ہو سکتی۔

جرمنی کے سفیروں سے ایک جلسے میں مدعو کئے جانے پر انکار بھی کر چکے ہیں۔ اس لئے جبرالٹر پر آج کل کچھ ہوتا ہوا نہیں نظر آتا ہے۔ یہ ایک چھوٹی سی جگہ ہے جس کے نکل جانے سے بھی سرکار کو تھوڑا سا نقصان ضرور ہے لیکن کچھ زیادہ نقصان نہیں ہو سکتا۔ سب سے بڑی یہی بات ہے کہ اس کے چلے جانے سے اٹلی کے جہاز بحر اٹلانٹک میں بڑی آزادی سے آ جا سکیں گے۔ اس کا بھی کوئی نہ کوئی انتظام حکومت سوچ ہی لیگی۔ کیونکہ ابتک اس نے بحر روم ہی میں کیا کر دکھلایا ہے کہ بحر اٹلانٹک کے لئے زیادہ فکر کی جائے۔ دوسری بات جبرالٹر کے جانے سے یہ ہو سکتی ہے کہ جرمنی اُدھر مراکو میں اپنی فوج اُتار سکے گا۔ پھر بھی وہ راستہ اتنی دور کا ہے اور ریلوے لائن اُدھر ایک ہی ہے جس سے مصر تک فوج کی زیادہ تعداد نہیں پہنچائی جا سکتی۔ اس کے علاوہ بیچ میں فرانس کا الجیریس پڑتا ہے جس میں ہو کر فرانس جرمن افواج کو نہ جانے دیگا۔ وہاں کے وزیر اعظم مارشل پیٹاں آجکل کچھ آزادی کا مظاہرہ بھی کر رہے ہیں اور وہاں کے سالار اعظم جنرل ویگان الجیریس جا بھی چکے ہیں تاکہ وہ انگریزوں، جرمنوں اور اطالویوں سے ملک کی غیر جانبداری کی حفاظت کر سکیں۔ ان وجوہ سے جبرالٹر کے قلعے کی اُتنی زیادہ اہمیت نہیں ہے جتنی کہ مصر، سوئز اور فلسطین کی ہے۔ ادھر کوششیں بھی کافی ہو رہی ہیں۔ پھر جبرالٹر کا گرنا بھی مشکل ہے۔

پہلے تو فرانس کے زوال سے پہلے خیال تھا کہ اگر اٹلی لڑے گا تو برطانیہ اور فرانس کی فوجیں مل کر اُس کے شمالی افریقہ کے مقبوضات اور افواج کو برباد کر دیں گی۔ جب سے فرانس گرا ہے تب سے صرف برطانی قوت اُس اٹلی سے کم رہ گئی ہے۔

اسی لئے شمالی لینڈ کی حفاظت کے لئے حکومت نے لڑائی نہ کی اور صرف مصر اور سوڈان کی حفاظت کر رہی ہے۔ مصر کے مغرب میں اٹلی کا لیبیا کا علاقہ ہے جہاں سے مصر پر حملہ کرنے کو فوج چل چکی ہے اور بیچ میں جو بڑا ریگستان پڑتا ہے اُس کے ساٹھ میل اندر تک داخل ہو گئی ہیں۔ ابھی دو تین سو میل اور پار کرنا باقی ہے۔ اٹلی کو خیال تھا کہ جیسے ہی وہ اِس ریگستان میں داخل ہوگا برطانی فوج مقابلہ کرے گی لیکن ایسا کرنے میں حکومت ہی کو ریگستان پار کرنے کا انتظام کرنا پڑتا۔ بھلا ایسی حماقت برطانیہ کیوں کرنے لگا۔ وہ خاموش بیٹھا رہا۔ وہاں سے شہر اسکندریہ تک جانے کی سمندر کے کنارے صرف ایک سڑک ہے۔ اس حصے میں برطانی ہوائی فوج اور بحری فوج دونوں دشمن کا مقابلہ کر کے اُسے نقصان پہنچا سکتی ہے۔ راہ میں پانی ملنے کی جو جگہیں ہیں اُن میں گڑبڑ کرنے کا پہلے ہی سے انتظام ہو گیا ہے۔ اس لئے دشمن کی فوجوں کے لئے اس ریگستان کو پار کرنا ذرا مشکل ہے۔ پھر پار کر لینے پر پہلے سے تیار فوج مقابلے کے لئے کھڑی ہے جس نے پہلے ہی سے اپنی حفاظت اور دشمن کو نقصان پہنچانے کی ساری تیاریاں کر لی ہوں گی۔ انھیں وجوہ سے اٹلی کی فوجوں کو آگے بڑھنے کی جرات نہیں ہوتی۔ اور کئی دنوں سے وہ ایک جگہ پر پڑی ہوئی ہیں جہاں برطانی بحری اور ہوائی فوج کے ذریعے سخت حملے ہو رہے ہیں۔



شہنشاہ جارج ششم کا مال رایل پارک میں لگے ہوئے ٹماٹروں کی دیکھ بھال کر رہا ہے اسی جگہ سال بھر پہلے پھول کے پودے لگائے گئے تھے۔ شہنشاہ کا خیال ہے کہ رایل پارک جنگ کے دنوں میں کافی ساگ سبزی اور پھل دے سکیں

انھیں وجوہ سے تنگ آکر حال میں برینر نامی مقام پر مسولینی اور ہٹلر میں خفیہ ملاقات ہوئی ہے جس کا نتیجہ کیا ہوا اور ملاقات کیوں ہوئی تھی یہ تو ابھی ظاہر نہیں ہوا لیکن اب جرمنی شمال کی طرف سے سویز پر پہنچنے کی کوشش میں ہے۔ اٹلی ہو کر وہ اگر اپنی فوج افریقہ میں اتارنے کی کوشش کرے تو بھی بحر روم کے پار کرنے میں برطانی بحری بیڑے کا کافی خوف ہے۔ یہ بات ناممکن نہیں ہے لیکن مشکل بھی حالی ہے چنانچہ اُدھر نہ پڑ کر کوئی دوسری تھا تدبیر سوچ رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ آج کل رومانیہ پر اس کا قریب قریب قبضہ ہی ہو گیا ہے۔ بلغاریہ کو رومانیہ سے دوبروجا نامی صوبہ دلا کر جرمنی نے اُسکے اوپر احسان کر ہی رکھا ہے پھر بھی وہ روس سے بھی اندر ہی اندر بہت کچھ ملی ہوئی سمجھی جاتی ہے۔ روس کی کیا مرضی ہے یہ تو ظاہر نہیں لیکن رومانیہ سے حال میں اُس نے جو بیسر بیبا صوبہ پایا ہے اس میں وہ بہت کافی فوج جمع کر رہا ہے۔ اس سے خیال کیا جاتا ہے کہ شاید جرمنی کے ترکی سے لڑنے پر شاید روس رومانیہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے اگرچہ کہنے کو وہ ابھی تک اپنی غیرجانبداری ہی پر زور دے رہا ہے عام طور سے یہ خیال ہے کہ جب تک جرمنی کی قوت برطانیہ سے لڑ کر بہت کمزور نہ ہو جائے گی تب تک وہ اس سے زور آزمائی نہ کرے گا۔ پھر بھی کیا ہونے والا ہے یہ کون جان سکتا ہے۔ روس کے ترکی سے کافی اچھے تعلقات ہیں اور بغیر اس کی رائے کے وہ جرمنی سے نہ لڑے گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر ترکی جرمنی سے لڑے اور اُدھر روس بھی اس سے لڑ جائے تو اس کا خاتمہ ہی ہو جائے۔ اسی لئے بغیر روس کی مرضی کے اور اس طرف سے بے فکر ہوئے ترکی جرمنی سے کبھی نہ لڑے گا۔ پھر بھی اُس نے یہ صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اگر جرمنی ترکی ہو کر سویز یا مصر پر جانے کا خیال کرے گا تو اس کے مقابلے کو ترکی کی ۲۰ لاکھ سنگینیں موجود ہیں۔ ان وجوہ سے روس جرمنی سے واقعی ہمدردی رکھتا ہے یہ یقین نہیں آتا بات ایسی معلوم ہوتی ہے کہ بغیر پوری تیاری کے زبردست اور منظم جرمن فوج کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔ جب موقعہ ملے گا تب چوکے گا بھی نہیں۔ کیونکہ جرمن فاسسٹ خیالات سے اسکے اشتراکی خیالات کبھی مل ہی نہیں سکتے۔ اور دونوں میں حقیقی دوستی ناممکن سی ہے۔ ادھر جرمنی کا خیال ہے کہ بلغاریہ، یوگوسلاویہ اور یونان کو سمجھا بجھا کر اور ڈرا دھمکا کر یا لڑ کر ہی وہ سویز تک پہنچنے کا ایک سیدھا راستہ بنا لے اور ترکی ہو کر دوسرا۔ پہلے راستے میں وہ سویز کے قریب تک پہنچتا ہے لیکن درمیان میں سمندر پھر بھی رہ جاتا ہے۔ ادھر ترکی والا راستہ بلغاریہ ہو کر بہت سیدھا ہے لیکن پہلے تو بلغاریہ ہی راضی نہ ہو گا۔ کیونکہ دوسرے کی فوج کو اپنے ملک سے راستہ دینا گویا اپنی ہستی ہی مٹانا ہے۔ اور پھر ترکی کا سامنا بھی ٹیڑھی کھیر ہے اگر جرمن فوج بلغاریہ کے جنوبی حصے تک جا کر ترکی کے شمالی حصے تک پہنچ جائے تو اس طرف کا ملک اور آجکل کا موسم ایسا ہے کہ اس سال بغیر ترکی کی خواہش کے لئے اس ملک کا پار کرنا ناممکن سا ہے ترکی جنگ کے لئے تیار ہی ہے۔

ادھر جرمنی کو عراق پہنچنے کی بڑی ضرورت ہے کیونکہ وہاں پٹرول کافی مل سکتا ہے اور ادھر اسکی کمی سے اطالوی ہوائی جہاز وغیرہ کچھ کام ہی نہیں کر سکتے - اگر جرمنی عراق تک پہنچ جائے تو ایران سے بھی وہ کافی پٹرول پاسکتا ہے لہذا اسکے لئے جتنا ضروری مصر اور سویز تک پہنچنا ہے اتنا ہی عراق کا سوال بھی ہے - پھر بھی ترکی فلسطین اور بلغاریہ کو پاسئے بغیر یا وہاں سے راستہ پائے بغیر وہ عراق تک نہیں پہنچ سکتا - ادھر اُس نے بلغاریہ کے ایک وزیر اعظم کو برلن بلایا ہے - بلغاریہ میں راستہ پانے کی یہ کوشش بھی جا رہی ہے - لیکن اس کی کامیابی کی بہت کم اُمید ہے لیکن یہ نا ممکن نہیں ہے - یوگوسلاویہ سے تجارت کے سلسلے میں بات کر رہا ہے - جو شرطیں اس نے پیش کی ہیں وہ اس ملک کے بہت خلاف ہیں اور اس نے انھیں صاف صاف نامنظور کر دیا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی وہ دبنے کو تیار نہیں ہے - یونان پر جرمنی اور اٹلی کا کھلا کھلا دباؤ پڑ رہا ہے لیکن ابھی تک وہ نہیں دبا - ادھر ترکی نے بخارسٹ (دارالسلطنت رومانیہ) میں روسی اور امریکن سفیروں سے صاف صاف کہدیا ہے کہ اگر یونان پر ناجائز دباؤ پڑا تو وہ بھی مدد دینے کو تیار ہے - امریکہ تو کھلم کھلا برطانیہ کی طرف ہے ہی لیکن روس کے خیالات فیصلہ کن نہیں ہیں - ترکی کے روس کو بھی ایسی اطلاع دینے سے روس کی اصلی مرضی جرمنی کے خلاف معلوم ہوتی ہے - بات دراصل یہ ہے کہ بحر اسود کو وہ اپنی جھیل سمجھتا ہے اور جب سے جرمنی نے رومانیہ پر کافی فوجیں بھیجکر قبضہ کر لیا ہے اُس وقت سے وہ بحر اسود تک پہنچ سکتا ہے اور اس کی چار غوطہ خور کشتیاں بھی وہاں کام کرنے لگی ہیں - ان باتوں سے روس بہت ناراض سا نظر آتا ہے اور اُدھر اُس نے کافی فوجیں بھیج دی ہیں اگرچہ زبان سے وہ اب بھی غیر جانبداری کا دم بھر رہا ہے - ایک خبر یہ بھی آئی ہے کہ اُدھر امریکہ اور روس سے کچھ سمجھوتہ ہوا ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا - لیکن شائد جلد ظاہر ہوگا - ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شائد روس سے جرمنی کا بگاڑ جلد ہو جائے ایسا ہونے سے برطانیہ کے سب کھٹکے دور ہو جائیں گے اور جرمنی نے جو ملک جیت رکھے ہیں ان سب کو بھی جلد ہی آزادی حاصل ہو جائے گی - جس طرح گذشتہ جنگ عظیم میں مارنے کی جنگ سے لڑائی کا رُخ پھر گیا تھا وہی حالت اس برطانیہ والی جنگ میں جرمنی کی شکست سے نظر آنے لگی ہے



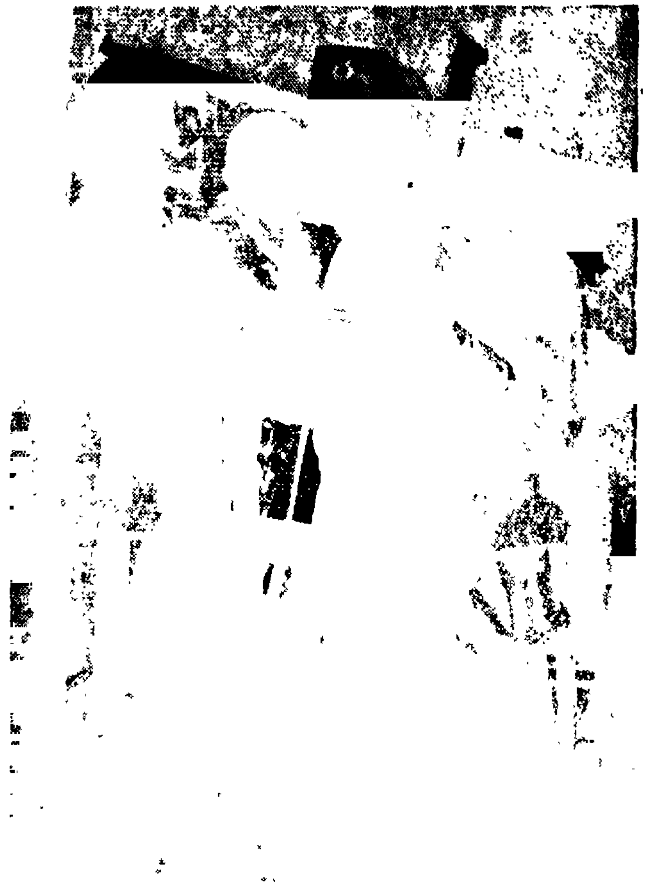
برطانیہ کے باشندوں نے جنگ میں برطانیہ کی امداد کے لئے جڑاؤ زیورات دیئے ہیں - ملکہ الزبیتھ ان میں سے ایک ہیرے کا ہار دیکھ رہی ہیں جو ایک گمنام شخص نے دیا ہے اور جو ۲۴۰۴۰۰ پونڈ میں فروخت ہوا - ان زیورات کی قیمت کئی لاکھ پونڈ حکومت کے خزانے میں جمع ہو جائیں گے -

انھیں دونوں حکومت نے اٹلی کے تین تباہ کن جہاز ڈبو دیئے ہیں اور چار دیگر مال جہاز ڈبو دیئے ہیں -

امریکہ میں صدر کے انتخاب کا مسئلہ ۵ نومبر کو طے ہو کر دو ایک دنوں میں یہاں بھی خبر آ جائے گی - اُمید اُنھیں کے جیتنے اور مسٹر ولکی کے ناکامیاب ہونے کی ہے - اس کے بعد ایسا نظر آتا ہے کہ کچھ ہی دنوں میں امریکہ بھی جنگ کے لئے میدان میں کود پڑے گا - مسٹر ولکی نے بھی اپنے الیکشن مینوفیسٹو میں برطانیہ کی مدد کرنے اور بحر پیسفک میں امریکن

طاقت بڑھانے کی پالیسی کی تائید کی ہے۔
اگرچہ وہ جنگ کے خلاف بہت کچھ کہہ رہے ہیں ادھر جرمنی، اٹلی اور جاپان میں یہ سمجھوتہ ہوا ہے کہ جاپان یورپ اور افریقہ میں اٹلی اور جرمنی کی لیڈری تسلیم کرتا ہے اور مشرقی ایشیا میں دونوں اس کی لیڈری تسلیم کرتے ہیں۔ اس سمجھوتہ کا خاص مقصد امریکہ کو دھمکانا تھا لیکن اس سے اس نے اور بھی ناراضی ظاہر کی ہے اور چین و برطانیہ کو زیادہ سے زیادہ مدد دینے کا اعلان کیا ہے۔ اس سے جاپان کے ہوش اڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں پہلے اس کا اور روس کا سمجھوتہ ہونے کے متعلق گفت وشنید ہو رہی تھی لیکن رومانیہ کے متعلق جرمنی کی کارروائی سے روس برطانیہ کی طرف جھکتا معلوم ہوتا ہے۔ اس سبب سے جاپان کی طاقت میں کچھ کمی سی نظر آ رہی ہے۔ امریکہ نے چین کو قرض دینے کا وعدہ کیا ہے۔ برطانیہ نے چین کے لئے اکتوبر سے راستہ کھول دیا ہے تاکہ اس راہ سے چین کو سامان جنگ بھیجا جا سکے۔ جاپان نے فرانس کو دباکر فرنچ انڈوچین میں اپنی فوجوں۔ ہوائی جہازوں اور بحری جہازوں کے لئے راستہ لے لیا ہے۔ پھر بھی چین کا ستارہ ایک بار پھر چمکتا نظر آتا ہے جاپان ابھی آسٹریلیا سے کچھ چھیڑچھاڑ نہیں کرنا چاہتا۔ نہ کوئی اور کارروائی ہو رہی ہے۔ صرف وہ چین پر بڑے حملے کی تیاری کر رہا ہے۔ اُدھر کی اور بھی بہت سی خبریں ہیں۔ جاپان کہہ رہا ہے کہ انڈوچین میں راستہ پا جانے سے اب وہ ہوائی جہازوں کے ذریعہ برما روڈ کو برباد کر سکتا ہے۔ اُدھر چین اس بات کو فضول سمجھتا ہے اور ادھر جاپان کو اس نے ایک بڑی شکست بھی دی ہے۔ یہ بھی خبر ایک بار آئی تھی کہ جاپان نے بہت سی چینی فوج گھیر لی ہے لیکن پھر کوئی خبر نہ آئی۔

ہندوستان میں آج کل برما اور لنکا سے تجارتی سمجھوتے کے ان ملکوں کے سفیر آ رہے ہیں اور مشرقی ملکوں کی ایک بڑی کانفرنس بھی دہلی میں ہونے والی ہے۔ برطانیہ آجکل جنگ کے سلسلے میں سامان جنگ ہندوستان میں تیار کرانے کی پوری کوشش کر رہا ہے تاکہ یہاں کے روزگار اور کلوں والی پیداوار کی ترقی کی اُمید ہو رہی ہے۔ بہت کچھ ترقی ہو بھی چکی ہے سیاسی مسئلے پر حضور وائسرائے سے ابھی کوئی معاملہ کسی جماعت سے طے نہیں ہو سکا۔ ادھر کانگریس اور مسلم لیگ سے حضور وائسرائے نے خاص گفت وشنید کی کانگریس نے ہندوستان کے لئے جو حقوق طلب کئے وہ وزیر اعظم برطانیہ منظور نہ کر سکے۔ اُدھر مسلم لیگ ہندوستان کے لئے تو جھگڑا نہیں کرتی لیکن ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمانوں کے لئے اتنا زیادہ مانگتی ہے کہ حکومت منظور نہیں کر سکتی ہندو سبھا مسلمانوں کے مطالبوں کی سخت مخالفت کر رہی ہے۔ اُدھر والیان ریاست بھی اتنا زیادہ مانگتے ہیں کہ حکومت دے نہیں سکتی۔ کانگریس ملک کے لئے اتنا کچھ مانگتی ہے اور بقیہ تینوں جماعتیں اپنے اپنے لئے اتنے حقوق پیش کرتی ہیں کہ معاملہ طے نہیں ہو سکتا۔ کانگریس نے بہت ہی ہلکے طور پر ستیاگرہ شروع کر دیا ہے۔ دیکھئے اِن سب باتوں کا کیا نتیجہ ہوتا ہے



انگلینڈ کے ایک دیہات کا منظر۔ برٹش فوج کا ایک سرجنٹ فوج میں جانے سے پہلے اپنے بچے کو پیار کر رہا ہے۔

ہمارے صوبے میں گاؤں سُدھار

اگست سنہ ۱۹۴۰ء کے کام کی تفصیل

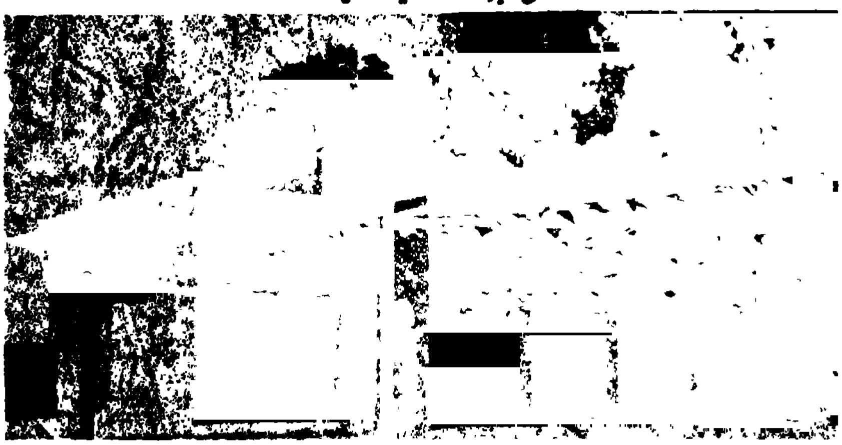
اس مہینے یہاں گاؤں کے لوگ خریف کی بوائی میں لگے ہوئے تھے۔ اس لئے جلسے کرنے اور زندگی سدھار سوسائیٹیاں قائم کرنے کا بہت کم موقعہ ملا۔ پرانی زندگی سدھار سوسائیٹیوں کے سالانہ اجلاس کرنے کی طرف زیادہ توجہ کی گئی تاکہ سالانہ آمدنی و خرچ پر غور کیا جا سکے اور سال آئندہ کے لئے پنچایت کا انتخاب ہو جائے اس ماہ کل ۱۹۴ نئی زندگی سدھار سوسائیٹیاں قائم کی گئیں اور ۴۹ سوسائیٹیاں رجسٹرڈ ہوئیں۔ اس صوبے میں اب رجسٹرڈ زندگی سدھار سوسائیٹیوں کی تعداد ۵،۲۹۵ ہے اس ماہ ۵ زندگی سدھار یونین بھی کھولے گئے علاوہ کوآپریٹو فروخت، چکبندی وغیرہ متفرق امور کے لئے ۹ ابتدائی سوسائیٹیاں بھی قائم کی گئیں۔

اس ماہ معینی باری کے متعلق جو خاص خاص کام کئے گئے وہ یہ ہیں۔ تقسیم تخم، پھلوں کے درخت لگانا اور ایندھن کے درختوں کی بوائی۔ اس مہینے میں صرف ۵۸۹ من اصلاح شدہ تخم لوگوں کو دیئے گئے۔ بوائی کی فصل شروع ہونے پر ۱۸،۴۰۷ من بیج پہلے دئے گئے تھے پھلدار درخت لگانے کی تحریک تیزی سے بڑھائی گئی اور اس مہینے میں تقریباً ۱۸ ہزار نئے پودے لگائے گئے۔ اس طرح اور ۲۱۸ ایکڑوں میں پھلدار درخت لگائے گئے۔ کمپوسٹ تیار کرنے کے لئے یہ موسم موافق تھا ۴۵۶۸ کھاد کے گڈھے اور ۳۰۳۳ پیشاب جمع کرنے کی کیاریاں تیار کی گئیں۔ ہری کھاد بہت بڑی مقدار میں تیار کرنے کے لئے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ پھل اور ایندھن کے درخت لگانے کے لئے ۵۲۱ مظاہر کئے گئے اور ۱۴۵ نرسریاں کھولی گئیں۔

اس صوبے کے بڑے حصے میں بارش ہونے کی وجہ سے عمارت وغیرہ بنانے کا کام بند تھا۔ سال کے آغاز میں نئے کنوؤں کی تعداد ۱۰۳ تھی مگر اب یہ بڑھکر ۹۰۵ ہوگئی ہے۔ بور کئے جانے اور رہٹ کئے آبپانے والے کنوؤں کی تعداد ۴۵ ۱۴ تھی اب ۲۷ ۱۵ ہوگئی ہے۔ بارش کا پانی جمع کرنے کیلئے ۱۸۰۴ بندھیاں تھیں اب ۴۰۶۴ بندھیاں ہیں کانپور ایسوسی ایشن نے گاؤں سدھار علاقے کے



ضلع دہرہ دون کا دیہاتی بینڈ



ضلع پرتاب گڈھ کا ایک پنچایت گھر

دیہاتوں میں ۱۷۱ پانی داس واٹر لفٹ لگایا ہے کھیتی کے دوسرے اصلاح شدہ اوزار کام میں لانے کے لئے سبھی جگہ لوگوں کو ترغیب دی گئی۔ شروع سال میں ایسے آلات کی تعداد ۸۶۱ تھی اب یہ ۵،۵۶۹ ہے۔

کھیتی میں کام آنے والے مویشیوں کی نسل کی اصلاح کی کوشش کی گئی۔ اس سال شروع سے اب تک عمدہ نسل کے ۱۳ سانڈ دیئے گئے گاؤں والوں نے ۴۳۶ عمدہ نسل کے مویشی اپنے دام سے خریدے ایسے رقبوں میں جہاں اصلاح شدہ نسل کے سانڈ دیئے گئے تھے ۲ ہزار سے زیادہ مویشی بدھیا کئے گئے۔ اضلاع بلیا اور کانپور کے گرام سدھار سنٹروں میں مویشیوں کی چھوت والی بیماریاں شروع ہوئیں مگر دو محکمہ گاؤں سدھار اور

[redacted]

ویٹرنری اسسٹنٹ سرجنوں کی کوشش سے دور کر دی گئی ۱۸۵ ہزار مویشیوں کا ویٹرنری بکسوں کی مدد سے علاج ہوا۔

بلیا، کانپور اور غازی پور کے گاؤں سدھار سنٹروں کو چھوڑ کر جہاں ہیضہ اور ملیریا پھیل گیا تھا بقیہ سبھی سنٹروں میں عوام کی صحت درست رہی۔ بیماری کے سنٹروں میں مفت دوا دی گئی ان سنٹروں میں محکمہ نے ۱۰۰ روپے کا اسنشل آئیل اور پوٹیشیم پرمانگنیٹ تقسیم کیا۔

بقیہ اضلاع میں بدستور سابق صفائی کا کام جاری رہا۔ پینے کے پانی والے ۵۱۳ کنوؤں میں جگت باندھی گئی۔ ۱۱۴ نہانے کے باڑے ۱۸۱ پاخانے اور تقریباً ۵،۳۰۹ گز لمبائی کی نالیاں بنائی گئیں۔ گاؤں میں عام صفائی کا کام کیا گیا۔ ۹۰۷ گڈھے بند کئے گئے اور ۸۲ ۹۹ گھور ہٹائے گئے رہنے کے پرانے گھروں میں ۲۹۳ روشن دان لگائے گئے ۱۸۷ سور باڑے آبادی سے دور کئے گئے۔ محکمہ کی طرف سے بیمار گاؤں والوں کا علاج جاری رہا اور اس ماہ ۷۱ ۸۶،۸ بیماروں کو دوا دی گئی۔ ۱۵،۹۲۳ ٹیکے لگائے گئے اور ۳۰۷ فرسٹ ایڈ والوں کو تعلیم دی گئی۔

بال چرچی کی وجہ سے صحت کے متعلق کام کرنے میں کافی مدد ملی۔ ۲۷۰ ٹورنامنٹ اعلیٰ پیمانے پر ہوئے اور ۵۳۳ اکھاڑے کھولے گئے۔

دیہاتوں میں تعلیم بالغان کے اسکول چلانے کے لئے مدرسوں کی ٹریننگ کا کام ۱۶ اضلاع میں ختم ہوا اور ضلع ایسوسی ایشنوں نے منتخبہ رقبوں میں ایسے مدرس مقرر کر دیئے اس ماہ ۱۰۴ اسکولوں نے کام شروع کیا۔ اسکے علاوہ ۲۱ لڑکیوں کے اسکول بھی کھولے گئے۔ بقیہ اضلاع کے ۲۳ سنٹروں میں تعلیم بالغان کے مدرسوں کی ٹریننگ جاری ہے اور اگلے ماہ یہ مدرس پڑھانے کا کام جاری کر دینگے۔ حکومت نے سال رواں کے لئے بالغوں کے مدرسوں کے لئے ۰۰۰ر۲۵ ہزار روپیہ منظور کیا ہے اور یہ رقم ضلع ایسوسی ایشنوں کو دیدی گئی ہے۔ رجسٹرڈ زندگی سدھار سوسائٹیوں کو اخبار و رسالوں کے لئے گرانٹ دینے کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ یہ گرانٹ ایسی ہی سوسائٹیوں کو دی جائیگی جو اخبار و رسالوں کا ۵۰ فیصدی خرچ خود برداشت کرنے کو تیار ہوں گی ۳۲ نئے دیہاتی کتب خانے کھولے گئے اور پرائیویٹ کوششوں سے الہ آباد اور لکھنؤ کمشنریوں میں ۸ ریڈیو سیٹ لگائے گئے گاؤں کے نوجوانوں کو دیجانے والی صنعتی تعلیم جاری رہی اور اس ماہ ۲۲۴ نوجوانوں نے تعلیم ختم کی۔ ایکدم پیدا ہونے والے رقبوں میں کارکنان گاؤں سدھار گروہ کی ترقی کا پروپگینڈہ کیا۔ گورنر صاحب یو۔ پی نے بھدری (الہ آباد) ریواں (جھانسی) اور رستوہ (جالون) کے گاؤں سدھار سنٹروں کا معائنہ فرمایا۔ بھدری سنٹر کے کاموں کے متعلق گورنر صاحب نے لکھا ہے۔ بہت مفید کام ہو رہا ہے۔ گاؤں کی صفائی میں بڑی ترقی ہوئی پنچایت ٹھیک طور پر کام کر رہی ہے... تعلیم کے متعلق سہولتیں بھی دی گئی ہیں... مجھے اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ بھدری تھوڑے دنوں میں ایک نمونے کا گاؤں بن جائے گا۔

یو پی کی مختلف کمشنریوں میں فروری ۱۹۴۰ء میں ہونے والے گاؤں سدھار کے کاموں کی تفصیل

	میرٹھ	آگرہ	روہلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
۱۔ تنظیم۔											
زندگی سدھار سوسائٹیاں											
(الف) جتنی قائم ہوئیں۔	۲۱	۴۸	۱۱	۴	۱۴	۱	۴	۲۳	۲۱	۲۵	۱۹۴
(ب) جتنی رجسٹرڈ ہوئیں۔	۲	۹	۱۰	..	۱۱	..	۱	..	..	۸	۳۸
زندگی سدھار یونین قائم ہوئے	..	..	..	..	۴	..	..	..	..	۱	۵
فروختگی کی سوسائٹیاں قائم ہوئیں	..	..	۲	..	۱	..	—	..	..	..	۳
فراہمی کی سوسائٹیاں قائم ہوئیں۔	..	..	..	..	..	..	..	..	..	۲	۲
دیگر قائم ہونے والی سوسائٹیاں	—	۲	—	—	..	..	—	..	۱	۱	۴
۲۔ زراعت۔											
کھاد کے گڈھے کھودے گئے	۳۳۴	۵۰۰	۲۶۴	۸۲۵	۴۳۲	۳۰۹	۳۳۰	۹۷	۶۹۶	۱۰۸۴۰	۱۴،۵۶۸
پیشاب جمع کرنے کے گڈھے کھودے گئے	۱۸۹	۴	۱۹۵	۸۸۳	۴۳۸	۵۵۰	۲۵۹	۱	۱۰۰	۱۰۳۴	۳،۶۵۳
آبپاشی کے کنوئیں بورنگ یا مرمت ہوئے	۱۲	۴	۳	..	۲۶	..	۵۴	۲۶	۳	۱۱	۱۴۵
آبپاشی کے لئے کنوئیں کھودے گئے	۹	۸	۲	۸	۱۵	..	۳۹	۱۱	۷	۸	۱۰۳
تالاب یا بندھیاں بنیں	..	۲	۲	۱۱	۱۵	۱۶۴	۲	۱۲	۹	۱۱	۲۲۶
نئے آلات جو گاؤں میں جاری کئے گئے	۲۲	۳۹	۲۳۹	۱۵۱	۱۸۷	۱۵	۹۵	۳	۴۵	۵۴	۸۹۱
اصلاح شدہ نسل کے سانڈ دیے گئے۔	۴	۲۴	۲	۳	..	—	..	..	..	۸	۴۱

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
اچھی نسل کے مویشی جو دئے گئے۔	۱۱	۱۰۱	۱۷۳	۳۴	۱۷	۱۰۷	۱	۰	۴۱	۱۵۸	۹۴۳
آختہ کئے گئے بیل۔	۲۸	۹۹	۱۸۳	۲۴۱	۹۹	۴۱۶	۱۵	۴۷	۵۹۳	۳۵۵	۲۰۳۰
بیمار جانوروں کا علاج ہوا۔	۱۰۵۴	۱۴۳۵	۱۳۴۸	۲۵۲۲	۹۷۴	۴۱۶	۳۸۵	۷۶	۱۰۳۵	۵۲۵	۹۹۷۱
نمائش ہوئی۔	۲۲	۲	۱۵۶	۳۳	۱۲۸	۵	۳۹	۱	۴۳	۱۱۲	۵۲۱
نرسریاں کھولی گئیں۔	۳۰	۱	۴۰	۱۲	۲۰	۰	۶	۵۶	۱	۶	۱۴۵
پھلوں کے پودے لگائے گئے۔	۱۱۰۹	۱۵۱۶	۲۹۸۳	۲۴۷۶	۳۴۵۷	۲۱۳۱	۱۵۵	۷۲	۲۸۰	۳۵۲۲	۱۷۹۱۱
زمین جس میں پھلوں کی کاشت کی گئی (ایکڑوں میں)	۲۲	۰	۴۹	۵۸	۳۶	۷	۱۰	۰	۶۱	۷۵	۳۱۸
ایندھن کے درخت لگائے گئے (ایکڑوں میں)	۴۱	۲۷۶	۶۱	۳۲	۳۶	۰	۰	۱	۳۱	۶۸	۵۴۷
سدھارے گئے بیج جو دئے گئے (منوں میں)	۰	۰	۱۷	۲	۳	۰	۰	۰	۰	۰	۲۲
خریف کے بیج جو دئے گئے (منوں میں)	۰	۱۱۷	۲۹	۴۹۴	۶	۷۴۴	۰	۰	۱۹۹	۰	۱۵۸۹
۳- صحت عامہ											
سوکھنے والے گڑھے بنائے گئے۔	۲۵	۵۳	۱۲	۱۰۰	۱	۴۲	۵	۱۱	۱۹	۹۳	۳۶۱
روشن دان بنے۔	۱۷۱	۵۲	۷۸	۷۶	۴۱۲	۷۳	۵۲	۰	۱۱۵	۲۶۴	۱۲۹۳
کوئیں صاف کئے گئے۔	۱۴	۲۶	۲۰	۱۵	۵۵	۴۲	۵۳	۱۹۲	۲۸	۶۸	۵۱۳
عام غسل خانے اور گھیرے۔	۱۲	۴	۱۳	۱۱	۱۱	۳	۱۸	۵	۸	۲۹	۱۱۴
نالیوں کی لمبائی گزوں میں۔	۱۲۹۲	۳۲	۲۲۱۳	۴۹۰	۳۱۹	۴۲	۸۰	۱۵	۷۸	۷۰۸	۵۳۵۹
سور باڑے آبادی سے دور کئے گئے۔	۱۲	۱	۵	۶	۱۷	۱	۱۲	۸۰	۴۸	۵	۱۸۷
گھورے صاف کئے گئے۔	۳۴۰	۱۷۲۰	۵۰۹	۸۲۲	۷۴۸	۱۸۲	۱۷۸	۲۹۸	۵۳۹	۱۶۴۶	۶۹۸۲
پاخانے بنائے گئے۔	۴	۴	۶	۹	۲	۰	۲	۱۳۰	۱۳	۱	۱۸۱
پیشاب خانے بنائے گئے۔	۴	۱	۱	۰	۴	۱۲	۸	۱۶	۳	۹	۵۸
کھنڈر ہموار کئے گئے۔	۲۸	۳۰۲	۲۶	۵۸	۱۰۹	۲۳	۴۳	۱۱	۱۸	۷۴	۶۹۲
گڑھے بھرے گئے۔	۸۸	۳۵	۷۹	۱۱۴	۱۷۰	۹۴	۱۳۰	۴۵	۵۹	۱۵۶	۹۷۰
راستے صاف کئے گئے۔	۱۲۲	۲۹۳	۹۳	۱۹۷	۲۵۳	۱۱۵	۱۰۵	۱۲۸	۷۶	۲۷۲	۱۴۲۴
گاؤں صاف کئے گئے۔	۹۵	۱۳۷	۵۶	۹۷	۱۶۱	۴۵	۸۷	۱۵۵	۶۷	۲۵۴	۱۱۵۴
دوا کے بکس رکھے گئے۔	۱۸	۵	۲	۲	۰	۰	۴	۸۲	۰	۹	۱۲۲
مریضوں کا علاج ہوا۔	۸۱۰۳	۱۰۴۶۹	۱۲۸۴۴	۷۱۹۶	۱۰۶۲۸	۷۹۴۲	۲۹۵۳	۱۷۲۶	۸۷۷۷	۱۹۲۱۳	۸۶۸۷۱
ٹیکے لگے۔	۷۲۳	۲۳۵۶	۱۱۸۸	۲۹۶۷	۵۶۰۴	۰	۱۲۶۸	۹۵	۹۹۲	۴۳۱	۱۵۶۲۳
دائیوں کو تعلیم دی گئی۔	۳	۲	۲۳	۴۲	۱۳	۲۲	۶	۱	۹	۵	۱۲۶
فرسٹ ایڈ کی تعلیم دی گئی۔	۳۷	۸۴	۲۱	۱۲۸	۱۷	۴۶	۱۵	۰	۶	۳۳	۳۸۷
زچہ بچہ گھر کھولے گئے۔	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۱	۰	۰	۱
۴- اشاعت اور تعلیم											
جلسے ہوئے۔	۲۲۷	۳۰۱	۴۴۸	۳۲۰	۶۰۵	۲۹۰	۱۰۵	۲۱۷	۶۱۳	۸۴۵	۳۹۷۱
نمائشیں ہوئیں۔	۱	۱۶	۲	۰	۳	۲	۲	۰	۱	۰	۲۷
ناٹک ہوئے۔	۶	۱۲	۴۱	۵	۱۰	۳۱	۳	۳	۳	۱۱	۱۲۶
بھجن منڈلیاں بنائی گئیں۔	۳	۸	۲۶	۹	۲۹	۲۱	۲۴	۲	۱۴	۷۳	۲۱۱
کتب خانے کھولے گئے۔	۲	۱	۱	۶	۵	۵	۰	۳	۷	۲	۳۲

[redacted]

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
کلب قائم ہوئے۔	۱۳	۴۶	۱۸	۶۴	۱۰۱	۱۱	۳۰	۰	۴۱	۲۰۹	۵۳۳
(ا) اسکول بالغوں کے لئے۔	۰	۰	۱	۰	۱۸	۰	۵	۱	۷	۷۲	۱۰۴
(ب) اسکول لڑکیوں کے لئے۔	۰	۳	۰	۶	۰	۰	۰	۱	۳	۸	۲۱
سیوا دل بنائے گئے۔	۰	۲	۸	۲	۲۱	۰	۳۵	۲	۴	۶	۸۰
اسکاؤٹ اور گرام سیوکوں کو تعلیم دی گئی۔	۴	۱۸۷	۴۰	۱۶	۳۴۱	۲	۷۹	۴۶	۲۰	۸۹	۸۲۴
ریڈیو سٹ لگائے گئے۔	۰	۰	۰	۱	۰	۰	۰	۰	۶	۰	۷
کھیل اور ٹورنامنٹ ہوئے۔	۳۱	۱۰	۳	۴۸	۲۴	۴۰	۹	۳	۱۳	۳۹	۲۲۰
۵۔ متفرق کام											
پنچایت گھر بنائے گئے۔	۰	۱۲	۱	۰	۱	۱	۰	۲	۱	۱	۱۹
نمونے کے گھر بنائے گئے۔	۱۳	۰	۸	۱۵	۰	۲	۶	۱	۱	۵	۵۱
خانگی دستکاریاں جاری کی گئیں۔	۰	۱	۳۵	۰	۶	۱	۰	۲۴	۰	۲	۶۹
صنعت و دستکاریوں کے لئے تعلیم دی گئی۔	۴۷	۸۸	۷۸	۲۱	۱۰۱	۱۲	۰	۲۰	۲۵	۳۰	۴۲۲
آلات دستکاری جو جاری کئے گئے۔	۸	۳۲	۲۴	۱۴	۳۱	۰	۰	۱۰	۰	۵۳	۱۷۲



جناب گاؤں سدھار افسر اور اُنکے رفقاء کار۔ یہ گروپ فوٹو سابق گاؤں سدھار افسر جناب منوہر داس چترویدی کی رخصت کے موقعہ پر لیا گیا تھا موجودہ گاؤں سدھار افسر رائے بہادر کاشی ناتھ اوّل صف میں بائیں طرف سے چوتھے نمبر پر ہیں۔

تعارف:۔ (بائیں طرف سے) بیٹھے ہوئے۔ مسٹر این پنت جناب عبد الحئی عباسی شری سوہن لال۔ رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ۔ شری منوہر داس چترویدی۔ گاؤں سدھار افسر۔ مسٹر بکرجی۔ مسٹر گرجا دیال شریواستو۔ شری پی۔ پی۔ گپتا۔ شری ٹی۔ ایچ ہاشمی۔

کھڑے ہوئے۔ پہلی صف میں۔ شری۔ جے۔ پی۔ سنہا۔ مسٹر آر۔ ڈی۔ گوئیل۔ مسٹر کے۔ جی۔ سنگھ۔ مسٹر آر۔ پی۔ ماتھر۔ مسٹر آر سنگھ۔ مسٹر اے۔ سنگھ۔ مسٹر بی۔ ڈی۔ لال۔ مسٹر ٹی۔ آر۔ شرما۔ مسٹر آر۔ رتن۔ مسٹر بی۔ ڈی۔ پنت۔

کھڑے ہوئے دوسری سطر میں۔ مسٹر ایس۔ کے۔ بکرجی۔ مسٹر بی۔ این۔ دکشت۔ مسٹر کے۔ این۔ سنہا۔ مسٹر این۔ پی۔ استھانہ۔ مسٹر آر۔ آر۔ بھنڈاری۔ مسٹر ایچ حسن۔ مسٹر ایچ انصاری۔ مسٹر آر چندر۔ مسٹر ایس۔ احمد۔



فرانس کی جنگ کا سب سے دردناک منظر

(مسٹر جیوفرے کاکس لندن کے مشہور اخبار ڈیلی ایکسپریس کے نامہ نگار ہیں۔ پیرس کو چھوڑ کر دس لاکھ اشخاص صرف دو ہی دنوں میں وہاں سے کس طرح بھاگے مسٹر کاکس نے اس کی بڑی دردناک تفصیل بیان کی ہے۔ اُس مضمون کا یہ ترجمہ بھارت میں شائع ہوا ہے۔)

لورین اور فورسے کے سرسبز میدانوں میں جو لاتعداد ہجوم اُمنڈ پڑا تھا وہ دُنیا کی تاریخ کا ایک بے نظیر واقعہ ہے۔ صرف سب سے بڑے پلیگ کے وقت ہی لندن میں ویسا نظارہ دیکھنے میں آیا تھا۔ جب دارالسلطنت برطانیہ کی ساری آبادی پلیگ کے خوف سے کھیتوں اور میدانوں میں بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔ جنگ کے باعث پیرس کو خالی کرنے پر وہی منظر لورین اور فورسے میں دیکھنے کو ملا۔

ختم نہ ہونے والی قطار

ہر ایک سڑک بھاگنے والوں کی بھیڑ سے ٹھسا ٹھس بھری ہوئی تھی جو اپنی زیادتی کے باعث بہ مشکل دو یا تین میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل پاتی تھی۔ سیکڑوں موٹر کاریں سڑک پر ٹوٹی پڑی تھیں۔ صدہا پٹرول ختم ہوجانے سے بیکار ہوگئی تھیں۔ اُن کے مالک قرب و جوار کے دیہاتوں میں پناہ ڈھونڈھ رہے تھے۔ تین تین دنوں سے اُن لوگوں نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ لاکھوں آدمی جن میں بہت سے دولتمند بھی تھے کھانا نہ ملنے کی وجہ سے تڑپ رہے تھے۔ بہت سے بچے مر بھی گئے تھے۔ ہزاروں پیرس کے باشندے کاروں میں، کچھ بسوں میں، کچھ لاریوں میں اور بیشتر لاریوں میں، لاکھوں سائیکل پر اور بقیہ پیدل ہی بھاگے چلے جارہے تھے۔

اُس رات کو میں ۱۲۵ میل لمبی سڑک سے حکومت فرانس کے نئے دارالسلطنت پہنچا سڑک پر بے شمار موٹریں، بسیں، لاریاں، گاڑیاں اور سائیکلیں چلی جارہی تھیں اس طرح گویا اُن کی انتہا ہی نہیں تھی اور واقعی اُس قطار کی کوئی انتہا نہیں تھی۔

یہ پانچواں دارالسلطنت تھا جس کا خالی ہونا میں دیکھ رہا تھا۔ اس کے پہلے میں میڈرڈ، پریگ، ہلیسنکی اور بروسلس کا خالی ہونا دیکھ چکا تھا۔ لیکن پیرس کا خالی ہونا کسی چھوٹے موٹے شہر کا خالی ہونا نہیں تھا۔ یہ تھا دُنیا کی اُس عظیم الشان، اُس حسین ترین بستی کا خالی ہونا جس کے ذکر کے لئے صدیوں سے مصنفین الفاظ اور تشبیہیں تلاش کرتے رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دو دنوں کے اندر کم از کم دس لاکھ انسانوں نے پیرس سے ہجرت کی اور زیادہ تر سڑکوں ہی کے ذریعہ گئے۔

جرمن ٹینک پہنچے

پیر کو تیسرے پہر ہم نے مصدقہ خبر سُنی کہ سنسر کا دفتر اور تار گھر پیرس سے ہٹائے جارہے ہیں اور کسی بھی لمحے حکومت فرانس بھی پیرس سے ہٹ جائیگی۔ ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ جرمنوں کے خوفناک ٹینک سین ندی کے اُس پار آپہنچے ہیں اور شہر کا جنوبی راستہ بند کر رہے ہیں۔ ہم نے اپنا سامان جمع کیا اور شہر کے وسط سے اپنی موٹر پر چل پڑے۔ بڑے بڑے ہوٹل اور ریسٹوراں ویران پڑے تھے۔ سڑکوں پر اتوار کی صبح کا سکون نظر آرہا تھا۔

سرکاری عمارتوں کے سامنے لاریوں پر ضروری کاغذات اور رائیفلوں کی پیٹیاں لادی جارہی تھیں۔ جلائے ہوئے کاغذوں کے ٹکڑے چمنیوں سے نکل کر ہوا کے ساتھ اِدھر اُدھر اُڑ رہے تھے اور روئیں رائل کے فٹ پاتھوں پر گر رہے تھے۔ میکزم (ایک مشہور شراب خانہ) کے سُرخ اور سُنہرے دروازے پر شاندار اور شوخ لباس والا دربان اُداس نظروں سے بجری بیڑے کے ملاحوں کو مال ڈھوتے اور لادتے دیکھ رہا تھا۔

میرے ہوٹل میں ہوٹل والا اور اُس کی عورت دونوں یہ مشورہ کر رہے تھے کہ کس طرح وہ اپنی لڑکیوں کو دیہات بھیج دیں۔ سبھی کے چہروں پر خوف وہراس، پریشانی اور غصہ کے جذبات نمایاں تھے۔ ایک طرف ایک عورت بیٹھی خاموش رو رہی تھی وہ سر اُٹھا کر کسی کو جواب تک نہیں دیتی تھی اگرچہ سبھی مقامات پر خوف طاری تھا پھر بھی ٹیلیس گارڈن میں کچھ بچے دھوپ میں کھیل رہے تھے نیلے کوٹ والے مزدور ادنی درجے کے شراب خانوں میں بیٹھے ہا ہا ہو ہو کر رہے تھے۔

سینٹ کلاؤڈ سے ہماری موٹر نئے پُل کی طرف بڑھی۔ دریائے سین کا پانی چمک رہا تھا درختوں کی قطار کے اوپر لانگ شیمپ ریس کورس کا مینار نظر آتا تھا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ میں پیرس سے ہجرت نہیں کر رہا ہوں بلکہ زندگی کے ایسے عہد کو چھوڑ رہا ہوں جس میں لوگوں کو کھیل کود کے لئے وقت ملتا ہے سینٹ کلاؤڈ کی پہاڑی پر جہاں ۱۸۷۰ء میں جرمنوں نے

خوفناک گولہ باری کی تھی۔ ہماری کار تنہا نہ رہی۔ پیرس سے بھاگنے والوں کی سیکڑوں کاروں کے درمیان ہماری کار بھی مل گئی۔

بارسلونا (اسپین) کے بھگوڑے پیدل جاتے تھے۔ بیلجیم میں گاڑیاں اور سائیکلیں استعمال کی گئی تھیں لیکن پیرس کے باشندے اپنی شان کے مطابق موٹر کاروں ہی پر بھاگے۔ بجلی ہاتھ غسل کے لئے سفر کرنے یا گھومنے پھرنے والی فریج کاریں، کھانے کا سامان، بستر اور دیگر سامان لادے رینگ سی رہی تھیں۔ کچھ کی چھتوں پر ایک آدھ سائیکل یا بچوں کے پرامبولیٹر بھی رکھے تھے۔

فتح اور موت

پیرس چھوڑتے ہی ہمیں بموں کے ذریعے مسمار شدہ قلعے ملنے شروع ہو گئے آگے فوجی پولیس نے ہمیں سڑک کے برابر جانے والی کچی سڑک پر اتار دیا تاکہ پختہ سڑک فوجی آمد و رفت کیلئے صاف ہو جائے۔

لاریوں اور پیرس کی بسوں پر فرنچ فوج کے ریزرو سپاہی چلے جا رہے تھے۔ اُنکے چہروں پر غیر معمولی استقلال اور فتح یا موت کے جذبات صاف پڑھے جا سکتے تھے۔ درختوں کے نیچے ایمبولینس چھپے کھڑے تھے۔ موقع پر کام آنے کے لئے جنگلوں میں ٹینک چھپائے گئے تھے تاکہ جرمنوں کے حملوں کا جواب دیں۔ انکے سپاہی نالوں میں کمر تک پانی میں ڈوبے ہوئے ہنا کر اپنے حوصلہ اور اطمینان کا اظہار کر رہے تھے۔

ان بھگوڑوں کی جماعت رفتہ رفتہ بڑھی۔ مجمع ہونے لگا۔ مشینوں سے بھرے ہوئے بڑے بڑے ٹینک، عورتوں اور بچوں سے بھری ہوئی بڑی بڑی لاریاں بڑی بڑی کمپنیوں کی نمائشی گاڑیاں جنہیں خوبصورت چیزوں کے مقام پر آدمی بھرے تھے، قدیم طرز کی بلیاں موٹریں۔ سڑک پر ایک میلہ سا لگ گیا تھا۔

معمولی کھانا یا امرت

مرغیاں، بھیڑ بکریاں صندوقوں میں لدی چلی جا رہی تھیں قریب قریب ہر موٹر پر کتا ضرور تھا میلوں تک ہمیں مشینوں سے بھری ہوئی ایک بڑی سی لاری کے پیچھے چلنا پڑا۔ اسپر ایک کاہل مزدور بیٹھا تھا جسکے سارے ہاتھ میں گودنا گدا ہوا تھا اور جب کبھی ہم اس سے آگے بڑھنے کی ناکام کوشش کرتے تو وہ اپنی بھوری آنکھوں اور پیلے دانتوں کو ہلا کر مسکرا سا اٹھتا تھا۔

ہم اپنی موٹر بڑھاتے گئے۔ رکے اور پھر بڑھے گئے۔ آخر ہم ان دیہاتوں کے بیچ میں آ گئے جہاں ہر دس گز پر لاریاں اور کاریں کھڑی تھیں۔ مائیں اپنے بچوں کو کھلا پلا کر انھیں سلانے کی کوشش کر رہی تھیں کھیتوں میں جی ہاں کھلے آسمان کے نیچے کھیتوں میں یہاں انکے سر پر ریشمی پردے نہ تھے صرف خدا کا دست شفقت تھا ہم لوگ بھی ایک کھیت میں اتر گئے۔ اپنے بستر نکالے اور خاموشی سے سوکھی روٹی پنیر، سارڈن کھائی اور سرخ شراب پی۔ بھوک خوب لگی تھی اور یہ واہیات کھانا امرت کیطرح نعمت معلوم ہوتا تھا۔ ہم اس کھیت میں آرام کرنے لگے۔ وہ رات تاروں سے بھری تھی۔ یہ تاریکی میں نور کا صرف سایہ تھا۔

سڑک پر گاڑیوں کی صرف سیاہ لکیر چل رہی تھی۔ کبھی کبھی کسی موٹر کی روشنی بھی ہم پر پڑ جاتی تھی۔ پیرس والوں کا جاگتا رات کی اس تاریکی میں بھی جا سکتا تھا۔

توپ گرج اُٹھی

اُئیں یہ کیا؟ — دفعتاً قریب ہی کہیں ایک ہوائی جہاز شکن توپ گرج اُٹھی ایک گولہ آسمان میں اڑتا ہوا نظر آیا اور ٹھیک ہماری کھوپڑیوں کے اوپر ہی وہ آسمان میں پھٹ گیا ساتھ ہی ایک ہوائی جہاز کی بھنبھناہٹ سنائی دی۔ تھوڑی دیر میں توپ کی گرج ٹھنڈی پڑ گئی۔ اور پھر وہی منحوس خاموشی۔ لیکن سڑک پر آمد و رفت جاری تھی۔

بنں کے خیمے میں کچھ بچے چیخ رہے تھے۔

صبح تین بجے ہم نے موٹر اسٹارٹ کی اور موٹروں کے اس بیشمار بے انتہا کارواں میں ہم بھی شامل ہو گئے حکومت فرانس کے نئے صدر مقام ہم جس وقت پہنچے اسوقت بھی سڑکوں پر یہ نہ ختم ہونے والی آمد و رفت اسی رفتار سے جاری تھی۔

میں پھر حالات دیکھنے کے لئے پیرس کی طرف اپنی کار سے واپس ہوا۔ قریب قریب سبھی گاؤں ویران تھے کہیں کھانے پینے کا انتظام نہ تھا۔ ویران دیہاتوں اور قصبوں میں نانبائی کی دکانوں پر لوگ ایک کے پیچھے ایک قطار باندھے کھڑے تھے۔ ہر ایک بنئے قصائی اور دوسری دکانوں پر لوگ اسی طرح گھیرا ڈالے کھڑے تھے۔ کھلیانوں میں بچے گھر کی گاڑیوں کے نیچے لیٹے تھے اور پریشانی و تکان سے چور عورتیں پانی بھرنے کے لئے کھڑی تھیں۔

بچے کی ولادت

ایک گاؤں میں کچھ سپاہی ایک کمبل میں ایک بنڈل لپیٹے چلے جا رہے تھے۔ اس میں ایک ۷۰ سالہ بڑھیا کی لاش تھی۔ جو رات کو ٹھنڈ سے اکڑ کر مر گئی تھی۔ رات کی بارش سے راستہ کیچڑدار ہو گیا تھا اور کاروں کی چھتوں پر رکھے ہوئے بستر بھیگ گئے تھے۔

تھکے ہوئے اور راتوں کے جاگے ہوئے بچوں کی کالی آنکھوں میں لاریوں کے چلنے اور ان کے ٹھہرنے پر امید و بیم، خوف اور پریشانی کی جو کیفیت ظاہر ہو رہی تھی اُنھیں میں شاید تا زندگی نہ فراموش کر سکوں گا۔ ایک جگہ نو سال کی ایک لڑکی ایک کار پر بچوں کی نگہبانی کر رہی تھی۔ دو گھنٹہ پہلے اُن کی ماں قریب کے کسی گاؤں میں کھانے کی تلاش میں گئی تھی۔

ہر ایک نصف میل پر ٹوٹی کاروں کے ڈھیر لگے تھے۔ راستہ صاف رکھنے کے لئے کھائیوں میں پھینک دی گئی تھیں۔

ایک گاؤں میں مجھے پیرس کے کچھ دوست ملے۔ اُنھوں نے بتلایا کہ ایک جنگل میں جہاں گذشتہ رات وہ لوگ رہے تھے ایک دس سالہ بچے کی چیخ سن کر جاگ پڑے۔ وہ چلا رہا تھا "ماں مری، ماں مری"۔ حقیقت یہ تھی کہ اسکی ماں قریب ہی جھاڑی میں بچہ جن رہی تھی۔ اُنھوں نے قریب کے گاؤں سے ڈاکٹر لانا چاہا۔ لیکن بارہ گھنٹے کی مسلسل تلاش کے بعد صرف ایک مڈوائف ہی مل سکی۔ رات بھر وہ عورت کھلے آسمان کے نیچے بیٹھی رہی اس کے سر کے ٹھیک اوپر ہوائی جہاز شکن توپیں گولے اگل رہی تھیں۔

خوشی سے رو پڑے

اس ہجرت میں سب سے زیادہ کوفت اس کی دھیمی رفتار دیکھکر ہوتی تھی۔ موٹر کار ایک ساتھ چلتی جائے تو کچھ زیادہ خرچ نہیں ہوتا۔ لیکن چلنا، رکنا اور پھر چلنا اس طرح بہت سا پٹرول برباد ہوتا ہے۔ اکثر بہت سی کاریں ایسی جگہ فیل ہو گئیں جہاں میلوں تک کوئی گاؤں نہ تھا۔

میں سے دیکھا کہ گاڑیوں کی قطار پٹرول کی بدبو سے ہوا کو خراب کرتی ہوئی چلی جا رہی تھی اُن پر بیٹھے ہوئے لاکھوں بچے اپنی چیخوں سے کلیجہ ہلا رہے تھے۔ عورتوں کے چہرے تکان سے چور تھے۔ اس تکلیف سے نجات پانے کے لئے بہت سی مرنا چاہتی تھیں مگر پھر بھی بچوں کی محبت اُنھیں زندہ رکھے تھی۔ اس بھگدڑ میں مردوں کی تعداد کم تھی۔ عورتیں اور بچے ہی زیادہ تھے کیونکہ مرد تو دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے میدان جنگ گئے تھے۔

ایک مقام پر مجھے ایک بلجین سینٹر ملا جو ایک بار بروسلس کی پارلیمنٹ سے مجھے اپنی شاندار موٹر پر گھر لے گیا تھا۔ اس وقت وہ اُس کی بیوی اور اس کی نہایت حسین لڑکی سراسیمگی کی حالت میں چلے جا رہے تھے۔ اُس کروڑپتی کنبے نے ۴۸ گھنٹے سے روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہیں پایا تھا میرے پاس بسکٹ کا ایک ڈبہ تھا۔ وہ میں نے اُنھیں دیدیا۔ درحقیقت اُس وقت اُسے پاکر وہ خوشی سے رو اُٹھے۔

ہندوستانی انگور کی بیلیں

ہندوستان میں فی ایکڑ ۵۰۰ء۱۱ پونڈ انگوروں کی پیداوار ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں آج، میں مندرجہ ذیل نوٹ شائع ہوا ہے:-

ریاست میسور اور صوبہ بمبئی کی انگور کی بیلوں میں دنیا میں سب سے زیادہ انگور لگتے ہیں۔ اِن مقامات کی پیداوار کا اوسط فی ایکڑ بترتیب ۱۱۰ء۱۱ اور ۱۹۰ء۱۱ پونڈ ہے۔ ان کے بعد کیلیفورنیا کا مقام ہے۔ وہاں فی ایکڑ ۸۰۶ء۷ پونڈ انگور پیدا ہوتے ہیں۔ یہ تفصیل زرعی پیداواروں کے بازار کے انتظام کے مشیر کار کی اُس رپورٹ میں دی گئی ہے جو ہندوستان میں انگوروں کے بازار کے انتظام کے سلسلے میں شائع کی گئی ہے۔

اس رپورٹ میں تبلایا گیا ہے کہ ہندوستان میں ایک ایکڑ میں ۶ سو روپئے سے لیکر ۷ سو روپئے قیمت تک کے انگور پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہ پیداوار ابھی اتنی بڑھائی جا سکتی ہے کہ ۲ ہزار روپئے سالانہ تک کے انگور پیدا ہونے لگیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ انگور کی کاشت سے چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں کو بھی اچھی آمدنی ہو سکتی ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ جن لوگوں کو دیہات سدھار اور دیہاتی زندگی کی از سر نو تنظیم سے دلچسپی ہے اُنھیں چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں کے لئے آمدنی کے اِس بہترین ذریعے کا خیال رکھنا چاہیئے۔

ضرورت کی نصف تکمیل

ہندوستان میں جتنے تازے انگوروں کی ضرورت ہوتی ہے اُن کا نصف حصہ ہی یہاں پیدا ہوتا ہے۔ خشک انگور یعنی منقے نہیں تیار کئے جاتے حالانکہ ہندوستان کو ہر سال ۵۰۰۰ء۲۲ من منقے باہر سے منگانے پڑتے ہیں۔ ہندوستان کو اپنی نجی ضروریات کی تکمیل کے لئے انگوروں کی کاشت کے رقبے کو تین گنا زیادہ بڑھانا ہوگا۔ اس سے زرعی پیداوار کی آمدنی میں ساٹھ لاکھ یا ستر لاکھ روپئے کی ترقی ہوگی۔

ہندوستان، دوسرے ملکوں سے قریب قریب اُتنے ہی انگور منگاتا ہے جتنے اپنے یہاں پیدا کرتا ہے اور اس طرح درآمد کرنے والے خاص خاص ملکوں میں چھٹا درجہ رکھتا ہے۔ ہندوستان میں انگوروں کی درآمد ۲ لاکھ ۷۲ ہزار من سالانہ ہے جس کی قیمت ۱۹ لاکھ ۷۸ ہزار روپیہ ہوتا ہے۔ درآمد کا سارا حصہ افغانستان سے اور صرف ۲ فی صدی امریکہ، افریقہ اور آسٹریلیا سے آتا ہے۔

تخمینہ لگایا گیا ہے کہ ہندوستان میں ۲۰۰ء۴ ایکڑ رقبے میں انگوروں کی کاشت ہوتی ہے جس میں سے زیادہ حصہ بلوچستان میں ہے اور قریب قریب ایک چوتھائی صوبہ بمبئی میں ہے۔ بقیہ حصہ صوبہ سرحد، صوبہ مدراس، صوبہ سندھ اور ریاست میسور میں منقسم ہے۔

اندازہ لگایا گیا ہے کہ ۴۵-۱۹۴۴ء میں ہندوستان میں تقریباً ۲۵ لاکھ روپئے کے ۰۰۰ء۶۰ء۳ من انگور پیدا ہوئے تھے جن میں سے تقریباً ۵۰ فی صدی بلوچستان میں اور ۲۶ فیصدی بمبئی میں پیدا ہوئے تھے۔

وسعت کی ضرورت

انگوروں کی کاشت کے رقبے میں وسعت کی نسبی ضرورت پر غور کرتے ہوئے رپورٹ میں تبلایا گیا ہے کہ یکبارگی تازے انگوروں پر قناعت کرنے سے کام نہ چلے گا بلکہ انگوروں کو سکھا کر منقے بنانے اور انگوروں کا سرکہ تیار کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

رپورٹ میں انگوروں کے لئے اور بھی اچھے بازار کے انتظام کی ضرورت تبلائی گئی ہے۔ انگوروں کی درجہ بندی اور اُن پر نشان لگانے کے نتائج سے یہ پوری طرح واضح ہو گیا کہ عام انگور بیچنے کی بہ نسبت درجہ بند انگوری سے زیادہ دام ملتے ہیں۔

سائنس کی باتیں

سائنس سے متعلق کچھ نوٹ بھارت میں شائع ہوئے ہیں جنھیں ہم درج کرتے ہیں:-

شہد کی مکھیوں کی طاقت

شہد کی مکھی ۱۵ منٹ میں ۲½ میل اُڑ سکتی ہے۔ اس اُڑنے میں اُسے ۱۸ ہزار بار پر ہلانے پڑتے ہیں۔ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اتنی زیادہ محنت کرنے کی طاقت اُسے کہاں سے حاصل ہوتی ہے۔ انسان کو کام یا محنت کرنے کی طاقت لیور کے ذریعے پیدا ہونے والے کاربو ہائیڈریٹس، سے حاصل ہوتی ہے۔ لیکن شہد کی مکھی کے لیور نہیں ہوتا۔

خون کا امتحان کرکے ایک سائنس داں نے معلوم کیا ہے کہ شہد کی مکھی کو طاقت حاصل کرنے کے لئے شکر پر قناعت کرنی پڑتی ہے جو کہ اُسے شہد کی تھیلی سے حاصل ہوتی ہے۔ جب یہ تھیلی خالی ہوتی ہے اُس وقت شہد کی مکھی کی حالت ویسی ہی ہوتی ہے جیسی پٹرول ختم ہونے پر ہوائی جہاز کی۔ وہ اُس وقت قطعی نہیں اُڑ سکتی۔ شہد کی مکھی اُڑتے وقت اکثر رہ رہ کر پھولوں پر بیٹھ کر جو شہد چوسنے لگتی ہے اُس کا یہی سبب ہے۔

گبریلا گھوڑے سے زیادہ مضبوط

کبھی کبھی ہم خوب تندرست آدمی کو دیکھ کر اُس کی قوت کا مقابلہ گھوڑے سے کرتے ہیں۔ لیکن اگر قد اور وزن کے مطابق طاقت پر غور کیا جائے تو اس سے بھی بہتر مثال گبریلے کی ہوگی۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ "فلاں شخص اتنا مضبوط ہے جیسے گبریلا۔ واقعی اپنے قد کے لحاظ سے جتنا کام گبریلا کر سکتا ہے اُتنا کوئی انسان نہیں کر سکتا۔

ممکن ہے کوئی شخص تھوڑی دور تک اپنے سے ۵ گنا زیادہ وزنی بوجھ لیکر چلنے میں کامیاب ہو سکے۔ گھوڑے کے بارے میں بھی یہی بات کہی جا سکتی ہے۔ حالانکہ وہ انسان کے مقابلے میں دور تک لیجا سکے گا۔ لیکن تجربہ کرکے یہ دیکھا گیا ہے کہ گبریلا اپنے وزن سے ۱۴۲ گنا زیادہ بوجھ لیجا سکتا ہے۔

گبریلے کے علاوہ کچھ اور کیڑے بھی ایسے ہیں جو انسان کی بہ نسبت زیادہ طاقت ور ہیں۔ ڈریگن فلائی نامی ایک پتنگا جو کیڑوں کو مار کر کھاتا ہے وزن میں تو صرف چار گرین کا، لیکن وہ ۸۰ گرین کا بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ ایسے کتنے انسان ہیں جن کا وزن ۱۰ اسٹون (ایک اسٹون ۱۴ پونڈ کا ہوتا ہے) ہے اور وہ بغیر کسی کی مدد کے ۲۵ ہنڈر ویٹ کا بوجھ اٹھا سکتے ہیں۔ اس بوجھ اٹھانے کے لحاظ سے ایک اور کیڑا بھی "ایروِنگ" (دگی) تو مذکورہ بالا پتنگے سے بھی بازی لیگیا ہے۔ تحقیقات کی گئی ہے کہ وہ اپنے وزن سے ۱۰۴ گنی زیادہ وزنی لکڑی اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے۔

مقناطیسی دانت

نقلی دانت لگوانے والوں کو اکثر یہ شکایت ہوتی ہے کہ وہ گر پڑتے ہیں۔ لیکن اب ایک ماہر دنداں نے مقناطیسی دانت ایجاد کرکے یہ شکایت دور کردی ہے۔ اس جدید ساخت کے دانتوں کے بالائی لیٹ میں دو اور نیچے کے سیٹ میں دو مقناطیسی لگے رہتے ہیں۔ جو ایک دوسرے پلیٹ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اس سے جو دباؤ پڑتا ہے وہ معمولی ہوتا ہے۔ قریب قریب ۱۲ اونس کا۔ لیکن مذکورہ ماہر دندان کا بیان ہے کہ وہ دانتوں کے پلیٹ کو کھسکنے یا گرنے سے روکنے کے لئے کافی ہے۔ یہ مقناطیسی اس طرح لگائے گئے ہیں کہ یہ دیکھنے میں نظر نہیں آتے۔ یہ دانت ایک سال تک بڑی خوبی سے کام کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس میں پھر مقناطیسی کا اثر پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

بہت اوپر اڑنے کا خطرہ

جرمن ہوائی فوج کے چیف میڈیکل افسر نے ہوا بازوں کے لئے ایک کتاب لکھی ہے جو پولینڈ پر حملہ کئے جانے کے تھوڑے دنوں پہلے ہی شائع ہوئی تھی۔ ٹورنٹو یونیورسٹی (کناڈا) کے ایک پروفیسر نے اس کا ترجمہ کرکے اسے کناڈا کی ہوائی فوج کے سامنے پیش کی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اگر ہوا بازوں کو ۱۵ ہزار فیٹ سے بلندی پر اڑنا پڑے تو انھیں آکسیجن کا استعمال کرنا چاہئے ورنہ طبیعت خراب ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے اس کے استعمال سے ایک قسم کا نشہ سا سوار ہو جاتا ہے اور انسان کو اپنے اوپر ضرورت سے زیادہ اعتماد پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں ہوا باز بھی شرابیوں کی طرح اپنے خیالات کو کسی جگہ جمع نہیں کر سکتا۔ کہتے ہیں کہ وہ ہوا باز جو مار گرائے جاتے ہیں زیادہ تر ایسے ہی ہوتے ہیں جن کی حالت آکسیجن کے استعمال نہ کرنے سے خراب ہو جاتی ہے۔

گنے کی سڑک

کچھ قسم کی سڑکوں کی تعمیر پیری ہوئی ایکھ کے ریشے کام میں لائے جاتے ہیں۔ ان ریشوں کا مصالحہ تیار کیا جاتا ہے۔ تین سال کے تجربہ کے بعد یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کنکریٹ بنانے میں یہ مصالحہ بہت معاون ہوتا ہے۔ پہلے پیری ہوئی ایکھ کا نکمہ حصہ پھینک دیا جاتا ہے یا جلانے کے کام میں لایا جاتا تھا۔ لیکن اب سڑکوں کے لئے اسکی بہت کافی مانگ پوری کرنے کے لئے ایک فیکٹری کھل گئی ہے۔ لیورپول کے میوزیم اور ساؤتھ پورٹ ٹاؤن ہال میں اس مصالح کا استعمال کیا گیا ہے۔

پیٹ میں کیل اور سوئیاں

ایکس رے کا استعمال آج طرح طرح کے کاموں کے لئے کیا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے تحقیق کیا جاتا ہے کہ کسی پھل یا انڈے کے اندر کوئی خرابی تو نہیں ہے۔ ملاوٹ کی جانچ کرنے کے لئے بھی اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ چیر پھاڑ کے لئے تو اس کا بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ نیویارک کے ایک ہسپتال میں مسس پیبل وولف کا ایکسرے کرنے پر ڈاکٹر متحیر رہگیا اس کے پیٹ کے اندر ڈاکٹر کو سوئیاں، آلپین، ہک بار سے ۵۶ دانے، ۱۳۰ پینچ اور ۷۰۰ کے قریب چھوٹی کیلیں نظر آئیں۔ درحقیقت ایکسرے ایسی آنکھ ہے جس سے سب کچھ دیکھا جا سکتا ہے۔

ایک آونس کے لئے ۴ لاکھ پونڈ

کیا آپ ایک گیلن ایسے پٹرول کا اندازہ کر سکتے ہیں جو ایک موٹر کو دس لاکھ میل تک لیجانے کے لئے کافی ہو سکے؟ ابھی تک ایسا پٹرول ایجاد نہیں ہوا۔ لیکن میڈیم کیوری نے کناڈا میں پٹرول کی جگہ ایسا رقیق مادہ ایجاد کیا تھا جو اگر کام میں لایا جائے تو اس قسم کا حیرت انگیز وصف دکھلانے میں کامیاب ہوگا۔ اس رقیق مادہ کا نام ہے، پولونیم، لیکن یہ اتنا کمیاب ہے کہ ایک اونس پولونیم کے لئے ۴ لاکھ پونڈ خرچ کرنا ہوگا۔ ابھی حال ہی میں اسپاکنگ پلگ بنانے کے کام میں اس کا استعمال کیا گیا ہے۔

بھلائی اور برائی کے خزانے

[مسٹر سی۔ جن راج داس ایم۔ اے "میل ملاپ" میں لکھتے ہیں ۔]

جب کوئی پانی کا حوض کچھ بلندی پر رکھا جاتا ہے تو اس میں سے پانی زمین پر دو ہی طریقوں سے آسکتا ہے یا تو اس حوض میں لگے ہوئے چھوٹے چھوٹے نلوں کے ذریعے دھیرے دھیرے پانی آسکتا ہے یا اس حوض میں سوراخ ہو جانے سے پانی نیچے بہہ سکتا ہے

جب تک یہ چھوٹے چھوٹے نل اچھی طرح کام کرتے رہتے ہیں تب تو کچھ ٹھیک رہتا ہے۔ لیکن اگر یہ نل بند ہو جائیں اور خاص طور سے یک بیک بہت پانی برسنے سے حوض میں پانی بھر جائے یا پانی بہت اونچا ہو جائے تو حوض پھٹ جاتا ہے اور پانی سیلاب کی طرح بہ نکلتا ہے اور جو لوگ اس سیلاب کے بیچ میں پڑ جاتے ہیں انھیں بڑی مصیبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

بدقسمتی سے بہت زمانے سے جمع ہوتے ہوتے نوع انسان کی برائیوں کا خزانہ بہت بڑھ گیا ہے۔ ہر نسل میں اس خزانے کی سطح کچھ کم ہوتی رہتی ہے۔ یہ کمی ان آفات و مصائب کے ذریعے ہوتی ہے جو اکثر موقع پر انسان کے سامنے آتی ہیں۔ لوگ غلطی سے سمجھتے ہیں کہ یہ آفات خدا کی بے دلی اور بے رحمی کی وجہ سے آتی ہیں۔ مگر اصلیت کچھ اور ہی ہے۔ یہ بات

قابل غور ہے کہ جیسے جیسے سائنس بیماریوں کو روکتی جاتی ہے ویسے ویسے نئی بیماریاں کیوں پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ اگر تھائیسس یا تپ دق کی کمی ہوتی ہے۔ وہ کینسر یا ناسور بڑھتا ہے۔

ایسا زمانہ پہلے کبھی نہیں آیا تھا جبکہ قدرت پر انسان کو اتنا اختیار حاصل ہو جتنا آج ہے دنیا میں دولت بڑھ گئی ہے۔ پھر بھی کیا سبب ہے کہ گزشتہ چند سالوں سے لاکھوں کروڑوں آدمی بیکاری سے پریشان ہیں۔

آج انسان کے پاس پہلے سے زیادہ دولت ہے۔ پہلے سے زیادہ صحت ہے، پہلے سے زیادہ اسکول ہیں، پہلے سے زیادہ کتابیں ہیں پہلے سے زیادہ طرح طرح کے سامان عیش ہیں پھر بھی ساتھ ہی ساتھ نفرت کے وجوہ بھی پہلے کی بہ نسبت زیادہ بڑھی ہوئی ہیں اور اظہار نفرت کے مواقع بھی پہلے کی بہ نسبت زیادہ ہوگئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جیسے جیسے خزانے کی سطح ہماری معمولی اوقات و مصائب کے ذریعے کم ہوتی ہے ویسے ہی انسانوں کی نفرت کی وجہ سے اس کی سطح برابر اوپر بھی اٹھتی رہتی ہے لڑائی صرف دو قوموں کے درمیان ہوسکتی ہے۔ اس حالت میں صرف انھیں دو قوموں کی آپس کی کارروائی سے سروکار رہتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی بہت سی قومیں شامل ہو جاتی ہیں جیسے ۱۹۱۴ء کی جنگ میں ہوئی تھیں۔ اس وقت ایک طرف ۲۲ قومیں ساتھ تھیں اور دوسری طرف چار۔ پھر لڑائی میں حصہ نہ لینے والی قومیں بھی اس لڑائی کے اثر سے علاحدہ نہیں رہ سکی تھیں کیونکہ تجارت کی تباہی سے ساری دنیا کو تکلیف اٹھانی پڑی تھی۔

مہاتما لوگ بھی اتنی قدرت نہیں رکھتے۔ انکا جذبۂ رحم عظیم ہے اور وہ سبھی دکھیوں کیلئے یکساں ہے۔ وہ اپنے رحم کے اظہار میں کسی قوم یا فرقہ کا امتیاز نہیں کرتے۔ لیکن وہ انسان کے ذریعے پیدا کی ہوئی طاقتوں کے ذریعے کام کرسکتے ہیں وہ نہیں بڑے افعال کے سوتے کا منہ بند کرسکتے ہیں تو نہیں بھلے کاموں کے سوتے کا منہ زیادہ کشادہ کرسکتے ہیں۔ وہ کچھ کمی بیشی کرسکتے ہیں۔ اور ملا جلا کر کچھ کام نکال سکتے ہیں۔ لیکن فعل ایک حقیر ذرہ بھی برباد نہیں کرسکتے۔

وہ برائی کے خزانے کا طلان بھلائی کے خزانے میں زیادہ بھلائی ملا کر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مذہبوں کے بانی انھیں میں سے آئے ہیں۔ ہر مذہب انسان کے اندر بھلائی کی طاقت بڑھانے کی کوشش کرتا ہے لیکن کچھ تھوڑے ہی دنوں تک مذہب کا پورا کام اچھی طرح چلتا رہتا ہے۔ بہت جلد مذہب کے اندر کمی یا انحطاط آجاتی ہے۔ تب اندرونی زندگی کو چھوڑ کر بیرونی شکل یعنی رسم و رواجات پر ہی زیادہ زور پڑنے لگتا ہے اور مذہب کے ٹھیکیداروں کی خود غرضی اسے ایک بے جان کیڑا بنادیتی ہے جیسے جیسے مذہب میں گرتا آتا جاتا ہے جیسے جیسے مذہب دل و دماغ کی زندگی نہ رہ کر صرف ایک رسم نباہنے کی چیز رہجاتا ہے ویسے ویسے برائی کا خزانہ بڑھتا جاتا ہے ایسی کوئی بات نہیں کہ مذہب کے ذریعے برائی پر زور دیا جاتا ہو لیکن جب برائیوں کے روکنے کی کوشش نہیں کیجاتی تو اس کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ سبھی قسم کی برائیاں جن سے برائی کا خزانہ بڑھتا جاتا ہے انھیں ہم ایک لفظ میں کہہ سکتے ہیں۔ بیرحمی۔

ایک دوسرے کو ایذا پہنچانے اور کائنات کے حقیر ذی روحوں کے ساتھ بے رحمی کرنے کے بے شمار راستے نکل چکے ہیں۔ ڈاکٹر جی ایس اونڈیل، صدر تھیوسوفیکل سوسائٹی نے حال میں بے رحمی کے متعدد اسباب دکھائے ہیں۔ آپ نے خاص طور سے گوشت خوری کے لئے اور سجاوٹ کے لئے پرندوں اور پرندوں کو مارنے کی بیرحمی پر بہت زور دیا ہے۔

حال میں ہی لندن کے ایک مشہور فیشن ایبل فرم سے ہوکر گزرا جہاں امیر آدمیوں کو اپنی مرضی کے مطابق چیزیں ملتی ہیں۔ وہاں میں نے ایک خاص نمائش دیکھی جس میں تقریباً ۴ سو لومڑیاں کے چمڑے سجاوٹ کے لئے استعمال ہوئے تھے خریداروں کی توجہ منعطف کرنے کے لئے جانوروں کے چمڑے چاروں طرف پھیلائے اور ٹانگے گئے تھے۔ مجھے تو وہ دوکان ایک بڑا بوچڑ خانہ سا معلوم ہوا۔ لیکن مجھے شبہ ہے کہ کوئی بھی عورت لومڑی کے چمڑے کو اپنے گلے میں پہننے اور اسے گرم رکھنے کے لئے خریدتی ہے وہ شاید کبھی نہیں سوچتی ہوگی کہ ان چمڑوں کو حاصل کرنے کے لئے کتنی زیادہ بیرحمی سے کام لینا پڑا ہوگا۔

جہاں کہیں بھی نفرت اور مخالفت کے جذبات ظاہر کئے جاتے ہیں ان سے برائی اور مصیبت کا خزانہ بڑھ جاتا ہے۔ ذرا ہندوستان میں بڑے فرقوں کی طرف سے چھوٹے یا اچھوت فرقوں کو جو رنج اور ملال ہے ان کے بارے میں آپ سوچیں آپ دیکھیں گے کہ کئی ہزار سال سے بڑی قوموں کے کروڑوں افراد کے خلاف کروڑوں اچھوتوں کے جو دکھ کے جذبات ظاہر ہوتے ہیں انکی وجہ سے ہندوستان کی برائی کا خزانہ کتنا زیادہ بڑھ گیا ہے۔

ایسی حالت میں کیا یہ کوئی تعجب کی بات ہے کہ ہندوستان میں قحط پر قحط پڑیں اور سیلاب پر سیلاب آئیں اور موقعہ بموقعہ جگہ جگہ مذہبی اور فرقہ وارانہ فسادات ہوں۔ سارے ہندوستان کو ایک نہ ایک دن کسی بہت ہی بڑی اور خوفناک مصیبت سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ اس برائی کے خزانے کی بہت اونچی سطح کسی صورت سے نیچے اتاری جائے۔

مختلف ممالک اور نوع انسان کے ذریعے دھیرے دھیرے جمع کئے جانے والے اس برائی کے خزانے کے خلاف فقرا و اولیا بھلائی کے خزانے کو بھرتے رہتے ہیں گزشتہ سالوں کے اندر سب سے بڑی کوشش جو انھوں نے اسکے لئے کی ہے وہ تھیاسوفیکل سوسائٹی کا قیام ہے۔ کیونکہ سوسائیٹی کا مقصد ہے برائی کے اسباب کو سمجھانا اور بھلائی بڑھانے کے طریقے بتانا۔

نازی ازم بے نقاب

مہاتما گاندھی "ہریجن سیوک" میں لکھتے ہیں۔ ایک ہالینڈ کے رہنے والے رقمطراز ہیں۔

آپ کو شاید یاد ہوگا کہ ۱۹۳۱ء میں جب آپ سوئٹزرلینڈ میں روماں رولاں صاحب کے مہمان تھے تو میں نے آپ کی ایک تصویر کھینچی تھی

[redacted]

اس سے قبل بھی ہندوستان میں آزادی حاصل کرنے کے لئے جو تحریک جاری تھی اس کا میں بڑی دلچسپی سے مطالعہ کرتا رہا۔ خصوصیت کے ساتھ آپ کی رہنمائی اور طریق جنگ کا آپ کو معلوم ہے کہ میں ہالینڈ کی رعایا ہوں۔ میں کئی سال تک جرمنی میں رہ چکا ہوں۔ وہاں میں اپنی گزر اوقات کے لئے مزدوری کا پیشہ کرتا تھا۔ جب سات سال قبل نازی شاہی نے جرمنی پر اقتدار حاصل کر لیا تو میرے دل میں کئی اندیشے پیدا ہونے لگے۔ خصوصیت کے ساتھ اپنے تین بچوں کی تعلیم کے بارے میں مجھے کئی بار اندیشہ ہوا کہ آپ سے مشورہ کروں مگر مزید غور کرنے کے بعد میں نے وہ ارادہ بدل دیا۔ اور اپنا معاملہ اطمینان بخش طور سے خود ہی حل کر لیا۔

ایک سال سے میں میونخ کا اپنا گھر چھوڑ کر کچھ عرصے کے لئے ہالینڈ آگیا تھا۔ جب جنگ شروع ہوئی تو بجائے جرمنی لوٹنے کے میں ہالینڈ ہی میں رہ گیا۔ کیونکہ اپنے بچوں کو میں جرمنی کے جنگ کے پرجوش اثر سے بچانا چاہتا تھا۔ دس مئی کو ہر طرح کی مکاری اور بیرحمی کا سہارا لے کر آخر ہالینڈ کو فتح کیا گیا۔ چار روز کی مسلسل بمباری کے بعد ہم انگلینڈ بھاگ گئے اور اب جاما جا رہے ہیں۔ ہمارا مقام پیدائش ہے اس نو آبادی میں میں کوئی معاش کا ذریعہ تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔ لوٹ کھسوٹ کے لئے نہیں بلکہ ایک مہمان کے طور پر۔

یورپ نے تشدد اور ہتھیار کی قوت کو اپنا سہارا بنا لیا ہے۔ قدیم زمانے کی جنگ میں تو پھر بھی جنگ کے مذہبی قواعد کی کچھ پابندی ہوتی تھی۔ مگر نازی ازم نے ان چیزوں کو خیرباد کہہ دیا ہے اور میں سچے دل سے کہہ سکتا ہوں کہ آج کل کے جرمنی نے جس طرح دغابازی، مکاری، اور بزدلی کا استعمال اپنی غرض پوری کرنے کے لئے کیا ہے اس طرح کسی اور ملک نے نہیں کیا۔ چھوٹے بچوں کی پرورش ہی تشدد کے درمیان ہوتی ہے اور ان سے تشدد کرا کر بڑا کیا جاتا ہے۔ نازی جرمنی میں بچوں کو اپنے ماں باپ کے ساتھ دغابازی کرنے کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے اور طرح طرح کی برائیاں سکھائی جاتی ہیں۔

ہرمن رہ شنگ نے ہٹلر کے جذبات، اور تباہ خیز انقلاب، کے نام سے دو کتابیں لکھی ہیں۔ ہٹلر کے پرانے ساتھی ہیں۔ موجودہ نازی جرمنی کی اس کتاب میں واضح تصویر ملتی ہے اور ہر شخص کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ہر ہٹلر کا مقصد ہی اخلاق کی بربادی ہے اور اب تک بہت سے نوجوان جرمن اس کا شکار بن چکے ہیں۔

ہریجن میں آپ کا "جرمنی میں یہودیوں کا مسئلہ" کے عنوان کے تحت مضمون میں نے خاص دلچسپی سے پڑھا تھا کیونکہ وہاں میرے بہت سے یہودی دوست ہیں۔ آپ نے اس مضمون میں لکھا ہے کہ جنگ کے لئے اگر کبھی کوئی صحیح وجہ ہو سکتی ہے تو آج وہ جرمنی کے خلاف جنگ کے لئے موجود ہے۔ مگر اس مضمون میں آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر آپ یہودی ہوتے تو عدم تشدد کے ذریعے نازیوں کا دل پگھلانے کی کوشش کرتے۔ حال میں آپ نے برطانیہ کو یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ ہتھیاروں سے مقابلہ کرنے کے بجائے وہ اپنے جزیرہ کو جرمن حملہ آوروں کے حوالے کر دے اور بعد میں عدم تشدد کے ذریعے فاتح کو مفتوح بنا لے دنیا کی تاریخ میں شاید ایسا کوئی دوسرا شخص نہ ہو جو عدم تشدد کے استعمال کے متعلق آپ سے زیادہ واقفیت رکھتا ہو۔ اس بارے میں آپ کے خیالات کے اثر نے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ دنیا میں کروڑوں آدمیوں کے دلوں میں آپ کے احترام کا جذبہ اور محبت پیدا کر دی ہے۔

x x x

مگر موجودہ نازی جرمنی میں نوجوان طبقہ اپنے دل و دماغ دونوں کی آزادی کھو بیٹھا ہے اور اس طرح انسان کے بجائے وہ مثل مشین کے بن گیا ہے۔ جرمنی کے طریق کار میں بھی مشین ہی کی سی بیرحمی اور بے حسی ہے۔ مشینوں کو چلانے والا بھی جذبات سے خالی اور بے دل مشین ہی ہے بیکس عورتوں اور بچوں کی لاشوں کے اوپر سے اپنے خشکی کے فولادی جہاز چلا کر انھیں کچلنے میں اسے قطعی دریغ نہیں ہوتا اور نہ غیر فوجی شہروں پر بم کے گولے برسا کر سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے میں انھیں کچھ تامل ہوتا ہے انھیں عورتوں اور بچوں کو حملہ کرتے وقت اپنے آگے رکھ کر ڈھال کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے زہر ملی خوراک بانٹ کر ہلاک کرنے کے قصے بھی بن چکے ہیں میں خود کئی ایسے واقعات کے بارے میں گواہی دے سکتا ہوں آپ کے کئی معتقدوں کے ساتھ جرمنی کے خلاف کامیابی سے عدم تشدد کے استعمال کے متعلق میری گفت و شنید ہوئی ہے۔ میرا ایک دوست انگلینڈ میں جرمن قیدیوں پر جرح کرنے کے کام میں لگا تھا اس پر ان جرمن نوجوانوں کی تنگدلی اور اخلاق پستی کا ایسا اثر ہوا کہ اُسے تسلیم کرنا پڑا کہ ایسے مشین قسم کے نوجوانوں کے سامنے عدم تشدد کامیاب نہیں ہو سکتا۔ سب سے خوفناک بات تو یہ ہے کہ ان سات سال کے عرصے میں ہٹلر اس حد تک ان کو پست اخلاق بنانے میں کامیاب ہوا ہے کہ دنیا کی تاریخ میں مجھے کوئی ایسی دوسری مثال نہیں نظر آتی کہ کسی ملک کے باشندوں کا اس قدر اخلاقی زوال ہوا ہو۔

اس دوست نے مجھے اپنا نام اور پتہ بھیجا ہے مجھے نازی بربریت اور وحشت کی اتنی فکر نہیں مجھے فکر تو اس دوست کی اس بات پر ہے کہ انھوں نے یہ مان لیا ہے کہ ہٹلر یا ان جرمن رعایا اتنی بےحس اور مشین کی طرح بے دماغ بن گئی ہے کہ اب اس پر عدم تشدد کا عمل اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ مگر اہنسا پر اگر اچھی طرح عمل کیا جائے تو اس کا اثر ہٹلر اور ان کی دام فریب میں پھنسی ہوئی رعایا پر تو اور بھی یقینی طور پر پڑے گا۔ کوئی شخص ہمیشہ کے لئے مشین کی طرح بے دماغ نہیں بنایا جا سکتا۔ جہاں اس کے سر پر سے اقتدار کا دباؤ بوجھ اٹھا کہ پھر وہ قدرت کے مطابق چلنے لگتا ہے اپنے محدود تجربے کی بنا پر جو اصول اس دوست نے گڑھ لیا ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ عدم تشدد کو اس نے سمجھا

ہی نہیں۔ بیشک حکومت برطانیہ ایسے تجربے نہیں کر سکتی جن پر اُسے ذرا بھی اعتماد نہیں اور اس طرح وہ اپنے آپ کو پریشانی میں نہیں ڈال سکتی۔ لیکن اگر مجھے موقع دیا جائے میری جسمانی طاقت کمزور ہوتے ہوئے بھی ناممکن جیسی نظر آنیوالی بات کے لئے بھی میں بے دھڑک کوشش کر سکتا ہوں۔ کیونکہ عدم تشدد کا عامل اپنے بل پر میدان میں نہیں اُترتا۔ وہ تو ایشوری بل پر بنیاد رکھتا ہے۔ اسلئے اگر میرے لئے راستہ کھول دیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ ایشور مجھے جسمانی طاقت بھی دیدیگا اور وہ میری آواز میں اثر بھی پیدا کردیگا۔ کچھ بھی ہو میری تو ساری زندگی اس طرح تجربات میں گذری ہے۔ مجھ میں کچھ آزاد طاقت ہے یہ میں نے کبھی مانا ہی نہیں۔ ایشور کو نہ ماننے والوں کو شاید اس میں مجبوری و بیکسی کی بو آئیگی۔ اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھ کر ایشور پر قطعی بھروسہ رکھنے کو اگر کمی کہا جائے تو مجھے تسلیم کرنا پڑیگا عدم تشدد کی جڑ میں یہی کمی چھپی ہے۔

عورتوں کا فرض

[ابھی مریتا میں ریاست گوالیار لیڈیز کانفرنس کا پہلا اجلاس کیا گیا تھا کانفرنس کی پریسیڈنٹ محترمہ کرانتی دیوی دینیش نے جو تقریر فرمائی اس کا ایک حصہ ذیل میں شائع کیا جاتا ہے۔]

پردہ

سب سے پہلی بات جو ہمارے گھر کے اور باہر کے کاموں میں قدم قدم پر رکاوٹ ڈالتی ہے۔ وہ ہے پردہ۔ آپ ہی بتایئے اس رسم سے کتنی الجھن پڑتی ہے۔ آپ تو رات دن اس کا تجربہ کرتی ہیں۔ مُنہ بند ہونے سے بہو جی سے کام بگڑ گیا، ساس جی نے بیقصور ڈانٹ دیا، پاس پاس بیٹھی ہونے سے اسٹیشن پر ایک برات کی دلہن دوسری برات کے ساتھ چلی گئی (یہ تو مشہور اخبار کی خبر ہے) گوالیار اسٹیشن پر خسر صاحب بہو کو بھگا لیگئے اور پولیس میں خسر صاحب پردے کی وجہ سے بہو کو پہچان ہی نہ سکے۔ لشکر کا واقعہ ہے کہ آتشبازی والے کے گھر آگ لگی، بہوؤں نے خود نکلنے کی کوشش کی لیکن ساس صاحبہ خود باہر نکل آئیں اور بہوؤں کو پردے کی دہائی دیکر باہر نکال دیا اور وہ بیچاریاں اُسی میں جل مریں اس پردے ہی نے ہم عورتوں کو مجبور، بزدل، کمزور اور غلام بنادیا ہے۔ جنوبی ہند کی بہنوں کو دیکھئے پردے والی بہنوں سے کہیں زیادہ نڈر، دُنیاداری کے کاموں میں ہوشیار اور اپنے بھروسے پر گرہستی کے سارے انتظام کرنیوالی ہوتی ہے۔ اس پر بھی پردے والیوں کے مقابلے میں اُن میں شرم و حیا، عصمت کی حفاظت کے لئے مستقل عزم اور سماج میں اُن کی عزت و توقیر وغیرہ کی بھی کوئی کمی نہیں نظر آتی۔ اصلی پردہ تو آپ کی آنکھوں میں ہونا چاہئے۔ آپ نسوانی رعب، آپ کی حیاداری آپ کی پوری حفاظت کرسکتا ہے۔ آپ کے پردے میں ایک عجیب بات اور بھی ہے۔ آپ پردہ کرتی ہیں اپنے ساس، سسر، جیٹھ وغیرہ بڑے بوڑھے رشتہ داروں جو آپ کو اپنی لڑکی کی طرح مانتے ہیں لیکن غیروں کے سامنے میلے ٹھیلے میں آپ بے دھڑک مُنہ کھول کر گھومتی ہیں جہاں ہزاروں بدمعاش عورتوں پر بُری نگاہیں ڈالنے کے لئے ہی گھومتے ہیں، آپ کے ایسے پردے کے معنی کیا ہیں؟

زیوروں کا شوق

دوسری خطرناک بیماری جو ہم لوگوں میں گھسی ہوئی ہے وہ ہے زیور گہنے پہننے کا شوق اُس نے ہم کو اور بھی بُزدل اور مردوں کی چلتی پھرتی، جائداد منقولہ، بنادیا ہے۔ گہنوں کی بیماری جو ہم نے خود مول لی ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے تو ہمیں ایک مرد چوکیدار کی ہروقت اور ہر جگہ ضرورت رہتی ہے۔ زیور پہننا تو اندھے کو دعوت دینے کی طرح ہے۔ زیور بنوائے تو رات میں گھر میں سکھ کی نیند عورتوں کو نہیں نصیب ہوتی۔ ساتھ ہی گھر باہر ہر جگہ اردلی کی آفت ساتھ لگی رہتی ہے۔ جہاں اپنی عزت کی حفاظت عورتوں نے جان پر کھیل کر کی ہے وہاں اپنے زیوروں کی بھی عورتیں اسی طرح حفاظت کرسکی ہوں اس کی کوئی مثال شاذونادر ہی مل سکے۔ آجکل پیسے کا بہترین استعمال تو یہی مانا جاتا ہے کہ اس سے کوئی تجارت کرکے اُسے اور بڑھایا جائے۔ اگر تجارت کرنے کی سہولیت یا اہلیت نہ ہو تو بینک میں جمع کرکے کچھ نہ کچھ سود تو حاصل کیا ہی جاسکتا ہے۔ سونا چاندی جمع کرنے کو تو مُردہ دولت کہتے ہیں۔ جو صرف صندوقوں میں پڑے رہنے یا دکھاوٹ کے کام آتا ہے۔ سُنار کی بنوائی، ٹانکے کی ملاوٹ اور اس کی حفاظت کے انتظام میں نقصان ہی ہوتا ہے فائدہ کچھ نہیں ہوتا۔ اُس پر بھی اگر یہ دولت گھر ہی پر رکھی رہے تو گھر کی حفاظت کی فکر رہتی ہے۔ ہم اُسے گلے میں لٹکائے پھرتی ہیں اور چور اُسے چرانے کی ترکیب سوچتے رہتے ہیں۔ زیور پہننا ایک بہت بڑا خطرہ ہے اور جس کے باعث روزانہ قتل تک کی خبریں اخباروں میں شائع ہوتی ہیں۔ یہ قتل بھی عورتوں اور لڑکیوں کے ہوتے ہیں جو خود اپنی حفاظت کرنے کے ناقابل ہیں۔ کیا اتنا جان بوجھ کر اور دیکھ سُن کر بھی ہم اسے نہ چھوڑ سکیں گی؟

تیسری اہم بات جو آجکل کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے ہمارا فرض ہوجاتی ہے وہ ہے کھادی پہننا۔ اس سے ملک کی دولت ملک ہی میں رہیگی۔ غریب ہندوستانیوں کے پاس کچھ پیسہ پہنچے گا اور ہمیں غریبوں کی مدد کرنے کا ثواب بھی حاصل ہوگا۔ کھادی کا پیسہ اُن غریب، بوڑھی، بیوہ عورتوں ہی کو کتائی کی شکل میں زیادہ ملتا ہے جو اپنے خاندان کی عزت کے باعث گھر سے باہر دوسری مزدوری کرنے یا جسمانی کمزوری کے باعث اور کوئی پیشہ کرنے سے معذور ہیں۔ جن کو پالنے پوسنے والا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اور پیسہ عورتوں ہی کو زیادہ ملتا ہے۔ اسلئے بھی عورتوں کا مردوں سے پہلے اور اُن سے زیادہ فرض ہے کہ وہ ہاتھ کی کتی بُنی خالص کھادی ہی پہنیں۔ جو بہنیں گراں ہونے کی وجہ سے کھادی خرید نہیں سکتیں وہ خود چرخہ چلا کر باریک سے باریک کھادی اپنے ہاتھ کے کتے سوت سے بنوا سکتی ہیں جو ملوں کے کپڑوں سے بھی سستی پڑتی ہے۔

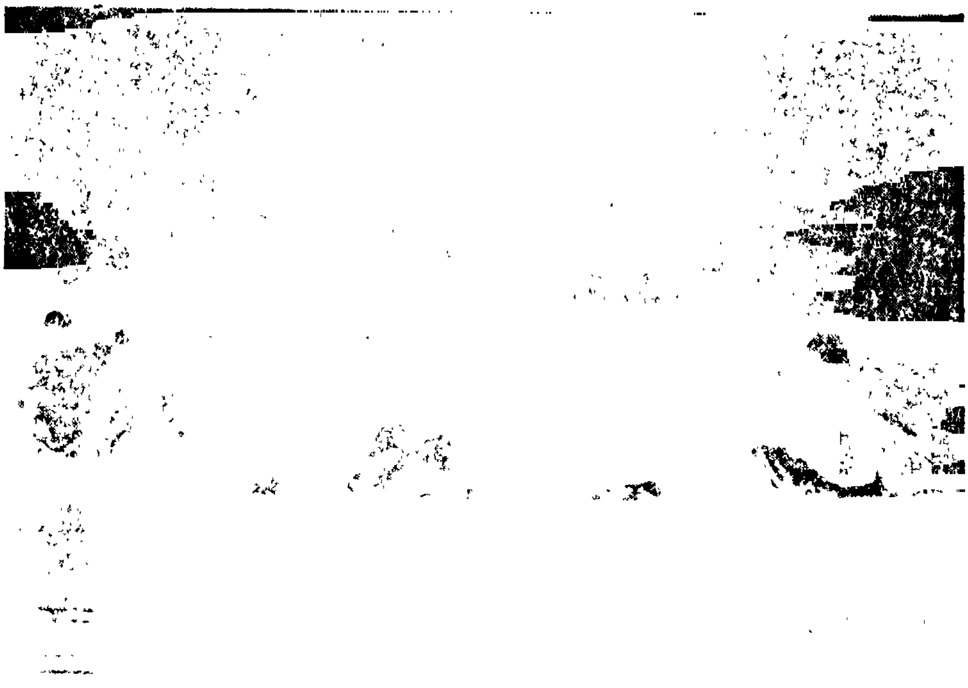




مس روز
جنھوں نے ایک فلم میں ایک مزدور عورت کا پارٹ کیا۔



ساؤتھ ویلز (آسٹریلیا) کی لڑکیاں ہاتھ اور پاؤں سے تیر چلانے کی مشق کر رہی ہیں۔



"دریا میں کشتی"





مس روز
جنھوں نے ایک فلم میں ایک مزدور عورت کا پارٹ کیا۔



ساؤتھ ویلز (آسٹریلیا) کی لڑکیاں ہاتھ اور پاؤں سے تیر چلانے کی مشق کر رہی ہیں۔



"دریا میں کشتی"

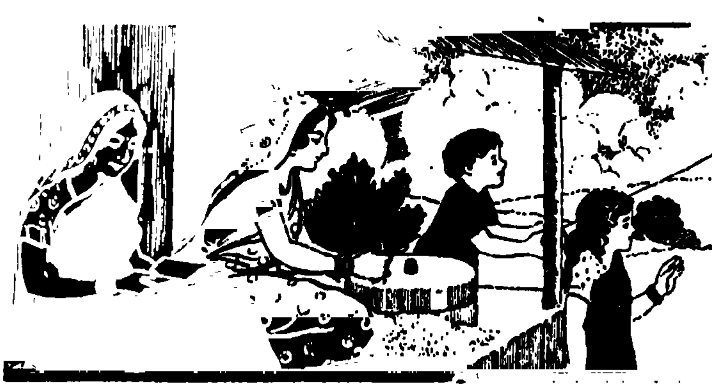
[redacted]



دریا کا کنارہ



پریذیڈنٹ روزویلٹ ۔ اس سال یہ سابق عہدہ کے اُمیدوار ہیں اور اُمید ہے کہ اس الیکشن میں آپ ہی کامیاب ہونگے



عورتوں اور بچوں کی دنیا

چھوٹے بچے اور کھیل کود

از محترمہ کرشنا ہتی سنگھ

اکثر بچے ایسا کھیل کھیلتے ہیں جسے بڑے نہیں پسند کرتے تو انھیں ڈانٹا جاتا ہے اور کھیلنے کے بجائے کوئی اور کام کرنے کو کہا جاتا ہے۔ سرپرست یہ نہیں سمجھ پاتے کہ فلاں کھیل بچے کیوں پسند کرتے ہیں۔ لیکن عام بچوں سے آپ یہ سوال کیجئے تو وہ آپ کے سوال کو سراسر احمقانہ اور غیر ضروری سمجھے گا۔ لڑکے جو کھیل بھی کھیلتے ہیں اس کے کھیلنے کے لئے اُن کے دل میں خواہش ہوتی ہے اور وہ خواہش خود بخود پیدا ہوتی ہے۔ ایک انگریز فلاسفر کا قول ہے کہ کھیل کی خواہش دماغ کی فاضل قوت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ چونکہ لڑکوں کی سبھی ضرورتیں اُن کے والدین پوری کر دیتے ہیں اس لئے اُس کے پاس کافی طاقت بچ جاتی ہے جس کا استعمال وہ کھیلنے میں کرتا ہے۔ بچہ کھیلنے والا ایک جانور ہے۔ کھیل اُس کی بناوٹ کا ایک جز ہے۔ لہذا وہ کھیلے گا ضرور خواہ اُس کے پاس فالتو قوت ہو یا نہ ہو۔

مقصد

کھیل کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ دیکھنے میں بیکار معلوم ہوتے ہیں لیکن دراصل اُنہیں بہت بڑے مقصد پوشیدہ ہوتے ہیں۔ کچھ بچے خصوصاً لڑکے ایسے کھیلوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں جن کے کھیلنے میں محنت کرنی ہوتی ہے۔ وہ سخت مزاجی کا اظہار کرتے ہیں لیکن ایسے بھی بچے ہوتے ہیں جو پُر سکون کھیلوں کو پسند کرتے ہیں اور اپنے ساتھیوں کی بہ نسبت زیادہ سیدھے ہوتے ہیں۔ اِن اوصاف سے بچے کے مزاج کیرکٹر اور حالات کا پتہ چلتا ہے۔ مطمئن اور سکون پسند بچہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اُس کا کنبہ مطمئن اور خوشحال ہے جہاں گالیوں اور بیہودہ الفاظ کا استعمال قطعی ہوتا ہی نہیں۔ اس کے برعکس ضدی اور شریر بچے کو خوش حال کنبہ نہیں ملا۔ وہ اپنے بڑوں سے پٹا کرتا ہے اس لئے وہ اپنے سے چھوٹے اور کمزوروں کو پیٹتا ہے۔ اُس کا مقصد صرف بدلہ لینا ہوتا ہے۔ اسمیں جو بھی برے جذبے ہونگے وہ کھیلتے وقت ظاہر ہو جائیں گے۔ کھیل کا تعلق مزاج سے ہے اور سبھی کھیل بچے کی زندگی میں سنجیدہ کام کرنے کے قابل بناتے ہیں۔ عادتیں، نیز بہت سی خوبیاں مثلاً ہمت، خود اعتمادی، استقلال اور کام میں جی لگانا وغیرہ بچے کھیل ہی کے ذریعے سیکھتے ہیں



شریمتی کرشنا ہتی سنگھ

کھیل

ایک سال سے تین سال تک کی عمر کے بچے جذبات کو استعمال میں لانے کے کھیل کھیلتے ہیں۔ جن سے اُن میں جذبات بیدار ہوتے ہیں۔ وہی کھیل کھیلنا وہ پسند کرتے ہیں۔ چار سے سات سال کے درمیان اُن کے کھیل زیادہ مکمل ہو جاتے ہیں۔ خیالات زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں اور ساتھ کرنے میں لطف آنے لگتا ہے۔ کھلونے بچے کے دماغ کو زیادہ مصروف رکھتے ہیں اور بچہ اپنے اعضاء پر کنٹرول کرنے کی زیادہ اہلیت رکھتا ہے۔ اس لئے بچوں کو ایسے کھلونے دیئے جانے چاہئیں جن سے اُس کی نہ صرف تفریح ہوتی ہو بلکہ اُس سے اُسے کچھ سبق بھی ملے۔ آٹھ سے بارہ سال تک کی عمر کے بچے کے لئے اپنے کو تبدیلی کے مطابق بنانے کے لئے ہے۔ اس وقت پھیلاؤ دھیرے دھیرے لیکن طاقت بہت تیزی سے بڑھتی ہے۔ یہ عمر بچے کے لئے سب سے زیادہ کام کرنے کی ہوتی ہے لہذا اُسے زیادہ سے زیادہ کھیلنے دینا چاہئے۔ اس وقت اس کا اشتیاق اور تخیل دونوں ترقی پر ہوتے ہیں لہذا اُن کا انتظام بڑی ہوشیاری سے کیا جانا چاہئے۔ اکثر لوگوں کی فطرت ہوتی ہے کہ وہ بچوں کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ اُنھیں کون سے کھیل کھیلنے چاہئیں اور کون سے نہ کھیلنے چاہئیں۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے لڑکوں کو اپنی مرضی سے کھیلوں کا انتخاب کر دینا چاہئے۔ اور وہ کھیلوں کو اپنے شوق کے مطابق ہی محنت کریں گے۔ اُنھیں کوئی ایسا کھیل کھیلنے کے لئے مجبور نہ کرنا چاہئے جسے کوئی دوسرا شخص اچھا

سمجھتا ہے۔ اس عمر میں بچّے اپنی زندگی کے سلسلے میں جلد ہوشیار ہوتے ہیں اس لئے انھیں اپنے آپ نشو نما پانے دینا چاہئے۔

تبدیلی

عمر بڑھنے کے ساتھ ہی ساتھ اس کی ذہنی جسمانی اور تخیلی ترقی ہوتی ہے۔ گھر کے باہر کے کھیل اب اس کے لئے ضروری نہیں رہتے۔ بچپن میں لڑکے لڑکیوں کے اور لڑکیاں لڑکوں کے کھیل کی طرف زیادہ متوجہ نہیں ہوتیں۔ لیکن اس عمر میں تبدیلی ہوتی ہے اور ان میں باہمی دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ کھیل کا جہاں تک تعلق ہے لڑکیوں کی جسمانی کمزوری ان کے لئے روکاوٹ ہوتی ہے کیونکہ سماجی اور رسم ورواج کی پابندی کے باعث وہ اپنے بہت سے قدرتی افعال کے ارتکاب سے معذور رہتی ہیں۔ کھیل بچّوں کے لئے بہت ضروری ہوتا ہے۔ کھیل ہی پر اُن کی جسمانی دماغی، سماجی اور مذہبی عادتوں کا دارومدار ہے۔ کھیل کے بغیر بچّہ کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ ایک ماہر نفسیات کا بیان ہے کہ ایک بچّہ تین سال میں اتنا ہی سیکھتا ہے جتنا وہ یونیورسٹی کی پوری تعلیم میں سیکھتا ہے۔ وہ وقت گیا جب ہمارے اسلاف کھیل کو بیکار سمجھتے تھے۔ اب تو اس کے برعکس جو بچّے نہیں کھیلتے اس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔

یہ بات ناقابل تردید ہے کہ کھیل سے ورزش کے ساتھ ہی بہت سی خوبیاں ترقی بھی کرتی ہیں۔ کھیل سرپرستوں اور اُستادوں سے کہیں زیادہ تعلیم دیتے ہیں کھیل سے تخیل، فیصلہ کرنے کی قوت وغیرہ خوبیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس سے کیرکٹر میں کئی قسم کی اصلاح ہوتی ہے۔ انصاف ایمانداری وغیرہ خوبیاں کھیل ہی کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ کھیل کی جسمانی اور صحت کے متعلق فوائد سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ بچّوں کو کھیلنے کا پورا موقع دیا جائے۔

چمپانزی

از جناب دیودت وید بی۔ اے

چمپانزی ایک قسم کا بندر ہے۔ اس کا چہرہ انسان سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے یہ زیادہ افریقہ کے گھنے جنگلوں میں پایا جاتا ہے اور اکثر اونچے درختوں ہی پر رہتا ہے۔ گرمی کے دنوں میں وہ ایسی ہی جگہ رہتا ہے جہاں وہ اپنے کو دھوپ سے بچا سکے۔ وہ ایسی ہی چیزیں زیادہ پسند کرتا ہے جنھیں پیٹنے پر خوب آواز نکل سکے۔ انگلینڈ کے ایک مصنف نے چمپانزی پال رکھا تھا جو دن



ٹوٹو نامی چمپانزی جسے دیکھنے کے لئے انگلینڈ میں روزانہ کافی بھیڑ اکٹھی ہوا کرتی تھی۔

رات میں ایک ٹین کا ڈبہ کئی بار بجاتا اور خوش ہوتا ہے۔ ایک بار ایک چمپانزی کہیں سے ڈھولک چرا لایا۔ اسے وہ درخت پر بیٹھکر کئی روز تک بجاتا رہا۔

چمپانزی اپنی ہوشیاری کے لئے مشہور ہے۔ جو کچھ باتیں اُسے سکھائی جاتی ہیں انھیں



چمپانزی اخباروں کی تصویریں بڑے شوق سے دیکھ رہے ہیں

وہ تھوڑے ہی دنوں میں آسانی سے سیکھ لیتا ہے اور بہت دنوں تک یاد رکھتا ہے۔ اس کی سمجھداری دیکھکر امریکہ میں ایک ایسا اسکول کھولا گیا ہے جس میں چمپانزی پالے جاتے ہیں اور اُنھیں طرح طرح کی باتیں سکھائی جاتی ہیں۔ اُنھیں معمولی باتوں کے علاوہ سکّہ پہچاننا اور ان کی قدر کرنا بھی سکھایا جاتا ہے۔ اس کے لئے اُنھیں پہلے کئی رنگین چھوٹے بڑے ٹکڑے دیئے جاتے ہیں اور یہ سکھایا جاتا ہے کہ کتنے ٹکڑے دینے پر کیلا سیب یا روٹی کا ٹکڑا ملتا ہے۔ دھیرے دھیرے وہ سکّوں کی صحیح قیمت سمجھ جاتے ہیں۔

کچھ چمپانزی اتنے عقلمند ہوتے ہیں کہ اُن کے کاموں کو دیکھکر دانتوں تلے اُنگلی دبانی پڑتی ہے۔ لندن کے عجائب گھر میں "سیلی" نامی ایک چمپانزی زمین پر چھ تک کی گنتی گن سکتا ہے۔ چمپانزی کی یہ خاص عادت ہوتی ہے کہ وہ دیکھی ہوئی چیزوں کی نقل کرنی شروع کر دیتا ہے۔ ایک بار ایک سرکس کا مالک تھیٹر دیکھنے گیا۔ وہ اپنے ساتھ سرکس کا چمپانزی بھی لے گیا تھا۔ چمپانزی پورا تماشہ خاموشی سے دیکھتا رہا۔ اُسے مسخرے کا پاٹ کافی پسند آیا۔ دوسرے روز رات کو جب سرکس کا کھیل شروع ہوا تو چمپانزی نے تھیٹر کے مسخرے کی طرح اچھلنا کودنا اور منہ مٹکانا شروع کر دیا۔ لوگ اُسے دیکھکر ہنسی نہیں روک سکے۔ اس چمپانزی کا مٹکانا دیکھنے کے لئے روزانہ بہت بڑا مجمع جمع ہوتا۔ اس سے سرکس کے مالک نے





چمپانزی باجا بجانا اور ناچنا سیکھ رہے ہیں



ایک چمپانزی اپنے بچے کو کپڑے پہنا رہا ہے ۔

کافی روپئے پیدا کئے ۔

چمپانزی صرف نقل ہی نہیں کرسکتا بلکہ وہ انسان کی طرح سوچتا بھی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی کبھی عقلمندی کے کام بھی کرتا ہے ۔ ایک بار ایک دعوت میں چمپانزی کا ایک بچہ بٹھال دیا گیا جو حال ہی میں افریقہ کے جنگلوں سے پکڑ کر لایا گیا تھا۔ وہ چمپانزی کبھی دعوت میں شامل نہیں ہوا تھا ۔ پھر بھی اس نے دعوت میں آئی ہوئی چیزیں اس طرح کھائیں کہ سب لوگ دنگ ہوگئے ۔ اُس نے اور لوگوں کی طرح کھانے کی چیزیں ہاتھ سے نہ چھوئیں اور باقاعدہ کانٹے اور چھری کا استعمال کیا ۔ اس نے گلاس ہی سے پانی بھی پیا ۔ دعوت کے آخر میں پھلوں سے بھری ہوئی طشتریاں لائی گئیں۔ پھل دیکھکر اس کے منہ میں پانی بھر گیا ۔ اور وہ اُسے کھانے کے لئے جھپٹ پڑا ۔ لوگ اس کا اشتیاق سمجھ گئے اور ہنسنے لگے ۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا اور وہ سنجیدہ ہوگیا ۔ اور اُسے اتنی شرمندگی ہوئی کہ اُس نے پھلوں کی طشتری اسی طرح رہنے دی ۔

کچھ چمپانزی اتنے عقلمند ہوتے ہیں کہ وہ اپنے کٹگھرے میں بند ہونے والے تالے کی کنجی گچھے میں سے آسانی سے نکال لیتے ہیں لندن کے چڑیا گھر میں چمپانزی کو چائے کی پارٹی دی جاتی ہے ۔ اس قسم کی پارٹی میں صرف سات سال کی عمر تک کے چمپانزی ہی بٹھائے جاتے ہیں کیونکہ اس سے زیادہ عمر کے چمپانزی کافی مضبوط ہوتے ہیں اور چھوٹنے پر اتنے اُچھلتے کودتے ہیں کہ انھیں ایک جگہ رکھنا بہت دشوار ہوجاتا ہے ۔

سائنس دانوں نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ بچپن میں چمپانزی اور انسان کے بچوں کا دماغ قریب قریب یکساں کام کرتا ہے ۔ ایک بار چمپانزی کا ایک بچہ اور ایک انگریز کا لڑکا ساتھ ساتھ پالے گئے ۔ لڑکے کی

اس چمپانزی کو اپنا نام لکھنا آتا ہے اس نے اپنا نام (میری) انگریزی میں لکھ رکھا ہے

سہ چمپانزی کی عمر صرف دو ماہ زیادہ تھی۔ دونوں ساتھ ساتھ نہاتے دھوتے اور کھانا کھاتے تھے۔ دونوں کی عادت بالکل ملتی جلتی تھی۔ جب کوئی تصویر کی کتاب اُنھیں دی جاتی تو وہ اُنھیں نوچنے کی کوشش کرتے۔ چمپانزی کا بچہ برتنوں کا استعمال اس صفائی سے کرتا تھا کہ وہ کبھی ٹوٹتے نہیں تھے۔

چمپانزی اپنے دوستوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں۔ انگلینڈ کے ایک شخص نے دو چمپانزی پال رکھے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام لولو اور دوسرے (بندریا) کا نام میری تھا۔ میری اتنی ہوشیار تھی کہ وہ اپنا نام انگریزی میں لکھ لیتی تھی۔ اُسے دیکھنے کے لئے روزانہ بہت بڑی بھیڑ جمع ہوتی تھی۔ میری کے مالک نے ایک کتا بھی پال رکھا تھا جو میری کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ میری لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر چائے پیتی اور سگریٹ خود جلاتی۔ وہ کتے کو ساتھ لے کر کشتی میں بیٹھ کر ندی کی سیر کرتی۔ ایک بار کتا کشتی سے گر گیا تو میری نے اُسے ڈوبنے سے بچا لیا اور اُسے اس کی لاپروائی کی سزا کے طور پر اُسے کئی چپتیں رسید کیں۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اُسے چومنے اور پیار کرنے لگی۔ ایک بار میری کا ایک دانت ہلنے لگا۔ وہ اپنے مالک کے پاس گئی۔ اُس نے ہلتا ہوا دانت نکال دیا۔ اس سے میری کو کافی تکلیف ہوئی لیکن وہ کچھ بولی نہیں۔

گاؤں کے گیت

یہاں ہم ہر ماہ کوئی ایسا گیت شائع کیا کریں گے جو کسی نہ کسی ضلع کے دیہاتوں میں رائج ہو۔ یہاں جو گیت شائع کیا جاتا ہے وہ اودھی بولی میں لکھا گیا ہے۔

ہندوستان کے کسان

از جناب مہیش، بریلی

دکھیا ہیں بھارت کے کسان۔
کھیت ماں اپنے بووت ہیں گیہوں، جو، مکئی، مٹر، دھان۔ دکھیا...
تڑکے بل لے کے جات رہے، پورے دن جوتت کھیت رہے
جب ہوت سانجھ، دن بوڑ جات، لوٹت کھیتن سے کرت بات
بہتوں خوش ہووت ہیں کسان۔ دکھیا...
گرمن کے تپت دوپہری ماں، ساون کے رم جھم پانی ماں
جاڑن کے ٹھنڈی راتن ماں، کانپت تھر تھر کے گاتن ماں
اپنے دن کاٹت ہیں کسان۔ دکھیا...
جب فصل کھپت تیار ہوت، ادہی دیکھ دیکھ ہے سکھی ہوت
لڑکا بٹیا لے پہنچ جات، کاٹت ہنس ہنس کے گھر لے لات
اتنے پرجیوت ہیں کسان۔ دکھیا...
پر ہائے کارندہ پہنچے جات، آدھی روتی ماں تو چھین لیت
موٹے موٹے وہی زمیندار، نہیں دے تو کرت اتیاچار
ادھ پیٹ رہت سوتے کسان۔ دکھیا...
دن ایسے بیت چلے جات، انکو دکھ ہے سب کا سنات
اب سال تین سے کانگریس ہے، جو انکے ہت سب کچھ کر رہی ہے
اب جلدی سکھ پیہیں کسان۔ دکھیا...
گاندھی بابا بھارت ماں، ایسو بھیا ہوئی سکت نا ہیں
ایک اوڑھے سال دو سال کا، دو سر تر سے ایک کرتی کا
چلہیں سب کے ساتھ ہی کسان۔ دکھیا...
سب گاؤں ماں اسکول کھلیں، تمکا مفتے ماں دوا سے ملے
کھیتن کے باہر بیج ملیں، سننے کا اچھے گیت ملیں
اب سکھ سے سوئیں تم کسان۔ دکھیا...



اپنے تجربات

گاؤں میں اُداسی کیوں چھائی ہوئی ہے؟

ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ بزرگ نے، جو اپنی قابلیت کے مطابق ملازمت وغیرہ نہ پا سکنے کے باعث ایک گاؤں میں بس گئے ہیں اور گذشتہ کئی سالوں سے صرف کھیتی کے ذریعہ اپنی گذر اوقات کر رہے ہیں ہمارے پاس ایک طویل خط بھیجا ہے وہ اپنا نام نہیں ظاہر کرنا چاہتے اسلئے ہم انکا نام نکال کر ذیل میں انکا خط شائع کر رہے ہیں۔

"دیہاتوں کی زندگی پژمردگی کی زندگی ہے۔ جس طرح دیہاتوں میں سردی، گرمی اور برسات وغیرہ موسم آتے ہیں اُسی طرح خوشی کے بھی کچھ دن آتے ہیں اور اُن دنوں میں گاؤں والے جو خوشیاں مناتے ہیں وہ انکی حقیقی خوشی ہے یا وہ اپنی روایات قائم کرتے آرہے ہیں یہ جاننا مشکل ہے۔ مجھے ایک گاؤں میں رہتے ہوئے تقریباً دس سال ہوگئے۔ گذشتہ تین سال تک چونکہ مجھے کھیتی وغیرہ کا کوئی تجربہ نہیں تھا میں نے اپنی روزمرّہ زندگی کو گاؤں والوں کی روزمرّہ زندگی کے مطابق ہی بنایا۔ تین سال کے بعد میں نے روزمرّہ زندگی میں کچھ تبدیلی کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ میں نے وہ تبدیلیاں کیں اور اس سے مجھے فائدہ ہوا۔ اُسی کا ذکر میں آپ کے ذریعے قارئین تک پہنچانا چاہتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ میرے تجربے سے وہ بھی فائدہ اُٹھائیں۔

گاؤں کی روزمرّہ زندگی بالکل اُسی طرح چلتی ہے جس طرح ریل گاڑی اپنی پٹریوں پر چلتی ہے۔ اُس میں ذرا بھی اِدھر اُدھر ہونے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ میرا خیال ہے کہ گاؤں میں جو پژمردگی چھائی ہوئی ہے اس کا سب سے بڑا سبب یہی ہے۔ وہ اپنی زندگی میں عقل کا استعمال نہیں کرتے جس کی مدد سے اُس میں بہت کچھ تبدیلی کی جا سکتی ہے۔ ایسی باتوں کا ذکر بھی گاؤں والے برداشت نہیں کر سکتے میں آپ کے سامنے ایک چھوٹی سی مثال پیش کرتا ہوں۔

شروع میں کھیتی کرنے کے لئے میں نے دو بیل رکھے۔ ان میں سے ایک بیل کنوار کے مہینہ میں گر گیا۔ اسلئے دوسرے سال میں نے ایک ہی ہل پر تین بیل رکھے اور اُن تینوں کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ پھر بھی اُن میں سے ایک بیل گر گیا اور ہلواہا بھی کافی کمزور ہوگیا۔ میں سوچنے لگا کہ آخر اس کا سبب کیا ہو سکتا ہے؟ بالآخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اس کی وجہ کنوار اور کاتک کی سخت دھوپ ہے۔ کسان اس دھوپ میں دن دن بھر ننگے بدن ہل چلاتے ہیں اور اسی لئے اُن کے جسم کی قوت اتنی کم ہو جاتی ہے کہ وہ ملیریا یا زکام کے معمولی حملوں کو بھی نہیں سنبھال سکتے اور بیمار ہو جاتے ہیں۔ الٰہ آباد، باندہ اور کانپور وغیرہ اضلاع میں جس کو فصلی بخار کہتے ہیں وہ در اصل اسی دھوپ میں رہنے کا نتیجہ ہے۔ اپنے چار سال کی کھیتی کے تجربے کے بعد میں نے سوچا کہ کنوار اور کاتک میں اگر بیلوں کو دن بھر چھٹی دی جائے اور رات کو ہل چلائے جائیں تو کیا بیجا ہے؟ میں نے اپنے ہلواہے کے سامنے یہ تجویز پیش کی۔ اُس نے کہا۔ مہاراج یہ انہونی بات ہے۔ رات کو زمین کیسے جوتی جائیگی؟"

لیکن میں اپنی بات پر اڑ گیا اور اُسے رات میں کام کرنے کے لئے مجبور کیا۔ جب اس نے بھوت پریت وغیرہ کا بہانہ کیا تو میں نے کہا کہ میں برابر تیرے ساتھ رہونگا۔ اس پر وہ راضی ہوگیا۔

ان دو مہینوں میں ہم لوگ دن میں آرام کرتے اور بیلوں کو کھلاتے پلاتے شام کو کھیت پر ہل بیل لیکر پہنچ جاتے۔ ان مہینوں کی تاروں بھری راتیں بڑی سہانی ہوتی ہیں اور چاندنی راتوں کا تو کہنا ہی کیا۔ پُرسکون راتوں کھیت اچھے جوتے گئے اور دن کی سخت دھوپ بھی نہ برداشت کرنی پڑی۔ اس کا سب سے بڑا نتیجہ یہ ہوا نہ کوئی بیل گرا اور نہ ہلواہا ہی بیمار پڑا۔ اور کام بھی اچھا ہوا۔

میرے کہنے کا مطلب یہ ہے اگر کسان چاہیں تو مہینے کے لحاظ سے اپنے پروگرام میں تبدیلی کرکے اپنی صحت اچھی رکھ سکتے ہیں اور اپنا کام بھی اچھا کر سکتے ہیں۔ دیہاتوں میں میں نے شادی بیاہ کے دنوں میں یہ اچھا رواج دیکھا ہے کہ براتیں زیادہ تر رات میں چلتی ہیں اور شادی بیاہ بھی رات ہی میں ہوتے ہیں۔ جیٹھ کی وہ راتیں کتنی سہانی ہوتی ہیں؟ یہ کام اگر دن میں ہو تو سارا مزہ جاتا رہے۔ جب جیٹھ کی راتوں میں براتیں یا لمبے سفر کر سکتے ہیں تو گرہستی کے چھوٹے چھوٹے کام بھی رات میں انجام دیئے جائیں تو کیا حرج ہے۔ رات میں نہ سہی تو بالکل تڑکے شروع کرکے اس وقت تک کر سکتے ہیں جب تک کہ سخت دھوپ نہ ہو اور شام کو اس وقت کام شروع کر سکتے ہیں جب دھوپ ہلکی پڑ جائے۔ اور رات بہت زیادہ نہ ہو جائے اس طرح پروگرام میں تبدیلی کرنے سے مجھے بہت آرام ملا اور جس گاؤں میں میں نے اس طرح کا کام شروع کیا اُس گاؤں کے باشندوں کو بھی آرام ملا۔ جس طرح کسانوں کا کام کھیتوں میں بندھا ہوا ہے اُسی طرح ان کی عورتوں کا کام بھی بندھا ہوا ہے۔ مثلاً رات گزرنے کے بعد کا سب سے پہلا کام ہے مکھن نکالنا۔ اُسکے بعد گھر میں جھاڑو دینا۔ اس کے بعد کوڑا پھینکنا وغیرہ وغیرہ۔ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو دہی سے مکھن صبح ہی نکالا جائیگا۔ گھر میں جھاڑو سورج نکلنے کے پہلے ہی دیجائیگی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گرمی کے دنوں میں شام کو جھاڑو دیدیجائے اور صبح دوسرا کام کیا جائے۔ اسی قسم کی بہت سی تبدیلیاں کر دینے سے ہمارے کام میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی بلکہ آسانی ہوتی ہے اور آرام ملتا ہے۔ کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم گاؤں کے رہنے والے اپنے سامنے وہی باوا آدم کے زمانے کا ٹائم ٹیبل نہ رکھیں بلکہ حسب ضرورت اور موسم کے لحاظ سے اُس میں ترمیم کیوں نہ کریں۔ میں ایک

۔۔ ذرا سی بات گھر چھا سنے کی لیتا ہوں۔ دیہاتوں میں عموماً جیٹھ کی دوپہروں میں گھر چھائے جاتے ہیں وہ ان کی تیز دھوپ برداشت کرتے ہیں اور کتنے ہی تو کھلے سر اور ننگے بدن کھپریلوں پر چڑھے رہتے ہیں اور تیز دھوپ برداشت کرتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اس طرح انکی دھوپ برداشت کرنے کی طاقت بڑھتی ہے لیکن ہم یہ بھی بالکل صحیح سمجھتے ہیں کہ اس سے اُن کی صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ اگر یہی کام چاندنی راتوں میں یا صبح شام کر لیا جائے تو کتنا اچھا ہو۔

ہم قارئین کی توجہ اس خط کی باتوں کی طرف خاص طور سے دلاتے ہیں۔ اس کی باتیں واقعی قابل غور ہیں۔ اچھے موسم اور وقت میں کام کرنے سے دل بھی خوش رہتا ہے اور نیند بھی آتی ہے۔ کنوار کی دھوپ میں کھیت جوتنے کے مقابلے میں کنوار کی چاندنی راتوں میں کھیت جوتنے میں زیادہ لطف آئے گا اور کام بھی اچھا ہوگا کوئی ضروری نہیں کہ ہم اپنی روزمرہ زندگی کو ایک ہی ڈھرے پر چلاتے رہیں اور اپنی ضرورت و آرام کے لحاظ سے اُس میں تبدیلی نہ کریں اُمید ہے کہ ہل کے قارئین ان باتوں پر غور کریں گے اور ہمیں اپنے تجربے سے مطلع کریں گے۔

یورپ کی جنگ

یورپ کی لڑائی ابھی ختم ہوتی نہیں نظر آتی۔ اس کی تباہ کاری بھی ابھی ویسی ہی ہے۔ جرمن ہوائی جہازوں کے انگلینڈ پر خصوصاً شہر لندن پر اور عام شہریوں پر اُسی طرح حملے جاری ہیں۔ انکے جواب میں انگلینڈ کے ہوائی جہاز برلن پر اور جرمنی کے دیگر اہم فوجی مرکزوں پر بمباری کر رہے ہیں۔ اس طرح یہ لڑائی کب تک چلے گی؟ غریب شہریوں کا قتل کب تک جاری رہے گا اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ جب تک دو میں ایک کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ یہ لڑائی ختم نہیں ہو سکتی۔

بہرحال ایک بات تو اب واضح ہوگئی ہے کہ جرمنی اپنے اعلان کے مطابق انگلینڈ پر حملہ کرنے میں ناکام رہا ہے اور انگلستان، خصوصاً لندن کے باشندوں نے جس ضبط و استقلال کے ساتھ جرمنی کے مسلسل حملوں کا مقابلہ کیا ہے وہ اس جنگ کی تاریخ کا ایک اہم ترین واقعہ ہے۔ جس طرح جرمنی نے ہالینڈ، بلجیم، ڈنمارک اور فرانس وغیرہ کو دہشت زدہ کر کے شکست دی ہے اس طرح اُسے انگلینڈ کو دہشت زدہ کرنا ناممکن ہوگیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اب انگلستان اور جرمنی کے درمیان جم کر لڑائی ہوگی اس لڑائی میں ہار یا جیت حسب ذیل باتوں پر منحصر ہے۔

(۱) جنگی ہوائی جہاز بنانے میں کون آگے جا سکتا ہے؟

(۲) کس کو برابر کچا مال برابر مل سکتا ہے؟

(۳) کون کس کے گرد گھیرا ڈال کر کھانے کا سامان پہنچانے میں زیادہ دشواریاں پیدا کر سکتا ہے؟

اب انھیں تینوں باتوں کو پیش نظر رکھ کر لڑائی ہو رہی ہے اور دونوں طرف سے دُنیا میں سیاسی داؤں پینچ بھی کھیلے جا رہے ہیں۔

انگلینڈ کا بحری جنگی بیڑہ برقرار ہے جسکے ذریعے انگلستان، جرمنی کو اور اُس کے مفتوحہ ممالک کو گھیرا ڈال کر کھانے کا سامان پہنچانے میں پوری رکاوٹ ڈال سکتا ہے۔ کچا مال برطانیہ کو اپنی سلطنت سے جرمنی کے مقابلے میں زیادہ مل سکتا ہے۔ اور نئے جنگی ہوائی جہاز بنانے میں وہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت جلد جرمنی سے آگے بڑھ جائے گا۔ ادھر امریکہ اور روس کا رُخ بھی برطانیہ کے موافق معلوم ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں ظاہر تو یہی کرتی ہیں کہ آخر میں جرمنی کو برطانیہ کے آگے گھٹنے ٹیک دینے پڑیں گے۔ مگر اس درمیان میں یورپ میں جو قتل و غارتگری کا بازار گرم ہے اس سے جو خوبصورت خوبصورت شہر، عمارتیں اور تاریخی اہمیت رکھنے والے مقامات تباہ ہو رہے ہیں۔ اُن کی تلافی کیا کبھی ممکن ہے؟ ادھر یورپ میں وہ کشت و خون ہو رہا ہے ادھر مہاتما گاندھی یہ خواب دیکھ رہے ہیں کہ اُن کے اصول عدم تشدد کا ایک نہ ایک روز سارے یورپ پر اثر ہوگا۔ اور وہ دُنیا میں امن قائم کرنے کا فخر حاصل کرینگے۔ وہ کہتے ہیں "مجھے کیسے معلوم کہ نہ صرف برطانیہ اور ہندوستان کے درمیان بلکہ ساری دُنیا کی جنگ عظیم میں پڑی ہوئی قوموں کے درمیان صلح اور امن قائم کرانے کا باعث میں بنوں۔ مجھے اُمید ہے کہ کم سے کم وہ لوگ جو جانتے ہیں کہ میرا اعتقاد ڈھونگ نہیں ہے۔ بلکہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں، اس بات سے بھی زیادہ سچ ہے۔ میری اس خواہش میں تکبر کی جھلک نہ دیکھیں گے۔"

سمجھ میں نہیں آتا کہ مہاتما گاندھی کے عدم تشدد کا ہٹلر اور مسولینی پر کیسے اثر ہوگا پھر بھی ہم دُعا کرتے ہیں کہ اُن کی خواہش پوری ہو اور اُن کی بات صحیح نکلے۔

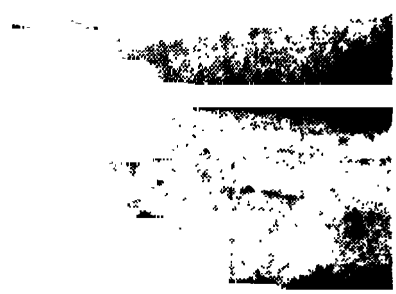
برما روڈ کھلی

گذشتہ ۱۸ اکتوبر سے چین کو جانے والی برما روڈ پھر کھل گئی ہے اور آزادی سے چین میں سامان جنگ پہنچ رہا ہے۔ ۳ ماہ کے لئے برطانیہ نے اس سڑک کو جاپان کے کہنے سے بند کر دیا تھا۔ جب حکومت برطانیہ نے یہ سڑک بند کی تھی تو کتنے ہی انگریزی اخباروں نے برطانیہ کی اِس پالیسی کی تائید نہیں کی تھی۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اس سے جاپان کا حوصلہ اور بڑھ جائیگا۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ جاپان کے بارے



برما چین سڑک کا ایک منظر

میں حکومت برطانیہ نے اپنی نرم پالیسی کو چھوڑ کر اب کڑا رُخ اختیار کیا ہے۔ برطانیہ کی اس پالیسی کا دُنیا کے سبھی ملکوں کے انصاف پسند



سوئی کا پُل

لوگوں نے خیر مقدم کیا ہے۔

جاپان نے پچھلے دنوں جرمنی اور اٹلی سے پیکٹ کیا ہے۔ شاید اس لئے کہ اس سے انگلینڈ اور امریکہ دب جائیں گے اور اُسے مشرق میں من مانی کرنے کا موقعہ مل جائے گا لیکن برطانیہ کے برما روڈ کھول دینے سے یہ صاف ہوگیا ہے کہ جب برطانیہ مشرق میں جاپان کی زیادتی کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے اور امریکہ نے بھی کڑا رُخ اختیار کر لیا ہے تو ظاہر ہے کہ اب اگر جاپان کی طرف سے ذرا بھی چھیڑ چھاڑ ہوئی تو لڑائی فوراً چھڑ جائیگی اور امریکہ بھی لڑائی میں کود پڑے گا۔ اُس وقت لڑائی کا میدان بہت وسیع ہو جائیگا۔ اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور یہ کب تک جاری رہیگی یہ صرف خدا ہی کو معلوم ہے۔

بڑی عمر

[اخبار 'ہندوستان' میں پلانی (جے پور) کی ایک خبر یوں شائع ہوئی ہے:-]

پلانی — ۱۴ اکتوبر۔ پلانی ریاست جے پور کا مشہور شہر ہے جس کی آبادی تقریباً ساڑھے چھ ہزار ہے۔ یہاں ہائی اسکول اور ایک کالج بھی ہے۔ باہر اور دیہاتوں کے تقریباً ۵۰۰ طالب علم تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ شہر میں ۴۷ اشخاص ایسے ہیں جن کی عمر ۸۰ سے لیکر ۹۰ سال تک پہنچ چکی ہے۔ ان میں سے ۵ یا چھ کو چھوڑ کر باقی سب کی تندرستی اچھی ہے۔ اُن کی آنکھیں کمزور نہیں ہیں۔ اُنھیں اچھی طرح نظر آتا ہے۔ ان کے دانت، کان اور ہاتھ پیر بخوبی کام دے رہے ہیں۔ اُنھیں بوڑھوں میں سے بعض دس دس میل کی روزانہ سیر کیا کرتے ہیں۔

پلانی ہی ایک ایسی جگہ نہیں جہاں اتنی زیادہ عمر کے آدمی ہیں۔ ہندوستان کے بیشتر دیہاتوں میں اتنے معمر آدمی ملیں گے۔ کسی کسی گاؤں میں تو سو سال تک کے لوگ اور اس سے بھی زیادہ عمر کے لوگ مل جائیں گے۔ اور وہ اپنا سب کام کرتے ہیں۔ زیادہ عمر کیوں اور کیسے ہو سکتی ہے اس سلسلے میں کتنی ہی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ سب سے اچھی جو کتاب ہمارے مطالعہ میں آئی ہے اُس میں ولایت کے طویل عمر کے لوگوں نے اپنے تجربات لکھے ہیں کہ اُن کی طویل عمر ہونے کا راز کیا ہے۔ زیادہ تر طویل عمر کا سبب قریب قریب ایک ہی ہوتا ہے۔ مختصراً وہ یہ ہے —— "انکی زندگی زیادہ تر اصول اور قواعد کی پابند ہوتی ہے۔ وہ دس بجے کے بعد رات میں سو گئے اور صبح سورج نکلنے کے پہلے بستر چھوڑ دیا۔ زیادہ تر وہ ساگ ترکاری اور سبزیاں کھاتے رہے ہیں۔ کسی نہ کسی جسمانی محنت وہ برابر کرتے رہتے ہیں۔ جنھیں وہ جسمانی محنت کرنے کا موقعہ نہیں ملتا وہ کوئی نہ کوئی ورزش ہی کرتے رہتے ہیں یا برابر ٹہلتے رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ زندگی میں قریب قریب خوش بھی رہے ہیں۔ اور رہتے ہیں۔"

ہمارے ملک میں جو زیادہ عمر کے آدمی ہیں اگر اُن کی زندگی پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کی طوالت عمر کا راز بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ قارئین 'ہل' سے ہم گذارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے گاؤں کے یا پاس پڑوس کے ایسے آدمیوں کو تلاش کریں جو ۹۰ سال کے ہوں۔ انھیں ایسے بہت سے لوگ مل جائیں گے۔ ان سے وہ ان کی روزمرہ زندگی کا پروگرام پوچھیں اور اُسکے مطابق اپنی زندگی کے روزمرہ پروگرام کے بنانے کی کوشش کریں۔ اگر ہمارے قارئین ایسے کسی بڑی عمر کے آدمی کے روزمرہ کا پروگرام لکھ کر ہمارے پاس بھیجیں گے تو ہم 'ہل' میں بخوشی اُسے شائع کریں گے۔

فرید پور (ضلع بریلی) میں تعلیم بالغان کے مدرسوں کی ٹریننگ

فرید پور (بریلی) میں تعلیم بالغان کے مدرسوں کی ٹریننگ کے لئے ایک کیمپ کھولا گیا تھا۔ وہاں کے اسکاؤٹ ماسٹر مسٹر سونے لال پانڈے نے کیمپ کی مفصل رپورٹ ہمارے پاس بغرض اشاعت ارسال کی ہے۔ ہم اُسکے کچھ ضروری حصے شائع کر رہے ہیں:-

گذشتہ یکم اگست کو کیمپ کا کام شروع ہوا۔ ٹریننگ کے لئے ۵۵ اُمیدوار بھرتی کئے گئے تھے۔ یہ کیمپ گذشتہ ۱۸ ستمبر تک جاری رہا۔ اُمیدواروں کو تعلیم بالغان اور اسکاؤٹنگ کے متعلق سبھی ضروری باتوں کی تعلیم دیگئی ان کو آؤٹ کیمپنگ یعنی ایک مقام سے دوسرے مقام پر جا کر کیمپ لگانا، جنگل میں کھانا پکانا اور نشانات سے آگے جانے والی ٹروپ کے اشاروں پر عمل کرتے ہوئے انھیں تلاش کرنا وغیرہ باتیں بھی سکھائی گئی ہیں ان خاص موضوعات کے علاوہ صحت، امداد باہمی، زراعت وغیرہ کی بھی تعلیم دیگئی۔ ان محکموں کے کارکنوں نے کیمپ کو کامیاب بنانے میں کافی مدد دی۔

۱۷ ستمبر ۱۹۴۲ء کو مسٹر مکرجی نے اُمیدواروں کا امتحان لیا ۱۸ ستمبر کو کیمپ میں تقسیم اسناد کی تقریب کامیابی سے منائی گئی۔ اُس موقعہ پر ضلع بریلی کے بہت سے سرکاری اور غیر سرکاری اصحاب موجود تھے۔ بریلی کے اسکاؤٹ کمشنر، فرید پور کے تحصیلدار صاحب، اور چیرمین صاحب گاؤں سدھار ایسوسی ایشن بھی جلسہ میں موجود تھے۔

دیہاتی کنوؤں کی بورنگ اور مرمت

اس صوبے کے مشرقی اضلاع میں کھیتوں کی اچھی سینچائی کے لئے حکومت نے ایک اسکیم تیار کی ہے۔ گاؤں سدھار افسر صاحب نے اس سلسلے میں ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں کے گذشتہ ۲۵ اپریل کو ایک گشتی مراسلہ بھیجا تھا۔ ابھی حال میں موصوف نے سکریٹری کے پاس ایک دوسرا گشتی مراسلہ بھیج کر کنوؤں کی بورنگ اور مرمت

[redacted]

سلسلے کے قواعد میں تبدیلی کرنے کی ہدایت دی ہے گاؤں والے کس طرح اس پنچ سالہ اسکیم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے کنوؤں کی بورنگ اور مرمت کے لئے سرکاری امداد پا سکتے ہیں۔ اس سلسلے کی سبھی ضروری باتیں ہم جون کے بل میں لکھ چکے ہیں۔ اب تبدیل قاعدوں کے مطابق ایسے ہی کنوئیں بور کئے جا سکیں گے جن کے مالک کل خرچ کا کم از کم ایک چوتھائی خود برداشت کرنے اور مفت مزدور دینے کے لئے تیار ہوں گے کسی بھی حالت میں ایک کنوئیں کی بورنگ کے لئے ۱۱۰ روپئے سے زیادہ امداد نہ مل سکے گی کنوؤں کی مرمت کے لئے ۱۲۵۰۰ روپے کا انتظام کیا گیا ہے۔ یہ رقم اگریکلچر انجینیر گورنمنٹ یو۔ پی۔ کانپور کے چارج میں دے دی گئی ہے کنوؤں کی مرمت کے لئے اس رقم میں سے گاؤں کے لوگوں کو مدد دی جائے گی ایسی امداد انہیں لوگوں کو دی جائے گی۔ جو کنوئیں کی مرمت کے کل خرچ کا کم از کم ایک چوتھائی خرچ برداشت کرنے اور مفت مزدور دینے کے لئے تیار ہونگے۔ کسی بھی حالت میں ایک کنوئیں کی مرمت کے لئے ۲۰ روپئے سے زیادہ امداد نہ مل سکے گی امید ہے کہ گاؤں کے لوگ اس اسکیم سے فائدہ اٹھائیں گے۔

درجہ اوّل کے اسکاوٹ ماسٹر

گاؤں سدھار افسر صاحب نے ان آرگنائزروں کی فہرست شائع کی ہے جو ابھی تک ضلعوں میں درجہ دوم کے اسکاوٹ ماسٹروں کی طرح کام کر رہے تھے یہ آرگنائزر اب درجہ اول کے اسکاوٹ ماسٹر مانے جائیں گے ان آرگنائزروں کو یکم جولائی ۱۹۴۰ء سے ۲۵ روپیہ ماہوار تنخواہ اور ۱۵ روپیہ مقررہ سفر خرچ ملتا ہے پوری فہرست ذیل میں شائع کی جا رہی ہے۔

نام	ضلع
۱۔ لالتا پرشاد	دہرہ دون
۲۔ سورج مل ورما	سہارنپور
۳۔ تیز دت شرما	بلند شہر
۴۔ زیورا رالال پانڈے	متھرا
۵۔ جے نرائن پرشاد	مین پوری
۶۔ جی۔ ڈی پراشر	ایٹہ
۷۔ ریوتی رمن	بریلی
۸۔ سوہن لال پانڈے	بدایوں
۹۔ پھمن پرشاد مصر	مراد آباد
۱۰۔ نانک زین سکینہ	پیلی بھیت
۱۱۔ چندر پرکاش	فرخ آباد
۱۲۔ سریندر کانت	کانپور
۱۳۔ وشوناتھ سنگھ	فتح پور
۱۴۔ جگناتھ پرشاد تانڈو	الہ آباد
۱۵۔ محمد رضا قریشی	بنارس
۱۶۔ مہیش دت مشر	مرزاپور
۱۷۔ ایس جان رضوی	جونپور
۱۸۔ کشن بہاری شریواستو	غازیپور
۱۹۔ بی ڈی شریواستو	جالون
۲۰۔ بھگوتی پرشاد شکل	باندہ
۲۱۔ رام شکل پرشاد رائے	بستی
۲۲۔ پورن چند پانڈے	المورہ
۲۳۔ رام پرشاد نوٹیال	گڑھوال
۲۴۔ پرتھی سنگھ	اناؤ
۲۵۔ شیام سندرلال	رائے بریلی
۲۶۔ شیر بہادر سنگھ	کھیری
۲۷۔ شری رام ترپاٹھی	گونڈہ
۲۸۔ اونکار پرشاد شریواستو	بہرائچ

بیماری اوسط عمر

جمیعتہ الاقوام کی جانب سے شائع ہونے والی اعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی اوسط عمر کس ملک میں کتنی ہے۔ قارئین کی واقفیت ذیل میں کچھ خاص ملکوں کے اعداد شمار درج کئے جاتے ہیں۔

ملک	عورت	مرد
مصر	۳۱	۳۶
کناڈا	۵۸٫۹۳	۶۰٫۷۳
ممالک متحدہ امریکہ		
(سفید اقوام)	۶۰٫۷۲	۶۳٫۷۲
(غیر سفید اقوام)	۵۸٫۸۲	۵۳٫۷۴
جاپان	۴۴٫۸۲	۴۶٫۵۴
جرمنی	۵۹٫۸۶	۶۲٫۸۱
آسٹریلیا	۵۴٫۴۷	۵۸٫۵۳
بلجیم	۵۶٫۰۰	۵۹٫۸۳
بلغاریہ	۴۵٫۹۲	۴۶٫۶۴
ڈنمارک	۶۲٫۰۰	۶۳٫۸
استھونیا	۵۳٫۱۲	۵۹٫۶۰
فن لینڈ	۵۰٫۶۸	۵۵٫۱۴
فرانس	۵۴٫۳۰	۵۹٫۰۲
آئرلینڈ	۵۷٫۳۷	۵۷٫۹۳
اٹلی	۵۳٫۷۶	۵۶٫۰۰
لیٹویا	۵۵٫۳۹	۶۰٫۹۳
ناروے	۶۰٫۹۸	۶۳٫۸۴
نیدرلینڈس	۶۱٫۵	۶۳٫۵
انگلینڈ اور ویلس	۶۰٫۱۳	۶۴٫۳۹
اسکاٹ لینڈ	۵۶٫۰۰	۵۹٫۵
شمالی آئرلینڈ	۵۵٫۴۲	۵۶٫۱۱
سویڈن	۶۱٫۱۹	۶۳٫۳۴
سوئٹزرلینڈ	۵۹٫۲۵	۶۳٫۰۵
زیکوسلاویکیہ	۵۱٫۹۲	۵۵٫۱۸
سوویٹ روس (یورپ)	۴۱٫۹۳	۴۶٫۷۹
آسٹریلیا	۶۳٫۴۸	۶۷٫۱۴
نیوزی لینڈ	۶۵٫۰۴	۶۵٫۰۴
ہندوستان	۲۶٫۱۹	۲۶٫۵۳

اس سے ظاہر ہوتا ہے مختلف ممالک کے مقابلہ میں ہندوستان کی حالت بڑی خراب ہے اسکی وجوہات کا پتہ لگانا چاہئے اور انکی روک تھام ہونی چاہیئے

صحت کے موضوع پر مضمون کیلئے سونیکا تمغہ

قارئین بل کو یہ سنکر خوشی ہوگی کہ گذشتہ سال کیطرح اس سال بھی صحت کے موضوع پر بہت سے اچھے مضمون کیلئے سونیکا تمغہ انعام دیا جائیگا۔ اس تمغے کا نام رائے بہادر جمعیت دیال صاحب کا طلائی تمغہ ہے جو ہر سال صحت کے موضوع پر سب سے اچھے مضمون پر مضمون نگار کو دیا جاتا ہے۔ اس سال مضمون کا یہ موضوع ہے:۔

آپ لوگ کسطرح محکمہ صحت سے اچھی طرح ملک کی بیماریوں کی روک تھام اور لوگوں کی صحت بڑھانے میں مدد کر سکتے ہیں" یو۔ پی کے سبھی لوگ اس انعام کیلئے اپنے مضمون بھیج سکتے ہیں وید حکیم اور ڈاکٹر بھی اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ مضمون عام فہم اردو میں ۳۰۰۰ الفاظ سے زیادہ نہ ہونا چاہیئے۔ انعام کا فیصلہ اس صوبے کے محکمہ صحت کے ڈائریکٹر صاحب فرمائیں گے۔

مضمون میڈیکل افسر انچارج، پراونشل ہائیجین انسٹی ٹیوٹ یو۔ پی لکھنؤ کے پاس ۱۵ نومبر ۱۹۴۰ء تک پہنچ جانا چاہئے۔ ہر ایک مضمون پر مضمون نگار کا نام اور پورا پتہ صاف صاف تحریر ہونا چاہیئے۔ اور لفافہ پر "انعامی مضمون" بھی لکھ دینا چاہیئے۔

اُردو مطبوعات انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

ضروری ہدایات (۱) صاحبِ فرمائش کو اپنا نام اور پتہ خوش خط اور مفصل لکھنا چاہیئے۔

(۲) جو کتابیں کسی فرمائش کی بنا پر روانہ ہوں گی وہ کسی صورت میں واپس نہ ہو سکیں گی۔

(۳) بعض کتابیں بہت کم تعداد میں باقی رہ گئی ہیں اس لئے اگر فرمائش میں دیر کی گئی اور وہ کتابیں ختم ہو گئیں تو ان کا مہیا کرنا مشکل ہوگا۔

(۴) کتابیں منگا کر ان کو بہ مد انکاری واپس کر دینا ایک قسم کا دھوکا دہی کا جرم ہے۔ اگر کسی وجہ سے مجبوراً ایسا کرنا پڑے تو صرفہ روانگی بھیجدینا چاہیئے۔

(۵) چھوٹی قیمت کی فرمائشوں کی تعمیل کرنے میں ہمیں کچھ عذر نہیں مگر مناسب یہ ہے کہ اگر فرمائش ایک روپیہ سے کم کی ہے تو قیمت نقد بھیجدی جائے۔

(۶) اگر آٹھ روز تک آپ کی فرمائش کا جواب نہ ملے تو خیال کر لینا چاہیئے کہ ہمیں آپ کا آرڈر نہیں ملا۔

(۷) صرفہ روانگی (پیکنگ و محصول ڈاک وغیرہ) ذمہ خریداران ہوگا۔

(۸) جملہ فرمائشات پتہ ذیل پر روانہ کیجائیں:—
منیجر صاحب بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

رُوحِ انیس مرحوم

فردوسیِ ہند میر انیس، علی اللہ مقامہ کے بہترین مرثیوں، سلاموں اور رُباعیوں کا مجموعہ۔ ملک کو سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم۔ اے (صدر شعبہ فارسی و اردو، لکھنؤ یونیورسٹی) کا شکرگذار ہونا چاہیئے کہ انھوں نے متعدد قلمی نسخوں کے مقابلہ کے بعد اس مجموعہ کو مرتب فرمایا ہے۔ شروع میں ۸۰ صفحات کا مقدمہ ہے جس میں میر انیس مرحوم کے حالات زندگی اور کلام پر مختصر تبصرہ کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ الصلاۃ والسلام کی شہادت کا مختصر بیان، مرثیہ اور اشخاص مرثیہ کے تحت میں نہایت ضروری اور قابل قدر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ آخر میں ۷۶ صفحات میں ضروری فرہنگ اور توضیحی حواشی ہیں۔ کتاب کا یہ حصہ اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ شروع میں میر انیس مرحوم کی سہ رنگی تصویر ہے علاوہ ازیں جناب انیس مرحوم کی تحریر، مکان، مدفن اور ایک مجلس کی تصویر دی گئی ہے۔ جلد پر کربلائے معلیٰ کا سنہرا نقشہ ہے۔ دیدہ زیب طباعت، خوبصورت جلد ۸۰۴ صفحات تقطیع کلاں۔ قیمت تین روپئے۔

جذباتِ بسمل

منشی سُکھدیو پرشاد صاحب سنہا بسمل الہ آبادی کا مجموعہ کلام "کتاب کا نام جذبات بسمل بہت موزوں ہے کیونکہ جذبات ہی مصنف کے کلام کا بہترین امتیاز ہیں۔ زبان کی سادگی اور سلاست ان کے کلام کی دوسری خصوصیت ہے اور کیوں نہ ہو، فن شاعری میں آپ ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی مدظلہ کے شاگرد ہیں جو فصیح الملک حضرت داغ دہلوی مرحوم کے بلندپایہ تلامذہ میں ہیں"۔
جناب بسمل زمانہ حال کے مقبول شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں۔ زبان کی سادگی کی وجہ سے اُنکا کلام بہت پسند کیا جاتا ہے۔ آجکل جتنے اچھے اُردو رسالے چھپتے ہیں وقتاً فوقتاً بسمل صاحب کے کلام سے مزین ہوتے ہیں۔ شروع کتاب میں آنریبل جسٹس سر عبدالقادر جج ہائی کورٹ لاہور نے مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ ۲۱ تصویروں سے "جذبات بسمل" مزین ہے جس میں زیادہ سہ رنگی تصاویر ہیں اور بعض ہندوستانی فن تصویر کا بہترین نمونہ ہیں۔ لکھائی چھپائی کے متعلق صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ایسی نفاست و خوشنمائی سے کوئی کتاب اُردو زبان کی آج تک شائع نہیں ہوئی کوئی کتب خانہ اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہیئے۔ قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ (للعہ)

پیامِ رُوح

یعنی مجموعہ کلام مسٹر حامد اللہ افسر بی۔ اے "مع تقریب" از آنریبل سر شاہ محمد سلیمان صاحب ایم۔ اے ایل ایل۔ ڈی چیف جسٹس الہ آباد ہائیکورٹ و "مقدمہ" از میاں بشیر احمد صاحب بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایڈیٹر رسالہ "ہمایوں" لاہور۔

میرے خیال میں ظاہری صورت اور باطنی خوبیوں کے لحاظ سے یہ مجموعہ اس قابل ہے کہ اُسے زبان اردو کی بہترین اور پائدار تصنیفات کے ساتھ جگہ دیجائے اس ظاہری و معنوی محاسن پر میں لائق شاعر کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ پبلک انھیں وہ داد دے گی، جس کے وہ مستحق ہیں"۔ (میاں بشیر احمد بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر، ایڈیٹر "ہمایوں" لاہور۔

"افسر کا نام اور کلام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اُن کی شہرت خود ان کی مقبولیت کا ثبوت ہے۔ پیام رُوح ان کی تمام نظموں اور غزلوں کا مجموعہ ہے۔ اس کی اشاعت سے شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا"۔

(آنریبل سر شاہ سلیمان صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل ڈی چیف جسٹس ہائی کورٹ الہ آباد)۔

کاغذ دبیز لکھائی چھپائی دیدہ زیب چھ ہاف ٹون تصویریں جن میں تین سہ رنگی ہیں۔ اس مجموعہ سے کتب خانے خالی نہ رہنا چاہیئے۔ قیمت صرف تین روپیہ۔

صبحِ وطن و مضامین چکبست

صبح وطن یعنی مجموعۂ نظم پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی (مرحوم) "چکبست کی شاعری کی تحریک کا باعث کبھی تو حب وطن کا جوش ہوتا ہے اور کبھی کوئی گزشتہ یا حال کا تاریخی واقعہ اُن کے طائرِ خیال کو پرواز میں لاتا ہے کبھی قدرت کے نظاروں یا مذہبی رازوں کے انکشاف سے وہ اپنی نظموں کو آراستہ کرنے میں مدد لیتے ہیں اور کبھی انسانی جذبات اور احساس کی سچی تصویر کھینچ کر عبرت کا سبق دیتے ہیں۔ قومیت کا خیال ان کی شاعری کی ساخت کا جزو اعظم ہے۔ برج نرائن چکبست دورِ جدید کے صرف ترجمان ہی نہیں بلکہ اس دور کے نمائندوں میں ان کا پایا بہت بلند ہے جس قدر زمانہ گذرتا جائیگا اور اُردو شاعری مصنوعی قیود سے آزاد ہوتی جائیگی نیز آزادی کی ہوا میں اس کو نشوونما پانے کا موقع

منیجر بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

[redacted]

ملے گا" اسی قدر برج نرائن چکبست کی شہرت بتدریج بڑھتی جائے گی اور آئندہ نسلیں اس امر کو تسلیم کریں گی کہ وہ دور جدید کے رہنماؤں میں سے ہیں۔
(سر تیج بہادر سپرو)

مضامین چکبست - پنڈت برج نرائن چکبست مرحوم بلند پایہ شاعر ہونے کے علاوہ بہترین مضمون نگار بھی تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے مضامین نثر کا مجموعہ بھی شائع کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں سوانحی، تنقیدی، تاریخی، قومی وغیرہ مضامین ہیں اور بہت خوب ہیں۔

صبح وطن مجلد قیمت دو روپئے (عہ)
مضامین چکبست - حجم ۳۵ صفحات قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

یادگار نسیم

یعنی منشی دیا شنکر نسیم کی مشہور و معروف مثنوی "گلزار نسیم" و انتخاب "دیوان نسیم" مع حواشی و تبصرہ کلام مرتبہ مولوی اصغر حسین صاحب اصغر گونڈوی آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان ایم - اے - ایل ایل - ڈی، چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ تحریر فرماتے ہیں :-

"یادگار نسیم جو مولوی اصغر صاحب نے تصحیح کے بعد شائع کی ہے مشہور و معروف شاعر نسیم کی مثنوی جسے انھوں نے مصلحتاً نامناسب اشعار کو حذف کرنے کے بعد شائع کیا ہے۔ غزلیات میں سے جن غزلوں کا انتخاب کیا ہے وہ شاعر موصوف کی بہترین غزلیں ہیں...... حواشی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے...... اس کتاب کا مقدمہ بجائے خود ایک عالمانہ تصنیف ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اس کتاب کی قدر کما حقہ ہوگی جو اس کے شایان شان ہے" طباعت دیدہ زیب، خوش نما جلد۔
قیمت دو روپئے (عہ)

کلام الملوک

یعنی شہزادگان دہلی کے کلام کا مجموعہ۔ ایک زمانہ میں قلعہ دہلی زبان اردو کا مرکز تھا۔ یہاں وہ لوگ جمع تھے جو الفاظ کو بہت ہی صحت کے ساتھ بولتے اور بہت ہی اچھے اور زور دار معنی میں استعمال کرتے تھے اور اُنھیں کی زبان آج صحیح اور مستند سمجھی جاتی ہے۔ شہزادگان دہلی کا کلام بھی اسی لحاظ سے قابل قدر ہے۔ محاورات و اصطلاحات روزمرہ، صحت زبان، سلسلہ خیالات، بلند آوازی، نازک خیالی، جوش بیان، نشست الفاظ اور عمدہ بندش کے علاوہ زبان صاف اور فصیح، تکلف اور ابتذال نام کو نہیں۔ اگر زبان کا خاص رنگ اور شاعری کی اصل حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس مجموعہ کو ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت دس آنہ

معراج سخن

جناب سید خورشید حسن صاحب عرف دولہا صاحب مرحوم المتخلص بہ "دولہا صاحب" نبیرہ خدائے سخن میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے تین مرثیوں کا نادر مجموعہ میں حسب ذیل مراثی ہیں :-

۱- ہے زیور عروس فصاحت سخن مرا - ۱۱۹ بند
۲- خلق میں خلقت آدم کا سبب کون ہوا - ۱۴۰ بند
۳- صبح عاشور محرم ہے قیامت کی سحر - ۹۵ بند

اس کتاب پر ہندوستانی اکیڈمی صوبجات متحدہ نے قابل مصنف کو پانسو روپیہ انعام عطا فرمایا ہے زبان کے فدائیوں کے لئے نادر تحفہ ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟

(مرتبہ و مولفہ منشی کنھیا لال صاحب ایم - اے آر - اے - ایس)

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟ اس کتاب کا موضوع اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ مختصر فسانوں کے باب میں ساری باتیں بہت اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔ مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے۔ ایڈیٹروں، مضمون نگاروں اور مبتدیوں کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ قیمت آٹھ آنہ (۸ر)

بہترین ناول وافسانے

فردوس خیال

منشی پریم چند کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ۔

منشی پریم چند کے افسانے ہمیشہ اصلاح اخلاق و معاشرت پر مبنی ہوتے ہیں - اور ان کا مقصد شریفانہ جذبات مثلاً غیرت، حیا، خوف خدا، محبت اور آزادی ضمیر وغیرہ کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے۔ غیر ممکن ہے کہ کوئی سمجھدار منشی صاحب موصوف کی تصنیف پڑھے اور آپ کی جادو بیانی اور سحر نگاری کا قائل نہ ہو جائے اگر آپ نے اب تک اس مجموعہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا تو آج ہی طلب فرمائیے سرورق پر تین رنگ کی نہایت خوبصورت تصویر ہے۔ ۳۰۳ صفحہ کی کتاب ہے اور قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

جلوۂ ایثار

بالاجی کے قومی کارناموں سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے "جلوۂ ایثار" میں اُن حالات اور واقعات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو اس کارنامے کے متحرک ہوئے تھے حالات اور واقعات دلچسپ و دلکش ہونے کے علاوہ حب قومی و جودت روحانی سے معمور ہیں۔ اس پر منشی پریم چند صاحب کی جادو نگاری! سونے پر سہاگا ہے واقعی قابل مطالعہ ناول ہے ۲۳۲ صفحات کی کتاب اور قیمت صرف بارہ آنہ۔

ڈالی کا جوگ

(اور دوسرے افسانے) مسٹر حامد اللہ افسر (میرٹھی) کے گیارہ فسانوں کا مجموعہ۔ یہ تمام فسانے مختلف اوقات میں بعض اردو جرائد میں شایع ہو کر خلعت قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ ان میں سے بعض اس قدر مقبول ہوگئے ہیں کہ انگریزی، ہندی، اور گجراتی میں بھی ترجمے ہوئے فوٹو بلاک کی چند تصویریں بھی شامل ہیں۔
قیمت ایک روپیہ

شاما

مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی لکھنؤ۔

یہ ایک دکھیاری کی درد بھری داستان ہے۔ اقبال کا یہ شعر اس پر صادق ہے۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

سرورق پر سہ رنگی تصویر اور کتاب کے شروع میں بھی ایک تصویر (فوٹو بلاک) لگائی گئی ہے۔

قیمت ڈیڑھ روپیہ

سادھو اور بیسوا

یعنی دو نرالی نصیبوں کی کایا پلٹ۔ ایک بنگالی کہانی۔ مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی۔ فرانسیسی ناطول فرانس کے ایک تاریخی ناول "تائیس" کو پڑھنے کے بعد اسکی تصنیف کا خیال پیدا ہوا۔ "سادھو اور بیسوا" میں اسی خیال کی پیروی اور تصور کے تائید کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو "تائیس" کا امتیازی جوہر ہے۔ اس کے باوجود نہ یہ اس کا ترجمہ ہے نہ خلاصہ۔ نہایت دلچسپ ناول ہے۔ سرورق پر سہ رنگی تصویر ہے۔

قیمت بارہ آنے

"انور"

"شمیم" کے مشہور و معروف مصنف مسٹر فیاض علی ایڈووکیٹ فیض آباد کا دوسرا بے نظیر۔ دلچسپ۔ انقلاب انگیز شاہکار۔ اور .... زبان اردو کا بہترین ناول۔

۵۰۰ صفحے۔ کاغذ۔ کتابت۔ طباعت نہایت عمدہ جلد نفیس۔ ۶ عدد تصویریں نہایت ہی دلکش اور خوبصورت

قیمت عہ

گھر بیٹھے دنیا کی سیر

کرنے والوں کو "تحفہ سیریز" کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے! اس سلسلہ کی ایک ایک کتاب ایک ایک ملک کے متعلق ہے۔ ملک کی مفید اور کارآمد معلومات ہر کتاب میں بہم پہنچائی گئی ہیں۔ کوئی ضروری بات نظر انداز نہیں کی گئی۔ کتابوں کو زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کے لئے مکالمہ کا طرز اختیار کیا گیا ہے جسکے باعث وہ عمر لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کے مضامین پر بہت جلد عبور ہو جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل کتابیں تیار ہیں۔

(۱) تحفۂ جاپان	(۲) تحفۂ چین۔
(۳) تحفۂ مصر و حبش	(۴) تحفۂ لندن
(۵) تحفۂ فرانس	(۶) تحفۂ جرمنی
(۷) تحفۂ آسٹریلیا	(۸) تحفۂ فلسطین
(۹) تحفۂ امریکہ	(۱۰) تحفۂ روس

یہ کتاب میں متعدد تصاویر ہیں اور سرورق نہایت خوبصورت۔ قیمت ہر کتاب کی چھ آنے۔

آئی۔ سی۔ ایس

اردو کے بہترین فسانہ نگار پروفیسر علی عباس حسینی ایم۔ اے۔ مصنف "رفیق تنہائی" "سر سید احمد پاشا" وغیرہ کے چودہ انقلاب انگیز افسانوں کا تازہ ترین مجلد دیدہ زیب مجموعہ۔

قیمت صرف عہ

خدمت خلق

(مرتبہ مولوی نیاز محمد خاں صاحب معلم نارمل اسکول الہ آباد) اس کتاب میں خدمت خلق کے عملی طریقے بتائے گئے ہیں جس سے دل پر اثر ہوتا ہے۔ کتاب بہت اچھی اور عجیب و غریب اخلاقی نکات و روحانی لطائف پر مشتمل ہے حکومت صوبجات متحدہ نے اس کتاب پر مولف کو انعام بھی عطا فرمایا ہے۔

قیمت صرف بارہ آنہ

بچوں کی دلچسپی

کا لوگ بہت کم خیال کرتے ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ اردو زبان میں ایسی کتابیں بھی بہت کم ہیں جنھیں بچے دلچسپی اور شوق سے پڑھیں۔ تاہم انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد نے چند کتب خاص طور پر بچوں کے لئے چھاپی ہیں۔ جن کو بچوں کی دلچسپی کا سامان کہا جا سکتا ہے۔

الف بے کا کھلونا

یہ پیاری کتاب ننھے منے بھائی کے لئے ہے۔ کھیل ہی کھیل میں وہ حروف تہجی سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ ہر حرف کے لئے ایک رنگین تصویر اور ایک شعر ہے۔ زبر، زیر، اور پیش وغیرہ کا بھی خیال رکھا گیا ہے چھپائی رنگین اور بہت صاف۔ ۲۴ عکسی تصویریں۔ اگر آپ کے یہاں کئی بچے ہوں تو متعدد نسخے طلب فرمائیے ورنہ بچے آپس میں لڑیں جھگڑیں گے

قیمت صرف تین آنے

انوکھی کہانیاں

یہ کتاب بہت پسند کی گئی ہے گیارہ نصیحت آموز کہانیاں اس میں درج ہیں۔ زبان بہت آسان۔ ممکن نہیں کہ کوئی بچہ اسکو ختم کئے بغیر چھوڑ دے۔ ہر کہانی کے ساتھ ایک تصویر ہے۔ خوبصورت کتاب ہے بچے اس کو دیکھتے ہی مچل جاتے ہیں۔ سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے۔

قیمت ۴ر آنہ

مفید ایجادات کی کہانی

"یہ منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) کی قابل قدر تصنیف ہے۔ یہ کتاب اردو میں اپنی وضع کی بالکل انوکھی تصنیف ہے اور مفید معلومات کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ہر شخص کے مطالعہ میں آئے۔ کاغذ، کتابت، طباعت اور سرورق بے انتہا نفیس ہے۔ اس قدر اچھے اہتمام سے بہت کم کتابیں اردو میں چھپی ہیں۔ تشریح مطالب کے لئے جابجا بے شمار تصاویر دی گئی ہیں"

قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۲ر

ایسپ کی کہانیاں

ایسپ ایک مشہور حکیم گزرا ہے جو مورخین کے بیان کے مطابق حضرت مسیح سے ۶۲۰ برس قبل پیدا ہوا تھا۔ حکیم ایسپ انسان کی پند و نصیحت کے لئے مختلف قسم کی زریں حکایات اور کہانیاں بیان کیا کرتا تھا۔ انھیں کہانیوں کی وجہ سے دنیا میں اس کا نام اب تک زندہ ہے۔ اس مجموعہ میں ایسپ کی تین سو کہانیاں یکجا شایع کی گئی ہیں چھیاسی تصویریں بھی شامل کتاب ہیں جن کے باعث یہ مفید کتاب اور زیادہ دلچسپ ہو گئی ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے یہ ایک اچھا تحفہ ہے۔ کتاب مجلد ہے۔

قیمت دو روپے

میرے وطن کی کہانی

تاریخ ہند کے کئی خاص اور روشن ابواب طلبار

[redacted]

گو اسکولوں میں نہیں پڑھائے جاتے، حالانکہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اس کتاب میں بعض اسی قسم کے واقعات نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کے تفریحی مطالعہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں جس ہاف ٹون عکسی تصویریں قیمت ۱۲ر

شیخ چلی کی کہانیاں

شیخ چلی کا نام آپ نے ضرور سنا ہوگا۔ یہ وہ جادو ہستی ہے جو ہر ملک اور ہر زمانہ میں ہمیشہ موجود رہی ہے اس کتاب میں آپ ہی کے کارنامے درج ہیں جو کہ بارہ کہانیوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ ہر کہانی اس قدر پرلطف ہے کہ انسان بھوک پیاس بھول جاتا ہے۔ پڑھتے جائیے اور ہنستے جائیے۔ لکھائی چھپائی ایسی عمدہ ہے کہ بچوں کو بطور انعام دی جا سکتی ہے دو سو صفحات کی کتاب کی قیمت صرف دس آنے۔

داستان عجم

بچے بادشاہوں کے قصے بہت شوق سے پڑھتے ہیں لیکن جھوٹے بے اصل قصوں سے یہ بہتر ہے کہ انھیں بادشاہوں کے تاریخی قصے پڑھنے کو دئے جائیں۔ اس مقصد کے لئے داستان عجم بہت اچھی کتاب ہے خلاق سخن فردوسی کے "شاہنامہ" میں جن بادشاہوں اور بہادروں کے کارنامے بیان کئے گئے ہیں انھیں کو اس کتاب میں بچوں کے لئے بہت سلیس اور عام فہم عبارت میں لکھا گیا ہے۔ ضرور منگائیے۔

قیمت حصہ اول دس آنے

" حصہ دوم دس آنے

رابنسن کروسو

ایک نوعمر لڑکا گھر سے فرار ہو کر بحری سفر اختیار کرتا اور طرح طرح کے مصائب اٹھاتا ایک غیر آباد جزیرہ میں پہنچتا ہے اور بیس پچیس برس تک مجبوراً وہیں رہتا ہے اتنی مدت اس نے کیونکر بسر کی؟ اور پھر یہاں سے کیسے نکلا؟ وغیرہ واقعات نہایت دلچسپ ہیں۔ اس کتاب کو نوعمر بچے بہت شوق اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ ہاف ٹون بلاک کی چھ تصویریں شامل کتاب ہیں جن میں ایک سہ رنگی ہے حجم ڈھائی سو صفحات سے زیادہ اور قیمت صرف بارہ آنے۔

لال کٹھور

اس کتاب "میا بہرام" کو بالکل نئے لباس میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے جدید کارنامے اس قدر دلچسپ ہیں کہ کتاب شروع کرکے ختم کئے بغیر ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

کھیل تماشا

یہ کتاب کچھ نظم میں ہے اور کچھ نثر میں۔ اس میں چھوٹی چھوٹی نصیحت آموز حکایتیں اور چٹکلے ہیں۔ بچے اس کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں کیونکہ یہ انھیں کی زبان میں اور ان کے مذاق کے موافق لکھی گئی ہے۔ مضمون کی وضاحت کے لئے تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ چھپائی رنگین اور صاف

قیمت ۳ر آنہ

ہونہار لڑکا

(منشی نعمت شاکر میرٹھی)

یہ کتاب ایک غریب لڑکے کی سچی داستان پر مشتمل ہے جس نے اپنی بلند ہمتی اور نیک طبعی کے باعث بڑی عزت و شہرت حاصل کی۔ عبارت سلیس اور عام فہم۔ قصہ اتنا دلچسپ کہ بچے نہایت شوق سے پڑھتے ہیں۔ بچوں کی دلچسپی کے لئے کتاب کو تصاویر سے مزین کیا گیا ہے اور سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے۔

قیمت صرف پانچ آنے

تالیفات مولوی ظفر عمر

بہرام کی گرفتاری

"نیلی چھتری" کے نامور مؤلف ظفر عمر صاحب بی۔ اے نے اس کتاب کے ہیرو "بہرام" کو اس عمدگی سے اردو پبلک سے روشناس کرایا ہے کہ لوگوں نے اپنے فسانوں میں اس کا چربہ اتارنے کی خوب خوب کوشش کی مگر وہ بات کہاں؟ اصل ہے "بہرام کی گرفتاری" نہایت دلچسپ اور پسندیدہ ناول ہے۔ ضرور منگائیے۔

قیمت ایک روپیہ

چوروں کا کلب

اس کلب کے ممبر دنیا بھر کے لہو و لعب سے سیر ہو گئے ہیں اور معمولی مشاغل میں چنداں تفریح حاصل نہیں ہوتی ...... اور محض دل بہلانے اور چوری کے خطرات سے لطف اٹھانے کے لئے یہ کلب قائم کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اس قدر دلچسپ ہے کہ تیسری بار شائع ہوئی ہے۔

قیمت ۹ر آنے

علم قدرت کی تعلیم

رائے صاحب ڈی۔ این مکرجی۔ سکریٹری یوپی ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ بورڈ

قیمت بارہ آنہ (۱۲ر)

ادبی افسانہ

محسن محی الدین عباسی

قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔

مختصر تاریخ اردو ادب

سید اعجاز حسین اعجاز ایم۔ اے لکچرر شعبہ اردو الہ آباد یونیورسٹی مصنف آئینہ معرفت وغیرہ۔

قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ۔

نذر احباب

جناب شیخ مہدی حسین صاحب ایم۔ اے ناصری لکھنوی۔

قیمت دو روپیہ

دنیا کی سچی کہانیاں

حصہ ۱، ۲، ۳، ۴

علیم الدین نیرنگ ہاشمی

قیمت آٹھ آنہ

ثمرۂ تجارت

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت چھ آنہ

یورپ کے سیارے

مولوی سید ظفر حسن صاحب امروہوی فاضل و منشی فاضل - ہیڈ مولوی پارکر ہائی اسکول مظفر نگر

قیمت چھ آنہ

مونگے کا جزیرہ

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت بارہ آنہ

بالشتیوں کی سرزمین

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت دس آنہ

آئینۂ قدرت

سید وقار عظیم صاحب ایم - اے

قیمت چھ آنہ

اچھوتی کہانیاں

سید وقار عظیم صاحب ایم - اے

قیمت چھ آنہ

افسانۂ ادب

سید وقار عظیم صاحب ایم - اے

قیمت چھ آنہ

انوار حیات

سید وقار عظیم صاحب ایم - اے

قیمت چھ آنہ

دیوزادوں کا مُلک

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت آٹھ آنہ

رسیلی کہانیاں

سنت رام، بی - اے

قیمت چھ آنہ

نیک بچوں کی کہانیاں

سنت رام، بی - اے

قیمت چھ آنہ

نصیحت بھری کہانیاں

سنت رام، بی - اے ..... قیمت آٹھ آنہ

مینیجر بک ڈپو - انڈین پریس لمیٹڈ، الہ آباد

ہل کے قواعد

۱- 'ہل' ہر ماہ میں ہندی، اُردو دونوں زبانوں میں شائع ہوتا ہے۔

۲- محصول ڈاک سمیت اس کی سالانہ قیمت پانچ روپیہ آٹھ آنہ پیشگی ہے۔ ایک نمبر کی قیمت ۸/ ہے۔ ہندوستان کے باہر سالانہ قیمت ۶ روپیہ ۱۲ آنہ ہے۔ ... ہمارے لئے پانچ روپیہ آٹھ آنہ ہے۔ (عمر)

۳- جن صاحب کو کسی ماہ میں 'ہل' نہ ملے اُنہیں پہلے اپنے ڈاک خانہ میں دریافت کرنا چاہیے پتہ نہ لگنے پر ڈاک خانہ کے جواب کے ساتھ ہمیں اگلے ماہ کی ۱۵ تاریخ تک لکھنا چاہیئے۔

۴- خط لکھتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے ورنہ جواب ملنا مشکل ہوگا۔

۵- مضمون، تصویر، تبصرہ کے لئے کتابیں اور تبادلے کے لئے اخبارات وغیرہ بنام اڈیٹر 'ہل'، انڈین پریس لمیٹڈ، الہ آباد، بھیجنا چاہیئے۔

۶- 'ہل' میں صرف دیہاتیوں کی دلچسپی، گاؤں سے تعلق رکھنے والی چیزیں چھپتی ہیں اور اسکی زبان ہندوستانی یعنی آسان اُردو یا آسان ہندی ہے 'ہل' کے لئے مضامین بھیجنے والوں کو اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔

۷- کسی مضمون یا نظم کے شائع کرنے یا نہ کرنے اور اُسے واپس کرنے یا نہ کرنے کا اختیار بھی اڈیٹر کو ہے۔ واپس شدہ مضامین کا ڈاک خرچ اور رجسٹری خرچ مضمون نگار کے ذمہ ہوگا۔ بغیر اس کے مضامین نہ واپس ہوں گے۔

۸- نامکمل مضامین نہیں شائع ہوتے۔ جگہ کے مطابق مضامین ایک یا زیادہ تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔

۹- جن مضامین میں تصاویر ہوں گی اُن تصاویر کے ملنے کا جب تک مضمون نگار انتظام نہ کر دیں گے تب تک وہ مضامین نہ شائع ہوں گے۔ اگر تصاویر حاصل کرنے میں خرچ ضروری ہوگا تو دیا جائیگا۔

ہل کی اُجرت اشتہارات

سرورق کا دوسرا صفحہ	۶۰	روپیہ	ماہوار
" " تیسرا "	۶۰	"	"
" " چوتھا "	۱۰۰	"	"
مضامین کے اختتام کے سامنے کا صفحہ	۴۵	"	"
" " " کا ایک کالم	۱۵	"	"
" " " ۲ کالم	۳۰	"	"
" " " ۳ کالم صفحہ	۴۵	"	"

عام اُجرت

ایک صفحہ یا ۲ کالم کی اُجرت	۴۰	روپیہ	ماہوار
$\frac{1}{2}$ کالم " "	۲۵	"	"
$\frac{1}{4}$ " " "	۱۲	"	"
$\frac{1}{8}$ " " "	۶	"	"

۱- 'ہل' میں مخرب اخلاق اشتہارات نہیں شائع ہوتے۔ لہذا گندے اور عُریاں اشتہار نہ بھیجئے۔

۲- ایک کالم یا اس سے زیادہ اشتہار دینے والے کو 'ہل' بلا قیمت بھیجا جاتا ہے۔

۳- اُجرت اشتہارات جو اوپر درج کی گئی ہے وہ مکمل (Final) ہے۔ اس کے لئے خط و کتابت کرنا بیکار ہے۔

۴- اشتہار کی اجرت پیشگی لینے کا قاعدہ ہے۔

خط کتابت کا پتہ

مینیجر 'ہل'، شعبہ اشتہار

انڈین پریس لمیٹڈ، الہ آباد

چند سیاسی و معاشی کتابیں

معاہدۂ عمرانی: ۔ از ژان ژاک روسو ۔ مترجمہ ڈاکٹر محمود حسین خاں صاحب ایم ۔ اے ۔ پی ۔ ایچ ۔ ڈی ۔ (ہائیڈلبرگ) اس کتاب میں سیاست کے دقیق مسائل باتوں باتوں میں سمجھا دئے ہیں ۔ اس کی یہ کتاب جو معنوی حیثیت سے فلسفۂ سیاست کی اہم کتاب ہے، زبان اور طرز بیان کے لحاظ سے سب سے سہل ہے قیمت فی جلد ۱۲/ ۔

آزادی: ۔ یہ جان اسٹورٹ مل کی کتاب لبرٹی کا صحیح اور بامحاورہ ترجمہ ہے جو سیاسیات کے درس کا ایک اہم جزو ہے مل انگلستان کے ان چند ارباب فکر میں سے ہے جس نے اپنی بلند خیالی اور زور قلم سے یورپ کے اہل فکر سے اپنا لوہا منوا لیا ۔ مترجمہ جناب سعید انصاری صاحب نگران استادوں کا مدرسہ جامعہ ۔

محکومیت نسواں: ۔ جناب اسٹورٹ مل کی کتاب (Subjection of women) کا ترجمہ ۔ محکومیت نسواں ہماری معاشرت سیاسیات کی پہلی کتاب ۔ از پروفیسر محمد عاقل صاحب ایم ۔ اے ۔ اس میں اردو داں طبقے کو سیاسیات کی مبادیات کو آسان اور اختصار کے ساتھ سمجھانے کا موقع فراہم کیا گیا ہے ۔ پہلے باب میں ریاست کی تعریف ہے دوسرے میں ریاست کی ابتدا اور تیسرے میں ریاست کا اقتدار اعلیٰ اور افراد کی آزادی ۔ قیمت ۴/ ۔

ہندوستانکا دیہی قرض: ۔ مصنفہ پروفیسر محمد عاقل صاحب ایم ۔ اے ۔ قرضے کے اعداد شمار سے ثابت کیا گیا ہے کہ ہندوستان کے کسان کی حالت ساری دنیا کے کسانوں سے ابتر ہے ۔ گاؤں کی مفصل تحقیقات بھی پیش کی گئی ہے ۔ قیمت ۴/ ۔

دیہی صنعتیں: ۔ دیہی صنعتوں اور دیہات کی نئی تعمیر پر دیہات سدھار کا کام کرنے والوں کے لئے مفید معلومات اور ہدایتوں کا ذخیرہ ہے ۔ از جے ۔ سی ۔ کمار پا صاحب ۔ قیمت ۳/ ۔

ہندوستان میں زراعت کا مسئلہ: ۔ اس میں کاشتکاروں کی کثرت اور زمین کی قلت، کسانوں کے افلاس اور انکے قرضے وغیرہ سے بحث کی گئی ہے ۔ قیمت ۴/ ۔

جدید دستور کا خاکہ: ۔ یہ ایک پمفلٹ ہے جس میں موجودہ دستور کی غرض و غایتیں بیان کی گئی ہے ۔ قیمت ۲/ ۔

شہری آزادی: ۔ اس کتاب میں بیرونی ممالک کی انجمنوں اور ان کے شہری حقوق کا ذکر کرتے ہوئے اعداد شمار سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کس طرح موجودہ حکومت ہندوستانیوں کو انکے ان حقوق سے محروم کرنیکے درپے ہے جن سے انکی زندگی وابستہ ہے ۔ قیمت ۴/ ۔

ہندوستان میں برطانوی حکومت: ۔ اس میں برطانوی حکومت کی اقتصادی اور مالی پالیسی کا تجزیہ کیا گیا ہے ۔ قیمت ۸/ ۔

مسئلہ آبادی: ۔ جنگ عظیم کے بعد مسئلہ آبادی کے کیا نظریے قائم ہوئے نیز ہندوستان کی بڑھتی ہوئی آبادی کے کیا وجوہ ہیں اور انکا کیا علاج ہے ۔ ان تمام مسائل پر نہایت خوبی سے روشنی ڈالی گئی ہے قیمت ۴/ ۔

تاریخی ہستیوں کے پلاسٹر کے مجسمے



سر سید احمد خاں

ایک کمرے کی زینت و آرائش کو دو بالا کرنے میں مجسموں سے زیادہ کوئی چیز کامیاب نہیں ہو سکتی - یہ مجسمے صرف خوبصورت ہی نہیں ہیں بلکہ یہ اپنی موجودگی سے ہر نمر و جوان کے دل میں ایک خاص جوش بھی پیدا کرتے ہیں -

حسب ذیل مشہور ہستیوں کے پلاسٹر کے مجسمے تیار کئے گئے ہیں جو برائے فروخت موجود ہیں - ہر اسکول کے "ہسٹری روم" میں ان مجسموں کا ایک سٹ ضرور رکھنا چاہیے -

۱۰ انچ مجسمہ قیمت دو روپیہ ۱۶ انچ تین روپیہ علاوہ محصول ڈاک

اکبر	لارڈ کلائیو	ملکہ وکٹوریہ
اہلیا بائی	لارڈ رپن	ملکہ میری
الیکزینڈر	لالہ لاجپت رائے	راجہ مان سنگھ
اورنگزیب	لارڈ ولزلی	مہاراجہ رنجیت سنگھ
اشوک کی لاٹ	ملہارراؤ ہلکر	رویندر ناتھ ٹیگور
گوتم بدھ	مہارانا پرتاب	شیواجی
بابر	مہاتما گاندھی	شیر شاہ سوری
بال گنگا دھر تلک	موتی لال نہرو	سر سید احمد خاں
ڈوپلے	پنڈت مدن موہن مالویہ	شاہجہاں
گرو گوبند سنگھ	ممتاز بیگم	ٹیپو سلطان
گوپال کرشن گوکھلے	مادھو راؤ سندھیا	وارن ہیسٹینگز
شہنشاہ جارج ششم	نور جہاں	سوامی وویکا نند



پنڈت موتی لال نہرو

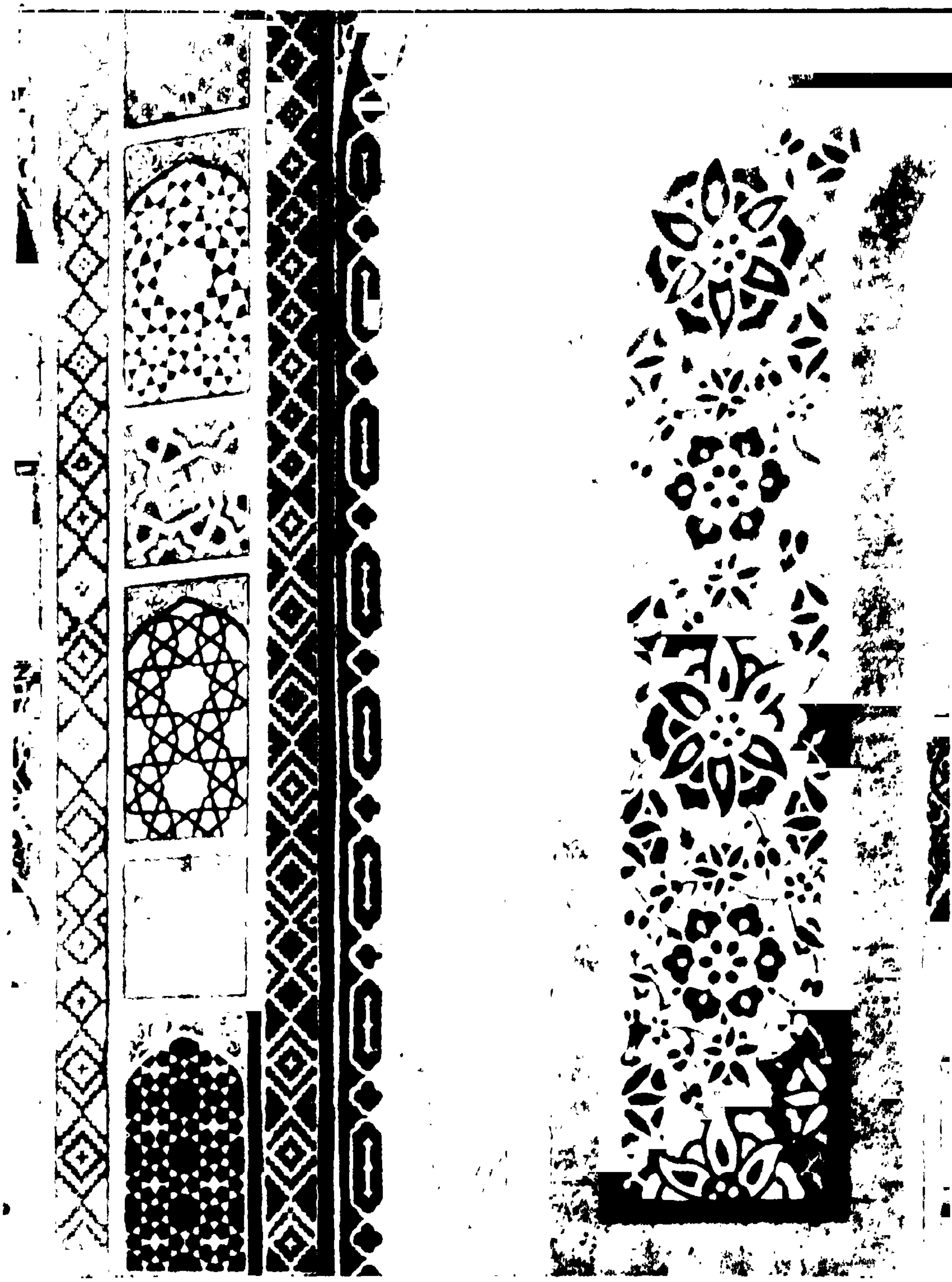




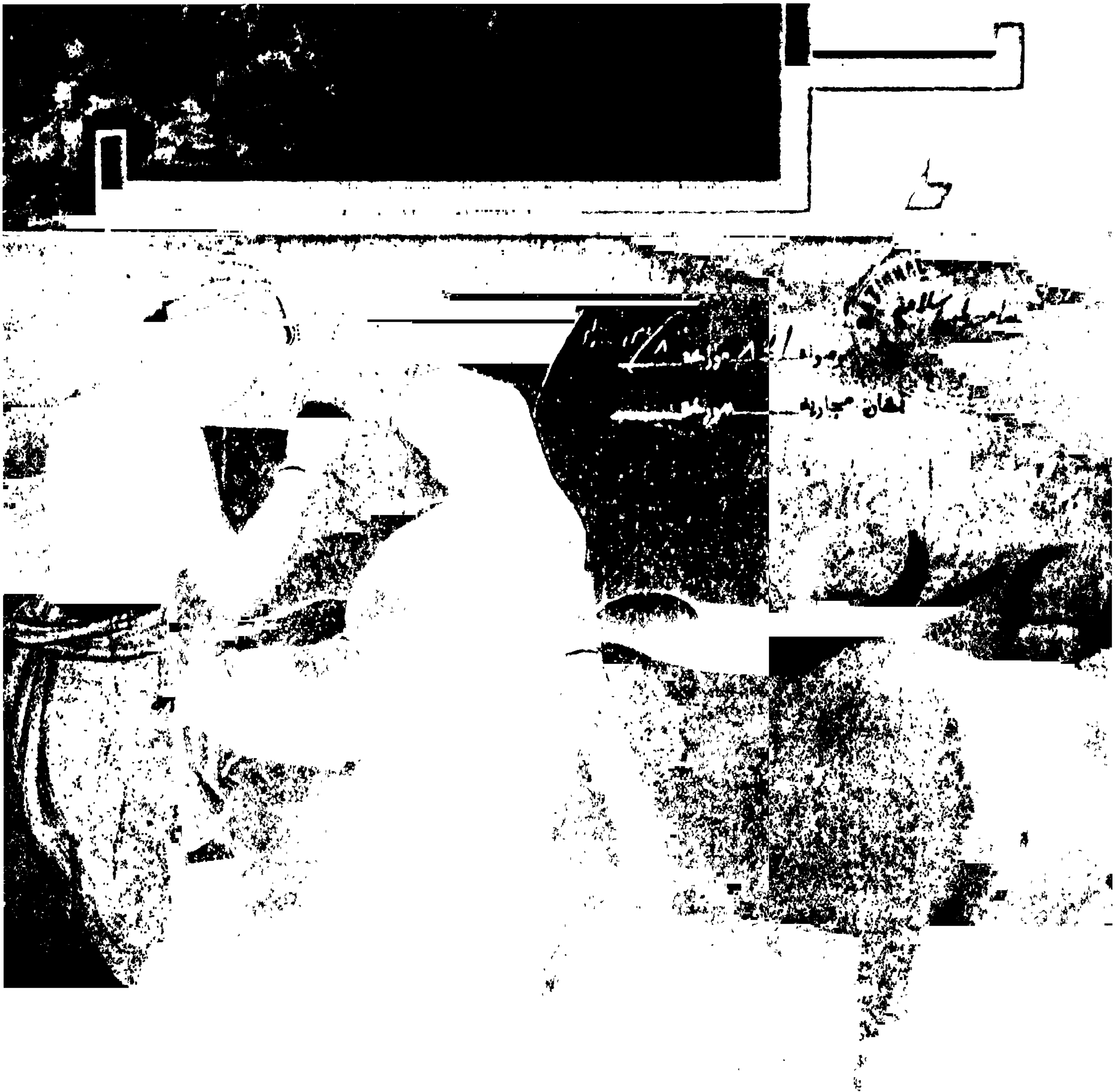


بال گنگا دھر تلک　　مہاتما گاندھی　　پنڈت مدن موہن مالویہ

Regd. No. A—294



مغلوں کے زمانے کی پچی کاری کا ایک نمونہ

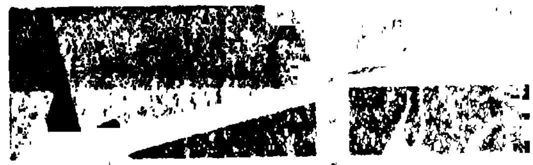


ھل

جلد ۲ نمبر ۱۱ — مصوّر ماہوار رسالہ — دسمبر سنہ ۱۹۴۰ء

فہرست مضامین

دسمبر ۱۹۴۰ء — جلد ۲ نمبر ۱۲



یو۔پی گورنمنٹ کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

بانی

منوہر داس چترویدی

(بی۔ایس۔سی (آکسن) آئی۔ایف۔ایس آفیسر محکمۂ گرام سدھار یو۔پی)

چیف ایڈیٹر

رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ ایم۔اے۔ایم۔بی۔آئی

(گاؤں سدھار افسر یو۔پی)

پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ۔الہ آباد

سالانہ قیمت عہ — ۱۹۴۰ء — ایک پرچہ ۸/

[redacted]

باہتمام کالی کے مترا پرنٹر پبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ - الہ آباد

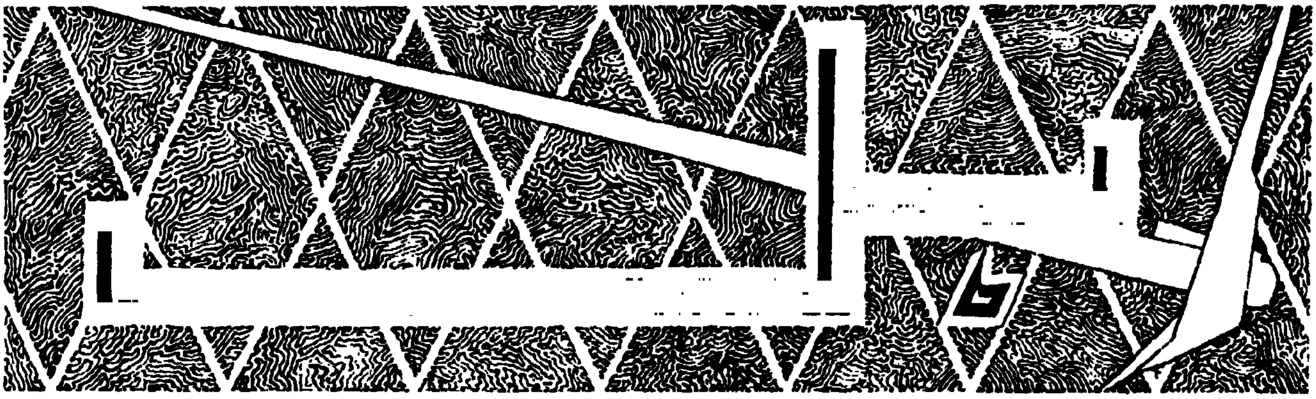


देहाती नाच

चित्रकार—श्रीशम्भूनाथ मिश्र

دیہاتی ناچ

مصور - شری شمبھو ناتھ مشر



رسالہ ماہوار باتصویر

نمبر ۱۲ جلد ۲ دسمبر سنہ ۴۸ء

گرجر ہل

ازجناب ایس یمی۔ رائے ایم۔ ایس سی۔ بی۔ ایس سی زراعت) ڈپ۔ اگری (وائی) ڈپ۔ آئی۔ اے۔ آر۔ آئی

اور

چے۔ ایس کوشیوا یل۔ اے۔ جی۔ اگریکلچر سپرنٹنڈنٹ

اس صوبے میں مٹی پلٹنے والے ہلوں کا استعمال ادھر چند سال سے بہت بڑھ رہا ہے۔ یہ ہل چھوٹے اور بڑے کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ لیکن زمین کاٹنے اور مٹی پلٹنے والا حصہ سب میں لوہے کا ہوتا ہے ان کو دیہاتوں میں لوہیا ہل، انگریزی ہل یا فارم کے ہل کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔ معمولی کسانوں کے لئے ان میں سب سے چھوٹی قسم کا ہل جسے گرجر ہل کہتے ہیں اور جو سب سے سستا اور ہلکا بھی ہوتا ہے زیادہ کارآمد ہے۔ بڑی قسم کے مثلاً پنجاب، راجہ ٹرن ریسٹ وغیرہ ہلوں کو صرف بڑے کاشتکار یا فارم والے ہی کام میں لاتے ہیں جن کی تعداد ½ فیصدی سے بھی کم ہوگی۔ یوں تو گرجر ہل کی طرح اور بھی کئی چھوٹے مٹی پلٹنے والے ہل ہیں جو ہندوستان کے مختلف حصوں میں استعمال کئے جارہے ہیں لیکن دس بارہ سال کے تجربے کے بعد گرجر ہل ہی سب سے زیادہ مفید تسلیم کیا گیا ہے۔

ان ہلوں کا خاص کام یہ ہے کہ ایک تو کونڈ گہری چوڑی اور نیچے تک ایک سی کاٹتے ہیں اور دوسرے کاٹی ہوئی مٹی کو پلٹ دیتے ہیں ان میں سے پہلی بات کو لیجئے۔ دیسی ہل کی جتائی میں یہ ایک بھاری کسر رہ جاتی ہے کہ چاہے جتنے پاس پاس کونڈ نکالی جائیں انکے بیچ میں نیچے کی طرف ضرور کچھ بلا ٹوٹی زمین رہجاتی ہے اسی وجہ سے دیسی ہل سے کھیت کو دوہر (دوہرا) کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مٹی پلٹنے والے ہل چونکہ ایک ہی بار میں اوپر سے نیچے تک ایک سی زمین کاٹتے چلے جاتے ہیں اس لئے ایک تو دوہر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور دوسرے دیسی ہل کے مقابلے میں زیادہ رقبہ کم وقت میں اور زیادہ اچھی طرح یعنی بغیر بلا جوتی ہوئی زمین چھوڑے ہوئے جوتا جاسکتا ہے۔ یہ جوتائی بہت کچھ پھاوڑے کے کھدائی کی طرح ہوتی ہے اس لئے ان ہلوں کا سب سے اچھا استعمال پانٹ میں جوتنے کا ہے۔ ہر فصل کی کٹائی کے بعد بارش کے بعد یا بالکل نئی زمین توڑنے کے لئے یہ ہل بہت مفید ثابت ہوتے ہیں دیسی ہل سے زمین باریک کر لینے کے بعد ان ہلوں کے چلانے کی نہ تو ضرورت ہی رہتی ہے اور نہ چلانا ہی مناسب ہے جیسا کہ کہا جاچکا ہے گرجر ہل سے کھیت کو دوہر کرنیکی ضرورت نہیں۔ اگر جوتائی زیادہ گہری کرنی ہو تو اس کی ایک جوتائی کے بعد دیسی ہل چلا کر پھر اس ہل کو چلانا مناسب ہے اب اس ہل کے دوسرے کام یعنی مٹی پلٹنے کو لیجئے اسکو پورا کرنے کیلئے اس قسم کے ہلوں میں داہنی یا بائیں کھرپی سے ملا ہوا ایک پنکھا سا لگا ہوتا ہے گرجر ہل میں یہ داہنی طرف ہوتا ہے۔ کھرپی یا پھل کے ذریعہ کاٹی ہوئی مٹی اس پنکھے پر جاتی ہے جو اس کو پلٹ دیتا ہے اس لوٹ پوٹ کے ہونے سے نچلی مٹی کو بھی ہوا اور دھوپ کا فائدہ بخش اثر ہو جاتا ہے جس سے کہ زمین میں موجود پودوں کی خوراک کے جز اس شکل میں بدل جاتے ہیں کہ جڑوں کے ذریعے پودوں کو آسانی سے مل سکیں مٹی یکساں بھربھری ہوجاتی ہے نیچے تک زمین کھل کر الٹ جانے سے نقصان پہنچانے والے کیڑے مکوڑے اور ان کے انڈے وغیرہ برباد ہو جاتے ہیں۔ گھاس پھوار اکھڑ کر نیچے دب جاتی ہے جہاں سڑ کر وہ تباہ ہوجاتی ہے اور پودوں کے لئے خوراک بن جاتی ہے۔ ساتھ ہی بالائی سطح کی زرخیز مٹی اپنے میں شامل خوراک پودوں کی جڑوں کو دینے کے لئے نیچے پہنچ جاتی ہے اور نیچے کی مٹی جسکے ذخیرہ اجزا گذشتہ فصل کی جڑیں جمع کر چکے ہیں اپنی کمی کو پورا کرنے کے لئے اوپر آجاتے ہیں۔ گذشتہ فصل کی جڑوں اور کھونٹیوں کو اکھاڑ کر سکھا دینے میں بھی یہ ہل زیادہ کامیاب ہوتے ہیں اسکے ساتھ ایکھ اور دیگر فصلوں کیلئے بوئی ہوئی سنئی وغیرہ کی ہری کھاد کو جسکے فوائد اتفاق رائے سے تسلیم کئے جاچکے ہیں سڑانے کے لئے مٹی میں پوری طرح دبانا بھی انھیں ہلوں کے ذریعے اچھا ثابت ہوتا ہے۔

[redacted]



دو مٹی پلٹنے والے ہل جو زیادہ تر استعمال ہو رہے ہیں۔ بائیں جانب ٹربو یا مسٹن ہل ہے اور دائیں جانب کانپور کی سرکاری انجینئرنگ ورکشاپ میں تیار شدہ لکڑی ہل کا چھوٹا نمونہ ہے۔

جہاں دیسی ہلوں سے ہری کھاد کو دبانے کی کوشش کی جاتی ہے تو آدھے سے زیادہ حصہ اوپر ہی نکلا رہ جاتا ہے جس کے باعث وہ سوکھ کر بیکار ہو جاتا ہے اور کھیت میں دیمک لگ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ امریکہ جیسے دوسرے ترقی یافتہ ممالک میں مٹی کے پلٹ دینے کے ان اوصاف کو مدتوں پہلے جان لیا گیا تھا لیکن ہندوستان میں اسکی اہمیت ابھی دو ہی تین صدیوں سے سمجھی جانے لگی ہے۔

گرجر ہل کے اپنانے میں کسانوں کو عام طور پر جو دقتیں معلوم ہوتی ہیں انھیں یہاں بیان کر دینا ضروری ہے۔ ان میں سے سب سے بڑی مشکل تو یہی ہے کہ بہتوں کے لئے تو اب بھی یہ ایک باہری اور نئی سی چیز ہے جو انھیں کے الفاظ میں "کبھوں ہمرے باپ دادا نے نا چلایو"۔ ہر کسی کو خصوصاً ہمارے دیہاتی بھائیوں کو جو نئی روشنی سے کوسوں دور رہتے ہیں اور بھوت کی طرح اس سے ڈرتے ہیں۔ نئی چیز کے اپنانے میں پس و پیش ہونا قدرتی امر ہے لیکن مشکل زیادہ تر دماغی ہے اور صرف دو چار دور کے استعمال سے دور ہو جاتی ہے۔ دوسری بات جو اکثر دیکھنے میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک تو گاؤں کا بڑھئی ان ہلوں کو دیکھتے ہی یہ سمجھنے لگتا ہے کہ میری روزی گئی اور کسانوں کو بھی یہ خوف رہتا ہے کہ اگر یہ ہل بگڑ گیا تو سرکاری فارم پر لیجائے بغیر نہیں ہوگا۔ یہ دونوں خیالات غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ ان ہلوں کے استعمال کا یہ مقصد نہیں کہ دیسی ہل کو طاق پر رکھ دیا جائے۔ انکا استعمال جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے پاڑیا پرتی کی جتائی، نئی زمین کے توڑنے، ہری کھاد کے مٹی میں دبانے وغیرہ مخصوص مواقع پر ہونا چاہئے۔ ان سے جتائی کرنے کے بعد

کھیت کی کمائی کے لئے دیسی ہل ہی چلانا چاہئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ گاؤں کے بڑھئی کی تجارت پر ان ہلوں کے عام استعمال سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ پھر ان ہلوں میں کوئی ایسی پیچیدہ مشین نہیں ہے جس کو خود کسان یا گاؤں کے بڑھئی اور لوہار نہ سمجھ سکیں اور نہ ٹھیک کر سکیں۔ چھٹے ساتویں ماہ بدلنے والی چیز صرف کھرپی یا پھل ہے۔ جو ضرورت پڑنے پر خیا منگوا کر خود آسانی سے کسا جا سکتا ہے۔ تیسری مشکل کاشتکاروں کا یہ خیال ہے کہ گرجر ہل دیسی ہل سے بھاری چلتا ہے اور گاؤں کے چھوٹے بیل اسکو آسانی سے نہیں کھینچ سکتے۔ یہ غلط فہمی ہے۔ حالانکہ تول میں گرجر ہل دیسی ہل سے کچھ بھاری ہوتا ہے لیکن چلانے میں ہلکا چلتا ہے۔ کیونکہ اس کی ساخت کی وجہ سے اس کو زمین کی رکاوٹ کم ملتی ہے۔ ہلوں پر سب سے زیادہ زور زمین کے توڑنے یا پرتی کی جتائی میں پڑتا ہے جبکہ دیسی ہل کو بھی سیوا یعنی پچھلا چلایا جاتا ہے۔ ایسے وقت میں گرجر ہل کو چلایا جائے اور جائے اُسے پچھلا کرنے میں کم جوڑی کو نڈ کاٹی جائے تو کوئی دقت نہ ہوگی۔ چوتھا سوال قیمت کا کیا جاتا ہے مگر گرجر ہل کی قیمت معہ ہریس اور مٹھیا کے کل ساڑھے پانچ روپئے کے قریب ہے جو کہ معمولی سے معمولی کسان بھی فصل کے زمانے میں آسانی سے دیسکتا ہے۔ ایک بار خرید لینے پر بہت دنوں کے لئے فرصت ہو جاتی ہے۔ صرف گھس جانے یا بے احتیاطی سے ٹوٹ جانے پر کھرپی بدلنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

کھرپی آٹھ آنے سے ۱۲ آنے تک میں آتی ہے اور اسکا ہل میں لگانا نہایت آسان ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اپنی قیمت سے کہیں زیادہ فائدہ تو اس ہل کے استعمال سے سال ہی بھر میں ہو سکتا ہے۔ ایک سوال جو اکثر کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر یہ ہل (جسے غلط فہمی کی بنا پر ولایتی بھی کہا جاتا ہے حالانکہ یہ ہندوستانیوں کے ہاتھوں ہندوستان کے کارخانے کا بنا ہوا ہے) دیسی ہل کی ضرورت کو ختم کر کے اسکی جگہ پوری طرح نہیں لے سکتا تو اس سے کیا فائدہ ہے۔ اسکا جواب آسان ہے۔ ہمارے ملک کی کھیتی میں دیسی ہل کی اپنی الگ جگہ ہے لیکن خاص مواقع پر اور مخصوص حالات میں جو اوپر بتائی جا چکی ہیں اس قسم کے ہلوں کا استعمال کرنے سے نہ صرف کسان کے وقت اور محنت کی بچت ہوتی ہے بلکہ جتائی اتنی اچھی ہو جاتی ہے کہ اس کا پیداوار پر بہت اثر پڑتا ہے۔ ان بے شمار تجربوں سے جو کسانوں کے کھیتوں میں پچھلے چند سالوں میں کئے گئے ہیں۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایکھ، گیہوں وغیرہ فصلوں کی پیداوار وقت پر گرجر ہل سے جتائی کر دینے سے ۸ فی صدی سے ۱۵ فی صدی تک بڑھ جاتی ہے کھیت میں ہری کھاد دبانے کے لئے تو اس کے فوائد ظاہر ہی ہیں۔ گرجر ہل کے فائدوں کو کسان کہاں تک سمجھنے لگے ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ روہیلکھنڈ ڈویژن کے چھ ضلعوں میں محکمہ زراعت نے گذشتہ ایک سال کے اندر ...۷ سے زیادہ ہل تقسیم کئے۔ اُن ہلوں کی تعداد جو محکمہ اصلاح نیشکر، محکمہ گاؤں سدھار اور مقامی جماعتوں کے ذریعے تقسیم ہوئے بالکل علیحدہ ہے اور کسانوں میں ان کی مانگ دن بدن بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

مکمل گاؤں کسنہی

(از جناب آدیتہ پرشاد سنگھ۔ سرپنچ کسنہی، جون پور)

موضع کسنہی ضلع جونپور کا ایک نہایت گندہ اور پچھڑا ہوا گاؤں تھا لیکن گاؤں والوں کی کوشش سے وہی اب ایک مکمل اور مثالی گاؤں بن گیا ہے۔ اب اس گاؤں کی کیا حالت ہے یہ اس مضمون میں ملاحظہ فرمایئے۔ کسنہی کی طرح اور بھی کتنے ہی گاؤں کی کایا پلٹ ہو گئی ہے۔ اُن کا ذکر ہم آئندہ اشاعتوں میں شائع کرینگے۔

کسنہی نمبری موضع ہے جس کا کل رقبہ ۴۴۔ ایکڑ ہے۔ جس میں مزروعہ ۳۴۴ ایکڑ ۵۔ ڈگری اور باقی غیر مزروعہ ہے۔ یہاں کی خاص فصل دھان اور ایکھ ہے۔ گاؤں میں ٹھاکر، اہیر، بھوبجوا، کیوٹ، چمار، کائستھ، لوہار، پاسی، دھریکار اور برہمن وغیرہ ذات کے لوگ آباد ہیں۔

تنظیم و اشتراک باہمی

شروع میں جب گاؤں سدھار کا کام شروع کیا گیا تو ایک گاؤں سدھار پنچایت بنائی گئی جس میں ۷ ممبر تھے۔ وہی پنچایت اب تک کامیابی کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ پنچایت کا اجلاس مہینے میں ۳ چار بار ہوتا ہے جس میں گرام سدھار کے بارے میں تجویزیں پاس ہوتی ہیں اور گاؤں والے اُن پر عمل کرتے ہیں۔ گذشتہ سال ایک زندگی سدھار سوسائٹی قائم کی گئی اور کاغذات رجسٹری ہو کر آگئے ہیں اب ہم لوگ اُسی کے مطابق کام کرتے ہیں گاؤں میں گھی سوسائٹی بھی قائم کی گئی ہے۔ یہاں عورتوں کی بھی ایک تنظیم ہے جو بڑی کامیابی سے طبقۂ نسواں میں اصلاح کا کام کر رہی ہے

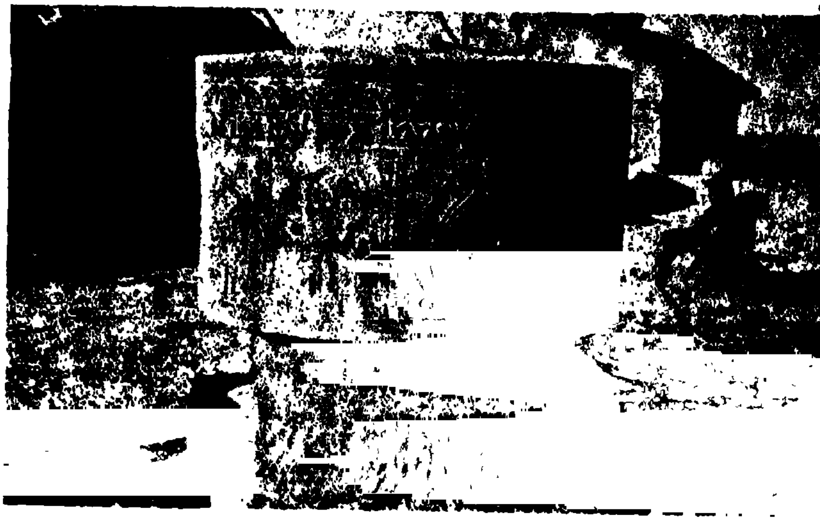
زراعت

گاؤں میں ۳۴۴ ایکڑ ۵۔ ڈگری میں کھیتی ہوتی ہے ۲ ایکڑ ۳ ڈگری میں باغ ہے ۱۲ ایکڑ میں آبادی ہے۔ گاؤں میں ۳ تالاب ہیں گاؤں میں ہر ایک کنبے کے پاس ایک کھاد کا گڑھا ہے۔ ۱۱ کنبوں کے پاس ۲ اور تین گڑھے ہیں۔ دیہات میں ۶ کمپوسٹ کے ڈھیر بھی ہیں۔ موسم برسات میں ہم لوگوں نے ۷ ڈھیر کمپوسٹ کے بنائے تھے۔ سب چرنیوں کے چاروں طرف منڈیریں بنی ہیں جس میں پیشاب اور مٹی کی کھاد بنائی جاتی ہے۔ اس سال ۱۲ بیگھہ سنئی بو کر جوتی گئی ہے۔ ۴ من سلفیٹ کھاد بھی ڈالی گئی تھی۔ شروع سال میں نمونے کے کھیت ربیع میں تیار کئے گئے تھے۔ اسکا نتیجہ اتنا اطمینان بخش رہا کہ دوسرے سال آدھے گاؤں میں اچھے بیج بوئے گئے اور اس سال بھی ربیع کی فصل اچھے بیج سے بوئی گئی ہے۔ پورے گاؤں میں نمبر ۳۱۲، نمبر ۲۱۳ نمبر ۲۸۰ کوئمبٹور ایکھ بوئی گئی ہے۔ جس کا رقبہ ۴۴ ایکڑ ہے۔ اب ہمارے گاؤں میں دیسی ایکھ کوئی نہیں بوتا اور ساتھ ہی ساتھ ایکھ کی پیداوار بھی بڑھ گئی ہے۔ خریف کی فصلوں میں دھان نمبر ۱ سویابین، مونگ پھلی، جام نگر باجرہ اور جونپوری مکّا بھی ہم لوگ بوتے ہیں۔ ربیع کی فصل میں بیج گودام مچھلی شہر سے ہماری سوسائٹی نے ۲۴ من گیہوں، ۲۰ من مٹر اور ۲۰ من جو لیا ہے۔ ہماری سوسائٹی نے ایک شخص کو ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے بنارس بھیجا تھا۔ ٹریننگ حاصل کر کے واپسی پر گاؤں میں انھوں نے ۱۴ عمدہ قسم کی بھٹیاں بنوائی تھیں اور عمدہ گڑ بنانے کا طریقہ بھی بتایا تھا اور اب بھی بتاتے ہیں۔ پہلے مشن ہل کو جاری کیا گیا۔ ایک ہل نصف قیمت پر پنچایت نے خریدا۔ اب ہمارے یہاں کل ۶ مشن ہل، ایک اکولا ہو، ایک ہینڈ ہو اور ایک مارکر ہے۔ ہم لوگ خریف کی فصل کو قطار میں بوتے ہیں جس میں ہینڈ ہو اچھا کام کرتا ہے۔ ایک دنوری کی مشین بھی آئی ہے ہم لوگوں نے اُسے چلا کر دیکھا ہے کہ وہ اچھا کام کرتی ہے۔ اُمید ہے کہ ہماری پنچایت ایک دنوری کی مشین خرید لیگی۔ ہمارے یہاں ایک بیج سوسائٹی بھی ہے جس میں ۴۸ ممبر ہیں اور جو ۱۹۴۳ء سے نہایت کامیابی کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ ہم لوگوں نے سوسائٹی کے کُل غلّے کو اچھے بیج سے بدل لیا ہے۔ اس وقت گودام میں ۴۰ من ربیع اور ۸ من خریف کے بیج ہیں۔ اب تک ہم لوگوں کا کام پرسا کے سانڈ سے چل جاتا تھا لیکن اس وقت کو دُور کرنے کے لئے ہم لوگوں نے ۱۱ روپیہ چندہ کیا اور ایک ساہی وال نسل کا سانڈ بھی منگوا لیا ہے۔ مرغوں کی نسل بدلنے کے لئے حکومت کی طرف سے اچھے مُرغے بھی ملے ہیں اور سب دیسی مرغ ہٹا دئے گئے ہیں۔ بکریوں کی نسل کی اصلاح کے لئے حکومت نے ایک بکرا بھی دیا ہے۔ ہمارے گاؤں میں سبھی بیل آختہ کئے ہوئے ہیں اور بیمار جانوروں کا علاج قریب گاؤں کے ویٹرنری کمس ہی سے کیا جاتا ہے۔ اب لوگ ترکاری بھی بونے لگے ہیں اور دو سال سے ترکاری کے بیج بوئے جا رہے ہیں دو سو آم اور مہوے چھوڑ کر ہم لوگوں نے ۱۵۰ قلمی آم، ۳۲۰ لیموں، ۲۳۰ سنگترے، ۱۲۰۰ کیلے ۲ انگور، ۲ کاغذی بیل، ۲ آملہ اور ۹ کٹہل لگائے گئے ہیں۔ اُمید کی جاتی ہے کہ تھوڑے دنوں کے اندر کسنہی کیلا، لیموں اور سنگترے کے باغ کی حیثیت سے مشہور ہو جائے گا۔ ۳ سال سے ببول کے درخت لگائے جا رہے ہیں اور ایندھن کے لئے ہزاروں درخت تیار ہو گئے ہیں۔ گاؤں میں ۳۱۰ بیل، ۱۲۰ بھینس، ۸۰ بکریاں، ۶۰ سور ۲ گھوڑے اور ایک ہاتھی ہے۔

صحت

یہ گاؤں نہایت گندہ تھا۔ گلیوں اور گاؤں کی پرتی زمین میں سوا پیشاب اور پاخانے کے کچھ بھی نہیں نظر آتا تھا۔ گھور اور نابدان آبادی کے اندر سڑتے اور گندگی پھیلاتے تھے۔ کنوئیں اتنی خراب حالت میں تھے کہ برابر اُس میں بدبو آتی

[redacted]



ضلع جونپور کا ایک قدیم کولھو

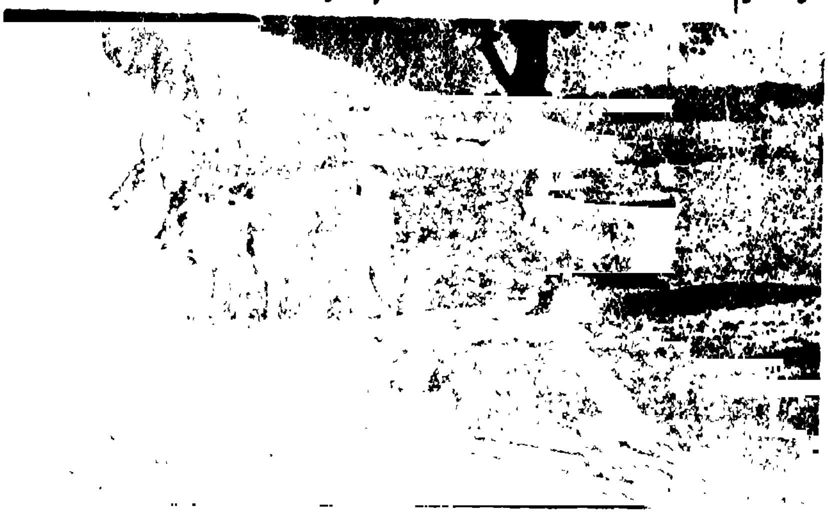
تھی۔ سا۔ اکاؤں گندھوں سے بھرا تھا۔ جگہ جگہ پرنیاں گرڑی تھیں اور سب جگہ گندگی پھیلاتی تھیں۔ مگر صفائی میں حیرت انگیز ترقی ہورہی ہے۔ اس کا اندازہ وہی لوگ کرسکتے ہیں جو اس گاؤں کو ۲ تین سال پہلے بھی دیکھ چکے ہیں۔ پہلے پہلے سب گھورے کے ڈھیر آبادی سے باہر پھینکے گئے اور ۸۲ گھور کے گڈھے بنوائے گئے۔ سارے مکانوں پر ہر سال مٹی لگائی جاتی ہے اور ان پر نصیحت آمیز جملے لکھے جاتے ہیں۔ سات کھنڈر ہموار کئے گئے اور ۹ گڈھے جو آبادی کے اندر تھے پاٹے گئے۔ گلی و کوچے صاف کراکے اونچے کئے گئے ۲۷۳ کھڑکیاں لگوائی گئیں اور ۲ نالیاں پختہ بنوائی گئیں۔ ۲ سوختہ گڈھے بنوائے گئے۔ ۱۴ کنوئیں صاف کئے گئے ۹ سور باڑے آبادی سے دور کئے گئے۔ ۳ پاخانے بنائے گئے، ایک دوا کا بکس سرکار کی طرف سے رکھا گیا ہے جس سے ۱۴۱۹ مریضوں کا علاج ہوا۔ فرسٹ ایڈ کی ٹریننگ ۱۱۶ اشخاص کو دی جارہی ہے۔

اشاعت و تعلیم

ہمارے گاؤں میں ہر ایک ایکادشی کو جلسہ ہوا کرتا ہے جس میں گاؤں کے سبھی لوگ شامل ہوتے ہیں۔ ہمارے گاؤں کی بنی ہوئی چیزیں، نمائشوں میں کئی بار بھیجی گئی ہیں اور ہمیں انعام بھی ملا ہے۔ ہمارے گاؤں میں ایک اسکاؤٹ جماعت قائم کی گئی ہے جس میں ۳۴ ممبر ہیں اور انھیں گرام سیوا، فرسٹ ایڈ، اور دیگر امور کی تعلیم دی جارہی ہے۔ ہمارے یہاں ایک کتب خانہ اور ایک اخبار گھر بھی ہے ہماری پنچایت ہفتہ وار، آج اور ستیے، اخبار منگاتی ہے۔ یہاں ایک نائٹ اسکول بھی ہے۔ ۲۷ نوجوانوں کو خواندہ بنایا گیا ہے جن کو دوسرے درجے تک کی تعلیم مل چکی ہے اور مدرسہ بالغان میں چھوٹے چھوٹے بچے جو غریبی کی وجہ سے دن میں نہیں پڑھ سکتے ہیں وہ ۱۵ اس میں پڑھتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں ایک لڑکیوں کا مدرسہ بھی جاری ہے جس میں ۲۳ لڑکیاں اور عورتیں پڑھتی ہیں تعلیم کی طرف اگر ہم لوگوں کی یہی دلچسپی رہی تو امید ہے کہ ۲ یا ۳ سال کے اندر کوئی مرد عورت، لڑکا، لڑکی ناخواندہ نہ رہ سکے گا اس گاؤں میں ایک اکھاڑہ ہے جس میں دیہات کے باشندے کسرت کرتے ہیں۔ دیہات کے لڑکے فٹ بال کھیلتے ہیں اور کشتی، کبڈی وغیرہ دیسی کھیل بھی ہوتے ہیں۔

متفرق کام

ہمارے دیہات میں نیواڑ، دری، لالٹین کی بتی بنائی جاتی ہے۔ گاؤں میں چٹائی، و بانس کی چیزیں بھی بنائی جاتی ہیں جو ہم لوگ سرکاری اسٹور کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔



تسنہی میں اس کی جگہ اب ایسی نئی بارلیاں کام میں لائی جارہی ہیں

ہمارے یہاں چھوٹے موٹے معاملات پنچایت ہی کے ذریعے طے کرلئے جاتے ہیں گاؤں سدھار کا کام پنچوں میں تقسیم کردیا گیا ہے۔ اس کی مدد کے لئے چھوٹی چھوٹی کمیٹیاں بنائی گئی ہیں۔ پانچ آدمی اخبار رسالے اور کتابیں پڑھ کر سنانے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں پنچائت اپنے سالانہ اجلاس میں ان کی امداد کرتی ہے۔ ہماری پنچایت ایک زندہ جماعت ہے اور جو کچھ پنچایت پاس کردیتی ہے اس پر قانون سمجھ کر عملدرآمد کیا جاتا ہے۔ گاؤں بھر کی رائے متفقہ ہوتی ہے۔ ہم لوگوں نے حکومت کے دیئے ہوئے نقشے کے مطابق نیا پنچایت گھر بھی تعمیر کروالیا ہے۔

صوبہ متحدہ میں دھان کی کھیتی

از جناب مسٹر مایا پرکاش سنگھ - ایم - ایس - سی - ریسرچ اسسٹنٹ رائس ریسرچ اسٹیشن نگینہ یوپی

صوبے میں ۷۰۰۰۰ لاکھ ایکڑ میں دھان کی کھیتی ہوتی ہے اس رقبہ میں اکثر ۵۰ لاکھ ایکڑ یعنی آدھے سے زیادہ رقبہ جلد تیار ہونے والے دھان کی قسمیں جنھیں کاشتکار بھدئیں یا کواری کے نام سے پکارتے ہیں بوئی جاتی ہیں - وہ دھان جو دیر میں تیار ہوتے ہیں اور کھانے میں ذائقہ دار اور پکنے میں اچھے ہیں اُن کی کھیتی صوبے میں جلد تیار ہونے والے دھانوں سے کہیں کم ہے جلد تیار ہونے والے دھانوں کی کھیتی صوبے میں کئی وجوہات سے زیادہ ہوتی ہے ان سب میں خاص وجہ اونکا تیار ہونا ہی ہے - یہ دھان بارش کے شروع میں بوئے جاتے ہیں اور بارش کے آخر تک کاٹ لئے جاتے ہیں - ان سے نہ تو پانی ہی کی بچت ہو جاتی ہے بلکہ ربیع کی فصل کے لئے کھیت تیار ملتا ہے - جلد تیار ہونے والے موٹے دھانوں کی پیداوار بھی اچھے - ذائقہ دار باریک جلد پکنے والے دھانوں کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے - جلد تیار ہونے والے موٹے دھان ذرا مشکل سے ہضم ہوتے ہیں اسی وجہ سے غریب کسان انھیں دھانوں کو بوکر اپنا پیٹ پالتے ہیں - کھانے میں ذائقہ دار اور پکنے میں اچھی قسموں کے دھان جیسے بانسمتی ہنسراج رام جیاون وغیرہ دیر میں تیار ہونے کے باعث پانی ہی زیادہ نہیں چاہتے بلکہ ربیع کی فصل تیار کرنے میں زیادہ وقت لگا دیتے ہیں کیونکہ کھیت بہت دنوں تک گھرا رہتا ہے اسکے علاوہ ان دھانوں کو گندھی مکھی سے بہت نقصان ہوتا ہے لیکن جلد تیار ہونے والے دھان گندھی مکھی کے حملے سے محفوظ رہتے ہیں - کیونکہ جس وقت گندھی مکھی کی آمد ہوتی ہے - اس وقت یہ دھان تیار ہو چکے ہوتے ہیں -

صوبہ میں دھانوں کا مسئلہ

جلد تیار ہونے والی دھان کی قسمیں جیسے دھیولا سریا - ساٹھی - نکا - دودھی وغیرہ پیداوار میں دیر سے تیار ہونے والی قسموں کے بہ نسبت اچھی نہیں رہتی ہیں اور ان کا چاول موٹا اور کھانے میں زیادہ ذائقہ دار نہیں ہوتا - اسی وجہ سے بازار میں ان دھانوں کے پیسے دیر میں تیار ہونے والی قسموں سے کم اُٹھتے ہیں - اس سے کاشتکار کی مالی حالت محنت کرنے پر بھی نہیں ٹھیک ہوتی اور کوئی بھی جو کاشتکاروں کا بھلا چاہنے والا ہو اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ کسی طرح ان دھانوں کے چاولوں میں ایسی تبدیلی کرے کہ اُن کی معقول قیمت ملنے لگے -

دھان کی وہ قسمیں جو بھادوں اور کوار (ستمبر اور اکتوبر) میں تیار ہوتی ہیں انھیں گندھی مکھی کے حملے سے بہت نقصان اُٹھانا پڑتا ہے - کیونکہ گندھی مکھی دھان کے کچے نئے چاولوں سے اُن کا دودھ چوس لیتی ہیں اور دھان کھوکھلے رہ جاتے ہیں - یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ گندھی مکھی کے حملے سے ۵۰ - ۹۰ فیصدی تک فصل کو نقصان پہنچتا ہے - یہ دیکھا گیا ہے - کہ ساٹھی ایسے دھانوں کا گندھی کچھ بھی نقصان نہیں کر سکتی ہے - ساٹھی دھانوں میں ایک خاصیت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس قسم میں دھان کی بالی باہر نہیں نکلتی ہے بلکہ وہ پتی کے اندر رہ کر تیار ہوتی ہے اس پتی کے سبب گندھی دھان تک نہیں پہنچ پاتی - اگر بھادوں اور کوار میں تیار ہونے والی قسمیں بھی مثل ساٹھی دھان کے بنائی جا سکیں - تو صوبے میں سے گندھی کی تکلیف دور ہو جائے -

دیر میں تیار ہونے والی دھان کی قسموں کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے اور اگر ان کی پیداوار میں کچھ اور ترقی کیجائے تو دیر میں پکنے والی قسموں کی کھیتی کرنے والے کسانوں کی بہت امداد کیجا سکتی ہے - کیونکہ اُن کے دھانوں کی مانگ صوبے میں ضرورت سے زیادہ ہے -

ترائی کے علاقوں میں کاشی پور (نینی تال) دھان کی کھیتی کو جنگلی جانوروں جیسے سؤر اور ہرن سے بہت نقصان پہنچتا ہے اس کے علاوہ دھان کی وہ قسمیں جن کی بالی پر سینگر نکلے ہوتے ہیں مثلاً سیورا وغیرہ کو ان جانوروں سے اُتنا نقصان نہیں پہنچتا اس لئے اگر اُن علاقوں کے لئے جہاں جنگلی جانوروں کا خطرہ ہے زیادہ پیداوار بالی سینگر دار سیوُرا کی مانند تیار ہونے والی قسمیں بنائی جاسکیں تو یہ مسئلہ بھی حل ہو سکتا ہے -

مسئلہ کس طرح حل کیا گیا

مذکورہ بالا مسئلے جو ۱۹۲۳ء سے محکمہ زراعت صوبہ متحدہ کے سامنے تھے - مندرجہ ذیل دھان کے قسموں کی پیدائش کے ذریعہ حل کئے گئے ان اقسام دھان کی تفصیل جلد پکنے والی قسمیں (بھدئیں) گندھی کے حملہ کے وقت تیار ہونیوالی قسمیں (کواری) اور دیر میں تیار ہونیوالی قسمیں (اگھنی یا برڑیں) کے عنوان میں دیگئی ہیں -

۱ - جلد تیار ہونیوالی قسمیں (بھدئیں)

عام طور سے صوبے میں یہ دھان موٹے اور پیدا - دینے والے ہوتے ہیں محکمہ زراعت ممالک متحدہ نے موٹے بھدئیں دھانوں کی پیداوار بڑھاکر اور باریک پیداوار دینے والے بھدئیں دھان بناکر بھدئیں دھان بونیوالے کسانوں کی بڑی امداد کیا ہے جسب ذیل دھانوں کی قسمیں شمال مشرقی اور مشرقی علقوں میں خاصکر کامیابی حاصل کی ہیں -

۱ - ٹائپ چائنا نمبر ۱ :- یہ ملک چین کی قسم کے دھان سے انتخاب کرکے نکالی گئی ہے یہ جلد تیار ہونیوالی قسم ہے جو روپ (بیاوڑ) لگانے کے اکثر ۷۰ دن کے بعد پک جاتی ہے اور اور چھینکواں بونے پر اسکو پکنے میں تقریباً ۸۳ دن لگتے ہیں - اسکا چاول چھوٹا اور موٹا ہوتا ہے اور اس میں سینگر نہیں نکلتے ہیں - روپ لگانے پر یہ ۲۷ - ۲۸ من اور چھینکواں بونے پر ۲۴ من تک پیداوار دیتی ہیں -

۲ - ٹائپ این ۲۲ :- یہ پیلی بھیت کے راج بھوگ دھان کی قسم سے چھانٹ کر نکالی گئی ہے یہ بہت جلد تیار ہوتی ہے اور اسکو چھینکواں بونا اچھا ہے - اسکی بیاوڑ (بیرن) بھی لگائی جاسکتی ہے

[redacted]

چھنکواں بونے پر اس کو ۹۰ دن تیار ہونے میں لگتے ہیں اس کا دانہ موٹا ہوتا ہے چھنکواں بونے پر اس کی پیداوار ۲۴ من فی ایکڑ ہوتی ہے۔ جلد تیار ہونے کے باعث یہ اُن علاقوں میں جہاں سینچائی کی مشکل ہے اچھی ہو سکتی ہے

۳۔ ٹائپ این ۲۷:۔ یہ پیلی بھیت کے بانکی دھان سے چھانٹ کر نکالی گئی ہے بیاوڑ لگانے کے ۸۲ دن کے بعد یہ تیار ہو جاتی ہے چھنکواں بونے پر اس کو قریب ۹۰ دن کے لگتے ہیں اسکا دانہ موٹے قسم کا اور موٹا ہوتا ہے۔ اکثر اس میں سینگر نہیں نکلتے ہیں لیکن کبھی کبھی چھوٹے چھوٹے سینگر نکل آتے ہیں بیاوڑ لگانے پر اسکی پیداوار ۲۷ - ۲۸ من اور چھنکواں بونے پر ۲۴ من فی ایکڑ ہوتی ہے۔

۴۔ ٹائپ این ۳۲:۔ یہ لکھنؤ کی لجاتی دھان سے چھانٹ کر نکالی گئی ہے یہ بہت جلد پکنے والی قسم ہے اور بیاوڑ لگانے کے ۷۶ دن میں پک جاتی ہے۔ چھنکواں بونے اس کو پکنے میں ۸۴ دن لگتے ہیں اسکا دانہ پھولا موٹا ہوتا ہے بیاوڑ لگانے پر اسکی پیداوار ۲۳-۲۵ من تک ہوتی ہے یہ خوشبو دار دھان ہے۔

۵۔ ٹائپ اے ۶۴:۔ یہ اناؤ کے ہنسراج میں سے چھانٹ کر نکالی گئی ہے اور بہت جلد پکتی ہے عام طور سے اس کو چھنکواں بوتے ہیں لیکن اس کی بیاوڑ بھی لگائی جا سکتی ہے چھنکواں بونے سے اسکو ۸۵ دن پکنے میں لگتے ہیں۔ اس کے دھان کے اوپر چھوٹے چھوٹے سینگر ہوتے ہیں اور اسکا چاول پھولا موٹا ہوتا ہے۔ چھنکواں بونے پر یہ ۲۴ من فی ایکڑ پیداوار دیتا ہے یہ اُن مقامات کے لیے جہاں سینچائی کی مشکل ہوتی ہے خاص مفید ہے۔

۶۔ ٹائپ ۱۳۶:۔ یہ دوغلی نسل ٹائپ ۱ اور ٹائپ ۱۰۰ کے اتفاق سے نگینہ میں پیدا کی گئی ہے۔ یہ جلد تیار ہونے والی قسم ہے جو بیاوڑ لگانے کے ۸۱ دن کے قریب تیار ہو جاتی ہے چھنکواں بونے پر اسے تقریباً ۹۳ دن تیار ہونے میں لگتے ہیں۔ اس کا چاول باریک اور سفید ہوتا ہے اسکا پودا جھکتا ہوا اور اوسط اونچائی کا ہوتا ہے زیادہ کھاد دی ہوئی زمینوں میں اسکا پودا جھک بھی جایا کرتا ہے۔ اس کی بال کافی لمبی اور پھیلی ہوتی ہے پود لگانے پر اس کی پیداوار ۲۸ - ۳۰ من تک ہوتی ہے۔ یہ بارش کے شروع میں بوئی جاتی ہے اور نومبر تک کاٹ لی جاتی ہے۔ جلد تیار ہونے کے سبب یہ اُن مقامات میں جہاں پانی کم ملتا ہے اچھی طرح بوئی جا سکتی ہیں۔

ب۔ گندھی کے حملے کے وقت تیار ہونے والی قسمیں (کواری)

گندھی مکھی کے سبب بہت سی دھان کی قسموں کو نقصان پہنچتا ہے جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے ان میں سے بہت سی ایسی ہیں جو کہ کھانے میں ذائقہ دار اور پکنے میں اچھی۔ ان کی پیداوار بھی اچھی ہے لیکن اگر وقت پر نہ بوئی جائیں اور اگر گندھی کا حملہ ہو گیا تو بجائے فائدہ ہونے کے نقصان ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے ایسی قسمیں نگینہ کی ۱۰ - ۱۳ - ۲۱ - ۲۹ - ۶۵ ایچ ۱۰۸ اور ایچ ۵۰۷ ٹائپس ہیں۔ ان کے مفید ہونے میں یہ ضروری ہے کہ یہ قسمیں جلد ہی بوئی جاویں۔ جہاں نہرت پانی کی سینچائی کی سہولیت ہو۔ یہ قسمیں گندھی کے حملے سے محفوظ رہتی ہیں۔ کیونکہ اس وقت تیار ہوتی ہیں۔ اگر جلدی سینچائی کے ساتھ بوئی جائیں جب گندھی کی آمد نہیں ہوتی۔ وہ قسمیں جنکو گندھی کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی ان کی تفصیل نیچے لکھی جاتی ہے۔

ایس۔ ایچ ۱۱۱۔ یہ ٹائپ ۱۲ اور ٹائپ ۱۳۱ (ساٹھی) دھان کے اتفاق سے نکالی گئی ہے اس میں ساٹھی کی طرح سے بال پتی کے اندر ہی پکتی ہے اس میں ٹائپ ۱۲ کی خصوصیت جیسے زیادہ پیداوار بھی موجود ہے یہ جلد پکنے والا دھان ہے اور پود لگانے کے ۸۸ دن کے بعد تیار ہو جاتا ہے چھنکواں بونے پر اس کو ۹۰ دن لگ جاتے ہیں۔ اسکا دانہ چھوٹا اور موٹا ہوتا ہے۔ یہ ۲۰ من فی ایکڑ کے حساب سے پیداوار پود لگانے یا چھنکواں بونے پر دیتا ہے۔

ایس۔ ایچ ۱۳۰۔ یہ بھی ساٹھی اور ٹائپ ۱۲ کے اتفاق سے پیدا کیا ہوا دھان ہے۔ یہ جلدی پکنے والا اکثر ۸۰ دن میں تیار ہوتا ہے اس کا بھی چاول موٹا اور چھوٹا ہوتا ہے۔ بیاوڑ لگانے پر یہ اکثر ۲۳ من اور چھنکواں بونے پر ۲۰ من پیداوار دیتا ہے۔

ایس۔ ایچ ۱۷۸۔ یہ بھی اوپر لکھے ہوئے دھان کی طرح دوغلا دھان ہے اور بیاوڑ لگانے کے ۸۸ دن بعد اور چھنکواں بونے کے ۹۰ دن بعد تیار ہوتا ہے اسکا چاول موٹا اور چھوٹا ہوتا ہے اور مندرجہ بالا دھان کی طرح پیداوار بھی دینے والا ہے۔

ایس۔ ایچ ۲۴۱۔ یہ بھی دوغلا دھان ہے، ساٹھی اور ٹائپ ۱۲ کے اتفاق سے پیدا کیا ہوا ہے۔ بیاوڑ لگانے پر ۸۲ اور چھنکواں بونے پر ۹۲ دن میں پکتا ہے اس کا دانہ اوپر لکھی ہوئی دوغلی قسموں سے کچھ لمبا ہوتا ہے اور موٹا بھی کم ہوتا ہے یہ ۱۸ من بیاوڑ لگانے اور ۱۶ من چھنکواں بونے پر پیداوار دیتا ہے۔

ایس۔ ایچ ۱۷۵۔ یہ دوغلی قسم کا دھان ساٹھی اور ٹائپ ۱ کے اتفاق سے نکالا گیا ہے اور بیاوڑ لگانے پر ۸۴ دن اور چھنکواں بونے پر ۹۶ دن میں تیار ہوتا ہے اسکا دانہ چھوٹا اور موٹا ہوتا ہے اور بیاوڑ لگانے یا چھنکواں بونے پر ۱۴ من تک پیداوار دیتا ہے۔

ج۔ دیر میں تیار ہونیوالی قسمیں (اگہنی یا جڑہن)

ان دھان کی قسموں کے عام طور سے پود بیاوڑا ہی لگائی جاتی ہے۔ یہ قسمیں پیداوار میں اچھی اور پکانے میں عمدہ پکتی ہیں اور کھانے میں ذائقہ دار ہوتی ہیں ان قسموں میں مندرجہ ذیل دھان کی قسمیں تیار کر کے اگہنی دھانوں میں ترمیم کی گئی ہے۔

ٹائپ ۹:۔ یہ ضلع بستی کے دنی پت دھان سے چھانٹ کر نکالی ہوئی قسم ہے یہ دیر میں تیار ہوتی ہے۔ اکثر ۱۳۵ دن بیاوڑ لگانے کے بعد اس کے پکنے میں لگتے ہیں اس کا چاول بہت باریک

اور سفید ہوتا ہے۔ پکانے پر اس کے بھات سے ایک قسم کی خوشبو نکلتی ہے۔ یہ ۲۷-۲۹ من تک پیداوار دیتا ہے۔

ٹائپ ۱۷ :- یہ الہ آباد کے بانسی دھان سے چھانٹ کر نکالی ہوئی قسم ہے یہ بیاوڑ لگانے کے ۱۲۵ دن بعد تیار ہوتی ہے اس کا چاول بہت پتلا اور سفید ہوتا ہے یہ اکثر ۲۵-۲۷ من تک پیداوار دیتا ہے۔

ٹائپ ۲۲- اے - یہ ضلع باندہ کے بانسی دھان سے چھانٹ کر نکالی ہوئی قسم ہے بیاوڑ لگانے کے ۱۳۵ دن کے بعد تیار ہوتا ہے اسکا چاول لمبا۔ باریک اور سفید ہوتا ہے اور ۲۵-۲۷ من تک پیداوار دیتا ہے۔

ٹائپ ۲۳ - یہ ضلع باندہ کے کالا سکھ داس دھان سے چھانٹ کر نکالی ہوئی قسم ہے بیاوڑ لگانے کے اکثر ۱۳۱ دن کے بعد تیار ہو جاتی ہے اس کا چاول زیادہ باریک تو نہیں ہوتا بلکہ سفید اور کھانے میں خوشبودار اور ذائقہ دار ہوتا ہے - ۳۰ من تک اس کی پیداوار ہوتی ہے اور سرد والے مقامات پر اس کی پیداوار اور دھانوں کے مقابلے میں اچھی ہوتی ہے۔

ٹائپ ۲۵ - یہ ضلع سیتا پور کے پرجاتی دھان سے چھانٹ کر پیدا کی ہوئی قسم ہے۔ یہ دیر میں تیار ہوتی ہے اور اکثر ۱۴۵ دن میں بیاوڑ لگانے کے بعد تیار ہوتی ہے۔ اسکا چاول ٹائپ ۲۳ کی طرح ہوتا ہے اس کے چاولوں میں خوشبو نہیں ہوتی - لیکن اسکا بھات دیکھنے میں بہت خوبصورت ہوتا ہے یہ ۳۲ من تک فی ایکڑ پیداوار دیتا ہے۔

ٹائپ ۱۰۰ :- یہ ضلع اعظم گڈھ کے بھینس لوٹ دھان سے چھانٹ کر نکالی ہوئی قسم ہے اور بیاوڑ لگانے کے ۱۲۶ دن کے بعد تیار ہوتی ہے اسکا چاول بڑا اور موٹا ہوتا ہے اس کے پودے بہت اونچائی تک جاتے ہیں اور ان میں سے بڑی بڑی بالیں نکلتی ہیں یہ ۳۵-۳۸ من تک پیداوار دیتی ہے۔ صوبہ کے ان علاقوں کے لئے جہاں جنگلی جانوروں سے دھان کی کھیتی کو نقصان پہنچتا ۲ ہے مثلاً ضلع نینی تال میں کاشی پور کے علاقوں کے لئے سینکر وار زیادہ پیداوار اور جلد تیار ہونے والے دھان نکالے گئے ہیں۔ ان دھانوں میں خاص طور سے قابل تعریف ٹائپ ۴۳ کا دھان ہے جو کہ ضلع ایٹہ کی سوندھی دھان کی قسم سے چھانٹ کر نکالا گیا ہے یہ جلد تیار ہونے والی قسم ہے جو بیاوڑ لگانے کے ۹۰ دن بعد تیار ہوتی ہے چھٹکواں بونے پر اسکو ۱۰۲ دن کے قریب لگتے ہیں - اس کا دانہ جھولا موٹا ہوتا ہے اسکی بالیں بھری ہوئی اور گھنی ہوتی ہیں اس کی بالوں پر لمبے لمبے سیفکر ہوتے ہیں - یہ ان علاقوں کے لئے مناسب ہے جہاں چڑیوں اور جنگلی جانوروں سے دھان کی کھیتی کو بہت نقصان ہوتا ہے - اس کی پیداوار اچھی ہے اور ۳۴-۳۷ من تک فی ایکڑ پیداوار ہوتی ہے یہ دھان کی پھیلنے والی قسم ہے اور اس کا تنکا موٹا ہوتا ہے لیکن یہ اکثر جھکا کرتی ہے اس کا چاول سفید رنگ کا اور جھولی قسم کا ہوتا ہے۔

اوپر لکھی ہوئی قسموں کی تفصیل سے یہ خود بخود ثابت ہے کہ صوبے کے دھان کے مسئلے کا حل بہت خوبصورتی سے حاصل ہوا ہے جو کچھ کمی رہ گئی ہے اس کے لئے مناسب کارروائی نگینہ میں کیجا رہی ہے۔

مذکورہ بالا کام امپریل کونسل آف ایگریکلچرل ریسرچ کی مالی مدد سے کیا گیا ہے اور یہ مالی امداد بہت شکر کے ساتھ قبول کی گئی ہے۔

حوالہ جات

۱- ٹی - آر - مہتہ اسسٹنٹ پیڈی اسشاسٹ کے پبلک انفارمیشن یوپی نمبر ستمبر ۱۹۳۸ء میں لکھے ہوئے مضمون "صوبہ متحدہ میں ترقی شدہ دھان کی قسموں کی کھیتی کرنے کا کیا امکان ہے" کا اقتباس۔



ستن ہل سے کھیت کی جوتائی کا ایک منظر

[redacted]

ضلع لکھنؤ کا گوری میلہ اور نمائش

(از جناب ترنکا پرشاد سری واستو - ایم - اے - بی - اے (آنرس) گاؤں سدھار انسپکٹر لکھنؤ)



گوری میلے کا ایک منظر تصویر میں جنگلاتی ترقی کے مظاہرے دکھائے جا رہے ہیں



بچوں کی نمائش ۔ گوری میلہ



گوری میلے میں مویشیوں کی نمائش کا ایک منظر

ضلع لکھنؤ کے گوری نامی گاؤں سدھار مرکز میں گاؤں سدھار میلہ ۔ نمائش، مویشیوں کا میلہ اور دنگل گذشتہ ۸ اکتوبر سے ۱۰ اکتوبر تک ہوا۔ یہ مرکز لکھنؤ سے کانپور جانیوالی سڑک پر ۹ میل کے فاصلے پر ہے ۔ محکمہ گاؤں سدھار کے علاوہ محکمہ زراعت پبلک ہیلتھ، امداد باہمی جنگلات، پولیٹری، ویٹرنری اگریکلچر انجینئرنگ مارکٹنگ اور محکمہ صنعت و حرفت نے بھی حصہ لیا اور اپنی چیزوں کی نمائش کی ہر قسم کے ۲ ہزار سے زیادہ مویشی آئے تھے ۔ محکمہ کی طرف سے کھلنے والے کورٹوں کے علاوہ کئی دوکانیں بھی کھولی گئی تھیں ۔

میلے کے افتتاح کا جلسہ دیکھنے کے لئے موضع گوری میں لوگوں کا بہت بڑا اجتماع ہوا تھا ۔ گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے چیرمین جناب گوپی ناتھ شری واستو نے لوگوں کو گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کی جانب سے یوپی میں اور خصوصیت کے ساتھ موضع گوری میں کئے جانے والے کاموں کے متعلق بتلایا ۔ آپ نے حاضرین کو یہ بھی بتلایا کہ گاؤں سدھار کی کامیابی کا دیہاتوں میں بنائی جانیوالی نالیوں ۔ کنوؤں ہسپتالوں یا بیج گوداموں کی شکل میں اندازہ نہیں کیا جانا چاہئے ۔ یوپی گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کی کامیابی خواہ تعجب انگیز نہ ہو لیکن وہ مایوس کرنے والی نہیں ہے ۔

۸ ، اکتوبر کو میلے کا افتتاح کرتے ہوئے جناب موہن لال سکسینہ ایم ۔ ایل ۔ اے (مرکزی) نے فرمایا کہ گوری ایک ایسی جگہ ہے جہاں کہ ایک فیاض زمیندار نے گاؤں والوں کی ضروریات کی طرف پوری توجہ کی ہے ۔ موصوف نے لالہ رادھے لال کو نیک خیال کے لئے مبارکباد دی ۔ آپ نے یہ امید بھی ظاہر فرمائی کہ دوسرے زمیندار بھی آپ کی تقلید کر کے دیہاتوں میں نئی روشنی پیدا کرینگے ۔

میلے نے گاؤں کے باشندوں کی ایک بہت



گوری میلے کا ایک اور منظر

بڑی تعداد کو اپنی طرف متوجہ کیا صرف دسہرے کے دن بیس ہزار سے زیادہ لوگ نمائش دیکھنے آئے تھے۔ دن کے پہلے حصے میں ہریجن لڑکوں کے دانتوں کی صفائی کا مقابلہ، محکمہ کی طرف سے ہونے والی تقریروں اور مظاہروں کا پروگرام رکھا جاتا تھا اور دوسرے حصے میں دنگل، جلسے فٹ بال اور والی بال کے ٹورنا منٹ زندگی سدھار سوسائٹیوں اور عورتوں کی کانفرنس بچوں کی نمائش اسکاؤٹنگ کے کھیل اور ڈرل، دوڑ، بچوں کے کھیل، کشتی، گھروں کی صفائی کے مقابلے اور مویشیوں کی نمائش وغیرہ کا پروگرام رکھا جاتا تھا۔ براڈکاسٹنگ کے علاوہ تعلیم بالغاں کے مظاہرے، غیر طرحی اور طرحی مشاعرہ، کوی سمیلن، بھجن اور آلہا سنیما، کورس، گانا، کنسرٹ وغیرہ کا شام کو انتظام رہتا تھا۔ رات میں ناٹک دیہاتی گانے اور دھنش یگیہ ہوتا تھا۔

زندگی سدھار سوسائٹیوں کی کانفرنس جناب جگناتھ پرشاد شری واستو، اسسٹنٹ رجسٹرار محکمہ امداد باہمی کی صدارت میں غیر طرحی دیہاتی مشاعرہ جناب عبدالحئی عباسی ڈیویژنل سپرنٹنڈنٹ گاؤں سدھار کی صدارت میں اور کوی سمیلن جناب شری نرائن چترویدی افیسر محکمہ توسیع تعلیم یوپی کی صدارت میں ہوا۔

گوری کے گاؤں سدھار سنٹر میں کئے جانے والے میلے اور نمائش کے سلسلے میں گزشتہ ۹ اکتوبر کو دو بجے دن میں قرب وجوار کی دیہاتی عورتوں کا ایک جلسہ ہوا۔ اس جلسے میں بھجن تقریروں اور تربیت اطفال کا بہت دلچسپ پروگرام رکھا گیا تھا۔ اس کے پہلے بچوں کی ایک نمائش ہوئی جس میں تندرست بچوں کو انعام دیئے گئے۔ مسز گپتا، مسز بی پرشاد ڈاکٹر مسز حکم سنگھ مسز گوپی ناتھ شری واستو، مسز نرنکار پرشاد، مسز بھٹناگر اور ڈاکٹر مسز ایر کے ذریعے بھیجی جانے والی نرسوں نے موثر تقریریں کیں۔

حفظان صحت کا پروپیگنڈہ کرنے والی موٹر نے شام کو گاؤں سدھار فلم دکھلا کر گاؤں والوں کو محظوظ کیا۔ انھیں دنوں گوری ہی میں فلم کی شوٹنگ ہونے کی وجہ سے لوگوں نے فلم کو اور بھی پسند کیا۔ دن میں گوری کے سرکاری آدمیوں اور وہاں کے باشندوں میں ایک والی بال میچ ہوا جس میں سرکاری ملازم جیت گئے۔

گاؤں سدھار تھا در سیوا سمتی کی طرف سے کئے جانے والے کھیل خوب پسند کئے گئے مسٹر آیچ بولڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے کشتی لڑنے والوں کو ۱۲ اکتوبر کو انعام تقسیم کیا۔ مظاہرہ کی جانچ کا فیصلہ سپرنٹنڈنٹ زراعت، گاؤں سدھار انسپکٹر۔ ٹھاکر بلبھدر سنگھ اور شری بھگو سنگھ نے کیا۔ ویٹرنری ڈپارٹ کے ملازمین نے سب سے اچھے مویشی کا فیصلہ کیا۔ ڈاکٹر شری واستو ڈپٹی ڈائرکٹر پبلک ہیلتھ اور ڈاکٹر ایس۔ این۔ سکسینہ، سکریٹری یوپی۔ ریڈ کراس سوسائٹی نے تین صاف گھروں کا معائنہ کیا۔

کنور شمشیر سنگھ، ڈپٹی کمشنر نمائش دیکھنے کے لئے ۱۱ اکتوبر کو تشریف لائے۔ آپ نے ۲۵ روپئے کا ایک انعام دینے کا اعلان کیا۔ اس انعام کی رقم گاؤں سدھار تھا در سیوا سمتی کی سوشل خدمات کے لئے ایک شیلڈ انعام دینے میں خرچ کی گئی۔

آخری روز کی کارروائی بیگم اعزاز رسول ایم۔ ایل۔ سی۔ کی صدارت میں ختم ہوئی۔ اس موقعہ کے لئے لکھی ہوئی کچھ نظمیں پڑھی جانے کے بعد بیگم اعزاز رسول صاحبہ نے پنجاب کے کسانوں کی اچھی حالت کا مقابلہ اودھ کے کسانوں کی گری ہوئی حالت سے کیا۔ آپ نے فرمایا کہ دیہات کے لوگوں کی اصلاح کے لئے حتی المقدور خدمت کرنا ہمارا مقصد ہے۔ گاؤں کی صفائی، شادی بیاہ اور گاؤں کی دوسری تقریبوں میں کفایت شعاری کرنے، جھگڑا ہونے پر کچہری نہ جاکر پنچایت ہی کے ذریعے جھگڑوں کا فیصلہ کرنے اور اتحاد کی ضرورت پر آپ نے زور دیا۔ آپ نے گاؤں والوں سے فرمایا کہ وہ جماعت بندی نہ کریں بلکہ سب لوگوں کے فائدے کے کام کریں۔ اس کے بعد آپ نے انعام کے مستحقین کو انعام دیئے۔ فٹ بال ٹورنا منٹ میں چمپن ٹیم کو گوری نمائش چمپن شیلڈ ملا۔

ایسوسی ایشن کے سکریٹری رائے بہادر جیوتی پرشاد نے میلہ اور نمائش کے کاموں میں ہاتھ بٹانے والے سبھی لوگوں کا شکریہ ادا کیا۔ جلسے کے آخر میں مقامی زمینداروں شری چھمن داس اور شری رادھے لال کی طرف سے آئے ہوئے معزز اصحاب کو دعوت دی گئی۔

[redacted]

سنئی کی ہری کھاد

ازجناب مسٹر اکرام اللہ خاں۔ بی۔ ایس سی۔ (اے۔ بی)

ہری کھاد دینے کے معنی یہ ہیں کہ کسی فصل کو سبز حالت میں کھیت میں جوت کر زمین میں دبایا جائے اور اس طرح کھیت کی زرخیزی بڑھائی جائے صرف دالدار فصلیں جن کے ڈنٹھل ملائم ہوتے ہیں اور مٹی میں دبانے پر جلد سڑ جاتے ہیں ہری کھاد کے لئے مفید ہوتی ہیں۔ سنئی نیل اور گوار کے پودے ہری کھاد کے لئے استعمال میں لائے جا سکتے ہیں لیکن سنئی اس کام کے لئے سب سے بڑھکر ہے کیونکہ اس کا تنہ مذکورہ بالا دیگر فصلوں کے تنوں سے زیادہ ملائم ہوتا ہے۔ دوسرے دال والے پودوں کی طرح سنئی کی بھی جڑوں میں ہوا سے نائٹروجن اکٹھا ہو جاتی ہے جس سے زمین کی قوت زرخیزی بڑھتی ہے۔

اس طرح ان فصلوں کو سبز حالت میں جوت کر دبانے سے ۶۰۔۷۰ پونڈ فی ایکڑ نائٹروجن زمین کو ملجاتی ہے اس صوبے میں جہاں پر نائٹروجن والی کھادوں کی کمی ہے زمین کی قوت زرخیزی قائم رکھنے میں ہری کھادوں کے استعمال سے کافی امداد مل سکتی ہے ہری کھاد کے مخصوص اوصاف مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ہری کھاد دینے سے زمین کو ہیومس (نباتاتی اجزا) ملتی ہے۔ ہمارے یہاں زمین میں اس مفید اجزا کی کمی پائی جاتی ہے۔ ہیومس سے چکنی مٹی پولی ہو جاتی ہے اور بلوی مٹی بندھ جاتی ہے اور اُس میں پانی روکنے کی طاقت آجاتی ہے اس سے زمین کو نائٹروجن بھی ملتی ہے۔

۲۔ نہری علاقوں میں کھاد دینے کا یہ سب سے ارزاں طریقہ ہے کیونکہ گورنمنٹ نے ہری کھاد کے واسطے سنئی بونے کے لئے محصول آبپاشی کافی کم کر دیا ہے۔ یعنی چڑھاؤ والے رقبوں کے لئے آٹھ آنہ اور ڈھالو رقبوں کے لئے ایک روپیہ فی ایکڑ شرح آبپاشی رکھا ہے ایک من بیج کی قیمت (ایک من فی ایکڑ) اور آبپاشی کے معمولی خرچ کے علاوہ ہری کھاد کیلئے کسی قسم کی نقد رقم کی ضرورت نہیں پڑتی اس لئے اس کا استعمال کاشتکار بآسانی کرکے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں

۳۔ سنئی گھاس پتوار کو دبا کر معہ جڑ کے برباد کر دیتی ہے اور اس طرح آئندہ فصل میں نکائی کا خرچ کم ہو جاتا ہے۔

۴۔ گیہوں، جو۔ دھان اور گنا کے واسطے ہری کھاد بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل تجربات سے معلوم ہوتا ہے۔

قسم زمین۔ ہر قسم کی زمینیں یعنی بلوی دوموٹ سے لیکر مٹیار تک سنئی کی ہری کھاد کے لئے مفید ہوتی ہے۔

سنئی بونے کے لئے کھیت کی طیاری:۔ اگر ربیع کے بعد سنئی کی بوائی کرنی ہو تو کھیت کی دو جوتائی مٹی پلٹنے والے ہلوں سے اور بعد میں دو جوتائی دیسی ہلوں سے کرنی چاہئے اگر گنے کے بعد سنئی بونا ہو تو گنے کی مینڈوں کو پانی دیکر یا تو پھاوڑے سے یا کانپور کردی ہل سے توڑنا چاہئے اس کے بعد دو جوتائی "رجا" یا "شاباش" ہلوں سے اور پھر دو جوتائی دیسی ہلوں سے کرنی چاہئے۔

(الف) دھان کے تجرباتی فارم نگینہ پر دھان میں سنئی کی ہری کھاد دیکر کئے ہوئے تجربے کا نتیجہ

سنہ ۱۹۳۶-۳۸ء تک فی ایکڑ دھان کی پیداوار

	بلا کھاد	۵ ہفتے کی سنئی کی کھاد	۷ ہفتے کی سنئی کی کھاد	۹ ہفتے کی سنئی کی کھاد
تین سال کا اوسط	۲۱ر۰۹ من	۲۷ر۰۲ من	۳۳ر۱۲ من	۳۴ر۲۴ من
فیصدی	۱۰۰	۱۳۲	۱۵۸	۱۴۳

(ب) گنا کے تجرباتی فارم شاہجہاں پور گنا میں سنئی کی ہری کھاد دیکر کئے ہوئے تجربے کا نتیجہ

سنہ ۱۹۳۶-۳۹ء تک گنا کی فی ایکڑ پیداوار منوں میں

سال	بلا کھاد	سنئی کی کھاد
۱۹۳۶-۳۷ء	۳۱ر۴۰۵	۷۵ر۹۱۱
۱۹۳۷-۳۸ء	۲۲ر۴۱۵	۱۳ر۴۴۵
۱۹۳۸-۳۹ء	۰۶ر۶۰۸	۲۹ر۶۵۱
تین سال کا اوسط	۱۹ر۴۷۶	۳۹ر۵۶۶
فیصدی	۱۰۰	۱۲۰

(ص) سرکاری فارم ہردوئی پر گیہوں پوسہ نمبر ۱۲ میں سنئی کی ہری کھاد دیکر کئے ہوئے تجربے کا نتیجہ

۱۹۲۸-۲۹ء

نام کھاد	پیداوار منوں میں: چھٹانک	سیر	من
بلا کھاد	۰	۱۰	۱۶
۱۰۰ من فی ایکڑ گھوڑے کی کھاد	۰	۳۵	۱۸
سنئی کی ہری کھاد	۰	۳۵	۲۴

۱۹۲۹-۳۰ء

نام کھاد	چھٹانک	سیر	من
سنئی کی ہری کھاد	۰	۴	۳۵
۱۰۰ من فی ایکڑ گھوڑے کی کھاد	۰	۲۰	۳۰
بلا کھاد	۰	۸	۲۸



پاٹا چلا کر سنئی کے پودے کو گرانا



سنی پلٹنے والے ہل سے سنئی کو دبانا

بوائی کا وقت:- گیہوں میں سنئی کی ہری کھاد دینے کے لئے پلیوہ کرکے سنئی کی بوائی مئی کے آخری ہفتے میں یا جون کے پہلے ہفتے میں کرنی چاہئے۔ گنے کے لئے سنئی کی بوائی بارش شروع ہونے پر کرنی چاہئے۔ پھول آنے کے پہلے جب پودے ۲½ - ۳ فٹ اونچے ہو جاتے ہیں سنئی کی فصل مٹی پلٹنے والے ہلوں سے جوت ڈالنی چاہئے۔

دھان میں ہری کھاد کے واسطے پلیوہ کرکے سنئی کی بوائی اپریل کے آخری ہفتے میں یا مئی کے پہلے ہفتے میں کرنی چاہئے۔

جب سنئی کے پودے ۲½ - ۳ فٹ اونچے ہو جائیں تو مٹی پلٹنے والے ہلوں سے جوتائی کرکے سنئی دبانی چاہئے ایک ہفتہ تک سنئی کو کھیت میں سڑنے دینا چاہئے۔ اسکے بعد کھیت کی جوتائی کرکے دھان کی چھٹکواں بوائی یا روپائی کرنی چاہئے۔ لیکن اگر سنئی کی فصل کو مٹی میں دبانے میں دیر ہو جائے تو فوراً دھان کی چھٹکواں بوائی یا روپائی کر دینی چاہئے۔ کیونکہ سنئی کی فصل کے سڑنے کا کوئی اثر بیج کے جماؤ پر نہیں پڑتا۔

سنئی کی بوائی۔ سنئی کی بوائی بخوبی تیار کئے ہوئے اور ہموار کھیت میں چھٹکواں کرنی چاہئے۔ کھیت میں کافی نمی ہونی چاہئے اس کے بعد دیسی ہل سے کھیت کی جوتائی کرکے پاٹا دے دینا چاہئے۔ ایک ایکڑ میں چھٹکواں بوائی کرنے پر ۴۰ سیر بیج پڑتا ہے۔

آبپاشی:- اگر عرصہ تک بارش نہ ہو اور پودے مرجھانے لگیں تو آبپاشی کر دینی چاہئے آبپاشی نہ کرنے سے پودے خشک ہو جاتے ہیں۔

سنئی کو مٹی میں دبانا۔ پھول آنے کے پہلے سنئی کی جوتائی کرکے مٹی میں دبانا چاہئے تاکہ اس کے تنے سخت نہ ہو جائیں۔ تجربے سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ۵۰ - ۶۰ دن کی سنئی کی ہری کھاد کے سب سے اچھے نتیجے رہے۔ سنئی کے پودوں کو پاٹا چلا کر توڑنا چاہئے اور پھر مٹی پلٹنے والے ہلوں سے کھیت میں دبانا چاہئے۔ عام طور سے سنئی ایک مہینے میں سڑ جاتی ہے اگر اگیتی دھان کی فصلوں کی بوائی یا روپائی کرنی ہو تو سنئی دبانے کے بعد کھیت میں پانی بھرنا چاہئے اس کے بعد ہی زمین دھان کی بوائی یا روپائی کے واسطے تیار ہو جاتی ہے۔

بیج کا بندوبست:- بیج کا بندوبست محکمہ زراعت کے انسپکٹر کر سکتے ہیں لیکن بیج کے لئے درخواست بوائی کے وقت سے کافی پہلے آنی چاہئے۔

ہائڈروجن گیس کا استعمال

کیمبرج کے مشہور سائنس داں فرانسس اشٹن کا بیان ہے کہ ایک گلاس پانی میں اتنا ہائڈروجن گیس ہے کہ "کوئین میری" جیسا عظیم الشان جہاز کافی تیزی سے بحر اٹلانٹک میں چلایا جا سکتا ہے اس لئے آئندہ اب جہاز وغیرہ چلانے کے لئے تیل، کوئلہ، پٹرول وغیرہ کی ضرورت نہ ہوگی نہ گیسیں اور بجلی ہی پر قناعت کرنی ہوگی اب تو پانی کے ہائڈروجن گیس ہی سے رفتار اور تیزی کی طاقت قائم رہے گی۔

بیر کی کاشت

(از جناب شری رام شکلا سپرنٹنڈنٹ - تاج باغ آگرہ)

ہمارے صوبے میں شاید ہی کوئی ایسی جگہ ہو جہاں بیر نہ پایا جاتا ہو اور ہر علاقہ میں کسی نہ کسی جگہ کے باغ اچھے بیر کے لیے مشہور ہوتے ہیں لیکن زیادہ تر اچھے بیروں کی نسل بڑھانے کی کوشش نہیں ہوئی ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ بیر کو اچھا پھل نہیں سمجھا جاتا ہے۔ پھیکے دیہوئے دیسی بیر تو بیشک اچھے نہیں ہوتے ہیں لیکن ایسے میٹھے بڑے پیوندی بیر موجود ہیں کہ جن کو کھا کر طبیعت خوش ہوتی ہے اور جو اور پھلوں کا منڈی میں بھی مقابلہ کر سکتے ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ بیروں کا باغیچہ بہت کم خرچ میں تیار ہو سکتا ہے اور اس کی آمدنی قریب قریب خالص ہوتی ہے۔



ایک پیوندی بیر کا چھوٹا درخت خشک ٹیلے پر گھڑے کی سینچائی سے چل رہا ہے

بیر ان پھلوں میں سے ہے جن کو بہ نسبت اور اقسام کے پانی کی کم ضرورت ہوتی ہے۔ یہ معمولی زمین میں بھی جو اچھے پھلوں کے قابل نہیں ہوتی ہے ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے اکثر یہ دیہاتوں میں کنکریلی و اونچی زمینوں میں لگے ہوئے دکھلائی دیتے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ان کو صرف خراب زمین میں ہی لگانا چاہئے۔ اچھی زمین میں یہ اور اچھے ہو سکتے ہیں۔

بیروں کا باغیچہ لگانے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ ۲۵ فٹ کے فاصلہ پر گڑھے کھود کر ان میں فی گڑھا ۳ یا ۴ بیج دیسی بیروں کے بو دے۔ جون کے مہینے میں بونا ٹھیک رہیگا۔ برسات میں کلے پھوٹ کر پھر یہ بڑھ جائیں گے۔ ان میں سے دو مضبوط کلے چھانٹ کر باقی نکال دینے چاہئیں جب یہ پودے قریب $1\frac{1}{2}$ سال کے ہو جائیں تو اُن کو پھر زمین سے ۳ یا ۴ انچ چھوڑ کر کاٹ دینا چاہئے تب اُس میں نئے کلے نکلیں گے۔ ان نئے کلوں پر اچھے پیوندی بیروں کے چشمے لاکر باندھ دینا چاہئے۔ اس طریقے سے باغ جلد اور سہل طریقہ سے تیار ہو جائے گا۔ نرسری میں چشمے کے پیڑ تیار کر کے پھر لگانے میں اُن کے مرنے کا بہت اندیشہ رہتا ہے۔ کیونکہ اس کی جڑیں سیدھی نیچے کو جاتی ہیں اور درختوں کے اٹھانے میں کٹ جاتی ہیں۔

دوسرا طریقہ یہ بھی ہوتا ہے کہ گملوں میں بیج بو کر اُن پر چشمہ چڑھا کر پھر گڑھوں میں لگا دئے جائیں۔ لیکن جیسا کہا جا چکا ہے یہ طریقہ اچھا نہیں ثابت ہوا ہے۔

اس کے چشموں کی لکڑی ایک شہر سے دوسرے شہر کو ڈاکخانے کی پارسل کے ذریعہ بہت آسانی سے بھیجی جا سکتی ہے۔ اس لئے ہر ایک کو یہی کوشش چاہئے کہ جہاں کہیں اچھا بیر کا باغ یا پیڑ دیکھے وہاں سے چشمے کی لکڑی منگانے کی کوشش کرے۔

خشک ٹیلوں پر بیر کے درخت لگانے میں شروع میں پانی دینے کی ضرورت رہتی ہے۔ اس کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ گڑھوں میں ایک مٹی کا گھڑا گاڑ دیا جائے اور اس گھڑے کے تلے میں ایک چھوٹی انگلی کی موٹائی کا سوراخ کر دیا جائے اور گھڑے میں پانی بھر دیا جایا کرے۔ اس سے سینچائی کا اچھا انتظام ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو تصویر۔ یہ طریقہ بھی تک کام دیتا ہے جب تک پیڑ بڑے نہیں ہو جاتے۔

یہ تو نیا باغیچہ لگانے کا طریقہ ہے۔ لیکن ایسے بہت سے پرانے باغیچے ملیں گے جن میں بہت خراب قسم کے بیر لگے ہوئے ہیں اور وہ نہ کھانے کے ہی کام کے ہیں نہ منڈی بھیجنے کے۔ یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ایسے باغیچے بھی بہت آسانی سے اچھے بنائے جا سکتے ہیں۔ ایسے سب درختوں کو قریب دو فٹ کی اونچائی سے برسات (جون) کے شروع میں ہی کاٹ دینا چاہئے پھر اُس میں نئے کلے نکلیں گے۔ ان میں سے دو تین کلوں پر اچھی قسم کے پیڑوں سے چشمے لا کر باندھ دینا چاہئے پھر وہ بڑھ کر ایک نیا ہی درخت بن جائیگا اور ایک سال کے اندر ہی پھل دینے لگے گا۔ نامہ نگار کے تجربہ میں آیا ہے کہ ایک ایسا ہی پرانا درخت کاٹ کر اُس پر نیا چشمہ جولائی میں باندھا گیا اور اُسی جاڑے کے موسم میں اس پر پھل آ گیا۔

اگر یہ کام سب پرانے اور خراب باغیچوں میں ہو جائے تو اچھے بیر بہت زیادہ تعداد میں کھانے کو ملنے لگیں۔

بڑے درختوں میں سینچائی بہت کم لوگ کرتے ہیں اگر کر سکیں تو بہت اچھا ہے اور نہ بھی کر سکیں تو ایک بات تو ضرور سب کو کرا دینی چاہئے یعنی باغیچے میں برسات کے شروع اور آخر میں یا تو گڑائی کرا دیں یا کسی بڑے ہل سے جتوا دیں۔ اس سے زمین میں نمی بہت دن قائم رہیگی اور جنگلی گھاس نہیں ہوگی۔

جاڑوں کے بعد پھل ختم ہونے پر پیڑوں کو تھوڑا چھانٹ دینا چاہئے اس سے نئے کلے زیادہ تعداد میں پھوٹ جاتے ہیں۔

پنچایت گھر

ازجناب اسے پی ۔گوتم ۔آر ۔ ڈی ۔ انسپکٹر مین پوری

گذشتہ کئی سال سے پنچایت گھروں پر بڑا زور دیا جا رہا ہے اور اس میں کافی کامیابی بھی ہوئی ہے لیکن ابھی اتنی کامیابی نہیں ہوئی جتنی کہ پنچایت گھر کے فوائد کے لحاظ سے ہونی چاہئے تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک ہمارے گاؤں والوں نے اسکی اہمیت اچھی طرح نہیں سمجھی۔ اگر ایک بار بھی وہ اُسے اچھی طرح سمجھ گئے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر ایک گاؤں میں ایک پنچایت گھر کے قیام کا خواب حقیقت کی شکل اختیار کریگا۔

اکثر سوال پیدا ہوتا ہے کہ گاؤں گاؤں اچھی اچھی چوپالیں موجود ہیں اور پنچایتیں ہمارے یہاں پرانے زمانے سے چلی آ رہی ہیں کوئی نئی چیز تو ہیں نہیں ۔ ہماری تو زندگی ہی پنچایتی تھی اور ہمیشہ سے ہماری پنچایتیں چوپالوں ہی پر ہوتی رہی ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ ایک اور نیا پنچایت گھر بنوا کر اتنا روپیہ بیکار خرچ کیا جائے۔

بات یہ ہے کہ جب کوئی چیز بالکل پرانی ہو جاتی ہے تو انسان کے لئے اُس میں کوئی خاص دلچسپی نہیں رہتی ۔ انسان ہمیشہ تبدیلی چاہتا ہے ۔ ہماری پرانی طرز کی پنچایتیں اور ان کے استعمال کے طریقے اب بالکل پرانے اور مردہ ہو گئے ہیں اب اُن میں ترقی کی کوئی گنجائش نہیں ہے اب تو بہتر ہے کہ اُن کو بدل کر از سرنو تنظیم کی جائے ۔ اوّل تو دیہاتوں سے فیاضی کے جذبات ختم ہو گئے ہیں ۔ وہاں خود غرضی اور بغض وحسد نے اپنا تسلط قائم کر رکھا ہے شاید ہی کسی گاؤں میں گاؤں کے کل باشندے ایک جگہ پر بیٹھے دیکھے گئے ہوں ۔ عموماً لوگ دوسرے کی چوپال میں بیٹھنا گناہ سمجھتے ہیں پھر بتایئے کہ اگر گاؤں کی ایسی دو مختلف پارٹیوں کا فیصلہ کرنا ہو جو آپس میں اتنی دشمن بن چکی ہوں کہ ایک دوسرے کی جگہ پر قیام رکھنا یا ایک دوسرے کی شکل تک دیکھنے کی روادار نہ ہوں تو ان کے فیصلے کی بات چیت کہاں بیٹھکر کی جائے یا ان کے دل کے غبار کہاں بیٹھکر نکالے جائیں۔

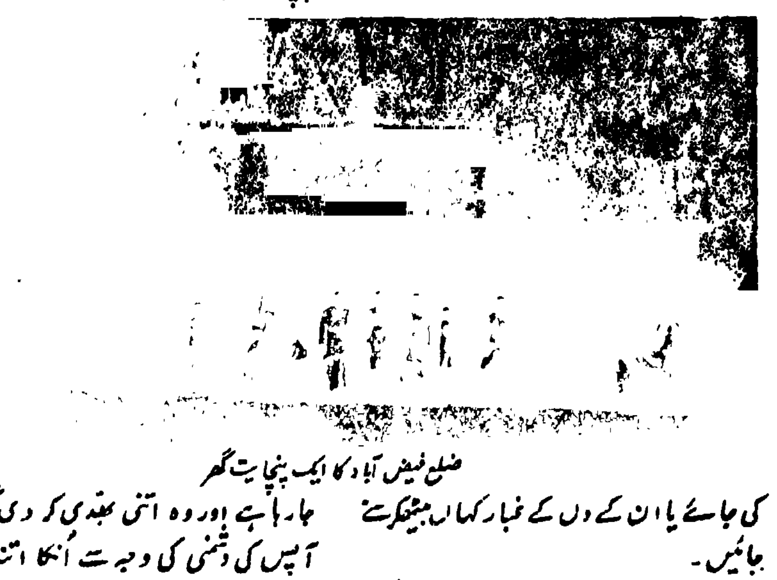
اب پنچایتی چوپالیں تو قریب قریب ختم ہی ہو چکی ہیں رہ گئیں اپنی اپنی۔ انکا بھی بھائی بھائی کی دشمنی کی بدولت حصہ بخرا ہوا جا رہا ہے اور وہ اتنی بھدی کر دی گئی ہیں نیز آپس کی دشمنی کی وجہ سے اُنکا اتنا ناجائز استعمال کیا جاتا ہے کہ کوئی بھلا آدمی وہاں بیٹھنے کی بھی جرات نہیں کرتا۔ آپ اپنی پنچایت کرنی چاہتے ہیں لیکن وہاں غلہ بھوسا لکڑیاں اور نہ جانے



ضلع آگرہ کا ایک پنچایت گھر



ضلع مظفر نگر کا ایک پنچایت گھر



ضلع فیض آباد کا ایک پنچایت گھر



ضلع بارہ بنکی کا لیڈی ہیلنگ پنچایت گھر



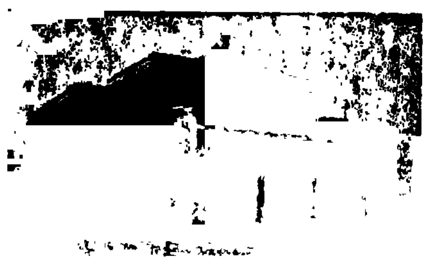
ضلع فیض آباد کا گووند بلب پنتھ پنچایت گھر

کیا اتم غلتم بھرا ہے پھر بھلا آپ وہاں کیونکر اپنی پنچایت کر سکتے ہیں۔

اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ پنچایت کے لئے ایک علٰحدہ مقام منتخب کیا جائے جو نہ کسی خاص قوم کا ہو نہ گاؤں کے ساہوکار یا زمیندار کا اور نہ کسی خاص فرد کا ہو۔ وہ تو ہر ایک کا ہونا چاہئے۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ ہر ایک اس کے لئے کچھ محنت کرے اور کچھ قربانی۔

اسی سبب سے تو پنچایت گھر کا یہ قاعدہ رکھا گیا ہے کہ جس وقت اس کی بنیاد پڑے تو کسی کے ہاتھ میں پلا ہو تو کسی کے ہاتھ میں پھاوڑا۔ کوئی اینٹ لا رہا ہو تو کوئی گارا کوئی روپیہ لگائے تو کوئی زمین دے۔ کوئی مزدوری ہی کی صورت میں اپنا حصّہ ادا کرے۔ مطلب یہ کہ جس وقت پنچایت گھر بن کر تیار ہو اُس وقت ہر شخص فخر یہ یہ کہہ سکے کہ اس عمارت میں میرا بھی حصہ ہے جس میں غریب کا کوئی سہارا نہ ہو اسکا سہارا پنچایت گھر ہو جہاں بیٹھکر وہ اطمینان کی سانس لے سکے۔ جہاں اس سے یہ کہنے والا کوئی نہ ہو کہ اُتر میرے چبوترے سے۔ خبردار جو کبھی تو نے ادھر کا رخ کیا۔ اس گھر کا سردار قسمت کے بل پر کودنے والا کوئی ظالم قصائی نہ ہو بلکہ اسی کا بنایا ہوا معتمد نمائندہ ہو۔ جس کے اوپر اس کا زور ہو جس کو وہ ذرا بھی غلط راستے پر چلتے دیکھکر اس سرداری سے علٰحدہ کر سکے اس کی سرداری حکومت کے شوق میں سرپنچی کے مزے لوٹنے والے کو نہ ملنی چاہئے۔ بلکہ جو لوگ خدمت خلق کا پاک جذبہ سے کر رکھتے ہوں انھیں اس کرسی پر بٹھالنا چاہئے یہ سب باتیں بھلا چوپال میں کہاں؟

پنچایت گھر وہ مقدس جگہ ہو جہاں صداقت رواداری، نیکی اور انصاف کی حکومت ہو جسکی سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہی پنچوں کے دل آئینے کی طرح صاف ہو جائیں۔ وہ خدا کو حاضر ناظر سمجھنے لگیں اور یہ خیال آتے ہی ان کا دل کانپ اٹھے کہ کہیں بے انصافی



اٹاوہ ضلع کا ایک پنچایت گھر

نہ ہو جائے جہاں مدعی و مدعا علیہ دونوں کو اپنی غلطیوں کا احساس ہو اور وہ خوشی سے اس کے خمیازہ کو بھگتنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

ایسا ہونا ناممکن نہیں ہے بلکہ قدرتی ہے یہ خیالات کے طلاطم کی بات نہیں بلکہ حقیقت ہے اگر ایسا نہ ہو تو تصویروں کو دیکھکر کیوں نہ وہی جذبۂ عقیدت پیدا ہو جو شیوجی کی مورت کو دیکھ کر ہوتا ہے بازاروں کی عام عمارتیں دیکھکر کیوں نہ عذاب و ثواب کا خیال پیدا ہو جبکہ مسجد کو دیکھکر دل میں احترام کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے. یہ اثر ماحول کا ہے۔ جہاں جیسا ماحول ہوتا ہے ویسا ہی انسان کے دل پر اثر ہوتا ہے۔ جہاں مندر بنوایا جاتا ہے تو بنوانے والے اور بنانے والے کو یہی خیال رہتا ہے کہ یہاں بھگوان کی مورتی رکھی جائیگی ہر اینٹ کے رکھتے وقت وہ یہی خیال رکھتا ہے کہ یہ بھگوان کا گھر بن رہا ہے یہاں کوئی غلطی یا لاپروائی نہ ہو جائے بس ہر ایک اینٹ چونے اور نظر کے ساتھ اس کے آس پاس کی ہوا نیک اور پاکیزہ خیالات سے معمور ہو کر عمارت میں بس جاتی ہے اور اس کا اتنا زبردست اثر ہوتا ہے کہ مجال نہیں جو کوئی برا خیال وہاں تک پہنچے۔ ٹھیک یہی حال پنچایت گھر کا ہے۔ چونکہ بنیاد سے اختتام تک اس کے متعلق یہی خیال رہتا ہے کہ یہ انصاف گاہ ہے اس لئے وہاں ناانصافی کی جرأت نہیں ہوتی۔ کسی بھی مکان کی صفائی اور اس میں موجودہ سامان کو دیکھ کر جس طرح اس کے مکینوں کے متعلق صحیح رائے قائم کی جاسکتی ہے اسی طرح دیہات کی عمارتوں سے اہل دیہات کے متعلق صحیح اندازہ کیا جاسکتا ہے کسی گاؤں میں بہت سے مندروں کا ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہاں کے باشندے پوجا پاٹ کے شائق ہیں جس گاؤں میں پنچایت گھر نظر آئے اس گاؤں کے متعلق خواہ مخواہ یہی خیال پیدا ہوتا کہ اس گاؤں کے لوگ بڑے عقلمند اور انصاف پسند ہیں۔

اگر درحقیقت ہمارے گاؤں والے انصاف سے محبت رکھتے ہیں تو کیا میں اُمید کروں کہ وہ جلد سے جلد اپنے گاؤں میں پنچایت گھر بنوالیں گے۔ خواہ اُنھیں انصاف سے کتنی ہی محبت ہو لیکن وہ جب تک اس کا بنیاد مضبوط نہ بنائینگے وہ مستقل نہ ہوگا۔ سیکڑوں آدمی اپنے گاؤں چھوڑکر نوکری یا تجارت کے خیال سے پردیس چلے جاتے ہیں اور سینکڑوں روپئے کرائے کی کوٹھیاں لے کر رہنے لگتے ہیں۔ لیکن ملازمت ختم ہونے یا تجارت کر چکنے کے بعد اپنا سامان لادکر جلد ہی گھر واپس ہوتے ہیں جہاں ان کا اپنا مکان ہوتا ہے ان میں سے صرف وہی پردیس میں رہنے لگتے ہیں جو اپنا مکان بھی وہیں بنا لیتے ہیں کیونکہ مکان بنوانے سے ان کی جڑ وہیں مضبوط ہو جاتی ہے اسی طرح اگر دیہاتوں میں انصاف کی بنیاد مضبوط کرنی ہے تو ہر گاؤں میں انصاف کا مکان یعنی پنچایت گھر بنوائیے۔

کچھ اِدھر اُدھر کی

ایک اس طرح کا آئینہ بن کر تیار ہوا ہے جو بولتا ہے۔ یہ آئینے دوکانوں میں لگا دئے جاتے ہیں جیسے ہی کوئی راہ گیر اپنا منہ دیکھنے کے لئے اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے وہ بولنے لگتا ہے۔ اس طرح وہ بولنے والا آئینہ کسی نہ کسی چیز کی اشاعت کرتا ہے

× × ×

فرانس کے ایک سائنس داں نے مصنوعی بادل بنانے کی ترکیب ایجاد کی ہے جس سے صرف ۱۵ منٹ میں سارا پیرس شہر بادلوں سے گھر سکتا ہے اور اس طرح وہ ہوائی حملوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

× × ×

ایک سائنس داں نے ایسا طریقہ ایجاد کیا ہے کہ فلم پر کتابیں منتقل کردی جائیں گی وہ کتابیں دن یا رات میں روشنی کے سہارے پڑھ لی جائیں گی اس لئے اب کتب خانوں میں جگہ کی قلت نہ رہے گی۔

× × ×

مڈغاسکر کے جزائر میں نوبا نامی ایک جزیرہ ہے۔ جب کوئی جہاز اُس کے کنارے لگتا ہے تو کتے بھوکتے ہوئے اسکے آدمیوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اس وجہ سے کوئی وہاں اُترنے کی جرات نہیں کرتا۔

× × ×

نیشنل پارک امریکہ میں تین چار ہزار سال کا پرانا ایک بہت بڑا درخت ہے۔ اس کی جڑ کا قطر ۳۵ فیٹ ہے اور بلندی ۲۰۰ فیٹ ہے کاٹنے پر اس کی لکڑی ریلوے کے ۳۰ بڑے بڑے ڈبوں میں لادی جا سکے گی۔

شہد کی مکھی پالنے میں کامیابی کے کچھ مفید ذرائع

از جناب یدمادت تر پاٹھی ایم۔ اے۔ ڈی آر کنسٹرکٹر

شہد کی مکھی پالنا اور ان کے ذریعے شہد تیار کرنا دیہاتوں میں آمدنی کا ایک اچھا ذریعہ ہو سکتا ہے کتنے ہی لوگ اس کام میں لگ بھی گئے ہیں اس مضمون میں کچھ ایسے ہی لوگوں کے لئے کچھ مفید باتیں بتائی گئی ہیں۔

شہد کی مکھی پالنے والے مکھی پالنے کے بارے میں محض اصولی واقفیت ہی نہیں ہونی چاہئے بلکہ تجربہ کے ساتھ ساتھ اس کے لئے عملی واقفیت بھی ضروری ہے کامل واقفیت کے لئے اس مقام کی واقفیت بھی ضروری ہے

مقام کی واقفیت اس مقام میں پیدا ہونے والی نباتات کے لئے بھی ضروری ہے نباتات میں پراگ اور پھولوں کا رس دینے والے پودوں، درختوں، جھاڑیوں، بیلوں اور گھاس و پتوں کو خاص جگہ حاصل ہے قدرت کے خزانے باغ اور جنگل سب ایک حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر پاس ہی باغ یا باغیچے اور لہلہاتے ہوئے سرسوں وغیرہ کے کھیت ہوں تو سونے میں سہاگے کا کام دیں۔

اس مقام کے موسم کا اور ہوا کے رخ، درجہ حرارت، سردی، گرمی و بارش کے متعلق بھی واقفیت ضروری ہے کیونکہ پھول کے رس کی کمی و زیادتی میں اسکو بہت بڑا دخل ہے۔ شہد کی مکھیوں کی موت و زندگی کا سوال بھی ان باتوں پر منحصر ہے۔ موسم کے مظالم سے مکھیوں کو محفوظ رکھنے کی کوشش میں یہ واقفیت مددگار ہوتی ہے۔

شہد کی مکھی کی عادتوں اور اعمال سے واقفیت رکھنا بھی ضروری ہے۔ اس واقفیت کے بعد اپنے اسکولوں کو شہد کی مکھی کے موافق بنانا ہے۔ کیونکہ مکھی میں عقل نہیں ہوتی۔ اس میں قوت خیال کی کمی کے باعث ہمیں خود کو انکے سانچے میں ڈھالنا پڑتا ہے۔ مکھیاں اسی وقت پالی جا سکتی ہیں جبکہ فضا مکھیوں کے موافق ہو۔

شہد کی مکھی پالنے والے کے پاس عمدہ اور اپنے پیشے کے مطابق اوزار و سامان بھی ہونا چاہئے اور ان کے استعمال کی واقفیت بھی ہونی چاہئے اس کا سامان کسی خاص درجے یا اسٹینڈرڈ کا ہونا چاہئے اور یہ بھی اس مقام کے مطابق ہو جہاں وہ شہد کی مکھیوں کے چھتے رکھنا چاہتا ہو تاکہ اسے وقت پر ضروری اوزار و سامان مل سکے یا وہ اپنا سامان بیچنا چاہے تو اسے قیمت مل سکے۔

صرف اتنے ہی چھتے رکھے جائیں جتنے کہ اس جگہ کے لئے مناسب ہوں ہر ایک شہد کی مکھیوں کی بستی ایک دوسری سے کم از کم چار میل کے فاصلے پر ہونی چاہئے تاکہ ہر ایک مکھیوں کی بستی کی آزاد بستی ہو اور مکھیوں کو اپنے کام میں رکاوٹ نہ ہو۔

یہ نہایت ضروری ہے کہ شہد کی مکھی پالنے والوں میں خود غرضی کا جذبہ نہ ہو کہ وہ شہد کے دام گھٹا کر دوسرے کی تجارت کو نقصان پہنچائیں۔ انمیں تنظیم کا ہونا بھی نہایت ضروری ہے انھیں اپنا ایک فیڈریشن قائم کرنا چاہئے تاکہ خاص مقررہ نرخ پر شہد مکھی پالنے والوں سے خریدا جائے اور بازار میں مناسب نرخ پر فروخت کیا جائے۔

شہد کی مکھی پالنے والوں کا فیڈریشن شہد کے خالص ہونے کی گارنٹی دے خالص شہد کو صاف شیشیوں و بوتلوں میں خوبصورتی کے ساتھ بند کر کے لیبل لگا کر فروخت کریں تاکہ ان کو زیادہ قیمت مل سکے۔

اس فیڈریشن کو محکمہ امداد باہمی کے رجسٹرار صاحب سے خط کتابت کر کے فیڈریشن کی رجسٹری کرا لینی چاہئے۔ اپنے لین دین و انتظام کے لئے ایک سکریٹری رکھنا چاہئے جو کہ خرید فروخت و انتظامی امور کی دیکھ بھال بھی کرے اور وقت پر روپے پیسے کا کوآپریٹو بینک سے انتظام کرے۔ پنچایت کام کی دیکھ بھال کرے۔ منافع ہی میں سے سب خرچ نکال کر باقی بونس کے طور پر ممبروں ہی میں تقسیم کیا جائے۔ یہی شہد کی مکھی پالنے کی کامیابی کی کنجی ہے۔

انگلیوں سے چنگاریاں نکالنے والا مقرر

ریورینڈ اروِن مون نامی پادری انگلیوں میں انگشتانہ پہن لیتے ہیں اور تقریر کرتے وقت انکی انگلیوں سے بہت زیادہ چنگاریاں نکلنے لگتی ہیں۔ اسکے لئے انھیں بہت سی چیزیں استعمال کرنی پڑتی



ہیں اور اسکے لئے انھیں دس ہزار شلنگ تک خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ انگلیوں سے چنگاریاں نکلتے دیکھ کر سامعین محو حیرت ہو جاتے ہیں۔

کمایوں میں پھلوں کی فروخت اور "اگمارک" اسکیم کی ترقی

(از قلم مسٹر بی۔ ڈی جوشی فروٹ مارکیٹنگ اسسٹنٹ رام گڈھ ضلع نینی تال)

صوبہ متحدہ کے مارکیٹنگ سیکشن نے رام گڈھ ضلع نینی تال میں سیبوں کے "گریڈ" کرنیکا ایک تجرباتی اسٹیشن ۱۹۳۹ء کے پھلوں کے موسم میں کھولا۔ اور "اگمارک" گریڈ کی پیمائشوں کے بموجب تجارتی قسموں کو مختلف درجوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس اسکیم کے تجارتی اور مالی نقطہ نظر سے کامیاب ہونے کا اندازہ کرنے کی غرض سے اور باغبانوں کے خود اپنی طرف سے بیچنے کے طریقے سے مقابلہ کرنے کے لئے ایک ہی دن اس قسم کی پیداوار بھیجی گئی۔

"اگمارک" کی گریڈ کی ہوئی پیداوار فی بکس قیمت میں مندرجہ ذیل زیادہ داموں میں فروخت ہوئی۔

سپر گریڈ	۱۰ آنہ ۳ ۱/۲ پائی۔ فی بکس زیادہ وصول ہوئے۔
ایکسٹرا فینسی	۱۴ " ۱۰ ۱/۲ " " " " " "
فینسی	۱۴ " ۸ " " " " " "
تجارتی	۱۲ " ۳ ۱/۲ " " " " "
ڈامسٹک	۶ " ۱۱ ۰ " " " "

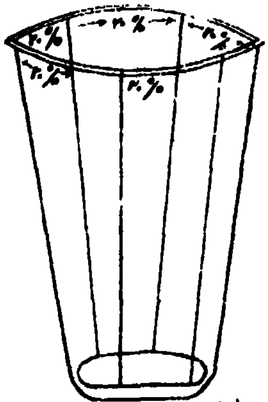
یہ نتائج امید افزا تھے اور ان کی بنا پر یہ ضروری خیال کیا گیا کہ سیبوں کے "اگمارک" گریڈنگ کے کام کو کمایوں پہاڑ پر پھیلایا جائے گورنمنٹ نے ایک تین سالہ اسکیم کمایوں میں سیبوں اور پھلوں کو گریڈ کرنے اور پیک کرنے کے لئے اور اس کام کے لئے پانچ اسٹیشن کھولنے کے واسطے منظور کی۔ یہ اسٹیشن رانی کھیت۔ موتیا پاتھر۔ مکتیشور۔ رام گڈھ اور بھوالی میں ۱۹۴۰ء میں کھولے گئے۔ یہ اسکیم اب کمایوں فروٹ گروورس کوآپریٹو سوسائٹی لمیٹڈ بھوالی کی باہمی امداد سے چلائی جا رہی ہے اور چونکہ سوسائٹی نے باہمی امداد سے سیبوں کو جمع کرنے اور پیک کرنے کے لئے فی الحال ضلع نینی تال میں صرف تین مرکز کھولے ہیں جو بھوالی۔ رام گڈھ۔ اور مکتیشور میں واقع ہیں۔ اس لئے رانی کھیت اور موتیا پاتھر کے اسٹیشنوں پر کام شروع نہیں ہو سکا ہو سکا۔ ان تین مرکزوں کے علاوہ جہاں کہ "اگمارک" گریڈنگ اسکیم کے اہلکار پھلوں کو درجہ بدرجہ چھانٹتے ہیں اور ان کو پیک کرتے ہیں۔ چونکہ گورنمنٹ ہند کے ایگریکلچرل مارکیٹنگ ایڈوائزر نے اپیل گڈھ اسٹیٹ کے مالک مسٹر لنکون کو سیب گریڈ کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ اس لئے اس کے اہلکار بھی سیبوں کو گریڈ کرتے ہیں۔

سیبوں کے "اگمارک" گریڈنگ کا کام کمایوں فروٹ گروورس کوآپریٹو سوسائٹی کی مدد سے مندرجہ ذیل طریقے پر ہوتا ہے۔

۱۔ سوسائٹی اپنے اہلکاران کے ذریعہ اس بات کی ذمہ وار ہے کہ سیبوں کو اپنے مرکز سے جمع کرنے اور "پیک" کرنے کے مرکزوں پر لے آئے۔

۲۔ جیسے ہی کہ یہ پھل "اگمارک" گریڈنگ اسکیم کے گودام پہنچتے ہیں ان کا وزن کیا جاتا ہے۔ اور پھلوں کے مالک یا ایجنٹ کو کچی رسید دیدی جاتی ہے۔

۳۔ اسکے بعد "اگمارک" گریڈنگ اسکیم کے "پیکرز" کی مدد سے ان کو درجہ بدرجہ تقسیم کرنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ "اگمارک" گریڈنگ ایک لکڑی کے گریڈر (دیکھو شکل الف) کی مدد سے کیجاتی ہے جو کہ ایک چوڑی بنچ کی شکل کا ہوتا ہے۔ اسکے تختوں میں سپر گریڈ فینسی۔ سلکٹڈ اور تجارتی قسموں کے لئے چار سوراخ ہوتے ہیں جو ۳، ۲ ۳/۴، ۲ ۱/۲ اور ۲ ۱/۴ انچ قطر کے ہوتے ہیں۔ اس سے مختلف گریڈوں کی تقسیم درجہ بدرجہ مناسب طریقے سے ہوجاتی ہے۔



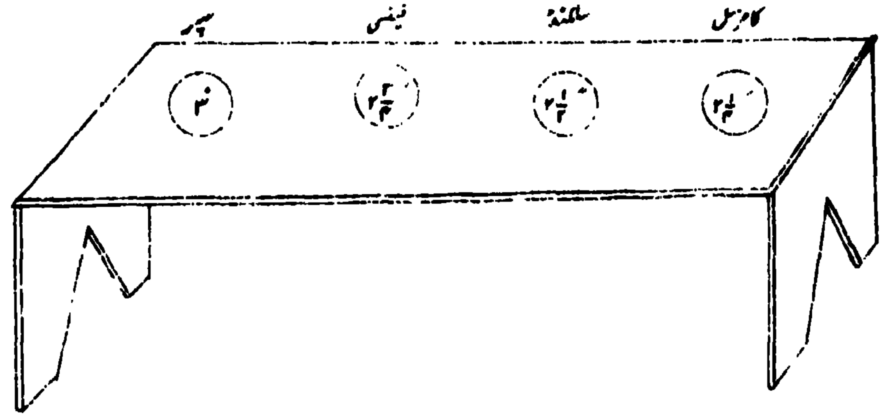
نقشہ "ب" رنگ کی فیصدی نکالنے والا مخروط

پھل کا رنگ ایک مقامی طور سے سے بنے ہوئے بغیر چوٹی والے مخروط کے ذریعے معلوم کیا جاتا ہے۔ (دیکھو شکل (ب) یہ مخروط پانچ برابر حصوں میں تقسیم ہوتا ہے ایک حصہ ۲۰ فیصدی رنگ کو ظاہر کرتا ہے۔ اس طرح سے پھل کا ہر حصہ فیصدی رنگ معلوم کرنے کے لئے دیکھ لیا جاتا ہے رنگ دیکھنے کے بعد پھل کی تقسیم بلحاظ۔ درجہ۔ قسم اور رنگ کے مکمل ہو جاتی ہے اور پھلوں کے مالک کو پختہ رسید دیدی جاتی ہے۔

۴۔ اس طرح کے گریڈ کئے ہوئے پھل ان پھلوں سے ملا دئے جاتے ہیں جو کہ "اگمارک" گریڈ کے پھلوں سے بلحاظ درجہ اور قسم مشابہ ہوتے ہیں جو پھل بازار جانے کے لائق نہیں ہوتے وہ باغبانوں کو واپس کر دئے جاتے ہیں۔ اور بغیر گریڈ کئے ہوئے پھل سوسائٹی بغیر کسی درجہ میں تقسیم کئے ہوئے فروخت کر دیتی ہے۔

۵۔ مختلف مرکزوں پر پیک کرنے اور گریڈ کرنے کا معقول انتظام سوسائٹی کی طرف سے کیا جاتا ہے۔

۶۔ گریڈنگ اور پیکنگ کے بعد بکسوں کو



نقشہ الف ۔ گریڈنگ بورڈ

کیلوں کے ذریعے بند کر دیا جاتا ہے اور بھوالی سنٹر سے مختلف بازاروں کو بھیجا جاتا ہے۔

۷۔ سوسائٹی کا سکریٹری میدانی بازاروں کا نرخ ہفتہ وار بذریعہ تار معلوم کرتا رہتا ہے اور اس کا انتظام پراونشل مارکیٹنگ آفیسر یوپی کرتا ہے۔ گورنمنٹ نے اس کام کے لئے روپیہ بھی دیا ہے۔ سکریٹری فوراً ہی اس خبر کے موصول ہونے پر اس کی ایک نقل فروٹ مارکیٹنگ اسسٹنٹ رام گڈھ کو بھیج دیتا ہے جو کہ پھل پیدا کرنے والوں کو یہ خبر پہنچانے کا انتظام کرتا ہے جو کہ "ایگمارک" گریڈنگ میں دلچسپی رکھتے ہیں۔

۸۔ ایگمارک گریڈنگ کی جانچ سوسائٹی کے دفتر میں کی جاتی ہے اور مختلف پھلوں کی جانچ فروٹ مارکیٹنگ اسسٹنٹ کرتا ہے جس کی امداد کے لئے ایک چیکنگ سپروائزر رکھا گیا ہے۔ پراونشل مارکیٹنگ افیسر کے ذریعہ سرحدی بازاروں کی جانچ کرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔

اگست ۱۹۴۰ء تک گریڈ کی ہوئی سیبوں کی تعداد نیچے لکھی جاتی ہے۔

گریڈ کا مارکہ	مرکز	بکس	وزن پونڈ میں	پھلوں کا شمار
سپر	بھوالی	۲۴	½ ۱۹۹۲	۵۰۷۹
فینسی	"	۳۴	۷۳۱	۲۷۴۱
سلکٹڈ	"	۲۰	½ ۳۸۳	۱۸۳۳
کامرشل	"	۴	½ ۸۰	۴۵۳
سپر	رام گڈھ	۲۴۵	¾ ۶۳۱۶	۱۵۴۷۸
فینسی	"	۲۵	½ ۱۷۹۸	۷۵۳۵
سلکٹڈ	"	۱۹	۴۹۲	۲۳۹۲
کامرشل	"	۲	۵۱	۳۳۶
سپر	ایپل گڈھ اسٹیٹ	۴۳۲	۱۲۷۳	۲۶۹۰۵
فینسی	"	۲۵۹	۹۴۵۱	۳۴۸۳
سلکٹڈ	"	۱۳۹	۴۸۸۱	۲۲۷۵۱
کامرشل	"	۲	۸۰	۴۸۰
میزان	۔	۱۱۰۸۵	¾ ۳۹۳۳۰	۱۲۰۰۶۶

پولیس کی ٹوپی پر وائرلیس



برطانیہ کی پولیس کے لئے اب نئی قسم کی ٹوپی بنائی گئی ہے جس کے سرے پر وائرلیس سیٹ بھی لگایا گیا ہے۔ اس سے پولیس کو باہر کی خبر اور اپنے افسروں کے حکم سننے میں آسانی ہوگئی ہے۔

سیارہ زحل



سیارہ زحل کی کیا شکل ہے۔ اسے سائنس دانوں نے معلوم کیا ہے۔ یہاں وہی شکل دی گئی ہے۔

کاشتکار، اُن کے مویشی اور ہرے چارے کی ضرورت

(از قلم ٹھاکر رام سدھ سنگھ کامدار - سیڈ اسٹور مہراج گنج، ترائی ضلع گونڈہ)

مندرجہ ذیل مضمون میں مویشیوں کو تندرست رکھنے کا اور اُن سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کا طریقہ مختصراً بیان کیا گیا ہے۔

تقریباً ۹۰ فیصدی لوگوں کی زندگی کھیتی ہی پر منحصر ہے ان کو اور کسی چیز کا سہارا نہیں ہے ان ۹۰ فیصدی کاشتکاروں کی ایک قسم سے خاص دولت اُن کے مویشی ہیں۔ کیونکہ انھیں مویشیوں کے ذریعہ دودھ۔ گھی۔ مکھن وغیرہ مقوی کھانے کی چیزیں ملتی ہیں۔ مویشیوں سے جوتائی کا کام لیا جاتا ہے اور انھیں مویشیوں کے گوبر و پیشاب سے کھاد بناکر زمین کی قوت زرخیزی بڑھائی جاتی ہے۔ اور اسی قوت زرخیزی سے پودے بڑھتے۔ پھولتے اور پھلتے ہیں جن سے کاشتکاروں کی شکم پروری کے لیے دانہ دستیاب ہوتا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مویشیوں سے کاشتکاروں کی بہت بڑی بھلائی ہوتی ہے۔ جن مویشیوں سے کاشتکاروں کی بھلائی ہوتی ہے۔ اور جن کے بغیر کھیتی کا کام چلنا غیر ممکن ہے۔ انھیں مویشیوں کا پیٹ کاشتکار اپنی تھوڑی سی سستی و لاپرواہی کے باعث سال بھر نہیں بھر پاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس مویشی سے دس سال فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اُس مویشی سے صرف پانچ سات سال فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ کاشتکار کو مجبور ہو کر دوسرے مویشی کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض بعض کاشتکار اسی مویشی کی خرید و فروخت میں ہی تباہ رہتے ہیں جب پیٹ نہ بھرنے کے سبب جانور دُبلے ہو جاتے ہیں کام نہیں دے سکتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس کو کسی طرح ہٹاکر دوسرا مویشی لینا چاہیئے۔ مطلب یہ کہ اس مویشی کی تبدیلی اور دوسرے مویشی کے لانے کی فکر سالہا سال لگی رہتی ہے۔ مویشی کو ہمیشہ تندرست رکھنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں۔

ہر ایک کاشتکار کو اس بات کا دھیان رکھنا چاہیئے کہ ہم اپنے مویشی کو کیسے تندرست رکھ سکتے ہیں اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ کس طرح اٹھا سکتے ہیں۔

کاشتکار بھائیو۔ خوش قسمتی سے اگر آپ لوگوں کو کسی سرکاری فارم وغیرہ کے جانوروں کے دیکھنے کا موقعہ ملا ہوگا تو وہاں کے مویشیوں کو دیکھ کر آپ لوگ تعجب کرتے ہوں گے کہ یہ لوگ کیا کھلاتے پلاتے ہیں کہ ان کے مویشی اس قدر تندرست ہیں۔ اس وقت شاید آپ لوگوں کے دل میں یہ بات پیدا ہوتی ہوگی کہ یہاں کے جانوروں سے کام کم لیا جاتا ہوگا۔ یہ خیال کرنا آپ لوگوں کی بالکل غلطی ہے۔ وہاں کے مویشی جو اس طرح سے تندرست نظر آتے ہیں۔ اس کا خاص سبب یہ ہے کہ ان کا پیٹ سال بھر بھرا جاتا ہے جو کچھ کھلایا جاتا ہے۔ اس کو وزن۔ قاعدہ اور وقت و موقعہ دیکھ کر کھلایا پلایا جاتا ہے اور کام کافی طور سے لیا جاتا ہے۔ آپ کے مویشیوں کی گری ہوئی حالت کا ایک خاص سبب یہ ہے کہ آپ لوگ اُن کے ساتھ کسی قاعدہ کا برتاؤ نہیں کرتے ہیں۔ اُن کے گرمی سردی کا خیال نہیں کرتے ہیں اور کبھی اس قدر کھلاتے ہیں کہ بدہضمی ہو جاتی ہے اور کبھی اتنا کم کھاتا دیتے ہیں کہ بیچارہ مویشی بھوکا ہی رہ جاتا ہے اس ناقص عمل کا مویشی کی تندرستی پر بُرا اثر پڑتا ہے جس سے آپ لوگوں کے مویشیوں سے مناسب فائدہ نہیں



برسیم کی فصل کا ایک منظر

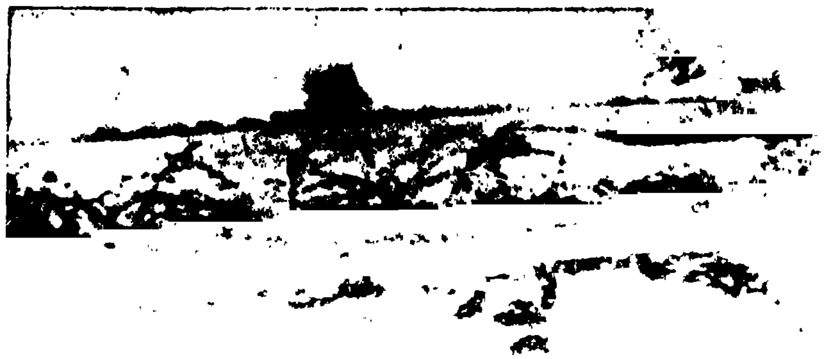
ہوتا ہے۔

مویشیوں کو صبح ۵ بجے سے ۷ بجے تک چارہ۔ ۷ بجے پانی ۔ ۷ بجے سے ۱۱ بجے دن تک کام ۔ ۱۱ بجے پانی۔ ۱۱ بجے سے ۲ بجے تک چارا اور آرام ۲ بجے پانی۔ ۲ بجے سے ۶ بجے تک کام ۔ ۶ بجے پانی پھر چارا اور آرام دینے سے ان کی طاقت پوری قائم رہیگی اور وہ تندرست رہ کر بآرام زندگی بسر کریں گے۔

اب آپ لوگ اس بات کو خیال میں لاتے ہونگے کہ ہمارے پاس کافی چارا ہر وقت تو ملتا ہی نہیں تو بھلا ہم جانوروں کا پیٹ سال بھر کافی طور سے کس طرح بھر سکتے ہیں۔ آپ کو کافی معلومات نہ ہونے کے باعث آپ ضرور ایسا کہیں گے لیکن دھیان دیجئے کہ خدا نے تمام چیزیں ایسی پیدا کی ہیں کہ کوئی کسی موسم اور کوئی کسی موسم میں تیار ہوتی ہیں۔ اسی طرح جانوروں کے لئے مختلف چارے بھی مختلف اوقات میں پیدا ہوتے ہیں اور کئے جا سکتے ہیں۔

گرمی کے دنوں میں نصف فروری (آدھے پھاگن) سے تقریباً جون - جولائی (جیٹھ اساڑھ)

[redacted]



لوسرن کا ہرا چارا

تک تو بھوسہ وغیرہ جانوروں کا پیٹ بھرنے کے واسطے عموماً ہر ایک کاشتکار کے یہاں ہو جاتا ہے۔ لیکن ہرے چارے کی بہت زیادہ کمی رہتی ہے۔ پھر جولائی (اساڑھ) سے ستمبر (بھادوں) یا آدھے اکتوبر (آدھے کوار) تک اپنے آپ پیدا ہوئی گھاس اور جوار باجرہ اور مکا کا ہرا چارہ جانوروں کی شکم پروری کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ جاڑے کے موسم میں جانوروں کو بعد تکلیف ہوتی ہے اس موسم میں سوائے پیال یا مکا وغیرہ کے خشک ڈنٹھلوں کے علاوہ جانوروں کو کچھ نہیں ملتا ہے زیادہ تر کاشتکار یہ سمجھتے ہیں کہ اس موسم میں کوئی ہرا چارا پیدا ہی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات نہیں ہے۔ اس موسم میں بھی ہرا چارا اُتنا ہی حاصل کیا جا سکتا ہے جتنا کہ دیگر موسم میں کیا جا سکتا ہے۔ لیکن دیگر موسم کی بہ نسبت اس میں تھوڑی سی محنت کرنی پڑیگی۔ اور سچ پوچھئے تو اس محنت کا شمار تو آئندہ فائدے کے مقابلے میں کیا ہی نہیں جا سکتا ہے کیونکہ اسی موسم میں مویشی کا پیٹ نہ بھرنے سے مویشی کمزور ہو جاتے ہیں جس سے اُن کی عمر بھی کم ہو جاتی ہے جاڑے کے موسم میں مندرجہ ذیل چارے تھوڑی سی محنت کے بعد پیدا کئے جا سکتے ہیں۔

۱- جئی - ۲- لوسرن - ۳- برسیم اور ۴- پنیرا یہ سب چیزیں آپ کے ملک میں ہی پیدا کی جاتی ہیں اور ان سے کافی فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔

۱- جئی:- اس کا دانہ جو کی شکل کا مگر اس سے کچھ پتلا اور لمبا ہوتا ہے اکتوبر (کاتک) کے مہینے میں بوئی جاتی ہے۔ ایک من سے سوا من بیج فی ایکڑ پڑتا ہے۔ جنوری (ماگھ) کے مہینے میں کاٹ کر کھلانے کے قابل ہوتا ہے ۲۰۰ من سے ۲۵۰ من فی ایکڑ چارا ملتا ہے۔ کٹائی کے بعد اگر پانی دیدیا جائے تو ۵ من سے ۶ من تک دانہ اور ۱۰ من سے ۱۲ من تک بھوسہ بھی مل سکتا ہے۔

۲- لوسرن:- اس کا بیج تقریباً چھوٹی رائی کے برابر ہوتا ہے لیکن رنگ مختلف ہوتا ہے۔ یہ ستمبر (کوار) کے آخر سے لیکر دسمبر (پوس) تک بویا جاتا ہے۔ مگر جتنا ہی پہلے بویا جائے اُتنا ہی اچھا ہے۔ ۵ یا ۶ سیر بیج فی ایکڑ پڑتا ہے۔ بونے کا طریقہ یہ ہے کہ کھیت کو کھاد یا نس ڈال کر خوب تیار کر کے پلیوہ کرنے کے بعد بیج چھڑک کر کلٹیی شاخ وغیرہ سے ملا دیا جائے اور پھر معمولی پانی دیدیا جائے۔ پہلی کٹائی تقریباً دو ماہ کے بعد ہوتی ہے۔ کاٹنے کے بعد پانی دینا ضروری ہے۔ سال میں کل ۶ یا ۸ کٹائیاں ہوتی ہیں۔ تین چار برس تک رکھا جاتا ہے معمولی طور سے ۲۰۰ من سے ۴۰۰ من فی ایکڑ ہرا چارا ملتا ہے۔

۳- برسیم:- اس کی پیداوار سینچائی والی زمین میں ہوتی ہے۔ اس بات یہ ہے کہ یہ کھیت کو زرخیز بناتا ہے یہ بھی ستمبر (کوار) سے دسمبر (پوس) تک بویا جاتا ہے۔ لیکن اکتوبر (کاتک سے) نومبر (اگھن) تک کا بونا نہایت اچھا ہے برسیم کا کھیت بھی لوسرن کی طرح سے خوب بنا لینا چاہئے۔ بونے میں فرق صرف اس بات کا ہے کہ بیج کو پہلے (کلچر) برسیم کی مٹی اور تھوڑی سی شکر پانی میں ملا کر بیج کو بھگو کر رات بھر سایہ میں سکھا کر بونا چاہئے۔ ایک ایکڑ میں دس سیر بیج پڑتا ہے اور اس کے لئے پاؤ بھر (کلچر) برسیم کی مٹی اور نصف چھٹانک شکر کافی ہے۔ تقریباً ۴۵ دن کے بعد جبکہ پودوں میں پھول آنے لگے پہلی کٹائی کرنی چاہئے۔ کل ۳-۴ کٹائی ہوتی ہے کٹائی ۳ انچ کے اونچے سے کرنا چاہئے کٹائی کے بعد پانی دینا ضروری ہے ہر ایک کٹائی فی ایکڑ ۱۷۵ - ۲۰۰ من تک چارا ملتا ہے۔ ایک مویشی کو ہمیشہ ۵ سے ۷ سیر چارا دینا چاہئے دودھ دینے والی گائے یا بھینس کے دودھ بڑھانے کے لئے برسیم کا ہرا چارا بہت مفید ہے۔

۴- پنیرا:- یہ گنے کی شکل کا ہوتا ہے اس کی اور گنے کی پتی میں معمولی فرق ہوتا ہے۔ یہ جولائی (اساڑھ) کے مہینے میں ٹھیک گنے کی طرح بویا جاتا ہے۔ ۳۰ من سے ۳۵ من فی ایکڑ بیج پڑتا ہے یا اس کے تھان کھود کر لگائے جاتے ہیں۔ اچھی کھاد یا نس کے انتظام کے ساتھ ۴-۵ برس تک رکھا جاتا ہے سال میں ۴-۵ کٹائی ہوتی ہے۔ ہر ایک کٹائی فی ایکڑ ۲۰۰-۳۰۰ من چارا ملتا ہے۔

گائے بھینس تھنوں میں اپنے بچے پلانے بھر کو دودھ نہیں ہوتا تو بھلا وہ آپ یا آپ کے بچوں کیلئے کیا دودھ دیسکتی ہیں اسی دودھ گھی کی کمی کے باعث آپ لوگ کمزور اور کھیتی کے کام کرنے میں ناکامیاب رہتے ہیں۔ اسلئے آپ لوگوں کو ان چاروں کو پیدا کرکے اپنے مویشیوں اور اُنکے ساتھ ہی ساتھ اپنی اور اپنے بال بچوں کی تندرستی سدھارنا چاہئے۔ اور دُنیا میں زندگی کا لطف اُٹھانا چاہئے۔ ان چاروں کا بیج گورنمنٹ فارم۔ اور محکمہ زراعت کے غلہ گوداموں سے حاصل ہو سکتا ہے مزید معلومات گرام سدھار اور محکمہ زراعت کے اہلکاران سے حاصل کرسکتے ہیں اور اُن سے مدد لے سکتے ہیں۔

دو دوستوں کی بات چیت

چکبندی کیا ہے؟

(از جناب گیندر گپت، سپروائزر چکبندی)

پہلا دن

[دو ساتھی جنگل میں شام کے وقت گھومتے نظر آتے ہیں۔ چلتے چلتے وہ اپنے ایک قریب کے گاؤں کے کھیتوں پہ پہنچ گئے ہیں تو وہ ساتھی لیکن رہنے والے الگ الگ دیہاتوں کے ہیں جن میں سے ایک کا نام رگھوناتھ سنگھ جو لکھاؤٹی زراعتی کالج میں پڑھتا ہے اور دوسرا کہیں باہر انگریزی اسکول میں پڑھتا ہے۔ اس کا نام دکھ بھنجن سنگھ ہے۔ جن کھیتوں پر وہ کھڑے ہیں اُس گاؤں کی دو سال ہوئے چکبندی ہو گئی ہے لیکن سڑک کی دوسری طرف پورب کے گاؤں کی چکبندی ابھی نہیں ہوئی ہے۔ دونوں دیہاتوں کے کھیتوں میں پیداواریں کھڑی ہیں۔ دوسرا لڑکا کہیں باہر کا مہمان ہے پاس کو پچھم کے کھیتوں کی پیداوار بہت ہی اچھی معلوم ہوتی ہے اور کھیت بھی بہت بڑے بڑے نظر آتے ہیں۔ اسے کچھ تعجب سا ہوتا ہے یکایک وہ اپنے ساتھ رگھوناتھ سے پوچھتا ہے۔

بھائی کیا تم بتا سکتے ہو کہ سڑک کے دونوں طرف کے کھیتوں میں اتنا زیادہ فرق کیوں ہے؟]

رگھوناتھ۔ بھائی دکھ بھنجن! ادھر پچھم کے گاؤں کی چکبندی تقریباً دو سال ہوئے ایک بابو صاحب کچھ اور ملازموں کے ساتھ آ کر کرا گئے تھے یہی دونوں کے فرق کا سبب ہے۔ مگر پورب کے گاؤں کے چند خود غرض اشخاص نے چکبندی نہیں ہونے دی اور روڑہ اٹکا دیا وہ بہت جاہل ہیں، اپنے فائدہ کو نہیں سمجھتے۔ کوئی کیا کرے۔ میں ان دنوں اس گاؤں ہی میں تھا اس لئے مجھ کو سب حال معلوم ہے۔

دکھ بھنجن۔ چکبندی کیا ہے۔ کیا آپ اس پر کچھ روشنی ڈالیں گے۔ شاید آپ مجھ کو سمجھا سکیں کیا چکبندی کوئی جادو ہے؟ آہا! پچھم کے کھیت تو فارم کے فارم بن گئے ہیں۔ گنے کی پیداواریں پورب کے کھیتوں سے دگنی ہری بھری اور بڑھی چڑھی معلوم ہوتی ہیں۔ حالانکہ آبپاشی کسی کھیت میں بھی نہیں ہوئی صرف بارش ہی پر ادھر کی کھیتی کا انحصار ہے۔ دھان، مکا، ابیھارا، ول بادل، بیا ٹو اور موبجی کی فصلیں بھی اپنا نرالا رنگ دکھا رہی ہیں۔ دونوں زمینوں کی پیداواروں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ چکبندی کیسے ہوتی ہے۔

رگھوناتھ۔ جو کسان عقلمند ہیں، جو دوسرے کے سمجھانے پر غور کر کے ٹھنڈے دل سے سوچ سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں، جو لڑائی جھگڑے سے بچنا چاہتے ہیں اور جن کے دلوں کے اندر نفاق کا جذبہ پرورش نہیں پاتا وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ گاؤں کے سب کسان اپنی مرضی کے مطابق آپس میں بھائی بھائی کی طرح بیٹھ کر یہ طے کر لیتے ہیں کہ کہاں کہاں وہ اپنے چک لیں گے اور کیسے کیسے اپنے کھیتوں کا تبادلہ کریں گے۔ اُن کی بے ایمانی کو روکنے، دیکھ بھال کرنے اور اس کی بابت سب باتیں لکھنے پڑھنے کے لئے چکبندی کے بابو صاحب اور کچھ ملازم بھی رہتے ہیں۔ پھر جب کاغذات تیار ہو جاتے ہیں تو اسی طرح پیمائش کر کے کسانوں کو چک مل جاتے ہیں اور پٹواری کے کاغذات میں بھی وہی عملدرآمد ہو جاتا ہے اور اس گاؤں کی رجسٹری محکمہ امداد باہمی میں ہو جاتی ہے۔ اس طرح سے سب جھگڑوں سے دور ہو کر کسانوں کی چین کی بنسی بجتی ہے اور سارے جھگڑے ٹنٹے مٹ جاتے ہیں۔

دکھ بھنجن۔ کیا پھر ڈولوں کی لڑائی رہتی ہے؟

رگھوناتھ۔ ہاں بھئی۔ میں ایک بات کہنا بھول گیا۔ پیمائش کے بعد ہر ایک کسان کے چک کے چاروں طرف بڑی بڑی ڈولیں باندھ دی جاتی ہیں جس کو ڈول بندی یا 'ڈھیئے بندی' کہتے ہیں جیسا کہ تم اس چک کے چاروں طرف دیکھ رہے ہو۔ دیکھو کیسی اچھی معلوم ہوتی ہے اور ان سے بہت فائدے ہیں جب چھوٹی چھوٹی ڈولوں کا جھگڑا مٹ گیا تو پھر لڑائی کیسی؟ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ اب رات زیادہ ہو گئی ہے۔ کھانا تیار ہو گیا ہوگا۔ ماتا جی انتظار کر رہی ہونگی چلو واپس چلیں۔

دونوں گھر لوٹ آتے ہیں۔

دوسرا دن

اگلے دن پھر وہ اس دیہات کے دوسرے گوشے کی طرف ٹہلنے نکلے۔ ایک غریب کسان ملا۔ دکھ بھنجن نے پوچھا "تمھارے گاؤں کی چکبندی ہو گئی ہے کیا تم بتا سکتے ہو کہ تم کو چکبندی سے کیا کیا فائدے ہوئے؟ تمھارے گاؤں کی پیداوار ہم دیکھ چکے ہیں۔

کسان:- میں یہ جانتا ہوں کہ چکبندی سے پہلے ہم میں جب کھیتوں میں فصلیں بونے کا جھگڑا ہوتا تھا تو جب کسی اندھے کو لا کر کھیتوں کے پھیرے پھرواتے تھے تب کہیں فیصلہ ہوتا تھا۔ کیونکہ آپس کے لوگوں کا بالکل یقین نہیں تھا۔ یا پٹواری کے پاس جا کر نذرانہ پیش کرنے پر سو نخروں سے دیوان جی آتے اور دونوں طرف سے روپئے مار کھاتے تھے۔ لڑائی کے ہونے کا ہر وقت امکان رہتا تھا اسلئے ہر دوار سے اچھی اور مضبوط لاٹھیاں لاتے تھے۔ اب تو ایسی لاٹھیاں ہر گھر میں ہیں۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں اب تو بہت چین ہے۔ بھلا ہو اُن چکبندی والوں کا جنھوں نے ہم کو اس گڑھے سے نکالا۔"

اتنا سُن کر دونوں آگے بڑھے۔

دکھ بھنجن سنگھ۔ اچھا اب آپ اور فائدے بتائیے۔

رگھوناتھ۔ سنو بھائی۔ جہاں چکبندی ہو گئی ہے وہاں فصلوں کی نگرانی اچھی طرح سے ہوتی ہے۔ فصلوں کا نقصان بہت ہی

کم ہوتا ہے جو نہ ہونے کے برابر ہے۔ چکوں کی فصلیں بہت حفاظت سے رہتی ہیں۔ مزدوری کم لگتی ہے اور کام زیادہ اور آسانی سے ہوتا ہے۔ ترقی دادہ آلات، بیج و آبپاشی کا انتظام زیادہ سہولیت سے ہوتا ہے۔ آنے جانے میں اور کھیتوں کی تیاریوں میں کم وقت لگتا ہے۔ کسان کی خانگی زندگی پُرمسرت ہو جاتی ہے۔ پیداوار اچھی ہو کر آمدنی میں ترقی ہوتی ہے۔ فضول کے جھگڑوں اور مقدموں سے نجات ملتی ہے اور اس طرح اس مقدمہ بازی کا پیسہ بچتا ہے۔ جو چکبندی سے پہلے ہوتی تھی جب کہ ہر ایک کسان کو دوسروں کے کھیتوں پر بار بار جانا پڑتا تھا۔

چکبندی سے کھیتوں کی حیثیت بڑھ جاتی ہے۔ زمیندار اور کسان دونوں کو اس سے فائدہ ہے کسی کو نقصان نہیں ہے۔ انھیں سب وجوہ سے کسان کی بیدخلی بھی بند ہو جاتی ہے۔ مجھے اس کا خوب تجربہ ہے۔ گھسیٹن چمار جو پہلے بہت کنگال تھا اور لگان کے ٹکے بھی نہیں ادا کر سکتا تھا اُس کے بھی آج کل پو بارہ ہیں۔ میں تم کو چل کر دکھاؤں گا کہ آج کل وہ کتنا خوش حال ہو گیا ہے۔ اب تو اس نے ایک اچھی سی بھینس باندھ رکھی ہے جس کو وہ قرض لیکر مول نہیں لایا بلکہ اپنی آمدنی میں سے بچت کر کے لایا ہے۔ اتنا ہی نہیں چکبندی کا تندرستی و صفائی پر بھی بڑا اثر پڑتا ہے۔ گاؤں کی فصل کاٹنے والے اور چرانے والے لوگوں سے نجات ملتی ہے اور چھوٹے کاشتکار بڑے کاشتکاروں کے ناجائز دباؤ سے بچتے ہیں۔

دُکھ بھنجن۔ بھائی کیا آپ مجھ کو بتائیں گے کہ اتنے فائدے ہوتے ہوئے بھی چکبندی کرانے پر آپس میں راضی کیوں نہیں ہوتے اور فضول لڑتے ہیں آج اس گاؤں کا دھرا کانا کہہ رہا تھا کہ صاحب! مجھے تو چکبندی سے نقصان معلوم ہوتے ہیں۔ بھلا باپ دادا کی زمین کیسے چھوڑ دوں۔ میں تو لکیر کا فقیر ہوں۔ اس میں تو سونا اُگتا ہے سونا۔ اور سارے گاؤں کی تو زمین مٹی ہے۔ میرے اوپر قرض ہے مگر وہ اس کا نتیجہ تھوڑی ہے سب معاملہ چلتا ہی رہے گا۔

رگھوناتھ۔ (ہنس کر) بھائی اُس کانے کی بھی خوب کہی۔ وہ تو ہمیشہ ایک ہی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اس کی عقل بھی اندھی ہو گئی ہے۔ خیر! سنو، بات دراصل یہ ہے کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ جو لوگ دوسروں کی فصل کو رات میں چوری سے کاٹ لاتے ہیں یا اپنے مویشی چرنے کو چھوڑ دیتے ہیں یا دوسروں کی زمین و ڈولوں کو کاٹ کر زیادہ جوت رہے ہیں مگر دراصل کاغذات سرکاری میں اُن کے نام اتنی زمین نہیں ہے یا جن کے دل میں بے ایمانی کا جذبہ پرورش پا رہا ہے وہ ایسے ناجائز فائدوں کو بہت مشکل سے چھوڑتے ہیں اور جہاں تک ہو سکتا ہے یہی چاہتے ہیں کہ ہم ایسے فائدے اُٹھاتے رہیں۔ لاکھ سمجھانے پر بھی وہ نہیں سمجھتے۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے کہ سوتے کو تو جگایا جا سکتا ہے مگر جو جان بوجھ کر آنکھیں بند کرے اُسے کون جگا سکتا ہے اور یہ بھی بالکل صحیح ہے کہ

بگڑ جاتی ہے جب ظالم کی نیت
نہیں کام آتی دلیل اور حجت

اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ ناسمجھ کسان اپنی موروثی زمین کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے اور اس میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ مگر دیکھا گیا ہے کہ ایسے لوگ سمجھانے سے مان جاتے ہیں۔

دُکھ بھنجن۔ مگر بہت دن ہوئے مجھ سے ایک وکیل صاحب فرما رہے تھے کہ چکبندی سے کیا فائدہ؟ گاؤں کے لوگ تو الگ الگ ٹکڑے کی کھیتی میں خوش ہیں۔ میل دو میل کے کھیتوں میں جانے سے ان کو جفاکشی کی عادت اور کثرت ہوتی ہے کیونکہ خوب چلنا پڑتا ہے، کھاد ڈھونی پڑتی ہے۔ آنے جانے میں اور ان سب کاموں میں خواہ محنت اور وقت زیادہ ہی صرف ہو۔

رگھوناتھ بات کاٹ فوراً بولا یہ کچھ ایسے وکیل جن کی آمدنی کم ہے اور چکبندی سے اور بھی کم ہو جاتی ہے اور ایسی ہی باتیں کیا کرتے۔ دیکھتے نہیں زیادہ تر انھیں غریب کسانوں کی گاڑھی کمائی کی بدولت وکیلوں کی شاندار کوٹھیاں اور محل بڑے شہروں میں نظر آتے ہیں اتنا ہی نہیں اکثر وکیلوں نے تو زمینداریاں تک خرید لیں ہیں۔ جس کا جس چیز سے ذرا بھی نقصان ہوتا ہے وہی اس بات کی جھوٹی سچی برائیاں کرنے لگتا ہے۔ تم کو شاید معلوم نہیں کہ آج پٹواری لوگ بھی اس کے سراسر خلاف ہیں۔ کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ چک ہو جانے کے بعد اُن سے کون نمبروں کی فرد لینے جائے گا۔ کون ڈولوں کی چھوٹی موٹی لڑائیوں میں حلوہ پوری اور گلاب جامن کھلائے گا۔ وہ بھی تو حاکموں کی پیچھے کسانوں کو میٹھی مار مارتے ہیں انھیں ملک کی ترقی سے کیا واسطہ؟ ان کا پیٹ ہی ملک ہے۔ کوئی بوڑھا مرے یا جوان انھیں تو اپنے حلوہ مانڈے سے کام ہے۔ اُس کا برسوں کا اثر کسانوں پر جلد کام کر جاتا ہے۔ بُرے کام کی طرف انسان کی طبیعت زیادہ راغب ہوتی ہے اور بھلے کام کی طرف کم۔ ترقی کے لئے عقل کا ہونا بہت ضرور ہے۔

دکھ بھجن۔ ٹھیک! بالکل ٹھیک! مگر یہ بات بتاؤ کہ اچھے کام کی کیا پہچان ہے؟ ہر ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ میں اچھا کام کروں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ اگر کسان آرام سے رہنا چاہتا ہے تو چکبندی کرائے اور مالی حالت سدھار کر دنیا میں ترقی کرے۔ کیونکہ چکبندی ترقی کا ذریعہ ہے اور ہندوستان کی دیہاتی زندگی کی خوش حالی چکبندی ہی پر منحصر ہے

رگھوناتھ۔ بھلے آدمی چاہتے ہیں کہ وہ اچھے کام کریں۔ اچھے کام کی پہچان یہ ہے کہ وہ سچائی محبت، ایثار اور خلوص! ان چاروں کسوٹیوں پر کھرا اترے۔ جو کام تین کسوٹیوں پر پورا اترے مگر چوتھی پہ پورا نہ اترے تو سمجھنا چاہئے کہ وہ کام اچھا نہیں ہے اس لئے کسی کام کو کرنے سے پہلے ہمیں اچھی طرح جانچ کر لینی چاہئے تبھی ہماری زندگی کامیاب ہوگی۔

دکھ بھجن۔ ٹھیک ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جہاں کہیں بھی دیہاتوں میں جاؤں گا کسانوں میں اب چک بندی کے رواج کو پھیلانے کی ضرور کوشش کروں گا۔ اگرچہ کسانوں کے داغ کمان کی طرح ہیں جو اچھی بات سنتے وقت پھیل جاتے ہیں اور دو چار دن کے بعد پھر پہلے کی طرح تنگ ہو جاتے ہیں۔ اب ان کے داغوں میں بھی صفائی کرانی پڑے گی۔ ان کو کھیتوں کی صفائی بھی کرنی پڑے گی اور جہالت کو دور کرنا ہوگا تبھی تو وہ میٹھے پھلوں کا مزہ چکھ سکیں گے۔

رگھوناتھ۔ تمہارا خیال بہت درست ہے۔ چلو۔ اب گھر لوٹ چلیں بہت دیر ہوگئی ہے۔ پھر کبھی باتیں ہوں گی۔

دیہاتی تعلیم

از جناب ضیاءالاسلام ڈپٹی کلکٹر بستی

تعلیم دیہات کا مسئلہ ہماری ترقی کے نقطۂ نگاہ سے اتنا ضروری ہو گیا ہے اور روز بروز ہوتا جاتا ہے کہ اس پر ہر شخص کی توجہ ہونی چاہئے جو دیہات میں اس تاریکی کو جو عام لوگوں میں طاری ہے دور کرنا چاہتا ہے اور اس طرح ہمارے دیہات کے بھائیوں کو قومی زندگی سے وہ حصہ دینا چاہتا ہے جس کے وہ مستحق ہیں اور جو ملک کا قانون ان کو دے چکا ہے لیکن جس کو وہ شاید ابھی تک صحیح طور پر استعمال کرنا نہیں جانتے۔

آجکل معمولی گاؤں میں عموماً پرائمری درجہ چار تک کے اسکول ہیں اور بڑے گاؤں میں مڈل اسکول ہیں جو ڈسٹرکٹ بورڈ کے زیر انتظام ہیں۔ ان مدرسوں میں حساب جغرافیہ۔ ہندی اور اردو پڑھائی جاتی ہے۔ کہیں کہیں ورزش اور کچھ کھیل مثلاً فٹ بال یا ہاکی بھی رائج ہیں نیچر اسٹڈی کسی کسی مدرسے میں داخل نصاب ہے۔ تعلیم کتابوں کے ذریعہ سے دی جاتی ہے، جو تقریباً ہر سال بدلتی رہتی ہے اور جن کے چناؤ میں عموماً ذاتی مقاصد، ذاتی اغراض اور ذاتی تعلقات بڑا حصہ رکھتے ہیں۔ دستکاری زراعتی تعلیم اور فارمنگ وغیرہ ایک فیصدی بھی اسکولوں میں نصاب میں داخل نہیں ہیں

دیہات میں جو تعلیم عموماً دیجاتی ہے اسکا سب سے نقص یہ ہے کہ وہ زندگی کے شعبوں میں کارآمد نہیں ہوتی اور نہ دیہاتی زندگی کے شعبے نصاب تعلیم میں داخل ہیں اس طرح جو خلیج درمیان میں حائل ہے وہ بہت وسیع اور خطرناک ہے پھر موجودہ طرز تعلیم سے بچوں میں تعلیم سے دلچسپی پیدا نہیں ہوتی جس کی وجہ سے ایک بڑی تعداد درجہ چار تک بھی نہیں پہنچتی اور درمیان میں ہی مدرسہ چھوڑ کر گھر بیٹھ جاتی ہے۔ طرز تعلیم کے غیر دلچسپ ہونے کا دوسرا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسکول سے نکلنے اور دیہاتی زندگی میں داخل ہونے کے بعد مدرسوں میں جو پڑھا لکھا تھا وہ رفتہ رفتہ دماغ سے زائل ہو جاتا ہے۔ اسکی ذمہ داری کچھ تو طرز تعلیم پر ہے اور کچھ ان ذرائع کے میسر نہ ہونے پر جن کی وجہ سے جو تعلیم مدرسوں میں ملتی ہے ان کی تکمیل گھر پر ہو سکے۔ گاؤں میں کتب خانہ نہیں ہیں نہ اخبار مل سکتے ہیں اس لئے ان لوگوں کی دیہاتی زندگی اور تعلیم میں کوئی رشتہ باقی نہیں رہتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کم از کم ۹۰ فیصدی ایسے لوگ جنھوں نے درجہ چار پاس بھی کر لیا تھا دس بارہ سال بعد حساب بھی نہیں لکھ سکتے اور اپنے گاؤں وغیرہ کا حساب بھی پٹواری یا اسکول کے ماسٹر صاحب سے لکھواتے ہیں۔

گاؤں کے مدرسوں کے استاد بدقسمتی سے بہت معمولی قابلیت کے ہوتے ہیں اس میں ان بیچاروں کا تو کوئی قصور نہیں لیکن ان کا اثر ہماری دیہاتی زندگی پر خاطر خواہ طور پر اچھا نہیں پڑتا۔ انکی دماغی نشوونما اگر ہوتی بھی ہے تو بہت معمولی۔ ان میں عام طور پر نہ ولولہ ہوتا ہے نہ جوش۔ جس فضا میں وہ رہتے ہیں وہ اس کی ذمہ دار ہے۔ ان میں نہ قوت عمل ہوتی ہے نہ خیالات جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے گاؤں کے مدرسے جن میں زندگی کی تڑپ پائی جاتی ہے ان میں نیم مردہ دماغ ملتے ہیں۔ پچاس مدرسوں میں شاید کہیں ایک پر جوش استاد آپکو مل سکے ٹرینڈ استادوں کا نمبر اب بڑھ رہا ہے لیکن ٹرینڈ استادوں میں بھی وہ بات نہیں پائی جاتی جو دیہاتی تعلیم کے لئے ضروری ہے یعنی جوش عمل اور تخیل جو ٹریننگ ان کو ملتی ہے وہ ان کو کتابیں پڑھانے کے لئے شاید زیادہ موزوں کر دے ورنہ اس کے علاوہ اس کا کوئی اثر ان پر نہیں ہوتا۔

ہم تعلیم بالغان کی طرف تو کبھی متوجہ ہی نہیں ہوتے اگر ہوئے بھی تو مشکلات ایسی حائل ہیں کہ تعلیم بالغان کی کوئی اسکیم قابل عمل نہیں ہو سکتی۔ دیہات میں لڑکیوں کی تعلیم پر

کوئی توجہ دینا بھی بالکل غیر ضروری سمجھا جاتا ہے لیکن ترقی دیہات کی ہر اسکیم میں اس مسئلہ کو جو ممتاز حیثیت حاصل ہے اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا چھوٹی لڑکیاں بچوں کے ساتھ اسکول جاتی ہیں لیکن تھوڑے ہی دنوں میں وہ مدرسہ چھوڑ دیتی ہیں اور اس کے بعد ان کو تعلیم جاری رکھنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہتا۔

انتظامی معاملات میں بھی وہ ترتیب نہیں ہے جو ہونی چاہئے مثلاً استادوں کا تقرر ظاہر میں کسی خاص اصولوں پر ہو لیکن عموماً اسمیں سفارش، ذاتی تعلقات اور مذہبی تعصب کو بہت دخل ہوتا ہے۔ اُستاد بھی لوکل بورڈس کی سیاسیات کا شکار ہوتے رہتے ہیں اور پارٹیوں کے آلہ کار بنائے جاتے ہیں تبادلوں کی تلوار ان کے سر پر ہمیشہ لٹکتی رہتی ہے جس کی وجہ سے نہ تو کوئی اسکیم پوری طور پر کارگر ہوسکتی ہے اور نہ اسکولوں میں وہ ذاتی اثر جسکی مدرسوں میں ضرورت ہے کام میں لایا جاسکتا ہے۔ پھر دیہاتی اسکولوں کی تعلیم عموماً ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو خود اسکی ضرورت سے ناواقف ہیں اور جو لوگ اس سے واقف ہیں ان سے تبادلۂ عمل کے خواہشمند نہیں۔ اس پالیسی کا نتیجہ جو ہوا وہ ظاہر ہے کہ تعلیم پر باوجود لاکھوں روپیہ صرف ہونیکے دیہات میں جو حالت دس سال قبل تھی اب بھی صورت حال اس سے زیادہ خوشکن نہیں ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کیا جائے تاکہ ترقی و اصلاح دیہات صحیح معنی میں ہو سکے اور ہمارے بھائی جو دیہات میں رہتے ہیں اور ہمارے لئے اتنی محنت سے کاشتکاری جیسا صبر آزما کام کرتے ہیں ان کو بھی ہماری طرح معاملات سمجھنے اور ان کے حل کرنے میں رائے دینے کی صلاحیت پیدا ہو جائے اور وہ اپنی تعلیم سے اپنی زندگی کو بہتر اور زیادہ کارآمد بناسکیں۔

اس کے لئے ہم کو طرز تعلیم میں تبدیلی کرنی لازمی ہے نصاب تعلیم میں تبدیلی ضروری ہے اور اُستاد بدلنے بھی اتنے ہی ضروری ہیں جتنا طرز تعلیم اور نصاب تعلیم کی تبدیلی۔

پہلا قدم لڑکے اور لڑکیوں اور بالغوں کے لئے ایک ابتدائی تعلیم کا لازمی قرار دیا جانا ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ ترقی دیہاتی زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں ہو تو ہم کو بالغوں کو بھی تعلیم دینا اور ان کو گاؤں کا ایک کارآمد رکن بنانا لازمی ہے اسی طرح لڑکیوں اور عورتوں کی تعلیم پر بھی زور دینا گویا ترقی دیہات کے سلسلہ میں ایک خاص خدمت انجام دینا ہے۔ لڑکے لڑکیوں اور بالغوں کے لئے ابتدائی تعلیم کا ضروری بنانے کے واسطے کافی ہمت کی ضرورت ہے لیکن یہ دیکھتے ہوئے کہ ترقی و اصلاح دیہات کا کوئی پروگرام بغیر ابتدائی تعلیم کے جبریہ اور لازمی قرار دئے جانے کے ممکن ہی نہیں اُمید ہے کہ جو صوبہ بھی گرام سدھار کو ایک زندہ اور کارآمد اسکیم کی صورت میں دیکھنا چاہتا ہے اسکو ہمت کرکے یہ کام کرنا بالکل ناگزیر ہے ممکن ہے کہ لوگ اس بات کو پسند نہ کریں لیکن مخالفت اگر ہوئی تو وقتی ہوگی اور تھوڑے ہی عرصہ میں ختم ہو جائے گی۔ یہ کام جتنا بڑا اور عظیم الشان ہے اس کے دیکھتے ہوئے ابتدائی جبریہ تعلیم کوئی ایسا دشوار یا دقت طلب امر نہیں سمجھنا چاہیے۔ تعلیم ہندوستانی میں دئے جانے کے متعلق تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یا اس زبان میں جو ملک کے علیحدہ علیحدہ حصّوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اس موضوع پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مادری زبان ابتدائی تعلیم دئے جانے کے خلاف شاید ہی کبھی کوئی آواز بلند کی گئی ہے۔ طرز تعلیم میں براہ راست اور عملی طریقے کی بڑی کمی محسوس کیجاتی ہے۔ گرام سدھار کی تعلیمی اسکیم میں براہ راست اور عملی طریقے کے علاوہ کوئی اور طرز ہی استعمال نہیں کیا جائیگا۔ ہر سرکل میں اسکولوں کے ساتھ ایک چھوٹا سا فارم، بیل اور گائے ہونے سے عملی تعلیم دیجاسکیگی۔ اور تعلیم کے علمی اور پریکٹیکل اصول کام میں لائے جاسکینگے جس سے تعلیم کی بنیادیں مضبوط اور پائدار ہوسکیں گی۔

بالغوں کے لئے چھ چھ ہفتہ کی لڑیسی اسکیمیں بنانا ماہران تعلیم کا فرض ہے۔ الہ آباد کے ایک صاحب ایسی اسکیم پیش کر چکے ہیں پنجاب اور سی۔ پی وغیرہ میں اس قسم کی اسکیمیں رائج کیجارہی ہیں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کوئی مکمل لٹریسی اسکیم ایسی بن چکی ہے جو تمام ملک میں رائج ہوسکے لیکن جو کام اب تک کیا جاچکا ہے وہ کافی اُمید افزا ہے۔ اب ہمارے ماہرین تعلیم کو بجائے علمی مضامین پر کتابیں لکھنے کے اور تعلیم کے پیچ در پیچ مسائل پر بحث کرنے کے چھ چھ ہفتہ کی لٹریسی اسکیم وضع کرنے کی کوشش کرنا چاہئے اور اپنی تمام تر توجہ اسطرف مبذول کرنی چاہئے اگر ہمارے ماہرین تعلیم اس طرف توجہ کریں تو لٹریسی اسکیمیں بن سکتی ہیں جو دیہات میں ابتدائی تعلیم کی صورت میں بالغوں تک پہنچائی جائے گی۔ تاکہ ان کو معمولی لکھنا پڑھنا اور حساب وغیرہ رکھنا آجائے۔

لٹریسی اسکیموں کی ضرورت اس لئے ہے کہ گاؤں کے بالغ مرد اور عورت تھوڑے ہی عرصہ میں اس قابل ہو جائیں کہ ان کو زراعتی معاملات میں تعلیم دیجا سکے۔

بالغوں کے مدرسہ میں تفریح اور تعلیم دونوں ہونے چاہئیں تاکہ بالغ مرد اور عورتیں آسانی سے ابتدائی تعلیم کے مراحل طے کر سکیں اور اسکے ساتھ ساتھ ان کی تفریح بھی ہوتی رہے۔

یہ سوال باقی رہتا ہے کہ اُستاد کہاں سے ملیں گے اور یہ سوال اپنی خاص نوعیت کی وجہ سے بہت ہی اہم ہے یہ اسکیم اگر ایک صوبہ میں بھی رائج کیجائے تو ہزاروں اُستادوں کی ضرورت پڑے گی آجکل تعلیم یافتہ طبقہ میں بیکاری پھیلی ہوئی ہے جس کی وجہ سے بہت لوگوں کو پریشانی ہے اس اسکیم کے چلانے کے لئے استاد اس طبقہ سے لئے جائیں گے اس سے بیکاری بھی کم ہوگی اور ترقی دیہات کے لئے ہم گاؤں والوں کو تیار بھی کرسکیں گے کیونکہ جب تک گاؤں والے یہ نہ سمجھیں کہ گاؤں سدھار کی اسکیموں کا کیا مطلب ہے تب تک

وہ ان پر عمل نہیں کرینگے اور اگر بادل ناخواستہ انھوں نے اس پر عمل کیا بھی تو وہ جوش اور ولولہ اس میں نہ ہوگا جس کے بغیر ترقی دیہات کا کام ہو ہی نہیں سکتا۔

تعلیم یافتہ لوگوں کا دیہات کے مدرسوں میں کام کرنے سے ایک طرف تو گاؤں والوں کا حوصلہ بڑھے گا وہ اس بات کو سمجھ سکیں گے کہ ان کے شہروں کے رہنے والے بھائی ان کے ساتھ دلی ہمدردی کرنا چاہتے ہیں اور دوسری جانب تعلیم کا تمام ماحول بدل جائے گا۔ تعلیم یافتہ بیکار لوگوں کو اس اسکیم میں کام کرنے کے لئے قربانی کرنی پڑے گی لیکن ہمارا خیال ہے کہ وہ اس سے دریغ نہیں کرینگے۔ گورنمنٹ ان لوگوں کو کچھ تنخواہ تو دے گی ہی اس کے علاوہ گاؤں والوں سے بھی امداد کی ضرورت ہوگی۔ اُستادوں کے رہنے کے لئے مکان گاؤں والوں کو خوشی سے دینے چاہئیں۔ جہاں تک ممکن ہو گاؤں میں ایسے اُستاد بھیجے جائیں جو خود تو بالغوں اور لڑکوں کی تعلیم کی طرف توجہ دیں اور ان کی بیویاں عورتوں اور لڑکیوں کو پڑھائیں اس طرح روپیہ بھی کم خرچ ہوگا اور اُستادوں کو آسانیاں بھی میسر ہو سکیں گی۔

عورتوں کی تعلیم میں ضلع کے حکام کی تعلیم یافتہ بیویاں بہت کچھ حصہ لے سکتی ہیں اسی طرح سیدھی سادھی ہندوستانی میں لکھی ہوئی پُر اثر نظمیں شاعروں سے مدرسوں میں پڑھوائی جا سکتی ہیں اور اس طرح لوگوں میں جوش عمل پھیلا جا سکتا ہے اس کے ساتھ ہی ہم کو اُستادوں کی عزت کرنا ضروری ہے اُستادوں کو نیچی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ ان کا احترام کرنا چاہئے۔ اور اس طرح ان کا رتبہ جس کے وہ ہماری قومی زندگی میں جائز طور پر حقدار ہیں ان کو دینا چاہئے۔ اس سے بہتر طبقہ کے لوگ کام کرنے کے لئے آمادہ ہوں گے اور اخلاق کی صحیح تعلیم اسکول کی تعلیم کے علاوہ لوگوں کو ان سے مل سکے گی۔ نصاب تعلیم ایسا بنانا چاہئے جس سے دیہاتی لوگوں کو فائدہ پہنچ سکے اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ اچھے کاشتکار اور اچھے گاؤں والے بن سکیں لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم ایک خاص عمر تک تو ایک ساتھ ہی اسکول میں ہو سکتی ہے اور اس کے بعد علیحدہ علیحدہ۔

لڑکوں کے اسکول میں ہندوستانی زبان، حساب جغرافیہ پڑھانا ضروری ہے اس کے علاوہ دستکاری صحت صفائی، مویشیوں کی نگہداشت، صفائی بیماران اور علاج، کھاد اور کھیتی کے متعلق مفید معلومات، ڈائری فارمنگ، فرسٹ ایڈ، قانون آراضی وغیرہ نصاب میں داخل ہونا چاہئے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک دم لڑکوں پر اتنا بار ڈال دیا جائے۔ نصاب تعلیم جب تیار کیا جائے تو اس میں یہ تمام مضامین اور اسی قسم کے اور مضامین جن سے گاؤں والوں کو فائدہ پہنچ سکے ضرور ہونے چاہئیں تاکہ اسکول سے فارغ ہو کر وہ کھیتی بہتر طریقہ پر کر سکیں اور اس طرح زندگی اپنے باپ دادا سے بہتر اور زیادہ آرام سے گذار سکیں لڑکوں کی عمر اور درجہ کے مطابق یہ مضامین ان کو پڑھائے جائیں گے اور جوں جوں وہ بڑے درجہ میں پہنچتے جائینگے زیادہ معلومات ان کو دی جا سکیں گی۔ لڑکیوں کی تعلیم میں کچھ تو اوپر کے مضامین اور اس کے علاوہ خانگی کفایت شعاری / حفظان صحت، خانہ داری، فرسٹ ایڈ اور تربیت اطفال بھی ہونا چاہئے جسکی ضرورت پر کچھ لکھنا لاحاصل سا معلوم ہوتا ہے۔

خانگی کفایت شعاری، حفظان صحت، خانہ داری، فرسٹ ایڈ اور تربیت اطفال کے بیس بیس گاؤں کو مرکز بنا کر ہر مرکز پر ایک ایک ماہ رہ سکتے ہیں اور وہاں ان شعبوں میں تعلیم دے سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ بالغوں کی تعلیم کا انتظام کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم کا۔ ہم تو یہ چاہتے ہی ہیں کہ یہ لڑکے اور لڑکیاں مرد اور عورت ہو کر بہتر اور زیادہ کارآمد زندگی بسر کریں لیکن ساتھ ہی ہم موجودہ پود کو بغیر پانی کے نہیں چھوڑ سکتے۔ تعلیم بالغان کے سائنٹفک اصولوں پر ہم کو کاربند ہونا ہے اور ان سے فائدہ اُٹھانا ہے۔ اوّل تو لزیسی اسکیم ہر بالغ مرد اور عورتوں کے مدرسہ میں عمل میں لائی جائیں گی اور اس کے بعد اوپر کا کورس آہستہ آہستہ اُن کو پڑھایا جائیگا۔ ایک دن کا کام نہیں ہے لیکن طرز تعلیم کو زیادہ موثر اور دلچسپ بنانے سے لوگ خود بخود ان مدرسوں میں آئیں گے اور تعلیم حاصل کریں گے۔ بالغوں کے مدرسہ رات کو ہونے چاہئیں اور ان میں ریڈیو سیٹ اور اور لاوڈ اسپیکر لگا کر دن بھر کی خبریں، موسم کا حال اور زراعت کے متعلق کارآمد باتیں انکو بتلائی جانی چاہئیں جس سے ان کی جنرل تعلیم بھی ہوتی رہے گی اور ان کا دائرہ معلومات وسیع ہوتا جائیگا۔

تعلیم دیہات کی اسکیم کو جتنا سستا بنایا جا سکے اتنا ہی اس سے زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے کچھ روپیہ تو ہمیشہ گورنمنٹ بجٹ سے ملیگا اور کچھ روپیہ لوکل بورڈ سے۔ روپیہ ملنے کے یہ دو ذریعہ تو ہیں ہی لیکن ان کے علاوہ ہم چاہتے ہیں کہ مغلوں کے زمانہ کا پُرانا دستور جس سے مسجدوں اور مندروں کو زمینیں دیجاتی تھیں وہ دوبارہ رائج کر دیا جائے اور ہر سرکل میں کچھ زمین بطور معافی اس سرکل میں تعلیم دیہات کے کام کے لئے دیدیجائے اسکی تمام آمدنی سرکل کے مدرسوں میں تقسیم ہو جائیگی۔

اسکے علاوہ دستکاری کے مدرسوں کی بنائی ہوئی تمام چیزیں گورنمنٹ کو عارضی طور پر خریدنی چاہئیں اور یہ روپیہ مدرسوں میں تعلیم کے لئے دینا چاہئے۔ ان چیزوں کو بازار میں بیچنے کا کام گورنمنٹ ایجنسیاں کر سکتی ہیں اور یہ کوئی مشکل امر معلوم نہیں ہوتا

یہ ایک مختصر سا خاکہ تعلیم دیہات کی اسکیم کا ہے جس پر عمل کرنے سے ہمارے گاؤں والے اپنی بھلائی اور بُرائی کی باتیں سمجھ سکتے ہیں اور بہتر زندگی بسر کر سکتے ہیں یہ کام آسان نہیں ہے لیکن کرنے کے قابل ہے۔

(یہ مضمون آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن دہلی سے نشر کیا جا چکا ہے، اور یہاں ڈائرکٹر صاحب ریڈیو کی اجازت سے شائع کیا جاتا ہے)

———

ہندوستانی کسان

(مسٹر [illegible] آئی۔ سی۔ [illegible] منسٹر آف ایگریکلچر [illegible] ہندوستانی زراعت کے خدوخال" نامی [illegible] انگریزی میں لکھی ہے۔ یہاں ہم قارئین کے لئے اس کتاب سے [illegible] "ہندوستانی کسان" کا خلاصہ شائع کر رہے ہیں۔ اس کتاب کے [illegible] آئندہ [illegible] کریں گے۔)

ہندوستانی کسان کے سامنے بہت سی کمیاں ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ وسیع پیمانے پر کھیتی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ زمین بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں زمیندار اور تعلقہ دار بھی کم نہیں ہیں۔ [illegible] کے تعلقہ دار اور زمیندار مشہور رہے ہیں۔ پنجاب کے نہری علاقے میں بھی کافی زمین جوتنے والے اور سی۔ پی میں مالگزار لوگ ہیں لیکن ان میں سے شاذ ہی کسی کو کھیتی سے دلچسپی ہوتی ہے۔ ان کی واحد دلچسپی محض کسانوں سے لگان وصول کرنا ہے۔ صرف لگان جمع کر کے ہی وہ قناعت کر لیتے ہیں بلاشبہ بہت سے دیہاتوں میں کافی بڑے کسان ہیں جن کے پاس ۳۰ چالیس ایکڑ تک زمین ہوتی ہے۔ پنجاب اور یو۔ پی کی آگرہ کمشنری میں ایسے کسان پائے جاتے ہیں۔ بہار میں بھی ایسے کسانوں کی کمی نہیں ہے۔ یہی حقیقی معنوں میں کسان ہیں یہ اپنے گاؤں کے مکھیا ہوتے ہیں اور زراعت سے متعلق اصلاحی کاموں میں اگر یہ دلچسپی لیں تو درحقیقت بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے

لیکن عموماً ہوتا یہ ہے کہ یہ بھی اپنی پوری زمین پر کھیتی نہیں کرتے۔ اس کا کچھ نہ کچھ حصہ اُٹھا دیتے ہیں۔ اس طرح ہندوستان میں جو واقعی کھیتی کرنے والے ہیں وہ بہت چھوٹے چھوٹے کھیت رکھنے والے کسان ہیں۔ یہ یا تو اپنی زمین کے خود مالک ہوتے یا بڑے زمینداروں سے یا زیادہ زمین رکھنے والے کسانوں سے زمین لے کر جوتتے ہیں۔ اور اس طرح یہی لوگ دیہاتی زندگی کی ریڑھ ہیں ان کی قابلیت میں امتیاز ہوتا ہے۔ پنجاب میں سکھ اور مغربی پنجاب اور یو۔ پی میں جاٹ لوگ کھیتی کرنے میں اول درجے کے [illegible] کے [illegible] اور سی۔ پی کے [illegible] ہوتے ہیں [illegible] میں بھی ہوتے ہیں اور [illegible] کے علاوہ اور بھی بہت سی [illegible] کھیتی میں لگی ہیں لیکن وہ ان کے مقابلے [illegible] کھیتی نہیں کر سکتیں۔ اس طرح یہ بات [illegible] ہے کہ کچھ لوگ تو اس لئے کھیتی کرتے ہیں کہ انہیں اس کا شوق ہوتا ہے کچھ لوگ اس لئے کہ ان کا یہ موروثی پیشہ ہوتا ہے اور کچھ اس لئے کھیتی کرتے ہیں کہ اس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔

بہت سی باتوں کا کھیتی پر اثر پڑتا ہے جہاں بارش کا وقت معین نہیں ہے وہاں [illegible] درستے کی کھیتی نہیں ہو سکتی۔ جہاں بارش معین وقت پر ہوتی ہے [illegible] آبپاشی کا بھی انتظام ہوتا ہے وہاں اچھی کھیتی ہوتی ہے۔ قرض کا بھی کھیتی کرنے والوں پر اثر پڑتا ہے جس کسان کو کھیت گروی نہیں رکھنا پڑتا یا وہ قرض سے بہت تباہ حال نہیں رہتا وہاں اچھی کھیتی دیکھنے کو ملتی ہے۔ اور اس کے مقابلے میں جو کسان قرض سے دبا رہتا ہے اور اس کی ساری آمدنی مہاجن کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہے وہاں بہت اچھی کھیتی دیکھنے کو نہیں ملتی اور کسان بھی پریشان نظر آتے ہیں۔ آب و ہوا کا بھی کافی اثر پڑتا ہے۔ آب و ہوا کسان کی صحت اور اس کے کام کرنے کی قوت پر اثر ڈالتی ہے۔ جہاں کی آب و ہوا اچھی نہیں ہوتی وہاں کے کسان عموماً بیمار رہتے ہیں اور اُن کی اچھی کھیتی کرنے کی طاقت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

کھیتی میں خواہ وہ وسیع پیمانے پر کی جائے یا چھوٹے، کچھ چیزوں کی ضرورت پڑتی ہی ہے۔ دیہات میں کسانوں کی طاقت کا اندازہ اُنکے بیلوں کی جوڑی سے کیا جاتا ہے۔ اگر کسی کے پاس کئی جوڑی بیل ہیں تو وہ بڑا کسان مان لیا جاتا ہے۔ بیلوں کی کمی بیشی کا انحصار کسان کے زمین جوتنے، بونے اور سینچنے پر ہوتا ہے کپاس والی کالی مٹی میں اور خریف کی فصلوں میں بیلوں کی اچھی جوڑی تیس چالیس ایکڑ زمین جوت سکتی ہے۔ مصنف کو کاٹھیاواڑ میں ۲۰۰ ایکڑ کے کھیت ملے ہیں جن میں پانچ جوڑیوں سے بخوبی کھیتی ہوتی دیکھی گئی ہے۔ لیکن جہاں ایکھ، گیہوں اور ایسی ہی چیزیں ہوا کرتی ہیں جہاں بیلوں کی ایک اچھی جوڑی مشکل سے آٹھ سے ۱۲ ایکڑ تک زمین جوت سکتے ہیں چونکہ بہت سے کسانوں کے پاس زمین بہت تھوڑی ہوتی ہے اس لئے وہ اپنا کام ایک ہی جوڑی بیل سے یا کبھی کبھی تو ہل کرائے پر لے کر کام چلا لیتے ہیں۔ بیلوں کی جوڑی کے علاوہ کسان عام طور سے گائے یا بھینس پالتے ہیں۔ پنجاب کے کچھ حصوں میں اور گنگا کے میدان میں کسان زیادہ تر گائے پالتے ہیں۔ لیکن دوسرے حصوں میں خصوصاً جنوب میں بھینس پالی جاتی ہے۔ یہ مویشی زیادہ تر خانگی ضروریات پوری کرنے کے لئے رکھے جاتے ہیں لیکن کچھ جگہوں میں مثلاً گجرات میں بھینس کسانوں کی آمدنی کا ایک خاص ذریعہ ہے۔ ہر ایک پٹی دار کم از کم دو بھینس رکھتے ہیں۔ انھیں کے ذریعے وہ کھیتی کرتے ہیں اور موقعہ بہ موقع انھیں کی فروخت سے خانگی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ جب تک کوئی شخص کسی گاؤں میں جا کر نہ بسے وہ یہ ٹھیک ٹھیک محسوس نہیں کر سکتا کہ کسان کی زندگی کا اُس کے مویشیوں پر کتنا دارومدار رہتا ہے۔ ڈارلنگ نے اپنی ایک کتاب میں بالکل درست کہا ہے کہ اگر مویشی نہ ہوں تو کسانوں کا کھیت نہیں جوتا جا سکتا، اُس کا خزانہ خالی رہتا ہے اور اُس کا کھانا بے مزہ ہو جاتا ہے۔ اُن علاقوں میں جہاں گوشت کا استعمال نہیں ہوتا، دودھ اور گھی کا استعمال خواہ وہ قلیل ترین مقدار میں ہی کیوں

نہ ہو۔ بہت ضروری ہے۔ اگر کسانوں کے پاس مویشی نہ ہوں تو کسان کے لئے دودھ گھی کا تو ذکر ہی کیا اُسے اپنا کھانا پکانے کے لئے ایندھن بھی نہیں مل سکتا۔ قحط یا بیماری سے ان مویشیوں کو نقصان پہنچنا کسان کے اوپر قرض بڑھنے کا خاص سبب ہے۔ بیلوں کی ایک جوڑی کے لئے کسانوں کو ۸۰ روپئے سے لیکر تین سو روپئے تک خرچ کرنے پڑتے ہیں۔

کسان کے آلات ۔ ہل وغیرہ قدیم طرز کے ہیں اور اُن کی ساخت ایسی ہے کہ بہت تھوڑی زمین پر ہی کام کرنے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ جہاں کسانوں کے پاس تین چار ایکڑ زمین ہے وہاں جدید آلات زراعت لے کر بھی وہ کیا کریں گے۔ یہ صحیح ہے کہ جدید آلات زراعت سے کہیں اچھی کھیتی ہو سکتی ہے۔ کہیں زیادہ پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے اور کہیں زیادہ کسان کو فرصت مل سکتی ہے لیکن ایسے آلات کو چار یا پانچ ایکڑ زمین میں استعمال کرنا یا کبھی کبھی اس سے بھی کم زمین پر چلانا مذاق ہی ہوگا۔ دیسی ہل کی ساخت یوں تو ایک ہی سی نظر آتی ہے لیکن غور کرنے پر یہ پتہ چلتا ہے کہ اُن میں جگہ اور ضرورت کے مطابق فرق ہوتا ہے۔ ہل ضرورت کے لحاظ سے ہلکے اور بھاری بھی ہوتے ہیں۔ بنگال کے ہل بہت ہی ہلکے ہوتے ہیں کیونکہ وہاں صرف دو یا تین انچ گہری جوتائی کی جاتی ہے۔ جنوبی ہند میں جہاں کم از کم دس یا ۱۲ انچ گہری جوتائی ہوتی ہے بھاری ہل ہوتے ہیں اور اُن کو کھینچنے کے لئے چار سے چھ تک بیلوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

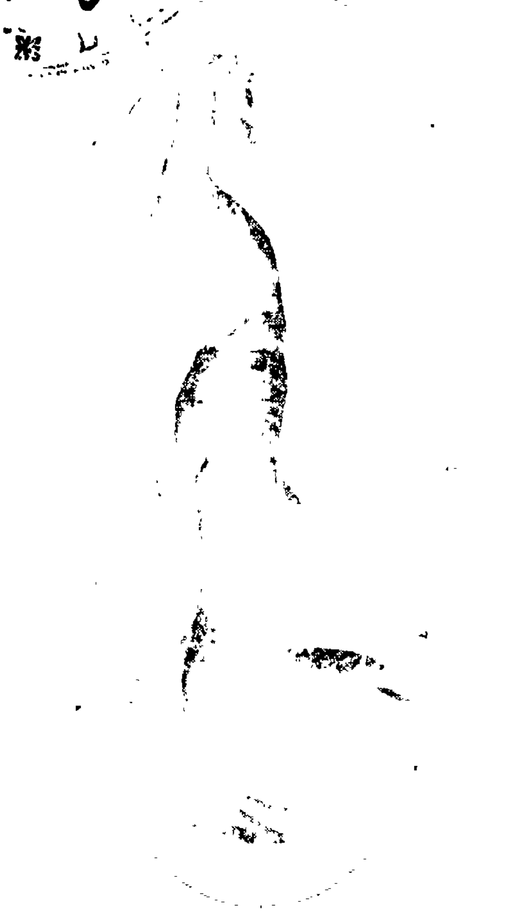
ہل اور بیلوں کے علاوہ کسان کو کچھ کام کرنے کے لئے اوزاروں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ آلات بھی مقام وضرورت کے مطابق مختلف شکلوں کے ہوتے ہیں۔ مثلاً کدالی، پھاوڑا، کھرپا، ہنسیا اور گنڈاسہ۔ یہ ہر صوبے میں جُدا جُدا شکلوں کے ہوتے ہیں۔ اس قسم کے آلات میں کسانوں کا خرچ بہت کم ہوتا ہے

ایک جوڑی ہل سے کھیتی کرنے والے کسانوں کے لئے ۱۲ سے ۱۵ روپئے تک میں ضرورت کے سب آلات مل جاتے ہیں۔ کالی مٹی میں کھیتی کرنے والے کسانوں کو ۲۰ سے ۲۵ روپئے تک کے آلات کی ضرورت ہوتی ہے لیکن ان آلات کی مرمت کرائی اُنھیں کافی دینی پڑتی ہے اور مرمت زیادہ تر گاؤں کا بڑھئی یا لوہار کرتا ہے اور محنت کرائی اناج کی شکل میں پاتا ہے۔

اس طرح اس سادے ڈھنگ سے اور اتنے کم آلات کے ذریعے ہندوستان کا کسان اپنی قوت بازو سے کھیتی کرتا ہے اور اس طرح اس ملک کی لاکھوں ایکڑ زمین جوتی جاتی ہے اور لاکھوں من غلہ پیدا کیا جاتا ہے جہاں سینچائی کا انتظام ہے وہاں آٹھ ایکڑ زمین بھی ایک کنبے کے لئے کافی ہو سکتی ہے اور جہاں آبپاشی کا انتظام نہیں ہے وہاں تیس سے چالیس ایکڑ تک زمین سے بھی اُسی کنبے کا کام نہیں چل سکتا۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ کسانوں کی ترقی میں جو رکاوٹیں ہیں وہ یا تو ایسی ہیں کہ آب وہوا اُن کے موافق نہیں ہوتی یا ایسی ہیں کہ نئے آلات سے وہ کام نہیں لے سکتے اور یا ایسی ہیں کہ بڑھتی ہوئی آبادی کو سوائے کھیتوں کے اور کوئی ذریعہ نہیں ملتا ان کے علاوہ کسانوں کو کافی مقدمہ بازی بھی کرنی پڑتی ہے۔

اگر کسانوں میں چک بندی کا طریقہ رائج ہو جائے جیسا کہ پنجاب میں شروع ہوا ہے یا بہت سے کسان آپس میں مل کر کھیتی کریں تو وہ جدید آلات سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں اور اگر کچھ ایسے قانون بن جائیں جس سے کہ وہ قرضہ کے بارسے ہلکے ہو سکیں اور کچھ ایسے طریقے ایجاد ہوں کہ وہ زیادہ سے زیادہ چیزیں پیدا کر سکیں اور اُن کو زیادہ سے زیادہ قیمت میں فروخت کر سکیں جیسا کہ کوآپریٹو سوسائٹیاں کوشش کر رہی ہیں تو یقیناً کسانوں کی حالت بہت کچھ سدھر سکتی ہے۔

کیمرہ کی کرامت



سائنس کے اس زمانے میں کیمرہ ایک نہایت اہم چیز ہے۔ اگر اس کی ایجاد نہ ہوتی تو سنیما دیکھنا اور ہوائی وبحری لڑائی کے لرزہ خیز مناظر گھر بیٹھے دیکھنا ہمارے لئے ناممکن ہوتا۔ کیمرے میں برابر ترقی ہوتی جا رہی ہے اور اب کچھ ایسے کیمرے تیار ہوئے ہیں اور فوٹو لینے کے کچھ ایسے طریقے ایجاد ہوئے ہیں کہ دانتوں تلے انگلی دابنی پڑتی ہے۔

اس تصویر کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تصویر میں دو آدمی موجود ہیں لیکن ایسا خیال کرنا اپنے کو دھوکے میں ڈالنا ہے کیونکہ اب ایسے کیمرے بنائے گئے ہیں کہ ایک بار تصویر کھینچنے پر انسان کئی حالتوں میں نظر آتا ہے۔

[redacted]

ہمارے جانور



دودھ دینے والی گایوں کی خوراک

[illegible] امپیریل ڈیری [illegible] انسٹیٹیوٹ
[illegible] کا خلاصہ

کسی ملک کے دودھ اور دودھ سے بننے والی چیزوں کے کاروبار میں تین طرح سے ترقی ہو سکتی ہے۔

۱۔ زیادہ دودھ دینے والے جانوروں کی تعداد کو نسل کشی کے ذریعہ بڑھانا۔

۲۔ جانوروں کو خوراک دینے کا ایسا طریقہ اختیار کرنا کہ جس سے وہ تندرست رہیں زیادہ دودھ دیں اور ساتھ ہی ساتھ اقتصادی نقطۂ نظر سے ان کے کھلانے میں زیادہ خوراک ضائع نہ ہو۔

۳۔ جانوروں کی رہن سہن پرورش اور صفائی کا اچھے پیمانے پر انتظام کرنا۔

نمبرا :۔ ڈاکٹر رائٹ جو کچھ عرصہ ہوا ہندوستان میں اس غرض کے لئے آئے تھے کہ یہاں کے دودھ کے کاروبار کی ترقی کے متعلق رپورٹ لکھیں۔ یہ فرماتے ہیں کہ ہندوستان کی دودھیل گائے کے کم دودھ دینے کی وجہ نسل کی خرابی نہیں ہے۔ اسلئے کہ یہ گائیں اچھی کھلائی پلائی اور پرورش سے پہلے کی بہ نسبت ۶۰ فی صدی دودھ زیادہ دینے لگتی ہیں۔ معقول خوراک کے مسئلے پر زیادہ روشنی ڈالنے کے لئے اس مضمون کو لکھا گیا۔

خوراک کا دودھ کی پیداوار پر اثر:۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر جانور کو زندہ رکھنے کے قابل خوراک سے زیادہ حصہ نکال لیا جائے تو دودھ کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔ اگر جانور کو بھوکا رکھا جائے تب بھی اس سے دودھ ملتا رہتا ہے مگر کم تعداد میں۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اگرچہ جانور کے جسم کا بڑھنا زیادہ بہت اچھی خوراک ملنے پر موقوف ہے مگر دودھ کا دینا اس بات پر موقوف نہیں ہے۔ حال کے تجربات نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ دودھ نکلنا جانور کے دودھ کے غدودوں کے ٹھیک طور سے کام کرنے پر منحصر ہے۔ دودھ کے غدودوں کی اپنا کام اچھی طرح سے کرنے کی قابلیت جانور کو اپنے ماں باپ سے حاصل ہوتی ہے اور کوئی ظاہری طریقے سے اس میں خاص تبدیلی نہیں کی جا سکتی مگر زندگی کی مختلف منزلوں پر دودھ کے غدود اپنے آپ کم یا زیادہ دودھ دینے لگتے ہیں۔

چونکہ خوراک کا اثر دودھ کی پیداوار پر براہ راست نہیں ہے اس لئے یہ بات ظاہر ہے کہ سائنٹفک طریقے سے دودھیل گایوں کو خوراک دینے میں ان کے دودھ والے غدودوں کے کام کے بموجب خوراک کو کم و بیش کیا جائے۔ بچہ دینے کے بعد ہی دودھ کے غدود بہت تیزی پکڑ لیتے ہیں اور کچھ عرصہ تک دودھ برابر بڑھتا رہتا ہے۔ دودھ بڑھنے کے اس زمانہ میں اگر خوراک بھی کم کی جائے گی تب بھی اس کا بڑھنا بند نہ ہوگا۔ اس زمانہ میں دودھ بڑھنے کی طرف جانور کا اتنا رجحان ہوتا ہے کہ اپنی تندرستی پر خراب اثر ڈال کر بھی وہ دودھ پیدا کئے جاتا ہے اگرچہ خوراک کا دودھ دینے پر شروع میں زیادہ اثر نہیں ہے۔ لیکن اس موقعہ پر اچھی خوراک کا دینا ضروری ہے لیکن جانور کی پوری خوراک سے کسی قدر کم دیا جائے تاکہ جانور اپنے دودھ دینے کی قدرتی طاقت سے زیادہ نہ بڑھ جائے۔ مگر جیسے ہی دودھ کی تعداد گھٹنا شروع ہو پوری خوراک دینا شروع کر دیا جائے تاکہ جانور کی جسمانی کمزوری جو کہ زیادہ دودھ دینے سے پیدا ہو گئی تھی۔ رفع ہو جائے۔

دودھ کی کمی :۔ جیسے ہی کہ دودھ کی مقدار گھٹنا شروع ہو جانوروں کو پوری خوراک دینی چاہئے۔ اس لئے کہ کم خوراک سے دودھ یکا یک کم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے۔ جس مہینے میں زیادہ سے زیادہ دودھ حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد سے قریب دو مہینے تک جانوروں کو دودھ دینے کے لئے پوری خوراک ملنی چاہئے تاکہ ان کی تندرستی ٹھیک ہو جائے۔ ان دو مہینوں کے بعد اقتصادی نکتہ نظر سے خرچ میں کفایت کا خیال کرتے ہوئے راشن کو اس طرح سے کم کیا جائے کہ نہ جانور کے دودھ میں کمی ہو اور نہ اس کی تندرستی میں فرق آئے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کو کھلائی ہوئی خوراک ضائع نہ جائے۔ امریکہ کے پروفیسر بروڈی نے یہ ثابت کیا ہے کہ زیادہ دودھ کی پیداوار کے مہینے کے بعد ہر بعد میں آنے والا مہینہ دودھ کی پیداوار کو پچھلے مہینے کے مقابلے میں ۶ فی صدی گھٹا دیتا ہے جبکہ گائے گابھن ہو جاتی ہے تو دودھ کی پیداوار میں کمی دودھ دینے کے پانچویں مہینے پر خاص طور سے ظاہر ہوتی ہے۔

ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ مانا جاسکتا ہے کہ اگر جانور گابھن نہ ہو تو خوراک کی تعداد میں کمی ماہواری دودھ کی کمی کے ساتھ ساتھ کرتے رہنا چاہئے جن حالتوں میں جانور گابھن ہو گیا ہے تو اس طریقہ کو بیانے کے چار مہینے تک کرتے رہنا چاہئے۔ اس کے بعد خوراک مناسب طریقے سے بڑھائی جائے۔ تاکہ جسم میں بڑھنے والے بچے کو خوراک ملتی رہے اور جانور اپنے جسم میں آئندہ دودھ دینے کے موقعہ کے واسطے ضروری مادہ جمع کر سکے۔

دودھ دینے والے غدود دودھ کی پیداوار میں نمایاں حصہ لیتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ضروری ہے کہ اُن کو اس قسم کا سامان ملتا رہے کہ جس سے وہ دودھ تیار کرتے رہیں۔ یہ حصہ اُس خوراک سے ملتا ہے جو کہ جانور کو دیجاتی ہے۔ اگر ہم دودھ کے غدودوں کو جو کہ دودھ بنانے والے انجنیر کہے جاسکتے ہیں۔ اس قسم کا سامان نہ دیں جن میں سے کہ وہ دودھ پیدا کر سکیں تو دودھ کی پیداوار نہیں ہو سکتی۔

خوراک کے کن اجزا سے دودھ پیدا ہوتا ہے ۔۔ ہم جانتے ہیں کہ خوراک زندگی کے لئے ضروری ہے لیکن جن طریقوں سے خوراک کے اجزا جانور پر اور اُس کی دودھ پیدا کرنے والی قوت پر اثر ڈالتے ہیں وہ کیمبرج کے ڈاکٹر گوڈمین کی اس مثال سے ظاہر ہوگا۔

"ایک زندہ جانور ایک چالو اسٹیم انجن کے مشابہ ہے اس کو مناسب ایندھن دیا جائے اور اس کے کام کرنے والے حصوں کو مناسب طریقے سے وقتاً فوقتاً مرمت کرتے رہنا چاہئے"۔ اگرچہ جانور خود ہی اپنے ایندھن کو استعمال کرتا ہے اور اپنی مرمت خود ہی کر لیتا ہے لیکن اس کو ایسی غذا دینا ضروری ہے جو کہ ایندھن اور مرمت دونوں کے لئے ضروری مادہ بہم کر سکے جانور کا ایندھن یا طاقت دینے کے ذرائع کاربوہائیڈریٹ اور چربی یا تیل پر مشمول ہوتے ہیں۔ مرمت کے واسطے جانور کو ایسے اجزا کی ضرورت ہے جو کہ گوشت اور ہڈی بنا سکیں۔ گوشت کا بہت زیادہ حصہ۔ پروٹین۔ چربی اور کاربوہائیڈریٹ سے بنتا ہے۔ ہڈی والا حصہ۔ چونہ۔ فاسفورس اور اسی قسم کے دھاتوں سے بنتا ہے جو کہ خوراک کی راکھ میں شامل ہوتے ہیں ایندھن مہیا کرنے والے اور مرمت کرنے والے اجزا کے علاوہ مشین کے اچھے اور ہموار کام کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پرزوں میں تھوڑی تعداد میں تیل ڈالا جائے جس کے بغیر مشین کے ضروری حصے زیادہ عرصہ تک نہیں چل سکتے۔ جانور کی مشین میں خوراک کے ضروری اجزا جن کو وٹامن کہتے ہیں کا پہنچنا ضروری ہے۔

دودھ پیدا کرنے کے اقتصادیات۔ تندرست جانوروں کی پرورش کی اقتصادیات کے بموجب اس بات کی ضرورت ہے کہ جانور کچھ قیمتی چیز پیدا کریں۔ چاہے وہ گوشت یا چربی کی زیادتی ہو یا دودھ کی مقدار کا بڑھنا ہو یا کام کرنے کی طاقت کا زیادہ ہونا ہو۔ گائے کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ وہ کافی دودھ دے اس واسطے اس کو نہ صرف تندرست رکھنے کے قابل راشن دیا جائے بلکہ اس قسم کے اجزاء بھی دینے چاہئیں جن کو وہ دودھ میں تبدیل کر سکے۔ گائے کا راشن ایسا ہونا چاہئے کہ ان اجزا کی کافی مقدار جانور کو تندرست رکھنے اور زیادہ دودھ دینے کے واسطے مہیا کر سکیں راشن کے کچھ اجزا جانور کے جزو بدن ہو جاتے ہیں اور کچھ اجزا گوبر کی شکل میں باہر نکل آتے ہیں۔ گوبر کی شکل میں نکلے ہوئے اجزا وہ ہوتے ہیں جو کہ جانور خوراک میں سے اپنے لئے استعمال نہ کر سکا اور ان کو خوراک کا ضائع شدہ حصہ کہا جاتا ہے۔ فضلے کے ذریعہ خوراک کا ضائع شدہ حصہ ہمیشہ ایک ہی طرح کا نہیں رہتا ہے۔ بلکہ جانور کی قوت ہاضمہ اور قسم خوراک پر منحصر ہے۔

جانوروں کو کس قسم کا راشن دیا جائے:۔ جن راشنوں میں خشک گھاس اور بھوسہ زیادہ تعداد میں ہوتا ہے وہ آسانی سے ہضم نہیں ہوتے۔ اُسی راشن میں اگر تھوڑی سی تبدیلی کر کے بھوسہ یا سوکھی گھاس کی مقدار کم کر دی جائے اور اُس کی بجائے کھلی یا دانے کی تھوڑی مقدار شامل کی جائے تو وہ قابل ہضم ہو جاتا ہے۔ راشن کو جانور کے قابل ہضم بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ کم ہضم ہونے والے موٹے چاروں اور جلد ہضم ہونے والے دانوں اور کھلیوں میں صحیح تناسب رکھا جائے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ دانوں اور کھلیوں کو ہی کیوں نہ کھلایا جائے جبکہ وہ موٹے چارے کے مقابلے میں زود ہضم ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو دانے اور کھلی زیادہ قیمتی ہوتے ہیں اور دوئم چونکہ جانور کا پیٹ بڑا ہوتا ہے اس لئے اسکو موٹے چارے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اسکا پیٹ بھرا رہے اور پیٹ کے ہضم کرنے والے حصے برابر کام کرتے رہیں۔

خوراک کے اجزا کا استعمال:۔ یہ بات ممکن نہیں ہے کہ خوراک کا تمام ہضم کیا ہوا حصہ اچھی طرح سے جسم کے کام میں آسکے۔ ہضم کئے ہوئے اجزا انتوں میں جذب ہو کر خون کے دوران میں مل جاتے ہیں اور پھر برابر مقداروں میں دودھ کے غدود اور جسم کے باقی حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں اس کا یہ مطلب ہوا کہ دودھ کے غدود اُس خاص قسم کے خون کو جن کی اُن کو ضرورت ہے نہیں لے سکتے۔ جسم کی پرورش کے لئے معمولی قسم کے اجزا کافی ہوتے ہیں۔ لیکن دودھ کی پیدائش کے لئے یہ اجزا اس قسم کے ہونے چاہئیں کہ دودھ کے غدود ان کو دودھ میں تبدیل کر سکیں اگر اس قسم کے اجزا خوراک میں نہیں ملے ہوئے ہیں تو دودھ نہیں بن سکتا۔ اقتصادیات کے پہلو سے ہضم شدہ اجزا کا جو حصہ دودھ بننے کے استعمال میں نہ آئے اور پیشاب بن کر نکل جائے وہ جانور کے لئے اُسی قسم کا نقصان ہے جیسا کہ بغیر ہضم کیا ہوا حصہ جو کہ فضلے کی شکل میں نکل گیا ہے دودھ کی پیداوار کے لئے ضروری ہے کہ راشن میں پروٹین۔ دھات اور دیگر اجزا ایسے تناسب کے ساتھ ملے ہوں کہ دودھ کے غدود جذب شدہ اجزا کا زیادہ سے زیادہ استعمال کر سکیں۔ بڑی مقدار میں دودھ پیدا کرنے والے کارخانوں کے کھل جانے کی وجہ سے دودھیل گایوں کے دودھ کی مقدار پہلے کے مقابلے میں تین گنی ہو گئی ہے چونکہ خوراک دودھ کی پیدائش کے لئے ضروری اجزا مہیا کرتی ہے اس لئے موجودہ گائے اپنے دودھ کی مقدار کو اس اونچی سطح کے اوپر قائم رکھنے کے لئے پہلے زمانے کی گایوں کے مقابلے میں زیادہ اور اچھے قسم کی خوراک چاہتی ہے۔

(منقول از اخبار انڈین فارمنگ ستمبر سنہ ۴۷ء)



دیوانسر سنگرام

از جناب ڈاکٹر سورج بہاری لال بی۔ ایس سی۔ ایم
بی۔ بی۔ ایس

دیوانسر سنگرام کے معنی دیوتاؤں اور اسروں یعنی راکشسوں کے درمیان جنگ ہونا۔ اس کی بہت سی کہانیاں ہندوؤں کی قدیم کتابوں خصوصاً مذہبی کتابوں میں ملتی ہیں جب کبھی دو جماعتوں میں لڑائی ہوتی ہے تو ایک جماعت فتحیاب ہوتی ہے اور دوسری ہارتی ہے یہی نتیجہ ان دیوانسر سنگراموں کا ہوتا ہے۔ کبھی دیوتاؤں کی جیت ہوتی ہے اور کبھی اسروں کی میرا خیال ہے کہ آپ لوگ دیوانسر سنگرام کے صحیح صحیح معنی سمجھ گئے ہوں گے۔ آج میں آپ لوگوں کو ایک عجیب دیوانسر سنگرام کا قصہ سناؤں کا جو نہ تو دیوتاؤں اور راکشسوں کے درمیان ہوتا ہے اور نہ مرگ لوک، سرلوک یا دیولوک میں ہوتا ہے۔ بلکہ یہ دیوانسر سنگرام ہر روز اور ہر لمحہ ہمارے آپ کے اور سب کے جسم کے اندر ہوتا رہتا ہے

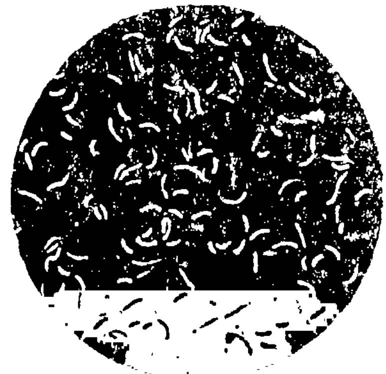
سب سے پہلے میں یہ بتلا دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے جسم کے اندر جو دیوانسر سنگرام ہوتا رہتا ہے اُس کے دیوتا کون ہیں اور اسر یا راکشس کون ہیں۔ آپ لوگ اکثر سنتے ہونگے کہ فلاں شخص ہیضے سے، پلیگ سے، میعادی بخار سے یا دوسری کسی بیماری سے مر گیا۔ مر تو یہ سب لوگ جاتے ہیں لیکن آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ مرنے کے لفظ کے ساتھ ایک وجہ ہیضہ پلیگ وغیرہ کیوں لگی ہے۔ آپ یہی کہہ اُٹھیں گے کہ یہ وجہ اس لئے لگے ہیں کہ اِن بیماریوں کے باعث انسان کی موت ہو جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کے معنی ہوئے کہ ہیضہ، پلیگ وغیرہ علٰحدہ علٰحدہ قاتل بیماریوں کے حملے سے جسم اپنے کو نہ بچا سکا اور اُس کا خاتمہ ہو گیا۔ ہاں آپ نے بالکل درست سمجھا ہے۔ بات یہ ہے کہ بیماری پیدا کرنے والے لاکھوں قسم کے جراثیم ہوا میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہر وقت ہمارے اوپر حملہ کرتے رہتے ہیں یہی جراثیم کی ایک جماعت ہوئی جس کو ہم اسروں یا راکشسوں کی جماعت کے نام سے یاد کریں گے آپ میں سے بیشتر اصحاب نے یہ بات سُنی ہوگی کہ ایک چیونٹی جیسی حقیر ہستی ہاتھی کو بھی مار سکتی ہے۔ یہ بات کہاں تک درست ہے یہ میں نہیں کہہ سکتا۔ اگر یہ بات صحیح بھی ہو تو تعجب انگیز نہیں ہے۔ چیونٹی کو تو ہم سب لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی سکتے ہیں۔ لیکن یہ جراثیم تو اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی نہیں سکتے۔ ان کو دیکھنے کے لئے ہم کو ایک خاص قسم کی خوردبین کی مدد لینی پڑتی ہے۔ اس خوردبین کو مائیکرا سکوپ کہتے ہیں۔ یہ جراثیم کسی خاص حالت یا موسم میں نہایت خوفناک صورت اختیار کر لیتے ہیں اور ہمارے جسم پر زبردست حملہ کرتے ہیں۔

یہ تو ایک جماعت کا ذکر ہوا۔ اب دوسری جماعت کا حال سُنو اوپر بتلایا جا چکا ہے کہ یہ جراثیم نام کے راکشس ہر وقت ہمارے اوپر حملہ کرتے رہتے ہیں۔ اب یہ سوچنا ہے کہ ان حملوں سے جسم اپنی حفاظت کیونکر کر سکتا ہے۔ یہ تو آپ لوگ جانتے ہی ہیں کہ جسم کے اندر خون ہر وقت نالیوں میں دورہ کرتا رہتا ہے اگر ذرا بھی آپ کی انگلی کو چاقو لگ جائے تو وہ فوراً بہنا شروع ہو جائے گا۔ یہ بات

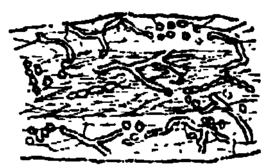

پانی میں رہنے والے راکشسوں (جراثیم) کی فوج

آپ نہ جانتے ہوں گے کہ خون کیا ہے۔ اُس کی بناوٹ اور اُس کا کام کیا ہے؟ میں آپ کو اختصار کے ساتھ بتلاتا ہوں۔

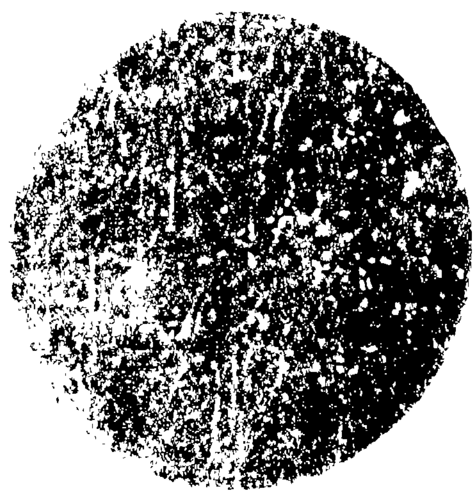
خون میں دو خاص جز ہوتے ہیں۔ ایک خون کے ذرّات (کارپسلس) اور دوسرا رقیق حصّہ جسے پلازما کہتے ہیں۔ اگر خون کسی ٹیوب



پسینے کے جراثیم



داد کے جراثیم



پلیگ کے جراثیم

یا برتن میں رکھ دیا جائے تو تھوڑی دیر بعد آپ دیکھیں گے کہ صاف صاف اُن دو حصّوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ رقیق حصہ اوپر رہتا ہے اور ذرّات والا حصّہ نیچے بیٹھ جاتا ہے رقیق حصّے کو چھوڑ دو اور ذرّوں والے حصّے کو جس کا رنگ کہ سرخ ہے لیکر دیکھو یہ ذرّوں والا حصّہ بھی دو قسم کے ذرّوں سے مل کر بنا ہے ایک ذرّے سرخ کہلاتے ہیں جن کے باعث خون کا رنگ سرخ رہتا ہے۔ اس میں فولاد زیادہ رہتا ہے اور یہی جسم کو مضبوط رکھتا ہے دوسرے ذرّے سفید ہوتے ہیں اور یہ سفید ذرّے ہی کہلاتے ہیں۔ اگر ایک قطرہ خون کو خوردبین کے ذریعے دیکھا جائے تو دونوں ذرّے صاف صاف اور الگ الگ نظر آتے ہیں۔ یہی دوسری قسم کے ذرّے۔ سفید ذرّے دیوتاؤں کی طرح دوسری جماعت کے سپاہی ہیں جو ہمیشہ راکشسوں (بیماریوں) کے جراثیم سے جنگ کرنے پر آمادہ رہتے ہیں جس طرح جراثیم بہت چھوٹے ہوتے ہیں اُسی طرح سفید ذرّے بھی ہوتے ہیں وہ بھی صرف خوردبین کی مدد سے دیکھے جا سکتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ آپ دونوں جماعتوں سے بخوبی واقف ہو گئے ہوں گے۔ ایک طرف جراثیم کی جماعت اور دوسری طرف خون کے سفید ذرّوں کی جماعت جب بیماریوں کے جراثیم کا حملہ ہوتا ہے تو یہ سفید ذرّے اپنی پوری طاقت کے ساتھ ان سے لڑنے کو تیار رہتے ہیں۔ جس طرح فوج کے کئی حصّے ہوتے ہیں۔ مثلاً۔ پیدل، سوار، بندوقچی، ہوا باز وغیرہ وغیرہ اسی طرح اِن سفید ذرّوں میں بھی ۵ چھ قسم کے حصّے ہوتے ہیں ان سب الگ الگ حصّوں کا اپنا الگ الگ کام ہوتا ہے۔ لڑائی ہمیشہ ہوتی رہتی ہے اور یہ چھ قسم کے سفید ذرّے ہر وقت اپنے حملہ آوروں کو شکست دینے میں لگے رہتے ہیں۔ اگر سفید ذرّے جیتے تو جسم کی حفاظت ہوئی اور اگر بدقسمتی سے جراثیم جیت گئے تو جسم اُن کا شکار ہو کر بالآخر مُردہ ہو جاتا ہے۔ یہی جسم کے اندر کا دیوا سُر سنگرام ہے جو ہر لمحہ جاری رہتا ہے۔ آپ لوگوں کو اچھی طرح سمجھانے کے لئے میں ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں:۔

فرض کیجئے کہ آپ کی اُنگلی میں چاقو لگ گیا اور کچھ کٹ گئی فوراً ہی جراثیم اُس جگہ پر حملہ کر دیں گے۔ ۲۴ گھنٹے کے بعد آپ دیکھیں گے کہ یا تو وہ کٹی ہوئی جگہ خشک ہو گئی جس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ کے خون کے سفید ذرّوں کی فوج علاوہ جراثیم پر غالب آگئی۔ اور اگر کٹی ہوئی جگہ نہیں سوکھی تو آپ دیکھیں گے کہ اُس جگہ کے گرد سُرخی دوڑ گئی ہے وہاں پر درد ہونے لگا ہے۔ اسی کو زخم کا پک جانا کہتے ہیں۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ حملہ آور فوج بہت طاقتور ہے اور خون کے ذرات بھی اُس جگہ اپنی فوج جمع کرنے لگے ہیں۔ کٹی ہوئی جگہ کے چاروں طرف کا حصّہ سُرخ ہو جانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہاں پر خون زیادہ مقدار میں جمع ہو رہا ہے کیونکہ اسی زیادہ خون کی وجہ سے زیادہ سفید ذرّات بھی وہاں پہنچیں گے۔ لڑائی شروع ہو جاتی ہے فوج پر فوج آتی جاتی ہے۔ اگر سفید ذرّات کی فوج فتحیاب ہوئی تو اب بھی یہ ممکن ہے کہ وہ جگہ خشک ہو جائے اور وہاں کا درد رفع ہو جائے۔ لیکن اگر جراثیم کی فوج زیادہ مضبوط ہوئی تو سفید ذرّات کو وہ مارنا شروع کر دیتی ہے اور زخم کے اندر اُن کی لاشوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے اور وہ مواد کی شکل میں وہاں سے نکلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ مواد مرے ہوئے سفید ذرّات کی لاشیں ہیں۔

ایک بات اور رہ گئی ہے جب دو جماعتوں میں لڑائی ہوتی ہے تو ہر ایک جماعت اپنے کو زیادہ طاقتور بنانے کی کوشش کرتی ہے۔ کھانا پینا، صفائی سے رہنا بھی انکا فرض ہوتا ہے۔ آپ لوگوں کو بھی برابر یہ کوشش کرنی چاہئے کہ آپکے خون کے سفید ذرّات زیادہ قوی رہیں جس کے لئے نہایت ضرور ہے کہ آپ تازہ صاف اور مقوی غذا کھائیں۔ روزانہ تھوڑی ورزش بھی کیا کریں اور سپاہیوں کو زیادہ مضبوط بنانے کے لئے ضبط نفس کے عادی بنیں۔

[redacted]

دہرہ دون کا مشہور بانس متی چاول

کوآپریٹو سوسائٹی کے ذریعہ اسکی فروخت

(از جناب پی۔ آر۔ پنت ... اسسٹنٹ رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز، دہرہ دون)

ضلع دہرہ دون بانس متی چاول کی پیداوار کے لئے سارے ہندوستان میں مشہور ہے یہاں کا بانس متی چاول نہایت عمدہ ہوتا ہے اور ہندوستان کے والیان ریاست اور روٴسا اسی چاول کو زیادہ تر استعمال کرتے ہیں۔ یہاں کے بڑے بڑے سیٹھ ساہوکار اس کی تجارت کرتے ہیں۔ یہ لوگ فصل کٹنے سے بہت پہلے بانس متی چاول پیدا کرنیوالے کسانوں کو کچھ روپیہ پیشگی دیدیتے ہیں اس طرح وہ کسان اپنی کل پیداوار انھیں تاجروں کے ہاتھ فروخت کرنے کو مجبور ہوجاتے ہیں۔ ان کاشتکاروں کو اپنی ضروریات و مالگزاری ادا کرنے کے لئے روپئے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے وہ لوگ ان تاجروں کے ہاتھ بانس متی چاول بہت سستے داموں پر فروخت کرنے کے لئے مجبور ہوجاتے ہیں۔ چاول کے تاجر عام طور سے بانس متی چاولوں میں دوسری قسم کے چاول ملاکر فروخت کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر چار حصہ دہرہ بانس متی میں ایک حصہ پنجاب بانس متی یا رام جوائن ملادیا جائے تو اس کو پہچاننا مشکل ہوجائے گا۔

انھیں سب باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے دہرہ بانس متی رائس پروڈیوسرس کوآپریٹو مارکیٹنگ سوسائٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس سوسائٹی کی رسم افتتاح ۴ نومبر ۱۹۳۶ء کو جناب وشنو سہائے آئی۔ سی۔ ایس رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز نے موضع شیولا کلاں میں ادا فرمائی تھی جو ضلع دہرہ دون میں بانس متی چاولوں کے لئے ایک مشہور گاؤں ہے۔

اس سوسائٹی کے قیام کا فائدہ چاول پیدا کرنیوالے اور اس کو استعمال کرنے والے دونوں کو ہوا۔ اس سوسائٹی نے پنجاب بانس متی اور دہرہ بانس متی کو ملانے کی رسم کا بڑی حد تک خاتمہ کردیا اور اس طرح خالص دہرہ بانس کو ازسرنو زندہ کیا ہے۔

دہرہ تحصیل کا کوئی بھی کاشتکار یا کوئی بھی مستقل طور سے گاؤں میں رہنے والا دہرہ بانس متی کا تاجر اس سوسائٹی کا ممبر ہوسکتا ہے۔ ممبر ہونے کے لئے کم از کم ایک حصہ خریدنا ضروری ہے جس کی قیمت دس روپیہ ہے۔ یہ روپیہ بتدریج تین سال میں ادا کرنا پڑتا ہے فیس داخلہ بھی ایک روپیہ دینی پڑتی ہے۔ سوسائٹی اپنے ممبروں کو ان کے چاولوں کی بازاری قیمت کا ۵ ، فیصدی روپیہ دو دیگر ممبروں کی ضمانت پر پیشگی دیدیتی ہے سوسائٹی اس روپئے پر ۷½ روپیہ فیصدی سود اور دو پیسہ فی روپیہ چاول فروخت ہونے پر کمیشن لیتی ہے۔ خرچ پورا کرنے کے بعد سوسائٹی منافع میں سے ممبروں کو ان کے ادا شدہ حصوں پر ۷½ روپیہ فیصدی تک منافع دیتی ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ سوسائٹی کا مقصد کسی ایک خاص فرد کو فائدہ پہنچانا نہیں بلکہ سب کو فائدہ پہنچانا ہے۔ مال بکنے پر جو روپیہ سوسائٹی کا قرضہ، سود و کمیشن کاٹ کر بچتا ہے وہ ممبروں کو واپس کردیا جاتا ہے۔

ابتدا میں سوسائٹی کی دہرہ دون کے تاجروں نے پوری مخالفت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سوسائٹی کی تجارت بہت کافی مقدار میں نہ ہوسکی لیکن فروری ۱۹۳۹ء میں جب گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے درجہ بندی کا کام شروع ہوا تو مقامی اور بیرونی فروخت اتنی بڑھی کہ خریداروں کی فرمائشوں کی تعمیل مشکل ہوگئی۔

چاول "اگمارک" سیل و لیبل میں بند کرکے بھیجا جاتا ہے۔ محکمہ مارکیٹنگ نے چاول کو تین درجوں میں تقسیم کیا ہے جو اسپیشل، نمبر۱ و نمبر۲ کہلاتے ہیں اور جن کی قیمت بھی مختلف ہوتی ہے۔ گریڈر کی تنخواہ گورنمنٹ آف انڈیا دیتی ہے اور سیل و لیبل وغیرہ مفت دیتی ہے۔ رجسٹرار صاحب نے سوسائٹی کی نگرانی کے لئے ایک سپروائزر تعینات کر رکھا ہے۔ سوسائٹی کا گودام و دفتر موضع شیولا کلاں کی قرضہ سوسائٹی کی پختہ عمارت میں قائم ہے۔

شروع میں ممبروں کی تعداد چالیس تھی جو اب بڑھ کر ۸۷ ہوگئی ہے اور ۱۲ گاؤں میں ممبر پھیلے ہوئے ہیں ممبروں کا مبلغ ۲۵۹۱ روپیہ حصے کی شکل میں جمع ہے۔ ۳۷-۱۹۳۶ء میں سوسائٹی نے ۴۶۳ من چاول بیچا اور ۴۰-۱۹۳۹ء میں ۲۲۳۳ من چاول جس کی قیمت مبلغ ۲۸۴۴ ر ۲۲ روپیہ ہوتی ہے۔ ہندوستان کے سبھی حصوں میں بھیجا گیا۔ اس سال سوسائٹی نے ۷۸۸ روپیہ کمیشن لیا ۶½ فیصدی منافع ممبروں میں تقسیم کیا۔ ۴۰-۱۹۳۹ء میں سوسائٹی کا کل خرچ ۱۶۱ روپیہ ہوا جو کہ اس کے کاروبار کو دیکھتے ہوئے بہت ہی کم ہے۔

دہرہ بانس متی سوسائٹی کے چاول کی مانگ اور شہرت اتنی بڑھی کہ سوسائٹی کی ایجنسیاں دہرہ دون، الہ آباد، فیض آباد، پٹیالہ، جودھپور، لکھنؤ، ہاتھرس، نینی تال، دہلی، آگرہ وغیرہ میں قائم کرنی پڑیں۔ دیگر شہروں سے بھی ایجنسیوں کی درخواستیں آئی ہیں اور وہاں بھی جلد ایجنسیاں قائم کی جائیں گی۔

اس صوبہ کے اور دیگر صوبوں کے بہت سے افسران اعلیٰ نے دہرہ دون تشریف لانے پر اس سوسائٹی کا معائنہ فرمایا اور تعریف کی۔

ہز ایکسیلنسی لارڈ لنلتھگو وائسرائے ہند و ہز ایکسیلنسی لیڈی لنلتھگو بھی موضع شیولا کلاں میں تشریف لاچکے ہیں۔

سوسائٹی کا کاروبار پانچ ممبروں کی ورکنگ کمیٹی کے سپرد ہے۔ انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز دہرہ دون سوسائٹی کی ورکنگ کمیٹی کے معاون ممبر ہیں اور ایس۔ ڈی۔ او دہرہ دون سوسائٹی کے صدر ہیں۔

سوسائٹی کی ترقی کا بہت کچھ انحصار اس کے چیرمین شری دارو ل جی و آنریری سکریٹری شری رگھوبیر سنگھ جی پر ہے جو اپنا بہت کچھ وقت سوسائٹی کے کام میں دیتے ہیں۔

ہر سال آم کیسے پھلیں؟

از جناب لال سنگھ بی۔ ایس سی (آنرس) ایم ایس سی فروٹ اسپیشلسٹ پنجاب اور
جناب عبدالعزیز خاں بی۔ ایس سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

آم کے درخت ہر سال نہیں پھلتے۔ اس بات کو لوگ اچھی طرح جانتے ہیں اور اسے سمجھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ ایک بہت پرانی بات ہے۔ آئین اکبری، نامی کتاب میں بھی جو ابوالفضل نے ۱۵۹۰ء میں لکھی تھی اس بات کا ذکر ہے۔ اس نے آم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کچھ درختوں میں پہلے سال بہت آم لگے اور دوسرے سال بہت کم۔ کچھ درختوں میں پہلے سال آم آئے لیکن دوسرے سال بالکل نہیں لگے۔ اسی طرح سہارن پور کے بوٹینیکل گارڈنس کے سپرنٹنڈنٹ مسٹر ہارٹلیس نے ۱۹۱۳ء یہ لکھا تھا کہ انھوں نے کبھی اس قسم کے آم کے درخت کا نام نہیں سنا جس میں ہر سال بور لگتے ہوں۔ مسٹر گولبو برنس اور مسٹر ایس۔ ایچ۔ پریاگ نے ۱۹۲۰ء میں یہ لکھا تھا کہ گنیشا کھنڈ بوٹینیکل گارڈنس میں لگائے ہوئے آم کے درختوں کی ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۶ء تک کی جانے والی سینچائی اس یقین کو اور بھی پختہ کرتی ہے کہ آم کے درخت ہر دوسرے سال ہی اچھی طرح پھلتے ہیں اور باقی سالوں میں آم کی فصل اچھی نہیں ہوتی۔ امپیریل کونسل آف ایگریکلچرل ریسرچ نے اسے ایک اہم بات سمجھ کر ڈاکٹر پی۔ کے۔ سین کو اپنے خرچ سے اس سلسلے کی خاص تعلیم حاصل کرنے کے لئے ۱۹۳۵ء میں انگلینڈ بھیجا۔ آپ تعلیم حاصل کرکے واپس آگئے ہیں اور اسی وقت سے سابر (بہار) میں اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں۔

پھلنے اور نہ پھلنے والے سال

آموں کے ہر دوسرے سال پھلنے کا سلسلہ اس طرح قائم ہوگیا ہے کہ ہم اس بات کا پہلے ہی سے اور نہایت آسانی سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ فلاں سال پھل لگیں گے اور فلاں سال پھل قطعی نہ لگیں گے یا بہت کم لگیں گے۔ کبھی کبھی یہ اندازہ صحیح ثابت نہیں ہوتا کیونکہ پالا، اولا، یا بور لگنے کے وقت پانی برسنے یا کچھ خاص قسم کی بیماریاں ہو جانے سے پھلنے والے سال بھی پھل نہیں لگتے۔ پھلدار درخت لگانے والوں کے لئے یہ بہت غور طلب بات ہے جس سال عام طور سے آم کے درخت پھلتے ہیں اس سال بازار آموں سے پٹ جاتے ہیں اور سستے بکنے کی وجہ سے پھل لگانے والوں کو زیادہ فائدہ نہیں ہوتا دوسرے سال جبکہ آم مہنگے بکتے ہیں پھل لگانے والوں کے پاس فروخت کرنے کے لئے بہت کم پھل رہتا ہے۔ آم کے باغوں سے اسی وقت فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جب آم کے درخت ہر سال پھلا کریں اسلئے یہ ضروری ہے کہ ہم اس بات کو اچھی طرح جان لیں کہ آب وہوا اور کھاد وغیرہ کا اثر آم کے درخت پر کس طرح پڑتا ہے ایک بار کسی درخت کے بڑھنے اور پھلنے کا طریقہ اچھی طرح سمجھ لینے پر پھل لگانے والے اپنی ضرورت کے مطابق اچھی طرح کھاد اور پانی وغیرہ دیکر حسب پسند درخت تیار کرسکیں گے۔

عجیب طریقہ

آم کے بڑھنے کا نہایت عجیب طریقہ ہے لائل پور جیسی آب وہوا میں آم کے درخت کس طرح بڑھتے ہیں اس کا ہم اختصار کے ساتھ یہاں ذکر کر رہے ہیں۔ دوسرے درختوں کی طرح آم کا درخت برابر نہیں بڑھتا بلکہ وہ مقررہ اوقات ہی میں بڑھتا ہے یعنی کچھ دیر تک آم کی شاخیں بڑھنا جاری رکھتی ہیں اس کے بعد وہ رک جاتی ہیں اور پھر بڑھنا شروع کر دیتی ہیں۔ آب وہوا، قسم اور درخت کی عمر کے مطابق ہر درخت کے کلوں اور ان کے نکلنے کی تاریخیں مختلف ہوتی ہیں۔ لائلپور جیسی آب وہوا میں لنگڑے آم کا درخت ہر سال اپریل سے اگست تک ہر مہینے کلا نکالتا ہے۔ کسی سال وہ زیادہ بڑھتا ہے اور کسی سال کم۔ پھل ٹہنیوں میں لگے ہوئے بور کے کچھ گچھوں ہی میں لگتا ہے۔ یہ گچھے پچھلے سال بڑھی ہوئی ٹہنیوں میں موسم بہار میں لگتے ہیں۔

سات سال کی آزمائش

اس بات کا پتہ لگانے کے لئے کہ درختوں کے بڑھنے اور پھلنے میں کیا تعلق ہے اور کس طرح بڑھنے پر دوسرے سال پھل لگتے ہیں۔ لائل پور میں ۱۹۳۲ء میں آزمائش شروع ہوئی۔ یہ آزمائش ۱۹۳۸ء میں جاری رہی اس آزمائش سے یہ باتیں معلوم ہوگئیں کہ درختوں کے مختلف طریقوں سے بڑھنے اور پھلنے کا آپس میں کیا تعلق ہے آم ہر دوسرے سال کیوں پھلتے ہیں اور کن کن ذرائع سے ان کی کمی دور کرکے انھیں ہر سال پھلنے کے قابل بنایا جاسکتا ہے۔

پنجاب ایگریکلچرل کالج، لائل پور میں ان تحقیقاتوں کیلئے پیشتہ چڑھائے ہوئے لنگڑے آم کے ایک قد آور ایک طاقت کے بڑھے بڑے درخت منتخب کرلئے گئے۔ ان درختوں کی پچھلے سال کے مختلف مہینوں میں بڑھی ہوئی ٹہنیاں منتخب کی گئیں۔ ان پر لیبل لگایا گیا۔ ان کی باڑھ ناپ لی گئی اور ان کی دوسرے سال کی موسم بہار کی پیداوار بھی نوٹ کرلی گئی۔ جس مہینے میں جو ٹہنیاں بڑھی تھیں ان کا نام اسی مہینے کے نام کے مطابق رکھا گیا۔ اس طرح اپریل مئی، جون، جولائی اور اگست میں نکلی ہوئی ٹہنیوں کا نام اپریل میں نکلی ہوئی ٹہنی، مئی میں نکلی ہوئی ٹہنی، جون میں نکلی ہوئی ٹہنی، جولائی میں نکلی ہوئی ٹہنی اور اگست میں نکلی ہوئی ٹہنی رکھا گیا۔ ان ٹہنیوں کی باڑھ اور پھلوں کو دیکھنے کے لئے کئی سال تک ان ٹہنیوں کی تحقیقات جاری رہی پھل لگنے کے پہلے کچھ ٹہنیوں کے بور توڑ دئے گئے۔ ان ٹہنیوں کی باڑھ اور اگلے سال ان میں لگے ہوئے پھلوں کی تعداد

بھی دیکھی گئی۔ سب ملا کر تقریباً ۳۰۰ ٹہنیاں گاہ میں نال گئیں اور اس طرح کی تحقیقات ۵ سال تک جاری رہی۔

آزمائش سے معلوم ہونیوالی چار باتیں

مختصر یہ کہ مندرجہ ذیل چار باتیں آزمائش کے ذریعے معلوم ہوئیں (الف) مختلف مہینوں میں کلوں کا نکلنا اور دوسرے سال پھلوں کا لگنا (ب) ایسی ٹہنیوں کا بڑھنا جو دوسرے سال نہیں یا نہ پھل سکیں (ج) ٹہنیوں کی ہر سال کی بڑھ اور انکے پھل اور (د) بور توڑ لینے پر ٹہنیوں کی بڑھ اور پھلوں کا لگنا۔

کلّے

جیسا کہ اوپر بتلایا جا چکا ہے لائل پور کی آب و ہوا میں رکھے جانے والے لنگڑے آم کے درختوں میں پانچ سے کم بار کلّے نہیں نکلے ان درختوں میں پہلی بار اپریل میں دوسری بار مئی میں، تیسری بار جون میں، چوتھی بار جولائی میں اور آخری بار اگست میں کلّے نکلے۔ اپریل مئی اور جون میں جولائی اور اگست کی بہ نسبت زیادہ ٹہنیاں نکلیں اُن ٹہنیوں میں زیادہ پھل لگے جنہوں نے بڑھنے والے موسم کے شروع میں ہی بڑھنا شروع کیا تھا۔ اپریل میں نکلی ہوئی ٹہنیوں میں اگلے سال دوسرے مہینے کی ٹہنیوں کی بہ نسبت زیادہ پھل لگے۔ اسی طرح مئی کی ٹہنیوں میں جون، جولائی اور اگست کی ٹہنیوں کی نسبت زیادہ پھل لگے۔ اور جولائی کی ٹہنیوں میں اگست کی ٹہنی کی نسبت زیادہ پھل لگے۔ یہ خبر اس بات پر روشنی ڈالتی ہے کہ اُس موسم کے آغاز ہی میں جب کہ درختوں میں کلّے نکلتے ہیں اس بات کی کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ تعداد میں کلّے نکلیں۔ ان تحقیقاتوں سے یہ بات صاف واضح ہے کہ لائل پور کی آب و ہوا میں اچھی تعداد میں پھل پانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ گذشتہ موسم کے شروع ہی میں ٹہنیاں کافی بڑھی ہیں۔ اسکے لئے کھاد اور پانی وغیرہ دینے میں تبدیلی کر دینا چاہئے۔

ٹہنیوں کا بڑھنا

جیسا اوپر بتلایا جا چکا ہے، آم کے درخت کی سبھی ٹہنیوں میں پھل لگا پایا گیا تھا اور جب تک وہ بڑھتی رہیں اسوقت تک کہ اُن کی ناپ نوٹ کر لی گئی تھی۔ یہ بات دیکھی گئی کہ ایک ہی ڈال کی سبھی ٹہنیوں نے ایک ساتھ ہی بڑھنا بند نہیں کیا۔ ان میں سے کچھ ٹہنیوں نے تو دوسری ٹہنیوں کی بہ نسبت بہت پہلے ہی بڑھنا بند کر دیا تھا۔ دوسرے سال سبھی ٹہنیوں کے پھلنے کی جانچ ہوئی تو یہ بات دیکھی گئی کہ پھلنے والی ٹہنیوں کی حالت پچھلے سال نہ پھلنے والی ٹہنیوں سے مختلف تھی۔ پھلنے والی ٹہنیاں پچھلے موسم میں نہ صرف پہلے بڑھ گئیں تھیں بلکہ انھوں نے نہ پھلنے والی ٹہنیوں کی بہ نسبت ایک ماہ پہلے ہی بڑھنا بند کر دیا تھا۔ نہ پھلنے والی ٹہنیوں نے پچھلے سال دھیرے دھیرے بڑھنا شروع کیا تھا اور وہ بعد تک بڑھتی رہیں اس طرح یہ بات دیکھی گئی ہے کہ ٹہنیوں کا بڑھنا پہلے رک جانا اور موسم بہار میں پھل لگنا ان دونوں باتوں میں خاص تعلق ہے۔ ایسی ٹہنیاں، جنھوں نے شروع میں بڑھنا بند نہیں کیا تھا، دوسرے سال نہیں بڑھ سکیں۔

ٹہنیاں بڑھنا کیوں بند کر دیتی ہیں؟

ایسی ٹہنیاں جو پہلے ہی بڑھنا بند کر دیتی ہیں دوسرے سال موسم بہار میں پھلنے لگتی ہیں اس کا پہلا سبب یہ ہے کہ ایسی ٹہنیوں میں موسم کے شروع میں بہت زیادہ پتیاں نکل چکی ہیں اس لئے پتی والا یہ حصہ بہت دنوں تک اپنا کام جاری رکھتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ایسی ٹہنیوں میں اگلے سال پھل لگتے ہیں۔ دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ ٹہنیوں کا بڑھنا پہلے شروع اور بند ہونے سے لکڑی سخت ہو جاتی ہے اور پک جاتی ہے۔ ٹہنیوں میں پھل لگنے کے لئے یہ ایک ضروری بات ہے یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ایسی جگہ جہاں بہت بارش ہوا کرتی ہے اسی سال آم لگ جاتے ہیں اور فصل اچھی ہوتی ہے جس سال بارش پہلے ہی بند ہو جایا کرتی ہے۔ اگر بارش دیر تک ہوتی رہی اور کلّوں کو نکلنے کے لئے سہولیت میسر آگئی تو کلّے بہت دیر تک نکلتے رہیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ لکڑی پک نہ سکے گی اور دوسرے سال آم کی فصل ماری جائیگی۔ دوسرے پھلدار درختوں کے بارے میں یہ بات صحیح ثابت ہوئی ہے کہ اگر ٹہنیوں کا بڑھنا پہلے روک دیا جائے اور درخت کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے۔ آئندہ سال درخت خوب پھلے گا۔ پھلدار درختوں کے لئے گرمی میں بارش کا نہ ہونا مفید ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بڑھنے کے موسم میں ٹھیک وقت پر کھاد اور پانی دینا اور گڑائی کرنا ضروری ہے یہ باتیں آب و ہوا کے مطابق ہی ہونی چاہئیں۔

ٹہنیوں کا بڑھنا اور پھلوں کا لگنا

یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کس طرح ایک درخت کی مختلف ٹہنیاں بڑھتی اور پھلتی ہیں ان ٹہنیوں کی کئی سال تک تحقیقات کی گئی۔ ایسی ٹہنیاں جن میں پھل لگے تھے یا تو قطعی بڑھیں ہی نہیں یا بڑھیں بھی تو بہت ہی کم۔ لیکن ایسی ٹہنیاں جن میں پھل نہیں لگے تھے بہت زیادہ بڑھیں۔ دوسری یہ بات دیکھی گئی کہ ایسی ٹہنیوں میں جن میں بور لگے تھے دوسرے سال یا تو بور قطعی لگے ہی نہیں یا لگے بھی تو بہت کم۔ تیسری بات یہ دیکھی گئی کہ انھیں ٹہنیوں میں بور لگے جنھوں نے پہلے ہی بڑھنا بند کر دیا تھا۔ ان ٹہنیوں میں جو بالکل نہیں بڑھی تھیں بور نہیں لگے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ لنگڑے آم کی انھیں ٹہنیوں میں بور لگ سکتے ہیں جو گذشتہ سال بڑھ چکی ہیں۔

اس سے یہ بات صاف معلوم ہوگئی کہ لنگڑے آم کے ہر سال نہ پھلنے کی یہ وجہ ہے کہ اس میں ہر سال کلّے نہیں نکلتے۔ آم کے چھوٹے پودے ہر سال پھلتے ہیں کیونکہ اُن میں ہر سال کلّے نکلا کرتے ہیں۔ اس لئے اگر کھاد اور پانی دیکر اور گوڑائی کرکے درخت کو اس طرح تیار کیا جائے کہ وہ اُسی سال پھل سکے اور اُس میں کلّے بھی نکل سکیں تو آم کی فصل ہر سال تیار کیجا سکے گی۔ یہ دیکھا جاتا ہے کہ صوبے بھر میں یا آم کے ایک رقبے میں پہلے سال آم یا تو بالکل نہیں پھلتا یا بہت کم بلکہ قطعی پھلتا ہی نہیں یا دوسرے سال بہت زیادہ تعداد میں پھلتا ہے یہ بات نہ ہونی چاہئے۔ کیونکہ سب درخت ایک ہی سال نہیں لگائے جاتے۔ ایسا ہونے کی یہ وجہ

(بقیہ صفحہ ۹۸۴ کالم ۲ میں دیکھئے)

آگ پر چلنا

از پنڈت موہن لال نہرو

اپنی آنکھوں دیکھی بات ہے۔ الہ آباد میں سودیشی نمائش ہر سال ہوتی ہے ۱۹۳۳ء کی بات ہے نومبر کا مہینہ تھا۔ ایک دن ایک سادھوؤں کا سا لباس پہنے ایک شخص نمائش کے دروازے پر آیا اور کارکنوں سے کہا کہ میں انگاروں پر چل سکتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اپنا کام پبلک کو دکھلاؤں۔ کارکنوں نے منظور کر لیا اور وہ غریب ۱۱ روپئے لے کر ایک دوسرے روز آگ پر چلنے کو تیار ہو گیا۔ اگر وہ یورپ چلا جاتا تو گیارہ کی جگہ گیارہ سو روپئے آسانی سے مل جاتے۔

اس شخص نے اپنا نام گلزار سوتی اور اپنے کو رام سوتی کا شاگرد بتایا۔ اس کا جسم گٹھا ہوا تھا اور چہرہ چوڑا چکلا تھا۔ سر کے بال بکھرے تھے اور سب کالے نہیں تھے بدن پر ایک کرتہ اور ایک دھوتی تھی۔ سر ننگا تھا۔ کارکنوں نے آگ پر چلنے والے کا شہر میں اشتہار تقسیم کر دیا۔ اگر یورپ کے کسی شہر میں ایسا اشتہار دیا جاتا اور ٹکٹ اتنا ہی سستا ہوتا جتنا کہ سودیشی میلے میں تھا تو بڑے احاطے میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہتی مگر یہاں بھی ایک ہزار یا آٹھ سو آدمی جمع ہو گئے۔ ہماری ایسی لاپروائی سے ملک کے سارے ہنر جا رہے ہیں

وہ سادھو وقت پر آ پہنچا۔ نہ تو اس کے پاس کچھ تمغے تھے جو اس کے سینے پر آویزاں ہوتے اور نہ وہ زرق برق لباس میں ملبوس تھا۔ اس کے جسم پر وہی پہلے دن والا گیروا کرتہ اور دھوتی تھی۔ اسی طرح اس کے پیر ننگے اور بال پریشان تھے۔ اس نے آٹھ یا دس من لکڑیاں منگوائیں۔ ان کا ڈھیر کوئی آٹھ یا دس فیٹ کے پھیلاؤ میں لگایا گیا اور اس میں لوگوں کے سامنے آگ بھی لگا دی گئی۔ کچھ دیر میں لکڑیاں جلکر کوئلے کی شکل میں تبدیل ہو گئیں اور سرخ انگارے چمکنے لگے سادھو نے پیر دھوئے اور جو پانی گھڑے میں باقی بچا اُسے چھڑکوا دیا۔ منتر وغیرہ اس نے جو کچھ بھی پڑھے ہوں اس کی ہمیں خبر نہیں وہ اطمینان کے ساتھ اُن دہکتے ہوئے کوئلوں پر ٹہل کر پار ہو گیا۔

اس کے بعد اُس نے پکار کر کہا کہ حاضرین میں جو شخص بھی چاہے اس آگ پر چل سکتا ہے اسے صرف گلزار سوتی کے جسم کو یا جو کوئی اسکو پکڑے ہوئے ہو اسکے بدن کو چھوئے رہنا ہوگا کتنے ہی لڑکے چھوٹے اور بڑے ۷ سات آٹھ سال کی عمر سے ۲۴ چوبیس سال تک کی عمر کے مجمع سے نکلکر آگے۔ ان میں ہمارے گھر کے بچے بھی تھے اور دوسروں میں بھی بہتوں کو ہم جانتے تھے۔

سادھو نے اُن میں سے کسی کے بھی پیر نہیں دھلوائے۔ بس اُن سے صرف یہ کہدیا کہ جو پانی چھڑکا ہوا ہے اس پر پیر گھس لو۔ خود تو وہ آگے ہو گیا اور ایک کے پیچھے ایک کو کھڑا کیا۔ وہ ایک دوسرے کی کمر پکڑے تھے سب لوگوں کو اس طرح ساتھ لیکر آگ پر چلا دوسری طرف گھوم کر وہ اطمینان سے لوٹ آیا۔ نہ تو کسی کا پیر جلا نہ چھالے پڑے۔

سائنس کے ماہرین کبھی نہ کبھی یہ راز معلوم کریں گے کہ کیوں اس حالت میں آگ سے پیر نہیں جلتے اور شائد تھوڑے ہی دنوں میں آگ پر چلنا اتنی ہی آسان اور عام بات ہو جائے جتنی موٹر یا ہوائی جہاز پر چڑھنا۔ مگر ابھی تو اس کے جاننے والے تھوڑے ہی سے اشخاص ہیں۔ ایک صاحب نے جو اسباب بتلائے ہیں۔ (دیکھئے سرسوتی ۱۹۳۹ء صفحہ ۴۴۵) وہ تو سمجھ میں نہیں آئے خواہ کتنا ہی ناپ ناپ کر قدم رکھئے اور خواہ کتنے ہی تیز قدم رکھئے دہکتے ہوئے کوئلے پیر کے نیچے ضرور دبیں گے اور اُن پر سارے جسم کا بوجھ ضرور پڑے گا۔ ہاں اگر ایک دو قدم رکھکر کودنا ہو تو دوسری بات ہے آٹھ دس فیٹ میں کم از کم ۴ پانچ قدم رکھنے ہی ہوں گے۔ جس آگ کی تیزی کے پاس کھڑا نہیں ہوا جاتا اُس آگ پر ننگے پیر چلنا کوئی مذاق نہیں ہے۔ پھر مذکورہ سادھو نے تو تماشبینوں میں بہت سے لوگوں کو آگ پر گھمایا۔ سرسوتی میں شائع شدہ "آگ پر چلنا" عنوان کے تحت مضمون میں فاضل مضمون نگار نے تبلایا ہے کہ گیلے پیروں آگ پر چلنا نقصان دہ ہے مگر ہمارے اور الہ آباد کے سینکڑوں آدمیوں کے دیکھتے دیکھتے مذکورہ سادھو گیلے پیروں خود بھی دہکتے ہوئے کوئلوں پر گھوما اور بیسوں لڑکوں کو بھی گھمایا۔

(بقیہ صفحہ ۸۲۸)

ہے کہ کچھ بیرونی حادثات کے باعث مثلاً پالا، ٹڈیاں یا بیماریوں سے فصل یا ٹہنیاں برباد ہو جاتی ہیں جن میں پھل لگتے۔ اُس سال جبکہ فصل برباد ہو جاتی ہے درخت نئے نئے کلّے پیدا کرنے ہی میں اپنی تمام تر طاقت صرف کر دیتے ہیں۔ دوسرے سال اس قسم کے حادثات نہ ہونے پر ان کلّوں میں پھل لگتے ہیں یک بار ایسا ہونے پر درخت کے پھلنے کا یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔

بور کا توڑا جانا

بور لگی ہوئی ٹہنیوں میں پھل لگنے کے پہلے بور توڑ دیا گیا۔ اُن کے پھولنے اور پھلنے کا کئی سال تجربہ کیا گیا۔ ایسی ٹہنیاں اس سال نہ پھلنے والی ٹہنیوں کی طرح کام کرتی رہیں۔ ۰۰ فیصدی ایسی ٹہنیوں میں دوسرے سال پھل لگے وہ ٹہنیاں جنکا بور رہنے دیا گیا تھا دوسرے سال نہیں پھلیں۔ اس طرح بور کا توڑا جانا آم کی فصل کے لئے مفید ہے۔ اس سال جبکہ درختوں میں کافی بور لگے ہوں کچھ ٹہنیوں کا بور توڑ دینے سے کلّے نکلتے ہیں جو اگلے سال پھلتے ہیں۔ آم کا درخت اگر ایک سال خوب پھلا تو دوسرے سال وہ نہ پھل سکے گا۔

(ماخوذ از انڈین فارمنگ)



دائی کا ایثار

از جناب ڈاکٹر رامی پرتاب سنگھ شرمنیت

ابھی حال میں برطانیہ کا ڈنبرکیسل نامی جہاز جرمنی کی سرنگوں نے ڈبو دیا۔ جہاز کے ساتھ کئی انسان بھی غرق ہو گئے۔ جب جہاز ڈوب رہا تھا اُس وقت کا یہ واقعہ ہے۔ دائی نے کس طرح بچوں کی جان بچائی یہی اس قصہ میں دکھلایا گیا ہے۔

"ڈنبرکیسل" نامی ایک برطانی جہاز انگلش چینل جو رہا تھا۔ سفر طویل تھا۔ انگلینڈ کی یاد تازہ تھی۔ ۹ جنوری ۱۹۴۰ء کا دن تھا اور صبح کے نو بجے تھے۔ کہاسہ سمندر کے منہ کو چھپائے ہوئے تھا۔ دو سو کے قریب مسافر اور اتنے ہی ملاح تھے۔ جہاز بےخوف آگے بڑھ رہا تھا۔ کمانڈر کپتان کا ٹہلنا چھت پر کھڑے ہو کر دو افسروں سے باتیں کر رہے تھے۔ سگریٹ اُن کے منہ میں تھا۔ مسافر اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو رہے تھے۔

فرسٹ کلاس کیبن میں ایک دائی دو توام بچوں کو دودھ پلا رہی تھی۔ بچوں کی عمر ۵ پانچ سال کی تھی۔ اُن کے ماں باپ بھی چھت پر ٹہل رہے تھے۔ جہاز اپنی مست رفتار سے چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں زوروں کا دھڑاکا ہوا۔ سارا جہاز ڈگمگا گیا پھر تیل کے کمرہ میں آگ لگ گئی۔ جہاز کا مستول پھٹ گیا۔ بجلی کی روشنی بجھ گئی۔ دس منٹ تک معلوم ہی نہ ہوا کہ جہاز کو کیا ہو گیا ہے۔ کچھ لوگ اپنا سامان اور کپڑے لینے کے لئے دوڑے لیکن وہاں تو پانی بھر چکا تھا اور سب چیزیں سمندر کی لہروں پر آزادی سے تیر رہی تھیں۔ لائف بوٹیں تیار کی گئیں اور مسافر اپنی جانیں لیکر بھاگ چلے۔ کون کس کی فکر کرتا؟ سب کو اپنی اپنی پڑی تھی۔

ہاتھ پیر چلانے والے کودنے اور اچھلنے والے بھاگنے اور دوڑنے والے لائف بوٹوں میں جا پہنچے۔ بچوں کو پہنچانے میں بھی خلاصیوں نے بڑی محنت کی۔ اُنھوں نے اپنی جان خطرے میں ڈالکر دوسروں کو بچایا۔ افسر دوڑتے ہوئے چھت پر گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ کپتان کا سٹن کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں اُنھیں کے پاس دو لاشیں اور بھی پڑی تھیں۔ کپتان کے ہاتھوں میں جہاز کے متعلق ضروری کاغذات تھے جو انھوں نے کیبن سے اُٹھائے تھے۔ ہاتھ دھڑ سے الگ تھے لیکن کاغذات پھر بھی موجود تھے۔ سر کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ایک بہادر کی طرح اُنھوں نے موت کا مقابلہ کیا تھا۔ اُن کے ساتھ دونوں افسر بھی موت کے منہ میں جا چکے تھے۔ جہاز کے یکایک پھٹ جانے سے دائی دور جا گری تھی لیکن دونوں بچے اپنے جھولوں پر ہنستے ہوئے پڑے تھے۔ چاروں طرف آگ کے شعلے اُٹھ رہے تھے۔ بڑا خوفناک سین تھا۔ دائی کو ہوش آیا اور ہوش کے ساتھ ہی اپنا فرض بھی یاد آیا۔ عورت کے دل میں ماتا کا جذبہ پیدا ہوا۔ بچوں کے لئے وہ دیوانی ہو گئی۔ بچوں کے ماں باپ اپنی جان بچانے کے لئے کب کے لائف بوٹ میں بیٹھ چکے تھے۔ بچوں کا خیال اُنھیں اُس وقت آیا جب وہ خطرہ سے محفوظ ہو چکے۔ دائی دیوانوں کی طرح بچوں کے کیبن کی طرف جھپٹی۔ آگ کے شعلے اوپر اُٹھ رہے تھے لیکن دائی نے اس کی قطعی پروا نہ کی۔ وہ بچوں کی طرف بڑھ رہی تھی کہ آگ کے شعلوں نے اُس کے کپڑوں کو پکڑ لیا کپڑے جلے جا رہے تھے اور دائی بچوں کے کیبن میں داخل ہو گئی اُس نے فوراً بچوں کو چوما اور اُن کو لئے ہوئے کیبن سے باہر نکلی۔ کپڑوں کے ساتھ ساتھ اُس کے پیر بھی جل رہے تھے۔ اُسے بیحد تکلیف تھی لیکن اُس نے ہمت نہ ہاری۔

دائی بھاگی ہوئی لائف بوٹ کے پاس گئی۔ وہاں پہنچتے پہنچتے وہ بیدم ہو کر گر پڑی۔ بچے اب بھی اُس کے ہاتھوں میں تھے۔ اُسے دیکھتے ہی لوگ دوڑ پڑے۔ بچوں کو دوسروں نے سنبھالا اور دائی کے کپڑوں میں لگی ہوئی آگ بجھائی جانے لگی۔ لیکن وہ کب کی مر چکی تھی اس کا کسی کو خیال ہی نہیں تھا۔ دائی نے بڑی بہادری کے ساتھ اپنا فرض ادا کیا۔ اُس کی قربانی پر آفرین ہے۔

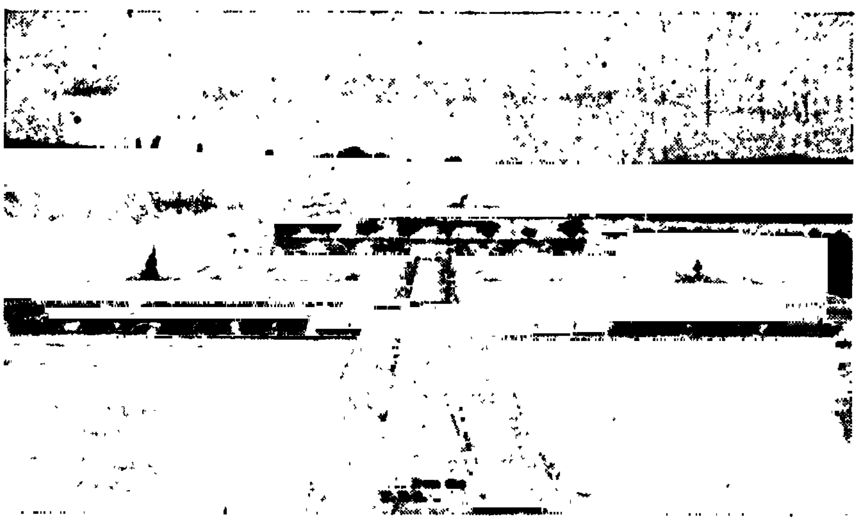
میسور کی سیر

از جناب شمبھو چندر رانکا

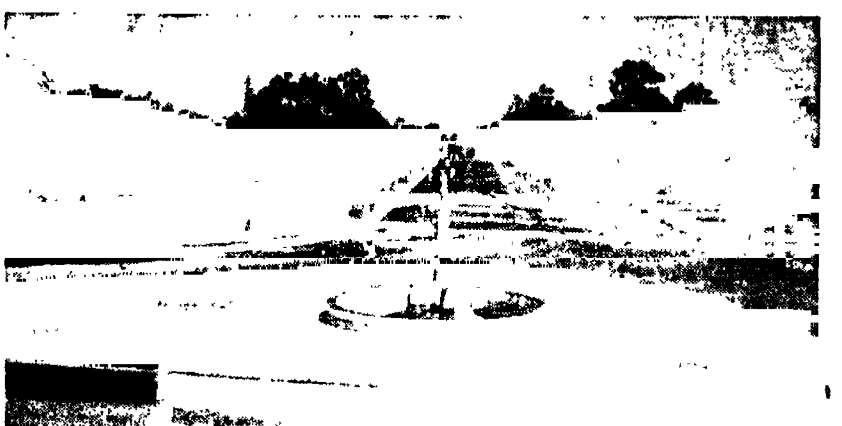
جب میں اسکول میں پڑھتا تھا تو سب لڑکے مجھ سے یہی کہتے تھے کہ ہم تو دسہرے کی چھٹی میں میسور جائیں گے کیونکہ وہاں پر دسہرے کا میلہ قابل دید ہوتا ہے۔ میں نے بھی وہاں جانے کا ارادہ کیا لیکن اپنے ارادے کا میں نے کسی سے اظہار نہیں کیا۔ میری بھی دسہرے کی چھٹی ہونے والی ہی تھی کہ میرے ماموں صاحب بھی میرے یہاں آئے۔ اُن کی بھی میسور جانے کی خواہش تھی۔ کچھ دنوں بعد ہماری چھٹیاں بھی ہو گئیں۔ اب ماموں صاحب نے والدہ صاحبہ پر آخری فیصلہ چھوڑ دیا۔ والدہ صاحبہ نے جانے کی اجازت دیدی میں نے بھی یہ موقع اچھا دیکھ کر والدہ سے اجازت



نشاط باغ میسور کا ایک نظارہ



میسور کا برنداون



شہر میسور کا فوارہ

طلب کی اور انھوں نے مجھے بھی وہی جواب دیا جو ماموں صاحب کو دیا تھا۔

اب ہم سب جانے کی تیاری میں تھے۔ اور ہم نے اپنے کپڑے وغیرہ بکس میں رکھ لئے جب دوسرے لوگوں کو اِس بات کا علم ہوا تو تین چار اور آدمی بھی ہمارے ساتھ ہو گئے جب ریل کے آنے کا وقت ہوا تو ہم سب اسٹیشن گئے۔ اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں اسٹیشن پر گھنٹی بجی اور ٹرین سیٹی دیکر چل دی۔ میسور کے قریب آنے پر ہم لوگوں نے ریل میں سے بہت سے چندن کے درخت اور گنے کے کھیت دیکھے۔ ہم نے ایک اسٹیشن پر شکر کی مل بھی دیکھی اور یونہی دیکھتے بھالتے ہم آخر میں میسور اسٹیشن پر اُتر گئے۔ وہاں سے تانگہ کر کے میسور شہر میں گئے اور وہاں اپنے ایک رشتہ دار کے یہاں ٹھہر گئے۔

دوسرے دن ہم نے ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھایا اور شہر کو دیکھنے کے لئے چل پڑے۔ شہر دیکھنے کے بعد ہم لوگ دو دو آنے کا ٹکٹ لے کر عجائب گھر دیکھنے گئے۔ وہاں کا عجائب گھر جو وہاں لال باغ کے نام سے مشہور ہے اتنا لمبا چوڑا تھا کہ اُسے دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے پاؤں دُکھنے لگے۔ میرا تو خیال ہے کہ دنیا میں شائد ہی کوئی ایسا جانور ہو جو وہاں نہ ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ میسور کا عجائب گھر بھی ہندوستان کے عجائب گھروں میں سے ایک ہے۔ خیر ہم اُس کو دیکھ کر اُس روز سیدھے گھر واپس آ گئے۔ پھر ہم نے ٹیلیفون کر کے ایک ٹیکسی منگائی اور اُس پر ہم سب باہوبل جی کی مورتی دیکھنے گئے جو وہاں سے تقریباً ۶۰ میل کے فاصلے پر تھی۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ باہوبل جی چکروَرتی راجہ بھرت کے چھوٹے بھائی تھے اور ایک بار جب اُن میں جھگڑا ہوا کہ بھرت جی بڑے ہونے کے باعث باہوبل جی کو پہلے ایک گھونسہ ماریں اس کے بعد باہوبل جی گھونسہ ماریں گے۔ بھرت جی نے گھونسہ مارا تو باہوبل جی کا بال بھی بیکا نہ ہوا لیکن جب باہوبل جی نے گھونسہ تانا تو دیوتاؤں نے آ کر اُن کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ کمر تک زمین میں دھنس گئے۔ بعد میں بھنوں کے

[redacted]



شیوسمدر کا جھرنا

اسرار سے اُنھوں نے تپسیا شروع کردی۔ اُن کی تپسیا کی حالت کی اُن کی پتھر کی مورت بنائی گئی ہے۔ یہ مورت ایک فرنچ انجینیر نے بنائی ہے اس کو بنے ہوئے تقریباً ایک صدی ہو گئی۔ یہ مورت پہاڑ میں سے ایک ہی چٹان کاٹ کر بنائی گئی ہے۔

ہم جب وہاں پر پہنچے تو ہم نے بہت سے دگمبر جین سادھو دیکھے جو بالکل برہنہ تھے۔ وہاں سامان لیکر کھانا پکایا گیا اور کھا پی کر جب ہم پہاڑ پر پہنچے جس پر کہ باہو بل جی کی مورتی تھی۔ وہ مورتی اتنی اونچی تھی کہ اگر کوئی آدمی سر پر ٹوپی رکھ کر اوپر دیکھے تو اُس کی ٹوپی نیچے گر جائے۔ ہم نے جب آس پاس کے آدمیوں سے پوچھا کہ یہ کتنی اونچی ہے تو اُنھوں نے جواب دیا کہ یہ ۵۷ فیٹ اونچی ہے اور ہمیشہ اس کے پیروں ہی کی پوجا کی جاتی ہے اُن کے سر کی پوجا صرف سال میں ایک دن ہوتی ہے۔

وہاں پر دیر بہت ہونے کے باعث ہم واپس لوٹ آئے اور وہیں سے "کرشنا راجا ساگر" (پانی کا ایک بہت بڑا باندھ جس کو وہاں کے لوگ اسی نام سے پکارتے ہیں) دیکھنے گئے۔ جب ہم وہاں پر پہنچے تو رات کے تقریباً سات بج چکے تھے اور ہر جگہ بتی چراغ روشن ہو چکے تھے۔ وہاں ایسی روشنی ہو رہی تھی کہ معلوم ہوتا تھا گویا یہاں روزانہ دیوالی ہوا کرتی ہے۔ جب ہم موٹر سے اُترے تو میں نے سمجھا کہ شاید آج یہاں کوئی خاص جشن ہے۔ ہم نے دیکھا کہ ایک بڑا بھاری تالاب ہے اور اُس تالاب کے درمیان میں ایک سڑک بنائی گئی ہے جس پر لکھتے ہیں کہ تین چار کروڑ روپیہ خرچ ہوا ہے اور ایک طرف اسی پانی کے ذریعے فوارے لگائے



رات میں فوّاروں کی روشنی

گئے ہیں اور اس فوارے کے نیچے بجلی کی رنگین چراغ لگے ہوئے ہیں۔ جب فوارے چھوٹتے ہیں تو بجلی کے بلب جلنے لگتے ہیں اور پانی کا رنگ سُرخ، سبز اور نیلا معلوم ہونے لگتا ہے۔ اُسے دیکھتے دیکھتے ہمیں رات کے دس بج چکے تھے۔ اس لئے ہم واپس گھر آئے اور سو گئے۔

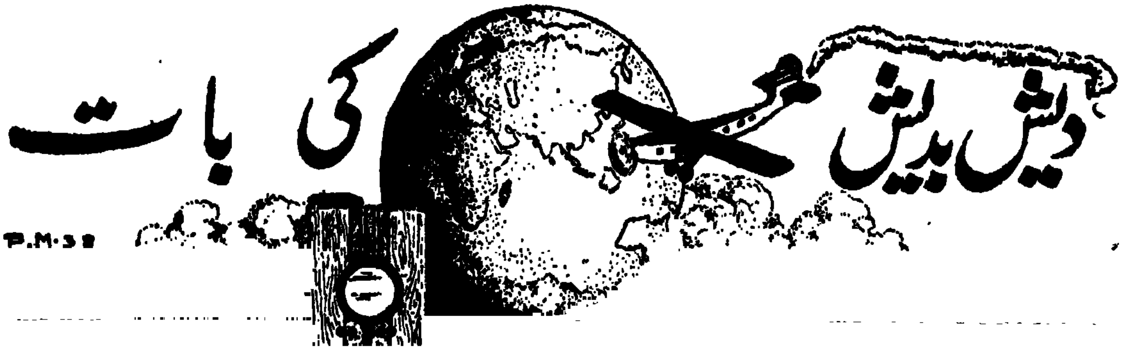
دوسرے روز مہاراجہ صاحب میسور کی سواری نکلنے والی تھی۔ ہم سب بازار میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ دکانوں کے اوپر کھڑے ہونے کے لئے ہم نے ایک ایک آدمی کے آٹھ آٹھ آنے دئے۔ خیر شام کو چار بجے کے قریب سواری نکلنی شروع ہوئی اور ہم نے مہاراجہ صاحب کو ایک ہاتھی پر سوار دیکھا۔ اُن کے اوپر پھول برسائے جا رہے تھے۔ سواری نکلنے کے بعد ہم سب گھر لوٹے اور کھانا کھا کر ہم مہاراجہ صاحب کا محل دیکھنے گئے۔ وہ محل برقی چراغوں سے اتنا روشن تھا کہ دور سے سونے کا محل معلوم ہوتا تھا۔ ہم وہاں سے چل کر چامنڈا ماتا کے پہاڑ پر گئے اور چامنڈا ماتا کے درشن کر کے گھر واپس آئے۔

اب ہم نے جانے کی تیاری کی کیونکہ ہماری چھٹیاں ختم ہونے کو تھیں۔ اب ہم بنگلور گئے اور وہاں سے موٹر کے ذریعے شیوسمدر دیکھنے گئے۔ وہاں ہم نے دیکھا کہ آدھی کاویری ندی ایک طرف کو موڑ دی گئی ہے اور وہ ندی ایک پہاڑ کے اوپر سے گرتی ہے اور وہاں سے بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ جب ہم بجلی گھر دیکھنے گئے تو ہم کو ایک ڈبے (Tally) میں بیٹھ کر نیچے اُترنا پڑا۔ ہم نے دیکھا کہ وہاں سے بنگلور، میسور اور کولار کو بجلی بھیجی جاتی ہے۔ خیر وہاں سے ہم بنگلور واپس آئے اور رات کو ۹ بجے گاڑی میں بیٹھ کر مدراس آ گئے اور ہمیشہ کی طرح اسکول جانے لگے۔

میں نے دیکھا کہ میسور میں بہت سی قیمتی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً چندن، بادام، کشمش، ریشم، شکر وغیرہ کے لئے بہت مشہور ہے۔ کولار بھی جہاں سونے کی کانیں ہیں میسور ہی میں ہے۔ اُس کان سے ریاست میسور کو لاکھوں روپیے کی آمدنی ہوتی ہے اس لئے وہ ایک قابل دید مقام ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر بچے کے دل میں وہاں جانے کی خواہش پیدا ہوتی ہوگی۔ جب کبھی تمھیں موقع ملے وہاں ضرور جانا کیونکہ میسور میں بعض ایسی چیزیں ہیں جو تمھیں کہیں اور نہیں نظر آ سکتیں۔



جوگ کا جھرنا (میسور)



جنگ کی خبریں

بلقان میں جنگ۔ یونان کو برطانیہ کی امداد

نومبر کے شروع ہفتے میں حاصل ہونے والی خاص خبریں زیادہ تر اٹلی اور یونان کی جنگ اور ریاستہائے بلقان و مشرقی بحر روم سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس ہفتے میں برطانیہ اور جرمنی کی جنگ کے متعلق جو خبریں موصول ہوئی ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگلستان پر ہونے والے جرمن ہوائی حملوں میں پہلے کی سی کمزوری رہی ہے۔

یونان پر اٹلی کا حملہ گذشتہ ۲۸ اکتوبر کو صبح ۴ بجے ہوا۔ اس کے بعد اطالوی افواج بہت دھیرے دھیرے آگے بڑھ سکیں اور یونان و البانیہ (ایک آزاد ملک جس پر کچھ عرصہ قبل اٹلی نے اپنا تسلط جمالیا تھا) کی سرحد پر معمولی مڈبھیڑ ہوتی رہی۔ مختلف مورچوں پر یونان کے سپاہی اپنی جگھوں پر ڈٹے رہے۔ چار روز کی لڑائی کے بعد بھی اٹلی کی فوجیں یونان کے اندر صرف دس میل تک داخل ہو سکیں۔ اطالویوں نے اس کا سبب یوں بتایا کہ یونان کی زمین پہاڑی ہے اور اس پر آگے بڑھنا کچھ دشوار ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ موسم آج کل کی طرح ناموافق ہو لندن کے فوجی حلقوں میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ یونان کی بہادری کے باعث اٹلی کی فوجیں تیزی سے آگے نہیں بڑھ سکیں۔ ۳ر نومبر کو روم ریڈیو سے یہ کہا گیا کہ اٹلی کی فوج کا مقابلہ بڑے ہی منظم اور استقلال سے کیا جا رہا ہے۔

ار نومبر کو اٹلی کے ہوائی جہازوں نے یونان کے دارالسلطنت ایتھنس پر پہلی بار حملہ کیا۔ ۱۵ گاؤں اور شہروں پر بھی بمباری ہوئی۔ حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے علاوہ یونان کی فوج خود آگے بڑھنے اور حملہ کرنے کی کوشش کرتی رہی ہے۔ ۳۰ر نومبر کو یونانی فوجوں نے سرحد پر واقع بلشت نامی مقام پر قبضہ کر لیا۔ (ایتھنس - ۳۱ر اکتوبر)

یونانی فوجوں کی کامیابی - ۳۱ر اکتوبر کو یونان کے جنگی جہازوں نے اٹلی کی اُس فوج پر جو ساحل سمندر پر آگے بڑھ رہی تھی گولہ باری کی۔ یونان والوں کا دعویٰ ہے کہ اس روز اطالویوں کے جتنے حملے ہوئے وہ سب ناکام کر دیئے گئے۔ یونان کی فوج نے اطالویوں پر خود زبردست حملہ کیا اور ۵۹۹۰ء ۴ فیٹ بلند چوٹی پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح یونان کے سپاہی البانیہ میں داخل ہوگئے۔ (ایتھنس ار نومبر)

یونانی ہوائی جہازوں کا حملہ - ۲ر نومبر کو میسی ڈونیا نامی علاقے کے مغربی حصے میں یونان اور اٹلی کی توپیں کام کرتی رہیں۔ اسی دن یونان کے ہوائی جہازوں نے اطالوی سپاہیوں کے اجتماع پر بمباری کی۔ یونان کے جو سپاہی البانیہ میں داخل ہوگئے تھے وہ اپنی جگہ پر جمے رہے۔ (ایتھنس ۲ر نومبر)

اطالویوں کا زبردست نقصان - ۴ر نومبر کی جنگی مورچوں سے آنے والی خبروں میں بتلایا گیا کہ بیچ کے یعنی پنڈس نامی علاقے میں یونانیوں نے اٹلی کے ایک فوجی دستہ کو گھیر لیا ہے اور خود حملہ شروع کرتے ہوئے البانیہ کے اندر کئی میل کے فاصلے تک داخل ہوگئے۔ اسی روز اطالوی فوج نے زینا نامی مقام پر (جو یونان میں البانیہ کی سرحد سے ۲۲ میل کے فاصلے پر ہے) حملہ کیا مگر اُسے کامیابی نہیں حاصل ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ یونانیوں نے ۱۰۰۰ اطالویوں کو قید کر لیا۔ اور متعدد ٹینکوں (فولادی گاڑیوں) پر قبضہ کر لیا۔ (ایتھنس ۴ نومبر)

اطالوی اڈا خطرے میں - ۵ر نومبر کو یوگوسلاویہ کی سرحد سے خبر ملی کہ البانیہ میں کوریزا نامی ایک اہم مقام پر یونان کی فوج کا قبضہ ہونیوالا ہے۔ اٹلی کے بہت سے سپاہی یہاں ہیں۔ یہاں پر سبھی سڑکیں آکر ملتی ہیں۔ اس مقام کے چھن جانے سے اٹلی کی فوج کی سرگرمیوں پر بہت بڑا اثر پڑیگا۔ (بلگریڈ - ۵ر نومبر)

برطانیہ کی طرف سے یونان کو امداد - برطانیہ نے یورپین جنگ کے شروع ہونے کے قبل یونان کو زبردستی حملہ ہونے کی صورت میں امداد دینے کا جو وعدہ کیا تھا اُس کے مطابق برطانیہ کی بحری بری اور ہوائی افواج اطالویوں کا مقابلہ کرنے میں یونانیوں کی امداد کر رہی ہیں۔ اٹلی اور یونان کی جنگ شروع ہوتے ہی برطانوی بحری فوج کے دستے مصروف عمل ہوگئے۔

افریقہ میں انگریزوں کی حالت - افریقہ کے حالت کے سلسلے میں واقفیت رکھنے والوں کا بیان ہے کہ وہاں برطانی فوجیں اب زیادہ مستحکم ہوگئی ہیں۔ کچھ اور فوج وہاں پہنچائی گئی ہے۔ افریقہ کے مختلف محاذوں کا معائنہ مسٹر انڈن وزیر جنگ برطانیہ نے خود فرمایا۔ آپنے ہر ایک جگہ فوجی افسروں میں حقیقی جوش اور ولولہ پایا۔ کہا جاتا ہے کہ افریقہ میں اٹلی کی فوجیں تیاریاں کر رہی ہیں مگر مستقبل قریب حملہ ہونے کا کوئی امکان نہیں نظر آتا۔ (قاہرہ ۴ر نومبر)

برطانیہ اور جرمنی کی ہوائی لڑائیاں

برطانیہ اور جرمنی کی ہوائی لڑائیوں کی جو خبریں اس ماہ موصول ہوئی ہیں اُن سے واضح ہوتا ہے کہ انگلینڈ پر جرمن ہوائی جہازوں کے حملے پہلے کی بہ نسبت زیادہ چھوٹے پیمانے پر ہو رہے ہیں اور برطانی ہوائی فوج نے جرمنی اور نازیوں کے محکوم دیگر علاقوں میں اپنے حملے جاری رکھے ہیں۔

جرمن گوداموں اور اڈوں پر حملے۔ ۲۹ و ۳۰ اکتوبر کو جرمنی کے جہازی اڈوں اور گوداموں پر جو حملے ہوئے تھے اُن کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ اُن سے جرمنوں کو کافی نقصان پہنچا۔ ۳۰ اکتوبر کو ساحل فرانس پر اینٹورپ، فلوشنگ اور ڈنکرک نامی جرمن بندرگاہوں پر بم برسائے گئے۔

(لندن ۱ نومبر)

برلن پر زبردست حملہ۔ ۲ نومبر کو برطانی ہوائی فوج نے (جرمن) دارالسلطنت برلن اور ماگڈے برگ کے تیل کے کارخانوں پر بم برسائے۔ اسی روز جرمنی کے ۱۵ ہوائی اڈوں پر بھی بم برسائے گئے۔ ۱ نومبر کو برلن میں اسٹیشنوں پر بھی بمباری کی گئی اور ایک میل کے رقبے میں آگ کے شعلے دکھائی دیتے رہے۔

کیل پر بمباری۔ ۳ نومبر کی رات کو موسم خراب رہنے پر بھی برطانی ہوائی جہازوں نے کیل نامی مقام پر جرمن بحری اڈے پر بمباری کی فرانسیسی سواحل کے بندرگاہوں پر بھی حملے کئے گئے۔

(لندن ۴ نومبر)

ایک ہفتہ میں ۱۸۷ برطانی ہوائی حملے۔ برطانی ہوائی فوج نے ۲ نومبر کو ختم ہونے والے ہفتے میں جرمنی اور جرمنی کے محکوم مختلف ممالک میں جرمن فوجی اہم مقامات پر کل ۱۸۷ حملے کئے۔ ان میں سے ۲۱ حملے جرمنی کے تیل کے گوداموں پر اور ۸۰ حملے جرمنی کے ہوائی اسٹیشنوں پر ہوئے۔ اسی عرصے میں انگلستان پر حملہ کرنے کے لئے جو جرمن ہوائی جہاز آئے اُن میں سے ۸۷ برباد کر دئے گئے۔ برطانیہ کو انگلینڈ پر ہونے والے حملوں میں ۲۹ ہوائی جہاز کھونے پڑے۔ ۱۱ برطانی ہوائی جہازوں کے چلانے والے بخیریت واپس آ گئے۔

(لندن ۴ نومبر)

لندن میں ۵۷ دنوں کے بعد سکون۔ جرمن ہوائی جہاز چھوٹی تعداد میں قریب قریب روزانہ انگلینڈ پر آتے رہے۔ ان کے حملے کا خاص مقصد لندن کے علاوہ مشرقی و جنوبی سواحل کو تباہ کرنا بھی تھا۔ حملہ آوروں کا مقابلہ برطانی جنگی ہوائی جہازوں اور ہوائی جہاز شکن توپوں کے ذریعے کیا جاتا رہا۔ جو جرمن ہوائی جہاز لندن تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ اُن کے حملوں سے کچھ گھر برباد ہو گئے۔ ۳ نومبر کی شب کو لندن میں ہوائی حملے کی اطلاع دینے کی بھی ضرورت نہیں پڑی۔ اس کے پہلے ۵۷ دنوں تک مسلسل رات کے وقت خطرے کی گھنٹی بجائی جاتی رہی تھی۔ (لندن ۴ نومبر)

جرمن حملوں کا اثر۔ ۴ نومبر کی شب کو جرمن طیاروں نے کافی بڑے پیمانے پر حملہ کیا۔ انگلینڈ کے کچھ شہروں پر بم برسائے گئے لیکن اُن سے زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔ زخمیوں کی تعداد بھی کم تھی۔ ۵ نومبر کو پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے وزیر اعظم برطانیہ نے کہا کہ ۷ ستمبر کو ہٹلر نے انگلینڈ کے شہروں کو تباہ کر دینے کی دھمکی دی تھی لیکن اس ملک کے سبھی شہر جب دستور صحیح سلامت ہیں۔ اگرچہ بہت سے گھر گر گئے ہیں لیکن اُن کے متعلق بھی پورا انتظام کیا جا چکا ہے۔ اسلحات یا ہوائی جہاز بنانے کے کارخانوں کو جو نقصان پہنچا ہے وہ قریب قریب صفر کے برابر ہے۔ جرمنی کے حملوں سے صرف ۲۰۰ سپاہی مرے اور ۵۰۰ زخمی ہوئے مگر فوج سے الگ رہنے والے شہریوں میں سے ۱۴ ہزار مارے گئے اور ۲۰ ہزار زخمی ہوئے۔ ستمبر کے پہلے ہفتے میں زخمیوں کی تعداد ۶ ہزار تھی اور اکتوبر کے آخری ہفتہ میں ۲ ہزار۔ ملاشبہ ہٹلر کی ہوائی فوج کی پوری طاقت انگلینڈ کے خلاف صرف کی جا چکی ہے مگر اب جرمنوں کے ہوائی حملوں میں کمی ہونے لگی ہے۔ (لندن ۵ نومبر)

فرانس اور اسپین

لسبن (پرتگال) سے "نیوز کرانیکل" کے نامہ نگار نے لکھا ہے کہ سیاسی حلقوں کا بیان ہے کہ ہٹلر اور فرینکو (اسپین کے ڈکٹیٹر) اور ہٹلر و مارشل پیتاں (فرانس کے ڈکٹیٹر) کی بات چیت سے جو اندیشہ پیدا ہو رہا تھا وہ اب دور ہو رہا ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ جنرل فرینکو اور مسٹر سنیر (وزیر خارجہ اسپین) اسپین کو جنگ سے علیحدہ رکھنے کے خواہاں ہیں۔ (لندن ۴ نومبر)

۳۱ اکتوبر کو میڈرڈ سے اطلاع موصول ہوئی تھی کہ مسٹر سنیر وزیر خارجہ اسپین نے برطانی سفیر سیموئیل ہور سے گفت و شنید کی۔ اسی سلسلے میں میڈرڈ کے سیاسی حلقوں میں یقین ظاہر کیا گیا کہ اسپین اپنی موجودہ پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں کرے گا اور جنگ سے الگ رہے گا حال ہی میں لندن کے مشہور اخبار ٹائمس کے ایک مضمون میں جنرل فرینکو کی تعریف کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ اسپین کو گذشتہ خانہ جنگی کے اثرات سے آزاد کرنے کی فکر میں ہیں اور اپنے ملک کو نئی مصیبت میں نہیں مبتلا کرنا چاہتے۔ (لندن ۴ نومبر)

فرانس کے سلسلے میں برطانی نیوز ایجنسی "رائٹر" کے سیاسی نامہ نگار نے حال میں لکھا ہے کہ یہ اندازہ کرنا کہ فرانس، اٹلی اور جرمنی کے درمیان کوئی سمجھوتہ ہو گیا ہے، مناسب نہ ہوگا۔ حکومت فرانس جرمنی اور اٹلی کے ساتھ کسی نہ کسی قسم کے تعاون کی مبہم باتیں خواہ کرتی رہی ہو مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فرانس نے اپنے ہوائی اڈوں اور علاقوں کو یا اپنے بحری بیڑے کو کسی ملک کو دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

(لندن ۴ نومبر)

برطانیہ، امریکہ اور جاپان

اس عرصے میں برطانیہ کو امریکہ سے ملنے والی امداد کے سلسلے میں جو خبریں موصول ہوئی ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آج کل برطانیہ کے لئے امریکہ سے ۲ سو یا ۳ سو طیارے ہر ماہ بھیجے جا رہے ہیں۔

۳۰ر اکتوبر کو بوسٹن (امریکہ) میں تقریر کرتے ہوئے امریکہ کے صدر مسٹر روزویلٹ نے کہا کہ برطانیہ امریکہ میں ۱۲ ہزار بمبار طیارے تیار کرانا چاہتا ہے اور اس تجویز پر ہمدردی کے ساتھ غور کیا جائے گا۔ (واشنگٹن۔ ار نومبر)

امریکہ میں پریسیڈنٹ کے انتخاب کے لئے ۵ر نومبر کو ووٹ لئے گئے۔ اس عہدے کے لئے دو امیدوار ہیں۔ ایک تو مسٹر وینڈیل ولکی اور دوسرے مسٹر روزویلٹ اور دونوں برطانیہ کی امداد کرنے کے حق میں ہیں۔ ۳ر نومبر کو اپنی ایک تقریر میں برطانی بحری بیڑے کے افسر اعلیٰ مسٹر اے وی۔ الیکزینڈر نے کہا تھا کہ برطانیہ اس بات کو بھول نہیں سکتا کہ امریکہ کے انتخاب میں دونوں فریقوں کے درمیان برطانیہ کو امداد دینے کے سوال پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(لندن ۵ر نومبر)

امریکہ کی خارجی پالیسی اور اُس کی حفاظتی تیاریوں کے سلسلے میں سیاسی حلقوں میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ اب استقلال دکھلانے کی پالیسی پر سختی سے قائم ہے اور اسی استقلال کا نتیجہ یہ ہے کہ جاپان کے رُخ میں نرمی نظر آتی ہے۔ جاپان سے امریکن باشندوں کو واپس بلانے کے حکم نے جاپان میں گھبراہٹ پیدا کردی ہے (واشنگٹن۔ ۲ر نومبر)

۳ر نومبر کو جاپان کے وزیر خارجہ مسٹر متسوؤکا نے ایک بیان میں کہا کہ جاپان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے مشرقی ایشیا میں رہنے والے امریکنوں کو واپس کیوں بلالیا۔

(ٹوکیو۔ ۲ر نومبر)

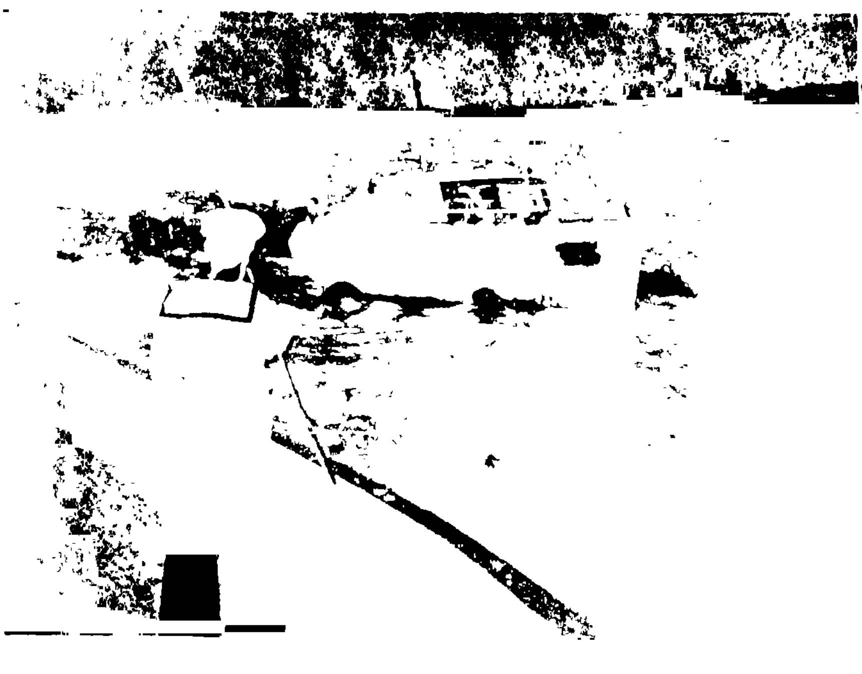
جنگ کی خبریں (باتصویر)

برطانی بچوں کی حفاظت

برطانی بچوں کو ہوائی حملے سے بچانے کے لئے بہت اچھا انتظام کیا گیا ہے۔ دیہاتوں اور شہروں میں قطار کے قطار تہ خانے بنا دئے گئے ہیں جن میں کئی سو بچے ہوائی حملے کے وقت رکھے جاسکتے ہیں۔ یہ تہ خانے اس طرح بنائے گئے ہیں کہ اُن میں بچوں کا جی نہیں اُکتاتا اور وہ اُس میں آسانی سے رہتے ہیں۔ بم کے گولے اِن تہ خانوں کے اندر نہیں جا سکتے۔ یہ تہ خانے اتنی تعداد میں بنائے گئے ہیں کہ ہوائی حملے کی اطلاع ملنے پر ۲ منٹ میں ہی سبھی بچے تہ خانے کے اندر کردئے جاتے ہیں۔ لڑائی ہوتے ہوئے بھی بچوں کی تعلیم کی طرف کافی توجہ دی جارہی ہے۔



برطانی بچے ہوائی حملے کے بعد تہ خانے سے باہر نکل رہے ہیں۔ تہ خانوں کی اس قطار میں سات سو بچے آسانی سے رکھے جاتے ہیں۔



انگلینڈ کی ایک موٹر بوٹ جو لڑائی سے پہلے سمندر میں سیر کرنے کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔ اب ایسی موٹر بوٹوں کو جنگی ہتھیاروں سے مسلح کرکے اُن کا ایک چھوٹا سا جنگی بیڑہ تیار کرلیا گیا ہے۔ یہ بیڑہ کافی مضبوط ہے اور دریاؤں میں گشت لگاتا رہتا ہے۔

سیلی پو بحری فوج

حکومت برطانیہ نے برطانی بحری بیڑوں کے علاوہ چھوٹی چھوٹی موٹر بوٹوں کی بھی ایک فوج تیار کر لی ہے۔ اس فوج میں بیشتر ایسی ہی موٹر بوٹیں ہیں جنہیں لوگ جنگ سے پہلے سمندر میں گھومنے کے لئے استعمال کیا کرتے تھے۔ اس قسم کی موٹر بوٹیں اب جنگی ضرورت کے لئے مسلح کر دی گئی ہیں اور دریا سے ٹیمز میں شب و روز گھوما کرتی ہیں۔ ان میں کام کرنے والوں کو جنگ کی پوری ترتیب دیگئی ہے۔

فوج کے لئے کھانا

برطانی فوجوں کے لئے روزانہ تازہ اور عمدہ کھانا دینے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس وقت انگلینڈ میں کھانا تیار کرنے کی تعلیم دینے کے لئے نئی سکول کھولے گئے ہیں۔ ان اسکولوں میں فوج کے مختلف حصوں میں کام کرنے والوں کو بھی کھانا پکانے کی تعلیم دی جاتی ہے اس تعلیم میں کامیاب ہونے والوں کو ماہوار تنخواہ کے علاوہ روزانہ ۹ پنس کھانا پکانے کے لئے ملتا ہے۔ انگلینڈ کی عورتیں فوجی کاموں کے علاوہ فوجیوں کے لئے عمدہ کھانا پکانے میں بھی بڑی دلچسپی لے رہی ہیں۔ وہ بہت بڑی تعداد میں اسکولوں میں کھانا پکانا سیکھ رہی ہیں۔

انگلینڈ میں کھیتی کی ترقی

جب سے یورپ میں جنگ شروع ہوئی ہے انگلینڈ میں کھیتی کی ترقی پر بہت زور دیا جارہا ہے انگلینڈ کے پارکوں اور شہروں کے آس پاس ندیوں کے کنارے کی زمین جو پہلے اکثر بیکار پڑی رہتی تھی اب کھیتی کے کام آرہی ہے اور وہاں اب ہرے بھرے کھیت نظر آرہے ہیں۔ اس بات کی بھی کوشش کی جارہی ہے کہ تھوڑی سی زمین میں زیادہ سے زیادہ پیداوار ہوسکے اسلئے سائنٹفک طریقے پر کھیتی کرنیکے اچھے سے اچھے نئے آلات اور کھادیں کام میں لائی جارہی ہیں۔ یہ سب ذرائع صرف غلہ ہی پیدا کرنیکے لئے نہیں استعمال کئے جاتے بلکہ ساگ ترکاری پیدا کرنے کے لئے بھی یہ کوششیں ہو رہی ہیں۔



آگزیلری ٹیریٹوریل سروس کی بہت سی خواتین فوجی کاموں کے علاوہ فوج کے لئے کھانا پکانے میں بھی بہت دلچسپی لے رہی ہیں تصویر میں کچھ خواتین ہوائی فوج میں کام کرنے والوں کے لئے کھانا پکا رہی ہیں



انگلینڈ کے ایک پارک میں بوئی جانیوالی فصل نئی مشین کے ذریعے کاٹی جارہی ہے آج سے ڈیڑھ سو سال قبل جبکہ نپولین انگلینڈ پر حملہ کرنے کی دھمکی دے رہا تھا یہ پارک کھیتی کے کام میں لایا گیا تھا۔





لندن کا بندرگاہ

ہوائی حملہ سے حفاظت

لندن کے باشندوں کو رات میں ہوائی حملے سے بچانے کے لئے کچھ ایسے آلات لگائے گئے ہیں جن کی مدد سے دشمن کے جہازوں کی آہٹ آسانی سے مل جاتی ہے۔ لندن کے اطراف میں اب ایسے آلات کافی تعداد میں لگا دئے گئے ہیں۔ یہ آلات ہوائی جہازوں کی آواز فوراً سُن لیتے ہیں۔ ان مشینوں میں رات دن آدمی رہتے ہیں جو آسمان میں ہونے والی ذرا سی بھی آواز سُن لیتے ہیں۔ آواز سُن کر وہ ہوائی جہاز کی بلندی اور رفتار وغیرہ کا بھی پتہ لگا لیتے ہیں۔ اس مشین کے ساتھ سرچ لائٹ بھی کام کرتی ہے جو ہوائی جہاز دیکھنے میں مدد دیتی ہے۔ اس طرح چھپ کر ہونے والے دشمن کے حملے کی آہٹ لوگوں کو آسانی سے ہو جاتی ہے۔ رات میں جبکہ لندن کے ۷۰ لاکھ باشندے چین کی نیند سوتے ہیں ان مشینوں میں کام کرنے والے آسمان میں ہونے والی آوازوں کے سننے کا کام کرتے ہیں۔

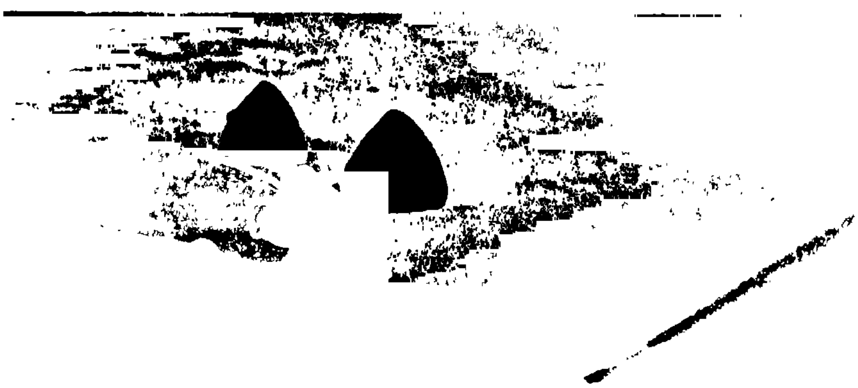
لندن کا بندرگاہ

لندن کے بندرگاہ پر موجودہ جنگ کا کوئی اثر نہیں ہے اور اس میں مال کا چڑھنا اترنا حسب دستور جاری ہے اس بندرگاہ کی حفاظت کا اتنا سخت انتظام ہے کہ دشمن اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ دشمن نے کچھ دنوں پہلے ہر طرف یہ افواہ اڑا دی تھی کہ لڑائی کے باعث لندن کا بندرگاہ بند کر دیا گیا۔ لیکن یہ افواہ غلط ہے۔ کیونکہ اب بھی لندن کے بندرگاہوں، باہر سے آنے جانے والے مالوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ وہاں آسٹریلیا جیسے دور دراز مقام سے آئے ہوئے جہاز کا سامان بھی آسانی سے اُتارا جا سکتا ہے اور موجودہ جنگ مالک کا آنا اور اُترنا نہیں روک سکتی۔

دیش بدیش کی خاص باتیں

از رائے بہادر پنڈت
شکدیو بہاری مشر

ادھر امریکہ کی متحدہ ریاستوں کے لئے صدر کے انتخاب کا سوال ۵، نومبر ۱۹۴۰ء کو طے ہونا تھا جو مسٹر روزویلٹ کے حق میں طے ہو گیا۔ آپ ڈیموکریٹیک پارٹی کی طرف سے کھڑے ہوئے تھے اور آپ کے مخالف مسٹر وینڈل ویلکی ریپبلکن پارٹی کے تھے۔ جنگ یورپ کے باعث ادھر امریکہ کے اس انتخاب کی اہمیت



ہوائی حملہ کا پتہ دینے والا آلہ اور سرچ لائٹ

بہت بڑھ گئی تھی دونوں فریق برطانیہ کی زیادہ سے زیادہ امداد کرنا چاہتے تھے لیکن مسٹر ولکی کا بیان تھا کہ وہ اس جنگ میں امریکہ کو کسی حالت میں بھی، نہ شامل کریں گے۔ جب آپ ایسا پہلے ہی سے پکار پکار کر کہہ رہے تھے دشمن موقع بہ موقع آسانی سے ایسی دھمکی دے سکتے تھے کہ فلاں قسم کی امداد دینے سے امریکہ جنگ میں شریک سمجھا جائیگا۔ ایسی حالت میں آپکا امداد کا وعدہ بھی ایک طرح سے ادھورا ہی کہا جا سکتا تھا۔ اتنی ہی ان کے بیان میں کمی تھی۔ مسٹر روزویلٹ کی فتح سے قدرتی طور پر برطانیہ کو اور زیادہ خوش ہونی لازمی تھی۔ اب امریکہ برطانیہ کو زیادہ سے زیادہ امداد اور قرضہ تک دینے کے متعلق غور کر رہا ہے جس کی برطانیہ کو بڑی ضرورت ہے۔ جاپان وغیرہ اخبار والوں کا خیال ہے کہ اس فتح کا اثر اسپین، فرانس، روس وغیرہ پر بھی کافی پڑ سکتا ہے۔ اپنا گذشتہ مضمون ہلال کے لئے میں نے گذشتہ ۱۰ اکتوبر کو لکھا تھا۔ اس وقت سے اب تک جنگ تو خاص نہیں ہوئی لیکن سیاسی داؤں پیچ چل رہے ہیں۔ اب کچھ انگریز بھی سوچنے لگے ہیں کہ جرمنی برطانیہ پر حملہ کرنے کی دھمکی دیتا تھا اور دے رہا ہے اسکا مطلب یہ بھی تھا کہ اور نہیں تو اس خوف سے برطانیہ کی زبردست بحری اور بری قوت اسی طرف لگی رہے تاکہ وہ بحر روم کی جنگ میں آکر حصہ نہ لے سکے۔

اٹلی کو ریگستان پار کر کے لیبیا سے مصر پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے چنانچہ نہر سویز تک پہنچنے کے لئے محوری طاقتیں اب بلقان ہو کر جانے کا سوچ رہی ہیں۔ اٹلی نے سوچا تھا کہ یونان کو محض دھمکی دیکر وہ اپنا کام نکال سکے گا۔ اسی لئے اس نے تھوڑی سی فوجیں بھی بھیج دی تھیں لیکن جب یونان آمادۂ جنگ ہو گیا تو تقریباً دو ہفتے تک اٹلی کا کیا کچھ بھی نہ ہو سکا بلکہ پندرہ دس کی ٹکر یونانیوں نے اس کے ایک ڈویژن (۲۵ ہزار سا) فوج کا خاتمہ کر ڈالا ہے۔ ہوائی حملوں سے بھی یونان کا کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا بلکہ برطانیہ کو یونانی جزیروں سے بحری اور ہوائی فوج کے ذریعے اٹلی کو نقصان پہنچانے کا کافی موقع مل رہا ہے جس کا نتیجہ اچھا برآمد ہوا ہے۔ یونان نے پانچ لاکھ بری فوج انھیں ۱۵ دنوں میں تیار کر لی ہے اور اگر برطانیہ کے جہاز البانیہ پر اٹلی کی پہنچ روک سکیں تو یونان شاید اس پر بھی قبضہ کرلے کیونکہ وہ ملک شمالی یونان سے ملا ہوا ہے۔ یونان جنگ میں ایک کھٹکے کی بات بھی ابھر کھڑی ہوئی ہے کیونکہ ترکی کے رخ سے ایسا نظر آتا ہے کہ اگر جرمنی اور اٹلی ملکر یونان پر حملہ کر ہی دیں تو پھر ترکی کو بھی برطانیہ کی مدد کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔ کیونکہ ایسی صورت میں اُسے اپنے لئے بھی خطرہ نظر آنے لگا۔

اگر برطانیہ یونان کی دو چار مہینے تک حفاظت کرے گا تو نہ صرف وہاں فتح ہوگی بلکہ پورے [illegible] میں جرمنی اور اٹلی کی موت کا بھی امکان ہے کیونکہ چھ ماہ کے اندر امریکن امداد سے برطانیہ کی ہوائی اور بحری فوج اتنی مضبوط ہو جائیگی کہ جرمنی اس کے حملے برداشت نہ کر سکے گا۔

ابھی ترکی یونان کی طرف سے جنگ میں کودنے والا نہیں ہے۔ بلکہ اتنا وعدہ کر چکا ہے کہ بلغاریہ بھی یونان سے نہ لڑنے پائے گا اور اگر لڑا تو ترکی بھی جنگ میں کود پڑے گا۔ بلغاریہ کو جرمنی نے ادھر رومانیہ سے دوبروجا کا صوبہ دلا دیا ہے چنانچہ وہ اس سے بہت خوش ہے اور اپنی ہستی کو قائم رکھتے ہوئے ہر طرح سے جرمنی کی امداد کرنے کو تیار معلوم ہوتا ہے پھر بھی ترکی کے خوف سے ابھی جرمنی خود بلغاریہ میں داخل ہونا نہیں چاہتا ترکی کی مدد کا معاملہ بھی طے شدہ نہیں ہے۔

ادھر تنہا اٹلی کا کیا ہوا کچھ ہوتا بھی نظر نہیں آتا اس لئے جرمنی اپنی بری فوج یونان میں لانا چاہتا ہے۔ اس کے راستے بلغاریہ یا یوگو سلاویہ ہو کر ہیں۔ بلغاریہ کا راستہ مذکورہ بالا سبب سے بند ہے اس لئے یوگو سلاویہ ہو کر جرمنی فوجیں لانے پر غور ہو رہا ہے یوگوسلاویہ اسکے لئے تیار نہیں ہے اور روس نے اسے حفاظت کا یقین بھی دلا دیا ہے پھر بھی روس کی غیر جانبدارانہ پالیسی اتنی عادی ہے کہ وہ جنگ میں کسی حالت میں بھی کودنا نہیں چاہتا اب تک یہ خیال تھا کہ اگر بحر اسود یا درہ دانیال پر اگر کوئی خطرہ پیش آیا تو وہ لڑ مرے گا لیکن ادھر اس نے ان خاص معاملات کے متعلق بھی غیر جانبداری کا اعلان کر دیا ہے۔ درہ دانیال ایک تنگ سمندری راستہ ہے جس سے ہو کر ہی بحر اسود سے بحر روم میں جایا جا سکتا ہے۔ روس قدیم زمانہ میں بحر اسود اور درہ دانیال کے سوال پر کٹنے مرنے کو تیار رہتا تھا لیکن ادھر وہ ان مسائل پر بھی لاپروائی کا اظہار کر رہا ہے اس سے لوگوں کو یہ خیال ہونے لگا ہے کہ شائد وہ اپنے کو اتنا طاقتور نہیں سمجھتا کہ جرمن فوج کا مقابلہ کر سکے ادھر اُس کے وزیر اعظم مسٹر مولوتوف اس معاملے کو طے کرنے کے لئے دو دن کے لئے جرمنی کے پایۂ تخت برلن گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں یوگوسلاویہ درہ دانیال، بحر اسود، چین اور جاپان وغیرہ کے مسائل دوستانہ طور پر طے کرنے کی کوششیں ہونگی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ترکی پر بھی ایسا دباؤ ڈالنے کا خیال ہے کہ وہ برطانیہ سے دوستی ترک کر دے۔ روس وزیر اعظم کے ساتھ بتیس مختلف محکموں کے روسی افسر بھی گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اٹلی اور روس کی شکر رنجی مٹانے کی بھی کوشش ہوگی۔ اس ملاقات کا نتیجہ کیا ہوتا ہے یہ آگے لکھا جائے گا۔ اس کا خاص مقصد جرمنی کی یونان فتح کرنے کی خواہش اور مشرق بعید کے معاملات طے کرنا معلوم ہوتا ہے۔ اگر جرمن فوج کے پہنچنے پر بھی حکومت برطانیہ یونان کی حفاظت کرے گی تو فتح کی امید یقین میں بدل جائے گی اور اگر نہ کر سکی تو نہر سویز اور مصر کے متعلق بھی خطرہ محسوس ہو سکتا ہے ادھر جبرالٹر کے شمال میں ایک نہر کھود کر حکومت نے اُسے جزیرہ نما سے اب بالکل جزیرہ بنا دیا ہے اور اب اسپین کی طرف سے بھی کوئی حملہ آور یکایک جبرالٹر نہیں پہنچ سکتا اور حملہ کرنے والے کے لئے بحری جنگ ضروری ہو جائے گی یہ بات بڑے معرکے کی ہوئی ہے۔

مشرق بعید میں جرمنی روس سے جو معاملات طے کرنا چاہتا ہے ان میں شائد چین کی حفاظت کا سوال اٹھے۔ کیونکہ اس

بات کا روس بہت خواہش مند ہے اور اب ایسا معلوم ہونے لگا ہے کہ شاید جرمنی بھی اسے پسند کرتا ہے۔ جاپان کو شاید یہ لالچ دیا گیا تھا کہ اگر وہ چین کو چھوڑ دے تو فرنچ انڈوچین اور ڈچ ایسٹ انڈیز (جاوا، ساترا، بورنیو اور سلیبیز) کو لے سکتا ہے۔ پھر بھی چین ابھی دب کر صلح کرنے کو تیار نہیں معلوم ہوتا اور اتنی لڑائی کرنے کے بعد اگر جاپان بغیر کچھ پائے اسے یوں ہی چھوڑ دے تو اس کے وقار پر کاری چوٹ پڑیگی۔ انھیں وجوہ سے ابھی یہ سوال طے نہیں ہوا۔ اگر جاپان چین پر دباؤ نہ ڈالے تو اس کا معاملہ روس سے بھی شاید آسانی سے طے ہوجائے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روس چین کے مسئلے کو چھوڑنے کو کسی طرح تیار نہیں ہے اور دیگر مسائل اُس کے کچھ دشوار نہیں ہیں۔ دیکھنا چاہئیے کہ اس سوال پر جرمن روسی مشوروں کا کیا اثر پڑتا ہے۔ ادھر چین نے جاپان کو کچھ دبایا ہے اور اس کے دو جہاز بھی ڈبو دئے ہیں خیال ہے کہ انڈوچین کو تو شاید جاپان آسانی سے حاصل کر سکے لیکن ڈچ ایسٹ انڈیز پر دباؤ ڈالنے میں شاید اُس کی امریکہ سے بھی مڈ بھیڑ ہوجائے اور جاپان شاید یہ بات ابھی پسند نہیں کرتا۔

ہندوستان میں ادھر مشرقی ممالک کی کانفرنس اس خیال سے ہو رہی ہے کہ سب مل کر کوئی ایسی ترکیب نکالیں کہ یہ سب مل کر زیادہ سے زیادہ سامان جنگ تیار کر سکیں۔ لنکا (سیلون) کے نمائندے بھی معاملات طے کرنے یہاں آئے ہیں اور برما کے آنے والے ہیں حکومت آج کل مرکزی گورنمنٹ میں وزیروں کی تعداد دس تک بڑھا کر ہندوستانیوں کو کچھ خاص اختیارات دینا چاہتی تھی لیکن کانگریس نے اسے کافی نہیں سمجھا اور ان تینوں جماعتوں نے اتنے مطالبات پیش کئے کہ معاملہ طے نہ ہوسکا اور اب یہ ارادہ ملتوی کر دیا گیا۔ کانگریس کا ستیہ گرہ چھوٹے پیمانے پر جاری ہے اور پنڈت جواہر لال نہرو بھی گرفتار ہو چکے ہیں۔ دیکھئے معاملہ کا رُخ پلٹتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ستیا گرہ بہت بڑھایا جائےگا۔

یوروپ میں ادھر جرمنی نے فرانس کو باقاعدہ برطانیہ کے خلاف کھڑا کرنا چاہا اور اسی سلسلے میں ہٹلر، پٹیاں اور جنرل فرینکو سے ملے بھی لیکن کوئی بات طے نہ ہو سکی۔ ہٹلر فرانس کو جو سہولتیں دینا چاہتا تھا اُتنی مسولینی نے شائد ناپسند کی۔ فرانس کے سابق صدر اور موجودہ وزیر خارجہ مسٹر لاول خاص طور سے جرمنی کے زیادہ حق میں ہیں۔ لیکن خود مارشل پٹیاں اوّل تو برطانیہ کے خلاف جرمنی کی علانیہ مدد کرنے کے خلاف ہیں دوئم شاید جرمنی کو زیادہ سہولتیں دینی نہیں چاہتے۔ بہر حال ابھی معاملہ طے نہیں ہے اُدھر برطانیہ کے دوست اور آزاد فرانس کے نمائندے جنرل ڈی گول نے فرانس کی افریقہ کی نوآبادی گیبن پر ادھر قبضہ کر لیا ہے اور فرانس کے سابق کمانڈر جنرل ویگان جو موجودہ فرانس کی طرف سے افریقہ کا انتظام کرنے گئے تھے وہ بھی اب جنرل ڈی گول سے مل جانے کے تیور دکھلا رہے ہیں۔ اُدھر انڈوچین پر بھی جنرل ڈی گول کا اثر بڑھ رہا ہے اور اگر انڈوچین ڈی گول کے زیر اثر آگیا تو برطانیہ کو زبردست امداد مل سکتی ہے۔ اُدھر جاپان انڈوچین کے خاص بندرگاہ پر قبضہ کر لینے کی فکر میں ہے تاکہ سنگاپور کے انگریزی بندرگاہ پر بھی دھکی پڑ سکے۔ اسپین بھی اپنی فوج بڑھا رہا ہے۔ اگرچہ ابھی اس نے برطانیہ کے خلاف جنگ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ظاہر کیا۔ پھر بھی فوج بڑھانے سے اس پر شبہ کیا جا سکتا ہے۔

اب یہ خبر آئی ہے کہ جنرل ویگان ابھی تک فرانس کے خلاف نہیں ہیں۔ مسٹر سینر وزیر خارجہ اسپین معاملہ طے کرنے کو پھر برلن جا رہے ہیں اور وزیر اعظم رومانیہ اسی خیال سے روم گئے ہیں۔ روس کے وزیر اعظم مسٹر مولوٹو جرمنی سے دو روز کے اندر روس واپس چلے گئے۔ ان کے بتیس افسران جو اُن کے ساتھ گئے تھے وہیں رہ گئے اور معاملات طے کر رہے ہیں۔ کہنے کو تو جرمنی کی طرف سے کہا گیا ہے کہ روس سے بہت سے معاملات طے ہوگئے ہیں لیکن بظاہر بہت کچھ اس مقصد میں وہ ناکام نظر آتا ہے۔ ترکی کی طرف سے کسی جوش کا مظاہرہ نہیں ہوا۔ روس جاپان یا روس و اٹلی کی بھی کوئی بات شائد طے نہیں ہوئی۔ روس نے جرمنی کے ہاتھ بہت سا مال بیچنے کا وعدہ گذشتہ سال کیا تھا۔ وہ مال ٹھیک ٹھیک نہیں پہنچ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ افسران اُسی کے بڑھانے کے لئے باتیں طے کرنے جرمنی گئے ہیں۔ ابھی کوئی بات طے تو نہیں ہے لیکن روسی وزیر اعظم کا برلن کا سفر بڑے معاملات کے خیالات سے جرمنی کو ناکام معلوم ہوتی ہے۔ ادھر برطانیہ کی ہوائی اور بحری فوج نے ادھر اٹلی کے تین بیٹل شپس (بہت بڑے جنگی جہاز) دو کشتی بحری جہاز اور دو تباہ کُن جہاز بیکار کر دیئے گئے اور کئی دیگر جہاز ڈبوئے ہیں۔ برطانی بحری فوج جتنی مصر کی طرف تھی اُس سے کہیں زیادہ بحری فوج اُدھر اٹلی کی تھی۔ پھر بھی اٹلی کو برطانی بحری بیڑے سے ٹکرانے کی جرأت نہیں ہوتی۔ اب اس بڑے نقصان سے اٹلی کی بحری قوت برطانی طاقت کے مقابلے میں بہت کم ہوگئی ہے۔ ان وجوہ سے اب اُدھر برطانی طاقت زیادہ نظر آنے لگی ہے۔ روسی وزیر اعظم اب پھر برطانیہ اور جرمنی دونوں سے معاملات طے کر رہے ہیں۔ سُنا جاتا ہے کہ جرمنی میں جتنی تجویزیں کی گئیں اُنھیں سُن کر اُنھوں نے غور کرنے اور روس کے ڈکٹیٹر اسٹیلن کی اجازت حاصل کرکے فیصلہ کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ ادھر برطانیہ کی تجویزیں روس کو گذشتہ اکتوبر میں مل چکی ہیں۔ سب باتوں پر غور کرنے کے بعد کہ روس کیا کرےگا یہ نہیں کہا جا سکتا۔ اٹلی اور جاپان سے ابھی کوئی روسی معاملات طے نہیں ہوئے۔ ادھر لنکا سے جو لوگ تجارت اور وہاں ہندوستانیوں کے حقوق کے متعلق بات چیت کرنے آئے تھے ان کا معاملہ طے نہیں ہو سکا۔ حکومت کا مطالبہ یہ تھا کہ جو ہندوستانی وہاں پانچ سال سے زیادہ عرصہ سے ہیں یا آئندہ ہوں انھیں لنکا والوں کی طرح حقوق ملنے چاہئیں۔ یہ بات لنکا والوں نے منظور نہ کی اور گفت و شنید کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

کھیتی باڑی

ٹماٹر کی کامیاب کھیتی

ازقلم مسٹر اسے۔ پی۔ سی بنکسٹر

ماہ اگست میں زمین کو ۱۸ انچ کی گہرائی تک پھاوڑوں سے کھود دینا چاہئے اور زمین کی زرخیزی کے مطابق حسب ضرورت کھاد ڈالدینی چاہئے اکتوبر کے وسط میں دوبارہ کھدائی کرکے زمین برابر کردیجائے اور نرسری کے تیار رکھے ہوئے چھوٹے پودے اس میں اکتوبر کے آخر میں لگادئے جائیں۔ پودوں میں ایک تنے کے علاوہ اور کوئی شاخ نہیں رکھنی چاہئے۔ میں کاشت میں اپنی



ٹماٹر کا ایک گچھا

کامیابی کا راز اسی ترکیب پر معمول کرتا ہوں اور سفارش کرتا ہوں کہ تمام ٹماٹر کی کاشت کرنے والے بھی پودے کی شاخوں کو توڑ دیا کریں۔ ایسا کرنے سے ایک ایکڑ میں پودوں کی زیادہ تعداد تعداد لگائی جا سکتی ہے۔ ہر ایک پودے کو زیادہ دھوپ اور ہوا مل سکتی ہے۔ پھل آسانی سے توڑا جا سکتا ہے اور پودوں کے درمیان کی زمین میں مزید فصلیں بوئی جا سکتی ہیں۔ اس طریقہ میں پودوں کی زیادہ دیکھ بھال کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے کہ ہر پودے کو سنبھالنے کے لئے ایک مضبوط لکڑی

اٹنے برابر میں لگائی جاتی ہے۔ ایک فٹ اونچا ہونے پر پودوں کے قریب ۷ فٹ اونچی مضبوط لکڑی لگا دینی چاہئے اور جیوں جیوں پودے بڑھتے جائیں ان کو اس لکڑی سے باندھتے رہنا چاہئے



ٹماٹر کی پھانک

اور اس پاس کی شاخوں کو توڑتے رہنا چاہئے اگر ٹماٹر کا پودھا اس طرح سے بڑھنے دیا جائے تو دس بارہ فٹ کی اونچائی تک پہنچ جائیگا لیکن پھل توڑنے کی آسانی کے لئے یہ ضروری ہے کہ ۶ ½ فٹ کی اونچائی پر پودے کی چوٹی کو توڑ دیا جائے۔ پودے باندھنے والی لکڑیاں ایک فٹ



ٹماٹر کے پودے

تک زمین میں اچھی طرح گاڑ دیجائیں۔ اس لئے کہ اس طریقہ پر اُگنے والے پودے بہت بھاری ہو جاتے ہیں اور زمین کے گیلا ہونے پر بعض اوقات لکڑیوں کو اپنے دباؤ سے گرا دیتے ہیں۔

میرے پودوں کو پتے مڑنے کی بیماری جوکہ دہلی کے اور باغوں میں بھی ہے ہو گئی تھی۔ اس بیماری کے تدارک کے لئے کوئی کیمیاوی دوا استعمال نہیں کی گئی۔ اسکے بجائے بیمار شدہ پتیوں کو توڑ کر جلا دیا گیا۔ ایک مہینہ تک ایسا کرنے کے بعد پودوں کو ان کی قسمت پر چھوڑ دیا گیا۔ پتیوں کو نکالتے وقت اس بات کا لحاظ رکھا گیا کہ بیمار شدہ پتیوں کو چھونے کے بعد تندرست پتیوں کو نہ چھونا چاہئے اس بیماری کے باوجود ٹماٹر کی بہت کافی پیداوار ہوئی۔

نمائش کے لئے ٹماٹر پیدا کرنے والوں کو دو باتوں کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے اوّل یہ کہ ٹماٹر کی کامیاب کاشت کے لئے پانی دینے کا اچھا انتظام کیا جائے اور زمین بالکل خشک نہ ہونے دیجائے۔ اگر کچھ عرصے کے لئے زمین خشک ہو جائیگی تو بڑھتے ہوئے پھلوں کی کھال پھٹ جائے گی دوئم یہ کہ زمین میں پہلے پہلے زیادہ کھاد نہیں ڈالنی چاہئے جس سے یہ نقص پیدا ہوتا ہے کہ پودوں میں پتے زیادہ نکل آتے ہیں اور پھل کم لگتا ہے۔

(ماخوذ از اخبار "انڈین فارمنگ" جولائی ۱۹۴۲ء)

نوٹ۔ اس مضمون کے ساتھ جو بلاک چھپے ہیں وہ میں ایل۔ آر۔ برادرس نرسری مین سہارنپور یو۔پی سے حاصل ہوئے ہیں۔

زمین کو پرتی رکھنے کے فوائد

از ڈاکٹر ڈبلو برنز ایگریکلچر کمشنر گورنمنٹ آف انڈیا

یہ بہت سے ممالک کا عام رواج ہے کہ زمین کی طاقت بڑھانے کے لئے کھیتوں کو سال کے کچھ مہینوں میں پرتی یعنی جوں کی توں چھوڑ دیا جاتا ہے اور اگرچہ ایک فصل آسانی کے ساتھ لی جا سکتی ہے لیکن اس کو کھیت خالی رکھنے کی وجہ سے نہیں بویا جاتا۔ پرتی رکھنا دو فصل کے اندر کھیت کے لئے ایک طرح کا روزہ ہو جاتا ہے۔ سر جان رسل نے لکھا ہے کہ انگلینڈ میں روتھامسٹڈ ایکسپریمنٹ اسٹیشن (Rothamsted Experiment station)

پر ایک کھیت ایسا ہے جس میں سنہ۱۹۰۹ء سے کوئی کھاد نہیں ڈالا گیا ہے اور جس میں سنہ۱۹۴۳ء سے گیہوں کی فصل ہر سال لی جاتی ہے سنہ۱۹۳۸ء میں اس کھیت کی پیداوار ۲۴٫۶ بشل فی ایکڑ ہوئی۔ لیکن اس کے ایک حصہ پر جو کہ سنہ۱۹۳۷ء میں پرتی رکھا گیا تھا۔ ۳۹٫۹ بشل فی ایکڑ پیداوار رہوئی خشک زمینوں کو پرتی رکھنا بہت مفید ہے۔ اس کا ثبوت رہتک کے ڈرائی فارمنگ اکسپریمنٹ اسٹیشن کے نیچے لکھے ہوئے اعداد سے ملتا ہے:۔

نقشہ نمبر ۱

روہتک فارم پر بارش کے اعداد

سال	بارش جون سے اکتوبر تک انچوں میں	سال کے باقی مہینوں کی بارش انچوں میں	میزان
سنہ۱۹۳۷ء	۱۲٫۹۲	۴٫۵۱	۱۷٫۴۳
سنہ۱۹۳۸ء	۶٫۷۳	۱٫۵۱	۸٫۲۴
سنہ۱۹۳۹ء	۷٫۳۵	۳٫۸۵	۱۰٫۲۰

نقشہ نمبر ۲

پیداوار فی ایکڑ پونڈوں میں

	باجرہ								گوار		
	سنہ۱۹۳۷ء		سنہ۱۹۳۸ء		سنہ۱۹۳۹ء چھوٹے دانے کی جلد پکنے والی قسم		سنہ۱۹۳۹ء منجھولے دانے والی قسم		سنہ۱۹۳۷ء	سنہ۱۹۳۸ء	سنہ۱۹۳۹ء
	دانہ	بھوسہ	دانہ	بھوسہ	دانہ	بھوسہ	دانہ	بھوسہ	دانہ	دانہ	دانہ
۱۔ کھیت پرتی کے بعد	۹۲۳	۴۴۸۰	۱۷	۶۹۵	۴۰۳	۹۰۴	۱۳۱	۱۹۱۹	۱۱۷۵	۲۱۴	۵۶۰
۲۔ فصل کے بعد	۳۵۰	۲۹۵۹	۰	۱۲۳	۲۹	۸۸۹	۱۰۶	۱۴۳۴	۹۸۱	۲۶	۳۷۹

اوپر لکھے ہوئے تجربے کے اعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ کھیت پرتی رکھنے سے دانہ اور بھوسہ زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ صوبہ بمبئی کے ڈرائی فارمنگ ریسرچ اسٹیشن واقع بیراپور میں فصل ربیع میں پیدا ہونے والی جوار جب کھیت کو پرتی رکھنے کے بعد بوئی گئی تو بغیر پرتی رکھے ہوئے ٹکڑے کے مقابلے میں زیادہ پیداوار ہوئی۔ سنہ۱۹۳۵-۳۶ء سے سنہ۱۹۳۹-۴۰ء تک ربیع والی جوار کی اوسط پیداوار نیچے لکھی جاتی ہے۔

	دانہ	کروی
۱۔ کھیت پرتی رکھنے کے بعد	۳۷۵ پونڈ	۹۱۰ پونڈ
۲۔ جوار کے بعد	۲۴۷ ”	۵۵۲ ”

گنے کی کاشت کے لئے زمین کو پرتی رکھنے کے مفید نتائج پادےگاؤں اکسپریمنٹ اسٹیشن صوبہ بمبئی میں تجربے سے معلوم ہوئے ہیں وہاں پر کھیت پرتی رکھنے کے بعد ۴٫۳۰ ٹن فی ایکڑ پیداوار بغیر پرتی رکھے ہوئے کھیت کے مقابلے میں حاصل ہوئی۔

(ماخوذ از اخبار انڈین فارمنگ ستمبر سنہ۴۰ء)

گڑ سدھار ٹریننگ کلاس کا جلسہ تقسیم اسناد

گڑ سدھار ٹریننگ کلاس بنارس کا جلسہ تقسیم اسناد رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی رجسٹرار محکمہ امداد باہمی یوپی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس جلسے کے لئے ہندو یونیورسٹی کا ایمفی تھیٹر منتخب کیا گیا تھا۔ کل اُمیدوار جو موجود تھے انکی تعداد تقریباً ۲ سو سے زیادہ تھے۔ یہ اس صوبے کے ۱۰ اضلاع سے بھیجے گئے تھے ان کو گڑ سدھارک کے بیج دئے گئے۔

چترویدی صاحب کی خدمت میں اُمیدوار نے ایک ایڈریس پیش کیا تھا۔ اُس کا جواب دیتے ہوئے موصوف نے سنہ۱۹۳۷ سے اب تک کی گڑ سدھار اسکیم کی تفصیل بتلائی۔ یہ اسکیم سنہ۱۹۳۷ء ہی سے شروع ہے۔ چترویدی جی نے فرمایا کہ یہ اسکیم ۷ ہزار دیہاتوں میں جاری ہے اور امید ہے کہ چند سال میں یہ ۲۰ ہزار دیہاتوں میں جاری ہو جائے گی آپ نے اس اسکیم کو وسیع پیمانے پر چلانے کے سلسلے میں پوری امداد دینے کا وعدہ کیا اور یہ فرمایا کہ کولھو بانٹنے اور گڑ کی فروخت کے لئے بنائی جانے والی کوآپریٹو سوسائٹیاں بڑے کام کی چیز ہیں۔ آپ نے گڑ میں پائے جانے والے مقوی جز کا بھی ذکر کیا موصوف نے رائے دی کہ اس وقت جبکہ ایکھ کی زیادتی کا مسئلہ اس صوبے کے سامنے موجود ہے اور گڑ کی قیمت گھٹنے والی ہے محکمہ صنعت وحرفت کو زیادہ گڑ کھاؤ کی تحریک شروع کرنی چاہئے چترویدی جی نے آخر میں فرمایا کہ اُمیدوار صرف گڑ کی صنعت کی ترقی ہی کا کام نہ کریں بلکہ دیہات کی تحریک زندگی سدھار میں بھی ہاتھ بٹائیں۔

کام کی کتابیں



ہمیں مندرجہ ذیل اخبارات، رسالے اور کتابیں موصول ہوئی ہیں۔ بھیجنے والوں کے ہم دل سے شکرگزار ہیں۔ ان میں جو کتابیں ہمارے خیال میں ہمارے ناظرین کے لئے مفید ہوں گی ان کا ہم ان صفحات میں خاص طور سے ذکر کریں گے۔ کتاب کی دو جلدیں آنی ضروری ہیں ورنہ صرف موصولی کا ذکر کیا جائے گا۔

نئی پود

مصنفہ جناب ازہر قدوائی

ضخامت ۱۹۶ صفحات قیمت ایک روپیہ (عہ)

یہ جناب ازہر قدوائی کے سولہ (۱۶) افسانوں کا مجموعہ ہے جس میں ایک ڈرامہ بھی شامل ہے۔ ابتدا میں "زمانہ اور قصے" کے عنوان سے ایک بصیرت افروز مضمون مقدمہ کی جگہ شامل ہے۔

سب افسانے ترقی پسند رجحانات کے حامل اور ترقی پسندی کے نام پر ہونے والی بدعنوانیوں سے یکسر پاک ہیں۔ ہر افسانے میں ہماری معاشرت کے کسی اہم پہلو پر بحث کی گئی ہے اور اگرچہ طرز بیان نہایت سادہ ہے تاہم ہر افسانہ پڑھنے کے بعد ہم اپنے کو افسانے سے کچھ متاثر ضرور پاتے ہیں یہی افسانہ نگار کی کامیابی کی دلیل ہے۔ برف ساوتری، زہرا، دیوار بیچ، اور بیوہ خصوصیت کے ساتھ کامیاب افسانے ہیں "نئی پود" ایک ڈرامہ ہے اور خصوصیت کے ساتھ پڑھنے کے لائق ہے۔ ہمارے خیال میں اس ڈرامہ کو کتاب میں سب سے پہلے جگہ دینی چاہئے تھی۔ کتاب شرکت ادبیہ دہلی کی طرف سے شائع ہوئی ہے اور مکتبہ جامعہ دہلی سے منگائی جا سکتی ہے۔

قومی نظمیں

یہ ۲۵ قومی نظموں کا مجموعہ ہے جو محمود علی خاں صاحب جامعی نے مرتب فرمایا ہے۔

اس مجموعے میں ہر قسم کی نظمیں ہیں یعنی کچھ سہل تو بچوں کے لئے۔ اس سے ذرا مشکل بڑے لڑکوں کے لئے۔ ایسی نظمیں بھی ہیں جو بلا کسی امتیاز کے عام اسکولوں کے کام آسکتی ہیں۔ نظموں میں ترنم کے علاوہ اس بات کا بھی خاص خیال رکھا گیا ہے کہ ان کے پڑھنے سے بچوں میں ایک زندگی اور جوش پیدا ہو۔

ضخامت ۵۶ صفحات

قیمت چار آنہ (۴)

ملنے کا پتہ

مکتبہ جامعہ دہلی

اخبار و رسالے

"دیہاتی" ہفت روزہ

اڈیٹر جناب رفعت ہاشمی

جوائنٹ اڈیٹر۔ شیدا کاشمیری

کرشن گوپال ساگر

پتہ

ہفت روزہ 'دیہاتی' لاہور

یہ پرچہ پہلے ماہوار رسالے کی صورت میں شائع ہوا تھا لیکن تین چار ماہ بعد کارکنان نے اسے ہفتہ وار اخبار کی شکل دے دی۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ یہ اہل دیہات کے لئے خاص طور سے نکالا گیا ہے اور اس کی ترتیب میں اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ مضامین عام فہم ہوں اور دیہاتیوں کے لئے مفید ہوں۔

ہمارے پیش نظر اس کا چھٹا نمبر ہے جس کا ہر ورق سہ رنگا ہے لیکن ہر ورق پر سوائے نام کے بقیہ سب میٹر انگریزی میں شائع کیا گیا ہے۔ اگر اڈیٹروں اور

پروپرائٹر کے نام انگریزی میں شائع کرنے کی خاص ضرورت سمجھی گئی تھی تو ہمارے خیال میں تصویروں کا تعارف ضرور اُردو میں کرانا چاہئے تھا کہ یہ چیز اخبار کا خاص جزو ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جب ہندوستان میں شہری باشندوں میں اپنی مادری زبان سے نوے فی صدی افراد نا واقف ہیں تو انگریزی میں غریب دیہاتی کیونکر پڑھ سکتے ہیں کہ یہ تصویر کس کی ہے اور اس تصویر کی اشاعت کا مقصد کیا ہے۔

مضامین میں حضرت تابش صدیقی کا "بحیرۂ روم اور برطانیہ" جناب شبلی کا "زمین کی سیلاب زدگی" اور جناب رحمت خاں تارڑ کا "آبپاشی کے طریقوں کا مقابلہ" اچھے ہیں۔ "حسین تخیل" ایک تاثر ہے جو ممکن ہے کہ عاشق مزاج نوجوانوں کے لئے دلچسپ ہو مگر غریب دیہاتیوں کے لئے محض بیکار۔ رفعت صاحب کا افسانہ "واپسی" پنجاب کے دیہات ہی کا رومان ہے اس لئے قارئین "دیہاتی" کو پسند آنا چاہئے۔ "چوپال" شائد مستقل عنوان ہے اور اس عنوان کے تحت غالباً ہر ہفتے قارئین کی تفریح طبع کے لئے دلچسپ اور مزاحیہ واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔ بہتر ہو اگر دیہاتیوں کی فطرت کے تاریک پہلو دکھانے کے بجائے اُن کے روشن پہلو دکھائے جائیں یا اُن کی واقفیت کے لئے شہروں کا وہ تاریک پہلو مزاحیہ انداز میں اُن کے سامنے پیش کیا جائے جن کے وہ غریب اکثر شکار ہوتے رہتے ہیں اور نقصان اُٹھاتے ہیں۔ "فلمستان" بھی مستقل عنوان ہے اور اگر یہ اس لئے نہیں قائم کیا گیا کہ فلمی اشتہارات حاصل کئے جائیں تو غالباً یہ پنجاب کے دیگر ہفتہ وار پرچوں کی محض تقلید ہے جس کی دیہاتی جیسے دیہاتیوں کے لئے شائع ہونے والے پرچے میں قطعی ضرورت نہیں۔

نظموں کی تعداد خاص ہے اور اختر شیرانی و اظہر امرتسری کی نظمیں اچھی ہیں۔ بحیثیت مجموعی پرچہ اچھا ہے اور اگر اسے ذرا اور محنت سے مرتب کیا گیا تو یہ دیہاتیوں کے لئے مفید اور کارآمد ہوگا۔

سہیل۔ (افسانہ نمبر)

رسالہ "سہیل" گیا کا خاص نمبر دیکھنے کے بعد اس کے افسانہ نمبر کے متعلق ہم نے جو توقعات قائم کر رکھی تھیں وہ بحمداللہ پوری ہوئیں۔ اس رسالے نے اپنی تھوڑی سی عمر میں جو حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ اس کا اندازہ اس کے خاص نمبروں کو دیکھ کر بآسانی ہو سکتا ہے۔

افسانہ نمبر میں اُردو کے مشہور اہل قلم کے ۲۶ افسانے، ۶ مقالات اور ۱۵ نظمیں جمع کی گئی ہیں۔ افسانہ نگاروں میں پروفیسر اختر اورینوی، مفتی گوہر شادانی، پیارے لال شاکر میرٹھی، ایم۔ اسلم۔ جناب مانپوری، سہیل عظیم آبادی، مرزا فدا علی خنجر، مرزا ادیب اور "رش" مظفرپوری کے نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ مقالات میں جناب جمیل احمد کندھاپوری اور جناب عطاءاللہ پالوی کے مقالات لائق مطالعہ ہیں۔ نظمیں بھی بیشتر اچھی ہیں ہم اتنا کامیاب افسانہ نمبر پیش کرنے کے لئے ادارۂ سہیل کی خدمت میں ہدیۂ مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

افسانہ نمبر کی ضخامت ڈیڑھ سو صفحات سے زیادہ ہے اور قیمت صرف دس آنے (۱۰/)

معاصر

نیا سنسار "کتاب گھر" سے عظیم الدین احمد صاحب کی ادارت میں ابھی ابھی اس رسالہ کا اجرا ہوا ہے۔ "تقریب" میں "معاصر" کے نصب العین کے متعلق لکھا گیا ہے کہ "معاصر کسی کا مقلد ہے نہ کسی کی برابری کا دعویدار۔ یہ نہ کسی کا حریف ہے نہ کسی کا جانبدار۔ اس کا مسلک صلح کل ہے۔ اس کی روش جدا ہوگی۔ یہ بلند معیار پیش کریگا اور اس معیار کو عملی شکل میں منعکس کریگا۔" یہ دعاوی محض زبانی نہیں ہیں بلکہ کارکنان محسوس کرتے ہیں کہ "یہ کام آسان نہیں۔ راہ میں ایسی دشواریاں حائل ہیں جنہیں یکبیک رفع کرنا غیر ممکن ہے۔ اس میں عجلت غیر مفید ہی نہیں بلکہ مہلک بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

زیر تبصرہ نمبر میں "بلند معیار" پیش کرنے کے دعوے کو صداقت کے ساتھ نباہنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقالات میں "اردو تنقید پر ایک نظر" "میر تقی میر کی شاعری پر ایک نظر" اچھے ہیں اور محنت سے لکھے گئے ہیں۔ دو افسانے ہیں جن میں ایک اختر اورینوی کا اوریجنل ہے اور کامیاب ہے۔ دوسرا ترجمہ ہے اور وہ بھی کافی کامیاب کہلانے کا مستحق ہے۔ ایک چینی ڈرامہ بھی اس اشاعت سے شروع ہوتا ہے۔ ایک بات خصوصیت کے ساتھ بہت کھٹکتی ہے کہ دو افسانوں اور ایک مقالے کے علاوہ بقیہ سب مضامین نامکمل ہیں۔ بہتر ہو اگر ایک اشاعت میں زیادہ سے زیادہ دو مقالے مسلسل شائع ہونے والے ہوں اور دو ایک مقالے مکمل ہوں ورنہ درمیان کا کوئی پرچہ بھی اُس وقت تک ہر شخص کے لئے بیکار رہوگا جب تک کہ وہ گذشتہ اور آئندہ پرچے بھی نہ دیکھے۔ اس کے لئے آسان صورت یہ ہوگی کہ افسانوں کی تعداد کم کردی جائے اگر ایک افسانہ کم کر دیا جاتا اور دوسرے نامکمل مضامین بھی نہ شائع کئے جاتے تو ایک مقالہ اس اشاعت میں مکمل ہو سکتا تھا۔

ہم "معاصر" کا بڑی خوشی سے خیر مقدم کرتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ "معاصر" جلد ہی اُردو ادب میں اپنے لئے وہ جگہ پیدا کرلے جس کا کہ وہ مستحق ہے۔

کتابت طباعت اچھی ہے۔

قیمت سالانہ چار روپیہ۔ ایک پرچہ چھ آنہ (۶)

ملنے کا پتہ:۔

نیا سنسار۔ کتاب گھر، بانکی پور، پٹنہ

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

پونے سات بجے سے ساڑھے سات بجے تک روزانہ (لکھنؤ اسٹیشن سے)

۱ دسمبر ۱۹۴۰ء بچوں کا جلسہ (دیہاتی بچوں کے لئے، بجکر ۱ منٹ تک خاص پروگرام) (انعامات) شری پھول چند۔ اپنی پسند (گانے اور نظمیں) بچے اپنی بات کاکا۔ دیہاتی گیت۔ شری بی پی سنہا۔ لکھنؤ پار۔ جناب اشتیاق احمد قریشی ... دیہاتی آرٹسٹ خبریں اور موسمی پیشنگوئی

۲ دسمبر ۱۹۴۰ء کہاروں کی پنچایت شری گیا پرشاد اور پارٹی۔ لڑائی کی خبریں پیٹے اور گھسیٹے۔ شادی جہیز کی رسم پر لکھا ہوا ایک ڈراما شری آنند پرشاد مشر۔ جہیز کی قربانی نظم شری بنسی دھر شکل۔ خبریں اور موسمی پیشنگوئی

۳ دسمبر ۱۹۴۰ء رام نام امرت (رامائن) شری رامیشور باجپئی۔ تمہارا خط ملا۔ سننے والوں کے خطوط اور انکے جواب ... (کورس) دیہاتی رتن دکھ بھری کہانی جناب اسرار حسین رام ملائی جوڑی (چوتھا حصہ نکتو کا بیاہ) از شری بدھی بھد۔ خبریں اور موسمی پیشنگوئی

۴ دسمبر ۱۹۴۰ء سپنے کی نگری۔ اصلاح شدہ گاؤں کی زندگی کی ایک تصویر۔ اب جاگو بھائی۔ کورس۔ تقریر۔ مسٹر ڈی۔ ایس متھر راگ رنگ سبھا۔ سوہر شری گومتی پرشاد مشر برہا۔ شری ٹیکا اہیر۔ لچاری۔ شری جنگ بہادر۔ خبریں اور موسمی پیشنگوئی۔

۵ دسمبر ۱۹۴۰ء بھگت ریداس (خاص پروگرام) ریداس کے بھجن۔ شری رام جی داس اور پنچ منڈلی۔ بھگت ریداس۔ تقریر۔ از رسول احمد صاحب ابودہ۔ دھرم سندیش (نظم) شری بنسی دھر شکل۔ ریداس کی سوانح حیات۔ دیہاتی دکشت۔ بھگت کی یاد میں (گیت اور کورس) جناب عبد الحفیظ اور پنچ منڈلی۔ خبریں اور موسمی پیشنگوئی۔

۶ دسمبر ۱۹۴۰ء میرے پیارے محمد (گیت اور کورس) جناب رحمت اللہ خاں اور پارٹی جناب مرتضیٰ حسین و عبد الحفیظ لڑائی کی خبریں۔ پیٹے اور گھسیٹے۔ ناٹک شری نوپ شرما۔ خبریں اور موسمی پیشنگوئی۔

۷ دسمبر ۱۹۴۰ء پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) دیہاتی گیت اور کورس محترمہ ... تارا دیوی۔ محترمہ شیلا وتی معہ پارٹی چپا سکھ۔ محترمہ سوشیلا اور محترمہ شانتا۔ بہنو تمہارا خط ملا۔ (سامعین کے خطوط اور ان کے جواب) محترمہ پدما دیوی

۸ دسمبر ۱۹۴۰ء بچوں کا جلسہ (دیہاتی بچوں کے لئے، بجکر ۱ منٹ تک خاص پروگرام) مارچنگ گیت۔ دھرو شری رام شنکر۔ بچوں کی پسند گانا۔ نظم اپنی بات کاکا۔ مدھر بانسری (کورس) جناب سجاد احمد معہ پنچ منڈلی۔ تقریر از ڈاکٹر اے۔ آر۔ علوی۔ دیہاتی گیت جناب نرسنگھ بہادر۔ خبریں اور موسمی پیشنگوئی۔

۹ دسمبر ۱۹۴۰ء پاسیوں کی پنچایت چھیدا پاسی معہ پارٹی۔ غزلیں تقریر از شری رام گوپال شرما۔ جیون سمسیا (ناٹک) دیہاتی آرٹسٹ۔ کسان کی کہانی۔ نظم۔ شری بنسی دھر شکل۔ خبریں اور موسمی پیشنگوئی

۱۰ دسمبر ۱۹۴۰ء رام چرت مانس (رامائن) تمہارا خط ملا۔ سامعین کے خطوط اور ان کے جواب۔ پوربی گیت اور سوہر شری گومتی پرشاد و جنگ بہادر۔ چار نشے باز۔ شری رام سرن سورگ یاترا۔ شری سینگ مہاراج

لڑائی کی خبریں۔ پیٹے اور گھسیٹے۔ خبریں اور موسمی پیشنگوئی۔

۱۱ دسمبر ۱۹۴۰ء۔ بھگت سورداس (خاص پروگرام) سورداس کے بھجن۔ شری مراری لال اور پنچ منڈلی۔ سور سندیش۔ نظم۔ شری بنسی دھر شکل۔ بھگت سور والمی۔ تقریر۔ از شری ماکھن لال۔ سورداس کی سوانح حیات شری بدھی بھدر سور کی یاد میں۔ شری مراری لال معہ پنچ منڈلی خبریں اور موسمی پیشنگوئی۔

۱۲ دسمبر ۱۹۴۰ء بچوں کی بات چیت شری نرائن معہ پنچ منڈلی۔ جیسوارے گیت۔ پنڈت نوال شنکر۔ حوصلہ۔ تقریر از شری بھارت سنگھ یادو۔ سکھ سپنا (نظم اور گانا) شری بنسی دھر معہ پنچ منڈلی لڑائی کی خبریں۔ جناب اسرار حسین خبریں اور موسمی پیشنگوئی۔

۱۳ دسمبر ۱۹۴۰ء ناٹک، گیت اور قوالی۔ جناب مرتضیٰ حسین معہ پنچ منڈلی کھیتی لسانی۔ شری بنسی دھر شکل۔ دیہاتی گیت۔ شری رام اجاگر۔ بلیدان (ناٹک) از شری بدھی بھدر۔ ہے مانس تن دھاری نظم شری بنسی دھر شکل۔ خبریں اور موسمی پیشنگوئی۔

۱۴ دسمبر ۱۹۴۰ء۔ پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) بھجن اور کورس۔ محترمہ رادھا دیوی۔ محترمہ سوشیلا وید معہ پارٹی۔ گھنے کی کھاج۔ محترمہ شیلا و شانتا۔ ڈھولک کے گیت۔ محترمہ سروجنی دیوی معہ پارٹی و محترمہ بھگوتی دیوی معہ پارٹی۔ اوجھا کا بروان محترمہ پدماوتی۔ بھجن اور گیت از گیا کماری بہنو تمہارا خط ملا۔ سامعین کے خطوط اور انکے جواب۔

۱۵ دسمبر ۱۹۴۰ء بچوں کا جلسہ (دیہاتی بچوں کے لئے، بجکر ۱ منٹ تک خاص پروگرام) کھیت کی سیر۔ کاکا اور بچے۔ گڑیا کی برات۔ شری بچہ لال۔ اپنی اپنی پسند۔ نظم اور گانا۔ اپنی بات۔ کاکا۔

پور بی۔ شری بی۔ پی۔ شری واستو
منتر پکا کفر پکا۔ از ڈاکٹر
شریف الحسن صاحب۔ بھجن اور
کورس جناب مختار احمد۔

۱۶؍دسمبر ۱۹۴۰ء دیہاتی کوی سمیلن
شری رگیش، پنڈت رام دت، دیہاتی
جی، شری برج نندن نرائن، جناب خلیق الدین
شری موہن اور پنڈت رام نریش ترپاٹھی۔

۱۷؍دسمبر ۱۹۴۰ء۔ راماین۔ خانگی صنعت
وحرفت۔ جناب اسرار النبی۔ تمہارا خط ملا۔
سامعین کے خطوط اور ان کے جواب۔
بھجن اور کیرتن۔ شری رامیشور باجپئی و
دیہاتی آرٹسٹ۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی

۱۸؍دسمبر ۱۹۴۰ء کورس۔ پنچ منڈلی
لڑائی کی خبریں پیپے اور چھپے۔ دیہاتی گیت
شری گومتی پرشاد مشر۔ غزیں۔ شری
بی اے کپور۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔

۱۹؍دسمبر ۱۹۴۰ء کوریوں کی پنچایت
شری للّٰہ اور پارٹی۔ ہم شہر دیکھ آئے۔
(نظم) جناب بنسی دھر۔ برہا اور بچاری
جناب جنگ بہادر اور دیہاتی آرٹسٹ
اپنا آپ سدھار (پہلا حصہ) شری بدھی بھدر
کی تقریر۔ گانا از پیپے اور چھپے۔ خبریں
اور موسمی پیشینگوئی۔

۲۰؍دسمبر ۱۹۴۰ء یاد حبیب (نعت قوالی)
جناب مرتضیٰ حسین اور پنچ منڈلی۔ سنیما
دیکھنا۔ شری بنسی دھر شکل۔ ناٹک۔
نظام الدین۔ صاحب ندوی۔ راول ناچ
اور گانا۔ پنچ منڈلی۔ لڑائی کی خبریں۔
موسمی پیشینگوئی اور خبریں۔

۲۱؍دسمبر ۱۹۴۰ء پنگھٹ (دیہاتی
عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام)
بھجن و کورس۔ محترمہ ایچ کنتا دیوی محترمہ
پدماوتی معہ پارٹی۔ بچوں کی دیکھ بھال
محترمہ رئیس جہاں کی تقریر۔ الاہنا۔ ویدی
بہنو تمہارا خط ملا۔ سامعین کے خطوط اور
ان کے جواب۔

۲۲؍دسمبر ۱۹۴۰ء۔ بچوں کا جلسہ
(دیہاتی بچوں کے لئے، بجکر دس منٹ تک
خاص پروگرام) مارچ کرو اور گاؤ۔ بہادر
لڑکا۔ کاکا۔ بچوں کا انتخاب۔ اپنی بات
(محنت کرو۔ نظم) جناب محمد غنی۔ لڑائی کی
خبریں۔ پیپے اور چھپے۔ بھجن شری رام جی
داس۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔

۲۳؍دسمبر ۱۹۴۰ء مہاکوی گھاگھ۔
کوی کی یاد میں (کورس اور نظم) پنچ
منڈلی۔ گھاگھ اور اس کا کام۔ تقریر
شری کورس شنکر پانڈے۔ گھاگھ سندیش
شری بدھی بھدر۔ گھاگھ کہیں۔ شری
بی۔ پی۔ سنہا۔ شری بی۔ پی۔ شری واستو۔
شری سوشیلا ودیہ، شری گومتی پرشاد۔ شری
بنسی دھر اور جناب جنگ بہادر۔ خبریں
اور موسمی پیشینگوئی۔

۲۴؍دسمبر ۱۹۴۰ء بھجن اور آلھا
شری رام آسرے اور شری رام ہزاری
تمہارا خط ملا۔ سامعین کے خطوط اور ان
کے جواب۔ راماین جناب جنگ بہادر
ہوا اور پانی۔ سردار کرتار سنگھ۔ نظم
شری بنسی دھر۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔

۲۵؍دسمبر ۱۹۴۰ء لڑائی کی خبریں۔
پیپے اور چھپے۔ دیہاتی گیت۔ شری رام
آسرے۔ کئی سال بیتے (تیسرا حصہ) بست
بسنت کی کہانی۔ شری بدھی بھدر۔ خبریں
اور موسمی پیشینگوئی۔

۲۶؍دسمبر ۱۹۴۰ء ان کی خاص پسند
شری رام آسرے اور شری رامیشور چکبند
تقریر از مسٹر بی این بیری۔ اپنا آپ
سدھار (دوسرا حصہ) ننّی کاکا۔ پنچ منڈلی
من کی امنگ۔ لڑائی کی خبریں۔ گانے
پیپے چھپے۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔

۲۷؍دسمبر ۱۹۴۰ء۔ نعت: قوالی۔ جناب
مرتضیٰ حسین معہ پارٹی۔ مزدوری۔ شری
گنگا دیال شری واستو۔ پنچایت پر نظم۔ شری
بنسی دھر۔ دیہاتی گیت۔ شری کرشن کمار
شکل۔ لڑائی کی خبریں۔ خبریں اور موسمی
پیشینگوئی۔

۲۸؍دسمبر ۱۹۴۰ء پنگھٹ (دیہاتی عورتوں
کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) گیت اور
باز۔ محترمہ رادھا دیوی سوشیلا ودیہ اور
پارٹی۔ اپنے گھر کو قاعدے سے رکھو۔
محترمہ ساوتری دلارے لال۔ دُکھیا
محترمہ سشیلا وتی۔ بہنو تمہارا خط ملا۔

۲۹؍دسمبر ۱۹۴۰ء بچوں کا جلسہ (دیہاتی
بچوں کے لئے، بجکر ۱۰ منٹ تک کا خاص
پروگرام) مارچ کرو اور گاؤ۔ لڑکوں کی
پسند۔ شری رام شنکر۔ شری بھیا بھرجی
اور دیگر لوگ۔ اپنی بات۔ کاکا۔ گنپت
کی شادی۔ دیہاتی گیت۔ جناب
جنگ بہادر۔ خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔

۳۰؍دسمبر ۱۹۴۰ء۔ راگ رنگ سبھا۔
بھجن شری رام آسرے۔ بھجن جناب جنگ بہادر
بانی ننّی کاکا۔ لڑائی کی خبریں۔ بڑا اشا
ناٹک۔ شری بچن سنگھ۔ خبریں اور موسمی
پیشینگوئی۔

۳۱؍دسمبر ۱۹۴۰ء۔ دیہاتی گیت۔
جناب مختار احمد۔ محبت۔ جناب طبیب
الہ آبادی۔ گیت۔ شری رام جی داس
مذاقیہ گیت۔ جناب ممتاز علی۔
تمہارا خط ملا۔ راماین۔ جناب جنگ بہادر
خبریں اور موسمی پیشینگوئی۔

کچھ زرعی مسائل

(از پروفیسر شنکر سہائے سکسینہ ایم اے ایم کام)

گذشتہ سو سال سے اس ملک میں آبادی بڑھ رہی ہے اور ہندوستان کی صنعت و حرفت بھی اسی کے ساتھ ختم ہوتی گئی۔ جو لوگ دوسری صنعتوں سے پیشہ ور تھے چونکہ ان سے ہٹے ہوئے لوگوں کو زراعت کی پناہ لینی پڑی۔ اس سے ملک کی اقتصادی تنظیم بھی ختم ہو گئی۔ بیشتر لوگوں نے کھیتی ہی پر قناعت کر لی۔ کھیتی پیشہ سے زمین کی مانگ بہت زیادہ بڑھ گئی اور کھیتی کے قابل زمین کم پڑ گئی۔

آبادی کے بہت زیادہ کھیتی پر قائم رہنے کے تین خوفناک نتائج ہوئے۔

(۱) بیشتر کسانوں کے پاس اتنی کم زمین ہے کہ اس پر کھیتی کرنے سے فائدہ نہیں ہو سکتا۔

(۲) دیہاتوں میں بتدریج ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا جس کے پاس کھیتی کے لئے زمین نہیں ہے بلکہ وہ مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالتا ہے۔

(۳) جو بھی تھوڑی بہت زمین کسانوں کے پاس ہے وہ بھی ایک چک میں نہیں ہے بلکہ منتشر ہے جس سے کھیتی کی ترقی نہیں ہو سکتی۔

بے نفع کھیتی۔ خیال کیجئے کہ ایک کسان کے کنبے میں چھوٹے بڑے سب ملا کر پانچ افراد ہیں اور ان کی مدد سے وہ چالیس بیگھہ زمین جوت سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اسکو ہر حالت میں بیلوں کی ایک جوڑی تو رکھنی ہی ہوگی۔ اگر یہ فرض کر لیں کہ بیلوں کی ایک جوڑی سے ۴۰ بیگھہ کھیتی کی جا سکتی ہے تو اس کسان کے پاس کم از کم ۴۰ بیگھہ کھیتی تو ہونی ہی چاہئے۔ اگر اس کے پاس صرف دس بیگھہ ہی کھیتی ہے تو بیگھہ کے علاوہ اس کے بیلوں کا خرچ چوگنا پڑے گا ساتھ ہی کسان بھی بیکار رہے گا۔ دوسرے لفظوں میں دس بیگھہ کھیتی کرنا مفید نہ ہوگا۔ چنانچہ ہر ایک کسان کے پاس کم از کم اتنی زمین تو ہونی ہی چاہئے کہ اس کے گھر والوں کو اور اس کو پورا کام مل سکے جب تک کسان کے پاس کافی زمین نہیں ہوگی اس وقت تک کھیتی کرنے میں نفع نہیں ہو سکتا۔ بدقسمتی سے ہندوستان میں بیشتر کسانوں کے پاس اتنی کم زمین ہے کہ اس پر کھیتی کرنے سے فائدہ ہی نہیں ہو سکتا۔

سرکاری تحقیقات کے مطابق مختلف صوبوں میں ہر ایک کسان کے پاس حسب ذیل زمین تھی۔

یو پی	۲.۵ ایکڑ
آسام	۳ ایکڑ
بہار	۳ ایکڑ
بنگال	۲ ایکڑ
مدراس	۴.۵ ایکڑ
سی پی	۸.۵ ایکڑ
پنجاب	۹ ایکڑ
بمبئی	۱ ایکڑ

مذکورہ بالا فہرست سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ بیشتر صوبوں میں فی کسان اوسط جوت دس ایکڑ سے کم ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ بیشتر کسانوں کے پاس اوسط سے بھی کم زمین ہے۔ اتنی کم زمین پر کھیتی کر کے کسان فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ کسان کی مالی حالت درست ہو تو ہمیں یہ مسئلہ حل کرنا ہوگا۔ لیکن اس مسئلہ کا حل کرنا آسان نہیں ہے اب تک جو کوششیں بھی کی گئی ہیں وہ ناکام رہی ہیں۔ اس کا ایک ہی حل ہے اور وہ ہے ملک کی صنعتی ترقی۔ اگر ملک میں صنعتی ترقی ہو تو بہت آبادی صنعت و حرفت میں کام پا جائیگی اور زمین پر آبادی کا جو بہت زیادہ بار ہے وہ ہلکا ہو جائے گا۔ دوسرے ہندوستانیوں کی موجودہ تنظیم نقائص سے پر ہے۔ تین چوتھائی آبادی کا صرف کھیتی پر قائم رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ کھیتی غیر مستقل پیشہ ہے۔ کسی بھی قدرتی سبب سے فصل برباد ہو سکتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملک کا سارا اقتصادی نظام ہل اٹھتا ہے اور بیشمار آبادی کے بھوکے رہنے کی نوبت آجاتی ہے۔ اگر کسی سال فصل خراب ہو جاتی ہے تو بیشمار آبادی کی قوت عمل ختم ہو جاتی ہے، دیسی ملوں کے مال کی فروخت کم ہو جاتی ہے درآمد کی تجارت بھی کم ہو جاتی ہے۔ ہندوستان کھیتی کی پیداوار کو غیر ممالک میں بھیجتا ہے چنانچہ فصل کے برباد ہونے پر برآمد کی تجارت بھی کم ہو جاتی ہے۔ ریلوے کو مال ڈھونے کے لئے کم سامان ملتا ہے اور گاؤں کا رہنے والا تیرتھ یاترا اور میلوں میں کم جاتا ہے۔ حکومت کو مالگذاری میں چھوٹ دینی پڑتی ہے۔ بجٹ میں خسارہ ہوتا ہے اور اگر بدقسمتی سے کسی حصے میں قحط پڑ گیا تو کروڑوں روپیہ شاہی خزانہ سے قحط زدہ علاقوں میں امداد کے لئے تقسیم کرنا پڑتا ہے۔ مختصر یہ کہ ہندوستان کا سارا اقتصادی نظام ہی زراعت پر منحصر ہے۔ یہ صورت حال کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ قطعی نہیں ہے کہ کھیتی کو ترقی نہ دی جائے۔ کھیتی مستقبل میں بھی ہندوستان کا خاص پیشہ رہے گا۔ لیکن زمین پر آبادی کا اتنا زیادہ بار ہے کہ زمین اس کو برداشت نہیں کر سکتی۔ ہندوستان میں کھیتی کے قابل جتنی بھی زمین ہے اگر اس کو آبادی میں تقسیم کریں تو فی انسان دو تہائی ایکڑ زمین کا اوسط آتا ہے۔ دنیا میں کوئی ملک بھی اتنی کم زمین کے ذریعے ایک فرد کی پرورش نہیں کر سکتا۔

کسی بھی ملک میں خام مال (کھیتی کی پیداوار، معدنیات اور مچھلیاں) پیدا کرنے والے پیشوں اور پختہ مال تیار کرنے والے پیشوں کی ساتھ ساتھ ترقی ہونی چاہئے۔ ان ہر دو قسم کی صنعتوں کی اگر ایک ساتھ ترقی نہیں ہوگی تو نہ تو دونوں کی پوری پوری ترقی ہو سکے گی اور نہ ملک کا اقتصادی ڈھانچہ مضبوط بنا رہ سکے گا۔ اسی طرح اگر صرف پختہ مال تیار کرنے والی صنعتوں ہی کی ترقی کی جائے تو وہ بھی مفید ثابت نہیں ہوگا۔ دونوں قسم کی صنعتوں کا متناسب ہی ترقی کے لئے ضروری ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ ہندوستان میں صنعتی ترقی کی سخت ضرورت ہے۔ ملک میں صنعت و حرفت کی ترقی اسلئے ضروری نہیں کہ اس ملک کی غریبی کا سوال حل ہوگا بلکہ اس لئے بھی کہ اس کے بغیر کھیتی کی ترقی نہیں ہو سکتی۔

کھیت کے مزدوروں کا سوال۔ یہ تو پہلے ہی بتلایا جا چکا ہے کہ برطانی حکومت میں صنعت و حرفت کے برباد ہو جانے اور آبادی کی ترقی کے باعث زمین پر آبادی کا بار بہت بڑھ گیا ہے اور اس کا ایک خراب نتیجہ یہ ہوا کہ دیہاتوں میں ایک طبقہ ایسا پیدا ہو گیا جس کے پاس کھیتی کے لئے زمین نہیں ہے اور جو ادھر ادھر مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالتا ہے۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ ایسے

مزدوروں کی آبادی گذشتہ ۵۰ سال میں بڑھتے بڑھتے تقریباً ۷ کروڑ تک پہنچ گئی ہے۔ درحقیقت بہت قابل رحم ہے۔ جوتائی اور کٹائی کے وقت ان مزدوروں کو دیہاتوں میں مزدوری مل جاتی ہے ورنہ یہ لوگ قریب کے شہروں اور قصبوں میں گھاس لکڑی بیچ کر یا مزدوری کر کے اپنی گذر کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو کبھی پیٹ بھر کھانا نہیں ملتا اور نہ ان کو کپڑا ہی نصیب ہوتا ہے۔ یہ طبقہ ملک کے لئے مستقبل میں ایک خوفناک مصیبت ثابت ہوگا اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے۔ بدقسمتی سے اس طبقے کی تعداد تیزی سے بڑھ رہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ملک میں فقیروں، سادھوؤں اور سنیاسیوں اور طوائفوں کی تعداد بھی اس طبقے کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ اس طبقے کا تیزی سے بڑھنا ہی ملک کی بڑھتی ہوئی غریبی کا ثبوت ہے۔ اس ملک کی تباہ حالی کا پتہ تو اسی سے لگ جاتا ہے کہ اس میں قرضدار بہت کم ہیں۔ اس کا سبب یہ نہیں کہ اس کی مالی حالت اچھی ہے بلکہ یہ ہے کہ اس کی مالی حالت اتنی افسوسناک ہے کہ کوآپریٹو سوسائٹی یا مہاجن کو بھی اسے اس قابل نہیں سمجھتا کہ اس کو قرض دیا جائے۔ ایسی حالت میں اگر ملک میں ایسے لوگوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے جو دوسروں کی روٹی پر گذر کرتے ہیں تو کوئی تعجب نہیں۔

بے زمین مزدوروں کا مسئلہ حل کرنے کا بھی واحد ذریعہ ملک کی صنعتی ترقی ہی ہے۔ صنعتی ترقی سے صرف یہی مراد نہیں ہے کہ ملک میں صرف کارخانے ہی قائم کئے جائیں۔ جب کبھی ملک کی صنعت و حرفت کی اسکیم تیار کی جائیگی اس وقت خانگی صنعت و حرفت کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں خانگی صنعتیں جس طرح آج ملک میں جاری ہیں اس شکل میں وہ مستقبل میں جاری نہ رہ سکیں گے۔ ہمیں خانگی صنعتوں کو بالکل نئی شکل دینی ہوگی۔ کچھ بھی ہو۔ مذکورہ بالا دونوں مسئلوں کا واحد حل ملک کی صنعتی ترقی پر منحصر ہے۔

بکھرے ہوئے کھیتوں کا مسئلہ۔ زمین پر آبادی کے بڑھتے ہوئے بار کا تیسرا نتیجہ یہ ہوا کہ کھیتوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوگئے ہیں اور ہر ایک کسان کے پاس کی ساری زمین ایک جگہ ہونے کے بجائے دور دور پر چھوٹے چھوٹے کھیتوں میں منقسم ہوگئی ہے۔ ان بکھرے ہوئے کھیتوں کے مسئلے نے آج ملک میں بڑی شکل اختیار کر لی ہے۔ اگر کسی کسان کے پاس پندرہ بیگھ زمین ہے تو وہ ایک ہی جگہ نہ ہو کر مختلف مقامات پر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں منقسم ہے۔ کہیں کہیں تو یہ بکھرے ہوئے کھیتوں کے ٹکڑے اتنے چھوٹے رہ گئے ہیں کہ ان پر کھیتی کرنا ناممکن ہوگیا ہے۔ بمبئی اور پنجاب میں کھیت کہیں کہیں تو تین چار مربع گز کے رہ گئے ہیں اور ایسے بھی کھیت پائے جاتے ہیں جو میل بھر لمبے اور چند گز چوڑے ہیں اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس قسم کے کھیت کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ درحقیقت ایسے کھیت تعداد میں بہت کم ہیں۔ لیکن اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ بات کتنی نقصان دہ ہے اگرچہ مذکورہ بالا مثالیں بہت ہی کم ہیں تاہم چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی اتنی کثرت ہے کہ بیشتر کھیت بہت چھوٹے چھوٹے رہ گئے ہیں صوبہ بمبئی میں موضع پیپلا سوداگر کی اقتصادی تحقیقات کرنے پر مشہور ماہر اقتصادیات ڈاکٹر ہیرالڈمین نے لکھا ہے کہ ۱۵۶ کسانوں کے پاس ۷۲۹ ٹکڑے تھے، جن میں ۴۶۳ ایک ایکڑ کے تھے اور ۱۱۱ ٹکڑے تو صرف چوتھائی ایکڑ ہی کے تھے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کسان کے پاس زیادہ تر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوتے ہیں جو دور دور پر بکھرے ہوتے ہیں۔

کھیتوں کے بکھرے ہونے سے کھیتی کی ترقی ناممکن ہو جاتی ہے۔ کسان کے وقت، محنت اور سرمایہ کا اتنا ناجائز خرچ ہوتا ہے کہ یہ امید کرنا کہ کھیتوں کے بکھرے ہونے پر بھی سائنٹفک طریقے سے کھیتی ہو سکے گی محض وہم ہے۔

بکھرے ہوئے کھیتوں سے حسب ذیل نقصانات ہوتے ہیں:۔

(۱) کسان آبپاشی کے لئے کنواں نہیں بنا سکتا کیونکہ ہر ایک چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پر کنواں کھودنا ممکن نہیں ہے۔ اگر سب کھیت ایک ہی جگہ پر ہوں تو وہ ایک ہی کنوئیں سے سب کو سینچ سکتا ہے۔

(۲) کسان کا بہت سا وقت ایک کھیت سے دوسرے کھیت پر جانے میں ضائع ہو جاتا ہے۔ کھیتوں پر راستے نہیں ہوتے لہذا کسان کو دوسروں کے کھیتوں سے ہو کر اپنے ٹکڑوں پر جانا پڑتا ہے اس سے جھگڑے ہوتے ہیں اور مقدمہ بازی ہوتی ہے۔

(۳) بکھرے ہوئے کھیت ہونے کے باعث کسان اپنی فصل کی رکھوالی نہیں کر سکتا۔ اگر اس کے سارے کھیت ایک ہی جگہ پر ہوں تو وہ سب کی رکھوالی کر سکتا ہے۔ یہی نہیں چھوٹے چھوٹے کھیتوں کی باڑھ لگانا بھی ممکن نہیں ہوتی اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مویشی کھیت کو برباد کر دیتے ہیں۔

(۴) چھوٹے چھوٹے بکھرے ہوئے کھیتوں کی مینڈیں بنانے میں بہت سی زمین خراب ہوتی ہے۔

(۵) چھوٹے چھوٹے اور بکھرے ہوئے کھیتوں کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ کسان کو اپنے پڑوسیوں کے طریقے ہی سے کھیتی کرنی پڑتی ہے۔ جو چیز پڑوسی بوتا ہے وہی اسے بھی بونا پڑتا ہے کیونکہ اگر پڑوسی جلدی تیار ہونیوالی چیز بوتا ہے تو وہ فصل پہلے کاٹ لے گا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسکے کھیت پر مویشی چرنے لگیں گے اور دیر سے تیار ہونیوالی فصل کو خراب کرینگے، یہی ہی نہیں اگر پڑوسی لاپرواہ ہے تو اسکے کھیت میں پیدا ہونے والی گھاس اچھے کسان کے کھیت میں بھی پھیل جائیگی۔

(۶) کھیتوں کے بکھرے ہونے سے کسان اپنے کھیت پر نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ وہ کھیتوں کی اچھی طرح دیکھ بھال بھی نہیں کر سکتا۔ مختصر یہ کہ بکھرے ہوئے کھیتوں کے باعث معمولی کھیتی کی خرابی تو ہوتی ہی ہے اور سائنٹفک طریقے سے تو کھیتی ہو ہی نہیں سکتی۔

کھیتوں کے بکھرے ہونے کا خاص سبب یہ ہے کہ ہندو اور مسلم وراثت کے قانون کے مطابق ہر ایک لڑکے کو اپنے باپ کی جائداد میں سے برابر برابر حصہ ملتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی کے

پاس چار چار بیگھ کے پانچ کھیت ہیں۔ اور اس کے چار لڑکے ہیں تو اس کی موت کے بعد وہ پانچ کھیت بیس چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں منتشر ہو جائیں گے۔ کیونکہ ہر ایک لڑکا ہر ایک کھیت میں سے اپنا حصہ بانٹ لے گا۔ بات یہ ہے کہ ایک لڑکے کو ایک کھیت دینے سے اطمینان نہیں ہوتا اسلئے ہر ایک حصہ دار ہر ایک کھیت میں سے حصہ لینا چاہے گا۔ جیسے جیسے مغربی تہذیب کا اثر ہندوستان پر پڑتا گیا ہے ویسے ویسے یہاں کے مشترکہ کنبے کا رواج ختم ہوتا گیا ہے۔ اس طرح زمین کی تقسیم ناگزیر ہو گئی اور کسانوں کے کھیت منتشر ہوتے گئے۔

ہر ایک صاحب عقل انسان بکھرے ہوئے کھیتوں کے نقصانات کو محسوس کرتا ہے لیکن اس کے انسداد کا مکمل علاج کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔ اگر یہ قاعدہ بنا دیا جائے کہ موروثی جائداد کا مالک بڑا لڑکا ہی ہوگا تو یہ دشواری ہوگی کہ چھوٹے بھائی کیا کریں۔ اس کے علاوہ ہندو اور مسلمان اس قسم کے حق وراثت میں تبدیلی کبھی پسند نہ کریں گے۔ کچھ عرصہ ہوا کہ صوبہ بمبئی میں حکومت نے اس قسم کا ایک قانون (اسمال ہولڈنگس ایکٹ) بنانے کی کوشش کی تھی۔ اس قانون کے مطابق ہر ضلع میں ایک مقررہ زمین کی مال جوت مقرر کر دی جاتی اور کوئی شخص بھی جس کی زمین اس مال جوت کے برابر ہوتی اس کی رجسٹری کرا سکتا تھا۔ رجسٹری کرا دینے کے بعد مستقبل میں اس کی تقسیم نہیں ہو سکتی تھی لیکن اس مجوزہ قانون کی اتنی مخالفت ہوئی کہ حکومت کو اپنی کوشش ترک کر دینی پڑی۔ کچھ لوگ یہ تجویز کرتے ہیں کہ بڑا بھائی چھوٹے بھائیوں کا حصہ خرید لے لیکن اس میں دو دقتیں ہیں اول تو یہ کہ بڑے بھائی کے پاس اتنا سرمایہ کہاں سے آئے گا دوسرے اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ قرض لے کر ان کے حصوں کا دام دے دے گا تو چھوٹے بھائی کریں گے کیا؟ حقیقی مسئلہ تو یہ ہے کہ جب تک ملک میں صنعت و حرفت کی ترقی نہیں ہوتی تب تک اس قسم کا قانون بھی نہیں بنایا جا سکتا۔

بکھرے ہوئے کھیتوں کے مسئلے کو حل کرنے کا ایک عارضی طریقہ تلاش کر لیا گیا ہے بکھرے ہوئے کھیتوں کی چکبندی کر کے ہر ایک کسان کی ساری زمین ایک چک میں کر دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ سب سے پہلے پنجاب میں محکمہ امداد باہمی نے کوآپریٹو چکبندی سوسائٹیاں قائم کر کے زمین کی چکبندی کرنا شروع کیا تھا پنجاب کے علاوہ صوبہ یو پی، سرحدی صوبہ، کشمیر اور بعض ریاستوں میں محکمہ امداد باہمی نے بھی چکبندی کا آغاز کیا ہے لیکن جتنی زیادہ کامیابی پنجاب میں حاصل ہوئی اتنی دوسرے صوبوں اور ریاستوں میں نہیں ہوئی

محکمہ امداد باہمی کا ملازم دیہاتوں میں جا کر کسانوں کو بکھرے ہوئے کھیتوں سے ہونے والے نقصانات اور چکبندی کے فوائد سمجھاتا ہے اگر وہ دیکھتا ہے کہ بیشتر لوگ چکبندی کے لئے تیار ہیں تو وہ ایک چکبندی سوسائٹی قائم کرتا ہے اور کھیتوں کے مالکوں کو اسکا ممبر بناتا ہے

ہر ایک ممبر کو یہ اصول تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ چکبندی کرنے کے لئے بکھرے ہوئے کھیتوں کی نئی تقسیم ضروری ہے اگر کسی اسکیم کو دو تہائی ممبر تسلیم کر لیں تو وہ تقسیم ہر ایک ممبر کو منظور کرنی ہوگی۔ نئی تقسیم کے مطابق وہ اپنے کھیتوں کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے گا اور نئے کھیتوں کو لے لے گا۔

اگرچہ سوسائٹی کے قاعدوں کے مطابق اگر دو تہائی ممبر کسی اسکیم کو منظور کر لیں تو وہ ہر ایک کو قبول ہوگی اگرچہ یہ قاعدہ استعمال نہیں کیا جاتا اور جب تک سب ممبر اپنے بکھرے ہوئے کھیتوں کو دے کر نئے کھیت لینا منظور نہیں کرتے تب تک یہ اسکیم کامیاب نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی ایک دو ممبروں کی ضد سے مہینوں کی کوششوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ سوسائٹی کی پنچایت محکمہ امداد باہمی کے ملازم کی مدد سے ایک نقشہ بنواتی ہے جس میں نئی تقسیم دکھلائی جاتی ہے۔ جب ممبر نقشے کو منظور کر لیتے ہیں تبھی اس پر عمل ہوتا ہے ورنہ دوسرا نقشہ بنایا جاتا ہے۔

لیکن اس طرح زمین کی چکبندی کرنے میں کچھ دشواریاں حائل ہوتی ہیں۔ نئی تقسیم کے لئے ہر کسان کو راضی کرنا پڑتا ہے۔ ہر ایک کسان اپنی موروثی زمین کو اچھی سمجھتا ہے اور کوئی تبدیلی نہیں چاہتا۔ چھوٹے کسانوں کو چک بندی سے زیادہ فائدہ نہیں معلوم ہوتا کیونکہ ان کے پاس ایک یا دو ہی کھیت ہوتے ہیں۔ موروثی کسان سمجھتا ہے کہ اگر اس نے اپنے کھیت کو بدل لیا تو اس کے حقوق جاتے رہیں گے۔ گاؤں کا پٹواری بھی چک بندی نہیں پسند کرتا اس لئے وہ گاؤں والوں کو بھڑکاتا ہے۔

اس اسکیم میں کسی کا نقصان نہیں ہوتا۔ کسی کو بھی پہلے سے کم زمین نہیں ملتی لیکن یہ نہ بھولنا چاہئے کہ چکبندی کی تحریک سے مستقبل میں زمین کا لڑکوں میں تقسیم کیا جانا نہیں روکا جا سکتا۔ چک بندی سوسائٹیوں نے بکھرے ہوئے کھیتوں کی تعداد گھٹا کر پہلے سے دسویں حصے تک کر دی ہے۔ چک بندی کے دو فائدے صاف دکھائی دیتے ہیں جن دیہاتوں میں چک بندی ہو چکی ہے وہاں کنوئیں زیادہ تعداد میں کھودے گئے ہیں اور جو زمین پہلے نہیں جوتی جاتی تھی اس پر اب کھیتی ہونے لگی ہے۔

کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے چک بندی کرنے میں بہت دیر لگتی ہے لہٰذا کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ قانون بنا کر چک بندی کرنے سے جلد کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ سب سے پہلے سی پی میں قانون بنا کر چک بندی کا انتظام کیا گیا۔ قانون کے ذریعے محکمہ مال کو یہ کام سپرد کیا گیا ہے۔ اگر کسی گاؤں کی زمین کے مالک چک بندی کرنے کی درخواست کریں تو محکمہ مال تقسیم کی ایک اسکیم بناتا ہے۔ اگر اس اسکیم کو دو تہائی زمین کے مالک منظور کر لیں تو وہ بقیہ زمین کے مالکوں کو تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ کچھ عرصہ ہوا پنجاب میں بھی اس قسم کا قانون بن گیا ہے۔ یو پی کے کارکنان بھی ایک قانون کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

تحریک چکبندی مفید ہے اس میں ذرا بھی شبہ نہیں۔ لیکن ہندوستان جیسے وسیع ملک میں ساری زمین کی چکبندی کرنا مشکل امر ہے یہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ پھر تحریک چکبندی سے بکھرے ہوئے کھیتوں کا مسئلہ مستقل طور پر نہیں ہوتا۔ آئندہ کھیت پھر بکھر سکتے ہیں۔ چنانچہ کچھ لوگوں کی رائے میں ہندوستان میں مشترکہ کھیتی کا قاعدہ مفید ثابت ہوگا۔ پچھلے دنوں روس کی کھیتی کی حیرت انگیز کامیابی نے لوگوں کو اس طرف خاص طور سے متوجہ کیا ہے۔

مشترکہ کھیتی کے معنی ہیں بہت سے کسانوں کا ایک ساتھ مل کر کھیتی کرنا۔ روس میں ایک گاؤں یا دو تین گاؤں مشترکہ کھیت میں بدل دیئے جاتے ہیں۔ ممبروں کے ذریعے منتخب کی ہوئی مجلس انتظامیہ مشترکہ کھیت کا انتظام کرتی ہے۔ کھیت میں کون سی فصل کتنے رقبے میں پیدا کی جائیگی اسکا فیصلہ مجلس انتظامیہ حکومت کے محکمہ زراعت اور محکمہ صنعت وحرفت کے مشورے سے کرتی ہے۔ سرکاری فکٹریاں ہر ایک مشترکہ کھیت کو کچے مال کے لئے پہلے ہی سے آرڈر دیدیتی ہیں۔ ہر ایک کسان کو کھیت پر کام کرنا پڑتا ہے۔ ممبروں کے دستے بنا دیے جاتے ہیں جو اپنے سردار کی ماتحتی میں طے شدہ کام کرتے ہیں۔ ممبروں کو ایک مقررہ در سے مزدوری ملتی ہے۔ جگہ جگہ پر محکمہ زراعت نے آلات کے گودام قائم کر رکھے ہیں جن سے یہ مشترکہ کھیت کرائے پر آلات لیتے ہیں۔ ان گوداموں میں ماہرین زراعت بھی رہتے ہیں جو مشترکہ کھیتوں کو زرعی معاملات میں ضروری مشورے دیتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے کھیتوں کو گوداموں کو خاص فیس دینی پڑتی ہے۔ بیج، کھاد، مشین، آلات اور مویشی سب مشترکہ کھیت کے ہوتے ہیں۔ ممبروں کو ان کی قابلیت کے مطابق مزدوری دی جاتی ہے۔ سرکاری ٹیکس گودام کی فیس اور ممبروں کو نقد مزدوری دینے کے لئے مشترکہ کھیت صنعتی خام مال پیدا کرتے ہیں اور اُسے سرکاری فکٹریوں کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں۔ کچھ زمین پر وہ گاؤں کی ضرورت کے مطابق غلہ وغیرہ پیدا کرتے ہیں جو ممبروں کو برابر دیجاتی ہے۔ روس میں ۹۰ فیصدی کھیت مشترکہ ہیں اور ان کے ذریعے وہاں کی پیداوار بہت بڑھ گئی ہے۔

اگرچہ روس کی طرح مشترکہ کھیتی سے بہت سے فائدے ہیں لیکن وہ یہاں اسی وقت کامیاب ہو سکتی ہے جب حکومت کی پوری مدد کے ساتھ ہی کارخانوں سے بھی کھیتوں کا براہ راست تعلق ہو تاکہ فصل کے فروخت کرنے میں دشواری نہ ہو۔ ہندوستان میں قلیل پیمانہ پر اس کا تجربہ کیا جا سکتا ہے۔ ہونا یہ چاہیئے کہ جن جن کسانوں کے کھیت پاس پاس ہوں وہ مل کر اپنی کھیتی کریں۔ سب کسان اس کھیت پر کام کریں اور اپنا سرمایہ اور اپنے آلات اکٹھا کرلیں۔ ہر ایک کسان کو محنت اور زمین کے تناسب سے پیداوار میں حصہ ملنا چاہئے۔ اس طرح مشترکہ کھیتی سے یہ فائدہ ہوگا کہ عمدہ آلات، اچھے بیج اور آبپاشی کی سہولتیں خود بخود حاصل ہو جائیں گی۔ کھیت کو ساکھ اچھی ہونے کے باعث روپیہ معقول سود پر مل جائےگا۔ اس طریقے سے مالی فائدہ تو ہوگا ہی، ایک فائدہ اور یہ بھی ہوگا کہ کسان تنظیم کی قوت کو سمجھیں گے، وہ اپنی فصل اچھے داموں بازار میں فروخت کر سکیں گے۔ اور اپنے بچوں کی تعلیم کا انتظام کر سکیں گے اور ان کا مستقبل امید افزا ہو جائےگا۔ جن چھوٹے چھوٹے کھیتوں سے آج کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے وہ بھی بڑے کھیت کا حصہ ہو کر زیادہ پیداوار دینے لگیں گے۔ اگر ملک میں مشترکہ کھیتی کی اشاعت ہو سکے تو کھیتی میں بہت کچھ فائدہ ہو سکتا ہے اور کھیتوں کے بکھرے ہونے سے جو نقصانات ہیں وہ دور ہو جائیں گے۔ لیکن اس کے لئے کسانوں میں تعلیم، خود اعتمادی اور تنظیم کی ضرورت ہوگی۔

مشترکہ کھیتی کے خلاف ایک اعتراض ہو سکتا ہے کہ اگر ملک میں مشترکہ کھیتی کا طریقہ رائج ہوگا تو کچھ کسان بیکار ہو جائیں گے لیکن اگر مشترکہ کھیتوں پر کھیتی کے علاوہ دودھ، مکھن، شہد، انڈا، گڑ، شکر، ریشم، پھل اور دیگر معاون پیشوں کی تنظیم کی جائے تو کچھ کسان ان پیشوں میں لگ سکتے ہیں۔ مشترکہ طور پر کھیتی کرنے سے ایک بڑا فائدہ تو یہ ہوگا کہ کسانوں کو جو تاجر، زمیندار اور محکمہ مال کے ملازمان لوٹتے ہیں انکی لوٹ کا خاتمہ ہو جائےگا۔ کیونکہ مشترکہ کھیتوں کا انتظام کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے ہوگا۔

لیکن یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کھیتی کی پوری ترقی کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ملک میں صنعتی ترقی ہو جس سے ضرورت سے زیادہ کسان اور بے زمین مزدور صنعت وحرفت میں کام پا سکیں۔ ملک میں اس موضوع پر کافی غور وخوض ہو رہا ہے کہ خانگی صنعتیں زندہ کی جائیں یا بڑے بڑے کارخانے قائم کئے جائیں دراصل ملک کی ضرورت کے مطابق دونوں قسم کی صنعتوں کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے۔ کچھ صنعتیں ایسی ہیں جو قلیل پیمانے پر کامیابی سے چلائی جا سکتی ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ کانگریس کی طرف سے مقرر کی ہوئی صنعتی کمیٹی اس سلسلے میں ایک اسکیم پیش کریگی۔ جب صنعت وحرفت اور کھیتی کا توازن از سر نو قائم ہو جائےگا تبھی ملک کے غریب کسانوں کی اقتصادی حالت سدھرگی۔

ایک نئے قسم کا تھرمامیٹر

نارتھ کیرولینا یونیورسٹی کے پروفیسر چارلس ہیک نے ایک عجیب تھرمامیٹر (آلہ مقیاس الحرارت) ایجاد کیا ہے۔ یہ آنے والے کل کی حرارت صحیح صحیح بتا دیتا ہے۔ یہ آلہ عام طور سے کام کرتا ہے۔ زمین سے جو گرمی نکلتی ہے ہوا کی نمی اُسے جذب کرلیتی ہے۔ اس کے بعد پھر گرمی زمین پر واپس ہوتی ہے۔ اسی وقت یہ آلہ ایک المونیم کے برتن میں آسمان کی طرف منہ کرکے رکھ دیا جاتا ہے۔ اس آلے کے ذریعے اُس وقت حرارت ناپ لی جاتی ہے۔ یہ حرارت ٹھیک غروب آفتاب کے وقت ناپی جاتی ہے اس وقت ناپنے سے حرارت ٹھیک ٹھیک آلہ میں آجاتی ہے۔ اسی طرح دوسرے دن کی حرارت معلوم کی جا سکتی ہے۔

ہمارے صوبے میں گاؤں سُدھار

ستمبر ۱۹۴۰ء کے کام کی تفصیل

اس ماہ صوبہ بھر میں ربیع کی کاشت کا کام تیزی سے جاری تھا۔ اس لئے کارکناں گاؤں سدھار کھیتی کے متعلق اسکیموں میں مصروف تھے۔ انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ دیسی اور اصلاح شدہ بیجوں کی بوائی کا کام الگ الگ کریں تاکہ دونوں قسم کے بیج ایک میں مل سکیں۔

آرگنائزروں کو گڑ بنانے کی تعلیم دینے کے لئے کانپور، بنارس اور گورکھپور میں ٹریننگ کیمپ کھولے گئے۔ اس ٹریننگ کے لئے ایسے ہی رقبوں کے آرگنائزر منتخب کئے گئے جہاں کافی ایکھ پیدا ہوتی ہے اور گڑ بنایا جاتا ہے۔

کئی اضلاع میں بالغوں کے اسکولوں کے مدرسوں کے لئے کھلنے والے ٹریننگ کیمپوں کا کام بخوبی ختم ہوا۔ اسکول بالغان کے مدرس پورے وقت کے لئے ملازم ہیں۔

چنانچہ وہ اب فاضل وقت میں آرگنائزروں کو گاؤں سدھار کے کاموں میں مدد دیں گے۔ گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے موجودہ ممبروں کا عہدہ میعاد اکتوبر ۱۹۴۰ء تک بڑھا دیا گیا ہے۔ گاؤں سدھار اسکیم کے اندر جتنے گاؤں ہیں ان میں صحت و تفریح کے سنٹر قائم کرنے کے لئے اس صوبے کے ۴۸ ضلعے گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں میں سے ہر ایک ایسوسی ایشن کو ۵ سو روپئے کی گرانٹ دی گئی۔

عوام کے مفید کاموں میں صرف ہونے کے لئے ۹۰۵۰۰ روپئے کی گرانٹ منظور کی گئی ہے۔ اس رقم سے انھیں دیہاتوں کو مدد دی جائیگی جہاں کے باشندے مفید کاموں میں ہونے والے صرف کا ایک تہائی حصہ خود نقد یا مزدوری کی شکل میں ادا کریں گے۔

کانفرنس اور جلسے کرنے اور آرگنائزروں کے ذریعے کارکنان زندگی سدھار سوسائٹیوں کو ضروری ہدایات دلاکر زندگی سدھار سوسائٹیوں کو ٹھیک وقت پر چلانے کے لئے خاص کوششیں کی گئیں۔

کچھ گاؤں سدھار سنٹروں میں پھیلنے والی بیماریاں شروع ہونے سے عوام کی صحت کو کچھ نقصان پہنچا۔ ضلع لکھنؤ میں ہیضے کی روک تھام کی فوراً کوشش کی گئی۔ شاہجہاں پور اور نارائن پور میں بڑی تعداد میں ہیضے کے ٹیکے لگائے گئے۔ ضلع غازی پور کے ۵ سرکلوں میں جانوروں کی چھوت کی بیماریاں شروع ہونے کی اطلاع ملی۔ بہت جلد توجہ کرنے اور محکمہ ویٹرنری کی مدد سے ان بیماریوں کا بڑھنا روک دیا گیا۔

اس ماہ اس صوبے کی مختلف کمشنریوں میں گاؤں سدھار کے جو کام ہوئے اُن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

یوپی کی مختلف کمشنریوں میں ستمبر ۱۹۴۰ء میں ہونے والے گاؤں سُدھار کے کاموں کی تفصیل

۱۔ تنظیم	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کماؤں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
زندگی سدھار سوسائٹیاں۔											
(ا) جتنی قائم ہوئیں	۶	۱۰	۳	۹	۲۳	۱۰	۴	۵	۲۸	۱۴	۱۱۳
(ب) جتنی رجسٹرڈ ہوئیں۔	۷	۲	۰	۴	۴	۴	۲	۰	۲	۸	۳۳
زندگی سدھار یونین قائم ہوئے۔	۰	۴	۲	۰	۱	۰	۰	۰	۰	۱	۶
فروختگی کی سوسائٹیاں قائم ہوئیں۔	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۶	۰	۶
مال فراہم کرنے کی سوسائٹیاں قائم ہوئیں۔	۰	۰	۰	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۱
دوسری سوسائٹیاں جو قائم ہوئیں۔	۰	۰	۸	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۶	۱۴
۲۔ زراعت۔											
کھاد کے گڑھے کھودے گئے۔	۱۹۵	۲۷۱	۱۶۵	۳۲۲	۳۶۳	۱۹۰	۴۲	۱۰۰	۴۸۵	۸۶۳	۳۱۱۰
پیشاب جمع کرنے کے گڑھے بنائے گئے۔	۵۰	۶	۵۰	۱۲	۲۰۳	۱۵۹	۱۲۵	۲۹	۸۵	۸۱۴	۱۴۴۹
آبپاشی کے کنوئیں درست یا مرمت کئے گئے۔	۴	۱۹	۳	۱۰	۴۴	۳۸	۲۰	۹	۰	۱۳	۱۴۴
آبپاشی کے نئے کنوئیں کھودے گئے۔	۰	۶	۳	۴	۵	۹	۲۰	۶	۲	۸	۴۵
بنے ہوئے تالاب یا بندیاں۔	۰	۴	۱	۱۲	۱۲	۱۶	۶۸	۵	۳۳	۷	۱۶۶
نئے اوزار جو گاؤں میں جاری کئے گئے۔	۳۹	۲۳	۶۰۰	۹۲	۱۱۳	۴۸	۱۸	۰	۶۵	۱۰۶	۱۱۱۴

۸۵۰۰

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
سدھاری گئی نسل کے سانڈ جو دے گئے۔	۰	۰	۳	۱۸	۱۷	۰	۰	۰	۰	۹	۴۷
اچھی نسل کے پاڑے جو دے گئے۔	۴۹	۱۴۶	۹۵	۱۴۷	۲۵	۰	۱۴	۰	۲۲	۵۸	۵۵۶
آختہ کئے گئے بیل۔	۲۵	۸	۱۷۹	۱۵۴	۱۱۳	۴۱	۸۹	۲۷	۷۶۱	۲۸۲	۱۷۶۹
بیمار جانوروں کا علاج ہوا۔	۲۹۸	۱۲۳۶	۶۹۵	۷۹۶	۱۱۷۵	۸۳۲	۲۱۸	۱۶۱	۷۵۸	۱۰۴۳	۷۲۱۳
مظاہرے ہوئے۔	۱۵	۷	۱۲۹	-	۴۸	۸۷	۳۲	۰	۱۶	۳۵	۳۶۹
نرسریاں کھولی گئیں۔	۴	۱	۶	۷	۹۰	۴	۰	۱۶	۰	۴۲	۱۷۰
پھلوں کے پودے لگائے گئے۔	۲۹۰	۲۰۳	۶۴۰	۱۳۲۹	۲۸۵۰	۲۴۲	۱۱۶۷	۱۵۵	۲۷۶	۲۹۹۴	۷۲۰۳
جس زمین میں پھلوں کی کاشت ہوئی (ایکڑوں میں)	۱۲	۰	۷	۱۶	۴۵۲	۲۰	۸	-	۱۴	۳۲	۵۶۱
ایندھن کے درخت لگائے گئے۔ (ایکڑوں میں)	۰	۷۸	۰	۱۷	۳۵	۳	۱	۰	۳	۱۰۳۲	۱۱۶۹
ربیع کے بیج جو دے گئے (منوں میں)	۰	۰	۳۰	۰	۰	۰	-	۰	۰	۵۶۰	۵۹۰
خریف کے بیج جو دے گئے (" ")	۰	۷۳	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۳۰۰	۰	۳۷۵
اصلاح شدہ " (ایکڑوں میں)	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۳۲۲	۳۲۲
صحت عامہ											
سوکھنے والے گڑھے بنائے گئے۔	۲۵	۵۳	۲۶	۴۶	۲۰	۲۰	۳۸	۴۵	۹۳	۲۶۷	۶۳۲
روشن دان بنے۔	۷۴	۴۷	۱۰۱	۳۸	۳۴۴	۲۷	۴۸	۵	۷۳	۲۴۱	۹۹۸
کنوئیں صاف کئے گئے۔	۳	۳۰	۸۸	۲۰	۲۹	۱۵	۲۳	۱۲۴	۲۷	۴۷	۳۹۵
عام غسل خانے اور گھیرے۔	۰	۰	۶	۰	۱۰	۷	۴	۳	۱۵	۳۸	۸۳
نالیوں کی لمبائی گزوں میں۔	۸۴۸	۱۰۰	۴۳	۷۵	۲۸۸	۱۰۵	۳۳	۳۶	۱۶۶	۶۱۱	۲۳۰۵
سور باڑے آبادی سے دور کئے گئے۔	۰	۳	۲	۵	۱۲	۵	۴	۰	۲۶	۱۸۴	۲۴۰
گھور صاف کئے گئے۔	۲۲۳	۸۴۹	۲۲۵	۷۳۷	۱۱۶۹	۲۴۴	۱۶۲	۲۶۷	۷۰۶	۱۲۸۷	۴۸۸۹
پاخانے بنائے گئے۔	۰	۰	۲	۰	۶	۰	۰	۱۵۷	۰	۲	۱۶۷
پیشاب خانے بنائے گئے۔	۳	۶	۲	۰	۵	۶	۲	۵۰	-	۷	۸۱
کھنڈر ہموار کئے گئے۔	۱۴	۱۷	۷	۳۸	۱۱۵	۲۲	۷	۵	۵۳	۵۰	۳۲۹
گڑھے پاٹے گئے۔	۳۷	۱۲	۵۸	۳۷۷	۱۴۴	۵	۱۱۱	۲۴	۷۳	۴۰۴	۱۲۵۵
راستے صاف کئے گئے۔	۶۹	۱۹۰	۹۸	۱۶۷	۵۸۵	۱۴۰	۸۴	۸۰	۲۳۰	۲۵۳	۱۸۹۶
گاؤں صاف کئے گئے۔	۳۲	۶۰	۵۴	۸۶	۲۲۳	۱۳۴	۱۳۸	۱۱۷	۱۶۷	۱۳۷	۱۱۵۲
دوا کے بکس رکھے گئے۔	۰	۱۰	۳	۰	۰	۶	۰	۷۹	۹۱	۰	۱۹۹
مریضوں کا علاج ہوا۔	۱۰۲۲۹	۸۵۸۹	۸۲۲۰	۳۴۰۲	۸۸۸۱	۳۱۹۲	۳۵۴۸	۱۹۵۲	۷۹۷۸	۱۴۴۸۶	۷۰۵۳۸
ٹیکے لگے۔	۵۳۵	۵۰	۲۷۸۷	۲۶۹۷۸	۱۴۸۵	۱۵۳۱	۰	۴۲۰	۱۸۹۴	۱۱۶۰	۳۶۶۴۰
دائیوں کو تعلیم دی گئی۔	۳	۳	۹	۱۴	۶	۴۴	۲۷	۰	۱۶	۵۳	۱۶۹
فرسٹ ایڈ کی تعلیم دی گئی۔	۷۲	۷	۱۸	۲۸	۶۰	۸	۲۳	۴	۶۶	۵۶	۳۵۲
زچہ بچہ گھر کھولے گئے۔	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۱	۰	۰	۱	۲
نشر و اشاعت اور تعلیم۔											
جلسے ہوئے۔	۱۶۲	۲۶۹	۲۵۵	۲۱۵	۵۶۶	۲۳۶	۱۸۲	۱۳۳	۲۲۴	۹۶۵	۳۱۲۴
نمائشیں ہوئیں۔	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۴	۳	۰	[illegible]	۲	۲۳
ناٹک ہوئے۔	۴	۱۲	۱۲	[illegible]	[illegible]	۱	۳۱	۷	۱	۹	۹۴

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
بھجن منڈلیاں قائم ہوئیں۔	۰	۱۰	۱۸	۲	۲۴	۱۳	۱۹	۶	۹	۲۵	۱۲۶
کتب خانے قائم ہوئے۔	۳	۰	۲	۶	۹	۰	۵	۰	۰	۱	۲۶
کلب قائم ہوئے۔	۴	۱۶	۱۴	۴	۵۸	۳۲	۱	۱	۱۷	۸۴	۲۲۳
(ا) اسکول بالغوں کے کھلے۔	۰	۰	۰	۰	۳۰	۱۵	۰	۰	۲۹	۲۹	۱۰۵
(ب) اسکول لڑکیوں کے کھلے۔	۰	۲	۳	۳	۶	۳	۰	۰	۱	۰	۲۱
سیوادل بنائے گئے۔	۰	۹	۲	۹	۱۰	۲۴	۲	۴	۱	۱۲	۷۳
اسکاؤٹوں اور گرام سیوکوں کو تعلیم دی گئی۔	۱۰۸	۱۵۵	۹۲	۲۲	۲۳۵	۹۸	۱۳	۰	۴	۳۴	۷۶۱
ریڈیو سٹ لگائے گئے۔	۰	۰	۰	۱	۱	۰	۰	۰	۸	۰	۱۰
کھیل اور ٹورنامنٹ ہوئے۔	۳۸	۳	۲۲	۳۶	۱۸	۴۶	۲۶	۶	۱۰	۱۸	۲۲۳
۵۔ متفرق کام											
پنچایت گھر بنائے گئے۔	۰	۳	۰	۱	۱	۲	۰	۰	۰	۱	۸
نمونے کے گھر بنائے گئے۔	۱	۰	۳		۰	۱	۰	۱	۴۲	۲	۵۱
صنعت و دستکاریوں کی تعلیم دی گئی۔	۴۴	۱۶۰	۱۲۹	۰	۹۸	۱۰	۲۰	۶۵	۱۰	۲۲	۵۵۸
آلات دستکاری جو جاری کیے گئے۔	۰	۵۰	۱۰	۲۲	۱	۰	۰	۰	۲	۳۴	۱۱۹



ان کتوں کو سراغ رسانی کی تعلیم دی گئی ہے۔ ان کے معلم اس بات کی تعلیم کے لئے جنوبی افریقہ گئے تھے۔ ایسے کتے سرحدی صوبہ کی پولیس کو مجرموں کا پتہ لگانے کے لئے دیئے گئے ہیں۔

ہماری کوآپریٹو سوسائٹیاں

فیض آباد ضلع کوآپریٹو کانفرنس

فیض آباد ضلع کوآپریٹو کانفرنس گذشتہ ۱۷ نومبر کو اکبرپور میں زیر صدارت رائے بہادر پنڈت رادھے لال رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز منعقد ہوا۔ اس کانفرنس میں تقریباً ۲۰۰ سوسائٹیوں کے نمائندوں کے علاوہ اور بھی بہت سے مقامی کسان موجود تھے۔ اس کانفرنس میں حصہ لینے والوں میں مسٹر جے جانسٹن۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ پنڈت پرمیشور ناتھ سپرو، رائے بہادر بابو رادھا موہن، رائے بہادر بابو مہیندر ناتھ شری بھگوان سنگھ، بابو سریندر ناتھ کپور، جناب مرتضیٰ علی اور دیگر سرکاری و غیر سرکاری اصحاب کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

صدر مجلس استقبالیہ پنڈت پرمیشور ناتھ سپرو کے کانفرنس کا مقصد تبلانے اور اپنے ضلع کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے کام کا ذکر کرنے کے بعد کانفرنس کے صدر رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی نے حسب ذیل تقریر فرمائی:۔

محبی پنڈت پرمیشور ناتھ سپرو و معزز حضرات! آپ نے صدارت کے لئے جو میرا انتخاب کیا اس کے لئے میں آپ سب حضرات کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں۔ میرے متعلق آپ نے جو کچھ فرمایا میں اپنے کو اس قابل کبھی بھی نہیں سمجھتا ذرا سی خدمت کو اتنی اہمیت دینا صرف آپ کی مہربانی اور دریا دلی ہے۔ سرکاری ملازم اور بے غرض خدمت کرنے والے میں بڑا فرق ہے۔ ہاں میں یہ ضرور کہوں گا کہ آپ لوگوں کے ساتھ کام کرتے کرتے میرا یہ پختہ عقیدہ ہوگیا ہے کہ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے ہی دیہات کی خشک ہڈیوں میں جان پڑ سکتی ہے اور اب یہ ممکن نہیں کہ ریٹائرڈ ہونے کے بعد اس تحریک سے میرا تعلق بالکل منقطع ہو جائے۔ میری تو یہی خواہش ہے کہ اس سال بھی اس کانفرنس کا صدر امداد باہمی کا کوئی بڑا رہنما ہوتا مگر بار بار آپ کے حکم کی عدولی کرنا کیسے ممکن تھا اور آخرکار مجھے آپ کی دعوت منظور کرنی پڑی آپ کے درمیان کتنے ہی ایسے اصحاب ہیں جو تحریک کی خدمت کرتے کرتے بوڑھے ہوگئے بھلا ایسا کون شخص ہوگا جو پنڈت پرمیشور ناتھ سپرو، یا رائے بہادر پنڈت ترلوکی ناتھ کپور کے نام سے ناواقف ہو۔ ضلع فیض آباد میں تحریک نے جو کچھ کامیابی حاصل کی ہے وہ خصوصیت کے ساتھ آپ ہی دونوں اصحاب کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔ اس موقع پر میں محکمہ کی طرف سے ان اصحاب کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔



پنڈت رادھے لال چترویدی

کوآپریشن (امداد باہمی) کی آجکل سارے ملک میں دھوم ہے۔ کوآپریشن کا اصلی منشا ہے کہ گاؤں میں ایک ایسی جماعت قائم کی جائے جو کہ گاؤں کے ہر فرد کی قوت جمع کرے اور پھر اسکے ذریعے گاؤں کی مالی و سماجی حالت کی اصلاح کرے۔ دوسرے لفظوں میں کوآپریشن کا مقصد تنظیم ہے اور کوآپریٹو یا جماعت امداد باہمی سے مراد وہ جماعت ہے جو اس کام کے لئے قائم کیجائے۔ زمانہ قدیم میں ہمارے ملک کے ہر دیہات میں پنچایتیں قائم تھیں۔ ان کے اختیارات اور فرائض موقع بموقع کچھ نہ کچھ بدلتے رہے لیکن ان سب کا خاص مقصد یہی تھا کہ وہ گاؤں کے جھگڑوں کا تصفیہ کریں۔ دیہات کو فائدہ پہنچانے والے کاموں کو انجام دیں اور سرکاری روپے کی وصولیابی میں امداد دیں۔

موجودہ پنچایتیں 'ولیج پنچایت ایکٹ' کے مطابق بنائی گئی ہیں۔ ان پنچایتوں کا کام کسی حد تک گاؤں کے انتظام سے تعلق رکھتا ہے اور کچھ حد تک عدالتی کام سے لیکن پرانی اور نئی پنچایتوں نے کبھی گاؤں کے ضرورتمند آدمیوں کے لئے روپیہ فراہم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسان کی مالی حالت کی اصلاح کرنا اس کے نصب العین سے باہر تھا۔ کوآپریٹو سوسائٹیوں کی پنچایتیں اس لحاظ سے ان دونوں قسم کی پنچایتوں سے بڑھ کر ہیں۔ کیونکہ یہ ممبروں کی مالی حالت سدھارنے کے ساتھ ساتھ ان کی سماجی اور اخلاقی ترقی کی طرف بھی توجہ کرتی ہیں۔ ان سوسائٹیوں کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ پنچوں کے انتخاب میں ذات پات کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا۔ ہر فرقے کے آدمی مل کر کام کرتے ہیں اور چھوا چھوت کی بیماری دھیرے دھیرے کم ہوتی جاتی ہے وہ کون نیک ساعت ہوگی جب اس بیہودہ رسم کا خاتمہ ہوگا۔ انھیں خوبیوں کے باعث اب یہ خیال ترقی کرتا جاتا ہے کہ جہاں تک ہوسکے کوآپریٹو سوسائٹیوں کے پنچ ہی گاؤں کی پنچایت کے پنچ مقرر کئے جائیں۔ پنجاب میں تو محکمہ امداد باہمی کے افسران ہی گاؤں کی قانونی پنچایت کی دیکھ بھال کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں۔

جیسا کہ میں پہلے کئی بار کہہ چکا ہوں کوآپریٹو سوسائٹی کی اپنی ایک خاص جگہ ہے یہ سوسائٹی ایک طرح سے ایک قانونی کنبہ ہے جس میں گاؤں کے سب اچھے اور ایماندار آدمی شامل ہوتے ہیں۔ گھر کے سب لوگوں کی دیکھ بھال

کرنا اور انکے جھگڑوں کو مٹانا ایک قدرتی کنبے کے سردار کا خاص فرض ہے۔ اسی قانونی کنبے کی سردار پنچایت ہے جس کا خاص کام یہ ہے کہ گاؤں کے سب لوگوں کو منظم کرے، انکی ہر قسم کی ضرورتوں کو رفع کرنے اور گاؤں کی بہبودی کے سب کام اپنے ہاتھ میں لے۔ یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ کوئی خاندان اسی وقت خوشحال اور آسودہ رہ سکتا ہے جب تک کہ اس کا سردار خیر خواہ اور ایماندار ہو۔ کوآپریٹو سوسائٹی کی کامیابی بھی اس کی پنچایت پر منحصر ہے۔ اگر پنچ ہوشیار اور ایماندار ہوں گے تو سوسائٹی کا کام بھی اچھی طرح چلیگا۔ اگر وہ لوگ گڑبڑ کرینگے تو سوسائٹی کا کام چوپٹ ہو جائیگا اور بجائے فائدے کے ممبروں کو نقصان ہوگا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کوآپریٹو سوسائٹی کو قدرتی خاندان کی ایک بڑی صورت سمجھنا چاہئے۔

ہمارے ملک کے کسانوں کی حالت کس سے پوشیدہ ہے۔ رات دن محنت کرنے پر بھی غریبوں کو پیٹ بھر کھانا نہیں نصیب ہوتا۔ خالی پیٹ میں خدا کی عبادت بھی نہیں ہوتی۔ پھر بھلا کسان خالی پیٹ اپنی ترقی کی باتیں کیسے سوچ سکتا ہے؟ اسی لئے یہ کوآپریٹو سوسائٹیاں سب سے پہلے یہ انتظام کرتی ہیں کہ ان کے ممبروں کی آمدنی اور خرچ آمدنی سے بڑھنے نہ پائے اور کھیتی کے علاوہ قرض لینے کی ضرورت نہ پڑے۔ ان سوسائٹیوں میں کفایت شعاری کی تعلیم ممبروں کو خاص طور سے دیجاتی ہے ۱۹۱۲ء میں کوآپریٹو سوسائٹیز بل کی تائید کرتے ہوئے مسٹر گوکھلے نے فرمایا تھا کہ کوآپریٹو سوسائٹیوں سے اسی وقت فائدہ ہو سکتا ہے جبکہ گاؤں کے لوگوں میں یہ کفایت شعاری کی عادت ڈالیں اور ایسی سہولیت پیدا کریں کہ بچت کا روپیہ سوسائٹیوں میں جمع ہو کر غریبوں کو قرضہ میں دیا جا سکے۔ سوسائٹیاں جب گاؤں کے کام کے لئے گاؤں ہی سے روپیہ اکٹھا کر سکیں تبھی انھیں صحیح معنوں میں دیہاتی بینک کہنا چاہئے۔

جرمنی میں پیسہ بچانے کیلئے بڑی زوردار تحریک ہوتی ہے۔ وہاں کی حالت یہ ہے کہ سوسائٹیوں کو اپنی ضرورت سے اتنا زیادہ روپیہ مل جاتا ہے کہ انھیں فاضل روپیہ سنٹرل بینکوں میں جمع کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے ملک کے کسانوں کی ابھی ایسی حالت نہیں ہے کہ وہ بچت میں اتنا روپیہ جمع کر سکیں مگر اتنا ضرور ہے کہ موقع بے موقع انکے پاس کچھ رقمیں ایسی آجاتی ہیں جنھیں وہ اسوقت کام میں نہیں لا سکتے اور آسانی کے ساتھ سوسائٹی میں جمع کر سکتے ہیں۔ یہ بہت ضروری ہے کہ ممبروں میں بچت کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ ساتھ ہی ساتھ سوسائٹیوں کو چاہئے کہ وہ ایسی سہولیت پیدا کریں کہ انکے ممبر ماہانہ رقم کو آسانی سے جمع کر سکیں اور نکال سکیں۔ بہتر ہوگا کہ اس بات کی تحریک ہر ایک ضلع میں پہلے کچھ چنی ہوئی سوسائٹیوں میں شروع کیجائے یہ بھی بہت ضروری ہے کہ تقریبات کے اخراجات میں کمی کیجائے۔ ان مواقع پر خرچ کرنا لوگوں کو بہت گراں گذرتا ہے مگر بیچارے کیا کریں۔ دنیا کی عزت کے لئے سب کچھ کرتے ہیں۔ عوام میں یہ غلط خیال پھیلا ہوا ہے کہ ان اخراجات کی اجازت مذہب کی طرف سے دی گئی ہے۔ ہندوؤں میں تو چار پیسے کا گھی، دو پیسے کی لکڑی اور ایک پیسے کی کھیل شادی کے لئے کافی ہے۔ باقی سب رواج ہی رواج ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ رشیوں نے تقریبات میں نہیں کے برابر خرچ رکھا ہے۔ مرنے کے کھانے میں تو زیادہ خرچ کرنا بہت بڑا گناہ مانا گیا ہے کیا ہی اچھا ہو کہ جو لوگ پیٹ کاٹ کر اپنا پیسہ اس طریقے سے برباد کرتے ہیں وہ شاستروں کو صحیح طور سے جانیں اور اپنے گلے پر اپنے ہاتھوں چھری نہ پھیریں۔ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے یہ غلط فہمی آسانی سے دور کیجا سکتی ہے ایک اکیلا آدمی کوئی نیا کام کر کے نکو نہیں بننا چاہتا۔ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے یہ دقت بھی آسانی سے دور ہو جاتی ہے۔ تجویز پاس ہونے پر ہر ایک ممبر شادی و غمی میں مقرر کی ہوئی رقم کے اندر خرچ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے پس تجویز کے جب سب ممبر پابند ہو جائیں گے تو پھر نکو بننے کا خوف کسی کو نہ رہیگا۔ پنجاب میں اس سلسلے میں بہت کچھ کام ہوا ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس معاملے میں ان سے پیچھے رہیں۔

کسان کی آمدنی کتنی کم ہے اسکا ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں۔ یہ بھی بتلایا جا چکا ہے کہ مجبور ہو کر تقریبات میں اسے فضول خرچی کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ تیسری برائی یعنی مقدمہ بازی بھی اسکے پیچھے بری طرح سے لگی ہے جو کوڑھ میں کھاج کا کام دے رہی ہے یہ بات کس سے پوشیدہ نہیں ہے کہ مقدمہ بازی میں خرچ کے علاوہ کتنی پریشانی اٹھانی پڑتی ہے مثل مشہور ہے کہ جیتا سو ہارا اور ہارا سو مرا۔ گاؤں میں دشمنی کی جو گرہ پڑ جاتی ہے وہ پشت در پشت تک نہیں کھلتی۔ اسلئے ضروری ہے کہ آپس کے جھگڑوں کے تصفیے کیلئے سوسائٹیاں قائم کیجائیں۔ پنجاب میں ان سوسائٹیوں نے بہت اچھا کام کیا ہے وہاں ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں لاکھوں مالیت کے مقدمے صرف روپئے دو روپئے کے خرچ سے طے ہو گئے۔ ہمارے صوبے میں بھی کچھ سال پہلے سود میں اس سلسلے میں اچھی ابتدائی ہوئی تھی۔ حال میں اس کام کو جاری کرنیکے لئے ایک سپروائزر مقرر کیا گیا ہے اور چار سوسائٹیوں کی رجسٹری بھی ہو چکی ہے مجھے امید ہے کہ فیض آباد اس سلسلے میں صوبہ کا رہنما بنیگا۔

کفایت شعاری امداد باہمی کا ایک خاص اصول ہے عورتیں گھر کی لکشمی کہی جاتی ہیں اور انھیں کے ہاتھ میں خرچ کی باگ ڈور ہے۔ جب تک وہ کفایت شعاری کی طرف قدم نہ اٹھائیں تب تک کامیابی نہیں حاصل ہو سکتی۔ اسلئے سماج کی اصلاح کیلئے نہایت ضروری ہے کہ عورتوں کی سوسائٹیاں قائم کیجائیں جنکا مقصد یہ ہو کہ وہ ممبروں میں کفایت شعاری کی عادت ڈالیں اور فضول خرچی کا انسداد کریں۔ یہ کام بہت اہم ہے لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس میں اب تک بہت کم کامیابی حاصل ہوئی ہے ان سوسائٹیوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کرنیکے لئے کوئی مناسب انتظام نہیں ہو سکا اور جب تک نگرانی کا ٹھیک انتظام نہیں ہوتا تب تک اطمینان بخش ترقی نہیں ہو سکتی۔ روپئے کی کمی کے علاوہ دقت یہ ہے کہ بھلے گھروں کی عورتیں نگرانی کا کام اپنے ہاتھ میں لینے کیلئے تیار نہیں ہوتیں۔ جہاں خوش قسمتی سے ایسی خواتین مل سکیں وہاں لیڈی سپروائزر مقرر کرنے کی کوئی دقت نہ ہوگی۔

یہ ماننا پڑے گا کہ صرف آمدنی بڑھانے والے قرض دینے ہی سے کام نہ چلیگا کھیتی کے کاموں کے لئے قرض دینا جتنا ضروری ہے اتنا ہی ضروری یہ بھی ہے کہ پیداوار کو بلا کچھ بیچے

کا انتظام کیا جائے تاکہ کسان کو اپنی پیداوار کے معقول دام مل سکیں۔ اسی خیال سے گذشتہ دو سال سے کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے ممبروں کی پیداوار فروخت کرنے کا انتظام کیا گیا اور اس کام کے لیے قریب ۱۵۰ سنئے سپروائزر مقرر کئے گئے ۱۹۴۵ء میں قریب ڈھائی لاکھ من غلہ فروخت کیا گیا اور اس میں ۷ ہزار سے زیادہ منافع ہوا۔ اس سال تقریباً ۲ ہزار دیہاتوں میں غلے کی فروخت کا کام شروع کیا گیا ہے۔ سال میں کتنے من غلہ فروخت ہوا اس کے اعداد ابتک تیار نہیں ہوئے مگر یہ طے ہے کہ اس سال گذشتہ سال کے مقابلے میں تگنا کام ہوا ہوگا۔ اگر مال کا بھاؤ گرا ہوا نہ ہوتا تو منافع بھی اچھا ہوتا۔ اس انتظام میں ممبروں کو نہ صرف واجبی دام ملتے ہیں بلکہ وہ بازاری تول کی کاٹ کپٹ اور ناجائز ٹیکسوں سے بھی بچتے ہیں۔ یہ کام نیا ہے اور امتحان کے طور پر کیا جا رہا ہے ظاہر ہے کہ شروع میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا مگر تجربہ ہونے پر وہ سب دور ہو جائینگی۔ اب ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم ممبر کو اچھا مال پیدا کرنے کے لئے ترغیب دیں اور جہاں تک ہوسکے اس کی پیداوار کو قریب کی منڈی میں بکوادیں۔ یکجائی فروخت کے فوائد ممبران رفتہ رفتہ سمجھنے لگے ہیں اور یہ توقع کی جاتی ہے کہ بہت جلد یہ کام اعلیٰ پیمانے پر ہونے لگے گا۔ ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ گاؤں گاؤں میں ایسی سوسائٹیاں ہوں جو اپنے ممبروں کا غلہ فروخت کرنے کا انتظام کریں۔ انھیں اس کام میں سہولیت دینے کے لئے قرب وجوار کی منڈیوں میں مارکٹنگ یونین بنائے جائیں۔ ان کا کام یہ ہو کہ وہ سوسائٹی کے ممبروں کا غلہ کمیشن پر کچے یا پکے آڑھتیوں کے ذریعے فوراً فروخت کرا دیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو غلے کی تخمینی قیمت پر کچھ پیشگی دیکر بعد میں اُسے ٹھیک وقت پر فروخت کردیں۔ خاص خاص حالات میں یونین غلے کو خود بھی خرید کر کاشتکار کو پورے دام دے سکتی ہیں۔ کسان کو یقین ہونا چاہئے کہ ان کے ذریعے غلہ فروخت کرنے میں اس کا فائدہ ہوتا ہے۔ پھر کام کے بڑھنے میں کچھ دیر نہ لگے گی۔ کام کو انجام دینے میں ان یونینوں کو کسان کی سہولیت پر خاص توجہ دینی ہوگی۔ یہ بھی ضروری ہے کہ غلے کو حفاظت سے رکھنے کے لئے مدراس کی طرح گودام بنائیں جائیں۔ وہاں کوآپریٹو سوسائٹیوں کو گودام بنوانے کے لئے حکومت کی طرف سے قرض ملتا ہے۔ اس قرضے کا چوتھائی حصہ معاف کردیا جاتا ہے اور باقی رقم پر جس کی ادائیگی کے لئے لمبی میعاد مقرر کردیجاتی ہے صرف $2\frac{1}{2}$ روپیہ فیصدی سود دینا پڑتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ہم کو بھی گودام بنوانے کے لئے اس سال حکومت سے کچھ مدد مل جائے۔

فیض آباد سے باہر، خصوصاً پنجاب کو کافی ترکاری بھیجی جاتی ہے۔ ابھی حال میں کوآپریٹو سوسائٹی کے ذریعے فروخت کا انتظام کیا گیا ہے۔ دقتیں ضرور ہیں۔ ہمیں کنجڑوں اور آڑھتیوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اگر ہم ان دشواریوں کا مقابلہ کرسکے تو اس میں شبہ نہیں کہ کسانوں کے لئے آمدنی کا ایک نیا راستہ کھل جائیگا۔

یہ توقع کی جاتی ہے کہ "یوپی زراعتی پیداوار فروخت بل" کچھ دنوں میں قانون بن جائیگا۔ پھر کوئی بھی تاجر ایسے گاؤں میں جہاں کوآپریٹو سوسائٹی کام کر رہی ہو۔ براہِ راست کسی کاشتکار سے غلہ نہ خرید سکے گا۔ اس گاؤں میں غلہ فروخت کرنے کا کام سوسائٹی ہی کے ذریعے ہوسکے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر ایک کسان کو اس سوسائٹی کا ممبر بننا پڑے گا۔ اس سے کسان کا پایہ مضبوط ہوگا اور اُسے غلے کا زیادہ سے زیادہ دام بغیر کسی ناجائز کاٹ کپٹ کے مل سکے گا۔

اس وقت صوبے میں پانچ سوسائٹیاں زمین کے رہن پر قرض دیتی ہیں۔ اس ضلع میں بھی کچھ دنوں سے ایک ایسی سوسائٹی کام کر رہی ہے۔ اس کا کام تھوڑا تو ضرور ہے لیکن قرض کی قسطیں بقایا کی علت سے بری ہیں۔ لمبی میعاد کے لئے قرض پانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ممبر کے پاس زمینداری ہو جو سوسائٹی کے قرض کو محفوظ کرنے کے لئے رہن کی جاسکے۔ اگر سوسائٹی کا روپیہ خطرے میں نہیں ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ممبر کی قرض کی ادائیگی کے لئے پوری پوری سہولیت کیوں نہ دیجائے تجربہ یہ بتلاتا ہے کہ قرض کی ادائیگی کے لئے قسطیں اتنی چھوٹی رقم کی ہونی چاہئیں کہ ممبر انھیں اپنی سالانہ آمدنی ہی میں سے ادا کرسکیں۔ ہماری بہت سی سوسائٹیوں میں یہ بیماری پھیلی ہوئی ہے کہ سوسائٹی کے قرض کے لئے مہاجن سے روپیہ لیا جاتا ہے اور مہاجن کے روپئے کی ادائیگی کے سوسائٹی میں درخواست دیجاتی ہے۔ اگر ادائیگی کے لئے کافی موقع دیا جائے تو شروع ہی سے اس بیماری کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ میری رائے میں مہاجنی قرض سے نجات حاصل کرنے اور زمینداری میں ترقی کرنے کے لئے زمین کو رہن رکھ کر قرض دینے والی سوسائٹی کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں نظر آتا۔ چنانچہ چھوٹے زمینداروں کے فائدے کے لئے ایسی سوسائٹیوں کا بننا لازمی ہے۔ دقت صرف ایک ہے۔ بغیر ڈبنچرس کے طویل میعاد کے لئے باہر سے روپیہ نہیں مل سکتا اور ڈبنچرس اسی وقت جاری ہوسکتے ہیں جبکہ صوبے میں صوبہ کوآپریٹو بینک قائم ہوجائے۔ دیر کتنی ہی ہو لیکن یہ یقینی ہے کہ صوبہ میں پراونشیل بینک قائم ہوکر رہے گا۔ زمین رہن پر قرض دینے والی سوسائٹیاں قرضہ سمجھوتے کا کام بھی اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہیں۔ جب مہاجن کو سوسائٹی کے ذریعے قرض کی یکمشت ادائیگی ہوتی ہو تو کیا وجہ ہو کہ وہ کم از کم سود کی مد میں کافی رقم نہ چھوڑ دے۔

آپ کے ضلع میں دو سنٹرل بینک ہیں۔ ایک ڈسٹرکٹ بینک فیض آباد اور دوسرا ٹانڈہ سنٹرل بینک۔ ڈسٹرکٹ کوآپریٹو بینک ۱۹۰۶ء سے کام کر رہا ہے تقریباً دس سال پہلے اس کی حالت بگڑ گئی تھی مگر پنڈت پریشورناتھ سپرو اور ضلع کے دوسرے کارکنوں کی انتھک محنت سے اسکا کام اب درست ہوگیا ہے اور اسکا شمار صوبے کے اچھے بینکوں میں ہے۔ اس وقت اسکے ماتحت ۱۵۵ سوسائٹیاں کام کر رہی ہیں۔ بقایا اصل و سود بہت تھوڑا ہے۔ بینکوں کا تجارتی سرمایہ

ایک لاکھ سے زیادہ ہے جس میں تقریباً نصف روپیہ خود اس کا ہے۔ گذشتہ سال ضلع بینک کو ۹۰۰ سو روپئے کا منافع ہوا۔

کانڈہ سنٹرل بینک کو کام کرتے ہوئے اب بیس سال ہو گئے۔ اس کے ماتحت ۹۰ کوآپریٹو سوسائٹیاں کام کر رہی ہیں۔ سوسائٹیوں پر سود کا بقایا کچھ نہیں ہے۔ اصل کا بقایا برائے نام ہے۔ سنٹرل بینک ۱۵ ہزار کے سرمائے سے کام کر رہا ہے۔ اس کا ذاتی سرمایہ ۲۱ ہزار سے زیادہ ہے۔ کانڈہ میں نوربافوں کا ایک اسٹور بھی ہے جو مال کی ضمانت پر ممبروں کو قیمت کے ۵۰ فی صدی تک پیشگی دیتا ہے۔ ۴۰ سوسائٹیاں نوباتوں اور دوسرے پیشہ وروں کو سود پر قرض دیتی ہیں۔ مرغیوں کی نسل کو ترقی دینے کے لئے ایک پولٹری سوسائٹی بھی کھولی گئی ہے۔ کانڈہ میں جو کچھ کام ہو رہا ہے اس کا سہرا رائے بہادر بابو ترلوکی ناتھ کپور اور اُن کے صاحبزادے بابو سربیندر ناتھ کپور کے سر ہے۔

یہ آپ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ شکر کا دام اس وقت بہت گر گیا ہے۔ گنے کی زیادہ پیداوار کے باعث گذشتہ سال ملوں نے صوبہ بھر میں تقریباً ۱ لاکھ ۱۲ ہزار ٹن شکر تیار کی تھی۔ اس کا خاصہ حصہ اب تک گوداموں میں پڑا ہوا ہے۔ اس سال گنے کی پیداوار گذشتہ سال سے بہت زیادہ ہے۔ پُرانے مال کے پڑے رہنے کی وجہ سے مل والوں نے یہ طے کیا ہے کہ پچھلے سال کے مقابلے میں اس سال صرف ۴ لاکھ ۷۵ ہزار ٹن شکر تیار ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ کسان اپنے گنے کا کیا کریں۔ بہتر یہ ہوگا کہ یہ لوگ محکمہ ترقی نیشکر کی مدد سے اچھے کولھو خریدیں اور اچھی بھٹی بنا کر عمدہ گڑ تیار کریں تاکہ وہ اچھے دام پا سکیں۔ ویدک کتابوں کے مطابق گڑ کھانے سے ہاضمہ درست ہوتا ہے اور جسم میں چُستی آتی ہے۔ یہ دق اور دمہ کو دور کرتا ہے پیشاب کو صاف کرتا ہے اور دل کے لئے بھی مفید ہے۔ بعض بعض کتابوں میں تو گڑ کی بہت زیادہ تعریف کی گئی ہے۔ میل کی صفائی کے بارے میں دو رائیں ہو ہی نہیں سکتیں لیکن مل کی بنی ہوئی شکر نے تو بہت سی چیزوں کی صفائی کر دی۔ یہاں تک گلوکوز اور وٹامن کا بالکل خاتمہ ہی کر دیا۔

اس لئے یہ ضروری ہے کہ گڑ زیادہ مقدار میں استعمال کرنے کے متعلق زوردار تحریک کی جائے۔

حضرات! آپ کو یہ سُن کر خوشی ہوگی کہ ہمارے صوبہ کی حکومت نے حال ہی میں یو پی اگریکلچرسٹس اینڈ ورک مین ڈیٹ ریڈمپشن بل اور ریگولیشن آف اگریکلچرس کریڈٹ بل میں ایسا انتظام کر دیا ہے کہ یہ بل کوآپریٹو سوسائٹیوں کے دئے ہوئے قرض پر عائد نہ ہوں گے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مہاجنوں کی طرح کوآپریٹو سوسائٹیاں بھی اپنے قرض کی ادائیگی میں ممبر کی فصل کا ½ سے زیادہ حصہ قرق نہ کرا سکتیں اور نہ چار سال بعد ڈگری اجرا کرا سکتیں۔ اگر یہ قانون سوسائٹیوں پر بھی عائد ہوتا تو زمین رہن رکھنے والی سوسائٹیوں کے کام کو بھی صدمہ پہنچتا۔ اس کے لئے ہمیں حکومت کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ قرضہ قانون کی وجہ سے مہاجنوں نے کسانوں کو کس حد تک قرض دینا بند کر دیا۔ ایسی حالت میں قرض دینے والی سوسائٹیوں کا کام بڑھانے کے لئے ایک اچھا موقع ہاتھ آیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بتلانا بھی ضروری ہے کہ نئے ٹیننسی ایکٹ کے پاس ہونے کی وجہ سے کسان کی حیثیت اور ساکھ بڑھ گئی ہے اور سوسائٹیوں کا قرض پہلے کی بہ نسبت زیادہ محفوظ ہو گیا ہے۔ ساہوکار تو اپنا روپیہ کہیں نہ کہیں ضرور لگائیں گے۔ کیا ہی اچھا ہو اگر گاؤں کے مہاجنوں کو سوسائٹی کا ممبر بنا کر پنچایت میں شامل کیا جائے اور اُنکے امانت کے روپئے سے کام بڑھایا جائے۔

اس سے قبل کہ میں اپنی تقریر ختم کروں موجودہ جنگ کے بارے میں دو ایک لفظ کہنا نامناسب نہیں سمجھتا۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ نپولین کے زوال کے بعد تقریباً سو سال تک یوروپ میں ایک معنی میں امن رہا۔ یوروپ میں اکثر موقع بہ موقع لڑائیاں ہوئیں ضرور لیکن یہ لڑائیاں دو ملکوں یا اُن کے ساتھ معاہدوں سے پابند مددگاروں تک ہی محدود رہیں۔ غیر جانبدار ملکوں کی غیر جانبداری کا ہر وقت پاس رکھا جاتا تھا۔ یہی سبب ہے کہ جنگ کریمیا، جنگ ڈینش، جنگ آسٹرو پرشن اور جنگ فرینکو جرمن کی چنگاریاں دور تک نہیں اُڑیں اور دو چار مورچوں پر گھمسان لڑائی کے بعد جنگ کی آگ بجھ گئی۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں جو جنگ جرمنی نے شروع کی تھی اُس کا نقطۂ نظر ہی کچھ اور تھا۔ دشمن پر فتح پانا اصلی چیز سمجھی گئی۔ اس بات کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا کہ وہ لڑائی انصاف سے ہوتی ہے یا بے انصافی سے۔ چنانچہ پہلے ہی حملے میں نازیوں نے بے قصور بلجیم اور لکسمبرگ کی غیر جانبداری ختم کر کے اُن ملکوں پر قبضہ کر لیا۔ پہلی لڑائیوں میں اس کا پورا خیال رکھا جاتا تھا کہ غیر فوجی پبلک کو جس قدر ہو سکے کم نقصان پہنچے۔ یہاں بھی جرمنی نے نیا سبق سکھلایا اور بے قصور عوام کو خوفزدہ کرنے میں کوئی بات اُٹھا نہ رکھی۔ غیر جانبدار ملکوں کے شور و غل سے لڑائی کا دائرہ اتنا بڑھا کہ قریب قریب سبھی ملک اُس میں شامل ہو گئے۔ اس سے دنیا کو جو مالی و دیگر طریقوں سے نقصان پہنچا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ناانصافی میں جرمنی کی موجودہ جنگ پچھلی جنگ سے کہیں بازی مار لے گیا۔ اس بار ایک دو غیر جانبدار ملکوں پر حملہ کرنے ہی سے ہٹلر کو اطمینان نہ ہوا۔ ڈنمارک، ہالینڈ، بلجیم، لکزمبرگ اور ناروے سب یکے بعد دیگرے نازیوں کے شکار بنے۔ ہٹلر کی فوجیں ہر طرح تیار تھیں اور یہ ملک چھوٹے اور کمزور تھے۔ فتح یابی کی کامل امید تھی بس پھر انصاف اور بے انصافی سے کیا مطلب۔ ان ممالک پر اُس نے اس طرح قبضہ کیا کہ کھانے پینے تک کا سب سامان اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ بے قصور یہودیوں کو مار کر اور نکال کر بھی ہٹلر کو اطمینان نہ ہوا۔ دنیا بھر کو فتح کرنے کا وہم ہٹلر سے جو خونریزی اور ناانصافی نہ کرائے وہ کم ہے۔

آپ حضرات کو معلوم ہوگا کہ جنگ

چھوڑنے کے پہلے سرنیول ہینڈرسن برطانی سفیر کی حیثیت سے برلن میں رہا کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی کتاب (Failure of a misson) میں ایک ایسی بات لکھی ہے جو ہٹلر کی شیطانی پر اچھی روشنی ڈالتی ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ میونخ کی میٹنگ میں ہٹلر کو پورا یقین تھا کہ وزیر اعظم برطانیہ مسٹر چیمبرلین زیکوسلوکیا کے زوال کے لئے کسی طرح راضی نہ ہوسکیں گے، لیکن جب امن پسند چیمبرلین راضی ہوگئے تو ہٹلر کو بڑا صدمہ پہنچا۔ اس نے میٹنگ کے فیصلے کو اپنی شکست خیال کیا۔ یورپ میں خونریزی کرنے کا موقعہ ہاتھ سے کچھ دنوں کے لئے نکل گیا اور لڑائی کی تیاریاں کچھ عرصے کے لئے بند کرنی پڑیں۔

اسی ہٹلر سے ہمیں اور ہماری حکومت کو مقابلہ کرنا ہے۔ آپ کا فرض کیا ہونا چاہئے اس بات کو بتانے کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ برطانیہ کی فتح سے نہ صرف ہماری نجات ہے بلکہ ساری دنیا کی نجات ہے۔ ہٹلر کی فتح ہوئی تو جمہوریت کا خاتمہ ہوجائے گا اور آمریت کا بول بالا ہوگا۔ وقت آگیا ہے کہ ہم لوگ کمر کسکے فتحیابی کے لئے ہر قسم کی امداد دیں۔ ممبران امداد باہمی جن کا دیہاتوں سے اتنا گہرا تعلق ہے عوام کو سمجھائیں کہ لڑائی کیوں ہو رہی ہے اور حکومت کی فتح کیوں ضروری ہے۔ سوسائٹیوں کے تندرست نوجوان ممبر فوج میں بھرتی ہوسکتے ہیں، سوسائٹیاں اپنے خیرات فنڈ کا کچھ حصہ زخمی سپاہیوں کے علاج کے لئے دے سکتی ہیں اور ضلع کے بینک اور ذاتی سرمایہ سے کام کرنے والی سوسائٹیاں اپنے فاضل روپئے سے وار بانڈس اور ڈیفنس سارٹیفکٹس خرید کر حکومت کو قرض دیسکتی ہیں۔

صاحب صدر کی تقریر ختم ہونے کے بعد ضلع فیض آباد کے ٹیگرا کے تعلقہ دار جناب بھگوان سنگھ کی طرف سے ۲۵۰ روپئے کے عطیہ دینے کی اطلاع دیگئی اور کانفرنس کے صدر رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی کو ایک سو ایک روپئے کی تھیلی بھی پیش کی گئی یہ ۳۵۱ روپئے کی دونوں رقمیں گورنر صاحب یوپی کے وار فنڈ جمع کردی گئیں۔

کانفرنس میں نئی قسم کے ترقی شدہ گنے کے بیج کی پیلائی، کفایت شعاری کی حوصلہ افزائی، غلہ گودام کی تعمیر، اکبرپور ٹانڈا براہ بیج لائن کے کھلے رہنے کی ضرورت وغیرہ کے متعلق تجویزیں پاس ہوئیں۔ کانفرنس نے کوآپریٹو سوسائٹیز کے دئے ہوئے قرض پر یوپی ایگریکلچرلسٹس اینڈ ورکرس ڈیٹ ریڈمپشن بل اور یوپی ریگولیشن آف ایگریکلچرل کریڈٹ بل کے عائد نہ ہونے پر تجویز پاس کرکے حکومت صوبہ کو مبارکباد دی۔

کانفرنس کے موقعہ پر ایک نمائش کی گئی جس میں زراعت، امداد باہمی حفظان صحت اور صنعت و حرفت کے محکموں کی طرف سے مانسٹریشن دئے گئے۔ رات میں ایک ڈرامہ بھی کھیلا گیا جس کو دیہاتی عوام نے بہت پسند کیا۔

کوآپریٹو کانفرنس گورکھپور

بھتولی، ضلع گورکھپور میں ایک کوآپریٹو کانفرنس منعقد ہوئی۔ گورکھپور ضلع بینک کے مینجنگ ڈائرکٹر رائے صاحب مدھوسودھن داس صاحب نے اس کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ ایکھ اور قرض کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے نمائندوں نے کانفرنس میں حصہ لیا۔ کانفرنس میں آئے ہوئے لوگوں میں جناب سی۔ بی۔ دوبے، اسسٹنٹ رجسٹرار گورکھپور، جناب بی۔ ڈی۔ سیٹھ، جناب سہائی منیجر گوکھلی مل اور جناب ریزرو ٹریکل افیسر آف ہیلتھ جناب گپتا صاحب کے نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

جناب دوبے اور سہائی نے کانفرنس میں تقریر فرماتے ہوئے ملوں کو ایکھ پہنچانے اور بچی ہوئی ایکھ کا گڑ بنانے کے مسئلوں کا ذکر کیا۔ ایک نمائش بھی کی گئی تھی جس میں خانگی صنعت و حرفت کے کئی مظاہرے کئے گئے تھے۔ بھٹی بنانے، چٹائی اور کاغذ تیار کرنے اور ایکھ بونے کے اصلاح شدہ طریقے دکھائے گئے تھے۔ عورتوں کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ممبران نے بھی اپنی چیزوں کو نمائش کے لئے بھیجی تھیں۔ ان چیزوں کو لوگوں نے کافی پسند کیا۔

دھنوارہ میں یوم امداد باہمی

موہن لال گنج سرکل کے لوگوں نے دھنوارہ میں یوم امداد باہمی منایا۔ دھنوارہ ہی اس سرکل کی نمونے کی سوسائٹی ہے۔ اس موقعہ پر قرب و جوار کی سوسائٹیوں کے نمائندے بھی موجود تھے ان کے علاوہ پرانے سپروائزر وغیرہ بھی موجود تھے۔ صبح پربھات پھیری ہوئی۔ دن میں تین بجے پنچایت گھر کے سامنے ایک جلسہ ہوا۔ موہن لال گنج کے کوآپریٹو سنٹرل بینک کے مینجنگ ڈائرکٹر پنڈت بلدیو پرشاد اس جلسہ کے صدر تھے۔ سرکل کے ملازموں اور پنچوں نے کئی تقریریں کیں جو لوگوں کے لئے بڑی مفید تھیں مسٹر جے۔ پی۔ مشر پبلسٹی افیسر محکمہ امداد باہمی نے لوگوں کو یوم امداد باہمی کی اہمیت بتلائی اور حاضرین سے اس بات کی پرزور اپیل کی کہ وہ خود بخود اس تحریک کی اشاعت میں حصہ لیں اور اس کا پیغام صوبے کے کونے کونے میں پھیلا دیں۔

جلسے کے آخر میں سوسائٹی نے دو تجاویز پیش کیں جو اتفاق رائے سے منظور ہوگئیں۔ پہلی تجویز یہ تھی کہ ہندوستانی کسانوں کے مختلف مسائل کو حل کرنے کے لئے عوام تحریک امداد باہمی پر پورا اعتماد رکھیں۔ دوسری تجویز تحریک کی جمہوری شکل پر زور دیتی تھی۔

بہادرپور کوآپریٹو کانفرنس

امروہہ سرکل کی ایک گروپ کانفرنس بہادرپور میں مقامی زمیندار جناب سمیع اللہ خاں صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ تقریباً ۱۶ سوسائٹیوں نے اس کانفرنس میں اپنے نمائندے بھیجے۔ کل ۳۰۰ سے زیادہ لوگ جمع ہوئے تھے۔

کئی دلچسپ اور سبق آموز تقریریں ہوئیں اور تجاویز منظور ہوئیں۔ اس بات پر زور دیا گیا کہ لوگ شادی اور غمی کی تقریبوں میں کم خرچ کریں ابتدائی سوسائٹیوں کو دیہاتی بینکوں میں بدلیں اور کھاد کے گڑھے آبادی سے باہر کھودیں۔ کانفرنس کے آخر میں کچھ دیہاتی کھیل بھی ہوئے۔

ڈیرہ دون کوآپریٹو ایکھ سوسائٹی

ڈیرہ دون کوآپریٹو ایکھ سوسائٹی نے ۴۰-۱۹۳۹ء میں ۲۰۰۰۰ ، ۳۴ من ایکھ بنا ایکھ کی ہیفنر یوں کے ہاتھ فروخت کیا ۔ ۲۰۰ ۱۲ روپیہ فائدہ کیا ۔ یہ سوسائٹی ۱۹۳۵ء میں جسٹر ہوئی ۔ ممبروں کو ایکھ کی بہتر قیمت دینا ، اصلاح شدہ ایکھ مہیا کرنا اور کھیتی کے نئے سائنٹفک طریقوں کو رواج دینا اس سوسائٹی کا مقصد ہے ایکھ بونے والوں کو ۱۲ سو من کھاد اور کھیتی کے کئی آلات تقسیم کئے گئے ۔ نئی قسم کی ایکھ بھی بانٹی گئی ۔

اپنی مالی حالت مضبوط بنانے کے خیال سے ۵۹۰۳ روپئے کا محفوظ فنڈ رکھتے ہیں جو کفایت شعاری کرکے روپیہ جمع کرنے اور اس کے لئے چندہ دینے کا قاعدہ جاری کیا ۔ یہ سوسائٹی جو ہار پور میں بیج بھنڈار اور تیار شدہ بانٹنے والے بیج گوداموں کی دیکھ بھال کرتی ہے اس کے علاوہ سوسائٹی میں ایک مرکزی آڑھت میں چلا رہی ہے ۔ مقامی کوآپریٹو افسر اس کا معائنہ کرتے ہیں ۔

دودی والا کی کوآپریٹو ایکھ یونین

دودی والا سرکل کے کسانوں نے ایک ایسی جماعت کی ضرورت محسوس کی جو ان کی ایکھ کے لئے اچھی قیمت دلا سکے ۔ کھیتی کے لئے انھیں مالی امداد دے سکے اور ان کے حقوق کی حفاظت کر سکے ۔ اس سے جون ۱۹۳۹ء میں دودی والا کوآپریٹو ترقی ایکھ یونین قائم کیا گیا اور اس کی رجسٹری بھی کرا لی گئی ۔

یونین نے ۴۰-۱۹۳۹ء میں ۵۰،۴۷،۰۰۰ من ایکھ فروخت کیا اور اسے ۳۰۸۰۹ روپئے کا فائدہ ہوا ۔ یونین کے ممبروں کی تعداد ۶۲۸ ہے مختلف زراعتی کاموں کے لئے ممبروں کو ۴۴،۹۶۳ روپئے دئے گئے ۔

ممبروں نے تقریباً ۲۱۲۵ ایکڑ زمین میں ایکھ کی کھیتی کی اور انھوں نے سبھی ایکھ یونین کی معرفت فروخت کیا ۔ دودی والا میں ایک بیج گودام کی دیکھ بھال کے علاوہ یونین نے ایکھ بونے والوں کو تقریباً ۲۰۰ من کھاد اور کئی آلات دئے ۔ ہری کھاد کے لئے ممبروں کو سنئی کے بیج دئے گئے ۔

کوآپریٹو شوگر کین سوسائٹیز لمیٹڈ

دہرہ دون

... میں اسسٹنٹ آنریری سکریٹری کوآپریٹو شوگر کین سوسائٹیز لمیٹڈ دہرہ دون سے لکھتے ہیں ۔

اس سال سوسائٹی نے ۲۲،۳۰۰،۱۹۹ من ... کی تفصیل نقشہ ... میں درج ہے ... ۴۰-۱۹۳۹ء ... ۱۹،۰۴۰،۵۲ من گنا ... سالانہ رپورٹ میں سوسائٹی نے ... ۵ ... قسم کا گنا مثلاً ... ۳۱۳ ... ۳۵۶ ... ۴۲۱ ... وغیرہ ... دودی والا ... ضلع سے ۵۰۰ ... ۴۷ ... اور ضلع سہارنپور سے ۵۹،۶۲۶،۰۰۰ من گنا خریدا ۔

سوسائٹی کے ممبروں نے کھاد ... اور جدید قسم کے آلات زراعت استعمال کئے ۔ ... کچھ ممبروں ... کی قیمت ۵۰۴،۳۷ روپئے ۹ آنہ ہوتی ہے خریدا ... سالانہ رپورٹ ... سوسائٹی نے ممبران کو ... کے لئے کا بیج مثلاً ... ۱۴۱۹ ... اور ۴۷۹ ... ۳۴۱۰ ... اس سال ۲۰۹ ... انگریزی کھاد (... سلفیٹ) ... استعمال کی سوسائٹی نے اس سال دو ... میں ۸۸ ۲۲ ایکڑ ... کی پیداوار فروخت کرنے کا انتظام کیا ۔ سوسائٹی نے ... کے درمیان گنا دینے کے لئے دودی والا ... سے مہیا کیا تھا ... ۱۰،۲۳،۰۰۰ من ۲۵ سیر گنا مختلف ملوں کے ہاتھ فروخت کیا جب یہ سب دیکھا گیا کہ دودی والا ... سوسائٹی کے سیکریٹری ہوسکے ... وقت پر نہیں لے سکتی تو سوسائٹی نے کین کمشنر صاحب بہادر یو پی کے حکم سے تقریباً ۳ لاکھ من گنا سہارنپور ... اور ... کے کارخانوں کے ہاتھ فروخت کیا ۔

• ... سال گنے کی فروخت سے سوسائٹی نے ۲،۹۲۴ روپے دس آنے فنڈ سے کارخانوں سے بطور کمیشن کمائے اور ممبروں سے سوسائٹی کو ۸۷ اور ۲ روپئے ۸ آنے بطور آڑھت کے ملے ۔ اس طرح کل آمدنی ۱۵،۱۰۳ روپیہ ۱۲ آنہ ہوئی ۔ سوسائٹی کی اس سال کی ۴۰-۱۹۳۹ء کی کارروائی کا پورا پورا حال نقشہ نمبر او نمبر ۲ سے جو آگے دئے ہوئے ہیں معلوم ہو جائے گا ۔

سال رواں ۴۱-۱۹۴۰ء میں سوسائٹی نے ۴ جولائی ۱۹۴۰ء سے گنے کی فصل کی ضمانت پر ۲۵ روپیہ فی ایکڑ نئے گنے پر ۱۵ روپیہ فی ایکڑ پہلے سال کے منڈے پر کاشت کی ترقی کے لئے قرض دینا شروع کیا ۔ گذشتہ ... سے ۶۰ روپیہ فی ایکڑ نئے پر ۲۵ روپیہ فی ایکڑ تک منڈے پر دیا گیا ۔ اب تک (یکم اکتوبر ۱۹۴۰ء) ۳۲۶۹۱ روپئے تقسیم کئے جاچکے ہیں اور یہ بھی طے کیا کہ کسی صورت میں قرضہ کی مد ... قیمت پیداوار کاشت سے نہ بڑھنے پائے ۔ اب ممبروں کی تعداد ۳۲۳۷ ہے اور ۳۰۹۴ ایکڑ ... ایکڑ نیا اور ۱۲۷۷ منڈا گنا سوسائٹی کے پاس ہے اور اس میں ان ممبروں کا رقبہ شامل نہیں ہے جنھوں نے گاؤں کی قرضہ دینے والی سوسائٹیوں سے قرضہ لیا ہے رقبہ تقریباً ۶۰۰ ایکڑ کے ہوگا ۔ سال ۴۰-۱۹۳۹ء میں ۲۲۵۰۰ روپیہ بطور سرکاری لگان ... سوسائٹی نے ممبروں کی طرف سے ادا کئے ہیں جس کو گنے کی قیمت میں سے وصول کرلیا گیا بہت سے ممبروں نے سوسائٹی سے گنے کی قیمت میں سے زمینداروں کو لگان بھی ادا کروایا ہے ۔ ان باتوں سے ظاہر ہے کہ سوسائٹی سب کے لئے کتنی مفید چیز ہے ۔

سوسائٹی نے ربیع ۱۹۴۰ء سے سرکل افسر کوآپریٹو سوسائٹیز دہرہ دون کی نگرانی میں ایک آڑھت کی دوکان چلا رہی ہے جس کا مقصد کسانوں کی گنے کی کاشت کے علاوہ دیگر کاشت کی پیداوار کو بکوا فروخت کرنے کے لئے انتظام کرنا اور ان کی روزانہ ضروریات کو جس سے ان کی مالی حالت میں ترقی ہوسکے مہیا کرنا ۔

صوبے کے کونے کونے سے

جارڈ میں گاؤں سدھار افسر

جناب گیانیندر ساہتیہ رتن، آرگنائزر جارڈ (متھرا) رقمطراز ہیں:-

گذشتہ ۵ ستمبر سنہ ۱۹۴۸ء کو رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ گاؤں سدھار افسر یو۔ پی جارڈ، گاؤں سدھار سنٹر (ضلع متھرا) کا معائنہ کرنے تشریف لائے آپکے ساتھ ضلع ایڈوسی ایشن کے چیرمین بابو رام ناتھ جی، سکریٹری شری مہیشو۔ ڈی جی انسپکٹر مسٹر بنجامن، ایس۔ ڈی۔ او۔ محکمہ زراعت شری ٹی۔ آر۔ شرما۔ اسٹنٹ گرافر گاؤں سدھار افسر بھی تھے۔

آپ نے سب سے پہلے مدرسہ نسواں کا معائنہ فرمایا جہاں کافی تعداد میں لڑکیاں موجود تھیں۔ پڑھائی کے علاوہ کچھ لڑکیاں پلنگ و غالیچہ بن رہی تھیں اور کچھ چرخہ کات رہی تھیں۔ ایک لڑکی نے ورزش بھی دکھلائی ان سب کو آپ نے بڑے غور سے دیکھا اور اظہار مسرت فرمایا۔ مدرسہ نسواں کے متعلق آپ نے کئی سوال کئے اور انکے تسلی بخش جواب پاکر خوش ہوئے۔ آپ سے یہاں پر مدرسہ نسواں کے لئے صنعتی تعلیم کے متعلق مالی امداد کی درخواست کی گئی جسکے لئے آپنے اطمینان دلایا۔ یہاں سے چلکر آپ پنچایت گھر کا معائنہ کرنے کیلئے تشریف لے گئے۔ یہ پنچایت گھر ضلع کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا پنچایت گھر ہے یہاں ایک بڑی تعداد میں کسان معہ پنچوں کے انتظار کر رہے تھے۔ آپکے تشریف لے جانے پر یہ مجمع ایک جلسے کی صورت میں بدل گیا۔ پنڈت سردار سنگھ وشارد، سرپنچ، جارڈ نے ایڈریس پڑھ کر خدمت میں پیش کیا۔ پنچوں اور کام کا تعارف آرگنائزر صاحب نے کرایا۔ پنچایت گھر کے حساب کا بھی معائنہ فرمایا اور یہ معلوم کر کے پنچایت گھر کا مقامی چندہ کسانوں کے ذریعہ کافی ہوا ہے بہت مطمئن ہوئے۔ آخر میں ایڈریس کے جواب میں آپ نے مختصر تقریر فرمائی اور اپنی تقریر میں موصوف نے کسانوں کو اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی تلقین کی اور ہمیشہ دوسروں کی طرف نظر رکھنے کی عادت کو برا بتایا۔ ساتھ ہی اطمینان دلایا کہ ہر ایک کام میں محکمہ گاؤں سدھار امداد کریگا۔ یہاں پر چیرمین صاحب نے آپ کو یہ بھی بتلایا کہ موضع جارڈ گاؤں سدھار کے کام میں یہاں کے پٹواریوں نے قابل تعریف دلچسپی لی۔

یہاں سے چلکر آپ نے باس امرو (جارڈ) کے کتب خانہ کا معائنہ فرمایا پھر ایک بے بچن کنوئیں (موضع گاگلا) کا۔ اس کنوئیں کو دیکھکر آپ بہت خوش ہوئے اور اس کا حساب بھی معلوم کیا۔

اسکے بعد آپ موضع بیدئی پہنچے جہاں بان سے اترتے ہی مقامی نوجوان سیوادل اور بچوں کی جماعت نے آپکو سلامی دی جو پہلے ہی سے اپنی وردی میں وہاں موجود تھے۔ بابو رام سروپ گپتا سرپنچ سے تعارف حاصل کیا۔ سب سے پہلے آپنے چرخہ دنگل کا معائنہ فرمایا۔ یہاں دہ چرخے چل رہے تھے اور چار دھنکیوں سے روئی دھنی جارہی تھی۔ یہاں کے کتائی اسکولوں کے متعلق آپنے واقفیت حاصل کی۔ آپ نے چرخہ سنگھ سے آئے ہوئے سپروائزر شری بھائی کنھیالال جی سے یہاں کھادی کے تیاری کے سلسلے میں سوالات کئے اور تسلی بخش جواب پاکر خوش ہوئے۔ یہاں سے ایک پارٹی نوربافوں کا کارخانہ دیکھنے کے لئے گئی اس کارخانہ کو دیکھکر آپ بہت متاثر ہوئے بچوں کی قواعد اور دعا ہونے کے بعد شری گپتا جی سرپنچ نے ایڈریس پڑھکر سنایا۔ ساتھ ہی چرخہ سنگھ میرٹھ و محکمہ گاؤں سدھار اور آرگنائزر شری گیانیندر جی کے پرخلوص تعاون اور مستعدی پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی رپورٹ بھی سُنائی۔ اسکے بعد جناب گاؤں سدھار افسر صاحب نے اپنی مختصر تقریر میں بیدئی کے کام کی تعریف کی۔ آپ نے کرگھوں کی ضرورت بتلاتے ہوئے انکے لئے سفارش کی۔ اس کے بعد جناب ایس۔ ڈی۔ او۔ محکمہ زراعت نے ربیع کے بیج وغیرہ پر روشنی ڈالی۔ آخر میں چیرمین بابو رام ناتھ جی نے اپنی مختصر تقریر میں بیدئی کے کنوئیں کی منظوری کا اطمینان دلایا۔ اسکے بعد جلسہ برخاست ہوا اور یہ پارٹی متھرا کے لئے روانہ ہوگئی۔



موضع بیدئی (ضلع متھرا) کے ایک بہت بڑے جلسے میں گاؤں سدھار افسر رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ تقریر فرما رہے ہیں



مدرسہ نسواں جارڈ میں گاؤں سدھار افسر

کین ڈیولپمنٹ گور

شری گروپرتاب نارائن گپتا، سکریٹری کوآپریٹو کین ڈیولپمنٹ یونین گور (بستی) لکھتے ہیں:-

گذشتہ ۲ نومبر سنہ ۱۹۴۸ء کو گور یونین میں پنڈت چندر کیشو شکل ڈائریکٹر کی صدارت میں یوم امداد باہمی بڑی دھوم دھام سے منایا گیا۔ جس میں تقریباً ۵۰۰ ممبر جمع ہوئے تھے۔

کوآپریٹو اصول پر ایک چھوٹی سی نمائش اور امداد باہمی کے متعلق گاؤں کا

[redacted]

بھی انتظام کیا گیا تھا۔ گرام سدھار کی ابتدا اور اس کی تنظیم پر بھی تقریریں ہوئیں۔

گراموفون کے ذریعے گاؤں سدھار اور امداد باہمی کے متعلق گانے سنائے گئے جو کہ عوام نے بہت پسند کئے۔

ضلع مین پوری میں مدرس بالغان ٹریننگ کیمپ

گزشتہ یکم اگست سنہ ۱۹۴۰ء سے ۱۵ ستمبر تک اضلاع مین پوری و فرخ آباد کا مشترکہ کیمپ مین پوری گاؤں سدھار دفتر کے میدان میں بڑی دھوم کے ساتھ ہوا۔ شروع میں تقریباً ۷۵ امیدوار ٹریننگ میں شامل ہوئے لیکن آخر میں ۴۱ امیدوار مدرسس مین پوری سے اور ۱۹ فرخ آباد سے امتحان میں شامل ہوئے۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ٹریننگ بہت ہی کامیاب رہی اور عوام و افسران نے کیمپرس کو کام کرتے دیکھا یا ان کا معائنہ کیا انھوں نے کام کو بہت ہی قابل اطمینان اور قابل تعریف بتایا۔ خصوصاً کیمپرس کی تندرستی اور بھائی چارہ و بھر تیلے پن سے لوگ بہت ہی متاثر تھے اور ضلع مجسٹریٹ صاحب نے خود اپنی تقریر اور معائنہ میں بڑے اچھے الفاظ میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔

سیتاپور میں گاؤں سدھار

ضلع سیتاپور میں موضع ذند پور تحصیل کنوپور کو نئے گزشتہ میں گاؤں سدھار اسکیم میں سب سے اچھا گاؤں پایا گیا۔ چنانچہ سنہ ۱۹۳۹ء کے لئے بیگ شیلڈ اس گاؤں کو دی گئی تھی۔

۳۰ ستمبر سنہ ۱۹۴۰ء کو دھوم دھام کے ساتھ ایک جلسہ کیا گیا جہاں ڈپٹی کمشنر صاحب سیتاپور سکریٹری گاؤں سدھار ایسوسی ایشن و دیگر معززین موجود تھے۔ آپ مدن موہن سنہا نے اسے ایم ایل اے کی حیثیت شیلڈ عطا کی۔ پونا کے شکھ میں پنچ زندگی سدھار سوسائٹی سند پور کو عطا فرمائی۔ ڈپٹی کمشنر چیئرمین اور سکریٹری صاحب وغیرہ کی تقریریں بھی ہوئیں۔ نیز ڈپٹی کمشنر صاحب نے دیہات میں گشت لیا۔

ضلع کھیری کے مدرس بالغان کو ٹریننگ

ضلع کھیری کے بالغوں کے مدرسوں کے پڑھنے والے ٹیچروں کی ٹریننگ ۱۶ اگست سے شروع کی گئی اور تعلیم بالغان کے وقت کے اندر ان ۹۰ مدرس بالغان کے حصے نے چار بار شہر کے اندر اسکاؤٹنگ کا مظاہرہ بھی کیا اور ایک بار اسکاؤٹنگ کیمپ بھی کیا گیا اور فتح پور میں ایک زندگی سدھار سوسائٹی قائم کی۔ ہر سنیچر کو کیمپ فائر ہوتے رہے جس میں شہری اور دیہاتی عوام بھی کافی تعداد میں شامل ہوتے تھے۔ اور کافی حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔ ٹریننگ کیمپ کے آخری ہفتے میں آرگنائزر بھی شامل ہوئے تھے۔ اس ٹریننگ کیمپ کا اختتامیہ جلسہ جناب ڈپٹی کمشنر صاحب کی صدارت میں بڑی دھوم دھام کے ساتھ ختم ہوا۔

کوآپریٹو کانفرنس، سالارپور

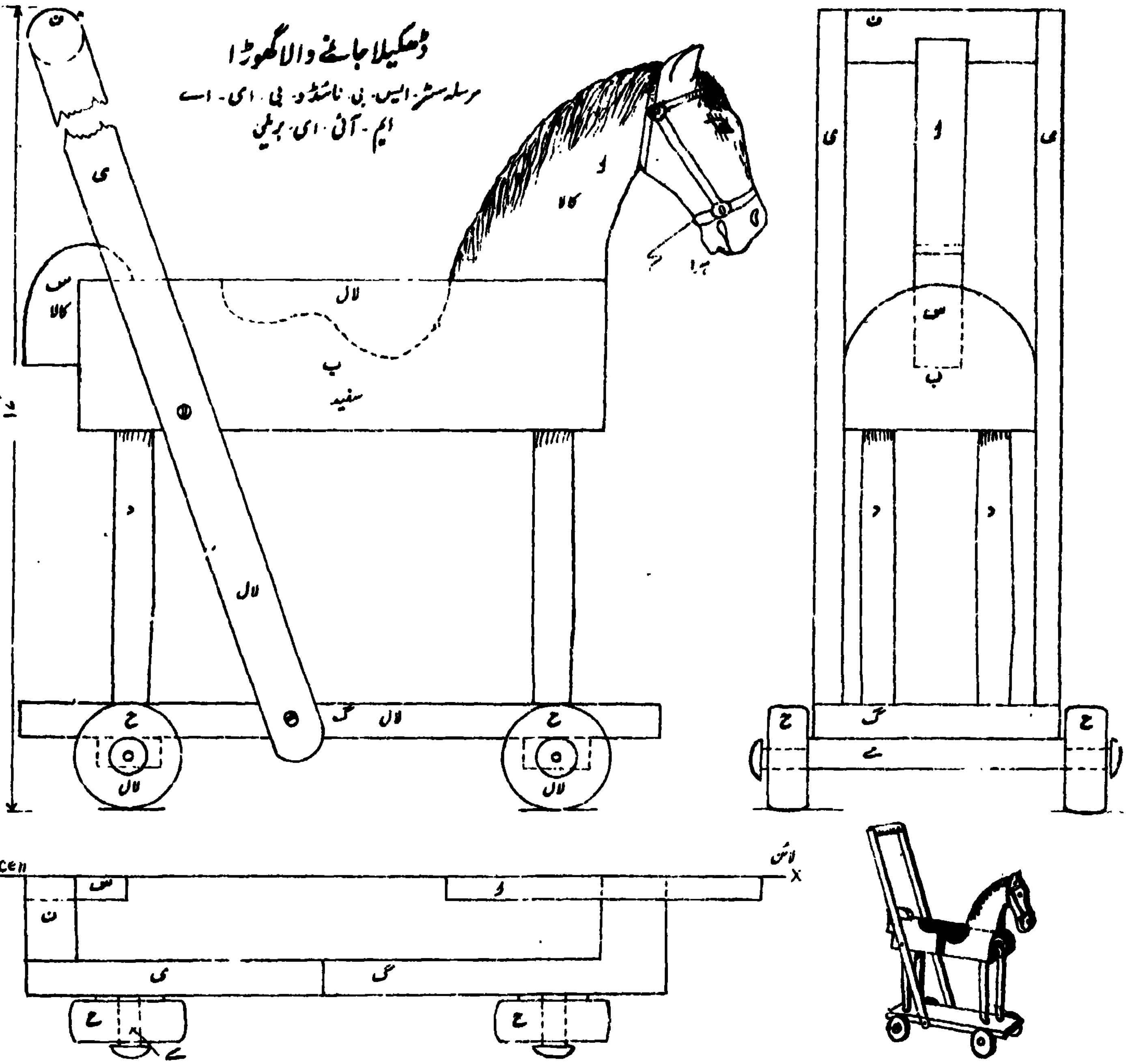
پروفیسر رام سروپ کی صدارت میں سالارپور ضلع مرادآباد میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں ۵۰۰ سے زیادہ آدمی جمع ہوئے تھے۔ ۲۷ پرائمری اسکول کے طلبا کے نظم پڑھے جانے کے بعد مختلف سوسائٹیوں کے پنچوں نے اپنی سوسائٹی کے کئے ہوئے کاموں کی تفصیل پیش کی۔ انھوں نے سوسائٹیوں سے لوگوں کے ہونے والے فوائد بتلائے۔ جناب کاظم علی صاحب زمیندار نے کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے ہونے والی اصلاحات پر بھی روشنی ڈالی۔ اس کے بعد مسٹر آئی۔ اے۔ ایس کینسل نے کوآپریٹو تحریک کے خاص اصول سمجھائے جنکی وجہ سے مغربی ممالک کے لوگوں کو بہت آرام پہنچا۔



۱۔ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے بائیں جانب سے ۔ رائے جگموہن سنگھ جی تعلقہ دار کنورپور۔ ۲۔ شری جگناتھ پرشاد اگروال۔ ۳۔ شری مدن موہن سنہا ایم۔ ایل۔ اے چیئرمین گاؤں سدھار ایسوسی ایشن۔ ۴۔ رائے بہادر ایم۔ بی۔ ای۔ ڈپٹی کمشنر سیتاپور۔ ۵۔ جناب ۔۔۔ حسن ڈپٹی کلکٹر، سکریٹری گاؤں سدھار۔ ۶۔ حبیب الحسن ڈپٹی کلکٹر، حاکم پرگنہ سدھولی۔ ۷۔ پنڈت مادھو پرشاد مشر آنریری مجسٹریٹ سدھولی۔

ڈھکیلا جانے والا گھوڑا

مرسلہ مسٹر ایس۔ بی۔ ناشنڈو۔ بی۔ اے۔ ایم۔ آئی۔ ای۔ برلن



اس کے بنانے کی ترکیب صفحہ ۸۶۴ کالم ۳ پر ملاحظہ فرمائیے۔



اپنے خیالات

بل میں مزید اصلاح

موجودہ [illegible] سدھار [illegible] بہار ریاست کاشی [illegible] سابق گاؤں سدھار [illegible] منوہر داس [illegible] کی طرح دلچسپی سے [illegible] آپکی [illegible] سے [illegible] بل [illegible] اور [illegible] مزید [illegible] اور [illegible] آسان ہو [illegible] پنڈت [illegible] اور افسانے بھی شائع [illegible] پنڈت کاشی [illegible] صاحب کی رائے ہے کہ نظمیں اور افسانے تو رسالے میں شائع ہوتے ہیں [illegible] معلومات [illegible] ہم افسانے اور نظمیں شائع کرتے ہیں [illegible] کسانوں کے فائدہ کے لئے [illegible] دوسری مفید باتیں شائع [illegible] آپ کے اس مشورہ کا [illegible] اہم قدم [illegible] اس کے علاوہ آپ نے اور بھی بہت سے اصلاح کے طریقے ہمیں بتائے ہیں جن کا اندازہ قارئین بل کو بل کی اب اشاعت اور آئندہ اشاعتوں سے ہو جائیگا۔ امید ہے کہ اس طرح بل اپنے قارئین کی اور زیادہ خدمت کر سکیگا

شکر کے متعلق تحقیقات کی ترقی

[illegible] نومبر ۱۹۴۰ء کو نئی دہلی میں ہندوستانی زرعی تحقیقات کمیٹی کی شکر کمیٹی کا ۳۱ واں اجلاس ہوا۔ کمیٹی کے گذشتہ اجلاس میں یوپی اور بہار میں دو مرکزی شکر تحقیقات گاہیں قائم کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔ اس اجلاس میں سب سے اہم بات یہ ہوئی کہ اس سفارش کے عملی پروگرام پر خصوصیت کے ساتھ غور کیا گیا۔

گنے میں لگنے والے کیڑوں کے سلسلے میں ۱۹۳۶ء سے ایک اسکیم عمل میں لائی جا رہی ہے اس اسکیم کے دو حصے ہیں۔ مرکزی اور علاقہ وار۔ ماہرین کی ایک [illegible] کمیٹی کی مدد سے اس اسکیم پر بھی کمیٹی نے غور کیا۔

[illegible] یونین نے سفارش کی تھی کہ شکر کے متعلق تحقیقات کے کام کو اور بھی زیادہ زور سے کیا جانا چاہئے تاکہ گنے کی کاشت میں اصلاح ہو سکے۔ اس سلسلے میں کمیٹی نے حسب ذیل تجاویز پاس کیں:-

۱۔ شکر کمیٹی سفارش کرتی ہے کہ شکر [illegible] کو اس مطالبہ کا جواب بھیج دیا جائے کہ زرعی تحقیقات کمیٹی پہلے ہی گنے کی کاشت کی اصلاح کے [illegible] اسکیمیں منظور کر چکی ہے [illegible] گذشتہ سالوں میں [illegible] روپئے خرچ کئے جا چکے ہیں [illegible] کی کاشت کی اصلاح کو [illegible] آگے بڑھانے [illegible] ایک [illegible] قرار کی ہے [illegible] غور کرے کہ مجوزہ مرکزی تحقیقات [illegible] گنے کی کاشت کے [illegible] تحقیقات کا کام کس طرح کریں [illegible] شکر کمیٹی یہ بھی سفارش کرتی ہے کہ زرعی تحقیقات کمیٹی کو چاہئے کہ وہ مرکزی اور صوبہ حکومتوں سے یہ درخواست کرتی ہے کہ وہ ان تحقیقات کے نتائج کو کسانوں تک پہنچانے کا انتظام کریں اور اس کام کے لئے پہلے سے زیادہ روپیہ خرچ کریں۔

۲۔ کمیٹی کو معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ یوپی اور بہار کے کسانوں کو اپنے گنے میں اچھی کھاد ڈالنے کے لئے قرض دینے کی ضرورت ہے کمیٹی ان دونوں صوبوں کی حکومتوں سے سفارش کرتی ہے کہ اس سلسلے میں مناسب تدبیریں عمل میں لانا ضروری ہے۔ تاکہ فی ایکڑ گنے کی پیداوار بڑھ سکے اور گنے میں زیادہ مٹھاس پیدا ہو اور گنا و شکر دونوں کی قیمت میں کمی ہو سکے۔ کمیٹی حکومت ہند سے درخواست کرتی ہے کہ اگر ضروری ہو تو وہ صوبائی حکومتوں کو قرض دیکر ان کی امداد کرے

۳۔ کمیٹی حکومت ہند سے سفارش کرتی ہے کہ [illegible] کم ۲۵۰۰۰ روپئے سالانہ مختلف صوبوں میں گنے کے استعمال تحقیقات کے لئے خرچ کئے جانے چاہئیں۔

تحقیقات علاج مویشیان کے پچاس سال

اس سال ضلع کمایوں کا مکتیشور میں واقع امپیریل ویٹرنری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اپنی سلور جوبلی منا رہا ہے۔

زرعی تحقیقات کی شاہی کونسل کے خاص رسالے "ہندوستانی زراعت" کی نومبر کی اشاعت کے ساتھ ۴۰ صفحات کا ایک ضمیمہ بھی شائع کیا گیا ہے جس میں انسٹی ٹیوٹ کی ترقی اور کامیابیوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مکتیشور میں مویشیوں کی حفاظت اور اُن کے فوائد کے متعلق جو کام کیا گیا ہے اسکی اہمیت اس بات کو ذہن میں لانے پر سمجھی جا سکتی ہے کہ ہندوستان کے مویشیوں سے ہونے والے فوائد کی قیمت تقریباً ۱۳۰۰ کروڑ روپیہ سمجھی جاتی ہے۔ انسٹی ٹیوٹ کے ذریعے کی جانے والی تحقیقات میں سے صرف دو کا ذکر اُسکے کام کی اہمیت بتلانے کے لئے کافی ہوگا۔ ان میں ایک ڈاکٹر لنڈ ارک کا [illegible] کے متعلق کام ہے اور دوسری مویشیوں کی وبائی [illegible] جس میں ہر سال ہزاروں مویشیوں کی بربادی ہوتی ہے۔ کے علاج کے لئے بکرے سے نکالی ہوئی ٹیکہ کی دوا ہے۔ ان تحقیقاتوں سے ملک کے بیشمار مویشی پالنے والوں کا فائدہ ہوگا۔

مویشیوں کا علاج ہی پہلا سائنٹفک موضوع ہے جسکے سلسلے میں حکومت ہند نے سب سے پہلے تحقیقات گاہ قائم کی تھی۔

۱۸۹۰ء میں اس کا معائنہ کرنے کے لئے بیماریوں کے جراثیم کے دو جرمن عالم کوچ اور فیکر آئے تھے۔ جنھیں مویشیوں کو نوں کے دستوں کی بیماری کے متعلق مشورہ دینے کیلئے بلایا گیا تھا۔ اس بیماری کو روکنے کیلئے ٹیکہ کی خاص دوا تیار کئے جانے سے اب تک انسٹی ٹیوٹ کی برابر ترقی ہوتی رہی ہے۔

علاج مویشیان کے حفاظت ۱۹۴۰ء کا سال خاص اہمیت رکھتا ہے جس میں کہ مکتیشور سے ۵۰ میل کے فاصلے پر عزت نگر میں ایک چھوٹا سنٹر قائم کیا گیا ہے۔ اس سنٹر کے کھلنے سے انسٹی ٹیوٹ کے پیداوار سے متعلق کام کو تحقیقات کے متعلق کام سے الگ کرنے کا انتظام کیا جا سکا ہے۔ اسکے علاوہ تحقیقات کی نئی شاخیں بھی کھولی گئی ہیں جن میں سب سے تازہ مویشیوں کے چارے میں اصلاح کرنے اور مرغی پالنے کے متعلق شاخیں ہیں جن کا افتتاح ۱۹۳۹ء میں ہز ایکسلنسی لارڈ لنلتھگو نے فرمایا تھا۔

اب صورت حال یہ ہے کہ امپیریل ویٹرنری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ دنیا کی سب سے بڑی مویشیوں کے علاج کے متعلق تحقیقاتی جماعتوں میں سے ہے۔ مویشیوں کی بیماریوں کے جراثیم کے متعلق پہلی تحقیقات گاہ نے اب وسیع شکل اختیار کر لی ہے۔ اس کے اپنے کھیت، مویشی رکھنے کی جگہ، بجلی کا کارخانہ، پمپنگ اسٹیشن، گوشالہ، ملازموں کے بچوں کے لئے اسکول اور امداد باہمی کے اصول پر کھولی ہوئی دوکان اور کلب ہیں۔

آنکھوں کا علاج

گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی گاؤں کے باشندوں کی آنکھوں کے علاج کے لئے ایک اسکیم تیار کی گئی ہے۔ گاؤں سدھار افسر رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ جی نے گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سبھی سکریٹریوں کے پاس اس اسکیم کی اطلاع بھیج دی ہے۔ یہ اسکیم خصوصیت کے ساتھ ایسے دیہاتوں کے لئے ہے جو گاؤں سدھار حلقوں میں ہیں۔

آنکھ بنوانے کے لئے جاڑے کا موسم ہی بہترین مانا گیا ہے۔ اسلئے گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اپنے حلقے میں آنکھوں کے علاج کا کام شروع کرا دیں۔ پہلا کام جو سکریٹریوں کو کرنے کے لئے کہا گیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ آرگنائزروں، گاؤں سدھار انسپکٹروں، ٹیکہ لگانے والوں، صفائی کے انسپکٹروں اور تحصیلداروں کے ذریعے اس اسکیم کی اطلاع گاؤں کے کونے کونے میں پہنچا دیں۔ اس کام کے لئے پوسٹر اور پرچے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ دیہاتوں میں اچھی طرح اطلاع پہنچانے پر آنکھ کے مریضوں کو ایک ایسی جگہ جمع کیا جائے گا جہاں وہ آنکھ کی جانچ کے لئے آسانی سے پہنچ سکیں گے۔ آنکھ کی جانچ حسب ذیل اصحاب میں سے کوئی بھی کریگا۔

(۱) ضلع کے ہیلتھ افیسر اور اُن کے ماتحت۔
(۲) پی۔ ایس۔ ایم۔ ایس۔ افیسر۔
(۳) گاؤں سدھار میڈیکل افیسر۔
(۴) گاؤں سدھار کے حکیم اور وید۔
(۵) سرکاری امداد پانے والے میڈیکل افیسر۔
(۶) ڈفرن فنڈ میڈیکل افیسر۔
(۷) ضلع بورڈ کے اسپتالوں کے انچارج میڈیکل افیسر۔
(۸) پرائیوٹ پریکٹیس کرنیوالے جو اس اسکیم میں مدد دینا چاہیں گے۔

ان اصحاب کی تفتیش سے ایک یہ فائدہ ہوگا کہ وہ ہر مریض کو جسے آنکھ کے علاج کے لئے اسپتال میں داخل ہونا ضروری سمجھا جائیگا، ایک خط دینگے۔ اس خط میں اس مریض کے داخل ہونے کی تاریخ بھی لکھی ہوگی اور مریض اُس خط کو دکھلا کر اسپتال میں داخل ہو جائیگا۔ جس مریض کی آنکھ بننے کے قابل نہ ہوگی اُسے یہ اصحاب خط نہ دینگے اور وہ اسپتال پہنچنے کی جھنجھٹوں سے بچ جائیگا۔ اُمید ہے کہ اہل دیہات اس اسکیم سے پورا فائدہ اُٹھائیں گے۔

مندرجہ ذیل اضلاع کے جن اسپتالوں میں آنکھ کا علاج ہوگا اُنکے نام ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔

ضلع	اسپتال
۱۔ شاہجہانپور	تھرا اسپتال
۲۔ لکھنؤ	بلرام پور اسپتال
۳۔ آگرہ	تھامسن اسپتال
۴۔ الہ آباد	ایم۔ ڈی۔ آئی۔ اسپتال
۵۔ مظفر پور	صدر اسپتال
۶۔ بنارس	کے۔ ای۔ اسپتال
۷۔ فیض آباد	صدر اسپتال
۸۔ بریلی	صدر اسپتال
۹۔ مرادآباد	صدر اسپتال
۱۰۔ متھرا	صدر اسپتال
۱۱۔ میرٹھ	صدر اسپتال
۱۲۔ سیتاپور	آنکھ کا اسپتال۔ خیرآباد
۱۳۔ علیگڈھ	موہن آنکھ کا اسپتال

ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کو دیجانے والی سرکاری گرانٹ

حکومت یوپی نے اس صوبے کے ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کو کل ۹۰،۵۰۰ روپئے کی گرانٹ دینا منظور کی ہے۔ یہ گرانٹ ۴۱-۱۹۴۰ء کے لئے ہے۔ گرانٹ کی رقم دیہات کے فائدے کے کاموں میں صرف کی جائے گی۔ اس رقم سے وہی گاؤں فائدہ اٹھا سکیں گے جہاں کے باشندے کسی اصلاحی کام میں ہونے والے پورے خرچ کا ایک تہائی خرچ نقد یا مزدوری کی شکل میں دینگے ہم ذیل میں ضلعوں کے نام اور گرانٹ کی رقم دے رہے ہیں۔

ضلع	گرانٹ کی رقم	روپئے
دہرہ دون	۲،۰۰۰	"
سہارنپور	۵۰۰	"
مظفر پور	۱۰۰۰	"
میرٹھ	۵۰۰	"
بلندشہر	۱،۰۰۰	"
علیگڈھ	۱۰۰۰	"
متھرا	۱۰۰۰	"
آگرہ	۲،۵۰۰	"
مین پوری	۳،۰۰۰	"
ایٹہ	۲،۰۰۰	"
بریلی	۲،۰۰۰	"
بجنور	۱،۰۰۰	"
بدایوں	۲،۵۰۰	"
مرادآباد	۵۰۰	"
شاہجہانپور	۵۰۰	"
پیلی بھیت	۱،۰۰۰	"
فرخ آباد	۱۰۰۰	"
اٹاوہ	۲،۵۰۰	"
کانپور	۲،۵۰۰	
فتحپور	۵۰۰	
الہ آباد	۳۰۰۰	"
باندہ	۳،۰۰۰	
حمیر پور	۲،۰۰۰	"
جھانسی	۱،۵۰۰	"
جالون	۳،۰۰۰	"

بنارس	۲۵۰۰	روپئے
مرزاپور	۲۵۰۰	"
جونپور	۵۰۰	"
غازیپور	۳۰۰۰	"
بلیا	۳۰۰۰	"
گورکھپور	۳۰۰۰	"
بستی	۱۵۰۰	"
اعظم گڈھ	۲۵۰۰	"
نینی تال	۵۰۰	"
الموڑہ	۲۵۰۰	
گڈھوال	۳۵۰	"
لکھنؤ	۱۰۰۰	"
اناؤ	۳۰۰۰	"
رائے بریلی	۲۵۰	"
سیتاپور	۲۵۰۰	"
ہردوئی	۳۵۰	"
کھیری	۵۰۰	"
فیض آباد	۲۰۰۰	"
گونڈہ	۲۰۰۰	"
بہرائچ	۲۰۰۰	"
سلطانپور	۲۵۰۰	"
پرتاب گڈھ	۲۰۰۰	"
بارہ بنکی	۲۰۰۰	
میزان	۹۰۵۰۰	"

بیج کے متعلق رعایت

محکمہ زراعت نے زندگی سدھار سوسائیٹیوں کو رعایتی طور پر بیج اُدھار دینے کا اس سال بھی انتظام کیا ہے۔ یہ رعایت اسلئے دی گئی ہے کہ زندگی سدھار سوسائیٹیاں محکمہ زراعت سے بیج اُدھار لیکر اُسے اپنے ممبروں کو سوائی پر دیں اور فصل کے بعد ممبروں سے سوائی بیج مل جانے پر ۱۰ فیصدی محکمہ زراعت واپس دیدیں بقیہ ۱۵ فیصدی اپنے پاس رکھیں اس بیج کو وہ خرچ نہ کریں بلکہ اگلی فصل کے وقت اپنے ممبروں کو اُدھار دیں۔ اس بچت سے سوسائیٹیاں اپنا ایک ذاتی بیج گودام بنا لیں گی جو ہر سال بڑھتا رہیگا۔

زندگی سدھار سوسائیٹیوں کو اپنے پیروں پر آپ کھڑا کرنے کا یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔ گذشتہ سال بھی یہ رعایت منظور ہوئی تھی لیکن زندگی سدھار سوسائیٹیاں اس رعایت سے زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ انھوں نے وہ بیج خرچ کر دیئے جو انھیں اگلی فصل کے لئے رکھنے تھے۔ اس سے محکمہ زراعت کا مقصد پورا نہیں ہوسکا۔ اس مقصد کے پورے ہونے پر دیہاتوں میں خراب بیجوں کی جگہ اصلاح شدہ بیج آسانی سے ملنے لگیں گے۔ امید ہے کہ زندگی سدھار سوسائیٹیاں اس رعایت سے پورا فائدہ اٹھائینگی۔

منتخب دیہاتوں میں گاؤں سدھار کے کام

ہم گذشتہ پرچے میں دیہاتوں کا انتخاب اور پروگرام کے عنوان سے ایک نوٹ شائع کر چکے ہیں۔ اس میں ہم نے اس بات کا ذکر کیا تھا کہ گاؤں سدھار افسر رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ جی کی یہ ہدایت ہے کہ گاؤں سدھار کے کاموں کو اچھی طرح چلانے کے لئے گاؤں سدھار کے دیہاتوں کو 'الف' اور 'ب' کے درجوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ درجہ 'الف' میں ایسے ہی گاؤں رکھے جائیں جن کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہو باقی گاؤں درجہ 'ب' میں رکھ دیئے جائیں۔ ایسا ہونے سے وہ گاؤں جہاں کے باشندوں میں دیہاتوں کی اصلاح کا خیال پیدا ہوگیا ہے بہت ترقی کرینگے۔ اور ایسے دیہاتوں میں سب اسکیمیں پوری طرح چلائی جا سکینگی۔ گاؤں سدھار افسر صاحب کا خیال ہے کہ ہر ضلع میں کم از کم تین چار ایسے اعلیٰ درجے کے گاؤں تیار ہو جائیں جو اصلاحی کاموں میں اور بھی دیہاتوں سے بڑھے ہوئے ہوں۔ دراصل ایسے گاؤں کی ترقی دیکھکر ضلع یا سرکل کے دوسرے گاؤں بھی سبق حاصل کرینگے اور ترقی کرنیکی کوشش کرینگے۔

کھیل اور اسکاؤٹنگ کیلئے سرکاری امداد

حکومت یو۔ پی گاؤں والوں کی آمدنی بڑھانے کے ذرائع کے علاوہ انکی صحت درست کرنے اور انکی تفریح کے ذرائع مہیا کرنے میں بھی لگی ہے۔ وہ اس بات پر زور دے رہی ہے کہ گاؤں والوں کی جسمانی صحت بڑھانا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنی کہ آمدنی بڑھانا۔ اسلئے اس نے اس صوبے کے ہر ایک گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کو سنہ ۱۹۴۰ء کے لئے ۵۰۰ روپئے کی گرانٹ دی ہے۔ گاؤں سدھار افسر رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ صاحب نے بھی گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کے سکریٹریوں کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیجا ہے اور انھیں یہ ہدایت ہے کہ وہ اس رقم کو کھیل تفریح اور اسکاؤٹنگ میں خرچ کریں۔ آپ نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ اس سلسلے میں جو پروگرام تیار کیا جائے اس میں اکھاڑوں اور اسکاؤٹنگ کو خاص جگہ دی جانی چاہئے۔

ڈھکیلا جانے والا گھوڑا

ہم اس اشاعت میں صفحہ ۸۹۱ پر ڈھکیلا جانے والے گھوڑے کی تصویر شائع کر رہے ہیں۔ یہ ہمیں جناب ایس۔ بی۔ نائیڈو۔ بی۔ اے۔ ایم۔ آئی۔ ای بریلی سے موصول ہوا ہے اس قسم کا گھوڑا تیار کرنے میں لکڑی کے جن سامانوں کی ضرورت پڑے گی انھیں ذیل میں درج کر رہے ہیں۔

لکڑی

نمبر	ٹکڑے	نمبر	انچ	انچ	انچ
ا	سر	۱	$5\frac{1}{2}$	$2\frac{1}{4}$	$\frac{5}{8}$
ب	دھڑ	۱	$9\frac{1}{4}$	$3\frac{1}{4}$	$2\frac{3}{4}$
س	دم	۱	۲	۲	$\frac{5}{8}$
د	ٹانگیں	۴	$2\frac{1}{2}$	$\frac{5}{8}$	$\frac{5}{8}$
ی	بغل میں لگنے والی لکڑی	۲	۱۸	۱	$\frac{1}{2}$
ف	ہنڈل	۱	۹	۱	۱
گ	بنیاد	۱	$11\frac{1}{2}$	$4\frac{1}{2}$	$\frac{5}{8}$
ح	پہیہ	۴	۲	۲	$\frac{3}{4}$
ے	دھڑ کے ٹکڑے	۲	$9\frac{1}{4}$	$1\frac{1}{4}$	$1\frac{1}{2}$

لکڑی میں لگائے جانے والے ۸ نمبر کے ۱۲ پیچ۔

[redacted]

اُردو مطبوعات انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

ضروری ہدایات (۱) صاحب فرمائش کو اپنا نام اور پتہ خوشخط اور مفصل لکھنا چاہیئے۔

(۲) جو کتابیں کسی فرمائش کی بنا پر روانہ ہوں گی وہ کسی صورت میں واپس نہ ہو سکیں گی۔

(۳) بعض کتابیں بہت کم تعداد میں باقی رہ گئی ہیں اس لئے اگر فرمائش میں دیر کی گئی اور وہ کتابیں ختم ہو گئیں تو ان کا مہیا کرنا مشکل ہوگا۔

(۴) کتابیں منگا کر ان کو بہ مد انکاری واپس کرنا ایک قسم کا دھوکا دہی کا جرم ہے۔ اگر کسی وجہ سے مجبوراً ایسا کرنا پڑے تو صرفہ روانگی بھیج دینا چاہیئے۔

(۵) چھوٹی قیمت کی فرمائشوں کی تعمیل کرنے میں ہمیں کچھ عذر نہیں مگر مناسب یہ ہے کہ اگر فرمائش ایک روپیہ سے کم کی ہے تو قیمت نقد بھیجدی جائے

(۶) اگر آٹھ روز تک آپ کی فرمائش کا جواب نہ ملے تو خیال کر لینا چاہئے کہ ہمیں آپ کا آرڈر نہیں ملا۔

(۷) صرفہ روانگی (پیکنگ و محصول ڈاک وغیرہ) ذمہ خریداران ہوگا۔

(۸) جملہ فرمائشات پتہ ذیل پر روانہ کیجائیں:-
مینجر صاحب بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

رُوح انیس مرحوم

فردوسی ہند میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے بہترین مرثیوں، سلاموں اور رباعیوں کا مجموعہ۔ ملک کو سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم۔ اے (صدر شعبہ فارسی و اردو، لکھنؤ یونیورسٹی) کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ انھوں نے متعدد قلمی نسخوں کے مقابلہ کے بعد اس مجموعہ کو مرتب فرمایا ہے۔ شروع میں ۸۴ صفحات کا مقدمہ ہے جس میں میر انیس مرحوم کے حالات زندگی اور کلام پر مختصر تبصرہ کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ الصلاۃ والسلام کی شہادت کا مختصر بیان، مرثیہ اور اشخاص مرثیہ کے تحت میں نہایت ضروری اور قابل قدر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ آخر میں ۷۶ صفحات میں ضروری فرہنگ اور توضیحی حواشی ہیں۔ کتاب کا یہ حصہ اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ شروع میں میر انیس مرحوم کی سہ رنگی تصویر ہے علاوہ ازیں جناب انیس مرحوم کی تحریر، مکان مدفن اور ایک مجلس کی تصویر دی گئی ہے۔ جلد پر کربلائے معلی کا سنہرا نقشہ ہے۔ دیدہ زیب طباعت، خوبصورت جلد ۷۰۸ صفحات تقطیع کلاں۔ قیمت تین روپئے۔

جذباتِ بسمل

منشی شکھد یو پرشاد صاحب سنہا بسمل الہ آبادی کا مجموعہ کلام "کتاب کا نام جذبات بسمل بہت موزوں ہے کیونکہ جذبات ہی مصنف کے کلام کا بہترین امتیاز ہیں۔ زبان کی سادگی اور سلاست ان کے کلام کی دوسری خصوصیت ہے اور کیوں نہ ہو فن شاعری میں آپ ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی مدظلہ کے شاگرد ہیں جو فصیح الملک حضرت داغ دہلوی مرحوم کے بلند پایہ تلامذہ میں ہیں۔"

جناب بسمل زمانہ حال کے مقبول شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں۔ زبان کی سادگی کی وجہ سے انکا کلام بہت پسند کیا جاتا ہے۔ آجکل جتنے اچھے اردو رسالے چھپتے ہیں وقتاً فوقتاً بسمل صاحب کے کلام سے مزین ہوتے ہیں۔ شروع کتاب میں آنریبل جسٹس سر عبدالقادر جج ہائی کورٹ لاہور نے مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ ۲۱ تصویروں سے "جذبات بسمل" مزین ہے جس میں زیادہ سہ رنگی تصاویر ہیں اور بعض ہندوستانی فن تصویر کا بہترین نمونہ ہیں۔ لکھائی چھپائی کے متعلق صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ایسی نفاست و خوشنمائی سے کوئی کتاب اردو زبان کی آج تک شائع نہیں ہوئی کوئی کتب خانہ اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہئے۔ قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ (للعہ)

پیام رُوح

یعنی مجموعہ کلام مسٹر حامد اللہ افسر بی۔ اے "مع تقریب" از آنریبل سر شاہ محمد سلیمان صاحب ایم۔ اے ایل ایل۔ ڈی چیف جسٹس الہ آباد ہائیکورٹ و "مقدمہ" از میاں بشیر احمد صاحب بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایڈیٹر رسالہ "ہمایوں" لاہور۔

"میرے خیال میں ظاہری صورت اور باطنی خوبیوں کے لحاظ سے یہ مجموعہ اس قابل ہے کہ اُسے زبان اردو کی بہترین اور پائدار تصنیفات کے ساتھ جگہ دیجائے اس ظاہری و معنوی محاسن پر میں لائق شاعر کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ پبلک انھیں وہ داد دے گی، جس کے وہ مستحق ہیں"۔ (میاں بشیر احمد بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر، ایڈیٹر "ہمایوں" لاہور۔

"افسر کا نام اور کلام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اُن کی شہرت خود ان کی مقبولیت کا ثبوت ہے "پیام رُوح" ان کی تمام نظموں اور غزلوں کا مجموعہ ہے۔ اس کی اشاعت سے شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا"۔

(آنریبل سر شاہ سلیمان صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل ڈی چیف جسٹس ہائی کورٹ الہ آباد)۔

کاغذ دبیز لکھائی چھپائی دیدہ زیب چھ ہاف ٹون تصویریں جن میں تین سہ رنگی ہیں۔ اس مجموعہ سے کتب خانہ خالی نہ رہنا چاہئے۔ قیمت صرف تین روپیہ۔

صبح وطن و مضامین چکبست

صبح وطن یعنی مجموعۂ نظم پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی (مرحوم) "چکبست کی شاعری کی تحریک کا باعث کبھی تو حب وطن کا جوش ہوتا ہے اور کبھی کوئی گزشتہ یا حال کا تاریخی واقعہ اُن کے طائر خیال کو پرواز میں لاتا ہے کبھی قدرت کے نظاروں یا مذہبی رازوں کے انکشاف سے وہ اپنی نظموں کو آراستہ کرنے میں مدد لیتے ہیں اور کبھی انسانی جذبات اور احساس کی سچی تصویر کھینچ کر عبرت کا سبق دیتے ہیں۔ قومیت کا خیال ان کی شاعری کی ساخت کا جزو اعظم ہے۔ برج نرائن چکبست دور جدید کے صرف ترجمان ہی نہیں بلکہ اس دور کے نمائندوں میں ان کا پایا بہت بلند ہے جس قدر زمانہ گذرتا جائیگا اور اُردو شاعری مصنوعی قیود سے آزاد ہوتی جائیگی نیز آزادی کی ہوا میں اس کو نشو و نما پانے کا موقع

سطحوں اسی قدر برج نرائن چکبست کی شہرت بتدریج بڑھتی جائے گی اور آئندہ نسلیں اس امر کو تسلیم کریں گی کہ وہ دور جدید کے رہنماؤں میں سے ہیں۔ (سرتیج بہادر سپرو)

مضامین چکبست۔ پنڈت برج نرائن چکبست مرحوم بلند پایہ شاعر ہونے کے علاوہ بہترین مضمون نگار بھی تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے مضامین نثر کا مجموعہ بھی شائع کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں سوانحی، تنقیدی، تاریخی وغیرہ مضامین ہیں، اور بہت خوب ہیں۔

صبح وطن مجلد قیمت دو روپیہ (عہ/)

مضامین چکبست۔ [illegible] صفحات قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ/)

یادگار نسیم

یعنی منشی دیا شنکر نسیم کی مشہور و معروف مثنوی "گلزار نسیم" و انتخاب "دیوان نسیم" مع حواشی و دیباچہ کلام مرتبہ مولوی اصغر حسین صاحب اصغر گونڈوی

آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ ڈی، چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ تحریر فرماتے ہیں:—

"یادگار نسیم جو مولوی اصغر صاحب نے تصحیح کے بعد شائع کی ہے مشہور و معروف شاعر نسیم کی مثنوی جسے انھوں نے مصلحتاً نامناسب اشعار کو حذف کرنے کے بعد شائع کیا ہے۔ غزلیات میں سے جن غزلوں کا انتخاب کیا ہے وہ شاعر موصوف کی بہترین غزلیں ہیں۔۔۔۔۔ حواشی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔۔۔۔۔ اس کتاب کا مقدمہ بجائے خود ایک عالمانہ تصنیف ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اس کتاب کی قدر کما حقہ ہوگی جو اس کے شایان شان ہے۔" طباعت دیدہ زیب، خوشنما جلد۔

قیمت دو روپیہ (عہ/)

کلام الملوک

یعنی شہزادگان دہلی کے کلام کا مجموعہ۔ ایک زمانہ میں قلعہ دہلی زبان اردو کا مرکز تھا۔ یہاں

دو لوگ جمع تھے جو الفاظ کو بہت ہی صحت کے ساتھ بولتے اور بہت ہی اچھے اور رز و ردار معنی میں استعمال کرتے تھے وہ فصیح کی زبان آج صحیح اور مستند [illegible] شہزادگان دہلی کا کلام بھی [illegible] [illegible] محاورات و اصطلاحات [illegible] صحت [illegible] خیالات، بلندی و نازک خیالی، خوش بیانی، نشست الفاظ اور عمدہ [illegible] زبان صاف اور فصیح نکات اور [illegible] اگر زبان کا [illegible] شاعری کی [illegible] حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس مجموعہ [illegible] ملاحظہ فرمایئے قیمت دس آنہ۔

معراج سخن

جناب سید خورشید حسن صاحب عروج مرحوم [illegible] دولہا صاحب نبیرہ [illegible] میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے تین مرثیوں کا نادر مجموعہ [illegible] حسب ذیل [illegible]:—

۱۔ ہے زیور عروس فصاحت سخن مرا — ۱۱۹ بند

۲۔ خلاق میں خلقت آدم کا سبب کون ہوا — ۱۴۰ بند

۳۔ صبح عاشور محرم ہے قیامت کی سحر — ۹۵ بند

اس کتاب پر ہندوستانی اکیڈیمی صوبجات متحدہ نے قابل مصنف کو پانسو روپیہ انعام عطا فرمایا ہے۔ [illegible] کے قدردانوں کے لئے [illegible] قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ/)

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟

(مرتبہ و مؤلفہ منشی کنھیا لال صاحب ایم۔ اے آر۔ اے ایس)

کہانی کیسے لکھنا چاہئے، اس کتاب کا موضوع اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ مختصر افسانوں کے باب میں ساری باتیں بہت اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔ مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے۔ ایڈیٹروں، مضمون نگاروں اور مبتدیوں کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ قیمت آٹھ آنہ (۸/)

بہترین ناول و افسانے

فردوس خیال

منشی پریم چند کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ

منشی پریم چند کے افسانے ہمیشہ اصلاح اخلاق و معاشرت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور ان کا مقصد شریفانہ جذبات مثلاً غیرت، حیا، خوف خدا، محبت اور آزادی ضمیر وغیرہ کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے۔ غیر ممکن ہے کہ کوئی تعداد منشی صاحب موصوف کی تصنیف پڑھے اور آپ کی جادو بیانی اور سحر نگاری کا قائل نہ ہو جائے اگر آپ نے اب تک اس مجموعہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا تو آج ہی طلب فرمایئے۔ سرورق پر تین رنگ کی نہایت خوبصورت تصویر ہے۔ ۳۰۳ صفحہ کی کتاب ہے اور قیمت صرف ایک روپیہ (عہ/)

جلوۂ ایثار

بالاجی کے قومی کارناموں سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ "جلوۂ ایثار" میں ان حالات اور واقعات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو اس کارنامے کے متحرک ہوئے تھے حالات اور واقعات دلچسپ و دلکش ہونے کے علاوہ حب قومی و جودت روحانی سے معمور ہیں۔ اس پر منشی پریم چند صاحب کی جادو نگاری! سونے پر سہاگا ہے واقعی قابل مطالعہ ناول ہے ۲۳۲ صفحات کی کتاب اور قیمت صرف بارہ آنے۔

ڈالی کا جوگ

(اور دوسرے افسانے) مسٹر حامد اللہ افسر (میرٹھی) کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ۔ یہ تمام افسانے مختلف اوقات میں بعض اردو جرائد میں شائع ہو کر خلعت قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ ان میں سے بعض اس قدر مقبول ہوگئے ہیں کہ انگریزی، ہندی، اور گجراتی میں بھی ترجمے ہوئے۔ فوٹو بلاک کی چند تصویریں بھی شامل ہیں۔

قیمت ایک روپیہ

شاما

مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی لکھنؤ۔

یہ ایک دکھیاری کی درد بھری داستان ہے۔ اقبال کا یہ شعر اس پر صادق ہے۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

سرورق پر سہ رنگی تصویر اور کتاب کے شروع میں بھی ایک تصویر (فوٹو بلاک) لگائی گئی ہے۔

قیمت ڈیڑھ روپیہ

سادھو اور بیسوا

یعنی دو حرماں نصیبوں کی کایا پلٹ۔ ایک جگ بیتی کہانی مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی۔ فرانسیسی اناطول فرانس کے ایک تاریخی ناول "تائیس" کو پڑھنے کے بعد اسکی تصنیف کا خیال پیدا ہوا۔ "سادھو اور بیسوا" میں اسی خیال کی پیروی اور تصور کے تائید کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو "تائیس" کا امتیازی جوہر ہے۔ اس کے باوجود یہ اُس کا ترجمہ ہے نہ خلاصہ۔ نہایت دلچسپ ناول ہے۔ سرورق پر سہ رنگی تصویر ہے۔

قیمت بارہ آنے

"انور"

"شمیم" کے مشہور و معروف مصنف مسٹر فیاض علی ایڈوکیٹ فیض آباد کا دوسرا بے نظیر۔ دلپذیر۔ انقلاب انگیز شاہکار۔ اور .... زبان اردو کا بہترین ناول...

۵۰۰ صفحے۔ کاغذ۔ کتابت۔ طباعت نہایت عمدہ

جلد نفیس ۶ مد تصویریں بہت ہی دلکش اور خوبصورت

قیمت ہے

گھر بیٹھے دنیا کی سیر

کرنے والوں کو "تحفہ سیریز" کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ اس سلسلہ کی ایک ایک کتاب ایک ایک ملک سے متعلق ہے۔ ملک کی مفید اور کار آمد معلومات ہر کتاب میں بہم پہنچائی گئی ہیں۔ کوئی ضروری بات نظر انداز نہیں کی گئی۔ کتابوں کو زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کے لئے مکالمہ کا طرز اختیار کیا گیا ہے جسکے باعث وہ عمر لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کے مضامین پر بہت جلد عبور ہو جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل کتابیں تیار ہیں۔

(۱) تحفۂ جاپان	(۲) تحفۂ چین
(۳) تحفۂ مصر و حبش	(۴) تحفۂ لندن
(۵) تحفۂ فرانس	(۶) تحفۂ جرمنی
(۷) تحفۂ آسٹریلیا	(۸) تحفۂ قطبین
(۹) تحفۂ امریکہ	(۱۰) تحفۂ روس

ہر کتاب میں متعدد تصاویر ہیں اور سرورق نہایت خوبصورت۔ قیمت ہر کتاب کی چھ آنے۔

آئی۔ سی۔ ایس

اردو کے بہترین فسانہ نگار پروفیسر علی عباس حسینی ایم۔ اے۔ مصنف رفیق تنہائی، سرسید احمد پاشا، وغیرہ کے چودہ انقلاب انگیز افسانوں کا تازہ ترین مجلد دیدہ زیب مجموعہ۔

قیمت صرف عہ

خدمت خلق

(مرتبہ مولوی نیاز محمد خاں صاحب معلم نارمل اسکول الہ آباد) اس کتاب میں خدمت خلق کے عملی طریقے بتائے گئے ہیں جن سے دل پر اثر ہوتا ہے۔ کتاب بہت اچھی اور عجیب و غریب اخلاقی نکات و روحانی لطائف پر مشتمل ہے حکومت صوبجات متحدہ نے اس کتاب پر مولف کو انعام بھی عطا فرمایا ہے۔

قیمت صرف بارہ آنہ

بچوں کی دلچسپی

کا لوگ بہت کم خیال کرتے ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ اردو زبان میں ایسی کتابیں بھی بہت کم ہیں جنہیں بچے دلچسپی اور شوق سے پڑھیں۔ تاہم انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد نے چند کتب خاص طور پر بچوں کے لئے مہیا کی ہیں۔ جن کو بچوں کی دلچسپی کا سامان کہا جا سکتا ہے۔

الف بے کا کھلونا

یہ پیاری کتاب ننھے منے بچوں کے لئے ہے۔ کھیل ہی کھیل میں وہ حروف تہجی سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ ہر حرف کے لئے ایک رنگین تصویر اور ایک شعر ہے۔ زبر، زیر اور پیش وغیرہ کا بھی خیال رکھا گیا ہے چھپائی رنگین اور بہت صاف۔ ۲۴ عکسی تصویریں۔ اگر آپ کے یہاں کئی بچے ہوں تو متعدد نسخے طلب فرمایئے ورنہ بچے آپس میں لڑیں جھگڑیں گے۔

قیمت صرف تین آنے

انوکھی کہانیاں

یہ کتاب بہت پسند کی گئی ہے گیارہ نصیحت آموز کہانیاں اس میں درج ہیں۔ زبان بہت آسان۔ ممکن نہیں کہ کوئی بچہ اسکو ختم کئے بغیر چھوڑ دے۔ ہر کہانی کے ساتھ ایک تصویر ہے۔ خوبصورت کتاب ہے بچے اس کو دیکھتے ہی مچل جاتے ہیں۔ سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے۔

قیمت ۴ر آنہ

مفید ایجادات کی کہانی

"یہ منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) کی قابل قدر تصنیف ہے۔ یہ کتاب اردو میں اپنی وضع کی بالکل انوکھی تصنیف ہے اور مفید معلومات کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ہر شخص کے مطالعہ میں آئے۔ کاغذ، کتابت، طباعت اور سرورق بے انتہا نفیس ہے۔ اس قدر اچھے اہتمام سے بہت کم کتابیں اردو میں چھپی ہیں۔ تشریح مطالب کے لئے جا بجا بے شمار تصاویر دی گئی ہیں"

قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۲ر

ایسپ کی کہانیاں

ایسپ ایک مشہور حکیم گزرا ہے جو مورخین کے بیان کے مطابق حضرت مسیح سے ۶۲۰ برس قبل پیدا ہوا تھا۔ حکیم ایسپ انسان کی پند و نصیحت کے لئے مختلف قسم کی فرضی حکایات اور کہانیاں بیان کیا کرتا تھا۔ انہیں کہانیوں کی وجہ سے دنیا میں اس کا نام اب تک زندہ ہے۔ اس مجموعہ میں ایسپ کی تین سو کہانیاں یکجا شائع کی گئی ہیں چھپاسی تصویریں بھی شامل کتاب ہیں جن کے باعث یہ مفید کتاب اور زیادہ دلچسپ ہو گئی ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے یہ ایک اچھا تحفہ ہے۔ کتاب مجلد ہے۔

قیمت دو روپے

میرے وطن کی کہانی

تاریخ ہند کے کئی خاص اور روشن ابواب طلبا ر

کو اسکولوں میں نہیں پڑھائے جاتے۔ حالانکہ اپنی نوعیت
کے لحاظ سے ان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اس
کتاب میں بعض اسی قسم کے واقعات نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں
کے تفریحی مطالعہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ سیر ہاف
ٹون عکسی تصویریں۔ قیمت ۱۰

شیخ چلی کی کہانیاں

شیخ چلی کا نام آپ نے ضرور سنا ہوگا۔ یہ وہ ذات
ہے جو ہر ملک اور ہر زمانہ میں ہمیشہ موجود رہی ہے۔
اس کتاب میں آپ ہی کے کارنامے درج ہیں جو عجیب و غریب
کہانیوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ ہر کہانی اس قدر پُر لطف
ہے کہ انسان بھوک پیاس بھول جاتا ہے۔ پڑھتے جایئے
اور ہنستے جایئے۔ لکھائی چھپائی ایسی عمدہ ہے کہ بچوں کو
بطور انعام دی جا سکتی ہے۔ دو سو صفحات کی کتاب کی
قیمت صرف دس آنے۔

داستان عجم

بچے بادشاہوں کے قصے بہت شوق سے پڑھتے ہیں
لیکن جھوٹے بے اصل قصوں سے یہ بہتر ہے کہ انھیں بادشاہوں
کے تاریخی قصے پڑھنے کو دئے جائیں۔ اس مقصد کے لئے
داستان عجم بہت اچھی کتاب ہے [illegible] فردوسی کے
"شاہنامہ" میں جن بادشاہوں اور بہادروں کے کارنامے
بیان کئے گئے ہیں انھیں کو اس کتاب میں بچوں کے لئے
بہت سلیس اور عام فہم عبارت میں لکھا گیا ہے۔ ضرور
منگائیے۔

قیمت حصہ اول دس آنے
حصہ دوم دس آنے

رابنسن کروسو

ایک نوعمر لڑکا گھر سے فرار ہو کر بحری سفر اختیار کرتا
اور طرح طرح کے مصائب اٹھاتا ایک غیر آباد جزیرہ
میں پہنچتا ہے اور وہیں پچیس برس تک مجبوراً وہیں رہتا
ہے اتنی مدت اس نے کیونکر بسر کی؟ اور پھر یہاں سے
کیسے نکلا؟ وغیرہ واقعات نہایت دلچسپ ہیں۔ اس
کتاب کو نوعمر بچے بہت شوق اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔
ہاف ٹون بلاک کی چھ تصویریں شامل کتاب ہیں جن میں
ایک سہ رنگی ہے۔ حجم ڈھائی سو صفحات سے زیادہ اور
قیمت صرف بارہ آنے۔

لال کنھور

اس کتاب میں "بہرام" کو بالکل نئے لباس میں پیش
کیا گیا ہے۔ اس کے عجیب کارنامے اس قدر دلچسپ
ہیں کہ کتاب شروع کر کے ختم کئے بغیر ہاتھ سے چھوڑنے
کو جی نہیں چاہتا۔

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

کھیل تماشا

یہ کتاب [illegible] چھوٹی
چھوٹی [illegible] کہانیاں اور چٹکلے ہیں۔ بچے اسے بڑے
شوق سے پڑھتے ہیں کیونکہ یہ انھیں کی زبان میں اور ان
کے مذاق کے موافق لکھی گئی ہے۔ مضمون کی وضاحت
کے لئے تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ چھپائی نفیس اور صاف

قیمت ۳ آنہ

ہونہار لڑکا

(مؤلفہ [illegible])

یہ کتاب ایک غریب لڑکے کی زندگی کی داستان پر مشتمل ہے
جس نے اپنی محنت اور نیک چلنی کے باعث بڑی عزت
و شہرت حاصل کی۔ عبارت سلیس اور عام فہم۔ قصہ اتنا
دلچسپ کہ بچے نہایت شوق سے پڑھتے ہیں۔ بچوں کی دلچسپی
کے لئے کتاب کو تصاویر سے مزین کیا گیا ہے۔ ٹائٹل
پر تین رنگ کی تصویر ہے۔

قیمت صرف پانچ آنے

تالیفات مولوی ظفر عمر

بہرام کی گرفتاری

"نیلی چھتری" کے نامور مؤلف ظفر عمر صاحب بی۔ اے
نے اس کتاب کے ہیرو "بہرام" کو اس خوبی سے اردو
پبلک سے روشناس کرایا ہے کہ لوگوں نے اپنے فسانوں
میں اس کا چربہ اتارنے کی خوب خوب کوشش کی مگر وہ
بات کہاں۔ اصل ہے "بہرام کی گرفتاری" نہایت
دلچسپ اور پسندیدہ ناول ہے۔ ضرور منگائیے۔

قیمت ایک روپیہ

چوروں کا کلب

اس کلب کے ممبر دنیا بھر کے لہو و لعب سے سیر
ہو گئے ہیں اور معمولی مشاغل میں چنداں تفریح حاصل
نہیں ہوتی ...... اور محض دل بہلانے اور چوری
کے خطرات سے لطف اٹھانے کے لئے یہ کلب قائم کیا
گیا ہے۔ یہ کتاب اس قدر دلچسپ ہے کہ تیسری بار
شائع ہوئی ہے۔

قیمت ۹ر آنے

علم قدرت کی تعلیم

رائے صاحب ڈی۔ این۔ مکرجی۔ سکریٹری یوپی
ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ بورڈ

قیمت بارہ آنے ۱۲

ادبی افسانہ

محسن محی الدین عباسی

قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔

مختصر تاریخ اردو ادب

سید اعجاز حسین اعجاز ایم۔ اے لکچرار شعبہ اردو
الہ آباد یونیورسٹی مصنف آئینہ معرفت وغیرہ۔

قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ۔

نذر احباب

جناب شیخ مہدی حسین صاحب ایم۔ اے
ناصری لکھنوی

قیمت دو روپیہ۔

دنیا کی سچی کہانیاں

حصہ ۱، ۲، ۳، ۴
علیم الدین نیرنگ ہاشمی

قیمت آٹھ آنہ۔

ثمرۂ تجارت

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت چھ آنہ۔

منیجر بکڈپو۔ انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

یورپ کے سیارے

مولوی سید ظفر حسن صاحب امروہوی فاضل و منشی فاضل۔ ہیڈ مولوی پارکر ہائی اسکول مظفر نگر

قیمت چھ آنہ۔

مونگے کا جزیرہ

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت بارہ آنہ۔

بالشتیوں کی سرزمین

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت دس آنہ۔

آئینۂ قدرت

سید وقار عظیم صاحب ایم۔ اے

قیمت چھ آنہ۔

اچھوتی کہانیاں

سید وقار عظیم صاحب ایم۔ اے

قیمت چھ آنہ۔

افسانۂ ادب

سید وقار عظیم صاحب ایم۔ اے

قیمت چھ آنہ۔

انوار حیات

سید وقار عظیم صاحب ایم۔ اے

قیمت چھ آنہ۔

دیوزادوں کا مُلک

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت آٹھ آنہ۔

رسیلی کہانیاں

سنت رام۔ بی۔ اے

قیمت چھ آنہ۔

نیک بچوں کی کہانیاں

سنت رام۔ بی۔ اے

قیمت چھ آنہ۔

نصیحت بھری کہانیاں

سنت رام۔ بی۔ اے ..... قیمت آٹھ آنہ۔

ہل کے قواعد

۱۔ ’ہل‘ ہر ماہ میں ہندی، اُردو دونوں زبانوں میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ محصول ڈاک سمیت اس کی سالانہ قیمت پانچ روپیہ آٹھ آنہ پیشگی ہے۔ ایک نمبر کی قیمت ۸؍ ہے۔ ہندوستان کے باہر سالانہ قیمت ۶ روپیہ ۱۲ آنہ ہے۔ برہما کے لئے پانچ روپیہ آٹھ آنہ ہے۔ (۸۸؍)

۳۔ جن صاحب کو کسی ماہ میں ’ہل‘ نہ ملے اُنھیں پہلے اپنے ڈاک خانہ میں دریافت کرنا چاہئے بہتر نہ ملنے پر ڈاک خانہ کے جواب کے ساتھ ہمیں اگلے ماہ کی ۱۵ تاریخ تک لکھنا چاہئے۔

۴۔ خط لکھتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے ورنہ جواب ملنا مشکل ہوگا۔

۵۔ مضمون، تصویر، تبصرہ کے لئے کتابیں اور تبادلے کے لئے اخبارات وغیرہ بنام اڈیٹر ہل، انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد، بھیجنا چاہئے۔

۶۔ ’ہل‘ میں صرف دیہاتیوں کی دلچسپی اور گاؤں سے تعلق رکھنے والی چیزیں چھپتی ہیں اور اسکی زبان ہندوستانی یعنی آسان اُردو یا آسان ہندی ہے۔ ’ہل‘ کے لئے مضامین بھیجنے والوں کو اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔

۷۔ کسی مضمون یا نظم کے شائع کرنے یا نہ کرنے اور اُسے واپس کرنے یا نہ کرنے کا اختیار بھی اڈیٹر کو ہے۔ واپس شدہ مضامین کا ڈاک خرچ اور رجسٹری خرچ مضمون نگار کے ذمہ ہوگا۔ بغیر اس کے مضامین نہ واپس ہوں گے۔

۸۔ نامکمل مضامین نہیں شائع ہوتے۔ جگہ کے مطابق مضامین ایک یا زیادہ تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔

۹۔ جن مضامین میں تصاویر ہوں گی اُن تصاویر کے ملنے کا جب تک مضمون نگار انتظام نہ کردیں گے تب تک وہ مضامین نہ شائع ہوں گے۔ اگر تصاویر حاصل کرنے میں خرچ ضروری ہوگا تو دیا جائیگا۔

ہل کی اُجرت اشتہارات

سرورق کا دوسرا صفحہ	۶۰ روپیہ	ماہوار
״ ״ تیسرا ״	۶۰ ״	״
״ ״ چوتھا ״	۱۰۰ ״	״
مضامین کے اختتام کے سامنے کا صفحہ	۲۵ ״	״
״ ״ ״ کا ایک کالم	۱۵ ״	״
״ ״ ״ ۲ کالم	۳۰ ״	״
״ ״ ״ ۳ کالم صفحہ	۴۵ ״	״

عام اُجرت

ایک صفحہ یا ۳ کالم کی اُجرت	۴۰ روپیہ	ماہوار
½ کالم ״ ״	۲۵ ״	״
¼ ״ ״ ״	۱۲ ״	״
⅛ ״ ״ ״	۶ ״	״

۱۔ ’ہل‘ میں مخرب اخلاق اشتہارات نہیں شائع ہوتے۔ لہٰذا گندے اور عُریاں اشتہار نہ بھیجئے۔

۲۔ ایک کالم یا اس سے زیادہ اشتہار دینے والے کو ’ہل‘ بلا قیمت بھیجا جاتا ہے۔

۳۔ اُجرت اشتہارات جو اوپر درج کی گئی ہے وہ مکمل (Final) ہے۔ اس کے لئے خط و کتابت کرنی بیکار ہے۔

۴۔ اشتہار کی اجرت پیشگی لینے کا قاعدہ ہے۔

خط کتابت کا پتہ

منیجر ’ہل‘، شعبہ اشتہار

انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

چند سیاسی و معاشی کتابیں

معاہدۂ عمرانی - از ژان ژاک روسو ترجمہ ڈاکٹر محمود حسین خان صاحب ایم اے پی ایچ ڈی (ہائیڈلبرگ) اس کتاب میں سیاسیات کے دقیق مسائل آسان باتوں میں سمجھائے ہیں۔ اس کی یہ کتاب جو معنوی حیثیت سے فلسفۂ سیاست کی اہم کتاب ہے زبان اور طرز بیان کے لحاظ سے سب سے سہل ہے قیمت فی جلد عگار

آزادی : - یہ جان اسٹورٹ مل کی کتاب ہیرلی کا ترجمہ اور بامحاورہ ترجمہ ہے جو سیاسیات کے درس کا ایک اہم جزو ہے مل انگلستان کے ان چند ارباب فکر میں سے ہے جس نے اپنی بلند خیالی اور زور قلم سے یورپ کے اہل فکر سے اپنا لوہا منوالیا۔ مترجمہ جناب سعید انصاری صاحب سابق استاد اول کا مدرسہ جامعہ۔

محکومیت نسواں : - جناب اسٹورٹ مل کی کتاب (Subjection of women) کا ترجمہ محکومیت نسواں ہماری معاشرت سیاسیات کی کتاب ہے از پروفیسر محمد عاقل صاحب ایم اے اس میں اردو داں طبقے کو سیاسیات کی مبادیات کو آسان اور اختصار کے ساتھ سمجھانے کا موقع فراہم کیا گیا ہے پہلے باب میں ریاست کی تعریف ہے دوسرے میں ریاست کی ابتدا اور تیسرے میں ریاست کا اقتدار اعلیٰ اور افرادی آزادی قیمت ۴ر

ہندوستان کا دیہی قرض : - مصنفہ پروفیسر محمد عاقل صاحب ایم اے قرضہ کے اعداد شمار سے ثابت کیا گیا ہے کہ ہندوستان کے کسان کی حالت ساری دنیا کے کسانوں سے ابتر ہے۔ گاؤں کی مفصل تحقیقات بھی پیش کی گئی ہے قیمت ۴ر

دیہی صنعتیں :- دیہی صنعتوں اور دیہات کی نئی تعمیر پر دیہات سدھار کا کام کرنے والوں کے لئے مفید معلومات اور ہدایتوں کا ذخیرہ ہے۔ از جے سی کمارپا صاحب قیمت ۳ر

ہندوستان میں زراعت کا مسئلہ :- اس میں کاشتکاروں کی کثرت اور زمین کی قلت کسانوں کے افلاس اور انکے قرضے وغیرہ سے بحث کی گئی ہے قیمت ۴ر

جدید دستور کا خاکہ : - یہ ایک پمفلٹ ہے جس میں موجودہ دستور کی غرض وغایت بیان کی گئی ہے۔ قیمت ۲ر

شہری آزادی :- اس کتاب میں بیرونی ممالک کی انجمنوں اور ان کے شہری حقوق کا ذکر کرتے ہوئے اعداد شمار سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کس طرح موجودہ حکومت ہندوستانیوں کو انکے ان حقوق سے محروم کرنیکے درپے ہے جن سے انکی زندگی وابستہ ہے۔ قیمت ۴ر

ہندوستان میں برطانوی حکومت :- اس میں برطانوی حکومت کی اقتصادی اور مالی پالیسی کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ قیمت ۸ر

مسئلہ آبادی :- جنگ عظیم کے بعد مسئلۂ آبادی کے کیا نظریے قائم ہوئے نیز ہندوستان کی بڑھتی ہوئی آبادی کے کیا وجوہ ہیں اور انکا کیا علاج ہے۔ ان تمام مسائل پر نہایت خوبی سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت ۴ر


سنلائیٹ
آپکے گھر میں خوشی اور آسودگی کو بسانا چاہتا ہے۔
اسکا استعمال اختیار کیجئے۔
سنلائیٹ کے استعمال سے صفائی مہیا ہوتی ہے اور صفائی ہی سے
صحت نصیب ہو سکتی ہے۔ سنلائیٹ کو استعمال کیجئے تاکہ آپ کی
محنت گھٹے، آپکے کپڑے بچیں اور خرچ کی کفایت ہو۔ سنلائیٹ صحت و
راحت صفائی و آسودگی کی طرف ہر خاندان کی رہنمائی کرتا ہے۔ ان
نعمتوں کے حصول کے لئے اسکو استعمال کیجئے۔
SUNLIGHT SOAP
SUNLIGHT SOAP
SUNLIGHT SOAP
اصل سنلائیٹ صرف ان پیکٹوں میں بکتا ہے۔
L. 21-435 UD
LEVER BROTHERS (INDIA) LIMITED

تاریخی ہستیوں کے پلاسٹر کے مجسمے

ایک کمرے کی زینت و آرائش کو دو بالا کرنے میں مجسموں سے زیادہ کوئی چیز کامیاب نہیں ہو سکتی - یہ مجسمے صرف خوبصورت ہی نہیں ہیں بلکہ یہ اپنی موجودگی سے ہر پیر و جوان کے دل میں ایک خاص جوش بھی پیدا کرتے ہیں -

حسب ذیل مشہور ہستیوں کے پلاسٹر کے مجسمے تیار کئے گئے ہیں جو برائے فروخت موجود ہیں - ہر اسکول کے "ہسٹری روم" میں ان مجسموں کا ایک سٹ ضرور رہنا چاہئے -

۱۰ انچ مجسمہ قیمت دو روپیہ ۱۲ انچ تین روپیہ علاوہ محصول ڈاک

اکبر	لارڈ کلایو	ملکہ وکٹوریہ
اہلیا بائی	لارڈ رپن	ملکہ میری
الیکزینڈر	لالہ لاجپت رائے	راجہ مان سنگھ
اورنگزیب	لارڈ ولزلی	مہاراجہ رنجیت سنگھ
اشوک کی لاٹ	ملہار راؤ ہلکر	رویندر ناتھ ٹیگور
گوتم بدھ	مہارانا پرتاب	شیواجی
بابر	مہاتما گاندھی	شیر شاہ سوری
بال گنگا دھر تلک	موتی لال نہرو	سر سید احمد خاں
ڈوپلے	پنڈت مدن موہن مالویہ	شاہجہاں
گرو گوبند سنگھ	ممتاز بیگم	ٹیپو سلطان
گوپال کرشن گوکھلے	مادھو راؤ سندھیا	وارن ہیسٹینگز
شہنشاہ جارج ششم	نور جہاں	سوامی وویکا نند



سر سید احمد خاں



پنڈت موتی لال نہرو



پنڈت مدن موہن مالویہ



مہاتما گاندھی



بال گنگا دھر تلک

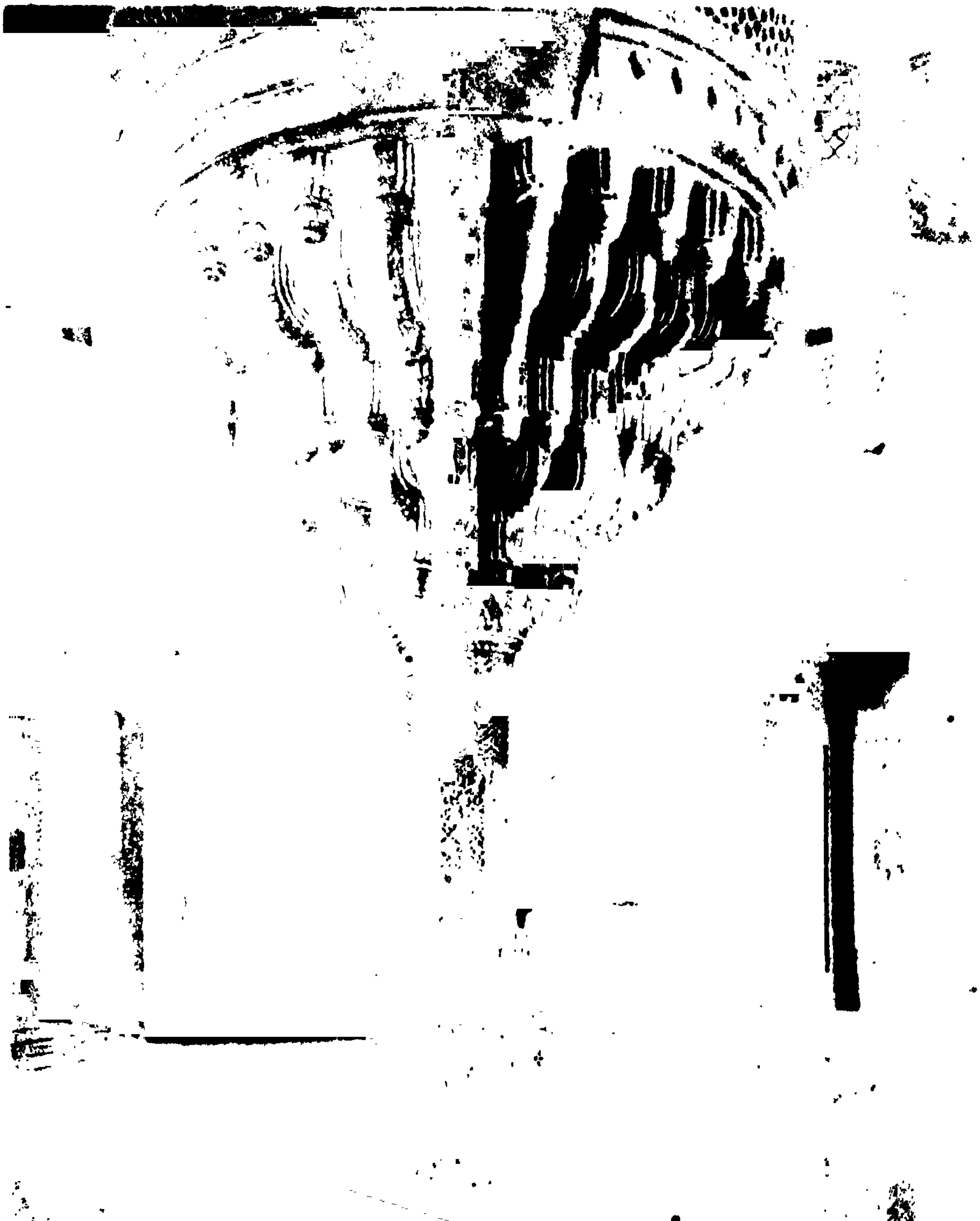
ملنے کا پتہ

انڈین پریس

لمیٹڈ، الہ آباد

Printed and published by K. Mittra, at The Indian Press, Ltd., Allahabad.

Regd. No. A 291



دیوان خاص کا شاندار ستون، فتحپور سیکری